بُجھ نہ جائے
دِل دیا
سعریہ عابد

بُجھ نہ جائے دِل دِیا

سعدیہ عابد

بجھ نہ جائے دل دیا

انتساب

بصد احترام و خلوص

میری یہ ادنیٰ کاوش میرے محترم اساتذہ کی اعلیٰ کاوشوں کے نام

کہ جنھوں نے مجھے لفظ بولنا و لکھنا سکھائے

جن کی محنت شاقہ نے مجھے زندگی کو برتنے کا قرینہ دیا

آج میں جو کچھ بھی ہوں

جس مقام پہ ہوں

سبب میرے محترم اساتذہ کرام ہیں

سعدیہ عابد

بجھ نہ جائے دل دیا

پیش لفظ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔ شکر ہے اس باری تعالیٰ کا جس نے مجھے پہچان بخشی۔ اور کامیابی وترقی سے ہمکنار کیا۔

ناول لکھنے سے زیادہ جو لکھنا مجھے مشکل لگتا ہے وہ ہے پیش لفظ۔۔۔! کہنا بہت کچھ ہوتا ہے مگر لفظ نوک قلم پہ آ کر رک سے جاتے ہیں کہ دوسروں کو بیان کرنا سب سے آسان اور خود کو بیان کرنا سب سے کٹھن۔۔۔ناول آپکی بات۔۔۔ پیش لفظ میری بات ۔۔۔

آپکی بات تو قلمبند ہوگئی الحمدللہ! مگر میری بات ہے کہ بیان ہو کر نہیں دیتی سمجھ نہیں آ رہا کہ پیش لفظ میں لکھوں تو کیا؟ ایسا کیا لکھوں کہ یہ ناول لکھنے کا مقصد واضح ہو جائے سارے کردار بیان ہو جائیں مگر جانتی ہوں ایسا ممکن ہی نہیں کہ میں خود کو کبھی بیان نہیں کر سکتی اپنی سوچ میرے قلم میں نہیں آتی اپنا احاطہ نہیں ہو پاتا مجھ سے یہی وجہ ہے کہ اب تک میری جتنی بھی تحریریں شائع ہوئیں ان میں، میں کہیں بھی نہیں تھی مگر میں پھر بھی ہر جگہ تھی میں نے ہمیشہ دوسروں کے دکھ ان کے محسوسات کو قلمبند کیا کہ میرا ہر احساس میرے ذہن و دل کے سب سے نچلے خانے میں محفوظ رہتا ہے اور جب کچھ بے چینی سی بڑھتی ہے تو میرا ہر احساس ڈائری میں اتر جاتا ہے اور کچھ اور آگے قدم بڑھتے ہیں تو تحریر منظر عام پہ آتی ہے اس لیئے میرا ہر ناول اس کا ہر کردار معاشرہ کا جیتا جاگتا وجود ہے میری کہانی عام لوگوں کی کہانی ہے اسی لیئے قاری کے لیئے بہت خاص بن جاتی ہے کہ کہانی کی خوبصورتی و کامیابی یہی ہے کہ وہ دوسروں سے ریلیٹ کرے اسی لیئے میں اچھوتے کرداروں کو اتنا عام کر کے لکھنے کی کوشش کرتی ہوں کہ وہ خود بہ خود بہت خاص بن جاتے ہیں کہ خاص کردار کبھی ضبط تحریر میں ہی نہیں آتے تو بہت عام سے کردار آپکی زندگی، آپکی سوچ بدلنے کے لیئے ،دل دیا، روشن کر چکے ہیں۔

زیرِ نظر ناول "بجھ نہ جائے دل دیا" آس و یاس کے دھاگوں میں الجھی ایسی کہانی ہے جس میں رشتوں کی خوبصورتی کا ریشم بھی لپٹا ہے اور رشتوں کی بدصورتی کی اون بھی کروشیہ سازی میں لگی ہے۔۔۔

یہ ناول دوستی کے لیئے جان فدا کرنے والے ابرج سہروردی کی کہانی ہے یہ کہانی ہے ایسے شخص کی جسے محبت کرنی نہیں آتی جسے محبت نبھانے نہیں آتی جو محبت کر کے محبت سے گریزاں رہتا ہے دوستی کی خاطر، دوست کے مان کی خاطر اپنی اچھائی، اپنی نیک سوچ، اپنی اچھی تربیت سب بھلا دیتا ہے کہ اسے انتقام لینا ہوتا ہے اور انتقام کی راہ آسان تو نہیں ہوتی۔ انتقام کی بھینٹ مظلوم ہی نہیں ظالم بھی تو چڑھتا ہے کہ درِ مکنون وہ معصوم کردار جو محبت کے لیئے رشتوں کے لیئے امید کا دیا روشن کر کے اپنی ذات کو پل پل شعلوں کی زد پہ دیکھتا ہے اور اف تک نہیں کرتا کہ محبت کے لیئے رشتوں کے لیئے قربانی کے جذبے سے مالا مال ہوتا ہے اور یہ عابیہ کی کہانی ہے جو قبول صورت ہے مگر جذباتیت و شدت پسندی کو اپنی ذات میں سمو کر بیٹھی ہے جس کی جزباتیت اس کے من کا روگ اور دوسروں کے لیئے عذاب بن جاتی ہے یہ کہانی ہے بہت حسین ایلیفیہ کی جسکا حسن اس کی سب سے بڑی سزا بن جاتا ہے۔

ارمش خان کی کہانی جو اپنی برائی کو پس پشت رکھ کر اپنی برائی دوسروں کے سر ڈالنے کے ہر فن سے واقف ہوتے ہیں دوسروں کے لیئے عذاب مول لیکر اپنی زندگی کے دیے کو دوسروں کے خون جگر سے روشن رکھتے ہیں یہ کہانی ہے سید ابان بخاری کی کہ جس کی ہر اچھائی دوسرے کے من کا روگ۔۔۔ جس کی کامیابی دوسرے کا انتقام۔۔۔ جس کی خوبصورتی دوسرے کا احساس کمتری۔۔۔ جس کی صلح جوئی دوسرے کی ڈھٹائی۔۔۔ جس کے رشتے اس کا مان، اسکی چاہت اس کا غرور اور دوسرے اس غرور کو توڑنے پہ درپہ۔۔۔ غرضیکہ یہ کہانی ہمارے معاشرے میں بسے لوگوں کی کہانی ہے جو محبت بھی کرنا جانتے ہیں نفرت کے تیر بھی چھپا کر رکھتے ہیں کچھ ٹوٹ جاتے ہیں کچھ خود ٹوٹ کر دوسروں کو جوڑ لیتے ہیں بنتے بگڑتے رشتوں کی کہانی کا نام ہے "بجھ نہ جائے دل دیا"، دوستی کا مان رکھنے دوستی کے لیئے سب کچھ تیاگ دینے والوں کی کہانی ہے "بجھ نہ جائے دل دیا" محبت کے لیئے سب کچھ چھوڑ دینے محبت کو اوڑھنا بچھونا بنا لینے والے کرداروں سے سجی کہانی ہے "بجھ نہ جائے دل دیا"۔

اس ناول کے ذریعے میں نے ایک مثبت پیغام دینے کی کوشش کی ہے اور مجھے باری تعالی کی ذات پہ کامل یقین ہے کہ مجھے وہ اس کوشش میں ضرور کامیاب کرے گا اس ناول کے زریعے معاشرے کے کسی فرد واحد کی زندگی میں بھی مثبت تبدیلی آگئی تو میں سمجھوں گی میری محنت وصول ہوئی اور محنت کی جہاں تک بات ہے ایک لکھاری کے ساتھ ادارہ کا تعاون اور محنت بھی شامل ہوتی ہے۔۔۔

اس تخلیق کو آپ قارئین تک پہنچانے کا سہرا "پاک سوسائٹی ڈاٹ کام" کے سر جاتا ہے۔اس کے لیے میں ویب سائٹ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام اور محترم وسیم انور صاحب کی مشکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے ایک پلیٹ فارم دیا قفس کے پنچھی میرا پہلا ناول جو پاک سوسائٹی پر اپلوڈ ہوا اور اب میرا دوسرا ناول "بجھ نہ جائے دل دیا" پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر شروع ہونے جا رہا ہے۔

خدا سے یہی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام اور اس کے منتظمین کے ساتھ خصوصی رحم و کرم والا، بہت سی

کامیابیوں سے جڑا معاملہ رکھے۔ آمین۔

امید تو یہی ہے آس کو پروان چڑھاتا، محبت کے دیے روشن کرتا، اچھائی و برائی کے نقاب اتارتا، اچھائی کو نیکی کا صلہ دیتا، برائی کو کیفر کردار تک پہنچاتا "ناول بجھ نہ جائے دل دیا" آپ سب قارئین کو ضرور متاثر کرے گا۔

آپ سب قارئین کے محبت و خلوص ناموں اور تنقید برائے اصلاح سے مزّین قیمتی آراء و تجاویز کا شدت سے انتظار رہے گا۔ڈھیر ساری دعاؤں اور نیک خواہشات کے ساتھ

دعاؤں کی طالب

سعدیہ عابد

27اگست 2016

بروز ہفتہ (7:30)

اجنبی مجھے تم یاد آتے ہو

میں تنہا ہوں تمہارے بن

مجھے تم کیوں ستاتے ہو۔

میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک شخص کے لاتعلق وا جنبی ہو جانے سے زندگی ہی یکسر اجنبی لگنے لگے گی، اک شخص جس سے کہنے کو کوئی تعلق نہیں، یاداشت میں بس چند ادھوری ملاقاتیں درج ہیں، اس شخص کے جانے سے زندگی میں انمٹ خلاسا آگیا ہے موسم دل کو نہیں بھاتے بے بسی و بے کلی سی ہے آنکھوں میں اب ٹھہر گیا ہے اور وجود سوکھے پتے کی مانند لرزتا رہتا ہے اپنا آپ سنبھالنا ہی اس قدر کٹھن ہو گیا ہے کہ سہاروں کی تلاش میں نظر ہر وقت سرگرداں رہتی ہے اور سہارہ دینے کے لیے اٹھے ہاتھوں میں جب وہ دو ہاتھ نہیں ہوتے جو گرتی تھی تو گرنے سے قبل سنبھال لیتے تھے تو دل درد سے بھر جاتا ہے۔

نئے دنوں کا سراغ لے کر کہاں سے آیا کدھر گیا وہ

عجیب مانوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ

وہ شخص جس کی ہمراہی میں شب و روز گزرے تھے وہ اب بھی اجنبی تھا وہ اب بھی مجھ سے لاتعلق تھا وہ اب بھی میرا کچھ نہیں تھا اور یہ مانوس سی اجنبیت ایسی تھی کہ دل کا دیا ہوا کی زد پہ تھا بس ایک پھونک کی دیر تھی اور زندگی خوش گمانی کی قید سے آزاد مگر یہ آزادی میرا حصول نہ تھی کہ مجھے اس کی مانوسیت بھی عزیز تھی اور اس کی لاتعلقی ایسی تھی کہ دل سے صدا بلند ہوتی تھی۔

کاش ہم تم بھی اجنبی ہوتے جس طرح اور لوگ ہوتے ہیں

بے تعارف سے، لاتعلق سے کاش ہم تم بھی اجنبی ہوتے

وہ جیسے جیسے مجھ سے دور جا رہا تھا مجھے اپنی زندگی ہاتھوں سے نکلتی محسوس ہو رہی تھی وہ ایک شخص جو ہزار شناسائیوں کے باوجود اجنبی تھا اس کی دوری پر میری حالت مرنے والوں جیسی تھی اور اسے پتہ تک نہ تھا۔

ترک تعلقات پہ رویا نہ تو نہ میں

لیکن یہ کیا کہ چین سے سویا نہ تو نہ میں

وہ جانتا ہی نہ تھا کہ وہ کسی عام در پر نہیں میرے دل پر، در مکنون کے دل پر قدم بوسی کر کے جا چکا ہے۔

حال دل ہم بھی سناتے لیکن

جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

میرے دل دہلیز پہ رکھا دل دیا بجھ جانے کو ہے کہ محبوب نہیں پاس تو دل دیا کیسے روشن رہ سکتا ہے۔ مگر یہ بات میں اس شخص کو نہیں سمجھا سکتی۔ جو میرے جینے کی وجہ ہے، میری زندگی کی اساس ہے وہ میرا کچھ نہ ہو کر بھی میرا سب کچھ ہے، اور سب کچھ ہو کر بھی میرا کچھ نہیں ہے وہ، اور میں ایک اس شخص کے لیے بے قرار ہوں، تڑپ رہی ہوں، میرا دل رو رہا ہے، آنکھیں لہو چھلکا رہی ہیں اور وہ مجھ سمیت میری محبت کو لات مار کر جا چکا ہے۔ صرف اس لیے کہ اسے کسی کا بدلہ لینا ہے، میری پوری زندگی، میری زندگی کی ہر خوشی وہ اپنے بدلے کی نذر کر کے جا چکا ہے۔ سمجھ نہیں آ رہا اس ستم پر اس شخص کو موردالزام ٹھہراؤں یا اسے جس کے سبب میری ذات کو مشق ستم بنایا گیا ہے آگے کنواں، پیچھے کھائی کی اذیت منہ کھولے کھڑی ہے ایک طرف محبوب ہے تو دوسری طرف میرا مان، میرا ماں جایا میرا سگا بھائی، دونوں جان سے بڑھ کر عزیز ہیں اور دونوں کو ہی میری پرواہ نہیں۔ میرے لیے اذیت کی دیواریں کھڑی کر کے دونوں اپنی اپنی انا کو تسکین دے رہے ہیں۔ اور دونوں کی اس جنگ میں میرا مان بکھر رہا ہے۔ میرا دل کٹ رہا ہے۔ میری محبت ساتھ چھوڑ رہی ہے دل دیا بجھ رہا ہے۔

پیار دوارے پر میں بیٹھی پتھر بن گئی آس میں تیری

بجھ نہ جائے یہ دل دیا

او بے دردی تجھے لاج نہ آئی

یہ کیا کیا۔۔۔۔۔ یہ کیا کیا

"مجھے نہیں پتہ جب میری یہ ڈائری کسی کے ہاتھ لگے گی بھیا، جنہیں ایک دنیا سید ابان بخاری کے نام سے جانتی ہے ان کے کیا تاثرات ہوں گے۔ وہ جانے انجانے میں مجھ پہ ہوئے ظلم کی وجہ بننے پر خود کو معاف بھی کر پائیں گے یا نہیں مجھے ایک فیصد بھی اندازہ نہیں مگر بھیا مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے باوجود اس کے کہ آپ کی وجہ سے میری زندگی بکھر گئی۔ میری خوشیاں مجھ سے روٹھ گئیں، بھائی تو بہنوں کا مان ہوتے ہیں، میرا مان بکھر گیا۔ میری ذات بکھر گئی بھیا اور آپ کو پتا ہی نہیں کہ آپ کی ایک غلطی میرے لیے کیسی سزا بن گئی۔" ابرج سہروردی کے ہاتھ میں وہ ڈائری تھی جو آج سے تقریباً ایک سال قبل لکھی گئی تھی۔ ڈائری کا حرف حرف اس کے دل میں ترازو ہوتا اسے بتا رہا تھا کہ وہ ماضی میں کتنا غلط رہا تھا، کتنا غلط کر چکا تھا۔ اس نے ایک معصوم کومل سی لڑکی جو اپنے نام کی طرح کسی قیمتی موتی کی مانند تھی کیسے بے مول کر دیا تھا، آنسو دیے تھے جب اسے، تب اسے احساس تک نہ تھا مگر آج اس کی ڈائری یعنی درمکنون کو پڑھتے وہ رو رہا تھا۔

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اس نے آنکھیں رگڑی تھیں اور پھر سے ڈائری پڑھنے لگا تھا ڈائری کیا تھی پوری کی پوری درمکنون تھی۔ وہ درمکنون جو تا حیات اس سے پوشیدہ رہی تھی کہ اس نے بہت سامنے کی چیز کو بھی محسوس نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ محسوس ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی نگاہ پر تو بدلے کی پٹی چڑھی تھی۔ درمکنون کے من کی سچائی دیکھ نہیں پایا تھا۔ محبت کا دیا روشن کیے وہ اجالوں سی لڑکی مُحبت کے دیا کے ساتھ جل کر راکھ ہو گئی تھی۔ کہ محبت کو نہ ہجر راس آیا تھا نہ محبوب کی کج ادائی اور محب بڑی خاموشی سے محبت اوڑھ کر محبوب کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

بچھڑتے وقت اُن آنکھوں میں تھی ہماری غزل
غزل بھی وہ جو کبھی کسی کو سنائی نہ تھی۔

ابرج سہروردی کی نگاہیں پھر سے ڈائری کے حروف پر بکھرنے لگی تھیں۔ میں یہ جانتی ہوں کہ ڈائری اگر بھیا کے ہاتھ نہ لگ پائی دوسرا شخص اگر اس ڈائری تک پہنچ پایا تو وہ دشمن جاں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس شخص کے علاوہ کوئی تیسرا شخص اس ڈائری تک نہیں پہنچ سکتا کہ بھیا مجھے مجھ سے زیادہ جانتے ہیں انھیں پتہ ہے کہ میں ڈائری لکھتی ہوں جب بھیا کو ابرج کا کارنامہ پتہ لگے گا وہ اس سے جواب طلبی کریں گے اور جب ابرج نفرت کا اظہار کریں گے، بتائیں گے کہ بدلے کی چاہ میں وہ منصف نہیں رہے۔ کسی کی خطا کی سزا کسی بے قصور کو دے گئے مگر احساس تک نہیں۔ اور یہ احساس بھیا جب ابرج کو دلانے کی کوشش کریں گے تو ابرج سمجھ نہیں پائیں گے کہ احساس جب خود سے نہ ہو تو کسی کے دلانے سے بھی جاگا نہیں کرتا۔ ابرج سے میرا حق حاصل کیے بنا جب بھیا لوٹ کر آئیں گے اور مجھے کہیں نہیں پائیں گے تو مجھ تک پہنچنے کے لیے ڈائری ہی ڈھونڈیں گے۔ اور یہ جانتے ہوئے میں نے ڈائری میں اپنے جانے کے متعلق کچھ نہیں لکھا کہ میں نہیں چاہتی کہ بھیا مجھ تک پہنچیں اور ابرج، ان کا تو میں مرنے کے بعد بھی سامنا نہیں چاہتی اس لیے میں ڈائری میں ایسا کوئی سراغ نہیں چھوڑا جو ابرج کو مجھ تک پہنچا دے کہ ابرج کو پتا ہے میری اس عادت کا کہ میں ڈائری لکھتی ہوں سونے سے پہلے دن بھر کا احوال لکھے بغیر تو مجھے نیند بھی نہیں آتی اور میں جانتی ہوں کہ میری دو اماں تھیں۔ دو سائبان ایک سید ابان بخاری، میرا بھائی اور ایک ابرج سہروردی، میرا شوہر۔ دونوں سائباں مجھ سے چھن گئے ہیں اور میں بے اماں ہو گئی ہوں۔ کسی کی خطا کسی کا بدلہ مجھے بے سائبانی عطا کر گیا ہے۔

وفا کے جزیرے پر
کھڑی ہوں تنہا و اکیلی
کسی سائباں کی تلاش میں

دونوں کو بہت چاہا دونوں نے ہی بہت سزا دی۔ اور جب دونوں تک یہ ڈائری پہنچے گی میں ان دونوں کی پہنچ سے بہت دور جا

درمکنون کو درمکنون کی زندگی میں ہی ڈھونڈا جاسکتا تھا اور درمکنون تو اس شب مر گئی تھی جب اس کے سامنے اس کے پیارے بھیا کا اصل چہرہ آیا تھا۔

درمکنون اس شب زندگی ہار گئی تھی جب اس کے محبوب شوہر نے اسے اس کی اوقات بتائی تھی۔ بے حساب محبت کے جواب میں ان مٹ نفرت لٹائی تھی۔ زندگی کے عوض موت درمکنون کی ہتھیلی پر رکھ کر حکم دیا تھا کہ درمکنون میں نے تم سے محبت نہیں کی تھی تو تمہاری محبت کی اوقات ہی کیا ہے۔ سچ کہا تھا ابرج نے کہ میری ہی اوقات نہیں، تو میری محبت کیسے کسی اونچی مسند پر بیٹھ سکتی تھی کہ محبت درحقیقت کچھ نہیں۔ محبوب کی اک نظر التفات کے سوا۔۔۔

اور ابرج نے تو دو سال کے ساتھ میں وہ نظر کبھی ڈالی ہی نہیں جو درمکنون کی تکمیل کا سبب بنتی جو درمکنون کو صندل کر دیتی جو درمکنون کی محبت کو اونچی مسند پر بٹھا دیتی کہ ابرج سہروردی نے تو لات مار کر مجھے اور میری محبت کو گھر سے باہر نکال دیا وہ بھی اس قصور میں جو مجھ سے سرزد ہی نہیں ہوا ابرج کی نظر میں میں صرف ابان بخاری کی بہن تھی اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ابرج نے رشتہ تو کیا، اس بات کا بھی خیال نہیں کیا کہ میں عورت ہوں جس کے دم سے کائنات میں رنگ بکھرتے ہیں۔ اور ابرج نے تو اپنے بدلے کی آگ میں جلتے ہوئے میرے سارے رنگ چرا لیے جب ایک طویل مدت کے بعد احساس جاگے گا تو ابرج سہروردی، درمکنون تک نہیں پہنچ پائے گا۔ یہ ڈائری بھی ابرج کو درمکنون تک نہیں پہنچا پائے گی کہ اس میں زندہ درمکنون بسی ہے اور ابرج مردہ درمکنون کو ڈھونڈے گا کہ زندگی تو پھر دکھ کی یا سکھ کی بانہوں میں مل ہی جاتی ہے مگر محبوب سی موت تو نہ سکھ کی گھڑی میں ملتی ہے نہ دکھ کی گھڑی میں اسے ڈھونڈا جاسکتا ہے کہ موت محبوب کی ٹوٹی چوڑی نہیں کہ اسے تکیہ کے نیچے سے تلاش کر لیا جائے۔ موت تو وہ بے رحم شے ہے جو ہنستے بستے انسان کو قبر میں اتار دیتی ہے اور قبر میں جو اتر جاتے ہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آتے کہ دل میں بسنے والے اگر ایک بار دل میں گھر کر لیں پھر لاکھ سر پٹخو دل سے نہیں نکلتے کہ زندگی سے نکلنے کا راستہ موت اور موت سے باہر آنے کا راستہ ہی نہیں۔۔۔ اور میں نے زندگی کے ہزار راستے دیکھے 'سرپٹ دوڑی کے کہیں تو زندگی ملے لیکن ابرج سہروردی کی نفرت اور بدلہ کی آگ اس قدر قوی تھی کہ زندگی میرے قدموں میں آن گری اور موت نے کہا لبیک۔۔۔! میں مر گئی، درمکنون مر گئی اب کسے قریہ قریہ نگر نگر ڈھونڈو گے ابرج سہروردی۔۔ کہ زندگی کو تم نہیں ڈھونڈ پائے موت کو کہاں تلاش کرو گے کہ زندگی تمہارے ساتھ ایک سال رہی اور تم اسے مسخر نہ کر پائے تو ایک غیر مسخر شے کو کیا تسخیر کرو گے تم موت کو کیسے ڈھونڈو گے ابرج سہروردی۔۔۔۔۔ تم تو زندگی کو ہی نہیں ڈھونڈ پائے۔۔ جب تم سفر طے کرو گے تو میری اجالوں سی محبت میری ذات کی قبر میں آخری سسکیاں لے رہی ہوگی۔ میری محبت۔۔۔ میری محبت کا دل دیا بجھ چکا ہو گا تم اندھیرے میں لاکھ سر پٹخو گے درمکنون کو تلاش نہیں کر پاؤ گے۔

ان ہی راستوں پہ چل کر کبھی آسکو تو آؤ

میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے۔

میں جانتی ہوں تم آؤ گے ابرج سہر وردی مگر مجھے پا نہیں سکو گے کہ امید بکھر گئی ہے۔ آس کی ڈالی سوکھ گئی ہے۔ دل دیا بجھ گیا ہے۔ سجنی ساجن کے انتظار میں تھک کر سو گئی ہے کہ دل کی دہلیز پر جو سرِ شام سے چراغ امید روشن تھا وہ آج شب بجھ گیا ہے۔ زندگی کے نصیب میں صرف اندھیرا ہے۔ موت چار سو پھیلی ہے کہ دل دیا روشن کرنے کی چاہ میں درِ مکنون مر گئی ہے۔ دل دیا بجھ گیا ہے ابرج سہر وردی۔۔۔۔۔۔

ابرج کی نگاہ آخری حرف پر آنسوؤں کی صورت بکھری تھی۔ آنسو اس کے نام کو مٹا گئے تھے ویسے ہی جیسے اس کی نفرت نے درِ مکنون کو مٹا دیا تھا۔ وہ شہزادوں کی آن بان رکھنے والا، مردانہ وجاہت کا اعلیٰ شاہکار ابرج سہر وردی جسکی ایک نظر کے کتنے دیوانے تھے اور ایک دیوانی زندگی سے روٹھ گئی تھی اور وہ نگاہ آج یاد کیا آئی تھی۔ فضا میں نمی بکھر گئی تھی، وہ ہزاروں دلوں کی دھڑکن ابرج سہر وردی آج بچوں کی طرح رو رہا تھا اور کمرے کی ہر شے اس پر ہنس رہی تھی۔۔۔۔

گھر واپس جب آؤ گے

کون تمھیں پہچانے گا

کون کہے گا تم بن ساجن، یہ نگری سنسان

کون کہے گا تم بن ساجن، کیسے کٹے دن رات

ساون کے سو رنگ کھلے اور ڈوب گئی برسات

کون کہے گا تم بن ساجن، یہ نگری سنسان

وہ اپنے پورے قد کے ساتھ زمیں بوس ہوا تھا۔ وہ رو رہا تھا، تڑپ رہا تھا۔ اس کا روم روم درِ مکنون کو پکار رہا تھا۔ اسے پھانس بھی چبھتی تھی تو آنکھوں میں آنسو لیے بھاگ کر اس تک آتی تھی۔ آج وہی درِ مکنون اس کی حالت سے انجان، انجان راستوں کی مسافر بن چکی تھی۔ اور مردہ لوگوں کو غیروں کے ہی نہیں اپنوں کے دکھ بھی کہاں محسوس ہوتے ہیں۔ وہ زندگی سی لڑکی زندگی کی آس میں موت کے ساتھ بہت دور جا چکی تھی اسے ابرج سہر وردی نہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔

درِ مکنون نے ڈائری میں لکھا تھا کہ ابرج اسے ڈھونڈ نہیں سکتا اور وہ رونے کے درمیان چیخ رہا تھا۔ در و دیوار اسکی آہوں، کراہوں کے ساتھ ساتھ اس کے مصمم ارادوں سے بھی لرز رہے تھے۔

"میں تم کو ڈھونڈ لوں گا درِ مکنون۔ تم کتنا ہی کوشش کر لو مجھ سے پوشیدہ رہنے کی، میں تمھیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ میں زندگی کو زندگی کی طرف لاؤں گا۔ سن لو درِ مکنون میں تمھیں مرنے نہیں دوں گا۔" ابرج سہر وردی دیوانوں کی طرح باہر کی طرف ایسے

دل پر نفرت نے قدم بوسی کی تھی دل دیا بجھ گیا تھا۔

"میں آ رہا ہوں در مکنون میں آ رہا ہوں۔۔ اگر دل دیا کو نفرت نے بجھا ڈالا تھا تو محبت دل دیا کو جلا کیوں نہیں سکتی؟ اگر دل دیا کو محبوب کی بے رخی کی زباں نے بجھا ڈالا تھا تو محبوب کی ایک نظر واپس جلا بھی تو سکتی ہے۔ تم نے کہہ دیا کہ دل دیا بجھ گیا ہے۔ نہیں در مکنون جب تک تمہارے دل میں میری محبت زندہ ہے دل دیا بجھ نہیں سکتا۔ اور یہ یقین ہے مجھے کہ ابرج سہر وردی ہر جگہ سے نکالا جا سکتا ہے۔ اسے ٹھکرایا جا سکتا ہے مگر وہ در مکنون کے دل سے نہیں نکل سکتا۔ تم لاکھ کوشش بھی کر و در مکنون میں تمہارے دل سے نہیں نکل سکتا اور جب دل کا مکیں دل کی سب سے اونچی مسند پر آج تک براجمان ہے تو دل دیا کیسے بجھ سکتا ہے؟ دل دیا نہ بجھا ہے نہ بجھ سکتا ہے میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا در مکنون۔۔۔۔" وہ ریش ڈرائیونگ کرتا، خود سے ارادے باندھتا دل ہی دل میں در مکنون سے مخاطب تھا۔ اس کی منزل آ گئی تھی۔ اس دہلیز پر وہ پورے ایک سال بعد چڑھا تھا۔ بخاری ولاز کے در و دیوار بھی حیران تھے لیکن سید ابان بخاری ذرا بھی متحیر نہ تھا۔

اسے سامنے دیکھ کر بالکل حیرت نہ ہوئی تھی کہ سید ابان بخاری جانتا تھا کہ ڈھائی سال قبل وہ ابرج سہر وردی کو اس کی غلطی کا احساس دلانے میں گر ناکام رہا تھا تو در مکنون کی ڈائری تین سیکنڈز میں اسے وہ احساس دلائے گی کہ وہ ندامت سے سر نہیں اٹھا پائے گا اور معافی کی چاہ میں در مکنون کو ڈھونڈنے کی آس میں وہ بخاری ولاز ضرور آئے گا۔ اور وہ آ گیا تھا ڈائری پڑھنے کے فقط گیارہ گھنٹے بعد وہ آ گیا تھا۔ اس کے پاس ایک ہی سوال تھا۔

"در مکنون کہاں ہے؟" اور سید ابان بخاری کے پاس ایک ہی جواب تھا۔

"میں نے تو اپنی در مکنون تمہارے حوالے کر دی تھی۔ تم بتاؤ در مکنون کہاں ہے؟" وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ لب خاموش تھے صرف نظر بول رہی تھی۔ وقت کی بے رحم چال آگے کی طرف بڑھتی ماضی کے پنوں کو کھولتی جا رہی تھی کہ برسوں بعد ان کا سامنا کیا ہوا تھا، کیا کیا اذیتیں یاد آئی تھیں، اور اذیتوں سے جڑا ماضی کتاب کی مانند کھلتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماما پلیز آپ اپنے لاڈلے کو سمجھائیں یہ مجھے ہر گز تنگ نہ کریں۔" در مکنون بھائی کو راضی کرنے میں ناکام ہوئی ماں کی سائیڈ لینے کی خواہش میں سنجیدگی سے اخبار کا مطالعہ کرتیں در شہوار کو مخاطب کر گئی تھی۔ انھوں نے بیٹی کی دہائی پر اخبار سے نظر ہٹائی تھی جو سامنے بیٹھے بیٹے پر ٹک گئی تھی۔ جس کے خوبرو چہرے پر مسکان اور حسین آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔ انھوں نے دل ہی دل میں "ماشاءاللہ" کہہ کر بیٹی کی طرف رخ کیا تھا۔ اس کے معصوم چہرے پر جھنجھلاہٹ اور آنکھوں میں نمی تھی وہ یکدم بے چین ہو گئی تھیں۔

"ابان بری بات بیٹا بہن کو تنگ نہیں کرتے۔" انھوں نے بیٹے کو نرم سی سرزنش کی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح ماں کی سپورٹ

پا کر یکدم کھل اٹھی تھی۔

"ماما جان یہ بہت غلط بات ہے۔ آپ ہمیشہ اس بلی کی سائیڈ لیتی ہیں۔ یار میں بھی آپ کا بیٹا ہوں کبھی تو میری بھی حمایت کریں۔" سید ابان بخاری غیر سنجیدگی سے کہتا ماں کو ہنسنے اور بہن کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"تم تو ماما کی جان ہو بیٹا! بس بہن کو تنگ مت کیا کرو میں اپنی مکنون کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی۔" وہ اپنی کرسی دھکیل کر اٹھی تھی اور اپنے بازو محبت سے ماں کی گردن میں حمائل کر دیے تھے۔ اور ماں کا جذباتی مکالمہ سننے کے بعد بھائی کو زبان چڑانے لگی تھی۔۔

"ماما جان پلیز بس کر دیں یہ بلی آپ کی محبت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر گزرتے دن کے ساتھ ضدی ہوتی جا رہی ہے۔" اس نے بہن کو گھورا تھا!

"تو کیا ہوا ضد کون سا ہر کسی کے ساتھ کرتی ہوں۔ اپنی ماما جان اور بھیا کے ساتھ ضد نہیں کروں گی تو کیا پڑوسیوں سے کروں گی؟" وہ منہ بنا کر بولی تھی۔

"ابان ٹھیک کہہ رہا ہے بیٹا! ہر بات میں ضد بھی اچھی نہیں ہوتی۔" انھوں نے بیٹی کو بازو سے پکڑ کر سامنے کرتے ہوئے نرمی سے سرزنش کی تھی۔

"کیا ماما جان آپ بھی؟ پلیز ابان بھیا کی ماما نہ بنیں بس میری ماما رہیں۔ اور سڑے ہوئے بھیا سے میری بات منوائیں۔" وہ اثر لیے بنا بس اپنی ہی سنا رہی تھی۔

"پلیز ماما جان ابھی یہ ضد فی الحال پوری نہیں ہو سکتی اس لیے آپ حمایت مت کیجیے گا۔" اس نے ماں کے کچھ کہنے سے پہلے ہی گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔

"ماما جان یہ بھی پوچھ لیجیے کیوں پوری نہیں ہو سکتی۔" وہ رو دینے کو تیار تھی۔ انھوں نے بیٹے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"ماما جان میں ہمیشہ جہاں یہ کہتی ہے لے جاتا ہوں لیکن پرسوں جب میں یہاں ہوں گا ہی نہیں تو کیسے لے جا سکتا ہوں۔" وہ بے زاری سے بولا تھا کیونکہ پرسوں در مکنون کے کالج میں فیئرویل پارٹی تھی جس میں وہ لازمی جانا چاہتی تھی لیکن ابان بخاری نے اسے جانے سے ہی منع کر دیا تھا کیونکہ وہ کل شام کی فلائیٹ سے میٹنگ کے سلسلے میں ملک سے باہر جا رہا تھا اور ڈرائیور بھی چھٹیوں پر تھا۔ اور اکیلے اسے بھیجا نہیں جا سکتا تھا اس لیے ابان بخاری نے تمام بات اسے سمجھا کر کہا تھا کہ وہ نہیں جا سکتی مگر وہ بضد تھی بھائی کو منانے میں ناکام ہو کر اس نے ماں کی خدمات حاصل کرنا چاہیں تھیں مگر در شہوار نے تمام بات سننے کے بعد بیٹے کی حمایت کی تھی اور اسے سمجھانے لگیں اور وہ جیسے بھائی کی بات نہیں سمجھی ماں کی بات بھی نہیں سمجھی تھی اور اپنی بات منوانے میں ناکام ہو کر بالآخر رو پڑی۔۔

"مکنون میں میٹنگ کینسل نہیں کر سکتا تم بات کو سمجھو۔پہلے تمہیں روکا ہے کہیں جانے سے؟ بلکہ میں تو خود تمھیں لے جاتا ہوں مگر اس بار مجبوری ہے۔" وہ بہن کے رونے پر مضطرب ہو گیا تھا۔

"میٹنگ مجھ سے زیادہ ضروری ہے؟" وہ سوں سوں کرتی بولی تھی۔

"تم سے زیادہ تو میری اپنی ذات بھی اہم نہیں ہے مگر بعض اوقات جذبات سے زیادہ حالات اور واقعات کو دیکھنا پڑتا ہے۔" وہ اٹھ کر بہن تک پہنچا تھا اور نرمی سے اس کے آنسو صاف کرنے لگا تھا۔

"کوئی نہیں سوچنا پڑتا۔میرا خیال ہو تو آپکو کچھ اور نظر نہ آئے۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں ناک چڑھا کر جذباتی تقریر کے لیے تیار تھی۔

"ملکہء جذبات! رحم کیجیے اس بے چارے سے شخص پر۔آپ کے آنسو میرے جانے کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔میرا لاکھوں کا نقصان ہو رہا ہے کچھ تو اپنے انداز میں نرمی لایئے مجھ بے چارے کی عاجزانہ درخواست پر کچھ تو غور کیجئے۔" وہ انتہائی عاجزی اور سنجیدگی سے بولا تھا مگر اس کی ہآنکھوں میں دوڑتی شرارت اور انداز کی سادگی پر وہ دونوں ماں بیٹیاں ہنس دیں تھیں۔

"غور تو آپ کو کرنا ہے بھیا۔" وہ مسکرا کر بولی تھی۔

"مکنون بیٹا! ابان ٹھیک کہہ رہا ہے تم نہیں جا سکتی ڈرائیور تو ہے نہیں ابان کل جا رہا ہے تم اکیلے جانے سے تو رہیں۔" انہوں نے بیٹی کو سمجھانا چاہا تھا اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"میری سب دوستیں آئیں گی ایک میں ہی نہیں جاؤں گی اگر میٹنگ مجھ سے زیادہ ضروری ہے تو ٹھیک ہے اب نہیں کہوں گی۔" وہ دونوں کو ناراضگی سے دیکھتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف دوڑ گئی تھی۔

"تم کچھ مینیج نہیں کر سکتے ابان بیٹا! کہ جانتے ہو کے وہ پاگل رو رو کر حشر کر لے گی اور تمہاری ماما جان اپنی مکنون کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتیں۔" وہ بیٹے کی طرف لاچارگی سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"مما جان میٹنگ واقعی بہت اہم ہے۔تب ہی میں نے منع کیا ہے کہ ڈرائیور کو بھی کال کی تھی اس کا ایک ہفتہ سے پہلے آنا ممکن ہی نہیں کاکا کی طبیعت بہت خراب ہے۔" سید ابان بخاری نے انہیں تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔

کاکا جن کا نام منظور تھا سید ابان کے دادا کے زمانے سے ان کے ہاں ڈرائیور تھے اور تقریباً دو سال سے بیمار تھے تب سے ان کا بیٹا شوکت ڈرائیور تھا وہی در مکنون اور در شہوار کو کو کہیں بھی آنا جانا ہوتا تھا لے جاتا تھا۔منظور دادا کی طبیعت خراب تھی اس لیئے ان کا بیٹا شوکت چھٹی پر گاؤں گیا ہوا تھا تب سے سید ابان شاہ ہی اسے کالج لانے اور لے جانے کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے تھا، وہ اسے فیئر ویل پر بھی لے جاتا مگر میٹنگ کینسل نہیں کر سکتا تھا۔ مگر وہ یہ بات اپنی نازوں پلی بہن کو سمجھا نہیں پا رہا تھا اور ماں کو بھی بہن کا حمایتی پا کر تمام تر تفصیل سے آگاہ کر گیا تھا۔

"مکنون کے ساتھ میں چلی جاؤں گی۔" وہ بے طرح چونک کر ماں کو دیکھنے لگا تھا۔

"ماما جان آپ۔۔۔۔۔۔۔۔"

"مجبوری ہے بیٹا، مکنون کی خوشی کے لیے میں ساتھ چلی جاؤں گی۔" وہ مسکرائی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔

"لیکن ماما جان! اتنے گھنٹہ آپ وہاں کیا کریں گی؟ آپ پلیز مکنون کو سمجھائیں۔" وہ مضطرب ہو گیا تھا۔

"میں مینیج کر لوں گی تم پریشان نہ ہو بیٹا۔" نرمی سے کہا تھا مگر اس کی بے چینی میں ذرا برابر کمی نہ آئی تھی۔

"ماما جان! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ خود کو پریشان نہ کریں میں ہی کچھ کرتا ہوں۔ میٹنگ کینسل کرنے کی کوشش کرتا ہوں یو ڈونٹ وری۔" اس نے ماں کے ہاتھ پر دباؤ ڈال کر نرمی سے کہا تو وہ مسکرا دیں تھیں۔

"میں پریشان نہیں ہو رہی بیٹا تم میٹنگ کینسل مت کرو میں مکنون کے ساتھ چلی جاؤں گی کہ گھر میں رہتے رہتے بور ہو جاتی ہوں کچھ وقت بچوں کی ایکٹیویٹی میں گزرے گا تو دل بہل جائے گا۔" وہ دھیمے سے بول رہی تھیں اور وہ ماں کو آزردہ پا کر خود بھی آزردہ ہو گیا تھا کہ تین سال قبل سب کچھ کتنا اچھا اور مکمل تھا۔ زندگی بے حد حسین تھی۔ اچانک سب کچھ بدل گیا۔ سید سبحان بخاری کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ جس میں ان کی موت واقع ہو گئی تھی۔ اور ان کی بیوی در شہوار معذور ہو گئی تھی اور اپنی معذوری اور رفیق شوہر کی رحلت کے صدمے نے انھیں بالکل ہی توڑ دیا تھا۔ سید ابان بخاری نے ہی ہمت سے کام لیا اور ٹوٹی بکھری ماں اور ہراساں بہن کو سنبھال لیا تھا تین سال میں وہ دونوں ہی کافی حد تک سنبھل چکی تھیں۔ در مکنون اپنے باپ کی بے حد لاڈلی تھی اور اسے زندگی کی طرف لاتے وہ دونوں اس کی ہر جا، بے جا ضد مانتے اور اسے کافی ضدی بنا گئے تھے ان دونوں کی ہی اس میں جان بستی تھی اور در شہوار تو اسے چھینک بھی آئے تو مضطرب ہو جاتی تھیں معذوری کے بعد انھوں نے ملنا ملانا بھی کم کر دیا تھا۔ کہ دوستوں کی ترحم بھری باتیں اور نظریں برداشت نہیں ہوتی تھیں بس کبھی کبھی دونوں بچوں کی خوشی کے لیے آوٹنگ کا پروگرام رکھ لیتیں تھیں کہ در مکنون کو سیر و تفریح کا بے حد شوق تھا اور اسی کی خوشی کے لیے وہ فیئر ویل پارٹی میں جانے کے لیے تیار ہو گئیں تھیں۔

"لیکن ماما جان آپ اور در مکنون جائیں گی کیسے؟" اسے نئی فکر لاحق ہو گئی تھی۔

"پبلک ٹرانسپورٹ سے چلے جائیں گے تم پریشان نہ ہو اور جا کر مکنون کو دیکھو اسے بتا دو تاکہ وہ رونا دھونا بند کر دے۔" انھوں نے بیٹے کے کاندھے پر مسکرا کر ہاتھ رکھا تھا اور وہ ماں کی ویل چیئر گھسیٹتا انھیں ان کے کمرے میں چھوڑ کر بہن کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔ وہ بھی ماں کے ساتھ جانے کے خیال سے مضطرب ہو گئی تھی مگر سید ابان بخاری کے سمجھانے پر مسکرا دی تھی۔ اور نئی فرمائش کر دی تھی۔ ٹھیک ہے شام کو تیار رہنا اور پارٹی میں پہننے کے لیے جو ڈریس لینا ہو لے لینا میں کچھ دیر آفس کا کام کروں گا کہ رات کو ایک آفیشل پارٹی میں بھی جانا ہے۔ وہ بہن کا گال تھپتھپاتا اس کے روم سے باہر نکل آیا تھا اور وہ مسرور سی واحد دوست "عابیہ نعمانی" کو فون ملانے لگی تھی تاکہ اسے بتا سکے کہ وہ بھی پارٹی میں آ رہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"مسٹر بخاری۔۔۔" انڈسٹریلسٹ وقار احمد سے بات کرتے ہوئے وہ اپنے نام کی پکار پر چونک گیا تھا اور نظر اٹھائی تھی تو سامنے یکسر اجنبی چہرہ تھا وہ اسے اجنبی نظروں سے دیکھنے لگا تھا کہ اس نووارد کے یاقوتی لب ہلے تھے۔

"مسٹر بخاری! صرف آپ کے دومنٹ لینا چاہتی ہوں۔" اس کے سنجیدہ چہرے پر کچھ اور سنجیدگی در آئی تھی جبکہ وہ دلکشی سے مسکراتی ابان بخاری کے خوبرو چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ وقار احمد نے سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے وہاں سے جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی اور ایکسکیوزمی کہہ کر آگے بڑھ گئے تھے۔ وہ ٹھیک طرح سے ان کو روکنے یا ان کی طرف بڑھنے کا سوچ تک نہیں پایا تھا کہ وہ قیامت سی لڑکی قدرے اس کے قریب آن رکی تھی۔

"مانا کہ آپ بے حد حسین خوبرو، مردانہ وجاہت کی دولت سے مالا مال ہیں تو جناب ہم بھی کچھ کم تو نہیں ہیں کہ نظر اٹھے ہی نا۔۔۔" وہ جان لیوا مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"محترمہ! میں فضول لڑکیوں سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔" وہ غصہ کو بمشکل کنٹرول کیے کہتا آگے بڑھنے کو تھا کہ وہ اس کی راہ میں آ گئی اگر وہ ایک قدم پیچھے واپس نہ لیتا تو دونوں کا تصادم ہو جانا ضروری امر تھا۔ اس نے نہایت ناگواری سے اس حسین لڑکی کو دیکھا تھا۔ جو نہ صرف حسین تھی اور حسن کے تمام ہتھیاروں سے لیس اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"عبرود کہتے ہیں مجھے اور آپ چاہیں تو عود کہہ سکتے ہیں۔" اس نے اک ادا سے اپنی زلفوں کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اس عنایت کی کوئی خاص وجہ؟؟؟؟؟؟؟" اس نے ابرو چڑھا کر پینٹ میں ہاتھ پھنساتے ہوئے پوچھا تھا اور وہ ہنس دی تھی۔ سفید موتیوں جیسے دانت اسے کچھ اور حسین بنا گئے تھے۔

"قیامت سامنے ہو تو عنایت ہو ہی جاتی ہے مسٹر بخاری۔" اس نے بے تکلفی سے کہہ کر آنکھ کا کونہ دبایا تھا۔

اس نے بیرون ملک کے کتنے ہی سفر کیے تھے اس طرح کی بے باک لڑکیاں بہت آئی تھیں زندگی میں مگر سر پٹخ کر ہار مان گئی تھیں۔

"قیامت کو قیامت کی پرواہ کبھی نہیں ہوتی مس۔" وہ اسکا اشارہ اپنی بے پناہ وجاہت کی طرف پا کر نہایت اطمینان سے کہتا اسے لاجواب کر گیا تھا۔

"جتنا سنا تھا اس نے کہیں زیادہ پایا ہے آپکو،، دوستی کریں گے مجھ سے ؟؟؟" اس نے اپنا مومی ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا۔

"مجھے فی الحال کسی دوست کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ضرورت یا چاہ ہوئی آپ کو یاد کرلوں گا۔ گڈ بائے۔" وہ اس کے خوبصورت ہاتھ کو نظر انداز کرتا اپنی خوبصورت آنکھوں میں بے نیازی سموئے وہان سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"سید ابان بخاری تمہارا یہ غرور خاک میں نہ ملایا تو میرا نام بھی عبرود شاہ نہیں۔" اس کی پشت پر نظر جمائے اس نے خود کو

چیلنج دیا تھا۔ وہ ملک کے بڑے نامی گرامی صنعتکار احسن شاہ کی اکلوتی بیٹی تھی اور تین ماہ قبل ہی ایم کام کر کے لندن سے لوٹی تھی۔

ہر پارٹی،، ہر بزنس ڈنر پر اس نے ایک ہی نام سنا تھا سید ابان بخاری۔۔۔ اس شخص کے اتنے چرچے سنے تھے کہ اس کو ملنے کا اشتیاق ہو گیا تھا۔ اور آج جب ایک آفیشل پارٹی میں وہ اپنے پیرنٹس کے ساتھ پہنچی تھی تو خوبصورت لڑکے جو اس کے باپ کی حیثیت کے تھے اس کے ارد گرد پروانے کی طرح منڈلا رہے تھے اور خود اس کی نظر کبھی اس بزنس مین کے ساتھ تو کبھی اس صنعتکار کے ساتھ محو گفتگو نظر آتے سید ابان بخاری پر تھی کہ بلیک ڈنر سوٹ میں اس کی سفید رنگت اور تیکھے نین نقش نے اسے سب میں ہی ممتاز کر دیا تھا۔

اور انفارمیشن لینے پر پتہ چلا تھا کہ یہی ہے وہ شخص جس کے چرچے دور دور تک پھیلے تھے لیکن اس کی مغرور طبیعت اور یہ جاننے کے بعد کہ وہ لڑکیوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا اس کے قدم اس شخص کی طرف اٹھ گئے تھے، کہ اسے اپنے حسن پر ناز تھا مگر وہ شخص اس کے حسن پر اک نگاہ غلط ڈالے بنا جا چکا تھا وہ غصہ سے کھولتی اسے تسخیر کرنے کے ارادے باندھ رہی تھی اور وہ اسکے ہر ارادے سے جان کر بھی انجان اس محفل سے ہی جا چکا تھا اور عبرو دشاہ کو بھی لگا تھا کہ محفل ہی سونی ہو گئی ہے وہ بھی اس کے بعد کچھ دیر ہی ٹھہر پائی تھی مگر واپسی کے سفر میں اک شخص کا چہرہ بری طرح نقش ہو چکا تھا یعنی زندگی نئی ڈگر پر چل پڑی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"نہیں ماما جان! میں جانے کی وجہ سے اداس نہیں ہوں میں آپ کی طبیعت کو لے کر اداس ہوں۔" وہ ماں کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تھی اور ان کا اضطراب اور بڑھ گیا تھا۔

"تم تیار ہو جاکر میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔" وہ نحیف لہجے میں بولی تھیں۔

"نہیں ماما جان! آپ کو بہت تیز بخار ہے میرا جانا اتنا ضروری نہیں ہے۔" وہ ماں کو دیکھتے ہوئے بولی تھی کہ آج صبح سے ہی انھیں شدید بخار تھا طبیعت ذرا بہتر ہوئی تھی تو اس کے ساتھ جانے کو تیار تھیں اور وہ صاف منع کر گئی تھی۔ انھوں نے بیٹی کے حسین چہرے کو دیکھا تھا۔ وہ کافی دکھی اور پریشان لگی تھی ان کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا۔۔۔

"ماما جان آپ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے میرے لیے۔ نہ پارٹی، نہ میں خود اور نہ میری خوشی۔۔۔"

"آپ ٹھیک ہو جائیں مجھے پارٹی میں نہ جانے کا بالکل ملال نہیں ہے ماما جان بلیوی آپ کی قسم۔" وہ ماں کے سرہانے بیٹھی دھیمے سے کہتی ماں کی پیشانی پر بوسہ دے گئی تھی۔ اسی وقت ملازمہ کارڈلیس اٹھائے چلی آئی تھی اس کی بیسٹ فرینڈ عابیہ کی کال تھی اس نے اپنے نہ آنے کا بتایا تھا تب اس نے اسے پک اینڈ ڈراپ کی آفر کی تھی جسے وہ سہولت سے لینے سے صاف انکار کرتی رابطہ منقطع کر گئی تھی وہ کمرے سے جاتی کہ درشہوار نے بیٹی کو آواز دی تھی۔۔

"عابیہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"آنے کا پوچھ رہی تھی میں نے آپ کی طبیعت کا بتا کر جانے سے معذرت کر لی ہے۔" اس نے دھیمے سے بتا دیا تھا۔

"ناراض نہیں ہوئی وہ تم سے؟" وہ ماں کو دیکھنے لگی تھی ان کا چہرہ زرد ہو رہا تھا بیماری سے زیادہ بیٹی کی اداسی کا خیال انھیں پژمردہ کر گیا تھا۔ وہ ماں کے سرہانے آ بیٹھی تھی۔

"مما جان! آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟ کچھ بھی آپ سے بڑھ کے نہیں ہے میں اداس نہیں ہوں بلیو می۔" اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے ماں کو اس بات پر قائل کر دے کہ وہ انکی بیماری کی وجہ سے اداس ہے نہ کہ پارٹی میں نہ جانے کا دکھ اسے اداس کر رہا ہے۔

"آئی نو میری جان۔۔ بٹ مجھے چین نہیں پڑے گا جب تک تم چلی نہیں جاؤ گی کہ میری بیٹی پارٹی میں جانے کے خیال سے ہی کتنی خوش تھی۔۔۔" ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے کہ انھیں بیٹی اتنی ہی عزیز تھی۔ وہ ماں کو حیرانگی سے دیکھنے لگی تھی کہ جب سید ابان بخاری نے میٹنگ میں جانے کی وجہ سے اسے پارٹی میں جانے سے ہی منع کر دیا تھا تب عابیہ نے اسے پک اینڈ ڈراپ آفر کی تھی جسے ابان بخاری سے زیادہ در شہوار نے شدید رد عمل کے ساتھ مسترد کر دیا تھا اور وہ خود اب عابیہ کے ساتھ جانے کا کہہ رہی تھیں ایسے میں اس کی حیرانگی اتنی بے جا نہیں تھی۔۔

"لیکن ماما جان آپ نے خود ہی تو منع کر دیا تھا اس لیے تو ابھی فون پر میں نے عابیہ کی آفر ایکسیپٹ نہیں کی۔" وہ حیرانگی سے بولی تھی۔

"پسند تو نہیں لیکن مجبوری ہے تم عابیہ کے ساتھ چلی جاؤ۔" وہ بیٹی کے ماتھے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے نرمی سے بولی تھیں۔

"ماما جان جانا اتنا بھی ضروری نہیں ہے اب۔۔ اور میں دیکھتی ہوں یہ بی بی سکینہ کہاں رہ گئی ہیں میں نے سوپ کے لیے کب سے کہا ہوا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے خود کو مصروف ظاہر کرتی اُٹھ گئی تھی۔

"تم جا کر جانے کی تیاری کرو۔ فضول بحث مت کرو ورنہ میں نہ سوپ لوں گی نہ میڈیسن۔" وہ حیرانگی سے ماں کو دیکھتی چلی گئی۔ پھر ماں کے بار بار کہنے پر اس کی نہ چلی تھی۔ جس وقت وہ تیار ہو کر آئی تھی وہ سوپ کا پیالہ ٹرے میں رکھ رہیں تھیں اور ساتھ ساتھ ملازمہ کو کچھ ہدایات بھی دے رہی تھیں۔ بیٹی کو دیکھ کر دل و جان سے اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔ سبز رنگ کی انگر کھا سٹائل کی لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامہ کے ساتھ گولڈن چنری کا دوپٹہ گلے میں لٹکائے سپید چہرے پر مہارت سے نیچرل میک اپ کیے، ستارہ آنکھوں میں کاجل، لائنر کی پتلی سی لکیر اور پلکوں پر مسکارہ لگائے اپنے دو قرآنی آیات کا ورد کر کے اسے ہاتھ کے اشارے سے قریب بلا کر اس پر دم کیا تھا اور وہ ماں کو خدا حافظ کہتی ان کے روم سے نکل گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماما جان! کی طبیعت کی وجہ سے میں تو آ ہی نہیں رہی تھی۔ اگر ماما جان ضد کر کے نہ بھیجتیں تو میں اتنا اچھا شو مس کر دیتی۔"

وہ دونوں پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے باتیں کر رہی تھیں تب درمکنون ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی تھی۔

"میں تمہیں مس کرنے ہی نہ دیتی کیونکہ جب تم نے منع کیا میں نے تب ہی سوچ لیا تھا کہ تمہارے گھر پہنچ جاؤں گی اور آنٹی سے ریکوئسٹ کروں گی کہ وہ تمہیں میرے ساتھ جانے دیں۔" عابیہ جواباً ہنستے ہوئے اپنے ارادے سے آگاہ کیا تھا۔

"ہاؤ سویٹ مائی فرینڈ۔" وہ عابیہ کے اتنے خلوص پر کھل ہی تو اٹھی تھی۔

"سویٹ تو میں بلا شک و شبہ بہت ہوں تم مکھن مت لگاؤ بس آنٹی کا شکریہ کہہ دینا کیونکہ انہوں نے مجھے اداکاری سے بچا لیا۔" وہ عابیہ کے مذاق کو انجوائے کرتی یکدم کھلکھلا اٹھی تھی۔

وہ دونوں ہنستی مسکراتی گاڑی تک پہنچ گئیں تھیں۔ گاڑی میں بھی ان دونوں کی شرارتیں اور باتیں ہنوز جاری تھیں کہ گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے خان بابا؟" عابیہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"میں چیک کرتا ہوں بٹیا آپ پریشان نہ ہوں۔" ڈرائیور دھیمے سے کہتا گاڑی سے باہر نکلا تھا۔

"بٹیا! گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے۔ ٹائر چینج کرنے تک آپ کو گاڑی میں انتظار کرنا ہو گا۔" ڈرائیور کی بات پر عابیہ سے زیادہ اس کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔

"لیٹ ہو گئے تو ماما جان پریشان ہو جائیں گی۔" اس نے عابیہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا اور وہ آگے سے کچھ نہیں بول پائی تھی کہ ڈرائیور دوسری خبر کے ساتھ موجود تھا جسے سن کر اچھی بھلی کول مائنڈڈ عابیہ کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

"ایسے کیسے دوسرا ٹائر موجود نہیں ہے؟ آپ اتنی غیر ذمہ داری کا ثبوت کیسے دے سکتے ہیں؟" وہ ڈرائیور پر یہ سن کر خفا ہو رہی تھی کہ فی الوقت دوسرا ٹائر موجود نہیں ہے۔

"معذرت خواہ ہوں بٹیا! لیکن آپ پریشان نہ ہوں میں کچھ کرتا ہوں۔" ڈرائیور شرمندگی سے بولا تھا اور وہ دونوں کار سے باہر نکل آئیں تھیں۔

"تمہاری ماما جان پریشان ہوں گی اس لیے ہم آٹو سے چلتے ہیں گاڑی ٹھیک ہونے میں جانے کتنا ٹائم لگے۔" عابیہ کی بات پر وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی یہ بھی نہیں کہ اسے پبلک ٹرانسپورٹ کی عادت ہی نہیں۔۔

وہ آج تک کسی آٹو میں نہیں بیٹھی تھی مگر آج اس کی قسمت نے شاید یہ سواری لکھی تھی جب ہی درشہوار کے ساتھ پبلک ٹرانسپورٹ سے آنے سے محروم رہ گئی تھی تو اب اس مصیبت کے بعد رکشہ اس کا منتظر تھا۔ عابیہ اس کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے

شرمندہ ہوتے ہوئے اس سے معذرت کرنے لگی تھی۔

"تم پلیز سوری مت کہو۔ اس سب میں تمہاری کیا غلطی؟"

"بس ڈرائیور سے کہو جلدی آٹو کر دے۔ ماما جان پریشان ہو رہی ہوں گی۔ وہ دھیمے سے پریشانی سے بولی تھی کہ اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی ماں کی ہدایت کے مطابق انھیں کال کر دی تھی کہ وہ نکل چکی ہے۔ اور وہ یہاں اپنے گھر سے تقریباً پچیس منٹ میں پہنچی تھی اور اب پچیس منٹ انھیں راستے میں ہی ہو گئے تھے۔ سڑک قدرے سنسان تھی کے اکادکا گاڑیاں بڑی تیز سے نکلتی جا رہی تھیں۔ پبلک ٹرانسپورٹ کا انتظار کرنا انہیں فضول لگ رہا تھا۔ عابیہ ڈرائیور پر خفا ہو رہی تھی۔ اسی وقت بلیک کرولا آگے جا کر ریورس ہو کو ان سے قدرے فاصلے پر رکی تھی اور اس میں سے ایک ہینڈسم شخص نکل کر ان کی طرف چلا آ رہا تھا۔

"لیڈیز کیا میں آپکی کسی بھی قسم کی مدد کر سکتا ہوں۔" اس کی مخاطب عابیہ تھی مگر اسکی نظر عابیہ کی سائیڈ سے نظر آتی لڑکی پر تھی وہ جو کوئی بھی تھی سبز سوٹ میں نک سک سے تیار قدرے ہراساں نہایت دلکش لگ رہی تھی عابیہ نے آواز پر نظر اٹھی تھی اور وہ گویا اس حسین نظر کے حصار میں بندھ سا گیا تھا، یک ٹک سے دیکھ رہا تھا وہ گھبرا کر نظر جھکاتی عابیہ کے پیچھے ہو گئی تھی اسکی اس حرکت پر اسکے عنابی لب مسکرا اٹھے تھے اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے عابیہ کو دیکھا تھا اور اپنی آفر دہرائی تھی جسے وہ سہولت سے ریجیکٹ کر گئی تھی وہ بہت چاہت کے باوجود انسسٹ نہیں کر پایا تھا اور جانے کے لئے مڑا ہی تھا کے موبائل ٹیون نے اسکی توجہ اپنی جانب مبزول کروالی تھی۔

"ماما جان کی کال آ رہی ہے عنابی؟" وہ مڑا تھا کان میں دلکش آواز نے رس گھولا تھا اور نگاہ حسن پر ٹھہر گئی تھی۔

"مجھے دو سیل میں کرتی ہوں آنٹی سے بات۔ ورنہ تم تو ان کو پریشان کر دو گی۔" وہ درمکنون کے ہاتھ سے سیل فون لیکر سائیڈ پر ہو گئی تھی اور وہ عین اس کے سامنے آتا آفر پھر کر گیا تھا اس نے سبز آنکھوں میں آنسو لئے اس کو دیکھا تھا اور نفی میں گردن ہلا دی تھی جس نیچر و عادت کا وہ انسان تھا آگے بڑھ گیا ہوتا مگر دل بندھ سا رہا تھا۔ آنکھیں ٹھہر سی گئی تھیں قدم آگے بڑھنے سے انکاری تھے۔

"اعتبار کر سکتی ہیں آپ مس کہ آپ کی گاڑی کے ٹھیک ہونے کے آثار نہیں ہیں، دور دور تک کسی آٹو کا نام و نشان تک نہیں۔ ایسے میں مدد لے لیں گی تو آپ کے حق میں بہتر ہو گا۔ میں غلط انسان نہیں ہوں۔ آزمائش شرط ہے۔" وہ اس کے تیکھے نین نقش سے مزین چہرے کو نگاہ کے حصار میں قید کیے بولا تھا جب کہ وہ ابرج سہر وردی کے سامنے بے بس کھڑی تھی۔

سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس انجان شخص کی مدد لے یا نہیں اور وہ عادت و مزاج کی برخلاف مستقل نرمی سے اسے قائل کرنے کی کوشش کرتا اسے مانتا نہ دیکھ کر بالآخر جھنجھلا کر دل ہی دل میں "بھاڑ میں جاؤ" کہتا آگے بڑھ گیا تھا اور درمکنون کو لگا تھا کہ وہ اس مہربان سے شخص کی مدد نہ لی کر کچھ غلطی کر گئی ہے۔ وہ پل پل دور جاتے اس شخص کی پشت پر نگاہ جمائے افسوس میں گھرتی جا رہی

تھی کہ اس نے عابیہ کی آواز سنی تھی "ایکسکیوز می" اس نے عابیہ کی طرف دیکھا تھا جو اس شخص کو آواز لگانے کے بعد اس کی طرف بڑھی تھی۔ اور لفٹ کی آفر ایکسپٹ کر لی تھی۔

عابیہ نے اس سے بات کرنے کے بعد در مکنون اور ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا تھا، اس نے نظر اٹھائی تھی۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا اس نے نظر جھکائی تھی۔ قدم اٹھنے سے انکاری ہو گئے تھے تب عابیہ نے اسے آواز لگائی تھی

"آجاؤ در مکنون آنٹی پریشان ہو رہی ہیں دیر کرنے سے بہتر ہے ان پر اعتبار کر لیا جائے۔" وہ اس کے بلانے پر بھی نہ جانے کیوں اپنی جگہ سے ہل نہیں پائی تھی۔ ناچار وہ مکنون کے قریب آتے ہوئے سرگوشی میں بولی تھی۔

"ویسے بھی ڈرائیور کاکا بھی تو ساتھ ہیں ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے کچھ سوچ کر ڈرائیور کاکا کو بھی ساتھ ساتھ لے جانے کا سوچا تھا کہ وہ کسی اجنبی پر بھروسہ کر تو رہی ہے مگر سمجھداری کے ساتھ۔۔۔

در مکنون کچھ بولے بنا اسکے ہم قدم ہو گئی تھی اور پورے راستے وہ ڈسٹرب رہی تھی کہ دو چمکدار آنکھیں گویا اس طواف کرتی رہی تھیں ایسے میں وہ سکون سے کیسے رہ سکتی تھی گاڑی بخاری مینشن پر رکی تھی وہ عابیہ کے اللہ حافظ کہنے پر سر ہلانے پر اکتفا کرتی کار کا بیک ڈور کھولتی اتر گئی تھی۔۔۔۔

"جب انسان کسی کی خلوص دل سے مدد کرے تو مدد لینے والے کو ازراہِ مہربانی ہی شکریہ کہہ دینا چاہیے۔" وہ ڈرائیونگ ڈور کھول کر اترا تھا وہ اس کے سامنے سے خاموشی سے گزرنے کو تھی کہ اس نے نرمی سے جتایا تھا۔

اس کے اٹھتے قدم تھم گئے تھے، نظر اٹھی تھی سیاہ پینٹ۔، وائیٹ شرٹ، سیاہ کوٹ کے ساتھ نیلے رنگ کی ڈاٹس والی ٹائی لگائے وہ اپنے وجیہ سراپے کے ساتھ اس کے بہت قریب کھڑا تھا۔ اس کے تیکھے نین نقش یوں بات کرتے محسوس ہوئے تھے کہ وہ گھبرا کر اس کے خوبرو چہرے سے نظر چرا گئی تھی کچھ کہنا چاہا تھا مگر لب سے ایک شکریہ آزاد نہیں ہو پایا تھا لب کچھ کہنے کی چاہ میں کپکپائے تھے اور اس نے دلچسپی سے اسے دیکھا کتنی نروس لگ رہی تھی۔ ماتھے پر شبنمی قطرے چمک رہے تھے۔ اس کے دل میں آئی کہ ہاتھ بڑھا کر انگلیوں میں جذب کر لے مگر اس کے تیزی سے آگے بڑھ جانے پر حسرت ناکامی سمیٹ لائی تھی۔ مگر باوجود حسرت کے ناکام رہ جانے پر وہ زیر لب مسکراتا گاڑی میں آبیٹھا تھا۔ عابیہ کو اس کے گھر چھوڑا تھا۔ در مکنون کے برعکس اس نے بڑی خود اعتمادی سے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ ساتھ ہی چائے کی آفر کر ڈالی تھی جسے وہ سہولت سے ٹالتا گاڑی واپسی کے لیے جانے پہچانے راستوں پر ڈال گیا تھا مگر آج واپسی کے سفر میں عجب سرشاری اس کے من میں آبسی تھی۔ اور رہ رہ کر نظر پچھلی سیٹ پر اٹھتی تھی جہاں وہ بیٹھی تھی اور یہ خیال ہی جسم و جاں کو معطر کر رہا تھا۔ ایک لمحے کی کارستانی تھی اور دل جسم کی قید سے آزاد ہوا تھا۔ ہواؤں کی زد پر رکھا دل دیا جسے محبوب کی اک نظر جلا بھی سکتی ہے بجھا بھی سکتی ہے اور اس کے من میں بھی جلنے کی چاہ آلپٹی تھی کہ محبت اپنے آغاز پر تھی۔ اسے ابھی عروج و زوال دیکھنے تھے اس کے عنابی لب مسکرا رہے تھے۔ اس نے اک نظر پچھلی نشست پر ڈالی اور

اسٹریو آن کر دیا۔۔۔

دہلیز پہ میرے دل کی جو رکھے ہیں تو نے قدم

تیرے نام پہ میری زندگی لکھ دی میرے ہمدم

سچی سی ہیں یہ تعریفیں دل سے جو میں نے لکھی ہیں

جو تو ملا تو سجی ہے دنیا میری ہمدم

آسماں ملا، زمیں کو میری آدھے آدھے پورے ہیں ہم

تیرے نام پہ لکھ دی زندگی میرے ہمدم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ارمش اٹھ جاو بیٹا انٹرویو کے لئے نہیں جانا تم نے؟" صائقہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی کھڑکی کے پردے ہٹاتے ہوئے بے خبر سوئے ہوئے اپنے اکلوتے بیٹے کو آواز دی تھی۔اس نے روشنی چہرے پر پڑتے ہی آنکھیں کھول دی تھیں کہ وہ سخت اندھیرے میں سونے کا عادی تھا اس لیے صائقہ بیگم کو اسے اٹھانے کے لیے کبھی تردد نہیں کرنا پڑتا تھا وہ جیسے ہی کھڑکی کے پردے ہٹاتی تھیں روشنی اس کے کمرے میں یوں پڑتی تھی کہ اس کی نیند ٹوٹ جاتی تھی۔

"کیا ماما؟۔۔۔۔۔سونے دیتیں ناں۔۔اتنی اچھی نیند آ رہی تھی آپ روز میری نیند خراب کر دیتی ہیں۔ناٹ فیئر۔۔۔

"اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے بے زاری سے کہا تھا اور وہ مسکرا دی تھیں کہ ہر بار ان کے اٹھانے پر اس کا یہی ری ایکشن ہوتا تھا۔

"ماما کی جان! آج تمہارا انٹرویو ہے جلدی سے فریش ہو کر آ جاؤ میں جب تک ناشتہ لگاتی ہوں۔" وہ بیٹے کو مسکرا کر پچکارنے والے انداز میں کہتیں روم سے نکل گئی تھیں اور وہ بھی ناچار بستر سے نکل کر فریش ہونے کے لیے چلا گیا تھا۔

وہ بیٹے کے لیے ٹیبل پر ناشتا لگائے اخبار پر نظریں دوڑا رہی تھیں یہی انکا معمول تھا۔جب ان کا لاڈلہ یونیورسٹی میں تھا تب بھی وہ یہی کرتی تھیں اور گزشتہ دو سال سے بھی ان کی یہی روٹین تھی۔فرق صرف اتنا تھا کہ پہلے وہ یونی جاتا تھا کہ اس نے انجئیرنگ کی ڈگری لی تھی اور اب وہ انٹرویو کے لیے جاتا تھا۔

بہترین یونیورسٹی سے انجینئرنگ کا ڈگری ہولڈر ارمش چوہدری نوکری کے لیے پچھلے دو سالوں سے خوار ہو رہا تھا کہ اس کے پاس نہ سفارش تھی نہ تجربہ۔اس کی قابلیت کو پرکھنے والی آنکھ سے وہ اب تک ٹکرایا نہ تھا۔اس لیے وہ قابل شخص بے مول ہو رہا تھا کہ ہیرے کو پرکھنے والا جوہری ابھی دور تک کہیں نہیں تھا اس لیے ہیرا سڑکوں کی خاک چھانتا کنکر کی طرح بے مول ہو رہا تھا۔اس نے ماں کے سامنے جھک کر پیار لیا تھا اور ناشتہ کرنے لگا تھا۔

"ماما کی جان! اتنے خاموش کیوں ہو؟" انھوں نے بیٹے کی غیر معمولی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے اخبار سائیڈ پر رکھ کر نرمی سے استفسار کیا تھا۔۔۔

"نتھنگ ماما۔۔" وہ جوس کے گھونٹ بھرتے ہوئے بولا تھا۔۔

"مایوسی کفر ہے ماما کی جان! ہمیشہ اللہ سے اچھے کی امید رکھنا۔ زندگی خود بہ خود سہل ہو جائے گی۔" وہ نرمی سے حلاوت بھرے لہجے میں بولی تھیں ارمش عباسی نے چونک کر ماں کو دیکھا تھا ان کے چہرے پر بڑی دل آویز مسکراہٹ تھی۔ اس کے اعصاب یکدم ڈھیلے پڑے تھے۔

"ماما میں آپ کا بیٹا ہوں یار! اور آپ کا بیٹا کبھی مایوس نہیں ہو سکتا کہ آپ میری انسپائریشن ہیں اور جب انسپائریشن بیسٹ آف دی بیسٹ ہو تو مصیبت کی طرف جانا ناممکنات میں سے ہو جاتا ہے۔ ایم آئی رائٹ؟" وہ مسکراتے ہوئے ماں کو دیکھ رہا تھا ان کی مسکراہٹ میں تازگی اور شگفتگی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔۔

"نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
زرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی"

انہوں نے کھلی کھلی مسکراہٹ کے ساتھ اقبال کا شعر پڑھا تھا۔ مقصد بیٹے کو موٹی ویٹ کرنا تھا۔

"ماما بوڑھی ہو گئی ہیں اور ابھی تک یہ شاعری کا بھوت سر سے نہیں اترا۔" وہ جوس ختم کرتے ہوئے شرارت سے لب باتے ہوئے بولا تھا ان کی ہنسی فضا میں بکھر گئی تھی۔

"بھوت کے بچے اسے باذوق ہونا کہتے ہیں۔" انھوں نے مصنوعی غصے سے بیٹے کو دیکھا تھا وہ لب دانتوں میں دبائے آنکھوں میں شرارت سموئے وہ اتنا حسین لگتا تھا کہ وہ ماشاءاللہ کہہ کر نظر ہٹا جاتی تھیں کہ ان کے لاڈلے کا یہ روپ ہر روپ سے حسین تھا ان کے ذہن میں شعر گردش کرنے لگا تھا اور وہ دل ہی دل میں بیٹے کو نہارتے ہوئے سوچ رہی تھیں

اے آسماں گھور کے نہ دیکھ مجھے
بیٹے "جواں" ہیں میرے

"باز آئے ہم آپ کی باذوقی سے کہ جتنا آپکو شغف رہا ہے شاعری سے ہمیں تو الف، ب بھی سمجھ نہیں آتی شاعری کی۔۔۔۔" وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے ماں کے پر سوچ انداز کو دیکھ کر بولا تھا کہ صائقہ بیگم کو شاعری سے بے حد لگاو تھا۔ کئی شعری مجموعے بیک وقت ان کے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ کبھی موڈ بنے یا آمد ہو تو وہ خود بھی شاعری کر لیتی تھیں انکی ڈائری ان گنت اشعار، غزلوں اور نظموں سے بھری پڑی تھی۔

"تم اس معاملے میں اپنے باپ پر گئے ہو انھیں بھی شاعری سے اتنی ہی چڑ تھی۔" وہ یکدم اپنے مرحوم شوہر کو یاد کر کے

آبدیدہ ہو گئی تھیں کہ انھوں نے سرور عباسی کے ساتھ زندگی کے پچیس سال گزارے تھے، ایک پرفیکٹ ہیپی لائف گزاری تھی پانچ سال قبل داغ مفارقت دے گئے تھے غم بڑھا تھا مگر مشیت الٰہی جان کر صبر کر لیا تھا مگر رشتہ ایسا تھا کہ وقتاً فوقتاً بہانے سے، سبب، بنا سبب وہ یاد آ ہی جاتے تھے کہ آخری سفر پر جانے والے صرف نظر سے دور ہوتے ہیں دل کے تو اور قریب آ جاتے ہیں اور وہ بھی سرور عباسی کی وفات کے بعد انہیں اپنے ساتھ لحہ بہ لحہ محسوس کرتی تھیں۔ انہیں یاد کر کے خوش بھی ہوتی تھیں اور آبدیدہ بھی، جیسے اس وقت ان کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہونے لگا تھا۔

"ماما!" ارمش پریشان ہوتا ماں تک پہنچا تھا گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے ماں کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"آپ پلیز اداس مت نہ ہوا کریں مجھے آپ اداس بالکل اچھی نہیں لگتیں۔۔۔" وہ ماں کے آنسو عقیدت سے صاف کرتے آزردگی سے بولا تھا ان کے لب بیٹے کی فکر پر مسکرا دئے تھے۔

"اداس نہیں ہوں بس یونہی تمہارے بابا یاد آ گئے۔" وہ بیٹے کا گال تھتھپاتی اٹھ گئی تھیں۔

"چلو اب جلدی کرو انٹرویو کو لیٹ ہو جاؤ گے ورنہ۔۔۔۔" وہ اپنے آپ کو کمپوز کرتی ہوئی بولی تھیں اور ارمش نک سک سے تیار اگلے دس منٹ میں انٹرویو میں جانے کے کئے بالکل تیار تھا وہ ماں کی دعاؤں کے ساتھ گھر سے نکلا تھا زندگی کی ایک نئی صبح ایک نئی امنگوں کے ساتھ وہ شروع کرنے جا رہا تھا۔ اسے امید تھی کہ آج سے زندگی ایک نیا موڑ لینے والی ہے وہ پر امید تھا آس کی ڈور باندھے انٹرویو دینے جس وقت پہنچا پہلے ہی قدم پر اسکی آس بکھر گئی تھی وہ مایوس چہروں سے نگاہ ہٹاتا اس پُر شکوہ عمارت سے باہر نکلتا چلا گیا جہاں ہزاروں امیدیں لیکر انٹرویو کے لے آیا تھا۔۔۔ ٹوٹی امید۔۔۔ شکستہ قدم۔۔۔ مگر وہ تو بکھری امید کے باوجود ابھی مایوس نہ ہوا تھا اس کے قدم نئی امید کے ساتھ پھر سفر پر گامزن ہو گئے تھے اس سفر پر جسے وہ دو سالوں سے امید ار نا امیدی کے درمیان ڈولتا طے کر رہا تھا مگر منزل ابھی نہ جانے کتنی دور تھی۔ وہ بہترین جامعہ کا ڈگری ہولڈر نوکری کے لیے خوار ہو رہا تھا کہ اس کے پاس کوئی سفارش نہ تھی۔

اس کے بابا سرور چوہدری جامعہ میں ریاضی کے پروفیسر تھے اور ایمانداری جن کا اوڑھنا بچھونا تھا ان کی وفات کے بعد اس پر اپنی ماں کی ذمہ داری آ گئی تھی۔۔ مگر انھوں نے تعلیم مکمل ہونے تک کوئی جاب کرنے کی اجازت نہ دی تھی اور سرور عباسی کی پینشن پر گزارا تھا اس نے تعلیم مکمل کر کے نوکری کی تلاش شروع کی تھی جو دو سال گزرنے کے بعد بھی ناکامیابی کی دھول سے اٹی ہوئی تھی کہ پاکستان میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں محض یہ ایک دعوٰی تھا کے کمی بیشک نہ تھی مگر قدر، رتی برابر نہ تھی پاکستان کا ٹیلنٹ جسے پاکستان کا بہترین مستقبل ثابت ہونا تھا سڑکوں کی خاک چھانتا پھر رہا تھا کہ دعوٰی کے برعکس زندگی بہت تلخ ہوتی ہے روز زندگی میں در آنے والے مسائل تلخ ترین اور پاکستان جیسے آزاد ملک میں مسائل کے انبار تھے، مہنگائی آسمان کو چھو رہی تھی اور ہر قابل انسان کو دیوار کے ساتھ لگایا جا رہا تھا کیونکہ آزادی کی قدر نہ تھی نہ ہی ملک کے معماروں کی کوئی قدر تھی کہ جب ملک سے محبت نہ تھی،

پرواہ نہ تھی تو ملک کے معماروں کی کی قدر کرنے کی کس کو پڑی تھی۔

بدلے ہوئے حالات سے ڈر جاتا ہوں اکثر

شیرازہ ملت ہوں بکھر جاتا ہوں اکثر

میں ایسا سفینہ ہوں کہ ساحل کی صدا پر

طوفان کے سینے میں اتر جاتا ہوں اکثر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ لوگ زندگی میں بہت اتفاقیہ طور پر آتے ہیں مگر زندگی کا بہت لازمی جزو بن جاتے ہیں ان کو سوچے بنا وقت حسین نہیں ہوتا وقت کی رنگینی متاثر ہو جاتی ہے ان کو دیکھنے کی آرزویوں من کی دہلیز پر دستک دیتی ہے کہ ہر عضو آنکھ بن جاتی ہے۔ مگر دیدار کی حسرت پتلیوں پر یوں ٹھہرتی ہے کہ دل دیا آندھیوں کی زد پر آجاتا ہے۔

ہفتہ بھر پہلے کی تو بات تھی۔ زندگی کس قدر حسین تھی اپنی ذات کا احساس تھا، ہر طرف سکون ہی سکون تھا کہ یکدم سب کچھ بدل گیا تھا وہ پری وش یوں نگاہ کو بھائی تھی کہ من کی دہلیز محبت کی آہٹ سے گونج اٹھی تھی دل کی سرزمین پر محبت کا دیا روشن ہو گیا تھا۔

وہ ایک عام سی لڑکی آنکھوں کے راستے دل میں اتر گئی تھی اور ایک ہفتہ گزر گیا تھا دُرِ مکنون کا خیال لمحہ بھر کو بھی ذہن سے محو نہ ہوا تھا وہ اپنی فیلنگز پر خود انگشت بدنداں تھا، خیال کو لاکھ جھٹکنے کے باوجود اس خیال کی خوشبو نے جب مستقل، دل کے کواڑوں کو کھٹکھٹایا تھا تو اس نے ہار مان لی تھی۔

"تو جناب ابرج سہروردی صاحب! آخر کار حسن کا جادو آپ پر بھی چل ہی گیا آنکھوں کے راستے وہ غیر شناسا، سی لڑکی دل میں اتر گئی تھی، محبت ہو گئی آپ کو بھی۔۔۔" اس نے اپنے آپ سے الجھتے ہوئے اس چہرے کا عکس آئینے میں محسوس کرتے ہوئے شکست تسلیم کرنے والے انداز میں خود کلامی کی تھی۔

جس سے سر راہ ملا تھا۔ جسے نظر بھر کر دیکھا تھا جسے دیکھتے رہنے کی چاہ آنکھوں میں آٹھہری تھی جسے سوچتے رہنے کی خواہش خیالوں میں گردش کرتی تھی، اُسکی مُحبت کو تسلیم کرتے ہوئے اس نے آئینہ میں خو کو دیکھا تھا ساڑھے پانچ فٹ ہائیٹ، کسرتی بدن، سیاہ آنکھیں، عنابی لب، بھرا بھرا چہرہ، وہ مردانہ وجاہت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"ایسا ہے تو ایک بار اس پری وش سے ملنا ہی ہو گا جو میرا سکون درہم برہم کر گئی۔ پتہ تو کرنا ہو گا کہ میری نیندیں اڑانے والی خود کیسے شب و دن بسر کر رہی ہے کہ میری نیند اڑا کر اُس کو نیند آجائے اس صدی کا قصہ تو نہیں ہو سکتا۔" اسے نہ صرف اپنی خوبصورتی کا احساس تھا بلکہ اپنی وجاہت اور رتبے پر فخر بھی تھا وہ خود کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتا کافی مطمئن سا زیر لب کہتا مسکرا دیا تھا

کہ اسے ڈھونڈنے سے بھی خود میں کوئی کمی نظر نہ آئی تھی اور ایسا ہوا تھا تو غلط بھی نہ تھا کہ وہ ظاہری طور پر اتنا مکمل تھا کہ ہزاروں میں نمایاں نظر آسکتا تھا مگر باطنی خوبصورتی کی بات کی جائے تو ایک سوالیہ نشان تھا کہ فخر میں مبتلا ہونا۔۔ اپنی ذات کے زعم میں مبتلا ہونا مثبت سوچ ہے نہ ہی باطنی خوبصورتی میں آتی ہے اور اگر یہ منفیت کی جانب اشارہ تھا تو یہ آگے کس بات کی نشاندہی کر رہا تھا وہ اپنی سوچ سے قطع نظر خود پر اسپرے کرتا مطمئن سا کمرے سے نکلا تھا کہ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس نے در مکنون تک پہنچنا ہے۔ گھر کا پتہ تھا اس کے پاس مگر یوں گھر تک پہنچنا بھی معیوب تھا۔ ایسے میں دوسری راہ اُسے کانٹیکٹ نمبر کی نظر آئی تھی۔ اس نے آفس پہنچ کر سب سے پہلا کام جو کیا تھا وہ "" بخاری مینشن "کا فون نمبر لینے کا کیا تھا۔ نمبر نوٹ کرنے کے بعد اس کے لب مسکرانے لگے تھے۔ اس نے دلکشی سے مسکراتے ہوئے نمبر ڈائل کرنا شروع کیا تھا کہ ڈور ناک کر کے اس کی پرسنل سیکرٹری اندر چلی آئی تھی وہ بہت بدمزہ ہوا تھا۔ موبائل ٹیبل پر ڈال کر اس نے سارہ دانش کو دیکھا تھا جس نے اسے اس کا دن بھر کا شیڈیول بتانا شروع ہی کیا تھا کہ وہ ٹوک گیا تھا۔

"مس سارہ! آج کا شیڈیول ایک پیپر پر لکھ کر ٹیبل پر رکھ دیں آج میرا موڈ نہیں ہے کچھ بھی سننے کا۔۔۔۔۔۔۔ اور آج کی ساری میٹنگز بھی کینسل کر دیں۔۔۔" اس نے کہتے ساتھ ہی موبائل واپس اٹھا لیا تھا۔۔ سارہ نے بہت چونک کر باس کو دیکھا تھا۔ وہ ڈیڑھ سال سے یہاں کام کر رہی تھی اس نے ابرج سہروردی کو کام کے لیے ہر وقت مستعد پایا تھا۔ ڈیڑھ سال میں کوئی میٹنگ ایسی نہ تھی جسے اس نے کینسل کر دیا ہو۔ آج آفس آنے کے بعد اس نے اسے خود سے اپنے پاس بلایا ہی نہ تھا۔ ورنہ وہ اپنے آفس آنے کے پانچویں منٹ اسے اپنے روم میں بلا کر دن بھر کا شیڈول چیک کرتا تھا۔ کچھ ایڈ کرنا ہوتا تو کرتا تھا اور کچھ تبدیلی کرنی ہوتی تو وہ بھی ہو جاتی تھی۔ آج پندرہ منٹ گزرنے پر اس کا بلاوہ نہیں آیا تھا تو وہ کچھ سوچ کر خود ہی چلی آئی تھی کہ جانتی تھی کہ ابرج سہروردی ہر کام وقت پر کرنے کا عادی ہے۔ ایک منٹ کی تاخیر بھی اسے برداشت نہیں اور پندرہ منٹ گزر جانے کا مطلب تھا اس کا دن بھر کا شیڈول ڈسٹرب ہو جانا۔ اس لیے اس نے مزید وقت ضائع کیے بنا خود آ کر شیڈول سنانا شروع کیا تھا کہ اس نے سننے سے انکار کرتے ہوئے میٹنگز کینسل کرنے کا بھی کہہ دیا تھا۔ وہ حیرانگی سے کچھ کہنے لگی تھی کہ وہ ایک بار پھر ٹوک گیا۔

"مس سارہ۔۔۔ آپ وہ کیجیے جو آپ کو کرنے کو کہا گیا ہے۔۔۔" وہ غصہ سے بولا تھا کہ وہ اس کے کام میں مخل ہوئی تھی اس کا خوشگوار موڈ یکسر بدل گیا تھا۔ سارہ معذرت کرتی ہوئی باہر کی جانب بڑھی تھی کہ اس نے آواز دی تھی۔۔۔

"مس سارہ۔۔۔" اس نے مڑ کر ابرج سہروردی کو دیکھا تھا اور واپس اندر کی طرف بڑھتی ٹیبل سے کچھ فاصلے پر ٹھہر گئی تھی۔

"انٹرویو کے لیے جو بھی کینڈیڈیٹ آئے ہوئے ہیں انھیں اپائنٹمنٹ لیٹر دے دیجیے۔" سارہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"لیکن سر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"انٹرویو کرنے کا میرا بالکل موڈ نہیں۔ آپ بحث کرنے سے بہتر ہے وہ کیجیے جو کرنے کو کہا ہے۔" وہ سارہ کے حیرتوں کا اظہار کرتا خوبصورت چہرہ دیکھتے ہوئے درشتگی سے بولا تھا۔۔۔۔۔

"وہ ٹھیک ہے سر۔۔ انٹرویو تو کل بھی لیے جاسکتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

"انٹرویو لینے کا میرا موڈ نہیں بنے گا تو؟" اس نے ابرو چڑھا کر سوالیہ انداز میں بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ اور وہ بے چاری سوری سر کہتی اس کے آفس سے نکل گئی تھی اور انٹرویو کے لیے آئے لوگوں کی از خود سی ویز چیک کی تھیں۔ اور انٹرویو کے لیے آئے دس بارہ لوگوں میں سے دو کو اپائنٹمنٹ لیٹر تھما دیا تھا کہ وہ اتنی احمق نہ تھی کہ سب کو اپائنٹمنٹ لیٹر تھما دیتی۔

جاب کی ریکوائرمنٹ کو مد نظر رکھ کر اس نے اپائنٹمنٹ لیٹر ایشو کروایا تھا۔ کب سے وزٹینگ روم میں مختلف قرآنی آیات کا ورد کرتا ارمش عباسی اپنے نام کی صدا پر چونک کر اٹھا تھا اور ریسپشن کی طرف جب ہدایت کے مطابق پہنچا تھا تو حیران رہ گیا تھا۔ اپائنٹمنٹ لیٹر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تیر گئی تھی کہ کہاں وہ دو سال سے خوار ہو رہا تھا اور کہاں آج بنا انٹرویو کے اپائنٹمنٹ لیٹر تھما دیا گیا تھا۔ وہ رب کی اس حکمت پر انگشت بدنداں تھا کہ اس کی محدود سوچ و عقل رب کی حکمت تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ شکریہ کے ساتھ اپائنٹمنٹ لیٹر کے ساتھ سہروردی انٹرپرائزز کی وسیع عمارت سے نکل آیا تھا۔ وہ بہت مسرور تھا۔ دل رب کی حکمت، رب کی کبریائی کے آگے سر بسجود ہو رہا تھا۔ آنکھ نم ہو رہی تھی کہ امید سے طے کیا سفر آج ختم ہو گیا تھا اور اس اختتام پر آغاز پوشیدہ تھا۔ امید کے ساتھ طے کیا گیا سفر جب ناکام نہ ہوا تھا تو کیا شکر کے ساتھ طے کیا گیا سفر ناکام ہو سکتا ہے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ابرج سہروردی نے سیکرٹری کے جانے کے بعد موبائل پھر سے اٹھا کر نمبر ڈائل کیا تھا۔۔ اس تیس سالہ میچیور آدمی کا دل ہر بیل کے ساتھ کسی سولہ سالہ نوجوان کی مانند دھڑک رہا تھا۔

روم روم کسی نقرئی سی صدا کا منتظر تھا تب ہی ایئر پیس سے مدھم آواز ابھری تھی۔

"درِمکنون اسپیکنگ۔۔" آواز کیا تھی اس کے دل سے نکلی دعا کی قبولیت کی صدا بن کے ابھری تھی۔ اس نے خود کو کمپوز کر کے اپنے مخصوص سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔۔ "سید ابان بخاری سے بات کروایئے پلیز۔" اس نے مورننگ کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ یہ آفس ٹائمنگ تھیں اس نے بہت سوچ کر بہانے سے بات کا آغاز کرنا چاہا تھا۔

"بھیا تو اس وقت آفس میں ہوتے ہیں آپ انکے موبائل پر کال کیجیے پلیز۔" نرم سی آواز پھر کانوں میں رس گھول گئی تھی۔

"معذرت چاہتا ہوں ڈسٹرب کر رہا ہوں آپکو مگر مجبوری ہے۔ میرا سید ابان بخاری سے بات کرنا ضروری ہے اور وہ میری کال نہیں اٹھا رہے۔ میں ان کا موبائل نمبر ٹرائی کر چکا ہوں۔" اس نے مشورہ ملتے ہی ترنت جھوٹ بولا تھا وہ

بڑے ریلیکس موڈ میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ سکیریٹری کو ڈسٹرب نہ کرنے کی ہدایت کر چکا تھا۔

"آج بھیا اپنا سیل فون گھر پر ہی بھول گئے تھے کچھ دیر قبل ہی ڈرائیور انکل لے کر گئے ہیں۔ آپ آفس کے نمبر پر کال کر لیں یا کچھ دیر بعد بھیا کا نمبر ٹرائے کیجیئے گا۔" وہ عادتاً تفصیل سے بولی تھی۔ شومیٔ قسمت آج ابان موبائل لے جانا بھول گیا تھا اس لئے ابرج کا بھرم بھی رہ گیا تھا مگر مزید کچھ کہنے کا جواز ہی نہیں رہا تھا۔

"بہت شکریہ! مس درِ مکنون۔" آواز میں اسے نہیں لگتا تھا کہ اتنی تاثیر ہو گی کہ چند رسمی اور غیر رسمی جملوں کے تبادلے سے ہی اس کے دل کو قرار آ جائیگا لیکن ایسا ہوا تھا وہ اس کی آواز کانوں سے سیدھا دل میں اترتا محسوس کر رہا تھا اور اس کا نام لب سے ادا کرتے ہی لگا تھا کہ کوئی شیرینی سی لب و لہجہ میں گھل گئی ہو، ہر طرف پھول سے کھل گئے ہوں ساز گونج اٹھے ہوں۔۔۔ شکریہ کے جواب میں وہی رسمی سا جملہ "اٹس مائی پلیزر۔" کہتے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا تھا اور وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے نہ جانے کونسے جہاں میں پہنچا ہوا تھا۔ نہ جانے کب کا سنا ہوا گیت کانوں میں گونج رہا تھا۔

آواز وہ جادو سا جگاتی ہوئی آواز
مدہوش دل و جاں کو بناتی ہوئی آواز
کلیوں کے چٹکنے کی صدا ہم نے سنی ہے
بلبل کے چہکنے کی صدا ہم سنی ہے
شیشوں کے کھنکنے کی صدا ہم نے سنی ہے
لیکن وہ کہاں ہوش اڑاتی ہوئی آواز

"کچھ تو بات تم میں ہے درِ مکنون بخاری کہ دل ایک نظر میں اسیر ہوا۔۔ اور آواز کے سحر میں جکڑا گیا۔۔ ملنے کی کوئی سبیل نکالنی ہو گی کہ تم وہ سر راہ ٹکرانا بھول گئی ہو۔۔ مگر میں تو یاد رکھے ہوئے ہوں۔۔۔ ملنا ہو گا تم سے دوبارہ کہ ایسا کیا ہے تم میں جو ابرج سہروردی کو اپنے حصار میں باندھ گیا ہے۔" وہ سیٹ سے اٹھتے ہوئے دل ہی دل میں سوچتا آفس سے نکلتا چلا گیا تھا یہ اس کے پانچ سالہ ذمہ داریوں سے بھرپور کیریئر کا پہلا موقع تھا کہ وہ یوں سب کچھ ادھورا چھوڑ کر آفس ٹائم سے پہلے آفس سے جا چکا تھا کہ ابرج سہروردی نے آج سے پانچ سال قبل سہروردی انٹرپرائیزز میں اپنے والد معارج سہروردی کی رہنمائی میں قدم رکھا تھا۔

اس نے لنڈن یونیورسٹی سے ایم۔بی۔اے کی ڈگری لی تھی اس کے کے بعد کئی بزنس مینیجمنٹ کے کورسز کئے تھے۔

والدین کا اکلوتا بیٹا تھا معارج سہروردی کی تین اولادیں تھیں، سب ست بڑی عائشہ جس کی شادی ہو گئی تھی پھر چھوٹا ابرج سہروردی جس نے جاہ و جلال اپنے باپ سے ہی لیا تھا کہ بزنس کمیونٹی میں معارج سہروردی کا نام چلتا تھا اور ابرج سہروردی سے چھوٹی بہن مسکان سہروردی تھی۔ مسکان لندن یونیورسٹی سے ایم۔بی۔اے کر رہی تھی معارج سہروری نے سہروردی انٹرپرائنز کی تمام ذمہ داریاں بیٹے کے سپرد کر دی تھیں اور تین سال قبل ہی ان کی وفات ہوئی تھی۔

ان کی اہلیہ معصومہ سہروردی ان کی وفات سے قبل تک کافی سوشل تھیں اکثر آفس بھی جاتی تھیں مگر محبوب شوہر کی وفات کے بعد وہ آفس کی ذمہ داریوں سے بالکل بری الزمہ ہو گئی تھیں کہ ان کے بیٹے ابرج سہروردی نے ہر ذمہ داری کو بہ خوبی، احسن طریقے سے سنبھال لیا تھا بزنس حلقہ میں اسکی کافی دھوم تھی کہ اس نے اپنے باپ کے تجربے سے کافی کچھ سیکھا تھا اور ان کی وفات کے بعد بھی باپ کے اصولوں اور تجربات کے ساتھ نئے تجربات کرتا وہ بزنس کمیونٹی کے لئے ہر گزرتے دن کے ساتھ چیلنج بنتا جا رہا تھا اور اس کا کوئی حریف تھا تو سامنے نہ تھا اور وہ کافی کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے بعد اپنی ٹکر کا کسی کو سمجھتا تھا تو وہ ایک ہی نام تھا "سید ابان بخاری" کہ یہ ایک ہی شخص تھا جسے وہ اپنا ٹرولی کمپیٹیٹر مانتا تھا کہ سید ابان بخاری نہ صرف بزنس میں اس کا حریف تھا بلکہ اس کی خوبصورتی اور غرور کے چرچے اسے بھی کہیں نہ کہیں مرعوب کر دیتے تھے کہ سید ابان بخاری کی شخصیت میں ایک سحر تھا جو کافی اثر رکھتا تھا اور یہ بات اس نے کئی بار محسوس کی تھی۔ مگر سوچا بھی نہ تھا جس شخص سے کہیں نہ کہیں مقابلہ و حسد کا مادہ جنم لے رہا ہے اسی کی بہن کے لئے اس کے دل میں سوفٹ کارنر بن جائے گا۔۔ مگر یہ جو محبت ہوتی ہے اکثر ایسی ہی جگہ تو ہوتی ہے جہاں محبت کو محبت کے ہونے کا احساس ہو جاتا ہے۔۔۔وہ اپنی ذات کے زعم میں مبتلا شخص، اپنے آگے کسی کو اہمیت نہ دینے والا شخص۔۔ کسی کو پہروں سوچ رہا تھا۔۔۔اس کے لیے اپنے اصول سے ہٹ گیا تھا۔ کہ محبت کب اصول دیکھتی ہے کہ محبت جب تک من و تو کا فرق نہ مٹا دے محبت کب ہوتی ہے۔ اور ابرج سہروردی بھی اسی احساس کے تلے دبتا اپنی ذات سے بہت ہٹ کر کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ محبت نے دل دیا روشن کر دیا تھا اور دل دیا جب روشن ہوتا ہے اس میں اپنی ذات کب دکھائی دیتی ہے اس دل دیئے کی روشنی میں تو محبوب کا چہرہ چھلکتا ہے۔ وہ دل دیا روشن کیے دیدار کی حسرت من میں جگائے کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔بہت کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔

"مے آئی کم ان سر۔۔۔!" مدھر نسوانی آواز پر انٹرویو پینل میں ہوتی گفتگو لمحہ بھر کو تھم گئی تھی وہاں موجود تینوں افراد نے دو دروازے کی جانب دیکھا تھا سامنے ہی ایک کم عمر و خوش شکل لڑکی کھڑی اندر آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی۔ ان تینوں میں سے سب سے پہلے نگاہ ابرج مہروردی نے نہ صرف ہٹائی تھی اسے اندر آنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔

ایلیفیہ نے بس ایک نظر اس کے خوبرو چہرے پر ڈالی تھی اس کے تیور دیکھ کر ایلیفیہ سہروردی کا اعتماد ڈگمگانے لگا تھا تب ہی وہ ٹھہر گئی تھی۔ قدم آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئے تھے اس نے ایک تیکھی سخت نظر ٹھہر جانے والی ایلیفیہ پر ڈالی تھی اور ایک بار پھر اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ ناچار آگے بڑھی تھی اور کرسی دھکیل کر اس پر بیٹھ گئی تھی ابرج سہروردی نے بس ایک تیز نگاہ اس پر ڈالی تھی اور انٹرویو کا آغاز کر دیا تھا وہ ابرج سہروردی کی نگاہ سے خائف ہوتی خود کو کمپوز کرتی اس کے سوالوں کا جواب دینے لگی تھی کچھ ہی دیر میں وہ ہی نہیں انٹرویو پینل میں موجود دو افراد بھی بخوبی سمجھ گئے کہ ابرج سہروردی جان کر اس لڑکی سے مشکل سوال کر رہا ہے اور وہ دونوں ساتھ ہی مگر اس لڑکی کی ذہانت کے قائل ہوتے جا رہے تھے کہ وہ اندر آنے ہوئے جتنی گھبرائی ہوئی تھی اب اس سے کہیں زیادہ وہ اعتماد کے ساتھ ابرج سہروردی کے سوالوں کا جواب دے رہی تھی وہ سیر تھا تو وہ سوا سیر ثابت ہو رہی تھی تب یکدم ابرج سہروردی نے پینترا بدلا تھا۔ اور انٹرویو میں کئے جانے والے سوالوں سے ہٹ کر فضول، غیر ضروری و غیر متعلقہ سوالات شروع کر دیئے تھے جس کے وہ بمشکل جوابات دے رہی تھی اس لیے ایلیفیہ نے گھور کر ناگواری سے اسے دیکھا تھا اور وہ مسکرا کر اگلا سوال کر گیا تھا۔ اور وہ جواباً خاموش نہیں رہی تھی یکدم پھٹ پڑی تھی۔

" سر آپ میری فیلڈ سے ہٹ کر سوال کر رہے ہیں۔"

"محترمہ میں آپ کے مشورے اور اجازت سے سوال نہیں کر سکتا۔" وہ اس کے غصے سے خائف ہوئے بنا بولا تھا۔ اور وہ ایک تیز غصیلی نظر اس پر ڈال کر کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اگر آپ میری اجازت و مشورہ سے سوال نہیں کریں گے تو میں بھی آپ کے بے تکے سوالوں کے جواب ہرگز نہیں دوں گی۔ باہر ویٹ کر رہی ہوں ایک سیکنڈ میں اپائنٹمنٹ لیٹر مل جانا چاہیے ورنہ نتائج کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔" وہ ابرج سہروردی کی نہایت خوبصورت آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مان اور دھونس سے بولتی ہوئی اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔ جب کہ وہ دونوں ایلیفیہ کے انداز پر حیران تھے کہ ابرج کی مسکراہٹ سے حیرت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اور وہ ان دونوں کی حیرت سے انجان ان کی طرف گھوما تھا اور ایک کو مخاطب کر کے بولا تھا۔

" مسٹر ارمش! ان محترمہ کا اپائنٹمنٹ لیٹر تیار کروایئے۔" اس لئے ارمش خان نے قدرے حیرانگی سے اپنے باس کو دیکھا تھا مگر وہ تو اس لڑکی کی جانب متوجہ تھا اور مسکرا کر اسے بیٹھنے کی آفر کر رہا تھا ارمش نے ایک نظر نہایت حسین لڑکی پر ڈالی تھی جو ابرج سہروردی کو مسکرا کر دیکھتی کچھ اور حسین لگ رہی تھی مسکرانے پر ایک گال میں پڑتا بھنور اسے نہایت حسین بنا گیا تھا۔ اس کی نظر ٹھہر گئی تھی اور ٹھہری ہی رہتی کہ اسے جانے کے آرڈر مل گئے تھے اور وہ ایک

باہر کا راستہ دکھایا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے کمرے میں ان دونوں کے قہقہے گونجنے لگے تھے۔

"قسم سے ابرج تم پوری کمینی چیز ہو۔" وہ ہنسی کے درمیان بولی تھی۔

"او ہیلو میڈم، تم سے کم ہی ہوں۔۔" وہ برا مانے بغیر بولا تھا۔

"مجھے دیکھتے ہی منہ کے زاویے کیسے بگڑ گئے تھے، جب کہ میں کتنے دل سے تیار ہو کر آئی تھی۔" اس نے مزے سے کہتے ہوئے آنکھ دبائی تھی۔

"حسن سے میں متاثر نہیں ہوتا کہ ویسے بھی تم سے زیادہ حسین لڑکیاں میرے حلقۂ احباب میں شامل ہیں اس لئے اپنے حسن کا جادو کہیں اور چلانا۔" وہ شوخی سے بولا تھا اور اس نے فائل اٹھا کر اسے دے ماری تھی جو ابرج سہروردی کے کاندھے سے ٹکرا کر زمین بوس ہو گئی تھی۔

"بکواس بند کر دو اپنی، وہ تو میں نے ہی کبھی تمہیں قابو نہیں کرنا چاہا ورنہ ایلیفیہ آغا کے حسن میں ہی نہیں ایلیفیہ آغا میں اتنی طاقت تو ہے کہ تم جیسے کسی بھی خوبرو مرد کو اپنا دیوانہ بنالے۔" وہ بالکل بھی سنجیدہ نہ تھی۔ اور اسکے تفاخر اور غیر سنجیدگی سے کہنے پر ابرج نے بڑا بے ساختہ قہقہہ لگا دیا تھا۔

"باتوں میں تو میں کم از کم تم سے نہیں جیت سکتا۔" ابرج کے سیز فائر کرنے پر وہ دلکشی سے ہنس دی تھی اور وہ یکدم ہی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"یار میرے منع کرنے کے بعد تمہیں انٹرویو کے لیے آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ پیون کے ہاتھ سے چائے کا مگ لیتے ہوئے بولا تھا۔

تم نے منع کر دیا تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ جاب تمہارے ہی دفتر میں کرنی ہے بس اس لئے حاضر ہو گئی اور تم بھی میری ذہانت کے تو قائل ہو ہی گئے ہو گے۔" وہ جوس کے گھونٹ بھرتے ہوئے بولی تھی۔ وہ آگے سے کچھ نہیں بولا تھا اس لئے وہ مزید گویا ہوئی تھی۔

"ویسے تم ہو بہت کمینہ جانتے ہو مجھے اسپورٹس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اس لیے جان بوجھ کر مجھ سے اس حوالے سے بات کرنے لگے تھے۔" وہ اب اسے ناگواری سے دیکھ رہی تھی۔

"یار میں نہیں چاہتا کہ تم میرے آفس میں کام کرو اس لیئے فضول کوشش کر رہا تھا ورنہ تم جانتی ہو کہ میری ایک فیصد بھی تمہیں جاب پر رکھنے کی مرضی ہوتی تو انٹرویو کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ تم ابرج سہروردی ہی نہیں ابرج سہروردی کی ہر چیز پر حق رکھتی ہو۔" وہ اس کے حسین چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا اور وہ دلکشی سے مسکرا دی تھی۔

"

غلامی کہ عمر بھر تو میں نے تمہاری غلامی کرنی بھی نہیں ہے۔" وہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کہاں چلیں۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔" اس کو یکدم جانے کو پر تولتے دیکھ کر بولا تھا۔

"کہاں بیٹھوں تم بھی فوراً اٹھ جاؤ تمہارے اس سڑے انٹرویو کے چکر میں صبح صبح جاگ گئی تھی اور ناشتہ تک نہیں کیا کہ ڈر تھا کہیں لیٹ نہ ہو جاؤں اور صاحب بہادر آفس میں گھسنے ہی نہ دیں اب بھوک لگی ہے مجھے، تم مجھے زبردست قسم کا ناشتہ کروا رہے ہو جلدی سے آجاؤ۔" وہ نان اسٹاپ بول رہی تھی اور وہ فرماں برداری سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں اسی لیے تمہیں اپنے آفس میں رکھنے کے خلاف تھا کہ تم خود کچھ کرو گی نہیں مجھے بھی نہیں کرنے دو گی۔" وہ اس کے ہم قدم ہوتے ہوئے بولا تھا جس پر ایلیفیہ نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا، جس پر ابرج سہروردی کا کام میں مشغول سٹاف اس لڑکی کی جانب متوجہ ہو گیا تھا جو توبہ شکن حسن کی مالک تھی۔ سب کو ایلیفیہ کی جانب متوجہ ہوتے دیکھ کر اس نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔ وہ خفیف ہو کر بڑی تیزی میں باہر کی جانب بڑھی تھی اور اپنی سیکرٹری کو کچھ ہدایات دیتا ایلیفیہ کے پیچھے باہر نکل گیا تھا اور وہاں موجود ورکرز آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے تھے کہ ایک داستاں رقم ہونے جا رہی تھی اور بات کو افسانہ بنتے کتنی دیر لگتی ہے۔۔۔؟

☆☆☆☆☆☆

"بھیا کی جان! اداس کیوں بیٹھی ہو؟" سید ابان بخاری جب آفس سے لوٹا بہن کو خلاف توقع لان میں بیٹھا دیکھ کر اس تک چلا آیا تھا۔ مگر وہ جیسے گاڑی کی آواز پر نہیں چونکی تھی اسکی آمد سے بھی انجان رہی تھی۔ تب ہی وہ چیئر سنبھالتے ہوئے نہایت نرمی سے استفار کر گیا تھا۔ وہ بھائی کی آواز پر گہرے خیال سے یکدم چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی اور وہ بہن کی خوبصورت آنکھوں میں نمی دیکھ کر بے چین ہو گیا تھا۔

"مکنون چندا! کیا ہوا ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟" اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ جو کب سے ضبط سے گزر رہی تھی بچوں کی طرح بلک اٹھی تھی۔ اور اس کی بے چینی یوں بڑھا گئی تھی کہ وہ اٹھ کر اس تک پہنچا تھا اور ٹیبل کو کھسکا کر گھٹنوں کے بل عین بہن کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔۔

"شاباش بتاؤ بھیا کو کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟" وہ بہن کا ہاتھ تھامے شفقت سے پوچھ رہا تھا۔

"زارون مر گیا بھیا۔۔" یہ کہتے ہوئے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں اور وہ لمحہ بھر میں ہی سمجھ گیا تھا کہ بات کس کی کی گئی ہے اس کا دل چاہا تھا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"اف!، مکنون کی بچی۔ تم نے میری جان ہی نکال دی تھی ایک فرضی کردار کی موت پر بھلا یوں روتے ہیں۔" وہ بہن کا ہاتھ تھامے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے اسے ڈپٹ رہا تھا اور وہ منمنا کر رہ گئی تھی۔

"خبر دار تم نے آئندہ کوئی فضول ڈرامہ دیکھا۔" کچن میں آکر اس کا ہاتھ چھوڑا تھا اور فریج سے پانی نکال کر دیتے ہوئے کڑے انداز میں وارننگ دی تھی۔

"آپ مجھے ڈانٹ کیوں رہے ہیں؟ آپ تو جانتے ہیں زارون میرا فیورٹ کیریکٹر تھا اسکی موت کا مجھے بے حد دکھ ہے۔" وہ چند گھونٹ پانی پینے کے بعد گلاس صلیب پر رکھتے ہوئے سوں سوں کر رہی تھی۔۔

"آئی نو بھیا کی جان لیکن اپنے جذبات پر قابو بھی تو رکھتے ہیں۔۔ تمہارا اس طرح رونا مجھے کتنا پریشان کر گیا اور ماما جان دیکھیں گی تو وہ کتنی مضطرب ہو جائیں گی۔۔۔" وہ بہن کو شفقت سے اپنے کاندھے سے لگاتے ہوئے بولا تھا اور وہ "سوری" کہہ گئی تھی مگر ساتھ ہی وہ نان اسٹاپ شروع ہوتی اسے ڈرامہ کی پوری قسط سناتی چلی گئی تھی۔ یہ اس کا معمول تھا جو بھی ڈرامہ دیکھتی تھی بھائی کو اسٹوری ضرور سناتی تھی اسلئے وہ بنا دیکھے بھی کافی ڈراموں کی تفصیل سے واقف تھا۔ زارون اسکے پسندیدہ ڈرامہ کا ہیرو تھا جو ایک ایکسیڈنٹ میں مر گیا تھا اور یہ بتاتے ہوئے اس کی ہچکیاں بندھنے لگی تھیں۔

"بس چپ کر جاؤ۔ تم مجھے پریشان کر رہی ہو۔" بہن کو پھر شد و مد سے روتے دیکھ کر بولا تھا اور اس کا موڈ چینج کرنے کے لئے اس نے کچھ سوچ کر آوٹنگ کا پروگرام بنایا تھا وہ آفس سے آنے بعد اپنے روم میں فریش ہونے تو کیا ماں کے روم میں سلام تک کرنے نہیں گیا تھا۔

"تم فریش ہو کر آؤ۔۔۔ میں ماما جان کو اپنے جانے کا بتا کر آتا ہوں۔" اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا تھا اور اسکے فریش ہو کر آنے کے بعد وہ گیراج کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"مہوش کا کیا ہو گا؟" اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی کہا تھا۔ مہوش، زارون کی بیوی اور ڈرامہ کی ہیروئن تھی۔

"کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا تم پریشان نہ ہو اور تم یہ ڈرامہ تو رات میں دیکھتی ہو اس وقت رونے دھونے کا پروگرام کیوں چلایا ہوا ہے۔۔۔" اس نے موڑ کاٹتے ہوئے یاد آنے پر پوچھا تھا۔

"فیئرویل میں گئی تھی نا میں لاسٹ ویک؟ اس لیے یہ قسط نکل گئی تھی۔ آج ریپیٹ میں دیکھی۔" اور وہ آگے سے کچھ کہنے کی بجائے موضوع ہی چینج کر گیا تھا۔

"پارٹی کیسی رہی تھی؟" اسکی اس بارے میں آج بات ہو رہی تھی کہ وہ تین دن کی بجائے پورے چھ دن بعد کل رات ہی وطن واپس آیا تھا۔

"بہت زبردست۔۔" میں نے اور عابیہ نے بہت انجوائے کیا تھا، اور واپسی میں عابی کی گاڑی خراب ہو گئی تھی تب ہم کسی سے لفٹ لے کر گھر پہنچے تھے۔ وہ چونکا تھا اور ناگواری سی محسوس کرنے لگا تھا وہ بھائی کی طرف دیکھتی اس کے چہرے پر ناپسندیدگی دیکھ کر یکدم لب دانتوں تلے دبا گئی تھی کہ درشہوار نے کچھ بھی بتانے سے منع کیا تھا مگر اب تیر کمان

سے نکل چکا تھا وہ اس سے تفصیل پوچھ رہا تھا۔ وہ ڈرتے ڈرتے تمام تفصیل اس کے گوش گزار کر گئی تھی وہ بہت ٹھنڈے دماغ کا تھا اور بہن کے لئے نرم چھاؤں کی مانند تھا مگر اس کا غصہ بھی کافی طوفانی ٹائپ ہو تا تھا اور وہ بہن کے لاڈ اٹھانے کے ساتھ اس کی بہتری کے لئے جو چیک اینڈ بیلنس رکھتا تھا۔

غصہ و ناگواری شو کرتا تھا تو وہ خائف ہو جاتی تھی اکثر اس سے شکوہ بھی کرتی کہ وہ یکدم بہت سخت ہو جاتا ہے اور اُسے ڈر محسوس ہو تا ہے مگر وہ اسکا شکوہ مسکرا کر ٹال جاتا تھا کہ مقصود اسکی بھی بھلائی ہوتی تھی۔ تمام تفصیل سننے کے بعد ایک لمبا لیکچر اسے دیا تھا۔ اجنبیوں پر بھروسہ نہ کرنے کی ہدایت، نقصانات گوش گزار کرتے ہوئے آئندہ رسک نہ لینے کی ہدایت کی تھی اور وہ اچھے بچوں کی طرح سنتی اثبات میں سر ہلاتی رہی تھی۔ یہ تک نہیں بولی تھی کہ اسے تو اس اجنبی شخص سے بھی ڈر سا محسوس ہوا تھا۔ اس کی خود پر جمی آنکھیں نہ صرف اس وقت ڈسٹرب کر گئی تھیں بلکہ جب کبھی خیال بھی آتا تھا وہ ڈسٹرب ہو جاتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کچھ محسوس کیا تھا مگر اُسکی آنکھوں میں کیا تھا؟ وہ یہ سمجھ نہ پائی تھی۔

"سمجھ آگئی ہے میری بات؟" وہ بھائی کی آواز پر یکدم چونکی تھی۔

"جی بھیا میں سمجھ گئی ہوں اور میں آئندہ خیال رکھوں گی جبکہ میں جانتی ہوں کہ ایسی نوبت کبھی نہیں آئے گی۔" وہ دھیمے سے لب کچلتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

"میں اسی لیے تمھیں جانے نہیں دے رہا تھا۔ مگر تمہاری ضد، اکثر پرابلم کری ایٹ کرتی ہے۔ اب تم بچی نہیں رہی ہو۔ اب بڑی ہو گئی ہو۔ فضول، ہر وقت کی ضد کرنا چھوڑ کر میچیور ہو جاؤ کہ ہر وقت کی ضد یونہی مسائل کھڑے کرتی ہے۔" اس نے گاڑی پارک کرتے ہوئے کہا تھا اور وہ اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔

"میں آپکو اور ماما کو بہت پریشان کرتی ہوں ناں۔۔" آنسو گرنے لگے تھے۔

"ہاں بہت زیادہ لیکن ہمیں اچھا بھی لگتا ہے۔ تمہیں کچھ کرنے سے روکنے یا سمجھانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم لوگ تم سے پریشان ہیں تو مکنون ایسا بالکل ایسا نہیں ہے کہ روک ٹوک تمھاری تربیت کے خیال سے کرتے ہیں۔ کہ ہم اپنی در مکنون کو پرفیکٹ دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔" ہاتھ بڑھا کر آنسو صاف کیے تھے اور نرمی سے اپنا مطمع نظر بہن کے سامنے رکھ دیا تھا۔۔ اس کے لب یکدم مسکرا دیے تھے اور وہ مطمئن سا گاڑی سے اتر گیا تھا کہ اس کی بہتری کے لیے سختی کر جاتا تھا مگر پرواہ بھی بہت کرتا تھا کہ اسکے لئے دنیا میں کوئی اہم تھا تو وہ اس کی ماں اور بہن تھی۔ ایک بہت اچھی شام دونوں نے ساتھ گزاری تھی بہن کی چھوٹی چھوٹی باتیں، دھیمی سی ہنسی، اسکی دن بھر کی تھکان کا احساس تک مٹا گئی تھی اور ان سے ذرا فاصلے پر بیٹھا ابرج سہروردی کافی حیران بھی تھا اور مسرور بھی۔ خوشی دیدار یار کی تھی اور حیرانگی سید ابان بخاری کو دیکھ کر ہوئی

لگا ہے مسکراتا اپنے اندر ایک انوکھی جاذبیت سموئے ہوئے تھا۔ ہنستا مسکراتا ہشاش بشاش سید ابان بخاری اسے حیران کر گیا تھا کہ دور سے بھی وہ صاف محسوس کر رہا تھا کہ سید ابان بخاری سامنے بیٹھی چھوٹی سی لڑکی کی ہر بات کو کتنے غور سے سن رہا تھا جو کہ اس چیز کی جانب اشارہ تھا کہ سامنے بیٹھی لڑکی اس کے لئے خاص ہے، بہت خاص اور بہت اہمیت کی حامل ہے۔ ابرج سہروردی کی دو بہنیں تھیں مگر اس نے بڑی بہن کو تو کیا کبھی اتنا وقت اور اہمیت چھوٹی بہن کو بھی نہ دی تھی۔ اور سامنے بیٹھے شخص کے ہر انداز سے محبت اور احترام کا دریا سا چھلک رہا تھا۔ وہ آج تک کسی سے مرعوب نہ ہوا تھا مگر یہ شخص اسے اپنے حصار میں باندھ جاتا تھا وہ اس سے مرعوب ہو جاتا تھا ایک ایسا شخص جو اپنی ذات میں اپنی انجمن تھا اگر وہ سید ابان بخاری کی شخصیت سے مرعوب تھا تو کچھ تو تھا نا سید ابان بخاری کی شخصیت میں کہ ایک ہر طرح سے مکمل اپنی ذات میں انجمن شخص ابرج سہروردی جو خود کتنوں کی دل کی دھڑکن تھا وہ سید ابان بخاری کی شخصیت سے مرعوب تھا اور مزید ہو رہا تھا سامنے وہ لڑکی موجود تھی جو اس کے دل میں یوں سمائی تھی کہ ہزار خواہشوں کے دیئے جل اٹھے تھے۔ دل کی دہلیز روشن ہو گئی تھی۔

دہلیز پہ میرے دل کی جو رکھے ہیں تو نے قدم
تیرے نام پہ میری زندگی لکھ دی میرے ہم دم

وہ لڑکی تو اپنی جانب متوجہ کر ہی رہی تھی مگر اس کے بھائی کی شخصیت بھی اثر کر رہی تھی۔ ایسا کیوں ہو رہا تھا وہ یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ ان سے فاصلے پر بیٹھا کبھی اس ساحرہ کے سحر میں جکڑا جاتا تھا تو کبھی اس کے بھائی کی شخصیت سحر زدہ کر دیتی تھی وہ الجھا سا بیٹھا تھا کہ وہ شخص کرسی کھسکا کر اٹھا تھا اور وہ ساحرہ بھی اسکی تقلید میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی ان کے پیچھے ہی وہ بھی باہر کی طرف بڑھا تھا یہ سوچتے ہوئے کہ لگن سچی ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے کہ آج ہی تو اس نے اسکی آواز سنی تھی اور مدھر آواز نے جو دیدار کی حسرت کو جلا بخشی تھی اس میں اتنی تپش و شدت تھی کہ وہ جس وقت آفس سے نکل رہا تھا بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا اپنے آپ پر حیران ہوتا "کہاں ملوں؟؟؟" یہی سوچتا رہا تھا دن میں لنچ بھی نہیں کیا تھا اور جب تھکن سے برا حال ہونے لگا تھا جب حسرت ناکام ہونے لگی تھی تو وہ پزاہٹ آ گیا تھا اور حسرت دیدار میں بدل کر اسکے دل کی دنیا زیر وزبر کر گئی تھی۔

"آج تمھیں دیکھنے کی حسرت میں اتنی شدت تھی کہ تم میری نگاہ تک خود چل کر آ گئی ہو تو اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے دل کی جو دُنیا بدل گئی ہے اِس میں کتنی شدت و لگن ہو گی کہ یہی شدت طے کرے گی کہ دِل میں جو محبت سر اٹھا رہی ہے محبت ہے بھی یا نہیں۔" اس نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے سوچا تھا۔ اسے اپنی گاڑی دور سے نظر آ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد اُسے سید ابان بخاری عین اسکے برابر والی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے نظر آیا تھا اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا

وہ اپنی گاڑی کی طرف عجلت میں لپکا۔۔

”واٹ آپلیزنٹ سرپرائز مسٹر بخاری!“ اس نے کمال کی اداکاری کرتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف پیش قدمی کو روک کر اس کو مخاطب کیا تھا جو گاڑی میں بیٹھنے کو تھا۔

سید ابان بخاری نے چونک کر سر اٹھایا تھا اور اپنے اسامنے شاندار ابرج سہروردی کو دیکھتا وہ ڈرائیونگ ڈور بند کرتا خیر مقدمی مسکراہٹ کے ساتھ اسکی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا گیا تھا۔

”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے مسٹر سہروردی مگر اس وقت اجازت دیجیے۔“ وہ رسمی سلام دعا کے بعد شائستگی سے بولا تھا کہ کچھ فاصلے پر اس کی لاڈلی اس کی منتظر تھی ایسے میں وہ اس کو زیادہ وقت دینے سے قاصر تھا۔ اس نے سید ابان بخاری کی نگاہ کی سمت میں دیکھا تھا سامنے نظر کے وہ آگئی تھی جو بھائی کو اشارے کر رہی تھی اس کے دیکھنے پر کنفیوژ ہوتی نظر کا زاویہ بدلتی ہاتھ نیچے کر گئی تھی۔ اس نے زیر لب مسکرا کر سید ابان بخاری کو دیکھ کر کہا تھا۔

”شیور مسٹر بخاری۔“ اس نے کہتے ساتھ ہی ہاتھ بڑھایا تھا جسے سید ابان بخاری تھام کر اگلے سیکنڈ آزاد کرتا، گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اس نے بھی تقلید کی تھی مگر گاڑی میں بیٹھنے سے قبل کچھ فاصلے پر کھڑی سبز رنگ کی لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں شفون کا پرنٹڈ ڈوپٹہ گلے میں لٹکائے اس ساحرہ کو دیکھنا نہ بھولا تھا جو اس کی گہری نگاہ سے سرخ پڑتی مزید کنفیوژ ہو گئی تھی اور اس نے اسکی حالت پر زیر لب مسکراتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی ساتھ ہی عادت کے مطابق اسٹیریو آن کر دیا تھا اس کے پاس میوزک کی نیو، اولڈ پاکستانی، انڈین، انگلش سونگز کی کافی کلیکشن موجود تھی۔ گاڑی میں یکدم ہی انڈین مووی کا خوبصورت سونگ گونج اٹھا تھا۔

سونو نہ سنگ مرمر کی ہیں یہ مینارے

کچھ بھی نہیں ہیں آگے تمہارے

آج سے دل پہ میرے راج تمہارا، تاج تمہارا

بن تیرے مدھم مدھم، بھی چل رہی تھی دھڑکن

جب سے ملے تم ہمیں آنچل سے تیرے بندھے

دل اڑ رہا ہے۔۔ سونو نا آسمانوں کے یہ ستارے

کچھ بھی نہیں آگے تمہارے

☆☆☆☆

"تم پاگلوں جیسی باتیں مت کرو! بھیا مجھے کسی قیمت پر نہیں جانے دیں گے۔" عابیہ کا فون تھا اس کی فیملی پکنک پر جا رہی تھی اس نے درِ مکنون کو بتانے کے ساتھ چلنے کی آفر کر ڈالی تھی جس سے اس کا دل مچل اٹھا تھا مگر وہ صاف انکار کر گئی تھی جس پر عابیہ اسے تنگ کرنے کی نیت سے انسسٹ کر رہی تھی جس پر وہ تپ کر بولی تھی، اور وہ اسے مزید چڑانے لگی تھی۔

"ایسے ہٹلر ٹائپ شکر ہے، میرے بھائی نہیں ہیں۔" عابیہ کے لہجہ میں شرارت تھی جسے وہ غصہ کے باعث محسوس نہیں کر پائی تھی۔

"بکواس نہیں اچھا۔۔" دُرِ مکنون ناگواری سے بولی تھی۔

"میں اپنے بھیا کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔" اندر داخل ہوتا سید ابان بخاری چونک اٹھا تھا کہ وہ سامنے ہی صوفے پر پاؤں اوپر کئے گود میں کشن رکھے بیٹھی تھی اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس کے لبوں پر بہن کو دیکھتے ہی مسکراہٹ بکھر گئی تھی کہ یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ اسکی لاڈلی اپنی اکلوتی دوست سے گفت و شنید میں مصروف ہے۔

"بھئی ہٹلر کو ہٹلر ہی کہا جاتا ہے۔اس میں غصہ ہونے والی کونسی بات ہے۔۔" وہ دوست کا غصہ انجوائے کرتے ہوئے زیر لب مسکرا رہی تھی اسکی سیاہ آنکھیں اپنی شرارت پر چمک رہی تھیں۔

"تم انتہائی بدتمیز لڑکی ہو مجھ سے بات کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔اللہ حافظ!" اور وہ آگے سے ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی تھی مگر وہ لائن کاٹ گئی تھی عابیہ نے دوبارہ اس کا نمبر ڈائل کیا تھا مگر درِ مکنون نے غصہ میں اس کی کال ہی ریسیو نہ کی تھی۔وہ بے دلی سے سیل فون صوفے پر ڈال کر اٹھی تھی۔۔۔

"بھیا آپ کب آئے؟؟" وہ سلام کرتی دھیمے سے پوچھ گئی تھی کہ وہ عابیہ سے بحث کرنے میں اس قدر مگن تھی کہ اس نے بھائی کی موجودگی کو محسوس ہی نہ کیا تھا۔

"میں ابھی کچھ دیر پہلے ہی آیا۔تم کسی سے لڑ رہی تھیں؟" وہ ملازمہ کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے پوچھ گیا تھا۔۔

"لڑ تو نہیں رہی تھی بھیا۔بس وہ عابی ہے ناوہ بہت بکواس کرنے لگی ہے۔" اس نے ناک چڑھا کر کہا تھا۔اس نے گلاس واپس کرتے ہوئے بہن کو تنبیہانہ نگاہ سے دیکھا تھا۔

"مکنون! یہ بات کرنے کا کون سا انداز ہے۔اور یہ بکواس کیا ہوتا ہے؟" وہ نوٹ کر رہا تھا کہ وہ اس لفظ "بکواس" کا بکثرت استعمال اپنی گفتگو میں کرنے لگی ہے اسلئے اسے ٹوک گیا تھا۔۔

"آئندہ بولنے سے پہلے خیال رکھوں گی۔" اس نے ترنت معافی مانگتے ہوئے آئندہ بچنے کا وعدہ کیا تھا، اس دوران اس کا سیل مستقل رنگ کرتا رہا تھا۔

"کال رسیو کرو اگر کوئی شرمندہ ہو اور تلافی کرنا چاہتا ہو تو اسے موقع ضرور دینا چاہئے۔۔" وہ ٹی وی کھولتے ہوئے نرمی سے بولا تھا اور وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ گئی تھی۔ مگر اسوقت اسے سچ میں غصہ تھا اس لئے اس نے بھائی کی نرم سی ہدایت پر غور نہ کیا تھا اور بجتے ہوئے موبائل کو دراز میں ڈال کر وارڈروب کی جانب بڑھ گئی تھی۔

سید ابان بخاری نے نیوز چینل لگایا تھا والیوم کم کر کے صوفہ پر نیم دراز ہو گیا تھا کچھ ہی دیر گزری تھی کہ لینڈ لائن کی بیل ہونے لگی تھی اس نے والیوم بند کر کے ملازمہ کو آواز لگائی تھی جو سیکنڈوں میں حاضر ہوئی تھی اور اسکے کہنے پر کارڈلیس اسے تھما کر چلی گئی تھی۔ اس نے کال رسیو کی تھی کان سے لگا کے کچھ کہتا کہ ائیر پیس سے نسوانی آواز سماعتوں میں شیریں گھول گئی تھی۔

"مکنون کی بچی دماغ خراب ہے تمھارا؟ کب سے کال کر رہی ہوں تم ریسیو ہی نہیں کر رہی اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کہا تھا کہ یوں ناراض ہو جاؤ۔۔ بس تمھارے ہٹلر بھائی کو ہٹلر کہہ دیا اور تم نے رابطہ ہی منقطع کر دیا۔۔۔ اور اب کیا میں ہی بکواس کرتی جاؤنگی یا تم بھی کچھ کہو گی۔۔" سید ابان بخاری کارڈلیس کان سے لگائے کچھ متحیر سا بیٹھا تھا کہ کال کی دوسری جانب موجود لڑکی ٹرین کی رفتار سے بولتی جا رہی تھی۔

"آپ لائن پر رہیے میں مکنون کو بلا دیتا ہوں۔" سید ابان بخاری کی آواز سن کر تو اسکے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

"اف۔۔" ائیر پیس سے آہ ابھری تھی اور اسکے لبوں پر مسکان بکھر گئی تھی۔ مکنون اور عابیہ کا تقریباً چار سالوں سے ساتھ تھا ناینتھ کلاس میں انکی دوستی ہوئی تھی مکنون کچھ اس کے گھر نہیں گئی تھی اور وہ پچھلے چار سالوں میں تین سے چار بار ضرور انکے گھر آئی تھی اور سوئے اتفاق اسکی کبھی عابیہ سے فیس ٹو فیس بات نہ ہوئی تھی دور سے دیکھا ہوا تھا اور کال پر بات کا بھی پہلا اتفاق تھا وہ اتنی کنفیوژ ہوئی کہ کال ہی کاٹ گئی تھی۔

"اف توبہ مکنون کے بھائی بھی میرے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے۔۔" وہ بیڈ پر پریشان سی بیٹھی لب کچلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

جبکہ دوسری جانب سید ابان بخاری نے مسکراتے ہوئے والیم بڑھا دیا تھا۔ "مکنون جتنی احمق ہے دوست بھی اتنی ہی احمق رکھی ہوئی ہے۔ یہ لڑکیاں پتہ نہیں کسی تیز گام گھوڑے کی طرح کیسے بول لیتی ہیں۔" وہ حیرانگی سے سوچتا اپنی توجہ نیوز کی طرف مبذول کر گیا تھا کہ اسکی یہ عادت تھی کہ دن بھر میں ایک گھنٹہ تو لازمی کرنٹ افیئرز کے پروگرام اور نیوز سنتا تھا اخبارات بھی اسکے زیر مطالعہ رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں سے ناواقف نہ تھا اس کے برعکس مکنون اخبار کو ہاتھ بھی نہیں لگاتی تھی اور نیوز چینل کو منہ بنا کر بدل دیتی تھی کہ اُسے ڈرامے دیکھنے کا بہت شوق

تھا جسکی اسٹوری وہ اکثر فُون پر عابیہ سے ڈسکس کرتی نظر آتی تھی۔ سید ابان کے سر میں ہلکا ہلکا سا درد ہو رہا تھا۔ اس نے ٹی وی بند کر کے آنکھیں موندلی تھیں کہ ایکدم سستی کا ایسا غلبہ ہوا تھا کہ اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب جانے کی بھی ہمت نہ ہوئی تھی آنکھیں موند لیتے ہی یکدم کچھ کلک ہوا تھا ذہن میں ایک آواز گونجی تھی اور وہ زیر لب کچھ دیر پہلے ملنے والے لقب کو دہراتا دلکشی سے مسکرا دیا تھا۔

"ہٹلر" اسے ہنسی آنے لگی تھی یونیورسٹی اور کالج لائف میں اُسے کئی القابات سے نوازا گیا تھا آج اس میں اضافہ ہو گیا تھا اسے برا نہیں لگا تھا کہ وہ اس طرح کے القابات کا کہیں نہ کہیں عادی تھا کہ وہ لیے دیے رہنے والا بہت سنجیدہ سا شخص تھا، اسی باعث یونی ورسٹی کی کئی لڑکیاں بہت سے القابات سے نوازا کرتی تھیں کہ اسکی شخصیت ہمیشہ نا قابل تسخیر کی صف میں اول درجے پر رہی تھی۔ اس لڑکی کا دیا لقب اسے یونیورسٹی کے دنوں کی یاد دلا گیا تھا کہ وہ ایک زندہ دل شخص تھا بس اس نے اپنے لئے کچھ حدود مُقرر کی ہوئی تھں اور یہ جو حدود تھیں اسے نا قابل تسخیر بنا گئی تھیں۔ اسکی زندہ دلی باپ کی وفات اور ماں کی معذوری نے کہیں پوشیدہ کر دی تھی کہ زندگی جتنے امتحان لیتی ہے جتنی تکالیف دیتی ہے انسان خود سے اتنا ہی دور ہوتا جاتا ہے کہ ایک وقت میں ایک انسان ایک ہی چیز کے قریب رہ سکتا ہے۔ اب وہ دکھ ہوں یا اپنی ذات کی محفل اور اس کی ذات کی محفل تو پے در پے پڑنے والی مشکلات اور ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبتی ویران ہی تو ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

ابرج سہر وردی کام میں مشغول تھا کہ اس نے نیا پروجیکٹ شروع کیا تھا جس میں ایلیفیہ اس کی ہیلپ کر رہی تھی وہ اسے بلانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ وہ بلا خود ہی نازل ہو گئی تھی دھیمے سے سے ناک کرتی وہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی۔

"مے آئی کم ان سر؟" اس نے فائل سے سر اٹھا کر اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی اور اشارے سے بیٹھنے کو کہا تھا۔

"کافی ہینڈسم لگ رہے ہو۔" وہ اپنے کام میں مصروف تھا اور وہ اس کو انہماک سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

"لگ نہیں رہا ڈیئر میں ہوں ہی ہینڈسم۔۔" اس نے فائل کو سائیڈ پر کرتے ہوئے دلکشی سے کہا تھا وہ یکدم ہنس دی تھی۔

"جناب کو کافی خوش فہمیاں لاحق ہو گئی ہیں"۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں لب کا کونا دانتوں تلے دبائے بولی تھی ایسے میں وہ اتنی حسین لگا کرتی تھی کہ نگاہ ہٹنا دشوار ہو جائے۔ وہ یکدم ہی چڑ گیا تھا۔

"تم ذرا کم تپا ہو کر آیا کرو۔" وہ یکدم خود کو بہت مصروف ظاہر کرنے لگا تھا۔

وہ اسکی بات کو سمجھی نہ تھی اور پھر جیسے ہی اس کی بات کے مفہوم تک پہنچی تھی اس کی ہنسی کی جلترنگ چار سو پھیل گئی تھی۔

"میں نے آج کوئی تیاری کی ہی نہیں۔"۔اس نے اس کو متوجہ کرنے کو فائل اسکے کاندھے پر ماری تھی وہ یکدم اسے دیکھنے لگا تھا کہ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ معمول کی طرح دھلے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے سامنے براجمان تھی اور حسین آنکھوں میں حیرت سمائے اسے تک رہی تھی وہ مزید چڑ گیا تھا۔

"اس وقت میرے روم میں آنے کا مقصد بیان کرو اور اپنے روم میں واپس جاؤ"۔ وہ بے مقصد ہی فائلوں کو الٹ پلٹ کرنے لگا تھا۔

"خیر تو ہے ڈیئر ۔۔ کہیں آج تم پر میرا حسن اثر تو نہیں کر رہا۔" وہ اپنے مخصوص شرارتی انداز میں لب کا کونا دانتوں تلے دبائے مسکرا رہی تھی۔۔

"بکواس بند کر کے اپنے روم میں جاؤ"۔۔وہ غصہ سے اسے ڈپٹ گیا تھا۔۔

"میرے باس بننے کی کوشش مت کیا کرو تم۔۔۔"وہ غصہ سے کہتی اٹھی تھی اور روم سے نکل گئی تھی۔

اس نے ایلیفیہ کی ناراضگی محسوس کرنے کے باوجود اسے آواز دینے یا روکنے کی کوشش نہ کی تھی مگر وہ ڈسٹرب ہو چکا تھا کہ وہ اسکی بیسٹ فرینڈ تھی ان دونوں کا ساتھ بچپن کا تھا کہ وہ اس کی دوست ہی نہیں اس کے ماموں کی بیٹی تھی اسکی فسٹ کزن اس سے دو سال چھوٹی مگر دونوں کی دوستی مثالی تھی۔ان کی اسی انڈرسٹینڈنگ کی لوگ مثالیں دیا کرتے تھے اسے ایلیفیہ بے حد عزیز تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ جاب کرے مگر وہ ضد کر کے اس کے آفس آگئی تھی۔ مگر اس کا ایک ایک کی نظر میں آنا اسے ڈسٹرب کر رہا تھا کہ وہ یہی سوچتا تھا کہ جب اس کی نظر نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے حسین چہرے پر ٹکے رہنے کی منتیں کرنے لگتی تھی تو کسی اور کی کیوں نہیں۔۔۔؟ اور یہ پریکٹیکل لائف تھی جس میں ہر طرح کے مردوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ آج نگاہ ٹھہرنے لگی تھی تو اسے کل کی میٹنگ یاد آئی تھی کہ اس کو آفس جوائن کیے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا۔ اور اس نے کل پہلی دفعہ اس کے ساتھ کوئی میٹنگ اٹینڈ کی تھی۔ اور آج کی نسبت وہ کل نک سک سے تیار ہو کر آئی تھی اسے میک اپ وغیرہ سے ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی۔وہ کسی پارٹی وغیرہ میں ہی میک اپ کا اہتمام کرتی تھی وگرنہ ہر وقت دھلے منہ کے ساتھ ہی نظر آتی تھی۔ اور اس کا حسن اتنا کامل تھا کہ اسے کسی آرائش کی ضرورت ہی نہ تھی اور جب آرائش کا اہتمام کرتی تھی تو سونے پر سہاگہ ہو جاتا تھا اور آج اسے دیکھنے کے بعد وہ ڈسٹرب ہو گیا تھا کیونکہ کل اُس نے میٹنگ کے دوران سیٹھ ابراہیم کی نظریں مستقل ایلیفیہ پر ہی محسوس کی تھیں اور وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ کر

کے اسے ایلیفیہ قائل کر کے آفس آنے سے روکنا ہو گا۔

وہ اسی سوچ میں تھا کہ دروازے پر دستک دیتا ارمش چوہدری اسکی اجازت ملتے اندر چلا آیا تھا۔اس نے خود کو کمپوز کر کے اس کی لائی فائل کھولی تھی اور ارمش چوہدری سے اس نئے پراجیکٹ کے حوالے سے پوائنٹس ڈسکس کرنے لگا تھا ارمش چوہدری کو غیر فطری اور ان پروفیشنل انداز میں جاب پر رکھا گیا تھا مگر اس کے کام سے ابرج سہروردی مطمئن تھا۔وہ کافی قابل شخص تھا اسلئے ابرج سہروردی اس کے کام سے مطمئن تھا پچھلے ڈیڑھ ماہ میں اس نے اپنی جگہ بڑی تیزی سے بنائی تھی۔

"مس ایلیفیہ کو میرے روم میں بھیجیے۔"اس نے ارمش کی کسی بات کا آنسر کرنے کے بعد انٹر کام پر ہدایت دی تھی کہ اس پراجیکٹ کو وہی ہینڈل کر رہی تھی وہ پوائنٹس ایلیفیہ سے ڈسکس کر لینا چاہتا تھا مگر اسے یہ جان کر حیرانگی ہوئی تھی کہ وہ آفس سے جا چکی ہے۔وہ جس قدر اس سے اٹیچ تھا اس کی پریشانی فطری تھی اس نے ارمش کو جانے کا کہا اور خود اسکا نمبر ڈائل کرنے لگا تھا جو آف آ رہا تھا۔

"اوہ شٹ ۔۔۔یہ لڑکی کبھی بڑی نہیں ہو گی۔" والٹ اٹھاتے ہوئے وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنے روم سے نکلا تھا۔سیکریٹری اور ارمش کو ہدایت دیتا بڑی تیزی سے پارکنگ کی طرف بڑھا تھا۔۔گاڑی اسٹارٹ ہوتے ہی سجاد علی کی خوبصورت آواز گاڑی میں رقص کرنے لگی تھی۔

چھوڑو بھی گلہ

جو ہوا سو ہوا

لہروں کی زباں کو ذرا سمجھو

سمجھو کیا کہتی ہے ہوا

تم ناراض ہو؟ ہاں میرے کتنے پاس ہو

ہاں! نازک نازک سی پیاری پیاری سی۔۔۔

میرے جینے کی آس ہو

تم ناراض ہو!

☆☆☆☆☆☆

"سید ایان بخاری اسپیکنگ۔۔۔"وہ آفس سے گھر جانے کے لیے نکلا تھا جب اس کے نمبر پر انجان نمبر سے کال آنے لگی تھی جسے نظر انداز کرنے میں ناکامیاب ہو کر لا محالہ اس نے کال رسیو کر لی تھی۔

"کیسے ہو ڈیئر۔۔۔" بے تکلف سا نسوانی لہجہ سماعتوں میں اتر گیا تھا۔

"سوری پہچانا نہیں آپ کو؟؟؟؟؟"

اس کی ادائے بے نیازی میں تھا جو غرور

راہ غرور پہ چلتے چلتے مجھے لمحہ بھر میں داسی بنا گیا

نہایت خوبصورت لب و لہجہ میں شعر پڑھا گیا تھا، یکدم اسے اپنے سر میں درد اٹھتا محسوس ہوا تھا اور وہ غصہ سے فون بند کرنے کو تھا کہ پھر کانوں میں خوبصورت آواز گونجی تھی۔

"مغرور انسان۔ تم سے یہی امید تھی کہ تم پہچانو گے نہیں عبرود شاہ بات کر رہی ہوں۔" بے تکلفی سے شکوہ کرتے ہوئے تعارف کی رسم نبھائی تھی اور اسے اپنے سر میں درد بڑھتا ہوا محسوس ہو اتھا اس نے تعارف کے اگلے پل اپنی مصروفیت کا کہہ کر لائن ڈراپ کر دی تھی اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے غصہ سے اس کا برا حال تھا کہ اسے اس ٹائپ کی لڑکیاں کبھی پسند نہیں رہی تھیں اسطرح کی لڑکیوں سے یونیورسٹی میں کافی واسطہ پڑتا رہا تھا اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی یہ لڑکی جان کو آنے والی ہیں کہ فی الحال اس سے بچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے باپ کے ساتھ بزنس ٹرمز تھے جب وقتاً فوقتاً ان سے سامنا رہتا تھا تو ان کی اولاد نرینہ سے بھی وقتاً فوقتاً ٹکراؤ کا امکان تھا۔ وہ قدرے غصہ سے ڈرائیو کر رہا تھا اور غصہ سے پیچ و تاب تو وہ بھی کھا رہی تھی کہ لوگ تو اسکے کال رسیو کرنے کے منتظر رہتے تھے اور کہاں اس نے خود کال کی تھی جسے بے زاری و بے نیازی سے کاٹ دیا گیا تھا۔

"سید ابان بخاری! تم ہر گزرتے دن کے ساتھ عبرود شاہ کو چیلنج دے رہے ہو۔ تمھارا سارا غرور، بے نیازی اپنے قدموں تک لے نہیں آؤں گی میں بھی چین سے نہیں بیٹھوں گی۔" وہ موبائل بیڈ پر اچھالتی آئینہ میں اپنا ناقدانہ سا جائزہ لیتے ہوئے مطمئن سی ہو کر خود کو چیلنج دے گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"السلام علیکم۔۔۔" اس نے لاونج میں داخل ہوتے ہی سب پر سلامتی بھیجی تھی اور اسے دیکھ کر ان دونوں میاں بیوی کے چہرے گویا خوشی سے کھل اٹھے تھے۔ آسیہ آغا نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے خیر خیریت پوچھی تھی۔

"سب کچھ اے ون چل رہا ہے پہلے آپ یہ بتایئے کہ وہ ایلفی کہاں ہے۔۔" مامی کے بیٹھنے کا کہنے پر وہ جس مقصد کے لیے آیا تھا اس کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تھا۔

"آفس سے جب سے آئی ہے موڈ کچھ آف ہے۔ تم بیٹھو میں بلاتی ہوں اسے۔۔۔۔۔"

"آپ زحمت نہ کریں میں خود دیکھ لیتا ہوں جا کر۔۔" وہ ان کا جواب سنے بغیر ایلیفیہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا

تھا۔اور وہ شوہر کو دیکھنے لگی تھیں۔

"ہوئی ہو گی کچھ بات تبھی تو وہ یہاں آیا ہے۔۔جانتی تو ہو وہ اپنے ماموں مامی سے ملنے کبھی نہیں آتا جب بھی آتا ہے اپنی روٹھی ہوئی دوست کو منانے آتا ہے۔۔"شارق آغا نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔اور وہ شوہر کی بات سے اتفاق کرتیں کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں کہ وہ چاہے کسی بھی وجہ سے آئے ان کے نزدیک وجہ اہم کبھی نہیں رہی تھی۔ان کی نگاہ میں کچھ اہمیت رکھتا تھا تو وہ تھا ابرج سہر وردی اور اس کا آنا۔اور وہ جب بھی آتا تھا اسے کھائے پیئے بنا کبھی نہیں جانے دیتی تھیں۔۔اس لیے وہ اس کے ایلیفیہ کے کمرے میں جاتے ہی اس کے لیے اہتمام کرنے کی غرض سے کچن میں آگئی تھیں۔۔۔

ابرج سہر وردی نے دروازے پر دستک دی تھی مگر جواب ندارد۔۔اس نے پھر سے دستک دینے کی بجائے دروازے کی ناب گھمائی تھی۔دروازہ ان لاکڈ تھا۔وہ اندر داخل ہو گیا تھا۔ایلیفیہ جو تکیے میں منہ دیے بیٹھی تھی آواز پر بے اختیار اٹھ بیٹھی تھی اور اس کے چہرے کو دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔اس کا گلابی چہرہ سرخ اور متورم تھا۔آنکھیں الگ سرخی مائل تھیں۔ستواں ناک پر بھی گلابیاں اتری ہوئی تھیں۔۔

"ایک سیکنڈ میں میرے کمرے سے دفع ہو جاؤ ابرج! ورنہ میں۔۔"وہ اس کو دیکھتے ہی بد لحاظی سے چیخی تھی۔مگر اس نے دھمکی سنی ہی کب؟ عین اس کے سامنے بیڈ پر آ بیٹھا تھا۔۔

"ورنہ کیا ڈئیر فرینڈ؟"وہ اس کے غصہ کو کسی خاطر میں ہی نہ لایا تھا۔

"میں تمھیں جان سے مار دوں گی۔"وہ اسے غصہ سے گھورتی بیڈ سے اترنے لگی تھی کہ وہ اس کی کلائی پکڑ کر دوبارہ بیڈ پر بٹھا گیا تھا۔۔

"بڑی ہو جاؤ یار کیا بچوں کی طرح بی ہیو کرتی رہتی ہو۔"اب کی بار وہ قدرے چڑ کر بولا تھا۔

"بکواس مت کرنا اچھا۔۔۔ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"اس نے ابرج سہر وردی کو گھورتے ہوئے وارننگ دی تھی۔۔

"مت بتایا کرو مجھے یار میں جانتا ہوں تم سے برا کوئی نہیں ہے۔۔نہ ہو سکتا ہے۔۔"اس نے ہنستے ہوئے آنکھ دبائی تھی۔

"فضول انسان تم مجھے منانے آئے ہو یا میرا مربہ بنانے آئے ہو؟"وہ تکیہ اٹھاتی اسے مارنے اٹھی تھی۔۔

"آیا تو منانے ہی تھا مگر تم تپی ہوئی اتنی پیاری لگتی ہو کہ دل کر رہا ہے تمہیں مزید تپا کر رکھ دوں۔"وہ دل فریب سی ہنسی کے ساتھ بولا تھا اور وہ دانت کچکچا کر رہ گئی تھی۔۔

"انسان بن جاؤ ابرج! ورنہ میرے ہاتھوں سے سچ میں کسی دن ضائع ہو جاؤ گے۔" وہ بیڈ سے کچھ فاصلے پر ٹھہری دانت کچکچا کر بولی تھی۔

اس کی نظر اٹھی تھی اور وہ جھنجھلا کر رہ گیا تھا۔ وہ کچھ فاصلے پر دوپٹے سے بے نیاز فیروزی کاٹن کے شلوار سوٹ میں کھڑی تھی۔ اس کے جسم کے نشیب و فراز کچھ عیاں تھے کہ اسے غصہ آ گیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور باہر کی جانب بڑھا اور وہ اگلے سیکنڈ ہی لپک کر اس کا بازو دبوچ گئی تھی۔

"فضول میں نخرے نہ کرو تم۔ میں شدید ناراض ہوں تم سے۔ منانے آئے ہو تو ڈھنگ سے مناؤ۔" وہ اس کی ذہنی حالت سے انجان اس کی راہ میں آ گئی تھی۔

"تم لڑکیاں وہ کیا پہنتی ہو؟ دوپٹہ۔۔ وہ پہنو پھر کرنا مجھ سے بات۔۔۔" ابرج جانتا تھا کہ وہ ایسے نہیں جا سکتا کہ وہ اسکے کمرے سے نکل بھی جاتا تو اس نے تعاقب کرتے ہوئے پیچھے پہنچ جانا تھا اس لئے خود کو کمپوز کر کے بولا تھا اور وہ حیرانگی سے ابرج سہروردی کو دیکھنے لگی تھی۔

"تمہاری طبعیت ٹھیک ہے؟ جب سے میں نے تمھارا آفس جوائن کیا ہے کافی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہو۔" وہ بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر کاندھوں پر ڈالتی اسکے عجیب و غریب رویہ کو نشانہ بنا گئی تھی۔

"میں بہکی بہکی باتیں نہیں کر رہا۔ تمھیں یہاں سے۔" اس نے اپنے سر کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"بڑا ہونے کی ضرورت ہے بچی تو ہو نہیں کہ مجھے کھل کر بتانا پڑے بس اب سے خود ہر بات کا خیال رکھنا۔" وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تم کہنا کیا چاہ رہے ہو وہ؟" منہ بنا کر پوچھ رہی تھی۔

وہی جو تم سمجھنا نہیں چاہ رہیں! یاد رکھنا اسٹوڈنٹ لائف اور پروفیشنل لائف میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے کہ جب ہم اسٹوڈنٹ لائف میں ہوتے ہیں تو وہاں کئی لوگ ہماری ہی طرح ہوتے ہیں لاپرواہ، اچھی سوچ کے مالک مگر جب پروفیشنل لائف میں آتے ہیں تو کچھ لوگ بہت اچھے، بہت نیک سوچ کے حامل ہوتے ہیں اور کچھ گھاگ شکاری اور تم ابھی ان چیزوں کو نہیں سمجھتی ہو نہ ہی سمجھنا چاہتی ہو اس لئے میں تمہارے جاب کرنے کے خلاف تھا مگر اب تم نے جوائننگ دے دی ہے تو اسٹوڈنٹ لائف کی لاپروائیاں ترک کرو اور پروفیشنلزم کی طرف آ جاؤ اور پروفیشنلزم میں سب سے پہلے اپنی سیکورٹی، اسکے بعد پھر کچھ اور ہوتا ہے کہ اسٹوڈنٹ لائف میں ہم جس بات پر پانچ منٹ پہلے روتے ہیں اسی بات کو کیفے ٹیریا میں ہنس ہنس کر انجوائے کرتے ہیں اس لئے تم ہر چیز کو اب پریکٹیکلی فیل کرنا شروع کر دو کہ عزت بنائے رکھنے

کے لئے انسان کو خود سے کوشش کرنی پڑتی ہے۔" وہ بنا ہی سانس لیئے کہتا چلا گیا تھا۔اور وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس نے موقع ہی نہیں دیا تھا۔

"یاد رکھنا ایلفی تم میرے لئے بہت سے لوگوں میں سب سے اہم ہو، بہت محبت ہے تم سے، بہت زیادہ پرواہ ہے تمھاری اور میں نے جو کچھ کہا ہے کہ میرے جذبات ہیں تمھارے لئے فکر ہے میری کہ میں نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی اچھی بری نگاہ اٹھے اب چاہے وہ میری ہی نگاہ کیوں نہ ہو۔" وہ گہری سنجیدگی سے مزید بولا تھا اور وہ خوبصورت آنکھوں میں حیرت سموئے اسکے آخری جملے پر اٹک گئی تھی۔

"اب ایسے پیار سے مت دیکھو کہ میرا دل بے قابو ہونے لگے۔" اس نے ماحول کا بوجھل پن کم کرنا چاہا تو وہ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔۔

"کیا بکواس کئے جا رہے ہو؟؟ میرے حسن سے طویل سالوں میں تو متاثر ہوئے نہیں اب ہیرے لگ گئے ہیں مجھ میں کہ تمہیں اپنے بھکنے کا خدشہ لاحق ہو گیا ہے۔"

"ہر وقت بکواس نہ کیا کرو ایلیفیہ! صرف ایک بات کہی ہے کہ میرے لیے تم کبھی اپنے معنی بدل ہی نہیں سکتیں مگر جب میری نگاہ تم پر ٹھہرے رہنے کو ملتجی ہوتی ہے تو ڈر جاتا ہوں کہ تمہارے اجلے دامن پر کوئی چھینٹ نہ آ جائے۔ کہ میں تمہارا احترام کرتا ہوں تو نگاہ ٹھہرتی نہیں ہے۔ڈر اس آنکھ سے جاتا ہوں جس میں احترام نہ ہوا اور وہ ٹھہرے رہنے پر مصر ہو گئی تو؟ اور اس تو سے آگے میں سوچنا نہیں چاہتا تمہیں کزن کی حیثیت سے نہیں دوست سمجھ کر سمجھا رہا ہوں۔ میرے ایکسپیرنس کو تم چیلنج نہیں کر سکتیں اس لیے اب اپنی حماقتیں ترک کر دو اور بڑی ہو جاؤ کہ بڑا ہونا فزیکلی بڑا ہونا نہیں ہوتا۔۔ یہاں سے۔۔ عقل سے بڑا ہونے کو بڑا ہو جانا کہتے ہیں۔" وہ اسے کھل کر سمجھاتا چلا گیا تھا اس کا چہرہ یکدم تپ اٹھا تھا۔

"اب میں اتنی بھی احمق نہیں ہوں اچھا۔" وہ خجالت مٹانے کو بولی تھی کہ وہ اپنی لاپرواہیوں سے واقف تھی کہ اس کے سامنے دوپٹے کا ہوش کبھی نہیں رکھا تھا، جیسے وہ اس کی سہیلی ہو۔ آفس میں بھی اس کا وہی انداز تھا بے ساختہ ہنس دینا، ہاتھ پر ہاتھ مار دینا، کاندھے پر دھموکا جڑ دینا۔ان سب باتوں کی وجہ سے وہ سب کی توجہ کھینچ رہی تھی۔وہ بے چین ہوتا جا رہا تھا اس لیے آج اس احمق سے کھل کر بات کر لی تھی۔

اور ان دونوں کو بلانے آتیں آسیہ وہیں سے پلٹ گئی تھیں کہ وہ یہ سب بیٹی کو سمجھاتی رہیں تھیں مگر وہ سمجھتی ہی نہ تھی۔ مگر اب انھیں امید ہو چلی تھی کہ کافی کچھ اسے سمجھ آ گیا تھا اور کچھ اس میں وہ حصہ ڈالنے والی تھیں۔ ابرج سہروردی پر انہیں پیار آ رہا تھا کہ اگر وہ اسے اس کی موجودگی میں محفوظ سمجھتی تھیں تو کچھ غلط بھی نہ تھا مگر وہ تھا تو ایک مر

دہی۔۔یہ سوچ کر وہ اب خود سے محتاط ہو کر بیٹی کو احتیاط کی راہ پر ڈالنے والی تھیں۔اکثر نقصانات اس لیے ہوتے ہیں کہ لاپرواہی اور غیر ذمہ داری کا ثبوت فراہم کیا جاتا ہے۔اگر احتیاط کا دامن تھام کر چلا جائے تو نقصان کا خدشہ زیرو فیصد پر آکر ٹھہر جاتا ہے۔

"ویسے تم مجھے منانے آئے تھے یا دادا اباؤں کی طرح نصیحتیں کرنے آئے تھے؟" وہ منہ بنا کر بولی تھی اور وہ ہنس دیا تھا۔

"یار منانے ہی آیا تھا وہ تو تمہارے حسن کی تاب نہ لا سکا تو نصیحتوں کے انبار لگا دیے۔"ہنستے ہوئے بے تکلفی سے جملہ کسا تھا اور وہ یکدم سرخ پڑ گئی تھی۔

"جب سے میرے باس بنے ہو نیت کچھ خراب ہو گئی ہے تمہاری۔۔" وہ اسکے کاندھے پر ہاتھ مار کر ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"اف!توبہ کرو لڑکی،کیوں مجھ معصوم پر الزام لگاتی ہو۔۔"وہ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بولا تھا۔۔

"الزام نہیں ہے مجھے سچ میں تمہاری نیت خراب ہوتی ہوئی لگ رہی ہے۔" وہ ناک چڑھا کر سابقہ لہجے میں بولی تھی
۔

"بکواس بند ہی رکھو اپنی۔۔تم جیسی احمق سے تو کچھ کہنا ہی فضول ہے ایک تو میں تمہاری فکر میں دبلا ہو رہا ہوں اور تم ہو کہ میری ہی نیت پر شک کر رہی ہو سپریم کورٹ تک جاؤں گا میں۔" وہ دونوں عقل اور تُک کی بات ذرا کم ہی کیا کرتے تھے وہ یکدم **کھلکھلا** کر ہنس دی تھی۔

"ضرورت نہیں ہے کہ بابا سے تم نے کچھ کہا تو میری شامت آجانی ہے کہ بابا میری جاب کرنے کے خلاف ہیں۔" وہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"ماموں جان سے میں کچھ نہیں کہہ رہا تم بس اب عقل کا استعمال شروع کر دو۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور وہ اچھے بچوں کی طرح وعدہ کر گئی تھی۔

ایلیفیہ ،شارق آغا کی اکلوتی اولاد تھی اور شادی کے تقریباً آٹھ سال بعد ہوئی تھی اسلئے ماں باپ کی ہی نہیں اکلوتی پھپھی (ابرج سہروردی کی والدہ) کی بھی بے حد لاڈلی تھی شارق آغا این ای ڈی یونیورسٹی میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے انہوں نے اپنی محدود آمدنی میں بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی ان سب کے لاڈ پیار و توجہ کے سبب اس میں کافی بچپنا تھا جس کے باعث وہ آسیہ سے ڈانٹ کھاتی ہی رہتی تھی مگر سدھرنے کے آثار نظر نہیں آتے تھے اسے بگاڑنے میں ابرج سہروردی کا مرکزی کردار تھا کہ وہ اس سے چار سال چھوٹی تھی گلابی گول مٹول سی ایلیفیہ پہلے دن سے اسکی توجہ کا مرکز

رہی تھی اور ہر گزرتے دن کے ساتھ جس میں اضافہ ہی ہوا تھا وہ دونوں گہرے دوست بن گئے تھے دونوں کو ایک دوسرے کے بنا چین نہیں آتا تھا اس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس کے بولنے کے انداز پر بھی کافی اثر پڑا تھا اور ڈریسنگ تو ٹاپ اور جینز سے آگے بڑھی ہی نہ تھی وہ تو بس اکثر پارٹیز میں ٹیپیکل گرلز کا لباس زیب تن کرتی تھی دوپٹہ کا ہوش تو کبھی رہا ہی نہ تھا ماں کے احساس دلانے پر بھی لاپرواہی عروج پر رہتی تھی مگر جو چیز ابرج سہر دوری نے چند دنوں میں نوٹ کر کے اسے آج نصحیتوں کے گھیرے میں لیا تھا تو امید تھی کہ وہ کچھ سدھر جائے گی کیونکہ وہ اگر سدھرنے کا ارادہ نہیں بھی رکھتی تھی تو ابرج سہر وردی اسے سدھارنے، مکمل لڑکی کے روپ میں ڈھالنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا اور اتنے ہی خطرناک ارادے آسیہ کے بھی تھے اس لیے اس کے سدھرنے کے دن نزدیک آ چکے تھے۔

☆☆☆☆☆

"پلیز بھیا! میں صرف دس منٹ میں آ جاؤں گی۔" وہ لیپ ٹاپ پر پریزنٹیشن بنا رہا تھا جب وہ عابیہ کے گھر جانے کی اجازت طلب کرنے چلی آئی تھی۔ اور بھائی کو چپ دیکھ کر وہ انسسٹ کرنے لگی تھی۔

"تم لڑکیاں ایک دوسرے سے مل کر، باتیں کر کر کے تھکتی نہیں ہو؟ اس نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر کر کے بہن کو دیکھا تھا۔

"عابی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" دھیمے سے بتایا تھا اور وہ تشویش سے دیکھنے لگا کہ ابھی دو سے تین گھنٹہ پہلے اس نے کھنکھناتا، شرارتی لہجہ سنا تھا جس سے وہ کہیں سے بھی بیمار محسوس نہیں ہوئی تھی۔

"کل صبح میں چلی جانا، رات کے آٹھ بجے کسی کے گھر جانا مناسب نہیں لگتا۔" وہ تشویش سائیڈ پہ کرتا نرمی سے بولا تھا۔

"بھیا پلیز صرف دس منٹ۔۔۔"

"مکنون! ہر وقت ضد کرنے مت بیٹھ جایا کرو، میں دن میں تمہیں اجازت نہیں دیتا تو تم سوچ بھی کیسے سکتی ہو کہ میں تمہیں رات کے آٹھ بجے منہ اٹھا کر کسی کے گھر جانے دوں گا۔" وہ درشتگی سے اس کی بات ہی کاٹ گیا تھا۔ اور اس کے لفظ اور لہجہ اس قدر سخت تھے کہ اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"رونے کی بالکل ضرورت نہیں۔۔ میں کچھ دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں کہ تمہاری ضد اور بے جا فرمائشیں بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔ بچوں کی طرح بی ہیو کرنا چھوڑو۔۔ کچھ دنوں میں تمہاری یونیورسٹی سٹارٹ ہونے والی ہے۔ اور تمہارا بچپنا ہی ختم ہونے کو نہیں آ رہا۔ "کام کا بر ڈن، اوپر سے صبح سے سر میں شدید درد تھا۔۔ وہ بہن پر برس رہا تھا۔۔

"آئی ایم سوری۔" وہ روتے ہوئے منمناتی ہوئی روم سے نکلتی چلی گئی تھی۔ اسے ہر گز بھی ملال نہیں ہوا تھا۔ وہ

چھوٹی بہن کی تربیت کے خیال سے سختی ضروری خیال کرتا تھا۔ مگر کچھ ہی دیر بعد اس کا بلاوہ آگیا تھا اور جیسے ہی وہ ماں کے کمرے میں پہنچا تھا در شہوار اس پر برس پڑی تھیں۔

"ماما جان پلیز! ہر وقت جذباتی نہ ہوا کریں آپ۔ میں نے مکنون کو ڈانٹا بالکل نہیں ہے۔ بس سرزنش کی ہے اور یہ اس کی تربیت کے لیے بہت ضروری ہے۔۔" وہ خاموشی سے ڈانٹ سننے کے بعد نرمی سے بولا تھا۔

"جانتی ہوں تمہیں بھی اور اس احمق کو بھی۔۔ مگر اس دل کا کیا کروں کہ جو اس کی ذرا سی تکلیف پر پریشان ہو جاتا ہے۔ کتنا رو رہی تھی وہ اور کیا تم جانتے نہیں ہو کہ وہ کتنے چھوٹے دل کی ہے بات بعد میں کرتی ہے روتی پہلے ہے۔۔ ایسے میں میں خود کو سمجھاؤں بھی تو کس طرح؟" بے بسی سے کہتیں وہ رو پڑی تھیں۔

ماما جان! مکنون کو عقل دینے کے لئے آپکو اسٹرونگ بننا ہو گا کہ اسی طرح چلتا رہا تو بہت مشکل ہو جائے گی کل کو ہم نے مکنون کی شادی بھی کرنی ہے اسے آپ اگلے گھر کے لئے تیار کریں آپ مانتی رہیں گی وہ منواتی رہے گی تو اسکی شخصیت میں کمی آجائے گی۔" وہ ماں کے آنسو صاف کرتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے انھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا ان کی اس پوائنٹ پر توجہ مبذول کروانا چاہتا تھا جس پر ان کی نگاہ سرے سے ہی نہ تھی اور یہ تشویش ناک بات تھی۔

"بیٹیوں کی غلط بات صحیح لگتی ہے مگر بیویوں کی صحیح بات بھی غلط ہی گردانی جاتی ہے اللہ نہ کرے کہ ہماری مکنون کو لائف میں کسی بھی ٹربل سے گزرنا پڑے مگر ہمیں اسے اسٹرونگ تو بنانا ہو گا ہماری جذباتیت اسے کمزور بنا رہی ہے اور کمزوری بذات خود کوئی اچھی شے تو نہیں ہے۔" وہ بھی شاید ماں کی طرح اس پہلو پر شاید کچھ برس نہ سوچ پاتا مگر ہفتہ قبل ہی تو سیٹھ اکرام نے در مکنون کے لئے اپنے بیٹے کا پرپوزل دیا تھا یکدم اسکی سوچ بدل گئی تھی کہ وہ بھی تو بہن کو ماں کی طرح ہی بچی ہی سمجھے ہوئے تھا پرپوزل آیا تھا تو احساس ہوا تھا کہ اسکی بہن بچی نہیں رہی بڑی ہو گئی ہے اس نے سیٹھ اکرام کے پرپوزل کا ماں کو نہیں بتایا تھا کہ وہ سہولت سے انھیں انکار کر چکا تھا اسکے پاس وجوہات تھیں جس کے پیش نظر اس نے مشاورت کے بغیر ہی صاف انکار کر دیا تھا مگر اب وہ ہفتہ بھر پہلے کی بات ماں کے گوش گزار کر گیا تھا وہ انگشت بدنداں رہ گئی تھیں انھیں بیس سال کی اپنی بیٹی بچی لگتی تھی یکدم وہ انھیں بہت بڑی محسوس ہونے لگی تھی۔

"ماما جان در مکنون کے اب پرپوزل آنے لگے ہیں چند سالوں تک ہم نے اسکی شادی بھی کرنی ہو گی اسے زندگی کی تلخیوں کا نہیں پتہ۔ زندگی اللہ نہ کرے کہ کبھی اس پر اپنا دائرہ تنگ کرے مگر اسے زندگی کی کچھ حقیقت، کچھ کمپرومائز کرنے کے گر سکھانے ہی ہوں گے کہ ہم نہیں جانتے کہ آگے زندگی کیسے امتحان لے آئے۔۔ ہماری تو کوشش ہوتی ہے کہ ہم اپنی مکنون کو سب سے بہترین چیز مہیا کر دیں مگر کہیں نہ کہیں کوئی کمی رہ جاتی ہے اور یہ بات مکنون کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اپنے ساتھ اپنے سے وابستہ لوگوں کی پرواہ بھی کرنی پڑتی ہے کچھ حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ کھونا بھی پڑتا

ہے۔" وہ ناصحانہ انداز میں بہن کی لا ابالی شخصیت کا تجزیہ کرتا آگے کا لائحہ عمل بناتا ان کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

پیچھے وہ گہری سوچوں کے ساتھ رہ گئی تھیں کہ بیٹا غلط نہیں کہہ گیا تھا اور بیٹی کی تربیت کے خیال سے انھیں ہی اسٹرونگ بننے کی ضرورت تھیکہ ان کی مکنون ایسی نہیں تھی۔ وہ تو شوہر کی وفات کے بعد انکی توجہ کا اس قدر مرکز رہی تھی کہ اس کی شخصیت میں لا ابالی پن، بے فکری اور ضد در آئے تھے۔ مگر اب انھیں مناسب انداز میں بیٹی کی شخصیت پر کام کرنا تھا۔۔ کہ وہ یہ تو برداشت کر ہی نہیں سکتی تھیں کہ ان کی بیٹی کی زندگی میں کوئی کمی رہ جائے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ہائے ہینڈسم!" وہ اس پارٹی میں آنا ہی نہیں چاہتا تھا اور جس کی وجہ سے تغافل برت رہا تھا ہال میں انٹر ہوتے ہی وہی اس سے آن ٹکرائی تھی۔۔۔اس نے ایک گہری سانس بھرتے ہوئے اس کو دیکھا تھا۔ گلابی رنگ کی میکسی میں وہ انتہائی حسین لگ رہی تھی۔

اس نے چہرے پر تکلفانہ مسکراہٹ سجا کر اس کے ہاتھ کو ہلکے سے دبا کر چھوڑ دیا تھا کہ وہ جس طبقے سے تعلق رکھتا تھا وہاں گلے ملنے کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس نے تو محض ہاتھ ہی ملایا تھا۔

"میرے دل میں ایک خدشہ سا پل رہا تھا کہ شاید تم نہ آؤ اور اگر ایسا ہو جاتا نہ ابان تو میری سالگرہ کا دن میرے لیے اپنی تمام تر کشش رکھتے ہوئے بھی بالکل بے کار ہو جاتا۔" وہ بے تکلفی سے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی تھی۔ اور وہ اس سے چاہ کر بھی نہیں کہہ سکا تھا کہ وہ ہرگز بھی اس کی برتھ ڈے پارٹی میں شریک نہ ہوتا اگر رسم دنیا نہ نبھانی ہوتی۔ احسن شاہ نہ صرف خود کارڈ لے کر اس کے آفس پہنچ گئے تھے بلکہ آج صبح کال کر کے ریمائنڈ بھی کروایا تھا۔ اور وہ اس عنایت کی وجہ کافی حد تک سمجھنے کے باوجود بھی چلا آیا تھا کہ بزنس کمپیٹیٹر کے ساتھ بنا کر رکھنا ضرورت نہ سہی، مجبوری ضرور ہوتی ہے۔۔ اس نے عبرو دشاہ کے لمبے چوڑے ڈائیلاگ کو جیسے سنا ہی نہ تھا۔ اور ہاتھ میں پکڑا بکے اس کی طرف بڑھا دیا تھا وہ بہت قیمتی سے قیمتی تحفہ لا سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا کہ وہ اس لڑکی کے تیور اور اس کے باپ کے ارادے جان کر انھیں کسی خوش فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا تھا، اور وہ اس کے ہاتھ سے بکے لیتے ہوئے کافی بدمزہ ہوئی تھی کہ اسے آج ہر دن سے بڑھ کر سراہا جا رہا تھا کہ پارٹی تھی ہی اس کے اعزاز میں، وہ سب کی توجہ کا مرکز تھی اور جس کی توجہ کے حصول کے لیے اس نے اتنی محنت کی تھی اس نے اس نے ایک نگاہ غلط بھی نہ ڈالی تھی اور دھیمے سنجیدہ لہجے میں "ہیپی برتھ ڈے مس شاہ" کہہ کر بکے اسکی طرف بڑھا رہا تھا جسے وہ دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ دل ہی دل میں کوستے ہوئے تھام گئی تھی اس کا موڈ بری طرح آف ہو چکا تھا اس نے کیک بھی بڑی بے دلی سے کاٹا تھا اسکی نگاہ مختلف لوگوں کے نرغہ میں کھڑے بہت نمایاں سید ابان بخاری پر ہی لگی تھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اس پتھر کو کیسے موم کرنا ہے؟ مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی

کہ بالمشافہ ملاقات میں دوسری کوشش بھی رائیگاں چلی گئی تھی اور فون کالز اور ٹیکسٹ تولا تعداد کرنے کے باوجود بھی کوئی رسپانس ملا ہی نہ تھا۔ ریفریشمنٹ ٹائم میں وہ اسکے پاس پہنچ گئی تھی اور خود اسے ایک ایک چیز پیش کرتی وہ سید ابان بخاری کو ضبط آزمانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"مس شاہ! آپ تکلف نہ کریں پلیز۔ مجھے جو لینا ہو گا میں خود لے لوں گا۔" اسکے لہجہ میں شائستگی اور غصہ کا امتزاج تھا اور وہ اس کے غصہ کے باوجود متاثر نہ ہوئی تھی۔

"او پلیز ابان! اتنے فارمل لہجہ میں مجھ سے بات نہ کرو اور یہ مس شاہ کی گردان چھوڑو یار، تم مجھے عبرود بلکہ عود کہہ سکتے ہو۔" وہ قاتلانہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسکے گلے میں سلیقہ سے سجی ٹائی کو خواہ مخواہ درست کرنے لگی تھی اس کے تو سر پر لگی تلووں پر بجھی والی کیفیت ہو گئی تھی اس نے گھور کر اسے دیکھا تھا اور گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"مس شاہ اپنی حد میں رہیئے پلیز۔۔ مجھے اس طرح کی بے تکلفی ہر گز بھی پسند نہیں ہے۔"۔ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر درشتگی سے بولا تھا مارے اہانت کے عبرود شاہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا جبکہ اس نے دو قدم پیچھے لے کر ہاتھ میں موجود پلیٹ ٹیبل پر منتقل کی تھی اور اس کے سمجھنے سے قبل لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ ان دونوں پر کئی نگاہیں تھیں جو اس منظر سے کافی محظوظ بھی ہوئی تھیں مگر دو نگاہیں ایسی تھیں جس میں ستائش بڑھ گئی تھی اور یہ آنکھیں ابرج سہروردی کی تھیں کہ وہ بچہ نہیں تھا کہ وہی نہیں پارٹی میں موجود لوگ عبرود شاہ کو سید ابان بخاری کے ارد گرد منڈلاتے صاف محسوس کر گئے تھے مگر ظاہر کسی نے بھی نہیں کیا تھا کہ ان کی پارٹیز کی اہم بات یہی تو تھی کہ سب آنکھوں والے اندھے بن جاتے تھے ابرج سہروردی نے عبرود شاہ کا التفات اور سید ابان بخاری کا تکلف معہ بے زاری صاف محسوس کیا تھا اور اس کا یوں جانا اسے گونا گو طمانیت سونپ گیا تھا کہ یہ شخص اس کا کمپیٹیٹر تھا، اسے ٹف ٹائم دے رہا تھا، مگر اسکی شخصیت کا کامل پن اسے متاثر کرتا تھا اس لئے اگر سید ابان بخاری ان کی سوسائٹی کے مردوں جیسا بی ہیو کرتا تو اسے کہیں نہ کہیں بر الگتا مگر ایسا نہ ہوا تھا۔

"کچھ تو ہے تم میں سید ابان بخاری کہ لوگ تمہاری طرف خود بہ خود کشش سی محسوس کرتے کھنچتے چلے جاتے ہیں۔" اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے سوچا تھا۔

"میں ہی تمہاری شخصیت کے سحر میں دن بہ دن جکڑتا جا رہا ہوں عبرود شاہ اگر تمہاری دیوانی ہو رہی ہے تو کیا غلط ہے اس میں تم تو اچھے اچھوں کو دیوانہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔" اس نے اسٹریو آن کرتے ہوئے سوچا تھا اور سید ابان بُخاری کے عکس کو ذہن میں محسوس کرتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔ سید ابان بُخاری کے خیال سے ہی اُسے دُرِ مکنون بھی یاد آ گئی تھی۔ اُسے یکدم پتلیوں پر دُرِ مکنون کا عکس لہراتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

تو نے دیوانہ بنایا تو میں دیوانہ بنا

اب مجھے ہوش کی دنیا میں تماشہ نہ بنا

یوسف مصر تمنا میرے جلووں کے نثار

میری بیداریوں کو خواب زلیخا نہ بنا

☆☆☆☆☆☆

"جب انسان کو پتہ ہو کہ کوئی ناراض ہے اور یہ بھی پتہ ہو کہ کیوں ناراض ہے اور اگلا پھر بھی منانے کی کوشش تک نہ کرے تو سمجھ جانا چاہیے کہ آپ بالکل غیر اہم ہیں آپکے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔" وہ عابیہ کو اچانک اپنے گھر دیکھ کر خوش گوار سی حیرت کے ساتھ اسکی طرف بڑھی تھی کہ وہ دُرِ مکنون خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جذباتی انداز میں بولی تھی لاونج میں صوفہ پر نیم دراز سید ابان بخاری نے خوبصورت لب و لہجہ پر گردن ترچھی کر کے نووارد کو دیکھا تھا سامنے پنک شرٹ اور لائن گرین ٹراوزر میں کنٹراسٹڈ دوپٹہ شانوں پر سلیقہ سے رکھے وہ دراز قامت لڑکی جس کی سانولی رنگت میں عجب ملائمت سی تھی اسکے چہرے پر خفگی کا تاثر بڑا بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ خوبصورت سیاہ آنکھوں میں جذباتیت ہلکورے لے رہی تھی۔ وہ بہت عام سی لڑکی تھی مگر جانے کیوں سید ابان بخاری کی نگاہ کا مرکز بن گئی تھی وہ بڑی گہرائی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا کہ بہن کی آواز پر چونک اٹھا تھا۔

"تمہارا شکوہ بجا ہے عابی کہ میں نے جانتے ہوئے بھی کہ تم ناراض ہو تمھیں منانے کی کوشش نہیں کی۔ بٹ بلیو می یار۔ تم غیر اہم نہیں ہو۔ کیا میری اکلوتی دوست غیر اہم ہو سکتی ہے؟" درمکنون اس سے زیادہ جذباتیت سے بولی تھی اور وہ بے اختیار ہنس دی تھی۔

ہنسی کیا تھی لگا تھا جیسے کوئی نقرئی گھنٹی کی جلترنگ فضا کو حسن دے گئی ہے وہ بے اختیار سا اس کی جانب متوجہ ہوا تھا جس کا ذکر اس کے گھر میں صبح و شام ہوتا تھا مگر سوئے اتفاق اسے دیکھ پہلی بار رہا تھا وہ عام سی لڑکی اپنے اندر کافی کشش رکھتی تھی وہ دیوتاؤں کے حسن کو مات دیتا شخص اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا جسکی ہنسی بہت پیاری تھی اور ہنسنے سے اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا اور آنکھیں بولنے لگی تھیں گالوں میں پڑتا بھنور سب کچھ بہت عام ہو کر بھی بہت خاص تھا۔ اسکی نگاہ ٹھہر ٹھہر گئی تھی۔

"می جسٹ کڈنگ یار۔ تم ملکہ جذبات مت بنو۔" وہ ہنسی کے درمیان درمکنون کی روہانسی شکل دیکھ کر بولی تھی۔

"نو ڈیئر می سوری! بھیا جان نے منع کر دیا تھا ورنہ میں تو رات ہی تمہارے گھر آ رہی تھی۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی کہ جب اس نے سید ابان بخاری کو ہٹلر کہا تھا وہ اس سے ناراض ہو گئی تھی اسکی کال ریسیو نہیں کی تھی اور نہ کسی ٹیکسٹ

کارپلائی کیا تھا اور وہ درمکنون کو مناتے مناتے خود ناراض ہو گئی تھی اور اسے اموشنل کرنے کے لئے ٹیکسٹ کر کے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اسکی طبعیت خراب ہے جس پر وہ فوراً نرم پڑ گئی تھی اسی وقت عابیہ کو خود کال کی تھی اور اس سے گھر آنے کا بھی کہا تھا تب عابیہ یہی بول تھی کہ وہ آ ہی نہیں سکتی اور اسکی کہی بات پوری ہو گئی تھی اس لئے وہ اس سے ناراض ہو گئی تھی مگر زیادہ دیر ناراض رہ نہیں سکتی تھی اس لئے اسے تھوڑا سا تنگ کرنے کے بعد اس سے ملنے چلی آئی تھی۔

"مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا تمہارے ہٹلر بھیا تمھیں پرمیشن نہیں دیں گے اس لئے رات کو میں نے تمھارا انتظار ہی نہیں کیا تھا اور آج خود چلی آئی ہوں۔" وہ مزے سے ناک چڑھا کر بولی تھی۔ اس کی نظر میں مزید وارفتگی سی در آئی تھی اور اپنے لیے لفظ ہٹلر سن کر اسکے لبوں پر مسکان در آئی تھی اسکی نگاہ کی تپش کا اثر تھا کہ اس نے نگاہ بے اختیار اٹھائی تھی اور گھومتی ہوئی خود کو تکتے سید ابان بخاری پر جا ٹھہری تھی اس نے یکدم لب کا کونا دانتوں تلے دبا لیا تھا اور فی الفور نگاہ کا زاویہ بدلا تھا جبکہ وہ ایک بھرپور نظر اس پر ڈالتا اٹھا تھا اور لاؤنج سے نکلتا چلا گیا تھا۔ عابیہ نے یکدم سکون کا سانس لیا تھا اور وہ درمکنون کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گئی تھی۔

"تمہارے بھیا تو اس وقت آفس میں ہوتے ہیں نہ۔" وہ باتوں کے درمیان سرسری سے انداز میں پوچھ گئی تھی۔

"ہاں! آج صبح سے ماما جان کی طبعیت کچھ خراب ہے اسلئے بھیا آفس ہی نہیں گئے۔" اس نے قدرے اداسی سے بتایا تھا۔

"اوہ کیا ہوا ہے آنٹی کو مجھے تو تم بھی ٹھیک نہیں لگ رہیں یقیناً روتی رہی ہو۔" اس نے درمکنون کے متورم چہرے کو دیکھتے ہوئے فکر سے پوچھا تھا اور اس نے تمام تر تفصیل بتا دی تھی کہ کیسے اس نے ضد کی اور سید ابان نے اسے سخت سنائیں

۔

"غلطی تمہاری ہی ہے یار! تمہارے بھیا دن میں آنے جانے کے خلاف ہیں رات میں کہیں جانے کی ضد کرو گی تو وہ غصہ ہی کرینگے وہ۔" بے تکلفی سے اسکے بیڈ پر بیٹھی گھری سنجیدگی سے بولی تھی۔

"ہاں غلطی میری ہی تھی اسلئے میں نے ماما جان اور بھیا سے سوری کر لی تھی ماما کی طبعیت میری وجہ سے ہی خراب ہوئی ہے میں اپنی احمقانہ جذباتیت کے سبب انھیں پریشان کرتی رہتی ہوں۔" اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"اف! اب رونا مت شروع کر دینا۔۔ جو ہوا سو ہوا۔۔ اب میرے لیے ریفریشمنٹ کا انتظام کرو۔۔ مہمان ہوں تمہاری۔" وہ جانتی تھی کہ آگے سے مزید کچھ کہے گی تو مزید جزباتیت کا مظاہرہ کرے گی۔ اس لیے وہ بڑی سہولت سے بات ہی بدل گئی تھی۔

"سوری۔۔۔ میرے ذہن میں بالکل بھی نہیں رہا تھا۔۔" وہ آنسو رگڑتے ہوئے بولی تھی۔۔ عین اسی وقت

دروازے پر دستک ہوئی تھی اور ملازمہ اس کی اجازت سے بھری ہوئی ٹرالی کے ساتھ اندر چلی آئی تھی۔

"تھینک یو بوا!" وہ مسکرائی تھی اور ملازمہ کمرے سے نکل گئی تھی، ملازمہ کو ریفرشمنٹ لانے کی یہ ہدایت ابان بخاری نے کی تھی ورنہ کسی کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ مکنون کی دوست آئی ہوئی ہے۔۔دونوں ہی بہت باتونی تھیں۔۔دو گھنٹہ لگا تھا پلک جھپکنے میں گزر گئے تھے۔۔اور وہ تو اپنی شرارتوں اور گپ شپ میں مصروف رہتیں اگر عابیہ کے گھر سے کال نہ آجاتی۔

"کیا ہوا اتنی پریشان کیوں ہو؟؟؟اس نے عابیہ کا منہ اترتا دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"بابا کو ارجنٹلی کہیں جانا پڑ گیا ہے اور بابا کی کار ریپیئرنگ کے لیے ورکشاپ میں ہے۔۔اس لیے بابا میری کار میں چلے گئے ہیں۔۔ماما کہہ رہی ہیں کہ میں تمہارے ڈرائیور کے ساتھ گھر آجاؤں۔۔"اس نے پریشانی سے تمام تفصیل بتائی تھی۔

"اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟؟؟؟میں ڈرائیور انکل سے کہہ دوں گی وہ تمہیں ڈراپ کر دینگے۔" وہ یوں بولی تھی جیسے یہ کوئی بات ہی نہ ہو۔۔اور بات تو واقعی ہی کچھ نہ تھی مگر اصل مسئلہ تو وہ بھول چکی تھی مگر اس کو تو یاد تھا۔۔

"کچھ دیر پہلے ہی تو تم نے کہا تھا کہ وہ صبح ہی گاؤں گئے ہیں، اُن کے بابا کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"اس کی پریشانی کم نہ ہوئی تھی اور عابیہ کے یاد دلانے پر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔۔

"اوہ۔۔۔میرے تو ذہن سے ہی نکل گیا تھا۔" وہ بھی عابیہ کی طرح مضطرب نظر آنے لگی تھی۔

"اب میں گھر کیسے جاؤں گی۔" وہ روہانسی ہو گئی کہ گھر سے صرف ایک گھنٹے کی پرمیشن لے کر آئی تھی اور اسے آئے ڈھائی گھنٹے ہونے والے تھے۔

"یو ڈونٹ وری عابی۔میں ماما جان سے کہتی ہوں۔ماما جان کے کہنے پر بھیا تمہیں ڈراپ کر دینگے۔"اس نے حل سامنے رکھا تھا اور عابیہ کی تو جان پر بن آئی تھی۔اس شخص کے ساتھ سفر کرنے کا خیال ہی سوہان روح تھا جس کے غُصے کے قصے وہ دُرِ مکنون سے سُنتی رہتی تھی۔

"میں نے نہیں جانا تمہارے ہٹلر بھیا کے ساتھ۔۔میں ماما کو کال کرتی ہوں وہی ارینج کر دینگی۔" وہ صاف انکاری ہوتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

"اب تم نے میرے بھیا کو ہٹلر کہا تو میں تم سے ناراض ہو جاؤں گی کہ بھیا مزاجاً سنجیدہ ہیں مگر ایسے بالکل نہیں جیسے تم کہہ رہی ہو کہ وہ مجھ پر روک ٹوک میری حفاظت کے خیال سے کرتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ظالم ہیں یا ہٹلر۔"

اسے اپنا بھائی، جان سے بڑھکر عزیز تھا دوست کا ہٹلر کہنا برا لگا تھا اس لئے صاف گوئی سے کہہ گئی تھی اور وہ یکدم شرمندہ ہو گئی تھی۔

"آئی ایم سوری مکنون میں تو مذاق کر رہی تھی۔"

"اٹس اوکے بٹ آئندہ خیال رکھنا"۔ وہ اسکی بات کے درمیان میں کہتی اٹھ گئی تھی اور اپنے روم سے نکل کر لاونج تک آئی تھی کہ اسے سید ابان بخاری نک سک سے تیار کہیں جانے کی تیاری میں لگا تھا۔۔۔

"بھیا آپ کہیں جا رہے ہیں ؟" اس نے بلو جینز اور لائٹ گرے رنگ کی ٹی شرٹ میں حسین تر لگتے اپنے بھائی کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"جمی لاہور سے آ گیا ہے فری تھا تو سوچا اس سے مل آوں۔" اس نے دھیمے سے بتایا تھا جبکہ وہ تو اسکی ڈریسنگ سے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ دوست کی طرف جا رہا ہے کہ وہ فارمل ڈریسنگ میں ہی رہتا ہے مگر دوستوں کی گیدرنگ میں انفارمل ڈریس اپ ہو کر ہی جاتا تھا۔

"کوئی کام ہے چندا؟" وہ بہن کے چہرے سے چھلکتی پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے نرمی سے پوچھ گیا تھا۔ اور اس نے جھجکتے ہوئے اصل مسئلہ اسکے گوش گزار کر دیا تھا۔

"کیا آپ عابی کو اسکے گھر چھوڑ دیں گے ؟" اس کے لہجہ میں نامانوس سا ڈر تھا تھا کہ وہ رات سے تو اس سے بات ہی نہیں کر رہی تھی کہ بھائی کی یا ماما کی کوئی بھی بات بری لگتی تھی یا ڈانٹ پڑ جاتی تھی تو وہ ان دونوں سے ہی کلام کرنا بند کر دیتی تھی جب تک وہ دونوں اسے منا نہیں لیتے تھے۔

"بھئی میری گڑیا مجھ سے کچھ کہے تو میں منع تو نہیں کر سکتا نا۔" اس نے مسکرا کر بہن کی ناک کھینچی تھی۔

"منع تو آپ خوب کر دیتے ہیں۔" وہ ترنت منہ بنا کر بولی تھی۔ وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔ کچھ فاصلے پر کھڑی عابیہ متحیر ہی تو رہ گئی تھی کہ جس طرح در مکنون ہر بات میں یہ کہتی تھی کہ بھیا اجازت نہیں دیں گے یا بھیا نے منع کر دیا ہے اس کے ذہن میں سید ابان بخاری کا بہت سخت، جابر ہٹلر ٹائپ شخص کا امیج بن گیا تھا اور اب اسے ہنستے ہوئے دیکھنا اس کے لئے باعث حیرت ہی تو تھا۔

"وقت وقت کی بات ہوتی ہے بھیا کی جان! تم بدگمان نہ ہوا کرو نہ ہی دل چھوٹا کیا کرو کہ انکار جب مجبوری بن جاتا تب ہی لبوں سے نکلتا ہے ورنہ میرے اختیار میں ہو تو دو جہاں تم پر نچھاور کر دوں۔" اس نے اپنی چھوٹی بہن کو شفقت سے دیکھا تھا جو اس وقت ناراض تھی اور اسے کاندھے سے لگا کر ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"خوش رہا کرو چندا۔ تم ہمارے لئے بہت اہم ہو تمہاری خوشی بہت معنی رکھتی ہے اور تم اداس بالکل اچھی نہیں

لگتی مگر خفا خفا سی بہت اچھی لگتی ہو۔" وہ اس کے لئے دل میں بے پناہ چاہت و عقیدت لئے بولتا آخر میں شرارتی ہو گیا تھا۔

"آپ بہت برے ہیں بھیا ہر وقت مجھ پر غصہ کرتے ہیں۔ مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں۔" وہ اس سے الگ ہوتی منہ بنا کر بولی تھی۔

"غصہ ہر وقت نہیں کرتا جب ہی کرتا ہوں جب ضرورت ہوتی ہے تم بھی اب بڑی ہو جاؤ ہر وقت احمقوں والی حرکتیں کرتی رہتی ہو ایسے میں ڈانٹ ہی پڑے گی، میں تمھیں میڈل دینے سے تو رہا۔" وہ مصنوعی غصہ سے بولا تھا۔

"اب میں اتنی بھی احمق نہیں ہوں بھیا!" وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

"اتنی نہیں ہو۔ بہت احمق ہو اور اب اپنی دوست کو بلا کر لے آؤ۔ مجھے دیر ہو رہی ہے جمی میرا انتظار کر رہا ہو گا۔" اس نے یکدم ہی بات سمیٹ دی تھی اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔

عابیہ اپنی حیرتوں کے پردے سمیٹتی خود کو کمپوز کرتی در مکنون کو خدا حافظ کہتی اسکی ہمراہی میں گاڑی تک پہنچی تھی، سید ابان بخاری نے فی الفور نگاہ ہٹائی تھی اور فرنٹ ڈور اسکے لئے اوپن کر دیا تھا وہ **جھجھکتے** ہوئے دل میں ڈر اور عجیب محسوسات کیساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

"میں دو گھنٹے تک آجاؤں گا تم ماما جان کے روم میں رہنا۔" اس نے گال تھپتھپا کر بہن کو ہدایت دی تھی اور مسکرا کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ پہلا سفر تھا اسکا جو وہ کسی اجنبی کے ساتھ طے کر رہی تھی اسی لحاظ سے گھبراہٹ و نروسس بھی تھی اس نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا جو ہاتھ اضطرابی کیفیت میں مسلتی کافی ہراساں سی محسوس ہوئی تھی ۔وہ خود کافی کم گو تھا اسے سمجھ ہی نہیں آیا تھا کہ وہ اس کا ڈر کم کرنے کو یا اسے ریلکس کرنے کے لئے بات کرے تو کیا ؟؟؟ وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ موبائل ٹیون نے اسکی توجہ کھینچ لی تھی۔

"ماما میں راستے میں ہوں عابی کے بھائی مجھے گھر ڈراپ کر رہے ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ دھیمے سے سیل فون کان سے لگا کر بولی تھی اور لائن ڈسکنکٹ کر دی تھی۔

"آپکی ماما پریشان کیوں ہو رہی ہیں۔" اس نے محض اسکو ریلکس کرنے کو ایک سوال پوچھ لیا تھا وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی کہ جو اسکی طرف متوجہ نہ تھی اسکی تمام تر توجہ ڈرائیونگ کی جانب مرکوز تھی البتہ وہ ایک سیکنڈ میں اسکی توجہ حاصل کر گیا تھا اس کے چہرے میں خوبصورتی اور وقار کا ایسا امتزاج تھا کہ وہ اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی اسکی نظر خود پر محسوس کر کے اس نے ترچھی نظر سے اسے دیکھا اور باقاعدہ کھنکار کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا وہ یکدم شرمندہ ہوتی نظر کا زاویہ بدل گئی تھی۔

"ماما اس لیے پریشان ہیں کیونکہ میں اس طرح کبھی کہیں آتی جاتی نہیں ہوں بابا تو منع نہیں کرتے لیکن ماما بڑی مشکل سے پرمیشن دیتی ہیں۔" وہ نظر اپنے ہاتھوں پر ٹکائے دھیمے لہجے میں گویا منمنائی تھی۔

"آپ اپنی ماما کی بات مان لیا کریں اور اپنی دوست کو بھی سمجھایا کریں کہ ہم والدین اولاد کی بھلائی کے خیال سے ہی روک ٹوک کرتے ہیں۔" وہ دھیمے سے ناصحانہ انداز میں بولا تھا اور اسے اختلاف تھا سید ابان بخاری کی بات سے مگر اظہار نہیں کیا تھا۔

"آپ اتنی ہراساں کیوں ہیں؟" وہ اس کا کافی چلبلا اور خود اعتماد روپ دیکھ چکا تھا اس لئے اس کی خاموشی اور ڈر ہضم نہیں ہوا تھا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ گیا تھا اور وہ مزید گڑبڑا گئی تھی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" وہ بمشکل منمنائی تھی اس نے نظر اٹھا کر اس کے سانولی رنگت والے چہرے کو دیکھا تھا جو ضبط کی شدت سے سرخیاں چھلکا رہا تھا۔

میں نے تو وہی کہا جو محسوس کیا۔ آپ کہتی ہیں کہ ایسا نہیں ہے تو میں یقین کر لیتا ہوں کہ آپ کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایم آئی رائٹ؟" وہ حیدری ولاز کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے بولا تھا۔ وہ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی تھی اس کے مسکرانے پر اس کی گڑبڑاہٹ میں کئی گنا اضافہ ہوا تھا وہ پہلی فرصت میں نگاہ چرا گئی تھی۔ گاڑی سے اترتی کہ مدھم لہجے میں فرمائش ہوئی تھ۔

"شکریہ نہیں کہیں گی آپ؟" وہ پھر اس کے خوبرو چہرے کو دیکھنے لگی تھی۔

"شکریہ" وہ مدھم لہجہ میں بولتی فرنٹ ڈور کھول کر اتر گئی تھی مگر رہ رہ کر اسے سید ابان بخاری کا رویہ یاد آتا رہا تھا کچھ عجیب تھا اور کچھ انوکھا سا۔ وہ جو اس کے بارے ایک رائے سی قائم کئے ہوئے تھی اسے روڈ اور سخت تصور کئے ہوئے تھی ایسے میں اس کا بہت نرم دوستانہ سا انداز کافی حیران کر گیا تھا۔ جبکہ دوسری جانب سید ابان بخاری بھی کم حیران نہ تھا کہ وہ بھی سوچ رہا تھا کہ اک عام سی لڑکی کیا اسے اس قدر متاثر کر گئی تھی کہ وہ عادت کے برخلاف بات کرنے کی کوشش کر گیا تھا فطرت کے خلاف جا کر اسے کئی ساعتیں دیکھتا رہا تھا کہ یہ محض اتفاق تھا یا کسی نئی تبدیلی کی جانب اشارہ تھا وہ یہ جاننے سے قاصر تھا خود کو کمپوز کر کے اپنی سوچ کو لگام ڈالتا ڈرائیونگ کرنے لگا تھا کہ جمی کی کال آ رہی تھی وہ آج پہلی دفعہ دیئے گئے وقت سے پچیس منٹ لیٹ ہو چکا تھا اور مزید لیٹ ہونا تھا۔ جمی اس کا کالج فرینڈ تھا نام تو اس کا جمال عارف تھا مگر سب اسے جمی کہتے تھے باقی اس کے دو دوست اور بھی تھے مگر ان سے سوشل نیٹ ورک کے زریعے ہی وہ رابطے میں تھا ۔ملے ہوئے تو سال ہو گئے تھے کہ اس کے دونوں دوست برسوں پہلے ہی دوسرے ملک میں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ جاوید

فیملی کے ساتھ لندن شفٹ ہوا تھا تب سے وہ سید ابان بُخاری کے ساتھ رابطے میں تھا۔

کچھ لوگوں سے دل اس طرح جڑا ہوتا ہے کہ دور جانے سے فاصلے نہیں آتے بلکہ نزدیکیاں بڑھ جاتی ہیں 'رشتے کچھ اور مضبوط ہو جاتے ہیں جبکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں مضبوط رشتے سے بندھے ہوتے ہیں، ساتھ رہتے ہیں، روز ملتے ہیں، بات چیت کرتے ہیں مگر ان کے درمیان صدیوں کے فاصلے ہوتے ہیں کہ دل کا فیصلہ جب دماغ سے جڑ جاتا ہے تو رشتوں کو سمجھنے اور سمجھ کر گزارنے میں وقت لگتا ہے۔ دل کو سوچنے کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ دماغ سوچے بنا رہ ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے تو اہلِ دل و اہلِ دماغ کبھی بھی یکساں نہیں ہوئے ہمیشہ متضاد صفوں میں کھڑے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں، کبھی دل کی جیت ہوتی ہے تو محبت فاتح ٹھہرتی ہے اور دماغ کی جیت ہوتی ہے تو مفاد فاتح ٹھہرتا ہے۔ وہ دل و دماغ دونوں کو ساتھ لے کر چلنے والوں میں سے تھا کبھی دل کی سن لی تو کبھی دماغ کی مان لی۔

درِ مکنون کے معاملے میں ہمیشہ دل کی جیت ہوئی تھی کبھی تربیت کے خیال سے دماغ کی سن بھی لیتا تھا تو بات کا اختتام ہمیشہ دل کی ہی مان کر ہوتا تھا کہ درِ مکنون اسے بے حد عزیز تھی اس کی چھوٹی لاڈلی بہن اس کی آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا دل چھلک جاتا تھا اور آج پہلی دفعہ اس کا دل ماں اور بہن سے ہٹ کر کسی اور کو سوچ رہا تھا اس کا دل کسی کو دیکھتے رہنے کا متمنی ہوا تھا، پہلی بار نگاہ ٹھہری تھی۔ پہلی بار اس کے خیالات میں تبدیلی رونما ہوئی تھی اور یہ تبدیلی آگے کیا رنگ لانے والی تھی۔۔۔؟ یہ تبدیلی کیا نئے موسم کی آہٹ کی دلیل تھی۔۔۔؟ یہ تبدیلی اس کی زندگی کو بدل دینے والی تھی یا محض چند پل کی تبدیلی اسے آگے کبھی یاد تک آنے والی نہ تھی۔۔۔۔۔؟

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایلیفیہ گہری نیند میں تھی جب دروازے پر دستک ہوئی تھی اور پے در پے ہونے والی دستک نے اس کی نیند کا تسلسل بکھیر دیا تھا اس نے کروٹ لی تھی کہ اس کا نام پکارا گیا تھا۔

"ایلیفیہ" وہ آواز پہچان کر لمحہ بھر میں بستر سے اتری تھی اور کھٹاک کی آواز کے ساتھ چٹخنی گراتی دروازہ کھول گئی تھی۔

"فضول عورت تمہارے پاس سونے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہوتا۔" وہ چڑے ہوئے انداز میں اس کی سوئی ہوئی شکل دیکھ کر بولا تھا۔

"یہ عورت کسے کہا ہے تم نے؟" وہ اس کے شانے پر ہاتھ کا مکا سا بنا کر مارتی ناگواری سے لڑنے مرنے کو تیار تھی۔

"اف! ایک تو تم عورتوں کو بندہ جنس بھی نہ بتائے، میں نے کون سا تمہاری عمر بتائی ہے وہی کہا جو فیکٹ ہے

۔۔۔ تمہیں کیا اپنے عورت ہونے پر شک ہے؟" وہ اسے ہاتھ سے سائیڈ پر کرتا کمرے میں داخل ہوتے ہوئے چڑانے والے انداز میں بولا تھا۔

"زیادہ معلومات فراہم مت کیا کرو، آئے بڑے فیکٹ بتانے والے۔" وہ صوفے پر سے دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر ڈالتی سابقہ انداز میں ہی بولی تھی۔ وہ یک دم مسکرا کر اسے دیکھنے لگا تھا اس دن کے لیکچر کا اس پر کافی اثر ہوا تھا وہ مطمئن سا ہو گیا تھا۔

"اب یہ عورتوں کی طرح لڑنا بند کر دو پیاری لڑکی! اور چلنے کی تیاری کرو، چار بجے میٹنگ ہے اور دو بج چکے ہیں۔" وہ دھیمے سے بولا تھا۔ آج ان کی امریکن ڈیلی گیشن کے ساتھ بہت اہم میٹنگ تھی۔ وہ امریکہ کی مشہور اور کامیاب کمپنی کے ساتھ ایک ڈیل فائنل کرنے جا رہے تھے اور اس ڈیل کے لئے اس نے ہی نہیں ایلیفیہ نے بھی بہت محنت کی تھی اور آج کنٹریکٹ ملنے نہ ملنے کا فیصلہ ہونے والا تھا جس کی پریزینٹیشن ایلیفیہ نے ہی دینی تھی اس لئے ابرج سہروردی نے مطمئن ہو کر اسے گھر بھیج دیا تھا تا کہ وہ فریش ہو جائے اور وہ گھر آتے ہی سو گئی تھی اور ابرج کے جگانے پر جاگی تھی۔

"تم ماما سے کہہ کر ٹیبل لگواؤ جب تک میں تیار ہو کر آتی ہوں۔" وہ پہلے سے استری شدہ کپڑے لے کر باتھ روم کی جانب بڑھ گئی اور وہ کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ لنچ اور تیاری کے بعد وہ پونے چار بجے میٹنگ ہال میں موجود تھے۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ابر!" اس نے پچاسوں مردوں کو دیکھتے ہی تھوک نگلتے ہوئے ساتھ چلتے ہوئے ابرج سے کہا تھا۔

"تم کر سکتی ہو ڈیئر، سو ڈونٹ وری۔" اس نے بہت مسکرا کر ایلیفیہ کو دیکھتے ہوئے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔ وہ یک دم ریلیکس فیل کرنے لگی تھی اس کو مسکرا کر دیکھتی آگے بڑھی تھی کہ بری طرح ٹیبل سے ٹکرائی تھی۔ کتنے ہی لوگ متوجہ ہو گئے تھے اور وہ یک ٹک سامنے براجمان شخص کو دیکھ رہی تھی سیاہ رنگ کے سوٹ میں وہ اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ بیٹھا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"آر یو اوکے ایلیفیہ؟" ابرج پریشانی سے اس تک پہنچا تھا یک دم اس کی توجہ ہٹ گئی تھی ایلیفیہ نے اس ساحر سے نگاہ ہٹا کر ابرج کی جانب دیکھا تھا اور اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

"یس، آئی ایم اوکے۔۔۔" وہ دھیمے سے منمنائی تھی مگر ابرج اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو دیکھ کر مضطرب ہو چکا تھا اور ابرج کا ایلیفیہ کی بہت کیئر کرنا سب کی نظروں میں آیا تھا ان دو ساحر آنکھوں نے بھی اس منظر کو دیکھا تھا اور بے نیازی سے سر جھٹک دیا تھا جب کہ وہ ابرج کو مطمئن کرتی اسے دیکھنے لگی تھی۔ جو پچاسیوں مردوں کے

درمیاں بیٹھا بھی بہت نمایاں تھا اس کی شخصیت کا وقار اور تمکنت اس کے انداز سے ہی عیاں تھی۔ وہ اس شخص کے سحر میں جکڑ گئی تھی۔۔ اپنی سیٹ پر بیٹھی جانے، انجانے گاہے، بگاہے اسے دیکھ رہی تھی۔

میٹنگ کا آغاز ہوا تھا۔ سب نے اپنے اپنے آئیڈیاز شئیر کیے تھے۔ اور جب سید ابان بخاری فرنٹ پر آیا تھا تو ایلیفیہ سے اپنا دل سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھے جا رہی تھی اور اسے دیکھنے میں اتنی محو تھی کہ اس کی پریزینٹیشن کب ختم ہوئی، کب ہال تالیوں سے گونجا وہ انجان رہی تھی کہ وہ تو اس بات سے بھی انجان رہی تھی کہ اس کا نام، اس کی کمپنی کے نام کے ساتھ اناونس کیا جا چکا ہے۔ اور وہ اس شخص کے سحر میں جکڑی بیٹھی تھی۔ اس کو اٹھتے نہ دیکھ کر اور اس کے کھوئے کھوئے انداز کو محسوس کرتا ابرج سہروردی قدرے جھک کر اس کا بازو ہلا گیا تھا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ ابرج سہروردی نے اسے ڈائس تک جانے کا کہا تھا۔ وہ خود کو کمپوز کرتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ مگر کچھ ہی دیر میں ابرج نے سر پکڑ لیا تھا کہ اس کے سامنے ایک غیر اعتماد سی لڑکی ایلیفیہ کے روپ میں کھڑی تھی وہ کیا بول رہی تھی خود اسے بھی پتہ نہیں تھا کہ جہاں وہ کھڑی تھی اس کے بالکل سامنے ہی تو وہ اپنی نشست پر براجمان تھا۔ جس نے اس کا سارا اعتماد ہی صلب کر لیا تھا۔ یکدم ہی ہال تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔۔ ایلیفیہ ہی نہیں ہال میں موجود افراد بھی حیرانگی سے سید ابان بخاری کو دیکھ رہے تھے جس نے ایک نہایت سڑی ہوئی پریزینٹیشن پر تالی بجا کر گویا خود پر ہنسنے کا موقع دیا تھا۔ ایلیفیہ نے اسے دیکھا تھا اس کے چہرے پر نرم سا تاثر تھا۔ گویا وہ اسے موٹیویٹ کر رہا تھا۔ اسے اپریشی ایٹ کر رہا تھا۔ اس کا ازلی اعتماد یکدم لوٹ کر آیا تھا۔ اس نے جس پائے کی پریزینٹیشن تیار کی تھی اس سے کہیں اچھی سب کے سامنے پیش کی تھی۔ وہ ایک تالی اکائی کی طاقت بنی اس کے نصیب میں جیت لکھ گئی تھی۔

اس نے ہال میں گونجتی تالیوں پر مسکرا کر ابرج سہروردی کو دیکھا تھا جس کے چہرے کی رنگت لوٹ آئی تھی۔ اور اس وقت ان دونوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی جب جیوری کے فیصلہ کے بعد کانٹریکٹ ابرج سہروردی کی کمپنی کو مل گیا تھا۔ ایلیفیہ کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔ پریکٹکل لائف کی یہ پہلی کامیابی تھی۔ اس نے نم آنکھوں سے کچھ فاصلے پر موجود اس شخص کو دیکھا تھا جس کو دیکھ کر وہ اپنی سدن بدھ کھو گئی تھی مگر اس کی ہی حوصلہ افزائی کے سبب اس نے اپنا کھویا اعتماد حاصل کیا تھا۔ اور جیت اس کا مقدر بن گئی تھی۔ خود پر نگاہ محسوس کر کے سید ابان بخاری نے نگاہ بلند کی تھی اور وہ گڑبڑا گئی تھی جب کہ اس نے بڑی پروفیشنل سی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی تھی۔ یکدم وہ نظر چرا گئی تھی۔ تب ہی ابرج سہروردی اس تک چلا آیا تھا۔ وہ اسے کنٹریکٹ ملنے کی مبارکباد دے رہا تھا وہ مسکرا دی تھی۔

"میں تھک گئی ہوں ابر، ہم گھر کب جائیں گے؟" وہ دھیمے سے منمنائی تھی اور وہ اسے گاڑی کی چابی تھما کر اسے گاڑی میں انتظار کرنے کا کہتا سید ابان بخاری کی جانب بڑھ گیا تھا۔

ابرج سہروردی کو سید ابان بخاری سے بات چیت کرتے دیکھ کر اس کے دل میں آئی تھی کہ جا کر سید ابان بخاری کو تھینکس کہے مگر وہ باہر کی جانب قدم بڑھا چکی تھی۔اور گاڑی میں بیٹھے اسے کوئی پندرہ منٹ گزر چکے تھے اور ابرج سہروردی ابھی تک نہیں آیا تھا طویل ہوتے انتظار سے اسے کوفت ہونے لگی تھی کہ اس نے اسٹیریو آن کر لیا اسے موسیقی سے بالکل بھی رغبت نہیں تھی اکثر ابرج سہروردی کے ساتھ سفر کے دوران اس کی موسیقی سننے کی عادت کی وجہ سے اسے بڑی کوفت ہوتی تھی اور آج کوفت سے بچنے کو وہ خود گانا پلے کر چکی تھی۔

ایسا کوئی زندگی میں آئے

جو زندگی کو زندگی بنائے

تھوڑی خوشیاں ہوں، تھوڑے آنسو ہوں

اور ذرا،ذرا پہ مسکرائے

وہ پہلی دفعہ گانے کے بولوں سے متاثر ہونے لگی تھی کہ اسے شاعری سے بالکل بھی شغف نہ تھا اس کے لب مسکرا دیے تھے نگاہ کے سامنے وہ مردانہ وجاہت کا شاہکار آ گیا تھا مگر اچانک ابرج سہروردی کی آمد سے اس کے خیال کا تسلسل بکھر گیا تھا ابرج نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے قدرے حیرانگی سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا تھا۔

"کیا ہوا ہے ایلیفیہ ،آج تم نے بہت عجیب طرح سے بی ہیو کیا ہے۔ میٹنگ میں تم مینٹلی طور پر ایبسنٹ تھیں اور پریزینٹیشن کی تو تم نے واٹ لگا دی تھی۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا تھا۔اور جواباً اسے خاموش پا کر چڑ گیا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں تم جواب کیوں نہیں دے رہیں؟؟" اسے تیکھے چتونوں سے گھورا تھا۔

"ابر میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" وہ نظر چرائے بولی تھی اور وہ ایک نظر اسے دیکھتا اسٹریئو آن کر گیا تھا جو اس کے آتے ہی ایلیفیہ آف کر چکی تھی۔

لمحہ لمحہ عمر بانٹ لے

میری تنہائیاں کاٹ لے

ہر گھڑی بس میرا نام لے

لڑکھڑاؤں جو میں تھام لے

میرے سارے سپنے سجائے

میری پلکوں میں گھر بنائے

ایسا کوئی زندگی میں آئے

جو زندگی کو زندگی بنائے

ایلیفیہ کے لبوں پر مسکان بکھر گئی تھی اور آنکھیں اس دیئے کو روشن ہوتا محسوس کر رہی تھیں جو دل کی دہلیز پر رکھا تو جانے کب سے تھا مگر اسے آج کچھ یوں محسوس ہوا تھا کہ دل و دیا روشن ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"ماما جان، ہر چھوٹی چھوٹی بات پر پریشان نہ ہوا کریں۔ میں مکنون کو خود یونیورسٹی چھوڑ کر آیا ہوں اور اس کی دوست بھی آ گئی تھی وہ دونوں مل کر مینیج کر لیں گی۔" آج درِ مکنون کا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا اور وہ اسے خود جامعہ چھوڑنے گیا تھا اور اس کی کلاس تک چھوڑ کر آیا تھا اور کچھ دیر بعد اس کی دوست عابیہ بھی آ گئی تھی۔ عابیہ پر اس کی نگاہ بے اختیار سی اٹھی تھی۔ فیروزی کاٹن کے ایمبرائیڈڈ سوٹ میں وہ کنفیوژ تھی۔ اس کے چہرے پر وہی نروسنیس تھی جو پہلے دن کہیں بھی جانے کے سبب پر اعتماد سے پر اعتماد شخص کے چہرے پر بھی بکھری نظر آتی ہے۔ عابیہ اسے دیکھ کر مزید کنفیوز ہوئی تھی اور رہی سہی کسر سید ابان بخاری کے سلام کرنے سے پوری ہو گئی تھی۔ عابیہ نے نظر اٹھائی تھی اور سید ابان بخاری کو خود کو دیکھتا پا کر نظر جھکاتی، منمناتی اس کے سلام کا جواب دے گئی تھی اور وہ مسکراتا بہن کو ریلیکس رہنے کی ہدایت کرتا واپس آ گیا تھا۔ اور ماں کو پریشان دیکھ کر کمرے میں جانے کی بجائے ان کے پاس چلا آیا تھا اور انہیں بھرپور انداز میں تسلی دی تھی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو بس دل تھوڑا پریشان ہے۔۔ وہاں کا ماحول جانے کیسا ہو؟ میری در وہاں سیٹ ہو بھی پائے گی یا نہیں؟" در شہوار کی اپنی ہی پریشانی تھی اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"ماما جان! اپنی لاڈلی کو بچی سمجھنا چھوڑ دیں اب وہ بڑی ہو گئی ہے۔ یونیورسٹی گرل ہے اسے دنیا دیکھنے اور سمجھنے دیں۔" وہ دھیمے سے کہتا ملازمہ کو چائے کے لئے آواز لگا گیا تھا۔

"تم ایک ماں کے دل کو نہیں سمجھ سکتے۔" وہ بیٹے کا ریلیکس انداز دیکھ کر چڑ کر بولی تھیں اور وہ ہنس دیا تھا۔

"ماما جان آپ کی یہی حد سے تجاوز کرتی کیئر درِ مکنون کو کمزور کر رہی ہے۔ اسے کمزور نہ بنائیں، لڑکیوں کو کمزور

نہیں ہونا چاہیے۔" وہ ماں کے ہاتھ تھامے نہایت شائستگی سے بولا تھا۔

"تمھاری کسی بات سے انکار نہیں ہے مگر میرے دل کو قرار نہیں آتا اور جب سے تم نے پرپوزل کا بتایا ہے میرا دل مٹھی میں آ گیا ہے۔ میں مکنون کے دور جانے کے خیال سے ہی خوفزدہ ہوئی جا رہی ہوں۔" ان کی آنکھوں میں نمی سی در آئی تھی۔

"ماما جان، یہ وقت آنے میں وقت ہے آپ اس لئے ٹینشن نہ لیں اور دعا کریں کہ اللہ یہ دن خیر سے لائے ہماری مکنون کو دنیا جہان کی خوشیاں ملیں۔" وہ بھی مضطرب تو ہوا مگر اسے خود پہ کنٹرول حاصل تھا اور ماں کی طرح جذباتیت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے حقیقت پسندی سے بولا، وہ نرمی سے "آمین" کہہ گئی تھیں۔

"میں نے ابھی آفس جانا ہے اور آپ نے پریشان نہیں ہونا۔ میں خود مکنون سے رابطے میں رہوں گا اور اسے خود لینے جاؤں گا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا تھا اور آفس جانے کی تیاری کرنے لگا تھا۔ اس نے رابطے میں رہنے کا ماں کو تسلی دینے کے لئے کہا تھا ورنہ اس کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا البتہ وہ آف ٹائمنگ سے 15 منٹ پہلے ہی اسے لینے پہنچ گیا تھا تا کہ درِ مکنون کو پریشانی نہ ہو۔

"بھیا، ہم کچھ دیر تک رک جائیں۔ جب تک عابی کا ڈرائیور نہیں آ جاتا۔" اس نے بہن کے کہنے پر محض اثبات میں سر ہی ہلانے پر اکتفا کیا تھا اور اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو کچھ تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔ صبح والی شادابی اور نروسنیس کا شائبہ تک نہ تھا۔ پانچ منٹ کے انتظار کے بعد عابیہ کا ڈرائیور آ گیا تھا۔ عابیہ دوست کو خدا حافظ کہنے آگے بڑھی تھی۔

"آپکو پریشانی نہ ہو، اکیلے پن کا احساس نہ ہو، اس کی خاطر جس نے دھوپ جھیلی اس کا شکریہ تو دور اسے خدا حافظ تک نہیں۔" وہ اس کے برابر سے گزرنے کو تھی کہ وہ سرگوشی میں بولا تھا اور وہ رک کر بے اختیار اسے دیکھنے لگی تھی جو عابیہ کے متوجہ ہوتے ہی دلکشی سے مسکرایا تھا اور وہ گڑبڑا کر بڑی تیزی میں وہاں سے گزرتی اپنی گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔ اس کا دل پہلی بار بڑی تیزی میں دھڑکا تھا۔ سید ابان بخاری کے خوب صورت لہجے میں نہ جانے کیسی آنچ تھی کہ اس کے دل کا دیا روشن ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی لپک تھی کہ عابیہ کے دل میں چراغاں سا ہو گیا تھا۔ لبوں پر مسکان بکھر بکھر گئی تھی جبکہ دوسری جانب سید ابان بخاری اپنے انداز پر متحیّر سا ڈرائیونگ کر رہا تھا کہ بہن کی آواز پر چونک اٹھا تھا۔

"آپ نے عابی سے کیا کہا تھا۔" وہ حیرانگی سے بہن کو دیکھنے لگا تھا۔ درِ مکنون کچھ فاصلے پر ہی تو تھی اس نے بھائی کے لب ہلتے اور عابیہ کا رکنا دیکھا تھا اس لئے سوال بنی بیٹھی تھی۔

"کچھ بھی نہیں ڈیئر تمھاری دوست کو میں نے کیا کہنا تھا۔" اس کو جواب دینا مشکل لگا تھا مگر وہ خود کو سنبھالتا بہن

کی بات کو ہی ٹال گیا تھا۔

"عابی کو آپ سے بہت ڈر لگتا ہے۔" وہ سید ابان بخاری کی توقع کے عین مطابق اس کے ٹالنے پر ٹل گئی تھی مگر ایک حیرت انگیز انکشاف بھی تو کر گئی تھی۔ اب وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

"مجھ سے۔۔۔۔۔۔ تمھاری دوست کو مجھ سے ڈر کیوں لگتا ہے؟" انداز عام سا تھا مگر دل کی دنیا زیروزبر ہو گئی تھی کہ آج اپنے گھر میں اس کی عابیہ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی جس کے بعد اس نے اسے بہت سوچا تھا اور آج صبح کے سامنے نے جو خوشی اور طمانیت کا احساس اسے سونپا تھا وہ خود سے لڑنے، الجھنے کی بجائے خود کو وقت کے دھارے پر چھوڑ تا اعتراف محبت کر گیا تھا اس نے دل کو اچھی لگ جانے والی لڑکی کی محبت کو تسلیم کر لیا تھا تب ہی اپنے مزاج و عادت کے خلاف ایک سرگوشی کی تھی اور جسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی وہ اس سے خوفزدہ ہے یہ سن اسے تو بے چین ہونا ہی تھا مگر مخاطب میں اس کی بہن تھی۔ وہ بے چینی ظاہر کئے بنا عام سے انداز میں جواب کا منتظر ہو گیا تھا۔

"آپ مجھے کہیں بھی آنے جانے سے منع کرتے ہیں تو اسے پتہ لگتا ہے تو وہ خفا ہوتی ہے کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ آپ کی وجہ سے اس کے پروگرامز کینسل ہو جاتے ہیں۔ اسے آؤٹنگ کا بہت شوق ہے اس لئے وہ اکثر پروگرام بناتی رہتی ہے جو آپ کے منع کرنے پر ملتوی ہو جاتے ہیں اس لئے عابی کو آپ سخت مزاج لگتے ہیں اس لئے وہ آپ سے ڈرتی ہے اور آپ کو ہٹلر کہتی ہے۔" وہ اپنے مخصوص بلاتکان انداز میں بولتی چلی گئی تھی۔ یکدم سید ابان بخاری کے لبوں پر مسکان مچل اٹھی تھی۔

"اس میں غلطی تمھاری دوست کی نہیں، تمھاری ہے۔ تم جو ہر وقت میری شکایات کرتی رہتی ہو اپنی دوست کی ہمدردی پانے کو، تو تمھاری دوست نے مجھے سخت مزاج ہٹلر ہی سمجھنا ہے۔" وہ مسکراہٹ دبائے دھیمے سے بولا تھا اور اس کی تو جان پہ بن آئی تھی۔

"سچی بھیّا، میں ایسا نہیں کرتی۔ وہ تو عابی کو گھومنے پھرنے کا بہت شوق ہے ناں اور میں اس کے ساتھ نہیں جاتی مجھے کوئی نہ کوئی بہانہ بنانا پڑتا ہے میں جان کر تو آپ کا منفی امیج نہیں بنا رہی۔" وہ رو دینے کو تھی جب کہ وہ اپنی احمق سی بہن کو صرف دیکھ کر ہی رہ گیا تھا۔

"مذاق کر رہا تھا تم احمق سیریئس مت ہو جایا کرو کہ ویسے بھی اگر تم اپنی دوست سے کچھ کہتی ہو تو اس میں رونگ کچھ نہیں ہے۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور اس کا موڈ آف ہو گیا تھا۔

"آپ بہت فضول ہیں بھیّا آپ نے مجھے فوراً رانگ کہہ دیا جب کہ آپ کو ہٹلر کہنے پر ہی تو میں عابیہ سے خفا ہوئی تھی اور وہ اس دن مجھے منانے ہی تو گھر پر آئی تھی۔" وہ منہ بنا کر باقی تفصیل بھی فراہم کر گئی تھی۔

"تم تو مان گئی تھیں جانتا ہوں مگر کیا تم اپنی دوست کو اس بات پر قائل کر پائی تھیں کہ تمھارے بھیّا ہٹلر نہیں ہیں۔" وہ لڑکی جو یکدم دل میں اتری تھی اس کی بات کرنا دل کو اچھا لگ رہا تھا۔

"عابی کو اس بات پہ قائل کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ میں تو اس سے بحث میں کبھی جیت ہی نہیں پاتی۔" اس نے منہ بنا کر کہا تھا کہ وہ عابیہ کو قائل ہی تو نہیں کر پائی تھی کہ ان دونوں کے مزاج تقریباً ہم آہنگی کا شکار تھے مگر ایک بہت بڑا فرق یہ تھا کہ عابی قائل نہیں ہوتی تھی اپنی بات منوانے کے لئے وہ بحث پر اتر آتی تھی جبکہ درِ مکنون کسی بات پر قائل نہ بھی ہو تو بھی خاموش ہو جاتی تھی کہ اسے بحث سے بہت چڑ تھی۔ دونوں ہی نازک مزاج تھیں، دونوں کے نخرے آسمان کو چھوتے تھے کہ دونوں ہی اپنے گھر میں لاڈلی تھیں اور درِ مکنون ہمیشہ ضد کرتی تھی مگر سمجھانے پر ضد سے دستبردار بھی ہو جاتی تھی جبکہ عابیہ کا کہنا تھا کہ ضد تو ہوتی ہی وہی ہے جس سے دستبرداری ہی ممکن نہ ہو اس لئے وہ جو ضد کرتی تھی اسے منوا کر ہی رہتی تھی۔ اس کی فطرت میں شدت پسندی بہت تھی اور کمپرومائز تو اسے کرنا ہی نہیں آتا تھا اور درِ مکنوں کی فطرت میں نرمی زیادہ تھی اور وہ شدت پسندی کی راہ پر تو کبھی چلی ہی نہیں تھی اور کمپرومائز بھی فوراً کر لیتی تھی اور درِ مکنون کی اس عادت کے عابیہ بہت خلاف تھی کہ دونون کا دھوپ چھاؤں سا مزاج تھا مگر دونوں میں گہری دوستی تھی کیونکہ مزاج کے فرق اور ہم آہنگی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مخلص تھیں اور دوستی کے لئے ایک ہی شے تو درکار ہوتی اور وہ ہے اخلاص اور جس دوستی میں اخلاص نہ ہو تو وہ صدیوں کامیابی کے سفر پر چلنے کے بعد بھی زوال کا شکار ہوتی ختم ہو جاتی ہے اور جس دوستی میں اخلاص ہو وہ گر کر بھی سنبھل جاتی ہے۔ ہر لڑائی کے بعد پھر مضبوط ہو جاتی ہے۔ درِ مکنون کو تو شعر وشاعری سے کوئی شغف نہ تھا البتہ عابیہ شاعری، پھول، تتلی، رنگوں کو پسند کرنے والی زندہ دل لڑکی تھی جو اکثر درِ مکنوں کے کسی بھی انکار کے بعد (جو وہ اپنے بھیا کی وجہ سے کرتی تھی) مزے سے ایک شعر پڑھا کرتی تھی جو اب بالآخر درِ مکنون کو بھی حفظ ہو چکا تھا۔

ہمیں جب بھی ملو گے پاؤ گے مخلص
ہر چند کے ہم اخلاص کا دعوی نہیں کرتے

وہ بہن کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا کہ وہ خود اس بات کا قائل تھا کہ درِ مکنوں کی طبیعت میں ضد اور نرمی کا عجیب امتزاج تھا وہ ضد کرتی تھی مگر سمجھانے پر ضد چھوڑ بھی دیتی تھی کہ اس کے مزاج کی نرمی اسے بحث نہیں کرنے دیتی تھی۔ اسے کمپرومائز پر آمادہ کر لیتی تھی اور اسے بہن کی یہ عادت بے حد پسند تھی کہ اسے بحث سے سخت چڑ ہوتی تھی اور اسے کم گو

اور دھیمے، دھیمے بولنے والی لڑکیاں پسند تھیں جو بحث سے بالکل نابلد ہوں کہ اسے ڈیسنٹ لڑکیاں متاثر کرتی تھیں۔اس کے حلقہ احباب میں کئی لڑکیاں تھیں اور یونیورسٹی لائف میں چند ایک سے دوستی بھی تھی جو اب تک قائم بھی تھی۔ کبھی کبھی ان سے بات چیت بھی ہو جاتی تھی جن میں سے کچھ کی شادیاں ہو گئی تھیں جن سے مل کر اسے آج بھی اچھا لگتا ہے کہ اس کے حلقے میں کوئی اوٹ پٹانگ اونچے، اونچے قہقہے لگاتی مردوں کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنستی لڑکی ایک بھی نہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ اسے عبرود شاہ اپنے ملکوتی حسن کے باوجود متاثر کرنے میں ناکام ٹھہری تھی۔

سید ابان بخاری نے بہن کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا بلکہ بڑی سہولت سے موضوع ہی بدل دیا تھا۔اس سے آج یونیورسٹی کے پہلے دن کے بارے میں استفسار کر گیا تھا جس کا وہ دھیمے لہجہ میں قدرے جوش سے جواب دیتی اسے مسکرانے پر مجبور کر رہی تھی اور وہ بہن کی ایک ایک بات کو غور سے سنتا خود سے ٹکڑا بھی لگاتا جا رہا تھا کہ اس کے لئے بہن بہت اہم تھی اور وہ اسے ہمیشہ اہم ہونے کا احساس دلاتا رہتا تھا کہ جو اہم ہو اسے اپنے انداز، باتوں اور عمل سے اہم جتانا بہت ضروری ہوتا ہے وگرنہ بہت اہم شخص بھی غیر اہم ہو کر رہ جاتا ہے کہ اہمیت کا احساس نہ سونپا جائے تو بدگمانی جنم لیتی ہے اور بدگمانی رشتوں کی دشمن ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ اپنی ماں اور بہن کو بتاتا رہتا تھا کہ وہ دونوں اس کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہیں کہ رشتے غیر اہم ہو ہی نہیں سکتے۔انسان کے رویے اہم سے اہم رشتے کو بھی غیر اہم بنا دیتے ہیں اس لئے وہ اپنے رویے کو درست رکھنے کی اپنی سی کوشش کرتا تھا اور کوشش رائیگاں نہیں جاتی۔

☆☆☆☆☆☆

"ابرج، شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟ کب تک شادی کرنے کا ارادہ ہے۔" وہ ماں کی بات پر ناشتہ چھوڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"میرا ابھی دو سال تک شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

"فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم شادی کے نام پر ہمیشہ مجھے یونہی ٹال دیتے ہو۔ جبکہ تم یہ بھی جانتے ہو میں تمھاری شادی عائشہ کی شادی کے ساتھ ہی کر دینا چاہتی تھی۔عائشہ کی شادی کو دو سال ہونے والے ہیں اور اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتی۔" معصومہ سہروردی قدرے غصّے سے بولی تھیں۔

"ماما، کیا ہو گیا ہے ہے آپ کو، دو سال تک کر لوں گا شادی۔ابھی موڈ نہیں ہے میرا۔۔" وہ بیزاری سے کہتا جوس کے گھونٹ بھرنے لگا تھا۔

"دماغ خراب ہے تمھارا ابرج، موڈ نہیں ہے۔شادی بھی بھلا موڈ سے ہوتی ہے۔" وہ اپنے بیٹے کو تاسف سے دیکھنے لگی تھیں جو بہت ذمہ دار تھا جس نے اپنے باپ کے بعد بزنس کو سنبھال لیا تھا۔شادی شدہ بہن کا خیال رکھتا تھا۔وقتاً

فوقتاً ماں سے پوچھنے کے ساتھ ساتھ خود بھی بہنوں کے رابطے میں رہتا تھا اور اپنے ذمہ دار اور سمجھدار بیٹے کا پل پل میں بدلتا موڈ انہیں انہیں سخت خائف رکھتا تھا کہ ابرج سہروردی کی شخصیت کو مسخ کرنے والی باتوں میں اس کا موڈی مزاج اور غصہ مرکزی کردار ادا کرتے تھے۔ غصہ کب، کیوں، کیسے، کس بات پر آیا، کسی کو پتہ نہ چلتا تھا اور موڈ کب اور کس بات پہ بدل جائے اسے خود بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

"ماما، ہونی ہے یا نہیں یہ میں نہیں جانتا۔ میں بس یہ جانتا ہوں کہ میں شادی تب کروں گا جب میرا موڈ ہو گا۔ جب مجھے لگے گا کہ اب مجھے شادی کر لینی چاہئے اور آپی (عائشہ) کی شادی کے وقت مجھے ایسا نہیں لگا تھا اور نہ ہی مجھے آج ایسا لگ رہا ہے کہ مجھے شادی کر لینی چاہئے اس لئے اس موضوع کو بند کر دیں۔" وہ ہاتھ صاف کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ایلیفیہ کے ماموں نے اپنے بیٹے جواد کے لئے ایلیفیہ کا پرپوزل دیا ہے۔" وہ چونک کر ماں کو دیکھنے لگا تھا۔

"تم اگر موڈ پر چلتے رہے تو بہت اچھی لڑکی ہاتھ سے نکل جائے گی۔" وہ بیٹے کی پریشانی کو محسوس کرتی ہوئیں اس کے مقابل آکر بولی تھیں۔ وہ ماں کو حیرانگی سے دیکھنے لگا تھا۔"

"آپ کی بات کا مطلب کیا ہے۔" وہ ماں کا ناراض چہرہ دیکھ کر الجھ کر رہ گیا تھا۔

"مطلب تو صاف ہے میں ایلیفیہ کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں اور ایسا تو تم خود بھی چاہتے ہو ابرج تو دیر کس بات کی ہے میں تمھارے ماموں کے سامنے تمھارا پرپوزل رکھ دیتی ہوں۔" وہ اب صاف گوئی سے ذہن اور دل کی ہر بات کہہ گئی تھیں جبکہ وہ ماں کی بات پر متحیّر رہ گیا تھا۔

"ماما! آپ سے کس نے کہا کہ میں ایلیفیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں؟" وہ حیرت میں ڈوبا، ناگواری سے بولتا، ماں کو انگشتِ بدنداں کر گیا تھا کہ انھیں کہاں ایسی امید تھی۔

"کہنا کس نے ہے، کیا ہم سب نہیں جانتے تم اور ایلیفیہ کتنے اچھے دوست ہو، دونوں میں اچھی انڈرسٹینڈنگ ہے ---"

"او پلیز ماما، انڈرسٹینڈنگ کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں۔ ایلیفیہ میری بہت اچھی دوست ہے اور بس --- ایسا تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں 'نہ ہی ایلیفیہ ہی ایسا چاہتی ہے۔ آپ لوگ ہماری دوستی کو اس نہج پر لے جا کر نہ سوچیں کہ ایلیفیہ مجھے بہت عزیز ہے 'محبت ہے مجھے ایلیفیہ سے مگر یہ احساس دوستی کے رشتے سے جڑا ہے۔" وہ ماں کی بات قطع کرتا صاف گوئی سے کہہ گیا تھا۔

"دوستی کو نئے رشتے میں بھی تو بدلا جا سکتا ہے۔ ابرج میں ہی نہیں بھائی صاحب اور بھابھی بھی یہی چاہتے ہیں۔" وہ بیٹے کے بگڑے تیوروں کے باوجود بھی کہنے سے باز نہ آئی تھیں۔

"مگر میں اور ایلیفیہ ایسا نہیں چاہتے۔میں اور ایلیفیہ صرف دوست ہیں بہتر ہو گا کہ یہ موضوع نہ صرف آج یہیں بند کیا جائے بلکہ اس کو آئندہ قطعی نہ چھیڑا جائے۔" وہ غصے سے کہتا باہر کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا جبکہ وہ حیران اور پریشان کھڑی رہ گئیں تھیں کہ انہیں ذرا بھی ابرج سے ایسے رویّے کی امید نہ تھی۔

اور وہ غصے میں جس وقت آفس پہنچا اس نے سیکرٹری کو بلا کر پورے دن کا شیڈیول کو ڈسکس کیا تھا اور ایلیفیہ کو بلانے کا کہہ کر اسے جانے کو کہہ دیا تھا مگر اس وقت اس کا غصّہ بڑھ گیا تھا جب اسے پتہ لگا تھا کہ ایلیفیہ اب تک آفس نہیں پہنچی۔وہ فائلز چیک کرتا اس کا منتظر تھا مگر آج اس کے آنے کے کوئی آثار نہ تھے۔اس نے غصے سے فائل پٹخی تھی اور آفس سے نکل آیا تھا اور جس وقت وہ ماموں کے گھر پہنچا تھا اس کا غصہ شدید تر ہو گیا تھا کہ ایلیفیہ گھر پر بھی نہ تھی وہ کسی کام کے سلسلے میں یونیورسٹی گئی ہوئی تھی۔اس نے ایلیفیہ کو کال کی تھی۔

"کہاں مری ہوئی ہو' آفس کیوں نہیں آئیں؟" اس کے "ہیلو" کہتے ہی وہ غرایا تھا۔

"سلویٰ کے ساتھ یونی آئی ہوں۔اسے اپنی چھوٹی بہن کی ڈگری نکلوانی تھی۔" اس نے دوست کا نام لے کر تفصیل بتائی تھی۔

"میں تمہیں لینے آرہا ہوں ویٹ کرو میرا۔" وہ اس کی سنے بغیر لائن کاٹ گیا تھا اور وہ سلوی کو دیکھنے لگی تھی کہ ان کا کام ہو گیا تھا وہ دونوں واپسی کے لئے قدم بڑھا رہی تھیں جب ابرج کی کال آئی تھی۔اس نے سلوی کو جانے کا کہا تھا کہ سلوی نے اس کو گھر سے پک کیا تھا اور سلوی اسے خدا حافظ کہتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی اور وہ کچھ سوچ کر انگلش ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی تھی کہ یکدم اسے اپنے فیورٹ پروفیسر یاد آ گئے تھے اور اس نے وقت انتظار میں ضائع کرنے کی بجائے پروفیسر صاحب کو ملنے میں صرف کیا تھا اور جس وقت وہ مل کر لوٹی وہ غصے سے آتش فشاں بنا ہوا تھا۔

"ابرج، کیا ہوا ہے اتنے غصے میں کیوں ہو؟" وہ اس کے گھورنے پر خائف ہوئی تھی کہ ابرج سہروردی کے غصے سے تو اس کی بھی جان جاتی تھی۔

"گاڑی میں بیٹھو تو بتاتا ہوں۔" وہ غصّے سے بولا تھا اور گاڑی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ خوبصورت ہنسی کی جلترنگ فضا میں بلند ہوئی تھی اور اس کے قدم ٹھٹک گئے تھے۔اس نے ہنسی کا تعاقب کیا تھا اور جو چہرہ نظر کے سامنے آیا تھا نظر ٹھہر ٹھہر گئی تھی۔سبز کُرتی براؤن ٹراوزر میں دو رنگا دوپٹا گلے میں اٹکائے وہ اپنے خوبصورت سراپے کے ساتھ کچھ فاصلے پہ کھڑی ہنستے ہوئی اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ ابرج سہروردی کے دل کہ تار بج اٹھے تھے۔

"بکواس مت کرو عابی!" وہ ہنسی کے درمیان بولی تھی اور وہ اسے بے خود سا دیکھ رہا تھا کہ ایلیفیہ کی آواز پہ چونکا تھا مڑ کر اسے دیکھا تھا جو فرنٹ ڈور اوپن کئے اسکے آنے کی منتظر تھی کہ یکدم ابرج کے ذہن میں کچھ کلک ہوا تھا اور وہ

فاصلہ طے کرتے ایلیفیہ تک پہنچا تھا اور ذہن کی بات اس سے کہی تھی اور وہ اسے متحیّر سی دیکھنے لگی تھی۔

"تم ابھی بحث میں مت الجھنا مجھ سے، ابھی بس وہ کرو جو کہا ہے۔" اسے منہ کھولتے دیکھ کر کہا تھا کہ وہ دونوں باہر کی طرف بڑھ رہی تھیں اس لئے اسے کچھ بتانے اور سمجھانے کا وقت نہیں تھا۔

"تمھیں ہو کیا گیا ہے ابرج، میں کیسے اس لڑکی سے جا کے کہہ دوں کہ وہ مجھے اپنا نمبر دے دے اور وہ تو جیسے میرے انتظار میں ہی ہو گی مجھے فوراََ نمبر دے دے گی۔" وہ اس کے عجیب و غریب سے رویّے پر چڑ سی گئی تھی۔

"ہزار طریقے ہوتے ہیں کسی سے نمبر لینے کے اگر تم دماغ چلاؤ تو۔۔۔" وہ پل پل دور جاتی اس لڑکی کو دیکھتا ایلیفیہ سے دانت پیس کر بولا تھا۔

"تو یہ دماغ تم خود کیوں نہیں چلا لیتے۔ ان ہزار طریقوں میں سے ایک طریقہ تم خود ہی آزما لو۔" وہ اس کے غصے سے خائف ہوئے بنا بولی تھی۔

"تمھیں بحث کرنی ہے ایلیفیہ، وہ نہیں کر سکتیں جو میں کہہ رہا ہوں' میں خود سے نمبر لے سکتا ہوتا تو اب تک لے چکا ہوتا احمق لڑکی!" وہ دانت کچکچا کر بولا تھا۔

"سوری میں کسی انجان لڑکی سے ایسے نمبر نہیں مانگ سکتی، نہ جانے کس مزاج کی ہو میری بے عزتی ہی نہ کر دے۔" وہ صاف انکار کر گئی تھی تب اس نے کچھ سوچ کر اسے سمجھایا تھا اور بڑی تیزی سے ان دونوں کی طرف بڑھی تھی اور جان کر اس لڑکی سے ٹکرا گیا تھا جس کی اب تک پشت ہی دیکھی تھی کہ وہ اس زاویہ پر کھڑی تھی کہ وہ چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ وہ جو دِرِ مکنوں کے ساتھ باتیں کرتی چل رہی تھی اس افتاد پر بری طرح لڑکھڑائی تھی کہ وہ پیچھے سے اس کے کاندھے کے ساتھ ٹکرایا تھا اور اس کے ہاتھ میں موجود کتابیں اور موبائل گر گیا تھا۔ وہ غصے سے کھولتی سیدھی ہوئی تھی اور ابرج سہروردی کو دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی غصہ ضبط کر گئی تھی۔

"آئی ایم سوری، میرا دھیان کال کی طرف تھا بس اس لئے' میں معذرت چاہتا ہوں آپ سے۔۔۔" وہ نہایت شرمندگی سے بولا تھا اور وہ شناسائی کا خیال کرتی اسے کھری کھری سنانے کا ارادہ ترک کرتی نہ چاہتے ہوئے بھی "اٹس اوکے" کہتی نیچے جھک کر اپنی کتابیں اٹھانے لگی تھی اور وہ اس کی مدد کرنے لگا تھا اور ایلیفیہ اس کے ترتیب دئے پلان کے مطابق حیران پریشان کھڑی دِرِ مکنون کی جانب بڑھی تھی اور نرمی سے اسے مخاطب کیا تھا۔

"ایکسکیوز می۔۔۔!" دِرِ مکنون اپنی دوست سے نگاہ ہٹاتی اس نو وارد حسین سی لڑکی کو دیکھنے لگی تھی۔

"میرا سیل فون مس پلیس ہو گیا ہے اور مجھے اپنے گھر کال کرنی ہے کیا آپ ایک کال کروا سکتی ہیں۔" وہ دِرِ مکنوں کے متوجہ ہوتے ہی پریشان سی صورت بنا کے بولی تھی اور اس احمق نے کچھ کہے بنا کسی قسم کی تصدیق کئے بنا "شیور" کہہ

کر اپنا قیمتی موبائل اس کی طرف بڑھا دیا۔ ایلیفیہ کو کہاں امید تھی کہ وہ کہتے ساتھ ہی اپنا موبائل تھما دے گی وہ حیرانگی کے ساتھ موبائل تھامتی عجلت میں ابرج سہروردی کا نمبر ڈائل کر گئی تھی۔

"تھینکس۔۔۔" اس نے موبائل واپس درِ مکنون کی طرف بڑھایا تھا۔

"آپ نے بات تو کی ہی نہیں۔۔" وہ موبائل واپس لینے میں تعامل کا شکار ہو گئی تھی۔

"بیل تو جا رہی تھی۔ بٹ، پاپا نے کال رسیو نہیں کی۔ وہ خود پر درِ مکنون کی نظریں محسوس کرتی بہت سنبھل کر بولی تھی۔ اور شکریہ کرتی اسے موبائل تھماتی تیزی سے یونیورسٹی کے اندر جانے والے راستے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ایلیفیہ کو وہاں سے جاتے دیکھ ابرج سہروردی جو اس کو کتابیں اٹھانے میں مدد کرنے کے بعد باتوں میں مشغول تھا یکدم ہی خدا حافظ کہہ کر ایلیفیہ کے پیچھے بڑھ گیا تھا۔

"کون تھی یہ لڑکی؟" اس نے درِ مکنون سے پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں، بے چاری کا موبائل کہیں کھو گیا تھا اسے اپنے گھر کال کرنی تھی میں نے اپنا موبائل دے دیا بٹ وہ بات ہی نہیں کر پائی۔" وہ اپنے مخصوص سے دھیمے انداز میں بولی تھی۔

"تمھارا دماغ خراب ہے مکنون، ایسے کیسے تم اٹھا کر کسی کو بھی اپنا موبائل پکڑا دیا۔" وہ غصے سے بولی تھی۔

"کسی کی ہیلپ کرنے میں کیا برائی ہے؟" وہ اس کے غصے سے خائف ہوتی منمنائی تھی۔

"احمق! اسے ہیلپ چاہئے ہوتی تو کال کی تھی تو وہ کال رسیو ہونے کا ویٹ بھی کرتی' پتہ نہیں کون تھی اس سب سے اس کا کیا مقصد تھا۔ تم نے لے کر اپنا موبائل اسے دے دیا۔ جس نمبر پر اس نے بیل دی اس پر تمھارا نمبر چلا گیا ہو گا اس کے پیچھے کوئی بھی مقصد ہو سکتا ہے۔" وہ درِ مکنون کی طرح احمق نہیں تھی اس لئے سمجھداری سے بولی تھی۔

"اف! توبہ ہے تم سے تو عابی 'جیمز بانڈ کی نانی بن جاتی ہو۔ موبائل ادھر ادھر ہو جاتا ہے اس لڑکی نے ہیلپ مانگ لی تو کونسی برائی ہے۔ بھول گئیں کل میں کلاس میں سیل بھول گئی تھی تو تم نے بیل دی تو آسانی سے مل گیا تھا۔" وہ اپنی ازلی سادگی سے بولی تھی مگر عابیہ وہ اس کی بات سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔

"وہ الگ بات تھی مگر تم آئندہ ایسی حماقت نہ کرنا۔ ایک تو تمھارے اندر کا ایدھی ہے کہ سوتا ہی نہیں ہر وقت مدد کو تیار' تمھارے بھیّا صحیح تم پر خفا ہوتے ہیں۔ بتاؤ گی نہ انہیں تو ڈانٹ کھاؤ گی اور ڈانٹ پڑنی بھی چاہئے تمہیں کہ کبھی جو تم عقل استعمال کر لو۔" وہ باہر کی طرف بڑھتی مسلسل اس کو سُنا رہی تھی۔

"بھیّا کیوں ڈانٹیں گے مجھے۔۔۔" وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

"اف! اب تم سچ میں اپنے ہٹلر بھیّا کو پوری داستانِ امیر حمزہ سنا نہ دینا' جو ہونا تھا ہو گیا آئندہ خیال رکھنا۔" وہ اسے

گھر میں بتانے سے منع کر رہی تھی اور وہ الجھ گئی تھی۔

"میں چھپانے کو نہیں کہہ رہی مکنون مگر ہر چھوٹی، بڑی بات گھر میں بتانے والی نہیں ہوتی۔ کبھی، کبھی کوئی بات اپنے تک بھی رکھ لینی چاہئے اور ایسا کرنا کہیں سے بھی غلط نہیں ہے۔" وہ اپنی احمق دوست کو سمجھا رہی تھی اور عابیہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ قائل کر لینے کا فن جانتی تھی اور درِ مکنون تو ان لوگوں میں سے تھی جنہیں بس قائل ہونے کو بہانہ چاہئے ہوتا ہے۔

"ویسے مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی وہ لڑکی تھی کون اور اس کا مقصد کیا تھا؟" وہ پر سوچ انداز میں بولی تھی کیونکہ اس نے ایلیفیہ کو نہیں دیکھا تھا ورنہ وہ اس کو پہچان لیتی۔

"مجھے بھولنے کا کہہ کر خود اسے ہی سوچے جا رہی ہو۔ دفعہ کرو، جو ہونا تھا ہو گیا۔" مکنون چڑ کر بولی تھی عابیہ نے ہنس کر بے نیازی سے کندھے اچکا دئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

"مجھے بتاؤ گے کیا چکر ہے یہ سب؟" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی بولی تھی جبکہ اس نے دھیان نہیں دیا تھا کہ وہ تو جان کر گاڑی میں چھوڑے گئے موبائل کو اٹھائے نمبر سیو کرنے میں مصروف رہا تھا۔

"اب بکو بھی' کیا سسپنس کری ایٹ کر رہے ہو۔" وہ اس کے عجیب و غریب رویے سے چڑ کر رہ گئی تھی۔

"یہی ہے وہ لڑکی ہے جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا کہ مجھے اچھی لگی ہے۔" وہ موبائل ڈیش بورڈ پر ڈالنے کے بعد گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"اونہہ' اگر کوئی لڑکی اچھی لگ گئی تو نمبر حاصل کرنے کا یہ کتنا غلط طریقہ ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی۔

"ایوری تھینگ اِز فیئر اِن لو اینڈ وار۔۔۔" اس نے مزے سے کہہ کر آنکھ دبائی تھی۔

"آر یو سیر یئس۔۔۔" وہ یکدم ایکسائیٹڈ ہو گئی تھی۔

"یس ہنڈرڈ پرسنٹ سوئیٹ ہارٹ!" وہ دلکشی سے مسکرایا تھا۔

"آئی کانٹ بلیو اِٹ" وہ ماننے سے انکاری ہوئی تھی۔

"وائے" اس نے تیکھے چتونوں سے اسے، ایسے گھورا تھا کہ وہ خائف ہو گئی تھی۔

"وہ اس لئے کہ میں تمہیں بچپن سے جانتی ہوں۔ تمھارا غصہ الامان الحفیظ اور تمھاری موڈی طبیعت سے تو سب عاجز ہیں۔ مجھے تو یہ وقتی سی کشش لگ رہی ہے۔" وہ صاف گوئی کی انتہاء پر تھی۔

"واٹ ربش! محبت میرے نزدیک ٹیسٹ بدلنے کا نام ہر گز نہیں ہے۔ تم جانتی ہو جب بھی ماما نے مجھے شادی کا کہا

میں نے ٹال دیا اور تم سے یہی کہا کہ جس دن کسی لڑکی سے محبت ہو گئی کر لوں گا شادی اور اب مجھے محبت ہو گئی ہے میں محبت کو محسوس کرنا چاہتا ہوں اور تم دوست ہو کر میرے احساسات کو وقتی کشش کا نام دے رہی ہو۔" وہ صدماتی انداز میں بولتا ایلیفیہ کو شرمندہ ہی تو کر گیا تھا۔

"میرے کہنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ آئی ایم سوری" وہ اچھے بچوں کی طرح سوری کر گئی تھی۔ وہ آگے سے کچھ نہیں بولا تھا

"ویسے لڑکی تھی بہت پیاری اور انوسینٹ۔۔۔" وہ اس کا موڈ بحال کرنے کو اس کی لڑکی کی تعریفوں میں رطب السان ہوئی تھی۔ جو بقول ابرج سہروردی کے اس کی محبت تھی مگر وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ ڈرائیونگ کرتا رہا تھا۔

"تھی تو اچھی مگر کچھ احمق سی بھی لگی مجھے۔۔۔" اس نے فوراً ناگواری سے ایلیفیہ کو دیکھا تھا اور وہ ہنس رہی تھی۔

"موڈ ٹھیک کر لو ایسے بالکل اچھے نہیں لگتے اور میں نے کچھ غلط نہیں کہا وہ لڑکی تھی تو احمق۔ میرے کہتے ساتھ ہی مجھے موبائل پکڑا دیا۔ میں ہوتی تو ایسے کبھی کسی اجنبی کو اپنا موبائل فون نہ دیتی۔" وہ اس کے بازو پر ہاتھ کا مکا سا بنا کر مارتے ہوئے بولی تھی۔ وہ ہنکارا بھر کر رہ گیا تھا۔

"ہاں احمق تو ہے وہ یار لیکن وہ پہلی نظر میں دل کے ایوانوں میں محبت بن کر سج گئی ہے۔" وہ پہلی بار دل کشی سے مسکرا کر اظہارِ محبت کی منزل طے کر گیا تھا اور وہ حیرت سے آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہی تھی کہاں ایسی امید تھی۔ اس نے چند دن پہلے ذکر کیا تھا کہ اسے ایک لڑکی اچھی لگی ہے لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جو اچھی لگی ہے وہ اس حد تک اچھی لگی ہے کہ وہ اس اچھے لگنے کو از خود محبت کا نام دے گیا تھا اور اگر ایسا کر گیا تھا وہ تو بات کچھ تو تھی ضرور۔ وہ بہت پر جوش ہو گئی تھی اور پر جوش ہو کر ساری تفصیل جاننے کی متمنی ہو گئی تھی۔ اس نے دل کش مسکراہٹ کے ساتھ تمام تفصیل سے ایلیفیہ آگاہ کر دیا تھا۔

"میں تمہارے لیے بہت خوش ہوں ابر" وہ تفصیل جان کر دلکشی سے ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"شکریہ سوئیٹ ہارٹ" وہ کراچی کے مشہور و معروف ریسٹورینٹ کی پارکنگ میں گاڑی پارک کرتے ہوئے بولا تھا۔

"ویسے تمہارے چوائس بہت اچھی ہے۔ لڑکی تھی بہت پیاری اور معصوم۔۔۔" وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"پتا ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"اوہو، چند ادھوری ملاقاتیں اور بس، اور موصوف اتنے سنجیدہ اور پر یقین ہیں، میں ہضم نہیں کر پا رہی۔" وہ

مینیو کارڈ پہ نگاہ دوڑاتے ہوئے شرارت سے بولی تھی۔

"میری جان، یہ جو تمہارے نزدیک چند ادھوری ملاقاتیں ہیں۔ وہی تو اب تک کا حاصل ہیں کہ محبت سے ٹکرانے والی ملاقات ادھوری ہو کر کتنی مکمل ہوتی ہیں تم نہیں سمجھ سکتیں کہ محبت بذاتِ خود، خود اتنی مکمل ہے کہ اس کے احساس کو پانے کے بعد کچھ بھی ادھورا نہیں لگتا۔" وہ ایک جذب کے عالم میں بولا تھا۔ ایلیفیہ کا چہرہ بڑی تیزی سے سرخ ہوا تھا۔ ایک حسین سراپا نگاہ کے سامنے لہرایا تھا۔ وہ چاہ کر بھی ابرج سے یہ نہیں کہہ پائی تھی اسے اس کی ہر بات سے سو فیصد اتفاق ہے کہ وہ پہلی بار ابرج سے کچھ چھپا رہی تھی۔ جیسے وہ دل پر گزرنے والی واردات کا ذکر کرتا اعترافِ محبت کر گیا تھا۔ اس میں فی الحال اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اُس حسین شخص کو سوچ رہی تھی، محبت کو اپنے اندر محسوس کر رہی تھی۔ مگر اتنی بہادر بھی نہیں ہوئی تھی کہ اعترافِ محبت کر لیتی۔ اس نے دلکشی سے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا جو وہاں ہو کر بھی وہاں موجود نہ لگی تھی۔ اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تھا۔

"محبت مجھے ہوئی ہے، کھو تم گئی ہو کہیں، تمہیں بھی محبت کا عارضہ لاحق تو نہیں ہو گیا؟" وہ دھک سے رہ گئی تھی۔ رنگت کی سرخی سپیدی میں ڈھل گئی تھی۔ اس نے ہراساں نگاہوں سے ابرج کو دیکھا تھا۔

"یہ کیا بکواس ہے ابرج۔۔۔!" وہ خجالت مٹانے کو دھیمے لہجے میں بگڑی تھی تھی۔

"بکواس تو نہیں کی میں نے۔۔۔ وہی کہا جو محسوس کیا، کے بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔" وہ اس کی گڑبڑاہٹ کو زیرک نگاہوں سے جانچتا شوخی سے بولا تھا۔

"بند کر دو بکواس، تمہیں محبت ہو گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر شخص تمہیں اس خرافات میں پڑا نظر آئے۔" وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے ناگواری سے بولی تھی اور اس کی نگاہ سے بچنے کو چہرے کے آگے مینیو کارڈ کر لیا تھا۔

"تم جیسی بدذوق لڑکی کو کیا معلوم کہ محبت کس حسین چڑیا کا نام ہے، تم دو ابھی محبت کو خرافات کا نام، جس دن محبت کی چڑیا تم پر اپنے پر پھیلائے گی نا تب پوچھوں گا محبت خرافات کا نام ہے یا احساسِ زندگی کا نام۔۔" وہ بہت کچھ محسوس کرنے کے باوجود اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کیے گہری سنجیدگی اور گہرے جذب کے عالم میں بولا تھا۔ وہ کارڈ ٹیبل پر ڈالتی اسے دیکھنے لگی۔ جو محبت پر بات کرتا اس وقت ہر لمحے سے زیادہ حسین لگ رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں اس کے لیے کتنی ہی نیک دعائیں کر ڈالی تھیں۔ اسی وقت ویٹر ان کی ٹیبل تک آ رہا تھا۔ انھوں نے اپنی پسند کی ڈشز آرڈر کی تھیں اور اس کے جانے کے بعد وہ اس سے بولی۔

"تم نے اپنے محبت نامے میں الجھا کر یہ بات تو فراموش کر ہی ڈالی کہ صبح سے عجیب و غریب رویہ کیوں اپنائے ہوئے تھے۔ اتنے غصے میں کیوں مجھے پک کرنے آئے تھے" ایلیفیہ نے اسے یاد دلایا تھا کہ وہ اس لڑکی کے آنے سے پہلے

کافی غصے میں تھا۔ اس نے یکدم خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا اور کہنا شروع کیا تھا۔

"سنا ہے تمہارا پرپوزل آیا ہے۔۔۔" ہاں اس نے تردد نہیں کیا تھا۔

"تم اس لیے غصے میں تھے کہ میرا پروپوزل آیا ہے۔" اس کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں میں اس لیے غصّہ میں ہوں کہ مما نے تمہیں اپنی بہو بنانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور یہی نہیں ان کو لگتا ہے کہ ہم دونوں کی بھی یہی خواہش ہے۔" وہ تمام تفصیل اس کے سامنے رکھ گیا تھا۔

"واٹ ربش، تم جانتے ہو ابر کہ ہم دونوں صرف دوست ہیں۔" وہ سنتے ہی اس کی مانند ناگواری سے بولی تھی۔

"آئی نو! لیکن، یہ بات جان کر مجھے دکھ بھی ہوا ہے اور افسوس بھی کہ ہم دونوں کے پیرنٹس ہم دونوں کی انڈراسٹینڈنگ کو دوسرے معنوں میں لے کر ہماری شادی کے جواب بن رہے ہیں، یہ مما کی نہیں ماموں کی بھی خواہش ہے۔" وہ کھانے کے دوران بولا تھا۔

"تم فکر نہیں کرو میں مما اور پاپا کو بتادوں گی کہ ہم دونوں اچھے دوست ہیں اور تم پھپھو کو مکنون سے ملوادو، انھیں وہ پیاری لڑکی ضرور پسند آئے گی۔" وہ کھانے سے انصاف کرتے ہوئے بولی تھی۔ اسے کھانے پینے کا بڑا شوق تھا جس پر ابرج اس کا ریکارڈ بھی لگاتا تھا کہ وہ جو کھاتی تھی جاتا کہاں تھا کہ وہ جتنا کھاتی تھی اس حساب سے اسے موٹا ہونا چاہیے تھا۔ مگر اس کی اسمارٹنیس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ اس کو چھیڑنے کو اکثر نازک اندام حسینہ کہا کرتا تھا۔ کہ وہ تھی ہی اتنی دبلی پتلی اسمارٹ دوشیزہ۔

"نہیں ابھی درمکنون کے بارے میں میں نے صرف تمہیں بتایا ہے اور کسی کو فی الحال بتانا نہیں چاہتا۔" وہ کولڈ ڈرنک کے سپ لیتے ہوئے اس کو سوال دے گیا تھا۔

"وجہ جان سکتی ہوں؟" وہ ہزار سوال دل میں چھپائے بولی تھی۔

"میں خود درمکنون کو نہیں جانتا، آج نمبر لیا ہے، رابطہ کروں گا، جانوں گا اُسے، پھر سوچوں گا۔" وہ آرام سے پُرسکون انداز میں بات کر رہا تھا کہ ماں کی غیر متوقع بات سن کر اسے غصہ آیا تھا جو درمکنون کو دیکھ کر کم ہوا تھا اور اس کے ذکر میں غائب ہو گیا تھا۔

"محبت ہے تو سوچنا کیا، ڈائیریکٹ پھپھو کو رشتہ لے کر بھیجو اور شادی کرو، فضول میں وقت کیا ضائع کرنا۔" وہ اس کی بات سے اتفاق نہیں کر پائی تھی۔

"ہر چیز کا وقت اور طریقہ ہوتا ہے پرپوزل بھیج سکتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ انکار نہیں ہو گا کہ میں ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہوں لیکن میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ شادی میری پلیننگ میں فی الحال سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور

جس طرح میں اس انجان لڑکی کو سوچ رہا ہوں تو مجھے لگتا ہے اس سے رابطہ کرنا چاہیے کہ رابطہ کیے بنا تو میں اسے جان نہیں سکوں گا۔" وہ کرسی دھکیل کر اٹھ گیا۔

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے دھواں دھار عشق کے بعد شادی کروگے۔" وہ اس کے ہم قدم ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"ارادہ تو کچھ ایسا ہی ہے۔ بس دعا کرو میں جتنا بے تاب ہوں وہ اتنی بے چین ہو جائے۔" اس نے آنکھ دبائی تھی اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ ایلیفیہ کچھ کہنے کا ارادہ ملتوی کرتی کھلے فرنٹ ڈور سے اندر بیٹھ گئی تھی اور اس نے اپنی عادت کے مطابق اسٹریو آن کیا تھا۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے ابرج کی یہ عادت بری نہیں لگی رہی تھی کہ پچھلے کچھ دنوں سے اس کے دل کی حالت خود تبدیلی کا شکار تھی۔ ایسے میں خوبصورت الفاظ سریلی آوازیں سے بھی متاثر کرنے لگی تھیں۔

او کرم خدا یا ہے، تجھے مجھ سے ملایا ہے
تجھ پہ مر کر ہی تو مجھے جینا آیا ہے
او تیرے سنگ یاراں خوش رنگ بہاراں
تو رات دیوانی، میں زرد ستارہ
میں تیرا ہو جاؤں جو تو کر دے اشارہ

☆☆☆☆☆☆

"ارمش میں کافی دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں تم کھوئے کھوئے سے ہو، کوئی پریشانی ہے کیا؟" ارمش کے اکلوتے دوست ارباز نے اسے یک دم چونکا دیا۔

"نہیں پریشانی تو کوئی نہیں ہے۔" وہ دھیمے سروں میں کہتا سگریٹ کو لائیٹر کا شعلہ دِکھا کر منہ سے لگا گیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں دھوئیں کے مرغولے اڑنے لگے تھے۔

"میں تجھے، تجھ سے زیادہ جانتا ہوں ارمش اور اب تو نوکری بھی مل گئی ہے پھر تیری پریشانی میری سمجھ سے تو باہر ہے۔ آخر مجھ سے شئیر کرنے میں کیا مسئلہ ہے؟" ارباز نے اب کے ناگواری سے کہا تھا۔

"کوئی بات ہو تو بتاؤں بھی، تُو خوامخواہ پیچھے پڑ رہا ہے، سچ میں کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے بے زاری سے کہا تھا۔

"چل ٹھیک، تیری مرضی غرور جچتا ہے تجھ پر، میں کہاں ایک موٹر مکینک اور تو کہاں وائٹ کالر جاب کرنے والا

پڑھا لکھا نوجوان تجھے کیا ضرورت مجھ جیسے غریب دوست پر بھروسہ کرنے کی۔۔" وہ دُکھ سے بولتا اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

"ہوگئی تیری بکواس۔" وہ سگریٹ زمین پر ڈال کر جوتے سے مسلتے ہوئے غصے سے ارباز کو دیکھنے لگا جو آگے سے کچھ کہنے کے بجائے اپنے کام میں مشغول رہا تھا۔ ارباز اور ارمش پڑوسی تھے۔ ہم عمر تھے، اسکولنگ ساتھ ہی کی تھی۔ ارباز ساتویں جماعت میں تھا جب اس کے ابو کی وفات ہوگئی تھی اور چار بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ دو بڑی اور دو چھوٹی بہنیں تھیں۔ شہر کے مہنگے ترین اسکول میں پڑھنا باپ کی وفات کے بعد ارباز کے لیے ممکن نہیں رہا تھا۔ اس کی ماں نے اسے اور بہنوں کو پرائیویٹ سکول سے اٹھا کر گورنمنٹ اسکول میں ڈلوا دیا تھا۔ اور خود ایک پرائیویٹ اسکول میں جاب کرنے لگی تھیں۔ لیکن پانچ بچوں کے ساتھ اسکول کی محدود آمدنی کے ساتھ گزارا کر پانا از حد مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ بڑی بیٹی صالحہ نے میٹرک کے بعد پرائیویٹ تعلیم جاری رکھتے ہوئے ایک اسکول میں جاب شروع کرنے ساتھ بچوں کو گھر میں ٹیوشن دینی شروع کر دی تھی۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی کو دیکھتے ہوئے عالیہ بیگم نے کچھ سوچ کر بیٹے کو موٹر مکینک کا کام سیکھنے کو بٹھا دیا تھا۔ کام کے ساتھ دھیرے دھیرے ارباز کی تعلیم سے دلچسپی ختم ہونے لگی تو اس نے جیسے تیسے میٹرک کیا اور تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ اس وقت تو اسے ماں کی باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں کہ تعلیم کس قدر ضروری ہے مگر آج اس کے ہم جماعت اچھی پوسٹوں پر فائز تھے تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔ لیکن اب پچھتانے کے سوا کچھ حاصل نہ ہونا تھا کہ وقت کی دھول میں بہت سے ساتھ چھوٹ گئے تھے۔ بس ایک ارمش تھا جس نے دوستی کا ناطہ نہ توڑا تھا۔ برسوں سے دونوں کی دوستی قائم تھی اور ارمش نے اسٹیٹس میں واضح فرق کو کبھی اہمیت نہیں دی تھی لیکن ارباز جو احساسِ کمتری کا شکار ہو جایا کرتا تھا۔ اس وقت بھی یہی ہوا تھا مگر اس کی بات نے ارمش کو دکھ اور غصے سے دوچار کر دیا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے ارباز اور کوئی بات نہیں ہے ہزار دفعہ سمجھا چکا ہوں میرا اسٹیٹس اور میری جاب ہماری دوستی پر کبھی اثر انداز نہ ہوئی ہے اور نہ ہو گی۔ تم کان کھول کر سن لو یہ بکواس آج آخری بار کی ہے۔ آئندہ تم نے ایسی بکواس کی تو میں تم سے ملنا چھوڑ دوں گا۔ ایسے شخص سے دوستی کیا رکھنا جسے خلوص کی قدر ہی نہ ہو۔" وہ بہت غصہ سے کہتا گیراج سے باہر نکلتا چلا گیا اور ابھی اپنی موٹر سائیکل تک ہی پہنچا تھا کہ وہ اس تک پہنچ گیا۔

"او سوری یار، میں بس کبھی، کبھی خود ترسی کا شکار ہو جاتا ہوں۔" وہ دکھ سے بولا تھا۔ ارمش نے اسے دیکھا تھا وہ اس کا ہم عمر تھا کافی خوش شکل بھی تھا مگر فکروں اور پریشانیوں نے جیسے اسے وقت سے پہلے بوڑھا کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اس سے پانچ چھ سال بڑا لگنے لگا تھا۔ بڑی بہنوں کی شادی تو وہ جیسے تیسے کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ تیسری کی ڈیٹ چھ ماہ بعد کی فکس تھی۔ وہ آج کل اسی پریشانی میں تھا کہ بڑی دونوں کی شادی کے وقت تو ماں کی جمع پونجی اور زیور بھی تھے۔

لیکن اس وقت توماں کا بنایا ہوا چین لاکٹ اور کراکری کے چند سیٹوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ گیراج کے مالک نے بھی قرض دینے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ ارمش سے کچھ شئیر نہیں کر رہا تھا۔ ایک تو ارمش کی جاب لگنے سے دونوں کا ملنا کم ہو گیا تھا دوسرا اسے لگتا تھا ارمش جیسے کچھ چھپا رہا ہے۔ اسی لیے وہ خود ترسی کا شکار ہو کر بکواس کر گیا تھا۔

"کبھی، کبھی نہیں ہر وقت بول ارباز، جب کہ تجھے تو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ تیرے پاس ہاتھ میں ہنر ہے، حلال روزی کما رہا ہے۔ دو کو رخصت کر چکا ہے اور تیسری کو بھی جلد کر دے گا۔ یہ سب اللہ کا ہی تو کرم ہے کہ تو محدود آمدنی میں بھی سب کر پایا ہے۔ اب اگر غربت کا رونا روئے گا، فضول میں بکواس کرے گا۔ تو یہ ناشکری ہی ہو گی اور اللہ ناشکر گزار لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے ۔ تم اللہ کے شکر گزار بن جاؤ وہ تمہیں نوازتا چلا جائے گا۔" ارمش کے لہجے میں اس کی ماں کی تربیت اور نیکی بول رہی تھی۔ ارباز یکدم ہی شرمندہ ہو گیا۔۔۔

"رب کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں ارمش، بس رب کا ادنیٰ سا بندہ ہوں کبھی، کبھی جب پریشانی زیادہ ہوتی ہے تو سوچ بھٹک جاتی ہے۔" وہ آزاردگی اور ندامت سے بولا تھا۔

"تیرے بنا بتائے بھی جانتا ہوں سحرش کی شادی کو لے کر پریشان ہے مگر یاد رکھنا پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہو گا البتہ توکّل کرنے سے یوں انتظام ہو گا کہ تیری عقل بھی دنگ رہ جائے گی۔" ارباز نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مجھے دیکھ کتنے عرصے نوکری کے لیے خوار ہوا اور پھر کس طرح بنا انٹرویو نوکری ملی میں تو اللہ کی حکمت اور قدرت کے آگے سربسجود ہو گیا ہوں۔ ماما کہتی ہیں اللہ سے اپنی عقل کے مطابق اور اپنی سوچ کے مطابق نہ مانگنا چاہئے نہ ہی آس لگانی چاہیے۔ اللہ سے تو اس کی عظمت و حکمت کے مطابق مانگنا چاہیے کہ ہم جسے ناممکن سمجھیں اللہ کی ایک "کن" اسے ممکن بنا دے۔" وہ یقین سے کہتا ارباز کی ہر فکر کو زائل کرتا چلا گیا تھا۔

"ہاں تو ٹھیک کہتا ہے۔" ارباز مسکرایا تھا۔ ارمش نے موٹر بائیک پر سوار ہوتے ہوئے اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔

"میں پریشان نہیں ہوں ابھی سچ میں تجھ سے کچھ چھپا رہا ہوں۔ ایک دو دن میں گھر کا چکر لگاؤں گا تب بتا دوں گا۔" وہ کِک لگاتے ہوئے بولا تھا اور ارباز کو حیران چھوڑ کر بائیک بڑھا لے گیا تھا۔ ارباز بھی پلٹ کر کام میں لگ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"پاپا میں اور ابرج صرف اچھے دوست ہیں، ہم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے اور نہ ہی شادی کرنا چاہتے ہیں۔" ایلیفیہ کی ماں نے پرپوزل کا بتانے کے ساتھ ہی اپنی خواہش کا اظہار بھی کر دیا تھا تب اس نے جو بات بھی تھی ماں کو سچائی سے بتا دی تھی۔ وہ بیٹی پر سخت خفا ہوئی تھیں اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی۔ وہ نہ مانی تو وہ خفا ہو کر اپنے

اس نے جو ماں سے کہا انھیں بھی کہہ دیا۔

"ٹھیک ہے بیٹا ہم لوگوں کو سمجھنے میں غلطی ہو گئی تم اور ابرج ایسا نہیں چاہتے۔ مگر ہم سب تو چاہتے ہیں نا ہمیں ابرج بطور داماد پرفیکٹ لگتا ہے۔" وہ بیٹی کا جواب سن کر گہری سنجیدگی سے بول رہے تھے کہ وہ درمیان میں ہی بول پڑی۔

"لیکن پاپا"

"تمہاری پھپھو کو تم بحیثیتِ بہو پسند ہو اور جب ہم سب بڑے راضی ہیں تو تمہیں بھی مان جانا چاہئے کہ تم ابرج کو اس نظر سے نہیں دیکھا لیکن دیکھ تو سکتی ہو نا۔" وہ اس کو موقع دیئے بغیر اپنی بولے۔

"لیکن پاپا میں ابرج کو اس نظر سے نہیں دیکھنا چاہتی۔ ہم صرف اچھے دوست ہیں اور بس، اب آپ لوگ پلیز مجھے مجبور نہ کریں کیونکہ میں ایسا نہیں چاہتی اور نہ ابرج کبھی راضی ہو گا۔" وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"ٹھیک ہے ہم تمہیں فورس نہیں کریں گے۔ تمہارے لئے ولید (ماموں کا بیٹا) کا پرپوزل آیا ہوا ہے۔ ولید ڈاکٹر ہے ہر لحاظ سے وہ تمہارے ساتھ سوٹ کرے گا۔ صرف ابرج کی وجہ سے ہم اس رشتے کو اوکے نہیں کیا تھا اب جب ابرج والا معاملہ سرے سے نہیں ہے تو ہم اس رشتے کو ڈن کر لیتے ہیں۔" خاموش بیٹھیں ایلیفیہ کی مما فیصلہ کن لہجے میں بولی تھیں۔ اور وہ یکدم ڈسٹرب ہو گئی تھی اگر یہی بات وہ پندرہ دن قبل کہتیں تو کبھی انکار نہ کرتی لیکن اب وہ اقرار نہیں کر سکتی تھی کہ اس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ کوئی آنکھ سے ہو تا دل میں سما گیا تھا اور وہ اپنی محبت کو محسوس بھی نہیں کر پائی تھی ابھی تو محبت کے احساس کو صرف پایا تھا۔ ابھی تو محبت کے بہت سے مرحلے طے کرنے تھے اور اس کی مما اسے راستہ بدل لینے کی راہ دکھا رہی تھیں۔ وہ بے چین ہی تو ہو گئی تھی۔

"مما! پلیز، ابھی اس قصے کو بند کر دیں میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں ایلیفیہ ہر بار تمہاری نہیں چلے گی۔ تم انٹر میں تھیں جب تمہارا پہلا رشتہ آیا تھا اور اب تم اپنی تعلیم مکمل کر چکی ہو۔ تمہارے انکار کے باعث ہم کتنے رشتے ٹھکرا چکے، ہمیں تمہیں ہماری دہلیز پر بوڑھا نہیں کرنا۔ اب تمہاری ایک نہیں چلے گی ہم تمہارا یہ پروپوزل ڈن کر رہے ہیں بس بات ختم۔" وہ کافی درشتگی سے بولی تھیں اور وہ روہانسی ہو کر باپ کو دیکھنے لگی تھی۔

"ایلیفیہ تمہاری مما ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں۔" وہ بیٹی کی مدد طلب کرتی نگاہوں کو محسوس کر کے نرمی سے بولے تھے۔

"پاپا بس دو سال اور رک جائیں۔۔۔ پلیز۔۔۔" وہ گویا ملتجی ہوئی تھی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا چوبیس کی ہو گئی ہو کیا بوڑھی ہو کر شادی کرو گی؟" وہ بیٹی کو ناگواری سے دیکھتیں بھڑک کر بولی تھیں۔

"مما میں نے ابھی جاب شروع کی ہے پلیز سمجھنے کی کوشش تو کریں۔" اس کے آنسو گرنے لگے۔

"کیا تم کسی کو پسند کرتی ہو ایلیفیہ؟" وہ باپ کی بات پر تڑپ اٹھی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے پاپا۔" وہ نظریں چرا کر بولی تھی۔

"اگر تم کسی کو پسند کرتی ہو تو کہہ سکتی ہو ہم تمہاری پسند اور خوشی کو اولیت دیں گے اور اب جاؤ کمرے میں آرام کرو اور یہ بات یاد رکھنا کہ ہمیں تمہاری شادی اسی سال کی ابتداء تک کرنی ہے۔" "شارق آغا غیر معمولی سنجیدگی سے بولی تھے اور وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ یہ ایلیفیہ کو کیسی آفر دے رہے تھے شارق؟" وہ ناگواری سے بولی تھیں اور وہ چوکھٹ پہ ہی رک گئی تھی۔

"مجھے اپنی بیٹی پر پورا بھروسہ ہے آسیہ، اس نے اب تک نہ غلط کیا ہے نہ آگے کرے گی، اور اگر میری بیٹی کسی کو پسند کر کے اس کا نام لے گی تو مجھے اس شخص پر بھی اعتراض نہ ہو گا کہ میں ان والدین میں سے نہیں ہوں جو بچوں کو ہر اختیار تو دے دیتے ہیں مگر شادی کے وقت پسند تک کا حق چھین لیتے ہیں مجھے اپنی بیٹی کی خوشی عزیز ہے اور اپنی بیٹی کی خوشی کے لیے میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔" شارق آغا کا لہجہ انتہائی نرم تھا ایلیفیہ کے لب مسکرا اٹھے تھے اور وہ بہت مطمئن سی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی جبکہ آسیہ آغا نے آگے سے کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ ہمیشہ سے شوہر کی اچھائی کی قائل رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" وہ جو صوفے پر بیٹھی درمکنون کے آنے کا انتظار کر رہی تھی گھمبیر لہجے پر چونک اُٹھی تھی۔ اس نے ذرا کی ذرا پلکیں اٹھائی تھیں اور نظر سیدھا ابان بخاری پر ٹھہر گئی تھی۔ بلیو جینز پہ گرے ٹی شرٹ پہنے وہ اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھا۔ وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے عابیہ کی گھبراہٹ کو محظوظ کن نگاہوں سے دیکھا تھا، اور مسکرا کر اپنی بات دہرا گیا تھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" وہ جو پہلے گہرے استغراق کی وجہ سے اس کا جملہ ٹھیک سے سن نہیں پائی تھی اب نا صرف سنا بلکہ محسوس بھی کیا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی اور وہ متحیر نگاہوں سے اس خوبرو شخص کو دیکھنے لگی تھی۔

"حیرانگی میں تو اور بھی پیاری لگ رہی ہیں آپ، عابیہ!" اس کی حیرت کو انجوائے کرتے ہوئے وہ مسکرایا تھا اور

اچھی خاصی بااعتماد لڑکی کنفیوز ہو گئی تھی۔ سید ابان بخاری کی نظریں عابیہ کے چہرے کا طواف کرنے لگی تھیں۔ سانولی رنگت، ساتواں کھڑی ناک، کٹاؤ دار لب، گہری سیاہ آنکھیں اور لرزتی پلکیں اسے جاذب نظر بنا گئی تھیں۔ وہ ایک عام سی بے حد اسمارٹ لڑکی تھی۔ سید ابان کے سامنے اس کی سانولی رنگت سیاہی مائل لگ رہی تھی کہ وہ سرخ و سپید رنگت کا حامل تھا۔ وہ خود پر اس کی نظریں محسوس کر کے جزبز ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے خود کو کمپوز کیا تھا۔ اپنا اعتماد بحال کر کے نظر اٹھائی تھی۔

"آپ کو یہ سب زیب نہیں دیتا مسٹر بخاری کہ میں آپ کی بہن کی دوست ہوں اور جیسے در مکنون آپ کی نظر میں قابلِ احترام ہے اس کی دوست بھی احترام کے قابل ہونی چاہئے۔" وہ اس کے جملے سے نہیں سنبھلی تھی کہ اس کے ہاتھ باندھ کر ٹک ٹکی لگا کر دیکھنے پہ ناگواری محسوس کرتی ایک ہی سانس میں سب کہہ گئی تھی۔ اس کی بات تلخ تھی۔ اس کے الفاظ بہت کچھ جتا گئے تھے اس کے الفاظ اور اس کی آنکھیں بھی ناگواری کا مظہر بنیں بہت کچھ جتا رہی تھیں۔

"میں نے آپ کو ایسا کچھ نہیں کہا عابیہ کہ آپ کو مجھے اتنا لمبا لیکچر دینا پڑے۔" وہ پر سکون انداز میں بولا تھا اور وہ لب کچلنے لگی تھی۔

"آپ کو میرا تعریف کرنا برا لگا تھا۔۔۔ لگنا بھی چاہیے آپ کو۔۔ ایم سوری۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھے اپنے ازلی نرم اور شائستہ لہجے میں بول رہا تھا اور وہ اسے دیکھنے لگی۔ شائستگی سے بات کرتا وہ اتنا دلکش لگ رہا تھا عابیہ کی نگاہ ٹھہر ٹھہر گئی تھی۔ اس نے عابیہ کی محویت محسوس کر کے ہلکے سے گلا کھنکھارا تھا۔ وہ شرمندہ ہوئی نگاہ چرا گئی تھی۔

"میں نے آپ کو دیکھا۔ جواباً آپ نے مجھے دیکھا یعنی حساب برابر ہو گیا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں اس بات پر سوری کی ضرورت نہیں رہی۔" وہ ذو معنی ل لہجے میں بولا تھا۔ اس کا چہرہ تیزی سے سرخ ہوا تھا، وہ نگاہ نہیں اٹھا پائی تھی۔

"میں نے آپکی تعریف کی آپ بھی میری کر دیتیں یہ حساب بھی برابر ہو جاتا، کم از کم مجھے خوامخواہ سوری نہ کرنا پڑتی۔" اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔ اس نے نظر اٹھائی تھی اور اس کی آنکھوں میں مچلتے آنسوؤں دیکھ کر نہ صرف لب بھینچ کر مسکراہٹ کا گلا گھونٹا تھا بلکہ یکدم وہ بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"آئی ایم سوری عابیہ میں آپ کو بس یونہی تنگ کر رہا تھا۔" شرمندگی سے بولا تھا۔

"آپ کو مجھے تنگ کرنے یہ میری تعریف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔" وہ منہ بنا کر ترنت بولی تھی۔

"اگر آپ کو تنگ کرنے یا تعریف کرنے کا حق مجھے حاصل نہیں ہے اور میں حق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولتا چلا گیا تھا اور وہ گہری سیاہ آنکھوں میں حیرانی سمو کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ ابان کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی وہ کہیں سے بھی مذاق کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا۔

"میں ماما جان کو آپ کا پروپوزل لے کر بھیجنا چاہتا ہوں عابیہ!" اس نے نرمی سے کہہ کر اس کی حیران آنکھوں میں جھانکا تھا۔ وہ کچھ کہتی یا وہ مزید کوئی گل افشانی کرتا کہ ڈرائینگ روم کے باہر کچھ ہلچل سی مچی جو اس بات کا اشارہ تھا کہ درمکنون اس طرف آ رہی ہے اس لیے ابان جلدی سے گفتگو سمیٹ رہا تھا۔

"میں نے اپنی بات آپ تک پہنچا دی ہے عابیہ، آپ کا جو بھی جواب ہو مجھے بتا دیجئے گا میں آپ کے اقرار کا منتظر رہوں گا اس امید اور دلی دعا کے ساتھ کہ آپ انکار نہیں کریں گی۔" وہ دھیمے سے اپنی بات مکمل کرتا ایک نظر اس کے حیران، بے یقینی کے تاثر دیتے چہرے کو دیکھ کر مڑا تھا اور نکلتا چلا گیا تھا۔

"اسلام علیکم! بھیا۔۔" وہ ڈرائینگ روم کی دہلیز پہ کھڑی بہن کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔ اس کے سلامتی بھیجنے پر اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے سلام کا جواب دے گیا تھا اور مزید بولا تھا۔

"تمہاری دوست کب سے آئی ہوئی ہے درمکنون اور تم اب آ رہی ہو۔" درمکنون کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

"میں سو رہی تھی بھیاّ، جاگ کر شاور لینے چلی گئی تھی کہ سوچا دوست کو کچھ انتظار کی لذت سے مانوس کرایا جائے۔" وہ بول بھیا سے رہی تھی مگر نگاہ کچھ فاصلے پہ کھڑی عابیہ پہ تھی کہ وہ عابیہ سے ناراض تھی کیونکہ وہ دو دن سے یونی نہیں آ رہی تھی۔ وہ اپنے کزن کی شادی میں مصروف تھی اور وہ جو عابیہ کا انتظار کرنے کے باعث ناراضگی کا شکار ہوتی اسے جان کر انتظار کروا رہی تھی تاکہ عابیہ پر اس کی ناراضگی آشکار ہو سکے۔

"اپنوں کو انتظار نہیں کرواتے ڈئیر کہ انتظار بامعنی ہو یا بے معنی جاں گسل ہی ہوا کرتا ہے، اور اپنوں کو تکلیف نہیں دیا کرتے۔" وہ اتنی بلند آواز میں بولا تھا کہ عابیہ کو اس کی آواز باآسانی پہنچ گئی تھی۔ وہ اپنی بات کہہ کر بہن کا رخسار نرمی و شفقت سے تھپتھپاتا باہر نکلتا چلا گیا تھا اور وہ گم صم عابیہ کے پاس آ رُکی تھی۔

"سنا ناں تم نے عابی، اپنوں کو انتظار نہیں کرواتے۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی اور وہ چونک کر درمکنون کو دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلا گئی تھی۔

"نصیحت کرنے والے بھول رہے ہیں کہ مجھے گھنٹوں سے انتظار کروا رہے ہیں۔" عابی کے میٹھے طنز پہ وہ جھینپ کر رہ گئی تھی۔

"سوری! ویسے تم خود اتنے دنوں سے کہاں دفع تھیں۔" وہ اچھے بچوں کی طرح سوری کرتی یکدم اس پہ چڑھائی کر گئی تھی آگے سے وہ اسے شادی کا احوال اور مصروفیت کا بتاتی چلی گئی تھی۔

"تم کچھ بھی ہو چھٹی نہ کیا کرو، تمہارے بن یونی میں دل نہیں لگتا۔" وہ ملازمہ کو آواز لگا کر ریفریشمنٹ کا انتظام کرنے کا کہتی اسے کمرے میں لے آئی تھی۔

"تمہیں یونی جانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آرام سے چھٹی کر لیتیں۔" وہ اس کے بیڈ پر بے تکلفی سے بیٹھی ہوئی تھی۔

"بھیا مانیں تب نا۔۔۔" وہ نروٹھے پن سے ترنت بولی تھی اور وہ یکدم سید ابان بخاری کے ذکر پر جزبز ہو کر رہ گئی تھی۔

"بھیا کا بس چلے نا تو مجھے اتوار کو بھی یونی روانہ کر دیں۔" وہ مزید گویا ہوئی تھی اور وہ چپ ہی رہی تھی کہ جانتی تھی اب بھیا نامہ شروع ہو چکا ہے اور عابی کو جانے کیوں آج بھیا نامہ سے چڑ اور بے زاری نہیں ہو رہی تھی۔ سید ابان بخاری کے ذکر پر دل نئے ساز بجا رہا تھا۔ وہ اپنی کیفیت سے اتنی گھبرائی تھی کہ در مکنون کے بہت اصرار پر بھی رکی نہ تھی اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ گھر آکر بھی وہ بہت بے چین رہی تھی، ابان بخاری کا دھیما لہجہ کانوں میں گونج رہا تھا وہ آئینے کے سامنے آر کی تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" گھمبیر لہجہ کانوں میں رقص کر رہا تھا اور آئینے کی حقیقت بالکل جداگانہ تھی اس کی مسکراہٹ سمٹتی چلی گئی۔ "کہاں سید ابان بخاری جن کی شخصیت اتنی مکمل اور جامع اور کہاں میں ایک عام سی لڑکی۔ میں شاہانہ اور وجیہہ ابان بخاری کے سامنے تو بالکل بھی کچھ نہیں کہیں وہ میرا مذاق تو نہیں اڑا رہے تھے۔۔۔!" وہ آئینہ میں نظر آتے اپنے سانولی رنگت والے عام سے چہرے کو دیکھ کر مضطرب سی سوچ رہی تھی۔

"لیکن، وہ مجھ سے مذاق کیوں کریں گے۔" اپنی بات خود ہی جھٹلا دی۔

"یہ مذاق ہی ہو سکتا ہے کہ نہایت وجیہہ مردانہ وجاہت کے شاہکار سید ابان بخاری کا نظر انتخاب مجھ جیسی عام سے لڑکی پر ٹھہر جائے۔" وہ زندگی میں پہلی بار کم مائیگی کا شکار ہو رہی تھی۔

اس کے ماما پاپا دونوں بے حد خوبصورت تھے اور اس کے دونوں بھائی محسن، احسن بھی گوری رنگت کے خوبصورت لڑکے تھے۔ ایک وہی تھی جو سانولی رنگت اور عام سے نقوش کی حامل تھی لیکن اس نے کبھی احساسِ کمتری محسوس نہیں کیا تھا کیونکہ اس کے والدین نے کبھی اسے عام سمجھا ہی نہیں تھا ہمیشہ اس کے خاص ہی محسوس کروایا تھا۔ اس کے بھائیوں نے کبھی اپنی بہن کو کم صورتی کے باعث خود سے کم تر نہیں سمجھا تھا اس لیے اس نے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا کہ وہ کم صورت ہے اور اس کی کم صورتی کبھی زیرِ بحث آئی بھی نہیں تھی کہ وہ بہت بڑے بزنس مین حیدر نعمانی کی اکلوتی بیٹی تھی اور پہن اوڑھ کر ہمیشہ اچھی لگتی تھی۔ مگر آج وہ پہلی بار اپنے بارے میں منفی انداز میں سوچ رہی تھی۔ نگاہ کے سامنے چھن سے سید ابان بخاری کا شاندار سراپا آگیا تھا اور اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ وہ سید ابان بخاری کے بارے میں بھی کافی منفی انداز میں سوچ رہی تھی۔ اسے سید ابان بخاری کی آج کی حرکت سراسر مذاق اور چھچھورا پن لگ رہا تھا۔

"میں نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا کہ بظاہر نہایت شریف و سنجیدہ نظر آنے والا درمکنون کا بھائی اتنا چھچھورا ہو گا، میں اب کبھی درمکنون کے گھر نہیں جاؤں گی۔" اس نے آئینے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے سوچا تھا اور ایک فیصلہ لیا تھا لیکن جانے کیوں وہ اپنی سوچ اور فیصلے سے مطمئن نہیں تھی کہ سید ابان بخاری نے تو کوئی فضول حرکت اور کوئی ایسی بات ہی نہ کی تھی جسے وہ چھچھورپن کی فہرست میں کھڑا کرتی۔ وہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھ رہی تھی اور جتنا الجھ رہی تھی اتنا ہی اس کا دل ڈوب رہا تھا کہ آج دوپہر سید ابان بخاری کا سحر اس پر طاری ہو چکا تھا۔ وہ اس کے اسیروں میں شامل ہو چکی تھی۔ اسے چاہے اس کی ہی بات پر یقین نہ تھا مگر وہ اس کے لیے اپنے دل کو دھڑکنے سے روک نہیں پائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

ایلیفیہ کی رفتار معمول سے کہیں زیادہ تیز تھی اور اس کی عجلت نے اپنا رنگ صاف دِکھایا تھا۔ وہ جو چلنے کے بجائے دوڑ رہی تھی اپنی جونک میں کسی سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ اس کا سر کسی چیز سے بری طرح ٹکرایا تھا اور وہ چکرا کر رہ گئی تھی اس سے پہلے کہ وہ گرتی ارمش نے اس کے بازو پر گرفت کر کے اسے گرنے سے بچا لیا تھا۔

"آئی ایم سوری ارمش وہ آج میں پھر لیٹ ہوں ڈانٹ نہ پڑے اس لیے جلدی جلدی کرتی آپ سے ٹکرا گئی۔" وہ جو یک ٹک اس حسن کی مورت کو دیکھ رہا تھا اس نے سیدھے ہوتے ہوئے اپنا بازو چھڑوایا تھا اور جھک کر فائل اٹھا کر ساکت کھڑے ارمش چوہدری کو دیکھتے ہوئے شرمندگی سے بولی تھی جس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"ڈانٹ تو خیر آپ کو کیا پڑنی ہے۔" وہ جان کر ایک جملہ بول کر اسے دیکھنے لگا۔ جس کا گلابی چہرہ یکدم خفت سے سرخ پڑ گیا تھا۔

"آپ سب کی غلط فہمی ہے کہ آپ کے باس مجھے ڈانٹتے نہیں ہیں ایسا ہوتا تو بھاگم بھاگ آفس نہ پہنچوں۔" وہ ارمش کو دیکھ کر اپنی بات مکمل کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔

سب کے علم میں یہ بات تھی کہ ایلیفیہ ابرج کی ماموں زاد ہے اور صرف ٹائم پاس کے لیے نوکری کر رہی ہے۔ ایلیفیہ صرف خوش شکل ہی نہیں کافی بااخلاق اور باسیرت لڑکی بھی تھی یہی وجہ تھی کی وہ تمام اسٹاف سے جلد گھل مل گئی تھی۔ سارے میل اور فیمیل اسٹاف سے اس کی اچھی خاصی سلام دعا تھی۔ وہ ارمش سے بھی خاصے دوستانہ انداز میں اپنی عادت کے مطابق بات کرتی تھی اور اس کی یہ عادت ابرج سہروردی کو بہت بری لگتی تھی کہ وہ میل اسٹاف سے بے تکلفی سے بات کرے۔ اس وقت بھی اس نے ان دونوں کو بات کرتے دیکھا نہ صرف ارمش کا شرارت سے کسا جملہ سنا تھا بلکہ ایلیفیہ کا جواب بھی سن چکا تھا۔ اس نے ایک تیز نظر ایلیفیہ پر ڈالی اور واپس اپنے روم کی طرف مڑ گیا تھا۔ ایلیفیہ نے

کچھ دور کھڑے ارمش کو دیکھا تھا۔

"باس کا موڈ بہت خراب ہے اللہ میرے حال پر رحم فرمائے۔" وہ مسکرا کر کہتی ابرج کے روم کی جانب بڑھ گئی تھی جبکہ ارمش اس کی پشت پر نگاہ جمائے دلکشی سے مسکرا دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

درمکنون کے لیے ایک بہت اچھا رشتہ آیا تھا۔ لڑکا ہر لحاظ سے ابان بخاری کو موزوں لگ رہا تھا اس لیے اس نے ماں کو لڑکے کی پوری تفصیل بتانے کے ساتھ اپنی مرضی بھی کہی تھی۔ بیٹے کو اتنا مطمئن پا کر درشہوار نے بیٹے کو کہا تھا کہ وہ اس اتوار کو لڑکے کو فیملی کے ساتھ ہی بلالے۔

"مما میں، چاہتا ہوں ابھی درمکنون کو اس بارے میں کچھ نہ بتایا جائے، اتوار کو لڑکے والے آئیں گے آپ لڑکے سے مل لیجئے گا پھر جب آپ کی طرف سے مثبت جواب ہو گا تب درمکنون کو آگاہ کیجیے گا۔ میں نہیں چاہتا ہماری یا ان کی طرف سے انکار ہو اور درمکنون ہرٹ ہو۔" وہ نرمی سے بول رہا تھا اور وہ جو بیٹے کی عجیب منطق پر حیران تھیں اس کے آخری جملے پر مطمئن سی مسکرا دیں۔

"بیٹا یہی زمانے کی ریت ہے ہر لڑکی کو اس دور سے گزرنا پڑتا ہے، تم بالکل پریشان نہ ہو میں سنبھال لوں گی۔" درشہوار بیٹے کو دیکھتے ہوئے نرمی سے بول رہی تھیں وہ یکدم پرسکون ہو گیا تھا۔

"اس اتوار کو لڑکے کی فیملی کو بلا تو لیتے ہیں مگر یاد رکھنا دو سال سے پہلے میرا درمکنون کی شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" درشہوار کو لہجہ انتہائی نرم تھا وہ مسکرا دیا۔

آئی نو مام جان، گریجویشن سے قبل تو درمکنون کی شادی کے حق میں میں بھی نہیں ہوں مگر مسٹر انصر نے اتنی بار اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ میں نے سوچا ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ بھی اس صورت میں جب لڑکا ہر لحاظ سے قابل ہے اور مسٹر انصر کو اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔" اس نے تفصیل سے آگاہ کیا تھا کہ اس کے واحد دوست جمیل کے دور پار کے رشتے دار تھے اور وہ مسٹر انصر سے کئی بار مل چکا تھا کہ جمیل کے والد اور مسٹر انصر کے والد میں کافی گہری دوستی تھی۔ مسٹر انصر نے درمکنون کو بڑے اتفاقی انداز میں دیکھا تھا کہ ایک دن ان کی گاڑی خراب ہو گئی تھی اور سیّد ابان بخاری نے مسٹر انصر کو دیکھ کر گاڑی روک دی تھی۔ مسٹر انصر کو اس نے لفٹ آفر کی اس وقت اس کے ساتھ درمکنون بھی تھی۔ وہ اسے شاپنگ کروانے لے گیا تھا اور مسٹر انصر کو پہلی ہی نظر میں درمکنون اپنے اکلوتے بیٹے احمر کے لیے پرفیکٹ لگی تھی۔ پندرہ دن بعد ہی انھوں نے اپنے بیٹے کا پروپوزل دے دیا تھا۔ اس نے انکار، اقرار کچھ نہیں کیا تھا اور دو دن پہلے پھر ان کی

اس لیے اس نے آج ماں سے ذکر کر دیا تھا اور ماں کی رضامندی کے بعد انھیں کال کر کے آنے والے اتوار کو چائے پر بلا لیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"تمہارے ساتھ آخر مسئلہ کیا ہے؟ صبح آفس میں بھی ڈھنگ سے بات نہیں کی اور اب بھی کب سے کال کر رہی ہوں موصوف نے ریسیو نہیں کی تو لا محالہ مجھے خود چل کر تمہارا دماغ ٹھکانے لگانے کے لیے آنا پڑا ہے۔" وہ جھٹکے سے بنا دستک دیئے دروازہ کھولتی اس کے کمرے میں نہ صرف داخل ہوئی تھی بلکہ اپنے مخصوص نان اسٹاپ انداز میں شروع ہو چکی تھی۔ وہ جو کچھ دیر پہلے ہی شاور لے کر نکلا تھا اور پینٹ پر بنیان پہنے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ نہایت ناگواری محسوس کرتا بیڈ پر پڑی شرٹ اٹھا کر پہنتے ہوئے بولا تھا۔

"تمیز سیکھ لو ایلیفیہ کسی کے روم میں آنے سے پہلے انسان دستک تو دیتا ہی ہے۔" اس کا لہجہ انتہائی کڑوا، شرمندہ کر دینے والا تھا مگر اثر بالکل الٹ ہوا تھا۔

"تم خود کو ہر وقت میرا باس سمجھنا چھوڑ دو۔" وہ اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور اس نے لب بھینچ لیے تھے۔

"میں نے ہی غلطی کی کہ تمہارے آفس میں جاب کر لی جب سے آفس جوائن کیا ہے موصوف کے دماغ ہی نہیں ملتے۔" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ نکھرے نکھرے بہت ڈیشنگ ابرج کو کچا چبا جائے۔

"ہر وقت کی بکواس اچھی نہیں ہوتی ایلیفیہ" وہ بے زاری سے ٹوک گیا تھا۔

"تمہیں میرا آفس آنا برا لگتا ہے، اوکے، فائن، کل سے نہیں آؤں گی۔" وہ یکدم غصے سے بولتی جانے کے لیے بڑھی تھی کہ وہ آگے بڑھ کر اس کا بازو دبوچ گیا تھا۔

"ایسا کہا میں نے؟" وہ ناگواری سے غرایا تھا۔

"تم بھلے کچھ نہ کہو تمہارے تیور بہت کچھ کہہ رہے ہیں یعنی کہ حد ہی ہو گئی آفس کیا جوائن کیا تم میرے باس ہی بن گئے دوستی کا رشتہ ختم۔" وہ بازو چھڑاتی بھڑکی تھی۔

"بکواس بند کر دو ایلیفیہ، ہر وقت جذباتی ڈائیلاگ مارنا مت شروع کر دیا کرو۔" وہ سخت بدمزہ ہو کر بولا تھا۔

"جذباتی ڈائیلاگز نہیں ہیں ابرج صاحب، حقیقت بیان کر رہی ہوں۔" وہ سخت ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے طنز سے بول رہی تھی۔

"جب سے میں نے آفس جوائن کیا ہے تم میرے اٹھنے، بیٹھنے، آنے، جانے پر بھی تنقید کرنے لگے ہو، تمہیں میری

ہر بات غلط لگتی ہے۔ لگتا ہے دوستی کا رشتہ تو درمیان میں کہیں رہا ہی نہیں ہے۔ تم بس ایک ٹپیکل باس اور ٹپیکل کزن بن گئے ہو۔ میرا ہنسنا بولنا بھی تمہیں برا لگتا ہے۔" وہ تو گویا بھری بیٹھی تھی کھل کر بولی تھی۔

"اپنی احمقانہ سوچ اپنے تک ہی محدود رکھو۔ باس کبھی بنا ہی نہیں۔ بنتا نا تو تم منہ اٹھا کر دس بجے تو کبھی گیارہ بجے آفس نہ آتیں اور ورکنگ آورز میں کبھی اس سے تو کبھی اس سے گپیں نہ ہانکا کرتیں۔" وہ اس کی بات کو درمیان میں کاٹتا درشتگی سے بول رہا تھا۔ یکدم اس نے لب بھینچ لیے تھے کہ وہ کہہ تو ٹھیک ہی رہا تھا۔

"جہاں تک ٹپیکل کزن کی بات ہے تو تم جانتی ہو تمہارے لئے میں ہمیشہ کانشئیس رہا ہوں۔ اس دن سمجھایا تھا کہ اسٹوڈنٹ لائف اور جاب لائف میں بہت فرق ہے۔ میں تمہیں اچھے سے جانتا ہوں تمہاری فرینڈلی نیچر ہے۔ واقف ہوں کہ تم جلد بے تکلف ہو جاتی ہو۔ میرے تمام دوستوں سے تمہاری اچھی علیک سلیک ہے میں نے کبھی برا نہیں مانا لیکن و کرز کے ساتھ تمہاری بے تکلفی مجھے بالکل پسند نہیں آئی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تمہیں غلط سمجھ رہا ہوں یا باس بن گیا ہوں۔ کچھ باتیں اور چیزیں تم نہیں سمجھتیں اس لیے سمجھانے کی ناکام سی کوشش کرتا رہتا ہوں۔" وہ ناگواری سے اپنی بات مکمل کرتا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا اور خود پر پرفیوم کا اسپرے کرنے لگا تھا۔

"اور جہاں تک بات تم پر روک ٹوک کرنے کی ہے تو یہ سب مامی جان کے کہنے پر کر رہا ہوں کہ انھیں لگتا ہے کہ ہماری بے تکلفی تمہاری زندگی پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔" وہ جو اس کی کسی بھی بات کو جھٹلا نہیں پائی تھی اس لیے خاموش تھی مگر اس کی اس بات پر بری طرح چونکی تھی۔

"تمہارے کہنے کا مطلب کیا ہے؟" وہ الجھ کر پوچھ رہی تھی اور وہ پرفیوم کی بوتل رکھتا اس کے عین سامنے آن رکا تھا۔

"ہماری دوستی اور بے تکلفی کے باعث سب غلط فہمی کا شکار ہوئے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اس لیے ہماری شادی کی بات چلی مگر ہمارے انکار پر جہاں سب ہرٹ ہوئے ہیں وہیں مامی جان بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ تمہاری جس سے بھی شادی ہو گی اسے ہماری بے تکلفی بری بھی لگ سکتی ہے اس لیے ہمیں ذرا تمیز سیکھنی چاہیے اور چونکہ میں اس بارے میں مامی جان سے تفصیلی گفتگو کر چکا ہوں اور ان کی پریشانی کی وجہ کو کہیں نہ کہیں درست مانتا ہوں۔ اس لیے تمہیں سمجھاتا رہتا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بول رہا تھا۔

"واٹ ربش! تم انتہائی احمق ہو فضول میں مما کی باتوں میں آ گئے ہو۔" وہ اس کو ناپسندیدگی سے دیکھ رہی تھی۔

"مامی جان، کی باتوں میں آ نہیں گیا ہوں وہ کہہ ہی ٹھیک رہی ہیں۔" وہ کم عقل حسینہ کو دیکھتا بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔

"بکواس بند کر دو ابرج میں تنگ آ گئی یوں ہر وقت تم فضول ڈرامے کرتے رہتے ہو اور مما بھی یہی کہتی رہتی ہیں

بلکہ آج کل تو میری شادی کی فکر میں دبلی ہو رہی ہیں۔" وہ منہ بنا کر بولتی کمپیوٹر چیئر گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گئی تھی۔

"یہ ڈرامے نہیں ہیں۔ تمہاری بھلائی کے لیے اٹھائے جانے والے اقدامات ہیں۔ جب تم خود عقل سے سوچو گی تب تمہیں مامی جان کی فکر اتنی غلط نہیں لگے گی کہ ہم جس معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں وہاں لڑکے اور لڑکی کی دوستی کو قبول کیا جاتا ہی نہیں ہے۔ آج کی بات ہی لے لو اگر تم اپنی کسی فیمیل فرینڈ کے کمرے میں بلا جھجک گھس جاتیں تو اتنا معیوب نہ ہوتا مگر میرے کمرے میں بنا دستک کے آنا مکمل طور پر غلط ہے۔ بے شک ہم اچھے دوست ہیں لیکن ہمیں ایک دوسرے کی جنس کو نا صرف اہمیت دینی چاہیے بلکہ احترام بھی کرنا چاہیے۔" وہ کچھ اس انداز میں بولا تھا کہ وہ بنا جتائے بھی اس کے اشارے کو نہ صرف سمجھ گئی تھی بلکہ شرمندہ بھی ہو گئی تھی کہ اس کو بنا شرٹ پا کر تو وہ بھی کنفیوژ ہو گئی تھی مگر ظاہر نہیں کیا تھا۔

"تم ذرا مما کی صحبت میں کم ہی رہو تو ہماری دوستی کے حق میں اچھا ہو گا۔" وہ کھسیاہٹ مٹانے کو قدرے ناگواری سے بولی تھی اور وہ یکدم قہقہہ لگا گیا تھا۔

"احمق لڑکی جو مامی جان سمجھا رہی ہیں وہ میں تو سمجھ گیا تم بھی سمجھ جاؤ اور سن لو ہماری دوستی کو کچھ نہیں ہو گا تم میری جان ہو اور رہو گی۔" وہ سنجیدگی سے کہتا یکدم پٹری سے اترا تھا۔

"منہ دھو رکھو میں ہرگز تمہاری جان نہیں ہوں اور نہ ہی بننے کا ارادہ رکھتی ہوں۔" وہ اس کے مخصوص بے تکلف انداز کو محسوس کرتی مصنوعی غصے سے بولی تھی۔ وہ بے ساختہ ہنستا ہی چلا گیا۔

"پھر کس کی جان بننے کا ارادہ رکھتی ہو؟" اس نے آنکھیں گھما کر شرارت سے پوچھا تھا۔

"بکواس مت کرو اور یہ بتاؤ صبح آفس میں اتنے بے زار چڑے چڑے سے کیوں تھے؟" وہ جس بات کو کلئیر کرنے کے لیے آئی تھی اس ذکر کو لے کر بیٹھ گئی تھی۔

"تمہارا ورکرز کے ساتھ فرینڈلی انداز میں بات کرنا خاص کر میل اسٹاف سے برا لگتا ہے مجھے اور تم اس ارمش چوہدری سے کھڑی یوں باتیں بگھار رہی تھیں جیسے وہ تمہاری بچپن کی سہیلی ہو۔" وہ منہ بنا کر غصے اور ناراضگی کی وجہ بیان کر گیا تھا۔

"مجھے حرج تو نہیں لگتا کوئی لیکن تمہیں پسند نہیں تو آئیندہ احتیاط کروں گی۔" وہ بنا بحث کے اس کی بات مان کر اسے حیران ہی تو کر گئی تھی۔

"کیا بات ہے ایلیفیہ آغا آج بنا بحث بات مان گئی ہیں۔" وہ گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے بولا تھا۔

"

کر بیٹھتی ہوں بس، اور ہاں تم میرے دوست ہو، مما کی سہیلی مت بنو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ دھیمے سے کہہ رہی تھا اور وہ حیرت کی زیادتی سے مرنے کو تھا کہ اس نے بات ہی بدل ڈالی۔

"ارے زیادہ کا نشیس نہ ہو کہ ہماری دوستی مجھے بھی بے حد عزیز ہے گھر والوں کی خوشی اور تمہارے لیے جو بہتر سمجھتا ہوں اسی لحاظ سے تھوڑا اپنا ہی برتاؤ بدل رہا ہوں ورنہ تم کل بھی اہم تھیں آج بھی ہو اور زندگی کے ہر موڑ پر رہو گی کہ تم دوست ہو۔" وہ ہلکے سے اس کے سر پر چپت لگاتا بولا تھا اور وہ مطمئن سی مسکراتی اس کے پیچھے ہی کمرے سے نکل آئی تھی۔

"تم کچھ کرو نا ابرج کہ مما سے کیسے بچوں کہ وہ میری شادی کے معاملے میں ایکدم سنجیدہ ہیں اور اس اتوار کو لڑکے والوں کو دعوت بھی دے چکی ہیں۔" وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور وہ نارمل رفتار میں گاڑی چلا رہا تھا کہ اس کی بات پر اسے دیکھنے لگا۔

"شکریہ پہلے ہی بتا دیا۔" وہ موڑ کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

"مطلب؟" وہ حیرانگی اور نا سمجھ آنے والے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"مطلب کہ پہلے سے بتا دیا ہے تو اتوار کو کوئی پروگرام نہیں رکھوں گا اور گھر آجاؤں گا۔ آفٹر آل لڑکے والے تمہیں دیکھنے کے لیے آرہے ہیں میرا آنا تو بنتا ہی ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بول رہا تھا کہ اس نے مٹھی بند کر کے مکا سا بنایا اور اس کے کندھے پر مارا تھا۔

"بکواس نہیں اچھا۔۔ میں جان چھڑانے کے مشورے مانگ رہی ہوں اور تم ملنے کا پروگرام سیٹ کر رہے ہو۔۔۔ زیادہ مما کے چمچے نہ بنو۔۔!" وہ مرنے مارنے پر تیار تھی۔

"بکواس بند تو تم رکھو تو بہتر ہو گا اور اتوار کو تیار رہنا اپنا سب سے بکواس سوٹ پہن کر، اپنا وہ ڈریس پہن کر جس میں تم سب سے زیادی بری لگتی ہو۔۔" وہ آئس کریم پارلر میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"تمہارے کہنے کا مطلب کیا ہے کھل کر بولو۔" وہ چونک کر بولی تھی۔

"تم نے ابھی شادی نہیں کرنی اور مامی جان تمہاری شادی کا فل پروگرام بنائے بیٹھی ہیں ایسے میں ایک ہی حل ہے کہ کچھ ایسا کیا جائے کہ آنے والے تمہیں پسند نہ کریں۔" وہ اپنی اور اس کی فیورٹ آئس کریم کا آرڈر کرنے کے بعد بولا تھا یکدم پر سکون نظر آنے لگی تھی۔

"میرا تو کوئی بھی سوٹ ایسا نہیں جس میں میں بری لگتی ہوں۔" اس کا اطمینان یکدم ہی رخصت ہو گیا تھا اور وہ ایلیفیہ کو دیکھنے لگا تھا۔

"اوہو۔۔۔ تم غلطی سے ہو ہی اتنی حسین جو بھی پہنو تم پر سجتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم لڑکے والوں کے سامنے جاؤ گی اور وہ تمہیں پسند کر لیں گے، اس لیے کہہ رہا تھا کہ کچھ ایسا کرو جو بری لگو۔" اس کا انداز پر سوچ تھا۔

"بکواس مت کرو۔۔۔ میں اچھی ہوں تو بری لگ ہی نہیں سکتی۔" وہ شوخی سے بولی تھی۔

"مجبوری ہے کہ اس بات سے بہت چاہ کر بھی اختلاف نہیں کر سکتا۔" وہ اس کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا اور وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔

"میری تعریفیں بند کر کے میرے مسئلے کا حل نکالو۔" وہ ہنسی کے درمیان بولی تھی۔

"شادی تو تم نے ایک نہ ایک دن کرنی ہے تو مسئلہ کیا ہے، کر لو شادی۔" وہ آئسکریم سے انصاف کرتا ہوا بولا تھا۔ ابرج کو اس بات کا قلق تھا کہ اس نے ولید سے سے شادی سے بھی صاف انکار کر دیا تھا۔ آسیہ بھی چپ کر گئی تھیں کہ وہ بھابھی کے سخت مزاج سے واقف تھیں۔

"اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو کہ میرا شادی کرنے کا بالکل بھی ارادہ نہیں ہے اور مما کا بس چلے تو ایک لمحے کی تاخیر کے بنا میری شادی کر دیں۔ اس لیے تم کوئی ایسا حل سوچو کہ ماما دو سال تک میری شادی کا خیال ہی ذہن و دل سے نکال دیں۔" وہ اسے گھور کر دھیمے سے بولی تھی۔

"دو سال کس کا انتظار کرنا ہے تم نے؟ کسی لڑکے کا چکر ہے تو صاف بولو۔" وہ کافی مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہ اس کے شکی انداز پر چڑ گئی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، اگر ہوتا بھی تو کہہ دیتی کہ پاپا نے مجھے پسند کا مکمل اختیار دیا ہوا ہے اس لیے کچھ چھپانے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔" وہ اس کے روکنے کے باوجود غصے کا اظہار کیے تیزی سے وہاں سے نکل گئی تھی مگر داخل ہوتے سید ابان بخاری سے بری طرح ٹکراتی اس کو گرنے سے بچانے کی کوشش کے سبب اس کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔ دونوں نے نگاہیں ٹکرائی تھیں اور وہ اس کو دیکھ کر پہلی ملاقات کی مانند مسمرائز ہوئی تھی۔ نگاہ تو سید ابان بخاری کی بھی ٹھہر ٹھہر گئی تھی کہ وہ اس وقت انتہا کی حد تک حسین لگ رہی تھی اور اس وقت اس کے بہت نزدیک تھی، وہ اس حسن کی مورت کو یک ٹک دیکھ رہا تھا اور وہ ذرا سا کسمسا کر اس کی بانہوں سے نکلی تھی، وہ یکدم خود کو سنبھال گیا تھا۔

"آئی ایم سوری" وہ اس کی طرف نگاہ اٹھاتے ہوئے بولا تھا جس کی شہابی رنگت دہک اٹھی تھی۔ وہ چاہ کر بھی بول نہیں پائی تھی کہ معذرت تو اس کی جانب سے ہونی چاہئے کہ غلطی تو اس کی تھی۔ اس نے محض ایک نظر اس پر ڈالی تھی اور بڑی تیزی سے وہاں سے نکل گئی تھی۔ وہ جو اس کے پیچھے آیا تھا گہری سانس بھرتا سید ابان بخاری سے رسمی سی بات چیت کرتا آئسکریم پارلر سے نکل گیا تھا جبکہ وہ تو ابھی تک خوشبو کے حصار میں تھا۔ وہ بہت سی حسیناؤں میں سب سے زیادہ

حسین تھی۔ وہ ابھی تک اس کے حصار میں تھا مگر چند لمحوں میں اس نے خود کو کمپوز کر لیا تھا اور بہن کی پسندیدہ آئسکریم لے کر باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ ایلیفیہ آغا کو کوئی اتنا اچھا لگنے لگا ہے۔۔۔ جس کا خیال صندلی خوشبو کی مانند ہے۔۔۔ جس کا احساس چٹکتی کلیوں کی طرح پھوٹتا ہے۔۔۔۔ جو ہر گزرتے دن کے ساتھ رگِ جاں سے قریب تر محسوس ہونے لگا ہے۔" وہ عادت کے مطابق تکیہ بانہوں میں لیے دائیں کروٹ پر لیٹی تھی، سوچ بھٹک رہی تھی، لب مسکرا رہے تھے اور زندگی گنگنا رہی تھی کہ وہ ایک دم اٹھی تھی اور بچوں کی طرح بیڈ پر اچھلنے لگی تھی۔

"آئی ایم ان لو۔۔" وہ گول گول چکراتی، گنگنائی تھی اور آئینے کے سامنے آ رکی تھی۔ خوبصورت شہابی رنگت والا گول چہرہ، عنابی کٹاؤدار لب اور نچلے ہونٹ کے وسط میں ننھا سا تل، چھوٹا سا دہانہ، لمبی کھڑی ستواں ناک، بڑی سبز غلافی آنکھیں، متناسب سراپا جو اس وقت سیاہ نائیٹی میں حسن کا بے بہا خزانہ ہی تو لگ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ سے مطمئن ہوتی مسکرائی تھی۔

"سید ابان بخاری اگر آپ حسین ہیں تو حسن تو ہم بھی رکھتے ہیں اگر ہزاروں لڑکیاں آپ پر مرتی ہیں تو ہزاروں لڑکوں کو تو ہم نے بھی نظر انداز کیا ہے۔ اب اگر آپ کو نظر کے رستے دل میں اتارا ہے تو دل میں اتر جانے والی صلاحیت سے تو ہم بھی محروم نہیں۔۔۔ بس دیکھنا یہ ہے کہ کب آپکی نظر میں وہ کمال اترتا ہے جو دلوں کو اسیر کر لیتا ہے۔" وہ آئینے میں نظر آتے اپنے مکمل حسین سراپے کو دیکھ کر مطمئن ہوتی لبوں پہ الوہی مسکراہٹ سجائے سید ابان بخاری کے سراپے کو تصور میں بسا کر بولی تھی۔ رات کی تاریکی اور کمرے کی خاموش فضا میں یکدم اس کی بے فکری، زندگی سی بھرپور ہنسی بکھر گئی تھی۔ وہ سونے کے لیے لیٹی تھی لیکن لگتا تھا آج اعتراف کی جو منزل طے ہوئی تھی لبوں پہ جو اقرار آ کر ٹھہرا تھا تھا وہ نیند کو کہیں دور بہت دور سلا گیا تھا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور دل سپنے بن رہا تھا۔ جاگتی آنکھیں وصل و ملن کے خواب سجا رہی تھیں اور زندگی اتنی حسین اور مکمل لگ رہی تھی کہ اسے آج صحیح معنوں میں زندگی، زندگی لگ رہی تھی۔ کروٹیں بدل، بدل کر وہ تھک گئی تھی۔ سید ابان بخاری کے تصور سے ان گنت اور لاتعداد باتیں کر چکی تھی۔ اس کے لمس کو سانس روکے محسوس کر رہی تھی مگر چین کسی طور آ کر نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کچھ سوچ کر لائٹ آن کی تھی اور نظر دوڑائی تھی۔ موبائیل رائیٹنگ ٹیبل پر رکھا تھا جسے اٹھ کر اس نے اٹھایا تھا اور ایک نمبر سرچ کر کے پش کر دیا تھا۔ تیسری بیل پر کال ریسیو ہوئی تھی۔

"ایلیفیہ، اتنے رات گئے کال کی سب خیریت تو ہے؟ ماموں جان کی طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ رات کے تین بجے

ایلیفیہ کی کال سے حقیقتاً پریشان ہوا تھا اور اپنی فکر کا کال ریسیو کرتے ہی اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی اظہار کرتا چلا گیا تھا۔ ایلیفیہ نے مگر اس کی فکر کا کتنا خوبصورت جواب دیا تھا۔ اس کے کانوں میں ایلیفیہ کی جلترنگ ہنسی گونج اٹھی تھی اور وہ سخت چڑ کر رہ گیا تھا۔

"دماغ خراب ہے تمہارا ایلیفیہ، رات کے ڈھائی بجے کال کر کے پریشان کر دیا اوپر سے کچھ کہنے کی بجائے پاگلوں کی طرح ہنس رہی ہو۔" فکر اور پریشانی اس کی ہنسی سے کہیں دور جا سوئی تھی۔ وہ نہایت غصے میں آ گیا تھا کہ وہ آفس کا کام کر کے کوئی ڈھائی بجے سویا تھا اور اس نے نیند اڑا دی تھی لیکن نہیں اصل نیند تو اس کی ایلیفیہ کی اگلی بات سے اڑی تھی۔ وہ فون کان سے لگائے دم سادھے ششدر سا بیٹھا تھا جبکہ وہ اپنی ایک ہی بات کو دہرائے جا رہی تھی گنگنائے جا رہی تھی۔

"آئی ایم ان لو۔۔۔" ایلیفیہ کا لہجہ بہار کی آمد کا پتا دے رہا تھا۔

"دماغ درست ہے۔ کیا بکواس کر رہی ہو۔۔۔؟" اس کی گنگناہٹ بتدریج بڑھ رہی تھی کہ وہ خود کو کمپوز کر کے پوچھ گیا تھا۔

"دماغ کی درستگی بھی شک کے کٹہرے میں آئے گی ضرور کہ عشق کہتے ہیں جسے خلل ہے دماغ کا۔" وہ بے تکلفی سے کہتی بے فکری سے کھلکھلائی تھی۔ ابرج سہروردی کو یکدم دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

"ایلیفیہ بتاؤ مجھے کیا بات ہے۔۔۔ آخر کیا کہہ رہی ہو۔۔۔" اسے سمجھ نہیں آیا کن الفاظ میں سب کچھ اگلوا لے اس لیے اس کے الفاظ کافی بے ربط و نافہم ہو کر رہ گئے تھے۔

"کہنے کو تو بہت کچھ ہے مگر مجھے نیند آنے لگی ہے صبح بات ہو گی۔۔ گڈ نائیٹ۔۔۔" وہ مزے سے بات ہی ختم کر گئی تھی۔

"گڈ نائیٹ کی بچی میری نیند اڑا کر تمہیں نیند آ رہی ہے۔ شرافت سے بکو کیا بات ہے؟" وہ ایسے بولا تھا کہ اگر وہ سامنے ہوتی تو اسے کچا چبا لیتا جبکہ وہ اس کے غصے سے ہر گز متاثر نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس کے "ہیلو، ہیلو" کے باوجود ہنستے ہوئے لائن کاٹ گئی تھی۔

"بچو! یاد کرو کچھ عرصہ پہلے تم نے بھی مجھے یونہی بے قرار کیا تھا۔" وہ مستقل بجتے فون کو دیکھ کر شرارت سے سوچ رہی تھی کہ جب ابرج سہروردی کو درمکنون سے محبت ہوئی تھی تب اس نے کچھ اسی طرح آدھی رات کو فون کر کے کہا تھا۔

"ایلیفیہ مجھے محبت ہو گئی ہے۔" اس نے آگے سے بات کا لبِ لباب اور لڑکی پوچھی تھی تو اس نے نیند کا بہانہ بنا کر لائن کاٹ دی تھی اور اس کی کال بھی ریسیو نہیں کی تھی۔ اس نے بھی بدلہ چکایا تھا۔ موبائیل سائیلینٹ پر لگا کر سونے کے

لیے لیٹ گئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں نیند اس پر مہربان ہو گئی تھی۔ جاگتی آنکھوں کا سپنا نیند میں بھی مہربان ہو گیا تھا۔ بس وہ تھی سید ابان بخاری تھا، ہنسی تھی، بے فکری تھی، زندگی کے دلکش رنگ تھے اور اس رنگ میں محبت کا رنگ سب سے گہرا تھا، متاثر کن تھا اور وہ محبت کے اسیروں میں شامل ہوتی محبت کے رنگ اوڑھتی چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆

"میں نے عابیہ کو کال کی اس نے ریسیو ہی نہیں کی۔۔۔ ٹیکسٹ کا بھی جواب نہیں دیا۔" وہ اب روہانسی ہو رہی تھی۔

"میں نے لینڈ لائن نمبر پر کال کی تھی۔ آنٹی سے بات ہوئی اور انھوں نے مجھے شام میں انوائیٹ کیا کہ وہ کہہ رہی تھیں کہ صرف ان کی فیملی ہو گی اور اگر میں آجاؤں تو عابیہ کو اچھا لگے گا۔" وہ تمام تر تفصیل بتا کر یکدم چپ ہو گئی تھی۔

"مہمان زیادہ دیر تک نہیں رکیں گے، صرف ماما جان کی عیادت کو آرہے ہیں۔۔۔ تم ان سے سلام دعا کر لینا۔ تیار تو ہو گی ہی ان کے جاتے ہی میں تمہیں تمہاری دوست کے گھر ڈراپ کر دوں گا۔" وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی کہ اسے کہاں امید تھی کہ وہ اسے جانے دے گا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں بھیا؟ میں عابی کے گھر جا سکتی ہوں۔" ان دونوں کی نگاہ اس کے چہرے پر تھی جو خوشی کے احساس سے ہی چمک اٹھا تھا۔

"ہاں اور اگر گفٹ لینا ہو تو کچھ دیر میں میرے ساتھ چل سکتی ہو اپنی مرضی کا گفٹ لے لینا۔" وہ تو آج در مکنون کو حیران کرنے کے درپے تھا۔ وہ خوشی سے کھل اٹھی تھی۔ وہ دونوں اس کی خوشی میں خوش تھے۔

"بالکل پاگل ہے یہ لڑکی ذرا ذرا سی بات پر بالکل بچوں کی طرح خوش ہو جاتی ہے۔" وہ اس کا شکریہ ادا کرتی تیار ہونے کے ارادے سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اس کے منظر سے ہٹتے ہی در شہوار نے مسکراتے ہوئے تبصرہ کیا تھا۔

"ماما جان، ذرا، ذرا سی بات پر خوش ہونے والے ہی تو در حقیقت اللہ کے شکر گزار بندے ہوتے ہیں اور ایسے ہی لوگ ہمیشہ خوش اور مطمئن رہتے ہیں۔" بہن کی یہ عادت اس کی انتہائی پسندیدہ تھی اس لیے دھیرے سے سراہا رہا تھا۔

"ٹھیک کہتے ہو بیٹا۔" وہ مسکرا دی تھیں۔

"در مکنون کو لے کر مارکیٹ جا رہا ہوں، آپ نے کچھ منگوانا ہے تو بتا دیں؟" اس نے ماں کی پر سکون مسکراہٹ کو تشکر سے دیکھتے ہوئے نرم سی آفر دی تھی۔

"مکنون جو کہے اسے بس دلا دینا کہ میں نہیں چاہتی آج اس کا موڈ آف ہو۔" وہ اثبات میں سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا

تھا۔

"بھیا آج کیا سورج مغرب سے طلوع ہوا ہے؟" وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا گاڑی اسٹارٹ کرنے کو تھا جب وہ بولی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔" وہ حیرانگی سے بولا تھا۔

"سمجھ تو میں بھی کچھ نہیں پا رہی، حیرت انگیز طور پر آج میں جو کچھ کہہ رہی ہوں آپ مانتے جا رہے ہیں۔۔۔!" اس نے تشبیہہ کی وجہ بیان کی تھی۔ اس نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔

"تمہیں ہزار شکوے رہتے ہیں کہ میں روک ٹوک کر کے ہر بات سے انکار کر کے نا صرف تمہیں ہرٹ کرتا ہوں بلکہ تمہاری خوشی کے رنگ کو بھی پھیکا کر دیتا ہوں اس لیے آج تمہاری مان رہا ہوں تاکہ نہ تمہیں شکوہ رہے نہ تم ہرٹ ہو اور نہ ہی تمہاری خوشی ماند پڑے۔" وہ مسکراتی آنکھوں سے نہایت سچائی سے پر لہجے میں کہتا اس کا گال نرمی سے تھپتھپا کر گاڑی اسٹارٹ کر گیا تھا۔

"آپ بہت اچھے ہیں بھیا۔" وہ اپنے بھائی کو بہت ہی پیار بھری فخریہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"تعریف کے لیے شکریہ وہ اور بات کہ میں ہوں ہی اچھا تمہاری تعریف کی ضرورت ہی نہیں۔" اس کے انداز میں شرارت تھی اور وہ یکدم کھلکھلا دی تھی۔ وہ لوگ تقریباً تین گھنٹے بعد شاپنگ کر کے لوٹے تھے اور درشہوار کے کہنے پر وہ کھانا کھاتے ہی سونے کے لئے لیٹ گئی تھی۔ تقریباً ساڑھے چار بجے ملازمہ نے نہ صرف جگایا تھا اور درشہوار کا پیغام بھی دیا تھا۔ وہ بڑی خاموشی سے اٹھی تھی، تیار ہونے لگی تھی اور تیار ہو ہی رہی تھی کہ تقریباً پونے پانچ بجے ملازمہ نے مہمانوں کے آجانے کے اطلاع دی تھی۔ ساتھ میں یہ بھی کہا تھا کہ بیگم صاحبہ نے کہا ہے کہ وہ تقریباً دس سے پندرہ منٹ بعد ڈرائینگ روم میں آجائے اور وہ ماں کی ہدایت کے مطابق ٹھیک پندرہ منٹ بعد ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی۔ ڈرائینگ روم میں اسے ماں اور بھائی کے ساتھ تین اجنبی چہرے نظر آئے تھے۔ وہ سلام کرتی ماں کے اشارے پر خاتون کے نزدیکی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ خاتون اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ گلابی رنگ کے کاٹن کے ایمبر ائیڈیڈ سوٹ میں اس کی گوری رنگت لشکارے مار رہی تھی۔

خوبصورت چہرہ تیکھے نین نقوش وہ بیٹے کے لیے فوراً ہی اوکے کر گئی تھیں جبکہ ان کے بیٹے کی نگاہ بھی رہ رہ کر چوری چوری ماں سے بات کرتی لڑکی پر اُٹھ رہی تھی۔ مسز انصر نے اس سے اس کی تعلیم، شوق اور مصروفیات پوچھی تھیں جن کا وہ دھیمے سے جواب دیتی رہی تھی۔ سید ابان بخاری نے بہن کی طرف دیکھا تھا وہ کافی الجھن میں لگ رہی تھی گویا وہ ان کے سوالوں کے جواب تو دے رہی تھی مگر غیر آرام دہ محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر بہن کو منظر سے ہٹا

دیا تھا اس نے بھائی کا پیغام ملازمہ کو دیتے ہوئے جلدی سے چائے لے جانے کی ہدایات دی تھی اور اپنے کمرے میں آکر سکھ کا سانس لیا تھا۔ نہ ہی اسے بلایا گیا تھا اور نہ ہی اسے پتا چلا کہ کب مہمان واپس گئے۔ تقریباً پون گھنٹے بعد اسے ملازمہ نے سید ابان بخاری کا پیغام دیا تھا کہ وہ جلدی سے تیار ہو جائے تا کہ وہ اسے عابیہ کے گھر چھوڑ آئے۔ تیار کیا ہونا تھا وہ تو پہلے سے ہی تیار تھی۔ اپنا کلچ اور گفٹ اٹھاتی کمرے سے نکل آئی تھی۔

"تم سے وہ آنٹی کیا کہہ رہی تھیں؟" مہارت سے گاڑی چلاتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"میرا انٹرویو لے رہی تھیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا تھا اور اس نے بڑی سہولت سے اپنی مسکراہٹ چھپالی تھی۔

"تمہاری دوست نے کال ریسیو کی تمہاری؟" اس نے جان کر موضوع بدلا تھا اور اس کا منہ اتر گیا تھا۔

"دل چھوٹا مت کرو تم دونوں یونہی ایک دوسرے کو تنگ کرتی رہتی ہو اب وہ اچانک تمہیں اپنے سامنے دیکھے گی تو ناراضگی ختم ہو جائے گی۔" اس نے بھرپور انداز میں تسلی دی تھی اور وہ مسکرادی تھی کہ ہوا بھی یہی تھا کہ عابیہ اس کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی تھی۔ یہ بھی نہیں کہا تھا کہ وہ رات بارہ بجے سے اس کی کال کا انتظار کر رہی تھی دو بجے کہیں غصے میں موبائل دور اچھال کر سوئی تھی۔ وہ غیر متوقع طور پر خود چل کر آئی تھی تھی ایسے میں کہاں کی ناراضگی، کیسی ناراضگی۔۔

"آنٹی نے کہا تھا میں پانچ بجے تک آجاؤں لیکن کچھ مہمان آرہے تھے اس لیے لیٹ ہوگئی۔" عابیہ کی والدہ نے صرف اس کے لیے جلدی پروگرام رکھ لیا تھا کہ جانتی تھیں وہ رات گئے نہیں آسکے گی۔

"کوئی خاص مہمان تھے کیا؟" وہ کیک تو کاٹ ہی چکی تھی ڈنر میں کچھ ٹائم تھا اس لیے کیک اور چائے لئے دوست کو کمرے میں لے آئی تھی۔

"کچھ خاص تو نہیں بھیا کے جاننے والے تھے ماما جان کی عیادت کو آئے تھے۔" وہ اپنے مخصوص لاابالی معصوم انداز میں بولی تھی۔

"او۔۔۔ اچھا ورنہ میں تو سمجھی مہمان کچھ خاص تھے۔" اس نے شرارت سے آنکھیں گھمائی تھیں۔ درمکنون اس کی شرارت و معنی خیزی کو سمجھے بنا سادگی سے بولی تھی۔

"مہمان تو مہمان ہوتے ہیں خاص کیا، عام کیا۔۔۔ ماما جان کہتی ہیں مہمان خدا کی رحمت ہوتے ہیں۔" عابیہ چڑ گئی۔

"تم سدا یونہی احمق رہنا بدھو لڑکی۔" عابیہ منہ بنا کر اسے تکیہ مار گئی تھی۔

"اب میں نے کیا کیا ہے؟" وہ عابیہ کو حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں۔" عابیہ ہنوز چڑی ہوئی تھی۔

"تم کیا عجیب و غریب باتیں کر رہی ہو۔ وہ جو آنٹی تھیں وہ بھی فضول میں میرا انٹرویو لے رہی تھیں۔ اب تم فضول میں دماغ کھا رہی ہو۔" وہ قدرے نروٹھے پن سے بولی تھی اور عابیہ تو گویا الرٹ ہو گئی تھی۔ وہ تمام تر باتیں پوچھنے لگی تھی اور درِ مکنون سادگی سے تفصیل اس سے بتا گئی تھی۔ جسے سن کر اس نے شوخی سے سیٹی بجائی تھی جبکہ وہ اسے حیرانگی سے دیکھنے لگی۔

"بدھو، وہ مہمان خاص ہی تھے تمہارا پروپوزل لے کر آئے تھے۔"

"کیا" وہ اس کی بات کاٹ کر چیخی تھی جبکہ وہ اس کی حیرت انجوائے کرتی ہنس رہی تھی۔

"لڑکا دیکھنے میں کیسا تھا؟" اس نے شرارت سے آنکھیں گھمائی تھیں اور وہ چڑ گئی تھی۔

"بکو اس بند کرو ایسا کچھ نہیں ہے ورنہ ماما جان مجھے ضرور بتاتیں۔" وہ دوست کو گھورتی بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

"نہ مانو میری بات دیکھ لینا بعد میں بات یہی نکلے گی پھر میری ذہانت پر داد دینا اور اپنی حماقت پر افسوس کرنا۔" وہ عین اس کے سامنے آکر بیٹھتے ہوئے بولی تھی اور وہ الجھ گئی تھی کہ بچی نہیں تھی لیکن اس پر کچھ ظاہر نہیں کیا تھا تقریباً گھنٹے بھر بعد اس نے عابیہ کی فیملی کے ساتھ ڈنر کیا تھا جس میں عابیہ کا بڑا بھائی شامل نہیں تھا کہ اس کا دوست آگیا تھا وہ اس کے ساتھ بزی تھا۔ عابیہ کے دو بھائی تھے۔ بڑا بھائی بزنس مین باپ کے ساتھ ہوتا تھا اور عابیہ سے چھوٹا ابھی میٹرک کا اسٹوڈنٹ تھا۔ ڈنر کے بعد عابیہ اسے لیے لان میں آگئی اور وہ عابیہ کی کسی بات پر مسکرائی تھی جب محسن کے ساتھ لان میں آتا ابرج سہروردی چونک اٹھا تھا۔ ہنسی کے تعاقب میں نگاہ دوڑائی تھی اور جو چہرہ نظر آیا تھا وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا کر گیا تھا کہ محسن سے اس کی بچپن سے دوستی تھی وہ دوست کے گھر کافی آیا جایا کرتا تھا۔ لیکن کہاں سوچا تھا کہ اس پری وش سے محسن کے گھر کے لان میں ملاقات ہو جائے گی۔ وہ ان دونوں کی آمد سے انجان تھی لیکن عابیہ کی جیسے ہی بھائی اور اس کے دوست پر نگاہ پڑی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بھی اس کی تقلید میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی کہ نگاہ خود کو دیکھتے شخص کی طرف پڑی تھی جسے وہ پہچان گئی تھی ایک بار لفٹ لی تھی لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئی تھی کہ اجنبی اس کی دوست عابیہ کے گھر کیا کر رہا تھا؟ اس کی آنکھوں میں اترے سوال نہ صرف عابیہ نے دیکھے بلکہ جواب بھی دیتی چلی گئی تھی۔ اس نے بڑی شائستگی سے متعارف کروایا تھا۔

"ابرج بھیا یہ میری بیسٹ فرینڈ درِ مکنون ہے اور درِ مکنون یہ بھیا کے بیسٹ فرینڈ ابرج سہروردی ہیں۔" وہ اس کے تعارف پہ الجھ گئی تھی مگر بولی نہیں تھی جبکہ ابرج سہروردی نے رسمی فارمیلیٹی نبھائی تھی اور ہیلو ہائے کرتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ سے مل کر اچھا لگا مس درمکنون۔" وہ اس کو سامنے پا کر نا جانے کیوں خود کو بے حس مکمل اور آسودہ محسوس کر رہا تھا۔ جبکہ وہ اس سے یکسر انجان بنی فار میلیلیٹی بھی نہیں نبھا پائی تھی۔ آگے سے نہ "ہیلو" بولی تھی نہ یہ "مجھے بھی آپ سے مل کر اچھا لگا۔" وہ اس کے سرخ چہرے سے نگاہ ہٹا تا بڑی تیزی سے وہاں سے نکل گیا تھا کہ اسے یوں خود کا نظر انداز کیا جانا توہین ہی تو لگا تھا جبکہ اس کے منظر سے ہٹتے ہی عابیہ نے اسے اس کے رویے کی بدصورتی کا احساس دلانا چاہا تھا۔ وہ قدرے غصے اور ناگواری سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی تھی۔

"آج جس کا تم نے بھائی کا دوست کہہ کر تعارف کروایا۔ میں غلطی پر نہیں ہوں تو یہ وہی شخص ہے جس سے فئیرویل پارٹی کے بعد ہم نے لفٹ لی تھی۔" اس کی نظریں عابیہ پر جمی تھیں جس نے اثبات میں سر ہلا کر کچھ کہنا چاہا مگر درمکنون نے موقع ہی نہیں دیا تھا۔

"اس دن مسٹر، آج ابرج بھیا اس تبدیلی کی وجہ جان سکتی ہوں؟" اس کا لہجہ تیکھا تھا۔

"ابرج بھیا بچپن سے ہمارے گھر آرہے ہیں اس دن شرارت سے مسٹر کہا تھا اور لفٹ تو لی ہی اس لیے تھی کہ میں جانتی تھی۔ بس تم پر ظاہر نہیں کیا تھا وجہ کوئی نہیں تھی تم ڈری ہوئی اتنا تھی۔ کسی اجنبی سے لفٹ لینے پر اتنا خائف تھیں کہ بس رو دینے کو تھیں اور تمہارے حسین چہرے پر ہراس و بے چینی دیکھ کر مجھے لطف آنے لگا تھا اس لیے میں نے ظاہر نہیں کیا کہ میں نے لفٹ اس لیے لی کہ میں اس شخص کو جانتی ہوں۔" وہ شرمندگی سے تمام تفصیل اس کے گوش گزار کر گئی تھی جو کہا تھا سچ تھا ہوا بھی یہی تھا اس نے سوچا تھا بعد میں اسے بتا دے گی مگر کبھی لفٹ والی بات کا ذکر ہی نہیں ہوا تھا۔ اس لیے اس کے ذہن سے بات ہی نکل گئی تھی مگر نہیں جانتی تھی کہ بات کچھ اس طرح سامنے آئے گی اور خوشگوار شام کا اتنا برا اختتام ہو گا۔

"تمہیں مجھے تکلیف میں دیکھ کر لطف آرہا تھا۔" وہ یکدم اس کی شرارت کو اس کا جرم بنا گئی تھی۔

"ایسا نہیں ہے مکنون وہ میری شرارت تھی بس ورنہ تم جانتی ہو۔۔۔ تم کتنی خاص ہو میرے لیے۔۔۔" وہ جانتی تھی درمکنون بہت جذباتی ہے اس لیے فوراً وضاحت دینے کی کوشش مگر اس نے موقع ہی کب دیا تھا۔

"کتنی خاص ہوں لگ پتا گیا۔۔۔ اندازہ ہی نہیں تھا کہ میری دوست کو مجھے بے چینی اور تکلیف میں دیکھنا لطف دیتا ہے۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔ اس نے صفائی دینا چاہی تھی تب ہی گارڈ نے سید ابان بخاری کی آمد کی اطلاع دی تھی وہ بڑی تیزی سے وہاں سے نکلی تھی عابیہ نے اچک کر اس کا بازو پکڑ لیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے ایسا مت سوچو پلیز۔" اس نے ہاتھ جھٹک دیا تھا اس کے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔ وہ کچھ کہے بغیر بڑھی تھی اور عابیہ ایک بار پھر راہ میں حائل ہو گئی تھی۔

"آئی ایم سوری مکنون۔" عابیہ شرمندہ و مضطرب تھی اسکے آنسو بھی گرنے لگے تھے۔

"اٹس اوکے" وہ آنسو رگڑ کر کہتی تیزی سے گیٹ پار کر گئی تھی۔

اس وقت اسے احساس نہیں ہوا تھا کہ سید ابان بخاری اسے روتے دیکھ کر کیا سوچے گا یا کس قدر پریشان ہو گا وہ تو بس روئے جا رہی تھی۔ سید ابان بخاری جو گاڑی سے ٹیک لگائے بہن کا منتظر تھا اس پر نظر پڑتے ہی سیدھا ہوا تھا اور اسے روتا دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

"مکنون کیا ہوا ہے تم رو کیوں رہی ہو؟" وہ فوراً اس کے پاس پہنچ کر دھیمے مگر متفکر لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ اس نے کچھ کہے بنا فرنٹ ڈور کھولا تھا اور اندر بیٹھ گئی تھی۔ وہ پریشانی کے عالم میں ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا تھا۔

"تم بتاؤ مکنون رو کیوں رہی ہو؟" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ گیا تھا اور وہ اس کے کندھے پر سر رکھے بچوں کی طرح رونے لگی تھی۔

"عابیہ بہت بری ہے بھیا وہ میری اچھی دوست نہیں ہے۔ اس نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے۔" وہ سسکتے ہوئے بولی تھی اور وہ لب بھینچ کر فکر و تجسس میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ وہ اب تک وہیں کھڑے تھے اس نے کچھ سوچ کر گاڑی اسٹارٹ کی تھی کہ راستے میں بات کرنا مناسب نہیں تھا اور وہ بھائی کے کہنے پر رونا تو بند کر چکی تھی مگر سسک ابھی تک رہی تھی۔ یہ بات اسے ڈرائیونگ کرنے میں ڈسٹرب کر رہی تھی۔

جس وقت گاڑی "بخاری ولاز" میں داخل ہوئی تھی اس نے نظر اٹھا کر درِمکنون کو دیکھا تھا جس کا گلابی چہرہ سرخ و متورم ہو رہا تھا۔ وہ سید ابان بخاری کو موقع دیے بغیر گاڑی سے اتری تھی اور تقریباً دوڑتے ہوئے اندر کی طرف بڑھی تھی۔ وہ جس وقت تک اس کے پیچھے آیا تھا وہ روم لاکڈ کر چکی تھی۔ یہ پہلی دفعہ ہوا تھا کہ وہ پریشان سا بار بار دستک دے رہا تھا اور وہ دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔

"مکنون دروازہ کھولو بیٹا۔۔۔ مجھے بتاؤ کیا بات ہوئی ہے؟ بھیا پریشان ہو رہے ہیں پلیز دروازہ کھولو۔" وہ مضطرب تھا۔ آواز زوردار نہ تھی کہ وہ نہیں چاہتا تھا درِشہوار کو کچھ پتا چلے کہ وہ جس قدر درِمکنون کے لیے حساس تھیں اسے ڈر تھا کہ اس کی حالت دیکھ کر اُن کی طبیعت نہ خراب ہو جائے۔ وہ اس کی احتیاط سے انجان اس کی فکر و پریشانی کو محسوس کرنے کے باوجود دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔

"بھیا کچھ بھی نہیں ہوا آپ مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔" اس کی بھاری آواز اس کے کانوں تک پہنچی۔

"اوکے فائن، ٹیک ریسٹ۔" اس نے کچھ سوچ کر اصرار ترک کیا اور جیب سے موبائل نکالتے ہوئے وہ لاؤنج کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اُس نے سی ایل آئی سے عابیہ کا نمبر نوٹ کیا تھا اور ڈائل کرنے کے بعد ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگا

تھا۔ ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔ مسلسل بیل جا رہی تھی مگر کال تا حال ریسیو نہ کی گئی تھی۔ اس نے لب بھینچ کر کال کاٹی تھی اور موبائل جیب میں ڈال کر لینڈ لائن نمبر سے کال کی تھی۔

"ہیلو مکنون، آئی ایم سوری یار۔۔!" وہ کال ریسیو کرتے ہی چھوٹتے بولی تھی۔

"میں سید ابان بخاری بات کر رہا ہوں۔" گھمبیر لہجہ کانوں میں گونجا تھا موبائل ہاتھ میں لرز کر رہ گیا تھا۔

"آپ۔۔۔ آپ نے کیوں کال کی؟" خطرے کا الارم بجا تھا۔ اضطرابی کیفیت میں اس نے سوال داغا تھا۔

"صرف یہ جاننے کے لیے کہ آپکے اور در مکنون کے بیچ ایسی کیا بات ہوئی ہے؟ جو وہ اس قدر ہرٹ ہوئی ہے اور پورے راستے روتے ہوئے آئی ہے مجھے ایک لفظ بتانے کو تیار نہیں ہے اور کمرہ بند کر کے بیٹھ گئی ہے۔ میں در مکنون کے اس عجیب و غریب رویے کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولتا چلا گیا۔ عابیہ نے کچھ چھپانے یا ٹال مٹول سے کام لینے کے بجائے ہر بات من و عن تمام تر سچائی کے ساتھ بتا دی تھی۔

"میں مانتی ہوں مجھ سے غلطی ہوئی مجھے مکنون کو بتا دینا چاہیے تھا لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ وہ میری شرارت کو نہیں سمجھے گی اور یوں بی ہیو کرے گی۔۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔" وہ تفصیل سن کر لب بھینچے کھڑا تھا اور ایک لفظ بھی نہ بولا تھا کہ اس نے نم لہجے میں خود کو کلئیر کرنے کی کوشش کی تھی۔

"آپ لڑکیوں کو فضول باتیں کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ پہلے ایک دوسرے کو تنگ کرتی ہیں پھر معافی تلافی کرنے کی آڑ میں رونے کا پروگرام سیٹ کر لیتی ہیں۔" وہ اس کی آواز میں نمی محسوس کرتا چڑے ہوئے لہجے میں بولا تھا اور وہ لب کا کونہ دانتوں تلے دبا گئی تھی۔

"خیر آپ پریشان نہ ہوں میں در مکنون کو سمجھا لوں گا لیکن آئیندہ ایسی کوئی حماقت نہ کیجیئے گا کہ بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں رشتوں میں بڑی بڑی انمٹ دراڑیں ڈال دیتی ہیں۔" وہ نرمی و ناصحانہ انداز میں کہتا لائن ڈراپ کر گیا تھا۔ جبکہ عابیہ اس کے لہجے کے اتار چڑھاؤ میں کھوئی اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔ پلکوں پر چند آنسو اٹکے تھے اور سوچ جانے کن خوابوں و خیالوں کی سیر کو چل پڑی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ارمش! آج بہت دیر کر دی بیٹا۔۔۔" صائقہ بیگم بیٹے کو دیکھتے ہی بولی تھیں۔

"آپ بھی حد کرتی ہیں ماما!، میں نے آپکو فون کر کے بتا دیا تھا کہ میٹنگ ہے دیر ہو جائے گی آپ پھر بھی پریشان ہوتی رہیں۔" وہ ماں کے متفکر چہرے کو دیکھ کر بولا تھا۔

"ماؤں کے دل جتنے وسیع ہوتے ہیں اتنے ہی چھوٹے بھی ہوتے ہیں اولاد کی ذرا سی تکلیف کے احساس پر یہ وسعت

تنگی میں بدل جاتی ہے مگر تم کہاں سمجھ سکتے ہو ایک ماں کے احساسات کہ اولاد ایک لمحہ کو آنکھ سے دور ہوتی ہے تو دل کیسے سکڑنے لگتا ہے۔" صائقہ بیگم دھیمے لہجے میں بولی تھیں۔

"ماما آپ ٹھہریں شاعرہ میں آپ سے کہاں باتوں میں جیت سکتا ہوں۔اموشنل آپ ہیں، بلیک میل مجھے کرتی رہتی ہیں۔" اس نے ماں کو دکھ سے نکالنے کو اپنے انداز میں موضوع بدلنا چاہا تھا۔ صائقہ بیگم نے اس کے کاندھے پر ایک دھپ لگائی تھی۔

" بکواس ہی کرنا تمام عمر کبھی عقل کی بات نہ کرنا۔۔۔" وہ مسکرائی تھیں کہ ان کا بیٹا ہی ان کی کل کائنات تھا اور شوہر کی وفات کے بعد تو بیٹا کچھ اور عزیز ہو گیا تھا کہ ان کی امیدوں کا مرکز، ان کا واحد سہارا ان کا اکلوتا بیٹا ہی تو تھا۔

"شاندار کومپلیمنٹ کے لیے بہت شکریہ آپ کا مادام۔۔۔! مگر یقین جانئے باتوں سے بالکل پیٹ نہیں بھرتا اس لیے میں فریش ہو کر آتا ہوں آپ میرے لیے کھانے کا انتظام کیجئے۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو خم دیتے ہوئے زرا سا جھکا تھا اور مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا اور وہ بیٹے کو دعائیں دیتیں کچن میں چلی آئی تھیں کہ کھانا تو تیار تھا بس گرم کرنا تھا کہ آج ان کا لاڈلا کافی تاخیر سے گھر آیا تھا اس نے فون پر اطلاع کر دی تھی۔ ماں تھیں مضطرب ہی رہی تھیں اور بے چین دل کو بیٹے کا چہرہ دیکھ کر ہی سکون ملا تھا۔ ارمش نے واش روم کا رُخ کیا تھا اور حسبِ عادت شاور لیا تھا اور کمرے سے باہر آگیا تھا اتنی دیر میں صائقہ بیگم کھانا گرم کر چکی تھیں اور وہ معمول کی طرح کھانے کے دوران ماں کو دن بھر کی روداد سنانے لگا تھا کہ وہ ماں سے پہلے ہی بہت اٹیچڈ تھا مگر باپ کی وفات کے بعد جہاں اس میں کچھ سنجیدگی آئی تھی وہ پہلے سے زیادہ ماں کی کیئر کرنے لگا تھا وہ باپ کی زندگی میں قدرے لاپرواہ اور زندہ دل انسان تھا مگر باپ کی موت کے بعد اس نے نہ صرف ذمہ داریوں کو سمجھا تھا اسکی زندہ دلی میں بھی فرق آگیا تھا کہ وہ پہلے سا کھلنڈرا بے فکرا ہنسنے ہنسانے والا ارمش نہیں رہا تھا اور اس بات کا صائقہ بیگم کو بہت قلق رہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مکنون چندا دروازہ کھولو بھیا کو پریشانی ہو رہی ہے۔" وہ عابیہ سے بات کر کے مطمئن ہوتا ایک بار پھر دروازہ کھلوانے میں جُت گیا تھا اور اس بار در مکنون نے پہلے کی طرح نہیں کیا تھا تیسری دستک پر دروازہ کھول گئی تھی اور اسکے روتے ہوئے متورم چہرے کو دیکھ کر سید ابان بخاری کی گویا جان ہی نکل گئی تھی اس نے لپک کر بہن کو شانوں سے تھام لیا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہو ایسے بھی روتے ہیں کیا۔" اس کے انداز میں بہن کے لیئے فکر تھی اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"مجھے عابی نے چیٹ کیا۔" وہ سسکی تھی۔

"نہیں چندا جسٹ مذاق کیا تمہاری دوست نے کیا وہ تم سے مذاق کا حق نہیں رکھتی۔۔"اُسے بیڈ پر بیٹھایا تھا اور پانی پلا کر خالی گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا اور اس کے برابر ٹکتے ہوئے نہایت نرمی سے بولا تھا۔

"مذاق ایسا تو نہیں ہوتا بھیا! عابی نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ مجھ سے جھوٹ بولا ہے۔" وہ بھاری لہجے میں بولی تھی مستقل رونے سے آواز بیٹھ گئی تھی۔

"جب ہم نے لفٹ لی۔۔۔میں کتنی پریشان تھی۔۔۔کتنی ڈری ہوئی تھی اگر عابی کہہ دیتی کہ وہ شخص جس سے ہم نے لفٹ لی وہ انجان نہیں ہے۔اُسے عابی جانتی ہے تو کیا میں پریشان ہوتی۔۔۔کوئی ڈر ہوتا مجھے۔۔۔"وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتی بھیگی پلکوں سے بھائی کو دیکھنے لگی تھی جس نے فوراً نفی میں گردن ہلائی تھی۔

"میں نے عابی سے کہا بھی تھا کہ ہم کسی اجنبی پر بھروسہ کر کے غلط کر رہے ہیں۔۔۔اس کے باوجود اس نے کچھ نہیں کہا میں جتنی مضطرب تھی وہ اتنی ہی ریلیکس تھی۔۔۔وہ میرا مذاق اڑاتی رہی اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔۔۔"اس کے لہجے میں افسوس کی آمیزش تھی۔ آنکھوں سے نمکین پانی بہتا رخسار تر کرتا جا رہا تھا۔

"چندا تمہاری ہر بات درست ہے مگر بات پرانی ہوگئی ہے بھول جاؤ دل جلانے کا کیا فائدہ۔۔۔"اس نے بہن کا ہاتھ تھام کر نرمی وشفقت سے کہا تھا۔

"بعض باتوں کو بھولنا اتنا آسان نہیں ہوتا بھیا اس بات کو تو بالکل نہیں جس نے آپ کو بہت پریشان کیا ہو اور جس شخص پر آپکو بھروسہ ہو کہ وہ آپکو دکھی نہیں دیکھ سکتا اور اس نے ہماری پریشانی سے حظ اُٹھایا ہو بہت افسوس ہوتا ہے گہرا ملال دل میں گھر کر لیتا ہے اور ملال کب دل سے جاتا ہے۔۔"وہ بھیگے لہجے میں آزردگی سے بولتی سید ابان بخاری کی گویا بولتی ہی بند کر گئی تھی اُسے اپنی بہن سے کہاں اتنی گہری بات کی اُمید تھی۔ وہ بہن کو دیکھنے لگا تھا جو چہرے سے ہی بہت دکھی لگی تھی کہ اسے حقیقی معنوں میں عابیہ کی حرکت سے دکھ پہنچا تھا اور اس کا چہرا آئینہ بنا اسکا دکھ صاف عیاں کر رہا تھا۔

"رات بہت ہوگئی ہے تم سو جاؤ۔۔۔"سید ابان بخاری نے بوجھل ہوتے دل کے ساتھ یکدم ہی بات بدل دی تھی اور وہ بھی اپنے آنسو صاف کرتی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں نے آپکو پریشان کیا سوری۔۔"لیکن، آپ بے فکر رہیں میں اب عابی سے کچھ نہیں کہوں گی۔"وہ حوصلہ کر کے مسکرائی تھی وہ بہن کو محض دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"دل میں بات رکھ کر مت بیٹھنا کہ دل میں غبار جمع ہو جائے تو رشتے دھندلے پڑ جاتے ہیں۔"وہ بہن کا رخسار نرمی سے تھپکتا ہوا بولا تھا۔

"میں ایسی نہیں ہوں بھیا! مجھے تکلیف پہنچی ہے، مجھے عابی کی حرکت بری بھی لگی ہے مگر میں اتنی کینہ پرور ہرگز بھی نہیں کہ ذراسی بات کو دل میں رکھ کر بیٹھ جاؤں اور دوستی خراب کرلوں۔۔۔" اس نے منہ بنایا تھا یکدم سید ابان بخاری کو قدرے اطمینان سا محسوس ہوا تھا۔

"آئی نو بھیا کی کیوٹ سی بہن! ایسی نہیں ہے۔" اتنی دیر میں وہ اب مسکرایا تھا اور وہ بھی مسکرادی تھی

"آپکو اتنا پریشان کیا میں نے۔۔۔" وہ بھائی کو دیکھتے ہوئے شرمندہ ہوئی تھی۔

"یہ بولو تم کب مجھے پریشان نہیں کرتیں۔۔۔ بڑی ہوگئی ہو مگر حرکتیں بچوں والی ہیں۔۔۔ تم بچپن میں بھی یونہی کرتی تھیں ذرا ذرا سی بات پر ٹب بھر دیتی تھیں۔۔" وہ شوخی سے چھیڑ رہا تھا اور وہ جھینپ گئی تھی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں۔۔۔ میں اتنا بھی نہیں روتی۔" اس نے ناک چڑھائی تھی۔

"تم اتنا نہیں، بہت زیادہ روتی ہو۔۔۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تمہاری آنکھوں میں مجھے آنسو اچھے نہیں لگتے۔۔۔ میری کیوٹ سی بہن تو بس مسکراتی ہوئی اچھی لگتی ہے۔" اس نے ناک کھینچتے ہوئے کہا تھا اور وہ ہنس دی تھی اور وہ مطمئن سا اس کے کمرے سے نکل آیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ماما پلیز، مجھے ابھی شادی نہیں کرنی ہے دو سال رک جائیں بس۔۔۔" ایلیفیہ نے ماں کی منّت کی تھی کیونکہ ان کی کسی دوست نے اپنے دیور کے لیے رشتہ ڈالا تھا اور کزن ولید کا رشتہ بھی ہنوز موجود تھا اس لیے وہ بیٹی پر شادی کے لیے زور ڈال رہی تھیں مگر وہ تھی کہ پروں پر پانی نہیں پڑنے دے رہی تھی۔

"ایلیفیہ، بہت ہو گیا ہے بیٹا یہ دو، دو سال کر کے میں تمہیں بوڑھا نہیں کر سکتی کہ اچھے رشتے آنے کی بھی ایک عمر ہوتی ہے۔" وہ بیٹی کی منّت کو کسی خاطر میں ہی نہیں لائی تھیں۔

"مما، کیا ہو گیا ہے آپکو کیسی فرسودہ زمانے والی باتیں کر رہی ہیں۔۔۔" ایلیفیہ بری طرح چڑ کر رہ گئی تھی مگر مزید گل افشانی کرنے کا اُنہوں نے کب اُسے موقع دیا تھا۔

"فرسودہ زمانے والی کوئی بات نہیں ہے میں تم سے جو کہہ رہی ہوں تم بس وہ سُن لو۔۔۔ ابرج دوست ہے کہہ کر تم نے اس رشتے کو آگے نہیں بڑھنے دیا، ولید سے شادی نہ کرنے کے بھی ہزار جواز ہیں تمہارے پاس۔۔۔ اس لیے میں بینش کی فیملی کو بلا رہی ہوں۔۔۔" اُن کا انداز قدرے ناراضگی لیئے ہوئے مگر دوٹوک تھا کہ وہ ابرج اور ولید دونوں کے لیے بیٹی کے صاف انکار پر اُس سے خفا تھیں۔ مگر جب شوہر کو ہی پرواہ نہ تھی تو وہ کیا کر سکتی تھیں اپنا سا منہ لے کر خاموش ہو رہی تھیں مگر اس کی یہ بات ماننے کو تیار نہ تھیں کہ وہ دو سال تک اسکی شادی نہ کریں کہ ان کا بس چلتا تو کل کی

بجائے اُسے آج ہی رخصت کر دیتیں۔

"ماما! پلیز۔۔۔ ابھی نہیں۔۔۔ دو سال نہیں تو بس ایک سال اور دے دیں۔۔۔ پلیز۔۔۔!" وہ ماں کے ہاتھ تھام کر ملتجی ہوئی تھی اور وہ یکدم چونک کر بیٹی کے حسین چہرے کو دیکھنے لگی تھیں اس کے حسین چہرے سے مگر وہ کچھ اخذ نہ کر پائی تھیں اس لیئے دھیمے سے بولی تھیں۔ چونکنے کی باری اب ایلیفیہ کی تھی۔

"اس انکار کے پیچھے اگر کوئی وجہ ہے تو تم مجھے بتا سکتی ہو۔۔۔"

"مما، کوئی وجہ نہیں ہے۔۔۔" وہ ان کے ہاتھ چھوڑتی صوفے پر جا بیٹھی تھی کہ کچھ عرصہ پہلے تک تو سچ میں کوئی وجہ نہ تھی مگر اب سب سے بڑی اور حسین وجہ "محبت" تھی جو وہ سید ابان بخاری کے لیے محسوس کر رہی تھی مگر وہ یہ کہتی تو کیسے کہ ابھی تو ابان سے گنتی کی چند سر راہ ملاقاتیں ہوئی تھیں اور جن میں اس نے بہت کچھ اخذ کیا تھا، دل کے دیا کو جلتا محسوس کیا تھا مگر سب کچھ اسکی طرف سے تھا سب کچھ یکطرفہ تھا اور جب چاہت کا دیا روشن ہی یکطرفہ ہوا تھا دیا کو باتی کے ملنے تک از خود اپنی آگ میں جل کر انتظار کی سولی پر چلنا تھا اور ایسے میں وہ کسی کو رازدار تک نہیں بنا سکتی تھی کہ ابان کی تو نگاہ اس پر یوں اُٹھتی تھی جیسے اُٹھی ہی نہ ہو اور اس اجنبی شخص کا کسی سے کیا کہہ کر تعارف کرواتی اس لیے بے چین سی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو باہم رگڑتی وہ اپنی ماں کی اُلجھنیں بڑھا گئی تھی۔

"ایلیفیہ! اپنی ماما سے کچھ نہ چھپاؤ کہ ہمیں صرف تمہاری خوشی عزیز ہے اگر تم کسی کو پسند کرتی ہو تو صاف بتا دو ہم اُس لڑکے سے مل لیں گے۔" ماں کی بات پر جہاں قلب کو راحت محسوس ہوئی تھی وہیں ذہن و دل بے چین بھی ہو گئے تھے وہ اپنی جگہ سے اُٹھی تھی اور سنگل صوفے پر بیٹھی ماں کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتی ان کے قدموں میں براجمان ہو گئی تھی۔

"مما! میرا یقین کریں ایسا کچھ نہیں ہے اور میں کبھی کچھ ایسا نہیں کروں گی کہ آپ کو یا پاپا کو شرمندہ ہونا پڑے۔۔۔ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی صرف دو سال رُک جائیں میرے لیے۔۔۔ میری خوشی کی خاطر۔۔۔" وہ ماں کے ممتا چھلکاتے چہرے کو فخر سے دیکھتی نہایت دھیمے لہجے میں بولی تھی یکدم وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی تھیں۔

"اپنی بیٹی پر تو ہمیں خود سے بڑھ کر یقین ہے۔۔ بھروسہ کرتے ہیں تم پر۔۔۔" اُنھوں نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت سے کہا تھا وہ نرمی سے مسکرا دی تھی کہ ماں باپ کا اُسے مکمل اعتماد و محبت حاصل تھی وہ خود کو بجا طور پر خوش نصیب کہتی تھی۔

"شادی کے لیے میں بس ایک سال رکوں گی۔" وہ بیٹی کے مسکراتے چہرے کو دیکھ قدرے خفگی سے بولی تھیں۔

"تھینک یو مما، یو آر دی بیسٹ مدر ان دا ورلڈ۔۔۔ آئی لو یو۔۔۔" وہ ماں کے ہاتھ کو لبوں سے لگاتی مسرور سی

طمانیت سے بولی تھی۔

"مسکا لگانا بند کر دو اور اُٹھو میرے لیے ایک کپ چائے بنا کر لاؤ۔۔۔ میری بیٹی دنیا کی نرالی لڑکی ہے جس میں لڑکیوں والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔" وہ اس کے بال ماتھے سے ہٹاتیں خفگی سے بولی تھیں اور وہ ہنس دی تھی۔

"کیا مما، مجھے نہیں ہے نا انٹرسٹ۔۔۔" وہ اُٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"ایلیفیہ، میں تمہیں بہت چھُوٹ دے چکی ہوں۔۔ مگر اب مزید نہیں کہ تم نے جاب کرنے کی بات کی میں نے تمہیں اجازت دی مگر اب اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم گھرداری سے بالکل ہی دور ہو جاؤ۔۔۔ تمہیں گھرداری کی جانب توجہ دینی چاہئیے۔" وہ بیٹی کو ناگواری سے دیکھتیں قدرے ناصحانہ انداز میں بولی تھیں۔

"ابھی میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں ورنہ آپ نے لیکچر دے دے کر مجھے بھری جوانی میں بڑھا کر دینا ہے۔" وہ شوخی سے کہتی کچن کی طرف بھاگی تھی اور وہ سر تھام کر رہ گئی تھیں کہ اکلوتی بیٹی کی جہاں لاپروائیوں سے نالاں تھیں وہیں اُسے چاہتیں بھی تو بہت تھیں کہ وہ ان کی اُمیدوں کا واحد مرکز تھی ان کی چاہتوں کا محور تھی، وہ دونوں میاں بیوی تو جیتے ہی اپنی بیٹی کو دیکھ دیکھ کر تھے کہ ایک لمحہ کو نظر سے اُوجھل ہوتی تھی تو دونوں کی جان پر بن آتی تھی کہ منتوں مرادوں کے بعد اُنھوں نے ایک بیٹی کو پایا تھا وہ رب کا شکر ادا کرتے تھے اور بیٹی کا کانچ سے بڑھ کر خیال رکھتے تھے مگر کانچ کے نصیب میں تو ٹوٹنا اور ٹوٹ کر بکھرنا ہی لکھا ہوتا ہے اور آبگینہ تو دیکھ بھال میں بھی ٹوٹ ہی جایا کرتے ہیں اور آبگینہ کو ٹوٹنے میں جہاں فقط ایک لمحہ لگتا ہے اسی آبگینہ کو مگر جوڑنے میں صدیاں گزر جاتی ہیں کہ آبگینہ گر ٹوٹ جائے تو بس ٹوٹ جاتا ہے اُسے جوڑنے والے خود ٹوٹ جاتے ہیں مگر ٹوٹا آبگینہ ٹوٹ جائے تو جڑ نہیں سکتا کہ آبگینہ کے نصیب میں نرمی ہے مگر کاٹ دار نرمی کہ انگلیاں زخمی ہو جاتی ہیں کہ جلنے والے جلا بھی دیتے ہیں اور جل بھی جاتے ہیں کہ کچھ لوگ فنا ہوتے ہی نہیں ہیں فنا کر بھی دیتے ہیں۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆☆

"مما! کچھ دیر میں آجاؤں گی۔" زبیدہ نعمانی نے اپنی لاڈلی کو دیکھا تھا جو اپنی اکلوتی دوست درمکنون کے گھر جانے کی ضد کر رہی تھی۔

"عابی! آخر تمھیں ہو کیا گیا ہے ہر دوسرے دن تم اپنی دوست کے گھر جانے کو تیار ہو جاتی ہو۔" اُنھوں نے بریانی کو دم دیتے ہوئے بیٹی کو تیکھے چتونوں سے گھورا تھا اس سے کوئی معقول جواب نہیں بن پڑا تھا۔ لب چباتے ہوئے منمنائی تھی
۔

"مما! مکنون ناراض ہے بس اس لیئے جانا ہے تا کہ اسے منا سکوں۔" لہجہ بہت پست تھا۔

"کل تو وہ یہاں آئی تھی تمھیں منانے اب تم جاؤ گی اسے منانے۔۔۔ آخر یہ چکر کیا ہے۔" وہ بیٹی کو سوالیہ نگاہ سے دیکھ رہی تھیں۔

"مما، میں نے مکنون سے مذاق کیا تھا جس سے وہ ہرٹ ہو گئی ہے۔۔۔ وہ بہت خفا ہے مجھ سے۔۔۔ بات بھی نہیں کر رہی۔" عابیہ کو اندازہ تھا کہ اسکی مما اجازت نہیں دیں گی کہ کل ہی تو در مکنون اسکی برتھ ڈے میں آئی تھی اسلیے وہ اگلے ہی دن بیٹی کو دوست کے گھر جانے کی اجازت نہیں دے سکتی تھیں۔ اس لئیے اس نے دھیمے سے کہا تھا۔

"فون پر بات کر لو مجھے ہر دوسرے دن دوستوں کے گھر جانا بالکل پسند نہیں کہ آجکل کا ماحول ہر گز بھی اس قابل نہیں کہ منہ اُٹھا کر کہیں بھی انسان چلا جائے۔" وہ سلاد کے لیے پیاز کاٹتے ہوئے دوٹوک انداز میں بولی تھیں۔

"مما مکنون بہت ذیادہ خفا ہے وہ میری کال نہیں ریسیو کر رہی آج جانے دیں پھر پکا مہینہ دو مہینہ تک مکنون کے گھر جانے کی بات بھی نہیں کروں گی۔" وہ ماں کے ہاتھ سے چھری لے کر شیلف پر رکھتی لاڈ سے بولی تھی اور وہ یکدم ہی تفصیل جاننے کی متمنی ہو گئی تھیں کہ ایسی کیا بات ہوئی تھی کہ در مکنون کال تک ریسیو نہیں کر رہی تھی اور عابیہ نے صرف آج جانے کی وجہ سے ماں کو تمام بات بتا دی تھی۔

"مکنون ٹھیک خفا ہوئی ہے تم سے، تمھیں اس طرح کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ تفصیل سننے کے بعد صاف گوئی سے بولی تھیں اور وہ جو پہلے ہی شرمندہ تھی اسکی شرمندگی میں کئی گناہ یکدم ہی اضافہ ہو گیا تھا۔

"مجھے اپنی غلطی کا اندازہ ہے مما، اینڈ آئی پرامس، آئیندہ ایسے نہیں کروں گی۔" وہ نظر چرا کر بولی تھی۔

"تم جا کر تیار ہو جاؤ محسن جب لنچ کے بعد آفس واپس جائے گا تو میں اُسے کہہ دوں گی وہ تمہیں مکنون کے گھر چھوڑ دے گا۔" وہ بیٹی کو شرمندہ پا کر اُسے نصیحت کرنے کے ساتھ ہی اجازت دے گئی تھیں اور وہ خوش ہو گئی تھی۔

"تھینک یو مما۔۔۔" وہ مسکرائی تھی اور زبیدہ نعمانی مسکراتے ہوئے واپس اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھیں کیونکہ آج ان کے لاڈلے بیٹے نے کال کر کے بریانی بنانے کی فرمائش کی تھی کہ وہ میاں اور بیٹے کا لنچ روز خود تیار کر کے آفس بھیجتی تھیں مگر آج محسن نے نہ صرف بریانی بنانے کا کہا تھا وہ لنچ ٹائم میں گھر آ رہا تھا اس لیے وہ ہر کام بڑے اہتمام و دل سے کر رہی تھیں عابیہ کچن سے نکلنے کو تھی کہ ماں کی آواز پر تھم کر اُنھیں دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے مکنون بہت اچھی لگی ہے سوچ رہی ہوں محسن کی مرضی معلوم کر لوں اسے اعتراض نہیں ہو گا تو رشتہ کی بات چلائی جا سکتی ہے۔" وہ جو ماں کے کچھ کہنے کی منتظر تھی ایک غیر متوقع بات پر شاکڈ رہ گئی تھی اور شاکڈ تو ماں کی تلاش میں کچن تک آیا محسن نعمانی بھی رہ گیا تھا۔

"واؤ۔۔۔ مما، آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔" وہ حیرت سے نکلتی پر جوش ہوئی تھی اور بیٹی کے انداز

پر وہ ہنس دی تھیں اور ہنستے ہوئے نگاہ اُٹھی تھی اور بیٹے پر ٹھہر گئی تھی۔

"ارے محسن بیٹا کب آئے تم۔۔۔" زبیدہ نعمانی نے فوراً بیٹے کو اٹینشن دی تھی کہ وہ اُن کا بڑا بیٹا تھا اُنھیں اپنی تینوں اولادوں میں سب سے زیادہ عزیز تھا کہ محسن کی آمد کے بعد ہی تو اُنھوں نے ممتا کا احساس پایا تھا خود کو مکمل محسوس کیا تھا اس لیے پہلوٹھی کے محسن سے اُنھیں بے حد محبت تھی۔

"جب آپ میری شادی کی بات کر رہی تھیں تب ہی انٹری ہوئی تھی میری۔" وہ ترنت بولا تھا اور وہ بیٹے کے انداز پر ہنس دی تھیں۔ "تم نے سن ہی لیا ہے تو ابھی ہی اپنی مرضی سے بھی آگاہ کر دو کہ میں نے کل رات ہی تمہارے پاپا سے بھی بات کر لی تھی انھیں بھی مکنون پسند ہے۔۔۔" وہ بیٹے کے قریب جاتے ہوئے بولی تھیں، عابیہ صلیب سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی اور اس کی توجہ کے تمام ارتکاز ان دونوں ماں بیٹے کی باتوں سے جڑے تھے اس کی دلی خواہش تھی کہ محسن ہاں کہہ دے وہ دل ہی دل میں مناجات کرنے لگی تھی کہ اس کے کان اس وقت صرف ہاں سننے کے منتظر تھے کہ اس کے ذہن میں کئی بار در مکنون کو اپنی بھابی بنانے کا خیال آیا تھا اور آج اس کی مما نے اسکے دل کی بات کہہ دی تھی وہ بہت خوش تھی لیکن محسن کے جواب نے اس کی ساری خوشی کافور کر دی تھی کہ اُسے کہاں محسن سے صاف انکار کی توقع تھی۔

"مما آئی ایم سوری! بٹ، میں مکنون سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" بیٹے کے صاف انکار پر زبیدہ نعمانی کو دھچکا سا لگا تھا کہ انھیں پوری امید تھی کہ ان کا بیٹا انکار نہیں کرے گا۔

"انکار کی کوئی خاص وجہ ہے بیٹا! کہ مجھے نہیں لگتا کہ مکنون جیسی پیاری، پڑھی لکھی لڑکی کے لیے بھی انکار کیا جاسکتا ہے۔" وہ حیرت سے نکل کر صاف گوئی سے بولی تھیں۔

"میں نے مکنون کے بارے میں اس طرح سوچا نہیں ہے مما کہ میں نے اپنی لائف پاٹنر کے لیے جو کچھ سوچا ہوا ہے مکنون اس سوچ پر پوری نہیں اترتی۔۔۔" محسن نے بھی صاف گوئی کی انتہا کر ڈالی تھی۔ عابیہ بھائی کو ناراض نظروں سے دیکھنے لگی تھی ناگواری محسوس تو زبیدہ نعمانی بھی کر رہی تھیں مگر بولی کچھ نہیں تھیں کہ بیٹے کے صاف انکار کے بعد کچھ کہنے کا ہر جواز اپنی موت آپ مر گیا تھا۔

"مما، سخت بھوک لگ رہی ہے آپ کھانا لگایئے باقی باتیں ڈائیننگ ٹیبل پر ہوں گی۔" وہ ماں کی ناراضگی محسوس کرتے ہوئے دھیمے سے بولا تھا اور چیئر کھسکا کر بیٹھ گیا تھا۔ زبیدہ نعمانی نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے بیٹی کو کھانا لگانے کا کہا تھا اور خود بریانی ڈش میں نکالتیں ڈائیننگ ٹیبل پر ڈش رکھتیں کرسی کھینچ کر اس پہ بیٹھ گئی تھیں۔

"مما، آپ یہ مت سوچیں کہ میں کسی کو پسند کرتا ہوں اس لیے آپکی پسند کی ہوئی لڑکی مجھے پسند نہیں آرہی۔" سوئیٹ ڈش ٹیبل پر رکھتی عابیہ چونک کر بھائی کو دیکھنے لگی تھی جو ڈش سے چاول پلیٹ میں منتقل کرتے ہوئے اپنی بات کا

آغاز کر چکا تھا۔

"میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھی۔" وہ بیٹے کو سلاد کی ٹرے اُٹھا کر دیتیں دھیمے سے بولی تھیں جبکہ عابیہ پانی کا جگ ٹیبل پر رکھتی اپنی مخصوص چئیر سنبھال گئی تھی۔

"مما، میں جب بھی شادی کروں گا آپ کی پسند کی لڑکی سے کروں گا۔" وہ دھیمے سے کہتا کھانا شروع کر چکا تھا اور اب عابیہ سے رہا نہیں گیا تھا وہ کافی دیر کی خاموشی کے بعد بول پڑی تھی۔

"تو پھر مکنون میں کیا برائی ہے۔" وہ چھوٹی بہن کو دیکھنے لگا تھا۔

"ہاں! جب شادی ہماری مرضی سے کرنی ہے تو مکنون سے شادی کرنے میں کیا حرج ہے۔" وہ بیٹی کی تائید میں بات آگے بڑھا گئی تھیں۔

"مما! میں اتنی زیادہ ایج ڈیفرنس کی لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ مجھے لاابالی کم عمر لڑکی سے شادی نہیں کرنی کہ میں جب بھی شادی کروں گا ایسی لڑکی سے کروں گا جو میچور ہو جو میرے قدم سے قدم ملا کر چلے اینڈ سوری ٹو سے مما! مکنون ایسی لائف پاٹنر ثابت ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ ایک پیمپرڈ چائلڈ ہے اور ایسی لڑکیوں کے ساتھ زندگی قدرے دشوار ہو جاتی ہے۔" وہ بلاتکان اپنا مطمع نظر ان دونوں کے سامنے رکھ گیا تھا اس نے مکنون سے شادی سے انکار کی وجہ بھی صاف گوئی سے کہہ ڈالی تھی ان دونوں کے پاس آگے سے کوئی جواب نہیں تھا جبکہ وہ مزید بول رہا تھا۔ اپنے انکار کی تمام تر وجوہات ان کے سامنے رکھتا چلا گیا تھا۔ زبیدہ نعمانی یکدم مطمئن ہو گئی تھیں کہ ان کے بیٹے نے کم از کم ماں سے پسند کا حق نہیں چھینا تھا وہ جس سے چاہتیں اسکی شادی کر سکتی تھیں اور دکھ کے باوجود یہ بات اطمینان بخش رہی تھی کہ مکنون کو دیکھ کہ بہو بنانے کا خیال آیا تھا اور ان کے خیال کی ان کے شوہر نے تصدیق اور بیٹے نے توثیق کر دی تھی اسی لیئے وہ اب اپنے خیال کو بدلنے کے بارے میں سوچنے لگی تھیں کہ انہیں بیٹے کی خوشی زیادہ عزیز تھی اور فی الحال تو تھا بھی صرف خیال کوئی طے شدہ بات نہ تھی اس لیئے دکھ اتنا گہرا نہ تھا جبکہ دکھ تو اصل معنوں میں عابیہ کو ہو رہا تھا کیونکہ وہ تو کافی عرصہ سے یہ خواب سجا رہی تھی اور آج بات چلی تھی تو اسے بہت خوشی محسوس ہوئی تھی مگر بات آغاز کیساتھ ہی ختم ہو گئی تھی تو اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس کا اس وقت در مکنون کے گھر جانے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا مگر مجبوری تھی کہ مکنون ناراض تھی اسلیے وہ جانا ملتوی بھی نہیں کر سکتی تھی اس لیئے وہ کھانے کے فوراً بعد اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی تاکہ چینج کر کے آجائے کہ اس کے پاس صرف دس سے پندرہ منٹ ہی تھے تیاری کے لیے کیونکہ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ محسن کو کھانے کے بعد چائے پینے کی عادت ہے اور وہ چائے بہت بری بناتی تھی یا محسن کو ہی اس کے ہاتھ کی چائے پسند نہ تھی اس لیے وہ کم از کم محسن کے لیے چائے نہیں بناتی تھی۔ بیٹے کے لیے چائے زبیدہ نعمانی ہی بناتی تھیں اور عابیہ کو محسن

کے چائے پینے سے پہلے ہی فریش ہو کر آنا تھا اس لیے وہ جو ہینگر ہاتھ لگا تھا وہ لے کر ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئی تھی کہ آج ہی جا کر در مکنون کو منانا بے حد ضروری تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ناراض ہو ابر۔۔۔!" وہ آج صبح جب سے آفس آئی تھی صاف محسوس کر رہی تھی کہ ابرج اس سے مخاطب نہیں ہو رہا نہ ہی اس کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا اس لیے وہ تنگ آ کر اس سے پوچھ ہی گئی تھی۔

"نہیں۔۔۔!" ایک لفظی جواب دے کر وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف رہا تھا۔

"لگ تو رہے ہو۔۔۔" وہ ترنت بولی تھی اور وہ تپ گیا تھا۔

"اپنے روم میں جاؤ ایلیفیہ کہ میں اسوقت بہت بزی ہوں۔۔۔ یہ آفس ہے اور بہتر ہو گا تم اسے آفس ہی رہنے دو خود بھی کام کرو اور مجھے بھی کرنے دو۔۔۔" وہ ہاتھ میں موجود پین ٹیبل پر پٹختا نہایت ناگواری سے اُسے دیکھتے ہوئے بولا تھا اور وہ کہاں اس طرح کے لہجوں اور رویوں کی عادی تھی اسکی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی وہ کرسی دھکیل کر اُٹھی اور ابرج کے روم سے نکل گئی جبکہ وہ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے چین ضرور ہوا تھا مگر اس وقت اس سے اس قدر ناراض تھا، اس پر اتنا شدید غصہ تھا کہ اُس نے ایلیفیہ کو روکنے کی کوشش نہ کی تھی اور اسکے روم سے جانے کے بعد واپس اپنے کام میں مشغول ہو گیا تھا۔۔ ایلیفیہ پر پہلی نظر ارمش کی پڑی تھی اور وہ اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ رہ نہیں سکا تھا۔ اس کے برابر سے گزر جانے پر اس کے روم میں چلا آیا تھا کہ ابرج نے سب ورکرز کی طرح اُسے کیبن آلاٹ نہیں کیا تھا اُسے فرنشڈ روم آلاٹ کیا تھا جس میں ضرورت کی ہر شہ موجود تھی۔ ایلیفیہ نے دستک پر سر اُٹھایا تھا اور اس کا دل چاہا تھا کہ وہ اسے اندر آنے سے منع کر دے مگر وہ اتنی بے مروت نہیں تھی۔ آنچل میں آنسو جذب کرتی اُسے اندر آنے کی اجازت دے گئی تھی اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے رونے کی وجہ پوچھی تھی کہ ارمش تو پہلی نظر میں ہی ایلیفیہ کے حسن پر مر مٹا تھا اور چند ماہ کے ساتھ میں وہ اس کے لیے اپنے دل میں سوفٹ کارنر محسوس کرنے لگا تھا روز سوچتا تھا کہ وہ اُسے اپنے دل کی بات کہہ دے گا مگر ابھی تک اسکی ہمت نہیں پڑی تھی مگر آج وہ اپنی تمام تر احتیاط اور پوشیدہ جزبات پر قابو نہیں رکھ پایا تھا اور وہ اس کے نرمی سے رونے کی وجہ دریافت کرنے پر چونک کر اُسے دیکھنے لگی تھی جو اسکی جانب متوجہ تھا اسکی آنکھوں میں جانے کیا تھا کہ ایلیفیہ نظر چرا گئی تھی۔

"ایلیفیہ پلیز بتائیے مجھے کہ آپ کیوں رو رہی ہیں۔۔۔" ارمش کے لہجہ میں محسوس ہونے والی فکر تھی ایک عجیب سی اپنائیت تھی جو ایلیفیہ نے محسوس کی تھی اور ہوتا ہے نہ کہ سہارہ پا کر مضبوط سے مضبوط انسان بھی بکھر جاتا ہے پھر وہ تو نازک احساسات سے گندھی معصوم سی لڑکی تھی جو اپنے دوست ابرج کی توجہ و محبت کی اس قدر عادی تھی کہ آج اُسکا

ذرا سا اگنور کرنا اُسے شدید تکلیف سے دوچار کر گیا تھا اور ارمش کے نرم سے سوال پر اُس کے آنسو پھر بے اختیار سے بہتے چلے گئے تھے۔ وہ رونے کی وجہ مگر اُسے بتانے سے قاصر ہی رہی تھی کہ اُسے کیا بتاتی کہ اس کا دوست ابرج اس سے ناراض ہے اس لیئے بے رخی سے بات کی ہے اسی لیے وہ ہرٹ ہوئی ہے اور اسی وجہ سے رو رہی ہے۔ وہ یہ سب کم از کم ارمش کو نہیں بتا سکتی تھی اس لیئے معقول بہانہ کر گئی تھی۔

"میرے سر میں درد ہے۔ ارمش پلیز، مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔" وہ رُخ موڑتے ہوئے بولی تھی۔

"میں آپکو اکیلا ایسے روتے چھوڑ کر تو نہیں جا سکتا ہوں ایلیفیہ آپ پلیز مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں۔ بتائیے مجھے کیا ہوا ہے۔۔۔ کیوں رو رہی ہیں۔۔۔؟" وہ چلتا ہوا عین اس کے سامنے اسکے مدمقابل ٹھہر کر بولا تھا وہ اسکی اتنی نوازشات پر یکسر حیران تھی بے یقینی سے اُسے دیکھ رہی تھی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیونکر اتنی فکر دکھا رہا تھا۔۔ اتنا التفات جتا رہا تھا۔۔ آخر اس سب کے پیچھے اُس کا مقصد کیا تھا وہ لحہ بھر کو چونکی تھی مگر بولی کچھ نہیں تھی اور ارمش کی جانب سے نرمی سے انسسٹ ہوا تھا اور وہ جو پہلے ہی ٹینس تھی یکدم ہی ٹیمپر لوز کر گئی تھی۔

"آپکو مجھ میں اتنی دلچسپی لینے کی ہر گز بھی ضرورت نہیں ہے میں روؤں یا ہنسوں یہ میرا مسئلہ ہے۔ آپ بہتر ہو گا یہاں سے جائیں۔۔ مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔۔۔" وہ اتنی بے رُخی سے قدرے بلند لہجے میں بولی تھی کہ ارمش اپنے آپ میں چور سا ہو گیا تھا اس کا خوبرو چہرہ یکدم سرخی سمیٹ لایا تھا اس نے اپنے لب بھینچ لیئے تھے۔

"ٹھیک کہا ایلیفیہ کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔ تمہارے رونے و ہنسنے سے مجھے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔۔۔ لیکن ایلیفیہ، مجھے فرق پڑتا ہے۔۔۔ بہت زیادہ فرق پڑتا ہے کیونکہ میں ایک دنیا کی آنکھ میں آنسو دیکھ سکتا ہوں تمہاری آنکھوں میں نہیں۔۔۔" وہ خود کو کمپوز کر کے جب بولا تھا تو اظہار کی ہر منزل عبور کرتا چلا گیا تھا اور اسے کہاں امید تھی کہ ارمش ایسا بھی کچھ کہہ سکتا ہے وہ حیرانگی سے کھڑی ٹکر ٹکر اس کو دیکھ رہی تھی جس نے چند قدموں کی دوری سمیٹی تھی اور ایلیفیہ کی پر نم حسین آنکھوں میں دیکھا تھا اور اُسے شانوں سے تھام لیا تھا۔

"آئی لو یو ایلیفیہ۔۔۔!" ارمش چوہدری نے آج اس سے حال دل واشگاف الفاظ میں کہہ ڈالا تھا اور وہ حیرت کی زیادتی سے بت ہی تو بن گئی تھی اس کے حواس کام کرنا چھوڑ چکے تھے وہ اُسکو حیرانگی سے دیکھ رہی تھی جس کے شگرفی لبوں پر اس کے لیے محبت کا اظہار تھا جس کی دلفریب پرفسوں آنکھوں میں محبت کا دیا ٹمٹما رہا تھا اور وہ یوں بدحواس ہوئی تھی یوں اسکی سدھ بدھ کھوئی تھی کہ وہ اپنے شانوں پر اس کی گرفت محسوس نہیں کر پائی تھی نہ ہی اس نے ارمش کے ہاتھ ہٹانے کی کوشش ہی کی تھی اور ابرج جو اس کے روم سے نکلتے ہی واپس فائل پر جھک گیا تھا زیادہ دیر مصروف نہیں رہ سکا تھا کیونکہ اس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ ایک دنیا کو نظر انداز کر سکتا تھا یہاں تک کہ خود کو بھی مگر ایلیفیہ آغا کو نہیں اور

وہ اس کے روم سے آنکھوں میں آنسو لے کر نکلی تھی ایسے میں وہ کام میں مصروف ہونے کا ڈرامہ تو کر سکتا تھا مگر توجہ و یکسوئی کیساتھ کام نہیں کر سکتا تھا اس لیے ایلیفیہ کے کمرے سے جانے کے اگلے پانچ منٹس میں وہ فائل سائیڈ پر کرتا اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور ایلیفیہ کے کمرے کی جانب چلا آیا تھا گلاس ونڈو سے اس نے ارمش کو دیکھ لیا تھا اور اس نے اپنے لب بھینچ لیئے تھے کہ ارمش اس کے لیے ایک اچھا ایمپلائی ثابت ہو رہا تھا کہ وہ ایک محنتی نوجوان تھا مگر جانے کیا بات تھی کہ وہ اسے جب بھی ایلیفیہ کے آس پاس دیکھتا اُسے عجیب سی بے زاری و کوفت سی ہوتی تھی اور اس وقت جب اُس کا موڈ آف تھا وہ ایلیفیہ پر کچھ غصہ تھا، اس سے ناراض تھا ایسے وقت میں ارمش کو اس کے قریب پا کر اُس کا غصہ بڑھ گیا تھا اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا تھا وہ دونوں کمرے میں کچھ اس طرح کھڑے تھے کہ ان میں سے کسی کی بھی نظر ابرج پر نہیں پڑی تھی اور ارمش اسکی موجودگی سے انجان ایلیفیہ سے اظہارِ محبت کر رہا تھا ابرج کا چہرہ سُرخ ہو چلا تھا ارمش نے اسے شانوں سے تھاما تھا۔ ابرج سہروردی لب بھینچے آگے بڑھا تھا اس کا ارادہ تھا کہ وہ ارمش کو قتل ہی کر دے گا لیکن ایلیفیہ کی خاموشی ایسی تھی اس کا چپ چاپ بنا مزاحمت کے کھڑے رہنا ابرج سہروردی کو اتنا برا لگا تھا کہ اس کے قدم اُٹھنے کا ارادہ کر کے ہی رہ گئے تھے اور جب اُٹھے تھے تو آگے کی طرف نہیں واپسی کے لیے اُٹھے تھے وہ زوردار دھماکہ کی آواز کے ساتھ دروازہ بند کر گیا تھا وہ جو ہوش و خرد سے بیگانہ ہوئی کھڑی تھی زوردار دھماکہ کی آواز پر پوری جان سے نہ صرف لرزی تھی اپنے حواسوں میں بھی لوٹ آئی تھی اور وہ جو جذبات کی رو میں بہہ رہا تھا اس نے ایلیفیہ کے شانے سرعت سے آزاد کرتے ہوئے نظر اُٹھائی تھی اور گلاس ونڈو سے اس نے جاتے ہوئے ابرج سہروردی کو دیکھا تھا اور بے چین ہو گیا تھا ۔اسی پل ایلیفیہ کی بھی نظر سامنے اُٹھی اور اُسے ابرج سہروردی کی محض جھلک نظر آئی تھی مگر وہ مضطرب ہو گئی تھی اور بڑی تیزی میں باہر کی طرف بڑھی تھی مگر ارمش راہ میں آگیا تھا ایلیفیہ نے بروقت قدم روکے تھے تب ہی ممکنہ ٹکراؤ سے محفوظ رہی تھی اس نے ارمش کو نہایت ناگواری سے دیکھا تھا۔

"ایلیفیہ ---"

"میں آپکی کافی بکواس سن چکی ہوں بہتر ہو گا کہ آپ اپنی حد میں رہیں ---" وہ نہایت غصہ سے بولتی اُسے وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

"تمہیں میرے جذبات کا اظہار بکواس لگا ہے ایلیفیہ ! مگر مجھے امید ہے وہ دن دور نہیں ہے جب تم، میرے جذبات کو سمجھو گی، میری محبت کو سمجھو گی، میرے دل میں روشن محبت کے دیا کی روشنی تمہارے گرد حصار بنا لے گی اور تم اپنے دل کے دیے کو روشن ہوتا محسوس کرو گی، دیا کی روشنی میں جب تمہیں میرا چہرہ نظر آئے گا تب محبت تمہارے ارد گرد رقص کرے گی اور تمہیں محسوس ہو گا کہ آج میں نے بکواس نہیں کی تھی کہ محبت، انسانی جذات بکواس نہیں

ہوتے۔۔۔" وہ ایلیفیہ کے جانے کے بعد اُسے مخاطب کرتے ہوئے بولا تھا اور اسکے کمرے سے نکل آیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم۔۔۔!" عابیہ نے دن کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ پورا یقین تھا کہ سید ابان بخاری آفس میں ہو گا لیکن وہ جس کے سامنے سے بچنے کو دن میں آئی تھی بخاری ولاز میں پہلا ٹکراؤ ہی اس سے ہوا تھا اور وہ یکدم کنفیوز ہو گئی تھی جبکہ سید ابان بخاری بھی ٹھٹک سا گیا تھا کہ اس وقت وہ عابیہ کو اپنے گھر میں ایکسپیکٹ نہیں کر رہا تھا۔ عابیہ اسے دیکھ کر گھبرا سی گئی تھی اور وہ لمحہ کے ہزارویں حصہ میں خود کو حیرت سے نکالتا اس پر سلامتی بھیج گیا تھا جس کا اس نے جواب دے کر فوراً ہی در مکنون کا پوچھ لیا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔۔۔! در مکنون کہاں ہے۔۔۔ مجھے اس سے ملنا ہے۔۔۔" وہ اچھی خاصی پر اعتماد لڑکی نروس سی سید ابان بخاری کے سامنے موجود تھی جس کے چہرے پر عابیہ کو دیکھ ایک مسلسل جان لیوا مسکراہٹ چپک سی گئی تھی۔ جس کی آنکھیں عابیہ کو دیکھ شوق کا اک جہاں آباد کر بیٹھی تھیں۔

"ضروری تو نہیں ہے عابیہ، کہ آپ یہ بات جتائیں کہ آپ مکنون سے ملنے کے لیے آئی ہیں کہ میں کچھ دیر خوش فہمی میں ہی جی لیتا کہ عابیہ نعمانی آج مجھ سے ملنے کے لیے، اپنا اقرار مجھ تک پہنچانے کے لیے میری دہلیز تک آئی ہے۔۔۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے آنکھوں میں شوخی و چاہت کے دیئے روشن کیئے اُس عام سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر یکدم ہی کتنے رنگ بکھر گئے تھے پلکوں پر حیا کا بار آن ٹھہرا تھا اس میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ وہ سید ابان بخاری کی بات کی تصدیق یا توثیق ہی کر دیتی جبکہ وہ تو پہلے ہی اس کا دیوانہ ہو چکا تھا یکدم دیوانگی میں قدرے اضافہ سا ہوا تھا اس کی آنکھوں میں چاہتوں کی لو کچھ اور بڑھ گئی تھی وہ یک ٹک عابیہ کو دیکھ رہا تھا۔

"عابی، میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں۔۔۔ میری سماعتیں اقرار کی منتظر ہیں۔۔۔ میرے من کی دہلیز پر روشن تمہارے نام کا دیا ہوا کی زد پر ہے اپنے اقرار سے میرے دل دیا کو زندگی دے دو۔۔۔ میرے دل دیا کو بجھنے سے بچا لو عابی۔۔۔" وہ جذبات کی زد میں بہہ رہا تھا از خود آپ سے تم کا سفر طے کر گیا تھا اس کے لہجہ میں کچھ خاص تھا، اس کے لفظوں میں عجیب سی تاثیر تھی جب ہی تو عابیہ کے دل میں ہلچل سی ہونے لگی تھی عابیہ نے آج پہلی دفعہ دل کو دھڑکتا محسوس کیا تھا وہ چہرے پر رنگ سجائے پہلی بار اپنی دھڑکن سن رہی تھی اور سید ابان بخاری ان رنگوں سے اپنے دل کی دنیا کو سجتا محسوس کر رہا تھا۔ عابیہ کے دل نے کہا تھا کہ وہ سید ابان بخاری کو اقرار سونپ دے مگر اس کے لب کچھ کہنے کی چاہ میں لرز کر رہ گئے تھے عابیہ نے نظر اُٹھائی تھی دونوں کی نگاہیں ٹکرائی تھیں وہ سید ابان بخاری کی آنکھوں میں اپنا عکس صاف محسوس کر رہی تھی سید ابان بخاری کی پر فسوں آنکھوں میں چاہت کا دریا رواں تھا جو بہہ کر عابیہ کی آنکھوں میں سفر کرنے

لگا تھا۔

"عابی! کچھ تو کہو۔۔۔ میری محبت کو محسوس تو کرو۔۔۔ جواب دینا از خود آسان ہو جائے گا۔۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر گمبھیر لہجہ میں بولا تھا اور وہ نظر جھکاتی، لب چبانے لگی تھی وہ کچھ بول نہ پاتے ہوئے فرار کی راہ تلاشتی سید ابان بخاری کی سائیڈ سے نکل جانا چاہتی تھی اس لیے وہ قدم آگے کی طرف بڑھا چکی تھی اور وہ جو اس کو سننے کا متمنی تھا۔ اس کے لبوں کی لرزراہٹ پر ہی ہارٹ بیٹ مس کر گیا تھا۔ اس کے فرار کی کوشش نے اُسے ہر گز بھی مایوس نہیں کیا تھا وہ بڑی مستعدی سے آگے کی طرف جاتی عابیہ نعمانی کی کلائی تھام گیا تھا۔ جس کے باعث عابیہ کے قدم تھم گئے تھے اس نے ذرا کی ذرا پلکیں اُٹھا کر اُس کی جراَت مندی پر اُسے دیکھا تھا جو اُسکے دیکھنے پر مسکرا دیا تھا۔

"ڈیئر! جواب تمہارے چہرے پر لکھا ہے پھر بھی تم فرار حاصل کرنا چاہتی ہو تو سُن لو تمہارے لبوں سے اقرار سنے بغیر میں نے تمہیں یہاں سے ہلنے بھی نہیں دینا۔۔۔" سید ابان بخاری کو محبت نے یکسر بدل ڈالا تھا اُس کے اپنے ہی دلفریب انداز تھے وہ قاتل نگاہوں سے اُسے دیکھتا اسکی کلائی پر گرفت کرتے ہوئے اس کی کلائی کو جھٹکا دے گیا تھا اور وہ کٹی پتنگ کی طرح لہرا کے اس کے سینے سے آلگی تھی۔

"محبت کر بیٹھا ہوں عابی، تم سے اور میری محبت جواب کی منتظر ہے۔۔۔ راہِ فرار اختیار نہ کرو۔۔۔ جواب دو۔۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اُسے بولنے پر اکسا رہا تھا اور وہ مچل کر فاصلہ پر چلی گئی تھی اُسے ناگواری و غصہ سے دیکھا تھا۔

"میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔" وہ ڈھلکتے آنچل کو کاندھے پر برابر کرتے ہوئے ناراضگی سے بولی تھی۔

"کیسا نہیں سمجھتی تھیں عابی۔۔۔" وہ اُس کے بولنے کا منتظر تھا اور وہ جب بولی تو اُسے حیران کر گئی تھی۔

"آپ مجھ سے اتنی بے تکلفی کا مظاہرہ نہ کریں۔۔۔ اپنی لمٹس میں رہیں پلیز۔۔۔" وہ ناگواری سے بولتی چلی گئی تھی۔

"تمہیں برا لگا میرا، تمہیں عابی کہنا۔۔۔ اپنے جذبات کا اظہار کرنا۔۔۔" وہ آگے سے کچھ بول نہیں پائی تھی کہ برا تو نہیں لگا تھا مگر اچھا بھی نہیں لگا تھا کہ وہ اپنے دل میں بھی ہلچل سی ہوتی محسوس کر رہی تھی مگر اسکی بے تکلفی اس پہ متضاد اس کا کلائی تھامنا اُسے اپنی اور کھینچ لینا یہ سب غیر متوقع ہی نہیں غیر پسندیدہ بھی تھا۔

"شاید مجھے آپکی بے تکلفی بری لگی ہے، یقیناً ہاتھ تھامنا برا لگا ہے کہ آپ ایسا کوئی حق نہیں رکھتے۔" وہ اُسے سوالیہ نگاہ سے دیکھ رہا تھا تب وہ خود کو کمپوز کرتی اپنے ازلی اعتماد کیساتھ بولی تھی۔

"میں حق ہی تو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" ترنت بولا تھا۔ وہ لب بھینچ گئی تھی اور وہ مزید بولتا چلا گیا تھا۔

"میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں عابیہ۔۔۔ تم ہاں تو کرو ماما کل ہی تمہارے گھر میرا پرپوزل لے کر آجائیں گی

۔"وہ ترنت بولا تھا اُسے فوراً یہ یقین سونپا تھا کہ وہ وقت گزاری نہیں کر رہا اس کے جذبات سچے و کھرے ہیں وہ سچ میں اُسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ اسکے جواب نے لمحہ بھر کو عابیہ کی بولتی ہی بند کر دی تھی وہ اُسے دیکھنے لگی تھی جسکے لفظوں کی سچائی اسکی آنکھوں میں رقم تھی وہ نگاہ جھکا گئی تھی اور دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

"مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت درکار ہے۔"وہ ہر بات غیر متوقع کر رہی تھی کہ سید ابان بخاری کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ وہ کسی لڑکی کے لیے اتنا پاگل ہو گا اور وہ لڑکی یوں بے مروتی کا مظاہرہ کرتی سوچنے کے لیے وقت مانگے گی اس میں کیا کمی تھی جو وہ سوچ بچار کرنا چاہتی تھی کہ وہ تو ہزاروں دلوں کی دھڑکن تھا اس کے ایک اشارے کی دیر تھی کہ ہزاروں لڑکیاں دیدہِ دل فرش کیے اسکی راہیں سجا دیتیں۔ اس پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتیں اور وہ بہت عام سی لڑکی جس کا سید ابان بخاری سے کوئی جوڑ بھی نہ تھا جو بالکل بھی اس کے ٹکر کی نہ تھی وہ اس سے سوچنے کے لیے وقت مانگ رہی رہی تھی بات قابلِ گرفت تھی مگر اس نے کہاں سوچا تھا یہ سب وہ تو عابیہ کی بات سن مطمئن سا مسکرا دیا تھا۔

"اوکے۔۔۔! دیا وقت، تم سوچ لو اور سوچ کر مجھے جواب دو مگر اتنا یاد رکھنا عابی کہ سوچ بچار کے لیے دل کے فیصلوں کو ضرورت نہیں ہوتی اور تم پھر بھی سوچنا چاہتی ہو تو ضرور سوچو کہ تم حق رکھتی ہو۔"وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ گیا تھا۔عابیہ کی بولتی بند تھی۔

"میں نے تو دل کا فیصلہ تمہارے سامنے رکھا ہے اس لیے تم نے دل کی بات کا جواب بھی دل سے دینا ہے کہ میں چاہوں گا کہ تم دل سے سوچو دماغ سے نہیں کہ دل کی بات کو جب دل سے محسوس کرو گی تو سوچ بچار کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔"وہ اُسے وقت تو دے گیا تھا مگر ساتھ ہی بہت کچھ باور بھی کروا گیا تھا۔ کوئی خاص ہدایت بھی ہوئی تھی اور وہ آگے سے کچھ کہے بغیر۔۔۔ مزید کچھ سنے بغیر اس کو مزید بولنے کا موقع فراہم کئے بنا از خود در مکنون کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی اور وہ اُسے خامشی سے جاتا دیکھتا رہا تھا کہ اُسے پورا یقین تھا کہ اس نے ایک نہ ایک دن لوٹ کر آنا اُسی کی طرف ہے اس لیے وہ مطمین تھا اس کے دل کا دیا آج کچھ اور روشن ہو گیا تھا اور اب کے اس کے دل دیا کی روشنی میں اُمید بھی رُوشن تھی انتظار بھی سلگ رہا تھا، وصل کی چاہ بھی لپٹ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"عبرود، تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے آخر۔۔۔ جلے پیر کی بلی کی مانند کیوں کمرے میں چکراتی پھر رہی ہو۔"ثمرین جو اسکی اکلوتی دوست تھی کب سے اُسے غصہ سے پیچ و تاب کھاتا محسوس کر رہی تھی بالا آخر اس سے وجہ دریافت کر گئی تھی۔

"وہ آخر سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔۔"وہ پریڈ کرنا ترک کرتی دوست کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کون۔۔۔؟ کس کی بات کر رہی ہو۔۔۔" وہ بالکل نہیں سمجھی تھی اور عبرود اب کے صاف بول گئی تھی۔

"سید ابان بخاری کی بات کر رہی ہوں جانے خود کو کیا سمجھتا ہے۔" وہ دانت کچکچا رہی تھی۔

"تم آرام سے بیٹھ کر بتاؤ مجھے کہ کیا ہوا ہے۔" ثمرین نے دھیمے سے کہا تھا اور وہ دھم سے بیڈ پر اُس کے سامنے آن بیٹھی تھی اور دوست کو پہلی ملاقات سے آج تک کی تمام روداد سُنا گئی تھی۔

"اس نے مجھے اگنور کیا ہے ثمر۔۔۔! اس نے فسٹ پارٹی میں مجھے نظر بھر کر نہیں دیکھا۔۔۔ میری برتھ ڈے پارٹی میں بھی مجھے اگنور کیا۔۔۔ مجھے عبرود شاہ کو جس سے بات کرنے کو لوگ ترستے ہیں۔۔۔" عبرود شاہ تفصیل بتاتے ہوئے دانت کچکچا رہی تھی کہ اس کے اختیار میں ہوتا تو جانے کیا کر گزرتی۔

"میں نے جب بھی اُسے کال کی اس نے کال ریسیو نہیں کی۔۔۔ اور آج کال ریسیو کی تو ڈھنگ سے بات نہیں کی ۔۔۔ میری کال کاٹ دی۔۔۔ میری، عبرود شاہ کی جسکی کال کے انتظار میں لوگ سانس تک نہیں لیتے۔۔۔" ثمرین نے اُسے دیکھا تھا اس کا حسین چہرہ لہو رنگ ہو رہا تھا اسکی خود پسندی اپنے عروج پر تھی اسکی انا بری طرح بلبلائی تھی کہ کچھ دیر پہلے اس نے سید ابان بخاری کو کال کی تھی جو اُس نے تیسری بیل پر ریسیو کی تھی اور اسکے "عبرود شاہ اسپیکینگ" بولتے ہی دھیمے سے بولا تھا۔

"میں مصروف ہوں بات نہیں کر سکتا۔۔۔ گڈ بائے" اس نے عبرود کو کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا تھا اور لائن کاٹ دی تھی اور وہ جب سے ہی پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

"وہ تمہیں اگنور کر رہا ہے تو کرنے دو میری جان کہ وہ تمہیں اگنور کرے گا بھی تو کب تک۔۔۔ ویسے بھی عبرود شاہ کو اگنور کرنے کے لیئے بڑا جگرا چاہیئیے۔۔۔" ثمرین نے مزے سے کہتے ہوئے آنکھیں گھمائی تھیں۔ اس کا انداز معنی خیز تھا۔

"تم جانتی ہو ثمر کہ مجھے آج تک کسی نے اگنور نہیں کیا۔۔۔ جہاں گئی مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا مجھ سے بات کرنے کو، لڑکے ترستے ہیں اور جس پر میں ایک بھرپور توجہ بھری نظر ڈال دوں وہ میرا غلام ہو جاتا ہے اور کہاں میں اُس ابان کے پیچھے خوار ہو رہی ہوں۔۔۔" وہ دوست کی بات کو سمجھے بنا اپنی ہی کہہ گئی تھی۔

"کچھ دن خوار ہونے میں کیا حرج ہے کہ آج تم جتنا خوار ہو رہی ہو کل اُس کو بھی اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ خوار کرنا۔۔۔" وہ عبرود کی بات کے اختتام پر بولی تھی۔

"میں تمہاری بات نہیں سمجھ پا رہی۔" وہ اُلجھ کر دوست کو دیکھنے لگی تھی۔

"ارے میری جان کچھ لڑکے ہوتے ہیں جو فضول میں بننے کی کوشش کرتے ہیں وہ ابان بھی ایسا ہی کوئی ڈرامہ کر

رہا ہو گا تم کچھ دن التفات جتاؤ گی تو چند ہی دن میں وہ تمہارے آگے پیچھے دُم ہلاتا نظر آئے گا۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تھی
۔

"ارے، نہیں ثمر وہ ڈرامہ نہیں کر رہا کہ مسئلہ ہی یہی ہے کہ وہ نظر بھر کر دیکھنا تو دور نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا
۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی کہ وہ جتنا اس کے لیئے دیوانی ہو رہی تھی دوسری جانب اسی قدر بے زاری تقویت پا رہی تھی۔

"آپس کی بات ہے ڈیئر ثمرین، عجیب و غریب لوگوں میں سے پہلی دفعہ ایک آئیڈیل سا شخص آن ٹکرایا ہے
۔" عبرود دوست کی بات کے جواب میں سچائی و قدرے جذباتیت سے بولی تھی کہ وہ صحیح معنوں میں سید ابان بخاری سے متاثر ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

دروازہ پر ہلکی سی دستک کے ساتھ ہی دروازہ کھلا تھا ڈریسنگ کے سامنے کھڑی بال بناتی درمکنون نے آہٹ پر گردن موڑ کر دیکھا تھا اور نظر جس ہستی پر پڑی تھی اس کو دیکھ آنکھوں میں ناگواری سی اتر آئی تھی۔

"عابیہ نعمانی آپ جا سکتی ہیں۔۔۔ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔۔" وہ کنگا ڈریسنگ پر ڈالتی اپنے کھلے دراز بالوں کو کیچر لگاتے ہوئے بڑے مصروف سے انداز میں بولی تھی اور وہ اسکے صاف جانے کا کہہ دینے پر برا منائے بغیر کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔

"انسان کو معافی مانگنے کا ایک موقع تو ملنا ہی چاہیے۔" اس نے اپنی بے حد پیاری دوست کو دیکھتے ہوئے دھیمے سے کہا تھا۔

"معافی تو گناہ کی مانگی جاتی ہے اور تم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔۔۔ اس لیئے معافی کو رہنے ہی دو۔" وہ بیڈ سے آنچل اُٹھا کر گلے میں اٹکاتے ہوئے بولی تھی۔

"گناہ کی تو توبہ کی جاتی ہے ڈیئر اور غلطی کی تو معافی مانگی جاتی ہے اور مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔۔۔ اپنی پیاری سی دوست کو تکلیف پہنچانے اور مذاق کرنے کی غلطی ہوئی ہے اور مجھے معافی مانگنے کا پورا حق ہے۔۔۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ تم مجھے معاف کرتی ہو کہ نہیں۔" عابیہ کا اپنا ہی مخصوص قائل کرنے والا انداز تھا اور وہ چڑ کر رہ گئی تھی۔

"تم اپنی فلاسفی اپنے پاس رکھو۔۔۔ آئی سمجھ۔۔۔" وہ عابیہ کو خفگی سے دیکھ رہی تھی۔ جو یکدم ہنس دی تھی۔

"میں بہت غصہ میں ہوں۔۔۔ تم سے سخت خفا ہوں عابی۔۔۔ اسلیئے ہنسنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں رات سے کتنا روتی رہی ہوں اور تمہیں ہنسی آ رہی ہے۔۔۔" وہ سخت خفگی سے کہتی رو دینے کو تھی عابیہ ہنسنا چھوڑ کر اس کے ہاتھ تھام گئی تھی۔

"سوری مکنون، بٹ یقین کرو، میرا مقصد تمہیں دھوکہ دینا، تم سے جھوٹ بولنے کا نہیں تھا۔" اس نے دھیمے سے کہنا شروع کیا تھا اور مکنون کے آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

"ابرج بھیا! سے شناسائی ہے یہ بات تم سے میں نے جان کر نہیں چھپائی تھی جو ہوا بے اختیاری میں ہوا۔۔۔ اور اسکے بعد کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ تم سے اُن کا ذکر کر کے بات کلیئر کر دوں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ گئی تھی تمام تر فیلنگز اُس کے سامنے رکھ دی تھیں۔

"میں اپنی غلطی مانتی ہوں مکنون اور جب میں اپنی غلطی مان رہی ہوں تم سے سوری کر رہی ہوں تو تم فضول بحث میں مت اُلجھو کہ تم مانو نہ مانو مگر میں نے سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت کچھ نہیں کیا اگر کیا ہوتا تو مجھے تمھارے غصہ و ناراضگی سے بھی بلکل فرق نہ پڑتا۔" عابیہ اپنی صفائی دیتی معذرت بھی کر گئی تھی۔ درمکنون نے عابیہ کو دیکھا تھا اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو تھے۔

"اٹس اوکے۔۔۔ عابی" درمکنون اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ یکدم شرمندہ نظر آنے لگی تھی۔

"میرا مقصد تمہیں شرمندہ کرنا نہیں تھا مگر سچ یہی ہے کہ میں ہرٹ ہوئی تھی کہ مجھے امید ہی نہیں تھی کہ تم مجھ سے جھوٹ بول سکتی ہو ارادہ کر کے نہ سہی غیر ارادی طور پر تم نے مجھ سے جھوٹ بولا اور یہ بات مجھے ہرٹ کر گئی۔۔۔ بٹ ہم اس بات کو یہی بند کر دیتے ہیں کہ میرے شکوے تمہیں تکلیف دے رہے ہیں اور میں تمہیں تکلیف نہیں دے سکتی ۔۔۔" عابیہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ وہ یکدم ہی نرم پڑ گئی تھی وہ مکنون کو بھیگی آنکھوں سے دیکھتی مسکرا دی تھی کہ وہ مکنون کو جانتی تھی کہ وہ کسی کو ہرٹ نہیں کر سکتی اسکی فطرت میں ضد بھی نہیں تھی وہ کسی کو تکلیف نہیں دے سکتی تھی اس لیے وہ چاہے خود ہرٹ ہوئی تھی مگر جیسے ہی عابیہ ہرٹ ہونے لگی تھی اس نے بات ہی ختم کر دی تھی۔

"تھینک یو۔۔۔ اینڈ آئی پرامس مکنون آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" وہ مسکرا کر مکنون کے گلے لگ گئی تھی اور مکنون بھی مسکرا دی تھی کہ اچھا اور سچا دوست وہی ہوتا ہے جو دوست روٹھ جائے تو اسے پیار سے، حق سے منا لیتا ہے کہ جو دوست کو روٹھا رہنے دے وہ کہاں دوست ہوتا ہے کہ دوستی کا مان تو رُوٹھنے و منانے میں پوشیدہ ہوتا ہے اور اچھے دوست کبھی اپنے دوست کو روٹھا نہیں رہنے دیتے۔ کچھ ہی دیر میں کمرے میں ان دونوں کے قہقہہ بکھرنے لگے تھے کہ مطلع صاف ہو چکا تھا، رنجشیں مٹ گئی تھیں شکوؤں کا خاتمہ ہو گیا تھا، دوستی کا مان رکھ لیا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"عبرود! تم کچھ زیادہ ہی ابان بخاری سے متاثر نہیں ہو گئیں۔۔۔" وہ دوست کو حیرانگی سے دیکھتے ہوئے بولی تھی اور عبرود ہنس دی تھی۔

"زیادہ سے بھی زیادہ۔۔۔ اور صرف متاثر نہیں ڈیئر۔۔۔! پہلی دفعہ عبرود شاہ کو کوئی بہت زیادہ اچھا لگا ہے اتنا زیادہ اچھا کہ میں شادی کے بارے میں سوچنے لگی ہوں۔۔۔" عبرود شاہ کے حسین چہرے پر کتنے ہی رنگ جگمگا اُٹھے تھے اور ثمرین بے یقین ہی تو رہ گئی تھی کہ کہاں عبرود سے اُسے ایسے جواب کی، ایسی بات کی امید تھی کہ وہ عبرود کی بچپن کی دوست تھی دونوں نے اسکولنگ ساتھ ہی کی تھی۔ دونوں ہائی سوسائٹی سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک طویل وقت دونوں نے ساتھ گزارا تھا اور اسی لیئے وہ اچھے سے عبرود کے ہر افیئر کے بارے میں جانتی تھی اُسے خوب معلوم تھا کہ کتنے لڑکے اسکی لائف میں آتے، جاتے رہے تھے اور ایسے میں وہ انتہائی حد تک سنجیدگی کا مظاہرہ کرتی شادی کی بات کر کے اُسے عالمِ حیرت میں مستغرق کر گئی تھی۔ جس کا وہ اظہار بھی کر گئی تھی۔

"آر یو سیریس عبرود!" وہ بے یقینی سے پوچھ گئی تھی۔

"ہنڈریڈ پرسنٹ سوئیٹ ہارٹ۔۔۔" وہ دلکشی سے ہنسی کے درمیان بولی تھی۔

"ملنا پڑے گا سید ابان بخاری سے کہ بندے میں کچھ تو خاص ہو گا کہ تم اس قدر اسکی دیوانی ہو رہی ہو۔۔۔" ثمرین اس کے ساتھ ساتھ ہنس دی تھی۔

"تم دیکھو گی نہ تو تم بھی دیوانی ہو جاؤ گی، خوبصورت چہرہ، دراز قدامت، حسین سراپا وہ شخص وجاہت کا اعلیٰ شاہکار ہے اُس کو جب سے دیکھا ہے دل اُسے پانے کو مچل اُٹھا ہے۔۔۔ مجھے محبت ہو گئی ہے ثمرین۔۔۔!" وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی تھی اور آنکھیں بند کر کے سید ابان بخاری کو محسوس کیا تھا اس کا پروقار، پروجاہت سراپا آنکھوں کے سامنے چھم سے آ گیا تھا۔۔۔

"آئی ایم ان لو۔۔۔!" وہ آنکھیں بند کئے گول گول گھومتی گنگنا رہی تھی۔ قسمت سے انجان سید ابان بخاری کو تسخیر کرنے کے سپنے سجا رہی تھی۔ لیکن کچھ لوگوں کو تسخیر کرنا دیوانے کا خواب ثابت ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ناقابلِ تسخیر ہوتے ہیں اور کچھ خواب ہوتے ہی ادھورے رہ جانے کے لئے ہیں۔ عبرود شاہ سپنے سجا رہی تھی اپنی زندگی کو چاند سے روشن کرنا چاہتی تھی لیکن چاند اس کی زندگی میں تھا بھی یا نہیں وہ اس سے انجان تھی کہ خواب تو دیکھے ہی تعبیر سے ماورا ہو کر جاتے ہیں اور وہ بھی صرف ابھی خواب سجا رہی تھی۔ سید ابان بخاری کو پانے کے خواب، سید ابان بخاری کی آنکھوں میں سما جانے کے خواب اس بات سے لاعلم رہ کر کہ سید ابان بخاری کی آنکھوں میں کوئی اور سما گیا ہے اس کے تو خواب کسی اور کے وجود سے سج گئے ہیں وہ تو خود محبت کا مسافر ہے اور اب دیکھنا تو یہی تھا نا کہ قسمت کس پر مہربان ہوتی ہے وصل کس کا نصیب بنتا ہے اور ہجر کس کو جکڑ لیتا ہے کہ عبرود کی محبت سید ابان بخاری اور سید ابان بخاری کی محبت عابیہ اور عابیہ

کس قدر جاں گسل شے ہے، یہ کوئی سید ابان بخاری سے پوچھتا جو ہر آہٹ پر چونک جاتا تھا۔ ہر گھنٹی پر اس کا دل چونک اٹھتا تھا کہ محبت نے اسے سر تا پا بدل ڈالا تھا اور جسے محبت اپنے حصار میں جکڑ لے وہ اور کسی کام کا کب رہتا ہے۔ ثمرین دوست کو حیرت سے دیکھتی اس کے انداز پر ہنس رہی تھی کہ وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی اور اسے یہ سب کچھ وقتی کشش محسوس ہو رہا تھا کہ عبرود چند سال پہلے بھی اسی طرح کسی کی دیوانی ہو گئی تھی اس کے ساتھ اچھا وقت گزارا تھا اور دل بھر گیا تھا تو سب کچھ ختم کر ڈالا تھا اور ثمرین کو اب بھی یہی لگ رہا تھا کہ عبرود وقتی کشش کو محبت سمجھ رہی ہے لیکن یہ تو عبرود ہی جانتی تھی کہ یہ وقتی کشش نہیں تھی کہ وہ سچ میں سید ابان بخاری سے اس قدر متاثر ہو چکی تھی کہ حلقہ محبت میں داخل ہو چکی تھی اور وہ ان دنوں صرف سید ابان بخاری کو ہی دیکھنا اسے پانا ہی اپنی زندگی کا ایک اہم مقصد بنا چکی تھی وہ ثمرین کی سوچ سے انجان کچھ سوچ رہی تھی کہ کیسے اس نے سید ابان بخاری کے ساتھ ایک طویل ملاقات کرنی تھی۔۔۔اس کے ذہن میں سوچ ابھر آئی تھی اور وہ سوچ کو عملی جامہ پہنانے کا سوچتی مسکرائی تھی کہ اسے اپنے حسن کا ادراک بھی تھا۔ ناز بھی تھا۔ اسے اپنی صلاحیتوں پہ بھی یقین تھا کہ وہ سید ابان بخاری کو اپنے حسن کے سحر میں گرفتار کر لے گی۔

"تم مجھ سے بہت دن دور رہ نہیں پاؤ گے ابان۔۔۔ تمھیں میرا بننا ہی ہو گا۔۔۔ صرف عبرود شاہ کا۔۔۔ تم صرف میرے ہو۔۔۔ صرف عبرود شاہ کے۔۔۔ آئی لو یو سوئیٹ ہارٹ ابان۔۔۔ آئی لو یو۔۔۔" وہ سید ابان بخاری کو مخاطب کئے سپنے بن رہی تھی۔۔۔ پلاننگ کر رہی تھی۔۔۔ دیکھنا یہ تھا کہ اس کے نصیب میں کتنی کامیابی و کتنی ناکامی رقم تھی۔۔۔؟

☆☆☆☆☆☆☆

"ابر۔۔۔! رکو پلیز میری بات سنو۔۔۔" اس نے ابرج سہر وردی کو آواز دی تھی مگر اس نے سن کر بھی ان سنا کرتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اور وہ کھلے ڈور سے گاڑی میں بیٹھتا کہ ایلیفیہ اس کا بازو تھام گئی تھی۔

"تم مجھے اگنور کیوں کر رہے ہو۔۔۔ میری بات سنو تو سہی ابر۔۔۔" وہ اس کے بازو پہ گرفت کئیے خفا ہوئی تھی۔

"اب کچھ کہنے سننے کو باقی نہیں رہ گیا ایلیفیہ۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر اسے غصے سے دیکھ رہا تھا۔

"ابرج۔۔۔!" وہ بے یقین ہی تو رہ گئی تھی۔

"کہا نہ کچھ مت کہو۔۔۔ رات کو تم نے مسٹری کری ایٹ کر کے فون رکھ دیا تھا اسی لئے تا کہ میں لائیو پرفامنس دیکھ سکوں۔۔۔" وہ اس کو بولنے کا موقع دیئے بغیر بولا تھا اور وہ آنکھوں میں حیرت لئے اس کو دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی تھی۔

"تمھارا بہت شکریہ، وہی ہوا جیسا تم نے چاہا میں نے سب کچھ خود نہ صرف دیکھ لیا۔۔۔ سن بھی لیا۔۔۔" وہ اس کی

حیرت پہ ہنکارا بھرتے ہوئے تلخی اور سخت نا گواری سے بولا تھا اور ڈرائیونگ ڈور اوپن تو کر ہی چکا تھا ایک تیز نظر اس پہ ڈال کر گاڑی کے اندر بیٹھ گیا تھا اور وہ یکدم پیچھے ہوئی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ بڑی تیزی میں باہر کی جانب بڑھی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ سہروردی انٹر پرائزز کا آہنی گیٹ عبور کرتی وہ گاڑی سے اتر کر اس تک پہنچا تھا۔

"یہاں آفس میں تماشہ لگانے کی ہر گز ضرورت نہیں ہے ایلیفیہ،خامشی سے گاڑی میں بیٹھو۔۔"وہ دبے دبے انداز میں غرایا تھا اس نے کچھ کہنے یا مزاحمت کرنے کی بجائے قدم آگے بڑھائے تھے اور ابرج سہروردی نے اس کے لئے فرنٹ ڈور اوپن کر دیا تھا اور وہ بڑی خامشی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اس نے گھوم کر جا کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی اور گاڑی سہروردی انٹر پرائزز کی حدود سے نکلتی چلی گئی تھی ڈرائیونگ کے دوران اس کا رونا ابرج سہروردی کو کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔

"مجھے یہ نہیں سمجھ آرہا کہ تم یہ رونے دھونے کا شغل کیوں فرما رہی ہو۔"وہ تپ کر بولا تھا اور وہ کچھ نہیں بولی تھی اس کے آنسوؤں میں یکدم روانی آگئی تھی۔

"فار گاڈ سیک ایلیفیہ!رونا بند کرو مجھ سے ڈرائیونگ نہیں ہو رہی ہے۔"وہ سچ میں اس کے رونے کی وجہ سے یکسوئی سے ڈرائیونگ نہیں کر پا رہا تھا اس لئے قدرے چڑ کر بولا تھا۔اس نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو گاڑی قدرے سائیڈ پر کر کے روک گیا تھا اور اسی کی جانب دیکھ رہا تھا اور اس کی حسین آنکھوں میں پھیلی نمی،اترتی گلابیاں وہ یکدم بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔

"تمھارے ساتھ مسئلہ کیا ہے ایلیفیہ۔۔۔مجھے تم پر شدید غصہ ہے۔۔۔اور تم رو دھو کر میری اٹینشن ڈائیورڈ کرنا چاہتی ہو تو کان کھول کر سن لو ایسا نہیں ہو گا کہ جو دیکھا۔۔۔جو سنا۔۔۔وہ نا قابلِ یقین ہی نہیں،نا قابلِ برداشت بھی ہے۔۔۔دل میں آرہی تھی کہ اس ارمش کا منہ توڑ دوں اور تمھیں بھی ایک تھپڑ لگاؤں۔۔۔"وہ بے بسی اور خجالت کو جھٹکتا سخت نا گواری سے بولا تھا۔

"تم جیسا سوچ رہے ہو،ویسا کچھ نہیں ہے ابرج!اس لئے بہتر ہو گا کہ اپنی بکواس بند کرو اور مجھے گھر چھوڑ دو۔۔۔"وہ آنسو رگڑتے ہوئے دو ٹوک الفاظ میں بولی تھی۔

"میں بکواس کر رہا ہوں کہ بکواس وہ ارمش کر رہا تھا اور تم۔۔۔"اس نے یکدم خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روکا تھا۔لب بھینچ لئے تھے اور نظر اس کے چہرے سے ہٹالی تھی۔اس کا گاڑی اسٹارٹ کرنے کا ارادہ تھا مگر اس کے ارادے پر وہ پانی پھیر گئی تھی۔

"میں کیا ابرج۔۔۔"وہ اس کا بازو تھام کر اس کا رخ گویا اپنی طرف کرنا چاہتی تھی۔اس نے خود ہی ایلیفیہ کی

جانب نظر کی تھی اور اس کی آنکھوں میں کتنا غصہ اور ناگواری تھی وہ الجھ کر رہ گیا تھا۔

"بہتر ہو گا کہ تم میرا منہ نہ کھلواؤ کہ میں کوئی سخت بات نہیں کرنا چاہتا۔" وہ الجھن کو سائیڈ پر کر کے ناگواری سے بولتا گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

"تم اپنا منہ کھول لو تو زیادہ بہتر ہے۔ مجھے بھی تو پتہ لگے کہ تمھیں مجھ پر کتنا بھروسہ ہے۔۔۔ تم مجھے آخر کیا سمجھتے ہو۔" وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تھی۔ اس کے ہاتھ میں آنسوؤں کی نمی اترتی چلی گئی تھی۔

"بھروسے کی بات بالکل مت کرنا ایلیفیہ کہ تم پر تو خود سے بھی زیادہ بھروسہ ہے۔ لیکن یاد رکھنا کہ تمھاری آج کی حرکت مجھے بہت بری لگی ہے۔" وہ اس کی بات پر ناگواری سی محسوس کرتا بولنا شروع ہوا تھا۔ اس نے گاڑی کی اسپیڈ انتہا کی حد تک سلو کر دی تھی۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ارمش میں انوالو ہو۔۔۔ تم نے رات کال کی مجھ سے کہا کہ تمھیں محبت ہو گئی ہے تو میں بے یقین رہ گیا تھا لیکن میں نے سوچا کہ محبت تو کسی کو بھی ہو سکتی ہے تمھیں بھی ہو گئی اور محبت ارمش چوہدری سے اس میں بھی کوئی برائی نہیں ہے لیکن وہ جس طرح کھڑا تم سے اظہارِ محبت کر رہا تھا۔ تمھیں چھو رہا تھا۔ مجھے بہت برا لگا۔۔۔" وہ بلا تکان بولنا شروع ہو چکا تھا اور وہ متحیّر رہ گئی تھی کہ اس نے تو ذرا سی بات کا فسانہ ہی بنا ڈالا تھا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی اسے ٹوک دینا چاہتی تھی مگر وہ موقع ہی کب دے رہا تھا۔ اس کی سنے بغیر کہے جا رہا تھا۔

"تم نے یہ تک نہیں سوچا کہ وہ آفس ہے کوئی دیکھ بھی سکتا ہے۔۔۔ محبت مانا کہ انسان کو اندھا کر دیتی ہے مگر اس حد تک اندھا ایلیفیہ کے عزت کا۔۔۔ خاندانی وقار تک کا خیال نہ رہے۔۔۔ تو آئی ایم سوری ایلیفیہ۔۔۔ میں نہیں مانتا ایسی اندھی محبت کو، نہ ہی سپورٹ کر سکتا ہوں۔" یکدم اس نے ایک ناراض نظر تحیر کی مورت بن جانے والی ایلیفیہ پر ڈالی تھی اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی تھی۔

"محبت تو میں بھی کرنے لگا ہوں۔ جانتا بھی ہوں درِ مکنون کو اس کے گھر کا ایڈریس بھی یہاں تک کہ اس کا فون نمبر بھی حاصل کر چکا ہوں اور کیسے کیا تم جانتی ہو کہ تم مددگار تھیں میری اور تمھاری مددلی میں نے کہ میں نمبر تو عابیہ کے ذریعے بھی نکلوا سکتا تھا کہ عابیہ محسن کی بہن ہے اور محسن کے گھر آتے جاتے اس سے سلام دعا بھی ہوتی رہتی ہے مگر میں نے ایسا نہیں کیا کہ اس طرح میرا ہی نہیں درِ مکنون کا امیج بھی خراب ہو گا۔۔۔ کہ میں نے تمھارے ذریعے جس طرح نمبر حاصل کیا وہ بھی رانگ لگا یہی وجہ ہے کہ ابھی تک اس کے نمبر پہ کال نہیں کی کہ میں محبتوں میں حماقتوں کا ہرگز قائل نہیں ہوں اور تم نے جو حماقت آج کی ہے امید کرتا ہوں وہ آخری بار تھی۔۔۔ کہ یاد رکھنا ایلیفیہ لڑکیوں کی عزت آبگینے سے بھی زیادہ نازک ہوتی ہے اور لڑکیوں کو اپنے وقار اور محبت میں سے ہمیشہ وقار کا انتخاب کرنا چاہئے۔۔۔" وہ کوئی کسر چھوڑے بنا سب کچھ ہی تو کہہ گیا تھا گاڑی آغا ہاؤس کے باہر کھڑی تھی۔ وہ دونوں آج آفس ٹائم سے پہلے ہی واپس

آ گئے تھے ابرج روزانہ اسے ڈراپ خود ہی کرتا تھا البتہ آفس وہ خود ہی جاتی تھی۔وہ اپنی بات ختم کر چکا تھا اسے اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہ تھی اور اس نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا وہ آج کتنا اجنبی لگا تھا۔ایک مرد اپنی فیملی کی لڑکی کے لئے جتنا پوزیسو ہو سکتا ہے وہ ہو رہا تھا اور اس کی بھٹکتی سوچ ایلیفیہ کو کتنی تکلیف دے رہی تھی وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس کی بات کو نہیں سمجھا تھا کہ ہمیشہ آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی بھی سچ نہیں ہوتی کہ اس نے جو دیکھا، جو اس نے سنا اس پر یقین کیا اور فتویٰ جاری کر دیا اس سے کچھ پوچھنے کی زحمت ہی نہ کی اور جب وہ سب کچھ خود ہی سے فرض کر چکا تھا اس کے بعد اسے کچھ بھی اپنی صفائی میں کہنا اپنی توہین لگا تھا۔اس نے آنسو رگڑے تھے۔

"یاد رکھنا ابرج سہر وردی کہ ہر دفعہ آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی سچ نہیں ہوتی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی اور گاڑی سے اترنے کو تھی کہ وہ اس کا بازو جکڑ گیا تھا۔

"مطلب کیا ہے تمھاری بات کا ایلیفیہ۔۔۔" وہ یکدم مضطرب نظر آنے لگا تھا کہ ایلیفیہ کی آنکھوں میں آنسو ہی نہیں بلکہ ہزاروں شکوے بھی تھے، ٹوٹے مان کی کرچیاں تھیں ایسے میں وہ کیسے سکوں سے رہ سکتا تھا۔

"جسے مجھ پر نہیں اپنی آنکھوں۔۔۔ اپنے کانوں پر زیادہ اعتبار ہے اس سے کچھ کہنا میں اپنی توہین سمجھتی ہوں وہ اپنا بازو کھینچ گئی تھی اور ابرج سہر وردی کا اضطراب یکدم کئی گنا بڑھ گیا تھا۔

"ایلیفیہ۔۔۔!" وہ گاڑی سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھی تھی اور وہ راہ میں آ گیا تھا۔

"میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، جو تم نے کہا میں نے سن لیا۔۔۔ بات ختم۔۔۔ اب تم جا سکتے ہو۔۔۔ اور ہاں میں تمھارا آفس چھوڑ چکی ہوں۔۔۔ آج میرا لاسٹ ڈے تھا میں کل سے آفس نہیں آؤں گی۔" وہ سختی سے بولی تھی۔

"بات ویسے نہیں ہے جیسے میں نے سمجھی۔۔۔ تو تم مجھے بتاؤ کہ بات کیا ہے۔۔۔ مجھے جاننا ہے ایلیفیہ۔۔۔!" وہ اس کی راہ میں ایستادہ تھا اس نے اپنی گلابی نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"اگر تمھیں جاننا ہوتا تو تم پہلے مجھ سے سوال کرتے۔۔۔ مجھ سے پوچھتے۔۔۔ پھر فتویٰ جاری کرتے۔۔۔ مگر تم نے دیکھا۔۔۔ سنا اور مجھے کریکٹر سرٹیفیکیٹ پکڑا دیا۔" اس کی آنکھوں میں پھر آنسو جمع ہونے لگے تھے۔

"پلیز! ایلیفیہ، فضول میں بات مت بڑھاؤ جو بات جیسے ہے ویسے بتا دو۔" وہ سخت چڑ کر رہ گیا تھا۔

"مجھے تم سے بات نہیں کرنی سمجھے تم۔" وہ اس کو سائیڈ پہ کرتی بڑی تیزی سے گیٹ عبور کر گئی تھی اور وہ جو بے حد الجھ چکا تھا، بات کا حل چاہتا تھا، اسی وقت سب کچھ جان لینا چاہتا تھا، ہزار سوال اور کئی الجھنیں لئے گاڑی میں آ بیٹھا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس کے پیچھے جانا بے کار ثابت ہو گا وہ اس کو کچھ نہیں بتائے گی اور اس سے ضد باندھنے سے پتہ کچھ نہیں چلے گا اور الٹا سب کو پتہ چل جائے گا اور وہ ایسا فی الحال نہیں چاہتا تھا کہ اس نے جو دیکھا تھا اس کے مطابق نتیجہ اخذ

کیا تھا مگر ایلیفیہ کے رد عمل نے اسے دوہری اذیت میں ڈال دیا تھا کہ وہ اصل بات کیا ہے۔۔۔ ایلیفیہ کیا کہنا چاہتی تھی ۔۔۔ وہ کیوں اتنا رو ہی تھی۔۔۔ وہ پورے راستے اسی "کیوں" میں الجھا رہا اور عادت کے مطابق اس نے اسٹیریو بھی آن نہیں کیا تھا کہ وہ پہلے ایلیفیہ سے الجھ رہا تھا اور اب خود سے الجھ رہا تھا اور الجھنیں انسان کی اکثر عادتیں بدل ڈالتی ہیں کہ انسان الجھنوں میں الجھ کر ضروری سے ضروری کام تک فراموش کر ڈالتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ماما جان پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟" سید ابان بخاری پرپوزل کے حوالے سے پوچھ رہا تھا۔

"فیملی بظاہر تو مجھے اچھی لگی ہے۔۔ لڑکا ہر لحاظ سے ہماری مکنون کے قابل ہی ہے۔ مجھے تو رشتے میں بظاہر کوئی برائی نظر نہیں آرہی۔ باقی تم دیکھ لو جو تمھیں مناسب لگے۔" درشہوار اپنی رائے سے آگاہ کرتی ہوئیں تمام تر اختیارات اپنے بیٹے کو سونپ گئی تھیں۔

"ماما جان مجھے بھی پرپوزل انتہائی مناسب لگ رہا ہے تب ہی میں نے لڑکے کی فیملی کو آپ سے ملوایا ہے میں اپنے طور پر بھی چھان بین کر تا رہا ہوں جو کافی تسلی بخش ہے اب آگے آپ جو حکم کریں۔۔" سید ابان بخاری نے ماں کو تمام تر تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔

"اگر تمھیں ٹھیک لگ رہا ہے بیٹا تو ہم ہاں کر دیتے ہیں۔" درشہوار بیٹے کے اطمینان میں سکون محسوس کرتیں مسکرا کر بولی تھیں۔ وہ ماں کے اتنا مان دینے پر عجب سی طمانیت محسوس کرنے لگا تھا اگر اس نے باپ کی وفات کے بعد ماں اور بہن کا خیال رکھا تھا تو وہ بھی اسے چاہت اور مان دے کر اس کی قربانیوں کی لاج رکھ لیتی تھیں۔ اگر آپ کسی کے لئے کچھ دل سے کرو اور وہ بدلے میں آپ کے لئے کچھ کرے آپ کو مان بخشے تو لگتا ہے کہ جو کچھ کیا جو قربانیاں دیں وہ رائیگاں نہیں گئیں۔

"ٹھیک ہے ماما، لیکن اقرار سے پہلے درمکنون کی مرضی معلوم کر لیں آپ۔۔۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور وہ بیٹے کو بے یقینی سے دیکھنے لگی تھیں کہ جو بات وہ چاہ کر بھی نہیں کہہ پائی تھیں وہ ان کے بیٹے نے خود کہہ دی تھی۔

"ماما جان جو بھی ہو گا مکنون کی مرضی سے ہو گا۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کی زندگی کا اتنا اہم فیصلہ ہم اپنی مرضی سے کر دیں میں چاہتا ہوں کہ ہماری مرضی میں مکنون کی مرضی اور خوشی شامل ہو اس کے بعد ہی ہم بات آگے بڑھائیں۔" وہ ماں کی حیرت دیکھ لینے کے باوجود بولا تھا کہ اسے اپنی بہن پر بھروسہ تھا اور وہ اپنی بہن پر اپنی مرضی لاگو نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اپنی مرضی کو بہن کی مرضی بنانا چاہتا تھا۔

"میں آج ہی مکنون سے بات کروں گی باوجود اس کے کہ اس کا وہی فیصلہ ہو گا جو ہمارا فیصلہ ہے۔" درِشہوار کے

انداز میں بیٹی کے لئے مان تھا ایک بھروسہ تھا۔

"امید مجھے بھی یہی ہے ماما جان۔۔۔لیک،ن میں چاہتا ہوں کہ ہم سب کچھ درِ مکنون پر چھوڑ دیں اسے اپنا فیصلہ نہ سنائیں اسے پسند کا حق دیں۔" وہ دھیمے سے بہن کی محبت میں چور ہو کر شفقت سے بولا تھا۔

"میں ایسا ہی کروں گی تم یہ نہ سمجھو کہ میں اس سے ایسے بات کروں گی کہ وہ انکار ہی نہ کر پائے۔" وہ ماں کے اصل بات تک پہنچنے پر یکدم خفیف سا ہو گیا تھا۔ اور آگے سے کچھ نہیں بولا تھا۔ در شہوار بیٹی کی جانب سے مطمئن ہونے کے بعد بیٹے سے اس کی شادی کے بارے میں رائے لینا چاہ رہی تھیں اسی وقت وہاں درِ مکنون چلی آئی تھی اور وہ پھر کبھی بات کرنے کا ارادہ کرتیں بیٹی کی جانب متوجہ ہوئی تھیں جبکہ سید ابان بخاری اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا کہ اسے آفس کا ایک ضروری کام آج رات ہی فائنلائز کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"محسن نے انکار کی بڑی ہی نامعقول وجہ بتائی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کی فضول سی لاجک کی وجہ سے ہمیں اتنی اچھی لڑکی کو بہو بنانے کے فیصلے سے پیچھے ہٹنا چاہئے۔" حیدر نعمانی کو جیسے ہی بیٹے کے انکار کا پتہ چلا تھا انھوں نے گہری سنجیدگی سے بیٹے کے فیصلے کی توثیق کر دی تھی۔

"آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے پر میں نہیں سمجھتی کہ ہمیں محسن کو پریشرائز کرنا چاہئے۔" وہ شوہر کے سامنے ٹکتے ہوئے بولی تھیں۔

"پریشرائز کرنے کا کب کہہ رہا ہوں۔۔۔اسے سمجھایا تو جا سکتا ہے۔" وہ بیوی کو ناگواری سے دیکھنے لگے تھے انھیں بیوی کی یہی بات تو ناگوار گزرتی تھی کہ وہ بیٹے کی ہر بات پر لبیک کہہ دیتی تھیں۔

"ابھی مکنون بیٹی کے لئے تمھارے ذہن میں صرف خیال آیا تب ہی تم اتنے سکون سے ہو، کوئی فرق نہیں پڑا لیکن اگر سچ میں تمھیں کوئی لڑکی پسند آگئی اور تب بھی محسن کا یہی جواب ہوا تب میں تم سے پوچھوں گا کہ پریشرائز کرنا چاہئے یا نہیں۔" وہ لگی لپٹی کے بغیر کہہ گئے تھے۔

"آپ بے فکر رہیں ایسی کوئی نوبت نہیں آئے گی کہ میں کھلے دل سے اپنے بیٹے کی پسند کو قبول کروں گی اور مجھے اپنے بیٹے پر بھی بھروسہ ہے کہ میں اگر کوئی لڑکی پسند کر کے کہوں کہ اسی سے شادی کرنی ہے تو وہ کر لے گا۔" وہ میاں کے گہرے طنز کو ہمیشہ کی طرح پی گئی تھیں کہ ان دونوں میں شادی کے بعد اگر کوئی اختلاف ہوا تو وہ معاملہ محسن کا تھا کہ وہ محسن کو سپورٹ کرتی تھیں جبکہ وہ چاہتے تھے کہ اس کی سپورٹ کے ساتھ ساتھ اس کی بات سے اختلاف بھی کیا جائے مگر وہ ایسا کر ہی نہیں پاتی تھیں اور ان کی اچھی سوچ اور نیک تربیت کی بدولت آج تک انھیں محسن کی طرف سے کوئی

شکایت موصول نہیں ہوئی تھی اور یہی بات تھی کہ حیدر نعمانی ہزار ہا اختلافات کہ باوجود کہہ تو پھر بھی جاتے تھے مگر کر کچھ نہیں پاتے تھے۔

"تم عورتوں سے بحث میں جیتنا کہاں ممکن ہے۔بحث سمیٹ دو اور سو جاؤ۔" وہ بیوی کے مطمئن انداز کو ملاحظہ کرتے ہوئے چڑے ہوئے انداز میں بولتے سونے کے لئے لیٹ گئے تھے۔

"چاہے میں جابے جا حمایت کرتی ہوں محسن کی مگر آج تک محسن کی طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوئی پھر بھی آپ کو میری حمایت بری لگتی ہے۔" وہ میاں کے چڑے ہوئے انداز پر ناراضگی سے بولی تھیں۔

"بری نہیں لگتی بس ڈرتا ہوں اس وقت سے جب تم یا تمھارا بیٹا تمھارے کسی فیصلے کی حمایت نا کر پائے۔" وہ سادگی سے اپنی سوچ بیان کر گئے تھے۔

"ایسا نہیں ہو گا انشا اللہ۔۔" وہ گویا بات ہی ختم کر گئی تھیں اور انھوں نے بھی کچھ کہنے کی بجائے لائٹ آف کر دی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"مما! آپ کہیں جا رہی ہیں ؟" وہ تھکا ہارا آفس سے گھر واپس آیا تھا اور ماں کو ہینڈ بیگ اٹھائے باہر نکلتے دیکھ لان میں ٹھٹھک کر رکتے ہوئے پوچھ گیا تھا۔

"ایلیفیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔" وہ ان کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی بول پڑا تھا۔

"کیا ہوا ہے ایلیفیہ کو۔۔۔ کل شام تک تو بالکل ٹھیک تھی۔۔۔" وہ مضطرب ہو چکا تھا۔

"بھابھی کا فون آیا تھا کل رات سے ایلیفیہ کو شدید بخار ہے۔۔۔ صبح اور بھی طبیعت خراب ہو گئی وہ ہاسپٹل لے گئے اسے ایڈمٹ کر لیا ہے۔۔۔باقی تو جب جاؤں گی تو ہی لگے گا پتہ۔" وہ دھیمے سے ہر بات بتا گئی تھیں۔

"حد ہوتی ہے ایلیفیہ کی اتنی طبیعت خراب ہے اور ماموں جان اور مامی نے مجھے بتانا تک ضروری نہیں سمجھا۔" وہ پریشانی محسوس کر رہا تھا اور غصے پر قابو نہیں رکھ پایا تھا۔

"تمھاری پریشانی کے خیال سے نہیں بتایا ہو گا تم جا کر فریش ہو جاؤ میں کچھ دیر تک آتی ہوں۔" وہ بہت نرمی سے بولیں تھیں کے ان دونوں کی اٹیچمنٹ کسی سے بھی چھپی ہوئی نہیں تھی تبھی تو وہ سب اب دونوں کی شادی کی پلاننگ کرنے لگے تھے۔

"میں آپ کے ساتھ چل رہا ہوں" وہ دھیمے سے کہتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا انھوں نے کوئی بحث نہیں کی تھی اور خاموشی سے بیٹے کی گاڑی میں آ بیٹھی تھیں۔

"کونسے ہاسپٹل جانا ہے۔۔۔؟ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا تھا اور وہ ہاسپٹل کا نام بتاتیں اسے پریشان نہ ہونے کی ہدایت بھی ساتھ ہی کر گئی تھیں۔

"کیسے پریشان نہ ہوں مما۔۔۔ایلیفیہ بیمار ہے اور مجھے کسی نے بتایا تک نہیں حد ہوتی ہے غیریت کی بھی۔" وہ اپنے ماموں اور مامی سے سخت بدگمانی محسوس کر رہا تھا ورنہ کبھی ایلیفیہ کو چھینک بھی آتی تھی تو وہ محترمہ سب سے پہلے اسے بتاتی تھیں اور مامی بھی اسے بے خبر نہیں رکھتی تھیں۔اور اس وقت وہ زیادہ پریشان اس لئے ہو رہا تھا کہ کل جو کچھ ہوا تھا اس کے بعد وہ خود بھی پریشان رہا تھا اور شام ہی نہیں آخر شب تک اس نے ایلیفیہ کو کالز کی تھیں مگر اس کا نمبر آف تھا آج وہ ماموں کے گھر جانے کا سوچ رہا تھا مگر مسئلہ وہی تھا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جو بات اس کے علم میں تمام تر حقیقیتوں اور سچائیوں کے ساتھ نہ تھی اسکی خبر کسی اور کو ہو کہ ادھوری حقیقیتیں اور سچائیاں تو پورے سچ سے بھی زیادہ تباہ کن ہوتی ہیں۔

وہ جس وقت پرائیویٹ ہاسپٹل کے روم نمبر 11 میں پہنچے تھے ڈاکٹر اس وقت وزٹ کر کے جا رہا تھا اس نے نگاہ اٹھا کر بیڈ پر لیٹی ایلیفیہ کو دیکھا تھا جس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھیں بند تھیں مگر آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے جیسے وہ تا دیر روتی رہی ہو۔ابرج سہروردی کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا کہ وہ ایلیفیہ کو کم از کم اس حال میں نہیں دیکھ سکتا تھا وہ خود پر ضبط کئے ماموں کی جانب بڑھا تھا ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے فوراً شکوہ کیا تھا۔

"آپ کم از کم مجھے تو بتاتے ایلیفیہ کی طبیعت نہیں ٹھیک۔۔۔ آپ لوگوں نے یکدم ہی مجھے پرایا کر دیا۔کل رات سے اس کی طبیعت خراب ہے اور اب لگا ہے مجھے پتہ۔۔۔" ابرج سہروردی کے ہر انداز میں ایلیفیہ کے لئے فکر اور نہ بتانے پر ناراضگی جھلک رہی تھی۔

"کل ایلیفیہ آفس سے جلدی گھر آ گئی تھی اور میرے پوچھنے پر اس نے یہی بتایا کہ تم آفس کے کام کے سلسلے میں آؤٹ آف سٹی جا رہے ہو اس لئے وہ جلدی گھر آ گئی ہے۔" شارق آغا کی جگہ وہ نرمی سے بولی تھیں اور آواز اتنی دھیمی تھی کہ سوتی ہوئی ایلیفیہ ڈسٹرب نہ ہو اور وہ مامی کی بات سن کر لب بھینچ گیا تھا اور پھر اس نے بیڈ پر لیٹی ایلیفیہ کی طرف دیکھا تھا جس کو ڈرپ لگی ہوئی تھی اور قطرہ قطرہ کر کے توانیت سی اس کے جسم میں اترتی جا رہی تھی۔

"تم تو کہیں گئے ہی نہیں تو پھر ایلیفیہ نے جھوٹ کیوں بولا؟" معصومہ سہروردی بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں۔الجھ تو وہ دونوں میاں بیوی بھی گئے تھے لیکن آسیہ آغا نے کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ ابرج سہروردی کے جواب کی منتظر تھیں کہ کل شام سے تو وہ خود بھی پریشان تھیں۔بیٹی کا چہرہ صاف چغلی کھا رہا تھا کہ وہ روتی رہی تھی مگر ان کے پوچھنے پر وہ سر درد کا بہانہ کر کے کمرے میں بند ہو گئی تھی اور جب وہ کھانا کھانے کے لئے بلانے گئی تھیں تو اسے بخار میں تپتا پا کر مضطرب ہو گئی تھیں

۔ڈاکٹر کو بلایا تھا۔رات بھر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کر رہی تھیں۔ایک پل کے لئے دونوں میاں بیوی نے پلک تک نہیں جھپکی تھی اور دوائیوں کے باوجود اس کا بخار بڑھتا گیا تھا اور وہ اسے ہاسپٹل لے گئے تھے جہاں اس کا ٹریٹمنٹ ہوا تھا۔

"ایلیفیہ سے میری لڑائی ہو گئی تھی تب ہی اس نے جھوٹ کہا ہو گا۔"اس نے نظر چرا کر شرمندگی سے اعتراف کیا تھا اور معصومہ سہروردی بیٹے پر بگڑنے لگی تھیں کہ انہیں بھتیجی بہت عزیز تھی اور وہ سر جھکا کر سنتا رہا تھا کہ ایلیفیہ کی حالت نے تو خود اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔

"ایسی بھی کیا لڑائی ہو گئی کہ میری بچی کی یہ حالت ہو گئی ہے۔۔۔"آسیہ آغا اسے ناراضگی سے دیکھ رہی تھیں۔

"مامی آپ تو جانتی ہیں بات کچھ نہیں ہوتی یہ بس ایلیفیہ کی جذباتیت ہر بات کو رائی کا پہاڑ بنا دیتی ہے۔"وہ رونے کو پر تولتی مامی کو کاندھے سے لگا کر بولا تھا۔

"رائی ہوتی ہے تو پہاڑ بنتا ہے۔۔۔رائی آئی تو کیونکر؟"شارق آغا کب کے میڈیسن لانے کے ارادے سے کمرے سے جا چکے تھے اور وہ دونوں خواتین اس کو بخشنے کو تیار نہ تھیں۔بیٹے کی بات پکڑ کر انہوں نے خفگی دکھائی تھی۔

"ایلیفیہ نے بستر سنبھالا ہوا ہے اس لئے آپ دونوں مجھ پر ناراض ہوتی رہیں ورنہ آپ دونوں کو پتہ ہے کہ ہم دونوں کی لڑائی میں ہمیشہ قصور وار صرف میں ہی نہیں ہوتا یہ فضول لڑکی بھی قصور وار ہوتی ہے۔"وہ ان دونوں کی ناراضگی محسوس کرتا دھیمے سے بولا تھا جبکہ نظر دوائیوں کے زیرِ اثر سوتی ایلیفیہ پر ٹھہر گئی تھی۔رات بھر میں اس کی تمام تر شادابیاں ماند پڑ گئی تھیں۔اس کو گہرے ملال گھیرنے لگے تھے۔وہ دونوں آگے سے کچھ نہیں بولی تھیں کہ ابرج سہروردی نے بات سولہ آنے سچ کہی تھی۔

"لڑتے تم دونوں ہو اور جان پر میرے بن آتی ہے۔"آسیہ آغا کے آنسو گرنے لگے تھے کہ رات سے اب تک ایک پل بھی سکون نہیں ملا تھا ان کی اپنی اکلوتی بیٹی میں جان جو بند تھی۔

"آئی ایم سوری مامی! مگر وعدہ کرتا ہوں آئیندہ کم از کم میری وجہ سے آپ کو اور ایلیفیہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"وہ مامی کے آنسو عقیدت سے صاف کرتا سچائی سے ایک وعدہ کر گیا تھا کہ اسے ایلیفیہ اتنی ہی عزیز تھی کہ اسے بیمار دیکھنا اسے جتنی تکلیف دے رہا تھا وہی جانتا تھا کہ کچھ لوگ اتنے ہی اہم اور خاص ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مکنون چندا تمھارا ایک پرپوزل آیا ہے۔"وہ دونوں ماں بیٹیاں لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔درِشہوار نے ملازمہ سے تیل کی شیشی منگوائی تھی اور بیٹی کے خوبصورت لانبے بالوں میں تیل کا مساج کرتے ہوئے اپنی بات کا آغاز کیا تھا اور وہ تو دھک سے رہ گئی تھی اور گردن موڑ کر ماں کو دیکھنے لگی تھی اور درِشہوار بیٹی کے حسین چہرے پر ہوائیاں اڑتے دیکھ کر

مسکرائی تھیں اور تفصیل بتانے لگی تھیں اور وہ یہ جان کر حیران رہ گئی تھی کہ لاسٹ سنڈے جو مہمان آئے تھے وہ اسی مقصد سے آئے تھے۔ اسے یکدم عابیہ کی بات یاد آئی تھی اور وہ لب کچلتی اس کی سمجھداری اور ذہانت کی قائل ہو گئی تھی۔

"لڑکے کی تصویر وائٹ اینویلپ میں تمھارے بیڈ کی سائیڈ دراز میں رکھی ہے۔ تم دیکھ لینا اور سوچ سمجھ کر جواب دینا کہ رشتے کی بات جب ہی چلے گی جب تم چاہو گی کہ ہمیں تمھاری خوشی اور مرضی زیادہ عزیز ہے۔" درِ شہوار اب بیٹی کے بالوں میں کنگھا کر رہی تھیں اور وہ خاموشی سے لب سیئے بیٹھی چوٹی بننے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ماما جان میں نے کسی کی تصویر نہیں دیکھنی۔۔۔ آپ اور بھیا جو بہتر سمجھیں مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔" وہ ماں کو ایک نظر دیکھتی دھیمے لہجے میں بات کہہ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ درِ شہوار کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں کہ احمر خود بھی والدین کے ساتھ آیا تھا پھر بھی انہوں نے احتیاطاً ملازمہ کے ہاتھوں تصویر بیٹی کے کمرے تک پہنچا دی تھی لیکن بیٹی کے جواب نے ان کا دل خوشی سے بھر دیا تھا کہ نیک اولاد تمانیت کا باعث ہوتی ہے۔ انہوں نے بیٹے کو نہایت پر سکون احساسات کے ساتھ بیٹی کی مرضی سے آگاہ کیا تھا تو سید ابان بخاری کو بھی طمانیت کا احساس ہوا تھا کہ کچھ رشتے بہت نازک ہوتے ہیں اور ان سے وابستہ توقعات اور امیدیں اس سے بھی زیادہ نازک ہوتی ہیں اور اگر وہ امیدیں بکھر جائیں تو رشتے بھی بکھر جاتے ہیں اور اگر توقعات سلامت رہیں تو رشتے کچھ اور گہرے و مضبوط ہو جاتے ہیں۔ وہ اس وقت خود کو بہت پر سکون محسوس کر رہا تھا کہ اگر اس نے بہن کو مان دیا تھا تو بہن نے بھی اس کا مان رکھ کر اس کو سرخرو کر دیا تھا۔

"تم نے اپنی شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ میں چاہتی ہوں تمھاری شادی اور مکنون کی منگنی کر دوں اور مکنون کی شادی دو سال بعد جب مکنون گریجویشن مکمل کر لے گی۔" درِ شہوار کافی عرصے سے یہ بات کرنا چاہ رہی تھیں اور آج انہیں موقع مل گیا تھا اور سید ابان بخاری جس کے وہم و گمان میں بھی کوئی ایسی بات نہ تھی۔ ماں کو حیرانگی سے دیکھنے لگا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔ شادی نہیں کرنی تم نے۔۔۔" وہ بیٹے کی حیرت سے محظوظ ہوتے ہوئے بولی تھیں اور وہ یکدم قدرے خفیف سا ہو کر رہ گیا تھا۔

"کوئی لڑکی پسند ہے تو بتا دو میں نے کوئی لڑکی پسند کر لی تو نہ کہنا کہ ماما جان نے مجھے پسند کا حق تک نہیں دیا۔" وہ جواں خوبرو بیٹے کے چہرے پر خجالت کی سرخی دیکھ قدرے شرارت پر آمادہ ہوئی تھیں۔

"میں ایسا کبھی نہیں کہوں گا ماما جان، کیونکہ آپ سارے حق محفوظ رکھتی ہیں۔۔۔ جو آپ کو مناسب لگے۔۔۔" وہ ماں کے چہرے کو عقیدت سے دیکھتے ہوئے بولا تھا اور بیٹے کی رگ رگ سے واقف درِ شہوار بیٹے کے مان دیتے لہجے پہ مسکرا

دی تھیں۔

"سوچ لو اگر جو مجھے مناسب لگی اور تمھیں مناسب نہ لگی تو۔۔۔" وہ بیٹے کو تنگ کرنے پر آمادہ تھیں۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا ماما جان، آپ کی پسند آپ کا فیصلہ مجھے دل اور جان سے قبول ہو گا بس آپ حکم کریں۔" انھوں نے بیٹے کی آنکھوں میں اضطراب محسوس کیا تھا مگر اس کے الفاظ کچھ اور کہہ رہے تھے اور وہ بیٹے کے مان دینے پر ہی پر سکون تھیں اس لئے اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کر گئی تھیں۔

"عابیہ نعمانی کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟" وہ بیٹے کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں جبکہ وہ تو دم بخود رہ گیا تھا۔

"ماں ہوں میں تمھاری۔۔۔ تمھاری رگ رگ سے واقف ہوں اور تمھیں کیا لگتا ہے کہ تم میری ناک کے نیچے میری بیٹی کی دوست سے محبت کرو گے۔۔۔ محبت کے اقرار مانگو گے اور میں انجان رہوں گی۔۔۔ تو صاحبزادے آپ غلطی فہمی پر تھے۔" وہ بیٹے کی حیرت انجوائے کرتیں قدرے شرارتی لہجے میں بولتیں اس کا کان کھینچ کر اسے خفیف کر گئی تھیں۔

"ماما جان، آپ کو سب کیسے۔۔۔" وہ بے ربط ہوا تھا۔ ماں کے احترام میں جملہ تک نہیں مکمل کر سکا تھا نہ ہی پوچھ پایا تھا کہ انہیں کیسے پتہ لگا کہ وہ عابیہ سے محبت کرتا ہے۔

"کچھ عرصہ پہلے محسوس کیا تھا کہ تم عابیہ میں دلچسپی لے رہے ہو اور بعد میں پھر اپنے کانوں سے بھی سن لیا تھا۔۔۔" وہ دھیمے سے تفصیل بتا رہی تھیں جسے سن کے وہ چپ کا چپ رہ گیا تھا۔

"لیکن تم نے مجھ سے عابیہ کا نام کیوں نہیں لیا۔ عابیہ کو پسند کرنے کے باوجود مجھے فیصلے کا اختیار کیوں دیا اگر مجھے پتہ نہ ہوتا تو تم نے اپنی زندگی خراب کر لینی تھی۔۔۔ اپنی محبت میری فرمانبرداری کی نظر کرنے والے تھے تم۔" وہ اب بیٹے کو آڑے ہاتھوں لے رہی تھیں۔

"سچ کہوں نا ماما جان، تو میں کافی عرصے سے چاہ کر بھی آپ سے اپنے دل کی بات نہیں کہہ پا رہا تھا اور آج آپ نے شادی کا ذکر کیا تو بھی میرا منہ نہیں کھلا۔" وہ اب ماں سے اپنے دل کی ہر بات سچائی سے کہہ رہا تھا وہ یکدم مسکرا دی تھیں۔

"ماما جان آپ کو عابیہ پسند تو ہے نا۔۔۔" وہ ماں کو دیکھ رہا تھا جن کی مسکراہٹ اب گہری ہو گئی تھی۔

"بہت زیادہ کہ میں تو خود کافی عرصے سے یہی سوچ رہی تھی اور سچ بتاؤں نہ تو مجھے تمھاری پسند بہت اچھی لگی ہے۔" ماں کی بات پر اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"تھینک یو سو مچ، ماما جان!" وہ بیٹے کو مسرور پا کر خود کو کافی ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھیں کہ وہ جانتی تھیں کہ شوہر کی وفات کے بعد اسی پر تمام ذمہ داریاں عائد ہو گئی تھیں اور ان کی معذوری ایسی تھی کہ وہ آفس اور ہسپتال کو کیسے لے کر چلا تھا وہ خوب جانتی تھیں۔ اس نے ماں اور بہن کے لئے اپنا بے فکرا پن اور اپنی خوشی کا ہر ایک احساس تک مٹا ڈالا تھا اور اب وقت آیا تھا کہ وہ اس کی خوشیاں تلاش رہی تھیں۔ اسے زندگی کی ہر خوشی سونپ دینا چاہتی تھیں۔

"ویلکم سوئیٹ ہارٹ۔۔۔!" انھوں نے بیٹے کے ہاتھ کو ہاتھوں میں لیتے ہوئے لبوں سے لگایا تھا۔

"کب چلنا ہے عابیہ کے گھر؟" وہ ماں کے شرارتی انداز پر جھینپ گیا تھا۔

"ماما جان، وہ جب عابیہ ہاں کر دے گی نا اس کے اگلے ہی دن۔" وہ کافی محتاط انداز میں ٹھہر کر بولا تھا اور وہ اپنی بے ساختہ ہنسی کو روک نہیں پائی تھیں۔

"تمھیں کیا لگتا ہے عابیہ کیا جواب دے گی؟" وہ بیٹے کو چھیڑ رہی تھیں کہ وہ کافی عرصے بعد بیٹے کو مسرور پا رہی تھیں، فکروں سے آزاد محسوس کر رہی تھیں۔

"ماما جان کچھ کہہ نہیں سکتا دعا کریں اقرار ہی ہو کہ زندگی میں پہلی دفعہ کوئی لڑکی اچھی لگی ہے اور وہ ہی میرا نصیب نہ بن سکی تو زندگی میں سب کچھ ہو گا لیکن بے اختیار سی محبت نہ ہو گی۔" وہ یکدم گہری سنجیدگی تلے دبتا دھیمے لہجے میں بولا تھا اور درِ شہوار دہل کر رہ گئی تھیں۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔ میری تو دعا ہے کہ میرے بیٹے کی ہر دعا قبول ہو۔۔۔ ہر چاہت اس کا نصیب بنے۔" وہ دل سے دعا گو ہوئی تھیں اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"بس! آپ کی دعائیں چاہئیں ماما جان! کہ زندگی کا سفینہ جب بھی ڈوبنے لگا آپ کی دعائیں اسے پھر سے تیرا دیں گی کہ زندگی کو زندگی صرف آپ کی دعاؤں سے ہی مل سکتی ہے۔" وہ صوفے سے اٹھتا ماں کی ویل چیئر کے پاس ان کے قدموں میں آ بیٹھا تھا۔ یہ محبت بھی کیا شے ہے کہ جب دل میں اترتی ہے تو زندگی ہی بدل جاتی ہے۔ زندگی جلتے دیئے کی مانند لگنے لگتی ہے جسے غم کی ایک پھونک بجھا دے اور خوشی کی ایک ہوا اسے پھر سے جلا دے۔ اس محبت کی حقیقت کو بھی کوئی جان ہی نہیں سکا تھا جو جلتے بجھتے دیئے کی مانند تھی جو کبھی دعا کی مانند تھی، کبھی وصل کی چاہ میں سلگتی، تو کبھی ہجر کی بھٹی میں نکھرتی کہ جو محبت کے اسرار و رموز کے بھید تلاشنا چاہے وہ خود اس کی بھول بھلیوں کی نذر ہو جائے۔ وہ بیٹے کے حسین چہرے کو دیکھ رہی تھیں ان کا تو روم، روم بیٹے کے لئے دعا مانگ رہا تھا اور کہتے ہیں ماں کی دعا تو عرش تک جاتی ہے اور اس ماں کی دعا بھی عرش سے ہمکلام تھی۔ طے بس وقت کی کڑی دھوپ و میٹھی چھاؤں میں ہونا تھا کہ دعا شرف قبولیت تک پہنچی کہ نہیں۔۔۔!!!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ابر! تم جاؤ یہاں سے ۔۔۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔" وہ اگلے ہی دن ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر گھر آگئی تھی لیکن اس نے جان کر ایلیفیہ سے پچھلے تین دن بات نہیں کی تھی اور آج وہ پھولوں کا گلدستہ لے کر اس کی عیادت کو آیا تھا اور اس سے خیریت دریافت کی تھی تب وہ نہایت خفگی سے بولی تھی کہ وہ گزرے تین دن میں کئی دفعہ آیا تھا اور اسے مخاطب تک نہیں کیا تھا کہ وہ اس کی طبیعت کے سنبھلنے کے انتظار میں تھا کہ وہ جانتا تھا کہ وہ بری طرح بپھرے گی اور جس طرح وہ اس کی توقع کے مطابق بپھری تھی اسے اپنا فیصلہ درست ہی لگا تھا۔

"لیکن مجھے اپنی دوست سے بات کرنی ہے۔" اس نے ابرج سہروردی کا گلدستہ اب تک تھاما ہی نہیں تھا اور وہ اس کے عین سامنے بیڈ پہ ٹکتے ہوئے وہ گلابی اور زرد گلابوں کا گلدستہ پھر اس کو تھما گیا تھا جسے وہ تقریباً کھینچتی اچھال گئی تھی۔ یہ توقع اسے نہ تھی اور وہ حیرانگی سے اسے دیکھ رہا تھا جو حلق کے بل چلائی تھی۔

"ہماری دوستی اسی شام ختم ہو گئی تھی ابرج سہروردی ۔۔۔ جب ہماری دوستی میں اعتبار ختم ہوا تھا ۔۔۔ اس لیئے اب ہمارے بیچ کچھ نہیں رہا کہ جب اعتبار ختم ہو جاتا ہے تو رشتہ از خود اپنی موت مر جاتا ہے ۔۔ اور مرے ہوؤں کو صرف دفنایا جاتا ہے ۔۔ تجدید کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی اور ساتھ ساتھ آنسو بھی بہا رہی تھی۔

"کیوں کر رہی ہو ایسا ۔۔۔ کچھ غلط کیا ہے میں نے ۔۔۔ کوئی تکلیف دی ہے تمہیں، تو بتاؤ مجھے ۔۔۔ یوں خود کو اذیت کیوں دے رہی ہو۔" وہ بیڈ سے اترنے کو تھی کہ وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔

"یہ اذیت تو کچھ بھی نہیں ہے ۔۔۔ اصل اذیت تو تم نے مجھے دی ہے ۔۔۔ تمھاری اجنبیت نے دی ہے ۔ تمھارے لفظوں نے دی ہے ۔۔۔ کیسے ایک لمحے میں تم نے مجھے پرایا کر دیا ۔۔ بس ایک لمحے میں سارے بھرم توڑ دیئے ۔۔۔ مجھے بے اعتبار کر ڈالا ۔۔۔" وہ شدتوں سے رو رہی تھی۔ جس طرح اس نے ایلیفیہ کی کلائی تھامی تھی اسی طرح خاموشی سے بے ساختگی سے اس کی کلائی چھوٹ بھی گئی تھی۔

"میں نے جو دیکھا بس وہی سمجھا، وہی کہا تم سے، ویسا نہیں ہے جیسا میں نے سمجھا تو تم مجھے بتاؤ نا کہ پھر وہ سب کیا تھا ۔۔۔ کہاں غلطی ہوئی مجھ سے سمجھنے میں ۔۔۔" وہ اس کو دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ شدت ضبط سے لہو چھلایا تھا۔ آنکھوں کو ساون کی جھڑی لگی تھی۔

"تم نے مجھے بے اعتبار کیا ہے ابر ۔۔ تم نے ارمش کے ساتھ دیکھا مجھے اور اپنی مرضی کے معنی پہنا لیئے ۔۔۔ یہ نہیں سوچا کہ تمھاری دوست ایسی نہیں ہے۔ تم نے جو دیکھا اس پر یقین کیا اور مجھ پر فتوی جاری کر دیا کہ میں اپنی اور اپنے

والدین کی عزت نیلام کر رہی ہوں۔ تم نے مجھ سے پوچھنے کی زحمت تک نہ کی کہ وہ جو تمھاری آنکھوں نے دیکھا اس میں کتنی سچائی ہے۔ کتنی میری مرضی شامل ہے۔۔۔"اس سے چپ نہیں رہا گیا تھا وہ ایک ہی سانس میں ہزار شکوے کر گئی تھی۔

"تم نے بس دیکھا۔۔۔ رائے قائم کی۔۔۔ الزام دیا۔۔۔ بات ختم کر دی۔۔۔"اس کی آنکھوں میں آنسو اور ہزاروں شکوے مچل رہے تھے۔

"تم جو بات جیسے ہے وہ بتادو اس کے بعد میں اپنی صفائی میں کچھ کہوں گا۔"وہ اس کا ہاتھ تھام کر نہ صرف اسے بٹھا گیا تھا اسے جگ سے نکال کر پانی دیا تھا جسے دو گھونٹ پی کر اس نے گلاس واپس کرتے ہوئے تمام تر بات بتانی شروع کی تھی۔

"تم نے میرے ساتھ اتنا مس بی ہیو کیا۔ میں کتنا ہرٹ ہوئی۔۔۔شاید ارمش نے مجھے روتے دیکھا اور میرے کمرے میں آنے کی اجازت طلب کرنے لگا۔"وہ اسے سب کچھ حرف بہ حرف بتا رہی تھی۔

"اور تم ٹھہری سدا کی با مروت نہ چاہتے ہوئے بھی دے دی اجازت۔"اس نے حسبِ عادت ٹکرا لگایا تھا اور ایلیفیہ نے اثبات میں گردن ہلا دی تھا۔

"ارمش رونے کی وجہ پوچھ رہا تھا جب میں نے کچھ نہیں کہا تو وہ پتہ نہیں کیا کیا کہنے لگا۔ میرا ذہن پہلے ہی تمھارے رویے کی طرف لگا ہوا تھا مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا ارمش کیا کہہ رہا ہے۔"اس نے شرمندگی سے اعتراف کیا تھا۔

"میری غلطی ہے کہ میں نے کیوں اتنی غائب دماغی کا مظاہرہ کیا۔ مگر ویسا کچھ نہیں تھا جیسا تم نے سمجھا۔۔۔ جو کچھ بھی تھا ارمش کی طرف سے تھا۔۔۔ میں نہ اسے پسند کرتی ہوں نہ میں اس کا ساتھ دے رہی تھی۔"وہ اس کے چہرے پر ندامت صاف محسوس کر رہا تھا۔

"جو کچھ ہوا تمھاری وجہ سے ہوا مجھے تم سے اتنے برے رویے کی توقع نہ تھی اس لئے میں سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھی تھی مجھے سچ میں نہیں پتہ کہ ارمش کیا بول رہا تھا کہ میں نے سن بھی لیا تو سمجھا نہیں اور سمجھ لیا تھا تو محسوس نہیں کیا تھا۔"اس نے نظر اٹھا کر ابرج سہروردی کو دیکھا تھا۔

"تم نے اس رات فون کر کے کہا تھا کہ تمھیں محبت ہو گئی ہے اور میرے لاکھ پوچھنے کے باوجود تم نے کچھ نہ بتایا اور نا صرف رابطہ منقطع کیا بلکہ میری کال بھی رسیو نہیں کی۔ اسی لئے میں تم سے خفا تھا اسی لئے میں تم سے بات نہیں کر رہا تھا اور اسی لئے میں نے تم سے مس بی ہیو بھی کیا تھا۔"وہ ایلیفیہ کے خاموش ہونے پر دھیمے لہجے میں شروع ہوا تھا۔

"تم روتے ہوئے میرے کمرے سے نکلی تھیں اسی لئے میں کچھ ہی دیر بعد تمھارے پیچھے آیا تھا اور میں نے جو سنا

اور جو دیکھا وہ نا قابل برداشت تھا۔ میں نے غلط نہیں سمجھا اس کے باوجود مجھے برا لگا تھا اسی لئے میں اووری ایکٹ کر گیا تھا اور میں نے آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی بات پر یقین کر لیا تو صرف اسی لئے کہ رات کو تم نے محبت ہو جانے کا بتایا تھا۔"
وہ لحظہ بھر کو رکا تھا اور وہ لب کچل رہی تھی۔
"اگر تم نے رات وہ سب نہ کہا ہوتا تو اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس سب کا کبھی یقین نہ کرتا اور یوں اووری ایکٹ بھی نہ کرتا یہ الگ بات کہ میرے ذہن اور دل میں کہیں نہ کہیں شک ضرور بیدار ہوتا لیکن تم نے خود بتایا تھا اس کے بعد شک کا تو سوال ہی نہ آیا جو دیکھا یقین کر لیا۔ مگر اس یقین میں بھی مجھے بہت کچھ برا لگا اور سب سے زیادہ ارمش کا تمھیں چھونا۔ اسی لئے میں اس طرح ری ایکٹ کر گیا۔ جس کے لئے میں تم سے شرمندہ ہوں مگر یاد رکھنا میں نے تمھیں بے اعتبار نہیں کیا۔ تم پر بھروسہ ہے بس تمھاری پرواہ کرتا ہوں اسی لئے یہ سب کیا کہ مجھے تمھاری عزت تمھارا وقار اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔" وہ لگی لپٹی کے بغیر اپنے مخصوص انداز میں اپنی بات کہہ گیا تھا۔ اپنی تمام فیلنگز اس کے گوش گزار کر دی تھیں اور اس کے سب کچھ سچائی سے واضح کر دینے کے بعد تو بات ہی ختم ہو گئی تھی مگر وہ روتے ہوئے اس سے اب بھی شکوہ کناں تھی کہ اس کے لفظوں نے ایلیفیہ کو ٹھیس پہنچائی تھی۔
"سوری میری وجہ سے تم اتنا ہرٹ ہوئیں۔۔۔ اتنی تکلیف سے دوچار ہونا پڑا۔ میری معذرت قبول کرو اور پکا وعدہ آئندہ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" وہ اس کے متورم چہرے کو دیکھ کر بولا تھا اور وہ سب کچھ کہہ دینے کے بعد ہلکی پھلکی ہو گئی تھی اس لئے اس کی معذرت قبول کر گئی تھی۔ اس کو مسکراتے دیکھ کر ابرج سہروردی کو گونا گو سکون حاصل ہوا تھا۔
"شکر خدا کا تم مسکرائیں تو ایسی سڑی شکل بنائی ہوئی تھی کہ دیکھ دیکھ کہ میرا دل بند ہو رہا تھا اوپر سے مجھے دیکھ کر تمھارے چہرے کے زاویے یوں بگڑے جا رہے تھے جیسے میں کوئی دشمن ہوں۔۔۔" وہ اب ریلیکس فیل کر رہا تھا تو اسے چھیڑ رہا تھا جس کا فوراََ منہ بن گیا تھا۔
"بکواس بند کرو۔" وہ اسے تکیہ اٹھا کر مار چکی تھی وہ بڑی سہولت سے کیچ کرتا اسے دور اچھال گیا تھا۔
"تمھاری وجہ سے مجھے سب سے کتنی ڈانٹ پڑی ہے۔ مامی تو باقاعدہ ناراض ہیں کہ میری وجہ سے ان کی لاڈلی ہاسپٹل کا دورہ کر آئی۔" وہ منہ بنا کر بولا تھا اور وہ ہنس دی تھی۔
"بہت اچھا ہوا تمھیں تو صبح شام ڈانٹ پڑتے رہنا چاہئے تب ہی سدھرو گے۔" وہ سب کچھ محسوس کر رہی تھی مگر بولی نہیں تھی مگر اس کے شکایت لگانے پر کوئی اثر لینے کی بجائے اسے الٹا چڑانے لگی تھی۔
"دفعہ کرو اس ساری بکواس کو اور ذرا اس شخص کا نام تو بتاؤ جس سے تمھیں محبت ہو گئی ہے۔" ابرج سہروردی نے فضول بحث بند کرتے ہوئے کام کی بات کی تھی اور اسے حیرت سے دیکھنے لگا تھا جس کا حسین چہرہ جس سے بیماری کی تمام تر

علامات صاف عیاں تھیں یکدم کھل اٹھا تھا کسی بہار کا منظر پیش کرتا اس کا چہرہ ابرج کی نگاہ کے حصار میں قید ہوتا چلا گیا تھا ۔وہ ایلیفیہ کو بچپن سے جانتا تھا اس کا ہر روپ ابرج سہروردی پر عیاں تھا پر یہ کونسا روپ تھا جس سے وہ ناواقف تھا کہ اتنی حسین تو وہ آج پہلی دفعہ لگی تھی۔ قوس و قزح کے سات رنگ اس کے چہرے پر بکھرے تھے۔ آنکھوں میں کتنی قندیلیں سی جل اٹھی تھیں فقط محبت کے ذکر سے اس کی خوبصورتی کا یہ حال تھا اگر محبت اس کے قبضے میں آجائے تو اس کی خوبصورتی نے کیا حشر اٹھانا تھا۔وہ محض سوچ کر رہ گیا تھا اور مبادا اس کی نظر نہ لگ جائے اس خیال کے آتے ہی اس نے نہ صرف ایلیفیہ کے حسین چہرے سے نظر ہٹالی تھی بلکہ اس کے بیڈ سے بھی اٹھ گیا تھا اور پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے وہ اپنی بات دہرا گیا تھا کہ اب تو اسے نام جاننے کی اور بھی جلدی پڑ گئی تھی کہ لگے پتہ کہ ہے کون وہ خوش نصیب جس کے ذکر پر ایلیفیہ آغا بہار کا سب سے حسین پھول لگنے لگی تھی۔

”بتاؤ یار، کیوں سسپنس کری ایٹ کر رہی ہو۔“ وہ اس کی مستقل خاموشی پہ چڑ سا گیا تھا۔

”تم انھیں جانتے ہو ابر۔۔۔اور کافی متاثر بھی ہو۔“ وہ خود کو کمپوزڈ کر کے دھیمے سے بولی تھی اور وہ چونک گیا تھا۔

”ڈیئر کوئی ایسا نہیں ہے جس سے میں متاثر ہوں۔۔۔ڈیئر لوگ میری شخصیت سے متاثر ہوتے ہیں۔۔۔میں نہیں ۔۔۔“ وہ اپنی ذات کے زعم سے گردن اکڑا کر بولا تھا یکدم ایلیفیہ کے لبوں پہ مسکان مچل اٹھی تھی۔

”سوچ لو ابر کوئی تو ہوگا ایسا جس سے تم متاثر ہوگے۔۔۔ جس کی شخصیت نے تم پر اپنا اثر کسی سحر کی مانند دکھایا ہوگا ۔۔۔“ وہ یکدم شرارت پر آمادہ ہوئی تھی اور اس کے الفاظ ایسے تھے کہ ابرج سہروردی کو کچھ کلک ہوا تھا۔

”نہ چاہتے ہوئے بھی میں اگر پوری زندگی میں کسی سے متاثر ہوا ہوں تو وہ ایک ہی شخص سید ابان بخاری ہے ۔۔۔“ وہ بات کلک ہوتے ہی یکدم بولنا شروع ہوا تھا اور بات کرتے ہی چونک اٹھا تھا اور اس کو دیکھا تھا جس کا چہرہ سرخ ہو چلا تھا۔

”اومائی گاڈ۔۔۔! سید ابان بخاری۔۔۔ تمھیں سچ میں ابان بخاری سے محبت ہو گئی ہے ایلیفیہ۔۔۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور وہ حیا سے پلکیں جھکاتی رخ ہی موڑ گئی تھی۔

”آر یو سیریئس، ایلیفیہ!“وہ یکدم اس کے قریب پہنچا تھا اور اسے شانوں سے تھامتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور وہ اثبات میں گردن ہلا گئی تھی۔

”سچ میں تمھیں سید ابان بخاری سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔“ وہ نہ جانے کیوں اتنا بے یقین تھا۔اب کہ اس نے نظر اٹھائی تھی۔

”ہاں۔۔۔“ وہ فقط یہی کہہ پائی تھی۔

"آئی کانٹ بلیواٹ یار۔۔۔" اس کی حیرانگی اور بے یقینی تھی کہ ختم ہی نہیں ہو رہی تھی اور وہ یکدم چڑ کر رہ گئی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے ابر، اتنی حیرانگی اور بے یقینی کیوں ہے۔۔۔ کیا میں محبت نہیں کر سکتی۔۔۔ یا سید ابان بخاری سے نہیں کر سکتی۔ آخر اتنی بے یقینی کیوں ہے۔" وہ خود کو کمپوزڈ کرتی قدرے چڑے ہوئے لہجے میں پوچھ گئی تھی۔

"محبت تو کوئی بھی۔۔۔ کسی سے بھی۔۔۔ کبھی بھی۔۔۔ کر سکتا ہے۔۔۔ اس لئے یہ کہ تم محبت نہیں کر سکتیں یہ تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن اصل حیرانی تو مجھے سید ابان بخاری سے محبت کرنے پر ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولتا اسے متحیّر کر گیا تھا۔

"میں تمھاری حیرت کی وجہ نہیں سمجھ پا رہی۔۔" اس نے منہ بنایا تھا۔

"وجہ تو مجھے خود نہیں معلوم۔۔۔ مگر مجھے حیرت ہوئی ہے اور شاید اس لئے کہ تم نے اس شخص کا نام لیا ہے جس سے تم فقط ایک دفعہ میٹنگ میں ملی تھیں اور فقط ایک سرسری ملاقات میں محبت ۔۔۔تم مذاق کر رہی ہو ناں ایلیفیہ۔۔۔" وہ کہتے کہتے رکا تھا اور سوالیہ نگاہ سے اسے دیکھنے لگا تھا جس نے فوراََ ہی نفی میں گردن ہلائی تھی۔

"حیران تو میں بھی بہت ہوں ابر۔۔۔! لیکن جب اس شخص پر نگاہ پڑی اور پلٹ کر آئی تو محبت کا احساس بھی لے آئی اور میرا دل ہی لے گئی۔۔۔" وہ دھیمے دھیمے بول رہی تھی اور اس کے لہجے میں جذبوں کے کتنے ہی چھوٹے چھوٹے دیئے جگمگا اٹھے تھے۔

"اس ملاقات کے بعد جب بھی جہاں بھی دیکھا صرف وہی شخص نظر آیا۔ میری سوچوں پر اس کا پہرہ ہو گیا ہے ۔میرے خواب اس کے وجود سے آباد ہو گئے ہیں۔۔۔ میرے من کی دہلیز پر پڑا دل دیا جل اٹھا ہے اور دیئے کی روشنی میں جو چہرہ مجھے نظر آتا ہے وہ سید ابان بخاری کا ہے۔۔۔" وہ جذبات کی رو میں بہہ رہی تھی اپنے قلب کی سچائی اس کے سامنے عیاں کر گئی تھی۔ اس نے ایلیفیہ سے اختلاف نہیں کیا تھا کہ وہ خود بھی تو یوں ہی اچانک سے محبت کر بیٹھا تھا۔

"میں تمھارے لئے بہت خوش ہوں ایلیفیہ۔۔۔! اور تمھاری پسند کی داد دیتا ہوں کہ جس شخص کا تم نے انتخاب کیا ہے وہ ہے ہی چاہے جانے کے لائق۔" وہ مسکرا کر بولا تھا کہ وہ سچ میں اتنا ہی سید ابان بخاری سے متاثر تھا اور وہ اسکی بے ساختگی پہ بری طرح جھینپ گئی تھی۔

"شکریہ۔۔۔" وہ سرخ چہرے کیساتھ دھیمے سے منمنائی تھی۔

"تعریف سید ابان بخاری کی، کی ہے میں نے شکریہ تم ادا کر رہی ہو۔۔۔ لڑکی تم تو گئیں کام سے۔" وہ ہنس کر اسے چھیڑ رہا تھا جس کا چہرہ لحظہ بہ لحظہ کتنے حسین رنگوں سے سج کر اسے دنیا کی حسین ترین لڑکی بنا رہا تھا۔

"عشق کہتے ہیں جسے۔۔۔ خلل ہے دماغ کا" ابرج کی آنکھوں میں شرارت و شوخی تھی وہ دوست کو چھیڑ رہا تھا اور وہ قدرے کنفیوز ہو کر رہ گئی تھی نہ کچھ کہہ پائی تھی نہ ہیا سکی طرف دیکھ پائی تھی اور وہ اس کی خاموشی اور شرمیلی مسکان سے محظوظ ہوتا مشہور زمانہ شعر پڑھ گیا تھا۔

"عشق نے نکما کر دیا غالب
ورنہ آدمی تھے ہم بھی کام کے"

ابرج سہروردی کے انداز میں بے ساختگی تھی وہ یکدم اسے دیکھنے لگی تھی جو اسکی طرف ہی متوجہ تھا اور اسکے متوجہ ہوتے ہی دلکشی سے مسکرایا تھا اور اسکی شرارت و مسکان کا ایلیفیہ نے بھرپور ساتھ دیا تھا وہ دوست کی طرف دیکھتے ہوئے دل سے مسکرائی تھی۔

"ہنڈریڈ پرسینٹ رائٹ۔۔۔" وہ مسرور سی بولتی، ہنسی تھی اور وہ ہنسی میں ایلیفیہ کا ساتھ دیتا اس کی خوشیوں کے لئے دعا گو ہو گیا تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ ایلیفیہ کو زندگی کا ہر سکھ ملے، اسے ہر وہ چیز ملے جو وہ چاہے اور وہ یہ جان کر دل سے خوش ہوا تھا کہ ایلیفیہ نے اپنے لئیے ایک اچھے شخص کا انتخاب کیا ہے مگر وہ دونوں ہی نہیں جانتے تھے کہ سید ابان بخاری کا نظر انتخاب محبت بن کے عابیہ نعمانی کے ذہن و دل پہ دستک دیتا اپنے من کا دیا جلائے عابیہ کے دل کا دیا جلنے کا منتظر بھیٹھا ہے اور یہ دل کی اگن کس کو جلانے والی تھی۔۔۔ کس کو راکھ کرنے والی تھی۔۔۔ کس کا دل دیا روشن رہنا تھا اور کس کا دل دیا بجھ جانا تھا ابھی ان میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ آغاز سفر میں تو صرف خواب بنے جاتے ہیں آغاز سفر میں حقیقتیں کب آشکارا ہوتی ہیں۔۔۔!!!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ارمش، انشااللہ سے اب تم برسر روزگار ہو تو میں چاہتی ہوں کہ تم شادی کر لو۔" اتوار کا دن تھا وہ ذرا تاخیر سے جاگا تھا اور ناشتہ کے دوران اس کی ماما نے عجیب سی بات کر ڈالی تھی اور وہ حیرانگی سے ماما کو دیکھنے لگا تھا کہ اسے اس بات کی توقع نہ تھی۔

"آپ کو ایک دم میری شادی کا خیال کیسے آگیا۔۔۔" وہ مسکرایا تھا۔

"ایک دم نہیں آیا کب سے سوچ رہی تھی کہ گھر میں بہو آجائے لیکن تمھاری جاب کا مسئلہ ایسا اٹکا تھا کہ بات ہی منہ سے نہیں نکالی"۔ وہ اپنے مخصوص دھیمے انداز میں بولی تھیں۔

"بہو پسند کر لی ہے کیا آپ نے۔۔۔" اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"پسند کرنے میں کونسی دیر لگتی ہے۔۔ تم ہاں تو کرو۔۔۔" وہ بیٹے کو پیار سے دیکھنے لگی تھیں اور اس کے چہرے پر ٹھہری مسکراہٹ انہیں یکدم ہی ٹھٹھکا گئی تھی۔

"کوئی لڑکی پسند ہے تو بتا دو۔۔۔ میں پسند کی زحمت سے بچ جاؤں گی۔" وہ بیٹے کو بڑی جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"ماما، میں کافی عرصے سے آپ سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔" اس نے گلا کھنکارا تھا اور وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی تھیں کہ ہر ماں کی طرح وہ بھی چاہتی تھیں کہ بہو ان کی پسند کی ہو مگر وہ ان ماؤں میں سے نہیں تھیں جو اپنی پسند کو اولیت دیتی ہیں وہ بیٹے کو پسند کا حق دیتے ہوئے دھیمے سے لڑکی کی تفصیل پوچھنے لگی تھیں۔

"ماما، ایلیفیہ میرے آفس میں ساتھ ہوتی ہے۔" بیٹے کا پہلا ہی جملہ انہیں ناگواری کے زیرِ اثر لے گیا تھا۔ مگر انھوں نے ابھی ظاہر نہیں کیا تھا اور ارمش مزید گویا ہوا تھا۔

"ایلیفیہ میرے باس ابرج سہروردی کے ماموں کی بیٹی ہے اور محض ٹائم پاس کرنے کے لئے جاب کر رہی ہے ۔۔۔" انہیں گوں ناگوں سکوں محسوس ہوا تھا کہ انہوں نے بہو کے روپ میں ایک کم عمر اور خوبصورت لڑکی کا خواب سجایا ہوا تھا اور نوکری کرتی لڑکی کا تو دور دور تک بھی خیال نہیں گزرا تھا اس لئے بیٹے کی تفصیل نے انہیں قدرے سکون دیا تھا۔

"ماما، ایلیفیہ مجھے بہت پسند ہے اور جب آپ اسے دیکھیں گی تو وہ آپ کو بھی بہت پسند آئے گی۔" وہ یقین کا دیا آنکھوں میں روشن کئے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ فیصلہ تب ہو گا جب دیکھوں گی۔۔۔" وہ دھیمے سے بولی تھیں۔ وہ ماں کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر چونک اٹھا تھا۔

"آپ کو میرا اپنی پسند سے آگاہ کرنا برا لگا ہے؟" وہ ماں کی سنجیدگی پر الجھ اٹھا تھا۔

"برا نہیں لگا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بس جاب والی بات مجھے کچھ پسند نہیں آئی۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھیں۔

"ارے! ماما، پریشان نہ ہوں، بتایا نا ایلیفیہ بس شوق میں جاب کر رہی ہے۔۔۔" ماں کے جواب نے قدرے تسلی دی تھی اس لیئے وضاحت کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے بتا دینا کہ کب رشتہ لے کر جانا ہے۔۔۔ میں جلد از جلد تمھاری شادی کر دینا چاہتی ہوں۔" وہ کسی قسم کی بحث میں پڑے بنا بولی تھیں۔

"ماما بس کچھ دن انتظار کریں کہ ایلیفیہ آج کل بیمار ہے آفس نہیں آ رہی۔ میں اس سے اپنے دل کی بات کہہ چکا

ہوں مگر اس نے فی الحال کوئی جواب نہیں دیا۔وہ دوبارہ آفس جوائن کرے گی تو میں اس سے بات کر کہ آپ کو بتا دوں گا۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھیں۔ارمش کو جب سے ایلیفیہ کی بیماری کا پتہ چلا تھا وہ بے چین تھا اس کا دل مچل اٹھا تھا کہ وہ آفس سے آف کر کے ہاسپٹل پہنچ جائے مگر وہ ایسا نہیں کر پایا تھا کہ ہاسپٹل وہ بہت چاہ کر بھی نہیں جا سکتا تھا کہ ایلیفیہ کی طرف سے جواب کے بعد ہی وہ کوئی اسٹینڈ لے سکتا تھا اور اگر وہ ہاسپٹل جاتا تو سب کی نظروں میں آجاتا اور وہ فی الحال ایسا نہیں چاہتا تھا اس لئے وہ دل مسوس کر رہ گیا تھا اور آج اس کی ماما نے از خود اس کی شادی کی بات کر کے اسے ایک طرف سے تو پر سکون کر دیا تھا اب اسے صرف ایلیفیہ کے آفس آنے کا انتظار تھا تا کہ اس سے بات کر سکے مگر وہ جو انتظار کی گھڑیاں گن رہا تھا نہیں جانتا تھا کہ اب وہ کبھی آفس آنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتی کہ آفس اس نے صرف اپنی ضد کے لئے جوائن کیا تھا اور ابرج سہر وردی غلط فہمی کا شکار ہو رہا تھا اور وہ یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس لئے اس نے آفس نہ جانے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے فیصلے کی ابرج سہر وردی نے حمایت کر کہ اس کے فیصلے کو کچھ اور بھی مضبوط کر دیا تھا اور جب گھر میں سب کو اس کے فیصلے کا پتہ لگا تھا تو وہ میاں بیوی بھی قدرے مطمئن ہو گئے تھے کہ وہ بیٹی کے جاب کرنے کے خلاف تھے مگر اس کی ضد کے آگے مجبور تھے اور اس کے خود سے چھوڑ دینے کے فیصلے پر انہیں گوں ناگوں سکون ہوا تھا اور جبکہ ارمش چوہدری کی بے سکونی کے دن شروع ہوئے جاتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماما، آپ نے ابرج کی شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" معصومہ سہر وردی جو نواسے کو گود میں لئے اسے پیار کر رہی تھیں بیٹی کی بات پر اسے دیکھنے لگی تھیں اور ایک گہری سانس بھر کر بولی تھیں۔

"تمہارا بھائی پروں پر پانی پڑنے دے تو کچھ سوچوں۔" وہ بیٹے سے سخت نالاں نظر آ رہی تھیں کہ وہ جہاں بیٹے سے بے حد خوش تھیں اس کے ذمہ داری سے سارا بزنس سنبھال لینے پر فخر میں مبتلا تھیں وہیں بیٹے کی موڈی طبیعت سے سخت خفا بھی تھیں کہ انہیں ایلیفیہ اپنے بیٹے کے لئے پرفیکٹ لگتی تھی مگر دونوں نے ہی صاف انکار کر کے بات آگے بڑھنے ہی نہیں دی تھی۔

"آپ ابرج سے بات تو کریں ماما!" وہ بیٹی کے زور ڈالنے پر اسے سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگی تھیں۔

"میرے سسرال میں سب چاہتے ہیں کہ عائلہ کی شادی ابرج سے ہو جائے۔" عائشہ نے بھائی کی شادی کا ذکر کرنے کی اصل بات کہی تھی اور معصومہ سہر وردی کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"تم اپنے سسرالیوں کو مناسب انداز میں سمجھا دو کہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ میں وٹہ سٹہ بالکل نہیں کروں گی۔" معصومہ سہر وردی کا انداز دو ٹوک تھا۔

"ماما اس میں حرج ہی کیا ہے۔" وہ منمنائی تھی کہ معصومہ سہروردی ہمیشہ سے ہی غالب رہنے والی شخصیت تھیں اور انھوں نے بچوں کو کبھی اپنے آگے بولنے نہیں دیا تھا۔

"مجھے حرج لگتا ہے تمھارے لئے یہ بات کافی ہونی چاہئے۔۔۔" ان کا موڈ آف ہو چکا تھا۔

"ماما، آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں میری ساس نے آگے بڑھ کر خود کہا ہے اور تیمور نے بھی اپنی ماں کی بات کی حمایت کی ہے اور اس بار میکے چھوڑتے ہوئے ہدایت کی تھی کہ میں آپ سے بات کروں۔۔۔ آپ خود بتائیں میں تیمور کو کیا کہوں گی۔" عائشہ رو دینے کو تھی کہ اس کی ماں نے انکار کر دیا تھا اور اس کے بعد کوئی گنجائش کہاں نکلتی تھی۔

"تم صرف ان سب تک میرا جواب پہنچا دینا۔باقی میں تیمور سے خود بات کر لوں گی۔۔" وہ بیٹی کو رونے کو پر تولتے دیکھ کافی نرم پڑ گئی تھیں۔

"ماما آپ عائلہ کے بارے میں سوچیں تو سہی اچھی لڑکی ہے میں تو چار سالوں سے جانتی ہوں اسے وہ کبھی بھی روایتی نند ثابت نہیں ہوئی۔" وہ ماں کی نرمی پا کر منانے والے انداز میں بولی تھی۔

"تیمور کی فیملی میں کوئی پرابلم نہیں ہے کچھ سوچ کر ہی تمھاری شادی کی ہے اور جہاں تک عائلہ کی بات ہے وہ اچھی لڑکی ہے اس بات سے انکار نہیں کروں گی بس اس وٹے سٹے کو میں مناسب نہیں سمجھتی اس لئے انکار کر دیا ہے۔تم میرا انکار پہنچا دو باقی میں خود سنبھال لوں گی کہ یاد رکھنا میں نے تمھیں بڑوں کی عزت کرنے اور سسرال میں اچھے اطوار کے ساتھ اپنا نام بنانے کی تربیت دی ہے۔ مگر میں یہ کبھی نہیں چاہتی کہ تم کسی ڈر میں آ کر حق بات کہنے سے ڈرو۔" وہ بیٹی کی لجاجت کا لب لباب سمجھ کر یوں بول رہی تھیں کہ وہ قدرے خفیف ہو گئی تھی۔عائشہ مزاجاََ ایک سنجیدہ، کم گو لڑکی تھی وہ اپنے سسرال میں ہر لحاظ سے ایڈجسٹ ہو گئی تھی۔ گزرے چار سالوں میں کوئی پرابلم آئی بھی تھی تو وہ مسئلے کو میکے تک نہیں لائی تھی اور نہ ہی کبھی اس نے میکے کی بات سسرال میں اور نہ ہی سسرال کی بات میکے میں کی تھی کہ شادی کے شروع کے دنوں میں ہی معصومہ سہروردی نے اسے اپنے مسائل از خود نمٹنے کی ہدایت کر دی تھی اور وہ خود بھی کچھ اس فطرت کی نہ تھی اور کچھ ماں کی سخت تربیت کا بھی ہاتھ تھا اسی لیئے وہ ماں کو ہر چھوٹی، بڑی بات پر پریشان نہیں کرتی تھی۔

"ماما ایسا کچھ نہیں ہے میں تو بس یہی سوچ رہی تھی کہ ہماری طرف سے انکار کو اگر میری ساس اور تیمور نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تو۔۔۔" وہ ماں سے اپنی الجھن کہہ گئی تھی۔

"ایسا نہیں ہو گا اور اللہ نہ کرے ایسا ہوا بھی تو میں دیکھ لوں گی تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" ماں

صوفے پر آ بیٹھا تھا اور بہن کی خیریت دریافت کی تھی۔

"تمھیں تو کبھی اپنی آپی کی یاد بھول کر بھی نہیں آتی۔۔۔" عائشہ نے فوراً ہی بھائی سے شکوہ کیا تھا کہ اسے چھوٹا بھائی بہت عزیز تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے آپی۔۔۔" وہ اپنے تین سالہ بھتیجے کو اپنی طرف ہمکتے دیکھ فوراً اس کو ماں کی گود سے لیتا ہوا بولا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے تو خود ایمانداری سے سوچ کر بتاؤ کہ تم میرے گھر آخری دفعہ کب آئے تھے۔۔" وہ بھائی کو آڑے ہاتھوں لے رہی تھی۔

"آخری بار تو دانی کی دوسری سالگرہ پر آیا تھا۔" وہ بھانجے کو گدگداتے ہوئے غیر توجہی سے بولا تھا۔

"میرا دانی، ماشااللہ سے اگلے ماہ تین سال کا ہونے والا ہے۔ تم پورے سال بھر پہلے میرے گھر آئے تھے۔" وہ خفا ہوئی تھی اور وہ بہن کے روٹھے انداز کو دیکھنے لگا تھا۔

"آپی، آپ تو جانتی ہیں میں کتنا مصروف ہوتا ہوں۔ آفس سے جان چھوٹے تو کہیں آؤں جاؤں دوستوں کی طرف جانے کا بھی مجھے ٹائم نہیں ملتا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا اور عائشہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی کہ وہ کہہ بھی تو ٹھیک رہا تھا کہ وقت سے پہلے اس پر کتنی ذمہ داریاں آگئی تھیں۔

"آپ بے فکر رہیں میں دانی کی برتھ ڈے پارٹی میں آرہا ہوں۔" وہ بہن کی خاموشی کو اس کی ناراضگی سمجھتا دھیمے سے بولا تھا اور وہ بھائی کے اتنے سے اظہار پر بھی کھل اٹھی تھی۔

"ویسے بھی بنا کسی بہانے کے چکر لگا لیا کرو۔" وہ بھائی کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"جی، آپی کوشش کروں گا۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور اس کے شوہر وغیرہ کی خیریت دریافت کرنے لگا تھا کہ چاہے وہ مصروفیت کی وجہ سے بہن کے گھر نہیں جاتا تھا لیکن فون کے ذریعے اس سے ساتھ رابطے میں ضرور رہتا تھا اور وہ جب میکے میں رہنے آتی تھی تو اس کو وقت دینے کی بھی کوشش کرتا تھا۔

"شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے کب تک کرنے کا ارادہ ہے۔۔۔" وہ اس کی باتوں کا جواب دیتی ایک نیا سوال داغ گئی تھی۔

"بہت جلد۔۔۔" وہ مسکرایا تھا اور اس کا جواب سن کر وہ ماں بیٹی خوشگوار حیرت سے اس کو دیکھنے لگی تھیں۔

"آر یو سیریئس۔۔۔" عائشہ کے لہجے میں اشتیاق تھا اور وہ ہنس دیا تھا۔

"مذاق ہو تو۔۔۔" اس نے بھانجے کو ہوا میں اچھالتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

"ڈونٹ بی جوک ابرج۔۔۔ پلیز بی سیریئس۔۔۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی اور اس نے بہن کی طرف دیکھتے ہوئے ماں کی طرف منہ موڑا تھا جو اس کی ہی طرف متوجہ تھیں۔

"ایک لڑکی اچھی تو لگی ہے بات کچھ آگے بڑھے تو آپ لوگوں سے ذکر کروں گا۔" وہ ان دونوں کے ارمانوں پر گویا پانی پھیر گیا تھا کہ وہ ابرج کی پسند کی لڑکی سے شادی کرنے میں اعتراض تو نہیں رکھتی تھیں مگر خواہش یہی تھی کہ لڑکی ان کی پسند کی ہو۔

"لڑکی کا کچھ تعارف تو کرواؤ۔۔۔" عائشہ نے دلچسپی ظاہر کی تھی جبکہ معصومہ سہروردی تو یوں بیٹھی تھیں کہ وہاں موجود ہی نہ ہوں۔

"ابھی تعارف کروانے کو کچھ خاص تو نہیں ہے بس اتنا ہے کہ پہلی دفعہ کوئی لڑکی اچھی لگی ہے اور یہ اچھا لگنے کا عمل شدت اختیار کر گیا تو آپ لوگوں کو بتادوں گا۔" اس نے اپنے مخصوص لاپرواہ انداز میں گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی ابرج، تمھاری تو ہر منطق ہی نرالی ہوتی ہے۔" عائشہ بھائی پر خفا ہوئی تھی اور وہ ہنستے ہوئے بھانجے کو ماں کی طرف بڑھا گیا تھا۔

"آپ لوگ فکر نہ کریں لڑکی چاہے کتنی ہی پسند کیوں نہ ہو۔۔۔ میں آپ لوگوں کی پسند کو ہی اولیت دوں گا۔" اس نے ماں کی غیر معمولی خاموشی محسوس کرتے ہوئے ماں کی طرف دیکھ کر کہا تھا اور وہ بیٹے کو بہت چونک کر دیکھنے لگی تھیں۔

"لڑکی ابھی صرف اچھی لگی ہے شادی کا ارادہ کروں گا تو آپ لوگوں سے لڑکی کو ملوادوں گا اور آپ کو ماما اگر میری پسند سے اعتراض ہو گا تو یقین رکھیں میں آپ کی پسند کا احترام کروں گا کہ کوئی بھی۔۔۔ کبھی بھی میرے لئے آپ سے بڑھ کر اہم نہیں ہو سکتا۔" ابرج سہروردی کو ماں سے والہانہ عشق تھا اور اس نے کبھی ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا جو اس کی ماں کو پسند نہ ہو تا کہ وہ تو بڑی سہولت سے غیر معمولی انداز میں خود کو ماں کی پسند میں ڈھال لیتا تھا کہ اس نے اپنے لئے ڈاکٹری کا شعبہ منتخب کیا تھا مگر اس کی ماں اسے ایک کامیاب بزنس مین کے روپ میں دیکھنا چاہتی تھی اس لئے وہ خوشی سے یہ فیلڈ منتخب کر گیا تھا اور آج اس نے اس لڑکی کی بات کی تھی جس کے لئے وہ پسند سے آگے کے مرحلے میں داخل ہو چکا تھا۔ اسے درِ مکنوں صرف پسند ہی نہیں تھی بلکہ وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا مگر ماں کی غیر معمولی سنجیدگی میں چھپی ناراضگی کا احساس ایسا تھا کہ وہ اپنی ماں کی ناراضگی دور کرنے کے لئے اپنی پسند سے بھی دستبرداری قبول کرنے کو تیار تھا اور وہ جو ہمیشہ سے اپنے بیٹے کی فرمانبرداری کی عادی رہی تھیں ان کے لبوں پہ پر فخریہ مسکراہٹ آن ٹھہری تھی۔ انھوں نے بیٹے

کے بے ریا چاہت لٹاتے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ جیسے کہہ رہی ہوں کہ اس بار تم میرے لئے اپنی پسند سے دستبردار نہیں ہو گے بلکہ اس بار میں اپنی پسند سے دستبرداری قبول کروں گی کہ میں اپنے بیٹے کی زندگی میں کوئی خلا نہیں آنے دوں گی اور وہ ماں کی کچھ کہتی آنکھوں کی زبان کچھ سمجھا تھا اور کچھ سمجھ کر بھی نہیں سمجھا تھا اور ماں کو مسکرا کر دیکھتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا اور معصومہ سہروردی نے ایک پر سکون سانس خارج کی تھی اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتیں مسکرا دی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ماما! جو کم صورت ہوتے ہیں۔۔۔ جو بالکل بھی خوبصورت نہیں ہوتے کیا ان کو بھی کوئی پسند کر سکتا ہے۔" عابیہ ،ماں کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی اور وہ اسے اسلام آباد جانے کی تمام تر تفصیل سے آگاہ کر رہی تھیں کہ ان کی اکلوتی بہن نسیمہ حیات اسلام آباد میں مقیم تھیں جن کی دو اولادیں تھیں ایک بیٹا صفدر حیات اور بیٹے سے چھوٹی بیٹی لائبہ حیات اور ان کے بھانجے کی پندرہ دن بعد شادی تھی جس کی وہ تیاری کر چکی تھیں اور جانتی تو عابیہ بھی تھی کہ اس نے نہ صرف ماں کے ساتھ مل کر تیاری کی تھی واٹس ایپ اور اسکائپ کے ذریعے لائبہ کے ساتھ رابطے میں بھی رہی تھی کہ لائبہ اس کی ہم عمر تھی اور اس سے عابیہ کی کافی اچھی دوستی بھی تھی۔ وہ اسلام آباد جانے کی پلاننگ کرتیں بیٹی کو کالج سے آف لینے کا کہہ گئی تھیں اور اس کے مثبت جواب پر مطمئن سی مسکرائی تھیں اور نرمی سے اس کے سیاہ گھنیرے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی تھیں کہ یکدم بیٹی کی بات پر چونک کر اس کے سانولے چہرے کو دیکھنے لگی تھیں جس پر کئی الجھنیں رقم تھیں۔

"کیا ہوا ہے عابی۔۔۔" وہ متفکر سی پوچھ گئی تھیں اور نہ جانے کیوں اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور ماں سے آنسو چھپانے کو رخ موڑ گئی تھی جبکہ زبیدہ تو ماں تھیں بیٹی کے لہجے کی نمی محسوس کر گئی تھیں تو اس کی آنکھوں کے آنسو ان سے کیسے پوشیدہ رہ سکتے تھے۔ وہ بے چین ہو گئی تھیں۔

"کچھ بھی تو نہیں ماما" وہ بیٹی کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے آزردگی کی وجہ پوچھ رہی تھیں اور اس نے مسکراتے ہوئے بات کو ٹالنے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی بات تو ضرور ہے عابی۔۔۔ بتاؤ ماما کو۔" وہ بیٹی کے چہرے کو دیکھتے ہوئے استفسار کر رہی تھیں۔

"ماما بس پتہ نہیں کیوں خیال سا آ گیا تھا کہ کیا مجھے کوئی پسند کر سکتا ہے۔" زبیدہ نعمانی دھک سے رہ گئی تھیں اور نہایت بے یقینی سے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔

"یہ کیسا فضول خیال ہے عابی۔" وہ ناگواری سے بولی تھیں اور وہ لب کچلنے لگی تھی۔

"

وروپ عطا کر کے خوبصورت بنا دے اور جسے چاہے رنگ وروپ تو دے مگر خوبصورتی کو ظاہر نہ کرے۔ اس لئیے ہم کسی کو بدصورت تو نہیں کہہ سکتے۔۔۔ کیونکہ گورا رنگ نہ ہی خوبصورتی کی وجہ ہے نہ ہی علامت۔۔۔" وہ بیٹی کی ذہنی حالت سے انجان اس کے چند لفظوں سے ہی مضطرب ہو تیں اسے سمجھا رہی تھیں۔

"اور ہم نے تمھاری ایسی تربیت تو نہیں کی عابی کہ تم ظاہری حسن کو اہمیت دو۔ خوبصورتی اور بدصورتی میں الجھ کر اپنے ذہن کو پراگندہ کرو۔" وہ نرمی سے سمجھاتیں سختی سے جواب طلبی کر رہی تھیں۔

"ماما ذہن کو پراگندہ کرنے والی کوئی بات نہیں ہے کہ خوبصورتی کی اہمیت کو نظر انداز بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔" وہ نظر چرا کر آزردگی سے بولی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے عابی آج کیسی باتیں کر رہی ہو۔" وہ بہت زیادہ پریشان ہو چکی تھیں۔

"ماما میں آپ کی طرح خوبصورت کیوں نہیں ہوں؟" وہ ماں کی پریشانی کو لحہ بہ لحہ بڑھا رہی تھی اس کی نظر ماں کے حسین چہرے پر جمی تھی۔ زبیدہ نعمانی گوری رنگت اور تیکھے نین نقوش کی ایک دراز قد خاتون تھیں۔ حیدر نعمانی بھی خوش شکل تھے اور ان کے دونوں بیٹے بھی ان پر ہی پڑے تھے گوری رنگت کے خوبرو لڑکے تھے ایک عابیہ ہی تھی جس کی رنگت سانولی تھی۔ نین نقش کافی متاثر کن تھے خاص طور پر اس کی سیاہ آنکھیں جو اداس ہو کر حسین تر ہو جاتی تھیں مگر پہلا تاثر بہت عام سا تھا کہ وہ عام سی رنگت کی، عام سی لڑکی تھی جبکہ ان کی فیملی میں سب گوری رنگت کے تھے صرف ایک عابیہ ہی سانولی رنگت کی تھی مگر بچپن سے ہی اسے ایسا ماحول دیا گیا تھا کہ اسے کبھی بھی اپنی سانولی رنگت پر اعتراض اور احساسِ کمتری نہیں ہوا تھا اور زبیدہ نعمانی سوچ رہی تھیں کہ اچانک ایسا کیا ہوا کہ ان کی بیٹی گوری رنگت کی متمنی ہو گئی تھی۔

"صرف گورا رنگ ہی خوبصورتی کی وجہ اور علامت نہیں ہوتا عابی۔۔۔ تم کیوں فضول سوچیں پال کر بیٹھ گئی ہو۔" وہ پریشانی چھپائے خفا ہوئی تھیں اور وہ لب چبانے لگی تھی۔

"تم سے کسی نے کچھ کہا ہے، کسی رشتے دار نے یا یونیورسٹی میں۔" وہ بیٹی کا ہاتھ تھام کر پوچھ رہی تھیں اور اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔ اسے ماں کا چہرہ دیکھ کر یکدم اپنی جذباتیت پر افسوس ہوا تھا۔

"ماما سچ میں کسی نے کچھ نہیں کہا ہے۔۔ ویسے ہی میرے ذہن میں آیا کہ آپ، پاپا اور بھائی سب کا رنگ اتنا صاف ہے میرا کیوں نہیں ہے میں آپ پر اور پاپا پر کیوں نہیں گئی۔" وہ ماں کو مطمئن کرنے کے چکر میں ان کی پریشانی میں اضافہ کر گئی تھی۔

"واٹ ربش! عابی، تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔" وہ بیٹی کو ڈپٹ گئی تھیں اور وہ آگے

اسے کچھ نہیں بولی تھی کہ وہ نہ جانے کس رو میں ماں سے کہہ تو گئی تھی مگر اب پچھتا رہی تھی کیوں کہ جس الجھن سے وہ آج کل گزر رہی تھی وہ کم از کم ماں سے تو نہیں کہہ سکتی تھی خود ہی جلتی کڑھتی رہتی تھی کہ کبھی مثبت سوچتی، تو کبھی منفی سوچیں اس پر حملہ کر دیتی تھیں اور مثبت سوچوں کی نسبت ، منفی سوچوں کا غلبہ تھا اس لئے وہ الجھن میں الجھی ماں کو پریشان کر گئی تھی اور اب افسوس ہو رہا تھا۔

"ہمیشہ میری ایک بات یاد رکھنا لڑکیوں کی خوبصورتی بے شک معنی رکھتی ہے لیکن جو چیز زیادہ معنی رکھتی ہے وہ ہے لڑکی کا کردار اور حسنِ سیرت اس لئے تم صورت کے حسن میں نہ پڑو کہ شکل اللہ نے اپنی حکمت سے بنائی ہے۔ تم اپنی شکل، رنگ اور روپ بدلنے پر قادر نہیں ہو۔ تمھارے اختیار میں تمھاری سیرت اور کردار ہے۔ تم اسے خوبصورت بناؤ اور یقین رکھو اگر تمھارا کردار اور سیرت حسین ہے تو تم دنیا کی سب سے حسین لڑکی ہو اور اگر تم بہت حسین ہو لیکن سیرت اور کردار حسین نہیں ہے تو تم دنیا کی سب سے بد صورت لڑکی ہو۔۔۔ اب فیصلہ تمھارے ہاتھ میں ہے کہ تم نے صورت سے حسین بننا ہے یا کردار اور سیرت سے خود کو حسین ثابت کرنا ہے کہ ظاہری حسن کتنا ہی مکمل کیوں نہ ہو ایک دن ڈھل ہی جاتا ہے اور باطنی حسن مکمل نہ بھی ہو تو عروج کی طرف سفر کرتا ہی رہتا ہے اور انسان کی اصل کامیابی اور خوبصورتی یہی ہے کہ حسنِ کردار اور حسنِ سیرت کو زوال نہ آئے۔" زبیدہ نعمانی نے بیٹی کی سوچ کو بھٹکتا پا کر نہ صرف اس کی بھرپور انداز میں اصلاح کی تھی بلکہ اسے صحیح اور غلط کا فرق بھی سمجھایا تھا۔ وہ یکدم شرمندگی محسوس کرنے لگی تھی کہ جب سے سید ابان بخاری نے اسے پرپوز کیا تھا وہ منفی سوچوں کہ زیرِ اثر آگئی تھی کہ سید ابان بخاری کی ظاہری شخصیت اس قدر کامل تھی کہ وہ خود کو اس کے قابل نہیں پاتی تھی اسے لگتا تھا جیسے سید ابان بخاری مزاق کر رہا ہو کہ وہ خود جتنا خوبرو، مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا۔ وہ اس جیسی عام سی لڑکی کو پسند کر ہی نہیں سکتا۔ وہ منفی سوچوں کے گرداب میں کچھ یوں الجھی تھی کہ وہ سید ابان بخاری کی محبت محسوس ہی نہیں کر پائی تھی گر محسوس کر لیتی تو اس کے ذہن میں یہ خیال کبھی نہیں آتا کہ کوئی عام سی شکل اور صورت والی لڑکی کو بھی کوئی پسند کر سکتا ہے کیونکہ بات پسند سے آگے کی تھی بات محبت کی تھی اور محبت کب رنگ ، روپ ، ذات ، پات کو دیکھتی ہے اور سید ابان بخاری خود چاہے کتنا ہی خوبرو مردانہ وجاہت کا منہ بولتا ثبوت تھا اس کے دل کا دیا ایک عام سی شکل وصورت کی حامل عابیہ نعمانی کو دیکھ کر جل اٹھا تھا اور محبت کا دیا جب جل اٹھتا ہے تو اس میں ہر برائی جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور جلتے دیئے میں اگر کچھ روشن ہوتا ہے تو وہ ہے محبوب کا چہرہ اور محبوب کے چہرے سے حسین کوئی چہرہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ سید ابان بخاری کے لئے دنیا کا سب سے حسین چہرہ عابیہ نعمانی کا تھا اور یہ بات عابیہ نعمانی کی سمجھ سے بالاتر تھی کہ وہ ابھی محبت کو ہی محسوس نہیں کر پائی تھی محبت کی فلاسفی کو کیا سمجھتی۔۔۔!!!

وہ ماں کے سامنے شرمندہ سی بیٹھی تھی وہ بیٹی کو سمجھا رہی تھیں اور وہ محض سر ہلاتی کچھ سمجھتی، کچھ نہ سمجھتی انہیں پریشان چھوڑ کر اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"بھیا، آپ کہاں رہ گئے ہیں۔۔۔ میں اور ماما جان کب سے آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔" سید ابان بخاری بہن کے لہجے میں جھنجلاہٹ محسوس کرتا زیرِ لب مسکرا دیا تھا۔

"راستے میں ہوں چندا۔۔بس پندرہ منٹ میں گھر پہنچ جاؤں گا۔۔یو ڈونٹ وری۔۔" وہ مہارت سے ڈرائیونگ کرتا دھیمے مگر پُر شفقت لہجے میں بولا تھا۔

"پلیز جلدی آ جایئے۔" وہ نرمی سے بولی تھی اور وہ بہن کی عجلت کی وجہ سے واقف اپنی مسکراہٹ کو گہری ہونے سے روک نہیں پایا تھا۔

"اوکے مادام۔۔۔اور کوئی حکم!" شرارت سے بولا تھا اور درِ مکنون مسکرا کر نرمی سے جلدی آ جانے کا کہتی رابطہ منقطع کر گئی تھی۔ سید ابان بخاری کی آج سالگرہ تھی اس لئے وہ آج صبح سے ہی بھائی کا دماغ کھا رہی تھی کہ اسے آفس سے جلدی آنا ہے اس نے بھائی سے کہا کچھ نہیں تھا اسے وِش بھی نہیں کیا تھا کہ وہ دونوں ماں بیٹی ہمیشہ سے ہی اس کے لئے سرپرائز ارینج کرتی تھیں جو اس کے آفس سے واپسی پر ڈسکلوز ہوتا تھا اس لئے وہ اسے آج جلدی گھر آنے کا کہہ رہی تھی اور وہ معمول سے کوئی گھنٹہ پہلے کام وائنڈ اپ کر کے گھر کے لئے نکلنے کو تھا کہ امریکا سے آیا ایک ڈیلیگیشن جو آج واپس جا رہا تھا عین وقت پر کچھ اہم پوائنٹس ڈسکس کرنے آ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ معمول سے ایک گھنٹہ لیٹ ہو گیا تھا جس کا اسے افسوس تھا اس لئے وہ میٹنگ سے فارغ ہو کر فوراً گھر کے لئے نکلا تھا اور راستے میں تھا کہ بہن کی کال آنے لگی تھی اور وہ بہن کی محبت پر فخر سے مسکرا دیا تھا۔ گاڑی برق رفتاری سے چلتی یکدم رکی کیا تھی کہ اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی اور وہ اس افتاد پر جھنجھلا کر رہ گیا تھا کہ پنکچر ہو جانے والے ٹائر کو چینج کرے یا آٹو سے گھر چلا جائے کہ وہ جانتا تھا کہ گھر والے آج کتنی شدت سے اس کے منتظر ہیں۔ وہ سوچ بچار میں تھا کہ وائٹ کرولا رکی تھی اور اس میں سے ایک حسینہ ہائی ہیل کی ٹھک ٹھک کرتی اس کے سامنے آن رکی تھی اس نے آواز پر سر اٹھایا تھا اور عبرد شاہ کو اپنے سامنے دیکھ سخت بدمزہ ہوا تھا۔ کوفت اور جھنجلاہٹ، غصّے کے قالب میں ڈھلنے لگی تھی جبکہ عبرود شاہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے لفٹ آفر کر گئی تھی جسے وہ لمحہ کے ہزارویں حصے میں رد کر گیا تھا۔

"کہتے ہیں خوبصورت لڑکیوں کی آفر کو بد ذوق مرد ہی رد کر سکتے ہیں اور میں کم از کم آپ کو بد ذوق نہیں سمجھتی۔" وہ ہوا سے اڑتے بالوں کو ایک ادا سے سائیڈ پہ کرتی معنی خیزی سے قدرے دلکش لب و لہجے میں بولی تھی وہ بے

اختیار اسے دیکھنے لگا تھا۔نیلی جینز اور سرخ ٹاپ میں وہ دوپٹہ کے نام پر چھوٹا سا اسکارف گلے میں اٹکائے اپنے حسین سراپے کے ساتھ اس کے سامنے تھی اس کے توبہ شکن حسن پر اس کی نگاہ ٹھہر، ٹھہر گئی تھی اور وہ اس کی نگاہ خود پر محسوس کرتی فخر سے مسکرادی تھی اور ایک ادا سے بولی تھی۔

"آجاؤ یار، میں تمھیں باحفاظت تمھارے گھر ڈراپ کر دوں گی۔۔۔تم تو بالکل لڑکیوں کی طرح شرماتے ہو۔"وہ سید ابان بخاری کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تھی جبکہ اس نے نہ صرف نگاہ کا زاویہ بدلا تھا بلکہ اس کی بات پر لب بھی بھینچ گیا تھا۔

"آج کل لڑکیوں کو نہیں ضرورت شرمانے کی۔۔۔خیر میں تو پھر بھی مرد ہوں حیا رکھتا ہوں باوجود اس کے کم از کم نہ مجھے شرمانے کی ضرورت ہے نہ میں ایسا کر رہا ہوں البتہ تم ایسا کرتیں تو مجھے لگتا کہ میں واقعی کسی لڑکی سے مخاطب ہوں۔"وہ خود کو کمپوز کرتا اس پر واضح کر گیا تھا کہ وہ آسان ہدف ہرگز نہیں ہے۔اس کے صاف جتانے پر عبرود شاہ نے لب بھینچ لئے تھے۔

"بہتر یہ نہیں ہوگا کہ ہم باقی کی بحث گاڑی میں کرلیں۔"اس نے لمحے میں خود کو چکنا گھڑا ثابت کیا تھا اور وہ ایک گہری سانس کھینچتا وقت پر گدھے کو باپ بنانے کی روایت کو سوچتا نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آفر قبول کر گیا تھا اور وہ تو جیسے ہواؤں میں اڑنے لگی تھی۔اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے اس بے نیاز سے خوبرو وجاہت کے اعلٰی شاہکار کو دیکھا تھا۔

"تم کتنی ہی بے نیازی کے مظاہرے کرلو ابان میں ایک دن تمھیں پاکر رہوں گی۔۔تمھارا یہ غرورِ بے نیازی میں نے چکنا چور نہ کیا تو میرا بھی نام عبرود شاہ نہیں!"اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے بے نیاز نظر آتے سید ابان بخاری کو دیکھتے ہوئے دل میں مصمم ارادے باندھے تھے اور اس کی طرف متوجہ ہوگئی تھی اور اس سے بات کر رہی تھی اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی نہ صرف اسے سننے پر مجبور تھا اسے جواب بھی دے رہا تھا اسے کبھی بھی عبرود شاہ جیسی کھلی کتاب کی مانند لڑکیاں پسند نہیں رہی تھیں اسے تو بند کتاب کی مانند لڑکیاں پسند تھیں جب تک خود نہ کھولو کھلتی ہی نہیں اور جب کھولو ایک نیا رنگ، ایک نیا پہلو سامنے، کھولتے جاؤ آشنائی حاصل کرتے جاؤ اور پھر بھی ہر بار یہ محسوس ہو کہ شناسائی ہی نہیں۔۔۔کچھ جانا ہی نہیں، کچھ سمجھے ہی نہیں، کوئی رنگ عیاں ہی نہیں ہوا۔

وہ اس کی باتوں سے بے زاری محسوس کرتا نہ جانے کیوں عابیہ نعمانی کو سوچنے لگا تھا کہ اس کے سامنے ہر طرح سے مکمل نہایت حسین لڑکی موجود تھی مگر اس کے ذہن اور دل پر ایک عام سی لڑکی دستک دے رہی تھی کہ سامنے موجود لڑکی حسن میں یکتا تھی اور وہ اس کی موجودگی میں بھی ایک لڑکی کو ہی سوچ رہا تھا جو بے حد عام تھی جس پر ایک نگاہ پڑے تو دوسری اٹھے ہی نہ مگر وہ عام سی لڑکی اصل حسن کے زیور سے آراستہ تھی اس کی آنکھوں میں وہ منظر اتر آیا تھا کہ جب

اس نے عابیہ سے حالِ دل کہا تھا اس جیسی خود اعتماد لڑکی کی بولتی ہی بند ہو گئی تھی پلکیں یوں حیا سے عارضوں کو سجدہ کرنے لگی تھیں کہ اس کا دل نمازی ہونے لگا تھا۔دل کی دہلیز پر کتنے ہی محبت کے دیئے روشن ہو گئے تھے اور آج عبرود شاہ سے ملاقات اور اس کے بے باک جملوں کے بعد اس کے دل نے تہیہ کیا تھا کہ اس کی جیون ساتھی عابیہ نعمانی ہی بنے گی کہ سید ابان بخاری کو ظاہری حسن کی حاجت اگر کبھی رہی بھی تھی تو وہ بھی آج دم توڑ گئی تھی اور اسے باطنی حسن کی کشش اسے عابیہ کی طرف مزید کھینچ رہی تھی۔ظاہری حسن تو نظر کو خیرہ کرتا ہے جبکہ باطنی حسن تو روح کو منور کرتا ہے اور وہ اپنی نظر کو نہیں اپنی روح کو منور کرنا چاہتا تھا۔اس نے عبرود شاہ کے بڑھے ہوئے نرم اور ملائم ہاتھ کو ایک نظر دیکھا اور مسکرا کر مصافحہ کرتا بخاری ولاز میں اس فیصلے کے ساتھ داخل ہوا تھا کہ وہ اب جلد ہی پھر عابیہ سے بات کرے گا اس کے دل کو ٹٹولے گا اور اس سے اس کی مرضی پوچھے گا اور اس کو جلد سے جلد راضی کر کے اس کے گھر اپنا پرپوزل لے کر اپنی ماماجان کو بھیجے گا اور وہ اپنے فیصلے سے بے حد مطمئن تھا اس کے لب مسکرا دیئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

"یار سوری کر تو رہا ہوں۔۔۔اور کیا کروں میں جان دے دوں اپنی۔۔۔"ایلیفیہ آفس نہ جانے کہ فیصلے پر قائم تھی اور وہ اس کو منانے کے لئے کوشاں تھا کہ وہ کم از کم ایلیفیہ کو ناراض نہیں چھوڑ سکتا تھا مگر وہ اس کے سمجھانے یہاں تک کے سوری کرنے کے باوجود بھی اپنے فیصلے سے ایک انچ نہیں ہٹی تھی۔

"میں نے کہا کہ تم سوری کرو۔۔۔"وہ مزے سے اپنے سلیقے سے سیٹ کئے لانبے ناخنوں پر کیوٹکس لگاتے ہوئے بولی تھی کہ اسے میک اپ سے ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی اور اسے کسی آرائش کی ضرورت بھی نہیں تھی وہ میک اپ کے نام پر اگر شوق سے کچھ کرتی تھی تو وہ اپنے خوبصورت ہاتھوں کی لانبی انگلیوں کے بڑھے ہوئے ناخنوں پر کیوٹکس لگانے کا کام تھا جبکہ اسے اپنی ماما سے ڈانٹ بھی پڑتی تھی کہ کیوٹکس کی وجہ سے اکثر اس کی نماز چھوٹ جاتی تھی اور یہ بات آسیہ آغا کو سخت ناپسند تھی اس لئے وہ کڑی نگرانی رکھتی تھیں کہ وہ اپنے شوق کی وجہ سے ایک فرض عبادت سے غافل نہ ہو اور اسے بھی کیوٹکس لگانے کا اس قدر شوق تھا کہ جس وقت ابرج سہروردی آیا وہ مغرب کی نماز سے فارغ ہوئی تھی اور مصلہ رکھنے کے بعد اسے کیوٹکس اٹھاتے دیکھ وہ بھی چڑ گیا تھا اور ان دونوں کی ٹھیک ٹھاک بحث بھی ہوئی تھی۔مگر وہ جسے لاپرواہی سے ٹال گئی تھی اور وہ قدرے چڑ کر حیرانگی سے اسے کیوٹکس لگاتے ہوئے دیکھ رہا تھا کہ مغرب کی نماز کہ بعد وہ پھر کیوٹکس لگا رہی تھی اور کچھ گھنٹوں بعد اسے عشاء بھی پڑھنی تھی اس کی نظر اس کے بائیں ہاتھ پر بھٹک رہی تھی نظر میں توصیف اتر آئی تھی کہ اس نے نگاہ کا زاویہ بدل کر اس کو آنے کا مقصد بتایا تھا مگر اس کے "میں نہ مانوں" کے تاثرات دیکھ وہ چڑ گیا تھا۔

"آخری بار پوچھ رہا ہوں تم نے کل آفس جوائن کرنا ہے یا نہیں۔۔۔؟" اس نے ذرا کی ذرا اپنی لانبی، گھنیری پلکیں اٹھا کر ذرا فاصلے پر کاؤچ پر بیٹھے ابرج سہروردی کو دیکھا تھا۔

"نہیں۔۔۔اور بے فکر رہو میں ناراض نہیں ہوں۔" وہ صاف انکار کرتی دھیمے سے اسے مطمئن کرتی کیو ٹکس لگا چکنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو منہ کے قدرے قریب کرتے ہوئے پھونکیں مارنے لگی تھی مقصد کیو ٹکس سکھانا تھا جبکہ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور کمرے سے جاتا کہ اس نے پیچھے سے ہانک لگائی تھی۔

"فضول میں اپنی انرجی ویسٹ نہ کرو کہ کہہ رہی ہوں ناں کہ ناراض نہیں ہوں۔۔۔ تو نہیں ہوں۔۔" وہ پلٹ کر اس کے قدرے مطمئن حسین چہرے کو دیکھنے لگا تھا۔

"ناراض نہیں ہو تو نخرے کیوں دکھا رہی ہو۔" انداز سے غصے کا واضح اظہار ہوا تھا۔

"میرے آفس جوائن کرنے سے ماما، پاپا اور تم بھی خوش نہیں ہو۔۔۔اس لئیے میں نے آفس آنے کی ضد چھوڑ دی ہے۔۔۔" وہ دھیمے سے بولی تھی۔

"یہ بات دو ماہ بعد پتہ لگی ہے کہ ہم سب تمھارے آفس آنے سے ناخوش ہیں۔" وہ اس کی بات کے درمیان میں تلخی سے بول پڑا تھا۔

"اندازہ تھا مگر میں نے جان کر نظر انداز کیا لیکن اس شام جو کچھ بھی ہوا وہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔۔۔اس لئے میں نے آفس نہ آنے کا فیصلہ لیا ہے۔" وہ جو لحہ بہ لحہ اشتعال محسوس کر رہا تھا اس کا اظہار بھی کر رہا تھا اور وہ اتنے ہی دھیمے لہجے میں پر سکون سی بول رہی تھی۔

"تم ارمش کی وجہ سے آفس نہیں آنا چاہ رہیں تو میں اسے جاب سے فارغ کر دیتا ہوں۔" اس نے ترنت آفر کی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تم ایسا ہی کوئی فیصلہ لو گے اس لئے میں نے پہلے ہی راہ بدل لی کہ میں نہیں چاہتی ابر کہ میری وجہ سے کسی کے ساتھ زیادتی ہو۔" وہ اب آفس نہ آنے کی وجہ اس کے گوش گزار کر رہی تھی۔

"تم کیوں راہ بدل رہی ہو میں سمجھ نہیں پا رہا۔" وہ نا سمجھ میں آنے والے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"ارمش نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا ہے اور میں اس کی محبت کا خیر مقدم نہیں کر سکتی کہ میں ابان سے محبت کرنے لگی ہوں۔" وہ دھیمے دھیمے بول رہی تھی اور وہ پل پل حیران ہو رہا تھا کہ وہ ایلیفیہ کی باتوں کو فی الحال سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ اس کی حیرانگی کو محسوس کرتی یکدم ہی مسکرا دی تھی۔

"

کہ میں نہیں چاہتی کہ میں اس کے سامنے رہوں اور وہ اپنی محبت کو بڑھتا محسوس کرے جبکہ میں اپنے تمام تر جذبے ابان کے نام کر چکی ہوں۔" وہ اب کھل کر اپنا موقف اس کے سامنے رکھ گئی تھی۔

"تم ابان کے لئے اس حد تک سنجیدہ ہو چکی ہو جبکہ وہ ابھی تمہارے جذبوں سے واقف بھی نہیں ہے۔" وہ یکدم اس کا مؤقف سمجھ گیا تھا لیکن اس کی ابان کے لئے اتنی جذباتیت نہ جانے کیوں اسے کھل گئی تھی۔

"کب تک ناواقف رہیں گے کہ محبت تو خوشبو کا سفر ہے۔۔۔راستہ بھی نکال لیتی ہے منزل بھی تلاش لیتی ہے ۔۔۔" وہ زیرِلب مسکرادی تھی۔

"واٹ ربش یہ کیا فلسفہ بولنے لگی ہو تم یہ سب نری بکواس ہے اوکے۔۔۔؟" وہ اس کو ڈپٹتا کچھ باور کروانا چاہتا تھا کہ وہ ہنس دی تھی۔

"تم خود کسی کی محبت میں مبتلا ہو اور محبت کو فلسفہ کہہ رہے ہو۔۔۔" وہ اس کے قدرے ناراض تاثرات کا اظہار کرتے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"محبت محسوس کرنے لگا ہوں، اپنے ارد گرد محبت کو محسوس کرتا ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں کسی کے خیال میں ڈوب کر خود کو ہی فراموش کر دوں۔۔۔تو سوری ڈیئر۔۔۔یہ کبھی نہیں ہوگا۔۔میں ہر چیز کو اپنی ذات سے نیچے رکھتا ہوں۔۔۔" وہ اس کی بات کی صاف تردید کرتا اپنا موقف بیان کر رہا تھا۔

"ڈیئر محبت محسوس کرنے تو لگے ہو مگر جس دن محبت کو سچ میں محسوس کرنے لگو گے اس دن تمھاری ذات سب سے نیچے چلی جائے گی کہ محبت جب تک ذات نہ بھلا دے محبت کب ہوتی ہے۔۔" وہ اس کی خفگی کو محسوس کرنے کے باوجود بولی تھی۔

"سوری میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ کسی کے لئے اپنی ذات فراموش کر ڈالوں کہ میرے لئے میں، میری ذات سب سے اہم ہے اور میں محبت کے لئے خود کو نہیں بدلوں گا کہ میری ذات مقدم ہے اور رہے گی۔۔۔" وہ ایلیفیہ کی بات کو گویا ہوا میں اڑا گیا تھا۔

"محبت تجارت نہیں ہوتی کہ سوچ سمجھ کر کی جائے۔۔۔۔ نفع و نقصان دیکھا جائے کہ محبت ایک آفاقی جذبہ ہے جب دل کی دہلیز پر دستک دیتا ہے تو تمام تر حقیقتیں بدل جاتی ہیں۔ اپنی ذات کہیں کھو جاتی ہے اور محب کی ذات کا عکس دل کے دیا میں یوں روشن ہوتا کہ اپنی ذات کے آئینے میں محب کی ذات عیاں ہوتی جاتی ہے اور محبت کا آئینہ اگر آپ کو اپنی شبیہہ دکھائے تو سمجھ جائیے آپ ابھی محبت کہ "م" تک بھی نہیں پہنچے محبت تو دور کی بات ہے۔" وہ اپنے مخصوص دھیمے انداز میں بولی تھی اور وہ یکدم چپ کا چپ رہ گیا تھا۔ آگے سے کچھ نہیں بولا تھا۔ وہ دونوں بچپن کے دوست تھے دونوں

میں ہزار صلاحیتیں تھیں ایلیفیہ مانتی تھی کہ ابرج اس سے زیادہ ذہین ہے اور وہ مانتا تھا کہ ایلیفیہ سے باتوں میں جیتنا اتنا آسان نہیں کہ وہ قائل کرنے کے فن میں ملکہ رکھتی تھی اور وہ ہر بات یوں جواز کے ساتھ پیش کرتی تھی کہ وہ قائل نہ بھی ہو تو اس کے دلائل کے آگے چپ ضرور کر جاتا تھا۔

”کیا بات ہے تم نے تو دو ہی ہفتوں میں محبت پر پی ایچ ڈی کر لی ہے۔“اس نے خفت مٹانے کو اسے چھیڑا تھا اور وہ یکدم ہی جھینپ کر سرخ پڑ گئی تھی۔

”ڈیئر دل لگایا ہے۔ دل لگی نہیں کی۔۔۔ ذرا محبت کو سچ میں محسوس کر کے تو دیکھو اگر ہر جگہ محبوب کا چہرہ نہ نظر آئے تو میرا نام بدل دینا۔“وہ اسے مستقل چھیڑ رہا تھا اور وہ کافی دیر سے اس کے طنز محسوس کرنے کے بعد دھیمے لہجے میں بولی تھی اور یکدم اس نے ایلیفیہ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

”بس کر دو ایلفی۔۔۔ دماغ پکا دیا ہے تم نے میں کچھ حل نکالتا ہوں۔۔۔ کرتا ہوں کچھ ایسا کہ تم ابان سے مل سکو۔۔ تاکہ باقی اپنی محبت اور اس کی فلاسفی اسے سنا سکو۔۔۔ مجھ میں سچ میں تمھارا محبت نامہ سننے کی ہمت نہیں ہے۔“وہ باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑے چڑتے ہوئے انداز میں بولا تھا اور وہ اسے گھورتی لب چبانے لگی تھی، چہرہ الگ دہک اٹھا تھا۔ وہ اسے گھورتے ہوئے یکدم خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی تھی۔ مگر اس کے ہاتھ تو ایک موضوع لگ گیا تھا وہ اسے مسلسل تنگ کر رہا تھا، ابان کا نام لے کر چھیڑ رہا تھا اور اسے ابان کے ذکر پر ہی اپنی دھڑکنوں کو سنبھالنا دشوار کن لگ رہا تھا۔ وہ بھی سوچنے لگی تھی کہ کیسے کوئی راہ نکلے کہ وہ سید ابان بخاری سے مل سکے کہ جب اس سے ملے گی تب ہی اس پر حالِ دل عیاں کر پائے گی مگر وہ صرف یہ جانتی تھی کہ وہ ایسا خود سے کبھی نہیں کر پائے گی!!!!

☆☆☆☆☆☆☆

”ہیپی برتھ ڈے بھیّا۔۔۔!“اس کا موڈ عبرد شاہ کی وجہ سے نہایت حد تک خراب ہو چکا تھا مگر گھر میں جیسے ہی داخل ہوا اس کا استقبال برستے پھولوں اور ماں وبہن کی سچی مسکراہٹ سے سجے چہروں نے کیا تھا اس کا موڈ یکدم ہی بحال ہو گیا تھا۔ اس نے بہن کے سر پر ایک چپت لگائی تھی کہ وہ جانتا تھا کہ یہ سب ارینجمینٹ اسی نے کی ہو گی کہ اسے کوکنگ سے تو کوئی دلچسپی نہیں تھی اور وہ کچن میں قدم تک نہیں رکھتی تھی البتہ اس کو گھر کی سجاوٹ سے خصوصی دلچسپی تھی اس لئے وہ جب بھی اس کی برتھ ڈے پارٹی ارینج کرتی سجاوٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی پورے لاؤنج میں فرش پر سرخ گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ٹیبل کے ساتھ بکھرے غبارے، ٹیبل پر رکھا خوبصورت کیک اور نت نئے کھانوں کی ڈشز، تازہ پھولوں کی مہک نے کمرے کا ماحول بہت پرفسوں بنا دیا تھا۔ اس نے مسکرا کر بہن کی طرف دیکھا تھا جس نے تمام تر اہتمام بھائی کی پسند کے مطابق کیا تھا اور چہرے پر جوش لئے مسکرا کر بھائی کو وش کیا تھا اس نے اپنی چھوٹی بہن کو

دیکھا تھا جس کا حسین چہرہ چاہتوں کا مرکز بنا ہوا تھا اس نے بہن کو خود سے لگا کر شفقت سے اس کی اتنی محبتوں کا نہایت خلوص کیساتھ شکریہ ادا کیا تھا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اس کی آنکھیں جھلملانے لگی تھیں۔ وہ ہنس دیا تھا۔ اس کی ناک کھینچ کر کچھ بولے بنا ماں کے سامنے جھکا تھا اور ان سے دعائیں لیتا وہیں ماں کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا اور وہ بھی لپک کر بائیں طرف آ بیٹھی تھی۔ درِ شہوار اپنے بچوں کے مسکراتے مطمئن چہرے دیکھتیں رب کا شکر بجا لائی تھیں۔

"ماما جان، بھیا کو دیکھ رہی ہیں آپ کتنی دیر سے آئے ہوئے ہیں اور میں نے سب کچھ کتنی محنت سے کتنی محبت سے کیا مگر بھیا نے ذرا جو مجھے سراہا ہو، میری تعریف کی ہو۔" وہ جو بھائی کی طرف سے داد و تحسین کی منتظر تھی اسے ماں سے باتیں کرتا دیکھ اس سے رہا نہیں گیا تھا۔ اس نے روتی صورت بناتے ہوئے بھائی کی شکایت ماں سے لگا دی تھی اور وہ بیٹی کی اتری صورت دیکھ مسکرا دی تھیں۔

"تم بہت خراب ہو ابان، انتہائی کوئی بد ذوق انسان ہو۔ میری بچی نے اتنی محنت کی اور تم نے اسے سراہا تک نہیں ۔" وہ بیٹے کی کلاس کچھ یوں لے رہی تھیں کہ اس کا منہ بن گیا تھا اور وہ ماں اور بہن دونوں کے انداز پہ مسکرا دیا تھا۔

"ماما جان، میں سوچ رہا تھا کہ شاید میری بہن نے یہ سب کچھ میرے لئے کیا ہے۔ بٹ اندازہ تو اب ہو رہا ہے کہ ساری محنت تو تعریف وصول کرنے کے لئے تھی۔" وہ زیرِ لب مسکراتا شرارت سے بولا تھا۔

"جی نہیں میں نے کچھ بھی تعریف کی وصولی کے لئے نہیں کیا ہے۔۔۔ میں نے یہ سب کچھ آپ کے لئے کیا ہے اپنی خوشی سے۔۔۔ نہایت محبت اور خلوص کے ساتھ۔" وہ ترنت اپنی صفائی میں بولی تھی اور وہ ماں بیٹا ہنس دئے تھے۔

"آئی نو، سوئیٹ ہارٹ اور تم نے ساری ارینجمنٹ بہت اچھی کی ہے۔۔۔ تھینک یو۔۔" وہ ان دونوں کے ہنسنے پر روہانسی ہو گئی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ اس نے شرارت کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور نہایت سچائی سے بولا تھا اور وہ یکدم کھل اٹھی تھی۔

"آپ سچ بول رہے ہیں ناں۔۔۔" وہ آنکھوں میں بے یقینی لئے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔

"بالکل سچ۔۔" اس نے بہن کی پونی کھینچی تھی۔

"اف۔۔۔" وہ سی کرتی بھائی کو ناراضگی سے دیکھنے لگی تھی جبکہ وہ اپنے دونوں بچوں کو الجھتے دیکھ مطمئن سی مسکرا دی تھیں کہ گھر کی رونق تو بچوں کے بعد ان کی شرارتوں سے ہوتی ہے اور ان کے شوہر کی وفات کے بعد یہ رونق قدرے پھیکی پڑ گئی تھی مگر وہ لوگ زندگی سے زندگی کے رنگ چرا ہی لیتے تھے اور وہ کافی طویل عرصہ بعد ان دونوں کو یوں بچوں کی طرح الجھتے دیکھ کافی مسرور تھیں اور ان دونوں کے آپسی پیار کے لئے دعا گو ہو گئی تھیں۔

"کیا بھیا میرے بال بگاڑ دیئے ابھی تو میں نے سیلفی بھی لینی تھی۔۔۔" وہ بھائی کو دیکھتی منہ بنا کر بولی تھی اور وہ

ہنس دیا تھا کہ آج کی نوجوان نسل جس طرح سیلفی کے لئے دیوانی ہو رہی تھی یہ خبط اس کی بہن کو بھی تو ہو چلا تھا اسی لیئے وہ کچھ بولا نہیں تھا کہ وہ فی الحال بہن کو کوئی نصیحت نہیں کرنا چاہتا تھا کہ چھوٹوں کو نصیحت کرنے اور انکی تربیت کرنے کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔

اس نے ماں کی دعاؤں اور بہن کی شرارتوں کے درمیان کیک کاٹا تھا۔اس نے بھائی کی ناک پر کریم لگائی تھی اور اس کو صاف کرتے دیکھ ہاتھ پکڑ گئی تھی اور ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"سیلفی پلیز" اس نے بہن کے ہنستے ہوئے بے فکرے چہرے کی طرف دیکھا تھا اگرچہ اسے سیلفی لینا بالکل بھی پسند نہیں تھا کہ اسے تو تصویر بنانے سے بھی کبھی رغبت نہیں رہی تھی مگر بہن کی خوشی کے لئے مسکرادیا تھا اور سیلفی بنوا لی تھی اور ہنستے مسکراتے بہن کی شرارتوں اور ماں کے اطمینان کو انجوائے کرتے اس نے کھانا کھایا تھا کہ درِ مکنون ہمیشہ کی طرح کھا کم رہی تھی اور بول زیادہ رہی تھی اور آج ان دونوں نے ہی اسے ٹوکا نہیں تھا کہ ہر وقت کی نصیحت بھی اچھی نہیں ہوتی۔اصلاح اور نصیحت کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے۔

"تم صرف باتوں پر ہی ٹرخاتی رہو گی یا میرا گفٹ بھی نکالو گی۔" درِ شہوار نے بیٹے کو مہنگی ترین رسٹ واچ گفٹ کی تھی کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے بیٹے کو قیمتی گھڑی لینے کا بچپن سے ہی شوق تھا۔اس نے ماں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فوراََ ہی ہاتھ میں پہنی گھڑی اتار کر ماں کی دی گھڑی پہن لی تھی اور یہ منظر درِ مکنون کیمرے میں محفوظ کر چکی تھی اور ماں سے گفٹ وصول کرنے کے بعد اس نے بہن کی طرف دیکھا تھا۔

"اچھا گفٹ بھی دینا ہوتا ہے کیا۔۔۔مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا۔۔۔اس لئے ادھار کر لیں۔"وہ صوفے پہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی فل شرارت کے موڈ میں تھی۔اس کے حسین چہرے سے گویا روشنیاں پھوٹی پڑ رہی تھیں۔اس کے ہر انداز میں بے فکری اور بچپنا صاف عیاں ہو رہا تھا۔

"شرافت سے نکالو میرا گفٹ، ادھار کے موڈ میں تو میں، بالکل نہیں ہوں۔"وہ بھی بچوں کی مانند بضد ہوا تھا۔دونوں میں ایک نئی نوک جھونک چھڑ گئی تھی۔اس نے بھائی کو خوب تنگ کرنے کے بعد ایک گفٹ پیک اس کی طرف بڑھایا تھا جس میں سے خوبصورت برانڈڈ شرٹ اور پینٹ نکلی تھی وہ مسکرادیا تھا کہ اس نے اپنا اور ماں کا دیا ہوا گفٹ اس کے ساتھ ہی جا کر لیا تھا پر اس نے بھائی پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا جبکہ وہ اسی وقت سمجھ گیا تھا مگر اس نے بھی کچھ ظاہر نہیں کیا تھا کہ اگر کوئی اتنی خوشی سے کچھ کرتا ہے تو اسے انجوائے کیا جاتا ہے حق سمجھ کر وصولا جاتا ہے جان کر انجان بن جانا پڑتا ہے اور وہ ہفتہ بھر سے بہن کی سرگرمیوں سے واقف جان کر انجان بنا پھر رہا تھا اور ہفتہ بھر سے وہ مسرور تھا اور آج اس کی خوشی اور سکون کئی گنا بڑھ گئے تھے۔اس نے بہن اور ماں کی سلامتی اور ان کے لمبے ساتھ کے لئے دل سے دعا

کی تھی اور بہن کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر دل سے، طمانیت سے مسکرا دیا تھا کہ کچھ اپنوں کا ساتھ زندگی کی مانند ہوتا ہے اور جب کوئی آپ کو خاص الخاص بناتا ہے۔ اپنائیت کا اظہار کرتا ہے تو زندگی بے حد مکمل لگنے لگتی ہے کہ زندگی اپنوں کے بغیر، ان کے ساتھ کے بغیر درحقیقت محض ایک ایسا جسم ہے جس میں روح نہ ہو کہ زندگی کی تمام تر خوبصورتی رشتوں سے اور ان کی اپنائیت سے جڑی ہے اور وہ آج اسی اپنائیت کو محسوس کرتا ماں اور بہن کی چاہتوں میں بھیگتا خود کو بے حد مکمل محسوس کر رہا تھا اسے زندگی بے حد بھلی لگنے لگی تھی وہ بہن کے ساتھ اس کے اچھے نصیب کی دعا کرتا اس کی شرارتوں میں اس کا ساتھ دینے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

تالیہ کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ دروازہ کھولتے ساتھ جو شکل نظر آئے گی وہ ارمش چوہدری کی ہو گی اس کے چہرے کی رنگت یکدم ہی سرخ ہو چلی تھی جبکہ اس کی حالت اور کیفیت سے انجان اسے دروازے پر جمے دیکھ ارمش نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی اور وہ شرمندہ ہو گئی تھی مگر دروازے میں ہنوز جمی رہی تھی کہ اس وقت وہ گھر میں بالکل اکیلی تھی۔ اس کی امی اس سے دو سال بڑی سحرش کے ساتھ مارکیٹ گئی ہوئی تھیں کہ آج کل سحرش کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں۔

"امی اور سحرش آپی تو گھر پر نہیں ہیں اور بھائی بھی شاپ پر گئے ہیں۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے شرمندگی سے بولی تھی اور ارمش اسے دیکھنے لگا تھا وہ گوری رنگت کی کافی خوش شکل لڑکی تھی وہ اس کے تفصیل سے آگاہ کرنے پر ہی اس کے دروازے پر جمے رہنے کا مقصد جان گیا تھا۔ وہ گھر میں اسے ماں اور بھائی کی غیر موجودگی میں بلانے سے خائف تھی ۔اس کی احتیاط پسندی اور سمجھداری ارمش کو کافی بھلی لگی تھی وہ دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔

"محترمہ تالیہ صاحبہ! آپ سائیڈ پر ہوں تو میں ہی نہیں آپ کے بھائی صاحب بھی اندر قدم رکھ سکیں گے۔۔۔ آپ تو تھانیداروں کی طرح راہ میں رکاوٹ بنی کھڑی ہیں۔" وہ دھیمے سے بولا کیا تھا اس کی شرمندگی کو کئی گنا بڑھا گیا تھا ۔اس نے نظر اٹھائی تھی تو اسے ارباز بائیک سائیڈ میں کرتا نظر آ گیا تھا اس نے فوراً دروازے کا پٹ چھوڑا تھا اور سائیڈ میں ہوتی ارمش کو اندر آنے کا راستہ دے گئی تھی۔

"آج کل آپ کیا کر رہی ہیں؟" وہ چھوٹے سے صحن میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھ گیا تھا۔ وہ کچھ سالوں قبل اسی محلے میں رہتا تھا۔ اس کا بچپن ارباز کے ساتھ کھیل کر گزرا تھا۔ ارباز کے گھر آنا جانا تھا۔ اس لئے اس کی چاروں بہنوں سے کافی اچھی بات چیت تھی۔ بچپن میں کتنی شرارتیں انہوں نے مل کر کی تھیں مگر جب سے اس نے محلہ چھوڑا تھا اور

ارباز کی دونوں بڑی بہنیں صالحہ اور مہوش تو بھائی کی طرح اس سے بھی بڑی تھیں اور وہ بھی انہیں آپا ہی کہتا تھا۔ سحرش اس سے سال بھر چھوٹی تھی وہ اس سے بھی بات کرلیتا تھا کہ وہ اس سے ارباز کی طرح ہی بات کرتی تھی مگر ایک تالیہ ہی تھی جو اسے کب سے دل میں بسائے اس کے سامنے خاموش ہی ہو جاتی تھی اور اس کے سامنے کچھ کہہ ہی نہیں پاتی تھی ۔ تالیہ کے حد درجہ گریز اور خاموشی نے ہی ارمش کو محتاط پسندی کی راہ دکھائی تھی وہ جو اس کے لئے پانی لانے کے ارادے سے آگے بڑھی تھی اس کے سوال پر رک کر اسے دیکھنے لگی تھی جس کی نظر اسی کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔ ارمش کی نظر تو عام سی نظر تھی مگر تالیہ کے جذبات عام نہ تھے اس لئے ارمش کی عام سی نظر بھی اس کے دل کی دنیا زیر و زبر کر گئی تھی وہ نظر جھکاتی دھیمے سے بولی تھی۔

"گریجویٹ کے پیپرز دے کر آجکل فارغ ہوں۔" وہ آگے سے کچھ کہتا کہ اسی وقت ارباز چلا آیا تھا اس لیئے وہ کچھ کہنے کی بجائے ارباز کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جبکہ تالیہ محض ایک نظر خوبرو مگر اپنے جذبات سے انجان ارمش پر ڈال کر کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔ پانی ان دونوں کو دیا تھا اور چائے بنانے لگی تھی۔ کباب بناتے ہوئے اس کی سوچ ارمش کے گرد چکرا رہی تھی۔

"پتہ نہیں ارمش کو میرے جذبات کی خبر ہوگی بھی کہ نہیں۔۔۔" وہ یاسیت کا شکار ہونے لگی تھی۔

اس نے چائے پر کافی اہتمام کیا تھا اور ارمش کے تعریف کرنے پر اسے بے حد خوشی ہوئی تھی کہ اسے پتہ تھا کہ ارمش کھانے پینے کا بے حد شوقین ہے۔ اسی لئے وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ پکانا سیکھتی رہتی تھی کہ وہ چاہتی تھی کہ جب رب اس پر مہربان ہو جب ارمش کو اس کی زندگی میں ہم سفر کی حیثیت حاصل ہو تو وہ اپنی محبت اور ذائقہ دار کھانوں سے اس کا دل جیت لے۔ وہ ارمش کی تعریف سے خوش ہوتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی جبکہ ارمش اپنے دوست کی ناراضگی محسوس کر گیا تھا اور آج آفس سے گھر جانے کی بجائے ارباز کے گیراج پہنچ گیا تھا اور وہ دوست کی وجہ سے جلدی آف کرتا گھر آگیا تھا اور اب اپنے کمرے میں بیٹھا پل پل حیران ہو رہا تھا کہ ارباز کو کہاں اندازہ تھا کہ اسے جو لگ رہا تھا کہ ارمش اس سے کچھ چھپا رہا ہے یہ بات سو فیصد درست ثابت ہوگی مگر جو کچھ ارمش نے شئیر کیا تھا وہ سن کر ارباز ساکت رہ گیا تھا کہ اس کے تو وہم و گمان میں ہی نہ تھا کہ یہ وجہ ہوگی۔

"تم نے جب پرپوز کیا تب اس نے کیا کہا۔۔۔؟" ارمش نے آج دوست سے کچھ نہیں چھپایا تھا اس پر حالِ دل صاف عیاں کر دیا تھا۔

"کچھ کہا ہی نہیں۔۔۔ نہ اقرار کیا۔۔۔ نہ ہی انکار کیا ۔۔۔ اور تب سے آفس بھی نہیں آرہی۔" ارمش کے چہرے پر تفکر کی لکیریں جگہ بنانے لگی تھیں۔

"جب تم سیریئس ہو، آنٹی سے بھی ذکر کر چکے ہو تو پریشان ہونے سے بہتر یہ ہو گا کہ تم آنٹی کو پرپوزل لے کر بھیج دو۔" ارباز نے صاف سیدھا طریقہ اس کے سامنے رکھا تھا۔

"میں سیریئس ہوں تب ہی تو ماما سے ایلیفیہ کا ذکر کر چکا ہوں۔ ماما کو بھی پرپوزل لے جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" وہ لحظہ بھر کو رکا تھا اور ارباز اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا گویا کہہ رہا ہو کہ جب آنٹی کو کوئی اعتراض نہیں تو پھر پرپوزل بھیج کیوں نہیں دیتا۔۔۔؟

"میں ایلیفیہ کی مرضی جان لینا چاہتا ہوں کہ اس کی مرضی کے بغیر رشتہ بھیجا اور انکار ہوا تو کئی مسائل جنم لیں گے۔۔۔ ماما کی نیچر اچھے سے جانتا ہوں کہ ایک بار انکار ہوا تو دوبارہ نہیں جائیں گی۔" اس نے پرپوزل نہ بھیجنے کے سبب سے دوست کو آگاہ کیا تھا یکدم ارباز بھی پریشان ہو گیا تھا کہ ارمش کا کہنا بھی درست ہی تھا۔

"کہہ تو ٹھیک رہے ہو کچھ ایسا کرو کہ تمھاری ایلیفیہ سے بات ہو جائے۔۔۔ لیکن۔۔۔" ارباز کہتے کہتے رک گیا تھا کہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ بولے کہ نہ بولے۔

"ایلیفیہ سے بات ہونا ہی تو ناممکن نظر آ رہا ہے کہ وہ آفس ہی نہیں آ رہی۔۔۔ میرے پاس اس کا موبائل نمبر بھی نہیں ہے کہ کبھی چاہ کر بھی اس سے موبائل نمبر مانگ ہی نہیں سکا۔۔ اور اب کسی سے اس بارے میں پوچھ بھی نہیں سکتا کہ نہیں چاہتا کہ سر کو کوئی شکایت ہو۔۔۔ انہیں یقیناً میرا ایلیفیہ کے بارے میں کسی سے پوچھنا برا لگے گا۔" اس نے ابرج سہروردی کا اس دن غصے سے سرخ پڑتا چہرہ یاد کر کے کہا تھا۔

"ہاں انہیں برا تو لگے گا کہ ایلیفیہ تمھارے باس کی کزن جو ہے اور کزن بھی بہن کے برابر ہوتی ہے۔" اس نے اختلاف نہیں کیا تھا۔ ارمش نے اس کی بات آگے بڑھائی تھی۔

"ہاں۔۔۔! مگر دونوں میں دوستی بہت ہے۔۔۔ خیر تم کیا کہتے کہتے رک گئے تھے۔۔۔" وہ ارباز کو دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔" اس نے ٹالنا چاہا تھا مگر ارمش کے بضد ہونے پر بول پڑا تھا۔

"تم اس لڑکی کی مرضی جان لینے کے بعد پرپوزل بھیجنا چاہتے ہو اگر اس نے انکار کر دیا تب کیا کرو گے؟" ارباز کا سوال تھا کہ برچھی اس کے سینے کے پار ہو گئی تھی۔

"میں چاہتا تو نہیں کہ وہ انکار کرے۔۔۔ اور اگر اس نے اگر انکار کر دیا تو اس کو منانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا کہ میں ہر حال میں اسے پانا چاہتا ہوں۔۔ پہلی دفعہ کوئی لڑکی اس قدر اچھی لگی ہے۔۔۔ محبت کرنے لگا ہوں۔۔۔ اور اسے پانا ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔" ارمش نے اپنا دل کھول کر رکھ دیا تھا۔

"اس کی مرضی جاننے سے کہیں بہتر یہ ہے کہ تو پرپوزل بھیج کر اپنی قسمت آزما لے۔" ارباز نے اس کے انداز

میں محبت کے ساتھ سرکشی بھی محسوس کی تھی کہ وہ دوست کو بچپن سے جانتا تھا وہ بے حد اچھا تھا اس کی تربیت نیک ہاتھوں میں ہوئی تھی مگر اس کی فطرت جو تھی وہ کوئی نہیں بدل سکتا تھا اور اس کی نیچر میں ہی برداشت کی کمی تھی وہ طبیعت سے کافی سلجھا ہوا تھا لیکن جنگجو ٹائپ انسان تھا وہ تب تک نرمی کا مظاہرہ کرتا جب تک اس کی پسندیدہ چیز اس کی دسترس میں ہوتی تھی۔ وہ خوش رہتا تھا جہاں ذرا سی کمی بیشی ہوتی تھی وہ مرنے مارنے پر تل جاتا تھا۔ جو چیز نہیں ملتی تھی چھین لیتا تھا۔ ارباز اس کا دوست تھا اس کی اس فطرت سے خائف رہتا تھا اور محبت کے ساتھ محسوس ہونے والی سرکشی ایسی تھی کہ اس نے دوستانہ مشورہ دے ڈالا تھا۔

"تو صحیح کہہ رہا ہے میں آج ہی ماما سے بات کرتا ہوں کہ جب ایک نیک کام ہونا ہی ہے تو وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے یہ کام جلدی جلد از جلد ہو جائے۔" اس نے دوست کی حمایت کرتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"اور تمھارا اپنی شادی کا کب ارادہ ہے۔" ارمش نے یکدم ہی پوچھ لیا تھا اور وہ پھیکی سی ہنس دیا تھا۔

"فی الحال تو کوئی ارادہ نہیں۔۔۔ دعا کرو کہ سحرش کی شادی خیریت سے انجام پا جائے۔" وہ دھیمے سے بولا تھا کہ وہ بہن کی شادی کو لے کر پریشان تھا کہ ابھی کتنے ہی انتظام کرنے تھے اور اس کے پاس وسائل نہیں تھے مگر وہ اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ تھا کہ اسے امید تھی کہ تمام کام احسن طریقے سے انجام پا جائیں گے۔

"انشاء اللہ۔۔" ارمش مسکرایا تھا اور اس نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھایا تھا وہ جسے لینے کی بجائے دوست کو سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگا تھا۔

"سحرش کی شادی کا گفٹ ہے ماما کی طرف سے۔۔۔ اور وہ خود آتیں مگر موسم تھوڑا بدل رہا ہے تو طبیعت اَپ اینڈ ڈاؤن ہوتی رہتی ہے۔۔۔ مگر شادی میں ماما ضرور آئیں گی۔" اس نے دوست کی تسلی کو تفصیل بتائی تھی مگر وہ لینے سے گریزاں تھا۔

"اتنا کیوں سوچ رہے ہو کیا میں سحرش کی شادی پر کوئی گفٹ نہیں دوں گا؟" اس نے دوست کی ہچکچاہٹ محسوس کرتے قدرے ناراضگی سے پوچھا تھا اور اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی لفافہ تھام لیا تھا اور دوست کے سامنے ہی لفافہ کھولا تھا جس میں سے ایک کثیر رقم برآمد ہوئی تھی۔ اس نے ارمش کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھا تھا اور رقم لفافے میں واپس رکھ کر لفافہ اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"مجھے کسی احسان کی ضرورت نہیں ہے ارمش کہ ابھی میں اتنا کمزور بھی نہیں ہوا کہ اپنی بہن کی شادی کے انتظامات بھی خود نہ کر سکوں۔" پچاس ہزار کی رقم دیکھ اسے اپنے دوست ارمش پر بے حد غصہ آیا تھا۔

"فضول بکو اس کی ضرورت نہیں اور یہ کوئی احسان نہیں ہے میری اور ماما کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔۔۔ اس

لئے اتنا اوور ریئیکٹ کرنے کی ہر گز بھی ضرورت نہیں ہے۔" ارمش کہاں اس کے غصے اور ناراضگی کو کسی خاطر میں لایا تھا اس سے بھی زیادہ غصے میں بولا تھا۔

"کان کھول کر سن لو یہ رقم نہیں ہے۔۔ تحفہ ہے اور بس تمھیں رکھنا ہی ہو گا۔" وہ ارباز کو خاموش دیکھ دھونس سے بولا تھا وہ آگے سے ارمش کو سمجھانے لگا تھا مگر اس نے کہاں ارباز کی کسی بات پر کان دھرنے تھے۔

"باخدا سچ بول رہا ہوں یہ گفٹ میری اور ماما کی طرف سے ہے ماما کہہ رہی تھیں پرانی محلے داری ہے اور دوستی بھی گہری ہے تو کوئی اچھا گفٹ ہونا چاہئے پھر بولیں نقد دے دیتے ہیں سحرش اپنی پسند سے کچھ لے لے گی۔۔۔یقین کرو میں بہت خلوص سے سحرش کو دے رہا ہوں کہ بہن نہیں ہے کوئی میری اسی لئے ہمیشہ تمھاری بہنوں کو ہی بہن سمجھا ہے۔بس اب تم یہ احسان والی بات کر کہ میرے خلوص اور محبت پر شک نہ کرو۔" وہ دوست کو گلِٹ سے نکالنے کے لئے جذباتی ہو گیا تھا اور ارباز جانتا تھا کہ ارمش یہ سب صرف اس کی تسلی کو بول رہا ہے لیکن اس کے انداز میں اتنی سچائی اور خلوص تھا کہ وہ چاہ کر بھی انکار نہیں کر پایا مگر لفافہ رکھتے ہوئے وہ خود کو ارمش کا اور ارمش کی محبت اور خلوص کا مقروض سمجھنے لگا تھا کہ اس نے پہلے ہی مہوش اور صالحہ کی شادیوں کہ وقت بھی گفٹ کے نام پر اس کی کافی مدد کی تھی اور یہی سحرش کی شادی کے وقت کیا تھا اور اسے نہ چاہتے ہوئے بھی یہ گفٹ رکھنا پڑا تھا اور وہ سوچنے لگا تھا کہ ارمش کی شادی پر وہ حتی المقدور کوشش کر کے اس قرض کو اتار دے گا کہ قرض تو قرض ہوتا ہے رقم کا ہو یا خلوص کا۔۔۔اور قرض جتنی جلدی اتر جائے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔۔۔!!!!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مسئلہ کیا ہے آخر تمھارے ساتھ۔۔۔ تمھیں آدھی رات کو ہی کیوں بات کرنے کی سوجھتی ہے۔۔۔" وہ گہری نیند میں تھا جب اس کی آنکھ بجتے ہوئے فون کی وجہ سے کھلی تھی۔اس نے بغل میں پڑا موبائل اٹھا کر کان سے لگایا تھا اور ایلیفیہ کے ہیلو بولنے پر وہ چڑ کر رہ گیا تھا۔

"مجھے نیند نہیں آرہی تھی ابر۔۔۔" وہ اس کے لہجے میں نیند کا خمار محسوس کرتی شرمندگی سے بولی تھی کہ رات کے ڈھائی بجے کال کرنا نہایت غیر اخلاقی حرکت تھی مگر وہ ایسا کر چکی تھی۔

"نیند تمہیں نہیں آرہی اور نیندیں میری اڑا رہی ہو۔۔۔خدا کو مانو ایلیفیہ مجھے صبح آفس جانا ہوتا ہے۔۔۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں الٹا لیٹا ہوا تھا اور کان موبائل سے لگا ہوا تھا اور آواز نیند سے بوجھل ہو رہی تھی۔

"آئی نو۔۔۔بٹ میں سچ میں کچھ پریشان ہوں۔۔۔تب ہی نہ چاہتے ہوئے بھی کال کی ہے میں نے۔۔۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ سو رہے ہو گے کال کی ہے۔۔۔ ایم سوری ابر، بٹ میں سچ میں کچھ پریشان ہوں۔۔۔" ایلیفیہ کی نم آواز اس

کے کانوں میں پڑی تھی اور وہ یکدم ہی اٹھ بیٹھا تھا۔

"پتہ نہیں سب ٹھیک ہے کہ نہیں۔۔۔ میں کچھ پریشان ہوں سمجھ نہیں آرہا کروں تو کیا کروں۔۔۔" اس کے لہجے میں اضطراب سمٹ گیا تھا اور ابرج کو پریشان کر گیا تھا کہ اس کی نیند ہی اڑن چھو ہو کر رہ گئی تھی۔

"پتہ بھی تو چلے کہ کیوں پریشان ہو؟" وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا تھا کہ نیند تو اڑ ہی گئی تھی۔

"ارمش کی ماما آج میرا پرپوزل لے کر آئی تھیں۔" اس نے بے زاری سے بتایا تھا اور وہ حیرانگی سے چلا اٹھا تھا۔

"واٹ۔۔" اسے لگا تھا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے جبکہ وہ ابرج کی اس غلط فہمی کو دور کرتی اسے تمام تفصیل سے آگاہ کر گئی تھی کہ ارمش کی ماما پرپوزل لے کر آئی تھیں اور بہت محبت سے اس کے پیرنٹس سے اقرار کے لئے اصرار کر گئی تھیں کہ انہیں پہلی ہی نظر میں بیٹے کی پسند بھا گئی تھی۔ اس لئے وہ دل سے نہایت خلوص کے ساتھ شارق آغا سے رشتے پر غور کرنے کا کہہ گئی تھیں اور وہ تب سے ہی پریشان تھی۔ شام سے ہی ابرج سہر وردی کو فون کر کے بتانے کا سوچ رہی تھی مگر اس کے پچھلے ردِ عمل کے باعث ہمت ہی نہیں کر پائی تھی مگر اسے بتائے بنا سکون بھی نہیں پڑ رہا تھا، نیند الگ اڑ کر رہ گئی تھی اس لئے وہ رات کے آدھے پہر ابرج سہر وردی کو ڈسٹرب کر گئی تھی اور وہ تو اس پر پہلے اتنی تاخیر سے بتانے پر خفا ہوا تھا مگر اس کے سوری کرنے پر دھیما پڑ گیا تھا۔

"اب کیا ہو گا ابر، ماما کو ارمش بے حد اچھا لگا ہے اور آج کل ماما پر ویسے ہی میری شادی کرنے کا بھوت سوار ہے۔" وہ چڑے ہوئے انداز میں بولی تھی کہ ارمش کی ماما احتیاطاََ ارمش کی تصویر ساتھ لائی تھیں اور ایلیفیہ تو ان کی نظر اور دل کو ایسے بھائی تھی کہ ارمش کی تصویر دے گئی تھیں اور ارمش ہرگز بھی نظر انداز کئے جانے کے لائق نہ تھا اس کی ظاہری شخصیت کافی متاثر کن تھی اور اس کے باقی کوائف بھی کافی تسلی بخش تھے اور آسیہ آغا نے تو ان کے جانے کے بعد ہی اپنی نیم رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ جسے شارق آغا تسلی سے نظر انداز کر گئے تھے کہ وہ بیٹی کی زندگی کا اہم فیصلہ جلد بازی میں نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ارمش چوہدری کے کوائف چاہے تسلی بخش تھے لیکن وہ دور تک کا سوچ رہے تھے کہ ان کی بیٹی کے لئے اس سے بھی کافی اچھے پرپوزلز موجود تھے کہ کافی لوگوں نے اپنی مرضی ظاہر کی ہوئی تھی مگر وہ بیٹی کی ضد کے باعث چپ تھے اس لئے شادی کا فیصلہ وہ کافی سوچ سمجھ کر کرنے والے تھے کہ ان کی بیٹی کو رشتوں کی کمی الحمدللہ ہرگز نہیں تھی۔

"تمہاری عمر شادی کے لئے بالکل آئیڈیل ہے۔۔۔ مامی اگر شادی پر زور ڈال رہی ہیں تو غلط تو نہیں کر رہی ہیں۔۔۔ غلطی پر تو تم ہو کہ فضول میں اتنا اچھا وقت اور بہترین پرپوزلز ریجیکٹ کئے جا رہی ہو۔۔۔ یہ مت بھولو کہ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔" وہ ناصحانہ انداز میں بول رہا تھا اور وہ چڑ کر رہ گئی تھی۔

"میں نے اپنا مسئلہ حل کرنے کے لئے تمھیں کال ملائی ہے نہ کہ تمھاری نصیحتیں سننے کے لئے کال کی ہے۔" اس کے لہجے میں نا محسوس ہونے والی خفگی تھی اور وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

"میں جو بھی کہتا ہوں تمھارے بھلے کے لئے کہتا ہوں ایلیفیہ! دشمن نہیں ہوں تمھارا۔۔" وہ قدرے دھیما پڑ گیا تھا اور نرمی سے بولا تھا جبکہ اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"کیا خوب میرا بھلا چاہتے ہو کہ جانتے بھی ہو کہ میں سید ابان بخاری سے محبت کرتی ہوں اور تم مجھے ارمش یا کسی بھی ایکس وائے زیڈ سے شادی کرنے کا مشورہ دے رہے ہو تم ایسا کر بھی کیسے سکتے ہو۔" اس کی آواز میں نمی گھل گئی تھی اور وہ بے چین ہو کر رہ گیا تھا۔

"ایلیفیہ!" وہ مضطرب سا اسے پکار گیا تھا مگر وہ اس کی سنے بغیر ہی لائن کاٹ گئی تھی اس نے ایلیفیہ کا نمبر ڈائل کیا تھا اور وہ اپنا نمبر ہی بند کر چکی تھی اور وہ اضطراب کے ساتھ غصہ بھی محسوس کرنے لگا تھا کہ اسے ایلیفیہ کی یہی بات بے حد بری لگتی تھی کہ بات جہاں اس کے مزاج کے خلاف ہوئی وہیں اس نے اپنا نمبر بند کر دیا۔ ابرج نے جھنجھلاتے ہوئے ٹائم دیکھا تھا رات کے تین بج رہے تھے وہ بہت چاہتے ہوئے بھی ایلیفیہ کے گھر نہیں جا سکتا تھا کہ ماموں اور مامی پریشان ہو جاتے اور بے بات کا تماشہ لگ جانا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ ایلیفیہ رو رہی ہو گی اور یہ بات کافی پریشان کن تھی۔ وہ موبائل بے دلی سے بیڈ پر ڈالتا سونے کے لئے لیٹ گیا تھا مگر ایلیفیہ رو رہی ہو گی یہ خیال اس کی نیند کی راہ میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ جبکہ دوسری جانب وہ ہچکیوں سے روتی بیڈ پر بیٹھی تھی اور جب رو رو کر تھک گئی تھی تو اٹھی تو اور اس نے وضو کر کے تہجد کی نیت باندھی تھی اور جب دعا کو ہاتھ اٹھائے تھے تو دل کی سچائی اور جذبات کی شدت سے نہایت گریہ اور زاری کے ساتھ سید ابان بخاری کو مانگا تھا اس کے دل کی صدا رب کے سامنے دعا بن کر نکل رہی تھی کہ اس نے اپنی پوری زندگی میں کبھی اتنی شدت سے کچھ نہیں مانگا تھا جتنا آج شدتوں کے ساتھ تڑپتے ہوئے وہ سید ابان بخاری کو مانگ رہی تھی۔ اس کے سجدے میں گرے وجود پر لرزہ طاری تھا اور جیسے جیسے اس کے رونے میں، مناجات میں شدت آ رہی تھی ویسے ویسے ابرج سہروردی بے چین ہوتا جا رہا تھا اور وہ کروٹیں بدلتے ہوئے ساتھ ساتھ بہت کچھ سوچ رہا تھا اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس نے آج ہی سید ابان بخاری سے ملنا ہے مگر وہ یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اس نے مل کر کرنا کیا ہے۔۔۔ بات کیا کرنی ہے۔۔۔ وہ سید ابان بخاری سے مل کر یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ "میری کزن میری بہت پیاری اور عزیز دوست ایلیفیہ آغا آپ کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔ اس اسیر زادی کو محبت کا جواب محبت سے دے کر اپنی پناہوں میں لے لو۔ ایلیفیہ آغا سے شادی کر لو۔" وہ یہ سوچ رہا تھا کہ جب وہ یوں ڈائریکٹ نہیں کہہ سکتا تو وہ کون سی ان ڈائریکٹ راہ ہے جو ایلیفیہ کے جذبات سید ابان بخاری تک پہنچا دے گی وہ سوچ سوچ کر تھکنے لگا تھا۔ رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔ اس نے

فجر کی اذان کے ساتھ بستر چھوڑا تھا اور فجر کی نماز ادا کی تھی اور دعا کو ہاتھ اٹھا کر ایلیفیہ کی خوشیاں طلب کی تھیں اور دوبارہ سابقہ مسئلے کے بارے میں سوچتا بالآخر نیند کی وادی میں اتر گیا تھا۔ آٹھ بجے الارم سے آنکھ کھلی تھی اور وہ دکھتے سر اور بوجھل ذہن اور دل کے ساتھ تیار ہو تا ناشتے کے نام پر ایک کپ اسٹرانگ چائے پیتا آفس پہنچ گیا تھا اور پہلا ٹاکرا ہی ارمش چوہدری سے کیا ہوا تھا دل میں آئی تھی کہ رکھ کر الٹے ہاتھ کا تھپڑ لگائے مگر وہ خود پر کنٹرول کرتا اس کے سلام کا جواب دیئے بناء اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا تھا اور کچھ ہی دیر میں اس کی پرسنل اسسٹنٹ اس کے دن بھر کے شیڈیول کے ساتھ حاضر ہو گئی تھی اور اسے بتا رہی تھی کہ کب اس نے کیا کرنا ہے۔ آج کب، کب اور کس، کس کے ساتھ میٹنگ ہے۔ وہ جو بے دلی اور بے دھیانی سے اسے سن رہا تھا یکدم چونکا تھا۔

"او مائی گاڈ! رات بھر پریشان رہا۔۔۔ حل نکالتا رہا پر حل تو میرے سامنے ہی تھا۔۔۔" وہ بڑابڑایا تھا جبکہ اس کی سیکرٹری چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی اس نے شرمندہ ہونے کی بجائے اس کی حیرت کو انجوائے کیا تھا اور مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے اسے جانے کا کہہ دیا تھا اور وہ اسی حیرت کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔ تب ہی اسے کچھ خیال آیا تھا اور اس نے سیکرٹری کو واپس بلایا تھا۔ گیارہ بجے والی میٹنگ کینسل کرنے کی ہدایت کی تھی اور وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ابرج سہروردی نے اسے موقع نہیں دیا تھا وہ خاموشی سے باہر نکل گئی تھی۔ اس نے کچھ اہم کام نمٹائے تھے کچھ ضروری فائلز چیک کی تھیں اُس پریزینٹیشن کو فائنل کیا تھا جس نے اسے چونکایا تھا۔ وہ پریزینٹیشن جس میں ایلیفیہ پہلی دفعہ سید ابان بخاری سے ملی تھی۔ اس میں صرف ابرج سہروردی کی کمپنی کو ہی نہیں سید ابان بخاری کی کمپنی کو بھی کنٹریکٹ ملا تھا۔ آج اس سلسلے میں تینوں کمپنیوں کی میٹنگ تھی اور اس نے سوچ لیا تھا کہ آج ایلیفیہ نہ صرف اس کے ساتھ جائے گی اور اس کنٹریکٹ کو تو اب سے وہی ڈیل کرے گی اس لئے اس نے گیارہ بجے والی میٹنگ کینسل کی تھی اور ایلیفیہ کے گھر پہنچ گیا تھا۔ وہ ڈائننگ ٹیبل پر موجود ناشتہ کر رہی تھی۔ اس نے حسبِ عادت اسے دیکھتے ہی منہ پھیر لیا تھا جبکہ اس نے برا منائے بغیر اس کے آگے رکھا آدھا پیا چائے کا کپ منہ سے لگا لیا تھا۔

"چائے آج مامی نے بنائی ہی اچھی ہے یا یہ اس لئے اچھی لگ رہی ہے کہ تمہاری جھوٹی ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مضطرب ضرور ہوا تھا کہ اس کا حسین چہرہ رات کی گریہ وزاری کا مظہر بنا ہوا تھا اور اس کی سرخ اور گلابی آنکھیں دیکھ کر دل کو کچھ ہوا تھا لیکن کیونکہ وہ اس کی پریشانی کا حل سوچ چکا تھا۔ اس لئے سب کچھ نظر انداز کر کے شوخی سے اسے چھیڑ گیا تھا۔ مگر وہ اس کے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے خاموشی سے کرسی کھسکا کر اٹھ گئی تھی۔

"ایلیفیہ! بیٹھ جاؤ اور تسلی سے میری بات سنو۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک گیا تھا اور ہاتھ پکڑتے ہی حرارت کا احساس ہوا تھا وہ تیز بخار میں مبتلا تھی۔ اسے پریشانی تو ہوئی تھی مگر وہ یہ بات بھی نظر انداز کر گیا تھا کہ ٹائم کم

تھا اور اس نے ابھی ایلیفیہ کو اپنے پروگرام سے نہ صرف آگاہ کرنا تھا اسے میٹنگ کے کچھ اہم پوائنٹس کے حوالے سے بریفنگ بھی دینی تھی اس لئے وہ باقی مسائل میں فی الوقت نہیں الجھ سکتا تھا۔

"ابر، بعد میں بات کرتے ہیں اس وقت میرا موڈ نہیں ہے پلیز۔۔۔" اس کی آنکھوں میں آنسو مچلنے لگے تھے اور وہ اپنا ہاتھ چھڑا چکی تھی۔

"اور اگر میں کہوں کہ میں نے تمھاری اور سید ابان بخاری کی ملاقات کے لئے اور ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کے لئے راہ تلاش کر لی ہے کیا تب بھی تمھارا مجھ سے بات کرنے کے لئے موڈ نہیں بنے گا۔" وہ جو جانے کے لئے آگے بڑھی تھی وہ یکدم اس کی راہ میں حائل ہوتا، سنجیدگی سے بولا تھا اور وہ نہایت بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی تھی اور اس نے کھڑے کھڑے ہی اسے تمام تفصیل بتانے کا آغاز کر دیا تھا کہ وہ بول پڑی تھی۔

"وہ کنٹریکٹ تو تمھاری کمپنی کو ملا تھا تو سید ابان بخاری۔۔۔" وہ جملہ نامکمل چھوڑ گئی تھی۔

"ہاں وہ کنٹریکٹ تمھاری وجہ سے مجھے ملا تھا۔۔۔ مگر اس امریکن کمپنی کو اس پراجیکٹ کو دو ماہ میں مکمل کرنا ہے جو کہ ناممکن ہے اس لئے یہ پراجیکٹ سید ابان بخاری کی کمپنی کو بھی دے دیا گیا ہے۔ بس تم یہ سمجھ لو کہ ایک پراجیکٹ پر دو کمپنیاں کام کر رہی ہیں اور یہ سارا کام کیسے کس طرح ہو گا اس پر آج ایک میٹنگ ہے اور جس میں تم میرے ساتھ چل رہی ہو۔" اس نے تمام تفصیل ایلیفیہ کے سامنے رکھ دی تھی۔

"لیکن میں کیسے جا سکتی ہوں ابر کہ میں آفس چھوڑ چکی ہوں۔۔۔" دونوں چلتے ہوئے لاؤنج میں آ گئے تھے اور صوفے پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"تو اس میں کونسی بڑی بات ہے۔۔۔ تم کسی اور کے آفس میں جاب نہیں کر رہی تھیں کہ ریزائن دیا تو جاب ختم آگے کے چانسز بھی ساتھ ہی ختم۔ میرے آفس میں تم کبھی بھی آ، جا سکتی ہو اس لئے فضول کی الجھن میں خود کو نہ الجھاؤ بس میٹنگ پر فوکس رکھو۔" وہ دھیمے لہجے میں اسے بہت کچھ باور کروا رہا تھا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے ابر! لیکن۔۔۔"

"لیکن، ویکن کچھ نہیں ایلیفیہ، بس اتنا سمجھ لو کہ یہ راہ اللہ نے دکھائی ہے۔ ہم دونوں ہی سوچ رہے تھے کہ کیسے کوئی راہ نکلے کہ تم سید ابان بخاری کے آس پاس رہو۔ تو یہ اللہ کی طرف سے ہی غیبی مدد ہے کہ اچانک سے سید ابان بخاری کو کنٹریکٹ مل گیا ہے۔ اور اس بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ آج میری سیکرٹری نے شیڈیول بتایا تو میں چونکا اور کچھ تفصیل اس سے لی اور اپنی میلز چیک کیں تو باقی تفصیل وہاں سے پتہ چلی جو میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ اس لئے تم الجھنے کی بجائے اللہ کی اس مدد پر شکر ادا کرو۔" وہ اس کے غیر معمولی سنجیدہ نظر آنے والے چہرے کو دیکھ کر مسکرایا تھا مگر ایلیفیہ

کی الجھن ہنوز برقرار تھی۔

"اتنا مت سوچو ایلفی، اس پراجیکٹ کے بہانے جب تم سید ابان بخاری سے ملوگی تو مجھے یقین ہے کہ وہ تمھارے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے گا۔ تمھاری محبت محسوس کرے گا۔ میرا یقین کرو ایلیفیہ۔۔۔ یہ سب کچھ ہو گا ۔۔۔ تمھیں اپنی محبت ضرور ملے گی۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا اور کارپٹ پر گھٹنوں کے بل آ بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ تھام لئے تھے اور اس کے کب کے رکے آنسو گرنے لگے تھے۔

"اگر ایسا نہیں ہوا ابر۔۔۔ اگر سید ابان بخاری میری محبت محسوس نہیں کر پائے۔۔۔ اگر وہ بھی مجھ سے محبت نہیں کر پائے تو۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں کرب سمٹنے لگا تھا۔

"اپنی محبت پہ یقین رکھو کہ کچھ بھی پانا اور حاصل کرنے کے لئے یقین ہونا بہت ضروری ہوتا ہے کہ کچھ بھی پانا ناممکن نہیں ہوتا اگر ہمت، حوصلے اور یقین کے ساتھ کوشش کی جائے۔" وہ اچھے دوستوں کی طرح اس کی ہمت بڑھا رہا تھا ۔اس کو مثبت سمت دے رہا تھا۔ ایلیفیہ کے لبوں پر یکدم ہی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"تھینک یو ابر، تم نہ ہو تو میں تو مر ہی جاؤں۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کی مشکور ہوئی تھی اور وہ اس کے سر پر چپت لگاتا صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"مریں تمھارے دشمن۔۔۔ فضول مت بولا کرو۔" اسے گھورا تھا اور وہ ہنس دی تھی اور اس کی ہنسی نے جلترنگ کیا بکھیری تھی وہ جھنجھلا گیا تھا کہ اس کی ہنسی میں اب بے فکری بھی تھی۔۔۔ سکون بھی تھا۔۔۔ ایک سحر بھی تھا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں تمھیں تمام تفصیل بتا چکا ہوں اور باقی میں تمھیں آفس جا کر میلز فارورڈ کر دوں گا اور پریزینٹیشن بھی فارورڈ کروں گا۔ چار بجے میٹنگ ہے تم تیاری کر لینا۔۔۔" وہ سنجیدگی سے کہتا اس کے روکنے پر رکے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا تھا اور وہ اس کے پیچھے جانے کی بجائے اپنے کمرے کی طرف دوڑی تھی کہ اس نے میٹنگ کی تیاری کے ساتھ ساتھ کچھ توجہ اپنی تیاری کی طرف بھی تو دینی تھی وہ اپنی ہی سوچ پر زیرِ لب مسکرا دی تھی۔

تیرا بنے گا وہ جو تیرا نہیں ہے
اے دل بتا کیوں مجھ کو اتنا یقیں ہے
میرے۔۔۔ دلِ بے قرار
ہاں! دل کے قرار

یہی ہوتا پیار ہے کیا

میرے دلِ بے قرار

☆☆☆☆☆☆☆

”خیریت تو ہے عابی، آج کل تم کافی چپ چپ لگ رہی ہو۔“ وہ دونوں فری پیریڈ میں کینٹین چلی آئی تھیں ۔درِ مکنون جو کافی عرصے سے محسوس کر رہی تھی آج اس سے رہا نہیں گیا تھا۔اس کی غیر معمولی سنجیدگی کو محسوس کرتی بالآخر پوچھ ہی گئی تھی۔

”تمھارا وہم ہے مکنون۔۔۔ورنہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔“ وہ دھیمے سے بولتی کولڈ ڈرنک کے سِپ لینے لگی تھی اور وہ دوست کے ٹالنے پر برا ہی تومان گئی تھی۔

”تم نے کچھ نہیں بتانا تو بات ہی ختم ہو گئی جھوٹ بولنے یا بات ٹالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ درِ مکنون سخت خفگی سے بولی تھی۔

”سچ میں کوئی بات نہیں ہے مکنون، ورنہ تم میری واحد دوست ہو تم سے کچھ نہیں شیئر کروں گی تو کس سے کروں گی۔“ دوست کی ناراضگی محسوس کرتی دھیمے سے یقین دلانے والے انداز میں بولی تھی مگر درِ مکنون کو ہر گز بھی یقین نہیں آیا تھا۔

”تم ہمیشہ شیئر کرتی ہو مگر مانو نہ مانو آجکل تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔“ درِ مکنون اپنے صاف گو انداز میں، اپنی مخصوص نرمی سے بولی تھی۔

”اگر میں سچ میں کہوں کہ ایسی کوئی بات ہے جو میں تم سے چھپا رہی ہوں اور میں یہ بات تمہیں نہیں بتانا چاہتی تو۔۔۔“ وہ بھی صاف گوئی سے بولی تھی اور وہ عابیہ کو دیکھنے لگی تھی کہ کہاں امید تھی کہ وہ اتنی صاف گوئی سے کہہ دے گی کہ وہ شیئر نہیں کرنا چاہتی۔

”تو میں برا نہیں مانوں گی۔“ وہ خود کو کمپوزڈ کرتی دھیمے سے بولتی اب عابیہ کو متحیر کر گئی تھی۔

”بعض باتیں ہوتی ہیں جو بندے کو منجھدار میں اٹکا دیتی ہیں۔انسان کچھ نہیں کر پاتا۔کسی سے شیئر کرے نہ کرے کی الجھن میں گرفتار رہتا ہے اس لئے تم فکر نہ کرو میں تم سے کم از کم شیئر نہ کرنے پر ناراض نہیں ہوں گی۔“ وہ عابیہ کی حیرت کو محسوس کرتی دھیمے سے بولی تھی اور وہ یکدم خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتی درِ مکنون کا شکریہ ادا کر گئی تھی۔

”مجھے سمجھنے کے لئے بہت شکریہ مکنون کہ یہ بات سچ ہے کہ میں منجھدار میں پھنس گئی ہوں۔فیصلہ نہیں لے پا رہی

اور تم سے بھی شیئر نہیں کر پا رہی۔ یقین رکھنا کہ جب کبھی شیئر کروں گی کسی سے اپنی پرابلمز تو وہ کوئی اور نہیں تم ہی ہو گی کہ تم نہ صرف میری دوست ہو بلکہ تم پر بھروسہ بھی بہت ہے۔" وہ درِ مکنون کو دیکھ مسکرا کر بولی تھی اور وہ بھی جواباً مسکرا دی تھی اور موضوع ہی بدل دیا تھا۔ وہ دونوں اپنے ٹیسٹ کو ڈسکس کرنے لگی تھیں اور یونہی بات کے دوران لنچ کرتیں اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ابر!" وہ گاڑی سے اتر کر ابرج سہروردی کے ہمقدم ہوتے ہوئے منمنائی تھی۔

"بچوں کی طرح بی ہیو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے ناگواری سے ایلیفیہ کو دیکھا تھا جس کا حسین چہرہ لائٹ نیچرل میک اپ کی وجہ سے کچھ اور بھی حسین لگ رہا تھا' بڑی بڑی غلافی آنکھیں کاجل، لائنر اور مسکارہ سے کچھ اور خوبصورت ہو گئی تھیں اور عنابی لبوں پہ سجی گلابی لپ اسٹک وہ تو دھلے منہ کے ساتھ بھی حسین لگتی تھی اور آج تو وہ بڑے دل سے تیار ہوئی تھی۔ لائٹ گرین سوٹ میں اس کا متناسب سراپا کچھ عجب ہی چھب دکھا رہا تھا مگر اس کے حسین چہرے پر پھیلا خوف اور خود اعتمادی سے عاری انداز ابرج سہروردی کو جھنجھلا کر رکھ گئے تھے اس لئے وہ اس کی جانب سے مطمئن ہونے کے باوجود کافی چڑ چکا تھا اور راستہ بھر جو اسے پٹی پڑھاتا آیا تھا وہ دومنٹ میں ٹو دا پوائنٹ دوہرائی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم پر اعتماد ہو اور تم نے اپنی ازلی خود اعتمادی کا مظاہرہ کرنا ہے کہ تم چاہے سید ابان بخاری سے محبت کرتی ہو اس کو پانا ہی تمھاری زندگی کا مقصد ہے اور اس مقصد میں تمھارے ساتھ میں ہوں۔ لیکن یاد رکھنا تم نے اپنا مقصد خود کو ڈی گریڈ کر کے حاصل نہیں کرنا کہ میں سمجھتا ہوں کہ لڑکیوں کو محبت اور عزتِ نفس میں سے ہمیشہ عزتِ نفس کا چناؤ کرنا چاہیئے۔ تم ابان پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دو گی کہ تم نے خود کو گرا کر اپنی محبت حاصل نہیں کرنی۔ تم ایسی بن جاؤ کہ ابان کے ہونے نہ ہونے سے تمھیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ صرف ایک بزنس مین ہے جس سے تم ایک میٹنگ کے سلسلے میں مل رہی ہو۔ اپنے اندر کی خود اعتماد لڑکی کو جگاؤ ایلیفیہ!" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے دھیمے دھیمے سمجھاتا گا ہے، بگاہے اس کے چہرے کے زاویے بھی نوٹ کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ ہال کے انٹریس تک پہنچے تھے اس نے بات سمیٹ دی تھی اور اس نے ایلیفیہ کی طرف دیکھا تھا جو اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی تھی وہ اپنے طور پر اسے سمجھا چکا تھا مگر جانے کیوں اسے ایلیفیہ سے حماقت کی سو فیصد امید تھی اور پہلے ہی موڑ پر وہ اپنے لب بھینچ گیا تھا جب سید ابان بخاری ان دونوں کو دیکھ ان کی طرف آیا تھا۔ ابرج سہروردی سے سلام دعا کی تھی اور ایلیفیہ سے ہائے ہیلو کی تھی اور ایلیفیہ بت بن گئی تھی۔ اس نے ہی آگے بڑھ کر ایلیفیہ کو نامحسوس طریقے سے متوجہ کیا تھا اور وہ سنبھل کر سید ابان بخاری کے سلام کا جواب دے گئی تھی اور جس وقت سید ابان بخاری نے پریزینٹیشن دی تھی وہ یک ٹک اس خوبرو شخص کو دیکھتی رہی تھی

اور ابرج سہروردی اسی کو نوٹ کرتا اسے یہاں لانے اور پریزینٹیشن دلوانے کے فیصلے پر پچھتاوا محسوس کرنے لگا تھا۔ابرج سہروردی کی کمپنی کا نام اناؤنس ہوا تھا کچھ فارمل طریقے سے توصیف بیان ہوئی تھی،توقعات کا اظہار ہوا تھا اور پریزینٹیشن پیش کرنے کے لئے نام کال کر دیا گیا تھا اور ابرج سہروردی کو باقاعدہ اس کا بازو ہلا کر اسے متوجہ کرنا پڑا تھا اور اس کے متوجہ ہوتے ہی اس کو اسٹیج تک جانے کا کہا تھا اور وہ دل ہی دل میں آج کی پریزینٹیشن پر فاتحہ پڑھ چکا تھا مگر کچھ ہی دیر میں اسے احساس ہو چکا تھا کہ اس کی سوچ منفی کی جانب سفر کرتی رہی تھی اور ایلیفیہ آغا نے غیر معمولی طور پر نہایت اعلٰی پریزینٹیشن پیش کی تھی۔اس وقت ہال میں صرف تین خواتین تھیں جن میں سے ایک ایلیفیہ آغا تھی اور تقریباً نو افراد کی نگاہ حسین ایلیفیہ آغا پر جمی تھی اور اس کا حسن ہی نہیں اس کا لب و لہجہ بھی کافی متاثر کن تھا۔پورے ہال پر سکوت طاری تھا اور وہ اپنے پروگرام سے آگاہ کر رہی تھی اور سب کو بتا رہی تھی کہ ان کی کمپنی اس پراجیکٹ کو کس طرح آگے لے کے جانے والی ہے۔۔۔کیسے اس پراجیکٹ کو کامیاب بنانے والی ہے۔۔۔اس کے چپ ہوتے ہی ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔سید ابان بخاری بھی اس کا نوٹس لینے پر مجبور ہو گیا تھا کہ وہ متحیر تھا کہ کچھ دیر قبل خود اعتمادی سے عاری لڑکی کتنی خود اعتمادی کے ساتھ شاندار طریقے سے سب کے سامنے اپنے پوائینٹنٹس رکھ رہی تھی۔وہ ایلیفیہ کے چپ ہونے تک ایلیفیہ اور اس کی صلاحیتوں سے کافی حد تک متاثر ہو چکا تھا۔اس کے حسین چہرے اور خوبصورت آنکھوں میں محض حسن نہیں ذہانت کی بھی چمک تھی اور یہی ذہانت سید ابان بخاری کو متاثر کر گئی تھی کہ باصلاحیت اور ذہین لڑکیاں سو میں سے پانچ ہوتی ہیں اور وہ ایلیفیہ آغا کی ذہانت محسوس کرتا اس سے متاثر ہو چکا تھا۔میٹنگ کے اختتام پر ابرج سہروردی بہت مسرور تھا کہ ایلیفیہ نے آج کمال کر دیا تھا اس قدر شاندار پریزینٹیشن دی تھی کہ سید ابان بخاری کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا ۔وہ ایلیفیہ کو سراہ رہا تھا۔اسے اسی طرح خود اعتمادی سے دونوں محاذوں پر لڑنے کا کہہ رہا تھا اور اپنے ساتھ کا یقین بھی سونپ رہا تھا اور وہ صرف مسکراتی رہی تھی۔

"تمھاری ہر بات اپنے جگہ ہے ابر اور مجھے تمھاری نیت اور خلوص پر بھی کوئی شک نہیں ہے بس اتنی بات یاد رکھنا کہ میرے لئے میری انا اور عزتِ نفس،محبت سے زیادہ اہم ہے۔تم نہ بھی کہتے تو میں محبت اور عزتِ نفس میں سے عزتِ نفس کو ہی چنتی۔میں چاہے سید ابان بخاری کو دیکھ کتنی ہی بے خود ہو جاؤں مگر میں کچھ بھی ایسا نہیں کر سکتی کہ میں اس شخص کی نگاہوں سے گر جاؤں جس کی نگاہ میں ایک خاص اور اعلٰی مقام حاصل کرنا چاہتی ہوں کہ میں شاید نہیں یقیناً محبت کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں لیکن عزت کے بغیر نہیں اور میں اپنی عزت اپنا نسوانی وقار اور اپنی انا رکھ کر ہی اپنے پیار تک رسائی حاصل کروں گی۔۔۔اپنا وقار گنوا کے محبت تک رسائی کرنے والی ایلیفیہ آغا کم از کم نہیں ہو سکتی۔"ابرج سہروردی اس کی بات سے مطمئن ہوتا اسے سراہ رہا تھا اسے مزید کچھ کہہ رہا تھا اور وہ محض مسکرادی تھی اور اسے مزید

بولنے پر آمادہ نہ دیکھ اس نے اسٹیریئو آن کر دیا تھا جبکہ وہ دل ہی دل میں سید ابان بخاری کو مخاطب کرتی جانے کیا کچھ سوچتی چلی گئی تھی کہ کچھ باتیں اظہار کی منزل تک پہنچ ہی نہیں پاتیں اور وہ جو اپنے دوست ابرج سہروردی سے سب کچھ کہہ دیتی تھی یہ نہیں کہہ سکتی تھی اس لئے محض سوچ کر رہ گئی تھی اور اپنی سوچ پر کافی حد تک مطمئن اور پر سکون تھی۔وہ خود کو وقت کے دھارے پر چھوڑ چکی تھی کہ اسے اللہ سے پوری امید تھی کہ وہ اس کی مناجات ضرور قبول کرے گا۔وہ آنکھیں موند گئی تھی اور اس کی توجہ بھی سنگر کی آواز کی جانب مبذول ہو گئی تھی۔

جانے تو کہاں ہے، اڑتی ہوا پہ تیرے پیروں کے نشاں دیکھے

ڈھونڈا ہے زمیں پہ، چھانا ہے فلک پہ، سارے آسماں دیکھے

مل جا کہیں، سمے سے پرے، سمے سے پرے، مل جا کہیں

تو بھی اکھیوں سے کبھی میری اکھیوں کی سن

سریلی اکھیوں والے، سنا ہے تیری اکھیوں سے بہتی ہیں نیندیں اور نیندوں سے سپنے

☆☆☆☆☆☆☆

"مجھے آپ کی سمجھ نہیں آتی شارق آپ بیٹی کو سمجھانے کی بجائے اس کی حماقتوں میں ہمنوا کیوں بن جاتے ہیں؟" وہ شدید ناراضگی سے کہتے ہوئے شوہر کو دیکھنے لگی تھیں۔

"تم کیوں اس کی شادی کے پیچھے پڑ گئی ہو وہ جب ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔" وہ بھی روز روز کی بحث سے تنگ آتے ہوئے نہایت برہمی سے بولے تھے۔

"آپ کیوں نہیں سمجھتے کہ لڑکیوں کی شادی کی بھی ایک عمر ہوتی ہے اور عمر ڈھل جانے کے بعد مناسب رشتہ نہیں ملتا۔اس لئے میں چاہتی ہوں کہ اسکی وقت پہ شادی ہو جائے کیونکہ ہر آنے والے اچھے رشتے کو اتنی ناقدری سے انکار کرنا نامناسب و ناشکری ہے۔" وہ شوہر کی برہمی محسوس کرتیں دھیمی پڑتیں نہایت نرمی سے بولی تھیں۔

"میں بھی ان سب باتوں کو سمجھتا ہوں لیکن ایلیفیہ کے ساتھ زبردستی کرنا نہیں چاہتا۔ایلیفیہ ہماری اکلوتی بیٹی ہے مجھے صرف اس کی خوشی عزیز ہے۔" بیوی کی ہر بات کو گہرائی سے سمجھتے ہوئے اب کی بار انھوں نے مخالفت کی بجائے مجبوری ظاہر کی تھی۔

"ایلیفیہ، آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔آپ پیار سے، حق سے اس سے اپنی بات منوانا چاہیں گے تو وہ اپنی فضول سی ضد سے دست بردار ہو جائے گی۔آپ کی بے حد عزت کرتی ہے آپ کو انکار نہیں کر پائے گی۔" انہوں نے شوہر کو

نئی راہ دکھائی تھی جسے سن وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئے تھے۔

"میں یہی تو نہیں چاہتا کہ میری بیٹی کسی مجبوری میں اپنی زندگی کا اتنا بڑا اور اہم فیصلہ کرے۔" شارق آغا بیوی کی بات کو مسترد کر گئے تھے۔

"اس لئے بہتر یہی ہو گا کہ تم بھی اس قصّے کو بند کر دو، جب وقت ہو گا ہماری بیٹی کی شادی ہو جائے گی۔ فضول بحث سے گھر کا ماحول خراب نہ کرو۔" ان کا انداز اب دو ٹوک تھا اور بیٹی اور شوہر کی مرضی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے ارمش کی والدہ کو صاف انکار کر دیا تھا اور صائمہ بیگم کو تو بیٹے کی پسند کچھ یوں بھائی تھی کہ فون پر انکار سن لینے کے بعد بھی وہ خود چل کر دوبارہ سوال بلند کرنے آئی تھیں اور صائمہ بیگم بے حد اصرار کے بعد بھی آسیہ آغا نے انکار ہی ان کے ہمراہ کیا تھا۔ وہ سخت مایوس واپس لوٹ گئی تھیں اور جب بیٹے کو صاف انکار کے بارے میں بتایا تھا تو اس کا تاریک ہوتا چہرہ دیکھ انہیں خود اپنا ملال گہرا ہوتا محسوس ہوا تھا اور وہ بولے بغیر نہیں رہ پائی تھیں۔

"میں صرف تمھاری محبت میں رشتہ لے کر گئی تھی اور تمھاری پسند مجھے بھی اچھی لگی اس لئے بے حد دل سے اصرار کر کے آئی تھی کہ رشتے پر غور کیا جائے۔۔۔ کل ایلیفیہ کی ماما نے کال کر کے صاف انکار کر دیا اس کے باوجود میں آج خود چل کر گئی تھی کتنے دل سے انھیں اپنے فیصلہ پہ نظر ثانی کرنے کو کہا مگر مسز آغا نے صاف انکار کر دیا۔" وہ بیٹے کی اتری صورت دیکھ اداسی سے بولی تھیں۔

"ماما، انہوں نے انکار کی کوئی وجہ تو بتائی ہو گی؟" اس کی آواز جیسے کسی گہری کھائی سے بر آمد ہوئی تھی۔

"جب انہوں نے رشتہ طے کرنا ہی نہیں تھا تو انکار کے ہزاروں جواز تھے۔۔۔ وہ خاندان کے باہر شادی نہیں کرتے اور ابھی کچھ سال بیٹی کی شادی کرنا ہی نہیں چاہتے اس لئے انکار کر دیا۔" وہ اب کے قدرے ناراضگی سے بولی تھیں کہ وہ خود چل کر دو دفعہ گئی تھیں اور یوں کسی بے بنیاد بات کو جواز بنا کر انکار کرنا انھیں دکھ اور غصے سے دوچار کر گیا تھا۔ ارمش نے ماں کے چہرے کی طرف دیکھا تھا جو کافی دکھی لگ رہی تھیں۔ آگے سے کچھ کہہ پانا اس کے اختیار میں نہیں تھا وہ بڑی خامشی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا اور بیٹے کی خاموشی صائمہ بیگم کے درد کو سوا کر گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"کسی کو اتنا انتظار کروانا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے عابیہ نعمانی۔۔۔!" وہ کافی عرصے سے اس سے ملنا چاہ رہا تھا مگر ملنے کی کوئی سبیل نہیں بن پا رہی تھی کہ کچھ عرصہ پہلے تو وہ ہر دوسرے تیسرے دن بخاری ولاز میں پائی جاتی تھی لیکن جب سے وہ اسے انتظار سونپ گئی تھی اس نے پلٹ کر خبر تک نہ لی تھی۔ اس نے یونیورسٹی سے واپسی پر ایک دو بار بات کرنا چاہی تھی تو عابیہ نے موقع ہی نہیں دیا تھا اور انتظار مشکل ہونے لگا تھا تو وہ آج اسے کال کر گیا تھا اسے ذرا بھی اندازہ

ہوتا کہ کال کرنے والا کوئی اور نہیں سید ابان بخاری ہو گا تو وہ ہر گز بھی کال رسیو نہ کرتی مگر اب وقت اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور وہ اب اس کے ہیلو کے جواب میں تعارف کرواتا کال بند نہ کرنے کی ہدایت کر گیا تھا اور وہ گویا پتھر کی ہو چکی تھی۔ موبائل کان سے لگائے لب کچلتی ساکت بیٹھی تھی اور وہ اپنی دکھ بھری داستاں بیان کرتا شکوہ کر رہا تھا اور وہ اس کے لہجے سے بندھنے لگی تھی مگر اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ آگے سے کچھ کہتی یا رابطہ ہی منقطع کرتی۔

"عابیہ تمہاری خاموشی میری زندگی کا روگ بنتی جا رہی ہے۔۔۔ خدا کے لئے توڑ دو یہ خاموشی۔۔۔ مجھے اقرار سونپ دو میں تمہارا ایک اقرار سننے کو ترس رہا ہوں۔۔۔" سید ابان بخاری کا گمبھیر لہجہ سماعتوں میں اتر رہا تھا اور وہ دل تک اس کا اثر محسوس کرتی اپنی آنکھوں کو نم ہونے سے بچا نہیں پائی اور خود کو سنبھال کر وہ جو کچھ کہہ گئی تھی وہ سید ابان بخاری کو گونگا کر گئے تھے۔ عابیہ نعمانی کی چپ کیا ٹوٹی تھی سید ابان بخاری کے لب سل گئے تھے کچھ کہنے کو لب محض پھڑ پھڑا کر رہ گئے تھے۔ وہ موت کا سا سناٹا محسوس کرتی رابطہ منقطع کر گئی تھی اور سید ابان بخاری کو لگا تھا کہ فون کا رابطہ نہیں زندگی کا زندگی سے رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔۔۔ وہ خود کو ہوا میں معلق سمجھ رہا تھا۔۔۔ اسے زندگی ہاتھوں سے نکلتی محسوس ہو رہی تھی کہ اس کے ہاتھوں سے قیمتی موبائل چھوٹ گیا تھا جو اس کے دل کی طرح ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا اس کے دل کا دیا فقط ایک جملے نے بجھا ڈالا تھا اس کے کانوں میں عابیہ نعمانی کا بے رحم لہجہ گونج رہا تھا۔

"میں آپ سے محبت نہیں کرتی سید ابان بخاری۔۔۔ نہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔۔" لفظ کیا تھے تیر تھے جو اس کے دل کے آر پار ہو گئے تھے۔ بہت معصوم بے ضرر نظر آنے والی لڑکی نے چند لفظوں کو یوں ہوا دی تھی کہ اس کا دل دیا بجھ گیا تھا۔ وہ چیخنا چاہتا تھا مگر آواز حلق میں پھنس گئی تھی۔۔۔ وہ زندہ رہنا چاہتا تھا مگر اس کی سانس اس کے سینے میں اٹکنے لگی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ عابیہ نعمانی کی چپ یوں ٹوٹے گی کہ وہ اپنے تمام لفظ کھو دے گا۔ زندگی کا احساس ہی کھو دے گا۔ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے کانوں میں ایک ہی آواز کی بازگشت تھی۔

"میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔۔۔" وہ اس بازگشت سے جان چھڑانے کی آس میں بہرہ ہونے کی خواہش کو سر اٹھاتا محسوس کرتا پہلے سے زیادہ کم گو اور پہلے سے کہیں زیادہ سنجیدہ ہوتا چلا گیا تھا اور بیٹے کی یہ غیر معمولی خاموشی اور سنجیدگی درِ شہوار کو ہولانے لگی تھی۔ وہ بیٹے سے سوال کرنے لگی تھیں اور وہ چپ تھا ان کا اسرار بڑھا تھا اور وہ چیخ پڑا تھا۔

"ماما جان وہ داستان ختم ہو گئی ہے یہ قصّہ اب بند کر دیں۔" وہ حیرت سے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں جو الم کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتا وہ بیٹے کا ہاتھ تھام گئی تھیں۔

"ابان، ماما جان کو بتاؤ گے نہیں کیا ہوا؟" ان کا لہجہ بھیگا ہوا تھا کہ بظاہر تو وہ جاننے کی متمنی تھیں لیکن بیٹے کا چہرہ

،اس کے اطوار اس کی آنکھیں سب بیان کر گئے تھے ۔وہ بیٹے کی سرخ آنکھوں سے ہی اس کے دل کا حال جان گئی تھیں۔انھوں نے بیٹے کی آنکھوں میں دوڑتی وحشت سے ہی ہجر کی آہٹ بھانپ لی تھی۔پتہ نہیں کس گمان میں تھیں جو سب کچھ جان لینے کے بعد بھی اسے اکسار ہی تھیں اور وہ اپنا ضبط کھونے لگا تھا۔اس لمبے چوڑے مرد نے محبت کیا کھوئی تھی زندگی ہی ہار دی تھی۔

"ماماجان،عابیہ نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔"انھوں نے بیٹے کو دیکھا تھا جس کے خوبرو چہرے پر حزن یوں پھیلا تھا کہ زندگی محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی۔وہ بیٹے کو دیکھ کم رہی تھیں اور سوچ زیادہ رہی تھیں۔کہ ان کا خوبرو،مردانہ وجاہت کا اعلیٰ شاہکار بیٹا کیا ٹھکرائے جانے کے لائق ہے۔۔۔ایک کامیاب بزنس مین جس کی ذہانت اور وجاہت کے دور دور تک چرچے تھے کیا وہ ٹھکرائے جانے کے لائق ہے۔۔۔وہ بے یقیں تھیں انہیں یقین ہی نہیں تھا کہ کوئی لڑکی ۔۔۔اورایک عام سی شکل وصورت کی لڑکی ان کے بیٹے کو ٹھکرا سکتی ہے۔۔۔مگر یہ انہونی ہو چکی تھی کیونکہ وہ محبت کے معاملے میں شاید باپ کی سی قسمت لے کر آیا تھا جس میں وصل نہیں ہجر کے دکھ تھے۔محبّ کا ہرجائی پن تھا اور جس کے نتیجے میں ان کا بیٹا زندگی سے ہی دور محسوس ہونے لگا تھا۔وہ خود کو کمپوز کرنے میں بری طرح ناکام ہوئی تھیں اور وہ انھیں تفصیل سے آگاہ کر گیا تھا۔

"میں خود عابیہ سے بات کروں گی۔"وہ خود کو کمپوز کرتیں فیصلہ کن انداز میں بولی تھیں مگر وہ ان کے فیصلے کی راہ میں آگیا تھا اور ان سے عابیہ سے بات نہ کرنے کا عہد لیتا آزردہ چھوڑ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا جبکہ لاؤنج کے باہر کھڑی درِ مکنون انکشافات کی زد میں یوں آئی تھی کہ ساکت ہی تو رہ گئی تھی کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کے بھیا اس کی دوست عابیہ سے محبت کرتے ہیں اور اس کی دوست اس کے شاندار بھائی کو ٹھکرا چکی ہے۔اس نے بھائی کی آزردگی آنکھوں سے دیکھی اور دل سے محسوس کی تھی اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی اور دل میں ہزار شکوے ۔۔۔کہ اسے کہاں امید تھی کہ عابیہ اس کے بھائی سے شادی سے انکاری ہو سکتی ہے۔۔۔وہ عابیہ سے ناراضگی محسوس کرتی اس سے بات کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

ابرج سہروردی دو دن سے کسی میٹنگ کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔اس کی غیر موجودگی میں اس نے پورے پراجیکٹ کو خود ہی ہینڈل کیا تھا اور کچھ دیر پہلے سید ابان بخاری کی سیکریٹری کی کال آئی تھی وہ پراجیکٹ کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ ابرج سہروردی سے ملنے آنا چاہتا تھا اور یہ سب سن کے تو ایلیفیہ کے ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے تھے۔اس نے ابرج سہروردی کو کال کر کے تمام صورتحال سے آگاہ کیا تھا اور اس نے سید ابان بخاری کو آفس

بلا لینے کا کہا تھا جسے سن کر وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"تم یہاں نہیں ہو ابر تو میں اکیلے کیسے۔۔۔" وہ منمنائی تھی مگر جملہ مکمل نہیں کر پائی تھی کہ وہ درمیاں میں ہی بول پڑا تھا۔

"پراجیکٹ تم ہینڈل کر رہی ہو تو مجھے نہیں لگتا کہ میری غیر موجودگی سے تمھیں کوئی فرق پڑنا چاہیئے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"بات صرف پراجیکٹ کی تو نہیں ہے ابر یہ تو تم بھی جانتے ہو۔۔۔" وہ ترنت بولی تھی۔

"بات جو ہے جانتا ہوں تب ہی تو کہہ رہا ہوں کہ ہر موقع کو غنیمت سمجھا کرو۔" وہ قدرے شرارتی انداز میں بولا تھا جسے سمجھتی وہ سرخ پڑ گئی تھی۔

"بکواس نہ کرو۔۔۔ میں بہت کنفیوژ ہوں۔ ہمیشہ تم ساتھ ہوتے ہو تو کچھ گڑبڑ کرنے لگتی ہوں تو تم سنبھال لیتے ہو۔ اکیلے تمھارے بنا میں بالکل مینج نہیں کر پاؤں گی ابر!" اس نے بے چارگی سے اپنی کمزوری کہی تھی۔

"مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے کہ تم مینج کر سکتی ہو۔۔۔ اور تم کر لو گی۔۔۔ اور سید ابان بخاری کم از کم اتنا تو ہینڈسم ہے کہ تم اس سے خوفزدہ ہوئے بغیر ایک کامیاب میٹنگ کر سکتی ہو۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بول رہا تھا۔

"واٹ ربش ابر! تم جانتے ہو بات میٹنگ کی کامیابی اور ناکامی کی نہیں ہے۔۔۔ یہ مت بھولو کہ سید ابان بخاری کو دیکھ میں اپنے حواسوں میں نہیں رہتی۔۔۔ اس شخص سے خوفزدہ نہیں ہوئی کبھی۔۔۔ بس رعبِ حسن ہی اتنا ہے کہ مجھے میرے تمام سوال بھولنے لگتے ہیں۔۔۔" وہ دھیمے دھیمے بول رہی تھی اور وہ یکدم قہقہہ لگا بیٹھا تھا۔

"حسین تو تم بھی ہو کیا پتہ اکیلے میں ملو تو سید ابان بخاری بھی تمام سوال بھول جائے، سوال ہی کیا خود کو ہی فراموش کر ڈالے۔" وہ ہنستے ہوئے معنی خیزی سے بولا تھا اور وہ سرخ پڑتی اسے بکواس نہ کرنے کی ہدایت کر گئی تھی اور اس نے اچھے بچوں کی طرح ہدایت پر عمل کیا تھا اور سنجیدگی سے چند ہدایات اور نصیحتیں اس کے ہمراہ کر دی تھیں اور اس نے لائن کاٹی تھی اور ابرج سہروردی کی ہدایت کے مطابق سیکرٹری کو سید ابان بخاری سے میٹنگ کا ٹائم سیٹ کرنے کی ہدایت کی تھی اور خود جلدی جلدی میٹنگ میں ڈسکس ہونے والے پوائنٹ نوٹ کرنے لگی تھی۔ اس نے کوئی آدھے گھنٹے میں پورا پیپر ورک کر لیا تھا اور فریش ہونے چل دی تھی کہ وہ سید ابان بخاری کی نظر میں آنا چاہتی تھی مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ جنھیں نظر میں آنا ہو وہ پہلے ہی آ جاتے ہیں اور جنھیں نہ آنا ہو وہ پوری زندگی بھی کوشش کر لیں تو بھی وہ ناکام ہی رہتے ہیں اور اس کی بھی ہر کوشش ناکام رہنے والی تھی کہ ہر چیز کہاں ہر کسی کے مقدر میں ہوتی ہے۔!!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"تم نے بھیا سے شادی سے انکار کیوں کیا ہے ؟" وہ دونوں یونیورسٹی کے لان میں گھاس پر بیٹھی تھیں۔ اگلے پیریڈ میں ان کا ٹیسٹ تھا وہی ریوائس کر رہی تھیں کہ درِ مکنون نے یکدم ہی پوچھ لیا تھا اور وہ اسے حیرانگی سے قدرے بے یقینی کے ساتھ دیکھتی چلی گئی تھی۔

"جواب دو عابی!" وہ اس کی خاموشی پر قدرے غصّے سے بولی تھی۔ عابیہ نے خود کو کمپوز کیا تھا اور دھیمے سے کہہ گئی تھی۔

"میں اس بارے میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔" وہ اپنی کتابیں سمیٹنے لگی تھی کہ درِ مکنون نے اس کے ہاتھ سے کتاب چھین لی تھی۔

"کیوں بات نہیں کرنا چاہتیں۔۔۔ صرف تمھاری وجہ سے میرے بھیا دکھی ہیں، میری ماما جان اداس ہیں اور تم بات ہی نہیں کرنا چاہتیں۔۔" وہ غصے سے بولی تھی مگر پھر بھی اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی کہ اس نے اپنے بھائی کو دکھی اور مضمحل دیکھا تھا۔

"کچھ باتیں انسان ہر کسی سے نہیں کر سکتا درِ مکنون اور بہتر یہی ہو گا کہ تم ان باتوں کو ہماری دوستی کے درمیان لا کر ہماری دوستی خراب نہ کرو جن سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ خود کو سنبھال کر بولی تھی کہ وہ درِ مکنون سے کم از کم اس موضوع پر الجھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"ان باتوں سے میرا تعلق ہے عابی اور بہت گہرا تعلق ہے کہ میں اور میرا بھائی الگ نہیں ہیں، جب میرے بھائی کو کسی بات سے تکلیف پہنچتی ہے تو مجھے اس بات کو جاننے کا پورا حق حاصل ہے۔" اس کے آنسو سبز گھاس پر گرنے لگے تھے اور عابیہ چپ کی چپ رہ گئی تھی۔

"تم یہ نہ سمجھو کہ تم میری دوست ہو تو اس لئے میں نے تم سے بات کرنے کی ہمت کی ہے اگر تم میری دوست نہ بھی ہوتیں تو بھی میں تم سے جواب طلبی ضرور کرتی کہ میرے بھائی کی خوشیوں کا سوال ہے۔" اس نے عابیہ کے سرخ پڑتے چہرے کو ناراضگی سے دیکھتے ہوئے اپنے آنسو صاف کئے تھے۔

"میں تمیں اچھے سے جانتی ہوں کہ تمھاری زندگی میں کوئی اور نہیں ہے، تم کسی کو پسند نہیں کرتیں ایسے میں تم نے بھیا سے شادی سے انکار کیوں کر دیا ہے عابی۔۔۔" وہ دوست کا ہاتھ تھام گئی تھی۔ عابیہ کے آنسو گرنے لگے تھے اور اس نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا۔

"میں انکار کا حق رکھتی تھی اس لئے میں نے انکار کر دیا۔" وہ اپنا سامان سمیٹنے لگی تھی اور اس کا ارادہ وہاں سے چلے جانے کا تھا مگر درِ مکنون نے اس کے ارادے کو خاک میں ملا دیا تھا۔

"اگر تم نے اپنے حق کا استعمال کیا ہے تو نظریں کیوں چرا رہی ہو تمھاری آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں۔۔۔"

درمکنون اس سے وہ سوال کر رہی تھی جس کا عابیہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا کہ وہ یہ نہیں کہہ پارہی تھی کہ اپنا حق استعمال کر کے وہ خود بھی خوش نہیں ہے۔

"عابی، میں کافی عرصے سے تمھیں پریشان محسوس کر رہی تھی لیکن تم نے کہا کہ تم شیئر نہیں کرنا چاہتیں تو میں خاموش ہو گئی۔" وہ دھیمے، دھیمے بولنے لگی تھی۔ عابیہ اپنے آنسو صاف کرتی خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

"جب مجھے پتہ لگا کہ میرے بھیا تم سے محبت کرتے ہیں اور تمھیں انھوں نے پرپوز کیا تھا تو مجھے بہت اچھا لگا ۔۔۔مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی اور میں نے بھیا کی پسند کو ایک لمحے میں اوکے کر دیا تھا مگر دوسرا لمحہ مجھ پر بہت بھاری گزرا تھا عابی۔۔۔" وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں اور دونوں ہی اپنی اپنی جگہ الجھی ہوئیں مضطرب تھیں۔

"میں بے یقین رہ گئی تھی یہ سن کر کہ تم نے بھیا کا پرپوزر ریجیکٹ کر دیا ہے۔ میں ابھی تک بے یقین ہوں کہ کوئی میرے ویل ایجوکیٹڈ، ویل اسٹیبلشڈ، ویل ڈریسڈ، ہینڈسم، چارمنگ بھائی کو بھی ریجیکٹ کر سکتا ہے۔" اس نے عابیہ کے چہرے سے نگاہ ہٹالی تھی۔ اب عابیہ گھاس نوچ رہی تھی اسکی یہ حرکت اس کے اضطراب کی گواہ تھی۔

"بتاؤ عابی کیوں انکار کیا ہے کیا کمی ہے میرے بھائی میں۔۔۔" وہ آگے بھی کچھ کہہ رہی تھی لیکن عابیہ نے تو ایک جملے سے اس کے تمام سوالوں کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

"کمی تمھارے بھائی میں نہیں ہے مکنون۔۔۔ کمی تو مجھ میں ہے۔۔" وہ حیرانگی سے عابیہ کو دیکھنے لگی تھی۔

"تمھارا بھائی ہر لحاظ سے شاندار ایک دم پرفیکٹ ہے۔۔۔ ویل ایجوکیٹڈ۔۔۔ ویل اسٹیبلشڈ۔۔۔ میں نہ اسٹیٹس میں سید ابان بخاری کے ہم پلّہ ہوں نہ تعلیم اور نہ ہی صورت میں۔۔۔ میں کسی بھی لحاظ سے سید ابان بخاری کے قابل نہیں ہوں۔۔۔" دِرمکنون منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میرا اور سید ابان بخاری کا کوئی جوڑ نہیں ہے مکنون اس لئے میں نے انکار کر دیا ہے۔" وہ نظر چراتی آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔

"واٹ ربش !عابی، یں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم مادیت پسندی میں الجھ سکتی ہو۔ تم ظاہری حسن اور شان و شوکت کو اہمیت دے سکتی ہو۔۔۔"

"میں بہت مجبور ہوں مکنون، کہ میں نہیں چاہتی کہ تمھارے بھیا زندگی میں کبھی پچھتاوے کا شکار ہوں کہ میں ایک پریکٹیکل اور حقیقت پسند لڑکی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ سید ابان بخاری وقتی طور پر جذباتیت کا شکار ہو کر مجھے لائف

ابان بخاری کے لئے کہیں سے بھی موزوں نہیں ہوں۔ کسی طور ان کے لائق نہیں ہوں ۔"وہ خود کو سنبھال کر گہری سنجیدگی سے بولی تھی۔

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے عابی تم جانے کن مفروضات میں الجھ کر اپنی زندگی برباد کر رہی ہو۔" درِمکنون دھیمے مگر سخت لہجہ میں قدرے ناراضگی سے بولی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ میں صحیح کر رہی ہوں۔" وہ اپنی بات اور فیصلے پر قائم تھی۔

"بھیا تم سے محبت کرتے ہیں عابیہ ۔۔۔اور محبت اتنا کمزور جذبہ نہیں ہے کہ چند سالوں میں پچھتاوا بن جائے۔" اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے عابیہ کو سمجھائے۔

"میں کبھی احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہوئی۔۔۔میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں حسین کیوں نہیں ہوں۔۔۔میں کیوں قبول صورت ہوں۔ لیکن جب سے تمھارا بھائی میری زندگی میں آیا ہے میں احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گئی ہوں اسکی بے پناہ وجاہت اور میری معمولی صورت کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔۔۔ جس شخص نے مجھے احساس کمتری سے دوچار کیا ہے میں اس کی زندگی میں لائف پارٹنر کی حیثیت سے شامل نہیں ہونا چاہتی۔۔۔ کہ میں نہیں چاہتی کہ جب میں سید ابان بخاری کے ساتھ کہیں سے گزروں تو لوگ مجھ پر رشک کریں کہ میرا جیون ساتھی کس قدر حسین اور قابل ہے لیکن سید ابان بخاری پر ترس کھائیں کہ وہ ایک ویل ایجوکیٹڈ حسین لڑکی کو ڈیزرو کرتا تھا لیکن اس کی بدنصیبی کہ اس کی زندگی میں عابیہ نعمانی ایک کم صورت لڑکی شامل ہو گئی۔" اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ درمکنون نے اسکی ہر بات کی نفی کی تھی اور وہ چیخ پڑی تھی۔

"سنا تم نے مکنون میں نہیں چاہتی کہ لوگ سید ابان بخاری پر ترس کھائیں اور یہ ترس اتنا بڑھے کہ محبت باقی نہ رہے اور ایک دن پچھتاوا بن جائے۔" درمکنون اس کو دیکھ رہی تھی جس کے لہجے میں نمی تھی اور آنکھوں سے سیلِ رواں جاری تھا اور وہ درِمکنون کو حیران پریشان مضطرب چھوڑ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ پیچھے رہ گئی تھی درِمکنون اور اس کے تو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ بات یہ ہو گی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ عابیہ کی سوچ بھائی تک ضرور پہنچائے گی کہ وہ اپنی دوست، اس کی سوچ، اس کے کسی بھی جملے سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ اسے ہزار اختلافات تھے مگر وہ ہمیشہ کی طرح عابیہ کو قائل نہ کر پائی تھی اس لئے اب حل صرف سید ابان بخاری کے پاس تھا۔ وہ ہی عابیہ کو قائل کر کے شادی کے لئے منا سکتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

ایلیفیہ بے چینی سے چار بجنے کا انتظار کر رہی تھی اور جیسے ہی گھڑی نے چار بجائے اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا

تھا۔

"اُف! اس شخص کا انتظار ہی اتنا جان لیوا ہے۔۔۔ اس کا خیال ہی دھڑکنوں میں تلاطم برپا کر رہا ہے۔۔۔ اس سے سامنے پر کیا ہو گا۔۔۔ میں تو مر ہی جاؤں گی۔" اس نے بے قابو ہوتیں دھڑکنوں کے خیال سے سوچا تھا کہ اسی وقت ابرج سہروردی کی سیکرٹری سید ابان بخاری کے آ جانے کی اطلاع کے ساتھ حاضر ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی۔ اس نے اندر بھیجنے کا کہہ تو دیا تھا مگر خود کو کمپوز نہیں کر پا رہی تھی اور اگلے کچھ منٹوں میں وہ اس کے سامنے تھا اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ۔۔۔ اس نے خود کو کمپوز کیا تھا اور خود پر بے نیازی سی طاری کر لی تھی، نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور اسے بیٹھنے کی آفر کی تھی۔ اس کی نگاہ اِس بے حد حسین لڑکی پر اٹھی تھی جو اس سے عمر میں چھوٹی تھی اور حسین اس قدر تھی کہ نظر پلٹنے سے انکاری اور اوپر سے اس وقت اس کے حسین چہرے کی گلابی رنگت میں گھلی سرخی وہ نظر ہٹا نہیں پایا تھا اور وہ جو جان لبوں پہ لئے بیٹھی تھی پوری جان سے کانپ اٹھی تھی اور پلکوں میں ارتعاش اترنے لگا تھا۔ اس کی خمار پلکوں کا اٹھنا، جھکنا، رخساروں پر اترتی لالی کچھ ایسی تھی کہ وہ نظر کو چاہ کر بھی نہیں ہٹا پا رہا تھا مگر اس نے بالآخر خود پر قابو پا کر اس کی آفر قبول کرتے ہوئے سیٹ سنبھال لی تھی اور دھیمے سے کھنکار کر بات کا آغاز کیا تھا اور وہ دھیرے دھیرے نارمل ہوتی چلی گئی تھی۔ کوئی پون گھنٹا ان کے درمیان مختلف اشوز پر بات ہوتی رہی تھی۔ وہ اس حسین لڑکی کی ذہانت کا متعارف ہو چکا تھا اور اس کے اعتماد کا قائل بھی ہو چکا تھا کہ وہ جس وقت کمرے میں داخل ہوا تھا وہ تب جتنی نروس تھی دھیرے دھیرے اتنی ہی پر اعتماد ہوتی چلی گئی تھی۔ کچھ پوائنٹس میں ان کے درمیان اختلاف بھی ہوا تھا لیکن اس نے اپنا موقف کچھ اس خوبصورتی سے سید ابان بخاری کے سامنے رکھا تھا کہ وہ قائل ہو گیا تھا۔ دونوں کے درمیان میٹنگ کافی کامیاب رہی تھی اور میٹنگ کے اختتام پہ وہ کافی خوش تھی کہ وہ سید ابان بخاری کی نظر اٹھنے اور ٹھہر جانے کو قسمت کے مہربان ہو جانے کی دلیل سمجھ گئی تھی۔ سید ابان بخاری چاہے سنجیدہ مزاج کا انسان تھا لیکن وہ اپنے مخصوص بے تکلف انداز میں چند ایک باتیں کہہ گئی تھی اور جس کا جواب اسے برجستگی کے ساتھ ملا تھا۔ میٹنگ ہی کامیاب نہیں رہی تھی ان کے درمیان کئی تکلفات بھی گر گئے تھے۔ کچھ بے تکلفی کی فضا قائم ہو گئی تھی اور وہ اس ذرا سے پر بہت خوش تھی۔ اس نے بے حد مسرور انداز میں تمام تر تفصیل سے ابرج سہروردی کو آگاہ کیا تھا اور وہ ایلیفیہ کے لہجے سے ٹپکتی سرشاری کو محسوس کرتا مطمئن ہو گیا تھا مگر وہ دونوں ہی نہیں جانتے تھے کہ کچھ خوشیوں کے پل زندگی میں صرف بہت بڑے دکھوں سے دوچار کرنے کے لئے آتے ہیں اور وہ وقت کی اس بے رحمی سے انجان بہت مگن تھی۔ گزرتے دنوں میں وہ کافی قریب آ گئے تھے۔ ان دونوں میں بزنس سے ہٹ کر بھی کافی موضوع زیرِ بحث آنے لگے تھے اور وہ بڑھتی ہوئی بے تکلفی کے ساتھ ساتھ ہزاروں سپنے سجاتی جا رہی تھی۔ جبکہ دوسری جانب تکلف اور بے تکلفی کے اسرار و رموز سے سے انجان

وہ اس کو محض ہر ایک کی طرح ہی ٹریٹ کر رہا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا ہلکا سا ہنس کر بول جانا کسی کی زندگی بنتا جا رہا ہے۔اگر اسے پتہ ہوتا تو وہ تکلف کی دیوار کبھی نہ گراتا۔وہ ہنس کر بات کرنا تو دور وہ اس پراجیکٹ کو ہی ختم کر دیتا مگر اسے وقت کی چال کا اندازہ وقت سے پہلے کیسے ہو سکتا تھا۔وہ وقت کے شکنجے میں پھنس گیا تھا۔اس کی ذرا سی دل لگی کسی کے دل کا روگ بن گئی تھی اور خود سید ابان بخاری کے لئے بھی تو ان مِٹ دکھوں اور پریشانیوں کا سبب بننے والی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ، مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" پرپوزل ریجیکٹ ہونے کے تقریباً پندرہ دن بعد اسے ایلیفیہ سے بات کرنے کا موقع ملا تھا کہ جب سے ابرج سہروردی میٹنگ کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا تھا سب کچھ وہی ہینڈل کر رہی تھی اور اکثر آفس میں دیر تک اسے رکنا بھی پڑ جاتا تھا اور آج بھی یہی ہوا تھا۔وہ جو تمام کاموں سے فارغ ہو کر یہ سوچ کر آفس سے باہر نکلی تھی کہ سب ورکرز جا چکے ہی۔ں ارمش کو اپنے سامنے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی اور اس نے ایلیفیہ کا ٹھٹکنا صاف محسوس کر لینے کے باوجود کہا تھا اور وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی تھی کہ وہ کافی دنوں سے سوچ رہی تھی کہ ارمش نے اس سے ڈائیریکٹ بات کیوں نہیں کی اس سے کوئی سوال کیوں نہ کیا اور اب جب وہ مطمئن ہونے لگی تھی تو وہ ہزاروں سوال لئے اس کے سامنے آگیا تھا۔

"اس وقت تو ممکن نہیں ہے کہ میں پہلے ہی کافی لیٹ ہو چکی ہوں، ماما میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔" اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے جان چھڑانے والے انداز میں کہا تھا۔اور وہ اس کی کیفیت سمجھ لینے کے باوجود آگے سے کوئی بحث کئے بغیر یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ہم کل لنچ آورز میں بات کر لیں گے۔" وہ ایک نظر ایلیفیہ کے حسین چہرے پر جس پہ تھکان کے آثار نمایاں تھے ڈالتا آگے بڑھ گیا تھا۔اس نے سکون کی سانس خارج کی تھی مگر جانتی تھی کہ بلا ابھی ٹلی نہیں ہے اس لئے اس نے کھانے کے بعد حسبِ عادت ابرج سہروردی کو کال ملائی تھی اور اس سے اپنا مسئلہ بیان کیا تھا۔

"تم اس سے بات کر لو بات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔۔۔مگر تم اسے پہلی بار میں ہی باور کرا دینا کہ تمھیں اس سے شادی نہیں کرنی۔۔" ابرج سہروردی اسے ہمیشہ کی طرح بہت کچھ سمجھا رہا تھا اور وہ ہمیشہ کی طرح ابرج سہروردی سے بات کر کے مطمئن ہو گئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ارمش نے اگلے دن جب اسے بات کرنے کا یاد دلایا تھا تو وہ کچھ کہے بنا کینٹین آگئی تھی۔وہ روز کی طرح گھر سے اپنا لنچ لائی تھی کیونکہ آسیہ آغا اسکی صحت کی طرف سے بہت فکرمند رہتی تھیں اس لئیے اسے روز باہر کا کھانا کھانے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی تھیں مگر آج وہ اس کے آفس میں ہی رکھا تھا۔اس نے اپنے لئے چائے اور سینڈوچ منگوائے تھے جبکہ ارمش نے صرف چائے آرڈر کی تھی اس پر ایلیفیہ کو حیرت

ہوئی تھی مگر اظہار نہیں کیا تھا کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہ رہی تھی کہ بات کا آغاز کیا کہہ کر کرتی، بات کا آغاز محض تین منٹ بعد ارمش کی طرف سے ہوا تھا۔ وہ انکار کی وجہ دریافت کر رہا تھا اور اس نے بھی لگی لپٹی رکھے بغیر دھیمے لہجے میں کہہ دیا تھا کہ وہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور یہ الگ بات ہے کہ پرپوزل ریجیکٹ اس کی فیملی کی طرف سے ہوا ہے۔

"تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں ایلیفیہ، آخر مجھ میں کیا برائی ہے؟" وہ بڑے تحمّل سے اس کی تمام بات سننے کے بعد پوچھ گیا تھا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا کہ آپ میں کوئی برائی ہے اس لئے میں نے آپ سے شادی سے انکار کیا ہے۔ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ میں۔۔۔" وہ کچھ کہہ رہی تھی کہ وہ بول پڑا تھا۔

"میں تمھارا انتظار کر سکتا ہوں ایلیفیہ۔۔ ایک سال، دو سال۔۔۔ میں پوری زندگی تمھارا انتظار کر سکتا ہوں۔" وہ اس کو دیکھنے لگی تھی جس کے خوبرو چہرے پر کشمکش پھیلی تھی۔

"لیکن میں نہیں چاہتی کہ آپ میرا انتظار کریں۔۔۔ جب مجھے آپ سے شادی ہی نہیں کرنی تو انتظار چہ معنی وارد۔۔۔" وہ قدرے ناگواری سے بولی تھی۔

"یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اور اس کی آنکھوں سے یکدم جھلکتی جارحیت ایلیفیہ کو نظر چرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"میں آپ کو جواب دہ نہیں ہوں۔" اسے غصہ تو بہت آیا تھا مگر کنٹرول کر گئی تھی۔

"جواب تو دینا ہو گا ایلیفیہ کہ یہ میری زندگی کا سوال ہے۔۔۔ تمھارے خواب میری پلکوں پر سجتے ہیں۔۔۔ میں تمھیں اپنے گھر میں اپنے بہت پاس دیکھتا ہوں۔۔۔ تمھاری ایک جھلک نے میرے دل میں محبت کا دیا روشن کر دیا ہے۔۔۔ میں تمھارے حصول میں پاگل ہو رہا ہوں اور تم انکار کئے جا رہی ہو۔۔۔ وجہ تو جاننا میرا حق ہے کہ جب میں اس وجہ تک پہنچوں گا تب ہی تو اسے دور کر کے تمھیں زندگی میں شامل کروں گا۔" وہ نہایت اطمینان سے بولتا اس کا اطمینان رخصت کر گیا تھا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر بلا کا اطمینان تھا۔ اس کے لب کچھ کہہ رہے تھے اور اس کی آنکھوں کی الگ ہی داستان تھی اور اسے نہ جانے کیوں ارمش کی بھوری آنکھوں سے خوف سا محسوس ہو رہا تھا وہ آگے سے کچھ کہنے کی پوزیشن میں ہی نہیں رہی تھی۔

"ایلیفیہ! میں نے اپنی زندگی میں جو چاہا ہے وہ پایا ہے اور میں نے اپنی زندگی میں کبھی لفظ ناممکن کو شامل ہی نہیں ہونے دیا۔۔۔ جب تمھیں پہلی مرتبہ دیکھا تھا تو دل تمھارا اسیر ہو گیا تھا۔۔۔ اسی لمحے سوچ لیا تھا کہ میری تلاش ختم

ہوئی۔۔۔تم ہی ہو جو میری زندگی میں بطور جیون ساتھی شامل ہو گی۔ تم سے پہلی ملاقات میں صرف تمھیں دل ہی نہیں دیا تھا بہت آگے تک کا بھی سوچ لیا تھا۔" وہ بڑے دوستانہ انداز میں اسے تمام تفصیل سے آگاہی فراہم کر رہا تھا۔ اس کا انداز جتنا دوستانہ تھا۔ اس کا لہجہ اتنا ہی سرد تھا۔ ایلیفیہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنی دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔

"بعد میں تم سے جب بھی سامنا ہوا میرے فیصلے میں ایک اینٹ کا اضافہ کچھ یوں ہوا کہ میرا فیصلہ مضبوط ہوتا چلا گیا اور مجھے وہ دوپہر آج بھی یاد ہے جب میں نے اپنا دل تم پر کھول دیا تھا گرچہ تمھارا جواب تسلی بخش نہیں تھا۔۔۔ بعد میں بھی تم نے میری محبت سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اس کے باوجود میں نے اپنا پرپوزل دیا جو ریجیکٹ ہو گیا۔ میری توہین ہوئی ہے ایلیفیہ!۔۔۔" اس نے کہتے کہتے یکدم رک کر سامنے ٹیبل پر ہاتھ جماتے ہوئے اضطراب محسوس کرتے ہوئے لب کچلتی ایلیفیہ کی نگاہوں میں جھانکا تھا اور اس کی نگاہ میں اضطراب محسوس کر تا وہ چپ ہونے کی بجائے مزید گویا ہوا تھا۔

"میرا پرپوزل ریجیکٹ کر کے میری توہین کی گئی ہے مگر میں تمھاری محبت میں یہ توہین بھلا کر تم سے جواب طلبی کر رہا ہوں۔۔۔ وجہ پوچھ رہا ہوں اور تم چپ ہو۔۔۔ مگر یاد رکھنا تمھاری خاموشی سے ہو گا کچھ نہیں کیونکہ ہو گا وہی جو میں چاہتا ہوں۔" وہ تمسخر اڑاتے لہجے میں بول رہا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھائی تھی اسے ارمش بہت برا لگا تھا۔ اس کی سوچ میں جو جارحیت تھی، جو غصہ تھا وہ بیان کرتا وہ ایلیفیہ کے سامنے اپنا منفی امیج قائم کر چکا تھا۔

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔۔۔" وہ ناگواری سے بولتی اسے دیکھ رہی تھی۔ جس کے خوبرو چہرے پر نرمی نہ تھی۔ بس ایک عجیب سی وحشت تھی۔ جو کم از کم ایلیفیہ کی سمجھ سے باہر تھی۔

"دھمکی نہیں دے رہا۔۔۔ صرف سمجھا رہا ہوں۔۔۔ کہ افہام و تفہیم سے ہر مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔۔۔ باور کروا رہا ہوں کہ تم صرف میری ہو۔۔۔ تمھارا انکار میرے لئے اقرار کی مانند ہے۔۔۔ انرجی ضائع نہ کرو کہ کہا نہ ہو گا وہی جو میں چاہوں گا۔۔۔ اور میں تمھیں چاہتا ہوں ایلیفیہ۔۔۔ محبت ہے تم سے، پانا چاہتا ہوں تمھیں۔۔۔ تو تمھیں تو میرا بننا ہی ہو گا۔۔۔ کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ جسے میں چاہوں وہ مجھے نہ ملے۔۔۔ میں مان ہی نہیں سکتا کہ ایسا ہو گا کیونکہ مجھے جو چیز نہیں ملتی میں اسے حاصل کر لیتا ہوں۔۔۔ اور جو میں حاصل نہیں کر پاتا اسے کسی اور کیلئے چھوڑ دینا تو میری سرشت میں ہی شامل نہیں ہے۔۔۔ اس لئے ایلیفیہ۔۔۔ سوچ لو۔۔۔ اور کل تک مجھے جواب دے دینا کہ شادی کی تاریخ پکّی کرنے کب تک میں ماما کو تمھارے گھر بھیجوں؟" وہ کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ چکا تھا اور جو کچھ کہہ گیا تھا۔ جو کچھ باور کروا چکا تھا۔ وہ سب ایلیفیہ کو بے یقین کر گیا تھا کہ اسے کہاں اندازہ تھا کہ ایک بے ضرر سا سیدھا سادہ نظر آنے والا انسان اس قدر جارحیت پسند اور شدت پسند ہو گا جس کی "میں" اس قدر غیر معمولی ہو گی۔ وہ بے یقینی سے اسے سنتی اسے دیکھ رہی تھی

اور وہ اسے اپنی سنا کر جا چکا تھا اور وہ جو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی تھی سوچ رہی تھی کہ اب آگے کیا ہو گا۔۔۔وہ کیسے ارمش کا مقابلہ کرے گی۔۔۔؟وہ کیسے اسے سمجھائے گی کہ وہ اس سے نہیں سید ابان بخاری سے محبت کرتی ہے۔۔۔وہ بہت الجھ چکی تھی اور وہ جو کچھ اسے کہہ گیا تھا۔جس انداز میں اس نے اس کے آگے انڈائیریکٹلی اپنی منفی شخصیت رکھی تھی۔۔۔اسے دھمکی دی تھی وہ کافی ڈر گئی تھی اور اس پر متضاد یہ کہ وہ ارمش کی سخت اور قدرے اخلاق سے عاری گفتگو ابرج سہروردی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی تھی کہ وہ کر ہی نہیں پا رہی تھی کہ وہ ابرج سہروردی کے غصّہ سے واقف تھی مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ اس مسئلے سے اکیلے نمٹ بھی نہیں سکتی۔اس لئے بتانے نہ بتانے کی الجھن میں گرفتار وہ سخت الجھن میں تھی اور وہ ارمش کے سامنے سے بچنے کو آفس بھی نہیں آ رہی تھی لیکن کب تک کہ جس پراجیکٹ کو ابرج سہروردی نے اس کے حوالے کیا تھا وہ توجہ اور وقت کا متقاضی تھا اس لئے تیسرے دن ہی وہ ایلیفیہ کے گھر پہنچ گیا تھا۔اس نے بہانے بنانے کی اپنی سی کوشش کی تھی لیکن ابرج سہروردی سے بچ پانا اس سے کچھ چھپا لینا کم از کم ایلیفیہ آغا کے بس کا روگ نہیں تھا۔اس نے بہت روتے ہوئے تمام بات من و عن دہرا دی تھی۔

"میں بہت ڈر گئی ہوں ابر،وہ ارمش جتنا بے ضرر نظر آتا ہے اتنا ہے نہیں۔۔۔"وہ جیسے جیسے اس تفصیل بتا رہی تھی اس کے گرد غصّہ کا جال بنتا جا رہا تھا۔اس کے چہرے کے حساس عضو سرخ ہو گئے تھے وہ لب بھینچے مٹھیاں بھینچے ضبط سے اسے سنتا اس کے خاموش ہوتے ہی اس کے روم سے چلا گیا تھا اور وہ گھٹنوں میں سر دیئے بلک اٹھی تھی کہ وہ جانتی تھی کہ ابرج سہروردی کی خاموشی طوفان سے پہلے کی خاموشی ہے اور یہ زندگی میں پہلی دفعہ ہوا تھا کہ وہ اپنے دل کی بات اپنا مسئلہ ابرج سہروردی کو کہنے کے بعد پر سکون نہیں مضطرب ہو گئی تھی اور اس کا اضطراب چیخ چیخ کر طوفان کی آمد کا اعلان کر رہا تھا قیامت آنے والی تھی اور وہ یہ سوچ کر ہی خود کو تکلیف میں گھرتا محسوس کر رہی تھی کہ جب سے اس کی ارمش سے بات ہوئی تھی۔وہ خود کو مصیبت میں گھرتا محسوس کر رہی تھی اور یہ مصیبت ابرج سہروردی سے شیئر کر لینے کے بعد اسے اور تیزی سے اپنی طرف آتی محسوس ہو رہی تھی۔

ہر ایک بات کو چپ چاپ کیوں سنا جائے
کبھی تو حوصلہ کر کے نہیں کہا جائے
جدا ہے ہیر سے رانجھا کئی زمانوں سے
نئے سرے سے کہانی کو پھر لکھا جائے
کہا گیا ہے ستاروں کو چھونا بہت مشکل ہے

یہ کتنا سچ ہے کبھی تجربہ کیا جائے

☆☆☆☆☆☆☆

"بھیا، آپ سے بات کرنی ہے۔۔۔" وہ دستک دیتی بھائی کے کمرے میں داخل ہوئی تھی اور کافی کا مگ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے دھیمے سے بولی تھی اس نے مسکرا کر مگ تھامتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ کمپیوٹر چیئر گھسیٹ کر اس پہ بیٹھ گئی تھی۔

"کیا بات ہے دُر، کچھ مضطرب لگ رہی ہو۔" اس نے بہن کو کچھ کہنے اور نہ کہنے کی الجھن میں پا کر پوچھا تھا اور اس نے اچھے بچوں کی طرح اثبات میں سر ہلا کر گویا کہا تھا کہ وہ سچ میں مضطرب ہے اور وہ بہن کی معصومیت پہ مسکرا دیا تھا۔ جس پر وہ خفیف ہو کر پر سوچ انداز میں بھائی کی کاروائی دیکھنے لگی تھی جس نے لیپ ٹاپ سائیڈ پہ کرتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی تھی اور کافی کا مگ اٹھا لیا تھا۔

"اگر تم اپنی منگنی کو لے کر پریشان ہو تو میرے ہوتے ہوئے تمھیں پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔" وہ کافی کا سپ لیتے ہوئے اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی مزیدار کافی کی خوب تعریف کرتے ہوئے یکدم ہی شروع ہو گیا تھا اور وہ جو بھائی کی تعریف پر مسکرا رہی تھی اس کے لب یکدم ہی سکڑ گئے تھے۔ اس نے گردن جھکا دی تھی اور یہ بھی نہیں کہہ سکی تھی کہ اسے اپنے بھائی کے ہوتے ہوئے سچ میں کوئی فکر نہیں ہے اور وہ اسوقت اپنے مسئلے کو نہیں اپنے بھائی کے مسئلے کو لے کر پریشان ہو رہی ہے۔۔۔ اس کے مسئلے کے حل کی تلاش میں آئی ہے جبکہ وہ اس کے رات گئے آنے کا مقصد یہی سمجھا تھا کہ وہ منگنی کے حوالے سے بات کرنا چاہتی ہے کہ دو دن قبل ہی تو انہوں نے احمر کے گھر والوں کو مثبت جواب دیا تھا اور احمر کے فادر مسٹر انصر کے بہت انسسٹ کرنے پر اگلے ہفتے یعنی اسی مہینے کی گیارہ کو منگنی کی ڈیٹ فکس کر دی تھی البتہ شادی اس کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد ہونا تھی۔ دُرِ شہوار نے اپنی بیٹی کی مرضی معلوم کی تھی اور اس نے مشرقی لڑکیوں کی طرح سب کچھ اپنی ماں اور بھائی پر چھوڑ دیا تھا۔

"تم بے فکر رہو دُر کے شادی تمھارے گریجویشن کے بعد ہو گی۔۔۔ اگر تم ماسٹرز کرنا چاہو گی تو تمھیں بالکل ڈسٹرب نہیں کیا جائے گا۔۔۔ یہ منگنی ابھی صرف احمر کے فادر کا خلوص دیکھ کر کی جا رہی ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ تم نہ صرف اس رشتے کو دل سے قبول کر رہی ہو بلکہ تم اس رشتے کو ہمیشہ نبھاؤ گی۔ احمر اور اس کی فیملی کو تم سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہو گی۔" وہ خالی کپ ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے اپنے باوقار انداز میں بولتا چلا گیا تھا اور وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی۔ اس نے بس بھائی کو نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ گویا وہ بنا کہے سب کچھ کہہ گئی تھی اور وہ بہن کے چہرے اور آنکھوں

سے عیاں ہوتی اس کی معصومیت اور یہ کہ وہ اس کی امید کبھی بکھرنے نہیں دے گی وہ بہت مطمئن ہو گیا تھا اور بڑے دل سے اس نے بہن کو دعاؤں سے نوازا تھا۔

"بھیّا، میں آپ سے اپنی نہیں آپ کی بات کرنے آئی تھی۔" وہ کرسی سے اٹھتی بیڈ کے کونے پر ٹکتے ہوئے بولتی سید ابان بخاری کو الجھن میں ڈال گئی تھی مگر اس نے ظاہر نہیں کیا تھا اور اسے بولنی کی اجازت مرحمت فرما دی تھی مگر وہ لفظ "عابی" پر ہی لب بھینچ گیا تھا وہ جانے کیا کہتی کہ وہ اس کی بات کے آغاز میں ہی اسے ٹوک گیا تھا اور اسے اس معاملے سے دور رہنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ اسے کمرے سے جانے کی ہدایت بھی کر گیا تھا۔

"بھیّا آئی ایم سوری! بٹ میں نے آپ کی اور ماما کی باتیں سن لی تھیں اس لئے میں نے عابی سے بات بھی کی تھی۔۔۔" وہ بھائی کی تلقین کو گویا یکسر نظر انداز کر گئی تھی اور وہ بے یقینی سے بہن کو دیکھنے لگا تھا۔ جو اسے اب تمام تفصیل سے آگاہ کر رہی تھی اور جیسے جیسے اسے عابیہ نعمانی کے نادر خیالات تک رسائی حاصل ہو رہی تھی۔ اسے غصے اور ناگواری کا احساس شدید تر ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"بھیا! عابی، میری دوست ہے میں جانتی ہوں وہ ظاہر کو اہمیت دینے والی لڑکی نہیں ہے مگر نہ جانے کیوں وہ اس سب میں الجھ کر رہ گئی ہے میں سمجھ نہیں پائی۔۔۔ مگر اس سے بات کرتے ہوئے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ بھی آپ کو پسند کرتی ہے اور انکار کر کے وہ بھی خوش نہیں ہے۔" سید ابان بخاری کو بہن کی بات سن کر لگا تھا کہ اس کے محسوسات غلط نہ تھے اسلئے وہ پہلے سے بھی زیادہ توجہ سے بہن کو سننے لگا تھا اور اس کے چپ ہوتے ہی بول پڑا تھا۔

"تمھیں کیا لگتا ہے کہ مجھے انکار اور انکار کی وجہ جاننے کے بعد کیا کرنا چاہئے؟" وہ انکار کی وجہ سے بے حد پریشان تھا اسے عابیہ پر بھی شدید غصہ تھا اور اس کی انا بھی متاثر ہوئی تھی۔ اس لئے وہ چاہ کر بھی اس سے بات نہیں کر سکا تھا کہ ویسے بھی اسے موقع ہی نہیں ملا تھا۔ ان دونوں کا اتفاقاً ہی کہیں سامنا ہو جاتا تو وہ اس سے بات کر لیتا پر اس کے ستارے گردش میں تھے تب ہی وہ جو چاہ رہا تھا نہیں ہو رہا تھا۔ وہ انکار کی وجہ جاننا چاہ رہا تھا لیکن جو وجہ اسے اب بہن سے پتہ لگی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت کہیں سے بھی عابیہ اس کے سامنے آ جائے تو وہ اس کے منہ پر ایک تھپڑ لگا کر اس کی فضول سوچ کو ختم کر دے مگر وہ محض سوچ ہی سکا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اسے انکار کی وجہ اس قدر غیر معمولی اور بودی لگی تھی اسے گزشتہ دنوں کی تمام کلفت اور پریشانی یکدم کہیں دور بھاگتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"ماما جان کو پرپوزل لے کر بھیج دیں۔" وہ ترنت بولی تھی اور وہ بہن سے کم از کم اس جواب کی توقع نہیں کر رہا تھا اس لئے اسے سوالیہ نگاہوں سے یوں دیکھنے لگا تھا کہ اس کے جواب کی وضاحت چاہ رہا ہو۔

"عابی کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے ورنہ میں اس قسم کا کوئی مشورہ نہیں دیتی مگر اسے سمجھانے میں ناکام

رہی اور بعد میں بھی جب اس سے بات کرنا چاہی اس نے موقع ہی نہ دیا اس لئے مجھے لگتا ہے کہ آپ کو عابیہ سے بات کرنے کی بجائے ڈائیریکٹ اس کی فیملی سے بات کرنی چاہئے اور آپ کم از کم اس قابل تو ہیں کہ عابی کے پیرنٹس انکار کرنے سے پہلے کم از کم ہزار بار سوچیں گے۔" وہ بہن کو توصیفی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو کافی سمجھداری کا مظاہرہ کر گئی تھی۔

"عابیہ کے پیرنٹس عابیہ کی مرضی کے بغیر رشتہ قبول نہیں کریں گے اور اگر وہ انکار کرے گی تو اس کے بعد اس کے پیرنٹس اقرار نہیں کریں گے۔" اس نے بہن کی بات آگے بڑھائی تھی۔

"اُف بھیا، آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔۔۔عابیہ کے انکار کی کوئی ٹھوس اور معقول وجہ ہر گز نہیں ہے ایسے میں اس کے پیرنٹس اس کی کیوں مانیں گے۔ جب وہ انکار کی وجہ اپنی ماما کو بتائے گی تو اس کی ماما اس کو سمجھائیں گی اور اس کے انکار کو کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی تو شادی ہو جائے گی اور عابی کے تمام اعتراضات اور خدشات ختم ہو جائیں گے اور اتنا تو مجھے یقین ہے کہ آپ عابیہ کے ساتھ سنسیئر ہیں کہ معمولی صورت آپ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی آپ اپنے فیصلے پر کبھی نہیں پچھتائیں گے۔" وہ بھائی کو سمجھداری سے ہر پہلو سے آگاہ کرتی آخر میں قدرے شرارتی انداز میں بولی تھی اور وہ جو بہن کی سمجھداری اور ذہانت کا قائل ہوتا کچھ سوچنے لگا تھا اس کے شرارتی انداز پر مسکرا دیا تھا۔

"مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ میری بہن اس قدر سمجھدار ہے۔۔۔" اس نے بہن کو شفقت سے دیکھا تھا اور وہ فرضی کالر کھڑے کرتی یکدم کھلکھلا دی تھی۔

"تھوڑی سی عقل اپنی بے عقل دوست کو بھی دے دو تو کیا حرج ہے۔۔۔" وہ کافی دنوں بعد خود کو ہلکا پھلکا اور پر سکون محسوس کرتا دل سے مسکراتا شرارت پر آمادہ ہوا تھا۔

"میں تو دے دوں پر اگلی لینے کو بھی تو تیار ہو۔۔۔" وہ مزے سے کہتی ہنسی تھی اور اس کی ہنسی میں سید ابان بخاری کا قہقہہ بھی شامل ہو گیا تھا۔ درمکنون اسے نئی سوچ دے کر جا چکی تھی اور وہ اس سب پہ نئے سرے سے غور کرتا آگے کا لائحہ عمل تیار کرنے لگا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی احمق ہو گی عابی!" اس نے عابیہ کے تصور کو مخاطب کر کے کہا تھا اور ذہن میں ایک منصوبہ بندی تشکیل دی تھی جس پر کل ہی عمل پیرا ہونے کا ارادہ باندھتا وہ سونے کے لیئے دراز ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ارمش کیا بات ہے بیٹا! آج بہت خوش لگ رہے ہو۔" انہوں نے بیٹے کے چہرے کی کھلی کھلی مسکان دیکھ کر نرمی سے پوچھا تھا اور وہ بے ساختہ ہی قہقہہ لگا گیا تھا۔

"ماما، بس یہ سمجھ لیں کہ جو زندگی ہاتھ آنے کو تیار نہ تھی کچھ دن تک ہاتھ آنے کو ہے۔" وہ ہنسی کے درمیان بولا تھا وہ تو پہلے ہی حیران تھیں ان کی حیرانگی اور بڑھی تھی اور وہ سوالیہ نگاہ سے بیٹے کے خوبرو چہرے کو دیکھنے لگی تھیں۔

"ماما! بہت جلد آپ کو میری خوشی کی وجہ معلوم ہو جائے گی۔ لیکن آپ کو خوشی کے چل کر آنے تک انتظار کرنا ہو گا۔" وہ ماں کی سوالیہ نگاہوں میں دیکھتا مسکرایا تھا۔

"میری جان! کچھ پتہ تو لگے کہ ایسی کونسی ہفتِ اقلیم کی دولت تمھارے ہاتھ لگنے والی ہے کہ جس کے تصور نے ہی تمھارے چہرے پر بہار کا سا سماں باندھ دیا ہے۔" وہ جاننے کو بضد ہوئی تھیں۔

"ماما بہار تو خود اپنی آمد کا اعلان کر دیتی ہے۔۔۔ بس یہی سمجھ لیں کہ میں بھی بہار کا ایک اعلان ہوں۔۔۔ خوشی کی بہار۔۔۔ محبت کی بہار۔۔۔ ملن کی بہار۔۔۔ میرے ارد گرد رقص کرنے کو ہے۔" وہ ناشتہ ختم کر چکا تھا گلاس میں اورنج جوس نکالتے ہوئے دلکشی سے بولا تھا اور وہ جو پل پل بیٹے کے انداز پر حیران ہوئی جا رہی تھیں یکدم ہی چونک پڑی تھیں۔

"ایلیفیہ مان گئی ہے؟" وہ بڑی بے قراری سے بولی تھیں اور وہ گلاس لبوں سے ہٹاتا زیرِ لب مسکرا دیا تھا۔

"یہی سمجھ لیں ماما۔۔۔" وہ گھونٹ گھونٹ پھر جوس پینے لگا تھا۔

"پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو ارمش، بتا کیوں نہیں دیتے۔۔۔" بیٹے کے انداز انہیں بہت کچھ سمجھا رہے تھے۔ وہ بیٹے کی خوشی دل سے محسوس کرتیں بضد ہوئی تھیں۔

"ماما میری بات ہوئی تھی ایلیفیہ سے اس نے گھر میں اپنے پیرنٹس سے بات کرنے کا وعدہ کیا ہے۔" اس نے ماں کو مزید ٹالنا نا مناسب سمجھتے ہوئے گول مول سا جواب دیا تھا کہ ماں کو کم از کم وہ اصل بات تو نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ ایلیفیہ پر بہت کچھ ازبر کروا چکا ہے اسے پانے اور حاصل کرنے کا فرق کچھ یوں ازبر کروایا ہے کہ وہ چاہ کر بھی اسے "نہ" نہیں کہہ پائے گی کہ وہ ایلیفیہ کو ہر حال میں اپنا بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا اس سے دستبرداری ہر گز قبول نہیں کرنے والا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی خبر دی ہے تم نے ارمش، اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ ایلیفیہ بھی تمھیں پسند کرتی ہے۔" وہ بیٹے کے باطن سے انجان اس کے ظاہر کی بناء پر اس کی کہی ہر بات پر یقین کرتیں اس کی خوشی میں خوش ہوتیں تبصرہ کر رہی تھیں۔ اس نے ماں کے حسین چہرے کی طرف دیکھا تھا ان کے حسین چہرے پر مامتا کا نور تھا۔ وہ ماں کی سادگی پر مسکرایا تھی۔

"ماما، پسند نہیں بھی کرتی تو کرنے لگے گی کہ آپ کا بیٹا صرف چاہے جانے، سراہے جانے، دل میں بسائے جانے کے لائق ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی لڑکی آپکے لائق خوبرو بیٹے کو ٹھکرا دے؟" وہ ماں کی سادہ پر خلوص نگاہوں میں دیکھتا ہوا اپنے متکبر لہجے میں بولا تھا۔ وہ چونک کر بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں۔ اس کے چہرے پر بکھرا "میں" اور اپنی ذات کا زعم۔ وہ

ناگواری سی محسوس کرنے لگی تھیں کہ ماں تھیں بیٹے کی ہر خامی اور خوبی سے بخوبی واقف تھیں۔اس کی اشتعال انگیز، اپنی ذات میں گم ذات سے ہمیشہ برگشتہ رہی تھیں۔ بحیثیت ماں اسکی اصلاح بھی کرتی رہی تھیں۔ مگر ناکام ہوئی تھیں کہ بیٹے کی تربیت ہر ممکن طور پر اچھی کی تھی۔اس کی نیک عادات ان کی تربیت کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔ مگر اس کی فطرت کی ہٹ دھرمی اور خامی کو وہ بدل نہیں پائی تھیں۔ چاہے وہ ماں تھیں پر ان کا اختیار کچھ جگہوں پر جا کر محدود ہو جاتا تھا۔ اور وہ اس وقت بھی کافی بے بسی محسوس کر رہی تھیں۔

"ایسے نہیں بولتے ارمش کہ جس طرح تمھیں نہ ٹھکرانے کے دس ہزار اسباب ہوں گے اسی طرح ٹھکرانے کی بھی کئی ایک وجوہات ہو سکتی ہیں کہ یاد رکھنا کامل ذات صرف اللہ کی ہے۔۔۔اور ہر انسان جو چاہے وہ اس کو مل بھی جائے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اللہ قابلیت دے کر بھی آزماتا ہے۔" وہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں بولی تھیں۔

"ماما پلیز، میں اس وقت لیکچر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ کبھی تو آپ خوشی کو میرے انداز میں محسوس کر لیا کریں۔ کبھی تو خوشی میں مجھے میرے انداز میں خوش ہونے دیا کریں۔" وہ خالی گلاس کو ٹیبل پہ پٹخنے کے انداز میں رکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بی ہیو یور سیلف، ارمش!" انہوں نے بیٹے کی بدتمیزی پر اسے گھورا تھا۔

"سوری ماما، پر آپ کو ایک عمر گزارنے کے بعد بھی زندگی برتنے کا سلیقہ نہیں آیا۔ ہر وقت اچھے اور برے کو مت سوچا کریں۔ کبھی بس سب کچھ بھلا کر بھی خوش ہو لیا کریں لیکن آپ صرف لیکچر شروع کر دیتی ہیں۔ میری خوشی برباد کر دیتی ہیں۔" وہ ماں کے تنبیہہ کرتے لہجے پر بری طرح چڑ کر بولا تھا۔ماں کے احترام میں لہجہ اگر بلند نہیں بھی ہوا تھا تو اس کے تیور ہرگز بھی فرمانبرادرانہ نہیں تھے۔انھوں نے جواں بیٹے کی سرکشی صاف محسوس کی تھی مگر اس نے ماں کو تنبیہہ یا نصیحت کرنے کا موقع کہاں دیا تھا ارمش کی بات میں ان کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی۔

"کسی کو تکلیف پہنچا کر حاصل ہونے والی خوشیاں زندگی کا روگ بن جاتی ہیں ارمش اس لئے کبھی۔۔۔"

"آپ اپنی کتابی اور شاعرانہ باتیں صفحہِ قرطاس پر اتاریئے گا۔۔۔میں آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں خدا حافظ۔۔۔" وہ سخت چڑے ہوئے لہجے میں ماں کی بات کو درمیاں میں کاٹ کر بولتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا تھا اور وہ اضطراب کو اپنے گرد جال بناتے ہوئے صاف محسوس کر رہی تھیں۔ان کے بیٹے کے تیور انہیں ہراساں کر گئے تھے۔

"جانے یہ لڑکا کیا کرنے والا ہے۔۔۔یا اللہ! میرے بیٹے کو راہِ راست پہ رکھنا۔ ہر شر سے بچانا۔" انہوں نے ڈوبتے دل کے ساتھ دعا کی تھی کہ بیٹے کی آنکھوں میں جو نا محسوس ہونے والا تاثر تھا وہ ان کو بے چین کر گیا تھا اور وہ اس کے لئے دل سے دعا گو ہوئی تھیں یہ جانے بغیر کہ ان کا بیٹا ماں کی دعاؤں کے حصار سے بہت دور جا چکا ہے کہ اس کی قسمت

اسے اپنے شکنجے میں لینے کو بے تاب ہے۔۔۔!!!!!

☆☆☆☆☆☆

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے عابیہ۔" وہ طے شدہ پروگرام کے تحت بہن کو یونیورسٹی لینے آیا تھا اور درِ مکنون کچھ دیر قبل ہی واپس یونیورسٹی کے اندر گئی تھی اور وہ اس کی واپسی کی منتظر تھی کہ سید ابان بخاری اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا اور اپنا مدعا بیان کیا تھا۔ اس نے نظر اٹھا کر اس مردانہ وجاہت کے اعلیٰ شاہکار کو دیکھا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ اور بہتر ہو گا کہ آپ اپنی بچگانہ حرکتوں سے باز آجائیں اور درِ مکنون کو اس معاملے سے دور رکھیں۔ آپ کو اپنی عزت کا خیال نہیں ہو گا لیکن مجھے اپنی عزت اور وقار دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔" وہ اس سے بات کرنے سے صاف انکاری ہوئی تھی اور جو کچھ بولی تھی وہ سید ابان بخاری کو ضبط آزمانے کا سبب بنا تھا۔ اس نے لب بھینچ لئے تھے۔

"آپ میری تذلیل کر رہی ہیں مس عابیہ جبکہ میں آپ سے صرف بات کرنے کے لئے چند گھڑیاں مانگ رہا ہوں ۔۔۔" سامنے کھڑی عام سی لڑکی اپنی سوچ سے بھی خود کو عام سی لڑکی ظاہر کر رہی تھی مگر وہ یوں دھڑکنوں میں سمائی تھی کہ گویا اسے سات خون معاف ہو چکے تھے۔

"جب میں آپ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی تو کیوں آپ اپنی بہن کو ڈھال بنا کر مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ صاف جواب مل گیا ہے آپکو تو خدارا میرا پیچھا چھوڑ دیں۔" وہ بدلحاظی سے دبے دبے غصے میں بولی تھی اور وہ ضبط کھوتا چند لمحوں کی دوری طے کر گیا تھا۔ اس کا بازو دبوچے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو تھے اور کاجل بہنے لگا تھا۔

"تم کیوں میری آزمائش بن رہی ہو عابی، محبت کرتا ہوں تم سے، چاہت اور مان کے ساتھ تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بار بھروسہ تو کر کے دیکھو۔" وہ جو بہت غصہّ سے اس کا بازو جکڑ گیا تھا اس کی آنکھوں میں کیا دیکھا پگھلنے لگا تھا۔ اس کے لفظ اقرار سونپنے لگے تھے۔ محبت کا احساس بخشتا اس کا لہجہ عابیہ کے دل کا دیا روشن کر گیا تھا۔ وہ اگر جذبات کی رو میں بہنے لگا تھا۔ تو وہ بھی جانے کس جذبے کے تحت مسمرائز ہو کر رہ گئی تھی۔ اب تک اس کا گداز بازو سید ابان بخاری کے داہنے ہاتھ کی مضبوط ہتھیلی میں کسی صعیفہ کی مانند قید تھا۔۔۔ چند لمحے بڑی خامشی سے گزرے تھے کہ اس پر حقیقتیں عیاں ہونے لگی تھیں اور جیسے ہی اس کو پبلک پلیس پر اپنی پریزنس کا احساس ہوا تھا وہ اپنا بازو آزاد کرواتی دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی اور وہ بھی قدرے محتاط ہوتا اپنی بلیک ڈریس پینٹ کی جیب میں ہاتھ پھنساتا اس کی طرف دیکھنے لگا تھا ۔ جس کے چہرے پہ کتنے ہی رنگ تھے اور آنکھوں کے کنارے پھیلا کاجل کوئی داستان سنا رہا تھا۔

"رات دس بجے کال کروں گا عابی جو کہنا ہوا کہہ دینا۔ بس یہ یاد رکھنا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور محبت کبھی پچھتاوا نہیں بنتی۔" وہ اس کے چہرے سے نگاہ ہٹاتا دھیمے سے بولا تھا۔ اس نے نظر نہیں اٹھائی تھی۔ بس آنسو صاف کرتی خود کو کمپوز کرنے لگی تھی۔ کچھ ہی دیر میں درِ مکنون چلی آئی تھی جو کتاب لینے کے بہانے واپس گئی تھی اس نے درِ مکنون کے سادہ بے ریا چہرے کی طرف بھیگی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"تم مجھ سے دوستی نہیں نبھا رہی ہو مکنون۔ میری بھلائی کی چاہ میں مجھے کانٹوں پہ گھسیٹ رہی ہو۔" وہ نم لہجے میں اپنی آجانے والی گاڑی کی جانب بڑھ گئی تھی۔ درِ مکنون کو کچھ غلط ہونے کا شدت سے احساس ہوا تھا مگر اسے اپنے بھائی پر کامل بھروسہ تھا۔۔ اس لئے وہ خود کو سنبھال گئی تھی اور کچھ منفی سوچے بنا اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔ سید ابان بخاری جو بہن کی آمد کا ہی منتظر تھا اس کے آتے ہی کار اسٹارٹ کر گیا تھا۔ اس نے بھائی سے کچھ پوچھنا چاہا تھا پر ہمت ہی نہیں پڑی تھی۔ تب ہی مہارت سے ڈرائیو کرتا سید ابان بخاری خود ہی بول پڑا تھا۔

"فی الحال وقت اور جگہ غیر مناسب تھی اس لئے بات نہیں ہو سکی کہ ویسے بھی عابیہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔" وہ بھائی کے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہی تھی جہاں ازلی سنجیدگی کا راج تھا۔ اس نے دھیمے سے عابیہ کی کہی بات بھائی کو بتائی تھی۔ "میں نے دس بجے عابیہ کو کال کرنے کا کہا ہے۔ اگر بات ہو گئی تو ٹھیک ورنہ میں عابیہ کو مجبور نہیں کروں گا کہ عابیہ اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا کلی اختیار رکھتی ہے۔" یہ کہنے کو اس کا دل تیار نہ تھا مگر وہ کہہ گیا تھا جسے سن کا درِ مکنون کا دل کانپ اٹھا تھا۔

"آپ، عابیہ کو اس کی مرضی پر نہیں چھوڑیں گے بھیّا کہ وہ بھی آپ کو پسند کرتی ہے۔ نا سمجھی میں اگر وہ بیوقوفی کرنے جا رہی ہے تو آپ تو کم از کم ایسا نہ کریں کہ فیصلے کا اختیار بے شک عابیہ محفوظ رکھتی ہے۔ مگر آپ محبت کرتے ہیں اور محبت کرنے والے تو ہر طرح کی دشواریوں کا سامنا کر کے ہر مشکل کو اپنے حق میں کر لیتے ہیں۔ اور آپ نے ہمت نہیں ہارنی بلکہ عابیہ کی ہمت بننا ہے اس کا دل بے لوث چاہت سے جیت لینا ہے۔ وعدہ کریں، بھیا آپ ایسا کریں گے ناں۔۔" وہ بھائی کی طرف دیکھتی ہاتھ اس کے سامنے پھیلا گئی تھی۔ وہ بہن کی محبت اور فکر پر نرمی سے مسکراتا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

"جس کی بہن اس کے ساتھ ہے وہ ہمت ہارنا تو دور تصور بھی نہیں کر سکتا۔" اس نے بھائی کی شرارت پر اس کے بے ریا چہرے کو دیکھا تھا اور مسکرا دی تھی۔ سید ابان بخاری نے اس کی ناک کھینچی تھی اور بظاہر تو اپنی پوری توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کر دی تھی مگر وہ اندر ہی اندر بہت کچھ سوچتا مضطرب ہو گیا تھا۔ اسے یہ خیال مارے دے رہا تھا کہ جانے عابیہ اس کی کال رسیو کرے گی یا نہیں اور وہ اگر بے چین تھا تو کم مضطرب عابیہ بھی نہیں تھی۔

"اللہ کرے سید ابان بخاری مجھے کال کرنا بھول جائیں کہ میں ان کی کال نہ ہی کاٹ پاؤں گی اور نہ ہی نظر انداز کر پاؤں گی۔" اس نے بے چینی سے سوچتے ہوئے دعا مانگی تھی اور قسمت اس کی دعا پر دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"ہیو آ سیٹ، مسٹر ارمش!" آفس میں آئے اسے کوئی گھنٹہ ہی ہوا تھا کہ ابرج سہروردی نے اسے اپنے دفتر میں بلا لیا تھا۔ ارمش اپنے باس ابرج سہروردی کی غیر معمولی سنجیدگی کو محسوس کرتا شکریہ کے ساتھ کرسی سنبھال گیا تھا۔

"تمھاری ماما، ایلیفیہ کا پرپوزل لے کر گئی تھیں؟" اس کے بیٹھتے ہی ابرج سہروردی سنجیدگی سے پوچھ گیا تھا۔ اسے یکدم ہی ابرج سہروردی کی سنجیدگی کی وجہ سمجھ آگئی تھی اور اس نے محض اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا مگر ابرج کی تسلی نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ بول اٹھا تھا۔

"جی سر، کیوں کہ میں ایلیفیہ کو لائیک کرتا ہوں اور شادی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ لگی لپٹی کے بغیر بول گیا تھا مگر مروّت میں محبت کی جگہ پسند کا لفظ استعمال کر گیا تھا۔

"کسی کو پسند کرنا ایک مثبت عمل ہے۔ لیکن، کسی بھی وجہ سے اگلے کی جانب سے انکار کی صورت میں دھمکی دینا ایک منفی اور نہایت ہی گرا ہوا عمل ہے مسٹر ارمش" وہ اپنا غصہ ضبط کئے ہوئے تھا کہ وہ ارمش چوہدری سے بات کر کے اس کے ارادے بھانپ لینا چاہتا تھا کہ اسے ایلیفیہ کی بات پہ اعتبار تھا مگر وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ارمش کس حد تک جا چکا ہے اور کس حد تک جا سکتا ہے۔۔۔ ارمش کو ایسی امید ہی نہیں تھی کہ اس نے ایلیفیہ سے جو کچھ کہا تھا ابرج سہروردی اسکا جواب مانگنے بیٹھ جائے گا۔ لیکن اس کے بات شروع کرنے پر اسے احساس ہوا تھا کہ وہ یہاں کچھ غلطی کر گیا تھا کہ جس طرح کی ان دونوں کی انڈرسٹینڈنگ تھی ایسے میں تو وہ یہ سوچ رہا تھا کہ ایلیفیہ، ابرج سہروردی کو کچھ نہیں بتائے گی۔ تو وہ حماقت ہی تو کر گیا تھا جس کا فی الوقت شدت سے احساس ہوا تھا۔

"ہر انسان کی اپنی سوچ، اپنا زاویہ نظر ہوتا ہے۔ سر، آپ کو اگر لگتا ہے کہ اپنی پسند کے حصول کے لئے کچھ کرنا منفی عمل ہے تو میں آپ سے بحث ہرگز نہیں کرنا چاہوں گا۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتا ابرج سہروردی کو دانت کچکچانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"کوشش کرنے اور دھمکی لگانے میں زمین، آسمان کا فرق ہوتا ہے۔۔۔ اگر انسان کسی کو پسند کرنے لگتا ہے تو اس کے لئے مثبت انداز میں ہی کی گئی کوشش کو احسن سمجھا جاتا ہے۔ سیدھے راستے سے پانے اور حاصل کرنے کا فرق سمجھا کر دھمکی لگانا کہیں سے بھی احسن عمل نہیں ہے۔ اِنڈرائِٹ۔۔۔" وہ غصے کو پیتا ہوا نہایت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

"سر، آپ کے نزدیک کوشش کی کیا ڈیفی نیشن ہے نہ میں جانتا ہوں، نہ جاننے کی حاجت ہے۔ مجھے بس اتنا پتہ ہے

کہ میں کوشش پہ یقین ضرور رکھتا ہوں مگر میں کوشش کو ایک کمزور جذبہ تصوّر کرتا ہوں کہ محض کوشش سے سب کچھ حاصل ہونا ممکن ہوتا تو سب کے پاس سب کچھ ہوتا۔ کوشش کے ساتھ خود اعتمادی اور ذات پر یقین بھی ضروری ہے اور میرا ماننا ہے کہ جو بھی حاصل کرنا چاہو کوشش ضرور کرو لیکن جہاں کوشش کم پڑنے لگے چھین لو کہ کچھ چیزوں کے حصول کے لئے ہر حربہ استعمال کرنا ہی پڑتا ہے۔" وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے، ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے، چہرے پہ سنجیدگی ،لبوں پہ عزائم اور آنکھوں میں جارحیت لئے سنجیدہ بیٹھے ابرج سہروردی کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے کے زاویے یکدم ہی خطرناک حد تک سرد پڑ گئے تھے۔

"اور میں ایلیفیہ کو ہر جائز طریقے سے پانا چاہتا ہوں۔ لیکن جب میرے جائز اقدامات ناکام ہونے لگیں گے تو میں ناجائز طریقے بھی استعمال کرنا جانتا ہوں کیونکہ میں ایلیفیہ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں بائے ہوک یا بائے کروک۔۔۔" وہ بول رہا تھا اور ابرج سہروردی کا ضبط اور برداشت بکھر گیا تھا اور وہ کرسی سے جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بکواس بند کرو ارمش۔۔۔" اس کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ پڑ چکا تھا اور وہ سرخ نگاہوں سے ارمش کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اگر بات کرنے کا حوصلہ کیا ہے تو بات برداشت کرنے کی ہمت بھی اپنے اندر پیدا کریں کیونکہ میں نے ایلیفیہ کی طرف سچے دل سے, نہایت محبت کے ساتھ ہاتھ بڑھایا ہے۔ میں اس سے واقعی محبت کرتا ہوں۔۔۔ اور یہ میں کم از کم گوارا نہیں کر سکتا کہ میں جس سے محبت کرتا ہوں وہ مجھے ٹھکرا کر کسی اور کا ہاتھ تھام لے۔ میں نے ایلیفیہ کو بھی باور کروادیا تھا۔ آپ کو بھی بتا رہا ہوں کہ ایلیفیہ میری ہے۔۔۔ صرف میری۔۔ اور وہ اگر سیدھے راستے سے میری زندگی میں بہ خوشی شامل نہیں ہوتی تو مجھے الٹے راستوں سے زبردستی کے ہتھکنڈے بھی استعمال کرنے آتے ہیں۔" وہ اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتا ہٹ دھرم لہجے میں بولا تھا۔ اس کے الفاظ اتنے سخت تھے کہ ابرج سہروردی خود پر کنٹرول کھو گیا تھا اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ ارمش کے چہرے پر اپنا نشان چھوڑتا۔۔۔ فضا میں ہی وہ ابرج سہروردی کا ہاتھ جکڑ گیا تھا۔

"یاد رکھنا ابرج سہروردی! میں نے چوڑیاں ہرگز نہیں پہنیں۔۔۔ مجھے کمزور سمجھنے کی بھول ہرگز نہ کرنا۔" وہ بڑی بے دردی سے ابرج سہروردی کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے غرایا تھا۔

"چوڑیاں تو ہم نے بھی نہیں پہنی ہوئیں ارمش چوہدری، اپنی بکواس بند کر کے یہاں سے دفعہ ہو جاؤ اور یاد رکھنا کہ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا خوب جانتا ہوں اور میرے ہوتے ہوئے ایلیفیہ تک تم زندگی میں کیا مر کر بھی رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔" وہ تمام مصلحت بھلا کر بولا تھا۔ ارمش چوہدری کھل کر اس کے سامنے آچکا تھا ایسے میں وہ چپ رہ

کر خود کو ہر گز بھی کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ہاہاہا! یہ تو وقت بتائے گا ابرج سہروردی کہ یاد رکھنا کہ ارمش چوہدری نے ہارنا نہیں سیکھا۔" وہ ہنستے ہوئے چیلنج کرنے کے انداز میں ابرج سہروردی کو دیکھ رہا تھا۔ جس نے ارمش کی کسی بھی بات کا جواب دیئے بغیر لب بھینچ لئے تھے۔

"کسی بھی میدان میں جیت کے ارادے سے اترنا بہت اچھا ہے کہ یہ آپ کی خود اعتمادی کو ظاہر کرتا ہے مگر میدان میں کسی کو ہرانے کے ارادے سے اترنا بہت غلط ہے کہ یہ آپ کی خوش فہمی کی نشاندہی کرتا ہے۔" وہ ایک لمبی سانس کھینچ کر اوور کانفیڈینس کا شکار ارمش چوہدری کے خوبرو چہرے کو دیکھتے ہوئے قدرے ناصحانہ انداز میں بولا تھا۔

"تم اگر خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ پرپوزل دینے کے بعد جواب کا انتظار کرتے۔ انکار کے بعد انکار کو اقرار میں بدلنے کے لئے مثبت کوشش کرتے تو باخدا میں تمھارا ساتھ دیتا۔ تمھارے لئے کچھ نہ بھی کرتا تو تمھارے ساتھ ضرور ہوتا کہ میں محبت کرنے والوں کی قدر کیا کرتا ہوں۔" ارمش اس کے ناصحانہ انداز پہ تمسخر اڑاتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا مگر جس کی پرواہ کئے بغیر ابرج سہروردی نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

"مگر تم نے اپنی سوچ کی جارحیت اور منفیت پسندی سے خود کو میری نظروں سے گرا لیا ہے اور جس شخص کا تاثر منفی پڑ چکا ہو اس کا ساتھ نہیں دیا جاتا ارمش چوہدری، اس کی مخالفت کی جاتی ہے اور تم آج سے مجھے اپنا سب سے بڑا حریف سمجھنا۔ اور یاد رکھنا میرے ہوتے ہوئے تم ایلیفیہ کو حاصل کرنا تو دور پا تک نہیں سکو گے۔" ابرج سہروردی کے عزائم بلند تھے اور اس کے الفاظ اس کی بہترین سوچ کے گواہ بن کر فضا میں اپنا اثر چھوڑ گئے تھے۔ مگر الفاظ جس کے لئے تھے وہ ان کو محسوس کئے بغیر محض سر جھٹک کر اپنے عزائم بتاتا ابرج سہروردی کی نگاہ سے کچھ اور گر گیا تھا اور وہ خود پر ضبط کے پہرے بٹھاتا ارمش کی بکواس سن رہا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے دفتر میں کوئی تماشہ نہیں لگانا چاہتا۔ اس نے ارمش کو لیکن جاب سے فائر کر دیا تھا جس پر وہ ہنس دیا تھا اور ہنستے ہوئے بولا تھا کہ اسے پہلے سے اندازہ تھا کہ وہ جاب سے کسی بھی لمحے فارغ کیا جا سکتا ہے اس لئے اسے اس بات کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ ابرج سہروردی کو بہت کچھ باور کرواتا اس کے کمرے سے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سہروردی انٹرپرائزز سے بھی نکل گیا تھا۔ وہ جاب جو اسے ماں کی دعاؤں سے ، بڑی جدوجہد کے بعد ملی تھی۔ جو جتنی غیر فطری انداز میں ملی تھی اتنے ہی غیر معمولی انداز میں ختم بھی ہو گئی تھی۔ ملنے کی اسے بہت خوشی تھی لیکن ختم ہو جانے کا اسے ملال نہیں تھا کہ وہ اپنے زعم میں تھا کہ اسے دوسری جاب مل جائے گی اور قسمت چونکہ اسے آزمانے پر کمربستہ تھی اس لئے اسکا زعم کچھ اور تقویت پا گیا تھا جب اگلے دن ہی وہ بخاری انٹرپرائزز میں اپلائی کے لئے گیا تھا اور کامیاب انٹرویو کے ذریعے اسے فوراً ہی اپائنٹمنٹ لیٹر مل گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ قابل نہیں ہے۔ اس کی ڈگریاں اس کی ذہانت کا ثبوت تھیں اور اب تو اس کے پاس سہروردی انٹرپرائزز کا

زیادہ نہیں پر چھ ماہ کا ایکسپیرینس بھی تھا۔۔۔سید ابان بخاری نے جاب چھوٹنے کی وجہ دریافت کی تھی تو اس نے پرسنل ایشوز کا کہہ کر بات ختم کر دی تھی۔سید ابان بخاری کے لئے یہ بات گرفت میں لینے والی تھی لیکن وہ ارمش چوہدری کو اس کی قابلیت سے متاثر ہو کر جاب پہ رکھ گیا تھا کہ قسمت میں جب کچھ پہلے سے لکھا جا چکا ہو تو سامنے کی چیز اور وجوہات غیر معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔اس نے ماں کو نوکری ختم ہونے کا نہیں بتایا تھا لیکن جب اسے اگلے ہی دن نئی جاب مل گئی تھی تو اس نے ماں کو بتا دیا تھا اور وہ چاہ کر بھی آگے سے کچھ نہیں بولی تھیں کہ بات سامنے کی ہی تھی کہ ایلیفیہ اس کے باس کی ماموں زاد تھی اور اس کے پرپوزل کے بعد انہیں یہی دھڑکا تھا کہ اس کی جاب پر اس کا اثر نہ پڑے اور ان کا خدشہ درست ثابت ہوا تھا۔مگر انہیں یہ نہیں پتہ تھا کہ نوکری صرف پرپوزل بھیجنے کی وجہ سے ہی ختم نہیں ہوئی تھی کیونکہ ابرج سہروردی اتنا بھی تنگ نظر نہیں تھا۔نوکری تو ان کے بیٹے کی ہٹ دھرم اور خود سر طبیعت کے باعث ختم ہوئی تھی کہ اس کی منفی شخصیت جو ابرج سہروردی کے سامنے آئی تھی اس کے بعد وہ اسے جاب پر کسی قیمت پہ بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔اس سب میں اگر ایلیفیہ انوالو نہ ہوتی تب بھی اس کا یہی فیصلہ ہوتا۔ارمش اپنی نئی جاب سے بہت خوش تھا کہ وہ جوائنٹ پراجیکٹ کے بارے میں جانتا تھا۔اور اسے لگتا تھا کہ وہ پہلے ابرج سہروردی کا ملازم تھا اور اس کے ماتحت ہونے کی وجہ سے وہ مجبور تھا۔اب چونکہ وہ ابرج سہروردی کی غلامی سے نکل آیا تھا تو وہ اب کھل کر کھیل سکتا تھا۔اس کی اس سوچ بلکہ اس کی ہر سوچ اور کارنامے سے انجان سید ابان بخاری نے اسے اسی جوائنٹ پراجیکٹ میں لگایا تھا۔جس کو وہ خود پرسنلی ہینڈل کر رہا تھا۔

"کھیل کا اصل مزہ تو اب آئے گا ابرج سہروردی کہ میں جانتا ہوں، تم اور وہ ایلیفیہ چاہے کتنا دوستی، دوستی کا کھیل کھیلتے رہیں۔اندر ہی اندر چکر کیا ہے۔۔وہ صاف عیاں ہے۔۔۔اور تمہاری خاطر ایلیفیہ مجھے ٹھکرا دے۔۔یہ میں ہونے نہیں دوں گا۔ایلیفیہ میری ہے اور میں اسے قسمت سے چھین کر تم سے اپنی تذلیل کا بدلہ لوں گا اور رہ گئی ایلیفیہ اگر وہ بھی میری بات سمجھ گئی تو محبت کی خاطر اسے سو خون معاف لیکن اگر اس نے میری ضد کو بڑھاوا دیا تو ایک ایک کر کے سو خون کا معافی نامہ تردید اور تبدیلی کی طرف بڑھتا جائے گا۔" آج اس کا آفس میں پہلا دن تھا۔سید ابان بخاری نے اسے پراجیکٹ کی تفصیل سے آگاہ کرنے کے بعد اسے اس کی ذمہ داری سے بھی آگاہ کر دیا تھا اور آج سہ پہر تین بجے کی طے شدہ میٹنگ جو سہروردی انٹرپرائزز کے ساتھ تھی اس کی تفصیل سے آگاہ کیا تھا جس کے بعد ہی وہ دل ہی دل میں ارادے باندھتا خود کو میدان میں اترنے کے لئے تیار کرنے لگا تھا۔

"جیت صرف میرا مقدر بنے گی ابرج سہروردی کہ جو چیز آسانی سے نہ ملے میں اسے چھین لیتا ہوں۔" وہ تصّور میں ابرج سہروردی کا غصے سے تمتماتا ہوا چہرہ لاتا زیرِلب مسکراتا ہوا سوچ رہا تھا، یہ جانے بغیر کہ نہ ایلیفیہ کوئی چیز تھی نہ

محبت کوئی چیز ہے۔ ایلیفیہ جیتی جاگتی ایک لڑکی جو جذبات رکھتی ہے اور اگر اس کے دل میں ارمش کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے تو وہ اسے پانے تو کیا حاصل کرنے کے بعد بھی کسی بھی قسم کی جگہ پانے سے محروم رہے گا کہ محبت تو ایک جذبہ ہے اور جذبوں کو صرف محسوس کیا جاتا ہے چھینا یا حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات ارمش کو فی الوقت کوئی نہیں سمجھا سکتا تھا کہ وہ ابھی اپنی ذات کے زعم میں طاقت کے نشے میں چور تھا اور جب "میں" اور "انا" کا جادو چلتا ہے تو کچھ نہیں بچتا۔۔۔کچھ بھی نہیں۔۔۔ مگر پھر اک وقت آتا ہے کہ "میں" بھی نہیں بچتی۔

☆☆☆☆☆☆

"رکو ابرج، مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" اس کے اٹھتے قدم آسیہ آغا کی آواز پہ تھم گئے تھے۔ ایلیفیہ گزشتہ ہفتے سے آفس نہیں آرہی تھی۔ دو دن قبل جب اس نے ارمش کو نوکری سے نکال دینے کا بتایا تھا اس کے بعد بھی وہ آفس نہیں آئی تھی اور اس سب میں ابرج سہروردی کو دشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا کیونکہ وہ پراجیکٹ ایلیفیہ کے حوالے کر کے خود کافی مطمئن ہو گیا تھا اور وہ جس طرح محنت سے دل جمعی کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہی تھی اس کے اطمینان میں اضافہ ہو گیا تھا اور وہ پراجیکٹ سے یکسر لاتعلق ہو گیا تھا کہ اس کی جان کو کم کام نہیں تھے مگر جب سے ایلیفیہ نے آفس آنا بند کیا تھا تب سے سچ میں ابرج سہروردی کو لگ پتہ گیا تھا۔ اور وہ تنگ آکر اسے سمجھانے گیا تھا مگر وہ آفس آنے سے انکاری تھی۔ اس لئے ابرج سہروردی نے تمام کام اس کو گھر بیٹھے فراہم کرنا شروع کر دیا تھا۔ آج سہ پہر تین بجے سید ابان بخاری کے ساتھ میٹنگ تھی جس کی ایلیفیہ نے تیاری کر لی تھی اور اس کی ذہنی حالت کے پیشِ نظر ابرج سہروردی نے میٹنگ کا ایجنڈہ، پوائنٹس اور تیار کردہ فائل کو از خود چیک کیا تھا اور اسے ایلیفیہ پہ غصہ ہی تو آگیا تھا کہ کچھ بھی تو پرفیکٹ نہیں تھا۔ میٹنگ میں ڈسکس کئے جانے والے پوائنٹس بھی کافی حد تک فضول اور بے فائدہ تھے۔ پریزینٹیشن میں بھی کئی ایک غلطیاں تھیں۔ اس نے سب کچھ دیکھا تھا اور ایلیفیہ کو آفس آنے کا کہا تھا مگر وہ نہیں آئی تھی۔ جس سے ابرج سہروردی کا غصہ اور جھنجلاہٹ کئی حد تک بڑھ گئے تھے۔ اس نے تمام غلطیوں کو ٹھیک کیا تھا۔ نئے پوائنٹس تیار کئے تھے اور لنچ ٹائم میں ماموں کے گھر آگیا تھا۔ پہلا سامنا مامی سے ہوا تھا اور سلام دعا کے بعد وہ ایلیفیہ کے کمرے کی طرف بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ آسیہ آغا اسے روک گئی تھیں اور وہ ٹھہر کر سوالیہ نگاہوں سے مامی کو دیکھ رہا تھا۔

"ایلیفیہ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ آج کل بہت ڈسٹرب لگ رہی ہے۔ وہ تو مجھے کچھ بتاتی نہیں، کم از کم تم ہی کچھ بتا دو۔" وہ بیٹی کی طرف سے پریشان نم لہجے میں بول رہی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر مامی کے ہاتھ تھام لئے تھے۔

"مامی یقین رکھیں کوئی بھی مسئلہ نہیں ہے۔ صرف پراجیکٹ کو لے کر تھوڑی سی ڈسٹرب ہے۔ ہارڈ ورک کر رہی ہے اس لئے آپ کو اس کو دیکھ دیکھ کر ہول اٹھ رہے ہوں گے مگر بے فکر رہیں کچھ نہیں ہوا ہے اگر کوئی بات ہوتی تو وہ

آپ سے نہیں چھپاتی۔ ورنہ میں ہوں ناں، میں آپ کو بتا دیتا۔" وہ رونے کو پر تولتیں آسیہ آغا کے ہاتھ نرمی سے ہاتھ میں لئے بہت دھیمے سے یقین دلانے والے لہجے میں بولا تھا۔

"اچھا بھلا وہ چھوڑ تو چکی تھی آفس تم نے خوامخواہ میں اسے دوبارہ گھسیٹ لیا۔" اب وہ اس پر خفا ہوئی تھیں۔

"آپ کی لاڈلی آفس تک تو آتی نہیں۔ میں اس کے حصے کا کام گھر بھیجتا ہوں۔۔ نواب زادی کو میٹنگ میں لے جانے کے لئے خود آیا ہوں۔ اتنے تو عیش کروا رہا ہوں۔ اب آپ کی لاڈلی کے آرام اور سکون کے لئے ایسا کیا کروں کہ آپ مادام کے رہے سہے گلے اور تشویش بھی ختم ہو جائے۔" وہ آنکھوں میں شرارت لئے آسیہ آغا کو دیکھ رہا تھا اور وہ اس کے انداز پر اس کے کاندھے پر ایک ہاتھ رسید کرتیں ہنس دی تھیں۔

"اس بد تمیز کو بگاڑنے میں تمھارا اور تمھارے ماموں کا ہی تو ہاتھ ہے۔" وہ ابرج سہروردی سے بات کرتے اپنی ٹینشن بھول گئی تھیں۔

"ہاہا! بس کیا کروں مامی دوستی کے تقاضے نبھا رہا ہوں ورنہ آپ کی لاڈلی نے کم پریشان تو مجھے بھی نہیں کیا ہوا۔۔" اس نے ہنستے ہوئے کہہ کر آخر میں منہ بنایا تھا اور وہ ابرج سہروردی کے انداز پر مسکرا دی تھیں۔

"کھانا لگاتی ہوں میں۔ جب تک تم اپنی دوست سے مل لو۔" وہ دھیمے سے کہتی ہوئیں کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں۔ اور وہ ایلیفیہ کے کمرے میں آگیا تھا اور بناء دستک دیئے منہ اٹھا کر کمرے میں داخل ہونے کے سبب کچھ خفیف سا ہو کر منہ ہی موڑ گیا تھا جبکہ ہمیشہ کی لاپرواہ ایلیفیہ بھی قدرے خفیف اور کنفیوز ہو کر رہ گئی تھی کہ وہ سر میں درد محسوس کر رہی تھی اس لئے صبح سے کسلمندی سے بستر پر پڑی تھی۔ آسیہ آغا جب ناشتہ کمرے میں ہی لے آئی تھیں تو اس نے نہ چار منہ دھو کر ناشتہ کیا تھا اور دوبارہ بستر سنبھال لیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ اب تک شب خوابی کے لباس میں تھی۔ آئینہ کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی کہ تب ہی وہ بے دھڑک کمرے میں داخل ہوا تھا۔ پنک کلر کی مہین نائٹی میں اس کا نسوانی حسن کچھ یوں عیاں تھا کہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ شرمندہ ہو گئے تھے۔ ایلیفیہ نے کچھ دیر قبل بیڈ پر ڈالی اپنی سیاہ کشمیری شال کو کاندھوں پر اچھے سے پھیلایا تھا اور کمرے کے بوجھل ماحول کو گفتگو کے قابل بنانے کے لئے پیٹھ موڑ کر کھڑے ابرج سہروردی کو ڈپٹنے لگی تھی۔

"کسی کے روم میں آنے سے پہلے دستک دے لیا کرتے ہیں۔" اس کا لہجہ اب تک خجالت کے باعث لرزتا ہوا سا تھا۔

"سوری، لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ تم احمق ابھی تک سوگ منا رہی ہو۔۔" وہ رخ اس کی طرف موڑ گیا تھا جو اپنے حسن کو پردے میں ملفوف کر گئی تھی۔ اپنی خجالت کو، مٹانے کو الٹا اس کو ڈپٹ گیا تھا۔

"طبیعت ٹھیک نہیں، ٹمپریچر ہو رہا ہے۔۔" وہ بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی تھی اور وہ جو اس پہ غصہ ہونے کا سوچ رہا تھا اپنا ارادہ ہی ملتوی کر گیا تھا۔ اس نے کمپیوٹر چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس کے چہرے کی جانب دیکھا تھا جو بخار کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ بلینکٹ اوڑھ کر بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا گئی تھی۔

"تمھاری حالت دیکھ کے تو نہیں لگ رہا کہ تم آج کی میٹنگ اٹینڈ کر پاؤ گی۔" اس نے ایلیفیہ کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تم اگر اکیلے ہینڈل کر لو تو۔۔۔ می ویری تھینک فل ٹو یو ابر۔۔" وہ نرمی سے بولی تھی۔

"مجھے ہمت ہار دینے والی ایلیفیہ بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی ہے۔" ابرج سہروردی نے قدرے ناراضگی سے کہا تھا اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"ایلفی! یار، کیا بچوں کی طرح بی ہیو کر رہی ہو تم۔۔۔ لڑکیوں کو اتنا کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ اس ارمش نے ہلکی سی بکواس کیا کر دی تم ڈر ہی گئی ہو۔ ہمت پکڑو یار لڑکیوں کو باہمت ہونا چاہئے کہ اگر لڑکیاں ہمت ہار دیں تو ایسی لڑکیوں کو مرد تر نوالہ ہی تو سمجھتے ہیں۔" وہ ہمیشہ کی طرح ایک اچھے دوست اور ہمدرد کی طرح اس کی ہمت بندھاتا اس کی دل جوئی کر رہا تھا۔

"عزت سے بڑھ کر ایک لڑکی کے لئے کچھ نہیں ہوتا ابر اور ارمش نے انڈائیریکٹلی جو مجھے باور کروایا ہے وہ بالکل بھی ایسا نہیں ہے کہ میں ایک پل بھی سکون اور چین سے گزار لوں۔۔۔ اور میری جان کو تو دو دھڑکے لگے ہیں۔ میں نہ عزت کھونے کا تصور کر سکتی ہوں۔۔۔ نہ محبت سے دوری کا۔۔۔ اور مجھے لگتا ہے کہ میں اپنا سب کچھ ہار دینے کو ہوں۔" وہ بری طرح سسکنے لگی تھی۔

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔ کیا بکواس کر رہی ہو۔۔۔" وہ ہول کر اسے ڈپٹ گیا تھا۔

"بکواس نہیں کر رہی میں ابر، کہ میں نے ارمش کی نگاہ میں وحشت اور بربریت دیکھی ہے۔ نہ وہ مجھے عزت سے جینے دے گا نہ ہی میں اپنی محبت پا سکوں گی۔ اس شخص نے مجھے زندہ درگور کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" اس کے بلکنے میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ جو کچھ ارمش کی نگاہ میں دیکھ آئی تھی اس کے بعد ایک ایک لمحہ اس پر بھاری تھا۔

"کیا تمھیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے۔۔۔ کیا میں تمھیں کمزور لگتا ہوں۔۔۔ کیا تمھیں لگتا ہے کہ ماموں جان اتنے کمزور ہیں کہ ارمش جو چاہے گا کر گزرے گا۔۔۔ اور ہم محض تماشہ دیکھتے رہ جائیں گے۔" وہ یکدم ہی کنٹرول کھوتا غصے سے دھاڑا تھا۔

"کمزور کوئی نہیں ہوتا مگر۔۔۔ قسمت جب کسی کو پچھاڑنے کا فیصلہ کر لے تو بڑے بڑے سورما بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور

ہو جاتے ہیں۔" وہ جیسے طوفان کی آمد سے ہی خوفزدہ ہو گئی تھی۔۔۔ہمت ہار بیٹھی تھی۔

"اپنی مجبوری کو طاقت بنانا سیکھو ایلیفیہ، کہ ہمت ہار دینے سے زندگی میں مسائل بڑھ جاتے ہیں۔۔۔خود پر سب سے بڑھ کر اپنے اللہ پر بھروسہ رکھو۔۔۔یوں جاہلوں کی طرح لکیر کی فقیر نہ بنو۔"اس کا دل کر رہا تھا کہ ایک جھانپڑ لگا کر اس کا دماغ درست کر دے لیکن وہ خود پر کنٹرول کر کے بولا تھا اور وہ آگے سے کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ابرج سہروردی نے اسے موقع ہی نہیں دیا تھا۔

"مامی نے کھانا لگا دیا ہو گا۔میں نیچے جا رہا ہوں تم بھی فریش ہو کر جلدی پہنچو۔"وہ اس کا جواب سنے بغیر کمرے سے نکل گیا تھا اور وہ نہ چار بستر سے نکل کے جو ڈریس ہاتھ لگا تھا وہی لے کر واش روم میں گھس گئی تھی۔جبکہ وہ آسیہ آغا سے بات کرتا بہت کچھ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ اس قدر خوف اور وہم کا شکار تھی تو ارمش کے تیور نے ہولا تو خود اسے بھی دیا تھا اور آج ایلیفیہ کی باتیں سننے کے بعد وہ ارمش کا کچھ نہ کچھ بندوبست کرنے کا سوچ رہا تھا یہ جانے بغیر کہ وہ کچھ ہی دیر میں اس کے سامنے آنے والا ہے۔۔کہ جب قسمت آزمانے پر آتی ہے تو انسان گھوم پھر کر اسی راستے پر آنکلتا ہے جس سے وہ بچنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔جس سے گریز کی خاطر وہ خود کو کشمکش میں ڈال رہا ہوتا ہے وہ اس کی آزمائش بن کر سامنے آجاتا ہے۔اور آزمائش سے گزرنے کو بھی بڑا جگرا چاہیئے ہوتا ہے۔میٹنگ ہال میں ارمش کو دیکھ ابرج سہروردی خود کو سنبھال گیا تھا مگر ایلیفیہ خود کو سنبھال نہیں پائی تھی اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی اور وہ گرنے سے بچنے کو ابرج سہروردی کا بازو جکڑ گئی تھی۔

"بی بریو ایلیفیہ، یہ تمھارا ارمش سے اس دن کے بعد پہلا سامنا ہے۔۔۔آج اگر تم خود کو ڈرا ہوا یا کمزور ظاہر کرو گی تو اس کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔اس لئے خود کو سنبھالو اور پورے اعتماد کے ساتھ سامنا کرو۔میں ہوں ناں تمھارے ساتھ۔" وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تھا اور دھیرے سے سرگوشی کی تھی اور وہ خود کو کنٹرول کرتی بدقتِ تمام مسکرا دی تھی جبکہ کچھ فاصلے پر موجود ارمش نے اسکے ہاتھوں میں ایلیفیہ کا ہاتھ دیکھ لب بھینچ لئے تھے کہ اس کو یہ لگتا تھا کہ ایلیفیہ ابرج سہروردی کی دوست سے بڑھ کر کچھ ہے اور ایلیفیہ نے ابرج سہروردی کی وجہ سے اس کو ٹھکرایا ہے۔وہ ایک بار پھر منفی سوچوں میں گھرتا چلا گیا تھا۔وہ دونوں خود کو کمپوزڈ کرتے ان دونوں تک پہنچ گئے تھے۔ابرج سہروردی نے سید ابان بخاری کے ساتھ ساتھ کینہ توز نگاہوں سے خود کو دیکھتے ارمش چوہدری سے بھی ہاتھ ملایا تھا اور سلام دعا کے بعد میٹنگ کا آغاز ہوا تھا۔ایلیفیہ نے خود پر کافی مشکل سے ضبط کے پہرے بٹھائے ہوئے تھے۔میٹنگ کامیاب رہی تھی لیکن میٹنگ سے زیادہ اچانک ارمش سے سامنے نے ایلیفیہ کو بری طرح تھکا دیا تھا اور اس کی طبیعت تو پہلے ہی ٹھیک نہ تھی گھر پہنچنے تک اس کا بخار اور شدت پکڑ گیا تھا جبکہ ابرج سہروردی شدت سے ارمش کا بندوبست کرنے کا سوچنے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"ماما، مجھے نہیں پتہ، جو آپ کو ٹھیک لگے۔" احمر کے گھر سے کال آئی تھی اس کی ماما منگنی کا جوڑا درِ مکنون کو ساتھ لے جا کر اس کی پسند سے لینا چاہتی تھیں اور درِ شہوار نے اس کے لئے معذرت کر لی تھی تب احمر کی ماما نے برا مانے بغیر کہا تھا کہ وہ ان کی بہو کا پسندیدہ کلر بتا دیں تو وہ اسی رنگ کا جوڑا لے لیں گی۔ درِ شہوار نے کچھ دیر بعد کال بیک کر کے بتانے کو کہا تھا اور فون رکھ کر بیٹی کو آواز لگائی تھی اور اس کی پسند پوچھی تھی اور اس نے فوراً ہی سب کچھ اپنی ماں پر چھوڑ دیا تھا اور وہ مسکرا دی تھیں اور اسے اشارے سے پاس آنے کو کہا تھا وہ چلتی ہوئی ماں کی ویل چیئر کے پاس ان کے قدموں میں بیٹھ گئی تھی۔

"پسند بتانے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" وہ بیٹی کا ہاتھ تھام کر بولی تھیں۔

"ماما جان، آپ کو میری پسند معلوم تو ہے۔ آپ خود سے بتا دیں میں کیا بولوں اب۔" وہ جھینپی جھینپی سی درِ شہوار کے دل میں اتری جا رہی تھی۔

"میری بیٹی کا سب سے پسندیدہ رنگ تو سیاہ ہے اب منگنی کا سوٹ سیاہ رنگ کا تو ہو نہیں سکتا۔ اس لئے سیکنڈ چوائس بتاؤ۔" وہ ماں کی گود میں سر رکھ گئی تھی اور وہ اس کے سلکی بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلاتیں دھیمے سے دوستانہ انداز میں بولی تھیں۔

"ماما! آپ کو میری فرسٹ چوائس ہی نہیں سیکنڈ چوائس کا بھی پتہ ہے اس لئے پلیز مجھے تنگ نہ کریں۔" وہ نروٹھے پن سے بولی تھی اور وہ بیٹی کے انداز پر یکدم دلکشی سے ہنستی چلی گئی تھیں۔

"میری جان! اگر تم منہ سے بول دو گی تو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ میں کونسا کسی کو کہہ دوں گی۔" وہ بیٹی کو چھیڑ رہی تھیں۔

"ماما جان، پلیز" وہ شرم و حیا سے سرخ پڑتی منمنائی تھی۔

"میں تمھاری ساس صاحبہ سے کہہ دیتی ہوں کہ میری بیٹی اپنی پسند کا نہیں ان کے بیٹے کی پسند کا لباس پہننا چاہتی ہے۔۔" وہ زیرِ لب مسکرائی تھیں اور اس نے ایک جھٹکے سے ماں کی گود سے سر اٹھایا تھا۔

"ماما جان، ایسا کب کہا میں نے۔۔۔" اس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور ان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"جب تم نے اپنی پسند نہیں بتائی تو اسکا مطلب یہی ہوا کہ تم نے احمر کی پسند کا لباس زیب تن کرنا ہے۔" بیٹی کے حسین چہرے پر اڑتی ہوائیاں انہیں لطف دے گئی تھیں۔

"میں ایسا نہیں بول رہی ہوں۔ آپ اپنی طرف سے نہ لگائیں ورنہ میں نے آپ سے بات نہیں کرنی۔" وہ ماں کی

شرارت پر حیا سے سرخ پڑتی منمناتی ہوئی ان کے پاس سے اٹھ گئی تھی اور ان کے روکنے پر بھی وہاں ٹھہری نہ تھی نکلتی ہی چلی گئی تھی جبکہ انھوں نے بیٹی کی خوشیوں کے لئے دعا کرتے ہوئے اس کی ساس کو فون کر کے "آف وائیٹ" کلر کہہ دیا تھا۔ یہ ان کی بیٹی کا نہیں خود ان کا پسندیدہ رنگ تھا اور انھیں یاد تھا کہ ان کی منگنی کا جوڑا آف وائیٹ کلر کا تھا اور ان نے کی ساس (جو ان کی سگی خالہ بھی تھیں) خود اپنی پسند سے لیا تھا۔۔ شوہر کو یاد کر کے ان کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔ زندگی کے حسین لمحے آنکھوں کے سامنے لہرانے لگے تھے۔ کل کی سی بات تو لگتی تھی جب وہ مہربان سا شخص ان کے ساتھ تھا اور وہ ایک مکمل آسودہ اور خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کر رہی تھیں مگر ایک ایکسیڈینٹ نے ان کی تمام تر خوشیاں چھین لی تھیں۔ سید سبحان بخاری کی موت کے ساتھ کیا کچھ ختم نہیں ہو گیا تھا مگر وہ رب کی رضا میں راضی ہو گئی تھیں مگر اب جب بیٹی کی شادی کرنے جا رہی تھیں تو شوہر کی کمی شدت سے محسوس کر رہی تھیں۔ دل چاہتا تھا کہ کہیں سے وہ گزرا وقت آ جائے جب بچوں کے لاڈ وہ دونوں میاں بیوی مل کے اٹھاتے تھے۔ مگر نہ گیا وقت لوٹ کے آتا ہے نہ موت کے مسافر لوٹ کے آتے ہیں۔ وہ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کر گئی تھیں کہ آنسو صاف کرنے والا موت کو گلے لگا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

عابیہ نے پورا دن معمول کے مطابق گزارا تھا مگر آج کا دن غیر معمولی ہی رہا تھا۔ ہر آہٹ پر وہ چونکتی رہی تھی۔ کبھی فون کی طرف دیکھتیتو کبھی موبائل کی طرف نظر ڈالتی۔ مصروفیت میں بھی بے دھیانی کا عالم کچھ یوں تھا کہ ہر دوسرے سیکنڈ گھڑی پر نظر ڈال رہی تھی اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا دل کی حالت عجیب تر ہوتی جا رہی تھی۔ 9 بجے کے قریب اس نے عشاء پڑھی تھی اور آدھے گھنٹے میں نماز سے فارغ ہو کر صبح کے لئے کپڑے پریس کرنے لگی تھی مگر بار بار چونک رہی تھی۔ مگر اس دفعہ اس نے جان کر گھڑی کی طرف نہیں دیکھا تھا مگر ہر لمحہ اس پر بے تحاشہ بھاری تھا۔ گھڑی کی ٹک ٹک اور دھڑکنوں کا ساز دونوں مل کر الگ ہی دھن چھیڑ رہے تھے۔ وہ بے خیالی میں کسی خیال کی زد میں تھی کہ موبائل کی رنگ ٹون نے اسے چونکا دیا تھا۔ ہاتھ گرم استری پر جا پڑا تھا اور یوں لگا تھا جان نکل گئی ہو۔ وہ "سی" کرتی ہوئی بیڈ کی طرف لپکی تھی۔ استری بند کرنا بھول گئی تھی۔ اس کی شرٹ جل گئی تھی مگر اسکا دھیان اس طرف نہیں تھا۔ گھڑی رات کے پورے دس بجا رہی تھی اور موبائل کی سکرین پر سید ابان بخاری کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس نے لب بھینچے ہوئے تھے کہ ہاتھ سے درد کی لہر سی اٹھ رہی تھی۔ دھڑکنوں میں تلاطم تھا۔ اسکی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ کال ریسیو کرے موبائل کی دھڑکن بج بج کر ساکت ہو چکی تھی اور اسے ملال گھیرنے لگا تھا۔ آنکھوں میں آنسو تھے وہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑے ساکت ہو جانے والی سکرین کو دیکھ رہی تھی کہ موبائل کی سکرین دوبارہ روشن ہو گئی تھی اور اب اس نے ڈرتے دل کے ساتھ کال یس کر دی تھی مگر "ہیلو" بولنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی اور دوسری جانب سے بھی نہ "ہیلو" کہا گیا

تھا نہ ہی تعارف کرایا گیا تھا کہ "آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے" کہ مصداق وہ اسے پکار گیا تھا۔

"عابیہ!" اور اسے لگا تھا کہ سید ابان بخاری کے لب سے نکل کر اس کا نام معتبر ہو گیا ہو۔ وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی۔ لب بھینچے کھڑی تھی کہ اس کے داہنے ہاتھ پہ جہاں استری لگی تھی وہاں چھالہ سا بنتا جا رہا تھا اور وہ بائیں ہاتھ میں موبائل پکڑے ضبط کے لمحے سے گزر رہی تھی اور سید ابان بخاری اس کے درد۔۔۔ اس کی فیلنگز سے انجان۔۔۔ اپنے جذبات اس کے گوش گزار کرتا چلا گیا تھا۔ اس نے عابیہ اور درِ مکنون کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سامنے رکھ کر اسے اپنی محبت کا یقین دلایا تھا اور اس سے بہت محبت اور خلوص کے ساتھ درخواست کی تھی کہ وہ اس پر بھروسہ کر کے تو دیکھے۔۔۔ وہ اس سے بہت کچھ کہہ رہا تھا اور اس کا ہر لفظ عابیہ کے دل میں اترتا جا رہا تھا۔۔۔ اس کے دل کا دیا روشن ہوتا جا رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے کہ اس نے کب ایسا تصور کیا تھا کہ ایسا دن بھی آئے گا کہ کوئی اس سے بھی اظہارِ محبت کرے گا۔ چاہت کے ساتھ، بہت مان سے، اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہے گا۔۔۔ وہ جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی مگر حقیقت اس پر کچھ یوں عیاں تھی کہ اس کے پاؤں زمین پر ہی تھے۔ وہ خود کو کمپوز کرتی۔۔۔ دھڑکنوں کو سنبھالتی، وہ سب کچھ کہہ گئی تھی کہ جو اس کے دل میں تھا۔۔۔ جو کچھ وہ درِ مکنون سے بھی کہہ گئی تھی اور سید ابان بخاری نے اس کے سب خدشات کو سنا تھا اور نرمی سے اسے اپنی محبت کا یقین دلایا تھا۔ اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس سے بہت پیار کرتا ہے۔ اس کے لئے کم صورتی، بد صورتی، خوبصورتی کچھ معنی نہیں رکھتی۔۔۔ اس کے لہجے میں اس کے جذبات پوری سچائی کے ساتھ کچھ یوں روشن تھے کہ عابیہ کو اس کے لفظ لفظ پر ایمان آنے لگا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ عابیہ، کہ مجھے تم سے ہی کیوں محبت ہوئیکہ محبت کبھی شکل دیکھ کر نہیں ہوتی۔۔۔ محبت تو بس ہو جاتی ہے۔۔۔ جو جذبات میں تمھارے لئے محسوس کر رہا ہوں وہ کبھی کسی کے لئے محسوس نہیں کئے۔۔۔ اور میں اپنے من کی سچائی کے ساتھ تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر صرف صورت دیکھ کر محبت ہوتی ناں عابیہ تو میری نظروں سے بہت سے خوبصوت چہرے ہو کر گزرے ہیں۔۔۔ کبھی کچھ محسوس نہیں ہوا۔ تمھیں دیکھا تو دل کی آنکھ نے تمھیں پسند کر لیا۔۔۔ اور دل کی آنکھ کو جو چہرے بھا جائیں ناں عابی۔۔۔ تو بس بھا جاتے ہیں۔۔۔ پھر کوئی چہرہ، دل می، نظر میں نہیں سماتا۔ دل کی آنکھ کو تم بھا گئی ہو۔ اور دل تمھیں محسوس کرنے لگا ہے۔ میرے دل میں تمھیں دیکھ کر محبت کا دیا جل اٹھا ہے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میری محبت کا۔۔۔ میرا دل دیا بجھ جائے۔۔" وہ محبت سے شدت جذبات سے کہتا یکدم اس سے سوال کر گیا تھا۔ ایسا سوال جس کا جواب اس کے پاس "نہ" میں تھا۔۔۔ کہ وہ تو خود محبت کے اسیروں میں شامل ہو گئی تھی۔ اس کے تو دل کی دعا تھی کہ اس کا دل دیا کبھی نہ بجھے اور دل جب سید ابان بخاری کے نام کی مالا جپ رہا تھا۔۔۔ دل دیا میں جب سید ابان بخاری کا عکس روشن تھا۔۔۔ تو وہ خود کو توہمات سے۔۔۔ شک سے۔۔۔ شکوک و شبہات سے باہر نکال

لانا چاہتی تھی۔ سید ابان بخاری جو اپنے دل کا احوال کہہ چکا تھا۔ اب عابیہ کے دل کا احوال جاننے کو اس کی سماعتیں بے قرار تھیں۔

"میں سچ میں آپ کے قابل نہیں ہوں۔۔۔۔ آپ کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں ہے۔۔۔ آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔" وہ جانے کس اقرار کی منتظر تھی کہ اس کے واضح اقرار کے بعد اس کی شدتوں کے عیاں ہو جانے کے بعد بھی اقرار کی منزل طے نہیں کر پائی تھی۔ اس کے شبہات گویا لامحدود تھے۔۔۔ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

"سمجھنے کی ضرورت تمھیں ہے بیہ۔۔۔" وہ آپ سے تم کا سفر از خود طے کر گیا تھا اور موبائل عابیہ کے ہاتھ سے گرتے گرتے بال بال بچا تھا۔

"تم کس قابل ہو۔۔۔ ملنا فرصت سے تو اچھے سے سمجھاؤں گا۔۔۔ ابھی بس اتنا سمجھ لو۔۔۔ تم سے محبت ہے اور میری نگاہ سے خود کو دیکھو گی تو تم دنیا کی سب سے حسین لڑکی ہو۔۔۔ نہ تم سے کوئی اچھا ہے اور نہ ہی تم سا کوئی ہے۔۔۔ تم بس تم ہو بیہ۔۔! اور مجھے صرف تم چاہئے ہو۔ مجھے خوبصورتی۔۔۔ بدصورتی سے کچھ نہیں لینا دینا۔۔۔ کہ میری خوبصورتی تو تم ہو بیہ۔۔۔ میری محبت۔۔۔ میری کل کائنات۔۔۔ بس میری محبت کو سمجھو اور میری کائنات کو اپنی محبت سے سجا دو۔ میری محبت کے نصیب میں وصال لکھ کر میرے دل کا دیا بجھنے سے بچا لو بیہ۔۔۔" جو کسر رہ گئی تھی۔۔۔ جو لفظ محبت کی نوک زباں پر ٹھہر گئے تھے۔۔۔ سید اباں بخاری کے لبوں سے وہ محبت کے ترانے بھی آزاد ہو گئے تھے۔ عابیہ کو یکدم اپنی کم صورتی بھول گئی تھی۔ تمام شکوک و شبہات یکدم اپنی موت آپ مر گئے تھے۔

"کیا تمام عمر مجھے یونہی چاہتے رہیں گے۔۔۔" سید ابان بخاری کے لب خاموش ہوئے تھے اور عابیہ کے دل کی صدا زبان بن گئی تھی۔

"ٹوٹا کفر خدا خدا کر کے۔۔۔" شوخی سے کلمہ شکر ادا کیا تھا۔

"آزما لو بیہ! میری چاہتیں صرف تمھارے لئے ہیں۔۔۔ تم مجھے ہمیشہ محبتوں میں سچا اور کھرا ہی پاؤ گی۔" اس کے فقط ایک جملے نے سید ابان بخاری کو جتلایا تھا کہ اس کی محبت قبول کر لی گئی ہے تب ہی وہ شریر ہوا تھا۔ عابیہ نے لب کا کونا دانتوں تلے داب لیا تھا۔۔۔ اور وہ جا

نتا تھا کہ عابیہ کچھ نہیں بولے گی اس لئے کچھ اور شدت سے اسے اپنے جذبوں کی صداقت کا یقین بخشا تھا اور وہ یکدم مطمئن سی بے ساختہ ہی ہنس دی تھی۔ اس کی نرم سی ہنسی سید ابان بخاری کے لئے زندگی کی نوید تھی اور وہ اس کا شکریہ ادا کرتا اس کی ہنسی کی تعریف کر گیا تھا اور وہ یکدم جھینپ کر سرخ پڑ گئی تھی۔ سید ابان بخاری آگے بہت کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔ یہاں تک کہ کل ہی اپنی ماما کو رشتہ لے کر بھیجنے کا کہہ گیا تھا۔۔۔ اتنی جلدی پر عابیہ گھبرا گئی تھی مگر سید ابان

بخاری ڈٹ گیا تھا کہ وہ عابیہ کو جلد از جلد اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ وہ آگے سے کچھ نہیں کہہ پائی تھی کہ وہ اب سب کچھ قسمت پر چھوڑنے کا فیصلہ کر گئی تھی کہ اس کا دل سید ابان بخاری پر اعتبار کرنے کا کہہ رہا تھا اور وہ بہ خوشی اپنی مجبوری اپنا گئی تھی۔ دل کسی پہ اعتبار پہ اکسانے لگا تھا۔ محبت کا روشن جگمگاتا ہوا دیا جل اٹھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"کیا ہوا۔۔۔یوں کیوں بیٹھی ہو۔۔" اس کی طبیعت جیسے ہی کچھ سنبھلی تھی وہ اسے آفس آنے پر مجبور کر گیا تھا اور وہ کل سے پھر آفس آنے لگی تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی اس کے روم سے گیا تھا۔ واپس آیا تھا تو وہ بالکل چپ بیٹھی تھی جبکہ کچھ دیر قبل وہ اچھے بھلے خوشگوار موڈ میں تھی۔ اس نے ابرج سہروردی کی آواز پر سر اٹھایا تھا اور وہ حیران ہو گیا تھا کہ ایلیفیہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"ایلفی، رو کیوں رہی ہو۔۔۔" وہ مضطرب ہو کر پوچھ رہا تھا کہ اس نے ایک کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ کارڈ کیا تھا ایک حشر تھا جو اس کے ذہن اور دل میں برق رفتاری سے دوڑ گیا تھا اور وہ بے حد حیرانگی کے عالم میں اپنے ہاتھ میں موجود کارڈ دیکھ رہا تھا جو کچھ دیر قبل سید ابان بخاری کا پیون دے کر گیا تھا۔ اور وہ کارڈ کو دیکھ کر بے یقین ہی تو رہ گیا تھا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جو لڑکی اس کو اچھی لگنے لگی تھی۔۔۔ جس کو وہ سوچنے لگا تھا۔۔۔ جس کے لئے اس کے دل میں نرم گوشہ بن گیا تھا۔ شادی کے نام پر جس لڑکی کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آنے لگا تھا۔ وہ اتنی خاموشی سے کسی اور کی ہونے جا رہی تھی۔۔۔ اور ثبوت کے طور پر اس کی منگنی کا کارڈ اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ دل کی دنیا زیروزبر ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ درِ مکنون بخاری کی منگنی کا کارڈ دیکھ کر کس طرح کاری ایکٹ کرے۔ وہ شش و پنج میں تھا کہ اس کے کانوں میں ایلیفیہ کی آواز گونجی تھی۔

"ابر، یہ کیا ہونے جا رہا ہے۔۔۔ ابر۔۔۔ میں۔۔۔" اس کا لہجہ نم اور جملے بے ربط تھے۔

"تم ایونٹ ڈیٹ یاد رکھنا ایلیفیہ، ہم دونوں ساتھ جائیں گے کیونکہ سید ابان بخاری نے اگر پروفیشنل لیول سے ہٹ کر ہمیں اپنے گھریلو فنکشن میں انوائٹ کیا ہے تو ہم ضرور جائیں گے۔ اسی بہانے تم سید ابان بخاری کی فیملی سے بھی مل لو گی۔" وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے کچھ یوں معمول کی طرح بات کرنے لگا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو جبکہ اس وقت اس کا دل آندھیوں کی زد پر تھا اور دل دیا کی لو یوں تھرتھرا رہی تھی جیسے بجھنے کو مچل اٹھی ہو۔ ایلیفیہ نے حیرانگی سے اس کی جانب دیکھا تھا اور ابرج سہروردی کم از کم ایلیفیہ سے اپنی اندرونی کیفیت نہیں چھپا سکتا تھا۔ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ اس کے لفظوں کا کھوکھلا پن صاف محسوس کرتی عین اس کے سامنے آن رکی تھی۔

"ابر۔۔۔" اس نے نم لہجے سے اسے پکارتے ہوئے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا تھا مگر وہ اس کا ہاتھ تھام گیا

تھا۔

"جو چیز قسمت میں نہ ہو اس کے جیون سے چلے جانے پہ ملال میں گھرنا بے وقوفی ہوتی ہے ایلیفیہ۔" وہ اس کے ہاتھ پہ دباؤ ڈالتے ہوئے دھیمے سے کہتا، مسکرایا تھا جبکہ ایلیفیہ کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"میں جانتی ہوں کہ تم دُرِ مکنون کو چاہنے لگے تھے۔۔۔" وہ سوں سوں کرتے ہوئے بولنے لگی تھی۔

"ہر چاہت کے نصیب میں وصل نہیں ہوتا۔۔" وہ ایلیفیہ کو بولنے کا موقع دیئے بغیر بولا تھا۔

"تم میرے سامنے تو پریٹینڈ نہ کرو ناں ابر، میں تمھارے بن کہے بھی سمجھ سکتی ہوں کہ تم اس وقت تکلیف میں ہو۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑاتی روتے ہوئے بولی تھی۔

"جب سب سمجھتی ہو، تو پوچھتی کیوں ہو ایلیفیہ۔" وہ ضبط کھو کر چیخا تھا اور بائیں ہاتھ میں پکڑا کارڈ دور اچھال گیا تھا۔ اس کے ضبط کے پیمانے چھلک جانے کو بے تاب تھے۔

"یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا ہے۔۔۔ کتنا کہا تھا میں نے کہ اگر دُرِ مکنون اچھی لگنے لگی ہے تو پھپھو کو پرپوزل لے کے بھیج دو۔۔ لیکن نہیں۔۔۔ تم پر تو دھواں دار عشق لڑا کر شادی کرنے کا بھوت سوار تھا۔ دیکھ لیا وقت گنوانے کا انجام۔ ۔۔۔ وہ لڑکی جسے تم چاہتے ہو۔۔۔ جسے تم اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتے ہو وہ کسی اور کے نام کی انگوٹھی پہننے جا رہی ہے۔۔ اور میں تمھارے لئے کچھ نہیں کر سکتی ابر۔۔۔" وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے رونے لگی تھی۔

"انسان کو وہی ملتا ہے جو اسکے مقدر میں ہوتا ہے ایلیفیہ، اور شاید نہیں یقیناً دُرِ مکنون میرے بخت کا چاند نہیں ہے ۔۔۔ اس لئے وہ کسی اور سے ایک بندھن باندھنے جا رہی ہے۔۔۔ اور جو قسمت میں نہ ہو۔۔۔ جو چیز اللہ ہمارے لئے مناسب نہ سمجھتے ہوئے ہمیں نہ دینا چاہے تو ہمیں واویلا نہیں کرنا چاہئے کہ واویلے سے ہمیں، ہماری پسندیدہ چیز نہیں ملتی بلکہ رب کی رضا بھی ہم سے دور ہو جاتی ہے۔۔۔" وہ دکھی تھا۔ وہ اپنے دل کے دیئے کو آندھیوں کی زد پہ محسوس کر رہا تھا مگر وہ خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کم از کم ایلیفیہ کے سامنے نہیں کہ وہ بھی محبت کی مسافر تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اللہ نہ کرے کہیں اس کی زندگی میں بھی کچھ اس کی مرضی اور پسند کے خلاف ہو تو وہ کمزور ثابت ہو۔ وہ اپنی دوست کو مضبوط اور بہادر بنانے کی چاہ میں اس کے کاندھے پر سر رکھ کر اپنا دکھ بانٹنے کی چاہ کو ہی مصلوب کر گیا تھا۔ اور وہ رونا بھول کر ابرج کو نہایت بے یقینی سے دیکھنے لگی تھی کہ زندگی کے اس موڑ پر اسے ابرج سہروردی سے اتنی مضبوطی، اتنی مثبت سوچ کی ہرگز بھی توقع نہیں تھی۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ اپنی محبت کو کھونے کا سوچ کر ہی ہراساں ہو جاتی ہے۔ اس کی نیند اڑ جاتی ہے۔ اور وہ اپنی محبت کھو جانے کے بعد بھی کتنا مطمئن، کتنا طاقتور بنا کھڑا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ طاقت کا مظاہرہ اس کو بہادر بنانے کے لئے تھا ورنہ اندر ہی اندر گھل رہا تھا۔۔۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ زمانے سے

چھین کر اپنی محبت سے اپنے بخت کو منور کر لے۔ مگر وہ جانتا تھا ایسا ممکن نہیں۔ وہ چاہے بھی تو ایسا ممکن نہیں کہ اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس کی محبت اس کے حصار سے دور جا چکی تھی۔ اور قسمت سے دور چلے جانے والوں کو پانا اتنا آسان کہاں ہوتا ہے۔ وہ ایلیفیہ کو حیران چھوڑ کر آفس سے ہی نہیں سہروردی انٹرپرائزز کی بلڈنگ سے ہی باہر نکل آیا تھا۔ وہ ہاتھوں کی مٹھیاں سی بنائے اسٹیئرنگ پر مار تا لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"کیوں ہو رہا ہے میرے ساتھ ایسا، پہلی دفعہ کوئی لڑکی اتنی اچھی لگی تھی۔ اسے میں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ میری کوشش سے قبل ہی میری زندگی سے جا رہی ہے اور جب وہ جا رہی ہے تو اس کی محبت کیوں دل میں سوا ہوتی محسوس کر رہا ہوں۔ جب اسے زندگی میں آنا ہی نہیں۔۔۔ جب وہ قسمت کی لکیروں میں ہی نہیں۔۔ تو کیوں اس سے محبت ہوئی۔ کیوں اس سے اب بھی محبت محسوس ہو رہی ہے۔۔۔" وہ اسٹیئرنگ پر بے بسی سے ہاتھ مارتا گہرے ملال میں تھا۔ کئی کاش اس کے ارد گرد منڈلا رہے تھے کہ کاش وہ درِ مکنون سے نہ ملا ہوتا۔۔۔ کاش اسے درِ مکنون سے محبت نہ ہوئی ہوتی۔ کاش وہ وقت گنوانے کی بجائے اپنے دل کا حال درِ مکنون سے کہہ دیتا۔ کاش اپنی ماما کو اس کا پرپوزل لے کر بھیج دیتا۔۔۔ اس کے ذہن میں کاش کی دوڑ لگی تھی اور اس نے ڈوبتے دل، سوچوں کی آماجگاہ بنے دماغ کے ساتھ گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی اور جب سوچوں کی یلغار بڑھنے لگی تھی۔ پچھتاوے اسے مزید تڑپانے لگے تھے تو اس نے گھبرا کر اسٹیریو آن کر دیا تھا۔ سوچا تھا ذہن بٹ جائے گا لیکن نہیں، اس کے دل اور ذہنی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا کہ محبت سے بچھڑنے کا غم اتنا بھی ہلکا نہیں ہوتا کہ وہ چند لمحوں میں خود کو سنبھال لیتا۔ محبت سے بچھڑنے کا غم تو صدیوں پر محیط ہو جاتا ہے اور وہ خود کو بے بس محسوس کرتا ڈرائیو کئے جا رہا تھا۔

سب جھروکے بند کر دوں
اب دیواریں بلند کر دوں
خود کو ایسی کھوٹ چھپا دوں
مٹ جاؤں میں پیار ہی مٹا دوں
تل تل مرنا بھی کیا پیا
او بے دردی تجھے لاج نہ آئی
یہ کیا کیا۔۔۔ یہ کیا کیا

تیرے بن لاگے نہیں میرا جیا

☆☆☆☆☆☆

"تھینک یو عابیہ!" ہمیشہ عابیہ اس سے پہلے یونی آتی تھی اور آج پہلے سے موجود نہیں تھی اور اس پر متضاد یہ کہ درِ مکنون کے پہنچنے کے پندرہ منٹ بعد یونیورسٹی آئی تھی اور وہ سلام دعا کے بغیر لیٹ آنے کی وجہ پوچھنے لگی تھی جبکہ عابیہ نے کہا بھی تھا کہ پہلے وہ اپنا لیکچر اٹینڈ کر لیتے ہیں جسے اسٹارٹ ہوئے تقریباً دس منٹ گزر چکے تھے لیکن درِ مکنون نے اسے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آج کا لیکچر لینے کے موڈ میں نہیں ہے لہذا وہ صرف یہ بتائے کہ تاخیر کی وجہ کیا ہے اور اس نے ایک گہری سانس کھینچ کر گاڑی کا ٹائر پنکچر ہونے کا بتایا تھا اور تب ہی درِ مکنون کی نظر اس کے ہاتھ پہ پڑی تھی عابیہ نے دھیمے سے استری لگ جانے کا بتایا تھا اور درِ مکنون اسے خیال رکھنے کی ہدایت کرتی اپنے اگلے جملے کیساتھ عابیہ کو حیران کر گئی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی درِ مکنون کو حیرت سے دیکھ رہی تھی جو اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی وہ بالکل نہیں سمجھی تھی اس لئے سوالیہ نگاہوں سے درِ مکنون کو یوں دیکھنے لگی تھی جیسے "شکریہ" کی وجہ جاننا چاہتی ہو اور اس کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

"بھیّا کی محبت قبول کرنے کا شکریہ۔۔۔ بھابھی جان!" وہ شرارت سے کہتی اپنی شرارت پر از خود کھکھلا اٹھی تھی جبکہ وہ بری طرح جھینپ کر سرخ پڑ گئی تھی۔

"میں بہت خوش ہوں عابی تھینک یو سو مچ۔۔۔" وہ عابیہ کا ہاتھ تھام کر جوش سے بولی تھی۔ اس کے ہر ہر انداز سے بے پناہ مسرت صاف عیاں تھی اور وہ درِ مکنون کے ساتھ خود بھی مسکرا دی تھی۔

"ویسے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمھاری اپنے بھیا کے ساتھ اتنی اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے۔" وہ دونوں کلاس بنک کئے لان کی سبز گھاس پر بیٹھی تھیں۔ ہلکی ہلکی نم ہوا ان دونوں کو ہی بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ عابیہ کی بات پر وہ دھیمے سے ہنس دی تھی۔

"بھیا، بظاہر بے حد سخت نظر آتے ہیں کہ پاپا کی وفات کے بعد ان پر ذمہ داریاں کچھ یوں پڑیں کہ وہ اپنی ذات سے ہی دور ہو گئے اور وہ تم سے سچ میں محبت کرتے ہیں۔ مجھے تم سے کوئی وعدہ نہیں چاہئے بس ایک درخواست کروں گی کہ ذمہ داریوں میں پھنس کر وہ جن احساسات کو فراموش کر بیٹھے ہیں تم انھیں پھر سے محسوس کرنا سکھا دینا۔" درِ مکنون بھیگی پلکوں سے اپنی دوست کو دیکھ رہی تھی۔ عابیہ کچھ نہیں بولی تھی کہ وہ کوئی وعدہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ عابیہ کو سرخ پڑتے دیکھ درِ مکنون اسے چھیڑ گئی تھی۔

"بکواس مت کرو۔" وہ ڈپٹ گئی تھی اور درِ مکنون ہنسنے لگی تھی۔

"خبردار جو تم نے زیادہ بھابھی بننے کی کوشش کی۔۔۔" درِ مکنون نے ہنسی دباتے ہوئے تڑی لگائی تھی۔

"تم پاگل ہو گئی ہو مکنون۔۔۔ فضول بکواس بند کر دو بس۔" دُرِ مکنون کی چھیڑ چھاڑ اسے بے حد بھلی لگ رہی تھی لیکن سید ابان بخاری کے خیال سے ہی جو دھڑکنوں میں تلاطم برپا ہوا جا رہا تھا اس کے باعث وہ دوست کو ٹوک گئی تھی۔ مگر وہ کہاں باز آنے والوں میں سے تھی۔ عابیہ کو مستقل تنگ کئے جا رہی تھی۔

"بھیا، آج ماما سے بات کرنے والے ہیں پھر کل ہم تمھارے گھر آئیں گے۔۔۔ تم اپنی ماما کو بتا دینا۔" وہ عابیہ کا شرمانا انجوائے کرتے ہوئے بولی تھی اور وہ گھبرا گئی تھی۔

"مکنون، اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ تمھیں پتہ ہے مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔ تم سمجھاؤ اپنے بھائی کو کہ وہ اتنی بھی عجلت کا مظاہرہ نہ کریں۔" عابیہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں جسے دیکھ کر دُرِ مکنون ہنسنے لگی تھی۔

"مکنون، بی سیریئس اوکے۔۔۔" عابیہ چڑ کر اس کے کاندھے پر فائل مار گئی تھی۔

"بھیا کو ہی نہیں مجھے اور ماما کو بھی بھیا کی شادی کی جلدی ہی نہیں۔۔۔ بہت جلدی ہے۔" وہ عابیہ کی آنکھوں میں شوخی سے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"بکواس مت کرو۔۔۔ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی اور لا محالہ دُرِ مکنون کو سیریئس ہونا پڑا تھا۔ اور اس کے سیریئس ہوتے ہی عابیہ اس سے ریکویسٹ کرنے لگی تھی کہ وہ اپنے بھیا کو سمجھائے کہ وہ ابھی رشتہ لے کر نہ آئیں۔ دو دن بعد وہ اسلام آباد کزن کی شادی میں جانے والی ہے تو اس کی واپسی کے بعد یہ معاملہ اٹھایا جائے۔ دُرِ مکنون نے دوست کا پیغام سید ابان بخاری تک من و عن پہنچا دیا تھا اور وہ بہن سے تو کچھ نہیں بولا تھا مگر دُرِ مکنون کے روم سے جاتے ہی وہ عابیہ کو کال ملا گیا تھا۔ ارادہ تو اسے منانے کا تھا کہ وہ تو چار دن کے بعد دُرِ مکنون کی منگنی کے ساتھ اپنے نکاح کا پروگرام بنا رہا تھا لیکن عابیہ پروں پر پانی ہی نہیں پڑنے دے رہی تھی۔ وہ اسے منانے کے جتن کر رہا تھا اور اس نے سید ابان بخاری کے ہزار جتنوں کے بعد ایک جملے سے اسے چپ ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"پلیز ابان! میری خاطر مان جائیے۔۔۔ کچھ دن بعد اپنی ماما کو بھیج دیجئے گا۔۔۔ پلیز!" سید ابان بخاری نے اسے محبت کا جو حق سونپا تھا وہ اسی کا استعمال کرتی بے حد مان بھرے لہجے میں بولی تھی اور وہ ایک گہری سانس کھینچ کر رہ گیا تھا۔

"یار تم نے تو کچھ نہ کہہ کر بھی سب کچھ ہی کہہ دیا ہے۔۔۔ جان نہیں مانگی پر لگ رہا ہے جیسے جان مانگ رہی ہو۔" وہ شوخی سے بولا تھا اور وہ سرخ پڑ گئی تھی۔

"اللہ حافظ" وہ اس قدر نروس ہوئی تھی کہ اللہ حافظ کہہ گئی تھی کہ کچھ کہنے کی ہی نہیں کچھ سننے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔ مگر اس نے رابطہ منقطع ہی کب کرنے دیا تھا اور وہ اس کی آواز کے سحر میں جکڑتی چلی گئی تھی۔۔۔ اس کے لفظوں کا اثر دل تک محسوس کرتی۔۔۔ دھیرے دھیرے اس کے برجستہ جملوں اور ذو معنی فقروں کا جواب دیتی۔۔۔ اس

سے مانوس ہونے لگی تھی۔۔۔!!!

☆☆☆☆☆☆

"تم مجھ سے اب کبھی بات نہ کرنا۔۔۔ میں تم سے سخت خفا ہوں۔" اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ساتھ ہی خفگی سے کہا تھا۔

"تم نہ کرنا بات، میں کر لوں گا کیونکہ خفا تو تم ہو میں تو نہیں۔۔۔" ابرج سہروردی نے اس کے لئے مخصوص نرمی سے کہتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی اور وہ لب بھینچ گئی تھی جبکہ ایلیفیہ کی نظر اس کے چہرے پہ پڑی تھی۔ وہ شکل سے ہی اداس لگ رہا تھا کہ وہ خود پر کتنے ہی ضبط کے پہرے بٹھاتا۔۔۔ خود کو کتنا ہی مضبوط ظاہر کرتا۔۔۔ مگر وہ تو اس کی دوست تھی اس کے بن کہے بھی اس کا دکھ سمجھ رہی تھی۔ اس کے دکھ کو محسوس کرتی تکلیف میں تھی۔ اس وقت بھی اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں اور وہ نظر جھکا گئی تھی۔ اس کے شکوے بڑھنے لگے تھے مگر وہ لب بھینچے بیٹھی تھی کہ وہ اس کو کمزور نہیں بنانا چاہتی تھی۔ مگر وہ اس سے شدید قسم کی خفا تھی کہ وہ درِ مکنون کی منگنی پر بھی اس کے مجبور کرنے پر جا رہی تھی ورنہ اس کا دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا۔ اس نے تو جانے سے صاف منع کر دیا تھا مگر وہ جب تیار ہو کر ٹھیک ساڑھے سات بجے اس کے گھر پہنچا اور آرڈر جاری کیا تو وہ اس سے لڑ جھگڑ کر آخر میں اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالتی نہ چاہتے ہوئے بھی تیار ہو کر اس کے ہمراہ درِ مکنون کی منگنی میں جا رہی تھی اور اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا کہ جس لڑکی کو ابرج سہروردی چاہتا تھا وہ کسی اور کی ہونے جا رہی تھی۔ یہ تکلیف محض ابرج سہروردی کی نہیں تھی اس کی بھی تھی کہ وہ دونوں الگ کب تھے۔ وہ لب بھینچے ضبط کے مراحل طے کر رہی تھی کہ ابرج سہروردی کی آواز پر چونک اٹھی تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو آج۔۔۔ سید ابان بخاری نوٹس لینے پر مجبور ہو جائے گا۔" اس نے آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا جو مہارت سے ڈرائیو کرتا اس وقت غیر معمولی سنجیدہ نظر آ رہا تھا اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"اس بات سے تو مجھے کبھی انکار نہیں ہوا کہ روتے ہوئے تمھاری آنکھیں حسین ترین ہو جاتی ہیں۔ تمھاری خوبصورت آنکھوں کا فسوں کچھ اور بڑھ جاتا ہے۔ مگر اس وقت رحم کر و یار، یہ جو تم نے کاجل لگایا ہوا ہے بہہ جائے گا اور تمھارا سلیقے سے ہوا میک اپ بگڑ جائے گا اور میں آج تمھیں بہت حسین، بہت مکمل دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ ذرا سی بھی کمی نہیں۔۔۔ کہ میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی وجہ سے سید ابان بخاری تمھارا نوٹس لینے سے محروم رہ جائے۔" وہ اپنی اندرونی کیفیت کو اپنے اندر دبائے شرارت سے بول رہا تھا اور وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بلک اٹھی تھی۔

"ابر، خدا کے لئے گھر واپس چلو۔۔۔ میں یہ سب برداشت نہیں کر پا رہی۔۔۔ میں وہاں نہیں جانا چاہتی۔۔۔ میں درِ مکنون کو کسی اور کا ہوتا نہیں دیکھ پاؤں گی۔" وہ بری طرح رو رہی تھی۔ اسٹیئرنگ کو سنبھالنا اس کے لئے مشکل ترین ہو

گیا تھا۔ اس نے ڈوبتے دل اور ڈولتی کار کو کیسے کنٹرول کیا تھا یہ بس وہی جانتا تھا۔۔۔ اس نے اسپیڈ کم کر دی تھی اور اس پر بگڑنے لگا تھا۔

"تم نے اب بکواس کی ناں ایلیفیہ تو میں ایک لگا جاؤں گا۔۔۔ حد ہو گئی ہے بچپنے کی بھی۔۔۔ ایسے لگ رہا ہے کہ دنیا ایک درِ مکنون پہ ختم ہونے جا رہی ہے۔" وہ شدید مشتعل تھا اور وہ رونا بھول کر اس کو دیکھنے لگی تھی جس نے اسپیڈ کم کرتے ہوئے گاڑی ہی سائیڈ پر روک دی تھی اور اسے گھور رہا تھا۔

"میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ مجھے درِ مکنون سے محبت ہے۔۔۔ لیکن اب میں اس کے عشق میں اتنا بھی پاگل نہیں ہوا جا رہا کہ تم یوں بچوں کی طرح رونا دھونا مچا دو۔۔۔ حقیقتوں کو تسلیم کرنا سیکھو۔" وہ درشتگی سے کہتا اس کی جانب ٹشو بڑھا گیا تھا۔

"مجھ سے نہیں ہو رہی یہ تلخ حقیقت تسلیم۔۔۔" وہ ٹشو سے ناک رگڑتے ہوئے بولی تھی۔

"تمھارے تسلیم نہ کرنے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔۔۔ نہ تمھارے رونے سے کچھ رک جائے گا اس لئے قسمت کے لکھے کو رو دھو کر نہیں حوصلے سے برداشت کرو۔" وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تھا اور وہ اس کے کاندھے سے آ لگی تھی اور بری طرح بلکتی اس کی آزمائش بن گئی تھی کہ وہ خود کو جتنا مضبوط بنا رہا تھا وہ اس کو اتنا ہی کمزور بنانے پر تلی تھی۔

"میں تمھاری طرح باہمت نہیں ہوں۔۔۔ شدید تکلیف میں ہونے کے باوجود مجھ میں کم از کم مسکرانے کا حوصلہ نہیں ہے۔" وہ اس کے کاندھے سے سر اٹھاتی اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی جو ضبط کی لالی سے لہو رنگ ہو رہی تھیں۔

"حوصلہ تو مجھ میں بھی نہیں ہے لیکن میں حوصلے کے تقاضے نبھا رہا ہوں لیکن تم چاہتی ہو کہ میں واویلے کروں۔۔ تمھارے کاندھے پر سر رکھ کر محبت کھونے کا غم مناؤں تو میں ایسا بھی کر لیتا ہوں۔" وہ اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا اور وہ رونا بھول گئی تھی۔

"اگر تم یہ سننا چاہتی ہو کہ میں کتنی تکلیف میں ہوں تو سنو ایلیفیہ میں اس وقت بہت تکلیف میں ہوں۔۔۔ درد کی شدتوں سے گزر رہا ہوں۔۔۔ لیکن باوجود اذیت کے میں اپنے لب پہ ایک آہ نہیں لانا چاہتا۔ جس لڑکی سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔۔۔ اب جب وہ کسی اور کے جیون میں شامل ہونے جا رہی ہے تو میں اپنی محبت کو کیسے زبان پر لاؤں۔ کیسے اپنی محبت کو بدنام کروں۔ کیسے اس لڑکی کے لئے ذلت کا سامان تیار کروں جو میرے جذبات سے ہی انجان ہے۔" وہ خاموشی کے، ضبط کے اسباب بتا رہا تھا اور وہ نظر جھکا گئی تھی کہ اس حد تک کم از کم وہ نہیں سوچ پائی تھی کہ اس کا ذہن اس حد تک گیا ہی نہیں تھا۔

"میرے نزدیک محبت مان اور احترام کا نام ہے۔ جب انسان اپنے محبوب کی عزت کا خیال نہ رکھے اس کے مان کی

سلامتی کے لئے کوشاں نہ ہو تو وہ محبت نہیں ہوتی کہ محبت اپنی ذات کو مارنا سکھاتی ہے۔۔۔ محبت احترام کرنا سکھاتی ہے اور میں محبت کی لاج رکھنے کو فنا ہو سکتا ہوں ایلیفیہ۔۔۔ مگر اپنی محبت پہ آنچ آنے دے ہی نہیں سکتا اس لئے اس بات کو یہیں دفن کر دو کہ میں درِ مکنون سے محبت کرتا ہوں اور وہ میرے لئے شجرِ ممنوعہ ہونے جا رہی ہے۔ اور ابرج سہروردی اتنا بھی کم ظرف اور ہوس پرست نہیں کہ دوسرے کی عزت پر نظر رکھ بیٹھے۔۔۔ محبت کی عزت اور مان بکھیر دے۔" وہ غصے سے بولتا اپنے جذبات اور سوچ اس کے سامنے عیاں کر گیا تھا اور وہ لاجواب ہو کر رہ گئی تھی۔ آگے سے کچھ کہنے کی اس میں ہمت نہیں رہی تھی کہ اب کچھ کہنے، سننے کی ضرورت باقی رہی بھی نہیں تھی اور اسے یکدم ابرج سہروردی پر فخر محسوس ہوا تھا۔ اس کو اس بات پر فخر ہو رہا تھا کہ وہ اس قدر اعلیٰ سوچ کے مالک کی دوست ہے۔ وہ روتے سے مسکرائی تھی اور اس نے ابرج سہروردی کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ ایلیفیہ کو مسکراتے دیکھ خود کو ڈھیلا چھوڑتا یکدم مسکرایا تھا۔ اس نے ابرج سہروردی کے داہنے ہاتھ کی پشت پہ لب رکھ دئے تھے۔

"میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ ہی اتنے اچھے رہو۔ زندگی میں تمھاری اچھائی کو کبھی آنچ نہ آئے۔ تم کبھی اپنی اچھائی کو ترک نہ کرو۔ میری دعا ہے ابر کہ تمھیں زندگی کی ہر خوشی ملے۔۔ تم بہت زیادہ خوش رہو۔ تم وہ سب پالو جو تم پانا چاہتے ہو۔ تمھاری زندگی میں کوئی کمی۔۔۔ کوئی تشنگی۔۔۔ کوئی ادھورا پن نہ ہو۔ میری تمام پر خلوص دعائیں تمھارے نام ہیں۔" وہ ایلیفیہ کی حرکت پر ساکت ہو گیا تھا مگر دوسرے ہی لمحے وہ ایک طمانیت کی لہر اپنے اندر اٹھتی محسوس کرنے لگا تھا۔ اس نے اپنی بے حد مخلص دوست کو دیکھا تھا اور اپنے ہاتھ پر رکھے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور دھیمے سے "آمین" کہتا مسکرایا تھا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

شام کے سرمئی اندھیروں میں
یوں میرے دل کے داغ جلتے ہیں
جیسے پربت کے سبز پیڑوں پر
برف کے بعد دھوپ پڑتی ہے
جیسے صحرا کی ریت اڑ اڑ کر
اجنبی کا طواف کرتی ہے

وہ بظاہر تو ڈرائیونگ کر رہا تھا مگر اس کا ذہن اور دل یادوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ آنکھ کے سامنے ہر وہ منظر تھا کہ جب درِ مکنون اس سے محبت بن کے آن ٹکرائی تھی۔ اور ایک تشنگی کا احساس ایسا تھا کہ دل سے آہیں، کراہیں آزاد ہو رہی

تھیں۔دل کا دیا بجھ چکا تھا۔۔۔روح تک جس کے اندھیرے اترتے جا رہے تھے۔اسے لگا تھا کہ عمر اب روز یونہی کبھی جیتے اور کبھی مرتے تمام ہو گی۔دل سے درِ مکنون کا نام آہ بن کر آزاد ہوا تھا اور ایک سکوت سا اس کے من کے آر پار ہوتا چلا گیا تھا۔

آہیں بھرتا ہوں اشک پیتا ہوں

روز مرتا ہوں پھر بھی جیتا ہوں

تیری یادوں کی تشنگی اب تک

یوں میرے دل کو تھام لیتی ہے

جیسے ایک تازہ قبر پر بیوہ

مرنے والے کا نام لیتی ہے

شام کے سرمئی اندھیروں میں

ابرج سہروردی نے گاڑی پارک کی تھی اور وہ دونوں چلتے ہوئے کراچی کے مہنگے ترین ہوٹل میں داخل ہو گئے تھا جہاں رنگ و بو کا ساساں تھا۔سید ابان بخاری کی نظر جیسے ہی ان پر پڑی تھی وہ پہلی فرصت میں ان کے پاس آیا تھا۔ابرج سہروردی سے مصافحہ کرتے ہوئے اس کے آنے پہ شکریہ ادا کرتا ہوا ایلیفیہ کی جانب متوجہ ہوا تھا۔سیاہ رنگ کے دیدہ زیب سوٹ میں گلابی چہرے کے ساتھ جس میں سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔اسکی نظر ٹھہر سی گئی تھی وہ مگر اس کے چہرے کو دیکھ کر چونک بھی گیا تھا کہ اس کی سرخ ناک اور آنکھیں رونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔وہ اس سے خیر، خیریت لیتا اپنی تشویش کا اظہار بھی کر گیا تھا اور اس نے محض فارملی مسکرانے پر اکتفا کیا تھا اور وہ ان دونوں کو اپنی ماں سے ملوانے لے آیا تھا اور ایلیفیہ کے بے تحاشہ حسن نے درِ شہوار کو بھی مسمرائز کیا تھا اور وہ تو تھی ہی بلا کی حسین اور آج اس کی اداسی اس کے حسن کو چار چاند لگا گئی تھی۔وہ ان سے مسکرا کر ملی تھی۔باوقار سی درِ شہوار اس کو بہت اچھی لگی تھیں اور تب ہی عابیہ اور سید ابان بخاری کے دوست جمیل کی بہن درِ مکنون کو دائیں بائیں سے تھامے اسے اسٹیج تک لائی تھیں۔درِ مکنون کے جگمگاتے روپ کو دیکھ کر ایلیفیہ کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے اور سید ابان بخاری کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کر گئے تھے کہ وہ اس بے حد حسین لڑکی کو دیکھ رہا تھا کہ جو درِ مکنون کو دیکھتی کبھی پلکیں جھپکاتی کبھی لب چبانے لگتی تھی۔اور اسی لمحے جب اس کا پہلا آنسو صبر کی طنابیں توڑ کر اس کے رخسار تک آیا تھا تو تھوڑے فاصلے پہ موجود ابرج سہروردی نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے کوئی التجا کی تھی۔۔۔کچھ گزارش کی تھی

اور کچھ تنبیہہ کی تھی۔ سید ابان بخاری حیرتوں کا سفر طے کرتا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ابرج سہروردی کی آنکھ کی التجا بھی پوشیدہ نہیں رہی تھی اور تنبیہہ بھی حتیٰ کہ ایلیفیہ کی آنکھ میں آئی بے بسی بھی اس سے پوشیدہ نہ رہی تھی۔۔۔ جانے کیا معمہ تھا جو وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یکدم ابرج سہروردی نے قدرے جھک کر سرگوشی کی تھی۔۔۔ جس سے وہ انجان رہا تھا۔ مگر ایلیفیہ پر نظر اب بھی ٹھہری تھی جو معمول کی مانند اثبات میں سر ہلاتی بدقتِ تمام مسکراتی خود کو سنبھال گئی تھی۔ یکدم ابرج سہروردی کی نگاہ میں اطمینان اترا تھا مگر وہ دوسرے ہی لمحے اس کی نگاہ میں اترتی اذیت اور بے بسی وہ دور سے ہی محسوس کر گیا تھا۔ ذہن اور دل میں ایک سوال گردش کرنے لگا تھا کہ یہ آکر معمہ کیا ہے تب ہی اس نے ابرج سہروردی کی نگاہ کے تعاقب میں نظر دوڑائی تھی اور اس کی حیرانگی کی جگہ بے یقینی نے لے لی تھی۔ وہ جس طرح درِ مکنون کو دیکھ رہا تھا وہ سید ابان بخاری کو چیخ چیخ کر بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔۔۔ اور جو کچھ وہ محسوس کر رہا تھا وہ اس کی روح تک سناٹے اتارنے کے لئے کافی تھا۔ ابرج سہروردی جبکہ نگاہ ہٹاتا اسٹیج سے ہی اتر گیا تھا لیکن سید آبان بخاری اب تک سناٹے میں تھا اور اس کے سناٹوں میں ایلیفیہ کی بھیگی پلکیں اضافہ کر رہی تھیں۔ جو آگاہی کا در آج سید ابان بخاری پر کھلا تھا اس نے سید ابان بخاری کو مضطرب کر ڈالا تھا۔ اسی پل ایلیفیہ کی نگاہ سید ابان بخاری کی نگاہ سے آن ٹکرائی تھی۔۔۔ سید ابان بخاری کی نگاہ میں کئی سوال بیک وقت لہرا اٹھے تھے جن سے وہ نگاہ چرا کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ تقریب کا باقاعدہ سے آغاز ہوا تھا۔ احمر نے آف وائٹ شرارے سوٹ میں بے حد خوبصورت لگتی درِ مکنون کے مومی ہاتھ کو تھاما تھا جو مہندی کے گل بوٹوں سے سجا کچھ اور دلکش لگ رہا تھا اور اس کی لانبی مخروطی انگلی میں اپنے نام کی انگوٹھی پہنا دی تھی۔ مبارکباد اور تالیوں کا شور گونج اٹھا تھا۔۔۔ اور ابرج سہروردی کے دل کے سناٹے یکدم بڑھ گئے تھے۔ وہ اس رنگ و بو کی محفل سے چلے جانا چاہتا تھا جو اس کی محبت کو اس کے لئے پرایا کئے دے رہی تھی۔ مگر وہ ضبط کی چٹان ہی تو بن گیا تھا۔ ایک پل کو نگاہ درِ مکنون پر اٹھی تھی اور احترام سے جھک گئی تھی۔ سید ابان بخاری کی نظر میں یہ منظر کچھ یوں اترا تھا کہ اسے ملال نے آ گھیرا تھا۔۔۔ کہ وہ خود محبت کا مسافر تھا اور وہ محبت کرنے والوں کی قدر کرتا تھا۔ محبت کرنے والوں کا قدر دان تھا۔ اگر ابرج سہروردی پر پوزل دیتا تو وہ ایک بار سوچتا ضرور کہ اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے سید ابان بخاری پر اس کی کئی ایک خوبیاں ظاہر ہوئی تھیں جن کے سبب وہ اسے اپنی بہن کے لئے منتخب کر سکتا تھا اور وہ اس وقت کھڑا یہ سوچ رہا تھا۔۔۔ کہ محبت بھی تھی۔۔۔ اور ملال بھی اسے ہو رہا تھا تو کیا وجہ تھی کہ اس نے پرپوزل نہیں دیا تھا، اس نے بہن کی طرف دیکھا تھا جس کے معصوم چہرے پر دھنک کے ساتھ رنگ رقصاں تھے۔ جس کے ہر انداز سے حیا مترشح تھی۔ وہ کانپتے ہاتھوں سے احمر کے مردانہ ہاتھ کی تیسری انگلی میں انگوٹھی پہنا رہی تھی۔ اس کے کسی بھی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ وہ ابرج سہروردی کے دل کے حال سے واقف ہے۔ اس نے نظر پھر ابرج سہروردی کی جانب پھیری تھی۔۔۔ جس کی نگاہ درِ مکنون

کی طرف اٹھی تھی۔اس کی لہو رنگ آنکھوں میں سفید موتی جگمگا رہے تھے۔ جیسے ہی انگوٹھی درِ مکنون کے ہاتھ سے ہوتی احمر کے ہاتھ کی زینت بنی تھی۔۔۔ضبط کے پیمانے چھلک اٹھے تھے۔ایک آنسو پلکوں کی بار توڑ کر یوں باہر آیا تھا کہ ابرج سہروردی کی سچی محبت اور شدتوں کا گواہ بن گیا تھا۔

شبِ غم مجھ سے مل کر ایسے روئی

ملا ہو جیسے صدیوں بعد کوئی

ہمیں اپنی سمجھ آتی نہیں خود

ہمیں کیا خاک سمجھائے گا کوئی

کڑی منزل پہ آکے دم ہے ٹوٹا

کہاں آکر میری تقدیر سوئی

کچھ ایسے ان کی یاد آئی

ملی ہو جیسے دولت ایک کھوئی

سجا رکھا ہے قفس خون و پر سے

کہ اب تو بجلیاں لے آئے کوئی

سید ابان بخاری نے اس کی آنکھ سے گرتے آنسو کو بھی دیکھا تھا۔۔۔اس کے درد کو محسوس بھی کیا تھا۔۔۔مگر وہ اب اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔تب ہی وہ جب باہر کی طرف بڑھا تھا تو وہ اس کو روکنے کے لئے آگے نہیں بڑھا تھا۔۔۔اس کے پیچھے ہی روتی ہوئی ایلیفیہ بھی نکل گئی تھی اور سید ابان بخاری قسمت کی اس ستم ظریفی پر لب سیئے خاموش کھڑا تھا۔ضبط کا سفر ان دونوں سے ہوتا سید ابان بخاری تک چلا آیا تھا۔ مسٹر انصر نے مبارکباد دی تھی۔خوشی کا اظہار کرتے اس کے گلے لگ گئے تھے اور وہ محض فارمیلٹی کو مسکرا دیا تھا اور وہ جو کچھ گھنٹوں قبل تک بہت خوش تھا۔بہن کے فرض سے سبکدوش ہونے پر اطمینان سا محسوس کر رہا تھا۔ابرج سہروردی نے سب پر پانی پھیر دیا تھا۔وہ کچھ نہ کہہ کر جو کہہ گیا تھا۔جس سے وہ چاہتا بھی تو نکل نہیں سکتا تھا کہ وہ آج کی شام سے پہلے ہی کچھ جان جاتا تو آج کی تقریب جلوہ افروز ہی نہ ہوتی۔مگر اب وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی بہن احمر کے ساتھ ایک رشتے میں بندھ گئی تھی اور وہ اس رشتے کو ختم کر کے بہن کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا کہ وہ عزت پہ جان دینے والا شخص تھا۔مگر محبت کے لئے اس کے دل میں موجود تکریم نے اسے مضطرب کر دیا تھا اور جانے کب تک اس حال میں رکھنا تھا۔۔۔وہ سوچوں کو مشکل سے جھٹکتا

ایک ایک سے ملتا آدابِ میزبانی نبھا رہا تھا۔عابیہ جو کچھ دیر قبل گلابی رنگ کی پشواز میں نہایت سلیقہ سے کئے میک اپ کے ساتھ پر کشش نقوش کے ذریعے اس کے دل میں اتری جا رہی تھی۔وہ کسی شرارت کے موڈ میں تھا۔عابیہ کو دل بھر کر سراہنے والا تھا۔وہ تمام جذبات یکلخت گڈ مڈ ہو گئے تھے۔وہ اپنی الجھنوں میں کچھ یوں الجھا تھا کہ اس نے عابیہ کی نگاہ کا اضطراب بھی محسوس کر کے بھی نہ کیا تھا۔جو اس کی طرف سے کسی توصیفی جملے کی منتظر تھی۔اس کی نگاہ کی منتظر تھی جو اسے اپنے ہونے کا اعزاز بخشتی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا اور وہ اس سے ناراض ہوتی ۔۔۔دل ہی دل میں بد گمان ہوتی۔۔۔ محفل کے آخر میں اپنے گھر جا چکی تھی اور سید ابان بخاری کو احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ عابیہ دل میں بد گمانی لئے روٹھ گئی ہے۔وہ تو ابرج سہر وردی کے غم میں دبلا ہوا جا رہا تھا۔اور ابرج سہر وردی کی شام ہی نہیں رات بھی بڑی بھاری گزر رہی تھی۔۔۔وہ ایلیفیہ کو گھر ڈراپ کر کے سڑکوں کی خاک چھانتا پھر رہا تھا۔شبِ غم بری بلا ہے اسکا احساس تب ہوا تھا جب اس پر شبِ غم نازل ہوئی تھی۔اس نے درِ مکنون سے کچھ کہنا تو دور اس کو کوئی اشارہ بھی نہ دیا تھا مگر آج اسے درِ مکنون سے ہزار شکوے ہو رہے تھے۔۔۔اور بے بسی کا یہ عالم تھا کہ جس نے انجانے میں اس کی آرزوؤں کا دیا گل کر دیا تھا۔وہ اس سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا کہ کچھ کہنے، سننے کے حالات کبھی پیدا ہوئے ہی نہیں تھے۔یکطرفہ محبت ہجر کی آگ میں جل رہی تھی۔۔۔جو دل کے قریب تھا وہی سب سے غیر محسوس ہوتا اس کے کرب کا سبب بن گیا تھا اور جانے یہ کرب واذیت کب تک رہنی تھی۔۔۔شب غم اس پہ یوں اتری تھی کہ اسے غم کا ذائقہ لگ پتہ گیا تھا۔

مرے دل مرے مسافر
ہوا پھر سے حکم صادر
کہ وطن بدر ہوں ہم تم
دیں گلی گلی صدائیں
کریں رُخ نگر نگر کا
کہ سراغ کوئی پائیں
کسی یارِ نامہ بر کا
ہر اک اجنبی سے پوچھیں
جو پتا تھا اپنے گھر کا
سر کوئے ناشنایاں

ہمیں دن سے رات کرنا
کبھی اِس سے بات کرنا
کبھی اُس سے بات کرنا
تمھیں کیا کہوں کہ کیا ہے
شبِ غم بُری بلا ہے
ہمیں یہ بھی تھا غنیمت
جو کوئی شمار ہوتا
ہمیں کیا برا تھا مرنا
اگر ایک بار ہوتا

دل میں اب بھی وہی تھی مگر قسمت نے اسے پرایا کر دیا تھا یہ الگ بات تھی کہ قسمت سے غیر ہو جانے والی محبت دور ضرور ہو جاتی ہے دل سے نہیں جاتی کہ ایک بار محبت ہو جائے تو دن بہ دن بڑھتی جاتی ہے۔۔۔ نہ رکتی ہے۔۔۔ نہ ختم ہوتی ہے۔۔۔ نہ تھکتی ہے۔۔۔ نہ دل سے جاتی ہے۔۔۔ ہر گزرتا دن محبت کے ایک نئے رنگ سے روشناس ہوتی محبت شدتوں کے پیانے بھرتی رہتی ہے۔۔۔

دور کر رہ کر جو دل میں رہتا ہے
وہ ستم گر بھی غیر کہتا ہے
کتنی معصوم آرزؤں کو
اس طرح لوگ توڑ جاتے ہیں
جیسے دم توڑتے مسافر کو
قافلے والے چھوڑ جاتے ہیں۔۔۔
شام کے سرمئی اندھیروں میں۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ارمش! آج آفس سے جلدی گھر آجانا۔" ناشتہ کی ٹیبل پر انھوں نے بیٹے سے کہا تھا اور وہ چونک کر سوالیہ نگاہ

سے ماں کو دیکھنے لگا تھا۔

"آج سحرش کی شادی کی تقریب ہے۔۔۔ تم مایوں میں بھی نہیں گئے تھے ارباز اور اس کی ماما تمھارا پوچھ رہے تھے۔" انھوں نے بیٹے کے سامنے چائے کا مگ رکھتے ہوئے جلدی آنے کی وجہ بتائی تھی۔

"پرسوں میں بہت بزی تھا ماما اس لیئے بہت چاہ کر بھی مایوں کی تقریب میں شریک نہیں ہو سکا تھا لیکن آج ضرور جاؤں گا۔ آپ میرا انتظار کر لیجئے گا۔" وہ چائے کے سِپ لیتا ہوا بولا تھا۔

"تم نے اپنی شادی کا کیا سوچا ہے۔۔۔" وہ اپنے لئے چائے بناتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"تھوڑا سا انتظار پھر آپ ایلیفیہ کے گھر چلی جایئے گا۔" وہ خالی کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"دیکھو بیٹا جب دو بار وہ لوگ انکار کر چکے ہیں تو اب بار بار جانا مناسب نہیں لگتا۔۔۔ اس لئے ایلیفیہ کا خیال تم ذہن سے نکال دو۔۔ میں نے تمھارے لئے بہت اچھی لڑکی دیکھی ہے۔ تم کہو تو میں رشتہ ڈال دوں گی۔ مجھے تالیہ تمھارے لئے بے حد مناسب لگتی ہے۔" وہ بیٹے کی بات سے انکاری ہو کر اپنی مرضی اس کے سامنے رکھ گئی تھیں۔

"آپ ارباز کی فیملی سے ذکر بھی نہیں کیجئے گا۔ مجھے ایلیفیہ کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرنی ہے۔ میں نے تالیہ کے بارے میں نہ ایسا سوچا ہے نہ سوچنا چاہتا ہوں۔ آپکی بہو صرف ایلیفیہ بنے گی۔" وہ حیرت پسِ پشت ڈالتا نہ صرف اپنا انکار اپنی مرضی بھی اٹل انداز میں ماں کے گوش گزار کر گیا تھا۔ وہ آگے سے کچھ کہنے لگی تھیں مگر وہ سنے بغیر ڈائننگ ہال سے نکلتا چلا گیا تھا وہ ایلیفیہ سے شادی کرنے کے فیصلے سے ایک انچ ہٹنے کو تیار نہ تھا اور وہ دن بہ دن مضطرب ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

"ابرج بیٹا کچھ دن سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم کچھ پریشان سے ہو۔ کیا بات تمھیں پریشان کر رہی ہے۔ اپنی ماما سے ڈسکس نہیں کرو گے۔" معمول کی طرح دونوں ماں بیٹے ڈائننگ ٹیبل پر ساتھ تھے اور وہ بیٹے کی کسی بات کا جواب دیتے ہوئے اس کی غیر معمولی سنجیدگی کو نوٹ کرتیں پوچھ بیٹھی تھیں اور وہ ایک گہری سانس کھینچ گیا تھا۔ اس کی بچپن سے اپنی ماں سے حد سے بڑھی ہوئی اٹیچمنٹ تھی اور وہ آجکل ماں سے سامنے سے ہی کترا رہا تھا۔ اندازہ تھا کہ وہ کبھی بھی پوچھ لیں گی۔ وہ جو ذہنی طور پر تیار تھا۔۔۔ ایک معقول بہانہ بھی سوچے ہوئے تھا۔۔۔ مگر ہر بار کی طرح ماں سے جھوٹ بولنے یا اصل بات چھپانے کی ہمت نہیں ہو پائی تھی۔

"ماما، کافی پینے کا دل کر رہا ہے۔۔" وہ کہہ کر ماں کی طرف دیکھے بغیر کھانا ادھورا چھوڑ کر اٹھ گیا تھا اور وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئی تھیں کہ اس وقت کافی کی فرمائش کا یہی مطلب تھا کہ وہ ماں سے بات کرنا چاہتا ہے۔ کھانے سے

ان کا دل ایک دم ہی اچاٹ ہو اتھا۔ انہوں نے ملازمہ کو ٹیبل صاف کرنے کے لئے کہا تھا اور مضطرب ذہن کے ساتھ کافی بنا کر بیٹے کے کمرے میں آگئی تھیں۔ اس نے ماں کے ہاتھ سے کافی کا مگ لیتے ہوئے انھیں تمام تر تفصیل بتا دی تھی اور وہ تفصیل سن کر حیران ہوئی تھیں۔ بیٹے کی آنکھ میں نمی دیکھ کر وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھیں۔

"تمھیں کوئی لڑکی اتنی اچھی لگی تھی تو مجھ سے کہتے تو سہی۔۔۔" معصومہ سہروردی بیٹے کو دیکھ کر مضطرب ہوئی جا رہی تھیں۔

"ماما اندازہ ہی نہیں تھا کہ ایسا بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ اگر اندازہ ہوتا مجھے وہ یوں کسی اور کی ہو جائے گی تو اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے پہلی فرصت میں اپنا حالِ دل اس سے کہتا۔ مگر مجھے اندزہ ہی نہیں تھا کہ غمِ روزگار میں الجھا میں ایک دن غمِ جاناں میں الجھ جاؤں گا۔" وہ خالی مگ کو بے خیالی میں دیکھتا ہارے ہوئے لہجے میں بولا تھا اور وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھیں کہ اندازہ تھا کہ ان کا بیٹا کم عمری میں ہی کن جھمیلوں میں پڑ گیا۔

"ابھی تو صرف منگنی ہوئی ہے ناں۔۔۔ میں جاؤں گی تمھارا پرپوزل لے کر ان کی منت کروں گی۔۔۔ درخواست کروں گی۔" وہ بیٹے کے دکھ پر دکھی ہوتیں حد درجہ جذباتیت سے بولی تھیں اور وہ ماں کو حیرت سے دیکھنے لگا تھا کہ جس طرح کی ان کی نیچر تھیں اس میں لفظ منت اور درخواست کا گزر آج تک نہ دیکھا تھا۔۔۔ اور وہ بیٹے کی حیرت پر بے دلی سے دلگرفتگی کے ساتھ مسکرا دی تھیں۔

"میرے لئے میری انا معنی رکھتی ہے ابرج مگر وہاں تک جہاں میری ذات متاثر ہوتی ہے۔۔۔ لیکن جہاں بات تمھاری آتی ہے وہاں تو میرے نزدیک میری انا سے بڑھ کر تمھاری خوشی معنی رکھتی ہے۔۔۔ اور اگر وہ لڑکی تمھاری خوشی کا سبب بن سکتی ہے تو میں منت کر کے بھی اسے تمھاری زندگی میں شامل کرنے میں عار نہیں سمجھتی کہ مائیں تو اولاد کے لئے ان کی خوشی کے لئے کیا کچھ نہیں کرتیں۔۔۔ مجھے تو صرف پرپوزل لے کر جانا ہو گا۔ محبت اور اخلاص کے ساتھ زور ڈالنا ہو گا۔" وہ بیٹے کا ہاتھ تھام کر اس کی حیرت کے پردے چاک کرتیں چلی گئی تھیں۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے ماما، کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" وہ ماں کی محبت پر فخر محسوس کرتا مسکرا کر کہہ گیا تھا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا کچھ۔۔۔ منگنی ہی تو ہوئی ہے جو ٹوٹ بھی سکتی ہے۔۔" وہ اپنے مخصوص بے لچک انداز میں بولی تھیں۔

"ماما، عزت دار گھرانوں کے لئے کمٹمنٹ ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ منگنی کی چاہے شرعی حیثیت نہیں ہے لیکن عزت دار گھرانوں کے لئے بہت مشکل ہے کہ وہ زبان دے کر پیچھے ہٹنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔۔۔ اور اچھے گھرانوں کی لڑکیوں کے لئے منگنی ہی سب کچھ ہوتی ہے۔۔۔ حرفِ آخر کی مانند۔۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا اور وہ اختلاف نہیں کر پائی

تھیں کہ ان کے بیٹے کی ہر بات اسکی ہر سوچ ان کی ہی پرورش اور تربیت ان کی اپنی سوچ کا تو عکس تھا۔ وہ لاجواب ہو کر رہ گئی تھیں کہ بات بڑی نہ تھی مگر غیر معمولی ضرور تھی اس لئے وہ یہ تو نہیں کہہ سکتی تھیں کہ منگنی ختم بھی تو ہو سکتی ہے۔ کہنے کو منگنی کچھ نہ تھی پر سمجھنے کو منگنی ہی تو سب کچھ تھی۔۔۔ ایک وعدہ۔۔۔ ایک کمٹمنٹ۔۔۔ ایک عہد۔۔۔ ایک رشتہ۔۔۔ ایک آغاز۔۔۔ سب کچھ تھی یہ منگنی تو اسے ختم کرنے کی بات تو دور سوچی بھی کیسے جا سکتی تھی۔ وہ خود کو بے حد مجبور اور بے بس محسوس کر رہی تھیں کیا وقت آیا تھا کہ ان کا بیٹا دکھی تھا اور وہ اس کے دکھ کا مداوا نہیں کر سکتی تھیں۔ اس کا غم غلط کرنے کو لفظ تک ان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اور وہ مضطرب سی ہزار ہا الجھنوں میں گرفتار ہوئی جا رہی تھیں کہ ان کے بیٹے نے ایک اور غیر متوقع بات کر ڈالی تھی۔ وہ کچھ دنوں کے لئے اس جگہ سے، اس گھٹن زدہ ماحول سے فرار حاصل کرنے کی ماں سے اجازت طلب کر رہا تھا۔ معصومہ سہروردی صاف انکاری ہی تو ہو گئی تھیں۔

"ماما، میں کچھ دن اور انہی راستوں پر چلا جہاں دُرِ مکنون زندگی بن کر مجھ سے آن ٹکرائی تھی۔۔۔ محبت کا دل دیا روشن ہو گیا تھا۔۔۔ تو میرا دم گھٹ جائے گا۔" وہ جو اپنے سچے جذبات اپنی بیسٹ فرینڈ ایلیفیہ سے شیئر نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔ جو دکھ اس سے نہیں کہہ پایا تھا وہ ماں سے کہتا چلا گیا تھا کہ معصومہ سہروردی شروع سے ہی بیٹے کی ہمراز رہی تھیں۔ بیٹے کی بات پر تڑپ اٹھی تھیں۔ اس کو سرزنش کرنے لگی تھیں اور وہ ماں کے ہاتھ تھامے ملتجی ہو گیا تھا۔

"اچھا، برا وقت زندگی میں آ ہی جاتا ہے ابرج! یوں میدان چھوڑ کر جانا۔۔۔ راہِ فرار اختیار کر لینا جواں مردی نہیں ہوتی۔ حوصلے سے کام لو زندگی ایک دُرِ مکنون پر ختم نہیں ہو گئی۔۔۔" وہ بیٹے کو منہ کھولتے دیکھ اب کے ڈپٹ کر بولی تھیں۔

"دُرِ مکنون اگر تمھارا نصیب نہیں ہے تو تم اسے بھلا دو۔ میں نے کچھ لڑکیاں دیکھ رکھی ہیں۔ کل چند ایک کی تصاویر تمھیں دکھاؤں گی۔۔۔ جو تمھیں بہتر لگے بتانا۔۔۔ میں بات چلاؤں گی کہ یاد رکھو میں نے اسی سال تمھاری شادی کرنی ہے۔" وہ بیٹے کی دلجوئی کرتیں یکدم اپنے روپ میں چلی گئی تھیں اور سخت گیر انداز میں بولی تھیں۔ وہ ماں کے احترام میں ایک لفظ بھی آگے سے بول نہیں پایا تھا۔

"پرسوں مسکان اپنی تعلیم مکمل کر کے پاکستان واپس آ رہی ہے۔ اس کے بھی چند ایک پرپوزل آئے ہوئے ہیں۔۔۔ ان میں سے وہ جو ڈن کرے گی۔ میں فائنل کر کے تم دونوں کی ساتھ ہی شادی کرنا چاہتی ہوں۔ تم اپنا مائنڈ میک اپ کر لو اور یہاں سے جانے کا خیال بھی ترک کر دو۔ بس اپنی ماما کی اتنی بات یاد رکھنا کہ تمھیں دُرِ مکنون نہیں ملی تو اس سے بہتر کوئی لڑکی ملے گی۔" وہ بہت دھیمے لہجے میں اپنا فیصلہ سناتیں اسے آگے زندگی گزارنے کے لئے حوصلہ دیتیں "شب بخیر" کہہ کر اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

"ماما درِ مکنون سے بہتر ملے گی پر درِ مکنون تو نہیں ملے گی ناں۔۔۔میرے دل کا ایک کونا تو سدا کے لئے ویران ہو گیا ہے کیونکہ میرا دل دیا بجھ گیا ہے۔"اس نے بستر سنبھالتے ہوئے آزردگی سے ماں کو مخاطب کر کے سوچا تھا۔

کوئی فریاد تیرے دل میں دبی ہو جیسے

تو نے آنکھوں سے کوئی بات کہی ہو جیسے

جاگتے جاگتے اک عمر کٹی ہو جیسے

جان باقی ہے مگر سانس رکی ہو جیسے

ایک لمحے میں سمٹ آیا ہو صدیوں کا سفر

زندگی تیز، بہت تیز چلی ہو جیسے

اس طرح پہروں سوچتا رہتا ہوں تجھے

میری ہر سانس تیرے نام لکھی ہو جیسے

☆☆☆☆☆☆

"بیہ ،ناراض ہو۔۔۔"سید ابان بخاری کو جب بھی فرصت ملتی تھی وہ اسے ٹیکسٹ کر دیتا تھا۔رات میں اکثر کال بھی کر لیتا تھا۔وہ پچھلے دو، تین دن سے محسوس کر رہا تھا کہ جیسے وہ اس سے خفا ہو کیونکہ عابیہ کافی باتونی لڑکی تھی۔جب سے ان دونوں کی بات ہوئی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے فرینک ہو گئی تھی۔سید ابان بخاری کافی کم گو تھا۔ مختصر بات کرتا تھا۔پہلے تو عابیہ جھجک کی وجہ سے چپ رہتی تھی۔وہی چند ایک باتیں کر کے کال بند کر دیتا تھا۔مگر چند ایک کالز کے بعد جب سے اس کی جھجک ختم ہوئی تھی وہ اس سے اپنے مخصوص فری انداز میں بات کرنے لگی تھی۔سید ابان بخاری کا جتنا ہی مختصر سوال اور پھر جواب ہوتا تھا وہ اتنا ہی طویل جواب دیا کرتی تھی۔۔۔اور وہ بھی اس کے طویل جوابوں کا جیسے عادی ہو گیا تھا۔تب ہی تو عابیہ کے مختصر جواب اس کی تشفی نہیں کر پا رہے تھے۔اسے لگا تھا جیسے عابیہ ناراض ہو۔۔۔اس نے اپنی تشفی کے لئے پوچھ ہی لیا تھا۔۔وہ آگے سے "ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔"کہہ کر بات ہی بدل گئی تھی مگر اب وہ اور زیادہ ٹھٹک گیا تھا اور اپنا سوال دوہرا گیا تھا۔

"بتاؤ ناں بیہ، ناراض کیوں ہو؟"پہلے اس کے جملے سے شک کا اظہار ہوا تھا مگر اب وہ یقین سے ناراضگی کی وجہ پوچھ رہا تھا۔

"بڑی جلدی نہیں آپ کو اندازہ ہو گیا کہ میں ناراض ہوں۔"اس کا تپا تپا لہجہ سید ابان بخاری کو بے اختیار ہنسنے پر

مجبور کر گیا تھا۔

"میں نے آپ کو کوئی لطیفہ نہیں سنایا ہے۔" وہ اس کے ہنسنے پر مزید خفا ہوئی تھی اور وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"محسوس تو کب کا کر لیا تھا بس پوچھا آج ہے۔۔۔ اور اب پوچھ ہی لیا ہے اور احساس ہو ہی گیا ہے تو بتا دوناں کیوں ناراض ہو۔" دِرِ مکنون کچھ دیر قبل ہی بھاپ اڑاتا کافی کا مگ رکھ کر گئی تھی اور وہ گھونٹ گھونٹ پیتا اس کے جواب کا منتظر تھا۔ اس کے ٹھہرے ہوئے لہجے نے عابیہ کے دل میں ہلچل مچادی تھی۔

"محسوس کر لیا ہوتا ناں تو پوچھنے میں اتنی دیر کوئی نہیں لگتی۔۔۔ اور یہ بھی پتہ ہوتا کہ ناراض کیوں ہوں۔" وہ دل سنبھالتی اٹک اٹک کر بولی تھی اور اس کے چہرے پر مسکان مچل اٹھی تھی۔

"محسوس سچ میں کر لیا تھا لیکن یہ نہیں پتہ کہ میری اکلوتی گرل فرینڈ آخر ناراض کیوں ہے۔" اس کا انداز شرارت سے بھرپور تھا اور اس کا چہرہ لفظ "گرل فرینڈ" پر سرخی سمیٹ لایا تھا۔

"فضول مت بولیں میں آپ کی گرل فرینڈ کوئی نہیں ہوں۔" وہ سرخ پڑتی منمنائی تھی اور اس کا قہقہہ فضا میں آزاد ہو گیا تھا۔

"تمھیں ہی شوق تھا میری گرل فرینڈ بننے کا۔۔۔ میں تو اچھا بھلا منگیتر اور پھر بیوی بنانے کو تیار تھا۔ تم نے ہی ابھی نہیں۔۔۔ ابھی نہیں کہ ضد کر کے خود کے لئے یہ ٹائٹل منتخب کیا ہے۔۔۔ اب جو ہو وہی بولوں گا۔" سید ابان بخاری کے لہجے میں جو شوخی تھی اس سے عابیہ کٹ کر رہ گئی تھی۔ آگے سے کچھ بولنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس کی یونہی بولتی بند کر دیتا تھا۔

"میں کال اینڈ کر رہی ہوں۔ آپ بہت فضول بولتے ہیں۔" وہ آگے سے اس کی خاموشی کا فائدہ اٹھاتا اپنی عادت کے برخلاف بولے جا رہا تھا۔ اسے لامحالہ سید ابان بخاری کو ٹوکنا ہی پڑا تھا۔

"خدا کو مانو عابیہ، میری محبت تمھیں فضول گوئی لگتی ہے۔ تمہیں تو فخر کرنا چاہئے کہ سید ابان بخاری تم سے محبت کرتا ہے۔ تمھاری زلفوں کا اسیر ہوا حالِ دل سناتا رہتا ہے۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا تھا۔

"ہاں فخر تو مجھے ہی کرنا چاہئے۔۔۔ مجھ میں تو ایسا کچھ ہے نہیں کہ آپ بھی فخر کر سکیں۔" وہ بھیگے لہجے میں بولتی لائن ڈراپ کر گئی تھی اور وہ سناٹے میں آگیا تھا اور جیسے ہی کچھ سنبھلا تھا تو کال بیک کر گیا تھا مگر بیل جا رہی تھی اور وہ رسیو نہیں کر رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کرے کہ وہ تو پہلے ہی اس کی ناراضگی محسوس کر رہا تھا اور اس کی ناراضگی دور نہیں کر پایا تھا اور اسے مزید ناراض کر گیا تھا۔ اس نے کال رسیو نہیں کی تھی تو کچھ سوچ کر وہ اسے ٹیکسٹ کر گیا تھا جس میں سوری کے ساتھ کال پک کرنے کی درخواست کی تھی۔ ہنوز دوسری جانب سے مگر خاموشی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر

دوبارہ کال کی تھی۔۔۔اب کی بار کال رسیو ہو گئی تھی۔

"مجھے آپ کال نہ کریں مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔۔" وہ اس کے ہیلو سے بھی پہلے کال رسیو کرتے ہی روتے ہوئے بولی تھی۔

"بیہ، ہوا کیا ہے اس طرح کیوں ری ایکٹ کر رہی ہو۔ ایسا بھی میں نے کیا کہہ دیا ہے۔" اسے کہاں بچگانہ رویے کی امید تھی اس سے اپنا غصہ ضبط کرنا محال ہونے لگا تھا۔

"آپ نے کچھ نہیں کیا ہے۔ میں ہی پاگل ہوں اور اوورری ایکٹ کرتی ہوں۔" وہ سوں سوں کرتی بولی تھی۔

"پلیز، بیہ، کوئی بات بری لگی ہے تو صاف کہہ دو۔ یوں فضول میں نہ خود پریشان ہو نہ مجھے پریشان کرو۔" وہ اس کے رونے پر مضطرب ہوتا بے چارگی سے بولا تھا۔

"آپ کو تو میں ہی فضول لگتی ہوں اور آپ مجھے ویسے ہی کہتے رہتے ہیں کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن آپ کو مجھ سے محبت ہی نہیں ہے۔" وہ بری طرح رونے لگی تھی اور اس نے اپنے لب بھینچ لئے تھے۔

"بیہ، اگر تمھیں مجھ پر بھروسہ ہی نہیں ہے تو میں اب کچھ نہیں کہوں گا۔ تمھیں میری محبت پر یقین ہی نہیں ہے۔ تمھیں میں جھوٹا لگتا ہوں تو آگے سے کچھ کہنا میری توہین ہے کیونکہ میں تمھیں بارہا اپنی محبت کا یقین نہیں دلا سکتا۔ میں اپنی محبت اور خود کو سچا ثابت نہیں کر سکتا۔" وہ درشت لہجے میں بولا تھا اور وہ لب کچلنے لگی تھی۔

"رشتہ کوئی بھی ہو بیہ اسے یقین اور اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے اور میں تمام عمر تمہیں صفائیاں نہیں دے سکتا۔" اسکی سوں سوں کی آواز اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی اور وہ دھیما ضرور پڑا تھا مگر اپنی بات درشت لہجے میں نہایت غصے سے مکمل کر گیا تھا۔

"صفائی اسے ہی دینی پڑتی ہے جس نے کچھ غلط کیا ہو۔ جس نے کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہو۔ سچ کا دعویٰ کر کے جھوٹ کہا ہو۔" وہ بھیگے لہجے میں ترنت بولی تھی اور اس نے لب بھینچ لئے تھے۔

"تم میری تذلیل کر رہی ہو بیہ، تم میرے جذبات کی تضحیک کر رہی ہو۔۔" وہ بستر سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور کمرے میں ٹہلتا اپنے غصے کو پینے کی کوشش میں تھا کہ جو جذبات وہ عابیہ نعمانی کے لئے محسوس کرتا تھا یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ وہ کوئی سخت بات نہیں کہنا چاہتا تھا مگر وہ گویا اس کو اکسا رہی تھی۔ اسے خود پر کنٹرول رکھنا دشوار کن ہونے لگا تھا۔

"تذلیل تو آپ نے میری کی ہے ابان۔۔۔! کتنے آرام سے آپ نے مجھے مکنون کی منگنی کی شام اگنور کر دیا۔۔" وہ سسکتے ہوئے بولی تھی اور وہ بھونچکارہ گیا تھا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عابیہ نعمانی کی ناراضگی کی وجہ یہ ہو گی۔ جبکہ وہ روتے ہوئے اپنے تمام خدشات درست ہو جانے کا بولتی اس کی محبت پہ شک کا اظہار کر رہی تھی۔ وہ

اسے صفائیاں دیتے، دیتے ہارنے لگا تھا۔ اسے شدید اشتعال اپنی لپیٹ میں لینے لگا تھا تب بھی وہ اسے بتا رہا تھا کہ وہ اس شام کچھ ڈسٹرب تھا تب ہی اس کی جانب توجہ نہیں دے پایا تھا۔ اسے وقت نہیں دے سکا تھا اور وہ جتنا اسے صفائیاں پیش کر رہا تھا وہ اتنا ہی آگے سے مزید بحث کرتی جا رہی تھی۔ وہ جو لب بھینچے اس کی بات سن رہا تھا اس کے اگلے جملے نے سید ابان بخاری کے پرخچے اڑا دئے تھے اور وہ سناٹے میں آگیا تھا اور وہ روتے روتے بولتی چلی گئی تھی۔

"مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میں چند دن میں ہی آپ کی نظروں سے اتر جاؤں گی کیونکہ میں ہوں ہی نہیں نظر میں آنے کے لائق۔۔۔ اور میں ہوتی نا اس لائق تو آپ اس شام مجھے نظر انداز نہ کرتے ۔آپ کی نظر صرف میرا طواف کرتی لیکن نہیں ہوا ایسا کہ آپ کے سامنے تو بے حد حسین لڑکی تھی۔ آپ کی نظر رہ رہ کر ایلیفیہ پر اٹھ رہی تھی۔ جب ایک حسین لڑکی آپ کے سامنے تھی تو آپ مجھے نظر بھر کر تو کیا نظر اٹھا کر بھی کیسے دیکھ سکتے تھے۔" عابیہ جو گزرے دنوں اور راتوں میں سوچتی رہی تھی۔ جس حد تک بدگمانی محسوس کی تھی۔ ایک ہی سانس میں کہہ گئی تھی۔ جبکہ سید ابان بخاری کو تو خود کو بھی اندازہ نہ تھا کہ وہ اپنی الجھن میں الجھ کر وہ جو بے خیالی میں ایلیفیہ کو گاہے بگاہے دیکھتا رہا وہ نہ صرف عابیہ دیکھ چکی تھی بلکہ کئی ایک غلط مفروضات بھی قائم کر چکی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس کھینچ کر خود کو کچھ کہنے کے لئے آمادہ کیا تھا۔ اسے اب عابیہ کے صرف رونے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ اپنے ذہن کی بھڑاس نکال کر بالکل چپ ہو گئی تھی جسکا مطلب تھا کہ وہ اب کہے جو اسے کہنا ہے۔

"عابیہ، میں بار بار تمہیں اپنی محبت کا یقین دلا سکتا ہوں نہ ہی تمہارے شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے صفائیاں پیش کر سکتا ہوں۔" وہ بولنا شروع ہوا تھا اور عابیہ لب چبانے لگی تھی۔

"کسی بھی رشتے کے لئے اعتماد اور یقین کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اعتماد اور بھروسے کے بغیر رشتے پنپ نہیں پاتے اور سوکھی ڈالی کی مانند اپنا رنگ اور روپ کھو بیٹھتے ہیں۔۔۔ بکھر جاتے ہیں۔" اس کے لہجے میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ عابیہ کے آنسو تھم گئے تھے۔ بے قرار دل کو قرار آنے لگا تھا۔

"نظر کے سامنے سے ہزار چہرے گزرتے ہیں۔ کئی ایک چہرے نظر میں ٹھہر بھی جاتے ہیں۔ مگر دل سے ہو کر صرف ایک چہرہ گزرتا ہے اور کچھ یوں گزرتا ہے کہ ٹھہر جاتا ہے اور میری نظر سے چہرے گزرتے ہیں اور ٹھہرتے بھی ہیں لیکن میرے دل میں سے جو ہو کر چہرہ گزرا ہے وہ تمہارا ہے بیہ اور جو دل میں چہرہ بس گیا ہے۔۔۔ ہمیشہ کے لئے ٹھہر گیا ہے وہ چہرہ صرف تمہارا ہے۔" اس کے لہجے کی گمبھیرتا عابیہ کے دل پر اثر کرنے لگی تھی اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں مرتعش ہو گئی تھیں اور وہ اس کی پل پل بدلتی کیفیت سے انجان اپنے جذبات مکمل سچائی کے ساتھ اس گمان اور یقین کے منجدھار میں پھنسی عابیہ نعمانی کے گوش گزار کرتا چلا جا رہا تھا۔

"نظر کے سامنے سے کتنے ہی چہرے گزر جائیں دل کے مکیں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تم میری نظر سے دیکھو گی نا بیہ تو ہر جگہ صرف تم ہو۔ نظر میں بھی۔۔۔ دل میں بھی۔۔۔ کہ دل کے مکیں ایک دفعہ دل میں اتر جانے کے بعد نکلا نہیں کرتے۔ میری نظر اب اگر کچھ بھی دیکھے گی تو جب پلٹ کر آئے گی تو صرف تمھارے لئے بیہ! اور نگاہ کا پلٹ کر آنا ہی میری وفا کا یقین ہے جو میں تمھیں سونپ رہا ہوں۔" عابیہ اپنے دل کی دھڑکن صاف سن رہی تھی۔ وہ اس کے لفظوں کے جال میں الجھ چکی تھی کہ اس نے کس قدر خوبصورتی کے ساتھ نہ صرف قائل کیا تھا۔ اپنی محبت کا اعتبار بھی سونپ دیا تھا۔

"میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ اس شام میری نگاہ رہ رہ کر ایلیفیہ پر اٹھ رہی تھی جس میں کچھ میری الجھن کا ہاتھ تھا تو کچھ وہ بھی تو بہ شکن حسن کی مالک تھی لیکن میں صرف اسے دیکھ رہا تھا۔ محسوس نہیں کر رہا تھا۔ منظر بدلا تھا تو میرے تمام احساسات صرف تمھارے لئے تھے بیہ جو میں نے اسے دیکھ کر بھی محسوس نہیں کئے تھے اور تمھیں نہ دیکھ کر بھی محسوس کیا۔ نظر نے تم سے کلام نہیں کیا تھا۔ تم سے میں نے کوئی بات نہیں کی تھی مگر بے دھیانی میں بھی تمھارا دھیان تھا اور تمھیں میری بات کا اب بھی نہیں یقین۔" وہ لحظہ بھر کو رکا تھا۔ اس کے دل نے کہا تھا کہ اس کو ہے یقین مگر لفظ ہونٹوں کی دہلیز پر آ کر رک گئے تھے۔ جنھیں وہ گرا نہیں پائی تھی اور وہ مزید بولنے لگا تھا کہ اس شام عابیہ نے کس کس سے بات کی تھی مکنون کے ساتھ مل کر کتنی مرتبہ ہنسی تھی۔ چپکے سے آنکھ میں آئے آنسو کب کیسے صاف کئے تھے۔ وہ برائے نام کھانا کھا کر محفل سے چلی گئی تھی۔ وہ سب کچھ بتا رہا تھا اور وہ محض حیران ہو رہی تھی کہ وہ تو اس بد گمانی میں تھی کہ سید ابان بخاری نے اسے اگنور کیا تھا۔ اور اب اس پر سب کھل رہا تھا کہ وہ تو بے دھیانی میں بھی اس کا ہی دھیان رکھے ہوئے تھا۔ عابیہ کے آنسو گرنے لگے تھے۔ وہ کچھ کہنے کی چاہ میں ایک لفظ بھی نہیں بول پائی تھی اور وہ اسے اپنی چاہت کا یقین سونپ کر صرف ایک التجا کر گیا تھا کہ وہ اس پر۔۔ اس کے کردار پر۔۔ اس کی چاہت پر یقین رکھے کہ وہ صرف اس سے محبت کرتا ہے وہ صرف اس کا ہے۔ وہ آگے بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا۔ عابیہ کے لب مسکرانے لگے تھے۔ وہ اپنے رویے کی معافی مانگنا چاہتی تھی۔ مگر اس کے منہ سے لفظ "سوری" نکل نہیں پایا تھا کہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اس کی بے انتہا محبت کو محسوس کرتی اپنے رویے کی تلافی کرے وہ اس کا شکریہ تک ادا نہیں کر پائی تھی بس فقط اتنا بولی تھی۔

"ابان، میں بھی آپ سے بے انتہا محبت کرتی ہوں۔ آپ کو کھونے سے ڈرتی ہوں اس لئے گمان اور یقین کو درمیان میں ڈالتی رہتی ہوں اور آپ میرے یقین کا سہارہ ہیں۔ کبھی بھی میرے گمان کو یقین نہ سونپئے گا بلکہ میرے گمان کو ہرا کر یقین کو پختہ کر دیجئے گا کہ آپ بھی صرف اور صرف مجھ سے محبت کرتے ہیں۔" وہ دھیمے مگر نم لہجے میں اپنے دل

کی بات کہتی رابطہ منقطع کر گئی تھی اور سید ابان بخاری اس کے اقرار پر ہی مطمئن ہو گیا تھا کہ محبت کے آگے سب کچھ بہت بے معنی اور اضافی ہو جایا کرتا ہے۔۔۔!!!

ہواؤں کو اس کا شرف کیوں ملے
میں اپنا دیا خود بجھاؤں گا

کہیں بھی رہوں، میں کسی سے بھی ملوں
ہمیشہ تمھارا ہی کہا جاؤں گا۔

☆☆☆☆☆☆

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے میں اپنی ماما کو کب بھیجوں۔" ارمش نے ایک دفعہ کے بعد نہ اس سے کچھ کہا تھا اور نہ ہی کچھ کہنے کی کوشش کی تھی اور یہی وجہ تھی دھیرے دھیرے ایلیفیہ کا خوف قدرے زائل ہو گیا تھا اور اس میں ارمش کی خاموشی سے زیادہ ابرج کے سمجھانے کا ہاتھ تھا۔ اس نے اتنی محبت اور خلوص کے ساتھ ایلیفیہ کی برین واشنگ کی تھی کہ وہ کافی حد تک سنبھل گئی تھی۔ ارمش کے سامنے کے لئے خود کو تیار کر لیا تھا۔ سید ابان بخاری کے آفس میں ارمش سے کئی بار ملاقات ہو چکی تھی اور اس طرف سے مکمل خاموشی تھی۔ اس کا سکون مزید بڑھا تھا کہ وہ اس کے سکون کو درہم برہم کرنے آن پہنچا تھا۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میٹنگ کے خاتمہ کے بعد اس کی راہ میں جواب طلبی کو آن کھڑا ہو گا۔ اس کے چہرے کی رنگت مدھم پڑ گئی تھی۔

"میں آپ کو جواب دے چکی ہوں۔ مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔" وہ اس کے سوال کے دہراتے ہی دھیمے سے خود کو سنبھالتے ہوئے بول پڑی تھی۔

"میں بھی تمھیں اپنے ارادوں سے آگاہ کر چکا ہوں ایلیفیہ آغا اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں انھیں پایہ تکمیل تک پہنچاؤں تو ٹھیک ہے۔۔۔ ایسے تو ایسے ہی سہی۔۔۔ لیکن پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی۔" وہ اس کا بازو جکڑ کر درشتگی سے بے لچک لہجے میں بولا تھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔ اس نے اپنا بازو آزاد کروانا چاہا تھا مگر گرفت بہت سخت تھی۔

"میں سب کچھ سیدھے راستے سے چاہتا تھا۔ تب ہی سکون سے تمھارے جواب کا منتظر تھا۔ مگر تم نے آج مجھے یہ باور کروایا ہے کہ خوبصورت لڑکیاں ذہین نہیں ہوتیں۔۔۔ اور تمھاری یہ کم عقلی تمھارا نقصان کروائے گی۔" وہ اپنا بازو آزاد کروانے کی جہت میں تھی وہ مسلسل بول رہا تھا۔

"مجھے تمھارا جواب مل گیا اور اب تم میرے جواب کا انتظار کرنا۔۔۔ میرے ارادوں کے تکمیل تک پہنچنے کا

انتظار۔۔۔"وہ اس کی نم ہوتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کروفر سے بولا تھا۔اس کے انداز میں جارحیت اور انانیت کا راج تھا۔اس کے آنسو گرنے لگے تھے اور وہ ایک جھٹکے سے اس کا بازو آزاد کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا مگر جاتے جاتے ایلیفیہ کا سکون بھی لے گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

عابیہ نعمانی کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔وہ حیرت زدہ آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جس نے درِ مکنون اور اس کی والدہ کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے اچھے سے تیار ہونے کی ہدایت کی تھی۔زبیدہ نعمانی بیٹی کی حیرت پر نرمی سے مسکرا دی تھیں۔حیرت تو انھیں بھی کم نہ ہوئی تھی جب درِ شہوار کو اپنے گھر میں دیکھا تھا اور رسمی سلام دعا اور بات چیت کے بعد انھوں نے بڑے سلیقے سے اپنے آنے کے مقصد سے آگاہ کیا تھا۔جس پر زبیدہ نعمانی کی حیرت دو چند ہو گئی تھی مگر وہ بر وقت خود کو سنبھالتیں نرمی سے مسکرا دی تھیں اور اب تک وہ درِ شہوار سے اپنی بیٹی کی دوست کی ماں بن کر بات کر رہی تھیں یکدم وہ ایک لڑکی کی ماں کی طرح سنبھل کر رکھ رکھاؤ کے ساتھ بات کرنے لگی تھیں۔تب ہی درِ مکنون نے عابیہ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور وہ مہمانوں سے ایکسکیوز کرتیں کچن میں پہنچی تھیں ملازمہ کو چند ایک ہدایات کی تھیں اور بیٹی کے کمرے تک چلی آئی تھیں اور اسے حیرت کدے میں لے گئی تھیں۔زبیدہ نعمانی بیٹی کو ہدایت کر کے جا چکی تھیں اور وہ اب تک حیران کھڑی تھی کہ اس کی ایک ہفتہ قبل ہی تو سید ابان بخاری سے بات ہوئی تھی۔اس سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تھا جس کا سید ابان بخاری نے اس قدر خوبصورتی سے جواب دیا تھا کہ وہ جو خلش اور گمان میں پھنسی یقین کے ساحل سے دور تھی یقین کا ساحل پا گئی تھی مگر اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اسلم آباد سے واپسی کے اگلے ہی دن رشتہ لے کر اپنی ماما کو بھیج دے گا۔عابیہ رات کو ہی تو اپنے کزن کی شادی سے واپس آئی تھی۔اس کا دل کیا تھا کہ وہ اس کو کال کرے اس سے اتنی جلدی پر لڑے۔اس سے پوچھے کہ جب وہ مان گیا تھا کہ وہ اس کی ایجوکیشن مکمل ہو جانے تک اپنی ماما کو نہیں بھیجے گا تو اب کیوں ایکدم اچانک سے۔۔۔مگر وہ کال کرنے کا سوچ کر رہ گئی تھی کہ اس وقت دل کی حالت عجیب تھی دھڑکنیں اپنے اختیار میں ہی نہ تھیں۔ایسے میں وہ سید ابان بخاری سے بات کر ہی نہیں سکتی تھی۔وہ دل ہی دل میں اس سے خفا ہوتی تیار ہوئی تھی۔مگر وہ اپنی تیاری سے مطمئن نہ ہوئی تھی کہ آئینے میں اس کا بے حد عام سا روپ تھا۔اس کی دھڑکنیں یکدم معمول پہ آنے لگی تھیں وہ ایک بے چینی کے گرداب میں پھنستی چلی گئی تھی۔وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ رشتہ صرف فارمیلٹی کے طور پہ آیا ہے۔سید ابان بخاری اور اس کی فیملی کی طرف سے سب کچھ ڈن ہے۔مگر اس سمجھنے کے باوجود وہ بے چین تھی۔اس کا عام چہرہ اسے حقیقت سے روشناس کروا رہا تھا اور وہ انکار ہو جانے کے خدشے کے زیرِ اثر چلی گئی تھی۔اس کے دل میں بد گمانی جنم لینے لگی تھی۔وہ سب کچھ بھول گئی

تھی۔اسے تو یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ سید ابان بخاری اس سے محبت کرتا ہے اور اسی محبت کو ایک معتبر حوالہ دینے کو اس نے اپنی ماں کو بھیجا ہے۔وہ تو یہ بھی نہیں سوچ پا رہی تھی کہ اگر اس کی ماں کو کوئی اعتراض ہوتا تو وہ رشتہ لے کر آتی ہی کیوں۔۔۔کہ اسے انھوں نے دیکھا ہوا تھا۔اور باوجود اس کے وہ یہاں موجود تھیں اس کا ایک ہی مطلب نکلتا تھا کہ انھیں بیٹے کی پسند دل سے قبول ہے۔مگر وہ منفی سوچوں کے زیرِ اثر آچکی تھی۔اسے سامنے کی بات محسوس تو ہو رہی تھی مگر ہضم نہیں ہو رہی تھی۔وہ ڈرائنگ روم میں نہ جانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔تب ہی ملازمہ اس کی ماں کے پیغام کے ساتھ حاضر ہو چکی تھی اور وہ نہ چار ڈرائنگ روم تک چلی آئی تھی۔اسے دیکھتے ہی درِ شہوار کی آنکھوں میں خلوص بھری چاہت اتر آئی تھی۔جبکہ درِ مکنون کی آنکھوں میں شرارت رقص کرنے لگی تھی۔وہ خوامخواہ ہی کھانسنے لگی تھی جس پر عابیہ بے حد کنفیوز ہو گئی تھی اور اس نے درِ مکنون کی طرف دیکھنے سے صاف گریز برتا تھا۔درِ مکنون کے برعکس درِ شہوار کا رویہ بہت نارمل تھا وہ عابیہ سے ایسے ہی مخاطب تھیں جیسے ہوا کرتی تھیں۔اپنے مخصوص نرم لہجے میں اس سے ویسے ہی خیریت دریافت کی تھی جیسے اس وقت کرتی تھیں جب وہ ان کی بیٹی سے ملنے آتی تھی۔چند ایک سوالات کے بعد وہ زبیدہ نعمانی کی طرف متوجہ ہوئی تھیں کہ جہاندیدہ خاتون تھیں عابیہ کی گھبراہٹ محسوس کر ہی گئی تھیں۔وہ اٹھی تھی اور ڈرائنگ روم میں سے نکل گئی تھی اور درِ مکنون بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی۔اسے چھیڑ رہی تھی اور تنگ کر رہی تھی۔اس کی برداشت نے ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ درِ مکنون کو ڈپٹ گئی تھی۔۔۔اور وہ اثر لئے بغیر ہنسنے لگی تھی۔عابیہ نے اسے گھورا تھا اور وہ اچھے بچوں کی طرح ہنسنا بند کر کے سیریئس ہوئی تھی اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے عابیہ نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

"جب یہ بات طے ہو چکی تھی کہ میری پڑھائی کے مکمل ہونے تک مجھے ڈسٹرب نہیں کیا جائے گا تو آج تم اپنی ماما کو کیوں لے کر آئی ہو۔۔۔" عابیہ کے لہجے میں غصے اور خفگی کا امتزاج بول رہا تھا۔

"بھئی ہم تو حکم کے غلام ہیں۔۔۔تم نے کہا کہ تمھیں ڈسٹرب نہ کیا جائے تو ہم نے رشتہ لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔بھیا نے کہا کہ اسی ماہ شادی کرنی ہے تو ہم رشتہ لے کر آ گئے۔" درِ مکنون اس کے غصے کو اگنور کرتی مزے سے بولی تھی اور اسے درِ مکنون کی شوخی زہر سے بھی بری لگی تھی مگر وہ یہ کہہ نہیں پائی تھی کہ وہ تو اسی ماہ شادی پر ٹھٹک گئی تھی۔اس کی آنکھوں میں حیرانگی در آئی تھی جسے دیکھ کر درِ مکنون ہنس دی تھی اور اس نے سید ابان بخاری سے ہوئی بات بتا دی تھی جس کا لبِ لباب بس اتنا تھا کہ وہ عابیہ کی بات مان کر اتنا انتظار نہیں کر سکتا۔۔۔اس لئے وہ لوگ رشتہ لے جائیں اور باقی جو عابیہ کے گھر والوں کا فیصلہ ہو کہ خود اس کی مرضی اور فیصلہ چلتا تو وہ ایک ماہ بھی انتظار نہ کرتا۔

"یہ چیٹنگ ہے مکنون، تمھارے بھیا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔وہ وعدہ نہیں توڑ سکتے۔" وہ منمنائی تھی کہ اس نے

جان کے رشتہ لانے سے روکا تھا۔ کیونکہ اسے اپنی ماما کا پتہ تھا کہ وہ اس کی شادی کو لے کر کس قدر سنجیدہ ہیں۔ اس کے جو ایک دو پرپوزل تھے وہ قبول کر کے اب تک کسی کے بھی ساتھ اسے رخصت کر چکی ہوتیں۔۔۔ وہ تو تعلیم کا کا بہانہ لئے اپنے باپ کی سپورٹ کے ساتھ اب تک بچی ہوئی تھی۔ مگر جانتی تھی کے زیادہ دن بچ نہیں پائے گی۔ رشتہ آتا تو گھر میں بحث ہوتی اور اس سے ہی بچنے کو وہ رشتہ لانے سے منع کر گئی تھی مگر سب بے سود رہا تھا۔

"بھیا نے اتنی جلدی صرف اسلیئے کی کہ وہ نہیں چاہتے کہ تمھاری بدگمانی کو عروج ملے اور یہی میں بھی چاہتی ہوں کہ تم جلد از جلد میری بھابھی بن جاؤ۔۔۔ رہی تمھاری تعلیم تو وہ تم شادی کے بعد بھی مکمل کر سکتی ہو۔ اس لئے یہ فضول ڈرامے بند کرو اور کان کھول کے سن لو آنٹی سے تم کچھ نہیں کہو گی۔ ہمیشہ کی طرح پڑھنا ہے اور شادی نہیں کرنی کا ہنگامہ برپا نہیں کرو گی۔" وہ اسے اپنے بھائی اور اپنی خواہش بتا کر سخت انداز میں وارننگ دیتے انداز میں بولی تھی اور عابیہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی کہ اس نے اب جو بولنا تھا سید ابان بخاری سے بولنا تھا۔ دِرِ شہوار جاتے جاتے بھی زور ڈال کر رشتے پہ غور کرنے اور جلد از جلد آنسر دینے کا کہہ گئی تھیں۔ زبیدہ نعمانی بہت خوش تھیں کہ وہ اس رشتے کے لئے تقریباً راضی تھیں۔ سید ابان بخاری کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں تھا۔ انہیں بیٹی کی خوش بختی کا یکدم ہی یقین ہو چلا تھا۔ وہ خود کو بہت مسرور پا رہی تھیں اور جب حیدر نعمانی گھر آئے تھے اور انھیں دِرِ شہوار کی آمد اور ان کے مقصد سے آگاہ کیا گیا تھا وہ لحہ بھر کو حیران ہی تو رہ گئے تھے کہ بزنس کے سلسلے میں کئی بار سید ابان بخاری سے مل چکے تھے۔ اس کی ظاہری خوبصورتی اگر متاثر کن تھی تو اس کی باطنی خوبصورتی بھی عیاں ہو ہی جاتی تھی۔ انھوں نے بیوی کی طرف دیکھا تھا جیسے جاننا چاہتے ہوں کہ جو انھوں نے سنا ہے وہ سچ بھی ہے کہ نہیں جبکہ وہ خود اب تک بے یقین تھیں۔ شوہر کی حیرانگی سے لطف اندوز ہوتیں مسکرا دی تھیں۔

"دِرِ شہوار بہت محبت سے رشتہ ڈال گئی ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ اس میں ان کی خوشی اور ان کے بیٹے کی پسند بھی شامل ہے۔" دِرِ شہوار نے نہایت سلیقے سے ان تک اپنی اور اپنے بیٹے کی پسند پہنچادی تھی۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ عابیہ پر کوئی بات آئے وہ خود بیٹی کی ماں تھیں اور بیٹی کی عزت۔۔۔ وقار اور مان کی اہمیت کو سمجھتی تھیں۔ اس لئے بیٹے کے جذبات سے آگاہ کر کے نرمی اور عاجزی سے شرفِ قبولیت بخشنے کی درخواست کر گئی تھیں۔ اور وہ تمام بات سن کر خود کو کمپوز کر کے بولے تھے۔

"سید ابان بخاری کو بہت زیادہ تو نہیں پر جتنا جانتا ہوں وہ ایک بہترین انسان ہے۔ کسی بھی گھرانے کا آئیڈیل داماد ہو سکتا ہے۔۔۔ انکار کی تو وجہ ہی کوئی نہیں۔ اور چھان بین کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے عابیہ سے اس کی مرضی معلوم کر لو اور اگر اسے کوئی اعتراض نہ ہو تو اس رشتے سے انکار کرنا یا سوچ بچار کرنا کفرانِ نعمت ہو گا۔" حیدر

نعمانی نہایت صاف گوئی سے بولے تھے کہ وہ سید ابان بخاری سے مل چکے تھے۔اس کے رشتے سے انکار کوئی احمق ہی کر سکتا تھا۔اور وہ اتنے تجربہ کار تو تھے ہی کہ ہیرے اور پتھر میں فرق کر سکیں۔

"میں صبح عابی سے بات کروں گی آپ محسن سے بات کر لیجئے گا کہ وہ بھائی ہے۔ہم بالا ہی بالا تو اس کی کی مرضی کے بغیر بات تو آگے نہیں بڑھا سکتے۔"وہ سر ہلا گئے تھے اور بحث نہیں کی تھی کہ وہ بیٹے کو اہمیت دیتی تھیں اور اس میں کچھ غلط بھی نہ تھا اور اس وقت تو اس کی بہن کی شادی کا فیصلہ تھا۔اس کی مرضی جانے بغیر اتنا بڑا فیصلہ وہ دونوں میاں بیوی اکیلے نہیں لے سکتے تھے۔وہ دھیمے دھیمے جو باتیں بتانے سے رہ گئی تھیں بتاتی چلی گئی تھیں۔۔وہ دونوں مطمئن بھی تھے اور خوش بھی۔۔۔اور سب اللہ پر چھوڑ گئے تھے۔!!!

☆☆☆☆☆☆

"پتہ نہیں قسمت آخر مجھ پر کب مہربان ہو گی۔۔۔"تالیہ بستر پر کروٹیں بدلتی بے قراری سے سوچ رہی تھی کہ ارمش چوہدری اس کی آنکھ کا پہلا خواب تھا۔جس نے اس کے دل میں محبت کا احساس اجاگر کیا تھا۔جس کو دیکھ کر اسنے محبت محسوس کرنا سیکھی تھی جسے برسوں سے وہ دعاؤں میں مانگ رہی تھی۔وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اسے خود سے دور ہی محسوس ہو رہا تھا۔اس وقت اس کی آنکھ میں آنسو تھے۔آج اس کی بہن کا ولیمہ تھا۔۔۔اس نے کیا کیا نہ سوچا تھا۔اسے لگا تھا جس ارمش چوہدری سے مہینوں ملاقات تو دور سامنے کی سبیل نہیں نکل پاتی۔۔۔اس سے مہوش کی شادی میں ملاقات ہو گی اور اس خوبصورت خیال سے ہی ہر دن اہتمام سے تیار ہوئی تھی مگر سب بے سود رہا تھا۔مہندی کی شام وہ آیا ہی نہ تھا۔اس کی آنکھیں انتظار کرتے تھک گئی تھیں مگر اگلے دن ملنے کی امید کے خیال سے اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔نکاح کی شام سامنے پر اس کا دل کیسے اچھل کر حلق میں آ گیا تھا اور اس بے مہر شخص نے تو یوں دیکھا تھا جیسے دیکھا ہی نہ ہو۔اس کا دل کیسے بکھرا تھا مگر وہ خود کو مضبوط ظاہر کرتی رہی تھی مگر آج ولیمے کی شب بھی اسے اداس کر کے ہی گئی تھی۔وہ خوبصورت تھی تیار ہو کر مزید خوبصورت لگ رہی تھی۔کتنے ہی لوگوں نے سراہا تھا مگر جس کے سراہنے کے لئے اہتمام کیا تھا اس نے نظر بھر کر بھی نہ دیکھا تھا۔وہ کسی کی نگاہ کی منتظر ہی رہی تھی۔

کسی نے بھی تو نہ دیکھا نگاہ بھر کے مجھے
گیا پھر آج کا دن بھی اداس کر کے مجھے

اب وہ لڑکی ہو کر تو اپنے منہ سے اظہار اور اقرار کی منازل طے نہیں کر سکتی تھی۔محبت تھی۔۔۔حد سے سوا تھی مگر نسوانی انا اور وقار۔۔۔عزتِ نفس تو عزیز تر تھی۔ایسے میں وہ کیسے محبت کے لئے اپنی انا کا گلا گھونٹ کر اس سے کہہ

دیتی۔۔۔وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ مگر کہہ نہ پانے کی کسک اور ارمش چوہدری کا نظر انداز کرنا کچھ ایسا تھا کہ دل خون کے آنسو رو رہا تھا اور اسکا ہر آنسو دل دیا کی لو کو تھر تھرانے پر اکسا رہا تھا۔

"کاش! میرے جذبے آپ پر اثر کر جائیں ارمش، کاش! آپ میری محبت کو محسوس کر لیں۔" وہ سسکتے ہوئے خود سے بات کرتی یکدم ہی دل میں اس بے مہر شخص کو مخاطب کر گئی تھی۔ جو دھڑکنوں کا قرار تھا مگر انجان تھا اس کے ہر ایک جذبے سے۔۔۔اور نہ جانے کب تک رہنا تھا۔ ارمش کی محبت تالیہ کے دل کا روگ ہی تو بنتی جا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"ایلفی کیا ہوا ہے یار۔۔۔ہر وقت تمھارے منہ پر بارہ ہی کیوں بجے رہتے ہیں۔" ابرج سہر وردی کے گھر آج مسکان کی واپسی کی خوشی میں ایک گیٹ ٹو گیدر تھی جس میں بہت قریبی دوست احباب ہی مدعو کئے گئے تھے اور وہ کافی دیر ایلیفیہ کو نوٹ کرنے کے بعد بالآخر متفکرانہ انداز میں اسے ڈپٹنے لگا تھا اور وہ محفل کا لحاظ کرتی اپنا بھرم رکھنے کو محض مسکرا دی تھی۔

"ارمش نے پھر کوئی بکواس کی ہے؟" وہ اس کی پھیکی سی مسکراہٹ پر ضبط کر کے پوچھ گیا تھا اور وہ محض اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔

"تمھیں عقل ہے کہ نہیں ہے۔۔۔تم خوامخواہ میں اس آدمی کی وجہ سے خود کو ٹینشن میں رکھے ہوئے ہو۔" وہ غصہ دبا کر بولا تھا۔

"شٹ اپ! ابر، خوامخواہ میں نہیں۔۔۔اس کی آنکھوں میں، میں نے وحشت دیکھی ہے۔ سب تباہ کرنے کا عزم دیکھا ہے۔ وہ اتنی آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔۔" وہ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔ اس کا لہجہ سخت تھا جو آخر تک نمی سمیٹ لایا تھا۔

"اچھا وہ اتنا پاور فل ہے اور ہم نے تو جیسے چوڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔۔۔" اس کے غصے پر ابرج سہر وردی کا غصہ بھی بڑھا تھا مگر وہ اس کو رونے پر آمادہ دیکھ کر دھیما پڑ گیا تھا۔

"میری ایک بات یاد رکھنا ابر، کمزور کوئی نہیں ہوتا مگر قسمت جب وار کرنے پر آتی ہے تو انسان کی طاقت ملیا میٹ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور مجھے اس انسان نے جب سے خوفزدہ کیا ہے میں قسمت کے وار سے ڈرنے لگی ہوں۔ صرف اس لئے کہ میں سید ابان بخاری کو نہیں کھونا چاہتی۔۔۔میں نہیں چاہتی وہ ارمش چوہدری جیت جائے اور میں ہار جاؤں۔ اور مجھے لگتا ہے کہ میں ہار جاؤں گی میری قسمت میرا ساتھ نہیں دے گی۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔ وہ بہت بے چین ہو گیا تھا اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا کہ اس نے ایلیفیہ کو بڑی غلط جگہ پر چھیڑا تھا۔ کوئی ایلیفیہ کو روتا دیکھ لیتا تو افسانہ ہی

بن جاتا۔

"ڈونٹ بی سلی اوکے۔۔۔ تمھارے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں ہو گا۔ تمھاری قسمت تمھارا ساتھ دے گی ۔۔۔ انشاء اللہ" وہ اسے محفل کا احساس دلاتا نرمی سے بولا تھا اور وہ آنسو صاف کرتی خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

"مایوس مت ہو۔۔۔ ابھی تو زندگی شروع ہوئی ہے۔ ابھی تو صرف دل دیا ہے تم نے اور مجھے لگتا ہے کہ دل کے ساتھ تم دماغ بھی کہیں کسی کو دے بیٹھی ہو۔" وہ ہمیشہ کی طرح دوستانہ اور قدرے ناصحانہ انداز میں شروع ہوا تھا مگر جیسے ہی احساس ہوا تھا کہ اس وقت نہ وہ سمجھ پائے گی نہ ہی سمجھانے کے لئے جگہ مناسب ہے۔ اس لئے وہ موضوع سمیٹ کر نرمی سے چھیڑ گیا جس پر اس نے ابرج سہروردی کو محض گھورنے پر اکتفا کیا تھا اور اس کے کچھ بولنے سے پہلے مسکان سہروردی وہاں چلی آئی تھی۔

"بھیا حد ہے ویسے۔۔۔ بہن اتنے سالوں بعد باہر سے واپس آئی ہے اور آپ مجھے ٹائم دینے کی بجائے اس ایلفی سے چپکے ہوئے ہیں۔ دِس اِز ناٹ فیئر اوکے۔۔۔؟" مسکان کے انداز میں شرارت اور ناراضگی کا ملا جلا امتزاج تھا اور وہ دونوں ہی مسکرا دئے تھے۔

"ابر، یہ مسکان اتنی بڑی ہو گئی ہے مگر اسکے جلنے کی عادت ابھی تک ختم نہیں ہوئی۔" ایلیفیہ نے ہنستے ہوئے مسکان پر چوٹ کی تھی اور اس کا منہ بن گیا تھا کہ وہ ان دونوں سے تقریباً چار سال چھوٹی تھی۔ اور وہ بہت خاموش سی لڑکی تھی اور وہ دونوں بہت باتونی اس لئے وہ ان دونوں سے چاہ کر بھی گھل مل نہیں پاتی تھی۔ مگر ان کی کمال کی انڈر اسٹینڈنگ اس کے لئے ہمیشہ ہی قابلِ رشک رہی تھی۔ وہ ان دونوں کی دوستی سے حسد تو نہیں کرتی تھی مگر ہاں دل کے کسی کونے میں یہ خواہش ضرور تھی کہ وہ بھی ان دونوں کی دوستی میں شامل ہوتی اور ان کا ایک ٹرائینگل ہوتا مگر ایسا کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکا تھا۔ وہ ان دونوں کے ساتھ ایڈ جسٹ نہیں ہو پائی تھی یا ان دونوں کو تیسرے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

"میں کوئی جلتی نہیں ہوں۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی اور بہن کا منہ بنتا دیکھ ابرج سہروردی نے فوراً ایلیفیہ کو سرزنش کرتی نگاہوں سے دیکھا تھا اور بہن کو شانے سے تھام کر نزدیک کر لیا تھا۔ بے شک اس نے ہمیشہ ایلیفیہ کو زیادہ اہمیت دی تھی مگر اس کی خاطر نہ کبھی بہنوں کا حق مارا تھا نہ ہی انھیں نظر انداز کیا تھا اور بڑی بہن عائشہ کے مقابلے میں مسکان اس کے دل کے زیادہ قریب تھی کہ وہ اس کی چھوٹی بہن تھی اور وہ اسے کبھی نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ ہمیشہ اس کو اہمیت دیتا تھا۔ چاہے کتنا مصروف ہو ہر دوسرے دن اس کو کال کیا کرتا تھا۔ اور مسکان کے دل میں یہ ڈر تھا کہ وہ اب ایلیفیہ کی موجودگی میں اسے نظر انداز کرے گا لیکن اس کی سوچ کو ابرج سہروردی نے غلط پروف کر دیا تھا۔ بھائی کے سائیڈ لینے پر

اس نے فوراً ہی بچوں کی طرح ایلیفیہ کو زبان چڑائی تھی اور مسکان کے اس انداز پر وہ ہنس دی تھی کم عزیز تو مسکان اسے بھی نہ تھی کیونکہ ہر رشتے کی ایک اپنی اہمیت ہوتی ہے۔۔۔اور ایلیفیہ کی ابرج سہروردی سے ہی نہیں ان دونوں بہنوں سے بھی خوب بنتی تھی۔وہ کچھ دیر پہلے کی ٹینشن بھلائے مسکان اور ابرج سہروردی کے ساتھ مل کر ہنس رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"ماما میں نے ابھی شادی نہیں کرنی ہے۔"زبیدہ نعمانی نے اسے پرپوزل کا بتا کر اس کی مرضی پوچھی تھی جس کے جواب میں وہ منمنائی تھی اور زبیدہ نعمانی تپ اٹھی تھیں۔

"عابی بہت بکواس سن چکی ہوں میں تمھاری۔ تمھاری فضول سی ضد کے چکر میں میں اب ہر اچھے پرپوزل کو ریجیکٹ نہیں کر سکتی۔ تمھیں شادی کرنی ہے نہیں کرنی مجھے اب نہیں سننا کچھ بھی۔میں اس رشتے سے منع ہرگز نہیں کرنے والی۔۔۔یاد رکھنا۔"وہ بیٹی کے انکار پر کنٹرول کھو گئی تھیں اور ماں کے دوٹوک انداز پر اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"بوجھ بن گئی ہوں اب میں کیا جو آپ لوگ مجھے یوں اس گھر سے نکال دینا چاہتے ہیں۔"وہ سوں سوں کرنے لگی تھی۔

"ہاں والدین بیٹیوں کی شادی اسی لئے تو کرتے ہیں کیونکہ وہ بوجھ بن جاتی ہیں۔برسوں قبل میں بھی اپنے پیرنٹس پر بوجھ ہی تو بن گئی تھی جو انھوں میری شادی تمھارے پاپا سے کر دی تھی۔"وہ بلیک میل ہوئے بنا اسی غصے سے کچھ یوں بولی تھیں کہ عابیہ خفیف سی ہو کر رہ گئی تھی۔

"لوگوں کی دس دس بیٹیاں ہوتی ہیں اور یہاں ہماری ایک بیٹی ہم سے قابو نہیں ہوتی۔"وہ اس کو خجالت کے زیرِ اثر دیکھتیں طنز سے بولی تھیں اور ماں کے پل پل بڑھتے غصے کو دیکھ وہ دھیمے سے منمنائی تھی۔

"سوری۔۔"

"ضرورت نہیں ہے بس کان کھول کر سن لو سید ابان بخاری کے لئے میں کسی قیمت پر انکار نہیں کروں گی۔اس طرح کے قابل اور ہر لحاظ سے پرفیکٹ لڑکوں کے رشتے روز روز نہیں آتے جو میں تمھاری حماقتوں میں تمھاری ہمنوا بنی رہوں۔"وہ بالکل بھی دھیمی نہیں پڑی تھیں اور اپنا فیصلہ سناتیں اس کی سنے بغیر کمرے سے نکلنے لگی تھیں پر کچھ یاد آنے پر رکی تھیں۔

"تم اپنا مائنڈ میک اَپ کر لو کہ ہم سید ابان بخاری کے رشتے کو منظور کرنے والے ہیں۔اور اگر تمھیں کوئی اور پسند ہے تو بتا دو۔ہم تمھاری پسند کے لڑکے سے تمھاری شادی کرا دیں گے۔اور پسند نہیں ہے تو تم ہماری پسند کے لڑکے سے

شادی کر لو۔ ہم تم سے چوائس کا حق نہیں چھین رہے۔" وہ آنکھوں میں آنسو لئے ماں کو حیرانگی سے دیکھنے لگی تھی اور وہ بیٹی کی حیرت محسوس کر کے دھیمی پڑ گئی تھیں۔ اسے زمانے کی اونچ نیچ کا بتایا تھا۔ شادی کا وقت ہوتا ہے یہ بھی سمجھایا تھا۔ اس کی پسند پوچھی تھی اور وہ چپ رہی تھی اور وہ اپنی پسند پر اس کی مرضی لے کر اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر دعاؤں سے نوازتیں اس کے کمرے سے نکل گئی تھیں اور وہ سید ابان بخاری پر دل ہی دل میں ناراض ہونے لگی تھی کہ اس نے ایک تو اس کے منع کرنے پر رشتہ بھیجا تھا اور تب سے آج تک دوسرا دن ختم ہونے کو تھا ایک فون کال تک نہ کی تھی۔ خود سے کال کرتے انا آڑے آ رہی تھی اور اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ سید ابان بخاری کو اتنی آسانی سے معاف تو نہیں کرے گی۔

"وعدہ خلافی کی ہے آپ نے ابان، گن گن کر بدلے نہ لئے تو میرا نام بھی عابیہ نعمانی نہیں۔" اس نے سوچا تھا اور اپنی ہی سوچ پر مسکرادی تھی وعدہ ایک طرف لیکن اس پرپوزل سے وہ بے حد خوش تھی اور گھر والوں کو کوئی اعتراض نہ تھا یہ بات خوشی اور اطمینان کے لئے کافی تھی اور وہ کیوں خوش نہ ہوتی آخر کو اسے اس کی محبت اتنی آسانی سے ملنے جا رہی تھی۔ اس پر وہ جتنا شکر کرتی اتنا کم تھا۔ اس کے لبوں پر انوکھی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اس پل وہ اپنی اندرونی خوشی کے باعث کم صورت ہونے کے باوجود بے حد حسین لگ رہی تھی ویسے بھی خوبصورتی کا تعلق اجلے من سے ہوتا ہے اجلے تن سے نہیں۔ ظاہری خوبصورتی تو ایک نہ ایک دن ڈھل ہی جاتی ہے لیکن جو روز بروز دوام حاصل کرتی ہے وہ دراصل باطنی خوبصورتی ہوتی ہے اور وہ باطنی خوبصورتی سے بلاشبہ مالا مال تھی۔ نیک سیرت۔۔۔ باکردار لڑکی جس کے ساتھ پہ کسی بھی مرد کو فخر ہو سکتا ہے۔ اور سید ابان بخاری اسی فخر کے ساتھ تو اسے اپنی زندگی میں شریکِ حیات کے طور پہ شامل کرنے جا رہا تھا۔ اس کی محبت، اس کی ہمسفر ہونے جا رہی تھی کم خوش تو وہ بھی نہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"ایسا کرو مسکان وہ ایلفی کو بھی کال کر کے کہہ دو کہ وہ بھی تیار ہو جائے۔۔" وہ سب عائشہ کے گھر جا رہے تھے۔ کچھ خیال آنے پر ابرج سہروردی نے کہا تھا اور دونوں ماں بیٹیاں مسکرادی تھیں۔

"تم کیوں نہیں بول دیتے۔۔۔ کوئی لڑائی ہو گئی ہے کیا۔۔" معصومہ سہروردی مسکرا کر بولی تھیں اور وہ ہنس دیا تھا۔

"ماما آپ کتنی سمجھدار ہیں۔ اصل بات کی تہہ تک کیسے منٹوں میں پہنچ گئی ہیں۔" وہ خوشگوار لہجے میں بولا تھا۔

"تم دونوں کی ہی رگ رگ سے واقف ہوں۔ مسکان سے کال کا بولا تو وجہ صاف ظاہر ہو گئی کیونکہ جانتی ہوں ورنہ اب تک تم خود اسے کال کر چکے ہوتے۔" وہ بیٹے کو کافی دن بعد ہنستے دیکھ مطمئن سی بولی تھیں۔

"اب آپ کی بھتیجی ہے ہی اتنی لڑاکا تو میں بے چارہ کیا کروں۔" وہ شرارت سے بولا تھا۔

"رہنے دو میری بھتیجی تم سے تو دس گنا معصوم ہے۔ لڑتی وہ نہیں ہے تم ہی ہر وقت اس کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح ایلیفیہ کی غیر موجودگی کے باوجود بھی حمایت اسی کی ہی کی تھی۔

"معصوم اور وہ آپ کی بھتیجی۔۔ اس جیسے دو چار اور معصوم ہو گئے ناں تو ہو گیا دنیا کا حشر نشر۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تھا اور اس وقت کمرے میں کسی کے قدموں کی چاپ ابھری تھی وہ تینوں بیک وقت آنے والے کی طرف متوجہ ہوئے تھے جبکہ وہ ابرج سہروردی کو یکسر اگنور کرتی مسکان سے ہاتھ ملاتی معصومہ سہروردی کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

"اکیلی آئی ہو۔۔۔" وہ نظر انداز ہونے کے باوجود فکر مندی سے پوچھ گیا تھا اور اس نے جواب دینا تو درکنار اس کی جانب دیکھا بھی نہ تھا اور بیٹے کا سوال معصومہ سہروردی دہرا گئی تھیں۔

"بابا چھوڑ کر گئے ہیں۔۔۔ پہلے کبھی اکیلے آئی ہوں جو آج آتی۔" وہ پھپھو کو دیکھتے ہوئے دھیمے سے بولی تھی۔

"بھائی صاحب باہر کے باہر کیوں چلے گئے؟" انھیں فکر ہوئی تھی۔

"بابا واپسی پر آئیں گے انھیں دوست کی طرف جانا تھا۔" وہ پھپھو کی فکر اور ناراضگی محسوس کرتی دھیمے سے بولی تھی۔

"عائشہ آپی کے گھر جا رہے ہیں۔" مسکان بولی تھی۔

"واؤ، مجھے بھی جانا ہے۔" وہ بچوں کے سے جوش سے بولی تھی اور معصومہ سہروردی ہنس دی تھیں۔ انھیں اپنے بھائی کی بیٹی بلا مبالغہ اپنی بیٹیوں سے زیادہ پیاری اور عزیز تھی۔ اس کا ہر ایک انداز انھیں بے حد مرغوب تھا۔

"بھیا نے کچھ دیر پہلے تمھیں ہی کال کرنے کا کہا تھا اور ابھی تمھاری ہی باتیں کر رہے تھے کہ تم آ گئیں۔" مسکان ترنت بولی تھی اور اس کا منہ بن گیا تھا۔

"مجھے نہیں جانا ہے۔۔۔" اس کے بچوں کے سے انداز پر معصومہ سہروردی نے اسے کاندھے سے لگا لیا تھا۔

"ناراض تم اپنے سڑیلے دوست سے ہو اور جانے سے ہمیں منع کر رہی ہو۔ یہ تھوڑی نا انصافی نہیں ہے۔" وہ شرارت سے بولی تھیں اور وہ پھپھو کے مذاق پر خجل ہو گئی تھی۔

"مجھے آپ کے ساتھ جانے پر اعتراض نہیں ہے بس میں ابرج سہروردی کے کہنے پر کہیں نہیں جاؤں گی۔" وہ پھپھو کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"تم دونوں کیا ہر وقت بچوں کی طرح لڑتے رہتے ہو۔" انھوں نے بھتیجی کی ناک کھینچی تھی اور اس کی خاطر تواضع کرنے کو ملازمہ کو آواز لگا کر ہدایت کی تھی جس پر وہ بول پڑی تھی۔

"مجھے آپ کے ہاتھ کی کافی پینی ہے۔" فرمائش ہوئی تھی اور وہ جسے پورا کرنے کو دل و جان سے راضی تھیں۔ وہ ان تینوں کو چھوڑ تیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"تم دونوں ایک دوسرے سے دوستی کر لو۔ لڑتے ہوئے اچھے ضرور لگتے ہو پر ایک دوسرے سے ناراض اچھے نہیں لگتے۔" وہ نرمی سے بول کر لاؤنج سے نکل گئی تھیں۔

"آپ دونوں کی لڑائی ہوئی کس بات پر ہے؟" یکدم ہو جانے والی خاموشی کو مسکان نے توڑا تھا۔

"میں پھپھو کے پاس جا رہی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں مجھے سڑے لوگوں سے بات کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ مزے سے کہتا باہر نکل گیا تھا اور مسکان بے ساختہ ہنسی تھی اور اس کی ہنسی ایلیفیہ کے گھورنے پر ہی تھمی تھی جو اب اس سے آسیہ آغا کا پوچھنے لگی تھی جس پر اس نے بتایا تھا کہ وہ بابا کے ساتھ گئی ہیں کہ ان کے دوست کے گھر گیٹ ٹو گیدر ہے اور وہ جانے سے صاف انکاری تھی اس لئے شارق آغا نے اسے بہن کے گھر چھوڑ دیا تھا۔ جب ایلیفیہ کو کہیں نہیں جانا ہوتا تھا تو وہ پھپھو کے گھر آجاتی تھی۔ اسے شارق آغا نے کبھی اکیلے گھر میں نہیں چھوڑا تھا۔ وہ تفصیل بتا کر مسکان کے ساتھ باتوں میں لگ گئی تھی۔

"پھپھو، عائشہ آپی کے گھر جانے کے لئے ڈریس ٹھیک ہے۔" وہ کافی کے سپ لیتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"بالکل ٹھیک ہے میری بیٹی پر تو ہر چیز ہی جچتی ہے۔" وہ محبت سے بولی تھیں اور وہ ہنس دی تھی۔

"آپ اور ماما کے ڈائیلاگز تو اس قدر یکساں ہوتے ہیں کہ کئی بار تو میں بھول ہی جاتی ہوں کہ کونسا ڈائیلاگ کس نے بولا تھا۔" وہ شرارت سے ہنسی تھی۔

"تمھیں ماں اور پھپھو کی محبت ڈائیلاگ بازی لگتی ہے۔۔۔" معصومہ سہروردی مصنوعی خفگی سے بولی تھیں۔

"لگتی تو ہے۔" وہ اپنی شرارت پر ہنسی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے اتنی اچھی لگ رہی تھی۔ وہ ماشاءاللہ کہتیں نظر ہی ہٹا گئی تھیں۔

"ناراضگی دور ہوئی تم دونوں کی۔" وہ بیٹے سے پوچھ گئی تھیں۔ جو کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

"مجھے فضول لڑکیوں سے ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ مزے سے بولا تھا۔

"ہوا کیا ہے؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں جبکہ ایلیفیہ کے آنسو گرنے لگے تھے جس پر جہاں معصومہ سہروردی پریشان ہوئی تھیں وہ بھی شرارت کا ارادہ ترک کرتا یکدم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ جبکہ معصومہ سہروردی بیٹے کو

گھورنے لگی تھیں جیسے ساری غلطی صرف اسی کی ہو۔

"آئی ایم سوری۔۔۔!" وہ اچھے بچوں کی طرح کہے سنے بغیر ترنت معافی مانگ گیا تھا۔ کل اس نے پریزینٹیشن میں کچھ اغلاط کر دیں تھیں جس کی وجہ سے ابرج سہر وردی کو اتنا غصہ آیا تھا۔ وہ ایلیفیہ کو کافی سنا گیا تھا تب سے ہی وہ اس سے خفا تھی۔ کل سے اس کی کال بھی رسیو نہیں کر رہی تھی۔ اس نے آفس نہ جانے کا پکا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ آج پھپھو کے گھر بھی نہ آتی اگر شارق آغا اسے بور ترین پارٹی میں لے جانے کی دھمکی نہ دیتے کیونکہ اس نے دونوں ہی جگہ جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ شارق آغا اسے سہر وردی ہاؤس چھوڑنے پر راضی تھے جبکہ آسیہ آغا اسے پارٹی میں لے جانا چاہتی تھیں جس سے بچ کر وہ یہاں آئی تھی۔ ساری بات سامنے آگئی تھی اور معصومہ سہر وردی بیٹے پر خفا ہونے لگی تھیں اور پھپھو کی حمایت پا کر وہ زور و شور سے اس کی شکایات لگاتی سوں سوں کر رہی تھی۔

"مجھ میں اور ایک عام ورکر میں کوئی فرق نہیں رہا پھپھو، سب کے سامنے مجھے ڈانٹ دیا۔ تھوڑی سی غلطی ہی تو ہوئی تھی بس۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔

"یار تم رونا بند کر دو۔۔۔ آئندہ نہیں ڈانٹوں گا میں تمھیں۔" وہ اس کے رونے پر بالکل ہی دھیما پڑ جاتا تھا اور وہ دونوں ماں بیٹی مسکرا دی تھیں جبکہ ایلیفیہ اب باقاعدہ میدان میں اتر آئی تھی۔ پہلے پھپھو کو ڈھال بنا کر اس کو سنا رہی تھی اور اب تو اس کو بخشنے کے موڈ میں ہی نہ تھی۔

"ماما، جسے یہ ایک معمولی غلطی کہہ رہی ہے آپ فائل اٹھا کر دیکھیں غلطیوں کا ایک انبار ہے تب ہی تو میں ہائپر ہو گیا تھا۔" وہ اس کو پھیلتے دیکھ اس کی طرح جذباتی ہوا تھا وہ جانتا تھا جتنا نرم پڑے گا وہ اتنی ہی پھیلتی جائے گی اور اسے ایلیفیہ کو منانا بھی آتا تھا اور اسے قابو میں کرنا بھی بہ خوبی آتا تھا۔ دونوں ماں بیٹی ان دونوں کو آپس میں الجھتا دیکھ کر تیار ہونے چل دی تھیں۔

"تم نے آئیندہ مجھے ڈانٹا ناں تو میں تمھارا سر اسی وقت پھاڑ دوں گی۔ خوامخواہ میرے باس بنتے رہتے ہو۔" وہ اسے کشن مارتے ہوئے دھمکی لگا رہی تھی۔

"تمھیں میرا سر پھاڑنے کی ضرورت نہیں پڑے گی یو نو، یہ آخری پریزینٹیشن ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے یاد دلایا تھا۔

"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ یہ ہمارے پراجیکٹ کی لاسٹ میٹنگ ہو گی۔" وہ بے خیالی سے بولی تھی۔

"گزرے مہینوں میں کوئی پیش رفت ہوئی۔۔۔" وہ ابرج سہر وردی کو دیکھنے لگی تھی اور مایوسی سے نفی میں گردن ہلا گئی تھی۔

"سید ابان بخاری کی نظر اٹھتی تو ہے۔وہ بے تکلفی سے بات بھی کرتے ہیں مگر کوئی خاص احساس محسوس نہیں ہوتا۔نہ ان کے دل میں خود سے میرے لئے کوئی جذبہ سر اٹھاتا ہے اور نہ ہی میرے جذبے ان پر اثر کرتے ہیں۔" وہ یکدم بہت اداس ہو گئی تھی۔

"پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ۔" وہ اس کی اداسی دل سے محسوس کرتا اسے اداسی کے گھیرے سے نکالنے کو مسکرا کر بولا تھا۔

"میں مایوس نہیں ہوں ابر!لیکن مجھے لگتا ہے سید ابان بخاری کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔" کچھ عرصہ سے اسے یہ وہم ہونے لگا تھا جس کا وہ ابرج سہروردی کو بتاتی اس کو صدمے کے زیرِ اثر لے گئی تھی۔

"فضول بکواس ہی کرنا تم۔۔۔بڑی کہیں کی پامسٹ ہو تم جو تمھیں سب چیزوں کا علم ہو جاتا ہے۔" وہ خود کو کمپوز کرتا اس پر غصہ ہوا تھا اور وہ بے چارگی سے پھیکی سی ہنسی ہنس دی تھی۔

"تم عورت کے محسوسات کو چیلنج نہیں کر سکتے ہو ابر!، کہ لڑکی خود پر اٹھنے والی نظر سیاق و سباق کے ساتھ محسوس کرتی ہے۔اور جو مرد عورت کی نگاہ سے ہو کر دل میں اتر جاتا ہے وہ اس کے دل کا حال اس کے چہرے پر دیکھے بغیر بھی بتا سکتی ہے۔" وہ ایلیفیہ کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں موتی چمک رہے تھے۔

"واٹ ربش!" وہ اسے ڈپٹ گیا تھا اور اس کے آنسو رخساروں تک چھلک آئے تھے۔

"کاش یہ بکواس ہی ہو۔۔اللہ کرے کہ جو میں محسوس کر رہی ہوں وہ غلط ہی ہو۔سید ابان بخاری کسی اور سے محبت نہ کرتے ہوں۔" اس نے روتے ہوئے بولا تھا اور آنسو صاف کئے تھے۔

"تم پاگلوں جیسی باتیں کرنا ترک کر دو۔۔۔اور وہ اگر تم سے محبت نہیں کرتا تم تو کرتی ہو۔" وہ سنگل صوفے سے اٹھ کر اس کے ساتھ آن بیٹھا تھا۔

"اس دن تو تم مجھے سمجھا رہے تھے کہ لڑکیوں کو محبت اور وقار میں ہمیشہ اپنے وقار کو منتخب کرنا چاہیئے۔اور آج کہہ رہے ہو کہ میں جا کر سید ابان بخاری سے اظہارِ محبت کر دوں۔لڑکی ہو کر اپنے منہ سے محبت کا اقرار کر لوں۔" وہ نم پلکوں سے اسے دیکھنے لگی تھی جو اس کے لئے فکر مند ہوتا اضطراب میں مبتلا ہو چکا تھا۔

"محبت کسی جنس کی محتاج نہیں ہوتی اور محبت کا اظہار صرف مرد ہی کرے یہ کس کتاب میں لکھا ہے۔اگر تم اپنی محبت کے حصول کے لئے کوئی کوشش کرو گی تو کیسے غلط ہو سکتا ہے۔اپنے جذبے کسی سے شیئر کرنا۔۔۔اسے بتانا کہ اس سے بے تحاشہ محبت ہے۔اس میں وقار اور انا کو کیسے ضرب لگ سکتی ہے۔" وہ اس کے برابر سے اٹھتا قدرے غصے سے بولا تھا۔وہ اس کے مقابل آن کھڑی ہوئی تھی۔

"محبت سچ میں جنس نہیں دیکھتی۔ اور یہ بھی غلط نہیں ہے کہ عورت محبت کا اظہار کرے۔ لیکن مرد محبت کے اظہار میں پہل کرے یہ ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے۔ اس خواہش میں ہی تو عورت کا مان اور وقار پنہاں ہوتا ہے۔ اور میں اس خواہش کو نہیں مار سکتی۔" وہ اس کے عین سامنے کھڑی آنسو بہا رہی تھی۔

"فضول کتابی باتیں ہیں یہ سب ایلیفیہ! وہ جذبہ جو سید ابان بخاری نے ابھی تک تمہارے لئے محسوس نہیں کیا۔ اس کا اظہار کیسے کرے گا وہ۔۔۔ تم فضول کے مفروضات میں گھر کر اپنی زندگی کو تجربات کی نذر نہ کرو۔۔۔" وہ اس کو ڈپٹ کر ہمیشہ کی طرح اس کو سمجھانے لگا تھا۔

"میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا کہ تم خود کو ڈی گریڈ کرو۔ تمہاری انا اور وقار مجھے بھی عزیز ہے۔ میں تمھیں ایسا مشورہ کبھی نہیں دے سکتا ایلیفیہ جس سے تمہارا وقار مجروح ہو۔" وہ کہتے کہتے رک گیا تھا اور وہ آنکھوں میں آنسو لئے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔

"محبت کھو کر جینا بے حد دشوار ہو جاتا ہے مگر انسان پھر بھی جیسے تیسے جی ہی لیتا ہے لیکن ایک احساسِ تشنگی۔۔۔ ایک کاش انسان کو جیتے جی مار دیتا ہے۔ میں روز مرتا ہوں اس احساسِ تشنگی کے ہاتھوں کہ کاش میں نے درِ مکنون سے اپنی محبت کا اظہار کر دیا ہوتا۔" وہ بول رہا تھا اور وہ پل پل حیران ہو رہی تھی کہ ابرج سہروردی چہرے سے ہی صدیوں کا ویران کھنڈر نظر آنے لگا تھا اور اس کی آنکھوں میں نمی تھی جو ایلیفیہ کو اذیت سے دوچار کر گئی تھی۔

"میرے اظہار پر زیادہ سے زیادہ کیا ہوتا۔۔۔ وہ مجھے ٹھکرا دیتی اور کسی اور کا ہاتھ تھام کر زندگی کے سفر میں آگے بڑھ جاتی لیکن مجھے پچھتاوے تو نہ گھیرتے۔ احساسِ تشنگی تو میرے گرد حصار نہ باندھتا۔ کاش کی گردان میرے حصے کی راہیں کھوٹی نہ کرتی۔" وہ اس کی نگاہوں کو اپنے چہرے پر اداسی سے رقم ہوتے دیکھتا مایوسی سے منہ موڑ گیا تھا کہ یہ جو دکھ اس کی ذات کو لگا تھا وہ اس سے اپنوں کو دور رکھنا چاہتا تھا مگر وہ رکھ نہیں پا رہا تھا ویسے بھی غم بھی تو چھوٹا نہ تھا کہ اسے صبر آجاتا۔۔۔ اس کا صبر بکھر تا تھا اور وہ اپنوں کے سامنے دل کھول کر رکھ دیتا تھا اور اس کی راز دان اس کے ہر ایک جذبے کی امین اس کی ہمراز اور دمساز دو ہی تو ہستیاں تھیں ایک اس کی ماں معصومہ سہروردی، دوسری اس کی دوست ایلیفیہ آغا ماں کے سامنے وہ رو چکا تھا اپنا درد بانٹ کر ہلکا کر چکا تھا۔ دوست کے لئے جو خود کو مضبوط ظاہر کیا تھا تو آج اسی دوست کی خاطر کمزور بھی تو پڑ گیا تھا۔ اسے وقت کی اہمیت سمجھا رہا تھا کہ کچھ کام۔۔۔ کچھ اقرار اگر وقت پر کر لئے جائیں تو زندگی سنور جاتی ہے اور دیر ہو جائے تو زندگی ہی اندھیر ہو جاتی ہے۔ وہ اسے اقرار کی اہمیت سمجھا رہا تھا۔ اور وہ اس کی باتوں سے پہلی دفعہ قائل نہ ہوئی تھی لیکن خاموش ہو گئی تھی کہ اس کی نیت پر شک نہ تھا۔ وہ اس کے بھلے کے خیال سے ہی اسے سمجھا رہا تھا۔ مگر وہ خود کیا کرتی کہ اسے چاہے سید ابان بخاری سے شدید محبت تھی اس کے کھونے کے خیال سے کانپ جاتی

تھی جب کہ پایا تو تھا ہی نہیں ابھی تک مگر کھونے کا خیال پانے کے خوش کن خیال سے زیادہ اثر رکھتا تھا اور جس شخص کو کھونے کے خیال سے وہ کانپتی تھی اس سے اقرار کرنے سے بھی تو ڈرتی تھی۔اس کی نسوانی انا، اس کا وقار اسے ایسا کرنے سے روکتا تھا۔وہ عزت نفس کو گنوا کر محبت حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی۔عزت نفس اور وقار گنوا کر جو محبت حاصل کی جائے وہ اپنی حیثیت اور ساخت ہی بدل لیتی ہے اور بدلی ساخت کی محبت بہت با اثر بھی ہو تو بھی اپنا اثر کھو دیتی ہے کہ محبت طمطراق سے سر اٹھا کر حاصل ہو تب ہی اچھی لگتی ہے کہ محبت بذاتِ خود ایک اعزاز ہے اور اعزاز جھک کر نہیں سر اٹھا کر سینے پر سجائے جاتے ہیں اور وہ بھی اپنی محبت اپنی انا اور وقار کھو کر حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ اپنے نسوانی وقار کے لئے محبت تو کھو سکتی تھی لیکن محبت کے لئے اپنا وقار داؤ پر نہیں لگا سکتی تھی۔ابرج سہروردی اور بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ چپ تھی کہ وہ اب جس دوراہے پر آکھڑی ہوئی تھی وہ نہ قائل ہو سکتی تھی نہ ہی قائل کر سکتی تھی کہ ان دونوں کے حالات کچھ یوں بدلے تھے۔ان کی سوچ میں واضح تبدیلی آگئی تھی۔وہ محبت کھو کر تمام ان اسباب سے ایلیفیہ کو بچا لینا چاہتا تھا جس کے سبب اس نے اپنی محبت کھوئی تھی اور وہ محبت کے حصول کے لئے اپنا وقار داؤ پر لگانے کے لئے کسی طور پر تیار نہ تھی۔وہ اس سے پوچھ رہا تھا کہ اسے اس کی بات سمجھ میں آئی یا نہیں۔۔۔؟ اور وہ سید ابان بخاری سے کب بات کرے گی اور وہ آگے سے کچھ نہیں کہہ پائی تھی۔اپنا نظریہ اس کے سامنے رکھنے کی بجائے وہ بات کرنے کا وعدہ کر گئی تھی۔۔۔جھوٹا وعدہ اور وہ اس کے وعدے پر مطمئن ہو تا اسے اور بھی بہت کچھ سمجھا رہا تھا اور وہ اب ہمیشہ کی طرح ابرج سہروردی کو سن رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"کچھ پیش رفت ہوئی۔۔۔"ارمش چوہدری چھٹی کے بعد دوست کے پاس چلا آیا تھا اور ارباز نے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد فوراً سوال کیا تھا جس پر ارمش چوہدری زیرِ لب مسکرا دیا تھا۔

"جب کوئی لڑکی خوبصورت تو ہو مگر ذہین اور عقلمند نہ ہو تو کوئی پیش رفت نہیں ہوتی بلکہ خود ہی کوئی اقدام اٹھانا پڑتا ہے۔اس لئیے میں ایلیفیہ کی طرف سے پیش رفت کا منتظر نہیں ہوں اور میں کچھ پلان کر رہا ہوں کہ کیسے اس کو حاصل کروں۔"ارباز دوست کو دیکھنے لگا تھا جو زیرِ لب مسکراتا اپنے نچلے ہونٹ پر پُر سوچ انداز میں انگوٹھا پھیر رہا تھا۔

"کیسا اقدام۔۔۔کیسی پلاننگ۔۔۔میں کچھ سمجھا نہیں۔"ارمش دوست کو دیکھتا ہنس دیا تھا۔

"جلدی کیا ہے کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں گا تو تمھیں آگاہ کر دوں گا۔جانتے تو ہو تم سے بات شیئر کئے بنا میرا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔۔۔"ارمش کے انداز میں لاپرواہی تھی۔

"جتنا میں تمھیں جانتا اور سمجھتا ہوں میں محسوس کر رہا ہوں تم کچھ غلط کرنے کا سوچ رہے ہو۔"ارباز ترنت بولا تھا

جس پر ارمش کا قہقہہ فضا میں بلند ہوا تھا۔

"واہ بھئی تمھیں تو اڑتی چڑیا کے پر بھی گننا آگئے۔" وہ ارباز کا مذاق اڑا رہا تھا جس پر ارباز اسے ناگواری سے دیکھنے لگا تھا۔

"ہر وقت کی بھی بکواس اچھی نہیں ہوتی ارمش!" ارباز کے لہجے سے اس کا غصہ صاف عیاں ہوا تھا۔ ارمش کو اس سے اتنے برے ردِ عمل کی امید نہ تھی۔ وہ لمحہ بھر کو چپ ہو کر رہ گیا تھا اور جیسے ہی خود کو کمپوز کیا تھا تو وہ باہر کی طرف بڑھا تھا۔

"جب مذاق کرنے کا حوصلہ رکھتے ہو تو برداشت کی قوت بھی ساتھ رکھا کرو۔" ارباز کی آواز پر اس کے اٹھتے قدم تھم گئے تھے اور وہ پلٹ کر ارباز کو دیکھنے لگا تھا۔

"دوسروں کی توہین کرتے جب تمہیں فرق نہیں پڑتا تو جب دوسرے بھی جواباً ایسا ہی سب کچھ تمھارے ساتھ کریں تو بھی تمھیں فرق نہیں پڑنا چاہئے۔" ارباز بھی آخر اس کا دوست تھا۔ لگی لپٹی کے بغیر بول گیا تھا اور اس کی بولتی بند ہو گئی تھی۔ ارباز کچھ غلط تو نہیں کہہ رہا تھا۔

"تو اب تم مجھ سے بدلے لو گے۔" وہ چبا چبا کر بولا تھا۔

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے میں تو بس تمھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم پلان کر رہے ہو وہ صرف تباہی لے کر آئے گا اور تباہی سے صرف تباہ ہونے والا متاثر نہیں ہوتا بلکہ تباہی کا موجد بھی تباہ ہو جاتا ہے۔۔۔ اس لئے اپنے لئے خسارے نہ چنو۔" وہ ارمش کا بچپن کا ساتھی تھا۔ اس کے ساتھ اس کی اچھائیوں، برائیوں کے ساتھ اتنا وقت گزار چکا تھا کہ وہ اس کی آنکھوں کی جنبش سے بھی اس کے ارادوں کو بھانپ لیتا تھا۔

"تم جانتے ہو ناں ارباز میں نے کبھی بھی کسی بھی کام کا ارادہ کیا تو میں کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹا۔ میں کچھ پا لینے کا سوچ لوں تو میں اسے پا کر ہی رہتا ہوں۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے گہری سنجیدگی سے باور کرواتے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

"چیزوں اور انسانوں میں بہت فرق ہوتا ہے چیزیں بے جان ہوتی ہیں ان میں جذبے سرائیت نہیں کئے ہوتے اور انسان کی اصل جان اس کے جذبے ہی تو ہوتے ہیں۔ اور کسی کے جذبے انسان زبردستی طاقت کے زور پر نہیں بدل سکتا۔ چیزیں چھین کر حاصل کی جاسکتی ہیں لیکن انسان نہیں۔ کیونکہ چھین کر حاصل کئے جانے والے انسان کے احساسات اور جذبات مجروح ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ایک بے جان خالی برتن بن جاتا ہے۔ جتنا زور و جبر سے بجاؤ اتنی ہی پُرزور دھمک جس کی آواز دور تک جاتی ہے مگر بے روح کی آواز جو احساسات اور جذبات سے خالی ہوتی ہے۔" ارباز نے تلخی لوٹانے کی

بجائے دھیمے ناصحانہ انداز میں اپنے تجربات کا نچوڑ اس کے سامنے رکھا تھا کہ اس نے چھوٹی عمر سے جو غم سہے تھے جن تجربات کی بھٹی سے گزر کر وہ آج کندن ہوا تھا۔۔۔ ارمش چوہدری جیسے منہ میں سونے کا نوالہ لے کر پیدا ہونے والے اور اپنی خواہشات کی اندھی دوڑ میں بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑنے والے نہیں سمجھ سکتے تھے۔

"تمھارے کہنے کا کیا مطلب ہے کہ ارمش چوہدری جس لڑکی سے پیار کرتا ہے وہ اسے کسی اور کا ہو جانے دے۔" وہ آنکھوں میں غصے کی لالی لئے ارباز کو گھور رہا تھا۔

"بات صرف محبت کی ہو ناں ارمش تو تم کبھی پلاننگ کی بات نہ کرو کہ محبت سب سے پہلے عاجزی اور جھکنا سکھاتی ہے اور تم محبت کے دعوے دار ہو کر خود جھکنے کی بجائے محبت کو جھکانے کے منصوبے تشکیل دے رہے ہو۔ جبکہ محبت تو وہ جذبہ ہے جس کی جتنا جھک کر پرستش کرو وہ اتنا آپ کے قریب آئے گا۔ جتنی اپنی گردن اونچی کرو گے وہ اتنا آپسے دور ہوتا جائے گا کہ دل سینے میں ہوتا ہے میرے یار اور دل کو دیکھنے کے لئے نظر جھکانی ہی پڑتی ہے۔۔۔ اور یہ عاجزی کا وہ پہلا سبق ہوتا ہے جسے پڑھ کر محب محبت کا سفر شروع کرتا ہے اور تمھاری نظر جھک نہیں رہی اٹھ رہی ہے اور اٹھی ہوئی نظر میں تمھاری ذات کا فخر پنہاں ہے۔ محبت کہیں نہیں ہے صرف ضد ہے۔ "میں" کا غرور ہے۔ تمھیں تمھاری محبت نے عاجزی نہیں سکھائی۔ تمھاری محبت کو ابھی تپسیا کی ضرورت ہے۔" ارباز کو وہ بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتوں پر دل جھک رہا تھا کہ وہ اسے کیسے زندگی کے سبق سے آشنائی دے رہا تھا۔ مگر ارمش نے کبھی "میں" سے ہٹ کر فیصلہ ہی نہیں لیا تھا لمحہ بھر کو اس کا دل پسیجا تھا۔ ارباز کا ہمنوا ہوا تھا مگر دوسرے ہی لمحے وہ اس کیفیت سے نکل آیا تھا۔

"محبت پر لیکچر تو یوں دے رہے ہو جیسے محبت پر پی ایچ ڈی کر رکھی ہو۔۔۔" وہ تلخی سے بولا تھا اور ارباز یکدم ہی ہنس دیا تھا مگر اس کی ہنسی کتنی کھوکھلی کیسے ٹوٹے کانچ جیسی چھنک اپنے اندر رکھے ہوئے تھی ارمش حیرانگی سے ارباز کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں نمی کی ہلکی سی لکیر بنی ہوئی تھی۔

مجھے سے بھی پہلا جرم یہی ہوا
میں نے جب لکھنا سیکھا
پہلا لفظ "محبت" لکھا

ارباز بہت کچھ کہنا چاہتا تھا ارمش کے طنز کے جواب میں مگر اس نے کچھ کہنا فضول سمجھتے ہوئے شاعری کا سہارہ لیا اور ارمش کا منہ کھل گیا تھا کہ ارباز نے کسی سے محبت کی ہے یہ بات اس کے لئے حیران کن تھی۔ ارباز نے کبھی اس سے اپنے اس راز کو شیئر ہی نہیں کیا تھا اور وہ اپنی الجھن بھول کر، اپنے مسئلے کو سائیڈ پر رکھ کر ارباز کے سر ہو گیا تھا کہ وہ

بتائیے سارا قصہ کیا ہے۔

"پھر کبھی سہی ارمش۔۔۔" اس نے صاف ٹالا تھا اور اس کی یہ حرکت ارمش پر گراں گزری تھی۔

"دوسروں کو نصیحت کرنے والے اپنے وقت پر خود اپنی کہی بات ہی بھول جاتے ہیں۔" اس نے گہرا طنز کیا تھا اور اریاز خود کو کمپوز کرتا ہنس دیا تھا۔

"تمھیں بتانے سے انکار نہیں کیا لیکن تم فضول میں اپنی انرجی ضائع نہ کرو۔" اریاز صاف پہلو بچانے کی کوشش میں تھا۔

"مجھے بتانا ہوتا تو تم پہلے ہی بتا چکے ہوتے جیسے میں نے سب سے پہلے تم سے اپنے دل کی بات شیئر کی تھی۔" وہ اریاز کو کسی طور پر معاف کرنے کو تیار نہ تھا۔

"محبت کب ہوئی۔۔۔ کب بچھڑ گئی۔۔۔ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں غمِ روزگار میں الجھا غمِ جاناں کو کبھی محسوس ہی نہیں کر پایا۔ میرے دن میری مشقت کی داستانیں ہیں اور میری راتیں میرے ہجر کی گواہ۔ تم سے کہتا تو کیا۔ میرے پاس میرے اپنے لئے کبھی وقت نہیں نکلا۔ تم سے کونسے وقت میں داستانِ دل کہتا۔" وہ آزردگی سے کہتا ارمش کو باہر چلنے کا اشارہ کر گیا تھا۔ وہ دونوں چلتے چلتے مین روڈ پر آ گئے تھے۔ ارمش کی گاڑی وہیں اس کے گیراج میں کھڑی تھی وہ آفس کے بعد سیدھا اریاز کے پاس اس لئے چلا آیا تھا کہ کچھ اس سے باتیں بھی ہو جائیں گی اور گاڑی کچھ دنوں سے جو مسئلہ کر رہی تھی وہ بھی ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ دونوں سڑک عبور کرتے کافی شاپ میں داخل ہو گئے تھے۔ ارمش نے کافی آرڈر کی تھی۔ وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور کافی تھکا دینے والی خاموشی کے بعد اریاز نے بولنا شروع کیا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے اسے الف سے ے تک کی کہانی سنا گیا تھا۔ اریاز کی آنکھوں کے سامنے وہ شام روشن تھی جب اس نے آج سے پانچ سال پہلے پہلی بار اس مہ جبین کو دیکھا تھا جو سیاہ پینٹ سرخ ٹاپ اور ملٹی رنگ کا اسکارف گلے میں لٹکائے۔۔۔ بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے۔۔ سر پر سیاہ رنگ کے گاگلز اٹکائے اپنی شہابی رنگت والے حسین چہرے اور دراز قد والے سراپے کے ساتھ اس کے سامنے تھی۔ وہ اپنی گاڑی کا مسئلہ بیان کر رہی تھی اور اس کا دل اس کی حسین زلفوں کا اسیر ہونے لگا تھا۔ وہ اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا جس پر اس مہ جبین کے چہرے پر ناگواری سی ابھری تھی اور اریاز سنبھل گیا تھا۔ خود کو کمپوز کرتا اس کی گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔ دس منٹ میں اس کی گاڑی کا مسئلہ دور کرتا اس کی طرف آیا تھا جو گیراج کی لیفٹ سائیڈ پر کھڑی اپنے قیمتی موبائل کو کان سے لگائے کسی سے بات کر رہی تھی اسے دیکھ کر رابطہ منقطع کر گئی تھی۔ اریاز کی نگاہ بھٹک رہی تھی اور وہ اس کو اس کی اجرت دیتی ہائی ہیل کی ٹھک ٹھک کرتی جس شان سے آئی تھی اسی سے واپس چلی گئی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ کئی بار اپنی گاڑی کی سروس کے لئے اس کے گیراج پر آئی تھی۔ اور اس کی

آنکھیں مسکرا اٹھتی تھیں کہ وہ لڑکی جس کے نام تک سے وہ واقف نہ تھا محبت کرنے لگا تھا۔ جس کی خلوت اس انجان لڑکی کی یادوں سے آباد ہو گئی تھی۔ مگر اس نے کبھی حالِ دل بیان نہیں کیا کہ وہ کر ہی نہیں سکتا تھا کہ اسے اپنا اور اس مہ جبین کی حیثیت کا فرق صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اظہار کر کے خود کو گرانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جب آتی تھی وہ اپنا ہر کام چھوڑ کر اس کی طرف لپکتا تھا۔ اس کی گاڑی کی سروس ہمیشہ خود کرتا تھا۔ اور اس نے کبھی کوئی اشارہ نہیں دیا تھا۔ اور اگر وہ کوئی اشارہ دیتی تو شاید وہ اسٹیٹس کا فرق بھلا بیٹھتا محبت کا اقرار کرلیتا۔۔۔ مگر وہ ہمیشہ کسی شہزادی کی طرح آتی اور اپنا کام کروا کر چلی جاتی اور ارباز کے لئے تو یہی بہت تھا کہ محب کا دیدار ہو جاتا تھا۔ کوئی سال بھر تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور وہ اس کی آمد کا منتظر رہا کرتا تھا۔ اس کے آنے کا عادی ہو چلا تھا۔ سب کچھ بکھر گیا تھا۔ انتظار طویل تر ہو گیا تھا۔ تقریباً چار سال گزر گئے تھے اور وہ مہ جبین پلٹ کر نہیں آئی تھی۔ اور وہ ہر چہرے کو یوں دیکھتا جیسے کسی کی تلاش ہو۔ ہر گاڑی کا نمبر غور سے دیکھتا مگر جانے والے نے آنا ہی ہوتا تو جانے سے پہلے کوئی اشارہ دے کر جاتا۔۔۔ کوئی اتا پتہ ہی چھوڑ جاتا۔ ارباز تمام داستان سنا کر خاموش ہو چکا تھا اور ارمش جس نے ہر ایک بات غور سے سنی تھی اس کی خاموشی کے بعد بول اٹھا تھا۔۔۔ اسے ارباز کے اقدام سے اختلاف تھا۔۔۔ اس کا کہنا تھا اسے محبت تھی تو وہ اس سے کہہ دیتا ارمش اپنی سوچ بیان کر رہا تھا اور ارباز آگے سے کچھ نہیں بولا تھا۔ ان دونوں میں بلا شبہ گہری دوستی تھی لیکن ان دونوں کی سوچ میں گہرا تصادم تھا۔

"میں تمھاری جگہ ہوتا تو ایسا بالکل نہ کرتا۔۔۔ اس لڑکی سے اظہارِ محبت کرتا، اسے اپنا لیتا۔"

"اظہارِ محبت کرنا جتنا آسان ہوتا ہے اپنی محبت کسی کے دل میں جگانا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔۔۔ اگر اسے بھی مجھ سے محبت ہوتی تو وہ مجھے کوئی اشارہ ضرور دیتی۔ اسے محبت نہیں تھی اس لئے وہ چپکے سے راہ بدل گئی، میں ایسے میں اظہار بھی کر دیتا تو اس نے راہ بدل ہی جانا تھا۔ اظہار کرنا میرے اختیار میں تھا۔ اس کے دل میں محبت جگانا میرے اختیار سے باہر۔۔۔" وہ ارمش کی بات کے جواب میں خاموشی توڑتا گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"اسی لئے میں تمھیں سمجھا رہا ہوں کہ تم ایلیفیہ کا پیچھا چھوڑ دو۔ تم زبردستی اس کے دل میں اپنی محبت کا دیا روشن نہیں کر سکتے۔ تم صرف محبت کرنے میں با اختیار ہو تو بس محبت کرو۔۔۔ اور محبت لین دین کا نام نہیں۔۔۔ محبت صرف دینے اور لٹانے کا نام ہے۔ تم اس کو محبت دو۔۔۔ بے غرض محبت اور تمھاری محبت میں سچائی، تڑپ اور شدت ہو گی تو وہ ایک دن خود چل کر تمھارے پاس آئے گی۔" ارباز کا اپنا ہی دھیما انداز تھا ارمش کے منہ پر ناگواری پھیل گئی تھی۔

"تمھاری یکطرفہ محبت سے تو چل کر تم تک آئی نہیں اور تم مجھے مشورے دے رہے ہو۔۔۔" وہ خالی مگ کو سائیڈ پہ کرتا پھر کافی آرڈر کرتے ہوئے بولا تھا جس پر ارباز نے بے ساختہ شعر پڑھا تھا۔

"ہوتی ہے بڑی ظالم یکطرفہ محبت بھی

وہ یاد تو آتے ہیں، پر یاد نہیں کرتے"

اس کے شعر پڑھنے پر ارمش نے ہنکارا بھرا تھا

"لڑکیوں کی طرح آہیں نہ بھرو ارباز کے مرد کی غیرت کو یہ گوارا نہیں ہوتا جو اس کے دل کی رانی ہو وہ کسی اور کے گھر کی مالکن بن جائے۔" ارمش کو دوست پر آج اتنا غصہ آرہا تھا کہ جتنا پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اس کے انداز میں ارباز کے لئے حقارت تھی جسے محسوس کرنے کے بعد بھی ارباز کا اپنا ہی دھیما انداز تھا جس میں ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا۔

"محبت جب ہوتی ہے تو جنس کی تمیز کے بغیر ہوتی ہے۔ تمھارا محبت کے بارے میں اپنا نظریہ ہے جسے میں چاہوں بھی تو نہیں بدل سکتا اسی طرح تم میرے نظریئے کو نہیں بدل سکتے۔ محبت میرے لئے غیرت کا نام نہیں ہے۔ محبت میرے لئے بس ایک احساس ہے۔ جو عاجزی سے لٹانے پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اور میں خود تو ختم ہو سکتا ہوں لٹانے سے باز نہیں آسکتا کہ میرے لئے میری محبت کی موت ہی میری موت ہے۔۔۔ اور تم جس راہ کا انتخاب کرنے کے چکروں میں ہو ناں ارمش تو وہ صرف موت ہے۔۔۔ محبت کی موت کہ محبت تب تک زندہ رہتی ہے جب تک اس کا سر اٹھا رہتا ہے اور تم ضد اور انا کا مسئلہ بنا کر محبت کی موت کا سامان کرنے جا رہے ہو۔" وہ لحظہ بھر کو رکا تھا۔۔۔ ارمش لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"یکطرفہ محبت بہت ظالم ہوتی ہے لیکن اس کو دو طرفہ کرنے کے لئے تن، من کی بازی لگانی پڑتی ہے۔ ضد اور انا سے زبردستی کسی کے دل میں محبت نہیں ڈالی جاتی۔ آپ کسی کے منہ سے نوالہ تو چھین سکتے ہیں پر اس کی قسمت میں درج محبت نہیں چھین سکتے اور ایلیفیہ کی محبت تم نہیں ہو۔" وہ ارمش کو مٹھیاں بھینچتا دیکھ کہتے کہتے رکا تھا اور اس کے ردِ عمل کی پرواہ کئے بغیر اپنی بات مکمل کر گیا تھا۔

"اور تم کبھی بھی کسی طرح سے اس کے دل میں اپنی محبت نہیں جگا سکو گے جب تک تم خود کو اپنی "میں" کو نہیں مارو گے۔ محبت کو محبت کا احساس سونپ دو وہ تمھاری ہو جائے گی چاہے وصل کی بانہوں میں پلے یا ہجر کے کانٹوں میں کروٹیں بدلے۔ محبت کا احساس زندہ رہتا ہے۔ قریب ہو کر دور اور دور ہو کر قریب ہونے کا احساس ہی تو محبت ہے۔ محبت صرف وصل کا نام نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں آج سسی پنوں، ہیر رانجھا، لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد زندہ نہ ہوتے۔ کہ محبت وصل کی خواہش سے پرے کی چیز ہے۔ اور تم محبت کو حصول کا ذریعہ سمجھتے ہو۔ پانے سے زیادہ حاصل پر یقین۔۔۔ یہ محبت نہیں ہے ارمش! بس ایک وقتی ایٹریکشن ہے جو احساسِ زیاں میں لپیٹ لے گا۔ اس لئے محبت کو محسوس کرو۔ وصل کی خواہش بھول جاؤ۔" وہ اٹھا تھا اور کیفے سے باہر نکل گیا تھا۔ ارمش جہاں کا تہاں بیٹھا رہ گیا تھا۔ ارباز کی ہر بات اس کے

ذہن اور دل کو جھنجھوڑ گئی تھی اور وہ ان کے سحر میں گرفتار بیٹھا تھا۔ یہ جانے بغیر یہ اثر دیرپا ثابت ہو گا بھی یا نہیں۔۔۔وہ ارباز کی اچھی سوچ کو اپنائے گا بھی یا نہیں یا وہ اپنی "میں" میں الجھا محبت کو اپنی اصلی خوبصورتی کے ساتھ محسوس ہی نہیں کر پائے گا۔ ان باتوں کا فیصلہ تو اپنے وقت پر ہی ہونا تھا۔ وہ اٹھا تھا اور ارباز کے پیچھے چل پڑا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"جب میں نے ایک بار کہا کہ مجھے آپ سے بات نہیں کرنی تو آپ کیوں مجھے کال اور ٹیکسٹ کئے جا رہے ہیں۔" دو دن کی تکلیف دہ خاموشی کے بعد بالآخر سید ابان بخاری اسے کال کر گیا تھا اور وہ جو دو دن تکلیف دہ خاموشی سے مضطرب رہی تھی۔ وہ ٹوٹی تھی۔ تو وہ اسے اہمیت دینے کو تیار نہ تھی۔ اس نے کال ریسیو ہی نہیں کی تھی۔ سید ابان بخاری کو اس سے اسی حماقت کی امید تھی اس لئے میسج اور متواتر کال کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور وہ جس سے حسب توقع چڑ کر اس کی کال ریسیو کر کے غصہ سے بولی تھی۔

"سلام نہ دعا، بس شکوے شروع ہو گئے۔" وہ مزے سے بولا تھا کہ آج سنڈے تھا اور دس بجے اٹھ کر وہ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا تھا، گھڑی ساڑھے گیارہ بجا رہی تھی اسے معلوم تھا کہ بات کچھ نہ ہو گی مگر عابیہ حسب عادت اسے کافی بڑا بنائے گی اور اس سب کو برداشت کرنے کے لئے اور اسے جواب دینے کے لئے فرصت درکار تھی اس لئے اس نے آج بڑی فرصت سے اسے کال کی تھی۔

"میں کوئی شکوے نہیں کر رہی۔ جب میں نے بات ہی نہیں کرنی تو شکوے کیوں کروں گی۔" وہ ترنت سے بولی تھی اور سید ابان بخاری سے ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہونے لگا تھا کہ وہ شکوہ کرتی جا رہی تھی۔ اس کے لہجہ سے ہی ناراضگی عیاں تھی اور وہ صاف مکر گئی تھی۔

"اس کے سب جھوٹ بھی معتبر ہیں محسن
بس شرط یہ ہے کہ وہ بولے تو سہی"

زیر لب مسکراتے ہوئے اس نے شعر پڑھا تھا اور وہ خجل سی ہو گئی تھی اور خجالت مٹانے کو اس پر بگڑی تھی۔

"میں کوئی جھوٹ نہیں بولتی ہوں۔"

"ہاں، اس وقت مگر بول رہی ہو۔ بات نہیں کرتی بول کر ہزار شکوے، روٹھا روٹھا انداز سب کسی کے قتل کی سازش کا ساماں لگ رہا ہے۔" (جھوٹ کی طرف اشارہ کرتا) وہ دلکشی سے اپنے سحر انگیز لہجہ میں بولتا عابیہ کی ہر بار کی طرح اس وقت بھی بولتی بند

کر گیا تھا۔

"آپ نے بس یہ فضول گوئی کے لئے کال کی ہے۔" سید ابان بخاری آگے بھی کچھ بولنے لگا تھا کہ وہ تپ کر پوچھ گئی تھی۔ اس لئے بڑی مشکل سے قہقہہ ضبط کرتے ہوئے شوخی سے بول پڑا تھا۔

"نہیں صرف فضول گوئی کے لئے نہیں۔۔۔ کچھ وعدے کرنے کو۔۔۔ انہیں نبھانے کے عہد کو۔۔۔ کچھ رومانوی باتوں کو۔۔۔ کچھ روٹھی محبوبہ کو منانے کو۔۔۔ مستقبل کے سپنے سجانے کو اور اپنی بیبہ سے بات کرنے کو کال کی ہے۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا تھا اور اس کے انداز کی شوخی جہاں عابیہ کے دل میں اتری تھی وہیں اس کے لفظوں کا سحر اس کے دل کی دنیا زیر و زبر کر گیا تھا۔ اس کے چہرے کی سانولی رنگت دہک اٹھی تھی۔

"مجھ سے بات کرتے وہ خاموش ہو جانا تیرا

ہائے ظالم دل کو بہکانے کا ہے ہر انداز نرالا تیرا"

سید ابان بخاری نے اس کی خاموشی کے اسرار سے واقف ہوتے ہوئے اپنے دلکش انداز میں شعر پڑھا تھا۔ موبائل عابیہ کے ہاتھ میں کانپ اٹھا تھا۔ وہ لڑکی خاموش کھڑی صرف اپنی دھڑکنوں کا ساز سن رہی تھی جو گزشتہ دو روز سے اس سے لڑنے کے اس سے وعدہ خلافی کرنے پر ناراض ہونے کے ہزار طریقے سوچ چکی تھی۔

"بیبہ، آئی ایم سوری کہ میں نے تم سے وعدہ کر لینے کے باوجود بھی ماما جان کو پرپوزل لے کر بھیجا۔" وہ جانتا تھا کہ عابیہ کی طرف سے اب بالکل خاموشی رہے گی اور وہ اس کی خاموشی کو محسوس کرتا اس کے شکووں سے واقف اس کے ہر شکوے کا از خود بڑی خوبصورتی سے جواب دیتا چلا گیا تھا۔

"میں ایسا نہ کرتا لیکن مجھے لگا کہ دوریاں شکووں کو بڑھا دیں گی۔ فاصلے دلوں میں فاصلے لائیں اس سے قبل میں نے سوچا فاصلے مٹا دیئے جائیں کہ میں تمہاری سوچ، تمہاری فکر کے ہر رنگ کو محسوس کر گیا ہوں۔" وہ اب آخری بات کا حوالہ دے کر کہہ رہا تھا کہ اسے لگا تھا کہ وہ اس سے شادی سے فی الحال ٹال مٹول سے کام صرف اس لئے لے رہی تھی تا کہ اس کی ثابت قدمی کو جان سکے اور وہ اس کے بن کہے بھی جان لینے پر کچھ خفیف ہو گئی تھی۔

"مجھے اگر یہ محسوس نہ ہوتا کہ تم صرف اپنے وہمات کی وجہ سے اس سب سے مجھے روک رہی ہو تو میں پرپوزل نہ بھیجتا عابیہ۔۔۔ بس تم یہ یاد رکھنا کہ میں بہت دل سے، دل کی خوشی سے تمہیں اپنانے جا رہا ہوں اور دماغ کے فیصلے تو انسان کو بعض اوقات پچھتاوے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن دل کے فیصلے کبھی بھی انسان کو پچھتاوے پر مجبور نہیں کرتے کہ دل کا فیصلہ خالص اور بے لوث ہوتا ہے۔" سید ابان بخاری محبت سے بول رہا تھا اور عابیہ کے رہے سہے شکوے، اس کی

ناراضگی بھی دم توڑتی چلی گئی تھی۔

"کیا تم ہماری شادی کے ذکر پر شرما رہی ہو۔" وہ اس کی مدھم سی ہنسی کی آواز سن کر مطمئن سا شرارت کر گیا تھا کہ اس کی ہنسی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ اس سے ناراض نہیں ہے۔ دل میں کوئی شکوہ نہیں رہا جبکہ وہ سید ابان بخاری کی شرارت پر سرخ پڑ گئی تھی۔ اس سے کیا بولتی کہ ہاں وہ سچ میں شرما رہی ہے اس نے چپکے سے فون بند کر دیا تھا اور سید ابان بخاری جو اس کی طرف سے سخت رد عمل کی توقع رکھے ہوئے تھا معاملہ اتنی خوش اسلوبی سے نمٹ جانے پر مسکرا دیا تھا۔

"ویسے یہ لڑکیاں جتنی طرم خان بنتی ہیں اتنی ہی باؤلی ہوتی ہیں۔ انہیں قابو کرنا دنیا کا سب سے آسان کام ہے۔" وہ سوچتے ہوئے اُٹھا تھا اور اپنی سوچ پر خود مسکراتا تصور میں عابیہ کا من موہنا حیا سے سرخ پڑتا چہرے لئے دھیمے سے گنگناتا اپنے لئے کپڑے نکالنے لگا تھا کہ در شہوار نے ناشتہ کی ٹیبل پر اس سے کہا تھا کہ وہ آج در مکنون کو ساتھ لے جا کر اس کی شادی کے لئے کچھ شاپنگ کر لے۔

اسے اتنی جلدی پر اعتراض ہوا تھا مگر وہ دھیمے سے یہ کہہ کر "شادی کے سو بکھیڑے ہوتے ہیں دھیرے دھیرے بھی نمٹائے جائیں تو ختم ہونے کو نہیں آتے۔ شادی میں وقت ہے مگر تیاری شروع کرنے میں حرج نہیں ہے۔" بیٹے کے ہر اعتراض کو ہی ختم کر گئی تھیں کہ اسے بھی ماں کی بات درست ہی لگی تھی۔ در مکنون نے صاف پہلو بچانا چاہا تھا مگر در شہوار نے اسے ساتھ جانے کا کہہ دیا تھا اور وہ تیار ہوتا عابیہ کے لئے بھی خریداری کرنے کا سوچنے لگا تھا اور اپنی سوچ پر مسکرا دیا تھا اور اس کے لب گنگنا رہے تھے جو اس کے خوش ہونے کا ثبوت تھا۔

دہلیز پر میرے دل کی
جو رکھے ہیں تو نے قدم
تیرے نام پر میری زندگی
لکھ دی میرے ہمدم

☆---☆---☆

"ماما، بھی میں نے شادی کے بارے میں سوچا نہیں۔" مسکان ماں کے منہ سے اپنی شادی کی بات سن کر متحیر رہ گئی تھی اور جب معصومہ سہروردی نے اسے پرپوزلز کی تفصیل بتاتے ہوئے اس کی رائے پوچھی تھی تب وہ خود کو کمپوز کرتی دھیمے سے بولی تھی۔

"نہیں سوچا تو اب سوچ لو کہ میں تین ماہ کے اندر اندر تمہاری ہی نہیں ابرج کی بھی شادی کر دینا چاہتی ہوں۔" وہ

گہری سنجیدگی سے بولی تھیں۔"

"آپ بھیا کی شادی کر دیں۔" وہ ترنت سے بول تو گئی تھی مگر ماں کے گھورنے پر لب کچلنے لگی تھی۔

"میں تم سے مشورہ نہیں مانگ رہی ہوں، صرف اپنے فیصلہ سے آگاہ کر رہی ہوں۔ عائشہ کی شادی بھی ٹوٹلی میری مرضی سے ہوئی جہاں میں نے مناسب سمجھا شادی کر دی اور تمہارے لئے بھی میں فیصلہ لے چکی ہوں۔۔۔ اور ہو گا وہی جو میں نے سوچا ہے۔" وہ بیٹی کو بہت کچھ باور کرواتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"اس لفافہ میں کچھ تصاویر ہیں اگر تم دیکھنا چاہو اور پسند بتانا چاہو تو بتا سکتی ہو۔" وہ لفافہ جو ساتھ لائی تھیں۔ وہ بیڈ پر ڈالتے ہوئے بولی تھیں اور بیٹی کے کمرے سے نکل گئی تھیں۔

"ماما، میں جانتی تھی کہ آپ اپنی مرضی سے ہی میری شادی کا فیصلہ کریں گی۔ کاش! آپ مجھے میری زندگی کا جیون ساتھی خود منتخب کرنے کا حق، پورے حق کے ساتھ سونپ دیتیں تو آج میرے دل میں اندھیرے نہ در آتے۔" وہ بے بسی سے سوچ رہی تھی اس کے آنسو رخساروں پر تیزی سے لڑھکتے جا رہے تھے۔ وہ ایک اجنبی یکسر انجان شخص کو سوچ رہی تھی جس کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔۔۔ مگر ایک انجان لمحہ میں اس اجنبی کو دل دے بیٹھی تھی جو حیثیت میں اس کے ہم پلّہ نہ تھا۔ وہ اس شخص کی چاہ میں اس حد تک بہت بار گئی تھی مگر وہ چپ تھا۔ اس کی آنکھوں میں محبت کے فسانے تو تھے مگر لب پر اقرار کا کبھی کوئی پھول نہیں کھلا تھا۔ اس نے اقرار کی چاہ میں کئی بار اس تک سفر کیا تھا مگر ہر بار ناکامی و مایوسی اس کے گرد آن لپٹی تھی اور وہ اقرار سننے کی چاہ کو دل میں لئے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے ملک سے باہر چلی گئی تھی۔ اسے لگا تھا کہ وہ اس اجنبی کو بھول جائے گی مگر ایسا نہ ہو سکا تھا پورے چار سال بعد جب اس نے اپنے ملک کی سرزمین پر قدم رکھا تھا تو دل نے بھی ایک عجیب خواہش کر ڈالی تھی۔ اس اجنبی کو دیکھنے کی خواہش۔ اس سے ملنے کی خواہش۔۔۔ مگر اس نے خواہش کو دل میں ہی دبا لیا تھا کہ وہ صاف محسوس کر رہی تھی کہ اس کی ماما اس کی جلد از جلد شادی کر دینا چاہتی ہیں۔۔۔ اور آج انہوں نے کھل کر اس سے بات کی تھی تو اس کا دل کیا تھا کہ وہ اپنی ماں سے کہہ دے کہ وہ اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہے مگر وہ کہہ نہیں سکی تھی کہ جانتی تھی کہ اس کی ماما کبھی راضی نہیں ہوں گی کہ وہ حد درجہ اسٹیٹس کانشیئس تھیں۔۔۔ اور وہ کیسے ماں سے کہتی کہ اسے ایک موٹر مکینک سے محبت ہو گئی ہے۔ اس کے آنسو روانی سے گر رہے تھے۔

"وہ جانے اب کہاں ہو گا۔ میں اسے یاد بھی ہوں گی کہ نہیں۔" اس نے اپنے آنسو رگڑتے ہوئے سوچا تھا۔

"کیا پتہ اب تک اس کی شادی ہو گئی ہو۔" ایسی سوچ ابھری تھی کہ وہ کانپ اٹھی تھی۔ ذہن و دل نفی پر نفی کئے جا رہے تھے۔

"مجھے ایک بار تو ضرور وہاں جانا چاہئے، مجھے دیکھنا چاہئے کہ وہ کہاں ہے۔۔۔ کیسا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جو جذبے محسوس کئے تھے۔۔۔ وہ اب بھی زندہ ہیں۔ یا وہ اپنی دنیا بسا چکا ہے۔" دل نے اسے نئی راہ دکھائی تھی۔ جس کی دماغ نے فوراً تردید کر ڈالی تھی۔

"جس بات پر وقت نے دھول ڈال دی ہے اس خاک کو اڑانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔" اس کے دل کے فیصلے کی دماغ نے فوراً تردید کی تھی۔

"میں جس شخص کو گزشتہ برسوں میں ایک لمحہ کو بھول نہیں پائی۔۔۔ زندگی کے سفر میں آگے بڑھ جاؤں گی تو بھی وہ شخص فراموش نہیں ہو سکے گا۔۔۔ اور یہ اس شخص کے ساتھ زیادتی ہو گی جو میرا شریک سفر بنے گا اس لئے مجھے ایک کوشش تو کرنی چاہئے۔" وہ دل کے فیصلے پر خود کو جھکتا محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے ایک بار تو وہاں جانا چاہئے۔ کیا پتا وہ بھی میرا منتظر ہو۔" اس کے دل نے اسے نئی راہ دکھائی تھی اور وہ آنسو پونچھتی الماری کی طرف بڑھی تھی۔ تیار ہو کر وہ آج کئی برسوں بعد ان راستوں کا سفر کر رہی تھی جس پر اس کا دل اس سے بچھڑ گیا تھا۔ دل کی ایک ایک دھڑکن دعا گو تھی کہ وہ شخص آج بھی وہیں موجود ہو، وہ بھی اس کا منتظر ہو۔۔۔ وہ تمام حقیقتوں کو بھلائے۔۔۔ ماں کے فیصلہ کو فراموش کئے دعا کرتی جانے پہچانے راستے پر گاڑی دوڑا رہی تھی۔ یہ جانے بغیر کہ یہ راستے پیار کے نہیں دشواریوں کے ہیں۔۔۔!!!

☆۔۔۔☆۔۔۔☆

در مکنون بے حد خوش تھی اور بے حد خوشی خوشی وہ اپنے بھائی کی منگنی کی تیاریاں کر رہی تھی۔ سید ابان بخاری اور عابیہ نعمانی کی شادی کسی بھی مشکل کے بغیر بڑی سہولت سے طے پا گئی تھی۔ ستمبر کا اوائل تھا اور دو ماہ بعد کی شادی کی تاریخ دی گئی تھی اور سید ابان بخاری کی خواہش تھی کہ عابیہ کے ہاتھ میں اس کے نام کی انگوٹھی سج جائے اسی لئے چھوٹی سی تقریب تین دن بعد منعقد کی جا رہی تھی جس میں چند عزیز و اقارب ہی مدعو تھے۔ وہ بہت خوش تھا اس لیے در مکنون و در شہوار بھی بہت خوش تھیں۔ انہوں نے اپنی بہو کے لیے منگنی کا جوڑا خود پسند کیا تھا وہ بیٹے کی خوشی کو یادگار بنا دینا چاہتی تھیں۔ عابیہ کے لیے ہر شے اس قدر شاندار تھی کہ اسے خود اپنے مقدر پر رشک آنے لگا تھا۔ زبیدہ نعمانی رب کا شکر ادا کر تیں بار بار نظر بد سے بچاؤ کی دعائیں پڑھ پڑھ کر بیٹی پر پھونک رہی تھیں۔ تین دن پلک جھپکتے گزر گئے تھے۔ عابیہ نعمانی کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی سید ابان بخاری کے نام کی انگوٹھی سے جگمگانے لگی تھی، ہیرے کی بیش قیمت انگوٹھی سید ابان بخاری نے خود پہنائی تھی۔ اس کی آنکھوں میں محبت کا دیا روشن تھا جس میں اپنا جھلملاتا عکس دیکھ دیکھ کر عابیہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے تھے۔ جنہیں سید ابان بخاری نے بڑی عقیدت کے ساتھ اپنی چوڑی ہتھیلی میں جذب کر لیا

تھا۔

"ابان، مجھے آپ کی محبت کی شدت خوف میں مبتلا کر رہی ہے۔" تقریب شاندار رہی تھی۔ رات گئے وہ سونے کی تیاری میں تھی لیکن خوشی کی رات یوں جیون میں آئی تھی کہ نیند ہی اڑ گئی تھی اور یہی حال سید ابان بخاری کا بھی تھا۔ مارے خوشی کے نیند نہیں آئی تھی اور وہ عابیہ کو کال ملا گیا تھا۔ کافی دیر بات ہوئی تھی اور وہ اس کے ہر لفظ میں، اس کے لہجہ کی گھمبیر تا میں اپنے لیے بے پناہ چاہت محسوس کرتی بھیگے ہوئے لہجہ میں کہہ گئی تھی اور وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔

"عورت جب محبت کے کھونے سے خوفزدہ ہونے لگے تو اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ محبت کو ہی اپنا سب کچھ مان گئی ہے۔" وہ دلکشی سے بولا تھا اور وہ اس کے فلسفیانہ انداز پر دھیمے سے ہنس دی تھی۔

"آپ کو بڑا پتہ ہے عورتوں کی نفسیات کا۔" سید ابان بخاری کا لہجہ ذو معنی آنچ دیتا ہوا تھا، عابیہ کے رخسار لالی چھلکانے لگے تھے۔ زندگی کے ایک حسین باب کا خوبصورت ترین آغاز ہو گیا تھا۔

وہم و گماں سے دور دور
یقین کی حد کے پاس پاس
دل کو بھرم یہ ہو گیا
ان کو ہم سے پیار ہے

سید ابان بخاری کے بلند ہوتے قہقہے، عابیہ نعمانی کی شرمگیں مسکان، سید ابان بخاری کے ذو معنی فقرے، عابیہ نعمانی کی بھیگتے جملے، زندگی بھی تھی، محبت کا احساس بھی، ساتھی بھی تھا اور ساتھ ہونے کا احساس بھی۔۔۔ سید ابان بخاری نے دلکشی سے محبت بھرا جملہ گھمبیر لہجہ میں ادا کیا تھا۔ اس کی پلکیں عارضوں کو سجدہ کرنے لگی تھیں۔ وہ حیاء سے مسکرا دی تھی اور وہ اس سے فاصلے پر ہونے کے باوجود اس کو نہ دیکھنے کے باوجود اس کے شرم و حیا اور پُر حجاب مسکان کو محسوس کرتا اس کے ساتھ ساتھ ہنس دیا تھا اور عابیہ کو یوں لگا جیسے اس کے کانوں میں کسی نے یوں امرت گھولا تھا کہ زندگی گنگنا اٹھی تھی۔

دیکھا ایک خواب تو یہ سلسلے ہوئے
دور تک نگاہوں میں ہیں گل کھلے ہوئے
یہ گلہ ہے آپ کی نگاہوں سے

پھول بھی ہوں درمیان تو فاصلے ہوئے

میرا دل ہے تیری پناہوں میں

آ چھپالوں میں تجھے بانہوں میں

تیری تصویر ہے نگاہوں میں

دور تک روشنی ہے راہوں میں

کل اگر نہ روشنی کے قافلے ہوئے

پیار کے ہزار دیپ ہیں جلے ہوئے

☆---☆---☆

"عبرود۔" وہ اپنے نام کی پکار پر تھم کر پلٹی تھی۔ سامنے ہی اس کا پرانا کلاس فیلو احمر رضوی کھڑا تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ مسکرا دی تھی۔

"تمہیں کتنے عرصہ بعد دیکھ رہی ہوں۔ کہاں چلے گئے تھے تم۔" وہ اس کی آفر پر کافی شاپ کی طرف بڑھتے ہوئے بے تکلفی سے بولی تھی۔

"میں تو یہیں پاکستان میں تھا۔ چلیں تو تم گئی تھیں۔" وہ اس کے عین سامنے بیٹھتے ہوئے بولا تھا اور وہ ہنس دی تھی۔

"ہاں۔ میں ہائیر اسٹیڈیز کے لیے باہر چلی گئی تھی۔ چند ماہ قبل ہی واپسی ہوئی ہے۔" وہ احمر کی نگاہیں خود پر محسوس کرتی اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی وہ گڑبڑا گیا تھا۔

"آج کل کیا مصروفیات ہیں۔" وہ آرڈر کرتے ہوئے خجالت کو مصروفیت میں چھپا گیا تھا۔

"کچھ خاص نہیں، شاپنگ، پارٹی وغیرہ یا پھر کبھی کبھی ڈیڈ کے آفس کا چکر لگا لیتی ہوں۔" وہ اپنے سلکی بالوں کو ایک ادا سے پیچھے کرتے ہوئے بولی تھی۔

"شادی کا کیا پلان ہے؟" وہ بے تکلفی سے پوچھ گیا تھا۔

"ابھی دور دور تک کوئی ارادہ نہیں ہے۔" وہ کافی کے مگ پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"ایسا کیوں بھئی، اپنے چاہنے والوں کو انتظار کی سولی پر لٹکا کر رکھنے کی سنگدلانہ سوچ کیوں؟" وہ سپ لیتے ہوئے ہنس دیا تھا اور اس کی ہنسی میں عبرود کی مسکراہٹ بھی شامل ہو گئی تھی۔

"شادی کے بعد زندگی ایک مخصوص ڈگر پر چل پڑتی ہے اور میں ابھی لائف انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے

اپنے ارادہ کی وجہ سے آگاہ کیا تھا۔

"خیر میری چھوڑو اپنی سناؤ کیا کر رہے ہو۔" وہ مسکرا کر بڑی سہولت سے موضوع اس کی طرف موڑ گئی تھی۔

"ایم بی اے مکمل کیا ہے اسی سال اور چند ماہ سے ڈیڈ کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹا رہا ہوں۔" کافی کا خالی مگ ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے اپنے بارے میں تفصیل بتا رہا تھا۔

"شادی۔۔۔" وہ فقط ایک لفظ بول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ اس کا قہقہہ فضا میں آزاد ہوا تھا۔

"ڈیڑھ ماہ ہو گیا ہے منگنی ہوئے۔" عبرود کے چہرے پر یکدم عجیب سے رنگ بکھر گئے تھے مگر وہ خود کو کمپوز کر گئی تھی اور اسے مبارک باد دینے لگی تھی۔

"ٹوٹلی ارینج میرج ہے، ڈیڈ کی پسند۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور وہ حیرت سے احمر رضوی کو دیکھنے لگی تھی۔

"شادی تمہاری، پسند ڈیڈ کی، یہ مذاق سا لگ رہا ہے۔" وہ اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"مجھے کوئی پسند ہی نہیں تھی تو جب ڈیڈ کی پسند کو دیکھا تو ڈن کر دیا۔ ڈیڈ کی پسند ایسی ہے ہی نہیں کہ میں انکار تو دور اعتراض ہی کر پاتا۔" وہ عبرود کی بات کا برا منائے بغیر دھیمے سے بولا تھا۔

"او! یعنی تم ان ڈائریکٹلی اپنی فیانسی کی تعریف کر رہے ہو۔" وہ چھیڑ رہی تھی اور وہ بے ساختہ قہقہہ لگا گیا تھا۔

"لڑکی، تم صرف حسین ہی نہیں ہو بلا کی ذہین بھی ہو۔" وہ عبرود کو اٹھتے دیکھ کر خود بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ عبرود اس کی تعریف پر کھل اٹھی تھی۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے کافی شاپ سے نکلے تھے۔ ایک خوبصورت نوجوان احمر کے سامنے آگیا تھا۔ عبرود کی نگاہ اس شخص پر تھی جو اس کی جانب متوجہ ہوا تھا اور اس کی نگاہ ٹھٹک کر عبرود کے چہرے پر ٹھہر گئی تھی۔ وہ تھی ہی بلا کی حسین اوپر سے سلیقے سے کیئے میک اپ میں اس کا حسن منہ سے بولتا تھا۔ احمر نے اس کا تعارف کروایا تھا۔

"نائس ٹو میٹ یو محسن۔" وہ محسن نعمانی سے ہاتھ ملاتے ہوئے بے تکلفی سے بولی تھی اور ان دونوں سے اجازت لیتی اپنی کار کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"کہاں کھو گئے؟" احمر نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔

"بے حد حسین لڑکی تھی۔۔۔" محسن کی بات پر وہ ہنس دیا تھا۔

"ہاں! خوبصورت تو بہت ہے ہمارے کالج میں اس کی خوبصورتی کے چرچے تھے۔" احمر گزرے وقت کو یاد کرتا محسن سے ذکر کرنے لگا تھا۔ محسن نعمانی اس کا یونیورسٹی فیلو تھا۔ ان دونوں کی کافی اچھی سلام دعا تھی۔ احمر کی منگنی میں بھی وہ شریک ہوا تھا۔ محسن نے تو خیر کوئی ایکسائٹمنٹ شو نہیں کی تھی البتہ عابیہ کو بہت خوشی ہوئی تھی کیونکہ وہ احمر کو اپنے

بھائی کے دوست کی حیثیت سے جانتی تھی اور وہ درمکنون کی طرف سے جبکہ محسن نے احمر کی طرف سے شرکت کی تھی۔

محسن نعمانی کا ذہن و دل عبرو دو شاہ پر اٹک گئے تھے۔ وہ دوست سے اجازت لیتا گھر تو آ گیا تھا مگر عبرو د شاہ کا خیال ذہن و دل کے ساتھ باندھ لایا تھا۔ اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ اسے کبھی کوئی لڑکی اتنی اچھی لگی ہو کہ وہ اس کے بارے میں سوچنے لگا ہو۔ پہلی دفعہ تھا وہ کسی لڑکی کو سوچ رہا تھا اس کا حسین مغرور چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔ پورے ہفتہ یہی کیفیت رہی تھی تو وہ بالآخر احمر سے کہہ گیا تھا اور وہ بے یقین رہ گیا تھا۔

"آر یو سیریئس؟" وہ دوست کو حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔

"عبرو د کا خیال ایک لمحہ کو بھی ذہن و دل سے محو نہیں ہو سکا۔ مجھے لگتا ہے مجھے اس بے حد حسین لڑکی سے پہلی نظر میں محبت ہو گئی ہے۔" محسن نے لگی لپٹی کے بغیر کہہ دیا تھی۔ محسن اور اس کی دوستی زیادہ پرانی نہیں تھی۔ ان کا ساتھ صرف دو سال پرانا تھا جبکہ محسن میٹرک کلاس سے ابرج سہروردی کا دوست تھا اور اس کے والد کی وفات کے بعد وہ اس قدر مصروف ہوا تھا کہ محسن اور ابرج سہروردی کے رابطے کم ہو گئے تھے اور محسن کے کئی ایک دوست اور بن گئے تھے۔ ان میں سے ایک دوست احمر رضوی بھی تھا۔

"سچ کہوں نا محسن تو وہ لڑکی تمہارے ٹائپ کی نہیں ہے اس لئے بہتر ہو گا تم اپنے قدموں کو بڑھنے سے روک لو۔"

احمر نے اس کی غیر معمولی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے صاف گوئی سے کہا تھا۔ وہ دوست کو اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے محسن کو عبرو د کے بارے میں سب بتا دیا تھا۔ وہ ہائی سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے اپنی دولت اور حسن پر بے حد گھمنڈ ہے۔ کئی ایک لڑکوں سے اس کی دوستی بھی ہے۔ وہ عبرو د کے بارے میں جو کچھ جانتا تھا محسن سے کہہ گیا تھا جسے محسن نے سن ضرور لیا تھا مگر اس کے بدلے جذبات نے اسے سمجھنے نہیں دیا تھا۔ وہ احمر کے آفس سے نکل آیا تھا۔ اس نے کوشش کی تھی اور ذرا سی کوشش کے بعد وہ "شاہ انٹر پرائزز" کا نمبر حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور پھر عبرو د کے نمبر تک بھی رسائی ممکن ہو گئی تھی۔ اس نے عبرو د سے رابطہ کیا تھا اور چند ایک کالز کے بعد ان دونوں میں کافی دوستی ہو گئی تھی۔ عبرو د شاہ کے لیے یہ تمام باتیں بے حد معمولی تھیں۔ وہ محسن سے کئی بار مل بھی چکی تھی اور اس کی آنکھوں میں اُترے رنگ عبرو د کو اس سلسلے کو طول دینے پر ابھارتے تھے۔ اس کی فطرت میں ہی یہ بات شامل تھی اسے اپنی تعریف سننا بے حد مرغوب تھا۔ وہ کئی ایک لڑکوں سے دوستی کر چکی تھی۔ محسن سے رابطے بڑھانا اس کے لیے ٹیسٹ بدلنے کا نام تھا اور وہ اس کی آنکھوں کے رنگ محسوس کرتی کچھ اور التفات کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ زبیدہ نعمانی نے بیٹے کے لیے ایک لڑکی پسند کی تھی جس کا ذکر بیٹے سے کیا تھا اور وہ ماں کو ٹال گیا تھا۔ اس نے فقط ایک ماہ کی دوستی میں عبرو د کو پرپوز کر دیا

ڈراپ سین کا نہیں سوچے ہوئے تھی۔ وہ محسن کو اس کی اوقات بتانے کے لیے کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ ٹیبل پر دھرے محسن کے موبائل پر رنگ ہونے لگی تھی۔ اس کی نظر اٹھی تھی موبائل کی اسکرین پر جو نام اس نے بلنک ہوتے دیکھا تھا وہ اسے چونکا گیا تھا۔ وہ محسن کو دیکھ رہی تھی جو کال ریسیو کر تا بات کر رہا تھا۔ اس کے انداز میں نرمی اور احترام تھا اور وہ حیران تھی جس سوسائٹی سے محسن نعمانی کا تعلق تھا ایسے میں وہ سید ابان بخاری کی کال اس کے پاس آنا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ اسٹیٹس کانشیئس تھی اسے اپنے اسٹیٹس کا بھی پتہ تھا اور محسن کے اسٹیٹس کا بھی۔ باوجود اس کے اس نے محسن کی کال پر لبیک کہا تھا تو صرف اس لیے کہ جب سے وہ سید ابان بخاری سے ملی تھی کسی اور کی جانب اس کی نگاہ اٹھتی ہی نہ تھی۔ وہ ہر ایک کو نظر انداز کر رہی تھی مگر یکسانیت سے بور ہوتی وہ محسن کے التفات پر نظر کرم کر گئی تھی اور اب محسن کے پاس سید ابان بخاری کی کال اس کی سوچ سفر کرنے لگی تھی جیسے ہی اس نے سیل فون واپس ٹیبل پر منتقل کیا تھا وہ اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"کون تھا اتنا اہم جس کی کال تم نے میری موجودگی کو پس پشت ڈال کر ریسیو کر لی۔ مجھے نظر انداز کر کے اتنی دیر باتیں بھی کر لیں۔" وہ ڈائریکٹ کچھ پوچھنا نہیں چاہتی تھی کہ اسے ڈر تھا کہ وہ جتنا فارملی پوچھے گی۔ محسن بھی ایک عام سا جواب دے کر بات ختم کر دے گا اس لئے اس نے خفگی کا سہارا لیا تھا اور وہ جس نے کچھ دیر قبل اس لڑکی کو پوپوز کیا تھا اس کی خاموشی پر دل کو ڈوبتا محسوس کیا تھا۔ اس کا یوں خفا ہونا اسے خوش فہم کر گیا تھا اور وہ نرمی سے صفائی دیتا چلا گیا تھا کہ وہ اس لڑکی کو بدگمان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم سے زیادہ تو میرے لیے اب میں خود بھی اہم نہیں ہوں۔ تم تو میری زندگی ہو۔" وہ محبت آنکھوں میں سموئے جذبات سے چور لہجہ میں بولا تھا۔ اس کی یہ بے وقت کی راگنی عبرود کو زہر لگی تھی مگر وہ ظاہر کئے بنا مسکرادی تھی کیونکہ اسے تو فی الحال سید ابان بخاری سے اس کے تعلق کی نوعیت جاننی تھی وہ تو پروں پر پانی نہیں پڑنے دیتا تھا اس کی کال ریسیو نہیں کرتا تھا اور کبھی بزنس پارٹی میں سامنے پر وہ کترا کر صاف نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتا تھا۔ محسن کے پاس کال کا آنا اسے امید کی ایک کرن محسوس ہوا تھا۔ وہ محسن سے اس کے تعلق کی نوعیت جان کر آگے کا لائحہ عمل تیار کرنا چاہتی تھی مگر محسن نے جو کہا تھا وہ اس کے پرخچے اڑا گیا تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے محسن کو دیکھ رہی تھی جیسے وہ کچھ غلط کہہ گیا ہو۔ اس کے سننے کا فرق ہو لیکن نہیں وہ تو آگے تفصیل کہتا جا رہا تھا۔

"ابان سے رشتہ کچھ ایسا ہے کہ خیال رکھنا پڑتا ہے۔" اس نے کھل کر بتایا تھا۔ اسے خود کو کمپوز کرنا بے حد مشکل لگا تھا۔ وہ حیرت کی زیادتی سے ساکت رہ گئی تھی اس کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی۔ وہ جس کی زندگی میں شامل ہونے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ جس کی ایک نظر التفات کی منتظر تھی۔ وہ کسی اور کی زندگی میں شامل ہو گیا تھا۔

اس نے ایک بندھن جوڑ لیا تھا اور وہ لاعلم تھی۔ اسے یہ پتہ نہیں تھا جس تک رسائی حاصل کرنے کی وہ روز پلاننگ کر رہی ہے وہ اپنے نام کی انگوٹھی کسی اور کے ہاتھ میں سجا چکا ہے۔ اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگی تھیں اور وہ اس کی کیفیت سے انجان اسے تفصیلات سے آگاہ کرتا جا رہا تھا۔

"منگنی کب ہوئی؟" اس کے لب ہلے تھے۔

"ایک ماہ ہو گیا ہے اور تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد شادی ہے۔" اس نے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی تھی۔

"سید ابان بخاری تو کافی نامی گرامی شخصیت ہیں۔ منگنی کا پتہ ہی نہیں چلا۔" وہ ضبط کے کڑے مرحلوں سے گزرتے ہوئے بولی تھی۔

"زیادہ بڑے پیانے پر تقریب منعقد نہیں کی گئی تھی۔ منگنی تو ایک فار میلیٹی تھی۔" وہ دھیمے لہجے میں بتا رہا تھا۔

"رشتے داری ہے؟" اس نے خود کو سنبھال کر پوچھا تھا۔

"نہیں۔ ابان کی سسٹر، میری سسٹر کی فرینڈ ہے۔" اس نے دھیمے سے بتایا تھا وہ اس کے دلچسپی لینے پر چونکا نہیں تھا وہ تو اس کے اس قدر دلچسپی لینے پر مسرت محسوس کر رہا تھا۔ وہ سیدھا سادھا انسان اس کی چالبازیوں سے انجان محبت میں اس کو تمام تر تفصیلات سچائی سے بتاتا جا رہا تھا۔

"لو اور ارینج۔" وہ جو بے دھڑک بولنے کی عادی تھی۔ لفظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ وہ فقط دو لفظ بول کر اس کو دیکھنے لگی تھی۔ اس کے لب مسکرا دیئے تھے۔ اس کو مسکراتے دیکھ کر عبرو دنے اطمینان بھری سانس خارج کی تھی اور سوالیہ نگاہ سے اسے دیکھنے لگی تھی اور اس نے جو جواب دیا تھا وہ عبرود کی آخری امید کو بھی لے ڈوبا تھا۔

"ابان اور اس کی فیملی کی طرف سے مکمل رضامندی و پسند شامل ہے۔ عابیہ کو بھی اعتراض نہیں تھا۔ دیکھا جائے تو عابی کی طرف سے ارینج اور ابان کی طرف سے لو۔" وہ سادگی سے بتا رہا تھا اور اس کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ وہ ایک دم ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی وہ اسے حیرانگی سے دیکھنے لگا تھا۔

"آئی ایم سوری محسن۔ مجھے ایک بہت ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ میں تم سے بعد میں ملتی ہوں۔" وہ اس کی سوالیہ نگاہ کے جواب میں مضطرب سی بولی تھی۔

"ایوری تھنگ از اوکے؟" وہ اس کے لیے پریشان ہوا تھا اس نے سوچا تھا وہ کیسے لڑکی کو پرپوز کرے گا اور اس کے جواب سے پہلے ہزار مسئلے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"یس ڈیئر۔ یو ڈونٹ وری۔ میں تمہیں رات کو کال کروں گی۔" وہ اس کے کاندھے پر بے تکلفی سے ہاتھ رکھتے ہوئے دلکشی سے مسکرائی تھی اور وہ مطمئن سا اس کے ساتھ کھڑا مسکرا دیا تھا۔

"ابان کی بے وقت کال نے ہماری بات کو درمیان میں ہی چھوڑ دیا۔" وہ اس کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے بولا تھا۔

"ہماری بات کے لیے تو ایک عمر پڑی ہے۔" وہ محسن کو دیکھ کر مسکرائی تھی اور عبرود کے واضح جواب نے محسن پر بہت کچھ واضح کیا تھا اس کے چہرے پر جان لیوا مسکراہٹ رقصاں ہو گئی تھی۔

"یس۔ یورائٹ، اینڈ میں تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا۔" اس نے پرپوزل کی طرف اشارہ کیا تھا اور وہ کچھ کہے بغیر مسکرا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆---☆---☆

"ایکسکیوز می۔" ارباز نے آواز پر سر اٹھایا تھا جو چہرہ نگاہ کے سامنے آیا تھا اسے دیکھ کر وہ بے یقین رہ گیا تھا۔ لگا تھا وقت کی چال تھم گئی ہو۔ ماہ و سال پیچھے کی طرف سفر کرنے لگے تھے۔ اس نے گلا کھنکار کر اس کی محویت کو توڑا تھا وہ خود کو کمپوز کرتا اس کا

مسئلہ سننے لگا تھا اور وہ پہلے کی طرح سائیڈ پر کھڑی ہو گئی تھی۔ ارباز اس کی گاڑی چیک کرنے لگا تھا۔

"یہ لڑکی برسوں بعد میرے گیراج تک میرے لئے آئی ہے۔ میری محبت اسے یہاں دوبارہ لے آئی ہے یا یہ پہلے کی طرح انجان راستوں کی مسافر ہو جانے کو یہاں ایسے ہی چلی آئی ہے جیسے ہزار کسٹمرز صبح و شام آتے ہیں۔" وہ اس کی گاڑی کی خرابی دور کرتا سوچ رہا تھا۔

"اس کی نگاہ آج بھی مجھے دیکھ کر ٹھہر گئی۔ کیا گزرے ماہ و سال میں کوئی اور چہرہ نگاہ سے گزرا ہی نہیں یا میری محبت نے اسے مجھ سے ہی باندھے رکھا۔" وہ کچھ فاصلے پر بونٹ پر جھکے ارباز کو دیکھتی سوچ رہی تھی تب ہی وہ اس کے سامنے آن رکا تھا۔ اس کی گاڑی کی خرابی وہ دور کر چکا تھا۔ اس نے چند لال نوٹ اس کی جانب بڑھائے تھے۔

"آپ کی واپسی کو میں کیا سمجھوں۔" وہ بڑھے ہوئے نوٹوں کو نظر انداز کرتا دھیمے سے پوچھ گیا تھا۔ مسکان سہروردی نے نظر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسکان کو اپنا عکس واضح نظر آیا تھا۔ اسے برسوں اگر اس خیال نے بے چین رکھا تھا کہ جس کی آنکھوں میں اس نے اپنا عکس دیکھا تھا اس سے کچھ کہے سنے بغیر یوں آ جانا اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی تو آج وہ شخص اس کے سامنے کھڑا فقط ایک جملے سے اسے خاموشی سے جانے پر دگنے احساسِ زیاں میں مبتلا کر گیا تھا۔

"آپ کے اس سوال کو میں کیا سمجھوں؟" وہ سوال کے جواب میں سوال ہی کر گئی تھی۔

"میری محبت۔" ارباز نے سال بھر میں اقرار کی منزل طے نہ کی تھی اس کے جانے اور لوٹ کر نہ آنے کے ڈر سے آج وہ حالِ دل صاف کہہ گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے دو آنسو گرے تھے۔ وہ ارباز کے چہرے سے نگاہ ہٹاتی جانے کو

آگے بڑھی تھی۔

"بتا کر تو جائیے میں آپ کی واپسی کو کیا سمجھوں۔" وہ آمنے سامنے یوں تھے کہ دونوں کے درمیان گز بھر کا فاصلہ تھا۔

"میرا اقرار۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ ارباز کو لگا تھا جیسے اس نے برسوں جس محبت کی آبیاری کی تھی، جس محبت کے انتظار میں سلگ سلگ کر دن گزارے تھے وہ محبت ملن کی بہار بن کر اس سے خود ملنے چلی آئی تھی۔ اس کی نگاہ جھلملا گئی تھی۔ مسکان نے اس کی نم ہوتی نگاہ میں رقص کرتے اپنے عکس کو دیکھا تھا اور ایک کارڈ اس کی طرف بڑھایا تھا۔ وہ ابرج سہروردی کا کارڈ تھا وہ اسے رابطہ کی راہ دیتی آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ حیران سا کارڈ کو تک رہا تھا۔ وہ سمجھا نہیں تھا اسے لگا تھا جیسے وہ ابرج سہروردی سے رابطہ کرنے کا کہہ گئی ہے اس نے سوچتے ہوئے کارڈ کو پلٹا تھا۔ خوبصورت ہینڈ رائٹنگ میں ایک موبائل نمبر درج تھا ساتھ ہی جلی حروف میں "مسکان سہروردی" جگمگا رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر کارڈ جیب میں رکھ لیا تھا اور گھر پہنچ کر کھانے سے فراغت کے بعد اس نے نمبر ڈائل کیا تھا۔ تیسری بیل پر کال ریسیو ہو گئی تھی۔ وہ کچھ کہتا کہ مسکان خود بولنے لگی تھی۔

"آپ اگر سیریئس ہیں تو میں نے آپ کو کارڈ دیا تھا آپ آفس جا کر بھیا سے مل لیں۔" اس نے کارڈ دینے کے پیچھے سوچ بیان کی تھی۔ وہ ماں کو جانتی تھی اس لئے اس نے بھائی سے بات کا سوچا تھا۔

"مسکان! آپ سے میری پہلی نگاہ کی محبت ہے۔ میں نے برسوں آپ کو ہر ایک چہرے میں تلاشا ہے۔" اس کا لہجہ جذبات سے بوجھل تھا۔

"میں آپ کو نہیں جانتی، آپ کے نام تک سے واقف نہیں ہوں لیکن آپ کے لئے میں نے محبت محسوس کی ہے۔۔۔ اور اسی احساس کے تحت میں نے واپسی کا سفر طے کیا۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"احساس تو میں نے بھی آپ کے لیے بہت خاص محسوس کیا تھا مگر کہہ نہیں پایا کیونکہ آپ کے اور میرے اسٹیٹس میں بہت فرق ہے۔ آپ کے گھر والے۔۔۔" ارباز مدھم لہجہ میں بول رہا تھا کہ مسکان بات کاٹ گئی۔

"میں نے آپ کے لئے جو جذبہ محسوس کیا وہ احساس کسی اور کے لئے کبھی میرے دل میں جگہ نہیں بنا سکا۔ میری محبت نے مجھے اتنا بولڈ اسٹیپ لینے پر مجبور کیا لیکن یہ میری آپ سے پہلی و آخری دفعہ بات ہو رہی ہے۔" مسکان کی بات سن کر اسے لگا تھا جیسے اس نے زندگی کی نوید دے کر موت کی خبر دے ڈالی ہو۔ وہ سکتہ میں آ گیا تھا۔

"میرا فیصلہ وہی ہو گا جو میرے گھر والے چاہیں گے۔ بس آپ ایک بار بھیا سے مل لیں اگر آپ بھیا کو میرے لیے مناسب لگے تو ہماری شادی ضرور ہو گی۔" وہ ذرا دیر کو ٹھہر کر اپنی بات مکمل کر گئی تھی۔

"میں اپنی قسمت کو ضرور آزماؤں گا مسکان۔" وہ مدھم لہجہ میں بولا تھا۔ وہ خود کو پُرسکون محسوس کرنے لگی تھی۔

ارباز کو اس نے ابرج سہروردی سے ملنے کا دن اور وقت بتایا تھا اور لائن ڈراپ کر دی تھی۔ مسکان اب یہ سوچ رہی تھی۔ کس طرح وہ بھائی سے بات کرے۔ وہ جس قدر بولڈ اسٹیپ لے گئی تھی۔ اس قدر بولڈ تھی نہیں۔ وہ بات کرنے کا سوچتی اور ارادہ کو خود ہی ٹوٹتا محسوس کرتی بے چین ہو چلی تھی۔ تب ہی اسے ایلیفیہ کا خیال آیا تھا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا تھا ساڑھے آٹھ ہو رہے تھے۔ اس نے کال کرنے کے بجائے ڈائریکٹ بات کرنے کو زیادہ مناسب سمجھا تھا۔ وہ اپنے روم سے نکلی تھی اس کا سامنا ابرج سہروردی سے ہو گیا تھا۔

"بھیا، آپ کہیں جا رہے ہیں؟" وہ اسے جانے کو تیار دیکھ کر پوچھ گئی تھی۔

"ماموں جان کی طرف جا رہا ہوں۔" وہ بہن کو دیکھ کر مسکرا کر بولا تھا۔

"میں بھی چلوں آپ کے ساتھ۔۔۔" اس نے جھٹ کہا تھا اور ابرج سہروردی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے حامی بھر لی تھی اور وہ جو رات کے ساڑھے آٹھ بجے ماموں کے گھر جانے کی کیا وجہ بتائے گی اس کا یہ مسئلہ از خود حل ہو گیا تھا۔

"تم ساتھ جا تو رہی ہو مگر بور ہو جاؤ گی۔ مجھے ایلیفیہ سے مل کر میٹنگ کا کچھ ڈسکس کرنا ہے اسی لئے جا رہا ہوں۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"گھر میں بھی بور ہی ہوتی رہتی ہوں۔ کچھ وقت مامی کے ساتھ گزاروں گی تو اچھا لگے گا۔" وہ اس پر یہ ظاہر کئے بغیر کہ وہ ایلیفیہ سے ملنے جا رہی ہے۔ دھیمے سے بولی تھی۔ وہ بہن کی بات پر دھیمے سے مسکراتا اپنی توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کر گیا تھا۔

☆---☆---☆

"ہوا کیا ہے پتہ بھی تو چلے، اتنی غصہ میں کیوں ہو؟" ثمرین اس کے بے حد سرخ چہرے کو دیکھ کر پوچھ رہی تھی، وہ اس کی واحد غمگسار تھی۔ وہ کچھ سوچ کر ہی سیدھی ثمرین کے گھر آئی تھی اور اس کے استفسار پر ساری بات بتا گئی تھی۔

"وہ ابان، جسے میں نے چاہا، جسے میں نے عبرود شاہ نے قابو کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اس نے مجھے گھاس بھی نہیں ڈالی اور شادی کرنے جا رہا ہے۔" عبرود غصہ سے بے قابو ہو رہی تھی۔

"چھوڑ بھی عود، تجھے کوئی لڑکوں کی کمی تھوڑی ہے۔" ثمرین نے اسے کول ڈاؤن کرنا چاہا تھا۔

"کمی بے شک نہیں ہے مگر یہ میری توہین ہے ثمر۔" وہ ثمرین کو دیکھنے لگی تھی جو اس کے لئے متفکر تھی۔

"تم اس سب کو فیل ہی مت کرو۔ لعنت بھیجو اس شخص پر۔" ثمرین ترنت بولی تھی۔

"نہیں، لعنت ہی تو نہیں بھیج سکتی، میں نے دیکھنا ہے ابان، نے آخر مجھے ٹھکرا کر کسے پسندیدگی کی سند بخشی ہے۔" وہ ثمرین کی بات کاٹ کر بولی تھی۔

"یہ جان کر فائدہ کیا ہو گا؟" ثمرین نے اچھنبے سے پوچھا تھا۔

"یہاں میں شدید اہانت کے احساس سے سلگ رہی ہوں اور تمہیں بکواس سوجھ رہی ہے۔" عبرود دوست کو ناگواری سے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا۔ ابان اگر تم میں دلچسپی نہیں لے رہا تو تم اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ جتنا اس کی طرف بھاگو گی اتنا ذلیل ہو گی۔" وہ اس کی ناگواری کی پرواہ کیے بغیر بولی تھی۔

"کیوں ہوں گی میں ذلیل، ہاں کیوں ہوں گی۔ کس چیز کی کمی ہے مجھ میں، جو وہ مجھے اتنی آسانی سے ٹھکرا گیا، کسی اور سے منگنی کر بیٹھا۔ شادی کرنے والا ہے۔" وہ چیخی تھی۔ ثمرین نے لب بھینچ لئے تھے۔

"اس کے لئے تمہاری حد درجے خوبصورتی معنی رکھتی ہوتی تو وہ تمہارے التفات پر باقی مردوں کی طرح فدا ہو جاتا۔ وہ ذرا مختلف مرد ہے اور مرد اگر مختلف ہو تو اسے قابو کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔" ثمرین کے انداز میں کوئی لچک نہ تھی۔

"مگر میں اسے قابو کر کے رہوں گی۔ مجھے اپنی اہانت کسی طور گوارا نہیں ہے۔ لوگ میری ایک نگاہ کے لئے گھنٹوں میرا انتظار کرتے ہیں اور وہ ابان، آخر خود کو سمجھتا کیا ہے۔" وہ ثمرین کو جھڑک کر بولی تھی۔ اس نے اپنے لب بھینچ لئے تھے۔ عبرود آگے بھی بہت کچھ بول رہی تھی، اپنے عزائم بتا رہی تھی اس سے مشورہ طلب کر رہی تھی۔

"میری مانو تو تم ابان، کا خیال ذہن سے نکال دو۔ وہ محسن اچھا ہے تم میں انٹرسٹڈ ہے تم اس سے شادی کر لو"۔

وہ ثمرین کو متحیر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے ایسے کسی جواب کی توقع نہ تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ وہ محسن نعمانی میرے لائق ہے۔ نہ شکل اچھی نہ میرے اسٹیٹس پر وہ پورا اترتا ہے۔ میں اس سے شادی کروں گی۔" وہ ثمرین کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ حقیقت فراموش نہ کرو عود، اب تک تمہیں جتنے بھی مرد ملے وہ وقت گزاری کرنے والے تمہارے حسین جسم کی چاہ میں تم تک آتے رہے۔ پہلی دفعہ تمہیں ابان کے روپ میں سچا مرد ملا جس نے تمہارے حسن کو خراج عقیدت پیش نہیں کیا اسی لئے تم بل کھائی ناگن کی طرح چلبلا رہی ہو۔ ابان کو قابو کرنے کی پلاننگ میں ہو جبکہ اسے اگر قابو آنا ہی ہوتا تو وہ اب تک تم پر نظر کرم کر چکا ہوتا اور تم باقی مردوں کی طرح اب تک اسے بھی فراموش کر چکی ہوتیں۔۔۔ اور

محسن تمہاری زندگی میں آنے والا وہ پہلا مرد ہے جس کے لئے تمہارا جسم، تمہاری خوبصورتی نہیں "تم" معنی رکھتی ہو، اس کی نظر میں عبرود شاہ کی اہمیت ہے تب ہی وقت گزاری کے بجائے اس نے تمہیں سیدھے راستے سے شادی کا پیغام دیا ہے اور میری ایک بات یاد رکھنا۔ ایسا مرد جو محبت کے ساتھ عزت بھی دے قسمت سے ایک بار ہی ملتا ہے۔ سراب کے پیچھے بھاگنے کے بجائے حقیقت کا سامنا کرو۔ گدھ جیسے مردوں کے ہاتھوں کھلونا بننے کے بجائے ابان جیسے مرد کے پیچھے بھاگ کر وقت، عمر گنوانے کے بجائے محسن کا ہاتھ تھام لو جو پورے خلوص سے تمہیں اپنانا چاہتا ہے اور زندگی اتنا حسین موقع بار بار فراہم نہیں کرتی۔" ثمرین کے گھر سے وہ آگئی تھی مگر اب تک رہ رہ کر اس کی گفتگو پورے سیاق وسباق کے ساتھ اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھی۔ اسے ثمرین کی گفتگو نہایت بری لگی تھی۔ وہ اس سے ناراض ہو کر آئی تھی مگر اب تک اس کی گفتگو کے زیر اثر تھی۔ وہ اس کے سمجھانے پر اس سے بحث کرتی اسے غلط کہتی اس کی مانے بغیر آگئی تھی مگر اب رہ رہ کر اسے ثمرین کی باتیں یاد آرہی تھیں۔ مگر وہ کچھ دیر میں خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

"محسن سے تو مجھے شادی کرنی ہی نہیں ہے۔ رہ گیا ابان تو اس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لئے بغیر تو مجھے چین نہیں آئے گا۔" وہ سید ابان بخاری سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے منصوبہ بندی کر رہی تھی اور اس کے ذہن نے جو پروگرام و منصوبہ تشکیل دیا تھا اس کی ہر ڈور محسن نعمانی سے جڑی تھی۔ وہ محسن نعمانی کو مہرہ بنانے کا سوچ رہی تھی۔ اسے سیڑھی بنا کر ابان تک پہنچنا چاہتی تھی اور وہ محسن اس کی چالبازیوں سے انجان اس کی محبت کا دم بھر رہا تھا۔ اسے عبرود شاہ سے سچی محبت ہو گئی تھی۔

☆---☆---☆

"ماما جان، اس میں حرج تو کوئی نہیں ہے؟" درشہوار نے ایک سخت نگاہ بیٹے پر ڈالی تھی اور وہ نظر جھکا کر معذرت کر گیا تھا۔

"سوری ماما جان۔" انہوں نے بیٹے کو کچھ کہنے کے بجائے بیٹی کو اشارہ کیا تھا اور وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر ماں کے ایک اشارے پر ڈائننگ ہال سے نکل گئی تھی۔

"ماما جان۔ اسے ناشتہ تو کر لینے دیتیں آپ۔" وہ ماں کے چہرے سے غصہ کو صاف جھلکتا محسوس کرتے ہوئے بھی دھیمے سے بول گیا تھا۔

"منگنی میرے نزدیک ایک ناپائیدار رشتہ ہے۔ تمہاری منگنی تمہاری خوشی کے لیے اور مکنون کی مجبوری میں کی ہے۔" وہ بیٹے کی بات نظر انداز کر کے دھیمے لہجہ میں بولی تھیں۔

"میں معذرت چاہتا ہوں ماما جان۔ آپ کو میری بات بری لگی، میں آئندہ احتیاط کروں گا۔" وہ ماں کو احترام

بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بہت دھیمے لہجہ میں کہہ گیا تھا۔

"میں مکنون کو کبھی بھی احمر کے ساتھ اکیلے جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔ میں مسٹر انصر سے صاف معذرت کر چکی ہوں، انہیں برا لگا ہے لیکن میں کوئی رسک نہیں لے سکتی۔" وہ دھیمے انداز میں بیٹے کو تفصیل بتا رہی تھیں۔ احمر رضوی کے کسی دوست کی شادی تھی۔ جس میں اس نے مکنون کو ساتھ لے جانے کی بات کی تھی۔ مسٹر انصر نے بیٹے کی خواہش در شہوار کے سامنے رکھی تھی۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا کیونکہ وہ منگنی کے خلاف تھیں۔ وہ ڈائریکٹ شادی کرتیں لیکن بیٹی کی تعلیم ابھی ادھوری تھی اور مسٹر انصر کا بے حد اصرار تھا اس لیے انہوں نے مناسب رشتہ دیکھتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی منگنی کی تھی مگر پہلے ہی بہت کچھ واضح کر دیا تھا اور انہوں نے ایگری بھی کیا تھا اور دو ماہ بعد ہی ایک فرمائش ہو گئی تھی جسے وہ ماننے سے انکاری ہو گئی تھیں۔ سید ابان بخاری نے جس کی حمایت کر دی تھی اور اس کی حمایت غضب ہو گئی تھی وہ بیٹے پر بگڑنے لگی تھیں۔

"ماما جان، مسٹر انصر نے برا مانا ہے۔ ان کی میرے پاس بھی کال آئی تھی۔ تب ہی میں نے کہا اس میں حرج نہیں ہے۔ زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے، روایات بدل گئی ہیں۔" وہ ماں کے خاموش ہونے کے بعد سنجیدگی سے بولتا چلا گیا تھا۔

"مسٹر انصر سے میں خود بات کروں گی۔ منگنی سے پہلے ہی بات طے ہو گئی تھی، میں نے انہیں جب پہلے ہی سب کلیئر کر دیا تھا، صاف کہہ دیا تھا مکنون کبھی احمر سے کال پر بھی بات نہیں کرے گی تو انہوں نے اس وقت ایگری کرنے کے بعد یہ بات کی بھی تو کیسے۔۔۔ میرے لئے زبان ہی سب کچھ ہے اور وہ اگر ابھی اپنی کہی بات سے پیچھے ہٹیں گے تو ہم آگے کیا امید رکھیں گے۔" در شہوار ایک اصول پسند خاتون تھیں۔ انہیں مسٹر انصر کا سب ایگری کرنے کے بعد یوں منہ اٹھا کر مکنون کا احمر کے ساتھ شادی میں جانے کا کہہ دینا سخت برا لگا تھا۔

"میں آپ کی بات سے ایگری کرتا ہوں ماما جان۔ میں نے مسٹر انصر سے بات کی ہے آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ ماں کے ہاتھ تھام کر نرمی سے بولا تھا کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ اس کی ماما جان اس وقت کافی پریشان ہیں۔ در مکنون میں ان کی جان بستی تھی۔

"میں پریشان ہو گئی ہوں ابان، بہت سی امیدوں کے ساتھ میں نے احمر کو بیٹی کے لیے منتخب کیا ہے اور ابھی تو زیادہ وقت بھی نہیں گزرا اور امیدوں پر پانی پھرنے لگا ہے۔ آگے کیا امید رکھوں وہ میری بیٹی کو خوش رکھیں گے۔۔ جب وہ ابھی معمولی سی بات ماننے کو تیار نہیں، اپنی بات سے پھر گئے ہیں۔" وہ دکھ سے کہہ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں نمی منڈلانے لگی تھی اور سید ابان بخاری بے چین ہو گیا تھا۔

"ماما جان!، آپ اسٹریس نہ لیں پلیز، کچھ نہیں ہوا ہے میں کروں گا مسٹر انصر سے بات، آپ کو فکر مند ہونے کی

ضرورت نہیں ہے۔" وہ اپنی ٹینشن اور فکر کو اپنے اندر چھپائے ماں کو بھرپور انداز میں تسلی دے رہا تھا۔

"تم، مسٹر انصر کے گھر کال کرو اور کہو کہ ہم بات کرنے آنا چاہتے ہیں۔" آنسو رخساروں پر لڑھک آئے تھے۔

"ماما جان، میں کہہ رہا ہوں ناں، میں کروں گا بات آپ سنبھالیں خود کو، ایسے تو آپ بیمار پڑ جائیں گی۔" وہ ماں کی حد درجہ فکر پر مضطرب ہوا جا رہا تھا۔

"تم جانتے ہو ناں ابان، مکنون میں تمہاری ماما جان کی زندگی بستی ہے، میری بیٹی خواب سجائے، رشتہ کو محسوس کرنے لگے اس کے بعد کچھ غلط ہو تو میری بیٹی کی زندگی تو برباد۔۔۔"

"اللہ نہ کرے ماما جان۔" وہ دہل کر ماں کی بات کے درمیان میں کہہ گیا تھا اور در شہوار کے آنسو روانی سے بہنے لگے تھے۔

"مجھے لگتا ہے ابان، ہم نے مکنون کے لئے اچھا فیصلہ نہیں کیا۔" وہ شدتوں سے رو رہی تھیں۔ وہ کل سے ہی بے حد مضطرب تھیں۔

"ماما جان، آپ کیوں اس قدر پریشان ہو رہی ہیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔" وہ ماں کے ہاتھ تھامے نرمی سے بولا تھا اور در شہوار کی ضد پر اس نے مسٹر انصر کو کال کی تھی اور بات کرنے کے لئے ان کے گھر آنے کا بتایا تھا اور مسٹر انصر نے ایک گھنٹہ بعد بخاری ولاز پہنچنے کا کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ سید ابان بخاری کے لئے یہ بات بھی کافی قابل اطمینان تھی کہ انہوں نے خود آنے کی بات کی تھی اور وعدے کے مطابق مسٹر اینڈ مسز انصر "بخاری ولاز" آ گئے تھے۔ وہ بے حد شرمندہ تھے ان کا کہنا ہی یہ تھا کہ انہوں نے صرف بیٹے کی وجہ سے ایسے بات کی تھی ورنہ وہ بھی ایسا نہیں چاہتے تھے۔

"آپ نے احمر کو پہلے نہیں بتایا تھا کس بنیاد پر منگنی ہو رہی ہے۔" وہ تمام تفصیل سننے کے بعد بولی تھیں۔

"بیگم در شہوار، جوان اولاد کو کسی بات کے لئے سمجھانا اتنا بھی آسان نہیں ہوتا۔ روایات ہی بدل گئی ہیں۔" مسز انصر دھیمے سے بولی تھیں۔

"ہم روایات کے پابند لوگ ہیں اور منگنی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ میری جگہ آپ خود کو رکھیں آپ اپنی بیٹی کو ایک نامحرم کے ساتھ پارٹی میں شرکت کی اجازت دے سکتی ہیں۔" در شہوار غیر معمولی سنجیدہ تھیں۔

"ہم آپ کی ہر بات تسلیم کرتے ہیں، شرمندہ ہیں تب ہی یہاں معذرت کے لئے آئے ہیں۔ ہمارے لئے بھی روایات اہم ہیں، بیٹے کی خوشی کے لئے آپ کے سامنے ایک بات رکھی تھی اور میں نہیں سمجھتا کہ موجودہ زمانے کے تحت یہ مطالبہ اتنا غلط ہے مگر خود بیٹی کا باپ ہوں اس لئے آپ کے فیصلے کا احترام کرتا ہوں۔" مسٹر انصر نے نہ چاہتے ہوئے بھی صرف بیٹے کی خوشی بلکہ اس کے مجبور کرنے پر رابطہ کیا تھا اور ان کے بے حد خفا ہونے پر وہ معذرت کر گئے تھے۔

درشہوار یکدم دھیمی پڑ گئی تھیں اور کمرے کی بوجھل فضا یکدم معمول پر آگئی تھی لیکن وہ جاتے جاتے انہیں پریشانیوں کے حوالے کر گئے تھے۔ سید ابان بخاری کو ان کا خود چل کر آنے کا سبب اب سمجھ آیا تھا۔ مسٹر انصر نکاح کی بات کر گئے تھے وہ دونوں ہی اس قدر شاکڈ ہوئے تھے کہ کچھ آگے سے بول تک نہیں پائے تھے مگر ان کے اس مطالبہ نے ان دونوں کو ہی مزید مضطرب کر دیا تھا اور وہ ایک انتہائی فیصلہ لے گئی تھیں۔

"لیکن، ماما جان۔" وہ ماں کو حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے مسٹر انصر کی فیملی پر اب اعتبار ہی نہیں رہا ہے ابان۔ اور جب اعتبار ہی نہیں رہا تو رشتہ رکھنے کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا۔" وہ ماں کو دیکھ رہا تھا جو منگنی ختم کرنے کا کہہ گئی تھیں۔

"ماما جان۔ انتہائی درجہ کا فیصلہ لینے کی فی الحال ضرورت نہیں ہے۔ چند دن ہم دیکھ لیتے ہیں اس کے بعد کوئی فیصلہ کر لیں گے۔" سید ابان بخاری نہایت مضطرب ہو چکا تھا مگر جس قدر اسے ماما جان پریشان نظر آ رہی تھیں وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ ماں کو بمشکل سمجھا کر انہیں ان کے روم میں چھوڑ کر گیا تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی تھی۔ دن کے بارہ بج رہے تھے۔ وہ آفس بھی نہیں گیا تھا جبکہ آج اس کی اہم ترین میٹنگ تھی۔ ایلیفیہ جو اس سے ملنے کے خیال سے ہی خوش ،بے حد مگن ہو کر میٹنگ کی تیاری کر رہی تھی۔ وہ اتنا ہی میٹنگ کی طرف سے بے خیال ہو چکا تھا اور اس کی بے خیالی اور اضطراب ایلیفیہ نے ہی نہیں ابرج سہروردی نے بھی نوٹ کی تھی اور جس وقت اس نے پریزنٹیشن دی تھی تب تو حد ہی ہو گئی تھی، وہ میٹنگ کے ایجنڈے سے ہٹ کر سابقہ میٹنگ کے پوائنٹس جو متفقہ طور پر ریجیکٹ ہو چکے تھے وہ اب بھی ان پوائنٹس پر بات کر رہا تھا۔ ابرج سہروردی نے ایلیفیہ کی طرف دیکھا تھا وہ بھی مضطرب اور نافہم انداز میں سر ہلا گئی تھی اسی دم فارن کمپنی کا منیجر اسے ٹوک گیا تھا اور سید ابان بخاری بے طرح چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا اس نے شستہ انگریزی میں سید ابان بخاری کی غلطی کی نشاندہی کی تھی اور وہ معذرت کر گیا تھا۔

"می سوری فار دیٹ۔" وہ معذرت تو کر گیا تھا مگر وہ خود بھی نہیں جانتا تھا اس نے معذرت کس بات پر طلب کی ہے۔ وہ ذہنی طور پر بہت الجھا ہوا تھا۔ درمکنون اس کے لئے اتنی ہی اہم تھی وہ اس کے خیال سے ہی اس قدر ڈسٹرب ہو گیا تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے ابرج سہروردی نے بریک لینے کی بات کی تھی اور فارن ڈیلرز کی طرف سے مثبت اشارہ پا کر اس نے ویٹر کو اشارہ کر دیا تھا اور وہ الجھا سا بیٹھا تھا اسی وقت اس کا سیل بج اٹھا تھا اور وہ معذرت کرتا ان سب کے درمیان سے نکل گیا تھا۔ ابرج سہروردی کی بروقت مداخلت اور مدد نے اسے خود کو سنبھالنے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ پورے پندرہ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اس نے ریفریشمنٹ کے لئے موجود کسی بھی شے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا صرف چائے پینے پر اکتفا کیا تھا اور اس کی یہ حالت ایلیفیہ کے لئے تشویشناک تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ تو سید ابان بخاری کا

ہاتھ تھام کر دھیمے سے اس کی پریشانی پوچھ کر اس کی ہر تکلیف دور کر دیتی مگر وہ ایسا سوچ ہی سکی تھی۔ آدھ گھنٹہ بعد میٹنگ دوبارہ شروع ہوئی تھی سید ابان بخاری اپنی فل فارم میں تو نہیں آ سکا تھا مگر اپنے آپ کو کافی حد تک کمپوز کر گیا تھا اور میٹنگ کامیابی سے اپنے انجام کو پہنچ گئی تھی۔ فارن ڈیلرز کی کل کی فلائٹ تھی وہ پراجیکٹ مکمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور جہاں ایلیفیہ کو سید ابان بخاری کے ساتھ مل کر کام کرنے کی خوشی تھی مگر آج اس کی کھوئی کھوئی کیفیت اوپر سے آج ان کی آخری میٹنگ تھی یعنی ملنے کی آگے کوئی سبیل ہی نہ تھی اور اس کی اداسی بڑھ گئی تھی۔ میٹنگ کے اختتام پر وہ باہر کی طرف بڑھا تھا اور وہ اس کے سامنے آ گئی تھی۔

"ایلیفیہ، ہم پھر بات کریں گے۔ میں اس وقت ذہنی طور پر بے حد ڈسٹرب ہوں، کوئی بات نہیں کر پاؤں گا۔" وہ جو دھیمے سے اس کی فکر پوچھتی اس کی پریشانی بانٹ لینا چاہتی تھی۔ وہ اسے موقع دیئے بغیر گہری سنجیدگی سے کہتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"ابر، ایسی کیا بات ہو سکتی ہے جو ابان اس قدر پریشان تھے۔" وہ واپسی میں ڈرائیونگ کرتے ابرج سہروردی سے بولی تھی۔

"الجھ تو میں بھی بہت گیا ہوں مگر وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔" ابرج سہروردی صاف گوئی سے بولا تھا۔

"ابان، جیسا مضبوط اعصاب کا مالک شخص اگر میٹنگ میں خود کو حاضر نہیں رکھ سکا تو اس کا مطلب یہی ہے۔۔۔ بات معمولی ہرگز نہیں ہے مگر بات ہو کیا سکتی ہے؟" ایلیفیہ کی پریشانی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔

"تم خود کو ہلکان مت کرو، ہو گا کوئی پرسنل ایشو۔" وہ ایلیفیہ کی غیر معمولی پریشانی کو محسوس کرتا اسے ڈپٹ گیا تھا۔

"تم جانتے ہو ابرج، میں خود کو ریلکس چاہوں بھی تو نہیں رکھ سکتی۔۔۔" وہ اس پر خفا ہوئی تھی۔

"تمہارے خود کو پریشان کرنے سے کیا ہو گا؟" وہ چڑے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا تھا اور اس کے کب کے رکے ہوئے آنسو گرنے لگے تھے۔

"اُف ایلفی۔ تم کب بڑی ہو گی۔ تم اس انسان کے لئے پریشان ہو رہی ہو جس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔ حماقت کی بھی حد ہوتی ہے۔" وہ اس کو روتے دیکھ کر اس قدر ڈسٹرب ہوا تھا کہ اسے ڈانٹنے لگا تھا۔

"ہاں، ابان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ میرے کچھ نہیں لگتے، کوئی رشتہ نہیں ہے مگر دل کا تعلق تو جڑا ہے۔ محبت کرتی ہوں میں ابان سے اور وہ پریشان تھے تو میں کیسے پرسکون رہ سکتی ہوں۔" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے کہاں اندازہ تھا۔ ایلیفیہ، سید ابان بخاری کی محبت میں اس قدر آگے بڑھ گئی ہے کہ اس کی فکر کے

خیال نے ہی اس کی آنکھوں میں ساون کی جھڑی لگا دی تھی۔

"ایلیفیہ۔۔۔" وہ گاڑی سائیڈ پر کرتا اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

"ابر۔ میں ابان کو بے حد، بے حساب چاہتی ہوں۔ ان کی پریشانی کے خیال نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔ میں اس شخص کو پریشان نہیں دیکھ سکتی جو دل بن کر سینے میں دھڑکتا ہے، جو دیا بن کر میرے اندر محبت کا نور منور کرتا ہے۔ ابان ،وہ میرے کچھ نہیں ہیں مگر میرے لئے وہی سب ہیں۔" وہ اس کے کاندھے پر سر رکھے بلک رہی تھی۔ وہ آگے سے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ ارمش چوہدری جو میٹنگ کے اختتام پر ان کے پیچھے ہی گاڑی دوڑا رہا تھا اور ابرج سہروردی کی گاڑی کی رفتار چیونٹی کی چال کی سی تھی اور یہ بات ارمش کے لیے ناقابل برداشت اور غصہ دلانے والی تھی۔ اسی سبب وہ بھی رفتار دھیمی کر گیا تھا اور جو بے ارادہ اس نے ابرج سہروردی کی گاڑی کے پیچھے اپنی گاڑی رکھی ہوئی تھی۔ شعوری کوشش سے اس کی گاڑی کو فالو کرنے لگا تھا اور ابرج نے گاڑی سائیڈ پر روکی تھی وہ بھی اپنی گاڑی روک گیا تھا اور اگلے پانچ منٹ میں بھی گاڑی اسٹارٹ ہونے کے آثار دکھائی نہیں دیئے تھے تو وہ گاڑی سے اترا تھا اور ابرج سہروردی کے کاندھے پر سر رکھے ایلیفیہ اور اس کے گھنیرے بالوں میں گردش کرتا ابرج سہروردی کا ہاتھ اس نے غصہ سے لب بھینچ لئے تھے۔ اس کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا۔ وہ بڑے غصہ میں آگے بڑھا تھا مگر جانے کس خیال کے تحت وہ رکا تھا، پلٹا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا لیکن آج کا منظر دیکھنے کے بعد اس نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

☆۔۔۔☆۔۔۔☆

"ابان، بتایئے بھی کیا بات ہے۔ جو آپ اس قدر پریشان ہیں۔" عابیہ کا صبح میں مارننگ میسج آیا تھا جس کا اس نے ریپلائی نہیں دیا تھا۔ دن میں میٹنگ کے لئے گڈ لک میسج کیا تھا اس کا بھی اس نے ریپلائی نہیں دیا تھا اور شام سے بھی کئی میسج آچکے تھے، میٹنگ کے حوالے سے پوچھ رہی تھی اور وہ ہر میسج کو نظر انداز کر رہا تھا مگر اس کی کال کو نظر انداز نہیں کر سکا تھا اور وہ اس کے مرجھائے ہوئے لہجہ میں "ہیلو" کہنے پر ہی بے طرح چونک گئی تھی۔ اسے لگا میٹنگ میں گڑبڑ ہو گئی ہے۔ اس نے سید ابان بخاری سے پوچھا تھا اور وہ ٹال گیا تھا۔ اس نے بعد میں بات کرنے کی درخواست کی تھی اور عابیہ متفکر سی پوچھ گئی تھی۔

"عابیہ، تمہیں میری بکواس سمجھ نہیں آرہی۔ ہم بعد میں بات کریں گے۔ اس وقت میرا بات کرنے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہے۔ میں کچھ پریشان ہوں۔" وہ اس کے تفکر پر ہائپر ہو گیا تھا۔

"وہی تو میں جاننا چاہتی ہوں۔ کیوں پریشان ہیں؟" اسے سید ابان بخاری کا چیخنا برا لگا تھا مگر وہ اس کی پریشانی کو اس بات کا موجب ٹھہراتی نظر انداز کر گئی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہے عابی۔ اتنی سی بات نہیں آ رہی سمجھ، میں پریشان ہوں اور فی الحال ڈسکس نہیں کرنا چاہتا تو تم کیوں کریدے جا رہی ہو۔" وہ زچ ہوتا مزید ہائپر ہوا تھا۔

"پاگل ہوں ناں صرف اس لئے۔" اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

"مجھے پتہ ہی نہیں تھا میرا کوئی حق ہی نہیں ہے میں آپ کی پریشانی کا سبب جان سکوں، مداوا کر سکوں۔" اس کی نم آواز سید ابان بخاری کے اعصاب چٹخانے لگی تھی۔

"تم کیا مداوا کرو گی۔ میٹنگ میں جو گڑبڑ کر آیا ہوں اسے ٹھیک کر دو گی یا پھر مکنون کے مسئلہ کو تم چٹکی بجا کر حل کر دو گی۔" وہ گہرے طنز سے پوچھ گیا تھا۔

"مکنون کا کیا مسئلہ ہے۔ آپ بتاتے کیوں نہیں ہیں۔ دن میں مکنون سے بات ہوئی تھی وہ بھی رو رہی تھی۔ ہوا کیا ہے۔" وہ مکنون کا سن کر مضطرب سی بولی تھی اور وہ بہن کے رونے کا سن کر بھی اپنے اعصاب کو بوجھل کر گیا تھا۔

"آپ لوگ اتنا سخت فیصلہ مت لیجئے گا ابان۔ محسن بھیّا احمر بھائی سے ان کی پوری فیملی سے واقف ہیں۔ وہ اچھے لوگ ہیں۔" عابیہ تو منگنی ختم کر دینے کے فیصلہ پر مضطرب ہوتی احمر رضوی کی تعریفیں کرنے لگی تھی۔

"منگنی ہم نے بھی کچھ سوچ کر ہی کی تھی مگر احمر کی طرف سے مطالبہ، مسٹر انصر کی ناراضگی اور پھر گھر آ کر معذرت کرنا اور نکاح پر اصرار کر کے چلے جانا سب کچھ بے حد پریشان کر دینے والا ہے۔" سید ابان بخاری کا لہجہ بوجھل تھا۔ اسے اپنا سر دکھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"میں بھیا سے بات۔۔۔۔"

"نہیں عابی۔ اس مسئلہ کو میں خود حل کروں گا۔ تم گھر میں ذکر بھی مت کرنا۔" وہ اس کی بات دوٹوک انداز میں کاٹ گیا تھا۔

"جی بہت بہتر اور آپ بھی اتنا اسٹریس مت لیں۔ اللہ سب بہتر کر دے گا۔" عابیہ کے لہجہ میں اپنائیت و دلاسہ تھا۔ اس کے چٹختے اعصاب کچھ پرسکون ہونے لگے تھے۔

"مکنون سے تمہاری کیا بات ہوئی تھی۔" وہ اس کا شکریہ ادا کرتا دھیمے سے پوچھ گیا تھا۔

"رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی اس کی وجہ سے آپ اور آنٹی پریشان ہیں۔ میں نے وجہ بھی پوچھی لیکن کوئی جواب ہی نہیں دیا۔" وہ مکنون سے ہوئی بات سیاق و سباق کے ساتھ اسے سنا گئی تھی۔

"ابان۔" وہ تفصیل سن کر بے حد خاموش ہو گیا تھا اور اس کی خاموشی سے گھبرا کر وہ اسے پکار گئی تھی۔

"اوہوں۔" اس کا کچھ کہنے کا دل ہی نہیں کر رہا تھا۔

"مکنون بہت حساس ہے آپ اور آنٹی کوئی ایسا فیصلہ مت کیجئے گا۔ جو اس کی حساسیت پر چوٹ ہو اس کی تکلیف کا سبب بنے۔" وہ دوست کی محبت میں نرمی سے بولتی سید ابان بخاری کا رہا سہا چین و قرار بھی لوٹ لے گئی تھی۔

"مکنون کی تم سے کوئی بات ہوئی ہے؟ کیا وہ احمر کو۔۔۔" وہ بات کو ادھورا چھوڑ گیا تھا۔ کچھ باتیں کہہ دینا اتنا آسان نہیں ہوتا ہے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ابان۔ آپ مکنون کی طرف سے اپنے دل میں کبھی کوئی بات مت لائیے گا۔ اس نے منگنی صرف آپ کی اور آنٹی کی ایما و خوشی کے لئے کی ہے۔ اسے رشتہ جڑنے سے، ختم ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اسے صرف آپ کی اور آنٹی کی ناخوشی و دکھ سے فرق پڑتا ہے۔" وہ اس کا بات ادھوری چھوڑ جانا صاف محسوس کرتی نہایت نرمی سے بولی تھی۔ اس کا مقصد مکنون کو ڈیفنڈ کرنا تھا اور مکنون کی فکر کرتی اس کی طرف سے دل میلا نہ کرنے کی ریکوئسٹ کرتی عابیہ اسے بے حد اپنی اپنی لگی تھی۔

"شکریہ بیہ۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور وہ ہنس دی تھی۔

"شکریہ کس بات کا ابان؟" وہ معصوم بنی تھی۔

"سید ابان بخاری سے محبت کرنے کا شکریہ۔۔۔ سید ابان بخاری کے رشتوں کو اپنا سمجھنے، اہمیت دینے، فکر کرنے کا شکریہ ڈئیر بیہ۔" سید ابان بخاری کا لہجہ جذبات سے بوجھل ہو گیا تھا اور عابیہ جو کافی دیر سے بلا تکان بول رہی تھی اس کی بولتی بند ہو گئی تھی اور اس کی خاموشی پر وہ ہنس دیا تھا۔

☆---☆---☆

ابرج سہروردی بے یقینی سے ایلیفیہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، بات ایسی ہو گی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور بڑی تیزی سے وہاں سے نکلا تھا وہ لپک کر اس کا بازو تھام گئی تھی۔

"ابر۔" وہ اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسے گھورتا ہاتھ جھٹک کر نکلتا چلا گیا تھا۔ وہ آفس میں تھا گھر جانے کی تیاری کر رہا تھا ایلیفیہ کی کال آ گئی تھی اور وہ اس کے ایک بار بولنے پر آغا ہاؤس پہنچ گیا تھا۔ آسیہ آغا اپنی دوست کی طرف محفل میلاد شریف میں گئی ہوئی تھیں۔ ابرج سہروردی کے لئے چائے کا انتظام اس نے خود کیا تھا اور ملازموں کو کھانا بنانے کا کہتی اس کا انتظار کرنے لگی تھی اور چائے کے دوران اس نے اسے یوں بلانے کی وجہ کہہ ڈالی تھی۔ اسے اندازہ تھا ابرج سہروردی کو برا لگے گا مگر وہ اس طرح ری ایکٹ کرے گا اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

"پلیز ایلیفیہ، سامنے سے ہٹو مجھے اس وقت تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ اس کو روکنے کے لئے لپک کر اس کی راہ میں آ گئی تھی اور وہ مزید خفا ہوا تھا۔

"تمہارا ری ایکشن میری سمجھ سے باہر ہے ابر، محبت کرنا کیا جرم ہے جو تم یوں۔۔۔"

"بکواس بند کرو ایلیفیہ۔" وہ کچھ کہنے لگی تھی مگر وہ نہایت درشتگی سے اس کی بات کاٹ گیا تھا۔

"تمہیں اس قدر غصہ کیوں آرہا ہے آخر۔ اگر مسکان کسی کو پسند کرتی ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔" وہ کہاں اس کے غصہ سے متاثر ہوئی تھی اور اس بات پر وہ لب بھینچ گیا تھا۔ پرسوں رات کو مسکان نے ایلیفیہ کو راز دار بنا کر الف سے یے تک کی داستان کہہ ڈالی تھی اور ابرج سہروردی سے بات کرنے کی درخواست کی تھی۔ ایلیفیہ نے بھرپور انداز میں تسلی دی تھی اور مسکان سے وعدہ کر لیا تھا وہ اس کا ہر ممکن ساتھ دے گی اس کا ارادہ میٹنگ سے واپسی پر راستے میں بات کرنے کا تھا مگر وہ سید ابان بخاری کی وجہ سے ڈسٹرب ہو چکی تھی۔ دوپہر میں مسکان نے کال کر کے اسے یاد دلایا تھا اور وہ ابرج سہروردی کے سامنے تمام بات رکھ گئی تھی۔

"تمہیں اس سب میں کوئی حرج ہی نظر نہیں آرہا۔" اس کا دل کیا تھا ایلیفیہ کو ایک لگائے مگر وہ ضبط کا مظاہرہ کرتا گہرے طنز سے بولا تھا۔

"ہاں۔ مجھے نظر نہیں آرہا اور تم بھی فرسودہ زمانوں کے نام نہایت غیر مند بھائیوں والا بی ہیو مت کرو۔" وہ ابرج سہروردی کے سامنے کبھی بھی ذہن و دل کی بات کہتے بالکل بھی نہیں ہچکچائی تھی۔ اس کا رویہ برا لگا تھا اس لئے صاف کہہ گئی تھی۔

"اپنی بکواس بند کرو ایلیفیہ، میں نام نہاد غیرت کا مظاہرہ نہیں کر رہا، مسکان اگر کسی کو پسند کرتی ہے اس بات میں برائی نہیں ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا ابر؟" وہ دونوں ہی فی الحال ایک دوسرے کو سمجھ نہیں رہے تھے۔

"اس لڑکے کی جو تم نے تفصیل بتائی ہے وہ ہرگز بھی اس لائق نہیں ہے کہ میں مسکان کو سپورٹ کروں۔" وہ صاف کہہ گیا تھا۔

"میں ابان سے محبت کرتی ہوں اور تمہاری اول دن سے مجھے سپورٹ حاصل ہے تو کیا صرف اس لئے کہ وہ اسٹیٹس میں ہمارے ہم پلہ ہیں۔" وہ ابرج سہروردی کو ناگواری سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں! یہی وجہ ہے سپورٹ کی۔ ابان ہر لحاظ سے تمہارے لئے پرفیکٹ ہے تب ہی میں نے تمہارا ساتھ دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمہیں سپورٹ کرنے کی بجائے تمہیں سمجھاتا۔" وہ چلتا ہوا لاؤنج میں آ گیا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلی آئی تھی۔ وہ دونوں صوفوں پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"تمہیں اس لڑکے سے ایک بار ملنا تو چاہئے، بنا دیکھے صرف یہ جان کر وہ ایک موٹر مکینک ہے اسے ریجیکٹ کر

دینا مسکان کی پسند کی مخالفت کرنا، کہیں سے بھی درست نہیں ہے۔" وہ اب معمول کی طرح اس سے بات کر رہی تھی۔ اس کی بات کو سمجھ رہی تھی اور اپنا موقف سامنے رکھ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم لڑکیاں محبت کے معاملے میں جذباتی ہوتی ہو۔ ہر چمکتی شے کو سونا سمجھ لینا تم لوگوں کی فطرت میں شامل ہوتا ہے مگر زندگی جذباتیت کے سہارے نہیں گزرا کرتی ایلیفیہ، حقیقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔" وہ اس کی جذباتی فطرت سے واقف دھیمے سے ناصحانہ انداز میں بولا تھا۔

"ایک معمولی موٹر مکینک سے مسکان کی شادی ہو ہی نہیں سکتی۔ محبت کا رنگین چشمہ ہٹا کر دیکھو ایلیفیہ، زندگی کی بلیک اینڈ وائٹ تلخیاں عیاں ہو جائیں گی۔" وہ گہری سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور اس کا کہنا بھی غلط نہیں تھا۔ اسٹیٹس میں زمین آسمان کا فرق تھا اوپر سے وہ تعلیم یافتہ بھی نہ تھا۔ ایک معمولی موٹر مکینک سے مسکان سہروردی کی شادی زمانے میں ان کی بدنامی کا سبب بنتی اور وہ بھی تلخ سچائی ایلیفیہ کو سمجھا رہا تھا۔

"میں مانتا ہوں محبت ایک بے اختیاری جذبہ ہے۔ میں مسکان کو غلط نہیں کہوں گا۔ مجھے اس پر اعتبار بھی ہے لیکن میں اس شادی کی حمایت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ سہروردی خاندان کی برسوں کی بنی ہوئی ساکھ برباد ہو کر رہ جائے گی۔" وہ واضح الفاظ میں رشتہ سے انکار کر گیا تھا۔

"ابر، محبت کے بغیر جینا آسان نہیں ہوتا اور اس شخص کو صرف اس لئے ٹھکرا دینا کہ وہ غریب ہے تو یہ اس شخص کے ہی نہیں، مسکان کے ساتھ بھی ظلم کی انتہا ہے۔" اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔

"تم سمجھ کیوں نہیں رہی ہو۔ اس شادی سے مسکان کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ شادی سہروردی خاندان کی بدنامی کا سبب بنے گی۔ ماما کبھی بھی، کسی صورت اس رشتہ کے لئے نہیں مانیں گی اور جب پتہ ہے یہ راستہ غلط سمت جا رہا ہے۔ اس راستے سے ملنے والی منزل خاردار ثابت ہوگی تو مسکان کو اس راستے سے بچانے میں ہی بھلائی ہے اور رہ گئی محبت اور یہ بات کہ محبت کے بغیر نہیں رہا جاتا تو یہ سب کتابی باتیں ہیں۔ کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا۔ میں زندہ ہوں اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہیے۔" وہ تمام حالات کو سیاق و سباق کے ساتھ ایلیفیہ کے سامنے رکھ گیا تھا۔ وہ آگے سے کچھ کہہ نہیں پائی تھی۔ کہتی بھی تو کیا ابرج سہروردی کی ہر بات تلخ ضرور تھی مگر سچائی پر مبنی تھی۔

"مسکان کو سمجھاؤ وہ اس شخص کا خیال ذہن سے نکال دے اور جہاں ماما کہتی ہیں شادی کر لے یہی اس کے لئے بہتر ہے۔" وہ اٹھا تھا اور نکلتا چلا گیا تھا۔ اس نے مسکان کو ابرج سہروردی کا فیصلہ سنا دیا تھا اسے اپنے طور پر بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہیں سمجھی تھی۔ مسکان کے طے کردہ پروگرام کے تحت ارباز، ابرج سہروردی کے آفس پہنچ گیا تھا۔ نیلی شرٹ، کالی پینٹ میں سانولی رنگت کا ارباز ظاہری طور پر پرفیکٹ تھا مگر اس کی غربت ہرگز بھی وہ نظر انداز نہیں کر

سکتا تھا۔ وہ جس سوسائٹی سے بیلونگ کرتا تھا وہاں ملازم بھی دیکھ کر رکھے جاتے تھے تو سہروردی خاندان کا داماد کبھی بھی ایرے غیرے شخص کو نہیں بنا سکتا تھا۔ اس نے گہری سنجیدگی سے ارباز سے چند ایک سوالات کئے تھے۔ اس کی تعلیم اور فیملی کا پوچھا تھا اور وہ سب بھی مایوس کن تھا اور یہ بات ابرج سہروردی بنا کسی توقف کے ارباز سے صاف کہہ گیا تھا کیونکہ وہ اگر بہن کی محبت میں اس کی خوشی کے خیال سے اگر ارباز کو اوکے کرتا بھی تو کس جواز کے تحت، اس کے پاس تو تعلیم تک نہ تھی کہ وہ اسے اپنے آفس میں ہی ایڈجسٹ کر لیتا۔۔۔ اور یہی سب اس نے ارباز سے صاف کہہ دیا تھا۔

”میں جانتا ہوں میں کیا ہوں، میں کسی قابل نہیں ہوں یہ جانتے ہوئے بھی آج آپ کے سامنے ہوں تو صرف اپنی محبت کی وجہ سے، محبت انسان کو اتنا ہی بے اختیار کر دیتی ہے، چاند کو چھونے کی آشا دل میں جنم لے لیتی ہے اور میں بھی چاند تک پہنچنا چاہتا ہوں لیکن میں آپ کی مجبوری کو بھی سمجھتا ہوں، آپ کے انکار کے بعد آپ کو میری جانب سے کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا کہ میں محبت کا احترام رکھنا جانتا ہوں۔“ وہ ابرج سہروردی کو ساکت چھوڑ کر اس کے آفس سے نکلتا چلا گیا تھا۔ اس کا گفتگو کا انداز، اس کی سادگی سب کچھ بہترین تھا مگر وہ جذباتیت کا شکار نہیں ہو سکتا تھا۔ مسکان تک بھائی کا فیصلہ پہنچ گیا تھا اور وہ خود ابرج سہروری تک چلی آئی تھی۔ بات معصومہ سہروردی تک بھی پہنچ گئی تھی انہیں اپنی بیٹی کی عقل پر ماتم کرنے کا دل کرنے لگا تھا اور اس نے صاف کہہ دیا تھا وہ شادی کرے گی تو صرف ارباز سے ورنہ کسی سے بھی نہیں۔ معصومہ سہروردی نے بیٹی پر ہاتھ اٹھا لیا تھا۔

”تم اس دو ٹکے کے انسان کے لیے ماں کے منہ آؤ گی۔“ معصومہ سہروردی اپنے جاہ و جلال میں آچکی تھیں۔

”ماما، کسی سے محبت کرنا گناہ نہیں ہے۔“ وہ بھیگے ہوئے لہجہ میں منمنائی تھی کیونکہ معصومہ سہروردی کے غصہ سے تو ابرج سہروردی ڈر جاتا تھا تو وہ کیا چیز تھی۔

”تڑاخ۔“ وہ بیٹی کے منہ پر طمانچہ مار گئی تھیں جہاں وہ ساکت ہوئی تھی ابرج سہرودی بھی مضطرب ہو گیا تھا۔ اسے ماں سے اس حد تک جانے کی امید نہیں تھی۔

”تم بتاؤ گی مجھے کہ گناہ کیا اور ثواب کیا۔ تو پہلے یہ بتاؤ مجھے یوں غیر مردوں سے محبت کے راگ الاپنے کا کس درجے ثواب ہے۔“ وہ تھپڑ سے ہی نہیں سنبھلی تھی کہ معصومہ سہروردی نے باتوں کا جوتا اسے کھینچ مارا تھا۔ اس کی نظریں جھک گئی تھیں۔

”اصل محبت شرعی رشتوں سے کی جاتی ہے باقی تمام محبتیں صرف دھوکہ ہوتی ہیں۔ تم اس دھوکہ سے نکل آؤ۔“ وہ سخت سخت سنا رہی تھیں اور وہ سر جھکائے آنسو بہا رہی تھی۔ اس کی حالت ابرج سہروردی سے برداشت نہیں ہوئی تھی

تھیں۔

"ماما! میں سچ میں ارباز سے بہت محبت کرتی ہوں، آپ اس سے صرف ایک بار مل لیں۔ وہ غریب ضرور ہے برا نہیں ہے۔" وہ ماں کے نرم پڑتے ہی ملتجی ہوئی تھی اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

"تمہاری شادی اس شخص سے نہیں ہو سکتی اور یہ بات میں تمہیں بار بار نہیں سمجھاؤں گی۔" وہ اس کے رونے کو نظر انداز کرتیں درشتگی سے بولی تھیں۔

"ماما ٹھیک کہہ رہی ہیں مسکان۔ وہ لڑکا کسی بھی اینگل سے تمہارے لائق نہیں ہے۔ حقیقت کو تسلیم کرو۔ بات کو سمجھو ہمارے خاندان کی سوسائٹی میں ایک ریپوٹیشن ہے۔ ہم کس طرح ایک موٹر مکینک سے تمہاری شادی کر سکتے ہیں۔" ابرج سہروردی نے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ کسی طور بھی سمجھنے کو تیار نہ تھی۔ وہ بضد ہوئی تھی اور معصومہ سہروردی کو غصیلی نگاہوں سے دیکھتیں اپنا فیصلہ سناتیں کمرے سے ہی نکل گئی تھیں۔

"بھیا، آپ سمجھائیں ناں ماما کو، مجھے ارباز سے ہی شادی کرنی ہے۔ اس کی غربت کو اس کا اور میرا جرم نہ بنائیں۔" وہ ماں کے منظر سے ہٹتے ہی بھائی کے سامنے رونے لگی تھی۔ ابرج سہروردی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر اس کے رونے میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔

"مجھے اندازہ تھا، مجھے اچھے سے معلوم تھا ماما کبھی راضی نہیں ہوں گی اس لئے میں نے ارباز سے ایک لفظ کہے بغیر ملک چھوڑ دیا اور چار سال اس شخص کا خیال ذہن و دل میں رہا۔ میں اسے ایک لمحہ کو بھی بھول ہی نہیں پائی، اسی لئے میں نے یہ سٹیپ لیا۔ میں مانتی ہوں میں غلط ہوں لیکن میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔" وہ بھائی کے سامنے کھلی کتاب بن گئی تھی۔ ابرج سہروردی لب بھینچے اسے سن رہا تھا۔

"آپ لوگ میری شادی ارباز سے نہیں کر سکتے تو مجھے کسی اور سے بھی شادی نہیں کرنی۔" وہ بہن کو غصہ سے دیکھنے لگا تھا۔

"بکواس بند کرو مسکان۔ تم میری نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔" اس کے ماتھے پر سبز رگیں ابھر آئی تھیں اور وہ بمشکل غصہ ضبط کئے ہوئے تھا۔

"میں آپ لوگوں کے خلاف نہیں جانا چاہتی، آپ کو اور ماما کو ارباز نہیں پسند، ٹھیک ہے۔ میں اس کا دوبارہ ذکر نہیں کروں گی لیکن پھر ماما میری شادی کا خیال بھی ذہن سے نکال دیں۔ میں شادی نہیں کروں گی اور مجھے فورس کیا گیا تو نتائج کے خود ذمہ دار ہوں گے۔" وہ آنسو رگڑتی دوٹوک انداز میں قدرے بے رحمی سے بولی تھی اور ابرج سہروردی کا ضبط بکھر گیا تھا۔ جس بہن سے آج تک اونچی آواز میں بات تک نہیں کی تھی وہ اس پر ہاتھ اٹھا گیا تھا۔

"تڑاخ۔ تم اس دو ٹکے کے انسان کے لئے مجھے دھمکی دے رہی ہو۔" مسکان لمحہ بھر کو ساکت رہ گئی تھی۔ وہ رخسار پر ہاتھ رکھے بھائی کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے ماں سے سخت رویے کی توقع تھی لیکن بھائی سے اس قدر سختی کی تو اسے ذرا برابر بھی امید نہ تھی، اس کی امیدیں یکدم ہی بکھر گئی تھیں اور وہ لحاظ کی راہ سے ہٹ گئی تھی۔

"لوگوں کو دولت کے ترازو میں تولنا چھوڑ دیں۔ انسان اور چیزوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔" وہ مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔

"مسکان۔ اپنی بکواس بند کر کے اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ جس شخص کے لئے تم سارے لحاظ بھول چکی ہو، بھائی سے بات کرنے کی تمیز فراموش کر چکی ہو وہ دو ٹکے کا انسان تمہیں دو وقت کی پیٹ بھر روٹی بھی نہیں کھلا سکتا۔" ابرج سہروردی کبھی بھی اسٹیٹس کا نشیئس نہیں رہا تھا، اس نے کبھی اپنے سے غریب لوگوں کو کمتر نہیں سمجھا تھا مگر وہ بہن کو اس سب سے باز رکھنے کو وہ سب کہہ گیا تھا جو سوچا تک نہ تھا۔

"روٹی انسان نہیں، اللہ کھلاتا ہے۔" وہ ترنت بولی تھی۔ معصومہ سہروردی جو اپنے طور پر بات اینڈ کر کے جا چکی تھیں ان دونوں کی چیخ و پکار سن کر واپس آ گئی تھیں۔

"مسکان، تم کیوں نہیں سمجھ رہی ہو۔ وہ شخص تمہارے لائق نہیں ہے۔ تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو، اس نے تو میٹرک تک نہیں کیا ہوا۔ اس کا اور تمہارا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ بات صرف اسٹیٹس کی نہیں ہے۔ ذرا عقل سے سوچو، حقیقت کو تسلیم کرو۔" وہ مسکان کو باغی ہوتا دیکھ کر یکدم نرم پڑا تھا۔

"مجھے ارباز سے محبت ہے اور میں اس کی ہر برائی، ہر کمی کے ساتھ اسے اپنانا چاہتی ہوں۔ مجھے فرق نہیں پڑتا وہ غریب ہے۔ پڑھا لکھا نہیں ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی تھی۔

"لیکن ہمیں فرق پڑتا ہے۔ میں ایک کم حیثیت داماد نہیں چاہتی۔" معصومہ سہروردی جو کچھ دیر سے ان دونوں کو سن رہی تھیں گہری سنجیدگی سے بولی تھیں۔

"کان کھول کر سن لو مسکان، تمہاری اس موٹر مکینک سے کسی طور شادی نہیں کروں گی اس لئے تماشہ بند کرو۔ میں مسز وقار کو کل ہی بلا رہی ہوں۔ تمہاری شادی وہیں ہو گی جہاں میں چاہوں گی۔" انہوں نے سختی سے بیٹی کو بہت کچھ باور کروایا تھا۔

"آپ بلائیں مسز وقار کو، بہت شوق سے بلائیں، میں ان کے سامنے ہی نہیں جاؤں گی۔ آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتیں۔ میں عین موقع پر شادی سے انکار کر دوں گی۔" مسکان ماں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتی نکلتی چلی

رشتوں کا لحاظ رہا تھا، نہ ہی آنکھوں میں شرم باقی رہی تھی۔

"ماما، آپ پریشان نہ ہوں۔ میں مسکان کو سمجھاؤں گا۔" وہ ماں کو مضطرب پاتا ان کی دلجوئی کرنے لگا تھا۔

"مجھے ارباز سے ملنا ہے۔" وہ ماں کے فیصلے سے بالکل بھی حیران نہیں ہوا تھا کیونکہ جس طرح مسکان نے ری ایکشن دیا تھا اس کے بعد اسے ہی ایسے ہی فیصلہ کی توقع تھی۔

"ماما۔ اس سے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں ملا ہوں اس سے، جیسے سفید پوش لوگ ہوتے ہیں وہ بالکل ویسا ہی ہے۔ بوڑھی ماں اور جوان بہنوں کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے ایک محنت کش انسان، جس کی ہماری سوسائٹی میں کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔ مسکان کی چوائس ففٹی پرسنٹ بھی اس قابل ہوتی کہ وہ ہماری سوسائٹی میں موو کر سکتی تو میں خود آپ کو سمجھاتا لیکن ماما، وہاں سمجھانے کو کچھ نہیں ہے۔ اس رشتہ کو جوڑنے کا مطلب ہے مسکان کو اندھی کھائی میں دھکیل دینا۔ سہروردی خاندان کی عزت کو تہہ خاک کر دینا۔" وہ گہری سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور وہ پل پل مضطرب ہوئی جا رہی تھیں۔

"دیکھے تھے ناں تم نے مسکان کے تیور، تو یہ لڑکی خود اندھی کھائی کی نذر ہو یا نہ ہو ہماری عزت ضرور ملیامیٹ کر کے رہے گی۔" بیٹی کے تیور نے معصومہ سہروردی کو ہلا دیا تھا۔ وہ جو شوہر کی وفات کے بعد بھی چٹان کی طرح مضبوط رہی تھیں، بیٹی نے اس چٹان میں ضرب لگا دی تھی۔

"ماما۔ آپ خود کو ریلیکس رکھیں، میں عائشہ آپی سے بات کرتا ہوں، وہ مسکان کو سمجھائیں گی۔" اس نے کہا تھا اور وہ چپ کر گئی تھیں۔ عائشہ میکے چلی آئی تھی۔ اس نے بھی مسکان کو بہت سمجھایا تھا۔ اس کی ایک ہی رٹ تھی ارباز یا کوئی بھی نہیں۔ اور ان تینوں نے فی الحال یہی فیصلہ کیا تھا کہ اس کی شادی کا ذکر ہی گول کر دیا جائے۔ بظاہر انہوں نے مسکان کا یہ مطالبہ مان لیا تھا کہ وہ اس پر کسی اور سے شادی کے لئے زور نہیں ڈالیں گے۔۔۔ جبکہ وہ اندر ہی اندر مسکان کو باہر بھیجنے کی پلاننگ کر رہے تھے۔ ابرج سہروردی کی پریشانی ایلیفیہ سے چھپی نہیں رہی تھی۔ اور اس کے اصرار پر ابرج سہروردی نے اسے تمام بات بتا دی تھی۔ مسکان کی بدتمیزی سے لے کر اپنے فیصلہ تک کچھ نہیں چھپایا تھا اور ایلیفیہ کو جہاں مسکان کے رویے سے تکلیف پہنچی تھی وہیں اسے ان لوگوں کا فیصلہ بھی پسند نہیں آیا تھا۔

"ابر، یہ مسکان کے ساتھ زیادتی ہے۔" وہ اس کے بے حد سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے دھیمے سے بولی تھی۔

"زیادتی اس کے ساتھ ہے یا وہ خاندان کی عزت خاک میں ملا دینا چاہتی ہے۔" وہ ایلیفیہ کو گھور رہا تھا۔

"محبت۔۔۔"

"بکواس بند کرو ایلیفیہ، محبت، محبت کا راگ سن سن کر میرے کان پک گئے ہیں۔ ایسی محبت بھاڑ میں جائے جو خاندان کی عزت کو سرعام نیلام کر دے۔ تم محبت کا راگ الاپنا چھوڑ دو، محبت نہ ہوئی تین وقت کی روٹی ہو گئی۔ نہیں کھائی

تو مر جائیں گے۔" ابرج سہروردی سخت غصہ سے بول رہا تھا۔ اس نے لب بھینچ لئے تھے۔

"عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا ایلیفیہ، نہ ضرورت، نہ محبت، ضرورت کے لئے عزت کا سودا کرنے والے اور محبت کے لئے عزت کا پاس نہ رکھنے والے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔" وہ آنکھوں میں غصہ کی حدت لئے نہایت کٹیلے لہجہ میں بول رہا تھا۔

"تمہارے نزدیک محبت کوئی معنی ہی نہیں رکھتی۔" وہ آنکھوں میں نمی لئے منمنائی تھی۔

"میرے لئے اگر کچھ معنی رکھتا ہے تو وہ ہے عزت، خاندانی وقار مگر محبت میرے لئے بے معنی ہرگز نہیں ہے۔ محبت ایک مثبت جذبہ ہے، انسانوں نے اسے منفی روپ دے دیا ہے۔" وہ تھکے تھکے سے انداز میں کاؤچ پر لیٹ گیا تھا۔ اس کا لہجہ بوجھل تھا اور وہ لب کچل رہی تھی۔

"محبت وصل سے ماوراہی ہو تو اچھا ہے۔ محبت میں جب وصل کی خواہش جنم لے لیتی ہے تو محبت جذبہ سے بڑھ کر تمنا کا روپ دھار لیتی ہے۔۔۔ اور خواہش تو ہوتی ہی اندھی ہے، صحیح غلط کا فرق مٹا دینے والی، اسی لئے میں مسکان کا ساتھ کبھی نہیں دوں گا کیونکہ محبت ہو جانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ بالکل ہی اندھے بہرے ہو جاؤ اور خاندانی وقار اپنی اقدار کا پاس ہی نہ رکھو۔" وہ دھیمے دھیمے بول رہا تھا۔ اس کے آنسو بے آواز گرتے جا رہے تھے۔

"میں تمہاری ہر بات سے ایگری کرتی ہوں لیکن ارباز کو صرف اس لئے ٹھکرا دینا کہ وہ غریب ہے۔ مسکان کا اس لئے ساتھ نہ دینا کہ اس نے اپنے سے کم حیثیت انسان سے محبت کی ہے بہت غلط ہے۔" وہ نم لہجہ میں اپنا مؤقف بیان کر گئی تھی۔

"حقیقت بدلی نہیں جا سکتی ایلیفیہ، تمہیں کیسے سمجھاؤں۔" وہ اس کے رونے سے ڈسٹرب ہو گیا تھا۔ جانتا تھا کہ وہ بے حد حساس ہے اور ایک جذباتی لڑکی ہے جس کے لئے محبت ہی سب کچھ ہے، جو خود محبت کرتی ہے تو ہر محبت کرنے والے کو درست سمجھتی ہے کہ ابھی اس کا صحیح معنوں میں دنیا سے واسطہ ہی نہیں پڑا تھا۔ تب ہی تو وہ ہر وقت خوابوں کا محل سجائے ان میں بڑے طمطراق سے رہتی تھی ہے۔ وہ خود اچھی تھی اس لئے اسے سب کچھ اچھا لگتا تھا۔ اسے سب اپنے جیسے معصوم اور اچھے لگتے تھے۔

"تو مت سمجھاؤ ناں مجھے، پلیز، میری بات مان لو۔" وہ سوں سوں کرتی معصومیت سے بولی تھی۔ اتنی ٹینشن کے باوجود وہ ایلیفیہ کے انداز پر مسکرا دیا تھا۔

"میری احمق دوست، احمقوں کی دنیا سے نکل آؤ۔ دنیا اتنی معصوم نہیں ہے جتنی کہ تم۔" اس نے ایلیفیہ کو کشن دے مارا تھا۔

"میں جانتی ہوں ابر، حقیت بہت تلخ ہے۔ اس لڑکے کا مسکان سے کوئی جوڑ نہیں ہے لیکن اسے مسکان کے قابل تو بنایا جا سکتا ہے۔" وہ کندھے سے ٹکراتے زمین بوس ہوتے کشن کو گود میں رکھتے ہوئے بولی تھی اور وہ اسے سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگا تھا۔ اس نے اپنی سوچ اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ اس کا کہنا تھا وہ مسکان کو ایک فرنشڈ اپارٹمنٹ جہیز میں دے دے اور ارباز خان کو گاڑیوں کا شوروم کھول دے۔ وہ حیرانگی سے ایلیفیہ کو دیکھنے لگا تھا۔ وہ سب کچھ اتنے آرام سے کہہ رہی تھی جیسے سب بہت آسان ہو۔

"یہ بھی ممکن نہیں ہے۔" وہ اس کی حماقت پر سر جھٹکتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ناممکن بھی تو نہیں ہے ابر۔" وہ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

"او احمقوں کی سردارنی، مجھے معاف کر دو اور جانے دو یہ اتنے رومانوی انداز میں، چہرے پر معصومیت آنکھوں میں آنسو لیے اپنے مزاجی خدا سے ضد کیا کرنا مجھے تو بخشو۔" وہ اس کو ٹالنے کو موضوع ہی اپنے انداز میں تبدیل کر گیا تھا اور وہ سرخ پڑ گئی تھی۔

"بکواس ہی کرنا تم۔۔۔" وہ جھینپ کر کہتی فاصلے پر چلی گئی تھی۔

"ویسے ایلفی، تمہیں اپنے ہی سے کچھ منوانے کے لئے زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا کرے گا۔ تم تو آنکھوں میں آنسو بھر کر ہی اس کے سامنے آؤ گی تو وہ بے چارہ گھائل ہو کر ترنت تمہاری مان لے گا۔" وہ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتا شرارت سے گل افشانی کر رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں ابر کہ تم مجھے موضوع سے ہٹانے کو یہ بکواس کر رہے ہو مگر میں سو فیصد سیرئیس ہوں۔ مائنڈ اٹ۔" وہ سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ غصہ سے قدرے چڑے ہوئے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ مڈل کلاس لوگ بہت انا پسند و غیرت مند ہوتے ہیں، ارباز اس سب کے لئے راضی نہیں ہو گا۔ اس لئے تم بہتر ہو گا اپنا چھوٹا سا دماغ زیادہ نہ چلاؤ اور سکون سے بیٹھو۔" وہ ناگواری سے دوٹوک انداز میں بولا تھا وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی مگر اس نے موقع ہی نہیں دیا۔

"میں اور ماما، مسکان کے دشمن نہیں ہیں، جو بھی فیصلہ کریں گے مسکان کی بھلائی کو پیش نظر رکھ کر ہی کریں گے۔ تم خود کو ہلکان مت کرو اور مسکان کو نرمی سے سمجھاؤ۔ تم خود محبت، محبت کرتی رہو گی تو اسے کیسے سمجھاؤ گی۔" وہ اب کے سختی سے بولا تھا اور اس نے نرمی سے اسے ایک بار پھر تمام صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔ وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی۔ اسے غور کرنے پر ان کا فیصلہ اتنا بھی غلط نہیں لگا تھا۔

"مسکان کو باہر بھیجنے کی بات کریں گے تو وہ اس سب کو غلط انداز میں لے گی اس لئے ماما اور میں ساتھ جا رہے ہیں،

آؤٹنگ کا بہانہ ہے۔ چاہو تو تم بھی ساتھ چل سکتی ہو۔" وہ اسے دیکھنے لگا تھا اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ فوراً ہی راضی ہو گئی تھی، یہ جانے بغیر کہ نہ صرف وہ خود کہیں جا سکے گی بلکہ اس کی وجہ سے ان سب کا جانا بھی ملتوی ہو جائے گا۔

"آفس کا کیا ہو گا ابر؟" وہ دھیمے سے پوچھ گئی تھی۔

"میرا مینیجر دیکھ لے گا۔ ویسے بھی میں ایک ہفتہ میں آ جاؤں گا، ماما وغیرہ سٹے کریں گے۔" وہ اب اسے جانے کے حوالے سے تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔ ایلیفیہ کو اختلاف تھا مگر وہ فی الحال مصلحتاً چُپ کر گئی تھی کہ ارباز کی کوئی بھی بات مسکان کے حق میں نہ جاتی تھی۔

☆---☆---☆

"ارے مس ایلیفیہ، آپ خواہ مخواہ میں پریشان ہوئیں۔" وہ در مکنون کے لئے کتاب لینے بک شاپ کی طرف آیا تھا اور ایلیفیہ سے ٹکرا گیا تھا۔ اس نے دھیمے سے اس کی خیر خیریت لی تھی اور اسے بتایا تھا کہ وہ میٹنگ کے دن سے اس کے لئے متفکر تھی جس پر وہ نرمی سے مسکراتا دھیمے لہجہ میں کہہ گیا تھا۔

"خوامخواہ میں تو نہیں، انسان خود سے وابستہ لوگوں کے لئے فکر مند ہو ہی جاتا ہے۔" وہ دھیمے سے بولی تھی۔ سید ابان بخاری چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ یہ لڑکی اسے ہر بار چونکا دیتی تھی۔ اس کی شخصیت میں ایک سحر تھا جس میں وہ گرفتار ہو جاتا تھا۔ اس کی دلنشین آنکھوں میں اسے اپنے لئے کئی جذبے سر اٹھاتے محسوس ہوتے تھے۔ وہ بہار سی لڑکی اسے کئی کہانیاں سناتی لگتی تھی، تب ہی تو وہ کافی محتاط ہو گیا تھا۔ جو ایک بے تکلف سی فضا جنم لینے لگی تھی وہ اس پر بند باندھ گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ کافی سے زیادہ ریزرو ہو گیا تھا اور وہ اس کی کیفیت سے انجان اسے کافی آفر کر گئی تھی۔ اسے ایلیفیہ سے ایسی امید کہاں تھی۔ اسے یہ لڑکی بے ضرر لگتی تھی۔ اس وقت بھی اس کے حسین چہرے پر نرم سی مسکراہٹ تھی جو بلاشبہ اس کے حسن میں آٹھ چاند لگا گئی تھی اس نے سر جھٹکا تھا۔ اس کی آفر ٹالتے ٹالتے اسے یکدم خیال آیا تھا کہ وہ اب تک اسے اپنی منگنی سے لاعلم رکھے ہوئے ہے اور اس نے ایلیفیہ کی آفر قبول کر لی تھی۔ اس کا ارادہ تھا وہ باتوں باتوں میں اسے اپنی منگنی کا بتا دے گا۔ اسے بتا دے گا کہ وہ عابیہ نعمانی سے محبت کرتا ہے اور اسی سے شادی کرنے جا رہا ہے اس لئے وہ اپنے قدم روک لے۔۔۔ کافی آرڈر کر دی گئی تھی۔ دھیمے سے سنجیدہ ماحول میں بات کا آغاز ہوا تھا کہ نسوانی آواز پر وہ دونوں ہی چونک گئے تھے۔

"اوہو، تو یہ ہے وہ جس کی خاطر تم نے عبرود شاہ کو ٹھکرا دیا۔" اس کے تیور بگڑے ہوئے تھے اور وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"میں اس لڑکی سے زیادہ حسین ہوں ابان، یہ تو میری جوتی کے برابر بھی نہیں ہے۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی

تھی اس نے جب سید ابان بخاری کو ایک بے حد حسین لڑکی کے ساتھ دیکھا تو وہ یہی سمجھی تھی کہ وہ اپنی منگیتر کے ساتھ بیٹھا ہے اس لئے وہ ان دونوں کے درمیان چلی آئی تھی اور اسے پبلک پلیس کا خیال تھا اس لئے اس کی آواز کافی دھیمی تھی۔ لیکن وہ مبالغہ آرائی کی حد کر گئی تھی کہ ایلیفیہ اس سے دس گنا حسین تھی اور اس کی معصومیت اور سادگی کا تو عبرود مقابلہ ہی نہیں کر سکتی تھی۔

"بکواس بند کر دیں مس شاہ۔" وہ غصہ سے بولا تھا جبکہ ایلیفیہ لب بھینچے سرخ پڑتی جا رہی تھی۔

"تم نے کیا سوچا تھا کہ مجھے پتہ نہیں چلے گا کہ تم منگنی کر چکے ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی اور ایلیفیہ جو عبرود شاہ کی باتوں کو سمجھ نہیں پا رہی تھی اس کے انکشاف پر دھک سے رہ گئی تھی اس کی نگاہ سید ابان بخاری پر اٹھی تھی۔ سید ابان بخاری اس کی نگاہ کی بے بسی و تڑپ سہار نہیں پایا تھا۔ وہ نگاہ چرا گیا تھا۔

"مس شاہ، آپ کو میری لائف میں مداخلت کرنے کی ہرگز بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں منگنی کروں یا شادی، یہ آپ کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔" وہ کچھ بول رہی تھی کہ وہ درشتگی سے دوٹوک انداز میں بولا تھا۔ ایلیفیہ جو اس بھرم میں تھی کہ سید ابان بخاری اس اجنبی لڑکی کی بات کی تردید کرے گا وہ بھرم چکنا چور ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ وہ خود کو الجھن میں گھرا ہوا محسوس کرنے لگا تھا۔ ایک طرف عبرود شاہ تھی جس کا غصہ بڑھ رہا تھا۔ وہ بکواس پر بکواس کئے جا رہی تھی۔۔۔ دوسری جانب ایلیفیہ آغا تھی، جس کے لب خاموش تھے۔ نگاہیں بے قرار آنسو بہا رہی تھیں۔ سید ابان بخاری کو جو شکوک تھے وہ یقین کا لبادہ اوڑھ گئے تھے۔ وہ ایلیفیہ کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور بڑی تیزی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ وہ اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا مگر ایسا کوئی حق نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی وہ اس لڑکی کی آزمائش بننا چاہتا تھا اس لئے وہیں بیٹھا رہا تھا۔ عبرود شاہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ دانت کچکچاتا اس پر واضح کر گیا تھا کہ جو لڑکی یہاں سے اٹھ کر گئی ہے وہ اس کی منگیتر نہیں تھی لمحہ بھر کو عبرود شاہ چپ کی چپ رہ گئی تھی۔ سید ابان بخاری اسے لعنت ملامت کر رہا تھا۔ اسے بتا رہا تھا کہ اس جیسی لڑکیاں اس کا معیار کبھی نہیں رہیں اور وہ لب بھینچ گئی تھی اور غصہ سے اسے وارننگ دے گئی تھی۔ اپنے عزائم بتا گئی تھی جس کا لب لباب یہی تھا کہ وہ اسے کبھی بھی عابیہ نعمانی کا نہیں ہونے دے گی۔ اس سے چھین لے گی۔ وہ نفرت سے ہنکارا بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا اور وہ وہیں غصہ سے پیچ و تاب کھاتی رہ گئی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ارمش چوہدری رخ موڑ کر اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو اس کے باس کی محبت کا دم بھر رہی تھی۔ حسن میں اسے سو میں سے سو نمبر دیئے جاسکتے تھے۔ وہ اٹھ کر اس تک چلا آیا تھا۔ اس نے جس وقت ایلیفیہ کو اپنے باس کے ساتھ آتے دیکھا تھا اسے حیرانگی ہوئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ایلیفیہ اس طرح کی لڑکی نہیں ہے اور وہ اپنے باس سے بھی واقف تھا۔ اس لئے وہ کچھ غلط نہیں سوچ پایا تھا۔ وہ اس رخ سے بیٹھا تھا کہ اسے ایلیفیہ

صاف نظر آ رہی تھی مگر وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ گاہے، بگاہے ایلیفیہ پر نظر ڈال رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بہت سے رنگ تھے۔ اس کی آنکھوں میں تتلیاں سی اڑ رہی تھیں۔ اس نے ایلیفیہ کا اتنا حسین روپ پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ اس روپ کو جی بھر کر دیکھ بھی نہیں پایا تھا کہ وہ آفت چلی آئی تھی۔ اور ایلیفیہ کی آنکھوں سے برستے آنسو۔۔۔ وہ بہت کچھ نا سمجھتے ہوئے بھی بہت کچھ سمجھ رہا تھا کہ ایلیفیہ ایک جھٹکے سے وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ وہ اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا مگر ان دونوں کے درمیان کی گفتگو سننے کی چاہ اسے ایلیفیہ کے پیچھے جانے سے روک گئی تھی۔ آج اس پر جو منکشف ہوا تھا اس کی غلط فہمی کا ہر پردہ از خود چاک ہو گیا تھا۔ وہ جو سمجھتا تھا کہ ایلیفیہ اور ابرج سہروردی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں آج انجانے لمحہ میں اس پر منکشف ہوا تھا کہ ایلیفیہ آغا تو سید ابان بخاری کی محبت میں مبتلا تھی۔۔۔ ایسا ایلیفیہ کے چہرے پر صاف لکھا تھا اور اس بات کے منکشف ہوتے ہی وہ لمحہ کے ہزارویں سیکنڈ میں عبرود شاہ تک چلا آیا تھا۔ وہ دشمن کا دشمن، دوست کی پالیسی پر چلتا عبرود شاہ سے ہاتھ ملا گیا تھا۔

"میں تو تمہیں جانتی تک نہیں، تم پر اعتبار کیسے کروں؟" وہ اپنے تیکھے لہجے میں بولی تھی۔

"اعتبار تو اپنے بھی توڑ دیتے ہیں مس شاہ، تو ایک اجنبی پر اعتبار کرنے میں حرج کوئی نہیں ہے۔" وہ اپنے مخصوص دھیمے متاثر کن لہجہ میں بولا تھا۔ وہ اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ اچھا خاصا خوش شکل نوجوان تھا۔

"تم سید ابان بخاری سے محبت کرتی ہو اسے پانا چاہتی ہو۔ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔" وہ مزے سے آفر کر رہا تھا۔

"اس عنایت کی کوئی خاص وجہ؟" وہ ابرو چڑھا کو بولی تھی۔

"میں جس لڑکی سے محبت کرتا ہوں وہ اس سے محبت کرتی ہے جس سے تم محبت کرتی ہو۔۔۔ اس لئے اگر تم میری مدد کرو تو میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔" وہ اب کے کھل کر بولا تھا۔

"تم سید ابان بخاری کی منگیتر سے محبت کرتے ہو؟" اسے یکدم اس نوجوان میں دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ نفی میں گردن ہلا گیا تھا۔

"جس لڑکی کو تم ابان کی منگیتر سمجھ بیٹھی تھیں میں اس سے محبت کرتا ہوں۔" وہ اس کی حسین آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔

"مجھے تمہاری سمجھ نہیں آ رہی۔ ابان کی منگنی ہو گئی ہے تو تمہارا راستہ تو کلیئر ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی اور وہ ہنس دیا تھا۔

"اس وقت تو میں تمہیں اپنی پلاننگ سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ اگر تم مجھ پر اعتبار کرو تو میرا موبائل نمبر لے لو۔ ہم

بعد میں بات کریں گے۔" وہ اس کو دلچسپی محسوس کرتا یکدم جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ اسے دوسروں کی نبض پر ہاتھ رکھنا بہ خوبی آتا تھا۔ اس نے ٹھیک کہا تھا اس کا راستہ کلیئر تھا مگر وہ سمجھتا تھا اتنا بھی کلیئر نہیں۔۔۔ اور اگر کلیئر ملتا بھی تو اسے سید ابان بخاری سے انتقام تو لینا ہی تھا۔ وہ لڑکی جسے وہ چاہتا تھا، وہ اس کے سپنے دیکھ رہی تھی۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے ایک لمحہ میں فقط ایک تیر سے دو نشانے لگانے کا منصوبہ ترتیب دے کر عبرود شاہ تک پیش قدمی کی تھی۔۔۔ اور اسے الجھا چھوڑ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔۔ عبرود شاہ بے حد الجھ گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس پر اعتبار کرے یا نہ کرے مگر اس نے ٹیبل پر سے وہ ٹشو پیپر اٹھا لیا تھا جس پر وہ اپنا نمبر چھوڑ گیا تھا۔

"اوہوں! تم سے ملنا پڑے گا ارمش چوہدری۔" وہ ٹشو پیپر پرس میں منتقل کرتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا ہر انداز پر سوچ تھا اور ارمش اسے الجھن میں ڈال کر خود بے حد پر سکون تھا۔ یہ جانے بغیر کے اس کا سکون مکمل غارت ہونے کو ہے۔۔۔!!!

☆---☆---☆

دل امید توڑا ہے کسی نے
سہارا دے کے چھوڑا ہے کسی نے
پیار کی آگ میں جلتے رہے
دل امید توڑا ہے کسی نے
اپنی کہانی کیسے کہیں گے، اپنی کہانی
نہ منزل ہے نہ منزل کا نشاں ہے
کہاں پہ لا کے چھوڑا ہے کسی نے
دل امید توڑا ہے کسی نے

وہ اسٹیئرنگ پر سر رکھے بلک رہی تھی۔ ایسے لگتا تھا کہ دل کرب کی شدت سے بند ہو جائے گا۔ اس نے کہاں تصور کیا تھا کہ وہ شخص جسے وہ چاہتی تھی، شدتوں سے ہر ایک دعا میں مانگتی تھی وہ کسی اور کا ہو جائے گا۔ وہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا اور پرایا ہو گیا تھا۔ جس سے اپنائیت اپنے عروج پر جا کر محسوس ہی نہ ہوئی تھی وہ اپنائیت کے ہر رنگ کو ہی پھیکا کر گیا تھا۔ وہ کسی اور سے منسوب ہو گیا تھا۔ اس کے سامنے اور وہ انجان تھی۔ وہ جس کے لئے مضطرب ہوئی جا رہی تھی، وہ جس کی فکر میں ڈوبی چند راتوں سے سو نہیں پائی تھی، وہ تو پہلے ہی اپنے غم اس سے الگ کر چکا تھا۔ وہ اس کے لئے اجنبی

تھا اور اس نے تمام حیات اجنبی، یکسر بے گانہ ہی رہنا تھا

قفس کی تیلیاں رنگین کیوں ہیں
یہاں پہ سر کو پھوڑا ہے کسی نے
دل امید توڑا ہے کسی نے

اسے اپنا دل، محبت کا قفس محسوس ہو رہا تھا جس میں اس کی اپنی سانس گھٹ رہی تھی۔ اس کا دل اس کی محبت کا غم سہار نہیں پار رہا تھا۔ اس نے موبائل اٹھایا تھا۔ اس کی انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ سینے میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں وہ لب پر لب جمائے ٹیکسٹ کر گئی تھی۔ فقط دو ٹیکسٹ اور اس کے بعد اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ گیا تھا۔ ابرج سہروردی جو مسکان سے الجھ رہا تھا اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا اسے باہر جانے کے لئے مجبور کر رہا تھا اس کے سیل فون پر میسج ٹون ہوئی تھی جسے وہ نظر انداز کر گیا تھا مگر دوسرے ہی پل سیل فون پر بیل ہوئی تھی اور وہ بہن پر ایک غصیلی نظر ڈالتا ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھا گیا تھا۔ ایک دفعہ ہوا تھا کوئی چھ سال پہلے جب ایلیفیہ کسی مشکل میں تھی۔ اس نے ابرج سہروردی کو میسج کیا تھا اور اس نے دیکھا نہیں تھا، جس کا اسے بے حد افسوس ہوا تھا اور اس نے ایلیفیہ کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ اسے میسج نہیں کال کرے گی اور کال ممکن نہ ہو تو وہ ٹیکسٹ کر کے ایک بیل دے دے گی۔ اس بات کو چھ سال گزر گئے تھے مگر یہ اس کی عادت ہو گئی تھی۔ وہ جب بھی مشکل میں ہوتی تھی، اسے اپنے دوست کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ اسے ہی ٹیکسٹ کے بعد بیل دیتی تھی۔۔۔ اور وہ چاہے کتنا ہی بزی ہو اگر میسج کے بعد بیل آتی تھی وہ پہلی فرصت میں موبائل چیک کرتا تھا۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا تھا کہ اس نے ایلیفیہ کے خیال سے موبائل چیک کیا تھا لیکن دوسری جانب کوئی اور تھا۔ مسکان بھی اس بات سے بہ خوبی واقف تھی اس نے لب بھینچ لئے تھے۔ بیل ایلیفیہ کے نمبر سے ہی تھی۔

ابرج سہروردی کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ ایک عجیب سی بے چینی نے اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیا تھا۔ اس نے میسج انبوکس اوپن کیا تھا، وہ ٹیکسٹ پر نگاہ بھی نہیں ڈال پایا تھا کہ مسکان کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"اگر میری جگہ ایلیفیہ کو کسی کم حیثیت انسان سے محبت ہو گئی ہوتی تو آپ سب سے بڑے سپورٹر ہوتے اس کے، کیونکہ وہ آپ کو عزیز ہے۔ اسے پھانس بھی چبھے تو تکلیف آپ کو ہوتی ہے۔ وہ ایک بار مشکل میں گرفتار ہوئی تو آپ نے اس کے لئے اصول مقرر کر دیئے۔۔۔ اور میں جو اتنی تکلیف میں ہوں، پل پل مر رہی ہوں، آپ میرے لئے گڑھا اور گہرا کرتے جا رہے ہیں کیونکہ آپ کو میں عزیز نہیں ہوں۔ میری جگہ ایلیفیہ ہوتی تو آپ اسے یوں کبھی نہ مرنے دیتے۔"

وہ بری طرح سسک رہی تھی۔ ابرج سہروردی ساکت رہ گیا تھا۔ بہن کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں

آنے دیئے تھے وہ اس کے سامنے کیسے زار و قطار رو رہی تھی۔ جس پر وہ ہاتھ تک اٹھا چکا تھا۔۔۔ بہت سختی سے پیش آچکا تھا۔ وہ کچھ کہنے لگا تھا مگر وہ تقریباً دوڑتے ہوئے وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ اس نے بوجھل ہوتے ذہن و دل کے ساتھ میسج پر نظر دوڑائی تھی۔ بے خیالی یکدم خیال میں بدلتی چلی گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے موبائل کی اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

شب غم کی سحر نہیں ہوتی

ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی

زندگی تو ہی مختصر ہو جا

شب غم مختصر نہیں ہوتی۔۔۔

وہ بے طرح الجھ گیا تھا۔ ایلیفیہ نے ان کے برسوں پرانے ساتھ میں آج تک کبھی کوئی شعر سینڈ نہیں کیا تھا۔ وہ جانتا تھا اسے شاعری سے ذرا برابر شغف نہیں ہے۔ وہ تو سونگز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ اسے موسیقی سے جتنا لگاؤ تھا۔ ایلیفیہ کو اسی قدر چڑ تھی۔ اور آج خلاف توقع اس کی طرف سے شعر موصول ہوا تھا۔ وہ بھی دکھ کی داستاں کہتا شعر۔۔۔ اس نے الجھتے ہوئے دوسرا ٹیکسٹ اوپن کیا تھا اور وہ اپنے پورے وجود سے لرز اٹھا تھا۔ وہ ٹیکسٹ پڑھتا یکدم اس کا نمبر ڈائل کرنے لگا تھا لیکن بیل جا رہی تھی۔

"پاگل۔۔۔ کال تو ریسیو کرو۔" وہ مضطرب سا اس کا نمبر ڈائل کئے جا رہا تھا مگر مستقل بیل جا رہی تھی مگر وہ کال ریسیو نہیں کر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں وہ شعر گردش کر رہا تھا جو ایلیفیہ نے اسے ٹیکسٹ میں سینڈ کیا تھا اور رہ رہ کر اسے انہونی کا احساس ہو رہا تھا۔

میں ان شیشہ گروں سے پوچھتا ہوں

کہ ٹوٹا دل بھی جوڑا ہے کسی نے

دل امید توڑا ہے کسی نے

سہارا دے کر چھوڑا ہے کسی نے

وہ بڑی عجلت میں باہر کی طرف بڑھا تھا کہ معصومہ سہروردی اسے آواز دے گئی تھیں۔

"ابرج، ذرا ایلیفیہ کو کال تو کرو۔" وہ جو پہلے ہی مضطرب تھا ان کی آواز پر تھما تھا اور ان کی بات اس کے

اضطراب میں اضافہ کر گئی تھی۔

"ایلیفیہ کو کال کیوں، خیریت ہے ماما۔" اس کا ذہن خطرے کے الارم بجا رہا تھا وہ آنکھوں میں وحشت لئے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"بھابھی کی کال آئی تھی، ایلیفیہ بھائی صاحب کی گاڑی لے کر اکیلے ہی بک شاپ چلی گئی ہے۔ اسے گئے کوئی گھنٹہ سے زیادہ ہو گیا ہے اور وہ کال تک ریسیو نہیں کر رہی۔ اس لئے بھابھی پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ بھتیجی کے لئے پریشان ہوتیں نرمی سے تفصیل بتا رہی تھیں اور وہ ماں کو جلد آنے کا کہتا گیراج کی طرف دوڑا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ایلیفیہ کون سے بک شاپ گئی ہوگی۔ وہ ریش ڈرائیونگ کرتا بک شاپ تک پہنچا تھا۔ اسے سائیڈ پر ہی شارق آغا کی کار کھڑی نظر آگئی تھی۔ وہ دیوانہ وار گاڑی کی طرف بھاگا تھا۔ وہ گاڑی میں اسٹیئرنگ پر سر ٹکائے بیٹھی تھی۔ گاڑی لاک تھی۔ وہ ڈرائیونگ ڈور کا شیشہ ناک کرتا اسے آواز دے رہا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ اسے کسی انہونی کا خدشہ لاحق ہوا تھا اس نے کچھ سوچ کر فرنٹ سیٹ کا ڈور اوپن کرنے کی کوشش کی تھی جو ظاہر ہے ناکام ہوئی تھی۔ اس نے احتیاط کے ساتھ شیشہ توڑا تھا۔ اسے یہ ڈر تھا کہ شیشہ ٹوٹ کر ایلیفیہ کو نہ لگ جائے۔ وہ اپنی احتیاط میں کامیاب رہا تھا۔ ڈور اوپن کرتے ہی اس نے ایلیفیہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا اور وہ ایک جانب کو لڑھک گئی تھی۔ ابرج سہروردی کو لگا تھا کہ اس کی اپنی سانس رک سی گئی ہو۔ اس کے کانوں میں ایلیفیہ کی آواز گونجی تھی۔

"ابر، آج مجھے سب کچھ بہت برا لگ رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔" وہ آفس میں تھا جب اس نے بے وقت کال کر کے کہا تھا اور وہ اسے ڈپٹ گیا تھا۔

"شکل اچھی نہ ہو تو بھی انسان کو بات اچھی ہی کرنی چاہئے۔" اس کے خفگی سے کہنے پر وہ ہنس دی تھی۔

"اطلاع کے لئے عرض ہے یہ بات مجھ پر صادق نہیں آسکتی کہ میں شکل میں ہزاروں کو مات دیتی ہوں۔ حسن کا خزانہ سمجھ لو۔" وہ ڈپریشن کا شکار تھی وہ جانتا تھا وہ توجہ بھی جانتا تھا اس لئے اس نے موضوع بدلا تھا اور اس کے ہنسنے پر وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ یہ کہاں اندازہ تھا کہ ایلیفیہ اس کے ساتھ ایسا کرے گی۔ اس کے خدشے درست ہو جائیں گے۔ وہ قسمت کے اس وار پر بالکل ہی ڈھے سا گیا تھا۔

☆---☆---☆

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا ثمر آخر کروں تو کیا کروں۔" عبرود شاہ نے ہمیشہ کی طرح ثمرین سے کچھ نہیں چھپایا تھا۔ وہ اس سے روٹھتی تھی، غصہ کرتی تھی پھر مان جاتی تھی۔ ثمرین اس کی بیسٹ فرینڈ تھی اس کے بغیر عبرود شاہ کا گزارہ ہی نہ تھا۔ اس لئے وہ ملّا کی دوڑ مسجد تک کے مصداق اپنی اکلوتی دوست تک چلی آئی تھی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ اس پر اعتبار کرنے میں حرج ہے وہ تو سنا ہی ہوگا تم نے، دشمن کا دشمن، دوست ہوتا ہے۔" وہ تمام تفصیل سن کر دھیمے سے بولی تھی اور عبرود شاہ نے جو بات ارمش چوہدری سے کہی تھی وہ ثمرین سے بھی کہہ دی تھی۔

"مجھے یہ نہیں سمجھ آرہا کہ جس لڑکی سے وہ محبت کرتا ہے، وہ اگر ابان سے محبت کرتی ہے تو ابان کی منگنی کے بعد تو اس کا راستہ صاف ہے تو پھر وہ کیوں چاہتا ہے میں اس کی مدد کروں اور وہ میرا مددگار ثابت ہو۔" وہ اس پوائنٹ پر آکر بری طرح الجھن کا شکار تھی۔

"یہی بات تو مجھے بھی سوچنے پر مجبور کر رہی ہے۔" ثمرین کا انداز بھی پر سوچ تھا۔

"مجھے کیا کرنا چاہئے، اس اجنبی سے رابطہ کروں یا نہیں؟" وہ ثمرین سے پوچھ رہی تھی۔

"رابطہ کر لینا، کہہ تو رہی ہوں حرج نہیں ہے۔ ویسے تم تو محسن کو سیڑھی بنا کر آگے بڑھنا چاہتی تھیں۔" وہ عبرود شاہ کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں! سوچا تو یہی تھا مگر اس لڑکے نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔" وہ صاف بولی تھی۔

"میری مانو تو ابان کا پیچھا چھوڑ دو۔ عورت کی اس سے بڑی توہین کوئی نہیں ہے کہ ایک مرد اسے ہزار التفات کے جواب میں بے رخی کی مار مارے اور عورت پھر بھی اس کی طرف لپکتی رہے۔" ثمرین اپنے خیال و سوچ کو اس تک پہنچانے میں تاخیر نہیں کرتی تھی نہ ہی کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس کرتی تھی۔ اس وقت بھی صاف گوئی کی انتہا پر تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں ابان کے لئے مر رہی ہوں، ہرگز نہیں ثمر، اس نے میری، عبرود شاہ کی توہین کی ہے مجھے صرف اس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے۔" وہ دوست کو گھورتی چیختے لہجے میں بولی تھی۔

"خسارہ تمہارے ہاتھ میں ہی آئے گا عبرود۔ اس لئے لعنت بھیجو اس شخص پر جو تمہارا قدر دان ہی نہیں ہے۔ اور جو تمہارا قدر دان ہے اس سے شادی کر لو۔" وہ ثمرین کو ناگواری سے دیکھنے لگی تھی جس کے باعث ثمرین چپ کر گئی تھی۔

"محسن سے بڑھ کر اچھے پرپوزل ہیں میرے لئے، تمہیں اس متوسط طبقہ کے محسن میں نہ جانے کون سی ایسی خوبی نظر آگئی ہے کہ تم ہر وقت مجھے اس سے شادی کے مشورے دیتی رہتی ہو۔" عبرود کا پہلے سے آف موڈ مزید برباد ہو چلا تھا۔

"تمہارے جتنے بھی پرپوزلز ہیں وجہ تمہاری بے تحاشہ خوبصورتی اور تمہارا کروڑوں کی جائیداد کا اکلوتا وارث ہونا ہے جبکہ محسن تمہارے ساتھ سنسیئر ہے وہ تم سے تمہاری خوبصورتی و جائیداد کے لئے نہیں، تُم سے تمہارے لئے

شادی کرنا چاہتا ہے۔ تم اس کی محبت ہو عبرود، اور محبت کا مقابلہ دنیا کی کوئی شے نہیں کر سکتی۔" ثمرین اس کی ہی سوسائٹی سے تعلق رکھتی تھی مگر وہ مادیت پرست نہیں تھی نہ ہی اسے اپنی خوبصورتی پر زعم تھا اس لئے وہ اپنی سوسائٹی کی تمام خوبیاں، خامیاں اپنا لینے کے باوجود بھی کچھ مختلف تھی کیونکہ اس کی سوچ منفرد تھی۔

"واٹ ربش ثمر! یہ محبت وحبت کچھ نہیں ہوتی۔ مجھے بھی کچھ عرصہ پہلے لگا تھا کہ مجھے ابان سے محبت ہو گئی ہے۔" وہ لفظ محبت کو چبا کر بولی تھی۔ ثمرین نے لب بھینچ لئے تھے۔

"مگر جب اس نے مجھے اگنور کیا تو مجھے اس سے شدید نفرت ہو گئی ہے۔ میں اس سے اپنی توہین کا بدلہ لینا چاہتی ہوں۔ اگر یہ محبت اتنا ہی پاور فل جذبہ ہے تو میں کیوں اتنی جلدی اس کے اثر سے نکل آئی۔" وہ طنز و تحقیر سے بول رہی تھی۔

"کیونکہ تمہیں ابان سے محبت کبھی ہوئی ہی نہیں تھی۔ ابان تمہاری زندگی میں آنے والا پہلا مرد ہے۔ جس نے تمہارے حسن کے قصیدے نہیں پڑھے، جو تمہارے باقی عقیدت مندوں کی طرح دم ہلاتا ہوا تمہارے آگے پیچھے نہیں ہوا اس لئے تمہیں ابان میں اس قدر دلچسپی محسوس ہوئی۔ جسے تم محبت سمجھ بیٹھیں، مگر محبت ہونے اور سمجھنے میں فرق ہوتا ہے اور تم ابان کے پیچھے بھاگنے کے بجائے بہتر ہو گا کہ محسن کی محبت کو پہچانو۔۔۔ ورنہ تمام عمر پچھتاؤ گی۔" ثمرین اسے ہکا بکا چھوڑ کر جا چکی تھی اور وہ سر جھٹکتی محسن اور ارمش کے ذریعے ابان سے اپنی توہین کا بدلہ لینے کی پلاننگ کرنے لگی تھی۔

☆---☆---☆

"تم اندر تو آؤ۔ ایسے باہر کے باہر جانا کچھ اچھا نہیں لگتا۔" محسن نعمانی نے مصافحہ کرتے ہوئے اپنائیت سے کہا تھا مگر سید ابان بخاری معذرت کرتا کام کا بہانہ کرتے ہوئے درمکنون کو ایک گھنٹہ بعد ریسیو کرنے کا کہتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ درمکنون کبھی کبھی اسے بے حد پریشان کرتی تھی اور وہ بہن کی محبت میں مجبور ہو جاتا تھا۔ آفس سے نکل رہا تھا تب اس نے فون کر کے کہہ دیا تھا کہ واپسی پر کتابیں لیتا ہوا آئے اور وہ نہ چار بک شاپ پہنچا تھا۔ مطلوبہ کتب لے کر لوٹ رہا تھا تو ایلیفیہ سے سامنا ہو گیا تھا۔ عبرود شاہ کے اچانک آ جانے کے باعث جو بدنظمی ہوئی تھی اور ایلیفیہ جس طرح اٹھ کر گئی تھی اس کے ذہن و دل پر ایک بوجھ آن گرا تھا۔ وہ گھر پہنچا تھا تو ارادہ اپنے کمرے میں جا کر آرام کرنے کا تھا لیکن گلابی پرنٹڈ سوٹ میں تیار درمکنون پر نظر پڑتے ہی یاد آیا تھا کہ اسے لے کر عابیہ کی طرف جانا ہے۔ عابیہ اپنی کسی کزن کی شادی میں کل اسلام آباد جا رہی ہے اسی لئے درمکنون نے اس سے ملنے جانے کی بات کی تھی، پہلے تو درشہوار منع بھی کر دیتی تھیں، سید ابان بخاری بھی دس بار کہنے پر دوبار ہی لے جاتا تھا مگر اب رشتہ داری ہو گئی تھی اس لئے منع کرنے کا جواز ہی باقی نہیں رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر درمکنون کو لے جانے سے منع کرے گا تو نہ صرف وہ ہرٹ ہو گی۔ درشہوار کے

سوالوں کا بھی اسے جواب دینا ہو گا اس لئے بہن کو آنے کا کہہ کر واپسی قدم موڑ دیئے تھے جبکہ درمکنون بضد ہوئی تھی کہ وہ فریش ہو جائے تو چلتے ہیں مگر اس نے کب سنی تھی۔ وہ اسے لے کر عابیہ کے گھر آ گیا تھا اور محسن کے بے حد اصرار کے باوجود اندر نہیں گیا تھا کیونکہ اسے اپنی ذہنی حالت کا پتہ تھا۔ وہ آج کل درمکنون کے رشتہ کو لے کر ہی پریشان تھا۔ اوپر سے آج کے واقعہ نے اسے بے حد مضطرب کر ڈالا تھا۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے اسے رہ رہ کر ایلیفیہ کا زرد پڑتا چہرہ اور سمندر ہوتیں آنکھیں یاد آ رہی تھیں۔ عابیہ جسے درمکنون فون کر کے اپنے آنے کا بتا چکی تھی۔ وہ اس خیال سے کہ سید ابان بخاری آئے گا اچھے سے تیار ہوئی تھی مگر سب بے سود، اس کا دل ہی بجھ کر رہ گیا تھا۔ اسے پھر سید ابان بخاری سے کئی شکوے ہونے لگے تھے۔ وہ بظاہر تو درمکنون سے بات کر رہی تھی۔ اسے اسلام آباد سے واپسی کا شیڈول بتا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہنس رہی تھی مگر دل میں ایک پھانس سی چبھ گئی تھی۔ اس نے کمرے کی کھڑکی سے سید ابان بخاری کو محسن سے بات کرتے دیکھا تھا اور اس کا سنجیدہ چہرہ اسے مضطرب کر گیا تھا۔ وہ دور سے ہی اس کی پریشانی بھانپ گئی تھی۔

"تم کن سوچوں میں گم ہو؟" درمکنون اس کی بے خیالی نوٹ کرتے ہوئے ٹوک گئی تھی۔

"ایسی تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔" وہ بمشکل مسکرائی تھی۔

"مجھے پتہ ہے تم بھیا کے باہر سے باہر ہی چلے جانے پر ٹینس ہو گئی ہو۔" درمکنون دھیمے سے بولی تھی۔ اس کے انداز میں شرارت چھلکی تھی اور عابیہ جھینپ گئی تھی۔

"تمہارے بھیا اب میرے لئے اتنے بھی معنی نہیں رکھتے کہ ان کے آنے نہ آنے سے مجھے فرق پڑے۔ میں ٹینس ہو جاؤں اور۔۔۔" وہ خجالت مٹانے کو خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے لگی تھی۔ درمکنون کی بے ساختہ ہنسی پر وہ سرخ پڑتی بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

"بدلے بدلے سے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔" وہ شرارت سے گنگنائی تھی۔

"مکنون، چپ کر جاؤ ورنہ میں تمہیں مار بیٹھوں گی۔" وہ بے حد کنفیوز ہوتی اسے دھمکی دینے لگی تھی مگر اس پر کون سا اثر ہوا تھا۔ وہ مزید ہنستی چلی گئی تھی۔

"مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ محبت انسان کو اس قدر حسین اور جاذب نظر بنا دیتی ہے۔" وہ عابیہ کے سانولے چہرے پر رنگوں کو رقص کرتے دیکھ کر بولی تھی کیونکہ وہ اس کے حسین روپ کو دیکھتی حیران بھی تھی خوش بھی تھی۔

"تم چپ نہیں کر سکتیں مکنون۔" وہ منمنائی تھی اور درمکنون نے ترنت نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

"بھیا کو دکھاؤں گی تمہارا انتہائی پیارا روپ۔ سیلفی پلیز۔" وہ شوخی سے کہتی عابیہ کے سمجھنے تک سیلفی بنا گئی تھی۔

"پیارا روپ دکھانا میرا ہے، سیلفی اپنے ساتھ بنائی ہے۔ یہ میری سیلفی خراب کرنے کی کوشش ہے یا میرے

پیارے روپ پر قدغن لگانے کی سازش۔" عابیہ کی اس سے اتنی گہری دوستی و بے تکلفی تھی کہ وہ اپنے مخصوص شرارتی انداز میں بول گئی تھی۔

"روپ پر ایک بار نکھار آ جائے تو اس پر کوئی قدغن نہیں لگ سکتی۔" وہ برامنائے بناء اس کی شرارت کے جواب میں شرارت سے ہی بولی تھی۔ جس پر عابیہ ہنس دی تھی اور درمکنون نے اس کی طرف اپنا سیل فون بڑھایا تھا۔ تین پکچرز تھیں مگر درمکنون نے سیلفی کچھ اس طرح لی تھی کہ صرف عابیہ کا جگمگاتا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اسے درمکنون کی اس صلاحیت کا علم تھا کہ وہ سیلفی بنانے میں ماہر ہے آج کچھ اور اندازہ ہو گیا تھا اور اس نے مسکراتے ہوئے اب خود اس کے ساتھ سیلفی لی تھی اور درمکنون کا سیل فون واپس کر دیا تھا۔

"بھیا کو تمہاری پکس واٹس ایپ کر دیتی ہوں اگر واپسی میں بھی باہر سے جانے کا ارادہ ہو گا تو وہ فوراً ہی بدل جائے گا۔" درمکنون شوخی سے کہتی اس کی جان ہی تو نکال گئی تھی۔

"مکنون، پاگل مت بنو۔ یہ حماقت ہرگز بھی مت کرنا۔" وہ آنکھیں نکالتے ہوئے اس پر بگڑی تھی اسے واٹس ایپ کرنے سے روکنا چاہا تھا مگر درمکنون کو وہ کہاں باز رکھ پائی تھی اس نے عابیہ کے روکنے، موبائل چھیننے کی ہر کوشش کو ناکام بناتے ہوئے عابیہ کی سیلفی سید ابان بخاری کو واٹس ایپ کر دی تھی جس پر وہ درمکنون سے خفا ہو گئی تھی۔

"میں ابان سے اب کبھی کبھی بات کر لیتی ہوں مگر اس طرح کبھی سیلفی سینڈ نہیں کی۔ کبھی ویڈیو چیٹ نہیں کی۔ یہ بہت غلط ہے مکنون اور مجھے تم پر شدید غصہ آ رہا ہے کہ تم نے ہمارے درمیان کے مذاق کو ابان تک فارورڈ کر دیا ہے۔"

عابیہ کے الفاظ

سے زیادہ اس کا لہجہ ناگوار تھا۔

"بھیا تمہارے منگیتر ہیں، منگنی کی کتنی ہی تصاویر ہمارے گھر پر فوٹو البم میں پڑی ہیں اور میرے ہی نہیں بھیا کے موبائل پر بھی منگنی کی کتنی تصاویر محفوظ ہیں تو ابھی تصویر سینڈ کر دی ہے تو کون سی برائی ہے۔" اسے عابیہ کا لہجہ ناگوار گزرا تھا اس لئے قدرے خفگی سے بولی تھی۔

"تقریب میں لی جانے والی تصاویر اور خود سے بنا بنا کر سیلفیاں واٹس ایپ کرنا دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے مکنون۔" عابیہ دوست کو ناراض ہوتے دیکھ کر دھیمی پڑ گئی تھی۔

"چیک کر لو میں نے بھیا کو تمہاری کوئی بھی پک نہ ابھی نہ پہلے کبھی واٹس ایپ نہیں کی۔" وہ اس کو گھورتی موبائل بیڈ پر اچھالتی عابیہ کے کمرے سے نکل گئی تھی۔ عابیہ کو افسوس ہونے لگا تھا۔ اس کی جلد بازی قدرے غصیلی فطرت اسے

درمکنون کے سیل پر ابان کی کال آنے لگی تھی۔

"بھیا کالنگ۔" موبائل کی اسکرین پر بلنک ہو رہا تھا۔ اسے کال ریسیو کرنا عجیب لگ رہا تھا اور کال ریسیو کرنے میں حرج بھی نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اسی شش و پنج کے ساتھ کہ کال ریسیو کرنے یا نہ کرے اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ کال شدومد سے آ رہی تھی اسے درمکنون اپنی ماما سے بات کرتے ہوئے دور سے ہی نظر آ گئی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر کال ریسیو کر لی تھی۔

"مکنون، تم عابیہ سے کہو وہ تمہیں گھر ڈراپ کر دے۔ میں کچھ بزی ہوں لینے نہیں آ سکتا۔" وہ کال یس ہوتے ہی بولا تھا۔

"السلام علیکم۔" اس نے یہ بتانے کے لئے کہ وہ درمکنون نہیں ہے دھیمے سے سلام کیا تھا۔ سید ابان بخاری نے یکدم گہری سانس خارج کی تھی۔

"بیہ، تم مکنون کو گھر ڈراپ کر دو۔ میں کچھ مصروف ہوں۔" وہ سلام کا جواب دیتا آگے سے اس کی خیر خیریت لینے کے بجائے مطلب کی بات کہہ گیا تھا۔

"جی بہت بہتر۔" اس کا جواب انتہائی مختصر تھا مگر اس کا لہجہ سے ناراضگی صاف مترشح ہوئی تھی۔

"ماما جان کا بی پی شوٹ کر گیا ہے میں انہیں ہاسپٹل لے آیا ہوں۔" وہ اس کی ناراضگی محسوس کرتا اپنی عجلت کی وضاحت کے لئے اپنی پریشانی کہہ گیا تھا اور وہ پریشان ہوتی اس سے درشہوار کی خیریت پوچھنے لگی تھی۔

"ماما جان، اب کافی بہتر ہیں۔ کچھ دیر تک میں انہیں گھر لے جاؤں گا۔ تم مکنون سے نہ کہنا ورنہ وہ پریشان ہو گی۔" وہ دھیمے سے بتاتا نرمی سے ہدایت کر گیا تھا اور وہ اسے اپنا اور ماں کا خیال رکھنے کی ہدایت کرتی رابطہ منقطع کر گئی تھی اور وہ چلتی ہوئی ان دونوں کے پاس آن ٹھہری تھی۔ عابیہ کو دیکھتے ہی وہ ناراضگی کے اظہار میں بھائی کے اب تک نہ آنے کا ذکر لے بیٹھی تھی اور اس نے درمکنون کا سیل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے سید ابان بخاری کی کال اور اس سے ہوئی گفتگو بتا دی تھی۔ جس پر درمکنون کا منہ بن گیا تھا مگر جیسے ہی عابیہ نے اس سے سوری کی تھی وہ اپنا موڈ درست کر گئی تھی۔ عابیہ نے بھائی سے کہا تھا اور محسن اور وہ درمکنون کو چھوڑنے گھر آ گئے تھے۔ سگنل پر گاڑی رکی تھی تب درمکنون کو احمر رضوی نے ایک اجنبی کی گاڑی میں دیکھ لیا تھا۔ اس کی نظر صرف ڈرائیونگ کرتے لڑکے پر تھی اس نے بیک سیٹ پر درمکنون کے ساتھ بیٹھی لڑکی کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔ سید ابان بخاری جو پہلے کم پریشان تھا، ماں کی یکدم طبیعت خراب ہونے کے باعث زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ ہاسپٹل سے گھر پہنچا تھا۔ اسی وقت وہ تینوں بھی پہنچے تھے ان دونوں بھائی بہن نے درشہوار کی خیریت دریافت کی تھی۔ مکنون پریشان ہونے لگی تھی مگر اسے سید ابان بخاری نے سنبھال لیا تھا اور ملازمہ سے

چائے کا انتظام کرنے کو کہا تھا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔" وہ درشہوار کے کمرے سے نکل رہی تھی اور وہ اس کے پیچھے ہی ماں کے کمرے سے نکل کر اس تک آیا تھا اور دھیمے سے بولا تھا۔ وہ نظر جھکا کر نہایت دھیمے لہجہ میں اس کا شکریہ ادا کر گئی تھی۔

"ذرا ذرا سی بات پر ناراض کیوں ہو جاتی ہو، بیبہ۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اس نے بس ایک نظر سید ابان بخاری کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"ناراض ہونے کا شوق تو کسی کو نہیں ہوتا۔ ناراض ہونے والی بات ہوتی ہے تو ناراض ہوتی ہوں۔" وہ دھیمے لہجہ میں بول رہی تھی۔ اس نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

"ہمیشہ فضول باتوں پر ناراض ہوتی ہو۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجہ میں بولا تھا اور وہ اس کو دیکھنے لگی تھی۔

"اُف! اب پھر ناراض مت ہو جانا یار۔ مجھے لڑکیوں کو منانے کا بالکل بھی ایکسپیریئنس نہیں ہے۔" وہ اس کی ایک خفا نظر پر ترنت شوخی سے بولا تھا۔ وہ جھینپ گئی تھی۔

"اب ہو جائے گا۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بولی تھی اور وہ اس کی ذو معنی بات پر بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"یعنی یہ طے ہے کہ تم نے روٹھنا ضرور ہے۔" وہ اس کے سانولے چہرے کو نگاہ کے حصار میں لیتے ہوئے دوستانہ انداز میں بولا تھا اور وہ اس کی نگاہ سے جزبز ہوتی فقط اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کر گئی تھی۔

"اور اگر کبھی میں جو روٹھ گیا تو۔۔۔" وہ جانے کو آگے بڑھتی عابیہ کے عین سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

"تو میں آپ کو روٹھا رہنے نہیں دوں گی۔ منا لوں گی۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے محبت بھرے لہجہ میں بولی تھی۔

"اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے۔" اس کے لہجہ کی گمبھیرتا عابیہ کے دل میں اتر گئی تھی، چہرے کی رنگت دہکنے لگی تھی۔

"محبت اتنی اور کتنی نہیں ہوتی ابان، محبت ناپ تول سے پرے کی چیز ہے۔ محبت ہے۔۔۔ بے حد و بے حساب ہے۔" وہ اس کی خوبصورت آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پہلی دفعہ کچھ بولی تھی، اسے لگا تھا جیسے زندگی مل گئی ہو۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے خرد سے بیگانہ ہو گئے تھے کہ قدموں کی چاپ پر وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھی تھی وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔

"آئی لو یو بیبہ۔" سرگوشی کی تھی وہ بس ایک نظر اس کو دیکھتی ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئی تھی۔ سید ابان بخاری کو اتنے دنوں کی کلفت دن بھر کی تھکن اور پریشانی یکدم اڑن چھو ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ خود کو بے حد پرسکون محسوس کر رہا تھا

خوشگوار ماحول میں ہی پی گئی تھی اور چائے کے بعد وہ دونوں چلے گئے تھے۔ وہ مکنون کو ماں کے حوالے سے چند ہدایات دیتا اپنے کمرے میں آیا تھا کہ مسٹر انصر کا فون آنے لگا تھا۔ اس وقت اس کا ان سے بات کرنے کا بالکل بھی موڈ نہیں تھا مگر ان سے رشتہ کچھ ایسا جڑا تھا کہ وہ لا محالہ ان کی کال ریسیو کر گیا تھا۔ جنہوں نے سلام دعا کے بعد آدھ گھنٹہ میں بخاری ولاز پہنچنے کی اطلاع دی تھی اور رابطہ ہی منقطع کر دیا تھا اور وہ بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ سیل فون بیڈ پر اچھال کر اس نے کپڑے چینج کئے تھے اور روم سے نکل آیا تھا۔ ملازمہ کو ہدایت کی تھی اور ان کا انتظار کرنے لگا تھا۔ وہ دیئے گئے وقت پر آن وارد ہوئے تھے۔ ملازمہ چائے رکھ کر چلی گئی تھی۔

"بیگم در شہوار نظر نہیں آ رہیں۔" مسز انصر نے پوچھا تھا۔ وہ ان کے سر سری سے انداز پر ہی نہیں ان دونوں کے چہرے کے بگڑے زاویوں پر بھی حیران تھا۔

"ماما جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ دیر پہلے ہی میں انہیں ہاسپٹل سے گھر لایا ہوں۔" وہ ماں کے آرام کرنے کا کہہ کر تمام تفصیل کہہ گیا تھا۔

"بیگم شہوار کی طبیعت ناساز تھی اور مکنون تفریح کرتی پھر رہی تھی۔" وہ بے حد چونک کر مسز انصر کو دیکھنے لگا تھا۔

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا۔۔۔"

"سمجھ تو آپ خوب گئے ہیں ابان۔ مگر ظاہر نہ کرنا چاہیں تو الگ بات ہے۔" خاموش بیٹھے مسٹر انصر نے لب کشائی کی تھی۔

"آپ نے جو بات کرنی ہے صاف کہہ دیں یوں پہیلیاں بجھوانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ناگواری چھپا نہیں پایا تھا۔

"بات ہی تو کرنے کے لئے آئے تھے لیکن بیگم در شہوار کی غیر موجودگی میں آپ سے کیا کہیں۔" مسز انصر اس کی ناگواری محسوس کر کے کچھ اور ناگواری سے بولی تھیں۔

"ماما جان، کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ جو بات کرنی ہے آپ لوگ مجھ سے کریں۔ میں مکنون کا سرپرست ہوں، رشتہ کی بات بھی مجھ سے ہی کی گئی تھی۔" اس نے مسٹر انصر کو دیکھتے ہوئے جتایا تھا اور وہ سید ابان بخاری کے صاف جتانے پر غصہ محسوس کرتے آنے کی وجہ بیان کر گئے تھے۔

"بیگم در شہوار نے مکنون کو احمر کے ساتھ جانے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کر دیا اور آج مکنون ایک غیر لڑکے کے ساتھ گھومتی پھر رہی تھی۔" مسز انصر کی بات اسے کسی طمانچہ کی طرح لگی تھی۔

"آپ ایسی کوئی بات نہ کریں جس کا وجود ہی نہیں ہے۔" وہ غصہ ضبط کر کے بولا تھا۔

"آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ مکنون کسی لڑکے کے ساتھ۔۔۔"

"جی ہاں، میں انکار کر سکتا ہوں۔" وہ مسٹر انصر کی بات کاٹ گیا تھا۔

"مکنون کے ساتھ اس کی دوست عابیہ بھی تھی تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مکنون ایک غیر لڑکے کے ساتھ تھی۔"
اس سے ضبط کرنا محال ہو رہا تھا مگر وہ برداشت کرتے ہوئے بولا تھا۔

"ایک لڑکی کے ساتھ ہونے سے کیا وہ لڑکا مکنون کا محرم ہو گیا؟" مسز انصر تڑخ کر بولی تھیں اور اس نے بہت ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام تفصیل بتائی تھی کہ وہ کیسے بہن کو عابیہ کے گھر چھوڑ کر آیا تھا اور مجبوری میں اسے عابیہ کے ساتھ آنے کا کہا تھا۔

"عابیہ تمہاری منگیتر ہے، جب وہ کسی بھی وجہ سے تمہارے گھر آ سکتی ہے تو مکنون کے لئے اس قدر پابندیاں کیوں۔ وہ احمر کے ساتھ کہیں کیوں نہیں جا سکتی ہے۔" مسٹر انصر زیادہ تر خاموش تھے ان کی اہلیہ ہی بول رہی تھیں۔

"ماما جان نے اگر احمر کے ساتھ مکنون کو جانے سے منع کر دیا تھا تو اس بات کا یہ مطلب نہیں ہے اب آپ لوگ یوں بات کا بتنگڑ بنائیں۔ ہمارے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کریں اور مکنون پر انگلی اٹھائیں۔" وہ صوفہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"کہنے والی بات تو کہی ہی جاتی ہے۔ جب بیگم درشہوار جو چیز اپنی بیٹی کے لئے پسند نہیں کر رہیں اسی کی اجازت بیٹے کو کیسے دے سکتی ہیں۔ منگیتر کے ساتھ بھیجنے پر اعتراض کر کے ہونے والی بہو کے بھائی کے ساتھ آنے کی اجازت کیسے دے سکتی ہیں"۔ مسز انصر اس کے عین سامنے آن کھڑی ہوئی تھیں اور اس نے آگے سے کچھ کہنے کی بجائے یکدم سخت فیصلہ لے لیا تھا۔ یہ وہی فیصلہ تھا جسے لینے پر درشہوار اسے مجبور کرتیں بی پی شوٹ کے باعث ہاسپٹل تک جا پہنچی تھیں اور وہ دونوں میاں بیوی جو جانے کس بھرم میں تھے یکدم ہی بوکھلا گئے تھے جبکہ سید ابان بخاری نے منگنی ختم کرنے کے اعلان کے ساتھ ہی ملازمہ کو آواز دی تھی اور ملازمہ کے آتے ہی اس سے کہا کہ وہ درمکنون سے منگنی کی انگوٹھی لے آئے۔

"مجھے آپ لوگوں کو سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی جس کے لئے میں خود سے شرمندہ ہوں۔" مسٹر انصر کچھ کہنے لگے تھے بیٹھ کر بات کرنے کا کہہ گئے تھے کہ وہ بولنے لگا تھا۔

"منگنی ختم کر رہا ہوں میں مسز انصر، کہ میرے لئے رشتوں کا احترام بہت معنی رکھتا ہے اور آپ لوگوں نے چند دنوں میں ہی بتا دیا ہے کہ اس رشتے کی کتنی عزت ہے آپ کی نگاہ میں۔" وہ سخت لہجہ میں بولا تھا۔

"ہم بیٹھ کر بات۔۔۔" وہ بولنا چاہتے تھے۔

"

آتے، مکنون پر انگلی اٹھاتے۔ جب آپ اور احمر میری بہن کو ابھی سمجھنے، عزت دینے کو نہیں تیار تو آگے میں کیا امید رکھوں گا۔ میری طرف سے رشتہ ختم ہے۔" وہ ملازمہ کے ہاتھ سے انگوٹھی لے کر مسٹر انصر کی طرف بڑھا گیا تھا۔ انہوں نے درشہوار سے بات کرنے کی بات کی تھی مگر وہ صاف انکاری ہو گیا تھا۔

"جب سے احمر نے مکنون کو ساتھ لے جانے کی بات کی تھی تب سے ماما جان بہت پریشان ہیں، بیمار ہیں اور میں نہیں چاہتا یہ رشتہ قائم رہے اور میری ماں یا بہن کے ساتھ کچھ غلط ہو۔" سید ابان بخاری کا ہر انداز دوٹوک تھا۔

"تم جلد بازی کر رہے ہو ابان۔" مسز انصر آپ سے تم پر آتیں غصہ سے بولی تھیں۔

"جلد بازی رشتہ کرنے میں کی تھی۔ میں آپ لوگوں کو سمجھ نہیں سکا۔ میں نے صرف مسٹر انصر کے خلوص کو دیکھ کر رشتہ طے کیا تھا اور آپ کا خلوص تو چند دن میں ہی واضح ہو گیا ہے۔" وہ مسٹر انصر کو دیکھ رہا تھا۔

"تم بات کو فضول میں بڑھا رہے ہو۔ مل بیٹھ کر بات کی جا سکتی ہے۔" مسز انصر پھر بولی تھیں۔

"آپ لوگوں نے پہلے بھی بات کا بتنگڑ بنایا۔ احمر کے ساتھ مکنون چلی جاتی اس میں اتنا بھی کچھ غلط نہیں تھا اور اب اتنی سی بات پر رشتہ ختم کرنے کی بات۔۔۔ رشتوں کو مذاق سمجھا ہے۔" مسٹر انصر بھی غصہ سے بولے تھے۔ ان دونوں میاں بیوی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا وہ جو اسے قابو کرنے آئے تھے ساری بازی پلٹ گئی تھی۔

"بات صرف اتنی سی ہے مسٹر انصر کہ رشتوں کو آپ نے مذاق سمجھا ہے۔ اگر آپ منگنی سے پہلے ماما جان کی بات نہ مانتے، اس وقت کہتے کہ احمر، مکنون سے فون پر بات کرے گا، ملنے پر کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ تب ہمیں جو فیصلہ کرنا ہوتا ہم کرتے۔ آپ نے بات مانی اور اب ہمیں فورس کیا جا رہا ہے، میری بہن پر انگلی اٹھائی جا رہی ہے تو ایسا رشتہ آپ کو ہی مبارک۔ میری بہن کو الحمدللہ نہ کل رشتوں کی کمی تھی۔۔۔ نہ آج ہے۔ آپ یہ انگوٹھی لے جائیں باقی سامان صبح آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اللہ حافظ۔" وہ ان دونوں میاں بیوی کو ساکت چھوڑ کر کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر انگوٹھی ٹیبل پر رکھتا ڈرائنگ روم سے ہی نکل گیا تھا۔ میزبان کے چلے جانے کے بعد مہمان کے ٹھہرنے کا جواز ہی ختم ہو گیا تھا۔ مسٹر انصر ایک لالچی قسم کے انسان تھے۔ سید ابان بخاری کے بڑے چرچے سنے تھے بس اس لئے وہ اس سے ملنے کے خواہاں تھے اور جتنا سنا تھا سید ابان بخاری کو اس سے دگنا پایا تھا۔ وہ بزنس پارٹیز میں خصوصی طور پر سید ابان بخاری سے ملتے تھے۔ ان کے انداز میں نرمی و سادگی کا ایسا امتزاج ہوتا تھا کہ وہ ان کو سمجھ نہیں پایا تھا اور جب ایک دن مکنون سے سامنا ہوا تھا ان کے ذہن میں ایک پلان مرتب ہو گیا تھا۔ انہوں نے درمکنون کا رشتہ ڈال دیا تھا۔ احمر رضوی ہرگز بھی اتنا فرمانبردار نہیں تھا کہ وہ باپ کے کہنے پر ٹوٹلی ان کی پسند کی لڑکی سے شادی کر لیتا۔۔۔ مگر تھا تو مسٹر انصر کا ہی بیٹا، وہ اسے منانے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ وہ بھی باپ کی ہی فطرت جیسا لالچی تھا مگر احمر کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنی کزن رباب کو پسند کرتا تھا۔ رباب اس

کی خالہ زاد تھی اور ان سے حیثیت میں کم تھی اس لئے مسٹر انصر نے صاف منع کر دیا تھا اس لئے وہ اپنی سی ہر کوشش کرنے کے بعد چپ ہو گیا تھا کیونکہ مسٹر انصر نے رباب سے شادی کی صورت میں عاق کر دینے کا فیصلہ سنا دیا تھا۔ اس لئے احمر نے باپ کے فیصلہ کے آگے سر جھکا دیا تھا اور رباب کی جگہ درمکنون سے منگنی کر لی تھی۔ منگنی سے قبل اس کے علم میں نہیں تھا کہ اس کے باپ نے درمکنون کی فیملی کی کون سی بات مانی ہے، منگنی کن بنیادوں پر ہوئی ہے۔ وہ آج کل کا نوجوان تھا۔ اس نے باپ کے مجبور کرنے پر منگنی تو کر لی تھی مگر اسے منگیتر سے رابطہ بھی رکھنا تھا۔ ملنا ملانا بھی تھا اور اصل گڑبڑ یہیں سے شروع ہوئی اس نے اپنے دوست کی شادی میں مکنون کو لے جانے کی بات کی تو اسے پتہ لگا کہ منگنی سے پہلے ہی درشہوار اس سب کے لئے منع کر چکی تھیں اور یہ بات احمر کو ناگوار گزری تھی۔ ایک تو وہ رباب سے شادی نہ ہونے کا غم لیے بیٹھا تھا۔ اگر باپ کے فیصلہ اور مکنون کی خوبصورتی کے آگے گھٹنے ٹیکے تھے تو یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ وہ منگیتر سے ملنا تو دور فون پر بھی بات نہ کرتا، اس نے پرزور احتجاج کیا تھا اور اس کے دباؤ کا ہی اثر تھا کہ مسٹر انصر نے جلد بازی کا مظاہرہ کر دیا تھا مگر باوجود اس کے وہ مطمئن تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ رشتہ تو طے ہو گیا اب وہ ہر بات ماننے پر مجبور ہوں گے۔ یہ تو ذہن میں خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ سید ابان بخاری یوں ایک دم منگنی ختم کر دے گا۔ وہ دونوں میاں بیوی راستے بھر الجھتے رہے تھے۔

”یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے کتنا سمجھایا تھا کہ اتنی عجلت بات بگاڑ دے گی۔ اتنی موٹی اسامی ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ صرف تمہارے بیٹے کی حماقت کی وجہ سے اور یہ سب اس نے رباب کی وجہ سے کیا ہے۔“ وہ بیوی کو بے نکت سنا رہے تھے۔ افسوس تو انہیں بھی تھا مگر کیا کرتیں کہ بیٹے نے پریشرائز ہی کچھ یوں کیا تھا کہ وہ میاں پر بھی زور ڈال گئی تھیں کہ ان لوگوں کی یہی سوچ تھی کہ رشتہ طے ہو جانے کے بعد وہ کیونکہ لڑکے والے ہیں با آسانی دباؤ ڈال سکتے ہیں مگر ایسا ہو نہیں سکا تھا۔ درمکنون بخاری کسی غریب گھرانے کی لڑکی نہیں تھی کہ آنے والے رشتہ کو غنیمت سمجھ کر دس عیبوں کو بھی نظر انداز کر کے جی حضوری کی جاتی۔ وہ شہر کے بہت بڑے بزنس مین کی اکلوتی بہن تھی جسے رشتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔۔۔ اور وہ اتنے بے اختیار نہیں تھے جتنا مسٹر انصر کی فیملی نے انہیں سمجھ لیا تھا۔ وہ دونوں میاں بیوی آپس میں الجھتے بیٹے کو اس سب کا قصوروار سمجھ رہے تھے مگر اب کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ سونے کی چڑیا پُھر سے ہاتھوں سے نکل گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

”تمہیں میری بات مذاق و بکواس سے بڑھ کر زیادہ کچھ نہیں لگتی مگر تمہیں میری ہر بات کا اس دن یقین آئے گا جب میرا دل دھڑکنا چھوڑ دے گا۔ دیکھ لینا ابان میرے نہ ہوئے تو میں مر جاؤں گی۔“ وہ ایلیفیہ کو ہاسپٹل لے آیا تھا وہ جو کہتی تھی اس کا کہا لفظ لفظ پورا ہو رہا تھا۔ اسے یہ پتہ لگا تھا کہ سید ابان بخاری کسی اور سے محبت کرتا ہے اور اپنی محبت سے منگنی بھی

کر چکا ہے تو اس کے دل کی دھڑکن رک رک سی گئی تھی۔ اسے ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ ڈاکٹرز بالکل مایوس تھے اور وہ سی سی یو روم کے سامنے کھڑا تھا مگر کانوں میں رہ رہ کر ایلیفیہ کی وقتاً فوقتاً کہیں باتیں گونج رہی تھیں۔

"ابر! ابان میں جانے کیا ہے کہ انہیں نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا کبھی، مگر پھر بھی وہ مجھے حفظ ہو چکے ہیں۔ ان کا ہر ایک انداز دل پر نقش ہو چکا ہے۔" وہ گزری باتوں کے حصار میں تھا کہ سی سی یو کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ ڈاکٹر کی طرف لپکا تھا اس نے کچھ پوچھنا چاہا تھا کہ ڈاکٹر نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اسے لگا تھا جیسے گردش ایام رک گئی ہو۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ معصومہ سہروردی کے آنسو گرنے لگے تھے۔ شارق آغا خود مضطرب تھے ان سے بیوی کو سنبھالنا مشکل ہونے لگا تھا۔

"ڈاکٹر کہہ دیں، میری بیٹی ٹھیک ہے اسے کچھ نہیں ہوا۔" آسیہ آغا شوہر کے حصار سے نکل کر ڈاکٹر کی طرف لپکی تھیں جو ابرج سہروردی کے کاندھے پر ہاتھ رکھے کچھ کہنے کو تھا، اُسے اس عورت پر بیک وقت ترس بھی آیا تھا اس سے خوف بھی محسوس ہوا تھا۔

"آپ لوگ دعا کریں، کوئی معجزہ ہی مریضہ کو نئی زندگی دے سکتا ہے۔" ڈاکٹر دھیمے لہجے سے کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔ ایلیفیہ وینٹی لیٹر پر تھی ایسے میں وہ اس کی زندگی کی دعا کسی معجزہ کی بنیاد پر ہی کر سکتے تھے۔ ڈاکٹر جا چکا تھا اور آسیہ آغا دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھیں۔ ابرج سہروردی نے انہیں خود سے لگا لیا تھا۔

"ابر! میری بچی۔" وہ بری طرح بلک رہی تھیں آنسو تو ابرج سہروردی کی آنکھوں سے بھی گر رہے تھے۔

"مامی! بی بریو۔ ہماری ایلفی کو کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔" وہ پھٹتے دل کے ساتھ بولا تھا۔

"سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ تم ہو میری بیٹی کی حالت کے ذمہ دار۔" وہ اس کے کاندھے سر اٹھاتیں اس کا گریبان جکڑ کر ہذیانی انداز میں چیخیں تھیں۔ وہ ہی نہیں وہ دونوں بہن بھائی بھی حیران ہو گئے تھے۔

"شارق! میں نے اس سے کئی بار کہا میری ایلیفیہ کچھ پریشان لگتی ہے۔ ہر وقت کھوئی کھوئی رہتی ہے مگر یہ مجھے ٹالتا رہا اور جب کوئی بات نہیں تھی تو میری بیٹی اچانک سے ان حالوں کو کیسے پہنچ گئی۔ اس کا دل دھڑکنے سے کیوں انکاری ہو چلا ہے۔" انہوں نے بیوی کے ہاتھ تھامے تھے اور وہ ان کے کاندھے پر سر ٹکا کر بلکنے لگیں تھیں۔

"میں نہیں جانتا کہ آج کیا ہوا ہے جو ایلیفیہ کی یہ حالت ہو گئی ہے۔" وہ ماں کی سوالیہ نگاہ کے جواب میں شکستگی سے بولا تھا۔

تمہاری مامی کیا کہہ رہی ہیں ابرج۔" شارق آغا کا لہجہ بہت نحیف تھا۔ بیمار ان کی بیٹی تھی اور کمزور وہ ہو گئے تھے۔

"بنو مت ابر، تم سب جانتے ہو۔ میری ایلیفیہ تم سے کچھ نہیں چھپاتی۔" وہ شوہر کے کاندھے سے سر اٹھا کر غصہ

سے بولی تھیں۔

"ایلیفیہ کسی سے محبت کرتی ہے مگر آج کیا ہوا ایسا کہ یہ ان حالوں کو پہنچ گئی۔ میں نہیں جانتا۔" وہ تکلیف کی شدتوں سے گزرتا یکدم چیخ پڑا تھا۔ وہ تینوں اپنی اپنی جگہ ساکت رہ گئے تھے اور اس نے ان تینوں سے کچھ نہیں چھپایا تھا۔ ایلیفیہ کے جذبات اور ان کی شدت ان تینوں کے سامنے کھول کر رکھ دی تھی۔

"ایلیفیہ مجھ سے کہتی تھی کہ اگر ابان اس کا نہ ہوا تو وہ مر جائے گی۔ آج اس کی ابان سے بات ہوئی یا کیا ہوا میں نہیں جانتا۔ مجھے ایلیفیہ نے دو ٹیکسٹ کئے تھے جن پر پریشان ہو کر ہی میں اس کی تلاش میں نکلا تھا۔" وہ آزردگی سے کہتا وہ دونوں ٹیکسٹ بھی ان لوگوں کو دکھا گیا تھا۔

"ماما! آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں ناں۔" آسیہ آغا کے کانوں میں بیٹی کی آواز گونجی تھی۔

میں اپنی بیٹی سے بہت سے بھی بہت زیادہ محبت کرتی ہوں۔ میری بیٹی تو میری کل کائنات ہے۔" وہ بیٹی کا حسین چہرہ آنکھوں میں سموئے اس کی بات کے جواب میں بولی تھیں۔

"ماما! جن سے محبت ہوتی ہے ان سے دور جانے کا خیال ہی کیسا روح کو بے چین کر دیتا ہے ناں، اگر میں آپ سے کبھی دور چلی جاؤں گی۔" وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بول رہی تھی کہ آسیہ آغا اس کے منہ پر ہاتھ رکھ گئی تھیں۔

"اللہ نہ کرے کہ میری جان کبھی مجھ سے دور ہو۔" وہ دہل کر بولی تھیں اور وہ ماحول کی کثافت کو دور کرنے کے لئے یکدم کھلکھلا دی تھی۔

"ماما! آپ بھی نا، کیسے ڈر جاتی ہیں۔ میں آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گی۔" وہ ماں کے کاندھوں میں بانہیں ڈالتے ہوئے مسکرائی تھی اور وہ معصومہ سہروردی کی آواز پر حال میں لوٹ آئی تھیں۔

"حوصلہ رکھیں بھابھی۔ ہماری ایلیفیہ کو کچھ نہیں ہو گا۔" وہ ٹوٹتے حوصلہ کے ساتھ آسیہ آغا کی ہمت بندھا رہی تھیں۔ ماموں کو دیکھتے یکدم اس کی نگاہ دور فاصلے پر کھڑے سید ابان بخاری پر پڑی تھی اور وہ اب تینوں کے درمیان سے نکل کر اس تک پہنچ گیا تھا۔ ابان جو خود پریشان تھا ماں کی صحت کو لے کر وہ ستے ہوئے چہرے اور بے تحاشا سرخ آنکھوں والے ابرج سہروردی کو دیکھ کر کسی انہونی کے خیال سے ہی مضطرب ہو گیا تھا۔

"آپ یہاں ابرج۔ سب خیریت ہے۔" وہ اس تک پہنچ گیا تھا مگر کچھ بولنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ تب ہی سید ابان بخاری نے اضطراب کو چھپا کر عام سا سوال کیا تھا جو عموماً کسی کو بھی ہاسپٹل میں دیکھ کر کیا جا سکتا تھا۔

"آج آپ کی ایلیفیہ سے کوئی بات ہوئی ہے کال پر یا کہیں یہ اچانک سامنے پر۔۔۔؟" وہ سید ابان بخاری کا سوال یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سوال داغ گیا تھا اور وہ جو پہلے ہی کسی انہونی کے خیال سے خائف تھا مزید بے چین ہو اٹھا تھا۔

"بک شاپ پر اچانک سامنا ہوا تھا۔ کافی شاپ میں ساتھ کافی بھی پی تھی۔" وہ دل و دماغ میں ہوئی ہلچل کو نظر انداز کئے عام سے انداز میں بولنے لگا تھا۔

"بات کیا ہوئی تھی۔" وہ سید ابان بخاری کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔

"ابرج! کوئی بات کرنی ہے تو صاف کریں پلیز۔۔۔" وہ ابرج سہروردی کو ٹوک گیا تھا۔

"صاف بات کروں تو ٹھیک ہے۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے کہتا رکا تھا اور اس کا ہاتھ تھامے سی سی یو کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"یہ لڑکی آج زندگی اور موت کے درمیان لٹک رہی ہے، صرف آپ کی محبت میں۔" وہ اندر کا منظر دیکھ کر نہیں سنبھلا تھا کہ ابرج سہروردی کا نم لہجہ اس کی بے چینیوں میں اضافہ کر گیا تھا۔

"اب بتاؤ گے آپ کہ آپ کی ایلیفیہ سے کیا بات ہوئی جو وہ ان حالوں کو پہنچ گئی۔" وہ سرخ آنکھوں سے سید ابان بخاری کو دیکھ رہا تھا۔

"میری ایلیفیہ سے کوئی بات نہیں ہوئی، نہ میں نے کچھ کہا نہ ہی ایلیفیہ نے کہا۔" وہ کہتے کہتے لحظہ بھر کو رکا تھا۔

ابرج سہروردی کی سانس تھم سی گئی تھی وہ آگے سے کیا کہہ دے۔"ایلیفیہ کو میری منگنی کا پتہ لگ گیا تھا۔"

"اوہ۔۔۔" سید ابان بخاری آگے بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ تو لفظ "منگنی" پر ہی اٹک گیا تھا کہ لفظ منگنی درحقیقت موت کے مترادف تھا۔ وہ بس ایک بے بس نگاہ سید ابان بخاری پر ڈالتا آگے بڑھ گیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ابر، وہ ابان کسی اور میں انٹرسٹڈ ہیں اور یہ سچ ہوا ناں تو میں مر جاؤں گی۔ دوسری سانس نہیں آ پائے گا مجھے۔" وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا کانوں میں ایلیفیہ کی آواز رقص کر رہی تھی اور اس کا دل بین کر رہا تھا۔ وہ جس نے اپنے باپ کی موت پر ماں بہنوں کے لئے خود کو چٹان بنا لیا تھا آج اپنی دوست کی ساکت ہوئیں دھڑکنوں کا احساس اسے یوں مرتعش کر گیا تھا کہ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرا ہچکیوں سے رو رہا تھا۔ وہ تینوں ہی نہیں، وہاں سے جائے نہ جائے کی گومگو میں پھنسا سید ابان بخاری بھی حیرت کی زیادتی اور تکلیف کے احساس سے منجمد ہو گیا تھا۔ معصومہ سہروردی لپک کر بیٹے تک پہنچی تھیں اس کے ساتھ ہی زمین پر بیٹھ گئی تھیں۔ وہی معصومہ سہروردی جو یوں گردن اکڑا کر چلتی تھیں کہ گردش وقت تھم تھم جاتی تھی اور آج وہ بیٹے کے ساتھ ہاسپٹل کی زمین کا خیال کئے بنا بیٹھیں تھیں۔

"ماما! وہ مر جائے گی۔۔۔ ماما، ایلیفیہ مر جائے گی۔" وہ ماں کے کاندھے سے لگا سسک اٹھا تھا سید ابان بخاری کے قدم آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئے تھے۔

"حوصلہ رکھو میری جان۔ ہماری ایلیفیہ کو کچھ نہیں ہو گا۔" وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی تھیں کیونکہ آنے والے

لمحوں سے خود خوفزدہ تھیں، بیٹے کی حالت نے تو انہیں دگنی اذیت میں گرفتار کر ڈالا تھا۔

"نہیں ماما! وہ مر جائے گی۔ اس دور کھڑے شخص کی چاہت اسے مار ڈالے گی۔" اس نے ماں سے کہتے ہوئے صمٌ بکمٌ بنے سید ابان بخاری کو دیکھا تھا۔ معصومہ سہروردی نے بیٹے کی نگاہ کے تعاقب میں دیکھا تھا سید ابان بخاری کو وہ اچھے سے جانتی تھیں۔ بزنس پر ان کی ہمیشہ سے توجہ رہی تھی اور وہ اس شخص کو کبھی فراموش نہیں کر سکتیں تھیں کہ اس شخص کا جس شخص سے بے حد گہرا قریبی تعلق تھا اس سے ان کا ماضی جڑا تھا۔ وہ ہمیشہ سید ابان بخاری سے فاصلے پر رہنا پسند کرتیں تھیں کیونکہ وہ باپ سے بے حد مماثلت رکھتا تھا اور وہ اس شخص کو یاد نہیں رکھنا چاہتیں تھیں، اس وقت وہ لمحہ بھر کو خود کو کمپوز نہیں کر پائی تھیں۔ ان کا بیٹا کچھ اور کہہ رہا تھا اور سید ابان بخاری واپسی کے لئے قدم اٹھا چکا تھا۔ وہ اپنے کاندھے سے بیٹے کا ہاتھ ہٹاتیں اٹھیں تھیں اور سید ابان بخاری کے ہمقدم ہو گئیں تھیں۔

"محبت انسان کو بہت خوار کرتی ہے ابان۔" وہ رکنا چاہتا تھا مگر ان کو آگے بڑھتے دیکھ کر وہ ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا اور وہ دھیمے سے بولی تھیں۔ وہ بے طرح چونک گیا تھا۔

"محبت بہت چھوٹا سا لفظ ہے لیکن یہ خاندان کے خاندان برباد کر دیتا ہے۔ محبت کہنے کو بہت مثبت جذبہ ہوتا ہے مگر یہ یکطرفہ چاہت انسان کو ہی نہیں اس سے وابستہ افراد کو بھی زندہ درگور کر دیتی ہے۔" معصومہ سہروردی اس کے ساتھ چلتے ہوئے یوں بولتی جا رہی تھیں جیسے وہ اس کا بہت گہرا دوست ہو جبکہ وہ تو اسے بزنس پارٹیز میں بھی یوں نظر انداز کرتی تھیں جیسے اسے دیکھا ہی نہ ہو اور آج انداز میں دوستانہ جھلک تھی اور وہ پل پل حیران ہوا جا رہا تھا۔ دونوں چلتے ہوئے پارکنگ تک چلے آئے تھے اور سید ابان بخاری گاڑی کے سامنے آمنے سامنے کھڑے تھے وہ اس بے حد حسین عورت کو دیکھ رہا تھا جب اس نے بزنس میں قدم رکھا تھا تو ہر جگہ سہروردی انٹرپرائزز کے چرچے تھے۔ سہروردی کے نام کی بڑی دھوم تھی اور ان کی اہلیہ معصومہ سہروردی کا اتنا ذکر سنا تھا کہ وہ اس عورت کا غائبانہ مداح ہو گیا تھا جب پہلی بار ایک پارٹی میں سامنا ہوا تھا تو آف وائٹ سلک کی بیش قیمت ساڑھی میں کھڑی مغرور ناک اور اونچے لانبے سراپے والی معصومہ سہروردی اسے بے حد بھلی لگیں تھیں۔ ان کی شخصیت اس قدر سحر انگیز تھی کہ وہ مسمرائز ہو کر رہ گیا تھا اور اسے اپنے بابا کی جانے کب کہی بات یاد آ گئی تھی۔

"کچھ چہرے اتنے بھلے ہوتے ہیں کہ آنکھوں کی پتلیوں پر ٹھہر جاتے ہیں۔۔۔ ان کی شخصیت اتنی مکمل اور پراثر ہوتی ہے کہ ان کے سحر سے انسان تاحیات نکل ہی نہیں پاتا۔ لاکھ دامن چھڑانا چاہو وہ اپنے سب سے خوبصورت روپ کے ساتھ ذہن و دل سے چمٹ جاتے ہیں۔" اسے یہ یاد نہیں تھا کہ اس کے بابا نے یہ بات کب، کس سے اور کس کے لئے کہی تھی مگر معصومہ سہروردی کو دیکھ کر اسے بابا کی بات یاد آ گئی تھی۔ وہ اس عورت کو دیکھ رہا تھا جو اس کی طرف محض

چند سیکنڈز دیکھنے کے بعد "ایکسکیوزمی" کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ ان دنوں نیا نیا فیلڈ میں آیا تھا اور وہ ان سے اتنا متاثر ہوا تھا کہ انہیں آئیڈلائز کرنے لگا تھا مگر وہ یہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ وہ اس کو دیکھ کر محض مسکرا کر سلام جواب دے کر منظر سے غائب کیوں ہو جاتی ہیں اور وہ جس عورت کی بے اعتنائی کو بھانپ لینے کے باوجود اس کو ہی آئیڈیل بنا گیا تھا۔ وہ آج ایک نئے روپ میں سامنے تھی۔ اس سے دو جملوں پر مبنی بات نہ کرنے والی معصومہ سہروردی دوستانہ انداز میں کہتی جا رہیں تھیں اور وہ آگے سے چپ تھا۔

"میں نہیں جانتی کہ ایلیفیہ کی یکطرفہ چاہت اسے زندگی دے گی یا اس کے ساتھ ہی ہم بھی مر جائیں گے۔" ان کی آنکھوں سے آنسو گرا تھا سید ابان بخاری مضطرب ہو گیا تھا۔

"میم! کوئی کسی کے لئے مرا نہیں کرتا۔ آپ پریشان نہ ہوں ایلیفیہ ٹھیک ہو جائے گی۔" وہ خاموشی کو طویل ہوتے دیکھ کر نہایت ادب کے ساتھ بول گیا تھا۔

"دل مضطر کو سمجھانا اتنا بھی آسان نہیں ہوتا ابان۔ جتنا آپ نے سمجھ لیا ہے۔ مرتا کوئی نہیں ہے یہ بات بھی ذہن سے نکال دیں کیونکہ کچھ لوگ مر بھی جاتے ہیں اور جو لوگ زندہ رہ جاتے ہیں ان کو زندہ دیکھ کر دل یہی چاہتا ہے کہ کاش مر جائیں۔ پل پل کی اذیت سے کہیں بہتر کہ ایک پل میں مر جائیں۔" وہ خود کو کمپوز کئے اسے دیکھ رہی تھیں جو بے طرح الجھ گیا تھا۔

"میں خود بہت ظالم ہوں ابان۔ اس لئے تم سے رحم کی التجا نہیں کروں گی۔" وہ یکدم ہی پلٹ گئی تھیں۔ وہ پل پل ان سے دور جا رہی تھیں اور وہ انہیں یوں کیسے جانے دے سکتا تھا جو اسے بے طرح الجھا گئی تھیں۔

"میم! آپ مجھے الجھنوں کے حوالے کر کے جا رہی ہیں۔" وہ ان کے سامنے آتا ادب کو ملحوظ رکھ کر بولا تھا۔

"ابان! میں آپ کو الجھن سے نہیں نکال سکتی۔ میں آپ سے یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ ایلیفیہ کو مرنے سے بچا لیں۔ اس لڑکی کو مرنے سے بچا لیں جو میرے بیٹے کی زندگی ہے، جو میرے بھائی بھابی کی امیدوں کا واحد سہارا ہے۔ میں آج التجا نہیں کر سکتی کہ میں خود کبھی کسی کی التجاؤں کو نظر انداز کر گئی تھی۔ میں جانتی ہوں دوسرے کے لئے کمپرومائز تو کیا جا سکتا ہے، محبت نہیں۔ اور آپ کو ایلیفیہ سے محبت نہیں ہے اور محبت یکطرفہ ہو تو یونہی سانس سینے میں اٹک جاتا ہے۔" وہ اس کو موقع دیئے بناء بڑی تیزی میں آگے بڑھ گئی تھیں اور وہ ہزار سوال ذہن و دل میں لیے اپنی گاڑی میں سے پیپرز نکال کر واپس ہاسپٹل کے اندر چلا آیا تھا۔ ڈاکٹرز کو ماں کی رپورٹس دکھائی تھیں اور انہیں ڈسچارج کروا کر گھر لے گیا تھا۔ وہ بہت الجھا ہوا تھا مگر عابیہ کو دیکھ کر وہ سب کچھ وقتی طور پر بھول بیٹھا تھا کہ جن چہروں کو دیکھ کر زندگی ہنستی ہے، محبت مسکراتی

محبت میں زندگی کی بازی ہارنے کو ہے۔

"یکطرفہ چاہت بہت بے رحم ہوتی ہے ابان۔ ایک ذات مٹی میں مل جاتی ہے اور جس کے لئے ذات خاک ہو جاتی ہے اسے احساس تک نہیں ہوتا۔" عابیہ کی کسی بات پر ہنستے ہوئے اس کے کانوں میں معصومہ سہروردی کی آواز گونج اٹھی تھی اس کے لب یکدم ہی بھینچ سے گئے تھے۔

"مجھے تاحیات یہ احساس نہیں ہوا کہ کیسے ایک ذات مٹی ہو گئی مگر یہ احساس اب ہوا ہے کہ میری اپنی زندگی مٹی ہو رہی ہے۔ میری عزیز از جان بھتیجی کسی کی یکطرفہ چاہتن کے دیے من میں روشن کئے رہے ہیں، زندگی ہار رہی ہے، مجھے احساس نہ کرنے کی سزا مل رہی ہے ابان۔" وہ عابیہ کے جانے کے بعد فریش ہو کر بستر پر آیا تھا کہ پھر معصومہ سہروردی کی باتیں اسے یاد آنے لگی تھیں۔

"کیسے پتہ کروں، وہ کیا کہہ رہی تھیں، کس کی طرف ان کا اشارہ تھا۔" وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ بے چینی بڑھتی ہی جا رہی تھی کہ اس کی بہن کے سسر کی کال آگئی تھی اور ان کے آنے کے بعد جس طرح اس نے لمحہ میں فیصلہ کر کے منگنی ختم کی تھی اس کے بعد وہ بالکل ہی معصومہ سہروردی اور ایلیفیہ کو بھول گیا تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کیسے درشہوار کو منگنی ختم کرنے کا بتائے گا، بہن کا کیسے سامنا کرے گا کہ اس نے اپنی بہن کے لئے ایسے دوغلے، لالچی، مطلب پرست لوگوں کا انتخاب کیا تھا۔ وہ بے حد مضطرب تھا اور ہر گزرتے لمحہ کے ساتھ اس کی فکر بڑھ رہی تھی جبکہ وہ اس بات سے انجان کہ جس بہن کے سامنے سے وہ خوفزدہ ہے، جس کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آنے دیئے تھے وہ منگنی ختم ہونے پر بے حد افسردہ ہے، ہچکیوں سے رو رہی ہے کہ اس نے احمر کے لئے کبھی کوئی خواب نہیں سجائے تھے مگر احمر رضوی اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا جس کے نام کی انگوٹھی اس کے ہاتھ میں سجی تھی اب وہ انگوٹھی اس سے واپس لے لی گئی تھی۔ اسے تکلیف پہنچی تھی، اس کا دل تکلیف سے گزر رہا تھا اس لئے وہ رشتہ ختم ہونے پر رو رہی تھی۔ رشتہ سے امیدیں ابھی وابستہ نہیں ہوئی تھیں مگر رشتہ قائم ہونا بھی اتنی عام بات نہ تھی کہ اس کے ٹوٹ جانے پر تکلیف نہ ہوتی۔ ملازمہ نے کھانا لگا کر سید ابان بخاری کو اطلاع دی تھی اور وہ بھوک نہ ہونے کے باوجود صرف بہن کے خیال سے آیا تھا مگر کچھ دیر بعد ہی ملازمہ اسے پریشان کرنے چلی آئی تھی اور وہ جو بہن کے سامنے سے ہی خوفزدہ تھا اس کے رونے کی اطلاع تو اس کے اعصاب چٹخا گئی تھی وہ بہن کے کمرے تک چلا آیا تھا مگر سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ بہن سے کیا بات کرے گا۔ اس کو کیا کہہ کر چپ کروائے گا اس لئے وہ بوجھل ذہن و دل کے ساتھ کمرے کے دروازے سے ہی پلٹ گیا تھا۔ کیا وقت آیا تھا اس کی بہن رو رہی تھی اور وہ مضطرب سا پلٹ گیا تھا کہ قسمت کے وار ہی تو انسان کو بے بس کر دیتے ہیں۔

☆---☆---☆

سفنے اندر مینوں ماہی ملیا

تاتے میں گل وچ پالیا باوا

دردی ماری آکھ نہ کھولا

کتھے فیرو چھڑ نہ جاواں

یار تے تیرے اندر وسدا

تینوں اوین پین پلکھے

غلام فرید اا وتھا کی وسنا

جتھے یار نظر نہ آوے

ڈاکٹرز بالکل مایوس ہو چکے تھے اور ابرج سہروردی ڈاکٹرز کی منت کر کے اس تک آیا تھا جو زندگی کی لگن ہی ہار گئی تھی۔ ایلیفیہ کو اس حال میں دیکھ کر اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

تم ایسا کسے کر سکتی ہو ایلیفیہ۔" وہ اس کے سرہانے آن کھڑا ہوا تھا اس کا وجود مصنوعی سہاروں کے زیر اثر تھا۔"

"ایک ابان کی محبت میں زندگی ہارنے چلی ہو۔ ہم سب کی محبت میں زندگی جی نہیں سکتیں تم ایلفی۔" وہ کسی بے جان پتے کی مانند بستر پر نیڈلز میں جکڑے اس کے مومی ہاتھ کو ہاتھ میں لے گیا تھا۔

"ابان کسی اور کا ہو گیا ہے۔ اس کا ساتھ چھوٹ گیا ہے۔ اس سے دوری پر یوں ہم سب کو چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔ ایسا ستم نہ کرو ایلفی، ماموں جان، مامی مر جائیں گے۔ تمہارا یہ دوست مر جائے گا۔ زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔" وہ اس کے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہا تھا جو مرجھائی مرجھائی سی تھیں۔ ایک شخص کے ہاتھوں کی لکیروں میں شامل نہ ہونے کے باعث اسے زندگی سے ہی کوئی محبت نہ رہی تھی۔ وہ اس کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ اسے زندگی کی طرف بلا رہا تھا مگر اس کا وجود ساکت تھا دل کی دھڑکن تھم تھم کر چل رہی تھی۔ کسی بھی پل سانس کی ڈور تھم سکتی تھی۔ نرس چلی آئی تھی اور اس کے مجبور کرنے پر وہ وہاں سے نکل آیا تھا۔ تین دن سے وہ یوں بے جان ہوئی پڑی تھی کہ ان سب کی سانسیں اٹک رہی تھیں۔ آسیہ آغا کا برا حال تھا۔ معصومہ سہروردی نے خود کو سنبھالا تھا اور گھر میں آیت کریمہ کا ورد شروع کروا دیا تھا۔ دعاؤں کا ہی سہارا تھا اور دعائیں رنگ لے آئی تھیں اس کی ٹوٹتی سانس اسے زندگی دے گئی تھی۔ شارق آغا سربسجود ہو کر رب کا شکر بجا لائے تھے۔ آسیہ آغا کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ ابرج سہروردی نے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے صدقہ و خیرات میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ وہ سب اس کو سانس لیتے دیکھ کر خوش تھے۔

"تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا کوئی ایسا بھی کرتا ہے۔" ابرج اس کے زرد چہرے کو دیکھ کر بولا تھا اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"میں جینا نہیں چاہتی ابر، پل پل مر کر جینا نہیں چاہتی۔" وہ سسکی تھی۔

"بکواس مت کرو، زندگی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور نعمت کی یوں ناقدری نہیں کرتے۔" وہ اسے ڈپٹ گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے خاموش آنسو گر رہے تھے جو اس کی بے بسی کے گواہ تھے۔

"میرے اختیار میں کچھ نہیں رہا، نہ میرا جینا، نہ میرا مرنا، نہ میری محبت، نہ میرے آنسو۔ مجھے زندگی سے کوئی رغبت نہیں رہی۔" وہ رو رہی تھی اور وہ اس کے سرہانے آن کھڑا ہوا تھا۔

"بند کر دو یہ مایوسی کی باتیں۔ ابان جو تمہارا کچھ نہیں لگتا اس کے لئے مرنا چاہتی ہو، اپنے ماں باپ کے لئے جی نہیں سکتیں۔ جو پچھلے تین دنوں میں لمحہ لمحہ مرے ہیں۔ زندگی کی دعا کرتے رہے ہے۔ ان کے لئے آنسو چھپا نہیں سکتیں۔ درد کی تشہیر کیا ضروری ہے۔ مجھے دیکھو کیا میں مر گیا یا میں نے مرنے کی خواہش کی۔" وہ جانتا تھا کہ ابھی اسے انتہائی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ چند گھنٹوں قبل ہی تو اسے ہوش آیا تھا۔ ڈاکٹرز اس کی طرف سے ابھی بھی مطمئن نہ تھے۔ ایسے میں ابرج سہروردی کی گفتگو اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی مگر وہ تو بازی کھیل رہا تھا اسے زندگی کی طرف لانے کی، اسے مضبوط بنانے کی۔

"میں تمہاری طرح بہادر نہیں ہوں۔ ابرج۔۔۔" اس کی آواز یکدم لڑکھڑا گئی تھی۔ سانس بے ترتیب ہونے لگی تھی۔

"ایلیفیہ! میں تمہیں اس سب کے لئے معاف نہیں کروں گا۔ تمہاری زندگی صرف تمہاری نہیں ہے یہ مت بھولو۔" وہ اس کی بے ترتیب ہوتی سانسوں کو دیکھتا ہوا بولا تھا اور ڈاکٹر کو آواز دے گیا تھا۔ ڈاکٹر سے پہلے آسیہ آغا بھاگی ہوئی آئی تھیں اور بیٹی کی حالت انہیں مضطرب کر گئی تھی۔

"ایلیفیہ، تمہیں میرے اور اپنے بابا کے لئے زندگی کی طرف آنا ہو گا ورنہ میں اور تمہارے بابا بھی مر جائیں گے۔" وہ بیٹی کے چہرے پر جھکی تھیں۔ ماتھے پر لب رکھے تھے۔ ڈاکٹر آ گیا تھا اور ڈاکٹر کی ہدایت پر وہ خود کو سنبھالتا آسیہ آغا کو لئے باہر نکل گیا تھا۔ کچھ دیر میں اس کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ شارق آغا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے مگر باپ کی آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر فکر دیکھ کر وہ خود کو سنبھال گئی تھی۔

"ابان، میں آپ کی محبت میں مر نہیں سکتی۔ ہاں اپنوں کی محبت کے لئے جی سکتی ہوں۔" اس نے ایک ایک کر کے سب کے چہروں کو دیکھا تھا۔ ماں، باپ، پھپھی اور اس کا دوست وہ سب اس کے لیے متفکر تھے اور وہ ان سب کے لئے

جینے کا فیصلہ کر گئی تھی۔ مگر آنسو تھے کہ بہے جا رہے تھے اور وہ سب سے آنسو چھپانے کو آنکھیں موند گئی تھی۔ ابرج سہروردی ان سب کو لئے باہر نکل گیا تھا۔

جینا بھی نہیں ہے بس میں
مرنا بھی نہیں ہے بس میں
دوریاں سہی نہ جائیں
کیسی ہیں لگن کی رسمیں
سوچا ہی نہیں تھا میں نے
ایسے بھی زمانے ہوں گے
رونا بھی ضروری ہو گا
آنسو بھی چھپانے ہوں گے

☆---☆---☆

"دیکھ لیں بہت اونچا ہاتھ مارنے جا رہے تھے۔ عرش کی چاہ میں فرش پر آن گرے ہیں۔" جس رات منگنی ختم ہوئی تھی وہ دوستوں کے ساتھ نادرن ایریا چلا گیا تھا اس لئے آج واپسی کے بعد اسے جیسے ہی پتہ چلا تھا وہ طنز سے کہہ اٹھا تھا۔ مسٹر انصر نے بیٹے پر ایک ملامت بھری غصیلی نگاہ ڈالی تھی۔

"یہ سب تمہاری جلد بازی کی وجہ سے ہوا ہے۔" مسز انصر غرائی تھیں۔ سید ابان بخاری نے اپنے طور پر منگنی ختم کر دی تھی مگر وہ دوسرے ہی دن درشہوار کے پاس پہنچ گئے تھے۔ ان کی طبیعت ناساز تھی اس لئے سید ابان بخاری نے انہیں فی الحال لاعلم رکھنے کا فیصلہ کیا تھا مگر صبح ہی جب بیٹی کے روئے روئے چہرے کو دیکھا تھا وہ چونک گئی تھیں اور اس کے ہاتھ میں انگوٹھی نہ دیکھ کر وہ مضطرب ہو گئی تھیں اور ناچار سید ابان بخاری نے انہیں سب بتا دیا تھا۔

"ماما! آپ ٹینشن نہیں لیں گی، وہ لوگ ہماری مکنون کے قابل ہی نہیں تھے۔" وہ بہن کو خود سے لگاتے ہوئے دھیمے سے بولا تھا اور وہ تو خود یہی سوچ بیٹھی تھیں اس لئے انہیں دکھ ہوا تھا پریشانی لاحق ہوئی تھی۔ انہوں نے بیٹی کو اپنے پاس بلا لیا تھا وہ ماں کے سینے پر سر ٹکاتی بلکنے لگی تھی۔

"ماما کی جان، ایسے نہیں روتے۔" وہ بیٹی کے رونے پر پریشان ہونے لگی تھیں ان دونوں کو یکدم دھڑکا لگ گیا تھا کہ کہیں اس کے دل میں اس رشتہ کو لے کر کوئی خاص جذبات تو نمو نہیں پا گئے تھے۔

"لیکن مجھے بہت رونا آرہا ہے ماما جان۔" وہ سسکی تھی۔

"ہم نے یہ فیصلہ مناسب وقت پر لیا ہے۔ وہ لوگ تمہارے قابل نہیں تھے۔ احمر کے لئے اگر تمہارے دل میں کوئی جذبہ جگہ بنا گیا ہے تو تم کہہ دو، میں اپنا فیصلہ واپس لے لوں گا۔" وہ بہن کو رات سے روتے دیکھ کر کچھ اور سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا اور اس نے بھائی کی بات پر تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔

"مم، میں نے ایسا تو کچھ بھی نہیں کہا۔" وہ روتے ہوئے اٹکتے لہجہ میں بولی تھی۔

"تمہارے دل میں جو بھی بات ہے بول دو بیٹا۔ ہمارے لئے تمہاری خوشی سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ بیٹی کا ہاتھ تھام گئیں تھیں وہ ماں کی طرف رخ موڑ گئی تھی۔

"منگنی اتنے زیادہ عرصہ تو نہیں رہی کہ میں اس رشتہ کو محسوس کرتی۔ کچھ خواب سجاتی۔۔۔ ہاں، یہ سب مجھے اچھا لگا تھا۔" وہ چہرہ جھکا کر دھیمے لہجہ میں بول رہی تھی وہ بیڈ سے فاصلے پر پڑے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ "مجھے رشتہ ختم ہونے پر دکھ ہے۔ احمر کے حوالے سے ابھی میں نے کوئی خواب نہیں سجائے تھے۔ آپ نے ہی تو کہا تھا ماما جان کہ منگنی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے تو جس رشتہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں تھی اس رشتہ کے باعث میں احمر کو کیسے سوچتی۔" وہ انگلیاں مروڑتی دھیمے نم لہجہ میں کہتی ان دونوں کے سر سے بھاری بوجھ اتارتی چلی گئی تھی۔

"میں پھر بھی دکھی ہوں، افسردہ ہوں کہ رشتہ ختم ہونا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے ناں۔" وہ یکدم ہی بات ادھوری چھوڑ کر لب کچلنے لگی تھی آنسو روانی سے بہہ رہے تھے اور وہ ماں سے لگ کر بلکنے لگے تھے۔ درشہوار کے آنسو بڑی روانی سے بہتے جا رہے تھے۔

"ماما کی جان، حوصلہ کرو زندگی اگر امتحان لیتی ہے تو حوصلہ سے مقابلہ کرتے ہیں۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تھیں۔

"ماما جان۔ سب میرا کتنا مذاق بنائیں گے۔ میں یونی میں سب سے کیسے کہوں گی کہ میری منگنی ختم ہو گئی ہے۔" اس کے رونے میں شدت آ گئی تھی۔

"کوئی تمہارا مذاق نہیں بنائے گا خود کو کمزور نہ سمجھو۔" وہ صوفے سے اٹھ کر اس تک پہنچا تھا اور بازو تھام کر نرمی سے بولا تھا۔

"وہ میری کلاس فیلو امبر کی منگنی ٹوٹ گئی تھی سب لڑکیاں اس کا مذاق بناتی تھیں، ہنستی تھیں، اسے برا کہتی تھیں۔" وہ آگے بھی کچھ کہہ رہی تھی مگر وہ اسے خود سے لگا گیا تھا۔

"میری مکنون کو کوئی آدھی بات نہیں کہہ سکتا، تمہیں اپنے بھیا پر بھروسہ ہے ناں تو بس چپ کر جاؤ۔" وہ اس کے سر پر شفقت سے لب رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"امبر بھی کوئی لاوارث نہیں تھی اس کے تو پانچ بھائی تھے۔ مگر جب قسمت نے کھیل کھیلا تو کوئی کچھ نہیں کر پایا تھا بھیا، کیونکہ کسی کی زبان کو روکا تو نہیں جاسکتا۔" وہ بھائی سے الگ ہوئی تھی اور باہر نکل گئی تھی۔

"ہم نے جلد بازی کر دی ہے، رشتہ جوڑنے میں بھی۔۔۔ اور اب توڑنے میں بھی۔" درشہوار کے رونے میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"ماما۔ نہ رشتہ جوڑنے میں جلدی کی تھی نہ توڑنے میں عجلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ سب ہماری آزمائش ہے۔ آپ خود کو مضبوط بنائیں تاکہ درمکنون کو سنبھال سکیں۔" اس نے ماں کو دلاسہ دیا تھا اور وہ خود کو کافی حد تک سنبھال گئی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب مسٹر انصر اور ان کی اہلیہ ان سے بات کرنے آئے تھے تو وہ فیصلہ پر قائم رہی تھیں نہ مسٹر انصر کی جذباتی بلیک میلنگ کا اثر ہوا تھا نہ مسز انصر کی کسی بات نے متاثر کیا تھا اور اسی لئے وہ دونوں میاں بیوی اپنا سا منہ لے کر واپس چلے گئے تھے اور بیٹا بھی موجود نہ تھا اس لئے غصہ و دل کی بھڑاس بھی باہر نہ آسکے تھے اور اب بیٹے کی واپسی پر وہ کیا غصہ ہوتے بیٹا ہی الٹا سنانے لگا تھا۔

"یہ تم نے جان کر کیا ہے تاکہ رباب سے شادی کر سکو۔ مگر یاد رکھنا احمر میری زندگی تو کیا میرے مرنے کے بعد بھی تم رباب سے شادی نہیں کر سکتے۔ میں وصیت کر کے مروں گا کہ جس دن تم اس چڑیل رباب سے شادی کرو گے اسی دن میری منقولہ غیر منقولہ جائیداد میں تمہارا ہر حق ختم ہو جائے گا۔" وہ تو پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے بیٹے کی بدتمیزی ایک آنکھ نہ بھائی تھی کچھ یوں بھڑک کر بولے تھے کہ احمر کی بولتی ہی بند ہو گئی تھی۔ وہ ایک قہر آلود نگاہ اس پر ڈالتے نکلتے چلے گئے تھے۔

"یہ سب تمہاری جلد بازری کی وجہ سے ہوا ہے۔ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی ہے اور اب وہ ابان پروں پر پانی نہیں پڑنے دے رہا۔" وہ بھی بیٹے پر ناراض ہو رہی تھیں۔

"ماما۔ میں بے شک رباب سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن منگنی جب آپ لوگوں کی مرضی سے کی تو بس کر لی، یہ سب میری پلاننگ کی وجہ سے نہیں ہوا، یوں منگنی ختم ہونا میری انسلٹ ہے اور جس میں میری بے عزتی ہے اس کام کی پلاننگ میں کیسے کر سکتا ہوں۔" وہ ماں کو ناراضگی سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"بات کچھ بھی ہو اچھا بھلا رشتہ تو ختم ہو گیا۔" وہ لاچاری سے بولی تھیں۔

"میں نے پاپا سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ میرے بات کرنے یا ملنے والی بات کو اگیری نہ کریں۔ میں اٹھارویں صدی جیسے لوگوں کی طرح بی ہیو نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی منگیتر سے بات بھی کرنی ہو گی۔ دوستوں میں انٹروڈیوس بھی کروانا ہو گا مگر پاپا کو تو بڑا زعم تھا کہ ایک بار منگنی ہو جائے تو بال ان کے کورٹ میں آجائے گی پھر جو وہ چاہیں گے، جیسے

چاہیں گے وہی ہو گا۔ اب جو ہو ابر داشت کریں کہ یہ پاپا کا ہی کیا دھرا ہے اور چاہے میری انسلٹ ہے مگر میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کرنا چاہتا کہ سید ابان بخاری سے ٹکر لینا اتنا آسان بھی نہیں اور کچھ کہنے یا کرنے کا مطلب نری بے عزتی اور مجھے کوئی قلبی لگاؤ بھی نہیں کہ میں کچھ کروں۔ میں تو منگنی ختم ہونے پر خوش ہوں کیونکہ اگر پاپا میری مرضی کی لڑکی سے شادی کو نہیں راضی تو اس لڑکی کو بھی بہو بنانے میں ناکام رہے جو ان کے لئے سونے کی چڑیا ثابت ہوتی۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا تھا۔

ان باپ بیٹے کی یہ سرد جنگ جانے کب ختم ہو گی"۔ انہوں نے سوچا تھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

☆---☆---☆

ارمش چوہدری جسے حاصل کرنے کی تگ ودو میں تھا اس کی حالت سے یکسر انجان تھا اسے پتہ ہی نہیں تھا وہ عبرود شاہ سے مل کر جس کے حصول کو یقینی بنانے کی جہد میں تھا وہ زندگی وموت کی کشمکش میں تھی، جو موت کو شکست دے کر زندگی کی طرف یوں لوٹی تھی کہ بس سانس چل رہی تھی جینے کی لگن تو کافی شاپ میں بے رحم انکشاف کے ہاتھوں لٹا بیٹھی تھی۔ ارمش نے اسے عبود شاہ کو یقین دلایا تھا کہ وہ سید ابان بخاری تک پہنچنے میں اس کا معاون ثابت ہو گا اس کی آنکھوں میں سچائی اور سید ابان بخاری کے لئے نفرت دیکھنے کے باوجود بھی وہ شش وپنج کا شکار تھی۔

"میں ابھی سمجھ نہیں پا رہی کہ تم ابان تک پہنچنے میں میری مدد کیوں کرنا چاہتے ہو، تمہاری دشمنی آخر ہے کس سے، تم محبت ایلیفیہ سے کرتے ہو، دشمنی عابیہ کے ساتھ کرنا چاہتے ہو۔ آئی ایم کنفیوژڈ۔" وہ کافی کے مگ پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"میں ابان کو تباہ کر دینا چاہتا ہوں۔ اس سے اس کی محبت چھین لینا چاہتا ہوں۔" وہ چبا چبا کر بولا تھا۔

"جو انسان تمہاری راہ سے خود نکل گیا ہے اسے تباہ کیوں کرنا چاہتے ہو۔ اس کی محبت کیوں چھیننا چاہتے ہو۔" وہ اس کی سرخ آنکھوں میں جھانکتی پوچھ رہی تھی۔

"وہ میری راہ میں آیا ہی کیوں؟" وہ ٹیبل کی سطح پر ہتھیلیاں جماتا اس کے چہرے کے قدرے قریب ہوتا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پر اسرار انداز میں بولا تھا۔

"میری محبت ایلیفیہ اس سے محبت کرتی ہے۔ اسے سزا تو ملنی چاہیے۔ وہ میری راہ میں آ گیا۔ وہ ایلیفیہ ابان کی وجہ سے مجھے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتی تو اب اس کے ساتھ تو دشمنی بنتی ہے۔ وہ رقیب ہے اور رقیب کو میں کم از کم حبیب نہیں بنا سکتا۔ اس جگہ لے جا کر ماروں گا کہ اسے جہاں پانی بھی نصیب نہیں ہو گا"۔ وہ اب کھل کر اپنے عزائم اور ان کے اسباب سے عبرود شاہ کو آگاہ کر گیا تھا اور وہ بھی جیسے مطمئن ہو گئی تھی۔

”مجھے بھی صرف ابان سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے، میں اس کی زندگی میں اس لڑکی کو نکال دینا چاہتی ہوں جسے فوقیت دیتے ہوئے اس نے مجھے نظر انداز کر دیا۔“ وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولی تھی۔

”ہم دونوں کا ایک ہی مسئلہ ہے۔۔۔ ہم دونوں کو ابان سے اپنی اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے۔“ وہ دوبارہ کافی آرڈر کر چکا تھا۔

”یہ یاد رکھنا عبرود شاہ، میں خود کو دھوکہ دینے والے کو معاف نہیں کرتا۔ تم نے اگر میرا ساتھ دینا ہے تو موسٹ ویلکم، اور اگر نہیں تو ابھی راہ بدل لو، تمہارا راز راز ہی رہے گا، مگر مجھ سے چالبازی کی تو نتائج کی خود ذمہ دار ہو گی۔“ وہ کافی کے سپ لیتے ہوئے بولا تھا۔ عبرود شاہ نے اسے دیکھا تھا اس کے چہرے پر اپنی ذات کا زعم تھا، آنکھوں میں نرمی کی رمق تک نہ تھی۔

”عبرود شاہ دوستوں کی دوست اور دشمن کی دشمن ہے ارمش چوہدری۔“ وہ اس کے تیوروں، اس کی دھمکی سے خائف ہوئے بنا بولی تھی اور وہ اس کے حسین چہرے کو دیکھتا اپنے پروگرام سے آگاہ کر گیا تھا۔ تب ہی اس نے کچھ سوچ کر ارمش کو محسن کے بارے میں بتا دیا تھا۔

”دیٹس ویری نائس۔“ وہ محسن کے بارے میں جان کر بولا تھا اور اسے مہرہ بنانے کا فیصلہ کر گیا تھا۔

”تم محسن سے کہہ دو کہ تمہیں اس سے شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ وہ بولا، عبرود کا منہ بن گیا تھا۔

”محسن تمہارے بارے میں سیرئیس ہے، رشتہ جڑنے کے بعد وہ تم پر اعتبار کرے گا، تمہیں ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بتائے گا اور یہی ہمارے حق میں اچھا ہو گا۔ میں کسی جہد کے بنا ہی ابان کے بارے میں پتہ چلتا رہے گا۔“ اس نے کھل کر کہا تھا اور عبرود کو اس کی بات سمجھ آ گئی تھی۔ اس نے کافی شاپ سے نکلتے ہوئے محسن نعمانی کو ایک ٹیکسٹ کر دیا تھا۔ میسج کے اگلے سیکنڈ ہی محسن کی کال آ گئی تھی۔

”تم اگر مجھ سے محبت کرتے ہو تو محبت تو مجھے بھی ہے تم سے محسن۔“ وہ اس کے پروپوزل ایکسپٹ کرنے پر خوشی کا اظہار کر رہا تھا تب ہی وہ ارمش کو دیکھتی آنکھ دبا کر ایک ادا سے بولی تھی۔ محسن تو بے حد خوش ہو گیا تھا اور اپنے گھر والوں کو پروپوزل لے کر بھیجنے کا کہہ گیا تھا۔

”تم نے ٹھیک کہا تھا محسن کے قریب رہ کر ہی اندر کی چھوٹی سے چھوٹی بات سے واقف ہوا جا سکتا ہے۔“ محسن سے بات ختم کر کے وہ ارمش سے بولی تھی اور وہ سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگا تھا۔

”محسن نے کہا ہے کہ وہ اسی سنڈے کو اپنے پیرنٹس کو رشتہ لے کر بھیج دے گا کیونکہ دو ماہ بعد اس کی بہن کی شادی ہے اور اس کی کوشش ہو گی کہ عابیہ کی برات کی شام ہمارا ولیمہ ہو جائے۔“ وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بتا رہی

تھی۔

"محسن ہمیں پل پل کی خبر دے گا اور ہم موقع دیکھ کر وار کر دیں گے۔" وہ ارمش کو دیکھ کر ہنسی تھی اور وہ بھی اس کے ساتھ ہی ہنس دیا تھا۔ محسن اس کی نیت سے انجان اس کے پروپوزل کو ایکسپٹ کر لینے پر بے حد خوش تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ آج ہی ماں سے بات کرے گا۔

☆---☆---☆

"یار! کیا بوریت پھیلائی ہوئی ہے تم نے۔ بہت ہو گئی یہ بیماری اب بس ٹھیک ہو جاؤ۔" مسکان اور معصومہ سہروردی آغا ہاؤس میں ہی رہ رہی تھیں کیونکہ ان کے بھائی بھاوج کو ان کے ساتھ کی ضرورت تھی۔ آسیہ آغا کو معصومہ سہروردی سے بہت سہارا ہو گیا تھا۔

ابرج سہروردی آفس سے سیدھا ماموں کے گھر آ جاتا تھا۔ اس وقت بھی اسے آئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی اور فریش ہوئے بنا ایلیفیہ کے کمرے میں تھا۔ اس کے بجھے بجھے زرد چہرے کو دیکھ کر بشاش لہجہ میں بولا تھا تاکہ وہ بھی کچھ اچھا محسوس کرے مگر وہ آگے سے چپ رہی تھی اسے دیکھا تک نہ تھا۔

"مجھے ڈر ہے تمہاری تیار داری کرتے کرتے میں خود نہ بیمار پڑ جاؤں۔" وہ اس کے سامنے آن بیٹھا تھا وہ اس کو دیکھنے لگی تھی وہ چہرے سے ہی اس کے لئے پریشان نظر آ رہا تھا۔

"ویسے مجھے بیماری سے ڈر نہیں لگتا، مجھے بس ان لڑکیوں کی فکر ہے جو مجھے دیکھ دیکھ کر جیتی ہیں، اب میں بیمار ہو گیا تو وہ بے چاریاں تو بے موت ماری جائیں گی۔" وہ ہاتھ بڑھا کر ٹیبل پر رکھی فروٹ باسکٹ سے سیب اٹھاتا ہوا لاپرواہی سے بولا تھا اور آنکھ دبا کر سیب کھانے لگا تھا۔

"میں نے تم سب کو بہت پریشان کر دیا ہے ناں ابر۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"ہاں پریشان تو کر دیا ہے مگر تمہارا حق بنتا ہے۔ تم کر سکتی ہو پریشان۔" وہ اس کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔ اس کے رونے میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"ایک شخص پر زندگی ختم نہیں ہو جاتی ایلیفیہ! اپنی زندگی کو یوں برباد نہ کرو۔" وہ اس کو روتے دیکھ کر بے چین سا کہہ اٹھا تھا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا ابر! مجھے لگتا ہے میں نے ایک شخص کو نہیں زندگی کے احساس کو ہی کھو دیا ہے۔" وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بلک اٹھی تھی۔

"

جان یا امی کو کچھ ہو جائے تو میرے کاندھے پر سر رکھ کر مت رونا کہ مجھے اپنا نہیں پتہ کہ تمہیں یوں دیکھ کر کب تک زندہ رہوں گا۔" اس نے ہاتھ میں موجود ادھ کھایا سیب ٹیبل پر اچھالا تھا اور ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ اس کے رونے میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

ہاتھوں کی لکیروں میں یہ
سوئے کیوں یہ نصیب ربا
ہو کے بھی قریب کوئی
ہووے نہ قریب ربا
مرداں دی ماری ہوئی
زندگی پرائی ہوئی
لگی نہ کنارے سوہنی
دکھاں دی ستائی ہوئی

☆---☆---☆

"مسکان! خیریت ہے، رو کیوں رہی ہو؟" وہ ایلیفیہ کے روم سے نکلتا گھر جانے کے ارادے سے باہر کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اسے سیڑھیوں پر مسکان کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی اور روتے دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

"ارباز کی امی کا انتقال ہو گیا ہے۔" وہ نمناک لہجہ میں بولی تھی۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون۔" وہ دکھ سے بولا تھا۔ اس نے ایک نظر بہن کے نم چہرے کو دیکھا تھا آنکھوں کے سامنے یکدم ایلیفیہ کا چہرہ گھوم گیا تھا۔ وہ یکدم ہی کسی فیصلہ پر پہنچ گیا تھا۔

"تم تیار ہو جاؤ۔ ہم ارباز کی طرف چلتے ہیں۔"

وہ حیرانگی سے بھائی کو دیکھنے لگی تھی۔

"تمہاری شادی ارباز سے ہی ہو گی۔" وہ بہن کی متحیر نگاہوں میں دیکھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"لل۔۔۔ لیکن!" وہ بری طرح ہکلائی تھی۔

"میرے لئے تم سب کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ ایلیفیہ جن حالوں کو پہنچی ہوئی ہے تمہیں نہیں دیکھ پاؤں گا۔ وہ ہی برداشت نہیں ہو رہی۔ تمہیں کیسے کروں گا۔ تم بے فکر ہو جاؤ میں خود تمہاری ارباز سے شادی کرواؤں گا۔" وہ

بہن کے سر پر ہاتھ رکھ چکا تھا وہ بھائی کے کاندھے سے لگی رو پڑی تھی۔ یہ فیصلہ بہت مشکل تھا۔ معصومہ سہروردی کو سمجھانا بھی بہت مشکل تھا لیکن اس نے بہن کی خوشی کے لیے یہ فیصلہ کر لیا تھا وہ بہن کے ساتھ ارباز کے چھوٹے سے گھر پہنچا تھا جہاں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ ارباز کی تینوں بہنوں خاص تالیہ کا بہت برا حال تھا۔ تدفین کے بعد وہ دونوں گھر واپس آ گئے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے ماں کو کیسے راضی کرنا ہے جبکہ مسکان بھائی کا واضح ساتھ پا کر بے حد مطمئن ہو گئی تھی۔

ابرج سہروردی نے اپنا فیصلہ ایلیفیہ کو بھی سنا دیا تھا۔ وہ بے یقین ہو گئی تھی۔

"تم چاہتی ہو ناں کہ میں مسکان کا ساتھ دوں تو میں مسکان کے ساتھ ہوں لیکن تمہیں خود کو بہادر بنانا ہو گا۔ تم اگر میرا ساتھ دو گی تو میں مسکان کا ساتھ دے پاؤں گا۔" وہ اس کی جذباتیت سے واقف تھا اس نے کتنا ابرج کو سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہیں مانا تھا مگر اب وہ اس کے ساتھ کا یقین پا کر مسکان کا ساتھ دینے کو تیار تھا۔

"میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ ابان کسی اور انٹرسٹڈ ہے۔ دو ماہ بعد اس کی شادی ہے۔" وہ دھیمے سے بول رہا تھا ایلیفیہ کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"مگر میں مسکان کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں ہر ممکن کوشش، مگر تمہارے ساتھ کے بنا کچھ نہیں کر سکتا۔" وہ اس کے نم چہرے کو دیکھتا ہاتھ اس کی طرف بڑھا گیا تھا اس نے ابرج کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں ابرج۔" وہ بمشکل مسکرائی تھی۔

"میں جانتا ہوں تمہارے لئے زندگی کی طرف آنا مشکل ہے مگر ناممکن نہیں کہ ابان پر زندگی ختم نہیں ہوئی۔ زندگی نے جو ٹرننگ پوائنٹ لیا ہے اسے اپنی کمزوری نہیں بہادری بناؤ کہ محبت تو بس ایک جذبہ ہے جسے زبردستی دوسرے کے دل میں اتارا نہیں جا سکتا۔" وہ دھیمے سے کہتا اس کے آنسو صاف کر گیا تھا۔

"میں کوشش کروں گی۔" وہ رخ موڑ گئی تھی۔

"تم فریش ہو جاؤ، ہم آئسکریم کھانے چلتے ہیں۔ بہت دن ہو گئے تم گھر سے نہیں نکلیں، صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور وہ انکاری ہو گئی تھی۔

"تمہیں میرا پتہ ہے کہ میں تمہیں اس فقیرانہ حلیے میں بھی لے جا سکتا ہوں۔ اگر اپنی ریپوٹیشن کا خیال ہے تو کپڑے چینج کر لو۔" وہ اسے گھورتے ہوئے بولا تھا۔ اس نے گلابی پرنٹ کا لان کا سوٹ پہنا ہوا تھا جو کافی ملگجا سا ہو رہا تھا اور وہ ناچار وارڈروب کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ابرج سہروردی کہاں جانتا تھا کہ وہ جو اسے فریش کرنے کے لئے باہر لے کر آیا ہے، اس کے زخموں کو ہرا کرنے کا سبب بن جائے گا۔ آج کل پریشان تو سید ابان بخاری بھی بہت تھا، بہن کو لے کر وہ انتہائی ڈسٹرب تھا اور آج آفس سے واپسی کے بعد زبردستی محض درمکنوں کو ڈپریشن سے نکالنے کو آئسکریم پارلر آیا تھا۔

ان دونوں کو دیکھ کر سید ابان بخاری بھی مضطرب ہو گیا تھا کہ ایلیفیہ کے چہرے سے ہی صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔ وہ دونوں داخل ہو رہے تھے اور وہ باہر نکل رہا تھا۔ ابرج سہروردی نے بھائی کی سائیڈ پر کھڑی درمکنون پر ایک نگاہ غلط بھی نہیں ڈالی تھی ایلیفیہ جو سید ابان بخاری کو سامنے دیکھ کر باقاعدہ لرز اٹھی تھی، ابرج سہروردی اس کا ہاتھ تھامے بڑی تیزی میں باہر کی طرف بڑھ گیا تھا اور ساتھ ہی اسے نہایت افسوس ہونے لگا تھا کہ کیوں ان کا سید ابان بخاری سے سامنا ہو گیا۔ وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی شدتوں سے رو رہی تھی اور وہ لب بھینچے ڈرائیو کر رہا تھا۔

نمی نمی رات ماہیا

ہووے تیرا ساتھ ماہیا

رک گئی دلاں وچ

دل والی بات ماہیا

ہیں دکھڑے کول کول

بے دردی بول بول بول

آج دے نہ جدائی ماہیا

وے میں تے دیواں دہائی ماہیا

☆---☆---☆

"تمہیں کیا ہو گیا ہے مکنون۔ اتنی فرسٹریڈ کیوں ہو رہی ہو۔" عابیہ سے تو کچھ چھپا ہوا نہیں تھا وہ اس کی دلجوئی کرتی رہتی تھی مگر وہ کافی زود رنج ہو گئی تھی۔

"تم تو ایسے بول رہی ہو جیسے تمہیں کچھ خبر ہی نہ ہو۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"مجھے تمہاری سمجھ نہیں آ رہی۔ منگنی ہی تو ختم ہوئی ہے یوں بات بے بات پر رونا کہاں کی عقلمندی ہے۔ تمہاری وجہ سے آنٹی کتنا پریشان ہیں۔" وہ اسے خود بھی سمجھاتی تھی مگر اس وقت وہ سید ابان بخاری کے کہنے پر اسے سمجھانا چاہ رہی تھی اسے فرسٹریشن سے نکالنا چاہتی تھی۔ نرمی سے بولی تھی۔ درمکنون نے کافی کے مگ سے نگاہ ہٹا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"تم ایسے کہہ سکتی ہو۔ منگنی تمہاری تھوڑی ٹوٹی ہے جو تمہیں احساس ہو کہ یہ تکلیف کیسی ہے۔"

وہ اٹھی تھی اور کیفے ٹیریا سے باہر نکل گئی تھی اور وہ تو بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے

نہیں کر رہا تھا وہ کال ریسیو کرے مگر وہ جانتی تھی سید ابان بخاری آج کل پہلے ہی بہن اور ماں کو لے کر پریشان ہے اس لئے اس نے اسے پریشان نہ کرنا ہی مناسب سمجھا تھا اور تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی تھی۔

"مکنون سے ہوئی بات۔" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا اور اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔

"جی ہو گئی تھی بات، میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں اس وقت میری کلاس کا ٹائم ہے۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولی تھی مگر وہ چونک گیا تھا۔

"کیا ہوا بیہ۔ تم رو رہی ہو۔" وہ مضطرب ہوا تھا اور وہ روتے ہوئے تمام بات اسے بتا گئی تھی۔

"مکنون آج کل اتنی ہی حساس ہو گئی ہے۔ ماما سے بھی کل الجھ پڑی تھی۔ تب ہی تو میں نے تم سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ۔ "مکنون کی وجہ سے تم ہرٹ ہوئیں میں مکنون کی طرف سے سوری کر لیتا ہوں۔" وہ آزردگی سی محسوس کرتا دھیمے سے بولا تھا۔

"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں ابان۔ میں سمجھتی ہوں اور دل سے چاہتی ہوں کہ مکنون اس سب کو بھول کر ایک نارمل لائف گزارے۔" وہ دھیمے سے بولی تھی۔

"جانتی تو ہو کتنی حساس ہے۔ بابا کی وفات کے بعد بھی یونہی فرسٹریشن کا شکار ہو گئی تھی۔ کتنی مشکل سے اسے سنبھالا تھا۔" وہ در مکنون کی طرف سے بے حد پریشان تھا اور اب عابیہ اس کی واحد غمگسار تھی جس سے وہ اپنے دل کی ہر بات کر لیتا تھا۔ ہر پریشانی بانٹ لیتا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں ابان اور میری مانیں تو مکنون کی شادی کر دیں۔" وہ عابیہ کی بات پر متحیر رہ گیا تھا۔

"حساس انسان کے لئے بہت معمولی سی بات بھی پہاڑ برابر ہوتی ہے اور مکنون لوگوں سے خوفزدہ ہے۔ اسے لگتا ہے کہ اس کی منگنی کے ختم ہونے کا جب سب کو پتہ لگے گا تو سب اسے برا سمجھیں گے اور وہ ایسا امبر کی وجہ سے سوچنے پر مجبور ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ بھی امبر کی طرح اپنی تعلیم ادھوری نہ چھوڑ دے۔" وہ دھیمے سے ساری بات کہہ گئی تھی۔

امبر نام سید ابان بخاری کے لئے نیا نہیں تھا وہ سمجھ سکتا تھا اس لڑکی کی مجبوری بھی کہ وہ جس معاشرے سے تعلق رکھتے تھے وہاں منگنی ختم ہونے، طلاق ہو جانے پر ایک چیز کا الزام عورت کو ہی دیا جاتا ہے۔ ایسے میں اگر کوئی عورت زمانے سے خائف ہو تو اتنا بھی غلط نہ تھا کہ معاشرے نے عورت کو مردوں کے مساوی درجہ تو دے ہی دیا تھا۔ یہ بھی مان لیا تھ کہ عورت مرد سے کسی طرح کمتر نہیں وہ مرد کے شانہ بشانہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہی ہے لیکن جب بات مرد اور عورت کی آئی ہے تو اپنی کہی بات اپنے کہے بیانات اور عورت کی ہر صلاحیت پس پشت چلی جاتی ہے۔ مرد کی غلطی کو بھی عورت کے کھاتے میں ڈال کر عورت کو سنگسار کر دیا جاتا ہے کہ عورت چاہے کتنی ترقی کی راہ میں معاون ثابت

ہو جائے آج بھی مرد کے دست نگر تھی اور مردوں کے معاشرے میں منگنی ختم ہونے کا الزام عورت کے ہی سر جاتا ہے۔ ایسے میں امبر جیسی لڑکیاں فرسٹریٹ ہو کر تعلیم ادھوری چھوڑ دیتی ہیں اور کسی بڈھے سے بیاہ دی جاتی ہیں۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو میں کرتا ہوں کچھ کوشش۔" وہ دھیمے سے کہتا لائن ڈراپ کر گیا تھا۔ اس کے ذہن میں یکدم درمکنون کی منگنی کی شام اپنی پوری آب و تاب کیساتھ گردش کرنے لگی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایلیفیہ اور ابرج سہروردی کے چہرے چکرانے لگے تھے اس کے ذہن میں یکدم ایک نئی بات آئی تھی اور اس نے پھر عابیہ کا نمبر ڈائل کر دیا تھا۔

"میری بات غور سے سنو۔" اس نے کال ریسیو ہوتے ہی عابیہ سے کہا تھا اور دھیمے لہجے میں کہتا چلا گیا تھا۔

"آپ کیوں چاہتے ہیں میں ابرج بھیا کو یہ بتا دوں کہ درمکنون کی منگنی ختم ہو گئی ہے۔" وہ الجھ کر بولی تھی۔

"محسن کا وہ دوست ہے مجھے نہیں لگتا کہ اس سے ذکر کرنا اتنا مشکل ہو گا۔" وہ عابیہ کا سوال نظر انداز کر کے بولا تھا۔

"مشکل تو واقعی نہیں ہے ان سے میری کافی اچھی بات ہے۔ محسن بھیا کے ذریعے ہی نہیں میں خود بھی ان سے بات بنا کر یہ سب کہہ سکتی ہوں لیکن۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی تھی۔

"لیکن کیا بیہ؟" وہ ترنت بولا تھا۔

آج کل ابرج بھیا ہمارے گھر نہیں آ رہے ان کی کزن بیمار ہے۔" اس نے لیکن کی وضاحت کی تھی۔

"تمہاری ایلیفیہ سے دعا سلام ہے؟" کچھ سوچ کر پوچھا تھا عابیہ نے اثبات میں جواب دیا تھا۔

"جی ہے۔ ایلیفیہ ہمارے گھر بھی آئی ہے۔ اتنی پیاری ہے وہ، ماما تو اسے اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں لیکن محسن بھیا مانتے ہی نہیں ہیں۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بلا تکان تفصیلات سے آگاہ کر رہی تھی۔ ایلیفیہ پہلی لڑکی تھی جس کا ذکر ان کے گھر میں محسن کے حوالے سے ہوا تھا مگر محسن نے منع کر دیا تھا اس نے درمکنون کے لئے بھی منع کر دیا تھا وہ شادی ہی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے ہر اچھی لڑکی سے شادی سے اس کا انکار بڑا واضح تھا۔

تم ایلیفیہ کے گھر جاؤ گی اس کی عیادت کے لئے، اور باتوں باتوں میں اسے درمکنون کی منگنی ختم ہو جانے کا بتاؤ گی۔ سمجھ رہی ہو میری بات۔" وہ مزید تفصیلات میں جاتی کہ وہ درمیان میں بول پڑا تھا۔

"آپ کی بات تو سمجھ رہی ہوں مگر اس سب کا مقصد سمجھنے سے قاصر ہوں۔" وہ الجھی الجھی سے کہہ گئی تھی۔

"تمہیں مکنون کی منگنی کی شام یاد ہے جب میں بہت الجھا ہوا تھا۔" اس نے تمام بات اپنا شک عابیہ سے کہہ دیا تھا۔

"مجھے لگا تھا کہ ابرج، مکنون کو پسند کرتا ہے مگر میں نے اس سلسلے میں ظاہر کچھ نہیں کیا تھا کہ مکنون کی منگنی ہو گئی

تھی اور اب منگنی ختم ہو گئی ہے تو میں یہ بات ابرج تک پہنچانا چاہتا ہوں تا کہ اگر اس کے دل میں واقعی مکنون کو لے کر کوئی جذبات ہیں تو وہ اپنا پروپوزل بھیج دے۔" وہ اب صاف واضح الفاظ میں کہہ رہا تھا عابیہ تو خوش ہو گئی تھی۔

"اگر ایسا ہے تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے ابرج بھیا بہت اچھے ہیں۔ مکنون ان کے ساتھ بہت خوش رہے گی۔" وہ پر جوش ہوئی تھی۔

"یہی پیشن گوئی تم نے احمر سے منگنی کے وقت بھی کی تھی۔" اس کے مدھم لہجہ میں کہنے پر عابیہ اور شرمندہ ہو گئی تھی۔

"محسن بھائی نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا کہ وہ احمر کو بہت زیادہ نہیں جانتے کہ ان کا ساتھ محض دو سال کا تھا اس کے فیملی کا انہیں نہیں پتہ اور جو اشوز ہوئے مجھے لگتا ہے وہ احمر کی فیملی۔۔۔

"میں احمر کا ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ تم آج ہی میرا کام کر دو۔" وہ بات کاٹ کر گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

جی بہتر، میں آج شام ایلیفیہ کی طرف چلی جاؤں گی۔" وہ سعادت مندی سے بولی تھی۔

"اس سے تم اپنی منگنی کا ذکر مت کرنا۔" کچھ سوچ کر نئی ہدایت کی تھی۔

"ابرج بھیا تو میری منگنی سے واقف ہیں محسن بھیا نے انہیں انوائیٹ بھی کیا تھا مگر وہ کچھ مصروفیت کے باعث نہیں آئے تھے۔" وہ پھر مفصل بولی تھی سید ابان بخاری قدرے چڑ گیا تھا۔

"میں ابرج کی بات نہیں کر رہا، میں ایلیفیہ کی بات کر رہا ہوں۔ اس سے ہماری منگنی کا ذکر مت کرنا۔" وہ چڑے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

"ابرج بھیا کو جو بات پتہ ہو وہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ ایلیفیہ کو نہ پتہ ہو۔ میں اس لئے کہہ رہی تھی۔" وہ خفیف سی ہو کر بولی تھی اور وہ الجھ کر رہ گیا تھا۔

"اگر ابرج کو میری منگنی کا پتہ چل گیا تھا تو اس نے ایلیفیہ کو بتایا کیوں نہیں اور اگر بتایا تھا تو اس نے اتنی دیر سے ری ایکٹ کیوں کیا۔ عبرود کے ہنگامہ کرنے پر صاف لگا تھا جیسے اسے پہلی دفعہ لگا ہو پتہ وہ کتنی ڈس ہارٹ ہو گئی تھی اور تب سے ہی بیمار ہے۔" عابیہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی مگر وہ اپنی ہی سوچ کے گرداب میں پھنس گیا تھا۔

"آپ سن رہے ہیں ابان۔" اپنی بات کے جواب میں مسلسل خاموشی پا کر پوچھ گئی تھی وہ یکدم چونک گیا تھا۔

ہاں۔ وہ ابرج کو پتہ ہے تمہاری منگنی مجھ سے ہوئی ہے۔" وہ ایک گہری سانس خارج کرتا سوال کر گیا تھا۔ "

"میرا خیال ہے نہیں کیونکہ کارڈز وغیرہ تو ڈسٹری بیوٹ ہوئے نہیں تھے اور محسن بھیا نے انہیں صرف منگنی کا بتایا تھا۔ منگنی کس سے ہو رہی ہے یہ نہیں بتایا تھا۔" اس نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا مگر وہ اس کی بات سے متفق ہو گیا تھا کیونکہ

اگر ابرج سہروردی کو پتہ ہوتا تو رد عمل اتنی دیر سے سامنے نہ آتا۔ اس نے عابیہ کو چند ایک اور ہدایات دی تھیں اور رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

"میں نے سب کچھ اپنی طرف سے ہی فرض کر لیا ہے۔ پتہ نہیں وہ ابرج ایسا چاہتا بھی ہے کہ نہیں۔" اس نے سیل ٹیبل پر رکھتے ہوئے سوچا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

☆---☆---☆

"ابرج! کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ تم ایک جذباتی احمقانہ فیصلہ کرنے جا رہے ہو۔" اس نے جیسے ہی ماں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تھا وہ ناگواری سے کہہ گئیں تھیں۔

"آپ ایلیفیہ کی حالت دیکھنے کے بعد بھی کہیں گی کہ میرا فیصلہ احمقانہ ہے۔" وہ جواب دینے کے بجائے الٹا ماں سے سوال کر گیا تھا۔

"اس سب کے لئے تمہیں ایلیفیہ نے مجبور کیا ہے۔" وہ سوالیہ نگاہ سے بیٹے کو دیکھنے لگیں تھیں۔

"ایلیفیہ کی یہی مرضی تھی کہ میں مسکان کو سپورٹ کروں مگر میں نے ایلیفیہ کو منع کر دیا تھا لیکن ابان کی منگنی کا سن کر جو اس کی حالت ہوئی ہے اس سے ڈر گیا ہوں اس لئے مسکان کے ساتھ زبردستی کرنے کے بجائے اس کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔" وہ صاف گوئی سے مسکان اور ایلیفیہ سے ہوئی گزشتہ ہر ایک بات کہہ گیا تھا۔

"ماما۔ میں مانتا ہوں میرا فیصلہ جذباتی ہے لیکن میں یہ سب صرف مسکان کی خوشی کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ ارباز میں صرف ایک عیب ہے اس کی غربت اور میں اس عیب کو دور کر کے ارباز کے ہاتھ میں مسکان کا ہاتھ دوں گا۔ آپ پلیز مان جائیں۔" وہ ماں کے سامنے صوفے پر بیٹھے ملتجی نگاہ سے انہیں دیکھ رہا تھا وہ تقریباً ایک ہفتہ بعد آج ہی اپنے گھر آئی تھیں اور آج ہی وہ ان سے الجھ بیٹھا تھا۔

"تم سمجھ نہیں رہے ابرج، مخمل میں ٹاٹ کا پیوند تو نہیں لگا کرتا۔" وہ بیٹے کی جذباتیت سے ہرگز بھی متاثر نہیں ہوئی تھیں۔

"میں جانتی ہوں یہ سب تم صرف ایلیفیہ کے لیے کرنا چاہتے ہو۔ تم اسے زندگی کی طرف لانا چاہتے ہو مگر یہ بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔ وہ لڑکا مسکان کے لائق نہیں ہے۔ میں تمہاری طرح نہیں سوچ سکتی جبکہ اسی طرح جذباتیت کی بلیک میلنگ تو ایلیفیہ نے بھی کی ہے۔" وہ قدرے غصہ سے بول رہی تھیں وہ چونک کر ماں کو دیکھنے لگا تھا۔

"ایلیفیہ نے ایک محبت کو اپنے سر پر یوں سوار کیا ہوا ہے کہ اس کے لیے مرنے چلی تھی۔ اور اب خود محبت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی تو دنیا میں محبت کے دیئے روشن کر دینا چاہتی ہے تاکہ کسی کو اس کی طرح ہجر زدہ زندگی نہ

گزارنی پڑے۔" وہ ماں کی باتوں کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"اس نے بھیا سے کہا ہے کہ وہ ایلیفیہ کے نام جو بھی جائیداد ہے اس کا آدھا حصہ ارباز کے نام کر دیں تاکہ اس سے شادی پر مجھے کوئی اعتراض نہ ہو۔" وہ ایک گہری سانس کھینچ کر رہ گیا تھا اس نے جب ایلیفیہ سے کہا تھا کہ وہ مسکان کا ساتھ دے گا اور معصومہ سہروردی کو منا لے گا تو وہ چپ رہی تھی مگر اسے اندازہ تھا کہ اس کی پھپھو نہیں مانیں گی اس لئے اس نے شارق آغا سے رو رو کر منتیں کی تھیں کہ وہ جائیداد ارباز کے نام کر دیں اور وہ بیٹی کو موت کے منہ میں دیکھ چکے تھے اس لئے خوفزدہ تھے اس کی مان گئے تھے اور معصومہ سہروردی کے سامنے تمام بات رکھ دی تھی اور وہ بھائی سے تو کچھ نہیں بولی تھیں کہ ایک ہفتہ میں ہی ان کا توانا بھائی صدیوں کا بیمار اور بوڑھا لگنے لگا تھا مگر وہ بیٹے کے سامنے اظہار کر گئی تھیں۔

"ماما۔ ہماری سوسائٹی میں بھی کتنی ہی لڑکیوں اور لڑکوں کی غریب گھرانوں میں شادی ہوئی ہے۔ یہ اتنا بھی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر اس سب سے مسکان خوش رہ سکتی ہے تو ہمیں یہ قدم اٹھانا لینا چاہئے کہ اگر مسکان کے ساتھ زبردستی کی اور کچھ الٹا سیدھا ہو گیا تو تمام عمر پچھتاوے ہمیں ستاتے رہیں گے۔ آپ صرف مسکان کے لئے سوچیں۔" وہ ماں کے ہاتھ تھام کر بولا تھا اس کا انداز منت کرنے والا تھا۔

"اچھا مجھے سوچنے کے لئے وقت دو۔" وہ اٹھ کر چلی گئیں تھیں۔ ان کے انداز سے اسے لگا تھا وہ اب مان جائیں گی۔ وہ قدرے مطمئن ہو تا پلاننگ کرنے لگا تھا۔

☆---☆---☆

"ماما! مجھے ایک لڑکی بہت اچھی لگنے لگی ہے۔" وہ شام کی چائے پر ماں کے سامنے دل کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ چائے کے گھونٹ بھرتیں زبیدہ نعمانی حیرت سے بیٹے کو دیکھنے لگیں تھیں۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ حیرت سے نکلتیں مسرت سے بولی تھیں۔

"آپ کو برا تو نہیں لگا ماما!" وہ ماں کو جھجکتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔

"ارے مجھے برا کیوں لگے گا۔ میں تو خود تمہیں ایک عرصہ سے لڑکیاں دکھا رہی تھی اب تم نے لڑکی خود پسند کر لی ہے تو یہ برا ماننے والی بات تو نہیں ہے۔" وہ بیٹے کے لئے مخصوص چاہت سے بولی تھیں۔

"ماما! بھیا نے ایسی ویسی لڑکی پسند کی ہو جو آپ کو پسند نہ آئی تو" عابیہ شرارت سے بولی تھی۔

"میرے بیٹے کی ایسی ویسی پسند ہو ہی نہیں سکتی۔" وہ بیٹی کو گھورتے ہوئے بولیں تھیں اور وہ مسکرا کر ماں کو عبرود شاہ کے بارے میں بتا گیا تھا۔

"احسن شاہ تو ملک کے نامی گرامی صنعتکار ہیں۔ ہمارا اور انکا کیا جوڑ۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ رشتہ قبول کریں گے۔"

حیدر نعمانی لڑکی کا بائیو ڈیٹا سن کر ترنت بولے تھے ایک دو بار ان کی احسن شاہ سے ملاقات ہوئی تھی وہ مغرور سا خود پسند شخص انہیں ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"بابا۔ عبرود بھی مجھے پسند کرتی ہے۔ آپ لوگ پروپوزل لے کر جائیں گے تو انکار نہیں ہو گا۔" وہ باپ کو دیکھتے ہوئے ترنت سے بولا تھا۔

"میرے بیٹے میں کس بات کی کمی ہے جو انکار ہو گا۔" وہ برا مان کر بولی تھیں اور وہ چپ کر گئے تھے۔

"ماما، اس سنڈے کا پروگرام رکھ لیں۔ مجھے پوری امید ہے آپ کو عبرود پسند آ جائے گی۔" وہ ماں کو دیکھ کر بولا تھا۔

"اور اگر پسند نہیں آئی تو۔۔۔" عابیہ نے شرارت سے آنکھیں گھمائی تھیں۔

"تم تو چپ ہی رہو آفت کی پرکالہ۔" اس نے بہن کو گھورا تھا وہ ہنس دی تھی۔

"بتا دیں بھیا۔ اگر ماما کو لڑکی پسند نہیں آئی تب کیا کریں گے۔" عابیہ مستقل بھائی کو تنگ کر رہی تھی۔

"میرے لیے میری خوشی ماما کی خوشی سے زیادہ بڑھ کر معنی نہیں رکھتی۔ اگر ماما کو عبرود سے شادی سے انکار ہو گا تو میں ماما کے فیصلے کا احترام کروں گا۔" وہ یکدم سیریئس ہو کر بولا تھا اس کے لیے بھی ماں ہمیشہ سے ہر رشتہ سے مقدم رہی تھی۔ اگر زبیدہ نعمانی نے اسے اپنی تینوں اولادوں پر فوقیت دی تھی تو وہ بھی ماں سے بے حد محبت کرتا تھا اور اس وقت اس نے بات برائے بات نہیں کہی تھی دل کی سچائی سے ایک بات کہہ گیا تھا۔ زبیدہ نعمانی کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔

"میرے لیے بھی میرے بیٹے کی خوشی زیادہ معنی رکھتی ہے، تمام عمر تمہیں وہ دیا جو تم نے چاہا، تمہاری پسند کو اولیت دی تو زندگی کے اس اہم موڑ میں ہرگز بھی اپنی پسند تم پر لاگو نہیں کروں گی اگر ایسا ہوتا تو ایلیفیہ اور درمکنون کا جب ذکر کیا تھا تب ایسا کر چکی ہوتی۔" وہ سادہ لہجے میں بولیں تھیں اور وہ مطمئن ہو گیا تھا۔

"آپ ماما کو مکھن ہی لگاتے رہیں گے یا ایلیفیہ کے گھر بھی چلیں گے۔" وہ بہن کو ماں کی حمایت پا کر فوراً ہی منہ چڑا گیا تھا تب وہ بات بدلنے کو بولی تھی وہ ہمیشہ یہی کرتی تھی جب زبیدہ نعمانی بیٹے پر زیادہ مہربان ہوتی تھیں تو وہ یا تو باپ کی سپورٹ حاصل کر کے ٹکر کا مقابلہ کرتی تھی یا پھر وہ موضوع ہی بدل جاتی تھی۔ وہ بہن کے صاف موضوع بدلنے پر ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ویسے مجھے ایلیفیہ کے گھر جانا کچھ عجیب ہی لگ رہا ہے۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا تھا۔

"ایلیفیہ، ابرج بھیا کے ساتھ کتنی ہی دفعہ ہمارے گھر آئی ہے ہمارا فرض بنتا ہے اس کی عیادت کو جائیں البتہ آپ کو اگر عجیب لگ رہا ہے تو آپ مجھے ڈراپ کر کے باہر ہی ویٹ کر لیں یا پھر آدھ گھنٹہ بعد پک کر لیں جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔" وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے محسن سے بولی تھی اور اسی وقت اس کے موبائل پر میسج ٹون بجی تھی اس نے دیکھا تھا سید ابان بخاری کا میسج تھا وہ پوچھ رہا تھا کہ وہ کب ایلیفیہ کی طرف جائے گی اس نے اپنے راستے میں ہونے کا میسج کیا تھا اور ایلیفیہ سے کیسے ذکر کرنا ہے سوچنے لگی تھی۔

☆---☆---☆

"دیکھو ارباز۔ میں جو کچھ بھی کرنے جارہا ہوں۔ وہ اپنی بہن کے لئے ہی کر رہا ہوں۔ اگر اس سب سے تمہاری خودداری کو ٹھیس پہنچتی ہے تو معذرت کیساتھ کہوں گا کہ تمہیں یہ سب برداشت کرنا پڑے گا۔" ارباز اسے گیراج پر دیکھ کر ہی حیران رہ گیا تھا اور اس کے ایک اشارے پر وہ گیراج کے مالک کو آدھے گھنٹہ تک آنے کا بتا کر اس کی گاڑی میں آ بیٹھا تھا اور اس نے ڈرائیونگ کے دوران گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ ارباز آگے سے کچھ نہیں بولا تھا کہ بولتا بھی تو کیا۔

"میں تمہیں اپنا گیراج کھول کر دے رہا ہوں۔ یہ سمجھ لو انوسٹمنٹ میری محنت تمہاری۔" وہ ارباز کو دیکھنے لگا تھا۔

"میں یہ سب نہیں چاہتا مسکان اگر مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اسے میں جیسا ہوں اس کی بنیاد پر شادی کرنی ہو گی۔" وہ دھیمے سے کہہ گیا تھا۔

"تم جانتے ہو ارباز یہ ناممکن ہے۔ تم اس سب کو انا کا مسئلہ نہ بناؤ۔ یہ تمہارے اور مسکان کے حق میں اچھا ہو گا۔ تم دونوں کو ہی کچھ قربانیاں دینی پڑیں گی۔ ہم اگر مسکان کی خوشی کے لئے اتنا کچھ کرنے جارہے ہیں تو تم کیوں نہیں؟" وہ ارباز کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے بے لچک انداز میں بولا تھا۔

"تمہاری دو بہنیں شادی شدہ ہیں۔ کیا تم نے انہیں خالی ہاتھ اپنے گھر سے رخصت کر دیا تھا۔" وہ ارباز کے چہرے پر سائے سے لہراتے دیکھ کر یکدم نرم پڑ گیا تھا۔

"تم نے اپنی حیثیت کے مطابق ہر وہ چیز دی ہو گی جو تمہیں اپنی بہنوں کے لیے مناسب لگی ہو گی او میں بھی وہی کرنے جارہا ہوں۔ تم پر میرا کوئی احسان نہیں ہے اور نہ ہی ہم کم ظرف لوگ ہیں۔ اگر مسکان کے لیے میں تمہیں کاروبار شروع کروا کر دوں گا یا آگے بھی مالی طور پر تمہاری مدد کروں گا تو تمہیں بے عزت کروں گا۔۔۔ میری دو بہنیں ہیں۔ آپی کے شوہر کی میری نگاہ میں جتنی عزت ہے اتنی ہی تمہاری بھی ہو گی۔ دولت، اسٹیٹس دیکھنا ہماری مجبوری ہے ورنہ ہم انسان اور پیسے میں فرق بہ خوبی جانتے ہیں۔" اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر ہر بات کہہ دی تھی۔ ارباز کو اعتراض تھا بھی تو وہ چپ کر گیا تھا۔ ارباز کو نیم رضامند دیکھ کر اس نے گیراج کے حوالے سے اسے کچھ باتیں بتائی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ دو سے تین ماہ میں تم کچھ سیٹ ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد تمہاری اور مسکان کی شادی ہو جائے گی۔"

وہ اپنا لائحہ عمل ارباز کے گوش گزار کر گیا تھا۔ تمام تر پلاننگ کہہ ڈالی تھی اور اسے واپس ڈراپ کر کے وہ گھر جانے کے بجائے کچھ سوچ کر ماموں جان کے گھر کی طرف گاڑی کا رخ موڑ گیا تھا۔ گاڑی سگنل پر رکی تھی ڈرائیونٹ سیٹ پر بیٹھے سید ابان بخاری پر اس کی نظر پڑی تھی اس نے لب بھینچ لئے تھے۔

"میں تمہاری شخصیت سے بے حد متاثر تھا۔ تم انسپائریشن تھے میری۔۔۔ لیکن اب تم سے نفرت محسوس ہوتی ہے کیونکہ تم میری ایلیفیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سبب ہو۔ میرا دل کرتا ہے تم سے تمہاری ہنسی چھین لوں۔ اس لڑکی کو تمہاری زندگی سے نکال دوں جس کے سبب تم ایلیفیہ کے نہیں ہو سکے۔ مگر میں ایسا نہیں کر سکتا کہ میں سب کچھ کر سکتا ہوں لیکن تمہارے دل میں ایلیفیہ کی چاہت نہیں ڈال سکتا۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے سید ابان بخاری کے حسین چہرے کو دیکھتے ہوئے بے بسی سے سوچ رہا تھا تب ہی سگنل کھل گیا تھا اور سید ابان بخاری کی آگے کی طرف بڑھتی گاڑی میں سے بس محض ایک جھلک اسے درِ مکنون کی نظر آئی تھی۔

اس کا گلابی چہرہ ہوا سے اڑتے ہوئے سیاہ بال اور احساس زیاں اس کے وجود سے آن لپٹا تھا۔

"ایلیفیہ اور میں محبت کے معاملے میں بڑے بد قسمت نکلے ہم دونوں نے ہی جسے چاہا وہ ہمارا مقدر نہیں ہو سکتا۔"

اس نے آزردگی سے سوچا تھا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی تھی اس کا دل کیا تھا کہ وہ ایلیفیہ کی طرف نہ جانے اس کا ذہن و دل بوجھل ہو گئے تھے لیکن وہ کچھ دیر قبل ٹیکسٹ کر کے ایلیفیہ کو اپنے آنے کا بتا چکا تھا اس لئے اس نے واپسی کے لئے گاڑی نہیں موڑی تھی اور آغا ہاؤس کی طرف رواں دواں رکھی تھی مگر ذہن و دل آندھیوں کی زد پر تھے اور دل دیا کی لو تھرتھرا رہی تھی، آنکھ کے سامنے لہراتی زلف تھی، یاد میں خیال کی روشنی تھی اور دل جو ابھی تک ہجر آشنا نہیں ہوا تھا مچل مچل گیا تھا۔ کبھی خود سے باندھے ارادوں کی خاک اڑاتا اس سرگوشی کو محسوس کر رہا تھا جب پہلی بار وہ حسینہ ٹکرائی تھی لفٹ کی آفر لینے سے انکاری تھی اس کے ہونٹ شکریہ کے لئے کھلے تھے اور زندگی نئی ڈگر کی مسافر بنتی، کسی کے خیال سے سج گئی تھی اور یہ دل میں جاگنے والا پہلا خیال محبت تھا جو ہنوز دل کے ایوانوں پر شور کرتا تھا مگر وہ جو خیال سی لڑکی تھی، وہ کبھی مجسم حقیقت نہیں ہو سکتی تھی کہ قسمت نے اسے دور کر ڈالا تھا اور جو قسمت میں نہ تھی اسے کیا بتاتا کہ اس سے محبت ہے اور اسی کے خیال سے آج بھی اس کے دن و رات منور ہیں۔ وہ ہی کچھ نہ ہو کر بھی آج بھی سب کچھ تھی محض ایک جھلک پر زخم تازہ ہو گئے تھے۔

چلا ہوں انگلی پکڑ کر تیرے خیالوں کی
دیا جلائے تیری زلف کے اجالوں کی

الجھ رہا ہوں تیرے ہونٹ کی سرگوشی سے
رکی ہے سانس مچلتے ہوئے ارادوں کی
تیرے سوا میرے جیون میں کچھ نہیں سوچا ہے
تجھے میں کیسے بتاؤں کہ تو میرا کیا ہے

☆---☆---☆

"ماما کی جان، اکیلے بیٹھے کیا سوچ رہی ہو۔" درشہوار عصر سے مغرب تک کا وقت اپنے کمرے میں گزارتیں تھیں نماز کے بعد کچھ وظائف پڑھتی تھیں، مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد ملازمہ انہیں لاؤنج میں لے آتی تھی وہ ملازموں کو ہدایت کرنے کے ساتھ بیٹی کے ساتھ مل کر ڈرامے دیکھ لیا کرتیں تھیں انہیں تو خیر کبھی بھی ڈراموں اور فلموں کا شوق نہیں رہا تھا مگر ان کی بیٹی کو بہت شوق تھا وہ ہر دوسرا ڈرامہ بڑے شوق سے دیکھتی تھی اور گھنٹوں ان ڈراموں کی اسٹوریز پر تبصرہ کر کے ان دونوں ماں بیٹے کا دماغ خراب کرتی تھی مگر جب سے منگنی ختم ہوئی تھی اس کا شوق ماند سا تھا، وہ جیسے اپنے ہی خول میں سمٹ گئی تھی اس وقت بھی لاؤنج میں کاؤچ پر گم صم سی بیٹھی تھی ماں کی آواز پر چونک کر انہیں دیکھنے لگی تھی۔

"میں تو کچھ بھی نہیں، میں کیا سوچوں گی۔" وہ اپنی وہیل چیئر چلاتیں اس تک آئیں تھیں۔

"تم آج کل کچھ زیادہ ہی قنوطی ہوتی جا رہی ہو۔ حالات کا مقابلہ کرتے ہیں میری جان، یوں ہمت نہیں ہارتے۔" وہ دھیمے سے بولیں تھیں۔

"ماما جان، مجھ سے نہیں کیا جاتا حالات کا مقابلہ۔ میں تو پاپا کی موت کو ہی اب تک نہیں قبول کر پائی اور اب یہ۔۔۔ میرے ساتھ ایسے کیوں ہوا ہے ماما جان۔ مجھے لوگوں کے سامنے سے ڈر لگنے لگا ہے۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"کیوں ڈر لگنے لگا مکنون۔ منگنی ختم ہونا اتنی بڑی بات نہیں ہوتی۔ تم کیوں اپنے سر پر سوار کر کے بیٹھ گئی ہو۔" وہ روز بیٹی کو گھما پھرا کر ایک ہی بات کرتے دیکھ کر جھنجھلاہٹ کا شکار ہو گئیں تھیں۔

"ماما جان۔ منگنی ٹوٹنا عام و معمولی بات ہوتی ہے تو وہ امبر، سب اس کو کیوں برا کہتے تھے۔ اس کو اتنا ٹارچر کیا گیا کہ اس نے سوسائیڈ کر لی۔" وہ ماں کو ناراضگی سے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے امبر نہیں بھولی ماما جان۔" وہ سسک اٹھی تھی۔ "وہ اپنی منگنی سے کتنی خوش تھی۔ اپنی منگنی کی تصاویر دکھاتے ہوئے اس کے چہرے پر کتنے رنگ ہوتے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سارے رنگ پھیکے پڑ گئے۔ اس کے

ارمان بکھر گئے، وہ مر گئی ماما۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ امبر کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ اس کی منگنی ماموں زاد سے ہوئی تھی جو خاندانی چپقلش کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی مگر لڑکیوں نے اس سے روز ایسے سوال کئے کہ وہ تنگ آ کر کالج چھوڑ گئی۔ خاندان و محلہ میں ہر آیا گیا اس سے یہی سوال کرتا منگنی کیوں ٹوٹی، کریدا جاتا تھا۔ وہ رویوں سے ڈس ہارٹ ہو گئی تھی اس سے دوگنی عمر کے آدمی سے اس کی شادی طے ہو گئی تھی عین مایوں کی شام بھی لوگوں کے یہی تبصرے تھے اس پر افسوس تھا، سابقہ منگیتر کی تعریفیں ہونے والے شوہر کے لئے ترحم بھرے الفاظ وہ لوگوں کے رویوں سے ان کی باتوں سے اتنی دلبرداشتہ ہوئی تھی کہ اس نے عین شادی کی صبح خودکشی کرلی تھی۔ کالج میں جب یہ بات پھیلی تھی تو اس تک بھی پہنچی تھی وہ بہت ڈس ہارٹ ہوئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ وہ منگنی سے بھی انکاری تھی لیکن بھائی اور ماں کے آگے کچھ کہہ نہیں سکی تھی منگنی ہو گئی تھی مگر یوں ٹوٹ جانا اس کی حساسیت پر چوٹ کر کے ساتھ امبر کی یادیں بھی تازہ کر گیا تھا۔

"میں مرنا نہیں چاہتی مجھے حرام موت مرنے سے ڈر لگتا ہے ماما مگر مجھے لگتا ہے جب سب کو میری منگنی ٹوٹنے کا لگے گا پتہ تو۔۔۔ میں زندہ نہیں رہ پاؤں گی۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اور درشہوار ساکت بیٹھیں تھیں۔

"ایسا نہیں ہو گا سُنا تم نے مکنون۔" کب سے اس کی بکواس سنتا ابان بخاری اس کے سامنے آ کر بولا تھا۔

"زندگی میں انسان کو بہت کچھ سہنا پڑتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہمت ہار دی جائے۔ امبر نے غلط کیا تھا۔ اس نے لوگوں کی بکواس کو خود پر اس قدر حاوی کیا کہ رب کی رحمت سے ہی مایوس ہو گئی اور خودکشی کرلی۔ اور تم اس لڑکی کی لائف کو سوچ سوچ کر اپنی زندگی کو دشوار بنا رہی ہو جبکہ نظر اٹھا کر دیکھو تو کیسی کیسی آفتوں کے بعد بھی لوگ حالات کا مقابلہ کرتے ہیں اور پھر حالات سنور بھی جاتے ہیں۔" وہ لہجہ میں ذرا بھی نرمی رکھے بغیر اسے ڈپٹنے والے انداز میں سمجھا رہا تھا۔

"اور ہم نے اپنے حالات کو رب کی رحمت اور بھروسہ کر کے سنوارنا ہے۔ مایوس نہیں ہونا۔" وہ بلکتی ہوئی بہن کا ہاتھ تھامتے ہوئے شفقت سے بولا تھا۔ "رونا دھونا بند کر دو، میں مانتا ہوں غلط ہوا ہے مگر اتنا بھی غلط نہیں ہوا کہ تم یوں ہمیں پریشان کرو۔" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے خفگی دکھائی تھی۔ "اب میں تمہیں روتا یا مایوس ہوتا بالکل نہ دیکھوں۔"

وہ سوں سوں کرتی درمکنون سے بولا تھا۔ "جلدی سے جا کر فریش ہو کر آؤ ہم شاپنگ پر جا رہے ہیں، دو ماہ بعد میری شادی ہے اور میری بہن کو جیسے خیال ہی نہیں ہے۔ میری دلہن کے لئے کچھ خریدے، کچھ اپنی تیاری کرے۔" وہ اس کے سر پر چپت لگاتا خود ہی موضوع بدل گیا تھا۔

"یہی میں سوچ رہی تھی ابان، مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے مکنون کو بھابھی ہی پسند نہیں ہے تب ہی تو یہ شادی کی تیاریوں کے بارے میں سوچ تک نہیں رہی۔" درشہوار آنسو صاف کرتے ہوئے یوں بولیں تھیں کہ وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"ایسا تو نہیں ہے ماما جان، عابیہ تو مجھے بہت پسند ہے۔ وہ میری بہت اچھی دوست ہے۔" وہ بے ربط ہوئی تھی اور اس کے وضاحت کرنے پر وہ دونوں ہی مسکرا دیئے تھے۔

"لگتا تو نہیں ہے کہ تمہیں عابیہ پسند ہے۔ پسند ہو تو شادی کی تیاریوں میں حصہ لو۔ تم تو ذکر تک نہیں کرتیں۔" درشہوار ہنوز اسے چڑا رہیں تھیں۔

"آپ ایسے مت بولیں مجھے عابیہ دل و جان سے پسند ہے۔ وہ میری بیسٹ بھابی ہو گی۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی۔

"اچھا بھئی۔ آ گیا یقین۔ مگر اس وقت تم تیار ہو کر آؤ تو ہم چلتے ہیں۔" سید ابان بخاری دھیمے سے مداخلت کر گیا تھا اور وہ خاموشی سے تیار ہو کر اس کے ساتھ شاپنگ مال آ گئی تھی جہاں اس نے عابیہ کے لئے کئی ڈریسز لئے تھے اور اپنے لئے بھی دو سوٹ خریدے تھے واپسی پر انہوں نے ڈنر کیا تھا اور گھر آ گئے تھے۔ وہ دونوں ماں بیٹے اسے کافی دن بعد کچھ خوش دیکھ کر قدرے مطمئن اور پر سکون ہو گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

ابرج سہروردی جس وقت آغا ہاؤس پہنچا محسن کی گاڑی دیکھ کر چونک گیا تھا۔ گاڑی سے نکل کر اس نے محسن سے مصافحہ کیا تھا اور اس نے ایلیفیہ کی عیادت کے لئے آنے کا بتایا تھا اور وہ عابیہ سے سلام دعا کرتا ان دونوں کو لئے گھر کے اندر آ گیا تھا۔ آسیہ آغا ان دونوں سے مل کر بے حد خوش ہوئی تھیں اور وہ عابیہ کو لئے بیٹی کے کمرے میں آ گئی تھیں۔ ایلیفیہ کو عابیہ کو دیکھ کر حیرت بھی ہوئی تھی اور اچھا بھی لگا تھا۔ آسیہ آغا کمرے سے نکل گئی تھیں اور وہ عابیہ سے بات کرنے لگی تھی۔ اس کی اسٹڈی اور مصروفیات کے حوالے سے پوچھا تھا اور منگنی کی مبارکباد دی تھی اگر اسے پتہ ہوتا کہ سید ابان بخاری کی محبت، اس کی منگیتر، عابیہ نعمانی ہی ہے تو وہ اس سے اتنی بے تکلفی سے کیا سرے سے بات ہی نہ کر پاتی۔ وہ انجان تھی اس لئے ہی سکون میں تھی کہ لاعلمی بعض اوقات بڑی نعمت ہوتی ہے۔ عابیہ نے اس کے سوالوں کا جواب دیتے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کی طرف سے فکر ظاہر کی تھی کہ وہ ہو بھی تو کتنی کمزور گئی تھی۔ محض ہفتہ بھر میں اس کی رنگت کملا گئی تھی۔ آنکھوں کے نیچے حلقے تھے۔ عابیہ کو وہ کہیں سے بھی ایلیفیہ آغا لگی ہی نہ تھی۔ اس نے پریشانی کا اظہار کیا تھا اور وہ بے بسی سے ہنس دی تھی کہتی بھی تو کیا، اس کو کیا بتاتی کہ کسی کی محبت نے اسے ان حالوں میں پہنچا دیا ہے وہ بھی اس کی محبت نے جو اس کا کچھ لگتا ہی نہ تھا، نہ ہی کچھ بن سکتا تھا۔

"ابرج نے بتایا تھا کہ تم اور محسن بھائی تو اسلام آباد جا رہے ہیں۔" وہ کچھ یاد آنے پر بولی تھی۔

"ہاں جانا تو تھا مگر وہ میری کزن کے سسر کی ڈیتھ ہو گئی تو شادی ہی پوسپون ہو گئی اس لئے جانا بھی کینسل ہو گیا نیکسٹ منتھ جائیں گے۔" وہ دھیمے سے اپنے انداز میں تفصیل سے بولی تھی مگر وہ اب تک سید ابان بخاری کا کام نہیں کر

سکی تھی۔ اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ ایک دم کیسے وہ مکنون کا ذکر کرے اور پھر اس کی منگنی ختم ہونے کا بتا دے۔ وہ الجھن میں تھی کہ کیسے کرے یہ سب۔ اسی وقت در مکنون کا میسج آگیا تھا وہ اس کا فیورٹ کلر پوچھ رہی تھی۔ اس نے جواباً لکھ دیا تھا کہ وہ پوچھ تو ایسے رہی ہے جیسے جانتی نہیں ہے۔ آگے سے مکنون نے ایک چلبلا سا ٹیکسٹ کر دیا تھا کہ وہ اپنی دوست عابیہ سے نہیں اپنی بھابھی سے اس کا پسندیدہ کلر پوچھ رہی ہے اور وہ مکنون کی شرارت پر سرخ پڑتی موبائل پر س میں ڈال گئی تھی۔ ایلیفیہ جو اس کے سیل فون سے فارغ ہونے کی منتظر تھی اس کے مسکراتے رنگ بکھیرتے چہرے کو دیکھ کر شرارت کر گئی تھی۔

"چہرے پر بکھرے رنگ تو کہہ رہے ہیں کہ تمہارے منگیتر کا ٹیکسٹ تھا۔ میں کباب میں ہڈی بن گئی ورنہ کال پر بات تو بنتی ہی تھی۔" ایلیفیہ کافی دن بعد کوئی شرارت بے ساختہ کر گئی تھی عابیہ یکدم ہی کنفیوژ ہو گئی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے میرے فیانسی کا ٹیکسٹ نہیں تھا۔" وہ ترنت بولی تھی اور ایلیفیہ ہنس دی تھی اور عابیہ روانی میں کہنے ہی لگی تھی کہ فیانسی کا نہیں اس کی بہن کا فون تھا کہ وہ کہتے کہتے رکی تھی۔ اسے بات کرنے کا جواز مل گیا تھا۔

میری دوست مکنون کا ٹیکسٹ تھا۔" وہ ایلیفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی اور ایلیفیہ آگے سے چپ رہی تھی۔

مکنون کو تو آپ جانتی ہی ہیں نا۔" وہ عابیہ کی بات پر چونک گئی تھی۔

"ہاں! نام سنا سنا تو لگ رہا ہے۔" مکنون نام سن کر اسے ایک ہی چہرہ کی یاد آئی تھی۔ وہ لب کچلنے لگی تھی۔

"شاید آپ کو یاد نہیں ہے کچھ ماہ قبل آپ نے یونیورسٹی میں میری دوست کے نمبر سے کال کی تھی۔" وہ بری طرح چونک اٹھی تھی اس کے اور ابرج سہروردی کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عابیہ نے ایلیفیہ کو وہاں دیکھا تھا۔

"ہاں کچھ کچھ یاد تو ہے۔ اس دن میں اپنا سیل فون بھول گئی تھی تب میں نے ایک لڑکی سے ہیلپ لی تھی۔" وہ انجان بنی تھی۔

"جی اور میں حیران ہوتی رہی تھی کہ آپ نے مجھ سے کیوں نہیں کہا تھا۔" عابیہ اپنی عادت کے مطابق تفصیل میں جا چکی تھی جبکہ ایلیفیہ نے یہ کہہ کر جان چھڑا لی تھی کہ اس نے عابیہ کو نہیں دیکھا تھا۔

"مکنون میری بہت اچھی دوست ہے اور میں آج کل اس کی وجہ سے پریشان بھی ہوں اور جب آپ کی بیماری کا پتہ چلا تو مجھ سے رہا نہیں گیا میں محسن بھیا کے ساتھ آپ کی عیادت کو آ گئی۔" وہ ایلیفیہ کو موضوع بدلتے دیکھ کر جلدی جلدی بول گئی تھی۔

"خیر ہے تم اپنی دوست کی وجہ سے کیوں پریشان ہو۔" ایلیفیہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی وہ عابیہ سے کئی

بار ملی تھی اور عابیہ کے منہ سے در مکنون کا ذکر بھی بہت سنا تھا مگر ملی کبھی نہیں تھی مگر یونیورسٹی والے ذکر سے عابیہ نے انجانے میں ایلیفیہ کو یہ جتا دیا تھا کہ اس کی دوست مکنون وہی در مکنون ہے جو ابرج سہروردی کی پہلی چاہت ہے اور خود اس کی چاہت سید ابان بخاری کی اکلوتی بہن ہے۔

"مکنون کی منگنی ختم ہو گئی ہے ناں بس اس لئے۔۔۔" وہ آزردگی سے بولی تھی جبکہ ایلیفیہ کی دل کی دھڑکن مزید تیز تر ہو گئی تھی۔

"واٹ۔۔۔ مگر کیوں۔" وہ بے ساختہ چیخی تھی مگر یہ چیخ صدماتی ہرگز نہیں تھی۔ ایک عجیب سی خوشی چھپی تھی جس پر عابیہ بھی اسے دیکھنے لگی تھی۔

"لڑکے والوں کی کچھ ڈیمانڈز تھیں بس اس لئے۔" وہ ایلیفیہ کے روشن ہو جانے والے چہرے کو دیکھ کر دھیمے سے بولی تھی۔

"تھینک یو عابیہ۔" وہ تفصیل سن کر خوشی سے بولی تھی عابیہ چپ کی چپ رہ گئی تھی کہ بولتی بھی تو کیا کہ وہ ایلیفیہ سے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس نے ایک دکھ بھری خبر دی ہے ایسے میں وہ خوشی کا اظہار کیوں کر رہی ہے۔؟ عابیہ کو سید ابان بخاری کا خدشہ درست لگا تھا اور یہ بات عابیہ کے لئے بھی خوشی کا باعث تھی، ابرج سہروردی واقعی ہر لحاظ سے اس کی دوست مکنون کے لائق تھا سو وہ چند منٹ مزید بیٹھی تھی اور جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی وہ جس وقت آئی تھی ایلیفیہ کا چہرہ زرد تھا، آنکھوں میں اداسی تھی اور جب وہ جا رہی تھی تو اسے ایلیفیہ کے چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں سکون نظر آ رہا تھا۔ جب اس کی اس تبدیلی کو عابیہ نے صاف محسوس کیا تھا تو عابیہ کے ساتھ لاؤنج تک آئی تھی تو اس کی اس تبدیلی کو ابرج سہروردی بھی پہلی نظر میں ہی بھانپ گیا تھا۔ عابیہ اور محسن جیسے ہی باہر نکلے وہ اپنی ماں کے کاندھے تھام کر خوشی سے بول اٹھی۔

"ماما، میں آج بہت خوش ہوں۔ بہت زیادہ۔" آسیہ آغا بیٹی کو اتنے دن بعد اس کے پرانے خوش باش روپ میں دیکھ کر مطمئن ہی تو ہو گئی تھیں۔

"میری بیٹی کو ایسی کون سی ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہے جو میری بیٹی ماشاء اللہ اتنی خوش ہے۔" وہ مسرور سے بولی تھیں اور وہ یکدم ہی ہنس دی تھی۔ ابرج سہروردی اس کو حیرت سے دیکھ رہا تھا جبکہ وہ اس کو دیکھتے ہی اس کی طرف لپکی تھی۔

"ماما۔ ہفت اقلیم کی دولت آپ کی پریوں سی بیٹی کو نہیں آپ کے بھوت جیسے بھانجے کو ملنے والی ہے۔" وہ ابرج سہروردی کو دیکھ کر کھکھلائی تھی اور وہ دونوں ہی بضد ہوئے تھے کہ وہ اصل بات بتائے مگر اس نے دونوں کی سنی بات ان

سنی کر دی تھی اور معصومہ سہروردی کو کال ملائی تھی۔

"پھپھو۔ جلدی سے گھر آجائیں۔ بہت بڑی خوش خبری ہے آپ کے لئے۔" معصومہ سہروردی کے پہلو بدلتے ہی وہ خوشی سے بولی تھی اور بھتیجی کا ایک عرصہ بعد چہکتا لہجہ انہیں خوش کر گیا تھا۔

"پھپھو کی جان۔ ایسی کیا بات ہے؟"۔

"وہ آپ آجائیں مل کر بتاؤں گی۔ آپ آرہی ہیں ناں۔" وہ پوچھ رہی تھی اور انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا وہ حامی بھر گئی تھیں اور اگلے پچیس منٹ میں وہ بھائی کے گھر پر موجود تھیں۔ شارق آغا بھی آگئے تھے اور وہ ان تینوں کو ہی کچھ بتائے بناء مزے سے مسکراتی رہی تھی اور وہ تینوں تجسس کا شکار ہونے کے باوجود سکون سے بیٹھے تھے کہ ان کے لئے تو صرف ایلیفیہ کی خوشی معنی رکھتی تھی۔ معصومہ سہروردی کے پہنچتے ہی وہ لپک کر ان کے گلے کا ہار بن گئی تھی۔

ایلفی۔ کیا بات ہے چندا۔" وہ بہت زیادہ پیار میں ہی اسے ایلفی کہہ دیتی تھیں ورنہ ایلفی اسے صرف ابرج سہروردی ہی بولتا تھا کبھی چڑانے کو، کبھی غصہ میں تو کبھی پیار میں۔

"پھپھو! ابر کے سر پر سہرا سجانے کی تیاری کریں۔" وہ ہنسی تھی وہ چاروں حیران ہو گئے تھے۔ معصومہ سہروردی کو لگا تھا جیسے وہ خود ابرج سے شادی کے لئے راضی ہو گئی ہے جس کا انہوں نے اظہار بھی کیا تھا۔

"کیا تم ابرج سے شادی کے لئے تیار ہو۔؟"

"ارے نہیں پھپھو، میں اور ابرج ایک دوسرے کے لئے نہیں بنے، ہم دونوں صرف دوست ہیں۔ ابرج کی شادی تو اب انشاء اللہ ابرج کی پسند کی لڑکی سے ہو گی۔" وہ پھپھو کی خوش گمانی کو زائل کر گئی تھیں انہیں یکدم دھچکا سا لگا تھا لیکن بھتیجی کی اگلی بات ایسی تھی کہ وہ زیادہ دیر صدماتی کیفیت میں رہ نہیں پائی تھیں اور وہ خوشی خوشی ساری بات جو عابیہ کے ذریعے پتہ لگی تھی ان سب کے گوش گزار کر گئی تھی۔ ابرج سہروردی کے لیے یہ خبر شاکنگ تھی۔

"پھپھو۔ ہم بس کل ہی درمکنون کا پرپوزل لے کر چلتے ہیں۔" وہ معصومہ سہروردی سے بول رہی تھی اور وہ چونک گئی تھیں۔

"ابرج۔ اگر چاہے گا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" انہوں نے بیٹے کی طرف دیکھا تھا جس کے چہرے پر حیرت و خوشی کا امتزاج رنگ بکھیر رہا تھا۔

"پھپھو اس گدھے کو کیا اعتراض ہو گا۔ آپ تو جانتی ہیں سب کچھ کیسے درمکنون کے لئے جوگ لیے پھر رہا تھا۔"

ایلیفیہ کی خوشی تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ ماں بیٹے کچھ اور دیر ٹھہرے تھے آسیہ آغا اور شارق آغا کے سامنے ساری بات رکھی تھی اور ان کا ووٹ بھی اسی حق میں تھا کہ کل ہی پرپوزل لے کر جایا جائے۔ وہ دونوں ماں بیٹے کھانے کے بعد

گھر آ گئے تھے۔

"ماما۔ ایلیفیہ تو پاگل ہے۔ ہو گا وہی جو آپ چاہیں گی۔" وہ ماں کے کمرے میں چلا آیا تھا۔

"میں وہی چاہوں گی جو میرا بیٹا چاہے گا۔" وہ بیٹے کے حسین چہرے کو دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

"ماما۔ آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" وہ مسرت بھرے انداز میں ماں کو دیکھنے لگا تھا۔

"درمکنون کی فیملی کو جانتی ہوں اچھی فیملی ہے اور لڑکی تمہیں پسند ہے اور جو تمہیں قسمت سے ملنے جا رہی ہے تو میں ناشکری نہیں کروں گی۔ ہم کل ہی رشتہ لے کر جائیں گے۔" معصومہ سہروردی کے لئے کچھ باتیں تکلیف دہ تھیں مگر کچھ عرصہ میں وہ بیٹے کو جتنا تکلیف میں دیکھ چکی تھیں اس کے بعد انہیں اپنی تکلیف منظور تھی مگر وہ بیٹے کی خوشی کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھیں۔

"لیکن ماما۔ وہ ایلیفیہ۔" وہ ماں کا شکریہ ادا کرتا دھیمے سے بولا تھا۔ وہ چونک گئی تھیں۔

"آپ تو سب جانتی ہیں ماما۔ ایلیفیہ کی محبت، اس کی دیوانگی۔ وہ ابان کو اپنے سامنے دیکھ کر برداشت نہیں کر پائے گی۔" وہ ماں کی سوالیہ نگاہ محسوس کرتا تفصیل سے ذہن کی الجھن کہہ گیا تھا۔

"ایلیفیہ تم سے بہت محبت کرتی ہے۔ تمہاری خوشی کے لئے وہ یہ برداشت کر لے گی۔ ویسے بھی جو حالات ہیں اسے آج نہیں تو کل برداشت کے مرحلے سے گزرنا ہی ہو گا۔" معصومہ سہروردی سنجیدگی سے بولی تھیں۔

"لیکن ماما۔۔۔!"

"کچھ باتوں کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے۔" وہ بیٹے کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ناصحانہ انداز میں بولی تھیں۔

"ماما!۔ ایلیفیہ کی محبت اس کی شدتوں کا امین ہوں میں اور میں نہیں چاہتا کہ میری خوشیوں کے لئے اسے ضبط سے گزرنا پڑے۔" وہ ماں کا ہاتھ تھام گیا تھا اس کے لہجے میں بے چینی تھی۔

"ضبط تو اب ایلیفیہ کا نصیب ہے اور تم پریشان نہ ہو وہ خوف کے دردناک سخت مرحلوں سے ضبط کے ساتھ گزر جائے گی۔" وہ یقین سے بولی تھیں اور وہ آگے سے کچھ کہنے لگا تھا مگر وہ بیٹے کو چپ کروا گئی تھیں۔

"کہہ تو رہی ہوں ناں، سب قسمت پر چھوڑ دو۔ ایلیفیہ کو مضبوط ہونے دو۔ اسے کمزور نہ کرو۔" وہ بیٹے کو نصیحت کر رہی تھیں وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"وہ تمہاری بہت مانتی ہے۔ اسے سمجھاؤ۔ اسے زندگی میں آگے بڑھنے کے لئے راضی کرو۔ مناسب وقت پر اس کی شادی بے حد ضروری ہے۔ اور اسے تم ہی ہو جو شادی کے لئے راضی کر سکتا ہے۔" وہ بیٹے کو مضطرب دیکھ کر بات کا پہلو

بدل گئی تھیں۔ وہ ماں کو دیکھنے لگا تھا۔

"وہ کسی قیمت پر نہیں مانے گی۔" وہ بے بسی سے بولا تھا۔

اسے منانا ہو گا ابرج۔ اسی میں اس کی بھلائی ہے۔" وہ زور دے کر بولی تھیں۔

"بھیا کی جان بستی ہے اس میں، چند دنوں میں ہی بھیا کس قدر بوڑھے لگنے لگے ہیں۔ بھابھی کی راتوں کی نیندیں اُڑ گئی ہیں۔ ایلیفیہ ان کی اکلوتی منتوں مرادوں سے مانگی ہوئی اولاد، ان کی امید کا پہلا و آخری مرکز ہے۔ اس کا زندگی میں آگے بڑھنا بے حد ضروری ہے۔ ہمیں مل کر اسے راضی کرنا ہو گا۔" وہ بیٹے سے دھیمے نم لہجے میں کہتیں اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

ٹھیک ہے ماما۔ میں ایلفی سے بات کروں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہماری ایلیفیہ ایک اچھی زندگی جیئے گی۔" وہ نرمی سے بولا تھا۔

"انشاء اللہ۔" کہتیں بیٹے کے کمرے سے نکل گئی تھیں اور وہ ایلیفیہ کو بلیک میلنگ کے ذریعے منانے کا منصوبہ تشکیل دینے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

ارباز نے ابرج سہروردی سے ہوئی بات اول و آخر تک سب کچھ ارمش چوہدری کو بتا دیا تھا۔ ارمش چوہدری کا منہ کھل گیا تھا اسے یقین ہی نہیں آیا تھا۔

"وہ ابرج سہروردی یقیناً تمہارے ساتھ ڈبل گیم کرنے جا رہا ہے۔" وہ ہنکارا بھر کر بولا تھا۔

"پہلے پہل تو مجھے بھی یہ سب سازش ہی لگتی تھی۔" ارباز دھیمے سے کہتا جو شوروم ابرج سہروردی نے اس کے لئے لیا تھا وہ اس کی تفصیل بتا گیا تھا۔

"ابرج سہروردی نے شورروم مسکان کے نام پر لیا ہے۔ اپارٹمنٹ بھی مسکان کے نام پر ہے۔ وہ جو کچھ بھی لے رہا ہے وہ سب مسکان کے نام پر ہے۔ وہ مجھے دھوکا نہیں دے رہا اتنا تو مجھے بھی اندازہ ہے۔ بہت زیادہ نہیں مگر لوگوں کی اتنی پرکھ تو ہے کہ خلوص اور بدنیتی کو پہچان لوں۔" وہ پہلے پہل اس سب سے ڈرا ہوا تھا مگر اس نے بھروسہ کر لیا تھا اور دھیرے دھیرے اس پر ثابت ہوا تھا کہ اس نے کسی غلط انسان پر بھروسہ نہیں کیا۔

یعنی تم اپنی بیوی کے رحم و کرم پر ہو گے۔" ابرج سہروردی کو اتنا تو ارمش چوہدری بھی جانتا تھا کہ وہ شخص بددیانت اور بدنیت نہیں ہے۔ ارمش کی بات ارباز کے دل پر لگی تھی کہ اسے اپنے دوست سے اس قدر گہرے طنز کی توقع نہیں تھی۔

"یار، محبت و عزت نفس میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا تھا۔ میں نے محبت چن لی۔" وہ قدرے مضحکہ خیز انداز میں بولا تھا۔

"پتہ ہے ارمش، یہ جو محبت ہوتی ہے ناں، بڑی ظالم ہوتی ہے۔ مسکان کے ہجر میں ماہ و سال گزار چکا ہوں۔ ہجر کا مزہ کچھ یوں چکھا تھا کہ وصل سب کچھ گنوا کر نصیب ہونے جا رہا ہے تو اس کو ہی غنیمت سمجھا ہے کہ یہ جو ہجر ہوتا ہے ناں ارمش، نہ جینے دیتا ہے نہ مرنے دیتا ہے۔" وہ بے بسی سے بول رہا تھا اس کے لہجہ میں کچھ ایسا تھا کہ ارمش کو اپنے جملے کی سنگینی کا احساس ہو گیا تھا جس کے ازالے کو وہ بول گیا تھا۔

"مجھے تمہارا فیصلہ درست لگا ہے۔" وہ ارمش کو حیرانگی سے دیکھنے لگا تھا۔

"تم نے ثابت کیا ہے کہ تمہیں مسکان سے بے حد' بے حساب محبت ہے۔ تم اس کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہو۔ خود کو اپنی ذات کو فنا کر دینے سے بھی گریز نہیں کرو گے۔ یہ تمہارا فیصلہ دنیا کی نظر میں تمہیں حقیر کر دے گا مگر اہل محبت کی محفل میں تم سرخرو ہو گئے ہو۔ تم سے برتر کوئی نہیں۔" وہ ارباز کے کاندھے پر ہاتھ دھرتے ہوئے بولا تھا اور ارباز متحیر تھا اسے بے یقینی سے دیکھے جا رہا تھا۔

"تمہاری طرح محبت کا مسافر ہوں میں بھی ارباز۔" وہ ارباز کی بے یقینی بھانپ کر گہری سانس کھینچتے ہوئے بولا تھا۔

"ایلیفیہ کو بے حد و بے حساب چاہتا ہوں مگر وہ کسی اور کی محبت میں مبتلا ہے۔ میں ایلیفیہ کو حاصل کر لینا چاہتا ہوں۔ روز پلاننگ کرتا ہوں مگر روز میرا ارادہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ میں ایلیفیہ کو پانا چاہتا ہوں۔ حاصل تو چیزوں کو کیا جاتا ہے ارباز، اور میں اپنی محبت کو محبت سے پانا چاہتا ہوں۔" وہ یکدم شکستہ نظر آنے لگا تھا۔ آج زندگی میں پہلی بار وہ ارمش کے منہ سے کچھ مثبت سن رہا تھا ورنہ وہ اپنی پسند کے معاملے میں اپنی پسند کی چیزوں کو دسترس میں کر لینے کے معاملے میں بہت سنگدل، بہت بے حس ہو جاتا تھا۔

"ایلیفیہ جس سے شادی کرنا چاہتی ہے اس کی کہیں اور منگنی ہو گئی ہے اور اس خبر نے ایلیفیہ کو ہاسپٹل پہنچا دیا۔ اسے ہارٹ اٹیک آیا تھا۔" وہ ارباز سے شیئر کرتا اسے پل پل حیران کر رہا تھا۔ ارمش نے عبرود شاہ سے مل کر ایک پروگرام ترتیب دے لیا تھا اور اس پر عمل کے لئے مناسب وقت کا منتظر تھا کہ اس کو والدہ کے کسی عزیز کی عیادت کے لئے ہاسپٹل جانا پڑا تھا اور اس نے واپسی پر ایلیفیہ کو دیکھا تھا جو ابرج سہروردی کے سہارے پارکنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کا حسین چہرہ کملایا ہوا تھا۔ رنگت میں زردیاں گھلی ہوئی تھیں وہ شکل سے ہی بیمار نظر آ رہی تھی وہ ان کی طرف لپکا تھا مگر کچھ سوچ کر وہ ہاسپٹل کے ریسپشن پر آ گیا تھا۔ اس نے ایلیفیہ کا نام بتا کر اس کے بارے میں پوچھنا چاہا تھا کہ اسے بتایا گیا تھا کہ تین دن بعد آج ہی ایلیفیہ آغا کا ڈسچارج ہوا ہے اور وہ گھر آ گیا تھا تب سے وہ بے حد مضطرب تھا۔ وہ بس

یہی سوچے جا رہا تھا کہ ایلیفیہ کی محبت میں اتنی شدت تھی کہ وہ اس شخص کے کسی اور کے ہو جانے کے خیال سے ہی موت و زیست کے درمیان کا فاصلہ طے کر آئی تھی۔ اس دن اسے شدت سے احساس ہوا تھا کہ محبت منفی نہیں بے حد مثبت جذبہ ہے اور محبت کو حاصل نہیں کیا جاتا محبت کو تو پایا جاتا ہے۔ کسی اعزاز کی مانند، زندگی کی طرح۔

"میں نے سوچ لیا ہے ارباز کہ میں ایلیفیہ کو حاصل نہیں کروں گا میں اسے پانے کی جہد کروں گا۔ اپنی محبت کا دیا لیے اس کی راہ میں رکھوں گا۔ اس کی زندگی کے اندھیروں کو اپنی اجالوں کی محبت سے دور کر دوں گا۔" وہ نم آنکھوں سے ارباز کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا اور ارباز مسکرا دیا تھا۔ سچ کہتے ہیں کہ نیک تربیت رائیگاں نہیں جاتی۔ اس کی ماں کی نیک سوچ و نیک تربیت کیسے رائیگاں جا سکتی تھی وہ اپنے کاندھے پر ارباز کا ہاتھ محسوس کرتا اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

"آج پہلی دفعہ مجھے لگا ہے کہ تم سرور انکل اور صائقہ آنٹی کے بیٹے ہو۔" ارباز کے انداز میں دوست کے لئے محبت تھی۔ وہ ارمش کے والدین کو بچپن سے جانتا تھا ان کی نرم طبیعت سے اہل محلہ واقف تھا۔ ان کے محلے میں آج بھی سرور چوہدری کا نام عزت و احترام سے لیا جاتا تھا۔ لوگ تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے اور ان کی بیوہ صائقہ بیگم کی سب بے حد عزت کرتے تھے کہ انسان کے انداز و اطوار ہی اسے عزت دلواتے ہیں۔

"ہاں۔ ٹھیک کہہ رہے ہو میری انسپائریشن بہت اسٹرانگ تھی۔ بٹ میں بہت کمزور ہوں اسی لئے تو بھٹک جاتا ہوں مگر میں نے اب سوچ لیا ہے کہ میں ایلیفیہ کے معاملے میں خود کو بدل دوں گا۔" ارمش دوست کو خیر مقدمی مسکراہٹ چہرے پر سجائے دیکھتا اسے ارادوں سے آگاہ کر رہا تھا۔

"میں اور میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ دیکھنا ایلیفیہ تمہاری ہو جائے گی۔" ارباز دوست کو نئی آس دے رہا تھا۔

"انشاء اللہ۔" ارمش مطمئن سا بولا تھا۔

"خیر تم یہ بتاؤ تم شادی کب کر رہے ہو۔" ارمش نے موضوع بدلا تھا۔

"تین سے چار ماہ میں جب میرا کام سیٹ ہو جائے گا۔" وہ دھیمے سے ارمش کو بتانے لگا تھا۔

"اللہ سب بہتر کرے گا ویسے میری مانو تو پہلے تالیہ کی بھی کہیں شادی کر دو۔" ارمش کی بات پر وہ چونک گیا تھا۔

"ہاں۔ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ امی کی وفات کے بعد وہ ویسے ہی تنہا ہو گئی ہے۔ جتنی دیر کام پر رہتا ہوں اس کی طرف سے فکر ہی رہتی ہے۔" وہ مضطرب سے بولا تھا کہ وہ تالیہ کو کبھی بہنوں کی طرف چھوڑ دیتا تھا مگر روز روز بھرے پڑے سسرال والی بہنوں کے گھر چھوڑنا بھی مناسب نہیں لگتا تھا۔

"مناسب سمجھو تو ماما کے پاس چھوڑ دیا کرو، ماما کو بھی کمپنی مل جائے گی، بابا کی وفات کے بعد تو ماما بھی بالکل اکیلی پڑ

گئی ہیں۔" ارمش کچھ سوچ کر بولا تھا۔

"ٹھیک ہے میں تالیہ کو کبھی آنٹی کے پاس چھوڑ جایا کروں گا۔" وہ دھیمے سے مان گیا تھا کہ صائقہ بیگم اکثر ان کے گھر آتی تھیں اس کی والدہ کافی محتاط پسند تھیں۔ وہ کہیں جانا ہوتا تھا تو زیادہ تر اکیلے ہی جانا پسند کرتی تھیں اپنی جوان بیٹیوں کو ساتھ نہیں لے جاتی تھیں اس لئے تو اسے تالیہ کو بہنوں کے گھر چھوڑنا بھی ٹھیک نہیں لگتا تھا کہ مہوش کی تو خیر کچھ عرصہ قبل ہی شادی ہوئی تھی جبکہ عالیہ کی شادی کو تو کافی سال ہو گئے تھے ان کی طرف سے کبھی عالیہ کے گھر کوئی ٹھہرا نہیں تھا۔ گھنٹے دو گھنٹے کے بعد وہ واپس آ جاتے تھے۔ ارمش اس کی شادی شدہ بہنوں کے بارے میں پوچھنے لگا۔

"دونوں اپنے گھر میں خوش ہیں۔ اللہ کا بہت کرم ہے۔" ارباز ہر حال میں خوش رہنے والا انسان تھا۔

"عالیہ آپی نے تالیہ کے لئے ایک دو رشتے بتائے ہیں۔ اس سنڈے کو آئیں گے لڑکے والے۔ بس دعا کرنا اللہ تالیہ کے حق میں بہتر کرے۔" وہ دھیمے سے تفصیل سے آگاہ کر گیا تھا اور وہ ارباز کو سب اچھا ہونے کی امید دلاتا جانے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔

"اب تو مجھے لگتا ہے تیرے صاحب بن جانے کے بعد ہی ملاقات ہو گی۔" ارمش کے انداز میں بے تکلفی تھی وہ دوست کو چھیڑ رہا تھا۔

"ہاں مجھے بھی یہی لگتا ہے۔" ارباز نے اس کی بات مذاق میں اڑائی تھی اور وہ اپنی گاڑی میں آن بیٹھا تھا۔

"میں تمہارے دل میں اب تک اپنے لئے نرم گوشہ پیدا نہیں کر پایا ایلیفیہ، کہ میرا انداز غلط تھا۔ اب میں نے اپنی سوچ کا انداز بدل لیا ہے تو مجھے پوری امید ہے کہ تمہارے دل تک جانے کے راستے آسان ہو جائیں گے۔" اس نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایلیفیہ کو دل ہی دل میں مخاطب کیا تھا۔

"میں تمہارا آخری سانس تک انتظار کروں گا ایلیفیہ۔ اپنی محبت کے دیئے کی لو کو کبھی مدھم نہیں پڑنے دوں گا۔" اس نے موڑ کاٹتے ہوئے خود سے عہد کیا تھا اور اسٹریو آن کر دیا تھا۔

میں تیرے نام کی تنہائیاں سجائے ہوئے
پڑا ہوں یاد کی چادر ادھر بچھائے ہوئے
کھڑا ہوں میں،
کھڑا ہوں دیکھ ہواؤں کا سامنا کرتے
میں انتظار کے مدھم دیئے جلائے ہوئے
چلے بھی آؤ کہ راہوں میں دیا رکھا ہے

تجھے میں کیسے بتاؤں کہ تو میرا کیا ہے

☆☆☆☆☆☆

"پلیز ابرج ضد نہ کرو۔ تم جانتے ہو میں اتنی بہادر نہیں ہوں، میرے حوصلوں کو نہ آزمائش کی بھٹی میں ڈالو، مر جاؤں گی میں۔۔" ابرج نے صبح ہی اُسے کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ شام میں درمکنون کا پروپوزل لے جانے کے لئے تیار رہے۔ وہ صاف انکاری ہو گئی تھی۔ اُس نے ابرج سے کہا تھا کہ فی الحال پھپھو اور ماما کو جانے دو، وہ پھر کبھی جب بات آگے بڑھ جائے گی تو وہ چلی جائے گی مگر اُس نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ ساتھ جائے گی تو ہی ماما اور مامی جائیں گی ورنہ نہیں۔ اس نے ابرج کو سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی مگر ناکام رہی تھی کہ اس نے لنچ ٹائم میں جب ماما سے پوچھا تھا کہ وہ کب درمکنون کے گھر جائیں گی تو آسیہ آغا نے ابرج سہروردی کا انکار اس تک پہنچا دیا تھا وہ بیٹی کو بتا گئی تھیں کہ ان کے بھانجے نے صاف کہہ دیا ہے کہ ایلفیہ جائے گی تو سب جائیں گے ورنہ کوئی نہیں جائے گا۔۔ اور وہ کھانا ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئی تھی۔

"میں ابرج کے آفس جا رہی ہوں۔۔ کچھ بات کرنی ہے۔۔" وہ ماں کو بتا کر ان کے روکنے پر انھیں تسلّی دیتی کار میں آ بیٹھی تھی اور کچھ ہی دیر میں ابرج کے آفس میں تھی اسے دیکھ کر ابرج سہروردی کو حیرانگی ہوئی تھی۔۔ وہ اس پر غصّہ ہو رہی تھی اور وہ اپنے موقف پر ڈٹا رہا تھا تب وہ رو پڑی تھی۔

"میں تمھیں زندہ دیکھنا چاہتا ہوں ایلفی! یوں چلتی پھرتی لاش کی طرح نہیں۔۔" وہ چیخا تھا۔۔

"تم جانتے ہو میں اُسی دن مر گئی تھی جب میرے ہاتھ کی لکیروں سے سید ابان بخاری کا نام مٹ گیا تھا۔۔ اب میں زندہ رہنے کا دعویٰ تو کر سکتی ہوں، زندہ رہ نہیں سکتی۔۔" وہ بے بسی سے سسکی تھی۔

"ٹھیک ہے تم چلتی پھرتی لاش بنیں، ہم سب سے بھی جینے کا حق چھین لو۔۔" وہ فاصلہ طے کرتا ہوا اسے کاندھے سے تھام کر سرد لہجہ میں بولا تھا۔

"یہ تمھاری بھول ہے کہ میں درمکنون سے شادی کروں گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اٹل لہجہ میں بولا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو ٹھہر گئے تھے۔

"میں اپنی محبت کو پا نہیں سکتی کم از کم تم تو اپنی محبت کو پالو ابر!" وہ اپنے کاندھے پر دھرے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے گئی تھی۔

"میں پانا چاہتا ہوں مگر تم میری محبت کی راہ میں اپنی ناکام محبت کو لے کر آ رہی ہو۔۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑاتا صوفہ پر جا بیٹھا تھا۔ اور وہ ساکت سی کھڑی تھی ابرج سروردی نے کتنی بڑی بات کہہ دی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہاری محبت، تمہاری خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ ہوں۔۔۔" وہ ہکلائی تھی۔

"میں نے رکاوٹ نہیں کہا ہے ایلیفیہ میری بات کو غلط رنگ مت دینا۔" اس نے ایلیفیہ کے مقابل آتے ہوئے انگلی اٹھا کر وارنگ دی تھی۔

"میں غلط رنگ دے رہی ہوں یا تم نے صاف لفظوں میں ایسا کہا ہے؟" وہ آنکھوں میں آنسو لئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے جو کہا ہے وہ تم نے سمجھا ہی نہیں ہے۔۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ تم اگر زندہ لاش کی طرح جینے کا فیصلہ کر چکی ہو تو میں زندگی کی خوشیاں ڈھونڈنے نہیں نکل سکتا۔۔" وہ بے بسی سے بولا تھا اور وہ وہیں زمین پر گرتی چلی گئی تھی اسکی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگیں تھیں۔

"درمکنون سے شادی کا مطلب ہے تمہاری آزمائش! اور میں تمہیں کسی آزمائش میں ڈالنا نہیں چاہتا۔" وہ گھٹنوں کے بل اس کے عین سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"میں نہیں چاہتا کہ تم ابان کے سامنے کے ڈر سے میری خوشیوں میں شریک نہ ہو کہ میری ہر ایک خوشی تمہارے بنا ادھوری ہے۔" وہ بہت روتی ہوئی ایلیفیہ کے ہاتھ تھام گیا تھا۔

"میں تمہاری خوشی میں شریک ہوں گی ابر! میں تمہاری شادی میں بھی آؤں گی۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی اسکی آنکھوں میں اسکے لئے احساس تھا، فکر تھی، محبت تھی، دوستی پر سب کچھ لٹا دینے کا عزم تھا

"روتے دل کے ساتھ، خود سے گریزاں۔۔ ابان کے سامنے بے حد خوفزدہ، میرے لئے ہنستیں، اپنے لئے روتیں۔۔۔ تو آئی ایم سوری! آدھی ادھوری خوشیاں مجھے نہیں چاہیئں۔۔۔" وہ اٹل انداز میں کہتا اسکے ہاتھ چھوڑتا اٹھنے لگا تھا وہ اسکی شرٹ کی آستین دبوچ گئی تھی۔

"مجھے کچھ وقت دو ابر! ابھی میرے زخم تازہ ہیں۔۔۔ محبت کو کھونے کا ماتم کر لینے دو ابھی۔۔ ابھی مجھے اس شخص کے سامنے جانے پر مجبور نہ کرو جو سینے میں دل بن کر دھڑکتا ہے اس کی محبت کا دیا میرے روم روم کو سلگا رہا ہے۔ تم تو اتنے ظالم نہ بنو ابر۔۔۔!" وہ سسکتے ہوئے فریاد کناں تھی۔

"درمکنون سے شادی کا شوشہ تم نے چھوڑا ہے میں نے نہیں۔۔" وہ اس کے انداز میں تڑپ محسوس کرتا تڑپ ہی تو گیا تھا مگر ضبط لازم تھا اس لئے تڑپتے دل کے ساتھ اس نے بظاہر گہری سنجیدگی سے ایک بات کہہ دی تھی۔

"آج پھپھو کو رشتہ تو لے جانے دو پھر دیکھتے ہیں ابر۔۔۔" وہ ملتجی ہوئی تھی۔

"میں نے خود سے عہد کیا ہے ایلیفیہ! جب تک تم زندگی کے سفر میں آگے نہیں بڑھ جاتیں تب تک میں کسی کا بھی

ہاتھ نہیں تھاموں گا۔ درمکنون کا بھی نہیں۔۔۔ چاہے، وہ قسمت سے دور ہی کیوں نہ چلی جائے۔۔۔۔" وہ بڑی سہولت سے اپنی آستین اس کی گرفت سے نکالتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اللہ نہ کرے ابر! درمکنون صرف تمہاری ہے وہ تمہاری قسمت میں لکھ دی گئی ہے۔ دیکھنا تمہیں تمہاری محبت ضرور ملے گی۔۔۔۔" وہ لپک کر اس کی راہ میں آگئی تھی۔

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔" وہ ترنت دل سے بولا تھا۔

"تمہاری دعا کو تمہارے عمل کی ضرورت پڑے گی ایلیفیہ۔" وہ اس کے نم چہرے کو دیکھتے ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنساتے ہوئے بولا تھا۔

"میری قسمت کی لکیروں سے وہ کب کا نکل چکا ہے ابر! میری بد بختی اپنے نصیب میں شامل نہ کرو۔ جو میں نہیں پاسکتی اسے وجہ بنا کر تم اس کو نہ چھوڑو جسے تم پاسکتے ہو۔۔۔" وہ ابرج سہروردی کو سمجھا رہی تھی اسے قائل کرنا چاہتی تھی مگر اس نے تو تہیہ کیا ہوا تھا، میں نہ مانوں۔۔۔

"مجھے سمجھانا بے کار ہے ایلیفیہ کیونکہ یہ تو طے ہے کہ میں تم سے پہلے شادی نہیں کروں گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا فیصلہ سنا گیا تھا۔

"میرا فیصلہ بھی سن لو کہ میں ابان کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔۔ شادی تو بہت دور کی بات ہے۔" وہ اب قدرے غصیلے انداز میں بولی تھی۔

"ٹھیک ہے تم ابان کے نام کا جوگ لو۔۔۔۔ میں درمکنون کے نام کی مالا جپتا زندگی کے دن تمام کرلوں گا۔۔" اس کا انداز بڑا دوستانہ تھا۔

"بکواس مت کرو۔۔۔ زندگی تم پر مہربان ہو رہی ہے اور تم ناشکری کے مرتکب ہو رہے ہو۔" وہ اس کو ڈپٹ گئی تھی۔

"تم تو جیسے بڑے شکرانے کے نفل ادا کرتے نہیں تھک رہیں۔۔۔۔ ایک شخص جو غیر اہم ہے۔۔۔ جس سے کوئی رشتہ تک نہیں۔ وہ کل بھی نامحرم تھا۔ آج بھی نامحرم ہے۔ اس کے لئے تم اپنی زندگی بے نام سے انداز میں گزار کر کونسے شکر کے مرحلوں سے گزار رہی ہو۔ کچھ سمجھاؤ گی مجھے؟" وہ اپنے سینے پہ ہاتھ باندھے گہری سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"کرلو ذلیل جتنا کرسکتے ہو کرلو۔۔۔" وہ رونے لگی تھی۔

"میں ذلیل نہیں کر رہا صرف تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔۔۔۔ ابان کو تم نے سوچا۔۔ اُسے چاہا۔۔ مگر وہ تمھارا نصیب نہیں ہے۔۔ اس حقیقت کو تسلیم کرلو۔۔۔ زندگی کے سفر میں آگے بڑھ جاؤ۔۔۔ کہ تمھیں اس طرح دیکھ کر ہم

سب بہت تکلیف میں ہیں۔۔" وہ بے بسی سے بولا تھا۔۔

"مجھے کچھ وقت دو ابر! پلیز۔۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی تھی۔

"تمھیں وقت دیا ہوا ہے ایلیفیہ! اتنے دن میں کبھی کسی نے تم سے کہا کہ تم ابان کو بھول جاؤ یا شادی کر لو۔۔" وہ اس کے جوڑے ہوئے ہاتھ تھام گیا تھا۔

"اب تو کہہ رہے ہو ناں۔۔ بلیک میل کر رہے ہو ناں۔۔۔ جانتے ہو کہ میں تمہاری خوشی کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہوں تم میری اس بے بسی، میرے خلوص کا فائدہ اٹھانا چاہ رہے ہو۔۔۔ مجھے زہر کا پیالہ دے کر کہتے ہو کہ تریاق سمجھ کر پی لوں۔۔۔ خود کہو کیسے کروں میں ایسا۔۔۔" وہ بری طرح بلکنے لگی تھی۔

"ہاں! میں کر رہا ہوں۔۔ میں مجبور ہوں۔۔ مجھ سے مامی کے آنسو نہیں دیکھے جاتے۔۔ ماموں کی فکر برداشت نہیں ہوتی۔۔ ماما کا اضطراب مجھے چین نہیں لینے دیتا۔۔۔ اور تمہاری آنکھوں میں آنسو مجھے سونے نہیں دیتے۔۔ تم اگر مجبور ہو تو ہم سب بھی بے بس ہیں۔۔ تم اپنے لیے نہیں ہم سب کے لئیے جینا شروع کر دو۔۔۔" وہ اس کے کاندھے پہ سر رکھ کے بچوں کی طرح بلک رہی تھی۔۔

وہ اس کا سر دھیرے دھیرے تھپکتے ہوئے بے بسی سے ملتجی انداز میں بولا تھا۔

"ٹھیک ہے تم سے وعدہ ہے میرا میں زندگی میں آگے بڑھ جاؤں گی۔۔ بس مجھے کچھ وقت دے دو۔۔ اور۔۔۔" وہ اس کے کاندھے سے سر اٹھاتی دھیرے سے کہنے لگی تھی جبکہ وہ لفظ اور پر اٹک گیا تھا۔

"اور تم مجھے فی الحال مجبور نہیں کرو گے۔۔ ابھی فی الحال تم درمکنون کا پرپوزل لے جاؤں گے۔ بات آگے۔۔"

"میری خوشی کے لمحات تمہاری موجودگی کے محتاج ہیں۔۔ تم مجھ سے خوش رہنے کا، شادی کرنے کا وعدہ کر لو۔۔ میرا پرپوزل لے جاؤ۔۔ تم آگے بڑھو پھر وہی ہو گا جو تم چاہو گی۔۔ میں درمکنون ہی سے شادی کرلوں گا۔" وہ اسکی بات کاٹ گیا تھا اور اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

"تم مجھے گھر چھوڑ دو میں آج خود پھپھو کے ساتھ تمہارا رشتہ لے کر جاؤں گی۔ مگر اس شخص کو دیکھ کر دل اگر بند ہو جائے تو مجھ پر فاتحہ پڑھ کر درمکنون سے شادی ضرور کرلینا۔" وہ بڑی تیزی میں وہاں سے نکل گئی تھی وہ ساکت رہ گیا تھا۔ وہ خود کو کمپوز کرتا اس کے پیچھے ہی آفس سے نکل آیا تھا۔ پورے راستے ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ رو رہی تھی اس نے لب بھینچے اسے رونے دیا تھا کہ وہ نہ اسے زیادہ آزمانا چاہتا تھا نہ ہی اس کو اپنی آزمائش بنانا چاہتا تھا۔

"سینے میں کبھی جہاں دل تھا، وہیں اب صرف درد ہی درد ہے۔" اس نے بے بسی سے سوچا تھا۔

"ایک محبت کے بدلے عمر بھر کا روگ نصیب ہو گیا ہے۔ اور یہ ابرج کہتا ہے کہ زندگی میں آگے بڑھ جاؤں۔ آگے بڑھنا اتنا آسان تو نہیں ہوتا جتنا یہ ابر سمجھ رہا ہے۔" اس نے تکلیف کو بڑھتا محسوس کرتے ہوئے آنکھیں موندلی تھی۔

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب بہت کٹھن ہے تمہارے لئے مگر جو تمہارا ہو ہی نہیں سکتا۔ جو تمہارے لئے بنا ہی نہیں ہے۔ میں تمہیں اُسکے لیے اپنی زندگی برباد کرنے نہیں دے سکتا۔" ابر نے اُس کے نم چہرے کو محض ایک نظر دیکھ کر سوچا تھا اور پل پل رگوں کو چیرتی خاموشی کو قدم جماتے دیکھ کر اسٹیریو آن کر گیا تھا۔

جستجو ایک خطا۔۔۔ آرزو ایک سزا

حال دل کیسے کہیں۔۔۔ گفتگو جرم وفا

کیا کہیں کیا نہ کہیں۔۔۔ دل یہ سمجھا ہی نہ تھا

جانے کیوں عشق ہوا۔۔۔ جانے کیوں ٹوٹ گیا

تارا تارا گنتے گنتے۔۔۔ کاٹیں راتیں

گہری شب نے ہونٹوں سے کیوں۔۔۔ چھینیں باتیں

ہم نے چاہا تھا بہت۔۔۔ دل بہلتا ہی نہ تھا

جانے کیوں عشق ہوا۔۔۔ جانے کیوں ٹوٹ گیا

چھوٹی چھوٹی خوشوں میں بھی۔۔۔ گہرے غم تھے

ہاں! جینے کے بھی کچھ موسم تھے۔۔۔ لیکن کم تھے

راحتیں گل تھی مگر۔۔۔ دل مہکتا ہی نہیں تھا

جانے کیوں عشق ہوا۔۔۔ جانے کیوں ٹوٹ گیا

☆☆☆☆☆☆

"ارمش کیا بات ہے بیٹا! کچھ دن سے پریشان لگ رہے ہو؟" وہ بیٹے کے بجھے بجھے انداز کو محسوس کرتیں آج کہہ گئی تھیں۔

"کوئی بات نہیں ہے ماما جان! آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ دھیمے سے بول گیا تھا۔

"ماں ہوں تمہاری، تمہارے چہرے سے ہی تمہاری خوشی و اداسی کو بھانپ لیتی ہوں۔ ماں سے مت کچھ چھپایا کرو ارمش!" وہ بہت محبت سے بولی تھیں اور وہ جیسے ان کے محبت سے پوچھنے کا منتظر تھا سب کہتا چلا گیا تھا۔

"ماما! میں نے جس لڑکی سے محبت کی وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے، اُسکی محبت میں زندگی کو الوداع کہنے چلی تھی۔" اس نے ماں سے کچھ نہیں چھپایا تھا۔

"محبت بے اختیاری جذبہ ہے ارمش! محبت کو قید نہیں کیا جاسکتا' یہ آزاد پنچھی ہے۔" وہ بیٹے کے اداس چہرے کو دیکھ کر بولی تھیں۔

"جی ماما! میں نے بھی اپنی محبت کو آزاد چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے، وہ میری قسمت میں ہو گی تو مجھ تک چلی آئے گی، یا مجھے روک لے گی۔"

وہ بیٹے کی فطرت سے بخوبی واقف تھیں اس کے الفاظ انھیں بے طرح چونکا گئے تھے۔

"یہ تم کہہ رہے ہو ارمش! جو کل تک کہتا تھا کہ ایلیفیہ کو قسمت سے چرا لے گا۔" وہ بولے بنا رہ نہیں پائی تھیں۔

"ماما ارادہ ہی تو تھا ٹوٹ گیا۔" وہ بے بسی سے بولا تھا۔

"ماما جب سے ایلیفیہ کو بیمار لاغر حالت میں دیکھا ہے تب سے مجھے احساس ہوا ہے کہ محبت چھین لینے کا نام نہیں ہے، محبت تو خود کو مٹا لینے کا نام ہے۔" وہ ماں کو دیکھے بنا گہری سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے ارمش کہ تمہاری سوچ بدل گئی ہے۔" وہ مسرور سی بیٹے کا ہاتھ تھام گئی تھیں۔

" ماما جان! دعا کیجیے گا کہ ایلیفیہ کی محبت پانے میں، اسکے دل میں اپنی محبت کا دیا روشن کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔" وہ ماں کی خوشی محسوس کرتا دھیمے سے بولا تھا۔

"میری تو ہمیشہ سے تمام تر دعائیں تمہارے لیے رہی ہیں۔ تم دیکھنا ارمش! اللہ سب بہتر کر دے گا۔" وہ بیٹے کو ہمیشہ کی طرح مثبت سمت کی طرف گامزن کرتیں اسے نئی اُمید دلا رہی تھیں۔

"اانشاءاللہ!" وہ ماں کے پرسکون چہرے کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

"ارباز شادی کر رہا ہے۔" اس نے موضوع بدلا تھا اور ارباز کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے ماما! ارباز نے درست فیصلہ کیا ہے؟" وہ ماں سے پوچھنے لگا۔

"ہاں! اس سب میں حرج نہیں ہے۔ اگر ارباز کی نیت خراب ہوتی یا وہ دولت کے لیے یہ سب کر رہا ہوتا تو میں کہہ سکتی تھی کہ اس نے غلط فیصلہ کیا ہے مگر میں اس بچے کو بچپن سے جانتی ہوں۔ اتنا تو بھروسہ ہے کہ وہ جو بھی کرنے جا رہا ہے نیک نیتی سے، صرف محبت کے حصول کے لیے کرنے جا رہا ہے کہ محبت انسان کو یوں ہی کٹھ پتلی بنا دیتی ہے۔" وہ دھیمے سے بولی تھیں۔

"ویسے ماما، آپ محبت کے بارے میں اتنا اچھا کیسے بول لیتی ہیں؟" وہ شرارت سے استفسار کرنے لگا۔

"تمہارے بابا سے محبت کی شادی تھی۔۔۔ محبت کی تھی، محبت محسوس کی تھی، محبت کرتے کرتے زندگی گزر گئی، کیا اب بھی محبت کے بارے میں بولنا نہیں آئے گا؟" وہ بیٹے کی شرارت کا جواب اب سنجیدگی سے دے گئی تھیں جس پر وہ ہنس دیا تھا۔

"یاد ہے مجھے سب کچھ، پاپا بتایا کرتے تھے، مجھے آپ کی اور پاپا کی کوئی بات، وہ محبت، وہ زندگی کی خوشیاں۔۔۔ کچھ بھی بھولی نہیں ہیں۔" وہ ماں کے ہاتھ تھام کر گہری اداسی کے ساتھ بولا تھا کہ جب سرور چوہدری زندہ تھے، زندگی کتنی پُر کیف اور کتنی حسین تھی، ان کے گھر میں ہر وقت قہقہے گونجتے تھے، دھیمی دھیمی مسکان چہکتی تھی، مہندی کی خوشبو مہکتی اور چوڑیوں کی کھنک گونجا کرتی تھی۔ سرور چوہدری کیا گئے کہ ان کے ساتھ زندگی کے حسین لمحات بھی چلے گئے تھے، وہ اپنی ماں کو مضطرب اور تنہا پاتا تھا مگر کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

"اچھا وقت بھولنے کے لیے ہوتا ہی کب ہے۔ یادیں تو یاد رکھنے کے لیے ہوتی ہیں" وہ بھی آزردہ ہو گئی تھیں، مرحوم شوہر کی یاد انہیں بے کل کرنے لگی تھی۔

"ماما میں نے یہ ذکر آپ کو دُکھی کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔" وہ خود کو سنبھالتا ہوا مصنوعی خفگی سے بولا اور وہ بدقت تمام مسکرا دی تھیں۔

"تمہارے پاپا کے جانے کے بعد تو زندگی ہی کھو گئی ہے۔ بس اب تم جلدی سے شادی کر لو۔ گھر میں بہو آئے گی، بچوں کی قلقاریاں گونجیں گی تو زندگی پھر سے محسوس ہونے لگے گی۔" وہ دس بار کی کہی ہوئی بات دہرا گئی تھیں۔ انہیں اپنے بیٹے کے سر پر سہرا سجانے کا بہت ارمان تھا۔

"بس ماما دعا کریں کہ میں ایلیفیہ کا دل جیتنے میں کامیاب ہو جاؤں پھر آپکی ہر خواہش پوری ہو جائے گی"۔ وہ دھیمے لہجے میں بولا تھا اور وہ بیٹے کی خوشیوں کے لیے دُعا گو ہو گئی تھیں، ارمش ماں کی اداسی دور کرنے کو ایک نیا موضوع چھیڑ گیا تھا اور وہ بیٹے کی باتوں پر ہنستیں ہر کلفت بھول گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

"تُمہارا قدم مُجھے ٹھیک لگا ہے کہ جو ایلیفیہ کی ذہنی حالت ہے ایسے میں اُسے جذباتی بلیک میلنگ سے ہی ٹریک پر لایا جا سکتا ہے مگر اُسے ایک دم کسی بات کے لئے فورس مت کرو، ورنہ نتائج حسبِ منشاء نہیں نکلیں گے۔" اُس نے گھر آ کر ماں کو ساری بات بتا دی تھی۔ معصومہ سہروردی نے بیٹے کے قدم کو سراہتے ہوئے اُسے جلد بازی سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی تھی۔

"میں آپکی بات نہیں سمجھا"۔ وہ ماں کو حیرانی سے دیکھنے لگا تھا۔

"دُرِ مکنون سے رشتہ کی بات چلانے دو، بات آگے بڑھنے دو، ایلیفیہ کو فورس مت کرو کہ رشتہ وہ لیکر جائے۔۔ایک دم سب کُچھ بھُول جائے۔" وہ اب کے کھُل کر بولی تھیں۔

"یہی میرا ارادہ ہے ماما! بس یہ بات میں نے ایلیفیہ پر ظاہر نہیں کی۔ کیونکہ جو اُسکی ذہنی حالت ہے میں اُسے اُس کے مُطابق ہی ٹریٹ کروں گا۔ آپ بے فِکر رہیں۔" وہ نرمی سے کہہ گیا تھا۔

"مُسکان کا کیا سوچا ہے تُم نے۔" وہ پُوچھ گئی تھیں۔

"شوروم اور اپارٹمنٹ ڈن ہو گیا ہے، اب بس ارباز کی محنت دیکھنی ہے کہ وہ کتنا کر پاتا ہے۔" وہ ماں کو تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا۔

"اچھا ہی کرے گا۔" وہ ماں کو حیرانگی سے دیکھنے لگا تھا۔

"ملی ہوں اب اُس لڑکے سے تو اندازہ ہوا ہے کہ وہ اتنا بھی بُرا نہیں ہے، مُسکان کے لئے ہم اگر کُچھ قُربانی دینے جا رہے ہیں تو وہ رائیگاں نہیں جائے گی۔" وہ بیٹے کی حیرت کے جواب میں بولی تھیں۔

"میں بتانا بھُول گئی تھی تُمہیں، میری ارباز سے مُلاقات ہوئی ہے، یہ کہنا مُناسب ہو گا کہ میں خوُد ملی ہوں اُس سے۔" وہ گہری سنجیدگی سے ماں کی بات سُن رہا تھا۔

"مُجھے بے حد خُوشی ہے کہ آپ اِس سب سے مُطمئن ہیں"۔ وہ خوُشدلی سے بولا تھا۔

"میرے لئے دولت ہمیشہ سے معنی رکھتی ہے، مگر میں نے انسانوں کو کبھی دولت کے پیمانے میں نہیں تولا، اسٹیٹس کا خیال رکھنا میری مجبوری رہی ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے کہتیں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"ابان تک یہ بات کہ ہم پروپوزل لیکر آنا چاہتے ہیں کیسے پہنچانی ہے؟" وہ یاد آنے پر پلٹ کر پوچھنے لگی تھیں وہ جو کسی گہری سوچ کے زیرِ اثر چلا گیا تھا چونک کر ماں کو دیکھنے لگا تھا۔ آپ کال کر کے بتائیں تو زیادہ مناسب ہے کہ آپ کی یہ بات درست ہے کہ ایک دم بنا بتائے جانا غیر مناسب رہے گا۔ وہ ماں کی کچھ دیر پہلے کی کہی بات کا جواب دے کر بولا تھا اور وہ کچھ کہے بغیر وہاں سے نکل کر اپنے کمرے تک آ گئی تھیں، اور وہ موبائل ہاتھ میں لیے بے بسی میں بیٹھی تھیں ذہن و دل آمادہ نہیں تھے، مگر پھر بھی وہ نمبر کانٹیکس لسٹ میں سرچ کرنے لگی تھیں، سید ابان بخاری کے آفس کا نمبر یس کر گئی تھیں، کچھ ہی دیر میں کال پر انھیں سید ابان بخاری کی آواز سنائی دی تھی۔ انھوں نے اپنا تعارف کروا کر سید ابان بخاری سے بات کروانے کا کہا تھا، اور ٹیلی فون آپریٹر نے ہولڈ کروا کر سید ابان بخاری سے بات کی تھی اور کال ٹرانسفر کر دی تھی، سید ابان بخاری کی آواز سن کر انہیں ماضی کی ایک بے بس آواز یاد آ گئی تھی۔ اور وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے، کال کرنے کا مقصد کہہ گئی تھیں۔ وہ جو عابیہ کے ذریعے ایلیفیہ کے ردِ عمل اس کی خوشی کا جان لینے کے بعد سے کسی قسم کی پیش

رفت کا منتظر تھا، معصومہ سہروردی کی کال اور دُر مکنون کا پرپوزل لے کر آنے کی بات پر اُسے گونا گو سکون کا احساس ہوا تھا، معصومہ سہروردی کی بات نے اس پر منکشف کیا تھا، کہ اس کا شک غلط نہیں تھا۔ اُس نے ورمکنون کی منگنی کی شام جو کچھ محسوس کیا تھا، وہ درست تھا اس کے محسوسات غلط نہیں تھے اس نے خود کو کمپوز کیا تھا اور گہری متانت کے ساتھ اپنی والدہ سے مشورہ کرکے انھیں جواب دینے کا کہا تھا، معصومہ سہروردی نے کال ڈراپ کر دی تھی۔

"مجھے امید نہیں تھی کہ در شہوار اس رشتہ کے لیے راضی ہو گی۔ مگر میری دعا ہے کہ وہ اس رشتے کے لیے راضی ہو جائے، جس رشتہ کے لیے میں ذہن و دل کی مخالفت کرتے ہوئے صرف اپنے بیٹے کی خوشی کے لیے راضی ہوئی ہوں"۔ موبائل بے دلی سے بیڈ پر ڈالتے ہوئے انھوں نے سوچا تھا، اور دل سے دعا کی تھی، انھیں یک دم اضطراب بڑھتا ہوا محسوس ہوا تھا مگر وہ ہمیشہ سے مقدر پر قادر رہتی تھیں اس لیے بیٹے کی قسمت کا فیصلہ بھی مقدر پر چھوڑ گئی تھیں۔

سید ابان بخاری نے معصومہ سہروردی کی کال اور اس کے مقصد سے ماں کو آگاہ کیا تھا اور در شہوار تو نام سن کر مضطرب ہوئی تھیں اور مقصد سن کر وہ واضح انکار کر گئی تھیں، سید ابان بخاری کو اپنی ماں سے اس قدر سختی سے انکار کی ہر گز بھی توقع نہ تھی۔

"ماما جان! یہ مکنون کے لیے آئیڈیل رشتہ ہے، میں ابرج سہروردی کو قریب سے جانتا ہوں وہ ایک بہترین انسان ہے۔ ہماری مکنون کو خوش رکھے گا۔" وہ حیرت سے نکل کر پرپوزل کے حق میں بولتا چلا گیا۔

"جب میں کسی بات سے انکار کر دیا کروں تو مجھ سے بحث مت کیا کرو۔" وہ ایک تیز نظر بیٹے پر ڈال کے حد درجے ترشی سے بولی تھیں۔

"ماما جان! پلیز" وہ اپنی وئیل چیئر چلاتیں جانے کو بڑھی تھیں وہ ان کے سامنے آگیا تھا۔

"ابان! میں کچھ کہہ رہی ہوں، تمھیں میری بات سمجھ کیوں نہیں آ رہی۔" وہ بیٹے کو ناگواری سے دیکھ رہی تھیں۔

"ماما جان! مجھے یوں دیکھے بناء انکار عجیب لگ رہا ہے آپ ایک بار ابرج سہروردی کی فیملی سے مل تو لیں۔" وہ گھٹنوں کے بل ماں کی وئیل چیئر کے پاس بیٹھ گیا تھا اور اس نے ماں کے ہاتھوں کو عقیدت سے تھام لیا تھا اس کا انداز ملتجی تھا۔

"ابان! کوئی وجہ تو ہو گی نا جو میں انکار کر رہی ہوں اور تم میرے انکار پر مجھے بار بار قائل کرنے کی کوشش کر کے میری انسلٹ کر رہے ہو، یعنی تمھاری نظر میں ماں کی بات کی کوئی قدر ہی نہیں ہے" وہ بیٹے کا ہاتھ جھٹکتیں غصہ سے بولی تھیں اور وہ ندامت کے زیر اثر جاتا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں ماما جان! مجھے رشتے میں کوئی برائی نہیں لگی تو بس اس لیے کہا کہ آپ ایک بار مل لیں۔" وہ گہری سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر بولا تھا اور وہ وہاں سے چلی گئی تھیں، سید ابان بخاری اپنے کمرے میں آگیا تھا اُس نے کہاں یہ سب

سوچا ہوا تھا اس نے تو خود جان کر عابیہ کے ذریعے درمکنون کی منگنی ختم ہو جانے کی اطلاع پہنچائی تھی اور حسب منشا نتائج نکلنے پر وہ بے حد مطمئن تھا بہت خوشی خوشی اس نے ماں کو پرپوزل کا بتایا تھا مگر اس کے تمام ارادوں کو اس کی خوشی کو درشہوار کے ایک انکار نے خاک میں ملا دیا تھا۔

''ایسی کیا بات ہے جو ماما جان نے رشتے سے ہی انکار کر دیا۔ کیا ماما جان ابرج سہروردی کی فیملی کو جانتی ہیں۔'' وہ بے قراری سے ٹہلتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

''ماما جان! سے تو میں دوبارہ اس موضوع پر بات تک نہیں کر پاؤں گا۔ ماما جان ایک بار کسی بات سے انکار کر دیں تو پھر وہ ہاں میں کب بدلتا ہے'' وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کیونکہ وہ اپنی ماں کو بھی جانتا تھا جتنی نرم مزاج تھیں اسی قدر سخت مزاج بھی تھیں اور اُس نے تو معصومہ سہروردی کو بھی جواب دینا تھا۔ وہ انہیں انکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بے حد بری طرح الجھ گیا تھا۔ سوچ سوچ کر اس کا سر درد کرنے لگا تھا ایسے میں عابیہ کی کال آنے لگی تھی، وہ بُری طرح جھنجلا کر رہ گیا تھا۔

''تم ہمیشہ غلط وقت پر کال کیوں کرتی ہو؟'' وہ اچھے سے جانتا تھا کہ عابیہ کی کال ابھی نہیں تو کچھ دیر بعد ریسیو کرنی ہو گی ورنہ اس نے ناراض ہو جانا تھا۔ اول تو اس کے پاس فرصت کے اوقات ہی کم ہوتے تھے اور وہ یہی چاہتا تھا کہ ان لمحات میں وہ عابیہ کے ساتھ مستقبل کے خواب سجائے، اس سے اپنے دل کی بات کہے۔ جبکہ وہ اگر ناراض ہوتی تھی تو سارا ٹائم اُسے منانے میں برباد ہو جاتا تھا کہ وہ ہر چھوٹی چھوٹی بات کا بُرا مان جاتی تھی، جیسے اس وقت اُسے ابان کا جملہ بُرا لگ گیا تھا۔

''آپ کو مجھ سے بات نہیں کرنی تھی تو کال ریسیو نہ کرتے۔'' اس کا روٹھا لہجہ کان میں گونجا تھا ابان کا دل کیا تھا کہ وہ اپنا سر دیوار پر دے مارے۔

''کال نہ ریسیو کرتا تو تم نے کون سا سکون سے بیٹھ جانا تھا، کونسا یہ سوچ لینا تھا کہ میں مصروف ہوں، بار بار کال کرنی تھی اور ریسیو نہ کرنے کی صورت میں ناراض ہو جانا تھا'' وہ ایک گہری سانس بھر کر بولا تھا۔

''آپ مجھے جتانا کیا چاہ رہے ہیں کہ میں آپ کو ہر وقت پریشان کرتی رہتی ہوں۔'' وہ اس کے ہلکے پھلکے انداز میں کی جانے والی شرارت کو سمجھے بنا اپنے مخصوص انداز میں منفی سوچ رہی تھی۔

''عابیہ! فار گاڈسیک ہر بات کا الٹا مطلب نہ نکالا کرو۔ تمھاری کال ریسیو کر لو تو مصیبت، نہ کروں تو بھی مصیبت، آخر تم چاہتی کیا ہو، ہر بات کا منفی مطلب نکال کر میری زندگی کو جہنم کیوں بنا رہی ہو یار، ہر بات کی کوئی حد ہوتی ہے نہ تم مذاق سمجھتی ہو، اور نہ ہی مجبوری'' وہ بھی خلاف توقع پھٹ پڑا تھا۔ عابیہ نے آگے سے ایک لفظ کہے بنا لائن ڈراپ

کر دی تھی۔سید ابان بخاری اہانت کے احساس سے سلگ اٹھا تھا اس کی سوسائٹی میں ریپوٹیشن تھی جس سے بات کرنے کو لوگ ترستے ہیں، جس سے کال کے لیے پہلے اپائمنٹ لینی پڑتی تھی اس کی کال وہ چھٹانک بھر کی لڑکی کاٹ چکی تھی۔

"جانے خود کو کیا سمجھتی ہے۔" اس نے بے حد غصہ میں سیل فون دیوار پر دے مارا تھا۔ اِدھر وہ غصہ سے پیچ و تاب کھا رہا تھا اُدھر وہ روئے جا رہی تھی۔ ایک سیر تھا تو دوسری سوا سیر تھی۔ جانے ان کی زندگی کیسے گزرنے والی تھی۔ ان کی آپس میں کیسے نبھنے والی تھی۔ بننے والی تھی بھی کہ نہیں۔؟؟

☆☆☆☆☆☆

"زبیدہ کیا بات ہے میں محسوس کر رہا ہوں تم کچھ پریشان ہو۔" زندگی کا ایک طویل وقت ساتھ گزارا تھا اب تو چہرے کی جنبش سے وہ ایک دوسرے کے دل کی بات جان جاتے تھے لب سے اظہار کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

"آپ کو عبرودا اچھی لگی ہے؟" وہ ہاں یا ناں میں جواب دئے بغیر دھیمے سے پوچھ گئی تھیں۔

"ہاں! اچھی لگی ہے۔" وہ بیوی کا اضطراب محسوس کرتے دھیرے سے بولے تھے۔

"لیکن وہ لڑکی مجھے بالکل بھی اچھی نہیں لگی۔" وہ صاف گوئی سے کہہ گئی تھیں۔

"وہ لڑکی محسن کی پسند ہے۔اور جب جوان اولاد اپنی مرضی سے اپنی پسند سے آگاہ کر دے تو اعتراض کرنا یا اپنی پسند سامنے رکھنا حماقت ہے۔" وہ بیوی کی پریشانی محسوس کرتے دھیرے سے بولے تھے۔

"یعنی آپ چاہتے ہیں کہ میں آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤں، محسن کو اندھی کھائی میں گرنے دوں۔" وہ کچھ خفا ہوئی تھیں۔

"ہاں! مجبوری جو ٹھہری محسن کو سمجھانا عبث ہو گا۔ بحث کرو گی، اسے قائل کرنا چاہو گی تو بھی وہ مانے گا نہیں۔ اور جب محسن نے ماننا ہی نہیں تو سب کچھ قسمت پر چھوڑ دینا ہی عقلمندی کا تقاضہ ہے۔" وہ بیوی کو بھی جانتے تھے اور بیٹے کی فطرت سے بھی واقف تھے۔ اور وہ بیٹے کی باتوں میں اس کے انداز میں عبرود شاہ کیلئے محبت محسوس کر چکے تھے اس لئے وہ بیوی کو سمجھا رہے تھے کہ جانتے تھے کہ محسن کو سمجھانا بے حد مشکل ہو گا، عبرود شاہ کی جو برائی وہ دیکھ سکتے تھے، وہ محسن نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ اس کی آنکھوں پر محبت نام کی پٹی بندھ چکی تھی اور جب آنکھوں پر محبت نام کی پٹی بندھ جاتی ہے تو تمام چیزیں، تمام تر حقیقتیں بلیک اینڈ وائٹ ہو جاتی ہیں ایک صرف محبوب اور اس سے وابستہ خوش فہمیاں رنگین نظر آتی ہیں اور وہ بیٹے کی آنکھوں سے محبت کا رنگین چشمہ چاہ کر بھی نہیں اتار سکتے تھے کہ اس دشت محبت میں جو بھی اترا اس نے کبھی واپسی کا سفر نہیں کیا تو وہ بیٹے سے بھی کوئی امید نہیں لگانا چاہتے تھے اس کی واپسی کی ہر راہ کو مسدود پا رہے تھے۔

"میں محسن کو سمجھاؤں گی کہ وہ لڑکی ہمارے ساتھ سروائیو کر ہی نہیں سکتی۔" وہ قائل ہوئے بنا نرمی سے بول پڑی

تھیں۔

"محسن اس لڑکی سے محبت کرتا ہے زبیدہ! اسے اس لڑکی کی کوئی خامی نظر نہیں آئے گی۔ جیسے سید ابان بخاری کے لیے عابیہ نعمانی کا کم صورت ہونا معنی نہیں رکھتا، ایسے ہی محسن نعمانی کے لیے عبرود شاہ کا ماڈرن و بولڈ ہونا بے معنی ہے۔" انھوں نے کچھ ایسی مثال دی تھی کہ زبیدہ نعمانی کی بولتی بند ہو گئی تھی۔

"تم محسن کو سمجھاؤ گی تو وہ قائل نہیں ہو گا الٹا تمھاری طرف سے اس کے دل میں میل آ جائے گا۔ اس لیے سب کچھ قسمت پر چھوڑ دو اور دعا کرو کہ جتنا مخلص تمہارا بیٹا اس لڑکی کے ساتھ ہے وہ لڑکی بھی اتنی ہی اپنائیت کے ساتھ اس گھر میں رخصت ہو کر آئے اور اس گھر میں رچ بس جائے"۔ وہ بہت دھیمے نرم لہجہ میں بیوی کو قائل کر رہے تھے، اور وہ چپ ہو گئی تھیں، وہ لوگ عبرود شاہ کا پرپوزل دے آئے تھے، عبرود شاہ کے پیرنٹس کو اعتراض تھا کہ وہ اپنے سے کم حیثیت لوگوں میں بیٹی کی شادی نہیں کرنا چاہتے تھے، مگر جب بیٹی راضی تھی تو وہ لوگ بھی چپ کر گئے تھے، اور رشتہ منظور کر لیا گیا تھا، زبیدہ نعمانی اور ان کے شوہر دو دفعہ عبرود شاہ کے گھر گئے تھے، عبرود شاہ دونوں بار عابیہ نعمانی کے نہ آنے پر سخت مایوس ہوئی تھی، کہ وہ اس لڑکی کو دیکھنا چاہتے تھے کہ آخر اس میں ایسی کیا خوبی تھی جس کی خاطر سید ابان بخاری نے اس کو ٹھکرا دیا تھا، عبرود شاہ نے اس سے شادی تو کرنی نہیں تھی اس لیے دُھوم دھام سے منگنی کے لیے بھی اس نے محسن کو منع کر دیا تھا، اور یہ طے پایا تھا کہ صرف محسن کی فیملی کے چند افراد ان کے گھر آ کر عبرود شاہ کو منگنی کی انگوٹھی پہنا دیں گے، محسن کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا ٹھیک سات دن بعد اتوار کے دن کی تاریخ منگنی کی رسم کے لیے مقرر کر لی گئی تھی۔ ثمرین دوست کے ارادے سے آگاہ نہیں تھی اس لیے وہ عبرود کے اس فیصلے سے بے حد خوش تھی، عابیہ نے سید ابان بخاری کو بھائی کی منگنی کی اطلاع دینے کو ہی فون کیا تھا مگر دونوں کے مزاج برہم ہو گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

آج کوئی تیسرا دن تھا دونوں جانب سے خاموشی تھی۔ سید ابان بخاری غصہ میں تھا اور وہ اس کے غصہ سے انجان اہانت کے احساس سے سلگ رہی تھی یہ سوچ سوچ کے مضطرب ہوئی جا رہی تھی کہ اس نے لائن ڈراپ کر دی تو اس نے کال بیک کیوں نہیں کی وہ یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ اس طرح لائن ڈراپ کرنے کے سبب سید ابان بخاری اہانت کے احساس سے سلگتا سخت مشتعل ہے تب ہی اسے کال نہیں کر رہا تھا۔۔۔ کہ وہ تو اپنی بھی الجھنوں میں الجھا ہوا تھا اسے معصومہ سہروردی کو جواب دینا تھا اور وہ ماں کے انکار کے باعث چپ بیٹھا ہوا تھا انکار کی ہمت نہیں ہوئی تب ہی اس نے بات کو لٹکایا ہوا تھا اس نے گزشتہ تین دنوں میں ماں سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس موضوع پر بات کرنے کو ہرگز تیار نہ ہوتی تھیں اور وہ ماں کے اتنے سخت رویے پر الجھ گیا تھا اوپر سے اسے ہاسپٹل کی پارکنگ میں معصومہ سہروردی

سے ہوئی بات یاد آنے لگی تھی اسے کہیں کچھ گڑبڑ نظر آرہی تھی مگر وہ الجھن کا سرا نکالنے میں ناکامیاب ہوا جارہا تھا۔۔۔ آفس سے گھر آیا تھا تو عابیہ کے پیرینٹس آئے ہوئے تھے وہ ان لوگوں سے ملا تھا اور وہ محسن کی منگنی عبرود شاہ سے سن کر مضطرب ہوگیا تھا۔۔۔ احسن شاہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں تھا اور وہ عبرود شاہ کو اچھے سے جانتا تھا اس جیسی لڑکیاں جو سوسائٹی میں موو کرنے کی خواہش میں خود کو آزاد ماڈرن ثابت کرنے کی چاہ میں کس حد تک جاتی ہیں وہ ہر ایک حد سے واقف تھا۔۔۔ اسے حیرانگی ہوئی تھی کی ان سب نے عبرود شاہ کو محسن کیلئے پسند کیسے کرلیا۔۔ یہ محسن کی ایما پر ہورہا ہے یہ وہ نہیں جانتا تھا کہ چار دن سے تو عابیہ سے بات ہی نہیں ہوئی تھی بات ہوتی تو وہ ضرور بتادیتی کہ وہ ایک باتونی لڑکی تھی اور روانی میں اکثر نہ بتانے والی بات بھی بتاتی چلی جاتی تھی جس کا اسے احساس نہیں تھا مگر سید ابان بخاری کو تھا جس کے لئے عابیہ نعمانی بہت اہم تھی۔۔۔ وہ اس کی ہر بے معنی بات کو توجہ سے ہی سنتا تھا۔۔۔ وہ غیر محسوس انداز میں عابیہ کی کال اور ٹیکسٹ کا منتظر تھا مگر اسکی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔ اسے عابیہ کی یہ حرکت بے حد بری طرح کھل رہی تھی۔ ایک تو اس نے خود فون بند کیا تھا اور چپ لگا کر بیٹھ گئی تھی یعنی بدتمیزی کی بھی حد تھی۔ ہر بار یہی ہوتا تھا وہ اوور ری ایکٹ کرتی تھی وہ درگزر سے کام لے کر خود کال یا ٹیکسٹ کرلیتا تھا اور وہ اسکے اس مثبت پیش قدم کو بھی کہاں بخشتی تھی، اپنے مخصوص انداز میں شکوے لے کر بیٹھ جاتی تھی۔۔۔ کال پر تو اسکی کہی ذو معنی جملے پر وہ چپ کر ہی جاتی تھی مگر غلطی سے ٹیکسٹ کردو تو وہ ہوتی تھی اور اسکی شکایات کی فہرست ہوتی تھی جو وہ ایک کے بعد ایک ٹیکسٹ میں سینڈ کرتی جاتی تھی۔۔۔ رپلائی نہیں دیتا تھا تو وہ جان کو آجاتی تھی اور رپلائی دیتا تو سر دیوار پر مارنے کی نوبت آجاتی تھی۔۔۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کی صورت حال سے دوچار سید ابان بخاری جسے وہ چھٹانک بھر کی لڑکی خوب نچاتی تھی اور دل کے تار اس سے کچھ یوں جڑے تھے کہ وہ ہنس کر سب برداشت کررہا تھا اتنے عرصے میں پہلی دفعہ اس نے ناراضگی دکھائی تھی اور وہ غائب تھی یہ بات اس کے لئے پریشان کن بھی تھی اور اشتعال انگیز بھی۔۔۔ اس سے چار دن سے بات نہیں ہوئی تھی اور وہ اسکی لڑائی کا اس قدر عادی ہوچکا تھا کہ وہ اسے بہت زیادہ مس کررہا تھا۔ مگر کال یا ٹیکسٹ کرتے انا آڑے آرہی تھی۔ اور یہی حال دوسری جانب تھا وہ اسکی پیار بھری نرم گفتگو کی اس قدر عادی ہوچکی تھی کہ وہ سید ابان بخاری کی خاموشی کو محسوس کرتی بے کل تھی اس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا ہر فون کی گھنٹی اسے چونکا کر رکھ دیتی تھی، ہر میسج ٹون اسے بے قرار کردیتی تھی اور وہ لپک کر فون اٹھاتی اور سید ابان بخاری کی جگہ کسی اور کی کال اور میسج دیکھ کر اس کے آنسو گرنے لگتے تھے دونوں کا ایک جیسا حال تھا مگر وہ دونوں ہی انا کے پجاری بنے وقت کو گزرتا دیکھ رہے تھے۔۔۔

عبرود شاہ چاہے زبیدہ نعمانی کو پسند نہ آئی تھی مگر انھوں نے منگنی کی تیاری بہت شاندار کی تھی اپنی ہونے والی بہو کیلئے ایک ایک چیز بڑی قیمتی لی تھی کہ چاہے بہو ناپسند تھی مگر بیٹا تو جگر گوشہ تھا۔ عابیہ نے سیاہ رنگ کی پشواز خریدی

تھی۔۔۔ زبیدہ نعمانی رنگ پر کچھ معترض ہوئی تھیں مگر اس نے بھی ضد کر کے وہی سیاہ پشوازلی تھی اور زبیدہ نعمانی چپ کر گئی تھیں کہ ان کی بیٹی کم ہی ضد کرتی تھی اس لئے وہ اکثر اسکی ضد مان لیتی تھیں۔ صرف چند ایک رشتہ داروں کے علاوہ ابرج سہروردی کی فیملی کو مدعو کیا گیا تھا کہ ابرج سہروردی محسن کا دوست تھا جبکہ اس کے علاوہ گھر کے ہونے والے داماد سید ابان بخاری کی فیملی کو مدعو کیا گیا تھا، آج اُن دونوں کی بات ہوئے ساتواں دِن ہو گیا تھا۔۔ اُس کا دِل بھر بھر آرہا تھا اس کا بھائی کی منگنی کی تقریب میں بھی شرکت کا دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ جانتی تھی کہ سید ابان بخاری کی فیملی کو مدعو کیا گیا ہے اور ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ نہ آئے۔۔ اور وہ جس قدر پریشان رہی تھی گزشتہ دنوں میں وہ اُسکا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی مگر فرار کا کوئی راستہ نہ تھا، زُبیدہ نعمانی نے پارلر سے اپائینٹمنٹ لی ہوئی تھی مگر وہ گئی نہیں تھی اور خود ہی تیار ہو گئی تھی وہ آج بہت بُری لگنا چاہتی تھی۔۔ اسی لئے میک اپ بہت بے دِلی سے کیا تھا، کاجل لگاتے ہوئے دھیان سید ابان بخاری کی طرف چلا گیا تھا اور کاجل کی سلائی آنکھ میں گھُس گئی تھی، اُسے لگا تھا جیسے جان نکل گئی ہو۔ پانی کے چھینٹے مارے تھی اور دوپٹہ کے پلو پر پھونکیں مار مار کر دوپٹہ آنکھوں سے لگایا تھا۔ اس عمل سے کُچھ سکون ملا تھا، اُس نے شیشہ میں دیکھا تھا اُسکی آنکھ سُرخ ہو رہی تھی اور اُسکے آنسو گرنے لگے تھے۔

"آئی ہیٹ یو ابان!" وہ شیشے میں اپنے اُداس عکس میں اُبھرتے ابان کے ہیولہ کو محسوس کرتی، زیرِ لب بولتی سِسکی تھی۔ کاندھے پر جھولتا آنچل دور پھینک دیا تھا، ہاتھوں میں بھر بھر پہنی سیاہ چُوڑیاں اُس نے اُتار کر دور پھینک دی تھیں اور بِلک بِلک کر رو رہی تھی، اُسی وقت زُبیدہ نعمانی کمرے میں داخل ہوئی تھیں اور اُسے روتا دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں۔

"عابی بتاؤ ناں کیا ہُوا ہے، کیوں اِس قدر رو رہی ہو؟" وہ جس قدر پریشان ہو رہی تھیں وہ اُسی قدر روتی جا رہی تھی۔

"ابان سے کوئی بات ہوئی ہے؟" وہ بیٹی کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اوپر کرتے ہوئے پُوچھ گئی تھیں کہ وہ کُچھ دِنوں سے اُسے بے تاب اور بے کُل محسوس کر رہی تھیں۔

"نہیں ماما! کسی سے بھی کوئی بات نہیں ہوئی ہے بس میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اس لئے کُچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے بہت رونا آرہا ہے۔" وہ سوں سوں کرتے ہوئے بولی تھی۔

اُنہیں یقین تو نہ آیا تھا مگر وقت کا تقاضہ تھا کہ وہ بحث کو سمیٹ دیتیں۔ اُنہوں نے بیٹی کو پچکارا اور فریش ہو کر جلدی سے تیار ہو کر آنے کا کہہ کر اُسکے کمرے سے نکل گئی تھیں اور وہ چار و ناچار خُود کو کمپوز کرتی فریش ہو کر نیچے آگئی تھی جہاں سب بتا رہے تھے کہ اُسی کا انتظار ہو رہا تھا۔ اُسکی شکل دیکھ کر اسکے پاپا اور بھائی پریشان ہو گئے تھے، اور وہ سر

درد کا بہانہ کر گئی تھی۔وہ سب جس وقت ”شاہ مینشن“ پہنچے تھے ان کے پہنچتے ہی سید ابان بخاری کی گاڑی آ کر روکی تھی، در شہوار اپنی معذوری کی وجہ سے بہت کم آتی جاتی تھیں، اس وقت بھی وہ نہیں آئی تھیں۔ در مکنون گاڑی سے اتر کر دوست کی طرف بڑھی تھی جبکہ سید ابان بخاری ان سب سے سلام دعا کرنے لگا تھا، عابیہ پر اس کی نگاہ اُٹھی تھی اور وہ بے چین ہو گیا تھا، اس کا چہرہ رونے کی چغلی کھا رہا تھا، عابیہ نے اس کی طرف دیکھا تک نہ تھا اور وہ سب اندر چلے آئے تھے، کچھ مہمان ان سے پہلے آ چکے تھے اور کچھ ان کے بعد آئے تھے، مہمانوں کے لیے بڑے سے لان میں انتظام کیا گیا تھا، سید ابان بخاری صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا باقی سب کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا مگر اس کی توجہ کے تمام دھاگے عابیہ سے الجھے ہوئے تھے، جو اپنی عادت کے بر خلاف چپ چاپ ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی، در مکنون اس کے ساتھ تھی وہ دور سے بھی نوٹ کر سکتا تھا کہ در مکنون مستقل بول رہی تھی اور عابیہ چُپ تھی، بس کبھی کبھی در مکنون کی طرف دیکھتی زبردستی مسکرا دیتی تھی۔ اُس کی یہ مسکراہٹ سید ابان بُخاری کو بے چین کرنے کے لئے کافی تھی کہ عابیہ کی مسکراہٹ بہت اچھی تھی وہ جب مسکراتی تھی تو بے حد معصوم و پیاری لگتی تھی اس کے لبوں کے ساتھ آنکھیں بھی مسکراتی تھیں وہ چاہے بہت عام سی شکل و صورت کی سانولی رنگت کی لڑکی تھی مگر اس کی آنکھیں بے حد حسین تھیں جو اُسے ممتاز کرتی تھیں اور اس وقت اس کی آنکھیں سرخی مائل ہو رہی تھیں یعنی حسن میں کئی گناہ اضافہ ہو چکا تھا وہ کچھ سوچ رہا تھا کہ چونک گیا تھا محفل میں سب سے آخر میں آنے والا ابرج سہر وردی اُس پر سلامتی بھیج رہا تھا اور وہ اُٹھ کر مسکراتا اُسکا ہاتھ تھام گیا تھا اُسے لگا تھا کہ ایلیفیہ بھی آئی ہو گی اس نے نظر دوڑائی تھی مگر آج یہ ہو گیا تھا کہ وہ ابرج سہر وردی کو ایلیفیہ کے بغیر دیکھ رہا تھا اس کی نگاہ معصومہ سہر وردی پر پڑی اور وہ نئی الجھن میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر معصومہ سہر وردی نے پرپوزل کے حوالے سے کچھ کہہ دیا تو وہ کیا کرے گا۔ وہ محسن نعمانی اور ابرج سہر وردی کے ساتھ باتیں کرنے لگا تھا، محسن نعمانی اس سے ایلیفیہ کو ساتھ نہ لانے پر خفا ہو رہا تھا۔

”جانتے تو ہو آج کل اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے، ورنہ وہ ضرور آتی تمھیں مبارکباد دے رہی تھی“ وہ دھیمے سے بتا رہا تھا اور سید ابان بخاری جانے کیوں برا محسوس کرنے لگا تھا اور اسی پل زبیدہ نعمانی چلی آئی تھیں۔ وہ کچھ پریشان تھیں اور وجہ سن کر وہ تینوں بھی پریشان ہو گئے تھے۔ وہ منگنی کی انگوٹھی گھر ہی بھول آئے تھے۔

”آپ اتنی غیر ذمہ داری کا ثبوت کیسے دے سکتی ہیں؟“ حیدر نعمانی ان چاروں کے درمیان آن کھڑے ہوئے اور قدرے غصے سے بولے تھے۔

”میں نے انگوٹھی عابیہ کو دے دی تھی اور مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی لاپرواہی کا ثبوت دے گی۔“ وہ مضطرب سی ہو کر بولیں۔

"ماما آپ کو خیال رکھنا چاہیے تھا، عابی کو تو آپ جانتی ہی ہیں وہ اتنی ہی غیر ذمہ دار ہے اور آج تو اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔" محسن نعمانی بے چینی سے بولا تھا۔

"ہاں بس غلطی ہو گئی، عابی ہی کی طرف سے اتنی مضطرب تھی کہ اس طرف دھیان نہیں گیا۔" زبیدہ نعمانی رو دینے کو تھیں۔

"خیر آنٹی اب پریشان ہونے سے تو کچھ حاصل نہیں ہو گا، محفل میں یہ بات پتہ چلے گی تو بہت بے عزتی ہو گی، اس لیے آپ میں سے کوئی گھر جا کر خاموشی سے انگوٹھی لے آئے، بات بڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" سید ابان بخاری تو عابیہ کا ذکر اور اسکی طبیعت سن کر کچھ یوں پریشان ہوا تھا کہ وہاں ہو کر بھی وہاں نہ تھا۔ توجہ کے تمام ارتکاز دور بیٹھی عابیہ پر لگ گئے تھے۔ ابرج سہروردی نے حل پیش کیا تھا۔

"ہم میں سے کسی کا جانا بھی مناسب نہیں ہو گا کہ یوں جانا سب کو الجھن میں بھی ڈال دے گا" حیدر نعمانی بولے تھے۔

"انکل میں اور عابیہ چلے جاتے ہیں۔" سید ابان بخاری کی بات پر وہ سب حیران ہو کر اسے دیکھنے لگے تھے۔ عابیہ اس کی منگیتر تھی اور اس سے سامنا ہوتا رہتا تھا مگر یوں اس کے ساتھ اکیلے جانا۔۔۔۔ وہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"ابان ٹھیک کہہ رہے ہیں انکل، یہی حل بے حد مناسب ہے۔" ابرج سہروردی نے ترنت حمایت کی تھی اور صورتحال کے پیشِ نظر انہوں نے یہی مناسب سمجھا تھا۔

"آپ جا کر گاڑی اسٹارٹ کریں، میں عابی کو بھیجتی ہوں۔" زبیدہ نعمانی دھیمے سے بولیں اور وہ باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"ماما! مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا ہے" وہ جو پہلے ہی اپنی لاپرواہی کی وجہ سے مضطرب تھی، ماں سے ڈانٹ کھا چکی تھی، سید ابان بخاری کے سامنے سے اس قدر گریزاں تھی کہ الگ تھلگ ہو کر بیٹھی تھی اور ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا اور اب زبیدہ نعمانی اسی کے ساتھ گھر جا کر انگوٹھی لانے کا کہہ رہی تھیں اور وہ سُنتے ہی صاف انکاری ہو گئی تھی جس پر زُبیدہ نعمانی کا غُصہ بڑھ گیا تھا، اور وہ دبے دبے انداز میں محفل کا خیال کرتے اُس پر بگڑنے لگی تھیں۔

"بکواس بند کر کے خاموشی سے چلی جاؤ، تُمھاری لاپرواہی کی وجہ سے ہم سب کتنے پریشان ہیں، اگر محفل میں یہ بات پھیل گئی کہ ہم انگوٹھی گھر بھُول آئے ہیں تو سوچا ہے کہ کتنی بے عزتی ہو گی؟ مگر تُمھیں کیا پرواہ، ذرا جو کبھی ذمہ داری کا ثبوت دو۔" اُس کے آنسو گرنے لگے تھے اور اُنہوں نے لب بھینچ کر اُسے تنبیہہ کرتی نظروں سے دیکھ کر جانے کا

کہا تھا، وہ آگے سے ایک لفظ کہے بِناء باہر بڑھی تھی، سید ابان بُخاری گاڑی سے ٹیک لگائے اُسی کا مُنتظر تھا اور وہ اُسکی خوبصورت آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے چین ہُوا تھا، عابیہ نے نگاہ جھکالی تھی، سید ابان بُخاری نے ایک گہری سانس کھینچ کر اُسکے لئے فرنٹ ڈور اوپن کیا تھا، عابیہ خاموشی سے بیٹھ گئی تھی، ابان نے کار اسٹارٹ کی تھی اور ڈرائیونگ کے دوران اُس پر نگاہ ڈالی تو وہ کنفیوژ لگی تھی۔

"طبیعت کو کیا ہوا ہے بیہ۔۔؟" اُس نے نرمی سے بات کا آغاز کیا تھا، عابیہ نے نگاہ اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا تھا، آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ شکوے تیر رہے تھے، ابان کے دِل کی دُنیا زیر و زبر ہو گئی تھی اور وہ بڑی مُشکل سے ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز کر پایا تھا۔ اُسے اندازہ ہُوا تھا کہ وہ ڈرائیونگ کے ساتھ اُس سے بات نہیں کر سکتا، اور وقت کی نزاکت کا خیال ایسا تھا کہ وہ وقت ضائع کرنے کا مُتحمل بھی نہیں ہو سکتا تھا، اِس لئے اُس نے گاڑی فُل سپیڈ پر چھوڑ دی اور پچیس منٹ کا فاصلہ محض پندرہ منٹ میں طے کرتا عابیہ کے گھر پہنچا تھا۔

"جلدی سے جا کر انگوٹھی لے آؤ۔" وہ گاڑی روک کر بولا تھا۔

"میں اکیلے کیسے گھر میں جاؤں گی۔۔ ؟" وہ جو اُسکی طرف سے کُچھ کہنے کی مُنتظر تھی، وہ منائے گا سوچ رہی تھی۔ اُسکی خاموشی پر اُسکا دِل کٹ کر رہ گیا تھا، اور وہ جو اُسکے ساتھ پر گُریزاں تھی، خائف تھی، یکدم منمنا کر آنکھوں میں ہراس لئے اُسے دیکھنے لگی تھی۔

"بنتی بڑی طرم خان ہو مگر دِل تُمہارا چیونٹی سے بھی چھوٹا ہے"۔ وہ اُسکے چہرے کی طرف دیکھتا شرارت سے بولا تھا اور وہ لب کچلتی گاڑی سے اتر گئی تھی۔ ہینڈ بیگ سے چابیوں کا گُچھا نکالا تھا اور دروازہ کھولنے لگی تھی، وہ اس کو دیکھ رہا تھا، اس کی نگاہ عابیہ کے ہاتھوں پر ٹھہر گئی تھی، سانولی بانہوں میں سیاہ چوڑیاں,اور مہندی سے سجے بیل بوٹے بڑے حسین لگ رہے تھے اور وہ اس کی نگاہ کو محسوس کرتے ہوئے کنفیوز ہوتی چلی گئی تھی۔

"تمہیں صرف نخرے کرنا آتا ہے بیہ !اور تم کچھ اور نہیں کر سکتی۔" وہ چابی لگا رہی تھی مگر تالا نہیں کھل رہا تھا۔ تب وہ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا وہ پوری جان سے لرزا ٹھی تھی آنکھوں میں بے یقینی لیے اسے دیکھنے لگی تھی جس نے مسکرا کر کہا تھا اور وہ گڑبڑا کر ہاتھ کھینچ گئی تھی اور چابیاں اس کے حوالے کر دی تھیں اس نے لاک کھولا اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے تھے۔ داخلی دروازے کے علاوہ اندرونی دروازے پر بھی تالا تھا وہ بھی اس نے کھولا تھا۔

"اپنے کمرے تک اکیلی چلی جاؤ گی یا میں ساتھ چلوں" وہ لاونج میں داخل ہوتا ہوا شریر نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ذو معنی انداز میں بولا تھا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا وہ کچھ کہے بنا اپنے کمرے کی طرف دوڑ گئی تھی وہ

لاونج میں ہی اس کا انتظار کرنے لگا۔اس نے گھڑی پر ٹائم دیکھا اور آنے اور جانے کے وقت کا اندازہ لگا کر ذہن میں کیلکولیشن کی اور سوچا کہ ان دس پندرہ منٹوں میں وہ آرام سے اس سے بات کر سکتا ہے کہ وہ جس طرح وقت بچا کر تیز ڈرائیونگ کرتا یہاں تک آیا تھا اُسی طرح جانے کا سوچے ہوئے تھا اس لحاظ سے اس کے پاس تقریباً پندرہ منٹ تھے عابیہ کو منانے کے لیے ،وہ اسی حساب کتاب میں لگا ہوا تھا کہ اپنے نام کی پکار پر چونک اٹھا تھا۔عابیہ اس کے سامنے آنکھوں میں آنسو لیے آن کھڑی ہوئی تھی وہ سوالیہ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"ابان وہ رنگ مل نہیں رہی" وہ یکدم رودی تھی اور وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"تُم روؤ نہیں بیہ !آرام سے سوچو تم نے کہاں رکھی تھی۔۔۔" انگوٹھی نہ ملنا ہی کم پریشان کرنے والی بات نہ تھی اوپر سے وہ اس کے سامنے روتی ہوئی اُسکی مکمل آزمائش کے موڈ میں تھی۔

"مجھے یاد نہیں آرہا کہ میں نے کہاں رکھی تھی" وہ سوں سوں کرتی بولی تھی اور اسے غصہ آنے لگا تھا۔

"بیہ !کیا بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔۔یاد نہیں آرہا؟کیا مطلب ہے؟ایسے کہاں رکھ دی تم نے؟" وہ اس پر غصہ ہوتے ہوئے بولا اور وہ شدتوں سے رودی تھی۔

"یہ سب آپ کی وجہ سے ہو رہا ہے اور آپ مجھے ہی ڈانٹ رہے ہیں۔" وہ سسکیاں بھرتے ہوئے بولی اور وہ اس صاف الزام پر اُلجھ کر رہ گیا تھا۔

"میری وجہ سے کیوں ہو رہا ہے۔۔میں نے کہا تھا غیر ذمہ داری کا ثبوت دو۔" وہ اس کے بے تحاشا رونے پہ قدرے چڑ گیا تھا۔

"ہاں آپ مانیں گے تھوڑی کہ آپ کی غلطی ہے۔۔۔سب آپ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔آپ کی وجہ سے ماما سے ڈانٹ پڑی اور خود آپ بھی مجھے ڈانٹے جا رہے ہیں۔" وہ سوں سوں کر رہی تھی اُس احمق کو وقت کی نزاکت کا بھی احساس نہیں تھا۔

"بیہ! یہ وقت ان باتوں کے لیے نہیں ہے، ابھی انگوٹھی ڈھونڈو اور ہمیں واپس بھی جانا ہے۔سب ہمارے منتظر ہیں، ہمیں تاخیر ہوئی تو دس مسائل ہوں گے" وہ دھیمے سے کہتا ہوا اس کے کمرے کی طرف بڑھا تھا اور اس کا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔عابیہ نے محض تین سے پانچ منٹ میں کمرے کو بری طرح پھیلا دیا تھا۔

"اُف بیہ تم کیسی لڑکی ہو یار، یہ کمرے کا کیا حال کر دیا ہے، ایسے ڈھونڈتے ہیں کوئی چیز۔" سید ابان بخاری نہایت صفائی پسند تھا اور اسے ہر چیز سلیقے و ترتیب سے رکھی ہوئی اچھی لگتی تھی۔وہ پہلی بار اس کے کمرے میں آیا تھا۔اس کا کمرہ بلاشبہ صاف تھا اور اس کے اعلیٰ ذوق کا آئینہ دار لیکن اس وقت جنگ کے بعد کا سا منظر پیش کرتا ہوا سید ابان بخاری کی

طبیعت پر گراں گزرا تھا اور وہ شرمندہ ہو گئی۔

"انگوٹھی مل ہی نہیں رہی تھی تو میں کیا کرتی" وہ منمنائی تھی۔

"جو حال تم اپنے کمرے کا کر چکی ہو اس کے بعد مجھے لگتا ہے کہ وہ ملنے والی بھی نہیں ہے۔" وہ تپ کر بولا تھا۔

"اب ایسے تو مت بولیں، ماما مجھے جان سے مار دیں گی" وہ وارڈروب سے سر نکال کر دہل کر بولی تھی۔

وہ آگے سے کچھ بھی نہیں بولا تھا کہ وقت تیزی سے گزرتا ہوا صاف محسوس ہو رہا تھا۔ ڈریسنگ کی درازوں کو چیک کرتے ہوئے وہ مایوسی سے مڑا تھا کہ اس کے بوٹ کے نیچے کوئی چیز آئی، اس نے جھک کر اسے اٹھالیا۔

"کہیں وہ رنگ یہ تو نہیں" اس نے بوٹ تلے آنے والی انگوٹھی کو ہتھیلی پہ رکھتے ہوئے وارڈروب میں سر گھسائے عابیہ سے دو قدم دور رُک کر پوچھا تھا۔ وہ مڑی تھی اور اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"یہی تو ہے وہ، آپ کو کہاں سے ملی؟" وہ یکدم بے حد خوش ہو اٹھی تھی۔ اس نے عابیہ کے کھل اُٹھنے والے چہرے کو دیکھتے ہوئے بتایا کہ کہاں سے ملی۔ تب اسے یاد آیا کہ جب وہ تیار ہو رہی تھی تو زبیدہ نعمانی اسے یہ انگوٹھی دے کر گئی تھیں کہ اسے خوبصورت سا ریپ کر کے پرس میں رکھ لے۔ اور وہ جو ایکدم جو دلبرداشتہ ہوئی تھی تو اس نے ڈریسنگ پر رکھی ہوئی سب چیزیں ہاتھ مار کر پھینک دی تھیں تبھی وہ انگوٹھی بھی دور جاگری تھی اور وہ رونے دھونے کے پروگرام میں انگوٹھی کو بالکل ہی ذہن سے نکال گئی تھی۔ اس نے جلدی سے الماری سے رِنگ کا باکس نکالا اور اس میں رنگ رکھتی آگے بڑھی تھی کہ وہ اس کی مہندی و چوڑیوں سے سجی کلائی تھام گیا تھا۔

"طبیعت کو کیا ہوا عابیہ؟" وہ دھیمے سے پوچھ رہا تھا اور وہ لب کچلتی ہوئی ہاتھ آزاد کروا گئی تھی۔

"اتنا روئی کیوں تھی بیبہ!" وہ پیچھے ہو رہی تھی اور وہ آگے بڑھ رہا تھا۔

"سب ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے اب ہمیں چلنا چاہیے۔" وہ منمنائی، اس کے قدم پیچھے کی طرف اٹھ رہے تھے اور اس کے آگے کی طرف۔ وہ دیوار سے جا لگی۔

"سب کے انتظار کی بڑی پرواہ ہے تمہیں۔ اور میں جو ایک ہفتے سے تمہارے ایک میسج۔۔ ایک کال کا انتظار کر رہا ہوں، اس کا کیا بیبہ!" وہ اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہاتھ رکھ کر اس سے چند قدم دور ٹھہر گیا۔

"انتظار تو میں نے بھی آپکا بہت کیا تھا، ہر ایک بیل پر چونکتی تھی کہ شاید یہ آپ کی کال ہو مگر۔۔۔۔۔۔" وہ اس کی طرف دیکھنے لگی مگر زیادہ دیر اس کی جذبے لٹاتی آنکھوں میں دیکھ نہیں پائی اور اس کے آنسو گرنے لگے۔ جس سچویشن میں وہ پھنسی ہوئی تھی وہ کھل کے اپنے تمام گلے کہہ بھی نہیں پا رہی تھی۔

"میں نے کیا بیبہ؟" وہ سرگوشی میں بولا۔

"سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں، جلدی سے چلیں" اسے یکدم ابان سے شدید خوف محسوس ہوا تھا اور وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں فرار کی ہر راہ مسدود پا کر منمنائی تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں آج تمہارے سب گلے شکوے ختم کر دوں۔" وہ اس کا گڑبڑانا، بھاگنے کو پر تولنا، صاف محسوس کرتا انجان بن کر بولا تھا۔

"میں آپ سے ناراض نہیں ہوں" وہ نظر اٹھا کر بڑی عجلت میں بولی تھی اس کے انداز کی عجلت سید ابان بخاری کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

"ناراض نہیں تھی تو ایک ہفتے سے کال کیوں نہیں کی، میں تمہاری مارننگ ویشز کے انتظار میں رہا، سونے سے قبل ان بکس چیک کرتا رہا شاید تم نے شب بخیر کہا ہو مگر تمہاری طرف سے خاموشی تھی "ناراض تھی تم" اور اب کہہ رہی ہو ناراض نہیں ہو۔" وہ ہوا سے اٹھکیلیاں کرتی اس کی لٹ کو کان کے پیچھے کرتا مزے سے بول رہا تھا۔

"میں تب ناراض تھی مگر اب ناراض نہیں ہوں۔" اس کی پلکیں لرز رہی تھی اس کی آواز میں بھی واضح لرزاہٹ تھی۔

"تم تو اتنی آسانی سے مانتی بھی نہیں اور ابھی تو میں نے تمہیں منایا بھی نہیں تو تم مان کیسے گئیں۔" وہ اس کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا، ہمیشہ وہ اسے بے بس کرتی اسے زچ کرتی تھی آج وہ اس کی بے بسی سے اس کی حیاء سے لبریز دگرگوں حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔

"میں آپ سے ناراض تھی۔ ناراض ہوں، اوکے؟" وہ اس کے دیوار پر رکھے بائیں ہاتھ کو ہٹاتی، قدرے غصے سے بولتی وہاں سے نکلنے کو تھی مگر وہ اس کا بازو دبوچتا، اُس کے جانے کی راہ میں رکاوٹ بن گیا تھا۔

"ناراض تو مجھے ہونا چاہیئے، کہ لائن تم نے کاٹی اور اس بد تمیزی کے بعد خود ہی ناراض ہو کر بیٹھ گئیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اور اس سے اپنے ہی قدموں پر کھڑا رہنا دشوار ہو گیا تھا۔

"مجھے غصہ آ گیا تھا تب ہی لائن ڈراپ کی تھی۔" وہ منمنائی تھی۔

"یہ حرکت کس قدر غلط ہے کہ کوئی بات کر رہا ہو اور آگے سے فون بند کر دیا جائے اور پھر خود ہی رُوٹھ کر بیٹھ جانا، کہاں کا انصاف ہے۔" عابیہ پر جو غصہ تھا اسے دیکھ کر ختم ہو چکا تھا اب تو وہ بس اسے تنگ کر رہا تھا جو بنتی شیرنی تھی مگر دم خم چوہیا کے برابر بھی نہ تھا۔

"کال کاٹی یہ میری غلطی ہلیکن رُوٹھنا میرا حق تھا، آپ نے سیدھے منہ بات نہیں کی اس لئے غصہ سے کال کاٹ دی، لیکن بعد میں پورے ہفتے میں آپ کی کال کی منتظر رہی، اس قدر پریشان رہی، کتنا روئی ہوں میں آپ کو تو اندازہ بھی

نہیں۔۔ نہ ہی آپ کو میری پرواہ ہے۔" وہ اس کے بہت نزدیک کھڑی ہوئی تھی ابان نے جانے کی ہر راہ مسدود کر رکھی تھی۔ اس کی جان لبوں پہ آئی ہوئی تھی۔ مگر وہ اپنے دفاع میں بولے بغیر نہیں رہی تھی۔

"تمہاری پرواہ تو خود سے بھی زیادہ ہے" اس نے شرارت سے کہتے ہوئے ذو معنی انداز میں انگلی اس کے پنک لپ سٹک سے سجی پنکھڑی سے لبوں سے ٹچ کی اور وہ پوری جان سے کانپ اٹھی تھی۔

"ہمیں دیر ہو رہی ہے ابان، سب ہمارا ویٹ کر رہے ہوں گے۔" وہ کانپتے لہجے میں اسے وقت کی نزاکت کا احساس دلا رہی تھی۔

"دیر تو واقعی ہو رہی ہے مگر میرا ابھی جانے کا کوئی دل نہیں ہے، ہفتہ بھر مضطرب رہا ہوں، تمہاری حرکت پر خون جلاتا رہا ہوں۔۔۔ سوچ رہا ہوں تمہاری طرف سے کوئی ازالہ ہو جائے تو پھر چلتے ہیں۔" وہ اسکی حسین آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ وہ ایک بار پھر اس کا حصار توڑ کر نکلی تھی اور اب وہ اس کا آنچل تھام گیا تھا۔

"پہلے ازالہ۔۔۔ پھر جانے کی بات۔" وہ پلٹی نہیں تھی اور اس کے کانوں میں آواز گونجی، وہ چہرہ گھما کر اس کو دیکھنے لگی۔

"سوری کر تو رہی ہوں ابان، اور کیا کروں اب؟" سید ابان بخاری عابیہ سے خفا تھا اور اس کی جان پر بن آئی تھی۔

"سوری کر رہی ہو یا احسان جتا رہی ہو؟ ایک تو پہلے میرا موڈ آف کرتی ہو اور پھر یہ رونا دھونا مچا کر مجھے ایموشنلی بلیک میل کرتی ہو۔۔ یہی چلانہ تو جان سے مار دوں گا۔" وہ غصے سے چلّا کر بولا اور وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی۔

"کبھی ایک مچھر بھی مارا ہے آپ نے؟ جو مجھے۔۔۔۔ عابیہ کو۔۔۔۔ اپنی جان کو۔۔۔۔ جان سے ماریں گے۔" وہ شرارت سے بولی اور وہ دل تھام کر رہ گیا۔ اس پہ نظر ڈالی جو لب پہ دائیں ہاتھ سے انگلی رکھے اور بائیں ہاتھ سے کان پکڑے شرارت سے اس کی طرف دیکھ کیا رہی تھی اس کے قتل کا سامان کر رہی تھی۔

"لڑکی تم میری محبت ہو اس لیے تمہیں معاف کر دیتا ہوں۔" وہ خجل ہوتا، خود کو سنبھالتا، دھیمے سے کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اسی لیے تو میں آپکو اتنا تنگ کر لیتی ہوں کہ روٹھا ان سے جاتا ہے جن پر مان ہوتا ہے کہ وہ ہمیں منا لینگے۔" وہ اس کے ہمقدم ہوتے ہوئے بولی تھی۔

ابان نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر عابیہ کو دیکھا۔ وہ ایک عام سی لڑکی تھی اس کے جذبات کیا بدلے وہ بہت خاص ہو گئی تھی۔

"اور مجھے پورا مان ہے کہ آپ مجھے روٹھا نہیں رہنے دیں گے، اگر میں روٹھ گئی تو آپ مجھے منا لیں گے۔" وہ اسکی

آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرائی تھی، بلاشبہ اس کی مسکراہٹ بہت پیاری تھی۔

"میں تمہارا مان کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا۔" وہ محبت سے چُور گمبھیر لہجے میں بولا تھا اور گھر لاک کر کے وہ گاڑی میں آ بیٹھے۔ راستہ بھر کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ بہت ریش ڈرائیونگ کرتا ہوا شاہ مینشن پہنچا تھا۔

صد شکر کہ اہلِ محفل ان کے غائب ہونے سے تو واقف ہوئے تھے مگر ان کے غائب ہونے کی وجہ سے ناواقف تھے اور یہ بات تسلی بخش تھی۔ رسم کے آغاز کے لیے زبیدہ نعمانی نے مسز شاہ کو اشارہ کیا تھا اور ثمرین کی ہمراہی میں عبرود شاہ پنڈال چلی آئی تھی۔ اسے اپنی منگنی کی رسم سے کوئی سروکار نہیں تھا، اس کی نظریں تو نہایت وجیہہ سید ابان بخاری پر جمی تھیں (اور ذہن یہ سوچ رہا تھا کہ ابان کی منگیتر کون سی ہے)۔ رسم کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا۔ زبیدہ نعمانی نے بیٹے کو انگوٹھی دی اور ان دونوں نے ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنائی۔ اس وقت زبیدہ نعمانی کے ساتھ چار لڑکیاں کھڑی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی کہ انہی چاروں میں سے کوئی ابان کی منگیتر ہے۔ اس کی نظر بار بار درِ مکنون کی طرف اٹھ رہی تھی کہ ان چاروں میں وہی سب سے زیادہ حسین تھی۔۔۔ عابیہ کی طرف تو اس کا دھیان بھی نہیں گیا تھا۔ ان دونوں کے ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنانے کے بعد زبیدہ نعمانی نے بہو کا منہ میٹھا کروانا تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا تھا، اسے پورا یقین تھا کہ سبز رنگ کے سوٹ میں وہ مغلیہ شہزادی لگتی لڑکی آگے بڑھے گی مگر سیاہ رنگ کے لباس میں ایک بہت عام سی لڑکی اس کے داہنی طرف آ بیٹھی تھی اور اس کے پہلو میں بیٹھے محسن نعمانی نے فوراً تعارف کی رسم نبھائی تھی۔

"یہ عابیہ ہے، میری چھوٹی بہن۔۔۔" اور وہ حیرانگی سے اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی جو کہیں سے بھی تو سید ابان بخاری کے قابل نہ لگی تھی، جس لڑکی کو وہ فیانسی سمجھ رہی تھی وہ تو سید ابان بخاری کی اکلوتی بہن نکلی تھی اور باقی دو لڑکوں میں ایک عابیہ کی کزن تھی اور ایک ابرج سہروردی کی بہن مسکان تھی، رسم پایہ تکمیل کو پہنچی تھی، اور وہ چلتی ہوئی سید ابان بخاری کے سامنے آ بیٹھی تھی۔

"میں نے تو سوچا تھا کہ تم نے نہ جانے کونسا گوہر نایاب اپنے لیے پسند کیا ہو گا۔" وہ عبرود شاہ کا اپنے پاس آنا، آکر بات شروع کرنا، اس سب کی توقع نہیں رکھے ہوئے تھا۔

"یہ ہے تمہاری چوائس ایک عام سے بے حد عام سی لڑکی۔ جس کے لیے تم نے عبرود شاہ کو ٹھکرا دیا۔" وہ غصہ سے پھنکاری تھی۔

"میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا"۔ وہ لب بھینچ کر غصہ کنٹرول کرتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے کسی ایسی لڑکی کے لیے ٹھکراتے جس کے لیے ٹھکرانا مجبوری بن جاتی۔ یہ ایک عام سی سانولی سی رنگت کی لڑکی کو تم نے مجھ پر فوقیت دی۔ تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے ابان؟ کہاں تم اور کہاں یہ عام سی شکل صورت کی لڑکی" جب

سے اس نے عابیہ کو دیکھا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کر گزرے۔

"میرے لیے عورت کا حسن نہیں عورت کا کردار معنی رکھتا ہے اور عابیہ میری محبت ہے۔" اسے عبرود کا حقارت بھرا انداز بہت برا لگا تھا مگر محفل کا خیال کر کے وہ مصلحت سے کام لے رہا تھا۔

"اونہہ !محبت مائی فٹ۔ دل آئے مینڈکی پر تو پری کیا چیز ہے۔" وہ گہرے طنز کے ساتھ سید ابان بخاری کی بات قطع کر گئی تھی۔

"آپ حد سے بڑھ رہی ہیں مس عبرود !وہ آنکھوں میں اشتعال لیئے اُسے دیکھ رہا تھا جو عام روپ میں ہی حسین لگتی تھی اس وقت تو سولہ سنگھار کیئے اس کا توبہ شکن حسن اچھے اچھوں کے چھکے چھڑا دینے کو کافی تھا مگر اس نے ایک نگاہ غلط بھی نہ ڈالی تھی۔

"حد سے تو تم بڑھ گئے ہو، تمھارے پیچھے خوار ہوتی رہی۔ اور تم نے مجھے توجہ کے قابل ہی نہ جانا۔ اور یہ ہے تمھاری پسند۔ جسے کوئی اپنے گھر ملازمہ رکھنا بھی گوارا نہ کرے۔ اسے تم اپنی بیوی بنانے جا رہے ہو۔" وہ نفرت و حقارت سے بول رہی تھی اور عابیہ کے لیے اس کے اتنے سخت جملے وہ برداشت نہیں کر پایا تھا۔ وہ اشتعال کی زد پر آکر کچھ کہنے کو تھا کہ اُسی وقت محسن ان کے درمیان آگیا اور وہ بڑی تیزی سے وہاں سے نکل گیا تھا۔ اس کے یوں جانے کو محسن نے بہت محسوس کیا۔

"یہ ایک گھمنڈی انسان ہے۔ بزنس کے سلسلے میں ایک دو بار ملی ہوں اس لیے ہیلو ہائے کرنے چلی آئی مگر موصوف کے تو مزاج ہی نہیں ملتے۔" وہ خود کو کمپوز کرتے قدرے نروٹھے انداز میں بولی تھی۔ محسن جو اس کے یوں جانے پر مضطرب تھا اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔ ابان سیدھے مزاج کا ایک اچھا انسان ہے۔" وہ ہونے والے بہنوئی کے یوں جانے کو محسوس کرنے کے باوجود اس کی حمایت میں بولا تھا اور وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی۔ اس نے نہایت سمجھداری سے موضوع ہی بدل دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"تمہاری مکنون سے کوئی بات ہوئی؟" وہ تقریب سے کچھ دیر قبل ہی گھر واپس آیا تھا اور ایلیفیہ کی کال آگئی تھی۔ اور اس کا سوال کیا تھا، کتنے ہی حسین مناظر آنکھوں کے سامنے گھوم گئے تھے۔ اس کی در مکنون سے بات نہیں ہوئی تھی مگر وہ پوری محفل میں اس کی نگاہوں کا مرکز بنی رہی تھی۔ در مکنون اپنی شہابی رنگت کے ساتھ اِدھر سے اُدھر جاتی اس کا دل دھڑکاتی رہی تھی۔ وہ لڑکی جو اسکی پہلی محبت تھی جسے وہ شجرِ ممنوعہ سمجھ کر عشقِ ممنوع سمجھنے لگا تھا، ہجر کی کالی راتیں بے

کلی میں گزار دی تھیں، بہار کے دن بھی گرمیوں کی دوپہر کی مانند ہو گئے تھے کہ کاٹے نہیں کٹتے تھے، ایسے میں درمکنون کی منگنی ختم ہونے کی اطلاع نے خوشخبری کا سا کام کیا تھا۔ وہ پھر سے آس باندھ بیٹھا تھا۔ زندگی محسوس کرنے لگا تھا، اس کے اندر جینے کی تمنا شدتوں سے بیدار ہونے لگ گئی تھی۔

"تم جانتی تو ہو یار بات کرنا اتنا آسان کہاں ہے ورنہ دل تو اس کو دیکھتے ہی مچل گیا تھا۔" وہ ایلیفیہ کے لیے مخصوص بے تکلفی سے بولتا چلا گیا۔

"وہ ہے بھی تو اتنی پیاری۔" ایلیفیہ ترنت بولی تھی۔

"نیوی بلیو کلر کے سٹائلش سوٹ میں ہلکی پھلکی تیاری کے ساتھ وہ اور بھی پیاری لگ رہی تھی۔" وہ شرارت سے بولا تھا اور وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔

"بہت کمینی چیز ہو تم ابرج۔" وہ ہنسی کے درمیان بولی تھی۔

"یس آئی ایم۔۔۔!" وہ قہقہہ لگا گیا۔

"پھپھو نے پوچھا نہیں کہ ہم باقاعدہ رشتہ لے کر کب آئیں۔" ایلیفیہ کے علم میں کال کا تھا اس لیے وہ بولی تھی۔

"ماما ابان سے بات کر تو رہی تھیں مگر ان دونوں کے درمیان کیا بات ہوئی میں لاعلم ہوں۔" وہ سچائی سے بولا۔

معصومہ سہروردی نے سید ابان بخاری سے پوچھ لیا تھا کہ اس نے جواب نہیں دیا وہ باقاعدہ رشتہ لے کر کب آئیں اور اس نے ماں کے صاف انکار کرنے کے باوجود انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا۔

"بہت معذرت کہ میں آپ کو جواب نہیں دے پایا کہ ماما کی کچھ عرصے سے طبیعت خراب ہے اس لیے میں نے ان سے پرپوزل کا ذکر ہی نہیں کیا۔ ایک دو دن میں بات کر کے میں خود آپکو کال کروں گا۔" اس نے معصومہ سہروردی پر کچھ ظاہر نہیں کیا تھا مگر جو وہ جانتی تھیں۔ اسی لیے اس کے ظاہر نہ کرنے کے باوجود کھٹک گئی تھیں اسی لئے دھیمے سے بولیں۔

"میں نے درمکنون کا پرپوزل بہت محبت سے ڈالا ہے، مجھے اپنے بیٹے کے لیے جیسی بہو چاہیے درمکنون اس خاکے پر پورا اترتی ہے۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولیں تو اس کا دل کیا کہ وہ کہہ دے کہ وہ اس رشتے کے لیے راضی ہے۔ اس نے بھی بہت محبت سے ہی درمکنون کی منگنی ٹوٹنے کی اطلاع ان تک پہنچائی تھی۔

"ابرج بھی درمکنون کے لیے سوفٹ کارنر رکھتا ہے اس لیے ہم صرف آپکی طرف سے جواب کے منتظر ہیں۔ آپ اگر آج ہاں کر دیں تو میں کل ہی اپنے بیٹے کی بارات لے کر آپ کے دروازے پر پہنچ جاؤں گی۔" وہ کھٹکنے کے باعث کچھ زیادہ ہی بول گئیں اور اس کا ہر شک یقین میں ڈھل گیا تھا مگر وہ کچھ مثبت جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا کہ فیصلے کا

کلُی اختیار درِشہوار کے پاس تھا۔ اس نے مسکرا کر بات ختم کر دی تھی۔

"تم بھی عجیب احمق انسان ہو پتہ تو کرتے کہ کیا بات ہوئی۔۔۔ سن نہیں سکتے تھے تو کم از کم گھر آکر پھپھو سے ہی پوچھ لیتے۔" وہ اس پر بگڑنے لگی۔

"اُف! تم بہت پاگل ہو۔ ہر وقت جذباتی مت ہوا کرو ایلیفیہ! میں ماما سے بار بار اپنی شادی کا ذکر کرتا بالکل اچھا نہیں لگوں گا۔۔۔۔ مینرز بھی کچھ ہوتے ہیں کہ نہیں۔" وہ الٹا ایلیفیہ پر بگڑنے لگ پڑا تھا۔

"میں پھپھو سے خود بات کر لوں گی، تم تو بس وقت ہی ضائع کرتے رہو گے۔" وہ اس پر خفا ہوئی تھی۔

"ایلیفیہ! تم پریشان مت ہو، ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ زیادہ جلد بازی بھی نقصان کا باعث بنتی ہے۔" وہ نرمی سے ناصحانہ انداز میں بولا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"تمہارے آنے سے تو گھر میں رونق ہو گئی ہے۔" ارباز آج تالیہ کو ارمش کے گھر چھوڑ گیا تھا وہ صبح ۱۰ بجے کے قریب آئی تھی اور اب شام کے چھ بج رہے تھے۔ اس نے پورا دن آج ارمش کی ماما کے ساتھ گزارا، اور وہ جو اکیلی گھر میں تنہائی کا شکار رہتی تھیں تالیہ کے آجانے سے اُنہیں بے حد اچھا لگا تھا۔ ارمش کو 9:00 بجے آفس پہنچنا ہوتا تھا اس لئے وہ 8:30 تک نکل جاتا اور واپسی پانچ سے چھ کے درمیان ہوتی تھی۔ وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں جب ارمش چلا آیا، اس کا دل دھڑکنے لگا اور وہ اس کے آنے پر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ وہ ان دونوں کو آمنے سامنے دیکھ کر اپنی خواہش میں الجھنے لگ پڑیں۔ انہیں تالیہ بے حد پسند بھی تھی اور وہ برسوں سے اسے بہو بنانے کا سوچ ہوئی تھیں پر بیٹے کی ضد کے آگے خاموش ہونا پڑا۔ پہلی دفعہ وہ ارمش چوہدری کے ساتھ ڈائیننگ ٹیبل پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی اس کے دل سے دعا نکلی کہ یہ وقت طویل ہو جائے اور وہ پورے حق کے ساتھ اس گھر کا حصہ بن جائے، تین بولوں کے ساتھ ارمش چوہدری کی زندگی میں شامل ہو جائے۔ نو بجے ارباز بہن کو لے کر چلا گیا تھا۔ ارمش نے اس کو کتنا کہا کہ کھانا کھا کر جائے مگر وہ باہر کے باہر ہی چلا گیا۔ ارمش کے آتے ہی وہ بول پڑی تھیں۔

" تالیہ بہت اچھی لڑکی ہے ارمش! زندگی کا اچھا وقت لاحاصل انتظار میں گزارنے کی بجائے تالیہ سے شادی کر کے زندگی کی حقیقی خوشیوں کو پالو کہ گیا وقت ہاتھ نہیں آیا کرتا۔" وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔ ارمش ماں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"آپ درست کہہ رہی ہیں پر میں اپنے دل کا کیا کروں جو ایلیفیہ کے علاوہ کسی کو سوچتا ہی نہیں"۔ وہ بے بسی سے بولا تھا۔

وہ اپنے اندر کی اچھائی اور برائی سے آج کل نبرد آزما تھا۔ ایک طرف تو اس کا دماغ کہتا تھا کہ جو اس نے پلاننگ کی تھی وہ اس پر عمل کرے اور ایلیفیہ کو زبردستی اپنا بنائے، عبرو شاہ کے ساتھ مل کر سید ابان بخاری کی زندگی تباہ کر دے۔ مگر جب وہ ایلیفیہ کا سوچتا تھا تو اس کا دل اُسے مجبور کرتا تھا کہ وہ ایسا کچھ نہ کرے کل ہی تو اچانک غیر متوقع طور پر ایلیفیہ سے ملاقات ہو گئی تھی اس کی حالت دیکھ کر اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کی خوبصورتی ماند پڑی ہوئی تھی۔ خوبصورت آنکھوں میں زندگی مر گئی تھی۔ آنکھوں کے نیچے حلقے یوں پڑے ہوئے تھے جیسے زندگی کی لاش رکھی ہو۔ سوکھے لبوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں جیسے آخری ہچکی کب کی فضاء میں آزاد ہو گئی ہو۔

"یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے آپ نے ایلیفیہ۔!" وہ کہے بغیر رہ نہیں پایا تھا اور وہ جو اس کو دیکھ کر لمحہ بھر کو رُکی تھی اور آگے بڑھنے کو تھی، تھم کر اس کو دیکھنے لگی تھی۔

"آپ کی محبت ٹھکرانے کی سزا جھیل رہی ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی۔

"میں خود کسی اور کی محبت میں مبتلا تھی اس لیے آپ کی محبت کو اہمیت ہی نہ دی۔ اور آج خود میرے ہاتھ خالی ہیں۔ وہ جسے میں نے پانا چاہا وہ میرے نصیب میں ہی نہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بولتی چلی گئی تھی دو آنسو پلکوں کی باڑ پھلانگ کر، زرد رخساروں پر لڑھک آئے تھے۔

"مجھ سے شادی کر لو ایلیفیہ!" وہ اُس کے دُکھ پر تڑپ اُٹھا تھا اور آج سے پہلے تک اُس نے شادی کی آفر اپنے لیے کی تھی، اپنی خوشی۔، اپنی محبت کے لیے، مگر آج یہ آفر ایلیفیہ کے لیے تھی، اس کی خوشی کی تلاش کے لیے تھی، اس نے آنسو رگڑے تھے اور خود کو سنبھال کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"میں نے صرف سید ابان بخاری سے محبت کی ہے وہ میرے دل کا محرم ہے اور دل اگر کسی کو محرم مان لے تو کاغذ پر ملنے والا محرم کبھی دل تک نہیں پہنچتا، میں ایسے شادی نہیں کر سکتی کہ میں تمام عمر خود کو دھوکا دے سکتی ہوں، مگر کسی اور کو نہیں۔ آپ کو نہیں ارمش!۔" وہ سڑک پر کھڑے یوں گفت و شنید کر رہے تھے جیسے گھر کے ڈرائینگ روم میں کھڑے ہوں۔

"میں بھی تو تم سے محبت کرتا ہوں ایلیفیہ! کیا میرا حق نہیں ہے کہ محبت پا سکوں؟ وصل کے درشن کر سکوں؟ تم اپنی ناکام محبت کے لیے میری محبت کو کیوں ہجر کی سولی پر لٹکانا چاہتی ہو۔ اتنی ظالم مت بنو ایلیفیہ! مجھ سے اپنے لئے نہیں میری محبت کے لیے شادی کر لو۔" وہ اس کی بات کے جواب میں قدرے بے بسی سے بولا تھا اس کے لفظوں میں ایلیفیہ کے لیے محبت پنہاں تھی۔

"جب میں آپ کو کچھ دے ہی نہیں سکتی تو شادی کیسے کر سکتی ہوں، منافقت بھری زندگی نہیں جینا چاہتی میں، اس

لیے آپ میری راہ میں آنا چھوڑ دیں۔" وہ درشتگی سے بولی تھی۔

"تم اسے بھول کیوں نہیں جاتیں۔" وہ اس کا بازو تھام گیا تھا۔

"آپ مجھے بھول سکتے ہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی اس کی آنکھوں میں چیلنج تھا وہ اس کا بازو آزاد کر گیا تھا۔

"ابان! تمہارا نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے تو ٹھہرے رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ غم کو تم بھول کر خوشی کی راہ تک چلی آؤ، میں وعدہ کرتا ہوں، تمھیں اتنا چاہوں گا کہ تم ابان کا غم بھول جاؤ گی۔" وہ محبت سے چور لہجہ میں بولا تھا۔

"غم وہ بلا ہے جو ایک بار ردِ دل پر دستک دے تو پھر جان نہیں چھوڑتا بس زندگی سے موت میں تحلیل ہو جاتا ہے۔" وہ گویا ٹھہرے رہنے کا جواز بتا رہی تھی۔

"تمھاری محبت تمھارے نصیب سے دور جا چکی ہے۔ تم چاہو تو میری محبت کو میرا نصیب بنا سکتی ہو۔ تم اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتیں۔ مگر میرے لیے کر سکتی ہو۔ اپنی محبت کے نصیب کا ہجر نہیں مٹا سکتیں لیکن میری محبت کے نصیب میں وصل کی چھاؤں صرف ایک اقرار سے میرے جیون میں شامل کر سکتی ہو۔ میں تمھارے اقرار کے لیے اپنی آخری سانس تک انتظار کر دوں گا۔" وہ دھیمے لہجہ میں کہتا اس کو مزید کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔ ایلیفیہ کئی ساعتیں وہیں ساکت کھڑی رہی تھی قطرہ قطرہ آنسو اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے۔

انھوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا تھا جس میں وہ کافی دنوں سے تبدیلی محسوس کر رہی تھیں اس وقت بھی وہ بے حد آزردہ نظر آ رہا تھا۔

"زندگی میں ضروری نہیں ہوتا ہر انسان ہی اپنا گوہر مقصود پانے میں کامیاب ہو جائے۔" وہ جو وہاں بیٹھے بیٹھے ایلیفیہ کے پاس جا پہنچا تھا ماں کی آواز پر چونک اٹھا تھا۔

"ماما! ایلیفیہ مجھ سے اس لیے شادی نہیں کرنا چاہتی کیونکہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے۔" وہ ماں کو دیکھتے ہوئے بولنے لگا تھا۔

"ایسی بات ہے تو تمھیں اس کے راستے سے ہٹ جانا چاہیے۔" وہ دھیمے سے بولی تھی۔

"ماما! میں ایسا تو جب کرتا جب ایلیفیہ اپنی محبت کو پاسکنے کی پوزیشن میں ہوتی۔ وہ جسے چاہتی ہے وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے اور اپنی پسند کی لڑکی سے بہت جلد شادی کرنے والا ہے۔ ایسے میں، میں ایلیفیہ کے راستے سے ہٹوں تو کیسے؟" وہ ماں کو تفصیل بتا کر سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگا تھا۔

"کسی کی محبت کا دیا من میں زبردستی روشن نہیں کیا جا سکتا۔ ایلیفیہ اگر محبت نہیں کرتی تو تم اُسے آزاد چھوڑ

دو۔'' وہ ناصحانہ انداز میں بولی تھیں اور وہ ایلیفیہ سے ہوئی تمام بات کہہ گیا تھا۔

''ماما! وہ اس شخص کے لیے زندگی برباد کر دینا چاہتی ہے جسے اس کی محبت کا احساس تک نہیں۔ اور میں ایلیفیہ کو برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ میں اپنی محبت سے ایلیفیہ کی راہ کا ہر کانٹا چُن لینا چاہتا ہوں۔'' وہ پُر عزم لہجہ میں بولا تھا۔

''یہ راستہ بہت کٹھن ہے ارمش!'' وہ دھیمے سے کچھ کہنے لگی تھیں کہ وہ ماں کے ہاتھ تھام گیا تھا۔

''جانتا ہوں ماما! مگر میں ایلیفیہ کے لیے ہر کٹھنائی سے گزر جانے کو تیار ہوں۔'' اس کی آنکھوں میں نیا عزم تھا وہ یک دم مسکرا دی تھیں۔

''ماما! آپ میرا ساتھ دیں گی؟۔ ایلیفیہ کے انتظار میں شریک ہوں گی؟'' وہ ماں کو آس سے دیکھ رہا تھا۔

''میرے لیے میرے بیٹے کی خوشی معنی رکھتی ہے۔ میرا ساتھ، میری دعائیں تمہارے شامل حال ہیں۔ میری دعا ہے کہ تم اپنی محبت ایلیفیہ کے دل میں جگانے میں کامیاب ہو جاؤ۔'' وہ بیٹے کے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے بولی تھیں۔

''تھینک یو سو مچ ماما!'' وہ ماں کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگا تا لبوں سے عقیدت مندانہ انداز میں چُوم گیا تھا۔ وہ جو کافی عرصہ سے بیٹے کے اندر منفی جذبوں کو ابھرتا محسوس کر رہی تھیں۔ اسے محبت کی جانب پلٹتے دیکھ کر کافی مطمئن ہو گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

گھر آنے کے بعد بھی اس کا موڈ سخت آف رہا تھا۔ اسے عبرو دشاہ پر رہ رہ کر غصہ آرہا تھا تقریب کا خیال کر کے اس نے اتنی بکواس سن لی تھی۔ ورنہ وہ اس کا دماغ درست کر دیتا۔ اس کا موڈ اس قدر آف تھا کہ اس نے موبائل ہی آف کر دیا تھا کہ عابیہ اگر کال کرے تو، کال ریسیو نہ کرنے پر کوئی بدنظمی نہ ہو، عابیہ کی نازک مزاجیاں ایسی تھیں کہ اسے محتاط رہنا پڑتا تھا۔ رات بھر غصہ سے کھولتا رہا تھا۔ صبح اٹھا تو سر بے تحاشہ درد کر رہا تھا۔ اس کا آفس جانے کا بھی بالکل دل نہ تھا۔ اسے ناشتہ کرتے ہوئے ایک دم اپنے والد صاحب کی بے طرح یاد آگئی تھی کہ ان کی زندگی میں وہ کتنا بے فکرا کھلنڈرا سا نوجوان تھا اور ان کے جانے کے بعد ذمہ داریوں کا آسمان اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ ایک دن آفس نہ جانے کے خیال پر عمل پیرا نہ ہو سکتا تھا۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' درشہوار بیٹے کے انداز سے ہی اس کی بے دلی اور اداسی بھانپ گئی تھیں۔

''ماما جان! رات سو نہیں سکا، سر درد کر رہا ہے۔'' وہ دھیمے سے کہہ گیا تھا۔

"اپنا خیال رکھا کرو ابان!" درشہوار نرمی سے بولی تھیں وہ ماں کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تمھاری شادی میں بھی زیادہ دن نہیں رہ گئے۔" وہ نرمی سے بول رہی تھیں جو ڈیٹ فائنل ہوئی تھی اس کے مطابق ابان اور عابیہ کی شادی میں محض 20 دن رہ گئے تھے۔

"جی ماما جان! رکھتا ہوں خیال۔" جوس کے گھونٹ بھرتا ہوا بولا تھا۔

"میں نے عابیہ کی ماما کو کہہ دیا ہے وہ عابیہ کو ہماری طرف سے جو وہ لینا چاہے دلا دیں، کچھ تیاری میں نے پہلے سے کی ہوئی ہے کچھ تم نے درمکنون کے ساتھ مل کر کرلی ہے۔ اگر کچھ رہ گیا ہے تو بس وہ دو، تین دن تک فائنل کرلو۔" درشہوار اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں بول رہی تھیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں ماما جان! سب ہو جائے گا۔۔ آج کارڈ فائنل ہو کر آجائیں گے۔" وہ ماں کو دھیمے سے تمام تفصیل بتا گیا تھا۔ وہ اکیلے ہی اپنی شادی کے انتظامات کر رہا تھا۔

"یہ تو بہت اچھا ہو گیا ہے۔۔ تم آج درمکنون کو ساتھ لے جا کر اس کی شاپنگ کروا دینا۔ دو دن سے میرا سر کھا رہی ہے کہ بھیا کی شادی میں یہ پہننا ہے، وہ پہننا ہے۔۔" بیٹی کا ذکر کرتے ہی لبوں پر شیریں گھل گئی تھی۔

"بہت بہتر ماما جان! اور آپ نے پرپوزل۔۔۔" وہ دھیمے سے کہنے لگا تھا کہ وہ ناگواری سے یوں دیکھنے لگی تھیں کہ وہ بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔

"ابان! میں اپنی بات دہرانا پسند نہیں کرتی۔۔ ایک بار منع کر دیا تو بار بار تم کیوں اس ذکر کو لے بیٹھتے ہو۔" وہ سخت کٹیلے لہجہ میں بولی تھیں۔

"کل منگنی کی تقریب میں مسز سہروردی بھی شریک تھیں وہ مجھ سے جواب طلب کر رہی تھیں۔۔"

"تم میرا انکار پہنچا دیتے۔۔" وہ بیٹے کے جملے کی طوالت سے ہی اندازہ لگا گئی تھیں کہ اس نے انھیں انکار نہیں کیا اس لیے سختی سے بولی تھیں۔

"ماما جان! میں آپکے اس قدر سختی سے انکار کا سبب سمجھ نہیں پا رہا۔" وہ ماں کو دیکھنے لگا تھا جن کا حسین چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"تمھیں سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" وہ بیٹے کو ٹوک گئی تھیں۔

"ماما جان! مسز سہروردی نے بہت محبت سے رشتہ ڈالا ہے۔۔ فیملی اچھی ہے۔۔ اور سب سے بڑھ کر ابرج سہروردی ہماری مکنون میں انٹرسٹڈ ہے۔۔ اتنا اچھا رشتہ قسمت سے ملتا ہے۔۔" وہ دھیمے سروں میں بول رہا تھا اور وہ ابرج سہروردی کے انٹرسٹڈ ہونے والی بات پر ہی چونک گئی تھیں۔

"وہ مکنون سے کہاں ملا؟" وہ پوچھ رہی تھیں اور وہ تفصیل بتا گیا تھا۔

"ابرج سہروردی کے ساتھ نہ صرف میرے بزنس ٹرمز ہیں۔۔ وہ محسن کا بیسٹ فرینڈ بھی ہے۔۔ آپ سے مکنون کی منگنی میں ابرج سہروردی ملا تھا۔۔ آپ کو یاد ہوگا۔" وہ بیٹے کو سن رہی تھیں۔ ابرج سہروردی اور ایلیفیہ آغا دونوں ہی ان سے ملے تھے اس وقت کئی لوگوں سے بات چیت ہو رہی تھی اس لیے انھوں نے دھیان نہیں دیا تھا۔

"ماما جان! آپ نہیں چاہتیں تو میں مسز سہروردی کو منع کر دوں گا لیکن مجھے بذات خود اس رشتے میں کوئی برائی نظر نہیں آ رہی۔۔" وہ ماں کو الجھا ہوا دیکھ کر دھیمے سے بولا تھا۔

"میں کسی وجہ سے ہی انکار کر رہی ہوں، اور میں چاہتی ہوں کہ تم اس قصّہ کو بند کر دو۔" وہ گہری سانس کھینچ کر بولی تھیں۔

"ماما جان! کیا میں وجہ جاننے کا حق بھی نہیں رکھتا۔" انھوں نے بیٹے کی طرف دیکھا تھا اس کے حسین چہرے پر ناراضگی و الجھن کی لکیریں باہم جگہ بنا رہی تھیں۔

"بعض باتوں سے لاعلمی ہی انسان کے حق میں بہتر ثابت ہوتی ہے۔" وہ دھیمے سے کہتیں وہیل چیئر گھسیٹتیں وہاں سے چلی گئی تھیں اور وہ ماں کی باتوں میں الجھا ہوا تھا کہ ذہن معصومہ سہروردی کی باتوں کی جانب چلا گیا تھا انھوں نے جو کچھ ہاسپٹل کی پارکنگ میں کہا تھا وہ ایسا نہ تھا کہ یاد رکھا جاتا مگر وہ فراموش بھی نہیں کر پایا تھا ایک تجسس سا اس کے اندر سر اٹھنے لگا تھا۔۔ معصومہ سہروردی کی باتیں۔ ماں کا انکار اُسے بہت کچھ سوچنے اور جاننے پر اکسا رہا تھا، مگر فی الحال اُس کے پاس کوئی حل نہ تھا۔ وہ آفس پہنچا تھا اور عابیہ نے آج کافی دن بعد اسے مارنگ ٹیکسٹ کیا تھا۔

"دل کے سب سے قریب انسان کو صبح بخیر!" کہ رات گلے شکوے کہہ دینے سے مطلع صاف ہو گیا تھا۔ وہ جو ایک اہم میٹنگ بھگتا کر آیا تھا۔ رات کی عبرود کیساتھ ہونے والی ناپسندیدہ گفتگو اب تک ذہن پر سوار تھی۔ وہ آج نہ چاہتے ہوئے بھی آفس آیا تھا۔ میٹنگ بھی کسی بوجھ کی طرح بگھتائی تھی ایسے میں اس نے یونہی بے دلی سے انبوکس چیک کیا تھا اور عابیہ کا خوبصورت ٹیکسٹ اس کے لب پر مسکان بکھیر گیا تھا یہ لڑکی اتنی ہی اہم تھی اس کے لیئے اس کی ہر چھوٹی چھوٹی بات بھی اسے بے حد مسرور کر دیتی تھی۔

"اے دل میں بسی لڑکی۔۔۔! دل کے قریب ہونے کا اعتراف کرنے کا قلبی شکریہ!" اس نے میٹنگ کا بتا کر "صبح بخیر زندگی" کا میسج سینڈ کیا تھا مگر دس منٹ تک جواب موصول نہ ہونے کی صورت میں زیر لب مسکراتے ہوئے بہت دل سے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ میسج سینڈ ہونے کے تیسرے منٹ عابیہ کا جوابی ٹیکسٹ آگیا تھا۔

"شکریہ کیسا یہ تو میرا منگیترانہ فرض تھا۔" زبان دکھاتے اموجی کیساتھ مختصر سا جملہ قدرے شوخی لیئے ہوئے تھا۔

وہ بے ساختہ ہنس دیا تھا۔ آگے چند ایک برجستہ جملوں کا ان کے درمیان تبادلہ ہوا تھا۔ اسے اپنا موڈ بحال ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"آپ کا رات موبائل کیوں بند تھا؟" عابیہ کا نیا سوال حاضر تھا اس نے بے ساختہ لب بھینچ لیئے تھے۔

"طبعیت اچھی نہیں تھی گھر آکر سو گیا تھا اور موبائل چارج نہیں تھا اس لیئے تمھیں کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔" اس نے کچھ سوچ کر ذرا تفصیلی جواب سینڈ کیا تھا۔ اور عابیہ آگے سے کچھ کہتی کہ وہ بعد میں بات کرنے کا کہہ کر سیل فون بے دلی سے ٹیبل پر ڈال گیا تھا۔ اسے رات کی عبرود کی بات پھر تنگ کرنے لگی تھی۔

"محسن! کو پورے شہر میں بیوی بنانے کو وہی فضول عورت ملی تھی جس کو دیکھ میرا خون کھولنے لگتا ہے۔" اس نے فائل کھولتے ہوئے سوچا تھا۔

عبرود! کوئی بکواس عابیہ سے بھی نہ کر دے کہیں۔۔۔ ایسا ہوا تو عابیہ کتنی ہرٹ ہو جائے گی۔" اس کی نظریں فائل پر تھیں اور دماغ کچھ اور ہی تانے بانے بن رہا تھا۔ اس نے قدرے جھنجھلا کر فائل بند کر دی تھی۔ پیون کو چائے لانے کا کہا تھا اور اب وہ ماں کے عجیب و غریب رویے کو سوچنے لگا تھا۔ در شہوار بار بار صاف انکار کر گئی تھیں اس لیئے آج اس نے معصومہ سہروردی تک ماں کا جواب بھی پہنچانا تھا۔ وہ یہی سب سوچ رہا تھا کہ سیکریٹری نے آکر اسے میٹنگ کا یاد دلایا تھا۔ اس نے ایک نیا پراجیکٹ شروع کیا تھا اور اسی حوالے سے ایک ٹیم تشکیل دینے کو میٹنگ تھی۔ وہ خالی کپ ٹیبل پر منتقل کر تا میٹنگ روم کی جانب بڑھ گیا تھا اور کچھ اہم فیصلہ لے کر جس وقت دوبارہ لنچ ٹائم میں جب کُچھ فُرصت ہوئی تھی تو اُس نے معصومہ سہروردی کو ماں کا انکار پہنچا کر معذرت کر لی تھی۔ معصومہ سہروردی کو ہرگز بھی حیرانی نہیں ہوئی تھی کہ اُنہیں دُر شہوار سے کُچھ ایسی ہی اُمید تھی تب ہی تو اُنہوں نے ڈائریکٹ جانے کی بجائے پہلے کال کر کے پیغام دیا تھا۔ وہ انکار کر دینے کے بعد بے حد اُداس تھا اور معصومہ سہروردی انکار سُننے کے بعد دُر شہوار سے ملنے کا فیصلہ کر گئی تھیں اور عمل میں بھی اُنہوں نے ہرگز تاخیر نہیں کی تھی، سید ابان بُخاری کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ جب آفس سے گھر پہنچے گا تو اُس کا نہ صرف معصومہ سہروردی سے سامنا ہو گا بلکہ کئی رازوں پر سے اُس کے سامنے پردہ بھی اُٹھ جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆

دُر شہوار عصر کی نماز کے ارادے سے کمرے کی طرف جانا ہی چاہتی تھیں کہ ملازمہ نے مسز سہروردی کے آنے کی اطلاع دی تھی، اُن کا دِل کیا تھا کہ وہ ملازمہ سے کہہ دے کہ وہ جا کر اُن سے کہہ دے کہ وہ اُن سے ملنا نہیں چاہتیں، مگر بامُروت خاتون تھیں گھر آئے مہمان کی توہین نہیں کر سکتی تھیں، اُنہوں نے مُلازمہ سے کہا تھا کہ وہ مہمان کو ڈرائنگ رُوم تک لے جائے اور ساتھ ہی اُنہوں نے لاؤنج میں بیٹھی انہماک سے کارٹون دیکھتی دُرِ مکنون کو مُخاطب کر کے کہا تھا کہ

وہ اپنے رُوم میں جائے اور جب تک وہ نہ کہیں وہ اپنے رُوم سے باہر نہ آئے، وہ ماں کی بات پر بے تحاشہ اُلجھ کر اُنہیں دیکھنے لگی تھی اور اُنہوں نے سختی سے بات دہرائی تھی،اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ٹیلی ویژن آف کرتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی مگر ذہن میں کئی سوال تھے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ اُسے دُر شہوار نے کہا ہو کہ وہ کمرے میں رہے۔۔!

معصومہ سہروردی کو مُلازمہ ڈرائنگ رُوم میں چھوڑ گئی تھی، تین منٹ بعد دُرِ شہوار وہیل چیئر گھسیٹ کر ڈرائنگ رُوم میں داخل ہوئی تھیں۔جو کسی زمانے میں یک جان ودو قالب تھیں قریباً گیارہ سالوں بعد آمنے سامنے تھیں۔ معصومہ سہروردی کے دِل کو اُنہیں وہیل چیئر پر دیکھ کر کُچھ ہُوا تھا،وہ دونوں جو کبھی بِلا تکان، بِلا جھجھک باتیں کیا کرتی تھیں آج برسوں بعد ایک دوسرے کے سامنے چُپ تھیں۔ معصومہ سہروردی نے ہی پہلے خُود کو کمپوز کیا تھا۔دھیمے لہجے میں سلامتی بھیج کر حال احوال دریافت کرنے لگی تھیں، دُرِ شہوار بھی خُود کو کمپوز کر چکی تھیں، دھیمے سے جواب دے گئی تھیں۔

"میں اپنے بیٹے کا تُمہاری بیٹی کے لئے پرپوزل لے کر آئی ہوں۔" خاموشی پھر طُول پکڑنے لگی تھی ان دونوں کو ہی وحشت سی ہو رہی تھی، معصومہ سہروردی نے دھیمے سے آنے کا مقصد کہہ ڈالا تھا۔

"میں انکار کر چکی ہوُں۔" دُرِ شہوار کے لہجے میں نرمی نہ تھی ایک طرح سے سنگدلی تھی۔

"تُمہارا انکار مُجھ تک پہنچ چکا ہے اِسی لئے خُود چل کر آئی ہوں۔" وہ دُرِ شوار کے سرد تاثرات والے حسین چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"میری طرف سے اب بھی انکار ہے۔" وہ کٹھور لہجہ میں بولی تھیں۔

"میرا بیٹا تُمہاری بیٹی سے مُحبت کرتا ہے شہوار۔" وہ جس قدر سنگدلی کا مُظاہرہ کر رہی تھیں معصومہ سہروردی اُتنی ہی نرمی کے مُوڈ میں لگ رہی تھیں۔

"مُحبت! آپکو مُحبت پر کب سے اعتبار ہو گیا۔" دُرِ شہوار استہزائیہ انداز میں بولی تھیں، اُسی پل سید ابان بُخاری ڈرائنگ رُوم کی دہلیز پر آ رُکا تھا۔

"گُزری باتوں کو دُہرانے سے کیا حاصل شہوار۔" معصومہ سہروردی کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"جن باتوں نے میری زندگی تباہ کر دی۔۔ آپکو وہ گُزری باتیں لگتی ہیں۔۔ اگر گُزری باتیں ہیں وہ تو میری زندگی کیوں آج بھی تباہ و برباد ہے۔۔ میں آج بھی کیوں اُنہیں بھُول نہیں پائی۔۔ میں کیوں آج بھی اُنہی گُزری باتوں میں زندہ ہوں۔۔۔ ہے کوئی جواب آپ کے پاس مسز سہروردی۔۔!۔" وہ بولی کیا تھیں، چیخی تھیں، اُن کی چیخ میں گونج نہیں درد تھا۔۔ جہاں وہ لب بھینچ گئی تھیں وہیں سید ابان بُخاری حیرت سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"تُم جانتی ہو جو گُزر ا اُس میں میری کوئی خطا نہ تھی۔ مگر سزا تو میں نے بھی جھیلی ہے۔۔ اِس لئے میں تُم سے ہاتھ جوڑ کر مِنت کرتی ہوں کہ جو گُزر ا اُسے مت دُہراؤ شہوار۔۔" وہ باقاعدہ دُرِ شہوار کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی تھیں۔

"میں کُچھ دُہرانا نہیں چاہتیں۔ آپ چلی جایئے۔" اُنہوں نے آنکھ اُٹھا کر بھی معصومہ سہروردی کے جُڑے ہاتھوں کو دیکھنے کی زحمت تک نہ کی تھی۔

"میں جانے کے لئے نہیں آئی شہوار۔۔! میں اپنے بیٹے کے لئے تُمہاری بیٹی کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔۔ بہت مُحبت و خلوص کے ساتھ۔ جن کے سبب دوریاں آئیں وہ نہیں رہے۔ فاصلوں کو گھٹ جانے دو۔ میرا بیٹا مُحبت کرتا ہے مکنون سے، اور آج میں فریادی بن کر تُمہارے گھر کی دہلیز پر چڑھی ہوں، خُدارا مُجھے خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ۔" معصومہ سہروردی گلوگیر لہجہ میں کہتی چلی گئی تھیں۔ سید ابان بُخاری کے اندر تجسُس کی لہریں دوڑنے لگی تھیں۔

"فاصلے اب کبھی گھٹ نہیں سکتے۔" دُرِ شہوار گہری سنجیدگی سے بولی تھیں۔

"تُمہارا ایک اقرار فاصلے گھٹا سکتا ہے شہوار! یہ نہ کہو کہ اب فاصلے کبھی نہیں گھٹ سکتے۔۔" وہ ترنت بولی تھیں۔

"آپ کو فاصلے گھٹانے کا خیال بہت جلد نہیں آگیا؟" وہ آنکھوں میں طنز لئے معصومہ سہروردی کو دیکھنے لگی تھیں۔

وہ حیران ساماں کو دیکھ رہا تھا اُس نے ماں کا صرف مُحبت کرنے والا، نہایت نرم مزاج دیکھا تھا یہ انداز تو بالکل نئے تھے۔۔

"آپ فاصلے گھٹانا چاہتیں تو کئی برس قبل میری گھر کی دہلیز کو عبور کرتیں۔ آج آپ یہاں دوریاں مِٹانے کی عرضی لے کر نہیں آئیں مسز سہروردی! آج بھی آپکی خوُدغرضی آپ کو یہاں لے کر آئی ہے۔۔" دُرِ شہوار کی آنکھوں سے گرم سیال مادہ بہنے لگا تھا۔

"آپ نے ہمیشہ اپنے بارے میں سوچا اور آج بھی آپ اپنے بارے میں سوچ رہی ہیں۔۔ آپ کو کبھی بھی مُحبت پر اعتبار نہیں رہا۔۔ آج آپ کا بیٹا مُحبت کا شکار ہوا تو آپ فریادی بن کر آگئیں۔۔ آپ فاصلے مِٹانا نہیں چاہتیں، آپ صرف اپنا مطلب نکالنا چاہتی ہیں۔" دُرِ شہوار کا لہجہ ہموار تھا اور وہ لب بھینچے کھڑی تھیں کہ دُرِ شہوار کُچھ زیادہ غلط بھی تو نہیں کہہ رہی تھیں۔

"مُجھے کل بھی مُحبت جیسے آفاقی جذبے پر اعتبار تھا۔ میں آج بھی اس جذبے کی قدر کرتی ہوں۔ آپ کا بیٹا اگر میری بیٹی سے مُحبت کرتا ہے تو میں اس رشتہ سے صرف پُرانی تلخیوں کی وجہ سے انکار نہیں کروں گی۔" اُن دونوں کو ہی دُرِ شہوار سے ایسی بات کی اُمید نہ تھی۔ وہ بیک وقت اُن کو دیکھنے لگے تھے جن کی سُرخ و سپید رنگت آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔

"میں نے ماضی میں بھی رشتے بچانے چاہے۔۔ اپنی انا کو گزند پہنچا کر۔۔ اور آپ نے آسائشات کے لئے رشتے چھوڑ

دیئے۔۔ مادی چیزوں کے لئے مُحبت کی توہین کی۔۔ مگر میں آج بھی ایسا نہیں کر سکتی۔ میری طرف سے اقرار ہے مسز سہروردی۔ جب دِل چاہے بیٹے کی بارات لے کر آجانا۔۔" معصومہ سہروردی حیران تھیں کہ اُنہیں یقین نہیں آیا تھا کہ وہ اِتنی آسانی سے مان گئی ہیں۔ جبکہ وہ اقرار سونپ کر اپنی وہیل چیئر گھسیٹ کر آگے بڑھی تھیں کہ ڈرائنگ رُوم کی دہلیز پر جمے بیٹے کو دیکھ کر وہ، تھم سی گئی تھیں، دونوں کی نگاہیں ٹکرائی تھیں اُنہیں بیٹے کی آنکھوں میں کئی سوال نظر آئے تھے مگر وہ نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھیں۔ وہ ڈرائنگ رُوم کے اندر چلا آیا تھا اُسے دیکھ کر معصومہ سہروردی نے سرعت سے آنسو صاف کئے تھے۔

"آپ نے کبھی بتایا ہی نہیں کہ آپ میری ماما جان! کو جانتی ہیں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا تھا۔

"جِن رشتوں کو ہم اپنی خُودغرضی میں چھوڑ دیتے ہیں، پچھتاوے اُن کا ذکر لبوں تک آنے نہیں دیتے۔" وہ گہری یاسیت سے بولی تھیں۔

"میں جاننا چاہتا ہوں۔" وہ دھیمے سے بولا تھا۔

"میں کُچھ بتانے سے قاصر ہوں ابان!۔ تُمہیں جو پُوچھنا ہے دُرِ شہوار سے پُوچھنا۔" وہ باہر کی طرف بڑھی تھیں۔

"میں ماما جان سے بھی پُوچھ لوُں گا مگر میں آپ کے مُنہ سے بھی سُننا چاہتا ہوں۔"اُسکی آواز نے معصومہ سہروردی کے قدم جکڑ لیئے تھے۔

"میں تُمہیں کُچھ نہیں بتا سکتی۔۔ کہ مُجھے پُورا یقین ہے کہ شہوار تُمہیں ایک لفظ نہیں بتائے گی۔ اور یہ میرا تُم سے وعدہ ہے کہ اگر شہوار نے تمہیں بتایا تو میں بھی بتا دُوں گی۔" وہ اُسکی طرف رُخ موڑتے ہوئے بولی تھیں۔

"جب ماما جان بتا دیں گی تو پھر مُجھے نہیں لگتا کہ آپ سے پُوچھنے کی ضرُورت رہے گی۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"شہوار نہیں بتائے گی ابان! اور اگر بتا بھی دے تو وہ اپنی اچھائی اور میری خُودغرضی کی داستان حرف بہ حرف سُنا نہ سکے گی، اس لیئے شہوار کے منہ سے تلخ حقیقتوں سے آشنا ہونے کے بعد بھی مُجھ سے پُوچھنے کی ضرُورت باقی رہے گی۔"

وہ استہزائیہ انداز میں کہتیں باہر کی طرف بڑھ گئی تھیں اور وہ بے تحاشہ اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ اُسے کُچھ سمجھ نہیں آرہا تھا اور معصومہ سہروردی اسٹیئرنگ پر سر ٹکائے بِلک اُٹھی تھیں۔ رو تو دُرِ شہوار بھی رہی تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں جانے کی بجائے اسٹڈی رُوم میں آگئی تھیں۔ یہ اسٹڈی اُن کے مرحوم شوہر کے استعمال میں تھی ان کے دونوں بچوں کو یہاں آنے کی اجازت نہ تھی۔ بچوں کے "کیوں؟" کے جواب میں وہ شوہر کی اس اسٹڈی سے دِلی وابستگی کو وجہ بناتیں، اپنی یادوں میں کسی کو مخل نہ ہونے کی ریکویسٹ کر گئی تھیں، اِن کے دونوں بچے بخوشی ماں کی بات مان گئے تھے اور ہدایات پر عمل پیرا

بھی تھے۔وہ جب بہت زیادہ اُداس ہوتی تھیں۔جب زیادہ شدت سے گُزرے ماہ وسال یاد آتے تھے، مرحوم شوہر کی یاد ستاتی تھی تو وہ یہاں چلی آتی تھیں۔آج وہ کئی دِن بعد یہاں آئی تھیں۔اُنہوں نے بھیگی آنکھوں سے اُس کُرسی کو دیکھا تھا جہاں کُچھ سالوں پہلے ایک زندگی دکھ گُزارا کرتی تھی۔ان کا چشمہ رائٹنگ ٹیبل پر یونہی رکھا تھا۔۔سیاہ جلد والی ڈائری پاس ہی پڑی تھی وہ وہیل چیئر گھسیٹتیں کُرسی تک آئی تھیں۔کُرسی کے دستے پر ہاتھ پھیرا تھا، ٹیبل کی شفاف سطح پر اُنگلیاں رینگنے لگی تھیں۔۔اُنہوں نے چشمہ کو ہاتھ میں لے کر آنکھوں سے لگا کر بوسہ دیا تھا۔اور ڈائری اُٹھالی تھی۔

"سُبحان! آج معصومہ آئی تھی۔ جِس عورت کے لئے آپ نے خُود کو مٹا دیا۔ جِس کے ہجر کو مناتے آپ مِٹ گئے۔۔اور آپ کی اگن میں جلتی میں، میں مٹ گئی۔سُبحان! آج وہ عورت بے بسی کا اعلیٰ شاہکار بن کر آئی تھی۔اُسے مُحبت پر یقین آگیا ہے سُبحان۔اور اُس کا یقین مجھے بے کل کر گیا ہے۔" وہ ڈائری سینے سے لگائے کُرسی کو دیکھتے ہوئے بولی تھیں آنسو قطرہ قطرہ آنکھوں سے گر رہے تھے۔

"اُس کا بیٹا ہماری مکنون سے مُحبت کرتا ہے اور وہ فریادی بن کر آئی تھی۔ جس عورت کو آپ نے کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹایا تھا اُس کو میں بھی انکار نہیں کر سکی۔مگر میں خوُش نہیں ہوں سُبحان مُجھے ابرج سہروردی سے کوئی اچھی اُمید نہیں ہے، مگر پھر بھی میں نے ہاں کر دی ہے سُبحان۔ مگر ایک ادھورا پن مجھے اپنی گرفت میں لے رہا ہے۔۔" آنسو گر رہے تھے اور وہ کرسی کے دستہ پر سر رکھ گئی تھیں۔

اگر سپنے نہیں ہوتے
تو آنسو بھی نہیں ہوتے

میرے زخموں کی صورت میں
میرے اپنے نہیں ہوتے

ابھی کُچھ پھول کھلنے دے
ابھی کُچھ دِن گُزرنے دے

ذرا اے زندگی رُک جا
رُکی نبضوں کو چلنے دے

ادھورے تھے ادھورے ہیں
میرے سپنے، میرے اپنے

☆☆☆☆☆☆

"تمھیں کیا مسئلہ ہے۔۔۔ ابان! جس سے چاہے شادی کرے۔" ثمرین روز روز کی چخ چخ سے بری طرح اکتا چکی تھی۔

"مجھے مسئلہ ہے کیونکہ ابان نے مجھے ایسی لڑکی کے لیئے ٹھکرا دیا جو میری نوکرانی بننے کے بھی قابل نہیں۔" عبرود نے جب سے عابیہ کو دیکھا تھا وہ دہرے انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔

"دل آئے مینڈکی پر تو پری کیا چیز ہے۔" ثمرین نے آنکھ مار کر قدرے شرارتی انداز میں کہا تھا گویا ماحول کی

کثافت کو دور کرنا چاہا تھا۔

ابان کی پسند اتنی تھرڈ کلاس ہو گی مجھے اندازہ ہی نہیں تھا۔" عبرود کا حسین چہرہ اہانت کے احساس سے سلگ رہا تھا
۔

"محبت کے آگے یہ ساری چیزیں ثانوی ہوتی ہیں عود! تم اس کو اپنی ضد و انا کا مسئلہ نہ بناؤ اس طرح تم خود کو مزید زلیل کر رہی ہو۔" ثمرین نے دوست کو سمجھانا چاہا تھا۔

"میرے مقابلہ پر ابان میری ہی ٹکر کی کوئی لاتا تو میری بلکتی انا کو قرار آہی جاتا مگر اب تو میں جن انگاروں پر لوٹ رہی ہوں تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" وہ اپنے موبائل کی فون بک کھولے ایک نمبر سرچ کرتے ہوئے اشتعال انگیز لہجے میں بول رہی تھی۔

"لوگوں کو حسن اور دولت کے ترازو میں پرکھنا چھوڑ دو اور لاحاصل شے کے حصول کے لیئے تڑپنا بے فضول ہے سراب کے پیچھے مت بھاگو۔ خسارہ و ذلت مقدر بن جائے گی۔" ثمرین نے اسے سمجھانے کی لاحاصل کوشش کی تھی۔

"خسارہ و ذلت کس کا مقدر ہو گی۔ تم یہ بس دیکھتی جاؤ۔" وہ حسین چہرہ پر خبیث مسکراہٹ لیئے سیل فون کی جانب متوجہ تھی۔

"یہ منحوس انسان میری کال ریسیو نہیں کر رہا یا تو پہلے بڑی بے قراری ظاہر کر رہا تھا۔" اس کی خود کلامی پر ثمرین چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کس کی بات کر رہی ہو۔۔۔؟" وہ عبرود کو دیکھتی حیران تھی اسے لگا تھا شاید وہ اتنی دیر سے محسن کو کال ملانے کی کوشش میں تھی۔

"ارمش چوہدری اور کون۔۔!" وہ آخری کوشش کے طور پر نمبر ریڈائل کر چکی تھی۔

"تم اس لڑکے سے اب تک رابطے میں ہو۔۔۔؟" ثمرین کو الجھن ہوئی تھی وہ حیرت سے بولی تھی۔

"ہاں! وہ دعوے تو بہت کر رہا تھا ابان کو سائیڈ پر لگانے۔۔۔ میرا ساتھ دینے کے مگر گزشتہ کچھ دنوں سے میری کال تک ریسیو نہیں کر رہا۔" آخری کوشش بھی ناکام ہوئی تھی اس نے سیل فون غصہ میں بیڈ پر اچھال دیا تھا۔

"تم نے ارمش سے بات کی تھی۔۔۔ مجھے بتایا بھی نہیں۔۔۔" ثمرین حیران تھی۔

بس تم سے ذکر کرنا یاد ہی نہیں رہا۔۔" عبرود کا لہجہ عام تھا۔ وہ آگے سے تفصیل پوچھ گئی تھی۔

"تمہاری اس سے کیا بات ہوئی تھی۔۔۔؟" عبرود نے اسے محض ایک نظر دیکھا تھا اور تفصیل بتاتی چلی گئی تھی۔

"میں اسی لیئے کسی اور پر نہیں خود اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کر کے انھیں بروئے کار لانا چاہتی تھی۔ تمھاری باتوں

میں آکر ایک اجنبی پر بھروسہ کر گئی اور مجھے لگتا ہے وہ مجھے ڈبل کراس کرنا چاہتا ہے ایسا ہوا تو وہ برا حال کروں گی کہ اس کی سات نسلیں یاد رکھیں گی۔" عبرود کا غصہ پل پل بڑھ رہا تھا۔ اسی لمحہ عبرود کا سیل گنگنا اٹھا تھا۔ خلاف توقع ارمش چوہدری کی کال تھی وہ کال اٹینڈ کرتے ساتھ ہی غصہ سے بے قابو ہوتی شروع ہو گئی تھی۔

"میری والدہ کے ایک کزن کی وفات ہو گئی تھی میں شہر سے باہر تھا آج ہی واپسی ہوئی ہے۔" وہ اپنے باتھ روم میں ہونے کا بتا کر دھیمے سے تفصیل بولنے لگا تھا۔

"یہ بات تم ایک ٹیکسٹ کر کے بتا سکتے تھے۔" اس کا اپنا ہی انداز تھا ارمش نے لب بھینچ لیئے تھے۔

"میں تمھارا سرونٹ نہیں ہوں اگر میرے ساتھ کام کرنا ہے تو مجھ پر اپنے اصول لاگو نہ کرو۔" ارمش کی سوچ بدل گئی تھی اس لیئے وہ عبرود کی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا اور جو کچھ سوچ کر اسے فرضی کہانی سنائی تھی۔ وہ تو پہلے ہی سارا سلسلہ ختم کرنا چاہتا تھا عبرود کی بات ناگوار گزری تو فوراً ناگواری ظاہر کی تھی کہ کچھ تو بہانہ کر کے اس سے جان چھڑانی تھی۔ عبرود کو اس کا لہجہ و انداز برا تو لگا مگر وہ سنبھل گئی تھی۔

"آگے کیا سوچا ہے تم نے۔۔؟ کب کچھ کرنا ہے ابان کی شادی میں بمشکل اٹھارہ دن رہ گئے ہیں۔" وہ بڑے کمال سے بات بدل گئی تھی۔

اس نے آگے سے جو حل پیش کیا تھا وہ سن کر وہ چیخ پڑی تھی۔

"دماغ درست ہے تمھارا ہوش میں تو ہو کیا بکواس کر رہے ہو۔۔؟" ثمرین اسے دیکھنے لگی تھی جس کی سفید رنگت غصہ سے تمتما رہی تھی۔

"اتنا برا مت مانو عبرود! میں نے صرف ایک حل رکھا ہے تمھارے سامنے اب ماننا نہ ماننا تمھارے اختیار میں ہے۔" ارمش کو اس سے اسی طرح کے ردعمل کی توقع تھی اس لیئے وہ بہت نارملی بولا تھا۔

"تمھارا مشورہ انتہائی فضول ہے اور مجھے لگتا ہے کہ میں تم پر بھروسہ کر کے غلطی کر رہی ہوں۔" اس کا غصہ تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔

"تم اس وقت غصہ میں ہو اس لیئے بعد میں ٹھنڈے مزاج کے ساتھ میری بات پر غور کرنا یقیناً تمھیں میرا مشورہ موزوں لگے گا۔" ارمش نے گہری سنجیدگی سے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ ثمرین دوست کو دیکھ رہی تھی جو پورے کمرے میں چکراتی منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

"عود! کیا ہو گیا جلے پیر کی بلی کی مانند کیوں چکراتی پھر رہی ہو۔۔۔ بتاؤ مجھے ارمش نے ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے۔"

ثمرین کی آواز پر اس کے حرکت کرتے پاؤں یکلخت ایک جگہ پر رک گئے تھے۔

وہ ایڈیٹ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں ابان کی شادی ہو جانے دوں۔" اس کے لہجے سے اشتعال کی لپٹیں سی نکل رہی تھیں۔

"کہہ تو ٹھیک ہی رہا تھا۔۔۔

"او پلیز ثمر! تم نے اگر بکواس کی مجھے کوئی فضول مشورہ دیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بولنے سے روکتی بیڈ پر پڑا اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتی ثمرین کے روکنے کی پرواہ کیے بنا ہی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

اوہوں! یہ اونٹ نہ جانے کس کروٹ بیٹھے گا۔" اس نے عبرود کے ناراض ہو کر جانے پر ایک گہری سانس کھینچ کر خود کلامی کی تھی۔ ثمرین اپنی دوست کو لے کر مضطرب تھی اسے سمجھانے کی بھی اپنی سی کوشش کر رہی تھی مگر اگلا سمجھنا ہی نہ چاہے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ ثمرین بھی خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"شادی میں کچھ دن ہی رہ گئے ہیں اور اس لڑکی کی سستیاں ختم نہیں ہوتیں۔ماں کو سسرال میں لعنتیں پڑوائے گی یہ لڑکی۔۔۔ زبیدہ نعمانی شدید غصہ میں بڑبڑا رہی تھیں۔

"ماما! اب کیا کر دیا آپی نے۔۔۔؟" احسن کچھ دیر قبل ہی کوچنگ سینٹر سے آیا تھا اور حسب عادت بیگ رکھ کر چائے کے لیئے کچن میں ماں کے پاس آیا تھا اور ان کو غصہ میں دیکھ کر پوچھے بنا نہیں رہا تھا۔

"مہارانی صاحبہ سے کہا تھا کہ رات کے کھانے کی تیاری ذرا جلدی کر لیں۔۔۔ پھر محسن آئے گا تو شاپنگ پر جانا ہے ۔۔۔ انھوں نے کہاں سنی ماں کی بات کچن میں آتی ہے ان کی جوتی۔۔۔ مزے سے موبائل چلاتیں پڑ کر سو گئیں۔" زبیدہ نعمانی نے کباب فرائی کرتے ہوئے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔احسن ماں کے انداز پر ہنس دیا تھا۔

"ماما! پاپا کل کہہ رہے تھے کہ آپی اب اس گھر میں چند دن کی مہمان ہیں اب مہمانوں پر غصہ کرنا یا ان سے کام کروانا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے ناں۔۔۔!" احسن کی نظر کچھ دور کھڑی بہن پر پڑی تھی۔عابیہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں چھوٹے بھائی سے مدد طلب کی تھی اور وہ تو ہمیشہ سے عابیہ کا لاڈلا تھا فوراً ہی اس کی مدد کو جذباتی تقریر کرنے لگا تھا۔

"ہاں! تو میں نے تمھاری لاڈلی ملکۂ عالیہ بہن کی شان میں کون سی گستاخی کر دی کون سے دن بھر اس سے کام کرواتی ہوں وہ تو ملازمہ گاؤں گئی ہوئی ہے تو ان مہارانی صاحبہ سے کچھ کام کہہ بھی دیتی ہوں۔" ان کی نظر بھی بیٹی پر پڑ گئی تھی۔ وہ جو بھائی کو وکٹری کا نشان دکھا رہی تھی وہ بھی ان سے چھپا نہیں رہا تھا جبکہ وہ ہاتھ نیچے کرتی دل ہی دل میں " آلتو جلالتو آئی بلا کو ٹالتو۔۔" کا ورد کرتی مسمی سی صورت بنا کر ماں کے قریب آئی تھی۔

"ماما' سوری۔۔" اس کے لہجے میں خجالت و بے بسی تھی ایسا لہجہ جو دوسرے کے دل کو فوراً جذباتی کر دے مگر وہ اس

وقت اس کی مسی صورت اور منمناتے لہجے سے ہر گز بھی متاثر نہ ہوئی تھیں۔

"بس رہنے دو مجھے تو لگتا ہے سسرال جا کر ماں کو جوتے کھلواؤ گی۔۔۔ تمھاری ساس مسز شہوار لعنت بھیجیں گی مجھ پر کہ کیسی ماں ہوں بیٹی کو کچھ سکھا کر بھی نہیں بھیجا محترمہ کو بس باتیں بنانا اور سونا اچھا آتا ہے۔ باقی ہر کام سے جان جاتی ہے۔" وہ کباب پلیٹوں میں نکالنے کے بعد اب چائے مگوں میں انڈیل رہی تھیں۔ اور اب اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"ماما! ایک کام تو آپ بھول ہی گئیں۔۔۔۔ آپی کو رونا بھی اچھا آتا ہے۔۔" احسن اس کو روتے دیکھ شرارت سے بولا تھا۔

"ارے یہ تو میں ماں ہوں نا جو اس کی جذباتی بلیک میلنگ میں آجاتی ہوں ساس تو دو جوتے لگائے گی اس کی ان اداؤں پر۔۔۔" بیٹی کو روتے دیکھ دل کو کچھ ہوا تھا مگر ظاہر کیے بنا مصروف سے انداز میں جھنجلائے ہوئے انداز میں تبصرہ کر گئی تھیں۔ احسن کے مزید دانت نکلنے لگے تھے۔

"ماما! آپ احسن کو دیکھیں ناں! میں رو رہی ہوں اور یہ ہنس رہا ہے۔۔" وہ منہ بنا کر بھائی کو گھورتی ماں کی مدد طلب کر گئی تھی۔

" "سن رہا ہے ناں تو

"رو رہی ہوں میں۔۔!"

وہ بہن کو زبان چڑاتا شوخی سے گنگنایا تھا۔ بیٹے کے انداز پر زبیدہ نعمانی بھی مسکرانے لگی تھیں۔

"احسن کے بچے اب میں تمھیں مار بیٹھوں گی اچھا۔۔۔ شرافت سے انسان بن جاؤ۔" اس نے چھوٹے بھائی کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کباب کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ عابیہ نعمانی نے اس کے ہاتھ کی پشت پر ہلکی سی چپت لگائی تھی۔ وہ ماں کو دیکھنے لگی تھی انھوں نے اسے فوراً آنکھیں دکھائی تھیں۔ وہ جو ماں کو مسکراتے دیکھ سمجھی تھی کہ ماں کا موڈ بحال ہو گیا ہے تو وہ غلطی پر تھی۔ اس نے فوراً کان پکڑے تھے اور احسن نے کباب کی پلیٹ اچک لی تھی۔

"واہ، ماما! کیا ذائقہ دار کباب بنائے ہیں دل کرتا ہے عقیدت سے آپ کے ہاتھ چوم لوں۔" وہ بہن کو چڑانے کو مزے لے لے کر کھاتا ساتھ ہی کمنٹری بھی کر رہا تھا۔ عابیہ جو ماں کو منانے کے آخری حربے کو استعمال کرتی ماں کے کاندھے پر بازو حمائل کر گئی تھی۔ اور وہ اپنے اعصاب ڈھیلے پڑتے محسوس کرتیں مسکرا دی تھیں۔ عابیہ یکدم چھوٹے بھائی کی بات پر بے ساختہ بے تحاشہ ہنستی چلی گئی تھی۔ زبیدہ نعمانی نے بیٹی کے روشن چہرے کو دیکھ دل ہی دل میں "ماشاءاللہ!" کہا تھا۔

"چچ چچ۔۔! تمھارا ارمان پورا نہیں ہو سکتا کہ نوراں گاؤں گئی ہوئی ہے۔۔" اس نے ہنسی کے درمیان کہا تھا۔

احسن اس کی بات بلکل نہیں سمجھا تھا۔ عابیہ نے حیران کھڑے بھائی کے ہاتھ سے بڑی سہولت سے پلیٹ اچک لی تھی اور آنکھیں گھماتے ہوئے شرارت سے بولنے لگی تھی۔

"کباب مامانے نہیں نوراں نے بنائے تھے وہ آجائے تو تم اپنی عقیدت ۔۔" زبیدہ نعمانی نے آگے بڑھ کر بیٹی کے سر پر چپت لگائی تھی اور وہ بات ادھوری چھوڑ کر زبان دانتوں تلے دبا گئی تھی۔

"پتہ نہیں کب بڑی ہوگی یہ لڑکی کچھ بھی بول دیتی ہے۔" انھوں نے بیٹی کو تاسف سے دیکھا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو شرمندہ ہوئی تھی مگر جیسے ہی نظر احسن کے ہوائیاں اڑاتے چہرے پر پڑی تھی اور وہ شرمندگی کا رادہ موقوف کرتی ہنستے ہوئے احسن کے سامنے آن رکی تھی اور اسے دکھا دکھا کر کباب کھاتے ہوئے کمنٹری کرنے لگی تھی۔

"واہ نوراں واہ کیا کباب بنا کر گئی ہو تم کاش! آج یہاں ہوتیں تو میں تمھارے ہاتھ چوم لیتی ۔۔" اس کی آنکھوں میں شرارت کی لہریں دوڑ رہی تھیں احسن جو پہلے کچھ سمجھا تھا کچھ نہیں اب اس کے سامنے بات واضح ہوگئی تھی اس نے ایک نظر بڑی بہن پر ڈالی تھی جو اسے بڑی محظوظ ہوتیں نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ ہی فاصلے پر زبیدہ نعمانی افسوس کی سی حالت میں ماتھے پر داہنا ہاتھ رکھے کھڑیں بیٹی کو گھور رہی تھیں۔ احسن کی شرمندگی یکلخت بہت بڑھ گئی تھی۔ وہ ماں کے تیوروں سے انجان بھائی کی خجالت کو انجوائے کرتی کباب کھا رہی تھی۔

"میں آئندہ آپ کی سائیڈ کبھی نہیں لوں گا۔" احسن نے ناراضگی سے کہا تھا۔

"تم میری سائیڈ نہ لینا۔۔۔ میں تمھاری سائیڈ لے لوں گی۔" وہاں بے نیازی عروج پر تھی۔ احسن کو بہن کے جذباتی ڈائیلاگ نے ہرگز بھی متاثر نہ کیا تھا۔ عابیہ نے منہ کو لے جاتے ہوئے کباب کے ٹکڑے کو ایک نظر دیکھا اور پھر بھائی کے ناراض چہرے کو اس نے قربانی کے جذبے سے مغلوب ہوکر کباب اپنے منہ کی جگہ بھائی کے منہ کی طرف بڑھا دیا تھا۔ احسن بے حد متاثر ہوکر مسکرایا تھا اور کباب کھانے کو منہ کھول گیا تھا۔ اس نے احسن کے کھلے منہ کو نظرانداز کرکے کباب کا ٹکڑا اپنے منہ میں رکھ لیا تھا۔

"منہ بند کرلو ڈیئر! ورنہ بے چاری مکھی نے شہید ہوجانا ہے۔" وہ کہتے ساتھ ہی بھاگی تھی اور احسن اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"آپی! آپ سچ میں دنیا کی سب سے فضول بہن ہو۔" وہ بہن کے پیچھے لپکتے ہوئے بول رہا تھا۔ وہ اسے اپنے پیچھے دوڑاتی بے فکری سے ہنس رہی تھی۔ زبیدہ نعمانی بیٹی کو بچوں کی طرح شرارت کرتے دیکھ مسکراتیں اس کے بخت بلند ہونے کی دعا کرنے لگی تھیں۔ ان کی بیٹی اس گھر میں چند دن کی مہمان تھی اور پھر پرایا ہوجانا تھا اس احساس نے ہی ان کی پلکیں بھگو دی تھیں۔

انھیں بیٹی کی پیدائش کا دن آنکھوں میں زندہ ہوتا محسوس ہوا تھا۔ محسن ان کی پہلی اولاد جسے پاکر وہ بہت خوش تھیں خود کو بے حد مطمئن پا رہی تھیں مگر عابیہ کی پیدائش پر خوشی کے ذرا پرے دکھ مسکراتا تھا اور اب وہ وقت قریب آتا جارہا تھا جس کی آہٹ انھوں نے بیٹی کی پیدائش پر ہی محسوس کرلی تھی۔ ان کے آنسو رخسار بھگو رہے تھے جس کا انھیں احساس ہی نہیں تھا۔ حیدر نعمانی اور محسن آفس سے گھر آگئے تھے اور ان دونوں بھائی بہن کو بچوں کی طرح الجھتے دیکھ مسکراتے ہوئے اندر آئے تھے۔ وہ باپ کے کاندھے سے لگی تھی۔

احسن منہ بنا کر بھائی کے ساتھ چل رہا تھا۔

"پاپا! تو مجھے کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں ان کی تو بس آپی ہی لاڈلی ہیں۔" محسن چھوٹے بھائی کے بے لاگ تبصرے پر ہنس کر اس کے بال بگاڑ گیا تھا۔

"اس بلّی کے آگے تو پاپا مجھے کچھ نہیں سمجھتے تو پھر تم کیا چیز ہو۔" محسن کے انداز میں بہن کے لیئے محبت تھی۔ احسن کا منہ مزید اتر گیا تھا۔

"پاپا کے نہ سہی آپ ماما کے تو لاڈلے ہیں ایک میں ہوں جس کے نصیب میں لاڈلا ہونا جیسے لکھا ہی نہیں۔" وہ روہانسا ہو رہا تھا۔ عابیہ کی بات ہوتی تھی تو حیدر صاحب بیٹی کی سائیڈ لیتے تھے۔ محسن کی بات ہوتی تھی تو زبیدہ نعمانی کی اسے مکمل سپورٹ حاصل ہوتی تھی۔ رہا احسن تو وہ گھر بھر کا لاڈلا تھا مگر وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہ ہوتا تھا۔

"تم اپنے بھیّا کے لاڈلے ہو۔" محسن نے محبت سے کہہ کر چھوٹے بھائی کو خود سے نزدیک کیا تھا۔

"اور میرے بھی۔۔" وہ باپ کے حصار سے نکل کر بھائیوں کے سامنے آن رکی تھی۔

"آپ تو مجھ سے بات ہی نہ کریں میں آپ سے سخت والا ناراض ہوں۔" وہ بہن کو ناراضی سے دیکھ رہا تھا۔

"سوچ لو ناراض رہوگے تو میں اپنی شادی میں نہیں بلاؤں گی۔" زبیدہ نعمانی آنسو صاف کرتیں ان لوگوں کی طرف آئی تھیں اور بیٹی کی بات پر پھر سر پکڑ کر رہ گئی تھیں۔ جبکہ وہ دونوں باپ بیٹا بے ساختہ مسکرانے پر مجبور ہوگئے تھے۔

"میں شادی میں تو پھر بھی آؤں گا۔۔۔ ایک واحد وہی دن تو ہوگا جب آپ چپ ہوں گی۔۔۔ سچ آپ کو چپ دیکھنے کا اتنا ارمان ہے۔" احسن کہاں کم تھا ان دونوں کی نوک جھونک یونہی چلتی رہتی تھی۔ احسن کی بات پر قہقہے پڑے تھے اور اس کا منہ بن گیا تھا۔

"پاپا! آپ دیکھ رہے ہیں احسن کو یہ کیسے بول رہا ہے اب اتنا بھی نہیں بولتی میں۔۔۔" وہ ہمیشہ کی طرح ٹھنکتی باپ کی مدد کو لپکی تھی۔

"میرا بیٹا بلکل ٹھیک کہہ رہا ہے تم ضرورت سے زیادہ بولتی ہو۔۔۔" زبیدہ نعمانی بیٹے کی حمایت میں بولی تھیں اور وہ روہانسی ہوگئی تھی۔

"اب شادی ہونے والی ہے کم بولا کرو۔۔۔ پتہ نہیں ساس اور میاں کا کیسا مزاج ہو تم تو بس ایک بار شروع ہو جاؤ تو چپ کروانا مشکل۔۔۔" وہ بیٹی کی لاپرواہ ولاابالی فطرت سے نالاں تھیں۔ اسی لیئے تو ابھی شادی کے حق میں بھی نہ تھیں لیکن درشہوار نے اتنی محبت سے جلدی پر زور ڈالا تھا کہ انھیں مانتے ہی بنی تھی۔ منگنی کے بعد سے وہ بیٹی پر کافی سختی بھی کررہی تھیں۔ اسے گھر کے کام بھی سکھارہی تھیں مگر لاپرواہی و بچپنا اس کی فطرت میں تھا اس لیئے وہ چٹکی بجاتے میں اسے بدل نہیں سکتی تھیں کہ کچھ باتیں و کچھ چیزیں وقت کے ساتھ ہی رنگ بدلتی ہیں کسی مربوط سانچے میں ڈھلتی ہیں۔

"اب گونگی تو ہوں نہیں ناں۔۔ اس لیئے بولوں گی تو سہی مگر سب کو میرے بولنے پر اعتراض ہی رہتا ہے میں جب چلی جاؤں گی اس گھر سے تو ہی سب کو سکون ملے گا۔" وہ ماں کی بات پر جذباتی ہو کر بولتی رونے لگی تھی وہ سب ہی اس کے رونے پر پریشان ہوگئے تھے۔

"بیٹا، ماما! ہر بات تمھارے بھلے کے لیئے ہی تو کہتی ہیں اس پر اتنا رونے والی کون سی بات ہے۔" حیدر صاحب نے بیٹی کو کاندھے سے لگاتے ہوئے اسے نرمی سے پچکارا تھا۔

"میری شادی کیا ہو رہی ہے ماما کو مجھ سے خداواسطہ کا بیر ہو چلا ہے ہر وقت مجھے ڈانٹتی رہتی ہیں۔ ہر وقت سسرال کا ڈراوا دیتی ہیں اگر سسرال اتنی بری جگہ ہوتی ہے تو مجھے نہیں کرنی ہے شادی۔۔۔" وہ باپ کا ساتھ پاکر مزید رونے لگی تھی۔

"اس لڑکی کی تو کوئی کل سیدھی نہیں ہے اب نصیحت بھی نہ کروں۔" وہ بیٹی کے رونے پر مضطرب ہوتیں بڑبڑائی تھیں۔ آنسو ان کی آنکھوں سے قطار کی صورت رخساروں پر بہنے لگے تھے۔

ماما! آپ پریشان نہ ہوں۔ کرنے دیں آپی کو ڈرامے۔۔۔ شادی نہیں کرنی یہ بس ویسے ہی بول رہی ہیں جبکہ ان کی جب سے شادی طے ہوئی ہے یہ خوشی سے بھنگڑے ڈال رہی ہیں یہ اس شادی سے بے حد خوش ہیں۔۔" احسن ماں کو روتے دیکھ جلدی جلدی بولا تھا۔

"پاپا! یہ اپنی طرف سے بول رہا ہے۔۔" وہ سوں سوں کرتی منمنائی تھی۔ احسن کی بات نے ماحول کی کثافت کو دور کر دیا تھا۔ وہ لپک کر ماں کے کاندھے سے آلگی تھی۔

"ماما! یہ احسن جھوٹ بول رہا ہے میں نے کوئی بھنگڑے نہیں ڈالے۔۔۔" وہ ماں کے سینے میں چھپاتی دھیمے سے منمنا کر بولی تھی۔ انھوں نے بیٹی کے سر پر لب رکھ دیئے تھے۔

"آپی کو تنگ نہ کیا کرو بچے یہ بس اس گھر میں چند دن کی مہمان ہے اس گھر کی بولتی مینا اپنے گھر کی ہو جائے گی۔"

وہ چھوٹے بیٹے احسن کو سرزنش کرنے والے انداز میں بولے تھے۔ مگر ان کے چہرے پر دکھ کے گہرے بادل چھا گئے تھے۔

بیٹیوں کو رخصت کرنے کا خیال ہے دل کو مٹھی میں جکڑ لیتا ہے۔ گھر کا ماحول یکدم بے حد آزردگی سمیٹ لایا تھا۔
ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے اور عابیہ تو بہت بری طرح روتی ان سب کو بھی رلانے لگی تھی۔

"مجھے نہیں کرنی ہے شادی۔۔۔ میں آپ سب کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔" وہ بلک بلک کر روتی ہچکیوں کے درمیان بولی تھی۔ زبیدہ نعمانی کا دل تو پہلے ہی بھر بھر آ رہا تھا وہ بیٹی کو روتے دیکھ خود بھی شدتوں سے رونے لگی تھیں۔

"کیا ماما آپ بھی اس بلّی کو چپ کروانے کے بجائے خود بھی رو رہی ہیں۔" محسن گداز ہوتے دل کے ساتھ آگے بڑھا تھا اس نے بہن کو ماں سے الگ کیا تھا اور وہ بھائی کے کاندھے سے لگ کر رونے لگی تھی۔

"آج نہیں ہے تمھاری رخصتی اس لیئے چپ کر جاؤ آج سارا رو لو گی تو رخصتی تک سارے آنسو ختم ہو جائیں گے اور سب کیا کہیں گے کہ کیسی دلہن ہے جو رو بھی نہیں رہی۔" وہ بہن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بمشکل مسکرایا تھا اور اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے قدرے شرارتی انداز میں بولا تھا۔ جبکہ وہ بھائی کی بات پر اور رونے لگی تھی۔ احسن ماں کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔

"بابل کا یہ گھر بہنا
کچھ دن کا ٹھکانہ ہے
بن کے دلہن ایک دن تجھے
پیا گھر جانا ہے"

احسن شرارت سے گنگنایا تھا اور وہ بڑے بھائی کے کاندھے سے لگی چھوٹے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"بھیّا! سمجھائیں اسے یہ مجھے تنگ کر رہا ہے۔" عابیہ کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ حیا کی سرخی سمیٹ لایا تھا۔

"بیٹی گھر بابل کے
کسی اور کی امانت ہے
دستور دنیا کا
ہم سب کو نبھانا ہے"

عابیہ ہی نہیں وہ تینوں بھی محسن کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے۔ احسن کو موسیقی سے لگاؤ تھا اور وہ اکثر کوئی سنا ہوا گیت گنگناتا ہوا دکھائی و سنائی دیتا تھا اور جب سے عابیہ کی منگنی ہوئی تھی وہ گوگل سے شادی کے گیت سرچ کر کر کے کبھی موبائل پر لگا کر عابیہ کو تنگ کرتا تھا تو کبھی خود گا گا کر اسے چھیڑتا تھا۔ یہ گیت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا وہ بہن کو ستا کر اسے ہنسانا چاہتا تھا مگر وہ سب حیران اس پل ہوئے جب محسن نے خود سے چھوٹی بہن کی ناک کھینچ کر احسن کے شروع کیئیے گیت کو آگے بڑھایا تھا۔ عابیہ کی نم آنکھوں میں بے یقینی اتری تھی۔ احسن اور وہ خود جتنے شرارتی و بذلہ سنج تھے محسن اتنا ہی سنجیدہ۔۔۔ وہ دونوں بھائی بہن تو بڑے بھائی کو "نیم کریلا" بلاتے تھے اور آج اس کا وہی بہت سنجیدہ بھائی اس کو پیار سے دیکھتا اسے تنگ کرنے، ہنسانے کو گنگنا رہا تھا۔

اور بھائی کے سینے سے لگی اور شدتوں سے رونے لگی تھی۔

"آئی لو یو بھیّا۔۔!" محسن نے شفقت سے بہن کے سر پر بوسہ دیا تھا۔

"گانے کا رٹّا میں نے مارا۔۔۔ گانا میں نے شروع کیا اور محبتیں ساری بھیّا کے لیئے میں تو جیسے سوتیلا ہوں۔"

احسن دہائی نہ دے ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ روتے سے ہنس دی تھی۔ ان دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کو بھیگی پلکوں سے دیکھتے ہوئے خوبصورت منظر پر نگاہ ڈالی تھی ان کی نازوں پلی لاڈلی بیٹی دونوں بھائیوں کے درمیان میں کھڑی تھی اور وہ دونوں بھائی مل کر اسے کبھی تنگ کرتے تو کبھی اسے چپ کروانے لگتے تھے۔ احسن کی نظر اٹھی تھی اور روتی ہوئی ماں پر ٹھہر گئی تھی۔ اور اس کے اندر کا سنگر ایک بار پھر جاگ اٹھا تھا۔

میّا پہ کیا بیت رہی

بہنا تو یہ کیا جانے

کلیجے کے ٹکڑے کو

رو رو کے بھلانا ہے

وہ ماں کو دیکھتا رونی صورت بنا کر گاتا کمال کی اداکاری کرتا ہاتھ کو فولڈ کرتے ہوئے ماتھے پر رکھ کر آہیں بھرنے لگا تھا۔ زبیدہ نعمانی حیران نظروں سے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں بیٹے کے کیسے کیسے جوہر آج کھل رہے تھے وہ رونا بھول گئی تھیں۔ احسن کے اس انداز پر سب سے پہلے عابیہ کی ہنسی چھوٹی تھی پھر وہ سب بھی ہنس دیئے تھے۔ جبکہ وہ بیٹے کو مارنے کو لپکی تھیں جو باپ کی آڑ میں کھڑا زیر لب شرارت سے گنگناتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

ہم کو کس کے غم نے مارا یہ کہانی پھر سہی

کس نے توڑا دل ہمارا یہ کہانی پھر سہی

دل کے لٹنے کا سبب پوچھو نہ سب کے سامنے

نام آئے گا تمھارا یہ کہانی پھر سہی

نفرتوں کے تیر کھا کر دوستوں کے شہر میں

ہم نے کس کس کو پکارا یہ کہانی پھر سہی

کیا بتائیں پیار کی بازی، وفا کی راہ میں

کون جیتا کون ہارا یہ کہانی پھر سہی

"اندر آجاؤ، ابان!" انھوں نے ڈائری رکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا تھا۔ وہ گڑبڑا کر اندر آگیا تھا۔ انھوں نے بیٹے کے کلون کی مہک کو بہت نزدیک سے محسوس کیا تھا اور شک کی تصدیق کو آواز لگائی تھی اور ابان کے شرمندہ سے سامنے آجانے پر شک کی تصدیق ہو گئی تھی۔

"میں نے تمھاری تربیت ایسی تو نہیں کی تھی ابان!" درشہوار خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی تھیں اگر ان کا ارادہ بیٹے کو نادم کرنا تھا تو وہ اس وقت ندامت میں گھرا نظر جھکا کر کھڑا تھا۔

"معذرت چاہتا ہوں ماما جان! مگر یہ حرکت انجانے میں سرزد ہوئی نہ کہ تجسس میں۔" اس نے صفائی دینی چاہی تھی۔

تمھارے اسٹڈی میں آنے پر پابندی ہے اور تم یہاں تک آئے کافی دیر سے باہر کھڑے تھے اسے میں اتفاق سمجھوں۔۔۔؟" وہ خفگی سے بولی تھیں اس کا سر مزید جھک گیا تھا۔

"ماما جان! میں آپ کی فکر میں یہاں آیا تھا۔ میرا مقصد کسی بات کی ٹوہ لگانا ہرگز نہیں تھا۔ میرے لیئے آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر۔۔۔ آپ کو میرے اس قدم سے برا لگا میں آئندہ احتیاط کروں گا۔" وہ سر اٹھا کر آنکھوں میں ندامت کی سرخی لیئے ماں کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ اور انھوں نے اسے سامنے پڑے صوفہ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے ایک لمحہ کی تاخیر کے بنا حکم کی تعمیل کی تھی اور وہ بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی تھیں۔

"انسان کی زندگی کے کچھ راز ایسے ہوتے ہیں جو وہ کسی پر منکشف نہیں کرنا چاہتا خاص کر اپنی اولاد پر کہ اس سے عزت نفس متاثر ہوتی ہے۔" درشہوار کا لہجہ بہت ہموار تھا۔ ان کے چہرے سے صاف عیاں تھا کہ جیسے وہ روتی رہی ہیں مگر انھوں نے بیٹے سے بات کا آغاز نہایت نارمل انداز میں کیا تھا۔

"ماماجان! میں آپ سے شرمندہ ہوں کہ آپ کو میری وجہ سے ذہنی و قلبی تکلیف پہنچی ہے۔" ماں کے سادہ لہجہ

میں ایسا کچھ تھا کہ وہ کچھ اور شرمندگی محسوس کرنے لگا تھا۔

"میں تمھارے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی اس لیئے میں نے کبھی کسی بات کا تم سے یا مکنون سے ذکر تک نہیں کیا۔" وہ ماں کو دیکھ رہا تھا اس کے کانوں میں یکدم معصومہ سہروردی کا جملہ گونجا تھا۔

"شہوار! تمھیں کچھ نہیں بتائے گی۔۔۔" اس نے یکدم لب بھینچ لیئے تھے اور توجہ ماں کی باتوں پر مرکوز کی تھی۔

"مگر اب وقت کا یہ فیصلہ ہے کہ میں تمھارے سامنے ماضی کو کھول کر رکھ دوں گرچہ اس ماضی سے تمھارا اور مکنون کا کوئی تعلق نہیں مگر اب مجھے لگتا ہے کہ وقت بدل رہا ہے کچھ نئے رشتے بننے جا رہے ہیں اس لیئے پرانے رشتوں سے واقفیت بے حد ضروری ہے۔" در شہوار غیر معمولی سنجیدہ تھیں۔ ان کی آنکھوں میں کرب محو رقص تھا اور چہرے پر سکون ناچ رہا تھا۔ اسے ماں کو بیک وقت سکون و کرب میں گھرا دیکھ کر حیرانگی ہوئی تھی۔ اسے آج احساس ہوا تھا کہ اس کی ماما جان کس قدر گہری تھیں ان گنت راز ہی نہیں کتنے ہی انداز و جذبے بھی سمو کر بیٹھی تھیں۔

"میں تمھارے سامنے تمھارے ڈیڈ کا ماضی اس امید کے ساتھ کھولنے جا رہی ہوں کہ تم اپنے مرے ہوئے باپ کی حرمت کا خیال رکھتے ہوئے ہر راز کی حفاظت کرو گے کہ آج میں تمھیں امین بنانے جا رہی ہوں اور بھروسہ کرتی ہوں کہ تم امانت میں خیانت کے مرتکب نہ ہو گے۔" انھوں نے بس ایک نظر خاموشی سے بیٹھے توجہ سے سنتے بیٹے پر ڈالی تھی۔

وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ انھوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا اس کی آنکھوں میں حیرت در آئی تھی۔

"مجھے تم سے لفظی اقرار نہیں عملی یقین چاہیئے ہو گا۔ بس یہ یاد رکھنا کہ باتیں و راز بھی امانت ہوتے ہیں اور مجھے اپنے بیٹے، اپنی تربیت پر اتنا تو بھروسہ ہے کہ میرا بیٹا کبھی بھی خیانت کرنے کا سوچے گا بھی نہیں۔" انھوں نے چپ کروانے کی توجیہ پیش کی تھی اور کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ ماضی کے پردے اٹھاتی چلی گئی تھیں۔

گیٹ کے اندر جاتے ہی، ایک حوض خاص ہے
سینکڑوں قصوں کی کائی سے بھرا ہوا ہے
چاروں جانب چھ سو سال پرانے سائے سوکھ رہے ہیں
گزرے وقت کی تمثیلوں پر
گائیڈ ورق لگا کر ماضی بیچ رہا ہے!!۔
ماضی کے اس گیٹ سے باہر
ہاتھوں کی ریکھائیں رکھ کر پٹڑی پر
پنچانوں کا جوتشی کوئی

مستقبل کی پڑیاں باندھ کے بیچ رہا ہے!۔

☆☆☆☆☆☆

سید سبحان بخاری کا تعلق متوسط طبقہ سے تھا وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔ زندگی بہت مہربان نہ سہی بہت نامہربان بھی نہ تھی ۔ ان کے گھر کافی خوشحالی تھی اس کے ابا کی گورنمنٹ جاب تھی عمر کے چھبیس سال قسمت کسی آزمائش کی نظر نہ ہوئی تھی لیکن قسمت کا چکر اس دن مخالف سمت میں چلنے لگا جب اس نے معصومہ آغا کو دیکھا۔۔۔ وہ چاندی کی مورت، لمبے آبشار کی مانند پشت پر گرتے سلکی سیاہ گھنیرے بال، موٹی موٹی سیاہ آنکھیں وہ لڑکی قدرت کی صناعی کا منہ بولتا ثبوت تھی اسے سبحان نے اپنی خالہ کے گھر دیکھا تھا ان کی خالہ شہر کے ایک پوش علاقے میں رہائش پذیر تھیں شوہر وفات پا چکے تھے ان کا اپنا بوتیک تھا جو وہ شوہر کی وفات کے بعد سے تقریباً سولہ برس سے تن تنہا چلا رہی تھیں۔ اس کی خالہ کی ایک ہی بیٹی تھی در شہوار جو بے حد حسین تھی سبحان کی اپنی کزن سے کافی اچھی علیک سلیک تھی۔

در شہوار ایک دھیمے مزاج کی کم گو لڑکی تھی اور اس کی ایک ہی سہیلی تھی معصومہ آغا دونوں کے مزاج میں بہت فرق تھا در شہوار سبک ہوا سی، نرم و ٹھنڈی تھی اور معصومہ کوئی دہکتا ہوا شعلہ جو مقابل کو جلانے کے ہنر سے واقف ہوتا ہے۔

سبحان چند دن قبل ہی چھٹیوں میں گھر آیا تھا۔ سال بھر قبل اس نے جاب اسٹارٹ کی تھی اور چھ ماہ قبل اس نے لاہور کے آفس کا چارج سنبھال لیا تھا۔ تقریباً تین ماہ بعد وہ گھر آیا تھا۔ اسے اپنی خالہ سے بے حد محبت تھی وہ اچانک سے انھیں سرپرائز دینے کو ان کے گھر پہنچا تھا اور لان میں ہی ٹھٹک کر رک گیا تھا لان میں کین کی کرسیوں پر دو ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکیاں بیٹھیں کسی بات پر بے تحاشہ ہنس رہی تھیں۔ ہنستے ہوئے در شہوار کی نگاہ مسمرائز سے کھڑے سبحان پر پڑی تھی اور وہ کرسی دھکیل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ معصومہ دوست کو دیکھنے لگی تھی جو وہاں سے نکل کر ایک بہت ہی ہینڈسم لڑکے سے ذرا فاصلے پر جا ٹھہری تھی ۔ وہ سبحان کے اچانک آنے پر خوشی کا اظہار کر رہی تھی اور وہ در شہوار کو مسکرا کر دیکھتا معصومہ کو دیکھنے لگا تھا جو اسی کو دیکھ رہی تھی اس کے دیکھنے پر گڑبڑا کر نظر جھکا گئی تھی۔ در شہوار نے ان دونوں کا تعارف کروایا تھا۔

اس کی معصومہ سے یہ پہلی ملاقات تھی بعد میں وہ خالہ کے گھر دو بار اور معصومہ سے ملا تھا۔ معصومہ ایک خود پسند لڑکی تھی یہ بات وہ پہلی ملاقات میں ہی نوٹ کر گیا تھا باقی دو ملاقاتوں میں جنھیں ملاقات کی جگہ سامنا ہو جانا کہنا زیادہ مناسب تھا وہ اسے بہت زیادہ مغرور لگی تھی اسکی صراحی دار گردن یوں تنی رہتی تھی جیسے کچھ فتح کرنے چلی ہو اور اس نے فتح ہی تو کر لیا تھا سبحان کو، اس کے دل کو، معصومہ اس کے دل میں محبت کی اگن سلگا کر خود مزے میں تھی کہ سبحان

یکطرفہ چاہت کی آگ میں سلگ رہا تھا۔ دوسری جانب درشہوار تھی جس نے اپنی پوری زندگی میں اگر کسی کو سوچا تھا خواب سجائے تھے تو وہ سبحان تھا اور سبحان اس کی دوست معصومہ کو چاہنے لگا تھا یہ کیسا انکشاف تھا جو اس کی روح چیر گیا تھا۔ وہ بے خوابی کا شکار تھی۔ اور سبحان اس کے جذبوں سے انجان معصومہ سے محبت کا اقرار کرتا اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کر گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"معصومہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ شادی کرنا چاہتا ہوں۔" سبحان آج پھر خالہ کے گھر پر موجود تھا اور اس کی خوش نصیبی تھی کہ وہاں معصومہ بھی چلی آئی تھی۔ سیاہ رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں اس کی شہابی رنگت دمک رہی تھی اور سبحان نے موقع دیکھ کر اپنے دل کی بات کہہ دی تھی۔ معصومہ نے قدرے حیرت سے اس نوجوان کو دیکھا تھا جس کی رنگت سپید تھی بڑی بڑی سیاہ روشن آنکھیں تراشی ہوئی مونچھیں بے حد وجیہہ سراپا وہ مردانہ وجاہت کا اعلیٰ شاہکار تھا۔

"میری منگنی ہو چکی ہے۔" وہ نہایت سنجیدگی سے بولتی جانے کو قدم بڑھا گئی تھی۔

"آپ میرے ساتھ غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتیں۔۔" وہ اس کی راہ میں حائل ہو گیا تھا۔

"ایکسکیوزمی مسٹر سبحان! مجھے جھوٹ بولنے یا غلط بیانی سے کام لینے کی ہرگز بھی ضرورت نہیں ہے۔" معصومہ آغا کا تو غصہ ویسے ہی ان کے سرکل میں مشہور تھا سبحان کی بات کچھ یوں بری لگی تھی کہ وہ ناگواری سے بول گئی تھی چہرہ الگ تپ اٹھا تھا۔

"سوری! لیکن شہوار نے کبھی آپ کی منگنی کا ذکر ہی نہیں کیا تو بس اس لیئے۔۔۔" وہ صدمہ و معصومہ کے سخت ردعمل کے نتیجہ میں بری طرح ہکلایا تھا۔ اس کے جملے بے ربط تھے۔

"آپ اب شہوار سے پوچھ کر دیکھ لیں افاقہ ہو گا۔" وہ گہرے طنز سے بولتی ہائی ہیل سے ٹھک ٹھک کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ سبحان کو یوں لگا تھا جیسے اس کا ہر اٹھتا قدم اس کے دل پر پڑ رہا تھا وہ اس کے دل کو اپنے قدموں تلے روند گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں دھواں سا بھرنے لگا تھا۔ وہاں کھڑے اسے جانے کتنی دیر ہوئی تھی اسے اندازہ ہی نہیں ہوا تھا۔ درشہوار وہاں کب آئی وہ اس کی موجودگی بھی محسوس نہیں کر پایا تھا۔ وہ اگر اسے مخاطب نہ کرتی تو وہ اس کی آمد سے انجان ہی رہتا۔ وہ بری طرح سے چونکا تھا۔ درشہوار اس سے کچھ کہہ رہی تھی شاید اپنی امی کا کوئی پیغام لے کر آئی تھی مگر وہ اس کی بات ہی کاٹ گیا تھا اور اپنی بات کہی تھی۔

"تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا شہوار؟" وہ چپ ہو کر سوالیہ نگاہوں سے سبحان کو دیکھنے لگی تھی۔

"میں آپ کی بات کا مطلب بلکل نہیں سمجھی۔" وہ الجھ کر بولی تھی۔

"معصوم نہ بنو شہوار! میں نے تم پر بھروسہ کیا اپنے دل کی بات تم سے کہی اور تم نے مجھ سے اتنی بڑی تلخ سچائی چھپائی کونسی دشمنی نبھائی ہے مجھ سے تم نے شہوار۔۔۔؟" وہ بہت بری طرح اس کو مخاطب کرتے ہوئے تقریباً چیخا تھا۔ اس کی نگاہوں میں شہوار کے لیئے غصہ و ناپسندیدگی تھی۔ اور وہ بے حد حیران تھی۔ اس کے غصہ کی وجہ اور اتنی زیادہ بدگمانی کا سبب جاننے سے قطعاً ناواقف تھی "میں نے کیا چھپایا ہے کیا بول رہے ہیں آپ کونسی دشمنی کی بات کر رہے ہیں۔" اس کے لہجہ میں اس کی حیرت در آئی تھی۔

"میں نے اپنے دل کا حال تم سے کہا اور تم یہ جانتے ہوئے بھی چپ رہیں کہ معصومہ کی منگنی ہوگئی ہے۔" وہ اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے اس وقت پتہ ہوتا تو میں ضرور آپ سے ذکر کرتی۔۔۔"

"ڈرامے بند کردو شہوار! مجھے تم سے کم از کم ایسی امید نہ تھی۔" سبحان اس کی بات کاٹ کر اب قدرے ملال سے بولا تھا۔

"آپ پلیز مجھے بتایئے کہ کیا بات ہے؟" وہ اب بھی نرمی سے استفسار کر رہی تھی۔ اس نے معصومہ سے کیے اظہار محبت سے لے کر اس کے جواب تک کی تفصیل در شہوار کے سامنے بیان کردی تھی۔

"معصومہ! کی کل ہی منگنی ہوئی ہے وہ یہی بتانے تو آج گھر آئی تھی۔" وہ چونک اٹھا تھا اور شہوار کہتی چلی گئی تھی۔ وہ جیسے جیسے تفصیل سنتا جا رہا تھا اس کے چہرے پر دکھ و ملال کے رنگ گہرے ہوتے چلے گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

بلال آغا کے دو بچے تھے بیٹا شارق آغا اور بیٹی معصومہ آغا۔ بلال آغا جامعہ کراچی میں انگریزی کے لیکچرار تھے۔ ان کا ایک ہی دوست معراج سہروردی جن کے والد کا اپنا کنسٹرکشن کا بزنس تھا اور معراج نے اپنے والد کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانا شروع کردیا تھا اور سالوں بعد بھی بلال اور معراج کی دوستی مثالی تھی اور دوستی کو رشتہ داری میں بدلنے کو معراج نے اپنے اکلوتے بیٹے معارج سہروردی کا معصومہ کے لیئے رشتہ ڈالا تھا۔ جسے فوراً ہی قبول کر لیا گیا تھا اور معارج کی مما نے اقرار کے ساتھ ہی معصومہ کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں انگھوٹی پہنادی تھی۔ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا تھا کہ معصومہ سے اس کی مرضی پوچھی تک نہیں گئی تھی لیکن وہ اس رشتہ سے بے حد خوش تھی۔ معصومہ کے بہت اونچے اونچے خواب تھے اور اسے اندازہ تھا کہ معارج کی بیوی بن کر نہ صرف اس کے سارے خواب پورے ہوجائیں گے بلکہ اس کی معاشرے میں ایک حیثیت و اعلی مقام ہوگا۔ وہ کچھ جو اب تک حاصل نہ کر سکی وہ اسے معارج کی بیوی بننے کے بعد باآسانی نصیب ہوجائے گا۔ یہ رشتہ معارج کی ایما پر ہوا تھا اس کی مرضی شامل تھی مگر جس میں پسند اور محبت کا عمل دخل

نہ تھا۔اس کو ایک پڑھی لکھی سمجھدار حسین بیوی چاہیے تھی جو اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے وہ معصومہ کو بچپن سے جانتا تھا اسے خود اعتماد معصومہ نے ہمیشہ متاثر کیا تھا اس لیئے جب معراج سہروردی نے شادی کے لیئے معصومہ کا نام لیا تھا تو اس نے اسٹیٹس میں واضح فرق ہونے کے باوجود اقرار کرلیا تھا کیونکہ معصومہ ایک پریکٹیکل لڑکی تھی جو اسے اپنے لئے موزوں لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

شہوار نے سبحان کو تفصیل بتا کر ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی تھی وہ کتنا ٹوٹا ہوا نڈھال لگ رہا تھا۔شہوار کے دل سے اک ہوک اٹھی تھی۔وہ تسلی کے لیئے حروف جوڑ کر لفظ بنا پاتی کہ وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔سبحان نے بعد میں بھی بارہا کوشش کی معصومہ کو سمجھانے کی مگر اس نے سبحان کی محبت کو محسوس کرنے کی کوشش ہی نہ کی تھی۔اس کی فطرت کی خود غرضی نے ایک دل توڑ ڈالا تھا۔سبحان لاہور واپس چلا گیا تھا اس کی امی نے اس سے شہوار اور اس کی شادی کی بات کی تھی وہ انکار کر گیا تھا۔ایک سال پلک جھپکتے میں گزر گیا تھا۔معصومہ کا بی کام کمپلیٹ ہو گیا تھا۔آج کل اس کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں۔کسی امید کے تحت وہ پھر معصومہ کے پاس سوالی بن کر پہنچ گیا تھا۔محبت انسان کو بھکاری بنا دیتی ہے وہ بھی فقیر بنا بار بار معصومہ سے اس کی محبت طلب کر رہا تھا اور معصومہ آغا کے لئے کوئی چیز معنی رکھتی تھی تو وہ تھا پیسہ ،اسٹیٹس ،شان و شوکت اس کی نظر میں مادی چیزوں کی جتنی اہمیت تھی اس سے آدھی اہمیت بھی محبت کی نہ تھی۔مگر سبحان تو دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔تقریباً چھ ماہ بعد وہ معصومہ کو دیکھ رہا تھا۔وہ پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی تھی۔اس کا دل معصومہ کو دیکھ کر دھڑک اٹھا تھا۔سینے میں سانس اٹک گئی تھی۔وہ پھر اپنا سوال دہرا گیا تھا۔

"آپ کو نہیں لگتا مسٹر بخاری !کہ آپ میرا اور اپنا وقت برباد کر رہے ہیں؟"وہ ابرو چڑھا کر تیکھے لہجہ میں بولی تھی۔

"آپ صرف وقت کی بات کرتی ہیں میری تو زندگی ہی برباد ہو رہی ہے۔"سبحان کے لہجہ میں یاسیت گھل گئی تھی۔

"آپ خود کو وحید مراد سمجھنا چھوڑ دیں مسٹر بخاری !زندگی کوئی فلم نہیں ہے کہ چند ڈائیلاگز کے تبادلے سے سب کچھ آپ کی سوچ کے مطابق ہو جائے گا۔"اس کا لہجہ ترش قدرے حقارت لئے ہوئے تھا۔

"میں آپ سے محبت کرتا ہوں معصومہ!"

"مگر میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔"

"آپ میری محبت کو محسوس تو کر کے دیکھیں۔"

"میرے نزدیک محبت کی کوئی ویلیو نہیں ہے میں خوابوں میں زندہ رہنے والی محبت کو ایمان کے درجے تک ماننے

والی لڑکی بلکل نہیں ہوں میں ایک پریکٹیکل لڑکی ہوں اور میرے لیئے خواب نہیں حقیقتیں معنی رکھتی ہیں۔" وہ دل کے ہاتھوں مجبور جھکتا جارہا تھا اور وہ اپنی خود پسندی کی انتہاؤں پر تھی۔

"محبت تو اک آفاقی جذبہ ہے معصومہ! آپ محبت کے وجود کو ماننے سے انکار کیسے کر سکتی ہیں۔۔۔؟" وہ بے یقینی سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ جو دل بن کر سینے میں دھڑکتی تھی۔ ہر آتی سانس جس کے نام کی مالا جپتی تھی۔ وہ لڑکی جس کے لیئے اس نے محبت کو محسوس کیا تھا۔ محبت کیا ہوتی یہ جانا تھا۔ وہ لڑکی محبت سے ہی انجان، محبت کے وجود کی سب سے بڑی مخالف تھی۔ دل ایسی لڑکی سے لگ گیا تھا جو دل لگی و دل کی لگی کا فرق ہی نہ جانتی تھی۔ وہ تو ایک پتھر سے دل لگا بیٹھا تھا اور پتھر کب وفا کرتے ہیں۔۔۔؟

"ضروریات اور اسائشات زندگی کا سب سے لازمی جز ہیں آپ ان تلخ حقیقتوں سے کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ یہ کیسے فراموش کر سکتے ہیں کہ جو معارج مجھے دے سکتے ہیں وہ آپ دینا تو دور اس لائف اسٹائل کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے۔" وہ ترش لہجے میں ابرو چڑھا کر بول رہی تھی اور اس کے قدم زمین پر جمے ہونے کے باوجود لڑکھڑا گئے تھے۔ وہ بے یقین نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھ تہا تھا دل جس کی پوجا کرتا تھا وہ کتنی سطحی سوچ کی مالک تھی وہ محبت کو آسائشات کے ترازو میں تول رہی تھی۔ سبحان کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی تھی اور وہ چپ ہو گیا تھا کہ اب کچھ کہنے کو بچا ہی نہ تھا۔ وہ اس کی کیفیت سے انجان صاف دوٹوک انداز میں بولتی جارہی تھی یہ جانے بغیر کے وہ اپنے لفظوں کے ذریعے سبحان کے سامنے بہت چھوٹی ہوتی جارہی ہے۔۔۔!

"آپ کا اور معارج کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے اور میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ پلیٹ میں سجا کر ملنے والی لگژری لائف کو ٹھکرا کر محبت محبت کا راگ سننے کو آپ سے شادی کر لوں ابھی میرا معیار اتنا گرا نہیں ہے۔" وہ خوابوں پر یقین نہ رکھنے والی آنکھوں میں مستقبل کے سنہرے خواب سجائے سبحان کو تنفر سے دیکھتی اس کی نظروں سے گرتی چلی گئی تھی۔ اس کا معیار شاید اتنا بلند تھا کہ اسے محبت اور ضرورت کا فرق ہی سمجھ نہ آتا تھا۔ جو خوبصورت تو تھی مگر خوب سیرت نہ تھی۔ جس کا تن تو حسین تھا مگر من بے حد کالا تھا۔ اسے تو دل بھی رکھنا نہ آتا تھا۔ وہ شعلہ بیاں مقرر سبحان کے سامنے باکل سطحی سوچ کی بے حد بد اخلاق ثابت ہو گئی تھی۔ جس کی خوبصورتی تو کامل تھی لیکن سب کتنا ادھورا تھا یہ صرف سبحان محسوس کر پارہا تھا۔ لفافہ دیکھ کر خط کا عنوان بتانے کا دعوی تو کیا جا سکتا ہے عنوان کی حقیقت بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس کے لیئے لفافہ چاک کرنا ہی پڑتا ہے اور انسان کی صورت و سیرت کا بھی کچھ معاملہ ہے صورت اچھی ہو تب بھی سیرت کی جانچ کو اخلاق کا آئینہ سامنے رکھنا پڑتا ہے اور یہ آئینہ عیاں کرتا ہے خوبصورت چہرہ کتنا باسیرت ہے۔ خوبصورت نظر آتا جسم اپنے سینے میں کس قدر خوبصورت دل رکھتا ہے مگر سبحان کو لگا تھا وہ حسین مورت تو بے دل تھی۔ وہ جذبوں کو آسائشات

کے پیمانے میں ماپتی خود کو کتنا چھوٹا کر گئی تھی جس کا اسے احساس بھی نہ تھا۔ وہ سبحان کو کافی کچھ سنا چکی تھی اسے اس کی اوقات بتا کر اپنے فیصلہ پر قائم رہنے کی وجوہ سے آگاہ کر گئی تھی اور یہ آگاہی کند چھری کی مانند سبحان کے دل کو ذبح کرتی چلی گئی تھی۔ کافی دیر کے بعد سبحان نے محض چند جملے اس سے کہے تھے اور وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"معصومہ! مجھے بے حد افسوس ہے کہ مجھے آپ سے محبت ہوئی میں نے سوچا ہی نہ تھا کہ آپ اتنی سطحی سوچ کی مالک ہوں گی۔" وہ لحظہ بھر کو رکا تھا اور وہ اپنے لب بھینچ گئی تھی۔

"مجھے آپ سے محبت ہے اور تاحیات رہے گی کہ محبت ایک آفاقی جذبہ ہے یہ ضرورت کا نام نہیں ہے کہ ضرورت ختم تو محبت ختم۔۔ محبت ایک لمحہ کی دین جو زندگی کے خاتمہ پر ہی دم توڑتی ہے یا شاید روح کی گہرائیوں میں اتر کر ازل سے ابد تک زندہ رہتی ہے۔" سبحان کا لہجہ بے حد گھمبیر تھا۔ مگر اس کے لہجہ سے ٹپکتی یاسیت ایسی تھی کہ وہ سانس روکے اسے سن رہی تھی۔ نہ خاموش کروانے کی ہمت۔۔۔ نہ وہاں سے جانے کا حوصلہ۔۔۔!

"میں جب تک زندہ ہوں آپ سے محبت کرتا رہوں گا۔" اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔ وہ دونوں شہوار کے گھر کے لان میں کھڑے تھے۔ سبحان آج سب کچھ ہار گیا تھا۔ مگر وہ رو نہیں رہا تھا کیونکہ وہ مرد تھا اور مرد روتے نہیں ہیں لیکن عاشق رو لیتے ہیں اس لئے اس کا دل رو رہا تھا اس کے دل پر گرتے آنسوؤں کی نمی اس کے لہجے میں گھل رہی تھی اور آسمان سے موتی برسنے لگے تھے۔ وہ اپنے دکھ پر رونے سے قاصر تھا مگر کوئی تو تھا جو اس کے دکھ پر کھل کر برس رہا تھا آسمان سے گرتے موتی ان دونوں کو بھگو رہے تھے اور ان سے فاصلے پر کھڑی شہوار اپنے آنسوؤں میں بھیگتی جا رہی تھی اس کے دل کا دیوتا دکھی تھا اس کا دل دیا بجھ گیا تھا ایسے میں وہ روتی نہ تو اور کیا کرتی وہ اس شخص کے دکھ پر نیر بہا رہی تھی جسے اس کا دل سب کچھ مان گیا تھا۔

"آپ مجھ سے یہ کہتیں نا معصومہ کہ آپ معارج سے محبت کرتی ہیں تو میں اپنی یکطرفہ چاہت کی اگن میں ہی جل کر مر جاتا مگر اف نہ کرتا مگر آپ کو مجھ سے تو کیا معارج سے بھی محبت نہیں ہے۔" وہ اب کے خود کو سنبھال کر مضبوط لہجہ میں بول رہا تھا وہ اپنے لب کچلنے لگی تھی۔

"معارج آپ کے لئیے آسائشات حاصل کرنے کے لئیے محض ایک سیڑھی ہے مجھے اندازہ نہیں تھا آپ اتنی خود غرض ہوں گی۔" وہ اب کے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تھا۔ اس کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

"مسٹر بخاری! آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں۔" وہ دونوں ہنوز آمنے سامنے برستی بارش سے بے نیاز کھڑے تھے۔

"آپ تو بہت حقیقت پسند ہیں معصومہ آغا! پھر حقیقت سے نظر کیوں چرا لینا چاہتی ہیں۔" وہ پہلے ہنسا تھا پھر اس کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تھا وہ اگر سینے میں پتھر کی جگہ دل اور آنکھ میں بصارت کی جگہ بصیرت رکھتی ہوتی تو جان لیتی کہ وہ اونچا چوڑا مرد جس کے ہر اٹھتے قدم پر کتنے دل اور آنچل آ کر لپٹتے تھے وہ اس کی محبت میں رو رہا تھا مگر وہ کہاں محسوس کر پائی تھی کہ اس کے لیئے دل نہیں دولت معنی رکھتی تھی۔ اور اس کا بھرم برستی بارش نے رکھ لیا تھا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا تھا کہ بارش نے اسے رنگ دیا تھا وہ محسوس کرنے سے قاصر تھی اور جو محسوس کر پا رہی تھی وہ بارش کے رنگوں، محبت کے رنگوں میں فرق سمجھتی تھی وہ اور شدت سے رو رہی تھی اس کے لیئے سبحان بہت معنی رکھتا تھا اس کا رونا وہ محسوس کر گئی تھی مگر وہ آنسو جس کے لیئے تھے وہ بارش کا پانی سمجھ رہی تھی۔۔۔!

ہر ایک مسکراہٹ مسکان نہیں ہوتی
نفرت ہو یا محبت آسان نہیں ہوتی
آنسو خوشی کے غم کے ہوتے ہیں ایک جیسے
ان آنسوؤں کی کوئی پہچان نہیں ہوتی
ہر بات ہے وہی پر مطلب بدل گئے ہیں
دل ڈگمگا گیا تھا پر ہم سنبھل گئے ہیں
ایسے بھی آتے ہیں دن جیتے ہیں لوگ لیکن
ہوتا ہے اور سب کچھ پر جان نہیں ہوتی
ہوتے ہیں اس جہاں میں چہرے بھی ایک جیسے
گھونگھٹ بھی ایک جیسے سہرے بھی ایک جیسے
سب جانتی ہیں نظریں پہچانتی ہیں نظریں
اپنی، پرائی صورت انجان نہیں ہوتی
کیا چیز ہے یہ دل بھی ہو جائے جب اکیلا
رہتا ہے ساتھ اس کے یادوں کا ایک میلا
دنیا بھی چھوٹ جائے ہر آس ٹوٹ جائے
محفل کبھی یہ دل کی ویران نہیں ہوتی

"یاد رکھیئے گا معصومہ آغا! زندگی کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں اندھی خواہشات بھی پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتی ہیں آسائشات بھی میسر آ جاتی ہیں مگر محبت بڑے مقدر سے ملتی ہے۔۔۔" وہ ہلکی سی ہنسی کیساتھ بولا تھا۔ وہ کب بھینچے کھڑی

تھی۔ غصہ اس کے حسین چہرے سے صاف عیاں تھا۔

"آپ کی زندگی میں سب کچھ ہو گا مگر محبت نہ ہو گی کہ خود غرض، مادہ پرست لوگ نہ محبت کو سمجھ پاتے ہیں نہ قدر کرپاتے ہیں۔" وہ اب اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"آپ اپنا محبت نامہ بند کریں۔" وہ دبے دبے انداز میں چلائی تھی۔

"جبکہ آسائشات کے سہارے نہیں اپنوں کے سہارے محبت کے آکاش پر زندگی اچھی بسر ہوتی ہے مگر اپنے اپنے نظریے کی بات ہے میں سب کچھ محبت کو سمجھتا ہوں اور آپ کے لیئے سب کچھ آپ کی آسائشات ہیں۔۔۔" وہ اس کو غصہ کو نظر انداز کیئیے اپنی بات کو جاری رکھے ہوئے تھا۔

"جس مقام پر معارج ہے اس مقام تک پہنچنا میرے لیئے ناممکن نہیں ہے۔۔۔"اس نے پھر معصومہ کی آنکھوں میں دیکھا تھا جس میں یکلخت استہزائیہ چمک ابھری تھی۔ شہوار بھی رونا بھول کر اسے دیکھنے لگی تھی اس کی آنکھوں میں گہری سنجیدگی چہرے پر عزم کی لہریں۔۔۔!

"یااللہ خیر۔۔۔!" شہوار کے دل سے بے ساختہ نکلا تھا۔

"نام، شان و شوکت، مال و دولت وہ سب کچھ جو آج معارج کے پاس ہے میں آپ کو حاصل کرکے دکھاؤں گا۔ کیونکہ یہ مادی چیزیں حاصل کرنا مشکل تو ہو سکتا ہے ناممکن نہیں۔۔۔ مگر محبت آج کھو چکا ہوں اور آپ بھی محبت سے محروم ہو گئی ہیں کل آپ کے پاس سب کچھ ہو گا جو آپ چاہتی ہیں مگر محبت نہ ہو گی۔۔۔ کہ محبت محنت سے نہیں نصیب سے ملتی ہے۔۔۔ آج آپ جن چیزوں کے لیئے مجھے ٹھکرا رہی ہیں وہ کل میرے پاس بھی ہوں گی مگر محبت نہ ہو گی آپ نے صرف اپنے لیئے نہیں میرے لیئے بھی خسارے کا سودا کیا ہے دل ٹھکرا کر دولت حاصل کرنے جا رہی ہیں دعا کروں گا میرے دل دیا کو بجھا کر میری زندگی اندھیر کرنے کی جزا کے طور پر آپ کی زندگی میں سدا سویرا رہے۔ الوداع۔!" وہ معصومہ سے سب کچھ کہہ گیا تھا جو دل میں تھا جو دماغ میں تھا۔ جو خواب تھا جو حقیقت تھی سب کہہ گیا تھا۔ ایک نظر اس کے دھواں دھواں حسین چہرے پر ڈالی تھی اور وہاں سے ہی نہیں معصومہ آغا کی زندگی سے ہی نکل گیا تھا۔!!!!

کر نہ سکے ہم پیار کا سودا، قیمت ہی کچھ ایسی تھی
جیتی بازی ہار گئے ہم، قسمت ہی کچھ ایسی تھی
ایک جھلک ہی دیکھی تو ہم پیار کے دھوکے کھا بیٹھے
یارو اُنکی بھولی بھالی صورت ہی کچھ ایسی تھی
دیکھ کے ہیرے موتی ہم سے پیار کا ناتا توڑ گئے

سونا چاندی جیسی شے میں طاقت ہی کچھ ایسی تھی
صادق نہ کر شکوہ ان سے، زخم دیئے گر کانٹوں نے
اس گلشن کے پھولوں کی بھی عادت ہی کچھ ایسی تھی

☆☆☆☆☆☆

دن کب گزرا رات کب آئی اسے احساس ہی نہیں ہوا تھا اس کو اپنا دل خالی خالی لگ رہا تھا۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے ایسی لڑکی سے محبت کی جو اتنی مادہ پرست تھی۔ اسے ہر سو سیاہ اندھیری رات محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس نے جو معصومہ سے کہا وہ سچ کر کے ضرور دکھائے گا۔ کیسے کرے گا۔۔۔ سب کیسے ممکن ہو گا وہ نہیں جانتا تھا۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔ مگر راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔ صبح کی پہلی کرن کے ساتھ وہ بجھے دل کے ساتھ ایک نتیجے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اپنا گھر بیچ دے گا۔ اس نے اماں اور ابا سے کہا تھا کہ وہ گھر فروخت کر کے کاروبار کرنا چاہتا ہے۔ جسے سنتے ہی ان دونوں نے ہی منع کر دیا تھا۔ مگر وہ بھی بضد ہو گیا تھا۔

نئے چراغ لیے شام ہے کیسی آئی
کہ دل بجھا تو ستاروں میں روشنی آئی

"مجھے ہر قیمت پر پیسہ چاہئیے ۔۔۔ گھر ابا کی ملکیت ہے ابا نہیں فروخت کرنا چاہتے میں زبردستی نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے پیسہ چاہئیے میری عزت، میری مردانگی داؤ پر لگی ہے اور میں خود کو بیچ تو سکتا ہوں مگر اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔" اس نے صاف گوئی کی انتہا کر ڈالی تھی۔ وہ دونوں کانپ اٹھے تھے بیٹے کے چہرے سے وحشت اور لہجہ سے عزم ٹپک رہا تھا۔ انھوں نے وجہ جاننا چاہی تھی مگر اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ کچھ نہیں بتائے گا۔ گھر بیٹے سے بڑھ کر تو نہ تھا اس کے بوڑھے باپ نے گھر بیچ کر رقم اس کے حوالے کر دی تھی۔ اس نے اللہ کا نام لے کر ایک عزم کے ساتھ نئے سفر کا آغاز کیا تھا۔ وہ دن کے اٹھارہ سے بیس گھنٹہ کام کر رہا تھا اس کی صحت تباہ ہو چکی تھی۔ مگر اس کے سر پر دھن سوار تھی ۔اس مقام پر پہنچنے کی جس کی کشش اتنی تھی کہ اس کے دل کا ٹمٹماتا روشن دیا کسی نے بجھا ڈالا تھا۔ سال گزر گیا تھا مشقت میں مگر اس کے حوصلے جواں تھے۔ وہ سال بھر میں کافی کچھ حاصل کر چکا تھا مگر وہ ابھی بھی معصومہ کی اندھی خواہشات کے آگے نہ ہونے کے برابر تھا۔ اسے شہوار کے ذریعے معصومہ کی شادی کا پتہ لگا تھا۔ اس رات اسے احساس ہوا تھا جیسے اس کی ساری محنت ضائع ہو گئی۔

"وقت کے ساتھ ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ پسند بھی ۔۔۔ ضرورت بھی ۔۔۔ شوق بھی ۔۔ خواہش بھی ۔۔۔ نہیں

بدلتا گر کچھ تو وہ ہے احساس محبت۔۔۔!" اس کے دل سے ہوک اٹھی تھی اور وہ معصومہ کے سامنے آخری بار رویا تھا اور سال بھر بعد اسے لگا تھا کہ صحیح معنوں میں اس نے معصومہ کو آج کھویا ہے۔ وہ اونچا چوڑا مرد آج پھر رو رہا تھا کہ اس کے دل میں آج بھی معصومہ کی محبت کا احساس زندہ تھا۔ وہ احساس محبت بدلا ہی نہ تھا وہ آج بھی معصومہ سے ہی وابستہ تھا۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا مگر رو رہا تھا۔ وہ لوگ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی پلکوں پہ آنسو رکھے ہوتے ہیں۔۔۔ جہاں ملی خوشی بہہ گئے۔۔ جہاں ملا دکھ نکل گئے۔۔۔۔ اور وہ جو برداشت کی سل سے بندھے ہوتے ہیں۔۔۔ انکی آنکھوں میں آنسو تو ہوتے ہیں۔۔ بہتے نہیں۔۔ پلکوں کی دہلیز سے باہر نہیں آتے۔۔۔۔ اور جب دکھ کا دریا چڑھتا ہے۔۔ تو آنسو یوں بہتے ہیں جیسے ساون کی پہلی بارش۔۔۔ لاکھ بند باندھنا چاہو نہیں باندھ سکتے۔۔۔ آنسو بہے جاتے ہیں۔۔ اور ایسے نہ جانے کب کب کے رکے آنسو ایک وقت میں یوں بہہ جاتے ہیں کہ اپنی ذات آنسو ہوتی محسوس ہوتی ہے۔۔۔ اور انسان کے اپنے ہی آنسو اسے کہیں کا نہیں رہنے دیتے۔۔۔ کہ آنسو وقت پہ بہہ جائیں تو آنسو۔۔ اور وقت گزرنے کے بعد بہیں تو خون جگر ۔۔۔ اور لہو چھلکاتی آنکھیں۔۔۔ اپنا۔۔ پرایا۔۔ کب دیکھتی ہیں بہنے پہ آتی ہیں تو بس بہتی چلی جاتی ہیں اور وہ بھی سال بھر کے آنسو ایک ساتھ بہا رہا تھا یہ تک فراموش کر دیا تھا کہ مرد روتے نہیں ہیں۔۔! اس نے اس بات کو سال بھر پہلے فراموش کر کے سال بھر یاد رکھا تھا مگر آج پھر ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے تھے۔ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مرد روتے نہیں ۔۔۔ رو رہا تھا۔ ہجر کو آنسوؤں کی بارش میں بھیگ کر منا رہا تھا اس کی یکطرفہ چاہت درد بن کر آج پھر اسے تڑپا رہی تھی۔ انسان کا آنسوؤں سے بھی عجب رشتہ ہوتا ہے۔ دکھ کی گھڑی ہو تو ساتھ۔۔۔ سکھ کی گھڑی ہو تو ساتھ۔۔۔ کوئی ساتھ دے نہ دے انسان کے آنسو اس کا ساتھ ضرور دیتے ہیں۔۔ جہاں آیا سکھ کا موسم بہہ نکلے آنکھوں سے۔۔ جہاں ملی دکھ کی چھایا وہاں بکھو ڈالا آنسوؤں نے۔۔۔ اور یہ سکھ و دکھ کی آنکھ سے بہتے آنسو کتنے منصف و بے ضرر ہوتے ہیں "میں" کی قید سے آزاد پہچان سے ماورا۔۔ سکھ کی آنکھ سے بہنے والا آنسو ہو کہ دکھ کی آنکھ سے نکلتا جائے رنگ وہی سفید۔۔۔ ذائقہ وہی نمکین۔۔۔ اور ہم انسان "میں" میں الجھے پہچان و آسائشات کی تگ و دو میں لگے اپنی پہچان رشتوں کا رنگ روپ مادیت پسندی کے آگے بھلا دیتے ہیں کہ انسان کا ضرورت سے بھی عجب رشتہ ہوتا ہے کہ جذبوں و آنسوؤں کی زبان نہیں سمجھ سکتے کہ جنہیں رشتوں کی بولی نہیں سمجھ آتی۔۔ محبت دل پر اثر نہیں کرتی تو بے ضرر آنسوؤں کی زبان سمجھنا معصومہ آغا جیسوں کا کام نہیں کہ آنسوؤں کی زبان سمجھنے کو آنکھ سے آنسو جاری ہونا بھی ضروری ہے کہ دکھ کا مطلب تب ہی سمجھ آتا ہے جب خود پہ گزرے۔۔ کہ دوسرے کی آنکھ سے بہتے آنسوؤں کو یہ کہہ کر آگے گزر جانا کہ خوشی کے آنسو ہیں بہت آسان ہوتا ہے کہ خوشی و دکھ کے آنسوؤں کی تو کوئی پہچان ہی نہیں ہوتی۔ اور مادیت پسندوں کو محبت و آنسوؤں کی نہیں پیسہ کی بولی سمجھ آتی ہے وہ سوچ رہا تھا۔ کاش! اس کے پاس اتنی دولت ہوتی کہ معصومہ اسے ٹھکرا نہیں سکتی تھی۔ مگر اس

کے پاس اتنی دولت نہیں تھی جس کے پاس تھی۔ معصومہ اُس کی سیج سجا رہی تھی اور وہ انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ اس کو اپنا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے لگا تھا کہ اب وہ کاروبار پر بھی دھیان نہیں دے پائے گا۔ مگر اس کے عزائم آج پھر تقویت پا رہے تھے۔ اس نے اپنے آنسو رگڑ ڈالے تھے۔

"آج تمھاری زندگی کا آغاز ہے اور میری زندگی ختم ہوگئی ہے معصومہ! اور میں اپنی اس مسخ شدہ لاش سے ایسا خاکہ تشکیل دوں گا کہ تم تمام عمر پچھتاووں کی آگ میں جلو گی کہ مجھے سید سبحان بخاری کو کیوں ٹھکرایا تھا۔" اس نے آئینہ میں اپنے زرد چہرے کو دیکھا تھا اور پھر اس نے آئینہ دیکھنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

تیرے بارے میں جب سوچا نہیں تھا
میں تنہا تھا مگر اتنا نہیں تھا
تیری تصویر سے کرتا تھا باتیں
میرے کمرے میں آئینہ نہیں تھا
سمندر نے مجھے پیاسا ہی رکھا
میں جب صحرا میں تھا پیاسا نہیں تھا
منانے روٹھنے کے کھیل میں ہم
بچھڑ جائیں گے یہ سوچا نہیں تھا
سُنا ہے بند کر لیں اُس نے آنکھیں
کئی راتوں سے وہ سویا نہیں تھا

☆☆☆☆☆☆

کبھی کبھی دل پر ایسی چوٹ پڑتی ہے کہ دماغ کے سارے سر بکھر جاتے ہیں رونے کی حسرت میں آنسو آنکھوں میں ٹھہر جاتے ہیں دل کہتا ہے تمام آنسو بہہ جائیں دماغ کہتا ہے نہیں رونا نہیں اور یہ کشمکش کسی کو بہت مضبوط تو کسی کو بہت کمزور کر دیتی ہے اور اس کشمکش زندگی نے سبحان کو بے حد مضبوط بنا ڈالا تھا۔ اس کے دن رات ایک ہی جہد میں گزر رہے تھے۔

میرے آنسوؤں پہ نہ جانا کبھی اے اہل زمانہ
غم کو شکستہ نہ دیکھ سکوں تو روتے سے ہنس پڑتا ہوں

"کام۔۔کام۔۔۔اور صرف کام۔۔۔" اذیت میں تو درشہوار بھی تھی۔ مگر وہ ایک بامروت لڑکی تھی وہ سبحان اور معصومہ کے ہر راز سے واقف تھی اسے معصومہ کا طرز عمل پسند نہیں آیا تھا مگر اس نے کوئی شکوہ نہیں کیا تھا اس نے

معصومہ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی وہ اس کی دوست تھی اور اس نے دوستی بگاڑی نہیں تھی۔ معصومہ کی شادی میں شرکت کی تھی معصومہ بے حد خوش تھی اور شہوار دوست کی خوشی میں خوش اس کے لیئے دعا گو تھی۔ سبحان سے اب اس کا سامنا نہیں ہوتا تھا اس نے ان کے گھر آنا ترک کر دیا تھا شہوار کو یاد تھا وہ ان کے گھر آخری بار اسی شام آیا تھا جب معصومہ نے اس سے زندگی کا احساس چھینا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا وہ خالہ کے گھر معصومہ سے ملنے کی خواہش میں آتا تھا وہ خواہش ترک تو نہ ہوئی تھی مگر اس پر معصومہ کی بے حسی کی چادریں پڑ گئی تھی کہ خواہش نے ضد کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اور جب خواہشیں ضد کرنا چھوڑ دیتی ہیں تو اندر بہت کچھ مر جاتا ہے۔ آج کل شہوار کے دو بہت اچھے رشتہ آئے ہوئے تھے شہوار کی امی ان میں سے ہی ایک فائنل کرنا چاہتی تھیں انھوں نے بہن کو بھی صاف کہہ دیا تھا۔ شہوار کو سبحان کی امی نے سبحان کی پیدائش پر ہی مانگ لیا تھا اس وقت شہوار کی امی چپ رہی تھیں مگر وقت کے ساتھ سبحان کی امی بہن کو یاد دہانی کراتی رہی تھیں مگر ان سے ایک چوک ہو گئی تھی جس بات کی بہن کو اٹھتے بھیٹتے یاد دلاتی تھیں اس کا بیٹے سے ذکر تک نہ کیا تھا۔ اب بیٹا پروں پر پانی نہیں پڑنے دیتا تھا انھیں لگتا تھا وہ بیٹے کو راضی کر لیں گی اس لئے وہ بہن کو ہنوز آسرے میں رکھے ہوئی تھیں مگر بیٹی کے لیئے آیا ہر رشتہ ٹھکراتے اب شہوار کی امی خوفزدہ ہو گئی تھیں اس لیئے اپنے طور پر فیصلہ لے کر بہن کو آگاہ کر دیا تھا۔ انھوں نے بیٹے سے بات کی تھی اسے اپنی خواہش کا بتایا تھا وہ صاف انکاری ہو چکا تھا۔

"مجھے شہوار سے شادی نہیں کرنی۔۔۔"

""میں شہوار کو اسی ماہ بہو بنانا چاہتی ہوں اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" وہ ماں کا فیصلہ سن کر باپ کو مدد طلب نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

"یہی میری بھی خواہش ہے۔" وہ بات ہی ختم کر گئے تھے۔

"مگر میں ایسا نہیں چاہتا۔۔" وہ سختی سے بولا تھا۔

"ہم سال سے زیادہ ہو گیا ہے تم جیسا کہتے گئے کرتے گئے تمھارے لیئے اس کرایہ کے گھر میں آ پڑے۔۔۔ تمھارے رات دن کا کبھی تم سے حساب نہیں مانگا تو اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بلکل ہی مر گئے ہیں تمھاری شادی اسی ماہ شہوار سے ہو گی اور اب تم نے انکار کیا تو ماں کا مرا منہ دیکھو گے۔" وہ ماں کو تڑپ کر دیکھنے لگا تھا مگر وہ اٹھ کر جا چکی تھیں اس نے باپ کی طرف دیکھا تھا۔

"تمھارے انداز صاف بتاتے ہیں کہ دل پر چوٹ کھا کر بیٹھے ہو مگر جو تمھاری دسترس میں ہی نہیں آسکتی اس کے لیئے کیوں خود کو برباد کر رہے ہو۔" وہ باپ کی بات پر سر جھکا گیا تھا۔

"ابا! آباد تو اب میں ہو نہیں سکتا اس لیئے برباد ایسے ہونا چاہتا ہوں کہ محبت مجھے صدیوں یاد رکھے۔" سبحان کا لہجہ

درد کا عکاس تھا۔

"تمھاری ماں ٹھیک کہتی ہے سبحان ہم نے تمھیں کھلی چھوٹ دی اب تم ہمیں اتنا نہ آزماؤ تمھاری حالت دیکھ کر ہمارا دل خون کے آنسو روتا ہے۔" وہ باپ کے جھریوں زدہ چہرے کو دیکھنے لگا تھا۔

"ابا! بہت مجبور ہوں میں نے قسم اٹھائی ہے کچھ بن کر دکھانے کی۔" وہ آج باپ کے سامنے کھلی کتاب بن گیا تھا۔

"تم جو کرنا چاہتے ہو کرو مگر ماں کی بات بھی مان لو وہ تمھاری خالہ کو زبان دے چکی ہے تمھارا دل تو آباد ہو نہیں سکتا کم از کم دو بہنوں کے دل میں تو دیوار کھڑی نہ کرو۔" وہ بیٹے کی حالت سمجھتے ہوئے بھی بیوی کی خواہش کھول کر رکھ گئے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے بیٹے کا زندگی میں آگے بڑھنا بہت ضروری ہے۔

"ابا! میں اسے نہیں بھول سکتا۔۔۔ اس کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔" اس کے انداز میں تھکن در آئی تھی۔

"محبت فراموش نہ کرو مگر زندگی میں آگے بڑھ جاؤ ایسے انسان کے لیئے خود کو برباد نہ کرو جس کی نظر میں انسان و محبت پیسہ کے آگے کچھ نہیں۔" وہ بیٹے کو سمجھانا چاہتے تھے۔

"محبت تو وہ تتلی ہے جو من کے آنگن میں ٹھہر جاتی ہے میں اسے دربدری کا حکم دینے سے قاصر ہوں میں شہوار کے ساتھ انصاف نہیں کرپاؤں گا مجھے شہوار کا مجرم نہ بنائیں میں اپنے حصہ کی محبت کرچکا اب تو بس خود کو منوانے کی لگن ہے اور اس لگن میں آپ کو اور اماں کو ٹائم نہیں دے پاتا کیا بیوی کے حقوق ادا کرپاؤں گا خدا کے لیئے ابا مجھے دو کشتیوں کا سوار نہ بنائیں۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں کہتا باپ کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا تھا۔ وہ تو چپ کر گئے تھے مگر بیوی کو سمجھا نہیں پائے تھے انھوں نے بیٹے کو دودھ نہ بخشنے کی دھمکی دی تھی۔ بیٹا اب بھی راضی نہ ہوا تھا کہ وہ شہوار پر زیادتی کرنے سے ڈرتا تھا اس کی ماں بستر پر پڑگئی تھی اور اس کے لیئے ہر راستہ بند ہوگیا تھا اس نے کچھ سوچ کر در شہوار سے بات کرنے کا سوچا تھا۔ تقریباً ایک سال تین ماہ بعد اس نے اپنی خالہ کے گھر میں قدم رکھا تھا۔ لان سے گزرتے اس کے قدم تھم گئے تھے اسے لگا تھا سامنے ہی وہ سنگدل حسینہ کھڑی ہے اور وہ محبت کی بھیک مانگتا کھڑا رورہا ہے۔ اس کے دل سے ہوک اٹھی تھی۔۔۔!!!!

فرض کرو ہم اہلِ وفا ہوں، فرض کرو دیوانے ہوں

فرض کرو یہ دونوں باتیں جھوٹی ہوں افسانے ہوں

فرض کرو یہ جی کی بپتا جی سے جوڑ سنائی ہو

فرض کرو ابھی اور ہو اتنی، آدھی ہم نے چھپائی ہو

فرض کرو تمھیں خوش کرنے کے ڈھونڈے ہم نے بہانے ہوں

فرض کرو یہ نین تمھارے سچ مچ کے میخانے ہوں

فرض کرو یہ روگ ہو جھوٹا، جھوٹی پیت ہماری ہو

فرض کرو اس پیت کے روگ میں سانس بھی ہم پہ بھاری ہو

فرض کرو یہ جوگ بجوگ کا ہم نے ڈھونگ رچایا ہو

فرض کرو بس یہی حقیقت، باقی سب کچھ مایا ہو۔

"کاش! مجھے تم سے محبت نہ ہوتی معصومہ یا کاش! تمھارے سینہ میں بھی ایک دل ہوتا۔ کاش! تم مایا کے لئیے میری محبت نہ ٹھکراتیں۔" اس کی نظر اس جگہ پر تھی جہاں اس سنگدل کے قدم یوں جمے تھے کہ اس کے قدم اکھڑ گئے تھے۔

"اسی جگہ میں نے دل لٹنے کا نظارہ دیکھا۔۔۔ اسی جگہ دل برباد ہونے کا تماشہ دیکھا۔۔ پھر اسی جگہ آ گیا ہوں آج قسمت مجھے کیا دے گی نہیں جانتا۔" وہ کھڑا سوچ رہا تھا۔ شہوار جو اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے آتا دیکھ چکی تھی نگاہ یقین کرنے سے قاصر تھی مگر وہ لپک جھپک لان تک آئی تھی۔ سبحان کی نظر اٹھی تھی اور جھک گئی تھی اس کی آنکھوں میں آج بھی آنسو تھے اور وہ جنھیں دیکھ آج بھی تڑپ اٹھی تھی۔

حدود جاں سے گزر ہوا تو،

محبتوں کا پتہ چلے گا،

کوئی محبتوں کی نظر ہوا تو،

محبتوں کا پتہ چلے گا،

ابھی تو پھرتے ہو دوستوں میں،

عزیز کوئی جدا نہیں ہے،

کوئی ادھر سے اُدھر ہوا تو،

محبتوں کا پتہ چلے گا،

یہ خوش نصیبی ہے شہر بھر میں،

تمہارا دشمن نہیں ہے کوئی،

کبھی کسی کا جو ڈر ہوا تو،

محبتوں کا پتہ چلے گا،

یہ فاصلہ جو ابھی تلک

ہم دونوں کے درمیان ہے،
یہ فاصلہ مختصر ہوا تو
محبتوں کا پتہ چلے گا،
ابھی محبت نہیں ہوئی نہ،
کچھ اسی لیے مسکرا رہے ہو،
کسی کے بانہوں میں گھر ہوا تو،
محبتوں کا پتہ چلے گا،
محبتوں میں پتھر کو،
موم ہوتے سنا ہے لیکن،
تمھارے دِل پہ اثر ہوا تو،
محبتوں کا پتہ چلے گا،
وہ جس کے خاطر بنا رہے ہو
زمانے بھر کو تم اپنا دشمن،
وہ ہی نہ اپنا اگر ہوا تو،
محبتوں کا پتہ چلے گا،
بدَل بدَل کے وہ اپنے چہرے
معیار اپنا بنا رہے ہو،
کوئی نا حد نظر ہوا تو،
محبتوں کا پتہ چلے گا،
یہ کیا بچھڑنا کے شام ہوتے ہی،
اپنے پیاروں میں لوٹ آنا،
کبھی جو لمبا سفر ہوا تو،
محبتوں کا پتہ چلے گا!

"شہوار! تم تو جانتی ہو میں معصومہ سے محبت کرتا ہوں۔" سبحان نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"یہی تو میرے من کا روگ ہے۔" درشہوار نے بے بسی سے سوچا تھا۔

"تم جانتی ہو ہماری شادی کی بات چل رہی ہے۔" اس نے شہوار کی طرف دیکھا تھا وہ اثبات میں گردن ہلا گئی تھی۔

"میں نے تم سے شادی سے انکار کر دیا ہے شہوار۔۔" وہ اس اذیت سے واقف تھی مگر اس کے لب سے سننا وہ دہری اذیتوں کا شکار ہو چلی تھی۔

"میں تمھارے ساتھ ناانصافی نہیں کرنا چاہتا شہوار۔۔!" وہ دھیمے دھیمے وہ سب کہہ رہا تھا جس سے وہ لاعلم نہ تھی۔

"میرے ساتھ تم انجانے میں اتنی ناانصافیاں کر چکے ہو کہ جان کر کچھ کر جاؤ گے تو مجھے پتہ بھی نہیں چلے گا کہ میرا دل تمھاری دی اذیتوں کا بھی عادی ہو چکا ہے۔" اس نے تڑپتے دل کے ساتھ سوچا تھا۔

"تم شادی سے انکار کر دو شہوار میرے لیئے پلیز۔۔" وہ تفصیل سے آگاہ کرنے کے بعد جس مقصد سے آیا تھا وہ کہہ گیا تھا مگر وہ فوراً نفی میں گردن ہلا گئی تھی۔ اور وہ منتوں پر اتر آیا تھا۔

"میں تمھارے لیئے جان تو دے سکتی ہوں انکار نہیں کر سکتی کہ مجھ میں تمھیں برباد ہوتے دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہے۔" اس نے نم ہوتی آنکھوں کو جھکاتے ہوئے بے حد کرب سے سوچا تھا۔

"یہ رشتہ دو بہنوں کی آرزو ہے اور میں کسی کے ارمانوں کا خون نہیں کر سکتی سبحان!" اس نے انکار نہ کرنے کی وجہ کہی تھی۔

"میری زندگی خاردار کانٹوں سے بھری ہے شہوار میں تمھیں کوئی خوشی نہیں دے سکتا میری ماں مجھے کمزور کر رہی ہے خدارا تم تو ساتھ دو میرا۔" وہ باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا تھا اور وہ ایک فیصلہ کرتی اس کے ہاتھ تھام گئی تھی۔

"میں تو ازل سے تمھارے ساتھ ہوں سبحان۔۔!" اس کے لہجہ میں کچھ تھا وہ ہاتھ چھڑا کر فاصلہ قائم کر گیا تھا۔ اور وہ اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ گئی تھی۔

دن گزر گیا اعتبار میں
رات کٹ گئی انتظار میں
وہ مزا کہاں وصل یار میں
لطف جو ملا انتظار میں

ان کی اک نظر کام کر گئی

ہوش اب کہاں ہوشیار میں

آنکھ تو اٹھی پھول کی طرف

دل اُلجھ گیا حسنِ خار میں

تجھ سے کیا کہیں کتنے غم سہے

ہم نے بیوفا تیرے پیار میں

فکرِ آشیاں ہر خزاں میں کی

آشیاں جلا ہر بہار میں

کس طرح یہ غم بھول جائیں ہم

وہ جدا ہوا اس بہار میں

"خود پر ظلم نہ کرو شہوار میں وہ بنجر زمین ہوں جو اب محبت کاشت نہیں کر سکتی میں اپنے حصہ کی محبت کر چکا۔" وہ ساری تفصیل سن کر تڑپ ہی تو اٹھا تھا خود محبت کا یکطرفہ محبت کا مسافر تھا کیسے نہ اس کی اذیتوں کو محسوس کرتا وہ تو جیتے جی مر سا گیا تھا یہ احساس کیسا جان لیوا تھا کہ وہ کسی کی نظر کا انتخاب تھا۔ کسی کے دل دیا کو روشن کرنے کا سبب تھا مگر وہ اس دیا کی روشنی کا پھر بھی حقدار نہ تھا کیونکہ وہ خود کسی اور کی چاہت میں مبتلا تھا یکطرفہ چاہت کیسی دل کو چیرنے والی کند چھری کا نام ہے وہ دونوں ہی شدت سے محسوس کر رہے تھے۔

ہوتی ہے ظالم یہ بڑی یکطرفہ محبت فراز۔

وہ یاد تو آتے ہیں مگر وہ یاد نہیں کرتے۔

"آپ مجھ پر بھروسہ کریں سبحان میں آپ کو مایوس نہ کروں گی شمع محبت پر پروانہ بن کے نثار ہو جاؤں گی مگر آپ پر حرف نہیں آئے گا۔" وہ اپنا دل دیا لیئے اس کے لیئے روشنی بننے کا عندیہ دے رہی تھی۔

"میری زندگی بہت مشکل ہے شہوار میری لگن کی راہیں مجھے خود مجھ سے چھین لے گئی ہیں میں آج کل خود کو میسّر نہیں تمھیں کیا دستیاب ہوں گا اس راستہ کو مت چنو جو تمھاری لیئے اذیتیں لے کر آئے گا۔ میں تمھیں محبت تو کیا وقت تک نہیں دے سکتا۔" وہ اسے روکنا چاہتا تھا وہ اس معصوم لڑکی کو برباد نہ کرنا چاہتا تھا نہ برباد ہوتے دیکھ سکتا تھا اس لیے ہمدرد دوست کی طرح اسے باز رہنے کی التجا کرتا اسے سمجھا رہا تھا۔

"آپ مجھے اپنی لگن کی ہر راہ میں ساتھ پائیں گے سبحان! میں آپ کی مشکلات کا سبب کبھی نہیں بنوں گی۔" اس نے

بے حد محبت سے کہا تھا اور اس نے آگے زندگی کے سفر میں اپنا ہر قول ثابت بھی کیا تھا۔ سبحان اور شہوار کی شادی ہو گئی تھی اس نے شہوار سے کہا تھا وہ معصومہ کو شادی میں انوائیٹ نہ کرے اور خدا کو اس کی مزید آزمائش مطلوب نہ تھی ان دنوں معصومہ ملک سے باہر تھی اس لیئے وہ شادی میں نہیں آسکی تھی ان کی شادی بے حد سادگی سے انجام پا گئی تھی۔ سبحان کی وہی روٹین تھی دن رات گدھوں کی طرح کام کرنا اور کھانے پینے کا ہوش بھی بھلا دینا۔ وہ اکثر آفس میں ہی رک جاتا تھا وقت تیزی سے گزر رہا تھا پانچ سال پلک جھپکتے میں گزر گئے تھے اس کی محنت رنگ لانے لگی تھی۔ گزشتہ پانچ سالوں میں شہوار نے اس کا بے حد ساتھ دیا تھا سبحان کے والد کی تین سال قبل وفات ہو گئی تھی اور شہوار کی والدہ کا کل چالیسواں ہوا تھا۔ شہوار بے حد آزردہ تھی اور اس کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ بیوی کو ٹائم تو دور دو حرف تسلّی کے بول دیتا اس نے ایک ٹینڈر کے لیئے اپلائی کیا ہوا تھا یہ ٹینڈر اس کے لیئے زندگی و موت کا مسئلہ تھا وہ جانتا تھا کہ یہ ٹینڈر گزشتہ پندرہ سالوں سے معارج کی کمپنی کو ملتا رہا ہے اس کو ایک فیصد ہی امید تھی اور اس نے ایک فیصد کے لیئے اپنا سو فیصد لگا یا تھا۔ شہوار کے اس کی زندگی میں آنے سے اس کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا بس اس کو ہر چیز وقت پر مل جاتی تھی اس کی ماں کا خیال رکھنے کو کوئی موجود تھا اسے نہیں تھا یاد کہ اس نے گزشتہ پانچ سالوں میں بیوی کو کبھی نظر بھر کر دیکھا ہو کوئی پیار بھری سرگوشی کی ہو وہ اس کی زندگی میں کسی ایسے اضافہ کی مانند تھی جس کے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ آفرین تھی مگر اس عورت پر جس نے ایک حرف شکایت کا ادا نہ کیا تھا۔ کہتے ہیں ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے اور اس نے اس کامیابی کی لگن کو معصومہ کی ضد میں اپنی انا کے بچاؤ کو زندگی کا مقصد بنایا تھا مگر اس میں کامیابی سو فیصدی شہوار کے ایثار کے سبب مل رہی تھی اس عورت نے ایک ایسے مرد کے لیئے جو کسی اور کی محبت کا دم بھرتا تھا اپنی زندگی کی خوشیاں داؤ پر لگا دی تھیں۔ جب جب اس کی ہمت ٹوٹنے لگتی تھی وہ اس کا سہارہ بنتی تھی اس کے لیئے وہ ایک بہت بڑا جذباتی سہارہ تھی جن دنوں اس کے ابا کی طبعیت خراب تھی وہ شہر سے باہر تھا سب کچھ شہوار نے اکیلے سنبھالا تھا۔ اپنی ماں کی خاطر بھی ہاسپٹل میں اکیلے خوار ہوئی تھی جس وقت وہ فوت ہوئیں وہ ملک سے باہر تھا اس نے شوہر کے آنہ سکنے کے عذر کو چپ چاپ مان لیا تھا ماں کے کفن دفن کا اس نے اکیلے ہی انتظام کیا تھا۔ سبحان کی وہ کبھی آزمائش نہیں بنی تھی۔ اس کی ماں کا کل چالیسواں تھا اور سبحان نے اینڈ ٹائم پر کہہ دیا تھا کہ وہ میٹنگ میں جا رہا ہے آنہیں سکے گا اور اس نے تو جنازے میں شرکت نہ کرنے پر کچھ نہ کہا تھا چہلم کی فاتحہ میں شرکت نہ کرنے پر کیا کہنا تھا اس نے وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ اس نے ماں کا گھر اور بوتیک ٹرسٹ میں دینے کا فیصلہ کیا تھا ناشتہ کی ٹیبل پر جس سے سبحان کو آگاہ کر دیا تھا اسے بیوی کا فیصلہ بے حد دانشمندانہ لگا تھا۔ وکیل سے رابطے سے لے کر تمام قانونی کاروائی تک اس نے سب اکیلے کیا تھا آج کل سبحان ملک سے باہر تھا وہ کافی کچھ حاصل کر چکا تھا مگر ابھی بھی ایسا نہ تھا کہ وہ معارج کے مقابلے پر آتا اس

لیئے وہ مزید محنت کر رہا تھا اس کو بس ٹینڈر حاصل کرنا تھا وہ اسی تگ ودو میں تھا۔ کسی کے مقام تک پہنچنے کو وہ کیا کچھ گنوا چکا تھا اسے احساس نہ تھا کہ اس نے دل کے راستے سے گزر کر خود کو روبوٹ بنالیا تھا۔ مگر یہ اس کا اپنا انتخاب تھا اس لئے وہی نہیں شہوار بھی بے حد مطمئن تھی اسے یقین تھا آج کی شکست کل کی فتح ثابت ہو گی۔۔۔!!!!

ساری عمر کے سارے دُکھ

اور سارے سُکھ اکھٹے کر کے

دُکھ سُکھ سے تفریق کرو تو

حاصل زندہ رہنا ہو گا

حاصل جو اثبات نہیں ہے

پھر بھی کوئی بات نہیں ہے

جس نے کھیل سمجھ کر ہارا

اُس کے حصے مات نہیں ہے

☆☆☆☆☆☆

زندگی کسی روبوٹ کی مانند گزرتی جارہی تھی۔ کب دن شروع ہوا کب رات ڈھلی اسے احساس ہی نہ تھا۔ وہ رات گئے گھر میں داخل ہوا تھا شہوار نماز پڑھ رہی تھی اس نے گھڑی پر نظر ڈالی تھی ساڑھے تین ہو رہے تھے اسے یاد آیا تھا شہوار کی امی کافی دیندار خاتون تھیں اور انھوں نے بیٹی کی تربیت اسی لحاظ سے کی تھی وہ بچپن سے تہجد پڑھنے کی عادی تھی اور وہ اس وقت تہجد ادا کر رہی تھی جس وقت وہ گھر آیا۔

"کھانا لے آؤں آپ کے لیئے۔؟" اس نے مصلّہ اس کی جگہ پر رکھ کر شوہر کو دیکھا تھا جو جوتوں سمیت بستر پر دراز تھا۔ وہ اس کے پاؤں جوتوں کی قید سے آزاد کرواتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ وہ بے اختیار اٹھ بیٹھا تھا۔

"یہ زحمت نہ کیا کرو شہوار۔۔۔۔" وہ پاؤں کھینچ گیا تھا۔

"ایسے کیوں بولتے ہیں آپ کیا میرا کوئی فرض نہیں بنتا ہے؟" وہ دھیمے سے پوچھ رہی تھی۔

"فرض۔۔۔! مجھے اپنا آپ تمھارا مجرم لگنے لگتا ہے جسے میں اس کا جائز شرعی حق نہیں دے رہا اس سے جوتے اٹھوانے کا تو مجھے حق سرے سے ہے ہی نہیں۔" وہ تھکن سی اپنے اندر محسوس کرتا ہوا بولا تھا اور وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"حق نہ ملے انسان کو تو اس کے فرائض ختم نہیں ہو جاتے سبحان۔۔۔ ایسے میں انسان فرض ادا کرنے سے بچ نہیں

جاتا ہے۔" وہ دھیمے سے کہنے لگی تھی وہ اسے دیکھ رہا تھا اس کا سفید چہرہ نیوی بلو دوپٹہ کے ہالے میں روشنیاں بکھیر رہا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے میں آپ کی مجبوریوں کو سمجھتی ہوں اور امید ہے مجھے کہ ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا ایک دن آپ میرے تمام حقوق ادا کر دیں گے اور میں اس دن کے آنے تک آپنے فرائض سے پہلو تہی نہیں کر سکتی۔" وہ بے حد مدھم لہجہ میں بول رہی تھی۔ اس نے شہوار کے ہاتھ تھام لیے تھے وہ ساکت رہ گئی تھی کہ اس نے آج سے پہلے ایسی کوئی پیش رفت نہ کی تھی وہ بس نکاح کر کے اسے رخصت کرلایا تھا اور لا کر بھول گیا تھا اس نے ابھی تک شہوار کو اس کا جائز حق تک نہ دیا تھا۔ وہ اس کی سہاگن تھی لیکن اس نے سہاگ کی مہک اب تک محسوس تک نہ کی تھی ان کے درمیان صدیوں کے فاصلے تھے۔

"میں تمھارا احسان مند ہوں شہوار کہ تمھارے مزاج کی نرمی اور تمھاری صابر طبعیت نے میرے بھرم رکھ لیئے ہیں۔" وہ اس کی کیفیت سے انجان اس کا ممنون ہو رہا تھا اور وہ اس کی ذرا سی قربت سے پگھلنے لگی تھی۔

"میں آپ کے لیے کھانا لے کر آتی ہوں۔" وہ حیا سے سرخ پڑتی اپنے ہاتھ کھینچتے ہوئے منمناتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے بس کچھ وقت اور دو شہوار میری ضد، میرے مقاصد پورے ہو جائیں پھر میں اپنے ہر برے رویئے کا ازالہ کر دوں گا۔ تمھارا صبر، تمھارا انتظار رائیگاں نہ جائے گا۔" وہ جاتی کہ وہ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔ اس نے نظر اٹھا کر سبحان کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے تھے رنگت بھی کملائی ہوئی تھی وہ جو مردانہ وجاہت میں کسی کا ثانی نہ رکھتا تھا ہجر کی آگ اس کو سلگا رہی تھی مشقت کی بھٹی میں اس کا رنگ وروپ جلتا جا رہا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"مجھے آپ سے نہ آج گلہ ہے نہ زندگی میں کبھی ہو گا۔ ساتھ نبھانے کا وعدہ کیا ہے آپ سے جسے اپنی آخری سانس تک نبھاؤں گی۔" وہ نرمی سے کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ سبحان نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔

کر نہ سکے ہم پیار کا سودا قیمت ہی کچھ ایسی تھی
جیتی بازی ہار گئے ہم قسمت ہی کچھ ایسی تھی
کوئی نہ سمجھے کوئی نہ جانے کیسی یہ مجبوری ہے
پاس ہیں اک دوجے کے کتنے، پھر بھی کتنی دوری ہے
آنکھوں میں آنسو کے ہیں قطرے ہونٹوں پہ خاموشی ہے
ہنس نہ سکے ہم رو نہ سکے ہم حالت ہی کچھ ایسی تھی

جیتی بازی ہار گئے ہم قسمت ہی کچھ ایسی تھی
کر نہ سکے ہم پیار کا سودا قیمت ہی کچھ ایسی تھی

ایک طرف ہے پیار کا دامن, ایک طرف ہے فرض میرا
سوچ رہا ہوں کیسے چکاؤں اے زندگانی قرض تیرا
دیکھو ذرا کس موڑ پہ لائے یہ ظالم حالات ہمیں
ہم کو ملی نہ تم کو ملی وہ چاہت ہی کچھ ایسی تھی
جیتی بازی ہار گئے ہم قسمت ہی کچھ ایسی تھی
کر نہ سکے ہم پیار کا سودا قیمت ہی کچھ ایسی تھی

"معصومہ وہ وقت بہت نزدیک آگیا ہے کہ جب میرے پاس وہ سب ہو گا جس کے لیئے آپ مجھے میری محبت کو ٹھکرا کر آسائشات کی طلب میں چل پڑی تھیں۔" وہ آنکھوں کے گوشے گیلا ہوتا محسوس کرتا سوچ رہا تھا۔

"بس یہ ایک ٹینڈر میرے نصیب کو بدل دے گا میں ثابت کر دوں گا کہ دولت کا حصول مشکل نہیں۔۔۔ اگر کچھ مشکل ہے تو وہ ہے محبت کا حصول۔۔" وہ آنکھیں رگڑتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا۔

وصال کی تمنّا میں جو ہجر کاٹ رہا ہوں تمھارے جرم کی سزا شہوار کو دے رہا ہوں نہیں جانتا کہ اس کا کیا انجام ہو گا مگر اتنا ضرور ہے کہ مجھے سب کچھ گنوا کر بھی اگر تم پر دولت اور محبت میں سے محبت کی اہمیت سمجھانی پڑی تو میں ایسا کر گزروں گا مجھے موت قبول ہے مگر محبت اور محبت کے مان و وقار کی موت کسی صورت قبول نہیں ہے۔" وہ سگریٹ کے مرغولے بناتا ہجر کے ساتھ سگریٹ کے سلگاتا بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا
ترے وعدے پر جئے ہم، تو یہ جان، جُھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے، اگر اعتبار ہوتا
تِری نازُکی سے جانا کہ بندھا تھا عہدِ بُودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا، اگر استوار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو

یہ خلِش کہاں سے ہوتی، جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ، بنے ہیں دوست ناصح

کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا

غم اگرچہ جاں گُسل ہے، یہ کہاں بچیں کہ دل ہے

غمِ عشق گر نہ ہوتا، غمِ روزگار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے، شبِ غم بُری بلا ہے

مجھے کیا بُرا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا، ہوئے کیوں نہ غرق دریا

نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

☆☆☆☆☆☆

کہتے ہیں انسان کی محنت ضائع نہیں جاتی اگر لگن سے جہد کی جائے تو کامیابی قدموں سے آلپٹتی ہے۔ سبحان ٹینڈر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا جس کے بعد وقت ایک دم بدل گیا تھا شہوار اس کی کامیابی پر مطمئن تھی لیکن وہ سبحان کو آج مزید پریشان محسوس کر رہی تھی۔ گزشتہ سالوں کا لمحہ لمحہ اس کی محنت کا گواہ تھا اور آج کامیابی اس سے ملنے خود آئی تھی مگر وہ خوش نہیں تھا کہ دل کی خوشی تو کب کی بچھڑ گئی تھی۔ محبت کا دل دیا بجھ گیا تھا اور ضد، انا، دولت، نام، شہرت ، آسائشات اس کی محبت کا نعم البدل نہیں ہو سکتی تھیں۔

"سبحان آپ اپنی کامیابی پر خوش نہیں ہیں؟" وہ اس کے سامنے کافی کا بھاپ اڑاتا ہوا مگ رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"شہوار آج مجھے وہ کامیابی ملی ہے جو میری خواہش ہی نہ تھی۔" اس کا لہجہ اس کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کا گواہ بن کر فضا میں آزاد ہوا تھا۔

"میرا حصول دولت نہیں محبت تھا اور آج میں بے تحاشہ کامیابی و دولت حاصل کرنے کے بعد بھی خالی ہاتھ ہوں میرا دل کا دیا یوں بجھا ہے کہ اندھیرے میرا نصیب بن گئے ہیں جسے دولت کی چکاچوند بھی مٹا کر دور نہیں کر سکتی۔" سبحان کے آنسو رخساروں پر گرنے لگے تھے۔

"آپ وہ نہیں پا سکتے جو پانا چاہتے ہیں کہ مقدر جنھیں ایک بار ہم سے چھین لے وہ پھر زندگی کا حصہ کبھی نہیں بنتے۔" وہ سبحان کے لیئے اپنا دل مارتی آئی تھی اور آج وہ دکھی تھا تو وہ بے چین ہوگئی تھی اس کے آنسو اسے اپنے دل پر گرتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ اس کا ہاتھ تھام گئی تھی۔

"معصومہ آپ کی زندگی سے بہت دور جاچکی ہے وہ اب کسی اور کی بیوی ہے اسے یاد نہ رکھیں سبحان کے جو یاد رہ جائیں وہ بھی زندگی میں شامل نہیں ہوسکتے۔" وہ آج پہلی دفعہ اس سے معصومہ کے حوالے سے بات کرتی اسے سمجھا رہی تھی۔

"بھول جانا آسان نہیں ہوتا شہوار وہ بھی اسے جس سے دل کے تار جڑے ہوں سانس کی ڈور بندھی ہو۔" وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا اس نے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالی تھیں۔

"بھولیں نہیں بس یاد کرنا چھوڑ دیں زندگی پر زندگی کی خوشیوں پر آپ کا بھی حق ہے۔ زندگی کی طرف لوٹ آئیں خالہ کو اور مجھے آپ کی ضرورت ہے آپ نے دولت کے حصول کے لیئے خود کو روبوٹ بنالیا اب بس زندگی کے رنگوں کی طرف، جذباتی سہاروں کی طرف لوٹ آیئے ہم دونوں مل کر ایک گھر بناتے ہیں سبحان۔۔۔" وہ اس کے ہاتھ تھام گئی تھی وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

زندگی اتنی ارزاں نہیں ہے کہ ایک خود غرض انسان کے لیئے برباد کردی جائے۔ خالہ آپ کو یوں دیکھ کر دکھی رہتی ہیں ان کا بھی تو حق ہے نا آپ پر اور آپ اپنی ماں کو تکلیف دے رہے ہیں۔" شہوار نے بہت پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ وہ اسکو درست سمت ضرور دے گی مگر وہ پہلے اس لئے چپ تھی کہ اسے مناسب وقت کا انتظار تھا وہ جانتی تھی کہ اس وقت جب سبحان پر ایک دھن سوار ہے ایسے میں اسے سمجھانا ناممکن ثابت ہوگا وہ حالات کو سازگار ہوتے دیکھنا چاہتی تھی جس کے لیئے اس نے بڑی لمبی تپسیا کی تھی ارمانوں کے لہو سے صبر کا دیا جلایا تھا۔

اور اب وہ وقت آگیا تھا جب وہ سبحان کو احساس دلا کر اسے زندگی کی طرف لاسکتی تھی کیونکہ یہ سبحان کے لئے ہی نہیں اس کی محبت کے لیئے بھی ضروری تھا جو شخص اس کی بچپن کی پہلی محبت تھا جس محبت کو اس نے عمر کی ہر منزل کے ساتھ پروان چڑھایا تھا وہ اس محبت کو کھونے کا وہ بھی پانے کے بعد کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی اور اس نے اپنی راہ کے اندھیرے اپنی محبت سے روشن کرنے تھے۔

غمِ دل کو ان آنکھوں سے چھلک جانا بھی آتا ہے
تڑپنا بھی ہمیں آتا ہے تڑپانا بھی آتا ہے
کسی کی یاد میں جو زندگی ہم نے گزاری ہے
ہمیں وہ زندگی اپنی محبت سے بھی پیاری ہے
وہ آئیں روبرو ہم داستاں اپنی سنائیں گے
کچھ اپنا دل جلائیں گے کچھ ان کو آزمائیں گے

سر محفل ہمیں تو شمع بن جانا بھی آتا ہے

تڑپنا بھی ہمیں آتا ہے تڑپانا بھی آتا ہے

دبے پاؤں ہمیں آکر کسی کا گدگدا دینا

وہ اپنا روٹھ جانا اور وہ ان کا منا لینا

وہ منزل جھانکتی ہے آج بھی یادوں کی چلمن سے

بھلا سکتا ہے کیسے کوئی وہ انداز بچپن کے

ہمیں گزری ہوئی باتوں کو دہرانا بھی آتا ہے

تڑپنا بھی ہمیں آتا ہے تڑپانا بھی آتا ہے

ہمیں آتا نہیں ہے پیار میں بے آبرو ہونا

سکھایا حسن کو ہم نے وفا میں سرخرو ہونا

ہم اپنے خونِ دل سے زندگی کی مانگ بھر دیں گے

یہ دل کیا چیز ہے ہم جان بھی قربان کر دیں گے

خلافِ ضبطِ الفت ہم کو مر جانا بھی آتا ہے

تڑپنا بھی ہمیں آتا ہے تڑپانا بھی آتا ہے

"میں نے اماں کو اور تمھیں کبھی تکلیف دینا نہیں چاہی شہوار مگر میں مجبور ہو گیا تھا۔" وہ بے بسی سے بولا تھا۔

"مگر اب مجبوری ختم ہو چکی ہے وہ مقصد پورا ہو چکا ہے جس کے حصول کے لیئے آپ نے خود کو، ماں اور بیوی کو نظر انداز کیا۔ میں نے آپ سے گزشتہ برسوں میں کچھ نہیں مانگا سبحان یہاں تک کہ اپنا جائز حق ۔۔۔ آپ کی قربت ۔۔۔ آپ کا ساتھ ۔۔۔ رشتہ کا احساس ۔۔۔ رشتہ کی ضرورت ۔۔۔ کچھ طلب نہیں کیا مگر اب مجھے وہ سب چاہیئے جو میرا حق ہے۔" وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا وہ لڑکی جو اس کے ہاتھ پکڑ لینے پر چھوئی موئی سی ہو کر منظر سے ہٹ جاتی تھی۔ وہ آج کس قدر بے باکی سے اپنا مطالبہ اس کے سامنے رکھ گئی تھی۔ وہ اس قدر حیرت زدہ ہوا تھا کہ اپنے خود ساختہ دکھ ہی اسے بھول گئے تھے۔

"زندگی کی خوشیوں پر میرا بھی حق ہے سبحان لیکن پھر بھی میں نے آپ کے مقصد کے حصول تک آپ کو ڈسٹرب نہیں کیا میں آپ کو جتا نہیں رہی مگر یہ حقیقت ہے کہ مجھے آپ کی جب جب ضرورت پڑی آپ میرے ساتھ نہ تھے اور اب میں اپنا دکھ اکیلے نہیں جھیل سکتی مجھے اپنے دکھ پر رونے کو اپنے ہمسفر کا کاندھا چاہیئے میں اپنا دکھ آپ سے

بانٹنا چاہتی ہوں اپنا سکھ آپ کے ساتھ مل کر ہنسنا چاہتی ہوں اور یہ مطالبہ میرا غلط تو نہیں ہے نا سبحان۔۔۔؟" وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا وہ جسے اس کی بے باکی سمجھا تھا وہ تو اس کی محبت تھی۔۔۔ رشتہ کو نبھانے کا احساس تھا۔ وہ ندامت سی محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ غلط تو کچھ نہ کہہ رہی تھی کہ اس نے تو اپنی ماں کا جنازہ بھی اکیلے ہی بھگتایا تھا وہ شرکت تو دور اس سے دو لفظی تعزیت بھی نہیں کر پایا تھا۔ اس نے گزشتہ سالوں میں بہت کچھ سہا تھا اس کے شوہر نے اس کو کبھی وقت نہ دیا تھا ایک نگاہ التفات نہ ڈالی تھی اور سر محفل وہ عورتوں سے مشورے سمیٹتی تھی ہمدردی کی آڑ میں نشتر جگر کے پار ہوتے محسوس کرتی تھی وہ دنیا کی نظر میں بانجھ تھی اور حقیقت تو صرف اس کے علم میں تھی کہ اس کے شوہر نے وہ احساس اسے سونپا ہی نہ تھا جو کلی کو پھول بنا دیتا کہ ان کے درمیان قربت کے لمحات آئے ہی نہ تھے اور وہ یہ توہین بھی محبت میں برداشت کر گئی مگر کب تک کہ اب تو ساس کا رویہ بھی بدلنے لگا تھا۔ وہ صبح و شام اٹھتے بھیٹتے اسے اولاد نہ ہونے کا طعنہ دیتی تھیں اسے اپنا اور شوہر کا بھرم عزیز تھا وہ چپ تھی مگر پانی سر سے اونچا محسوس ہو رہا تھا اس لئیے اسے اپنی نسوانیت کے تقدس کے لئیے جنگ لڑنی تھی وہ اسے غلط سمجھے کہ بے باک مگر اس نے یہ قدم اٹھایا تھا کہ کوئی کچھ کہے۔۔۔ کچھ سمجھے یہ اس کا شرعی حق تھا اور جس کا مطالبہ شوہر سے کرتے وہ ہرگز بھی نادم نہ تھی۔ ندامت سے پیشانی تو عرق آلود اس کی ہونے لگی تھی کہ اس نے ہجر کو یوں گلے سے لگایا تھا کہ بیوی کو اس کے ہر جائز، شرعی حق سے دور کر دیا تھا۔ مگر اس اللہ کی بندی پر آفرین تھی جس نے اف نہ کیا تھا۔

"مجھے معاف کر دو شہوار میں نے سچ میں تم پر بڑا ظلم کیا مگر تم ٹھیک کہتی ہو زندگی کی خوشیوں پر میرا اور تمھارا ہم دونوں کا حق ہے۔" اب حیران ہونے کی باری شہوار کی تھی وہ اپنی خوبصورت جھیل سی آنکھوں میں حیرت لئیے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ مسکرا دیا تھا گزشتہ سالوں میں اس نے سبحان کو عید کے عید بھی مسکراتے نہیں دیکھا تھا اور آج اس کی مسکراہٹ دیکھ کر اُسے لگا تھا کہ اُسے اُس کی ریاضت کا ثمر ملنے کو ہے۔

"ہم دونوں مل کر ایک گھر بنائیں گے شہوار جس میں رشتے اور محبت پروان چڑھے گی کہ میں جان چکا ہوں کہ آسائشات زندگی کو رنگ نہیں دیتیں۔۔۔ سکھ کی بہاریں تو قربانی مانگتی ہیں اور میں آج اعتراف کرتا ہوں کہ میری ہر کامیابی تمھارے صبر اور ساتھ کی مرہون منت ہے تمھارا خاموش سہارا ہی میری کامیابیوں کی ضمانت بن گیا۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر بولا تھا۔ شہوار نے کتنی خاموشی سے اس کے دل میں جگہ بنائی تھی یہ اسے بھی پتہ نہیں چلا تھا۔ وہ عورت اپنے ایثار کی شمع لئے اس کے دل میں اتر گئی تھی اسے احساس تھا کہ وہ اس کے ساتھ غلط کر رہا ہے اور اب صحیح کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے اپنی پہلی محبت کو دل کے سب سے نچلے خانے میں ڈال کر رشتوں کے لئیے جگہ بنا لی تھی۔

یہ کوئی نظم نہیں ہے

یہ کوئی غزل' ڈرامہ یا افسانہ نہیں ہے

یہ میں ہوں!

یہ تم ہو!

اور یہ وہ ہے جو تمہارے اور میرے

درمیاں ہے!

جس کا دیگر معتبر رشتوں جیسا کوئی نام نہیں ہے

پھر بھی یہ حیٔ القیوم ہے۔

تم اور میں ایک دوسرے کا کن بھی ہیں اور فیکون ہیں

ہم دونوں ساتھ بڑھتے ہیں' ساتھ گھٹتے ہیں

ہم ایک دوسرے کا آئینہ بھی ہیں اور آئینے پر منجمد عکس بھی

ہم کائنات کا راز ہیں اور فاش ہیں

ہم خلیہ بھی ہیں اور خدا بھی

اور جانتے ہو کے ہم یہ سب کیوں ہیں؟

کیونکہ ہم نے کرب کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔

کرب۔ جو نسلوں کے فسوں' رنگوں کے تضاد

اور زبانوں کی قید سے آزاد ہے۔

کرب۔ جو خدا سے خلا تک سب کو ڈھانپے ہوئے ہے

کرب۔ جو روح ہے' سانس ہے' محبت ہے' مسکراہٹ ہے

کرب۔ جو تم ہو!

کرب۔ جو میں ہوں!

کرب۔ جو تمہارے اور میرے درمیاں کا تعلق ہے!

زندگی ایک نئی ڈگر پر چل پڑی تھی اور درشہوار اپنے رب کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھی کہ اس کے سوہنے رب نے اس کی خالی جھولی خوشیوں سے بھر دی تھی۔ جیسے کوئی اپنی پہلی محبت نہیں بھلا سکتا ٹھیک ویسے ہی مرد اس عورت کو کبھی نہیں بھولتا جو مشکل وقت میں اس کا سہارہ ثابت ہوتی ہے اپنا خون جگر دے کر مشعل راہ بنتی ہے۔ اس کے دل میں

شہوار کی بڑی عزت اور اہمیت تھی۔ اور شہوار اس پر ہی خوش تھی کہ وہ اپنے رشتہ کو عزت و اہمیت دینے لگا تھا۔

کچھ وقت اور بیتا تھا اس نے "بخاری انٹر پرائزز" کی بنیاد رکھی تھی۔ پھر اس نے کبھی مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا ۔مگر پھر وقت اسے بھٹکا کر وہیں اسی طرف لے گیا تھا جس نے اس کی پچھلی راہیں کھوٹی کی تھیں اور نئی راہ کو متعین کیا تھا۔

تمہارے شہر کا موسم بڑا سہانا لگے

میں ایک شام چرالوں اگر برا نہ لگے

تمہارے بس میں اگر ہے تو بھول جاؤ ہمیں

تمہیں بھلانے میں شاید ہمیں زمانہ لگے

جو ڈوبنا ہے تو اتنے سکون سے ڈوبو

کہ آس پاس کی لہروں کو بھی پتہ نہ لگے

اسی لئے تو کھلائے ہیں پھول صفحوں پر

ہمیں جو زخم لگے ہیں وہ دوستانہ لگے

وہ اک ستارہ کہ جو راستہ دکھائے ہمیں

وہ اک اشارہ کہ جو حرف محرمانہ لگے

نہ جانے کب سے کوئی میرے ساتھ ہے قیصر

جو اجنبی نہ لگے اور آشنا نہ لگے

☆☆☆☆☆☆

سبحان کا بزنس کافی ترقی کر رہا تھا اس کی محنت رنگ لا رہی تھی بزنس کمیونٹی میں اس کا نام تیزی سے پھیل رہا تھا دس دوست تو ہزار دشمن پیدا ہونے لگے تھے لیکن وہ پیچھے مڑے بنا آگے کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اس کا معارج سہروردی سے کافی بار بزنس پارٹیز اور میٹنگز میں سامنا ہوا تھا وہ شخص ہر لحاظ سے قابل تھا اس میں کوئی شک نہ تھا وہ ظاہری حسن سے ہی نہیں باطنی خوبصورتی سے بھی مالا مال تھا اس کی بزنس کمیونٹی بھی کافی اچھی شہرت تھی ۔ وہ معارج کی کمپنی کا ٹینڈر حاصل کر کے ہی یہاں تک پہنچا تھا یہ سمجھ لیں کہ جیسے معارج کی قسمت نے یوں اس کا ساتھ دیا تھا کہ وہ سبحان کی محبت اس کا دل چھین لے گیا تھا ٹھیک ویسے ہے قسمت سبحان پر مہربان ہوئی تھی اور وہ معارج کے حلق کا نوالہ چھین لینے میں کامیاب ہو گیا تھا اور یہی قسمت ہے کب ساتھ دے جائے کب دغا دے جائے کوئی نہیں جانتا۔۔۔ معارج تو حقیقتوں سے نا آشنا تھا مگر جو آشنا تھی وہ ایک نئے روپ کے ساتھ سامنے آجائے گی یہ سبحان کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا وہ تقریباً آٹھ

سال بعد اس کے سامنے تھی۔ اور سبحان کو لگا تھا وقت کی گردش تھم گئی ہے۔

نا جانے دیکھ کے کیوں اُنکو یہ ہوا احساس
کہ میرے دل پہ اُنہیں اختیار آج بھی ہے
وہ پیار جس کے لیئے ہم نے چھوڑ دی دنیا
وفا کی راہ میں گھائل وہ پیار آج بھی ہے
نا پوچھ کتنے محبت کے زخم کھائے ہیں
کہ جن کو سوچ کے دل سوگوار آج بھی ہے

معصومہ اکثر سید سبحان بخاری کا نام سنتی رہتی تھی کہ اس کا شوہر معارج اپنے والد سے بزنس ڈسکس کرتا رہتا تھا جس میں وہ کافی انٹرسٹ لیتی تھی کہ اس نے شادی کے بعد بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا تھا اور ایم کام کمپلیٹ کر لیا تھا اور وہ آفس جوائن کرنے کا پورا ارادہ رکھتی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جس کے آج کل بزنس کمیونٹی میں چرچے ہیں وہ وہی سبحان ہو گا جسے وہ اس کی غریبی کی وجہ سے ٹھکرا چکی تھی۔ وہ تو اس نے ہفتہ قبل ہی تو معارج کے منہ سے سنا تھا کہ اخبار میں سید سبحان بخاری پر ایک فیچر چھپا ہے جسے اس نے تجسّس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پڑھنے کو اخبار اٹھایا تھا اور وہ سبحان کو دیکھ کر بری طرح ششدر رہ گئی تھی۔ اخبار ہاتھ میں تھا اور ذہن آٹھ برس قبل برستی بارش تلے بھیگتی شام کی طرف چلا گیا تھا جب اس نے محبت اور آسائش میں سے آسائش کا انتخاب کیا تھا اور محبت کے دعویدار اس شخص نے کہا تھا کہ وہ ایک دن سب کچھ حاصل کر کے دکھائے گا تو آج وہ لمحہ بن کہے چپکے سے اس کے سامنے آن ٹھہرا تھا وہ شخص قول کو سچا ثابت کر چکا تھا۔ وہ تفصیل پڑھتی چلی گئی تھی کم وقت میں زیادہ محنت کے ذریعے وہ آج کامیاب لوگوں کی فہرست میں چاہے نچلے درجے پر تھا مگر اس کا شمار باحیثیت لوگوں میں ہونے لگا تھا۔ ایک ہنکارا بھرتے ہوئے معصومہ نے اخبار گول مول کر کے دور اچھال دیا تھا۔ وہ تو جب سے ہی پیچ و تاب کھا رہی تھی جب اسے پتہ لگا تھا کہ شہوار کی سبحان سے شادی ہوگئی ہے اور یہ بات اسے جانے کیوں اس قدر ناگوار گزری تھی کہ اس نے شہوار سے تمام تعلقات ختم کر دیئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی والدہ کی وفات کا سن کر بھی شہوار کے پاس تعزیت کے لیئے نہیں پہنچی تھی۔ اور تقریباً چار سال قبل اس کی شہوار سے شاپنگ مال میں ملاقات ہوگئی تھی۔ اور اس نے شہوار کو کافی سنائی تھیں۔ اس سے کہا تھا کہ:

"وہ سبحان جو مجھ سے محبت کا دعویدار تھا تم اس سے شادی کر کے بیٹھ گئیں تم خوش ہو یا وہ سبحان میری محبت کا دیا دل میں روشن کئے ہجر کی آگ میں سلگ کر مجھے یاد کرتا ہے اور تمھیں نظر انداز کرتا جاتا ہے۔" معصومہ کا انداز صاف

تمسخر اڑانے والا تھا۔ شہوار نے اسے دیکھا تھا جو پہلے سے زیادہ مغرور لگی تھی۔ جسے دوستی کا پاس ہی نہ رہا تھا وہی آج بے مروتی کی انتہاؤں کو چھو رہی تھی جو کبھی ایک جاں دو قالب کی دعویدار تھی۔ شہوار کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں کہ اس جیسی نرم خو، بامروت لڑکی معصومہ کی بے مروتی و بدتمیزی برداشت نہیں کر پائی تھی۔

"تمھیں اس بات کی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ سبحان کس حال میں ہیں یا میں ان کے ساتھ خوش ہوں کہ نہیں۔" شہوار خود کو کمپوز کر کے بولی تھی۔

"ہاہاہا۔۔کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔" معصومہ سراسر اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔ وہ آگے سے چپ رہی تھی اور اس کی خاموشی معصومہ کو بے حد بری طرح کھلی تھی۔

"تم نے سبحان سے شادی کر کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے اگر پچھتا رہی ہو تو مجھے بتا سکتی ہو آفٹر آل ہم کبھی اچھے دوست رہے ہیں۔" وہ جانے کس حس کی تسکین کو ایسی باتیں کر رہی تھی۔ اس کے دل میں سبحان کے لیے محبت تو دور ہمدردی بھی نہ تھی گزرے چار سالوں میں اسے ایک دفعہ بھی خیال تک نہ گزرا تھا کہ وہ کسی کی محبت ٹھکرا چکی ہے مگر شہوار کی سبحان سے شادی کا خیال ہی اسے انگاروں پر لوٹنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ یہ نفرت تھی کہ حسد وہ خود نہیں جانتی تھی۔ بس مگر اسے یہ بات پسند نہ آئی تھی۔

"اگر تمھیں یہ لگتا تھا کہ سبحان تمہاری مادہ پرست فطرت جاننے کے بعد بھی روگ لگا کر بیٹھ جائیں گے تو تم غلطی پر تھیں کہ وہ تمہیں بھول کر اپنی زندگی کے سفر میں ویسے ہی آگے بڑھ گئے ہیں جیسے کہ تم اور میری ایک بات یاد رکھنا کہ میں اور سبحان ایک ساتھ بہت خوش ہیں سبحان نے تمہیں بھلا دیا ہے کیونکہ خود غرض لوگوں کو یاد رکھا ہی نہیں جاتا۔" شہوار کو وہ مذاق اڑاتی ہوئی محسوس ہوئی تھی اسی لیئے وہ اپنے مزاج کی نرمی کو سائیڈ کر کے نہایت سختی سے بولتی چلی گئی تھی کیونکہ اسے اپنا ہی نہیں اپنے شوہر کا بھرم بھی بے حد عزیز تھا اور وہ عزت نفس کا کسی صورت سودا نہیں کر سکتی تھی۔ معصومہ نے اپنے لب بھینچ لیئے تھے اور کچھ کہے بنا پلٹ گئی تھی اس کے بعد ان کا کہیں سامنا نہ ہوا تھا اور آج سبحان سے وہ شاپنگ مال کی پارکنگ میں ٹکرا گئی تھی اور اس کی نظر کا بے اختیار ہونا ایسا تھا کہ اس کی خود پسندی کا کالر فخر سے اونچا ہو گیا تھا۔

گھر بھی سونا ہے میری زیست کے آنگن کی طرح
لوٹ کر وقت نہ آیا میرے بچپن کی طرح

گردش وقت کے روندے ہوئے انسانوں کا

کوئی مصرف نہیں ٹوٹے ہوئے برتن کی طرح

مجھ کو غربت نے ڈسا اس کو دولت ہوس مار گئی
بک گیا وہ بھی بہر حال میرے فن کی طرح

آپ چھم سے جو تصور میں چلے آئے کبھی
دل دھڑکنے لگا بجتی ہوئی جھانجن کی طرح

کچھ میرا ذوق سماعت بھی بہک جاتا ہے
کچھ تیرے پاؤں کی آہٹ بھی ہے دھڑکن کی طرح

کر کے گھائل مجھے اس کا بھی برا حال ہوا
اس کی زلفیں بھی نہ سلجھیں میری الجھن کی طرح

جانے کیا بات ہے جلتا ہے حسد کرتا ہے
غم دنیا، غم محبوب سے سوکن کی طرح

برق گرنے کا جہاں ناز بہت خطرہ تھا
ہم نے ڈالی اسی ڈالی پہ نشیمن کی طرح۔۔۔

"اونہہ۔۔! شہوار تم تو دعوی کر کے گئی تھیں کہ سبحان نے مجھے بھلا دیا ہے مگر آج اس کی نظر مجھ پر ویسے ہی ٹھہری ہے جیسے برسوں قبل ٹھہری مجھے مجھ سے مانگنے کے لیئے ملتجی تھی مگر یہ مجھے نہ اس وقت حاصل کر پایا اور نہ ہی اب کر سکتا ہے۔" اس نے غرور سے سوچتے ہوئے دل ہی دل میں شہوار کو مخاطب کیا تھا اور مسکراتے ہوئے خود کو یک ٹک دیکھتے سبحان کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔

"لوگ تو آج کل بڑا ہواؤں میں اڑ رہے ہیں۔" وہ سالوں بعد سامنے تھی وہ سدھ بدھ کھو گیا تھا وہ لڑکی جو پہلے خوبصورت تھی آج جدید تراش خراش کے اسٹائلش شلوار سوٹ میں نک سک سے تیار تمام ہتھیاروں سے لیس تھی تو حسین تر لگ رہی تھی وہ حواس کھو بیٹھا تھا اور وہ اس کے اٹھتے قدموں کا ٹھٹھکنا آنکھ کا ٹھہر جانا محسوس کرتی ایک غرور سے ماتھے پر جھولتی سیاہ لٹ کو پیچھے کرتے ہوئے بولی تھی اور اس کا انہماک بکھر گیا تھا۔

"بس جی کیا کریں نئی نئی دولت ملی ہے تو قدم زمین پر پڑتے ہی نہیں ہیں ہوا میں اڑنا مجبوری سمجھ لیں یا شو آف ۔۔۔" وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے طنز کے جواب میں گہری سنجیدگی سے بولا تھا اور معصومہ سہروردی کو اس کا طنز بے حد کھلا تھا۔

"آپ مجھ پر طنز کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔؟" وہ سرخ چہرے کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"جو آپ نہیں کرنا چاہتیں بس وہ۔" اس نے انکساری سے کام لیا تھا اور وہ کھول اٹھی تھی۔

"اگر آپ کو اپنی نئی دولت کا گھمنڈ ہے تو سن لیں سبحان صاحب کہ آج بھی آپ میرے شوہر معارج کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔" وہ بے حد غرور کے ساتھ لہجہ میں حقارت سمو کر بولی تھی۔

"میں دولت کا گھمنڈ چاہوں بھی تو نہیں کر سکتا ہوں کہ میری محبت کا نعم البدل دولت ہو ہی نہیں سکتی۔" اس کا لہجہ دکھ سے بھیگنے لگا تھا۔

"معصومہ آج میرے پاس وہ سب ہے جو کل نہ ہونے کے سبب آپ نے میری محبت کو ٹھکرا دیا تھا مگر میری بے تحاشہ دولت مجھے محبت نہیں دلا سکتی۔" وہ تھکے تھکے انداز میں کہہ رہا تھا اور وہ اس شخص کو دیکھنے لگی تھی جو محبت کے آگے آج بھی بے بس تھا اس کی شکستگی نے معصومہ کے اندر کے غرور کو اور جلا بخشی تھی۔

"آپ کو سچ میں مجھ سے اتنی ہی طوفانی محبت تھی جتنی جتاتے ہیں یا یہ بس دل کی تسلی کو محض ایک خیال ہی ہے ۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھ رہی تھی۔ وہ آج بھی سنگدل تھی آج بھی اسے سبحان کی آنکھوں میں محبت نظر نہیں آ رہی تھی کہ وہ خود پسند عورت محبت کے مفہوم سے ہی نہیں محبت کے وجود سے بھی ناآشنا تھی۔

"میں نے محبت کا دعویٰ کبھی نہیں کیا معصومہ یہ اور بات ہے کہ دل آج بھی پہلی نظر کے حصار میں ہے اور محبت خیال نہیں احساس ہے محسوس کریں گی تو محبت زندگی ہے اور محسوس نہ کریں تو لفاظی کے سوا کچھ نہیں۔" سبحان اس کے سامنے خود کو بے بس پا رہا تھا اس کی نظر میں ملال اور لبوں پر آہ تھی مگر ظاہر میں کچھ نہ تھا سوائے خالی پن کے کیونکہ سامنے کھڑی عورت احساس و جذبات کی زبان سے ناآشنا تھی۔

غم حد سے بڑھا ہے تو یہ احساس ہوا ہے
دل بجھ کے بھی دل رہتا ہے پتھر نہیں ہوتا
ہر شخص کو منہ مانگی مرادیں نہیں ملتیں
ہر شخص مقدر کا سکندر نہیں ہوتا
ہر دل میں محبت ہو یہ ممکن نہیں محسن

ہر سیپ کی آغوش میں گوہر نہیں ہوتا

"ویسے میں نے تو سنا تھا کہ سچی محبت روگ کی بانہوں میں سلگا کرتی ہے اور آپ تو ماشااللہ محبت، محبت کا راگ الاپتے روگ وجوگ لینے کی بجائے حاصل کی بانہوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں سنا ہے خیر سے شادی ہو گئی ہے بیوی بہت خوبصورت ہے آپ کی۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر گہرے طنز سے بولی تھی اور وہ لب بھینچ گیا تھا معصومہ ہر ملاقات پر اپنے اندر کا چھوٹا پن ظاہر کر دیتی تھی۔ اس کی سطحی سوچ اس کے لفظوں سے یوں عیاں ہوتی تھی کہ سبحان ندامت محسوس کرنے لگتا تھا۔

"میں یہ سمجھ نہیں پارہا کہ خوشی کا اظہار کروں کہ دکھ کا کہ آپ کو نہ مجھ سے محبت ہے نہ میری محبت کی قدر ہے تو پھر آپ کیوں چاہتی تھیں کہ میں آپ کے لیئے جوگ لوں۔۔۔؟" وہ سچ میں حیران تھا۔ اور ایسا اس کے چہرے پر صاف لکھا تھا۔

"میں نے اپنی چاہ کی بات نہیں کی آپ کی چاہ کی روشنی میں وہ بات کہی جو زمانہ میں عام ہے۔۔۔" وہ ناگواری سے بولی تھی اور اس کی حیرت کچھ کم ہوتی چلی گئی تھی۔

"اور سمجھ تو میں بھی نہیں پارہی کہ محبت کا دعوی مجھ سے اور شادی در شہوار سے۔۔۔ اگر شہوار سے ہی شادی کرنی تھی تو محبت کا ڈرامہ کیوں۔؟" وہ پھنکاری تھی۔ اس کے چہرے پر غصہ کی لالی تھی۔

"محبت تو کل بھی آپ سے تھی معصومہ آج بھی دل آپ کے نام کی مالا جپتا ہے۔۔۔ مجھے زندگی میں جو ملا ان چاہا ملا۔۔۔ چاہے وہ دولت ہو کہ شہرت یا بیوی ہو کہ لائف اسٹائل۔۔۔" وہ تھکے تھکے انداز میں کہہ گیا تھا اس نے پشت پیچھے کھڑی اپنی کار سے لگالی تھی۔ اور اس کی بات سن کر معصومہ کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ سج گئی تھی۔ اس نے تین سال اس غرور میں گزارے تھے کہ کوئی اس کی چاہ میں بے تاب سا آہیں بھرتا پھرتا ہے۔۔۔ مگر اس کا یہ بھرم چار سال قبل اس شخص کی بیوی نے توڑ ڈالا تھا یہ کہہ کر کہ وہ اور سبحان خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کر رہے ہیں اور سبحان نے اسے معصومہ کو فراموش کر دیا ہے اور آج مگر وہ سبحان کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی اس کے منہ سے محبت کے ترانے سن رہی تھی اسے اپنی گردن فخر سے تنی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔

"اونہہ بڑا دعوی تھا تمھیں شہوار کہ تمھارا شوہر تم سے محبت کرتا ہے آج تم ہوتیں میرے سامنے تو میں دکھاتی تمھیں یہ تو آج بھی میرا اسیر ہے۔" وہ حقارت سے دل ہی دل میں شہوار سے مخاطب تھی۔

"آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا جن آسائشات کے پیچھے آپنے میرا دل توڑ ڈالا آج وہ سب میرے پاس ہیں مگر افسوس کہ آپ میرے لیئے شجر ممنوعہ ہو چکی ہیں۔ دیکھیں مجھے کہ میں سب کچھ حاصل کر کے بھی آج ناکام ہوں میرا

دل مجھے ہر کامیابی سے دور کر دیتا ہے معصومہ۔۔۔ کیا اب بھی آپ کو لگتا ہے کہ پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے بتائیے مجھے ۔۔۔" وہ گہری سوچ سے نکل کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے۔" وہ ترنت بولی تھی۔

کبھی کبھی بازار میں یوں بھی ہو جاتا ہے

قیمت ٹھیک تھی، جیب میں اتنے دام نہ تھے

ایسے ہی ایک بار میں تم کو ہار آیا تھا!

"اچھا پیسہ سے آپ کیا کیا خرید سکتی ہیں برانڈڈ سوٹ۔۔۔ ڈیزائنر جیولری۔۔۔ قیمتی گاڑی۔۔۔ شاندار گھر۔۔۔ بہترین فرنیچر یہی سب نا۔۔؟" اس کی آنکھوں میں لہو اتر آیا تھا وہ بے ساختہ دو قدم دور ہوئی تھی۔

"تو کیا یہ تمام آسائشات محبت کا نعم البدل ہو سکتی ہیں؟" وہ سسکتے دل کے ساتھ پوچھ رہا تھا اور وہ اس کے سخت تیوروں سے خائف ہو کر رہ گئی تھی۔

"آسائشات اور بہتر زندگی حاصل کرنا میرا حق تھا جو میں نے حاصل کیا اور میں اپنی زندگی سے بے حد خوش ہوں ۔" وہ دبے دبے انداز میں غرّائی تھی۔

"پیسہ سب کچھ ہے نا آپ کی نظر میں تو میرے پاس بھی بہت پیسہ ہے معصومہ تو بتائیے مجھے۔۔۔ کیا میں پیسہ سے کسی کا دل اپنے حق میں موم کر سکتا ہوں۔۔۔۔ پیسہ کے ذریعے محبت کا دل دیا روشن کر سکتا ہوں۔۔۔۔ کیا پیسہ مجھے میری محبت دلا سکتا ہے۔۔۔ کیا پیسہ میرے اجڑے دل کو بسا سکتا ہے۔۔۔۔ بتائیے مجھے معصومہ میں اپنے پیسے سے اپنے سپنے خرید سکتا ہوں۔۔۔۔ میں نے پیسہ سے گھر خرید لیا کیا دل خرید سکتا ہوں۔۔۔۔ میں بہت پیسہ والا ہوں مگر اپنی خواہشات اب بھی نہیں خرید سکتا جیب بھر گئی ہے میرا دل اب بھی خالی ہے کیسے بھروں اسے بتائیے مجھے۔۔۔؟" وہ آنکھوں میں ملال کی سرخی لئے اس خود غرض عورت کو دیکھ رہا تھا جس کی خود پسندی کی کوئی انتہا نہ تھی جس کی طلب کا کاسہ خالی تھا کہ خواہش کے کنوئیں میں جتنا ڈالو بھرتا ہی نہیں ہے۔۔۔

"محبت کے بنا زندگی گزر جاتی ہے اور مثال تو آپ کی بھی موجود ہے مجھے اپنی محبت کو پا نہیں سکے مگر ایک خوشگوار زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ کیسی محبت ہے آپ کی مجھے تو سمجھ ہی نہیں آتا اور اوپر سے آپ بات کرتے ہیں محبت کی آپ محبت ہوتے ہوئے بھی گھر بسا سکتے ہیں تو میں نے بسا لیا تو اتنا واویلا کیوں جبکہ میں نے تو آپ سے کوئی عہد و پیمان بھی نہیں باندھے تھے میری نظر میں کل بھی محبت کی کوئی وقعت نہ تھی آج بھی نہیں ہے کہ محبت کے سہارے زندگی نہیں گزرا

کرتی سبحان صاحب پیٹ گندم کی روٹی مانگتا ہے محبت کے نان نہیں۔۔۔" وہ بنا رکے ایک ہی سانس میں بڑی تیزی سے کہتی چلی گئی تھی۔

"پیٹ بھر کر روٹی تو میں بھی کھلا سکتا تھا معصومہ یہ آپ بھی جانتی ہیں مگر آپ کو روکھی سوکھی روٹی نہیں روغنی نان چاہئیے تھے آپ نے میری خالی جیب دیکھی میرا محبت سے بھرا دل نہیں دیکھا آپ اندھی خواہشات کے حصول کی طرف دوڑنے کی چاہ میں یہ تک بھول گئیں کہ پیسہ میٹر نہیں کرتا دل کرتا ہے۔۔۔ اہمیت پیسہ کی نہیں۔۔۔ انسان کی ہوتی ہے۔۔۔ دل کی ہوتی ہے۔۔۔" وہ اس کے حسین چہرے کو دیکھتے ہوئے بہت دکھ سے بول رہا تھا اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا آنکھوں میں نمی نمودار ہونے لگی تھی۔ معصومہ نہیں جانتی تھی کہ جیب کا دھنی ضروری نہیں دل کا بھی دھنی ہو مگر دل کا دھنی تو خالی جیب میں وہ کچھ لئے پھرتا ہے کہ اگر جیب کا دھنی دیکھ لے تو دل کے دھنی کے آگے جیب جھاڑ کر اس کا مرید ہو جائے۔ مگر معصومہ اپنی خواہشات کی مرید تھی اس کو محبت اور دل والوں سے کچھ لینا دینا نہ تھا اس کی نظر میں جیب کی جیب کے دھنی کی اہمیت تھی دل اور دل کے دھنی اس کی نظر میں نہ سمائے تھے نہ سما سکتے تھے۔ معصومہ آگے بھی بہت کچھ بول رہی تھی اور اس نے محض ایک نظر اس پر ڈالی تھی جس کی نظر میں محبت اور رشتے مایا کی چاہ کے آگے کچھ نہ تھے وہ بھیگی آنکھیں لیئے پلٹ گیا تھا اور وہ تنفر سے ہنکارا بھرتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

سب مایا ہے

سب مایا ہے، سب ڈھلتی پھرتی چھایا ہے
اس عشق میں ہم نے جو کھویا، جو پایا ہے
جو تم نے کہا ہے، فیض نے جو فرمایا ہے
سب مایا ہے

ہاں گاہے گاہے دید کی دولت ہاتھ آئی
یا ایک وہ لذت نام ہے جس کا رسوائی
بس اس کے سوا تو جو بھی ثواب کمایا ہے
سب مایا ہے

اک نام تو باقی رہتا ہے گر جان نہیں

جب دیکھ لیا اس سودے میں نقصان نہیں

تب شمع پہ دینے جان پتنگا آیا ہے

سب مایا ہے

معلوم ہمیں سب قیس میاں کا قصّہ بھی

سب ایک سے ہیں، یہ رانجھا بھی، یہ انشاء بھی

فرہاد بھی جو اک نہر سی کھود کے لایا ہے

سب مایا ہے

کیوں درد کے نامے لکھتے لکھتے رات کرو

جس سات سمندر پار کی نار کی بات کرو

اس نار سے کوئی ایک نے دھوکہ کھایا ہے؟

سب مایا ہے

جس گوری پر ہم ایک غزل ہر شام لکھیں

تم جانتے ہو، ہم کیونکر اس کا نام لکھیں

دل اس کی بھی چوکھٹ چوم کے واپس آیا ہے

سب مایا ہے

وہ لڑکی بھی جو چاند نگر کی رانی تھی

وہ جس کی الھڑ آنکھوں میں حیرانی تھی

آج اس نے بھی پیغام یہی بھجوایا ہے

سب مایا ہے

جو لوگ ابھی تک نام وفا کا لیتے ہیں

وہ جان کے دھوکے کھاتے، دھوکے دیتے ہیں

ہاں ٹھونک بجا کر ہم نے حکم لگایا ہے

سب مایا ہے

جب دیکھ لیا ہر شخص یہاں ہر جائی ہے

اس شہر سے دور، اک کٹیا ہم نے بنائی ہے

اور اس کٹیا کے ماتھے پر لکھوایا ہے

سب مایا ہے

☆☆☆☆☆☆

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ گیارہ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ معصومہ کی شادی کو تقریباً دس سال ہو گئے تھے معصومہ اور معارج کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا بیٹی عائشہ' بیٹا ابرج پھر بیٹی مسکان جو ابھی چھ ماہ کی تھی۔ دو ماہ قبل معارج کے والد وفات پا چکے تھے بزنس کی ساری ذمہ داری معارج پر آگئی تھی۔ جسے وہ بڑی خوش اسلوبی سے نبھا رہا تھا۔ معصومہ برسوں سے آفس جوائن کرنا چاہتی تھی معارج نے اسے منع کر دیا تھا اس کی مرضی تھی کہ وہ گھر اور بچوں کو دیکھے آج سے نو سال پہلے جب اسے خوشخبری ملی تھی وہ کتنا پریشان ہو گئی تھی اس کی پلاننگ میں فی الحال کوئی بچہ نہیں تھا مگر معارج اور قسمت کے آگے اس کی ایک نہیں چلی تھی۔ شادی کے پہلے سال جب اسے اپنی پریگننسی کا پتہ لگا تھا وہ معارج سے کتنا لڑی تھی اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ ان **جھنجھٹوں** سے دور رہنا چاہتی ہے اس لیئے وہ ابارشن کروالے گی لیکن معارج اس کے لیئے راضی نہیں ہوا تھا اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ اسے بچے بہت پسند ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی ایک مکمل گھریلو لڑکی ثابت ہو شوہر کی خدمت گزار بیوی اور بچوں کی اعلی تربیت کرنے والی ماں۔۔۔ اسے معارج کی یہ ٹیپیکل مڈل کلاس سوچ زہر لگی تھی مگر وہ چپ رہی تھی کہ معارج کی ماما کی کوئی سوشل لائف نہیں تھی وہ مکمل گھریلو عورت تھیں کہ معارج کے والد کی سوچ تھی کہ مرد جب گھر میں آئے تو سجی سنوری ہنستی مسکراتی بیوی اس کا استقبال کرے اور یہ سوچ معارج میں منتقل ہو گئی تھی اس نے معصومہ کا انتخاب اسی لیئے کیا تھا کہ اسے لگا تھا کہ اس کا تعلق متوسط طبقے سے ہے اس لیئے وہ ایک اچھی بیوی ثابت ہو گی اور ضرورت پڑنے پر وہ قدم سے قدم ملا کر بھی چل سکے گی۔ معصومہ شوہر کی سوچ سے متفق نہیں تھی لیکن وہ یہاں بے بس تھی کیونکہ وہ معارج کو اپنے خلاف نہیں کر سکتی تھی اس لیئے وہ معارج کی جی حضوری کر کے اس کا اعتماد حاصل کرتی چلی گئی تھی۔ وہ بچوں کا خیال رکھتی تھی گھر کو ٹائم دیتی تھی مگر اسے اس دن کا انتظار تھا جب وہ آفس جوائن کرے مگر تیسرے بچے کی پیدائش نے اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا

۔ وہ جو یہ سوچ بیٹھی تھی کہ وہ اب آفس جوائن کرلے گی کیونکہ ابرج پانچ سال کا ہو گیا ہے اور اسکول جانے لگا ہے مگر مسکان کی پیدائش نے ساری پلاننگ کا بیڑہ غرق کر دیا تھا۔ وہ دس سال سے اپنے ارادوں کو بنتے بگڑتے دیکھ رہی تھی۔ معارج کے والد کی وفات کے بعد یکدم ہی حالات بدل گئے تھے اتنا بڑا بزنس معارج اکیلے نہیں سنبھال پارہا تھا وہ بہت مصروف ہو گیا تھا گھر کو ٹائم نہیں دے پارہا تھا وہ ایک پریکٹیکل شخص تھا جس کی نظر میں اپنی کامیابی اور اس کے حصول کے مقاصد پیش نظر رہتے تھے۔ وہ بیوی اور بچوں کو ٹائم ضرور دیتا تھا لیکن اس کے اپنے معمولات پر فرق نہیں پڑتا تھا اس کی اپنی ایک سوشل لائف تھی جو وہ گزار رہا تھا اور معصومہ کو یہی نہیں پسند تھا وہ دل ہی دل میں کڑھتی تھی یہ سوچتی تھی کہ معارج خود تو ایک بہتر لائف گزار رہا ہے باہر کی دنیا میں مگن رہتا ہے اور جب گھر آتا ہے تو وہ عام عورتوں کی طرح اس کا استقبال کرتی ہے۔ وہ یہ سوچتی تھی کہ معارج خود مزے کرتا پھرتا ہے اور اسے بچے پیدا کرنے کو چھوڑا ہوا ہے اس لیئے اس نے مسکان کی پیدائش کے بعد معارج کے علم میں لائے بنا اس نے اپنا آپریشن کروالیا تھا تاکہ وہ پھر اس جھنجھٹ میں نہ پڑے اور سوچا تھا کہ کبھی معارج نے پوچھا تو وہ جان کر کیے گئے کام کو حادثہ کا رنگ دے دے گی۔ اسے اب مسکان کے کچھ بڑے ہونے کا انتظار تھا تاکہ وہ اپنے خواب پورے کرسکے۔ وہ آج بھی تین بچوں کی ماں ہونے کے باوجود بے حد اسمارٹ اور جاذب نظر تھی اس نے کبھی اپنی طرف سے کوتائی نہیں برتی تھی وہ اپنی فٹنس کا بے حد خیال رکھتی تھی۔ اسے اپنے فگر کی ہمیشہ پرواہ رہی تھی۔ اس نے فگر خراب نہ ہو اس لیئے اپنے تینوں میں سے کسی ایک بھی بچے کو زیادہ عرصہ اپنا دودھ نہیں پلایا تھا۔ عائشہ کی پیدائش پر وہ ذہنی طور پر اتنی ڈسٹرب تھی کہ ڈاکٹرز نے اسے مکمل بیڈ ریسٹ کا کہا تھا اور ڈلیوری کے وقت ہونے والی پیچیدگیوں کے باعث اور ذہنی ڈسٹر بینس کی وجہ سے وہ بہت کمزور تھی جسے بعد میں وہ اپنے لیئے ڈھال بنا گئی تھی۔ اس لیئے وہ ماہ دو ماہ بعد ہی بچوں کو ڈبہ کا دودھ لگا دیتی تھی مسکان کی پیدائش پر تو اسے دلی صدمہ پہنچا تھا اس لیئے اس نے مسکان کو ایک ماہ ہی اپنا دودھ پلایا تھا اور اس کی دیکھ بھال بھی زیادہ تر گورنس کیا کرتی تھی یا وہ اپنی دادی کے پاس رہتی تھی تینوں بچے دادی سے مانوس تھے۔ ابرج سے اسے محبت و انسیت زیادہ محسوس ہوتی تھی وہ بیٹیوں کے مقابلہ میں اسے وقت دیا کرتی تھی۔ کیونکہ بیٹے کی پیدائش کے بعد اسے سسرال میں مضبوط حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ وہ آج کل معارج کو بہت پریشان محسوس کررہی تھی بات کرنے پر پتہ لگا تھا کہ بہت خوش اسلوبی سے بزنس کے معاملات ہینڈل کرنے کے باوجود کمی تھی کہ وہ باپ سے تدبر اور تجربہ کا حامل نہ تھا اسے سیکھنے، سمجھنے کے لیئے وقت درکار تھا۔ معصومہ نے لوہا گرم دیکھ کر اپنی خدمات پیش کی تھیں معارج تذبذب کا شکار تھا اور معصومہ نے اسٹڈی میں پڑی فائل کا مطالعہ کر کے اسے چند مشورے دیئے تھے اس کی تجاویز معارج کو پسند آئی تھیں اس نے جن پر عمل کیا تھا اور پراجیکٹ اسے مل گیا تھا اسے معصومہ کی ذہانت پر کوئی شک تھا ہی نہیں کبھی اور اس کامیابی کے بعد اس

نے معصومہ کو آفس آنے کی اجازت دے دی تھی۔ معصومہ بے حد خوش تھی گیارہ سال تین ماہ کا صبر رنگ لایا تھا اور وہ آفس جوائن کر گئی تھی۔ سبحان جو اس کی سوچ سے واقف ہونے کے بعد مزید دکھی تھا یہ خبر کہ معصومہ نے سہر وردی انٹرپرائزز میں سی ای او کی پوسٹ کے ذریعے انٹری دی ہے بجلی بن کر گری تھی کہ وہ تو گیارہ سال بعد اسے سامنے دیکھ کر بت بن گیا تھا اسے اندازہ تھا کہ اب بزنس میٹنگز اور بزنس ڈنرز میں اس سے سامنا رہے گا اور یہ بات سوچ کر ہی اس کے دل کو تکلیف ہو رہی تھی وہ معصومہ کو آج تک بھلا نہیں پایا تھا اس کا چھ سال کا بیٹا تھا اور شہوار پھر سے امید سے تھی ۔ وہ بیوی کے ساتھ خوش تھا اسے زندگی میں ہر راحت حاصل تھی۔ دل اس کا اجڑ گیا تھا مگر پھر بھی معصومہ اسے بھولی نہیں تھی کہ انسان کا دل ایک ہی ہوتا ہے مگر اس دل میں کئی دروازے ہوتے ہیں دل کا مکیں تو ایک ہی رہتا ھے اور دروازوں سے کتنے ہی آتے جاتے رہتے ہیں مگر ان کا ڈیرا عارضی ہی رہتا ہے کہ کسی کے آنے جانے سے دل کے مکیں کی حیثیت و اہمیت کبھی کم نہیں ہوتی دل کا مکیں تو مرنے کے بعد بھی دل میں ہی رہتا ہے۔ شہوار اس کے بیٹے کی ماں تھی اس کی آسودگی کا سبب تھی اس کے دم سے اس کا گھر آباد تھا مگر دل آج بھی معصومہ کی محبت سے آباد تھا۔

جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے
سنگ ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے
اس کے دل پر بھی کڑی عشق میں گزری ہو گی
نام جس نے بھی محبت کا سزا رکھا ہے
پتھروں آج میرے سر پر برستے کیوں ہو
میں نے تم کو بھی کبھی اپنا خدا رکھا ہے
اب میری دید کی دنیا بھی تماشائی ہے
تو نے کیا مجھ کو محبت میں بنا رکھا ہے
غم نہیں گل جو کیئے گھر کے ہواؤں نے چراغ
ہم نے دل کا بھی دیا ایک جلا رکھا ہے
پی جا ایام کی تلخی کو بھی ہنس کر ناصر
غم کو سہنے میں بھی قدرت نے مزہ رکھا ہے

☆☆☆☆☆☆

شہوار آج کل سبحان کو بے حد مضطرب محسوس کر رہی تھی مگر پوچھنے پر وہ صاف ٹال گیا تھا اور وہ بحث میں الجھے بنا

چپ کر گئی تھی وہ سبحان کو گزشتہ سالوں میں اچھے سے جان گئی تھی وہ اتنا پریشان معصومہ کو سوچ کر ہی اس کی کسی بات پر ہوتا تھا وہ جانتی تھی کہ وہ ابھی تک معصومہ کو بھولا نہیں ہے یہ بات اسے تکلیف دیتی تھی مگر اس نے سمجھوتہ کر لیا تھا اس لئیے وہ اس سے معصومہ کے بارے میں بھی بات کر لیتی تھی وہ جانتی تھی کہ سبحان کو ڈائری لکھنے کی عادت ہے اور وہ کبھی بھی اس کی عادت میں مخل نہیں ہوا کرتی تھی۔ سبحان جو تین ماہ قبل معصومہ سے ملا تھا اس سے جو بھی بات ہوئی تھی اس نے شہوار سے ڈسکس کی تھی اسے ایک ہمدرد سامع کی ضرورت تھی اور شہوار سے زیادہ بھروسہ وہ اب تو خود پر بھی نہیں کر سکتا تھا وہ سچ میں ایک مخلص، وفا شعار شریک سفر ثابت ہوئی تھی وہ اس کے رشتوں کی اساس تھی اسے شہوار سے دلی وابستگی محسوس ہوتی تھی وہ اس کے لئیے سب کچھ تھی اس کی بیوی اس کے بیٹے کی ماں اس کی دوست اس کی رازدار بس اس کی محبت نہ تھی اس کی محبت تو معصومہ تھی جسے شان و شوکت نام و وقار چاہیے تھا اور اب وہ سی ای او کی پوسٹ پر تھی۔ ایک ٹینڈر کے سلسلے میں کئی ملکی و غیر ملکی کمپنیوں کی باہم میٹنگ تھی اور وہ اسی لئیے پریشان تھا کہ اس کو معصومہ کے سامنے کے خیال سے ہی اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے شہوار کو ٹال دیا تھا مگر وہ اس کی پریشانی بھانپ گئی تھی۔ اس نے سبحان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"معصومہ سے پھر کہیں سامنا ہو گیا ہے جو اتنے پریشان ہیں۔" وہ نرمی سے پوچھ رہی تھی۔ اس کے لہجے میں زرا بھی حسد و رقابت کا احساس نہ تھا۔

"سامنا نہیں ہوا سامنے کے خیال سے دل رُک رُک کر اپنی معیاد پوری کر رہا ہے۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولا تھا اور شہوار کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا اس شخص کو اس نے بہت چاہا تھا اور اب تو وہ اس کے جینے کی بڑی وجہ تھا اس کے بیٹے کا باپ تھا۔ وہ اس شخص کے لیے پریشان ہونے کے لیے دل کے علاوہ رشتوں کی مجبوری بھی ساتھ رکھتی تھی ۔ وہ اس کے چہرے پر سایے بکھرتے دیکھ کر اپنی ٹینشن بھول کر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ کیونکہ ٹینشن اس کے لئیے اچھا شگن ثابت نہیں ہو سکتی تھی آجکل میں اس کی ڈلیوری متوقع تھی اور اسے افسوس ہوا تھا کہ اس نے اپنی پریشانی اس وقت کیوں اس سے بانٹی۔۔۔؟ اسے پریشان کر دیا۔

"تم پریشان نہ ہو شہوار میں ٹھیک ہوں بس تم اپنا خیال رکھا کرو۔" وہ دھیمے لہجہ میں بولا تھا وہ بدقت تمام مسکرا دی تھی۔

"میں اپنا خیال رکھتی تو ہوں۔ سبحان بس آپ ہی اپنا خیال نہیں رکھتے۔" وہ اداسی سے بولی تھی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اپنا خیال رکھوں تم ہو ناں میرا خیال رکھنے کو۔" وہ بہت اپنائیت سے بولا تھا اور وہ چہرہ جھکا گئی تھی اور دھیمے سے بات وہیں لے گئی تھی جہاں سے شروع ہوئی تھی اور اس نے شہوار کو بتا دیا تھا کہ معصومہ نے

سہروردی انٹرپرائزز کا چارج سنبھال لیا ہے یہ بات شہوار کے لیئے حیرت کا باعث نہ تھی کہ وہ تو اتنی تاخیر پر حیران تھی کیونکہ وہ اور معصومہ کافی اچھی سہیلیاں تھیں معصومہ کی فطرت کی خوبیاں و خامیاں اس پر عیاں تھیں اور وہ جانتی تھی کہ معصومہ کے بہت اونچے اونچے خواب ہیں۔ وہ بزنس ویمن بننے کے خواب آنکھوں میں سجا کر بہت کامیاب زندگی گزارنے کی پلاننگ کرتی ہے اس نے یہ جانتے ہونے کے باوجود بھی سبحان سے کچھ نہیں کہا تھا معصومہ نے اپنے اندر کی ہر برائی خود سبحان پر عیاں کی تھی اور وہ شکر ادا کرتی تھی کہ جب سبحان نے اس سے کہا تھا کہ وہ معصومہ سے محبت کرنے لگا ہے تو اس کا دل توٹوٹا تھا وہ الگ قصہ ہے لیکن وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے معصومہ کے بارے میں بتادے کہ وہ کتنی مادیت پسند ہے مگر وہ یہ اسے بتا نہیں پائی تھی وہ ایسا کرتی تو سبحان کی نظروں سے گر جاتی کہ سبحان اس کی بات پر یقین نہ کرتا لیکن معصومہ نے کچھ یوں اپنا باطن سبحان ہر عیاں کیا تھا کہ اس کی محبت شرمسار اور روح تکلیف میں تھی مگر وہ پھر بھی اف تک نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں سبحان اللہ سب بہتر کرے گا۔" وہ دھیمے سے کہہ گئی تھی اور وہ آگے سے کچھ کہتا یا مزید بتاتا ان کا چھ سالہ بیٹا وہاں چلا آیا تھا سبحان ہر پریشانی بھلائے بیٹے کی جانب متوجہ ہو گیا تھا مگر اگلے دن اس کی ہر پریشانی پھر زندہ ہو گئی تھی۔ میٹنگ ہال مختلف مرد و عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ جب ہائی ہیل کی ٹھک ٹھک پر کتنی ہی گردنیں گھومی تھیں اور سبحان کا دل رک گیا تھا۔

جانتے ہو سب سے بڑی اذیت کیا ہے۔؟
سب کچھ جانتے ہوئے بھی منتظر رہنا!

آسمانی رنگ کی پلین ساڑھی میں معصومہ سہروردی یوں چلی آرہی تھی جیسے دنیا فتح کرنے کا ارادہ ہو اور وہ شکست سے دوچار ہونے لگا تھا۔ وہ معصومہ کو دیکھ کر یوں ڈسٹرب ہوا تھا کہ اس کی پریزنٹیشن انتہائی خراب ہوئی تھی معصومہ کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"آپ آج جس مقام پر ہیں اس کا کریڈٹ مجھے تو جاتا ہی ہے کہ نہ میں آپ کو دھتکارتی نہ آپ اس مقام کو حاصل کرتے ۔۔۔ اور یہ مقام آپ نے سہروردی انٹرپرائزز کو بیٹ کر کے حاصل کیا مگر اب میرے ہوتے ہوئے آپ انٹرپرائزز کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اب ہر ہار آپ کی اور ہر جیت میرا مقدر بنے گی ۔۔۔ بس آپ تماشہ دیکھتے رہ جاؤ گے۔" وہ میٹنگ کے اختتام کے بعد ریفریشمنٹ ٹائم میں الگ تھلگ کھڑے سبحان کے پاس آن رکی تھی اور وہ اسے دیکھ رہا تھا جس کی گردن الٹی ہوئی تھی اور لفظ لفظ سے غرور کے پیمانے چھلک رہے تھے۔

کب تک رہو گے یوں دور دور ہم سے

ملنا پڑے گا آخر اک دن ضرور ہم سے

دامن بچانے والے یہ بے رُخی ہے کیسی

کہہ دو اگر ہوا ہے کوئی قصور ہم سے

ہم چھوڑ دیں گے تم سے یوں بات چیت کرنا

تم پوچھتے پھرو گے اپنا قصور ہم سے

ہم چھین لیں گے تُم سے یہ شانِ بے نیازی

تم مانگتے پرو گے اپنا غرور ہم سے

"کاش کہ میں آپ کو ہرا سکتا معصومہ۔۔۔۔۔ آپ کا یہ غرور توڑ سکتا۔۔۔ مگر میں خود سے جیت سکتا ہوں مگر آپ سے چاہوں بھی تو نہیں جیت سکتا۔۔۔۔ میں آپ کو ہرانا نہیں چاہتا۔" وہ بہت دھیمے لہجہ میں بولا تھا اس لڑکی کی انا تھی کہ بڑھتی جاتی تھی اور وہ اس کی محبت کا دیا دل میں جلائے خود جلتا جاتا تھا اور اپنے عرش پر بھی زمین ہوتا جاتا تھا۔ یہ کیسی اس کی محبت تھی کہ جو اس کے اختیار میں نہ تھی جو اس کی محبت کو سمجھتی نہ تھی۔ وہ اس کے لیئے اپنے دل کو فدا ہونے سے روک نہیں پاتا تھا۔ اس کا دل اس کے آگے بچھ بچھ جاتا تھا۔

"لفاظی میں تو آپ ماہر ہیں مسٹر سبحان۔۔!" وہ ہنکارا بھر کر بولی تھی اور وہ بے دلی سے مسکرا دیا تھا۔

"میری محبت آپ کو لفاظی لگ سکتی ہے کہ دل جو نہیں لگا یا کسی سے آپ نے۔۔۔۔۔۔ اگر دل لگی۔۔۔ دل کی لگی بن گئی ہوتی تو۔۔۔ لفظوں کی حقیقت آپ کو سمجھ آگئی ہوتی کہ لفظ محسوس کرنا دل والوں کا کام ہے دماغ والوں کو سمجھ نہیں آتی ان لفظوں کی کبھی بھی نہیں۔۔۔" وہ اس کی حسین آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اور ہاتھ میں موجود پلیٹ ٹیبل پر منتقل کی تھی۔

"طنز بھی اچھا فرما لیتے ہیں سبحان صاحب۔۔۔" وہ دلکشی سے ہنسی تھی اور اس کے دل کی دھڑکن تھم تھم گئی تھی ۔

وہ حسین منظر پر حق نہیں رکھتا تھا اس لیے نظر چرا کر منظر سے ہٹ گیا تھا۔

تیری ویران آنکھوں کو جب بھی دیکھا ہے۔

کبھی نہ تھمنے والا بادل برستے دیکھا ہے۔

آسمان پر جب نشان تک نہیں ہوتے بادلوں کے۔

تیری آنکھوں سے میگھا برستے دیکھا ہے۔

کس نے کہا بارش نہیں ہو رہی۔
میں نے تیری آنکھوں کو برستے دیکھا ہے۔
اکثر کہیں کھوسے جاتے ہو اے جان جاں
تمہیں کسی غیر مرئی نکتے کو تکتے دیکھا ہے
اپنوں کے ساتھ بھی لگتے ہو تنہا تنہا سے
انجان لمحوں میں تیرے دل کو دھڑکتے دیکھا ہے
بہار کے پر کشش دن ہوں یا خزاں کی اجاڑ راتیں
تیرے چہرے پر بن موسم دکھوں کو سمٹتے دیکھا ہے
آنکھوں میں کبھی قندیلیں سی جلتی ہیں
کبھی ان میں خوشیوں کو بجھتے دیکھا ہے
کسی کی یادیں کیا ہمیشہ ہی ساتھ رکھتے ہو
تیرے اندر اضطراب کو پلتے دیکھا ہے
محبت کھو کر بھی کسی کو ملی ہے اے جان جاں
نم پلکوں سے راتوں کو کروٹیں بدلتے دیکھا ہے
دل امید کا دیا ہے جو بجھ کر بھی بُجھتا نہیں
رب سے تجھے ایک ہی شخص کو مانگتے دیکھا ہے

مزید وقت تیزی سے گزرا تھا بزنس میٹنگ کے ریفریشمنٹ کے دورانیہ میں ہونے والی گفتگو ان کے درمیان آخری گفتگو ثابت ہوئی تھی اس گفتگو کے بعد جب بھی معصومہ سے ملاقات ہوئی اس نے کتنی ہی باتیں کیں۔۔۔ کتنے ہی طنز کیے وہ چپ رہا اس نے اپنے دل پر پتھر تو نہ رکھا تھا رکھ ہی نہیں پایا تھا البتہ اپنے جذبات کو مزید بے توقیری و توہین سے بچا لیا تھا۔ وہ کچھ بھی کہتی وہ چپ رہتا تھا مگر جس پر لفظ اثر نہ کرتے تھے اس کو خاموشی کی زبان کہاں سمجھ آنی تھی۔۔۔ دل کی معصومہ کو سمجھ ہی نہ تھی اور اس نے سمجھنے کی کوشش بھی نہ کی تھی۔ وقت پر لگا کر اڑ گیا تھا ان کے بچے جوانی کی سرحد پر قدم رکھ چکے تھے اور خود وہ لوگ بڑھاپے کی دہلیز تک آن پہنچے تھے۔ وقت نے معصومہ سہروردی کو نہیں بدلا تھا اور سبحان آج بھی محبت کا مسافر تھا وہ محبت جس نے اسے سوائے اذیت و ذلت کے کچھ نہ دیا تھا آج بھی دل کی سب سے اونچی مسند پر براجمان تھی۔

محبت تم نے کب کی ہے؟

محبت میں نے کی ہے

جانِ جاں تم سے

تمہاری آرزو سے

جس کے ریشم سے تمہاری

سُرمئی خوشبو نے

گرہیں باندھ رکھی ہیں

یہ گرہیں ہاتھ کی پوروں میں آکر

پِھسلتی ہیں مگر کھلتی نہیں جاناں

طلسمِ خامشی ٹوٹے تو یہ

یہ گرہیں بھی کُھل جائیں

جو آنکھیں ہجر کی مٹی میں مٹی

ہو رہی ہیں

وہ بھی ڈُھل جائیں

معصومہ دو ایک بار سبحان کے گھر بھی آئی تھی معارج کا بزنس کرائسس میں تھا تب اسے مدد درکار تھی اور وہ سبحان کی مدد لینے آن پہنچی تھی اور اس نے معصومہ کو اس کی خود غرضی جتائے بنا اس کی مدد کی تھی۔ سبحان کو زندگی اب صرف اپنے بچوں کے دم سے مہکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ ابان تو اس کا فخر اس کا مان تھا اور درمکنون اس کی زندگی تھی وہ بیٹی کو بہت چاہتا تھا۔ وہ بھی باپ کی بے حد لاڈلی تھی کہ زندگی نے سبحان سے آخری خراج مانگا تھا جسے دیتے دیتے وہ زندگی کی بازی ہی ہار گیا تھا۔

کوئی گلاب کبھی اس کا دل دکھایا تھا

سو رہگزار پہ بھی وحشتوں کا سایہ تھا

اتر کے شاخ سے اک ایک زرد پتے نے

نئی رتوں کے لیے راستہ بنایا تھا

وہ شاخ سایۂ اخلاص کٹ گئی اک روز

تپش سے جس نے مجھے عمر بھر بچایا تھا

شجر شجر کو نشانہ بنانے والو تمہیں

خیال بھی نہ کسی گھونسلے کا آیا تھا

کسی خیال کسی خواب کے لیے خورشید

دیا دریچے میں رکھا تھا دل جلایا تھا

☆☆☆☆☆☆

سبحان نے بیٹے کی ٹریننگ اسٹارٹ کردی تھی وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ایک کامیاب انسان اور قابل بزنس مین بنائے تاکہ اگر زندگی میں کبھی اس پر محبت وحی بن کر اترے تو معصومہ جیسی کوئی لڑکی اس کو غریب بول کر ٹھکرا نہ دے۔۔۔ اس نے اپنی بیٹی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھا تھا اس کی نیک تربیت کی تھی وہ بہت معصوم تھی اسے بیٹی کی شکل دیکھ کر لگتا تھا زندگی مہربان ہوگئی ہے اس نے ہمیشہ اپنی بیٹی کو رشتوں سے محبت کرنا سکھایا تھا اس نے ہمیشہ بیٹی کو سمجھایا تھا کہ رشتوں کی اساس ہی زندگی کا کل اثاثہ ہوتی ہے دولت، نام، شہرت، مقام کچھ معنی نہیں رکھتا کچھ معنی رکھتا ہے تو وہ ہے محبت اور دوسرے کا احساس اور جس دل میں محبت نہیں نرمی کا احساس نہیں اسے دل کہنا دل کی توہین ہوتی ہے۔ درمکنون آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی اسے اپنے بابا کی باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں مگر وہ بس یہ ضرور سمجھتی تھی کہ اس کے بابا چاہتے ہیں کہ وہ دولت کو نہیں رشتوں کو اہمیت دینا سیکھے دولت اور رشتوں میں سے کسی کا انتخاب کرنا پڑے تو وہ رشتوں کو چُن لے اور اس نے اپنے بابا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دولت کو کبھی اہمیت نہیں دے گی سبحان نے اپنی بیٹی کی پیشانی پر شفقت سے لب رکھے تھے آج کل جانے کیوں اس کا دل بہت گھبرا رہا تھا۔ وہ کبھی بیٹی کو زندگی کا گر سمجھاتا تو کبھی بیٹے کی برین واشنگ کرنے لگتا اس کا بیٹا بی کام کے ایگزامز دے کر فارغ تھا وہ آجکل اسے آفس بھی لے جاتا تھا۔ ابان کو اپنے بابا سے بہت محبت تھی وہ ان کی ہر بات کو توجہ سے سنتا تھا اور عمل کی کوشش بھی کرتا تھا۔ وہ بیٹی کو نصیحتیں کر رہا تھا اسی وقت وہاں ابان چلا آیا تھا اس نے حسبِ عادت شرارت کی تھی بابا کی باتیں غور سے سنتی درمکنون کی پونی کھینچی تھی اور وہ خود سے چھ سال بڑے بھائی کو خفگی سے دیکھتی باپ کو مدد طلب نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔ سبحان نے بیٹے کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھا تھا اور وہ اچھے بچوں کی طرح کان پکڑ کر سوری کر گیا تھا اور سبحان نے مطمئن ہو کر ابان کو چھوٹی بہن اور ماں کا خیال رکھنے کی ہدایت کی تھی۔

"بابا میں ہمیشہ بلّی کا خیال رکھوں گا۔" اس نے چھوٹی بہن کی ناک کھینچی تھی اور وہ منہ بنا کر بابا کو دیکھنے لگی تھی۔

اور وہ اس بار مسکرا دیئے تھے۔ دونوں بچوں کی شرارتیں ایک کا روٹھنا دوسرے کا منانا انھیں بے حد اچھا لگ رہا تھا اور

انھیں یقین تھا کہ ان کا بیٹا ایک اچھا خیال رکھنے والا بھائی ثابت ہو گا۔ وہ اپنے کمرے میں چلے آئے تھے شہوار نماز سے فارغ ہوئی تھی ان کو دیکھ وہ پھونک مارتی نرمی سے مسکرائی تھی۔ اچھی بیوی خدا کی طرف سے انمول تحفہ ہوتی ہے اور اس کی بیوی شہوار اس کے لیئے کسی انعام سے بڑھ کر نہ تھی۔ اس نے شہوار کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ بنا حجت بڑے آرام سے اس کے عین سامنے ٹک گئی تھی۔ سبحان اس سے اپنے رویئے کی معافی مانگ رہا تھا۔

"شہوار میں تم سے شرمندہ ہوں تمھارے ساتھ انصاف نہیں کر سکا میں نے تمھیں بہت تکلیف پہنچائی ہے مگر میں بہت مجبور تھا میرا دل مجھے تمھارا مجرم بنا گیا ہے تم مجھے معاف کر دو۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا اس کی آنکھوں ہلکی سی نمی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں سبحان۔۔" وہ تو تڑپ گئی تھی کہ سبحان اس کی پہلی محبت اس کا عشق تھا اور وہ اس کے ساتھ بے حد خوش و مطمئن تھی اسے سبحان سے کوئی گلہ نہ تھا وہ صاف لفظوں میں کہتی چلی گئی تھی۔

"تمھیں مجھ سے گلہ نہیں ہے۔۔۔ کوئی شکایت نہیں ہے یہ تمھاری اچھائی ہے تمھاری محبت ہے۔" وہ نرمی سے کہتا شہوار کے آنسو صاف کر گیا تھا۔

"مگر مجھے خود سے بہت سے گلے ہیں کہ میں یکطرفہ محبت کی اگن میں اکیلا ہی نہیں سلگتا رہا تمھیں بھی اپنے ساتھ انگاروں پر چلاتا رہا اور میں اپنے ہر برے رویئے کے لیئے تم سے معافی مانگتا ہوں۔" وہ بوجھل لہجہ میں ندامت سے بول رہا تھا۔

"چُپ کر جائیں سبحان میں نے آپ سے بے حد و بے حساب محبت کی ہے اور میں میرا دل آپ کو مجرم نہیں مانتا میں آپ کے ساتھ بے حد مطمئن زندگی گزار رہی ہوں مجھے آپ یوں بول کر خدا کے لیئے شرمندہ نہ کریں۔" وہ نرم عاجزی سے مہکتے لہجہ میں بولی تھی۔

"تمھارا دل تمھارے باطن کی طرح خوبصورت ہے تم نے محبت کی ہمیشہ لاج رکھی محبت قربانی مانگتی ہے تم نے ہمیشہ قربانی دی تم نے

وفا کو نیا طرز دیا صبر کو نئے معنی دیئے اور مجھے اقرار ہے کہ تم ہی میری سچی ساتھی ہو تمھارے ساتھ میں میں نے زندگی کو جیا ہے رشتوں کو جیا ہے بس وہ لمحے جو صرف تمھارے تھے وہ میں نے کسی اور کی محبت میں ڈوب کر تم سے چھین لیئے ہر اس لمحہ کے لیئے مجھے معاف کر دو جب میں نے تمھاری حق تلفی کی۔" وہ شہوار کے ہاتھ تھامے اعتراف کرتا معافی طلب کر رہا تھا۔ وہ برا انسان نہیں تھا اس کا دل تو بڑا ہی نازک تھا اسے احساس تھا کہ وہ شہوار کے ساتھ غلط کر جاتا ہے مگر خود کو بے بس پاتا تھا۔ اس لیئے آج وہ شرمندگی کا اظہار کر رہا تھا اور وہ تو محبتوں سے گندھی ہوئی تھی اس نے

سبحان کی تسلی کو کہہ دیا تھا کہ اس نے معاف کیا وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ سبحان کے پاس وقت نہیں رہا زندگی کو وہ الوداع کہنے کو ہے وہ مطمئن تھی کہ اس کا شوہر اس کی وفاؤں پر یقین رکھتا ہے اس کے ساتھ پر فخر محسوس کرتا ہے اس نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا تھا اس کا ماننا تھا کہ اچھائی و نیکی رائیگاں نہیں جاتی اور اس کی اچھائی و صبر کا کیا خوب صلہ تھا کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ پر اس کا شریک سفر ہونے پر فخر محسوس کر رہا تھا وہ سبحان کو مسکراتے دیکھ مسکرا دی تھی یہ جانے بنا کہ یہ ان کی آخری بات ہے وہ آخری بار ساتھ مسکرائے ہیں۔۔۔!

وہ شب جس کو تم نے گلے سے لگا کر

مقدس لبوں کی حسیں لوریوں میں

سُلایا تھا سینے پہ ہر روز

لمبی کہانی سنا کر

وہ شب جس کی عادت بگاڑی تھی تم نے

وہ شب آج بستر پہ اوندھی پڑی رو رہی ہے

☆☆☆☆☆☆

وہ ایک بہت عام سا دن تھا۔ چند دن تک ابان کا بی کام کا رزلٹ آؤٹ ہونے والا تھا۔ شہوار کو جیسے ہی یاد آیا تھا اس نے شوہر کو فون کر دیا تھا سبحان کا دل تو رات سے ہی گھبرا رہا تھا اس نے جانے انجانے میں کی ہر بد سلوکی کی شہوار سے معافی مانگ لی تھی جس کے بعد وہ خود کو بے حد پُر سکون محسوس کر رہا تھا مگر دل کی گھبراہٹ تھی کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی آفس میں بھی دل نہیں لگا تھا اسے لگا تھا شاید کہ معصومہ کسی مشکل میں ہے اس نے بلاوجہ ہی سہروردی انٹر پرائزز سے میٹنگ رکھ لی تھی اس نے سوچا تھا یوں وہ معصومہ سے ملے گا تو اگر وہ پریشان ہوئی تو اسے پتہ لگ جائے گا میٹنگ بلا ضرورت تھی مگر اس نے معقول وجہ بیان کی تھی اور دعا کر رہا تھا کہ میٹنگ کے لیئے آج کا ہی کوئی وقت مل جائے اس کی دعا قبول ہو گئی تھی وہ ٹھیک گیارہ بجے سہروردی انٹر پرائزز میں موجود تھا معصومہ اپنے مخصوص انداز میں ملی تھی معارج بھی ساتھ موجود تھا وہ کچھ نہیں بول پایا تھا نہ ہی پوچھ پایا تھا مگر معصومہ کے پُر سکون چہرے کو دیکھ کر اسے اطمینان ہو گیا تھا اور اس نے بات کیے بنا ہی آنے کا مقصد بیان کئے بنا ہی معزرت کی تھی اور ارجنٹلی کہیں پہنچنے کا بول کر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔ وہ دونوں ہی سبحان کے رویئے پر حیران ہوئے تھے معصومہ تو وقت برباد کرنے پر سخت بد مزہ تھی مگر آج تو وہ بھی الجھ گئی تھی وہ کیسی متفکر آنکھوں سے آنکھوں میں حسرت لئے اسے دیکھ رہا تھا اور آج اس کی گردن فخر سے تن نہیں گئی تھی وہ مضطرب سی سبحان کے عجیب و غریب رویے کو سوچ رہی تھی پھر سر جھٹک کر اپنے کام میں

مصروف ہوگئی تھی۔ اور وہ معصومہ کی جانب سے مطمئن ہو گیا تھا مگر دل اب بھی قابو میں نہ تھا یوں لگتا تھا جیسے سب کچھ ختم ہونے والا ہے اور وہ سہر وردی انٹر پرائزز سے نکل کر واپس آفس جانے کے بجائے آپنے والدین کی قبور پر فاتحہ خوانی کے لیے آیا تھا اور یہاں آکر اس کے قلب کو سکون ملا تھا ہر گھبراہٹ ختم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ قبرستان سے نکلا تھا گاڑی میں بیٹھا تھا جب شہوار کی کال آگئی تھی وہ بیٹے کے لئیے کوئی گفٹ لینا چاہتی تھی ۔ سبحان نے کہا تھا کہ وہ تیار ہو کر گیٹ پر پہنچے وہ بیس منٹ تک اسے پک کرلے گا۔ قبرستان کی حدود سے وہ بہت دور نکل گیا تھا یہ جانے بغیر کے کچھ ہی گھنٹوں بعد وہ یہاں جنازے کی صورت میں چار کاندھوں پر لایا جائے گا۔

نہ گنواؤ ناوکِ نیم کش، دلِ ریزہ ریزہ گنوا دیا، جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو، تنِ داغ داغ لُٹا دیا

مرے چارہ گر کو نوید ہو، صفِ دشمناں کو خبر کرو، وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا

کرو کج جبیں پہ سر کفن، مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو، کہ غرورِ عشق کا بانکپن، پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

اُدھر ایک حرف کے کشتنی، یہاں لاکھ عذر تھا گفتنی، جو کہا تو ہنس کے اُڑا دیا، جو لکھا تو پڑھ کے مٹا دیا

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے، رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

☆☆☆☆☆☆

سبحان نے وعدے کے مطابق شہوار کو پک کرلیا تھا ان دونوں نے بہت ساری شاپنگ کی تھی ابان اور در مکنون کے لئیے بہت کچھ خریدا تھا اور واپسی پر سبحان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا سبحان کی موقع پر ہی موت واقع ہوگئی تھی شہوار کی بہت بری حالت تھی اسے پتہ لگا تھا کہ وہ چلنے کی صلاحیت سے محروم ہوگئی ہے وہ یہ صدمہ جیسے تیسرے جھیل گئی تھی اسے سبحان کی فکر تھی وہ بار بار سبحان کے بارے میں پوچھ رہی تھی اور جب اسے سبحان کی موت کا پتہ لگا تھا وہ صدمہ سے ادھ موئی ہوگئی تھی لیکن اس نے اپنے بچوں کے لیے خود کو سنبھال لیا تھا اس نے جیسے ماں کے کفن دفن کا اکیلے انتظام کیا تھا ٹھیک ویسے ہی ابان نے اکیلے ہی سب کچھ سنبھال لیا تھا اسے قسمت کے پہلے وار نے ہی بہت سمجھدار اور بڑا کر دیا تھا۔ اس نے چھوٹی بہن کو سنبھال کر ہاسپٹل کے چکر لگائے تھے اور ماں اور بہن کو سنبھال کر باپ کی آخری رسومات کا انتظام کیا تھا اس سب میں کوئی ابان کے ساتھ نہ تھا کہ اس کے پیرینٹس کے سگے خون کے رشتے تھے نہیں اور ماں کی واحد دوست معصومہ جو خود غرضی میں دوستی کا رشتہ توڑ گئی تھی دوپہر چار بجے کی فلائیٹ سے وہ میٹنگ کے سلسلے میں معارج کے ساتھ نیویارک جا چکی تھی اس لیے وہ سبحان کے انتقال سے ناواقف تھی۔ اس سب میں اگر ابان کے کوئی کام آیا تھا جس نے ساتھ نبھایا وہ اس کے بابا کے دوست عمران تھے عمران سے کافی عرصہ سے سبحان کا ملنا ملانا کم تھا لیکن اس نے اس وقت میں اس کے بیٹے کا ساتھ دیا تھا تدفین کا مرحلہ طے ہو گیا تھا اور وقت دھیرے دھیرے گزرنے لگا تھا

ابان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس تھا اس نے آفس اور گھر سنبھال لیا تھا اور زندگی اپنی مخصوص رفتار سے گزرنے لگی تھی مگر شہوار کو لگتا تھا سب ختم ہو گیا مگر اس نے اپنے بچوں کے لیئے خود کو سنبھال لیا تھا اسے ملال تھا تو صرف اس بات کا کہ معصومہ تعزیت تک کے لیئے نہ آئی تھی۔ معصومہ کو تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد سبحان کی موت کا پتہ لگا تھا اس کو افسوس ہوا تھا مگر اس نے بہت چاہ کر بھی سبحان کی بیوی سے مل کر تعزیت نہ کی تھی اور شہوار کے دل پر لکھ گئی تھی یہ بات، اسے لگا تھا شاید وہ معصومہ کو کبھی معاف نہیں کر پائے گی لیکن جب وہ برسوں بعد اس کے گھر آئی تھی تو وہ گزری باتوں کو دہرا نہیں سکی تھی اس نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دے کر رشتہ تک منظور کر ڈالا تھا۔ معصومہ واپس جا چکی تھی وہ ماضی کو یاد کر رہی تھیں اور بیٹے کو پُر تجسس پا کر انھوں نے ماضی کھول کر رکھ دیا تھا۔ سید ابان بخاری نے ماں کے چہرے کی جانب دیکھا تھا جو بے حد زرد آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ اس کی آگے سے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ شہوار نے اسے پھر رازداری کی تلقین کی تھی اور اسے کمرے میں جانے کا کہا تھا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر شہوار نے موقع نہیں دیا تھا اور وہ اسٹڈی سے نکل گیا تھا۔

”میں نہیں جانتی سبحان کے آگے کیا ہونے والا ہے مگر میرا دل ڈوب رہا ہے میں نے کہنے کو تو معصومہ کو کہہ دیا کہ وہ جب چاہے بارات لے آئے مگر میں اپنی اس فیاضی و رحمدلی سے مطمئن نہیں ہوں میرا دل ڈوب رہا ہے ایسا لگتا ہے کہ میں کچھ غلط کر گئی ہوں۔“ انھوں نے کرسی کے دستہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یوں دل کی الجھن کہی تھی جیسے سبحان ان کے سامنے بیٹھے انھیں سُن رہے ہیں۔ وہ اپنے دل کی ہر الجھن، ہر بات کہتی جا رہی تھیں۔ اور دھیرے دھیرے ان کے ذہن کی ہر گرہ کھل گئی تھی انھیں اپنی پریشانی کم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند گئی تھیں۔ سبحان کا ساتھ بچھڑے سات برس بیت گئے تھے مگر لگتا تھا کل کی سی بات ہو سبحان آج بھی ساتھ ہوں کہ دل میں رہنے والے صرف نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں دل کی آنکھ انھیں ہر پل دیکھتی محسوس کرتی رہتی ہے ۔ محبت کا وجدان انھیں آج بھی سبحان کو ہر خوشی و غم میں اپنے ساتھ ہنستے مسکراتے دکھی ہوتے دکھاتا تھا اور وہ اپنے ساتھی سے بچھڑ کر آج بھی اس کو اپنی یادوں میں، دل میں زندہ رکھے ہوئے تھیں اور سبحان کو شہوار کے دل میں تاحیات زندہ ہی رہنا تھا کیونکہ سچی محبت کبھی مرتی نہیں ہے۔۔۔!

کوئی فریاد تیرے دل میں دبی ہو جیسے
تو نے آنکھوں سے کوئی بات کہی ہو جیسے
جاگتے جاگتے اک عمر کٹی ہو جیسے
جان باقی ہے مگر سانس رکی ہو جیسے
ہر ملاقات پے محسوس یہی ہوتا ہے

مجھ سے کچھ تیری نظر پوچھ رہی ہو جیسے

راہ چلتے ہوئے اکثر یہ گماں ہوتا ہے

وہ نظر چھپ کے مجھے دیکھ رہی ہو جیسے

ایک لمحے میں سمٹ آیا ہو صدیوں کا سفر

زندگی تیز، بہت تیز چلی ہو جیسے

اس طرح پہروں تجھے سوچتا رہتا ہوں میں

میری ہر سانس تیرے نام لکھی ہو جیسے

☆☆☆☆☆☆

"شہوار تم ہار کر بھی جیت گئیں اور میں جیت کر بھی ہار گئی۔" معصومہ سہروردی جب سے شہوار سے مل کر آئی تھیں اپنے کمرے میں بند تھیں ان کی خود غرضی آج پھر انھیں شہوار کے سامنے لے گئی تھی اور شہوار نے انھیں معاف کر کے ان کے منہ پر تھپڑ ہی تو مارا تھا کہ دیکھو تم کتنی کم ظرف تھیں اور میں کتنی اعلی ظرف ہوں۔ اور وہ تو تھی ہی شروع سے ہی نرم خو اعلی ظرف۔۔۔ اسکول لائف سے ان کے ساتھ تک ہمیشہ شہوار نے نرمی کا ثبوت دیا تھا معصومہ اس سے روٹھ جاتی تھی اور وہ جھک کر اسے منالیتی تھی کبھی انا کا پرچم بلند نہیں کرتی تھی اور شہوار کی نرمی سے وہ کتنا فائدہ اٹھایا کرتی تھی۔۔۔ ماضی کا سوچ کر ان کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگی تھیں۔

"تم ٹھیک کہتی ہو شہوار میں خود غرض تھی ہمیشہ سے بہت خود غرض۔۔۔ اپنی خود غرضی میں، میں نے تمھیں چھوڑ دیا تمھارا گھر توڑنا چاہا اور آج میں سوالی بن کر تم تک گئی تو تم نے اعلی ظرفی و سخاوت کی انتہا کر دی میری انا کی خالی جھولی میں اقرار کے پھول ڈال دیئے۔۔۔ میں تمھاری پہلے ہی کم مقروض نہیں اور تم نے مجھے مزید احسانوں تلے دبا ڈالا ہے۔۔۔" معصومہ کھڑکی میں کھڑی تھیں آنسو قطرہ قطرہ آنکھوں سے گر رہے تھے رات دھیرے دھیرے بھیگتی جا رہی تھی۔

"سبحان تم ہار کر بھی جیت گئے اور میں جیت کر بھی ہار گئی۔" وہ خود کلامی کر رہی تھیں کبھی شہوار کو مخاطب کرتیں تو کبھی سبحان کو۔۔ ان کا ذہن بری طرح منتشر تھا۔

"تم ٹھیک کہتے تھے سبحان کہ دولت سے میں برانڈڈ سوٹ، قیمتی گاڑی، بہترین لائف اسٹائل خرید سکتی ہوں۔۔۔ محبت اور خوشیاں نہیں خرید سکتی۔" ہوا کی شوریدہ سری تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔ کھڑکی کے پٹ ہوا کے زور پر کھل بند ہونے لگے تھے اور اس عمل سے پیدا ہونے والی آواز معصومہ کے اعصاب چٹخانے لگی تھی۔

"میرے لیئے ہمیشہ سے کچھ معنی رکھتا تھا تو وہ تھا پیسہ، بے تحاشہ دولت اور امیری کا فخر میں مبتلا کر دینے والا احساس۔۔۔" وہ آسمان پر ستاروں کی روشنی مستعار لیئے چمکتے چاند کو دیکھ رہی تھیں انھیں اپنا آپ بھی چاند کی مانند لگ رہا تھا ان کی اپنی روشنی کہاں تھی انھوں نے تو اپنے اندر کی روشنی کو فنا کر کے اندھیروں کے لیئے تگ و دو کی تھی ان کی اندھی خواہشات نے انھیں خود غرض بنا ڈالا تھا۔ وہ معارج کی دولت و شان و شوکت کو مستعار لیئے فخر میں مبتلا رہی تھیں اور سب حاصل کر لینے کے باوجود آج سوالی بن کر اس شخص کی بیوی کے سامنے گئی تھیں جس سے انھیں نفرت ہو گئی تھی۔

"میں نے دولت کے بل پر خواہشات کی تکمیل ہوتے دیکھی۔۔۔ نام، مقام، شہرت، آسائشات، کو حاصل کی بانہوں میں جھولتے دیکھا۔۔۔ محبت۔۔۔ دل۔۔۔ پرواہ۔۔ احساس۔۔۔ جذبات کی کہانی سمجھ سے بالا تر رہی۔۔۔ لیکن۔۔۔" وہ ہوا کی زور آوری سے ڈر کر کھڑکی بند کر گئی تھیں۔ دبیز پردے، کھڑکی پر برابر کئے تھے اور صوفہ کم بیڈ جو کمرے کے وسط میں بیڈ کے عین سامنے رکھا تھا آن بیٹھی تھیں۔ پل بھر کو ذہن بالکل خاموش ہو گیا تھا اور چند لمحوں کے وقفہ کے بعد ذہن میں پھر ایک ریل سی چلنے لگی تھی اور وہ خود کلامی کی اذیت سے گزرنے لگی تھیں۔

"بیٹی کو تڑپتے دیکھا تو ایک غریب لڑکے کو داماد بنانے میں عار محسوس نہ ہوئی۔۔۔ بیٹے کو مضطرب پایا تو انا کو سائیڈ کر کے سوالی بن گئی۔" انھوں نے دونوں پاؤں پھیلائے تھے اور بائیں پیر پر دایاں پیر چڑھا گئی تھیں۔ ان کے اندر اضطراب یوں کروٹیں بدل رہا تھا کہ وہ بار بار پوزیشن تبدیل کر رہی تھیں۔

"سبحان جیت مبارک ہو۔۔۔۔۔ وقت گزر جانے کے بعد ہی سہی مگر میں جان گئی ہوں کہ دولت سے زر، زمین خریدی جا سکتی ہے محبت اور جذبے نہیں۔۔۔ رشتے نہیں۔۔۔" آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"سبحان میں اپنے بیٹے کے لیئے خوشیاں نہیں خرید سکی۔۔۔۔ میں بھتیجی کے لیئے محبت نہیں خرید پا رہی۔۔۔۔ میں اپنے بیٹے کو تڑپتے ہوئے نہیں دیکھ پا رہی مگر میں پھر بھی اس کے دل کی خوشی اس کی محبت بازار سے خرید لانے سے قاصر ہوں۔۔۔" وہ اٹھ کر کمرے میں چکرانے لگی تھیں ان کا کمرہ آسائشات سے بھرا ہوا تھا مگر ان کے دل کو قرار نہیں مل رہا تھا۔

"بیٹے کو محبت کے نام پر تڑپتے دیکھا ہے سبحان تو سمجھنے کے قابل ہوئی ہوں کہ وہ کیسا احساس تھا جس کے تحت آپ میرے سامنے جھک گئے عرش سے فرش بن گئے مگر ماتھے پر بل نہ آیا کبھی انا نے قدم نہیں روکے آپ کاسہ محبت لیے میرے در کے فقیر بن گئے کیسے ہو گیا یہ سب آج سمجھنے کے قابل ہوئی ہوں جب سوالی بن کر آپ کے گھر کی دہلیز چڑھی ہوں۔۔۔" وہ جلے پیر کی بلّی کی مانند کمرے میں ادھر سے ادھر چکراتی پھر رہی تھیں۔

"بیٹے کے لیے خوشیاں بازار سے نہ خرید سکی تو آپ کے در کی فقیر بن گئی۔۔۔ اپنے بیٹے کی محبت کا کاسہ پھیلائے

انا کے پرچم کو سرنگوں کئے میں خوشیاں خریدنے نہیں مانگنے گئی تھی جیب کی دھنی تھی مگر بیٹے کی محبت نے مجھے دل والوں کے در کا سوالی بنادیا۔۔" وہ بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں آن بیٹھی تھیں۔

"محبت پر یوں یقین آیا ہے کہ خود سے نظر ملاتے شرم آرہی ہے۔۔۔ آپ کو کیسے کیسے تڑپایا سبحان اور آپ کی تڑپ کا مزہ لیتی رہی لیکن اپنے بیٹے کو تڑپتا نہ دیکھ سکی مزہ نہ لے سکی اور۔۔ اور جھک گئی۔۔۔" انھیں کمرے کی ہر شے اپنا مذاق اڑاتی محسوس ہورہی تھی وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھیں اور قیمتی اشیاء اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگی تھیں۔ جن چیزوں کے حصول کے لیئے محبت بھرا دل توڑا تھا آج وہ چیزیں وہ توڑتی چلی گئی تھیں۔ کمرہ کا برا حشر ہوگیا تھا مگر اندر آگ لگی تھی جس پر ذرا برابر فرق نہیں آیا تھا۔

"دیکھو سبحان میری انا کا بت پاش پاش ہوگیا میری خود غرضی مجھ پر ہنس رہی ہے میری بے تحاشہ دولت بینک میں پڑی سڑ رہی ہے میں دولت سے اپنے بیٹے کی محبت نہیں خرید سکتی۔۔۔۔ میں رشتے نہیں خرید سکتی۔۔۔ محبت اور دوستی نہیں خرید سکتی۔۔۔ گیا وقت نہیں خرید سکتی۔۔۔ میں تو کچھ نہیں خرید سکتی سبحان۔۔۔۔میری دولت میرے لیئے کاغذ کے ٹکڑے بن گئے ہیں رکھوں یا پھینکوں فرق نہیں پڑتا کہ میں جذبات کی کرنسی استعال کرنے کے ہنر سے ناواقف جذبات واحساسات کے سکوں سے محروم میں کیسے خوشیاں خریدوں کیسے محبت کو بیٹے کی زندگی میں شامل کردوں۔" وہ کارپٹ پر گھٹنوں کے بل گریں بری طرح بلک رہی تھیں۔

"سبحان آپ اور آپ کی بیوی دل کے دھنی تھے جذبات کے سکے جیب میں لیئے چلتے رہے اور آج معصومہ کو خرید لیا میں کیسے شہوار کا قرض اتار پاؤں گی روز محشر کیسے آپ کا سامنا کرپاؤں گی سبحان میں تو اپنے آپ میں بہت چھوٹی ہوگئی ہوں اور میری دولت میری شہرت مجھے اب بڑا نہیں کرسکتی۔" کمرہ میں سکوت تھا قیمتی اشیاء ٹکڑوں میں بٹیں ہوئی پڑی تھیں۔

"ٹھیک کہتے تھے آپ سبحان دولت کا سکہ ہر جگہ نہیں چلتا ہر جگہ چلنے والا سکہ صرف محبت وخلوص کا ہوتا ہے اور میں دولت کے سکے چلانے کی چاہ لیئے۔۔ اندھی خواہشات کے پیچھے بھاگتے بھاگتے منہ کے بل گرگئی ہوں اور اٹھنے کو میرے پاس کوئی جذباتی سہارہ تک نہیں ہے میرا محبت سے خالی دل مجھے تہی دست کرگیا ہے۔۔" کمرے میں ان کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

اب اپنے فیصلے پر خُود اُلجھنے کیوں لگی ہوں
ذرا سی بات پر اتنا بکھرنے کیوں لگی ہوں
وہ جس موسم کی اب تک منتظر آنکھیں تھیں میری

اسی موسم سے اب میں اِتنا ڈرنے کیوں لگی ہوں
مُجھے نادیدہ رستوں پر سفر کا شوق بھی تھا
تھکن پاؤں سے لپٹی ہے تو مرنے کیوں لگی ہوں
مُجھے یہ چار دیواری کی رونق مار دے گی
مَیں اِک امکان تھی منزل کا مٹنے کیوں لگی ہوں
میں جس کو کم سے کم محسوس کرنا چاہتی تھی
اُسی کی بات کو اِتنا سمجھنے کیوں لگی ہوں
جو میرے دل کی گلیوں سے کبھی گُزرا نہیں تھا
اب اپنے ہاتھ سے خط اس کو لکھنے کیوں لگی ہوں
بدن کی راکھ تک بھی راستوں میں ناں بچے گی
برستی بارشوں میں یُوں سُلگنے کیوں لگی ہوں
وُہی سُورج ہے دُکھ کا پھر یہ ایسا کیا ہُوا ہے
میں پتھر تھی تو آخر اَب پگھلنے کیوں لگی ہوں

☆☆☆☆☆☆

"انتظار بھی عجب سزا ہے۔۔۔نہ زندگی میں لطف۔۔۔نہ موت میں آرام۔۔۔بس ایک خالی پن۔۔۔اور زندگی رائیگاں۔۔۔" ابان نے میسیج انباکس اوپن کیا تھا عابیہ کے کئی میسیج آئے ہوئے تھے وہ باری باری پڑھتا جا رہا تھا اس کے لبوں پر مسکان تھی کہ یکدم کھلنے والے میسیج پر اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی اور اس کے لب بھینچ گئے تھے۔

"پاگل ہے یہ لڑکی۔۔" اس نے غصہ سے بڑبڑاتے ہوئے میسیج لکھا تھا۔

"بکواس مت کیا کرو بیبہ اللہ نہ کرے کہ تمھیں کوئی دکھ کبھی ملے تمھاری زندگی رائیگاں جائے۔۔۔" اس نے میسیج سینڈ کر دیا تھا۔

"آپ مجھ سے بات مت کریں کب سے ٹیکسٹ کر رہی ہوں۔۔۔۔بڑی جلدی فرصت ملی جواب دینے کی۔"

اس کا اگلے منٹ ہی ریپلائی حاضر تھا۔ اس نے جواب دینے کے بجائے کال ملائی تھی بیل جا رہی تھی اور وہ حسب عادت جسے ریسیو نہیں کر رہی تھی۔

"بدلہ پورا ہو گیا ہو تو براہ مہربانی میری کال ریسیو کر کے مجھے اپنی خدمت کا موقع دو۔" اس نے ٹیکسٹ کیا تھا اور

پھر دو منٹ بعد کال بیک کی تھی جو اب کہ اس نے شرافت سے ریسیو کرلی تھی۔

"ہیلو۔۔" اس کے کانوں میں عابیہ کا نروٹھا لہجہ گونجا تھا۔

"بتاؤ اب کیا خدمت کر سکتا ہوں تمھاری۔۔۔؟" وہ اس کی ناراضگی محسوس کر کے دھیمے سے بولا تھا۔

"جب مدد چاہئیے تھی تب تو غائب تھے اب کیا خدمت کرواؤں۔" اس کا لہجہ بدستور ناراضگی کی چغلی کھارہا تھا۔

"ماماجان کے ساتھ مصروف تھا اس لیئے تمھاری کال اور ٹیکسٹ دیکھے نہیں۔" وہ دھیمے سے بولا تھا۔

"آپ مجھے جان کر نظر انداز کرتے ہیں ورنہ آنٹی کے ساتھ مصروف تھے تو بھی ایک ٹیکسٹ کا آنسر دیا ہی جاسکتا تھا اگر اگلے کی کوئی قدر ہو۔" وہ لب بھینچ گیا تھا لیکن عابیہ کے انداز میں اتنی نرمی و بے چارگی سی تھی کہ وہ غصہ آجانے کے باجود غصہ کو دبا گیا تھا۔ اور صفائی دینے والے انداز میں بولا تھا۔

"میں ماما جان کے ساتھ اسٹڈی میں تھا اور میرا سیل فون میرے کمرے میں پڑا تھا۔" اس کے انداز کی نرمی اور اس کا جواب عابیہ کی تشفی کا باعث بنا تھا۔

"اوہ! آپ بھی ناں سیل فون کو یوں بے یارومددگار کہیں پر بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ خیال رکھا کریں تو کم از کم مجھے تو کوفت والجھن کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" وہ ایک گہری سانس کھینچ کر بولی تھی۔ اس کے لہجہ سے یکدم ہی ناراضگی کا عنصر بھاپ بن کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

"خیر تم مجھ سے بات کرنے کو اتنی بے تاب کیوں تھیں کیا میں یاد آرہا تھا۔" اس نے ہلکے پھلکے میں انداز میں موضوع بدلا تھا۔ عابیہ کے چہرے کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

"اف او۔۔ آپ کونسا کہیں کے شہزادہ گلفام ہیں جو میں آپ کو یاد کروں گی۔" وہ سرخ پڑتی منمنائی تھی۔

"شہزادہ گلفام کو مارو گولی مابدولت کو شہزادہ سید ابان بخاری کہتے ہیں۔" اس کی بات پر وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی تھی۔

"آئینہ دیکھا ہے کبھی؟" وہ ہنسی دبا کر شریر ہوئی تھی۔

"نہیں کسی کی حسین آنکھوں میں دیکھا تھا کبھی پھر آئینہ دیکھنے کی حاجت ہی نہیں رہی۔" ابان کی ذومعنی بات پر وہ لب کچلنے لگی تھی آگے سے کچھ بول تک نہ پائی تھی۔ وہ اس کی خاموشی کو دل سے محسوس کرتا دھڑکنوں سے سُن رہا تھا۔

سُر وہی، سازوں پہ چلتی ہوئی آواز وہی

ہاں وہی رنگ ہے، مہکی ہوئی خوشبو بھی وہی

اب بھی شاخوں پہ وہی شبنمی قطرے رقصاں

اب بھی چلتی ہے صبا پتوں پہ پاؤں رکھ کر
جھک کے پانی میں تکا کرتی ہے چہرہ لیکن
ایک سُر اور بھی ہے۔۔۔
تیری آواز سے لپٹی ہوئی خاموشی کا۔۔۔!

"تمھارا کوئی نہ کوئی انتظام کرنا پڑے گا یہ ہر وقت اتنا فارغ رہتی ہو کہ ٹیکسٹ کر کر کے میرا دماغ خراب کر دیتی ہو۔" وہ بے طرح چونک اٹھی تھی۔

"مطلب کیا ہے آپ کی بات کا۔۔؟" وہ برا مان کر چپ کا پردہ چاک کر گئی تھی۔

"دیکھو یہ میں ہر وقت فارغ نہیں ہوتا اس بات کو سمجھا کرو۔ تم ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتی ہو۔ اب انسان سارا وقت منانے میں ہی گزار دے گا تو پیار کب کرے گا۔" وہ ناصحانہ انداز میں بے حد نرمی سے بولا تھا۔

"فارغ کوئی میں بھی نہیں ہوتی اچھا۔۔۔ بار بار ٹیکسٹ اور کال تو اس لیئے کرتی رہی کہ میں ماما کے ساتھ شاپنگ پر جا رہی تھی تو سوچا آپ سے آپ کا پسندیدہ رنگ پوچھ لوں۔ مگر میری غلطی تھی جو اتنی ویلیو دے رہی تھی اب نہیں دوں گی ویلیو نہ کال کروں گی۔" ابان نے لفظ و انداز میں نرمی و سادگی اسی لیئے برقرار رکھی تھی تا کہ وہ برا نہ مان جائے لیکن اس کی ہر کوشش عابیہ کی جذباتی فطرت کی نذر ہو گئی تھی۔ وہ توقع کے عین مطابق برا مان چکی تھی۔ اس کی جذباتی تقریر ابان کے اعصاب پر بری طرح اثر انداز ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے مت دینا ویلیو۔۔۔ میں بھی کوئی تمھارے ہاتھ نہیں جوڑ رہا کہ آنسہ عابیہ صاحبہ مجھے اہمیت دو۔" وہ درشتگی سے بولا تھا اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"آپ بہت برے ہیں ابان۔۔ اب میں آپ سے بات ہی نہیں کروں گی۔" وہ سوں سوں کر رہی تھی اور اس کا امتحان شروع ہو گیا تھا۔

"تم مت کرنا میں کرلوں گا بس یہ رونا دھونا بند کر دو۔۔۔" وہ بیڈ پر نیم دراز ہو گیا تھا۔

"رلا کر کہتے ہیں مسکراؤ یہ۔۔ مجھ سے نہیں ہوتے ڈرامے۔" وہ بیڈ پر بیٹھی تھی تکیہ گود میں رکھا تھا۔

"کون کہتا ہے ڈرامہ کرو یار اگلے کی بھی تو سنا کرو۔ اگلا جانے کس مشکل میں پھنسا ہوتا ہے اور تم اپنے راگ الاپتی رہتی ہو۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولا تھا۔ وہ اپنے والدین کا ماضی سن کر نہیں محسوس کر کے آیا تھا اس کے احساس پر ضرب لگی تھی وہ باپ کا دکھ ماں کی اذیت دل پر محسوس کر رہا تھا۔ ایسے میں عابیہ کی فضول ناراضگی اس کے اعصاب چٹخا رہی تھی۔ اس نے عابیہ کی انگنت کالز اور میسیجز سے گھبرا کر کال بیک کر لی تھی تو یہ مطلب نہیں تھا کہ اس کا ذہن

گفتگو کے لیئے راضی تھا۔ وہ عابیہ کی محبت میں یہ ڈیوٹی نبھا رہا تھا اور وہ صبر کا امتحان لے رہی تھی۔

"اگلے کو کیا مشکل آگئی اب۔۔۔" وہ چڑ کر پوچھ رہی تھی اور وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"اب بتانے کی زحمت کریں گے آپ؟" وہ اس کی خاموشی سے مزید چڑ کر رہ گئی تھی۔

"میرے سر میں درد ہے عابیہ۔۔۔ میں سونے لگا ہوں۔۔ صبح بات کریں گے۔" وہ بحث سے بچنے کو رابطہ منقطع کر دینا چاہتا تھا مگر دوسری طرف بھی عابیہ تھی اتنی آسانی سے کہاں جان چھوڑتی تھی۔

"آپ کو احساس ہی نہیں ہے ابان کہ میں کس قدر ذہنی اذیت کا شکار رہی۔۔۔ مجھے کیسے کیسے وہم ستا رہے تھے۔۔۔ میں کتنی پریشان ہو گئی تھی کہ اللہ خیر جانے کیا ہو گیا۔۔۔ کیوں رپلائی نہیں کر رہے۔۔۔ کال کیوں ریسیو نہیں کر رہے۔۔ سوچ سوچ کر پاگل ہوئی جا رہی تھی۔۔۔ کتنی پرواہ کرتی ہوں آپ کی اور آپ۔۔۔۔ اونہہ۔۔۔" وہ ایک سانس میں سب کہہ گئی تھی۔

"ہاں نظر آ رہا ہے کہ آپ جناب کو میری کتنی پرواہ ہے۔" وہ اس کے سانس لینے کے وقفہ کو غنیمت سمجھ کر بولا تھا۔

"پرواہ ہے تو پوچھ رہی ہوں نا پرواہ نہ ہوتی تو اب تک سو نہ گئی ہوتی میں۔۔۔" وہ ترنت بولی تھی۔

"پرواہ کی بات کرتی ہو تم جبکہ تمھیں تو اتنا بھی خیال نہیں کہ میری طبعیت ہی پوچھ لو۔" وہ شکوہ کے جواب میں شکوہ کر گیا تھا۔

"طبعیت پوچھنے کا خیال تھا مگر موقع دیا آپ نے۔۔۔ مجھے فضول بحث میں لگا دیتے ہیں۔" وہ نروٹھے انداز میں بولی تھی اور ابان کی بولتی بند ہو چکی تھی وہ لڑکی جو دکھنے میں بہت معصوم اور بے ضرر معلوم ہوتی تھی وہ اس سے کم از کم باتوں میں تو نہیں جیت پاتا تھا۔

"اچھا بابا ساری غلطیاں میری ہیں تم نے کال کی میں نے ریسیو نہیں کی یہ بھی میری غلطی اب ملکۂ عالیہ درگزر سے کام لیں تو میں کچھ دیر آرام کر لوں۔۔۔ مجھے صبح آفس بھی جانا ہے۔" وہ اس سے بحث کرنے سے اب باقاعدہ ڈرنے لگا تھا کہ وہ روٹھتی ہی اتنا تھی کہ اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ کس کس بات پر کیسے منائے اس لیئے ایک آسان حل یہ لگتا تھا کہ وہ بات ختم کر دے اور بات ختم اس کے چپ ہونے سے نہیں اس کے سرنڈر کرنے سے ہوتی تھی لہذا وہ یہی کر گیا تھا۔

"صبح آفس جانا ہے جتایا نہ کریں کہ مجھے بھی تو کالج جانا ہوتا ہے میں تو نہیں بار بار جتاتی۔۔۔" اس نے منہ بنا کر کہا تھا اور ابان کو لگا تھا کہ وہ بس اب پاگل ہونے کو ہے۔

"جتایا کب۔۔۔ تم مجھے پاگل کر دینا اچھا۔۔" اس نے دکھتے سر کو انگلیوں سے دھیرے دھیرے دباتے ہوئے کہا تھا

۔

"پاگل تو میں نے آپ کو سچ میں کر دینا ہے اگر آئندہ میری کال یا ٹیکسٹ کو اگنور کیا تو۔۔۔" وہ نرم سی ہنسی کے ساتھ بولنے لگی تھی۔

"تو۔۔ تو کیا۔۔۔ ہاں۔؟" وہ اس کی ہنسی کی جلترنگ سے اپنے اندر سکون سا محسوس کرتے ہوئے بیڈ کراؤن سے سر ٹکا گیا تھا۔

"تو کیا۔۔۔ پوچھ تو ایسے رہے جیسے پتہ ہی نہ ہو۔" عابیہ نے گود میں رکھا تکیہ بیڈ کراؤن کے ساتھ لگایا تھا اور لیٹ گئی تھی۔

"نہیں۔۔۔ نہیں پتہ۔۔ تم بتاؤ۔۔۔ تو کیا؟" اسے عابیہ کی یہ بات کہ وہ بال کی کھال نکالتی تھی جہاں بری لگتی تھی وہیں یہ بات بے حد پسند تھی کہ وہ بات کے واضح ہو جانے کے بعد بات ختم کر کے آگے ہلکے پھلکے انداز میں گفتگو کرنے لگتی تھی اس کا موڈ مستقل بنیادوں پر نہ خراب رہتا تھا نہ ہی وہ اسے موڈ خراب کرنے دیتی تھی۔ لڑتی، جھگڑتی پھر ایسے ہو جاتی جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

"تو یہ کہ میں نے۔۔۔"

"ہاں تم نے۔۔"

"میں نے آپ کو جان سے مار دینا ہے۔" وہ اس کا جواب سن کر بے ساختہ ہی قہقہہ لگا گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عابیہ یہی بولے گی اسی لیئے وہ جانتے ہوئے بھی عابیہ کو محض تنگ کر رہا تھا۔

"ہاتھ تو لگو میرے پھر میں نے بتانا ہے کہ کون کس کو جان سے مارتا ہے اور کون جان سے جاتا ہے۔" وہ ہنسی دبا کر معنی خیز انداز میں بولا تھا۔ اس کا چہرہ تپ اٹھا تھا۔ وہ بے ساختہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

کچھ اس طرح ترا خیال جل اٹھا کہ بس
جیسے دیا سلائی جلی ہو اندھیرے میں
اب پھونک بھی دو ورنہ یہ انگلی جلائے گا

"مجھے نیند آ رہی ہے صبح بات کریں گے۔۔۔ شب بخیر۔۔۔!" وہ دھیمے سے منمنائی تھی۔

"ہاں اب تو تمھیں نیند آنی ہی آنی ہے۔ اپنی بکواس کرتی رہو تو نیند نہیں آتی جہاں میں کچھ کہہ دوں وہیں نیند کی پریاں تمھاری آنکھوں میں اتر آتی ہیں۔" وہ لہجہ میں ناراضگی سمو کر بولا تھا۔

"جھوٹ کوئی نہیں بول رہی سچ میں نیند آ رہی ہے۔ شاپنگ گئی تھی نا تو تھک بھی گئی ہوں اور صبح کالج بھی جانا ہے تو

اب میں سو جاؤں پلیز۔۔۔" وہ دھیمے دھیمے بولی تھی اور وہ اس کے لہجہ میں چٹکتی حیا کو محسوس کرتا زیر لب مسکرانے لگا تھا۔

لب ترے میر نے بھی دیکھے ہیں
"پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے"
باتیں سُنتے تو غالب ہو جاتے!

"مجھے کل رات سے بخار ہے اور تم نے پوچھا تک نہیں۔۔۔" وہ جانتا تھا کہ اب عابیہ کی بولتی بند ہو چکی ہے اس لیئے وہ مزے سے بول رہا تھا اور وہ مضطرب ہو گئی تھی۔

"آپ نے بتایا کیوں نہیں کہ آپ کی طبعیت خراب ہے۔" وہ پریشانی سے بولی تھی۔

"تم نے پوچھا ہی نہیں کہ کیسے ہو جان عابیہ۔۔۔" وہ شرارت سے بولا تھا اور وہ دھک سے رہ گئی تھی۔

"اف! آپ مجھے بتاتے تو سہی۔۔۔" وہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑتی منمنا کر بولی تھی۔

"تم تو بس لڑے جا رہی تھیں تو ایسے میں کیسے بتاتا کہ تھوڑا سا بخار ہے اور چین اور قرار بھی لٹ گیا ہے۔۔۔۔ دل کی دھڑکن بھی معمول پر نہیں رہتی۔۔۔ بھوک پیاس میں بھی واضح کمی ہو گئی ہے ہر طرف بس ایک ہی چہرہ نظر آتا ہے۔۔۔۔ڈاکٹرز مرض کو لاعلاج کہتے ہیں۔۔۔ حکیم نے مرضِ عشق تشخیص کیا ہے۔۔۔ اور علاج کے لیئے ملاقات کو مسلسل اور گفتگو کو لگاتار لکھا ہے۔۔" وہ بہت ریلیکس موڈ میں سرگوشی کر رہا تھا اس کے لہجہ میں محبت کی چاشنی اور جذبات کی موسیقی تھی عابیہ کا دل سینہ میں مچل اٹھا تھا۔ عجب ساز چھیڑ رہا تھا۔

تمام صفحے کتابوں کے پھڑ پھڑانے لگے
ہوا دھکیل کے دروازہ آ گئی گھر میں
کبھی ہوا کی طرح تم بھی آ جایا کرو!

"آپ پاگل ہو گئے ہیں ابان۔۔۔ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔۔۔۔ لگ رہا ہے بخار دماغ پر چڑھ گیا ہے۔" وہ اس کے انداز پر حیران تھی۔ حیا کے دامن میں سمٹتی جا رہی تھی اور اس کی آواز باقاعدہ حجاب سے لرزنے لگی تھی۔

آگے سے وہ مزید کچھ بیباک ہوا تھا۔ سرگوشی ائیر پیس سے ابھر کر سماعت تک اترتی دل میں سما گئی تھی۔

چھُوتی ہے مجھے سرگوشی سے، کانوں میں گھلی خاموشی سے
میں فرش پہ سجدے کرتا ہوں، کچھ ہوش میں کچھ بے ہوشی سے

وہ کال کاٹ دینا چاہتی تھی مگر وہ اسے اپنے حصار میں باندھے ہوئے تھا اس لیئے وہ ایسا کرنے سے بھی قاصر تھی

۔اس کی رنگت تمتمارہی تھی۔لب کپکپانے لگی تھی۔ہوا سرسراتی ہوئی کھڑکی سے ہوتی اس کے چہرے سے ٹکرائی تھی۔وہ عادت کے مطابق لیٹنے سے قبل سیاہ ریشمی بالوں سے کیچر نکال گئی تھی اور اب ہوا کے زور پر اس کی زلفیں لہراتیں اٹھکیلیاں کررہی تھیں۔لیٹے سے اٹھ کر بیٹھنے پر گلے میں سونے کی چین کے ساتھ جھولتا لاکٹ بے ترتیب ہو گیا تھا۔جسے وہ صحیح کررہی تھی ایک ہاتھ میں موبائل تھا دھڑکنیں بے ترتیب تھیں۔اور پل پل ساعتوں میں اترتی ابان کی گھمبیر جذبوں سے مہکتی آواز ایک انوکھا جادو جگارہی تھی اسے اپنے اردگرد محبت محور قص محسوس ہورہی تھی ۔ دل کی سرزمین پر محبت کے چھوٹے چھوٹے دیئے جلتے اسے اک نئی روشنی سے روشناس کروارہے تھے۔

"بیہ ۔۔۔!" اس نے ائیر پیس سے ابھرتی عابیہ کی گرم سانسوں کی آواز کو محسوس کرتے ہوئے عالمِ جذب میں اسے پکارا تھا اور وہ پوری جان سے کانپ گئی تھی دھڑکن کی آواز ابان کو محسوس ہونے لگی تھی۔

مجھے چھُو رہی ہیں تیری گرم سانسیں

میرے رات اور دن مہکنے لگے ہیں

وہ اسے تصوّر کی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا صبیح چہرہ گل رنگ ہورہا تھا۔پنکھڑی سے لب حیا سے تشنج کا شکار ہونے لگے تھے۔متناسب سراپا دھیمے دھیمے لرز رہا تھا اور سانس کے زیرو بم کے ساتھ سینہ میں ہوتی ہلچل دل کی موجودگی کی گواہ بننے لگی تھی۔وہ اس کے سامنے نہ تھی مگر اسے لگتا تھا جیسے وہ اس کے سامنے بیٹھی ہو وہ بند پلکوں پر اس کے عکس کی سرگوشیوں کو سُن رہا تھا۔ابان نے آگے سے خاموشی کے رمز کو محسوس کیا تھا اور دھیمے سے بولا تھا۔

"بیہ ۔۔۔ ایک فرمائش کروں ۔۔ کچھ مانگوں میں تم سے ۔۔۔ تو کیا تم دے دو گی ۔۔۔" وہ جو اس کی محبت بھری پکار پر حیا سے بندھی 'جی' تک نہ بول پائی تھی۔اس کی محبت سے گندھی ، احساس کی لو سے تھرتھراتی آواز پر دل کو دیوارِ دل توڑ کر باہر آجانے پر مچلتا محسوس کرنے لگی تھی۔وہ ہنوز چپ تھی وہ بات جو وہ کہہ نہیں رہی تھی اسے بس وہ محسوس کرتا جاتا تھا۔

"میں جانتا ہوں تمھارا روم روم اقرار کی گردان کررہا ہے مگر میں تمھارے منہ سے "ہاں" سننا چاہتا ہوں البتہ انکار کی ہمّت ہے تو تم وہ بھی کرسکتی ہو۔" وہ بات کو کہتے ہوئے ہنسا تھا یہ ہنسی بھی کیا تھی ۔۔۔ انبساط کے لمحوں سے معطر ۔۔۔ اقرار کے مان سے لبریز ۔۔ انکار کے وجود سے خالی ۔۔۔عابیہ کی پلکیں عارضوں پر تتلی تماشہ کرنے لگی تھیں ۔۔۔ کبھی اٹھتیں ۔۔۔تو کبھی جھکتیں ۔۔۔!

پلک اٹھتی ہے جب بھی اس کی ۔۔۔!

منظر بدل جاتا ہے دل سنبھل جاتا ہے

اس کی پلکیں دھیمے سے ان کہی داستان کہتیں اور وہ اس داستان کا خالق بنا دیکھ نہیں رہا تھا صرف محسوس کر رہا تھا ۔۔۔ محبت و جذبے دکھانے سے ماورا محسوس کرنے کے احساس سے مزیّن ۔ دو دلوں کی الگ الگ سرزمین پر ایک ہی جذبہ 'عشق' کاشت کر رہے تھے۔

"آپ ۔۔ جانتے ہیں ابان ۔۔۔ میں انکار کر ہی نہیں سکتی تو پھر اقرار کی مہک کو خود محسوس کر کے مانگ لیں جو مانگنا چاہتے ہیں۔" اس کے لب پر خاموشی ٹوٹ گئی تھی اور اقرار کی فصل حق و مان کا بیج بو گئی تھی۔

"اگر میں ایسا کچھ مانگ لوں جو تم مجھے نہ دے سکتی ہو تو ۔۔۔" وہ بیڈ سے اتر کر آئینہ کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا آئینہ کے سامنے وہ خود کھڑا تھا اور محسوس اسے کر رہا تھا جو ایک فاصلے پر کہیں بیٹھی اسے ہی سوچ رہی تھی۔

"آپ زندگی کو زندگی سے مانگ لیں بس پھر کچھ مانگنے کی چاہ ہی نہیں رہے گی۔" وہ مدھم سرگوشی کر گئی تھی وہ دھیمے سے ہنس دیا تھا کہ اس نے بات کا جواب اس خوبصورتی سے دیا تھا کہ وہ لاجواب ہو کر رہ گیا تھا۔

"زندگی کو زندگی سے بھی مانگ لیں گے ابھی تو کچھ اور مانگنا ہے ۔۔۔" وہ بات کو وہیں لے گیا تھا۔

"میرا سب کچھ تو آپ کا ہی ہے مانگنے کی کیا ضرورت حق سے بس کہہ دیں جو چاہئیے اور مجھے نہیں لگتا کہ میری محبت کا کاسہ اتنا خالی ہو گا کہ محبوب کی جھولی نہ بھری جا سکے۔" حیا کی سرسراہٹ کے ساتھ لرزتی آواز کیسا مان اسے سونپ گئی تھی کہ وہ خود کو معتبر سمجھنے لگا تھا۔

"چلو پھر کسی دن آزما کر دیکھیں گے۔" وہ آئینہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر بولا تھا۔اور اسے اپنی اس بے باک حرکت پر آئینہ یکدم ہی کسی اوٹ میں چھپتا محسوس ہونے لگا تھا۔

خوبصورتی کو کہاں نکلو گے تم ڈھونڈنے یارِ من
بس ایک نظر آئینہ میں جھلکتے اپنے عکس کو دیکھ لینا

"آزمایا تو انھیں جاتا ہے جن پر یقین نہ ہو اور میرے یقین کی سرحد تو آپ ہیں اور آپ کے دل کی سرزمین پر جلتا دل دیا میری محبت کا گواہ ہے اور واضح گواہی مل جانے کے بعد بھی آزمانا چاہتے ہیں تو چلیں یوں ہی سہی ۔۔۔" وہ کہتے ہوئے مدھم سی ہنسی تھی۔اس کی ہنسی کی کھنک ابان کے شیشۂ دل سے آن ٹکرائی تھی۔

ساتھیا، ساتھیا
مدھم مدھم تیری گیلی ہنسی

ساتھیا، ساتھیا
سُن کے ہم نے ساری پی لی ہنسی

ہنستی رہے تُو ہنستی رہے، حیا کی لالی کِھلتی رہے

زُلف کے نیچے گردن پہ، صبح و شام ملتی رہی

سوندھی سی ہنسی تیری، کِھلتی رہے، ملتی رہے

تیری اک ہنسی کے بدلے، میری یہ زمین لے لے

میرا آسمان لے لے

"محبت میرا اعزاز ہے بیہ۔۔۔میری زندگی کا کل اثاثہ۔۔۔میں تو اس مبارک ساعت کا منتظر ہوں کہ جب تم میرے نام لکھ دی جاؤ گی۔۔۔ جیسے اپنے محبتوں سے لبریز دل کے ساتھ میرے من میں اتر گئی تھیں ویسے ہی اپنے سنہرے، جگمگ کرتے وجود کے ساتھ میرے خالی جیون کو آباد کرو گی اور میرے دل کے ساتھ میرے گھر میں بھی بس جاؤ گی جب تم اپنے تمام حقوق میرے نام لکھ دو گی۔ جب محبت کو رشتوں کی پہچان ملے گی جب تم میرا حوالہ بنو گی اور میں تمھاری پہچان۔۔۔جب زندگی میں محبت اور رشتہ باہم رنگ بکھیریں گے۔جب تم صرف میری ہو گی اور تم پر مجھے ہر حق حاصل ہو گا۔" وہ اس کے جواب میں بہت محبت سے بولا تھا اسے اپنی محبت پر فخر ہونے لگا تھا اس کی اتنی محبت اپنائیت اور فکر پر عابیہ کو اپنی آنکھیں بھیگتی محسوس ہوئی تھیں۔وہ اس کے دل کی جان کر اپنے دل کی کہہ کر خاموش ہو گیا تھا اور یکدم چپ کی اوٹ سے دھڑکنیں بات کرنے لگی تھیں۔کچھ منظر آنکھ کے سامنے نہیں دل کے سامنے آنکھ کھولتے ہیں بات کرتے ہیں اور وہ بھی ایک دوسرے کو دل کی آنکھ سے دیکھ کر محسوس کر رہے تھے۔

"بیہ سوچا تھا فرمائش پھر کبھی کہہ دوں گا اس وقت کہ جب تم دلہن بن کر میرے آنگن میں اترو گی۔۔۔مگر اب فرمائش تو نہیں اسے درخواست سمجھ لو۔۔۔تم سے تمھیں مانگنے کی درخواست۔۔پیار کا اجازت نامہ۔۔۔تو کیا درخواست کرنے کی اجازت ہے ؟" ابان کو لگا تھا کہ یہ لمحے بہت مبارک ہیں انھیں گنوانا نہیں اچھا حالِ دل آج ہی بیان کر دیا جائے تو حرج کوئی نہیں۔۔۔اس لیئے اس نے تمہید باندھی تھی اور وہ جو آنکھ میں شدتِ انبساط سے آئی نمی کو پوروں پر چُن رہی تھی چونک اٹھی تھی اس کے دل نے اک ہارٹ بیٹ مِس کی تھی۔دھڑکن نے کہا تھا۔

"درخواست نہیں جنابِ من حکم کیجئیے۔۔۔" مگر لب کھل نہ سکے تھے۔وہ کب دائیں ہاتھ سے موبائل تھامے دائیں کان سے ٹکائے بائیں ہاتھ سے سیاہ زلفوں کو پشت سے جمع کر کے بائیں کاندھے پر ڈالتی آئینہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی اسے پتہ بھی نہیں چلا تھا۔ آئینہ میں نظر آتا اسے اپنا چہرہ نیا نیا لگا تھا محبت و توجہ کے ماسک سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔اسے آئینہ کی دبیز تہہ میں سید ابان بخاری کا عکس کروٹ لے کر بیدار ہوتا محسوس ہوا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت مزید سرخ ہو گئی تھی۔ وہ سینے پر جھولتے لاکٹ کو سیدھا کرتے ہوئے چپ تھی اور وہ اس کی چپ کو با معنی گردانتا

درخواست کو زبان دینے لگا تھا:

"مجھ کو اتنے سے کام پہ رکھ لو

جب بھی سینے پہ جھولتا لاکٹ

الٹا ہو جائے تو میں ہاتھوں سے

سیدھا کرتا رہوں اس کو"

سید ابان بخاری کا مخمور لہجہ اجازت مانگ رہا تھا۔۔۔اور وہ اس کے عکس کو آئینہ میں جھلمل کرتا دیکھ نظر ہی چرا گئی تھی۔اس کا ہاتھ بے ساختہ ہی لاکٹ کو اپنی گرفت سے آزاد کر گیا تھا۔اسے لگا تھا کہ یہ آئینہ چغلی کر رہا تھا دور بیٹھے ابان کو یہاں کا احوال بتا رہا تھا۔جبکہ ابان کو عابیہ کی دھڑکن کا ساز کچھ اور سُر دیتا محسوس ہوا تھا آئینہ میں اتری شبیہہ پُر حجاب مسکان کے زیرِ اثر نظر چراتی محسوس ہوئی تھی اور اس نے اجازت کا گراف بڑھا دیا تھا۔

"جب بھی آویزا الجھے بالوں میں

مسکرا کے بس اتنا سا کہہ دو

آہ چبھتا ہے یہ الگ کر دو

مجھ کو اتنے سے کام پہ رکھ لو"

اس کا سپید موتی سا دانت اس کے نچلے لب کو کچل رہا تھا۔بایاں ہاتھ ہوا سے اُڑتے بالوں پر ٹھہرا تھا کہ چغل خور آئینہ نے پھر چغلی کی تھی اس کا ہاتھ پہلو میں آ گرا تھا۔

من کی آنکھ سے اسے گھبرا کر ادھر ادھر نظر دوڑاتے دیکھ وہ ہنس دیا تھا اور عابیہ کی جان مزید مشکل میں گرفتار ہو گئی تھی۔۔۔!

اور وہ آئینہ سے ڈر کر بھاگی تھی دوپٹہ میں پاؤں الجھ گیا تھا وہ گرتی کہ سرگوشی نے اسے سنبھالا دیا تھا۔

"جب غرارے میں پاؤں پھنس جائے

یا دوپٹہ کواڑ میں اٹکے

ایک نظر دیکھ لو تو کافی ہے

مجھ کو اتنے سے کام پہ رکھ لو"

اس نے چور نظر اٹھائی تھی دھڑکن ساز کر رہی تھی اور فضا میں ابان کی سرگوشی کی مہک میں اس کا قہقہہ مزید رنگ بھر گیا تھا۔وہ ہنوز چور نظروں سے کمرے کے اطراف میں نظر دوڑاتی بیڈ پر آن ٹکی تھی۔دل کی لے ہی الگ تھی

اور سانس یوں پھولی ہوئی تھی کہ جیسے لمبی مسافت طے کر کے آئی ہو۔۔۔!

"بولو بیہ رکھو گی مجھے اپنے نخرے و ناز اٹھانے کے کام پہ۔۔۔؟" وہ شعر کی آغوش سے پھوٹنے والی خاموشی کی دھن پر اپنے لفظوں کی موسیقی چھیڑ گیا تھا۔

"میری خاموشی آپ سے کچھ کہنے آئی ہے ابان۔۔۔ اسے محسوس کریں۔۔۔ اس سے بات کریں۔۔۔ آپ کو آپ کا جواب مل جائے گا۔" اس کو اپنی آواز پر حیا کا سایہ محسوس ہوا تھا۔ ابان نے آگے سے ذو معنی جملہ ادا کیا تھا اس نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔۔۔ لائن کٹ چکی تھی۔۔۔ دل سے دل کا **کنیکشن** تا حال جڑا تھا۔۔۔ وہ حیا سے نظر جھکائے بیٹھی تھی اور وہ آئینہ کو محبت سے دیکھتا مسکرا دیا تھا۔۔۔!

کل کی رات گری تھی شبنم
پھولوں کے رخساروں سے رخسار ملا کر
نیلی رات کی چنری کے سائے میں شبنم
پریوں کے پر کھول رہی تھی
دل کی مدھم مدھم ہلچل میں دو روحیں تیر رہی تھیں
اپنے نازک پنکھوں پر نیلے آکاش کو تول رہی تھیں

کل کی رات بڑی اجلی تھی
کل کی رات اجلے تھے سپنے
کل کی رات۔۔۔ ترے سنگ گزری

☆☆☆☆☆☆

"میری ہر اک دعا رد ہو گئی ہے میرے ارمان ادھورے رہ گئے ہیں میرے سپنے ٹوٹ گئے ہیں۔ آرزو تو یہی تھی کہ ابان صرف مجھے چاہیں مگر وہ تو کسی اور چاہتے ہیں کسی اور کے بخت کا سب سے روشن ستارہ ہیں۔" ایلیفیہ کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی کل رات سے بارش کا سلسلہ جاری تھا۔ اس وقت بھی موسلا دھار بارش ہو رہی تھی وہ اس موسم کی کتنی دیوانی تھی۔ گھنٹوں کے حساب سے بے فکری سے بھیگتی رہتی تھی پھر چاہے کتنے دن ہی بیمار رہے اسے کہاں پرواہ ہوتی تھی وہ تو بس موسم سے لطف اندوز ہوا کرتی تھی اور اب وہ حال تھا کہ بارشوں کا سلسلہ عروج پر تھا اور وہ کمرے میں قید تھی کہ وہ ہجر کی بھٹی میں سلگتی اپنے ہی آنسوؤں میں بھیگ رہی تھی ساون کے مزے کہاں لوٹ سکتی تھی جب دل ہی لٹ گیا

تھا۔

تُو مجھے سوچ کبھی۔ یہی چاہت ہے میری
میں تجھے جان کہوں۔ یہی حسرت ہے میری
میں تیرے پیار کا ارمان لئے بیٹھا ہوں۔۔!
تُو کسی اور کو چاہے کبھی خدا نہ کرے
میری محروم محبت کا سہارا تو ہے
میں جو جیتا ہوں تو جینے کا اشارہ تو ہے
اپنے دل پے تیرا احسان لئے بیٹھا ہوں۔۔!
پیار میں شرط کوئی ہو تو بتا دے مجھکو
گر خطا مجھ سے ہوئی ہو تو بتا دے مجھکو
جاں ہتھیلی پے میری جان لئے بیٹھا ہوں۔۔!!
میں تیرے پیار کا ارمان لئے بیٹھا ہوں۔۔!
تو کسی اور کو چاہے کبھی خدا نہ کرے۔۔۔

"ابان نہ یاد آئیں مجھے ۔۔ میں آپ کو بھول جانا چاہتی ہوں ۔۔۔" وہ اپنے آنسوؤں کو رخساروں پر پھسلتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے اپنی عزت نفس ۔۔۔ اپنا نسوانی غرور ۔۔۔ اپنی انا بے حد عزیز ہے ۔۔۔ جسے میں گنوانا نہیں چاہتی ۔۔۔ اور آپ کی یاد کی روشنی مجھے بھٹکا رہی ہے ۔۔ مجھے خود سے بیگانہ کر رہی ہے ۔۔ میرے اپنوں کو مجھ سے دور کر رہی ہے ۔۔۔ نہ کریں نہ مجھ پر اتنا ظلم ابان بھول جانے دیں مجھے ۔" باہر ساون ٹوٹ کر برس رہا تھا اور یہاں وہ سسک رہی تھی۔ اپنے آنسوؤں کی بارش میں یوں بھیگ رہی تھی کہ ساون میں بھیگنے کی چاہ ہی نہ رہی تھی۔

"مجھے کیا پتہ تھا کہ آپ میرا نصیب نہیں ہیں ۔۔ آپ میرے نہیں ہو سکتے ۔۔۔ آپ کسی اور کا نصیب ہیں ۔۔۔ جب آپ کسی اور کا نصیب تھے تو کیوں میرے دل میں محبت بن کر اتر گئے ۔" اس نے بارش کو اپنے اندر اترتا محسوس کیا تھا اور گھبرا کر کھڑکی بند کرتے ہوئے کھڑکی پر پردے برابر کر دیئے تھے۔

جب درد نہیں تھا سینے میں تب خاک مزہ تھا جینے میں
اب کے شاید ہم بھی روئیں ساون کے مہینے میں

"ابر، کہتا ہے کہ مجھے آپ کو بھول جانا چاہیئے اور میں آپ کو بھول جانا چاہتی ہوں مگر آپ تو بھولنے کی چاہ میں مزید یاد آتے ہیں۔۔۔ آپ کو بھولنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔" وہ رائٹنگ ٹیبل کے ساتھ پڑی چیئر گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گئی تھی۔ آنسو قطرہ قطرہ کر کے اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ابان کو مخاطب کیئے حالِ دل اور اپنی مجبوری کہہ رہی تھی۔ اپنے اندر کے شور سے گھبرا کر وہ اُٹھی تھی اور اس نے میوزک سسٹم آن کر کے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔ آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔ اور دل کی عجب حالت تھی لگتا تھا ابھی رکا کہ بس رکا۔۔۔!

کبھی تو نظر ملاؤ۔۔۔ کبھی تو قریب آؤ

جو نہیں کہا ھے۔۔۔ کبھی تو سمجھ بھی جاؤ

ہم بھی تو ہیں تمہارے۔۔۔ دیوانے ہو دیوانے

ہم نے تم کو دیکھتے ہی دل دیا

تم بھی سوچو۔۔۔ تم نے ہم سے کیا کیا

تم نے کیا کیا۔۔۔۔ کیا کیا

میرا دل نہ توڑو

کبھی دل سے دل ملالو

ہم بھی تو ہیں تمہارے۔۔۔۔ دیوانے او دیوانے

اس کی سسکیاں بندھنے لگی تھیں۔ کمرہ میں اندھیرا بڑھ گیا تھا اور اس نے لائٹس آن نہ کی تھیں۔ آسیہ آغا جو کب سے منتظر تھیں کہ ایلیفیہ بارش میں بھیگنے کو اپنے کمرے سے نکلے گی مگر ایسا نہ ہوا تھا بارش بھی کب کی رک چکی تھی اور وہ اس کے کمرہ تک چلی آئی تھیں۔ دروازہ ان لاکڈ تھا ہلکے سے دباؤ سے کھلتا چلا گیا تھا۔ کمرہ مکمل تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مدھم آواز میں کوئی سیڈ گیت چل رہا تھی۔ سنگر کی آواز ان کی سماعتوں میں اتری تھی۔

کبھی تو نظر ملاؤ۔۔۔ کبھی تو قریب آؤ

جو نہیں کہا ہے۔۔۔ کبھی تو سمجھ بھی جاؤ

ہم بھی تو ہیں تمہارے۔۔۔ دیوانے ہو دیوانے

اور وہ لائٹس آن کر گئی تھیں۔ بستر تک ان کی نظر گئی تھی۔ ایلیفیہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رخساروں پر قطار در قطار گرتے جا رہے تھے۔ بیٹی کو یوں دیکھ کر وہ تڑپ اٹھی تھیں وہ ماں کی آمد

سے انجان تھی انہوں نے اسٹریو آف کیا تھا اور بیڈ کے کونے پر ٹکتے ہوئے دھیمے سے بیٹی کو پکارا تھا۔ وہ جو گانے کے بولوں میں محو تھی اسٹریو آف ہونے پر چونکی تھی اور یوں لگا تھا جیسے اسے کسی نے پکارا ہے اس نے آنکھیں کھولی تھیں ماں کو دیکھ وہ سیدھی ہو گئی تھی۔ بڑی تیزی سے اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا اس کی ہتھیلیاں آنسوؤں کی نمی سے نم ہو گئی تھیں۔

"ماما، کوئی کام تھا تو آپ مجھے بلا لیتیں۔" وہ نظر چراتے ہوئے مدھم لہجہ میں بولی تھی۔

"ایلیفیہ، یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے بیٹا۔" ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ اور وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔

"ماما۔۔" اس نے گھبرا کر ماں کے ہاتھ تھامے تھے۔

"تم ہماری اکلوتی اولاد ہو ایلیفیہ۔۔۔ یوں تمھیں دیکھنا ہمارے لیئے بہت تکلیف دہ ہے۔" وہ روتے ہوئے بولی تھیں۔

"ماما! میں آپ کو اور پاپا کو پریشان نہیں کرنا چاہتی مگر خود کو بہت مجبور پاتی ہوں۔ میرے دل سے ابان کی محبت نہیں نکلتی۔۔۔ میرے ذہن سے ابان کا خیال نہیں جاتا۔" وہ ماں کے ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کرتی ان کی گود میں سر رکھ گئی تھی۔ بیٹی کی بے بسی، اس کا رونا آسیہ آغا کا دل لہو ہونے لگا تھا۔

"میں ملوں گی ابان سے اس کے ہاتھ جوڑوں گی اس سے کہوں گی کہ وہ میری بیٹی کی خوشیاں مجھے لوٹا دے۔" آسیہ آغا کا لہجہ نم تھا۔ اس نے تڑپ کر ماں کی گود سے سر اٹھا کر ماں کو دیکھا تھا ان کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

"ایسے نہ کہیں ماما۔۔" وہ خود کو ماں سے نظر ملانے کے قابل نہیں سمجھ رہی تھی۔

"پھر کیسے کہوں ایلیفیہ۔۔ تمھیں کیسے دیکھوں روز روز تڑپتے ہوئے۔۔۔ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔۔۔ میں ابان کے سامنے جھولی پھیلا دوں گی منت کروں گی کہ وہ میری بیٹی کو اس کی محبت سونپ دے۔" وہ روتی ہوئی بیٹی کے آنسو صاف کرتے ہوئے فیصلہ کُن انداز میں بولی تھیں۔

"ماما! محبت خیرات نہیں ہے کہ آپ اسے بیٹی کے لیے مانگ لائیں گی۔۔۔ محبت تو عطا ہے ماما' جس سے آپ کی بیٹی کو محروم کر دیا گیا ہے اور آپ کی کوئی منت میری محبت مجھے نہیں دلا سکتی۔ میری خالی ہتھیلی پر آپ ایک جہان لا کر رکھ سکتی ہیں سوائے محبت کے۔۔۔ محبت میرے نصیب میں ہی نہیں ہے۔" وہ ماں کے سینے سے لگی بری طرح بلک رہی تھی۔

حالِ دل یہ دیکھتا تو جا
حالِ دل یہ دیکھتا تو جا

یارِ من، یارِ من آ آ آ

ہے دیارِ سلگتا سا

یارِ من، یارِ من آ آ آ

ایک پل جو ہے جدائی کا

یہ نہیں ہے بے وفائی کا

آتی جاتی دھوپ اور چھاؤں

غم اگر ہے نارسائی کا

یاد بھی ہے ایک سہارا سا

یارِ من، یارِ من آ آ آ

سانس لینا بھی سزا ہو گا

دو دلوں کو ٹوٹنا ہو گا

کیا خبر تھی اس محبت میں

راستہ سب کا جدا ہو گا

لمحہ لمحہ بے سہارا سا

یارِ من، یارِ من آ آ آ

"جب سب جانتی ہو تو سمجھتی کیوں نہیں ہو ایلیفیہ۔۔۔ بھول کیوں نہیں جاتیں اس شخص کو جو تمھاری قسمت میں ہی نہیں ہے۔" انھوں نے بیٹی کو خود سے الگ کیا تھا اور اس کے چہرے پر بکھرے بال سائیڈ پر کئے تھے اور آنسو پونچھتے ہوئے آزردگی سے بولی تھیں۔

"ماما! دل حقیقت شناس نہیں ہوتا دل تو دل نواز ہوتا ہے۔۔۔ حقیقت سے مبرا۔۔۔ محبت کا گیت الاپنے والا۔۔۔ توحید کا قائل۔۔۔ ایک ہی نام کی مالا جپتا رہتا ہے۔۔۔ دل حقیقتوں کو نہیں کرتا تسلیم۔۔۔ تو کیسے سمجھاؤں اس دل کو کہ یہ جس کے لیئے دھڑکتا ہے وہ پرایا ہے۔۔۔ دل پر جس کا نقش ہے۔۔۔ ہاتھ کی لکیروں میں وہ نام کندہ ہی نہیں گیا۔۔۔ یہ حقیقت ذہن مانتا ہے۔۔۔ دل نہیں مانتا۔" وہ بے حد دکھی نظر آنے لگی تھی اور آسیہ آغا کی برداشت ختم ہو گئی تھی۔

"میں تمھیں یوں اپنی زندگی برباد کرنے نہیں دوں گی ایلیفیہ۔۔۔ بہت ہو گیا محبت کا راگ۔۔۔ میں بھائی صاحب کو ولید کے رشتہ کے لیئے رضامندی دے رہی ہوں۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی تھیں اور وہ رونا بھول کر حیرت سے ماں

کو تکنے لگی تھی۔

"ماما! آپ ایسا نہیں کریں گی۔۔۔ مجھے ولید سے تو کیا کسی سے بھی شادی نہیں کرنی۔۔" وہ حیرت سے نکل کر سنجیدگی سے بولی تھی۔

"بہت سن چکی ہوں میں تمھاری بکواس مگر اب مزید نہیں سنوں گی، تمھاری شادی اسی ماہ ولید سے ہوگی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" وہ اس کے بستر سے اٹھ گئی تھیں اور وہ ماں کا ہاتھ تھام گئی تھی۔

"ماما! میں مر جاؤں گی لیکن ابان کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی۔" وہ سسکی تھی۔ انھوں نے بیٹی کے نم رخسار پر تھپڑ دے مارا تھا۔

"مرنے کی بات کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔ تمھارے لئے وہ ابان ہی سب کچھ ہے۔ میں اور تمھارے پاپا ان کا کیوں نہیں سوچتیں منتوں مرادوں سے ایک بیٹی خالی جھولی میں ارمانوں و آرزوؤں کا گل و ثمر بن کے رب کی رحمت کے ثبوت کے طور پر اتری اور تم، ہم سے ہماری وہی بیٹی چھین لینا چاہتی ہو۔۔ قطرہ قطرہ خون کیوں نچوڑ رہی ہوں ہمارے جسموں سے ایک ہی دفعہ جان کھینچ لو مگر خدا کے لیئے رحم کرو اپنے بوڑھے ماں باپ پر جو تمھیں اس اجڑی حالت میں دیکھ کر روز جیتے 'روز مرتے ہیں۔" آسیہ آغا ہچکیوں سے رو رہی تھی اور ایلیفیہ تو رونا ہی بھول گئی تھی۔

"ماما آپ مجھے معاف کر دیں میں آپ کو اور پاپا کو تکلیف نہیں دینا چاہتی مگر میں ابان کو نہیں بھول پاتی میں کسی کے بھی ساتھ خوش نہیں رہ سکتی میں منافقت بھری زندگی نہیں جینا چاہتی۔" ماں کا رونا ایلیفیہ پر گراں گزر رہا تھا وہ نظر چرا کر ہارے ہوئے انداز میں بول رہی تھی۔

"ٹھیک ہے جو دل میں آئے کرو مرنا تو ہے ناں میں نے بھی۔۔۔ تمھارے پاپا نے بھی۔۔۔ تو یوں تمھیں سسک سسک کر جیتے دیکھ نہ جی پائیں گے تو مر جائیں گے۔۔۔ ماں باپ کو قبر میں اتار کر پھر کرتی رہنا اپنی من مانیاں۔۔۔" وہ بیٹی کا ہاتھ جھٹک کر سختی سے بولی تھیں۔

"ماما۔۔" وہ تڑپ کر ماں کی راہ میں آگئی تھی۔

"ایلیفیہ! تمھیں اپنے باپ پر رحم نہیں آتا کتنی محبت کرتے ہیں تم سے شارق۔۔۔ ہمیشہ تمھاری ضد مانی۔۔۔ جو تم نے چاہا وہ پورا کیا اب تمھیں اس حال میں دیکھنا کس قدر اذیت ناک ہے تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔۔۔۔" وہ بیٹی کو روتے دیکھ آزردگی محسوس کرتیں نرم پڑ گئی تھیں لیکن نہایت دکھ سے بولی تھیں۔ ایلیفیہ کے رونے میں شدت آگئی تھی ۔

"آپ کو اور پاپا کو میں تکلیف نہیں دینا چاہتی۔۔۔"

"لیکن تم ہمیں تکلیف دے رہی ہو ایلیفیہ۔۔"

"ماما! میں کیا کروں۔۔"

"شادی کرلو زندگی کے سفر میں آگے بڑھ جاؤ یہ دنیا بہت ظالم ہے محبت کی کوئی قدر نہیں کرتا کل کو وقت گزرے گا تو تمھارا کردار مشکوک ہو جائے گا تہمتیں لگیں گی اپنی پاک محبت کے قلب پر کوئی چھینٹ برداشت نہیں کرپاؤ گی تم ایلیفیہ۔۔۔اس لئے جو شخص ہاتھ کی لکیروں میں نہیں اسے ماضی سمجھ کر آگے بڑھ جاؤ رکے رہنے سے زندگی نہیں رکتی قطرہ قطرہ گر کے آنسو کیچڑ بنادیں گے جو تمھارے کردار کو داغدار کردیں گے ہمارا معاشرہ ایک بیوہ کو شوہر کے نام پر بیٹھنے کی اجازت تو دے دیتا ہے یہاں تک کے طلاق یافتہ کو بھی سابقہ شوہر کے گم گزشتہ حوالے کے ساتھ جینے کی اجازت مرحمت فرما دیتا ہے لیکن کسی لڑکی کو محبوب کے نام کا جوگ لیکر بیٹھنے کی ہمارا معاشرہ اجازت نہیں دیتا تمھاری پاک محبت تمھارے سچے جذبات تمھارا سب سے بڑا جرم بن جائیں اس سے قبل قسمت کے لکھے کو تسلیم کرلو زندگی میں آگے بڑھ جاؤ کہ ٹھہرا ہوا پانی کیچڑ اور رواں پانی حیات کی مانند ہوتا ہے اور تم حیات کی طرف سفر کرو۔ محبت جو تمھاری نہیں ہوسکتی اسے فراموش کرکے آگے بڑھو یہی وقت کا تقاضہ اور معاشرہ کی ضرورت ہے۔" وہ بات جو ایلیفیہ کا دل اسے سمجھنے نہ دیتا تھا وہ آسیہ آغا نہ صرف سمجھتی تھیں اسے لے کر مضطرب بھی تھیں اس لیئے اب کے انھوں نے بیٹی کا ہاتھ تھام کر اسے بیڈ پر عین اپنے سامنے بٹھایا تھا اور بہت نرمی سے نہایت تدبر کے ساتھ بیٹی کو زمانے کی اونچ نیچ سمجھاتی چلی گئی تھیں۔

"میں ماں ہوں ناں کر سکتی ہوں اعتبار کے میری بیٹی کے جذبات کتنے پاکیزہ و معتبر ہیں لیکن میں یہ زمانے کو سمجھا نہیں سکتی بیٹا اس لیئے ابان کا اب لب پر نام بھی نہ لاؤ کہ محبت کے بغیر تم جیسے تیسے جی ہی لوگی صاف دامن پر کوئی چھینٹ آگئی تو جیتے جی مر کر بھی مر نہیں پاؤ گی اپنی محبت کو اپنے لیئے سزا نہ بناؤ اپنی نسوانی انا اپنی عزت و کردار کا بلند مینار تاراج نہ کرو۔ محبت کے لیئے نہیں رشتوں کے لیئے، معاشرتی ضروریات کے لیئے جینا سیکھو۔ میں اور تمھارے پاپا تمھارے ساتھ ہیں تم اکیلی نہیں ہو میری جان۔۔۔" وہ ماں کی گود میں سر رکھ گئی تھی۔ آسیہ آغا اس کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلاتے ہوئے بہت محبت سے ممتا سے چُور لہجہ میں سمجھا رہی تھیں۔ ایلیفیہ کے آنسو بڑی روانی سے گر رہے تھے آسیہ آغا نے اسے رونے دیا تھا اور بہت شفقت سے اس کے سر کو چُوما تھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر بیٹی کے بالوں میں جذب ہو گئے تھے۔

"ماما! پاپا اور آپ کو میرے لیئے جو مناسب لگے آپ وہ فیصلہ کرلیں۔" اس نے ڈوبتے دل کے ساتھ مدھم لہجہ میں کہا تھا اسے لگا تھا کہ شادی کے اقرار کے ساتھ ہی اس کا دل بند ہو جائے گا۔۔۔ اسے اگلی سانس نہ آپائے گی لیکن اس کا دل ابھی زندگی کی نوید بنا ہوا تھا۔ سانس کی رفتار بھی معمول پر تھی۔ اس نے ماں کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا اور ماں

کا ہاتھ تھام کر چومتے ہوئے مسکرادی تھی۔

"جب تک سانس ہے میں جیوں گی آپ کے لیئے، پاپا کے لیئے۔۔ آپ دونوں کی خوشی و محبت کے لیئے۔۔" وہ ماں کے ہاتھ تھامے نرمی سے بولی تھی اور آسیہ آغا کو لگا تھا انھیں نئی زندگی کی نوید مل گئی ہے ان کی آنکھیں بے اختیار چھلک اٹھی تھیں۔ انھوں نے بیٹی کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

"اللہ تمھیں ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔۔۔" ماں کو یکدم بے حد خوش و مطمئن دیکھ کر اس کے ڈوبتے دل کو سہارا ہو گیا تھا۔

"ابان' آپ کو بھلانا' اپنے دل سے نکالنا میرے اختیار میں نہیں ہے لیکن اپنوں کو خوش رکھنا۔ میرے اختیار میں نہ ہو کر بھی ہے۔ میں اپنے پاپا اور ماما کے لیئے زندگی جیوں گی کہ میری زندگی پر میرا ہی نہیں میرے والدین کا بھی حق ہے اور میں اپنی زندگی و خوشیاں اپنی محبت آپکے نام کر سکتی ہوں مگر اپنے والدین کا حق آپ کو آپ کی محبت کو نہیں دے سکتی۔" وہ بیٹی کو سرشاری کے عالم میں گلے سے لگا گئی تھیں اور وہ ماں کی خوشی کو محسوس کرتی دل ہی دل میں ابان کو مخاطب کرتی دل کی بات کہتی جارہی تھی۔

میں اپنی محبت سے بے وفائی کر کے شادی کرنے نہیں جارہی میں اپنے والدین کی خوشی ان کی محبتوں کا قرض اتارنے کو شادی کرنے جارہی ہوں۔ آپ کو بھول پاؤں گی یا نہیں۔۔۔ میں نہیں جانتی لیکن میں آگے بڑھ رہی ہوں کہ یہی میری ماں کی خوشی و خواہش ہے اور مجھ پر پہلا حق میری ماں کا ہے اور جس سے میں ماما کو محروم نہیں کر سکتی۔" اس نے سسکی کو لب پر آنے نہ دیا تھا۔ آہ قلب کی دیواروں سے ٹکرا کر معدوم ہو گئی تھی۔ دل کی دہلیز پر صف ماتم بچھی تھی۔ محبت کی موت نہ ہوئی تھی لیکن دل دیا بجھ گیا تھا اور دل میں گھپ اندھیرے جگہ بنا گئے تھے۔ اب زندگی ان ہی اندھیروں اور گل ہو جانے والے محبت کے دیا کے ساتھ بسر ہونی تھی۔!!!!

ہَوا کے رُخ پہ، رہِ اعتبار میں رکھا
بس اِک چراغ کُوئے انتظار میں رکھا
عجب طلسمِ تغافُل تھا جس نے دیر تلک
مری اَنا کو بھی کُنجِ خُمار میں رکھا
اُڑا دیے خس و خاشاکِ آرزو سرِ راہ
بس ایک دِل کو ترے اِختیار میں رکھا
فروغِ موسمِ گُل پیش تھا سو میں نے بھی

خزاں کے زخم کو دشتِ بہار میں رکھا
نجانے کون گھڑی تھی کہ اپنے ہاتھوں سے
اُٹھا کے شیشۂ جاں اِس غبار میں رکھا
یہ کِس نے مثلِ مہ و مہر اپنی اپنی جگہ
وصال و ہجر کو ان کے مدار میں رکھا
لہو میں ڈولتی تنہائی کی طرح خاورؔ
ترا خیال، دِلِ بے قرار میں رکھا

☆☆☆☆☆☆

"ماما! آپ کی طبعیت تو ٹھیک ہے؟" ابرج کی ناشتہ کی ٹیبل پر ماں سے ملاقات ہوئی تھی اور ان کا متورم چہرہ دیکھ وہ مضطرب سا سوال کر گیا تھا۔

"یس، آئی ایم فائن۔" معصومہ سہروردی کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے بولی تھیں۔

"ماما! آپ کل سے کچھ پریشان لگ رہی ہیں کیا کوئی بات ہوئی ہے؟" وہ ہنوز مضطرب سا پوچھ رہا تھا کیونکہ رات انھوں نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔

"کل میں ابان کی والدہ سے ملنے بخاری ولاز گئی تھی۔" وہ اپنے سوال کا بے حد الٹ جواب پا کر ششدر رہ گیا تھا اور آنکھوں میں حیرت لئے ماں کو دیکھنے لگا تھا۔

"ایک دم یوں اچانک ہی چلی گئیں آپ ذکر بھی نہیں کیا۔۔" وہ ایک جملہ کہہ کر بلکل خاموش ہو گئی تھیں اور وہ خاموشی کو طول پکڑتے دیکھ بول اٹھا تھا مگر اس کا جملہ بے ربتگی کا شکار تھا۔

"سید ابان بخاری کا نام سن کر چونکی تو تھی میں، لیکن اندازہ نہیں تھا کہ میرا شک درست نکلے گا۔" وہ بڑے سکون سے چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے بولی تھیں کہ رات بھر میں وہ خود کو کمپوز کر چکی تھیں۔

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا۔" اس کی حیرت میں اضافہ ہوا تھا۔

"ابان کی والدہ شہوار میری کالج فیلو ہیں۔" وہ مدھم لہجہ میں بولی تھیں۔ ابان کو یکدم خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے ماما۔۔" وہ پُرجوش ہوا تھا۔

"شہوار میری بہت اچھی دوست تھی۔ میری تمھارے پاپا سے شادی ہوئی تو رابطے کم ہو گئے اور شہوار کی شادی کے بعد تو ملنا ملانا بالکل ہی ختم ہو گیا۔" وہ ماضی کو پردے میں ملفوف کئیے ایک بے حد سادہ سی ترتیب دی گئی کہانی بیٹے کے

گوش گزار کرتی جا رہی تھیں۔

"بعد ازاں کچھ بزنس کی وجہ سے بھی دوریاں آگئیں کہ جب بزنس کی وجہ سے اختلاف جب پیدا ہو جائے تو دلوں میں بھی فاصلے در آتے ہیں۔" انھوں نے خالی کپ ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے۔ سلائس پر مکھن لگانا شروع کر دیا تھا اور سلائس بیٹے کی جانب بڑھا کر وہ بات پھر جاری کر گئی تھیں۔ اور ماں کا آخری جملہ ابرج کا دل بند کرنے لگا تھا۔

"اختلافات کی وجہ تو شاید اب بھی موجود ہے ابان بزنس میں تمھارا کمپیٹیٹر ہے لیکن شہوار وہ ایک بہت سادہ مزاج کی اچھی عورت ہے اس کے لیئے اختلافات نہیں رشتے اہمیت رکھتے ہیں۔" یکدم ابان کا رکا ہوا سانس بحال ہوا تھا اور اس نے جوس کا ایک گھونٹ بھرا تھا اور ماں کے بے حد سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگا تھا۔

"شہوار نے سابقہ کسی بھی اختلاف کو جتانے کی کوشش نہیں کی اس نے اپنی سادہ مزاجی اور نیک سوچ کا ثبوت دیتے ہوئے تمھارا پرپوزل ایکسپٹ کر لیا ہے۔" ابان کے گلے میں جوس اٹک گیا تھا۔ وہ بری طرح کھانس رہا تھا جیسے ہی کچھ سنبھلا تھا۔

"ماما! آپ سچ کہہ رہی ہیں۔۔؟" وہ کرسی دھکیل کر ماں کی کرسی تک پہنچا تھا اور کرسی کے دستہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بے یقینی و خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ اور انھوں نے اثبات میں گردن ہلا کر باقی من گھڑت کہانی بھی سنا ڈالی تھی۔

"انھیں رشتہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے اب تم فیصلہ کر لو کہ شادی کرنی ہے یا صرف منگنی۔" وہ گہری سنجیدگی سے بول رہی تھیں کہ ماضی کی ہر بات میں ان کا منفی روپ عیاں تھا۔ اس لیئے انھوں نے رات بھر میں ایک کہانی ترتیب دی تھی اور جس کے پیشِ نظر انھوں نے بیٹے کو شہوار سے دوستی کا بتا دیا تھا کہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بعد میں بات کھلے اور ان کا خود غرض و منفی روپ ان کے بیٹے کے سامنے آجائے۔ اس لیئے محض اپنا بھرم رکھنے کو انھوں نے ایک نہایت مختصر کہانی بیٹے کے گوش گزار کر دی تھی اور ابرج کے لیئے پرانی واقفیت، دوستی، دشمنی یا اختلاف کچھ بھی معنی نہیں رکھتا تھا اس کے لیئے کچھ معنی رکھتا تھا تو وہ یہ تھا کہ رشتہ سے اقرار ہو گیا تھا۔ اور یہ اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ انھوں نے بیٹے کے یکدم ٹیوب لائٹ کی طرح روشن ہو جانے والے چہرے کو دیکھا تھا اور نظر چرا لی تھی۔

"میں جو کبھی نہیں جھکی تھی صرف تمھاری خوشی کے لیئے جھک گئی اس گھر کی دہلیز پار کر لی جہاں میں کبھی مروت میں بھی نہ گئی تھی ہاں اس گھر کی دہلیز جب بھی پار کی اپنے مفاد کے حصول اور خود غرضی میں ہی کی۔۔۔ تمھاری خوشی مجھے انا سے زیادہ عزیز تھی اس لیئے میں وہاں چلی گئی۔ تمھیں انا لٹا کر خوشیوں کی نوید دے دی ہے۔ اور تمھارا روشن،

پُر سکون چہرہ دیکھ کر مجھے اپنے فیصلہ پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔ تمھیں خوش دیکھ کر اپنے جھکنے پر مجھے کوئی ملال نہیں ہے۔"
وہ ماں سے بقیہ تفصیل پوچھ رہا تھا وہ مدھم لہجہ میں بات بتاتی جارہی تھیں اور بیٹے کے بے حد خوشی کے اظہار پر وہ اس کو دیکھتے ہوئے سوچتی چلی گئی تھیں۔ وہ اس سب سے خوش نہ تھیں کہ شہوار چاہے ان کی دشمن نہ تھی مگر اس کے سامنے جھک کر ان کی انا کو بری طرح ٹھیس پہنچی تھی۔ ایلیفیہ کا جو حال تھا۔ مسکان جس طرح باغی ہوئی جارہی تھی انھیں لگا تھا کہ اس بار اگر وہ نہ جھکیں تو بیٹے سے دوری کی صورت میں ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار ہو جائیں گی اور انھوں نے بیٹے کی نظروں میں اپنا مقام بنائے رکھنے کو اپنی "میں" کی قربانی دے دی تھی۔ وہ اپنی سنائی کہانی پر مطمئن تھیں کہ وہ شہوار کی بامروت فطرت سے واقف تھیں انھیں یقین تھا کہ ان کی جانب سے ماضی کی کوئی بات نہ ہو گی اس لیئے جو کچھ کرنا تھا وہ انھوں نے ہی کرنا تھا۔
"ماما! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ میرے لیئے ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر میرا رشتہ لے کر گئیں۔۔۔ آئی لو یو ماما۔۔۔" وہ بیٹے کی آواز پر گہری سوچ سے نکلی تھیں اور بیٹے کی بات پر پُر سکون سی مسکرا دی تھیں۔
"میں ہار تو گئی ہوں لیکن ابھی بھی کچھ مہرے میرے ہی ہاتھ میں ہیں۔" وہ بیٹے کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ وہ رشتہ بیٹے کی محبت میں لے تو گئی تھیں۔ پہل کر کے جھک بھی گئی تھیں مگر ابھی بھی وہ دل سے زیادہ دماغ سے ہی سوچ رہی تھیں۔ بیٹے کی ماننے میں ہی فائدہ تھا بس اس لیئے مان گئی تھیں۔ ابھی بھی انھوں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ نفع و نقصان کو سامنے رکھ کر کیا تھا کہ رسّی جل گئی تھی بل نہیں گیا تھا۔
"آئی لو یو ٹو مائی سن۔" وہ اپنے کاندھے پر رکھے بیٹے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرائی تھیں اور وہ دلکشی سے ہنس دیا تھا۔
"مام! آپ نے آج ایسی خبر دی ہے کہ مجھے لگتا ہے میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں گا۔" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہنسی کے درمیان بولا تھا۔
"اپنے جذبات کو قابو کرو۔ ذمہ دار و سمجھدار مردیوں کم عمر لڑکوں کی طرح بیہیو کرتے بالکل اچھے نہیں لگتے۔" انھوں نے سختی سے تنبیہہ کی تھی اور وہ لب بھینچ کر معذرت کر گیا تھا کہ وہ چاہے ماں سے کتنا ہی اٹیچڈ تھا ان کی سخت گیر بارعب شخصیت کے آگے دب جاتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے فوراً ہی سوری کرتے ہوئے چہرے پر سنجیدگی طاری کر لی تھی۔
"شادی و منگنی کا سوچ کر بتا دو کہ میں عائشہ سے بات کر کے کسی دن کا پروگرام سیٹ کر لوں گی پھر ہم باقاعدہ تمھارا رشتہ لے جائیں گے۔" وہ بیٹے کی خاموشی پر مطمئن ہوتیں دھیمے سے بولی تھیں۔

"ماما! جو آپ کو مناسب لگے۔" وہ سلائس کے بائٹ لیتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"جیسے تمھیں ٹھیک لگے ابرج کہ میرے لیئے صرف تمھاری خوشی معنی رکھتی ہے۔" وہ ماحول کی کثافت کو دور کرنے کے لیئے نہایت حلاوت و محبت بھرے لہجہ میں بولی تھیں۔

"ماما! میں مکنون کو کھونے سے ڈرنے لگا ہوں وہ ایک بار میری زندگی سے دور جا چکی ہے قسمت اسے پھر میرے جیون میں لا رہی ہے تو میں اب تاخیر نہیں کرنا چاہتا اس لیئے آپ جلد از جلد شادی پر زور دیں تو مجھے خوشی ہوگی۔" وہ ماں کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سنبھل سنبھل کر بولا تھا اور بات مکمل کر کے ڈرتے ڈرتے ماں کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بیٹے کی چہرے پر فکر محسوس کرتیں دھیمے سے اپنے باوقار انداز میں ہنس دی تھیں اور ابرج کا رکا ہوا سانس ماں کو ہنستا پاکر بحال ہو گیا تھا۔

"میں بھی منگنی وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتی بس جلد از جلد بہو آجائے گھر میں یہی میری دلی آرزو ہے۔" وہ ماں کی بات پر اطمینان سے مسکراتا رہا تھا۔

"بہت شکریہ ماما۔۔" اس نے ماں کے سنجیدہ چہرے کی جانب نظر کی تھی اور وہ بیٹے کو تسلی آمیز نگاہ سے دیکھتیں موضوع مسکان کی شادی کی جانب لے گئی تھیں۔

"ماما! وہ ارباز کافی اچھا لڑکا ہے محنت سے کام کر رہا ہے ہم نے اس پر بھروسہ کر کے غلط نہیں کیا۔" وہ دھیمے انداز میں ماں کو تمام تفصیل بتاتا جا رہا تھا۔ وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھیں کہ جس قدر وہ اسٹیٹس کانشئیس تھیں بیٹی اگر بغاوت کو پر نہ تول رہی ہوتی تو وہ ہرگز بھی ایسا قدم نہ اٹھاتیں اور وہ بیٹی کی بغاوت سے زیادہ بھتیجی کی حالت سے ڈر گئی تھیں۔ جس طرح ایلیفیہ 'ابان کی محبت میں بستر مرگ تک جا پہنچی تھی اس کے بعد اسٹیٹس کا غرور ان کے ذہن سے ہی نکل گیا تھا وہ بیٹی کو مرتے نہ دیکھ سکتی تھیں اور یہ بھی نہیں چاہتی تھیں کہ ان کی بیٹی جوش میں کوئی ایسا قدم اٹھالے جو خاندان کی عزت پر حرفِ بدنامی کا سبب بنے۔

"تم ارباز کے کام کا جائزہ لے لو۔ اپنی سی تسلّی کر لو کہ میں مسکان کے فرض سے جلد از جلد سبکدوش ہو جانا چاہتی ہوں۔" وہ کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"جی بہتر، ماما۔۔" وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور سعادت مندی سے بولا تھا۔ معصومہ سہروردی ڈائننگ ہال سے نکلتی چلی گئی تھیں۔ اس نے ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"اف! یہ ماما' بھی ناں پتہ نہیں کیوں ایک دم ہی اتنی روڈ ہو جاتی ہیں۔ اگلے کا دم ہی نکل جائے۔ آپی اور مسکان کی ماما کے سامنے ٹھیک ہی جان نکلنے لگتی ہے۔" وہ فروٹ باسکٹ سے ایک سیب اٹھا کر شرٹ کے کف سے رگڑتے ہوئے

دانتوں سے کترنے لگا تھا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے جھرجھری سی لی تھی۔ اور اپنی سوچ پر یکدم ہی مسکراتا وہ خوشخبری ایلیفیہ کو بتانے کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ اس نے آفس جانے کی تیاری شروع کر دی تھی اور یہی سوچا تھا کہ لنچ آورز میں ماموں کی طرف چلا جائے گا۔ اس نے خود پر دل کھول کر پرفیوم اسپرے کیا تھا اور مکنون کو تصور میں لا کر دلکشی سے مسکراتا دھیمے دھیمے گنگناتے ہوئے تیاری مکمل کرنے لگا تھا۔

"پہلی نظر میں کیسا جادو کر دیا
تیرا بن بیٹھا ہے میرا جیا"

اس کے لب شوخ سی دھن بجاتے گنگنانے لگے تھے اس نے گنگناتے ہوئے بریف کیس اٹھایا تھا اور فائلز چیک کی تھیں۔

"ہر دعا میں شامل تیرا پیار ہے
بن تیرے لمحہ بھی دشوار ہے"

بریف کیس کی جانب سے مطمئن ہو کر اس نے سائیڈ ٹیبل سے گھڑی اٹھا کر کلائی پر باندھی تھی۔ والٹ اٹھا کر جیب میں رکھا تھا۔ گاڑی کی چابی ہوا میں اچھال کر مٹھی میں قید کی تھی۔

"تو جو ملی اک دن مجھے
میں کہیں ہو گیا لاپتا"

لب مستقل سیٹی کی آواز نکالتے گنگنا رہے تھے۔ اب اس نے موبائل اٹھا کر سیاہ ڈریس پینٹ کی پچھلی پاکٹ میں رکھا تھا۔

"دھڑکنوں کو تجھ سے ہی درکار ہے
تجھ سے ہیں راحتیں تجھ سے ہیں چاہتیں۔"

ایک بار پھر آئینہ میں اپنا طائرانہ جائزہ لیا تھا۔ اور کمرے سے نکل آیا تھا اور گاڑی اسٹارٹ کی تھی اس کے لب اب بھی گنگنا رہے تھے۔

"کر دیا دیوانہ دردِ خاص نے
چین چھینا عشق کے احساس نے"

مصروف سڑک پر اس کی کار تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے لبوں پر گیت ٹھہرا ہوا تھا۔ سگنل پر گاڑی رکی تھی اس کی انگلیاں اسٹرینگ پر یوں تھرکنے لگی تھیں جیسے پیانو پر کسی ماہر کی انگلیاں محو ساز ہوں۔

"بے خیالی دی ہے تیری پیاس نے

چھایا سرور ہے کچھ تو ضرور ہے

یہ دوریاں جینے نہ دیں

حال میرا تجھے نہ پتا"

سگنل کھلتے ہی اس نے گاڑی آگے بڑھائی تھی اور گنگناہٹ کا گلہ گھونٹتے ہوئے اسٹریو آن کر دیا تھا۔عاطف اسلم کی آواز گاڑی میں سفر کرنے لگی تھی۔

جانے کیا ہو گا کیا ہو گا کیا پتا

اس پل کو مل کے آجی لیں ذرا

میں ہوں یہاں تو ہے یہاں

میری بانہوں میں آ، آ بھی جا

او جان جاں دونوں جہاں

میری بانہوں میں آ بھول جا

baby i love you baby i love you so much

☆☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم! مامی، آپ کی لاڈلی کہاں ہے۔؟" وہ آسیہ آغا پر سلامتی بھیجتے ہوئے ہمیشہ کی طرح ڈائریکٹ ایلیفیہ کا پوچھ گیا تھا۔

"صاحبزادی اپنے کمرے میں محو استراحت ہیں۔" وہ نرمی سے سلام کا جواب دے کر قدرے شرارت سے بولی تھیں اور وہ بے طرح چونک گیا تھا۔

"کیا بات ہے جناب آج مسز آغا کا موڈ تو کافی خوشگوار لگ رہا ہے۔" وہ کافی دن بعد آسیہ آغا کو مسکراتے دیکھ رہا تھا۔

"بات ہی ایسی ہے۔" ان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی اور اس کا تجسس بڑھ گیا تھا۔

"کیسی بات بتائیے۔" وہ جلدی سے پوچھ گیا تھا۔

"ارے، جائیے آپ کونسا مامی سے ملنے آئے تھے جو مامی تمھیں کچھ بتائیں جاؤ اپنی دوست سے ملو جا کر۔۔" وہ مصنوعی ناراضگی سے کہتیں کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔اور وہ پل پل حیران ہوتا ان کے پیچھے چلا آیا تھا اور بات جاننے پر

بضد ہوا تھا۔

"چہرہ تو مجھے تمھارا بھی ٹیوب لائٹ کی مانند روشن لگ رہا ہے۔ اپنی خبر دو کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو۔" وہ ملازمہ کو دوپہر کے کھانے کا مینیو بتاتے ہوئے بولی تھیں۔ وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔

"خوشی کی خبر ساتھ لایا ہوں۔ اب اثرات چہرے سے ظاہر تو ہوں گے ہی ڈیئر مامی۔۔۔" وہ ہنسی کے درمیان بولا تھا۔ اور اب چونکنے کی باری آسیہ آغا کی تھی۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے ابرج کو دیکھنے لگی تھیں جس نے ترنت ساری بات کھول کر رکھ دی تھی۔ وہ پرپوزل ایکسپٹ ہونے کا سن کر بے تحاشہ خوش ہو گئی تھیں۔

"میرے پاس بھی تمھارے لیئے خوشخبری ہے۔" وہ اسے دعائیں دیتے ہوئے بولی تھیں۔ اور تفصیل اس کے سامنے رکھی تھی۔

"مامی، آپ سچ کہہ رہی ہیں۔" وہ بے یقین نگاہوں سے آسیہ آغا کو دیکھ رہا تھا اور وہ ہنس دی تھیں۔

"شکر الحمدللہ! ایلیفیہ، نے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے۔" انھوں نے اس کی بے یقینی کا خوبصورت جواب دیا تھا اور وہ بے حد مسرور سا ایلیفیہ کے کمرے کی جانب دوڑ گیا تھا۔ کمرہ کا دروازہ بجایا تھا اور اجازت ملتے ہی اندر داخل ہو گیا تھا۔ اسے دیکھ ایلیفیہ کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

"ایلیفیہ، تمھاری دعائیں رنگ لے آئی ہیں۔ در مکنون کی فیملی نے میرا پرپوزل ایکسپٹ کر لیا ہے۔" وہ صبح کے گیارہ بجے اس کے آنے کی وجہ دریافت کر رہی تھی اور اس نے سنسنی پھیلانے کے بجائے مسکراتے ہوئے خبر نشر کی تھی۔ ایلیفیہ کا چہرہ یکدم ہی روشن ہو گیا تھا۔

"سچ بول رہے ہو، ابر۔۔۔" وہ ابرج کے مسکراتے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے ترنت اثبات میں گردن ہلائی تھی۔ وہ تفصیل جاننے پر بضد ہوئی تھی اور اس نے ماں سے ہوئی بات کا حرف حرف اس کے سامنے بیان کر دیا تھا۔

"میں تمھارے لیے بہت خوش ہوں ابر۔" وہ خوشی سے بھیگتے لہجہ میں بولی تھی۔

"اور میں تمھارے لیئے بہت خوش ہوں مجھے جتنی خوشی مکنون سے شادی کا سن کر نہیں ہوئی اتنی خوشی تمھارے زندگی میں آگے بڑھنے کے فیصلہ نے مجھے مسرت بخشی ہے۔" ابرج مسکرایا تھا اور اس کے چہرے پر سائے لہرانے لگے تھے۔

"ایلیفیہ، کیا تم اپنے فیصلہ سے خوش نہیں ہو۔" وہ مضطرب ہو چکا تھا۔

"مجبوری کے فیصلہ خوشی نہیں دیا کرتے ابر۔۔" اس نے ماں سے ہوئی بات اور اپنا دل ابرج کے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا۔

"زندگی میں آگے بڑھنے کا فیصلہ ماما، پاپا کے لیئے لیا ہے ابر، میں اپنے ماما، پاپا کو مزید تکلیف نہیں دے سکتی لیکن میرا فیصلہ مجھے اندر ہی اندر توڑ رہا ہے۔ میں بلکل خوش نہیں ہوں۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"زندگی میں آگے بڑھو گی تو خوش رہنا سیکھ جاؤ گی۔" وہ اس کی تکلیف کو محسوس کر رہا تھا۔ اس کے دکھ پر دکھی ہو رہا تھا مگر ظاہر نہ کیا تھا بے حد نرمی سے تسلی آمیز لہجہ میں بول گیا تھا۔ وہ بدقت تمام مسکرا دی تھی۔

"ہاں! تم، سب کے لیئے خوش رہنا سیکھ لوں گی۔" وہ ایک گہری سانس کھینچ کر بولی تھی۔ اس نے آگے سے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

"شادی کس سے کرنا ہے مامی کو بتا دو تمھارے کافی اچھے پرپوزلز ہیں۔" وہ دھیمے سے شرارتی انداز میں بولا تھا۔ وہ محض اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"میں جس سے چاہتی تھی اس سے شادی ہو نہیں سکتی۔ اب کسی سے بھی ہو مجھے کیا فرق پڑے گا۔ دل میں تو اندھیرے در آئے ہیں۔ گھر روشن بھی ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ حد درجہ مایوسی و دل گرفتگی کا شکار تھی۔

"ایلیفیہ۔۔۔"

"تم سب مجھے منافق بنانے جا رہے ہو۔ محبت کسی سے کرتی ہوں۔ نکاح کسی اور سے ہو جائے گا۔" وہ سسکی تھی اور اس نے آگے بڑھ کر ایلیفیہ کے ہاتھ تھام لیئے تھے۔

"مایوسی کی باتیں نہ کرو پہلی محبت، آخری محبت نہیں ہوتی۔ مجھے یقین ہے کہ تم ارمش کے ساتھ بہت خوش رہو گی وہ اپنی محبت سے تمھارا دل جیت لے گا۔" وہ اسے امید کی کرن دے رہا تھا۔ آسیہ آغا نے اس سے کہا تھا کہ وہ ارمش چوہدری کا پرپوزل ایکسپٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں کیونکہ انھیں بھی ابرج کی طرح یہی لگتا تھا کہ ارمش کی محبت ہی ایلیفیہ کو خوش رکھ سکتی ہے۔ اسے ابان کو بھولنے میں مدد دے سکتی ہے کہ جیسے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے ویسے ہی محبت ہی محبت کا نعم البدل ثابت ہو سکتی ہے۔

" دل میں کسی اور کو رکھ کر جسم کا مالک کسی کو بھی بنا دو زندگی تو محسوس ہو سکتی ہے ابر، محبت محسوس نہیں ہو گی کہ محبت ایک بار ہوتی ہے۔ محبت کا نعم البدل محبت بھی ثابت نہیں ہوتی کہ کوئی انسان دوسرے انسان کی جگہ نہیں لے سکتا۔ ارمش سے میں محبت نہیں کر سکتی کیونکہ میں اپنے حصہ کی محبت ابان سے کر چکی ہوں۔" وہ اپنی سوچ اس کے سامنے رکھ گئی تھی جو اس کی سوچ سے مختلف تھی کہ چوٹ نہ لگے جب تک، تب تک درد کا احساس نہیں ہوتا اور کچھ باتیں کہنے میں الگ اور محسوس کرنے میں بلکل الگ ہوا کرتی ہیں۔

"تم اپنے ساتھ بہت ظلم کر رہی ہو۔" اسے سمجھ نہ آیا تھا کہ اس سے کہے تو کیا۔ کیسے اسے سمجھائے۔ اس لیئے وہ

دکھ سے بولا تھا اور وہ ہنس دی تھی۔

"ظلم کی داستان جب دل لکھے ناں تو سچ میں بڑا ظلم ہوتا ہے۔ کردار مر جاتا ہے اور پھر بھی کہانی چلتی رہتی ہے۔ دل مر جاتا ہے اور جسم زندہ ہونے کا خراج دیتا رہتا ہے۔ دل کہنے کو گوشت کا اک لوتھڑا مگر بہت ظالم ہوتا ہے جینے کا احساس چھین کر کہتا ہے جیو۔۔۔ جیتے رہو۔۔۔ بس جیتے جاؤ۔" اس کی آنکھوں کو پھر ساون کی جھڑی لگ گئی تھی۔ ابرج کی برداشت جواب دینے لگی تھی۔ اس کی آنکھیں نمکین پانی سے بھرتی چلی گئی تھیں۔ نین کٹورے بے صبر ہو کر چھلکتے کہ وہ جانے کو قدم بڑھا گیا تھا۔

"ماما کے پاس بیٹھ کر انتظار کرو۔ میں تیار ہو کر آ رہی ہوں۔ پھر لنچ ساتھ کریں گے۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بلند آواز سے بولی تھی اور وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ جو ترنت مسکرائی تھی۔

"تمھاری محبت مکنون، تمھاری ہونے والی ہے ایسے میں پارٹی تو بنتی ہی ہے۔" وہ اسے دیکھ رہا تھا جو چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئے تھی مگر اس پر جو بیت رہی تھی وہ محسوس کر گیا تھا مگر کچھ کہا نہیں تھا کہ وہ جانتا تھا کہ وہ ڈرامہ کر رہی ہے اور کچھ عرصہ انھیں اس کے ڈرامہ میں اس کا ساتھ دینا تھا تاکہ وہ خوش ہونے کا ڈرامہ کرتے کرتے ہی خوش ہونا سیکھ جائے۔ ابرج مطمئن تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ ایک دن ابان کو بھلا کر ارمش کے ساتھ ایک مکمل آسودہ، ازدواجی زندگی بسر کرے گی۔ وہ اس کو مسکراتے دیکھ مسکرا دیا تھا۔

"پارٹی تمھاری طرف سے ہوگی۔۔۔ بل میں نہیں تم پے کرو گی۔ اس لیئے اپنی ساری جمع پونجی لے کر آجاؤ۔" وہ آنکھ دبا کر بولا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر تکیہ اٹھایا تھا اور ابرج کو دے مارا تھا۔ جسے وہ سہولت سے کیچ کرتا اس کی طرف اچھالتا سیٹی بجاتے ہوئے۔ اس کے کمرے سے نکل گیا تھا اور وہ بیڈ سے اتر کر وارڈروب کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اس نے کپڑے چینج کر کے وضو کیا تھا کہ اس کی ماما کی عادت تھی کہ جب کوئی خوشی کی خبر ملتی تھی شکرانے کے نفل ضرور ادا کیا کرتی تھیں تاخیر کی جگہ عجلت سے کام لیتی تھیں اور وہ ابرج کے لیئے بہت خوش تھی اس لیئے پہلے شکر ربی ادا کرنا ضروری سمجھا تھا۔ وہ شکرانے کے نفل پڑھتی اپنے روم سے نکل آئی تھی۔ لاؤنج میں وہ آسیہ آغا کے ساتھ بیٹھ کر چائے پیتے ہوئے ارمش کا رشتہ فائنل کرنے کا مشورہ دے رہا تھا۔ وہ ان کی باتیں سن چکی تھی مگر ظاہر کیئے بنا ان کے سامنے آئی تھی۔ سبز رنگ کے اسٹائلش کرتے و پاجامہ میں وہ آنکھوں میں کاجل اور لبوں پر پنک گلوز لگائے سادگی میں بھی نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ آسیہ آغا نے دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا تھا۔ انھیں بیٹی کافی عرصہ بعد تازہ دم لگی تھی۔ انھوں نے رب کا شکر ادا کیا تھا اور مسکرا کر بیٹی کو دیکھا تھا جو ابرج کے ساتھ جانے کا بتاتی ابرج کا ہاتھ تھامے باہر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

"ابرج کے لیے میں نے، لڑکی دیکھ لی ہے۔" انھوں نے بیٹی کو کال کر کے آنے کا کہہ دیا تھا۔ لنچ ٹائم میں تیمور اسے میکے چھوڑ گیا تھا۔ داماد کا باہر کے باہر جانا معصومہ سہروردی نے بہت محسوس کیا تھا مگر فی الحال تبصرہ کرنے کے بجائے دونوں بیٹیوں کے سامنے بات رکھ دی تھی۔ مسکان کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی جبکہ عائشہ کا منہ ہی اتر گیا تھا۔

"تمھیں کیا ہوا۔ میری بات سن کر منہ کیوں اتر گیا۔ کیا ابرج کے لیے لڑکی نہیں دیکھی جائے گی۔؟" معصومہ سہروردی نے بیٹی کی اتری صورت صاف محسوس کی تھی اور اس کی خاموشی بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی۔ اس لیئے وہ ناگواری سے پوچھ گئی تھیں۔

"ماما، لڑکی تو ظاہر ہے دیکھی ہی جائے گی۔ اگر عائلہ کے بارے میں سوچ لیا جائے تو حرج تو کوئی نہیں ہے۔" وہ مدھم لہجہ میں قدرے ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔ معصومہ سہروردی کے چہرے کے عضلات تن گئے تھے۔

"میں عائلہ کے لیے پہلے ہی انکار کر چکی ہوں۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ مجھے بار بار اپنی بات دہرانی چاہیے۔" وہ نہایت درشتگی سے بولی تھیں اور عائشہ کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"میری ساس نے اب کے صاف کہہ دیا ہے کہ آپ عائلہ کا رشتہ لے کر نہیں آئیں تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گی۔" عائشہ سوں سوں کر رہی تھی۔ وہ دھک سے رہ گئی تھیں۔

"تمھاری ساس کا دماغ خراب ہو گیا ہے جو وہ ایسی شرطیں لگا رہی ہیں۔ بیٹی کے لیئے مناسب رشتہ نہیں مل رہا تو میرے بیٹے کے متھّے لگا دینا چاہتی ہیں۔" وہ بے تحاشہ غصہ میں آ گئی تھیں۔ عائشہ نے روتے ہوئے باقی تفصیل بھی کہی تھی۔

"میں نے آپ کا صاف انکار پہنچا دیا تھا کہ آپ وٹّہ سٹّہ نہیں کریں گی تب سے آنٹی کا میرے ساتھ رویہ بہت خراب ہے۔ عائلہ بھی میرے ساتھ بہت بد تمیزی کرنے لگی ہے اور تو اور تیمور کا رویہ بھی دن بدن خراب ہو رہا ہے۔" عائشہ کہتی جا رہی تھی اور ان کی تیوری پر بل پڑتے جا رہے تھے۔

"تیمور بھائی آپ کو باہر کے باہر چھوڑ گئے کیا ناراض تھے۔؟" بھانجے کو سنبھالتی مسکان دھیمے سے بولی تھی اور وہ بیٹی کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تھیں۔

"تیمور کچھ دن سے بول رہے تھے کہ میں آپ سے عائلہ کے لیئے بات کروں، آپ کو مناؤں۔ میں نے آپ کا انکار پہنچا کر انھیں سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ بضد ہیں کہ آپ عائلہ کا رشتہ لائیں۔ میں اسی لیئے اتنے دن میکے نہیں آئی اور آج جب آپ نے آنے کا کہا تو تیمور کو کہا مجھے میکے چھوڑ دیں اور انھوں نے کہا کہ میں اگر آپ کو راضی نہ کر سکوں تو

واپس آنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں وہ مجھے ڈائیورس کر دیں گے۔" اس نے بہت روتے ہوئے شوہر کے باہر جانے کی وجوہات سے آگاہ کیا تھا۔ مسکان کا تو بے یقینی و صدمہ سے منہ ہی کھل گیا تھا۔ اور وہ غصہ سے لب بھینچے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"درِمکنون، ابرج کی پسند ہے اور میں اپنے بیٹے کی خوشی کو بیٹی کی خوشیوں کے لیئے داؤ پر نہیں لگاؤں گی۔" موبائل اٹھاتے ہوئے انھوں نے انکشاف کیا تھا۔ مسکان سے زیادہ عائشہ بے یقین رہ گئی تھی۔

"ماما' یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں جس لڑکی کا پرپوزل لے جانا چاہ رہی ہیں وہ ابرج کی پسند ہے۔" عائشہ رونا بھول کر عجیب سے لہجہ میں بولی تھی کہ اس کے لیئے چھوٹا بھائی اس کی خوشیاں بہت معنی رکھتی تھیں۔ اور وہ اپنی خوشیوں کے لیے اپنا گھر بچانے کے لیئے بھائی کے دل کی خوشی کم از کم نہیں چھین سکتی تھی۔ وہ بھی اس بھائی کی جس نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا تھا۔ ان سب کے لیئے اپنا بے فکرا پن تیاگ کر قربانیاں دے کر سہروردی انٹرپرائزز کو سنبھالا تھا۔ اس کے رونے میں یکدم ہی بہت زیادہ شدت آگئی تھی۔

"تم رونا دھونا بند کرو تیمور سے تو میں خود بات کرتی ہوں اس نے تمھیں لاوارث سمجھا ہے جو منہ اٹھا کر بکواس کر رہا ہے آیا بڑا طلاق دینے والا دماغ ٹھکانے نہ لگا دیے اس کے اور اس کی ماں کے تو میرا بھی نام معصومہ سہروردی نہیں۔" وہ پہلے ہی غصہ سے پیچ و تاب کھا رہی تھیں بیٹی کا رونا اعصاب چٹخانے لگا تھا اس لیئے اسے ڈپٹا تھا۔

"ماما' تیمور بہت غصہ میں ہیں وہ اپنے نہیں اپنی ماں کے دماغ سے سوچ رہے ہیں۔ وہ مجھے طلاق دے دیں گے۔" وہ بلک اٹھی تھی۔

"مسکان، دانی کو ملازمہ کے پاس چھوڑ کر آؤ اور بہن کو پانی پلاؤ۔" بیٹی کا رونا برداشت سے باہر تھا اس لیئے قدرے دھیمے لہجہ میں بولی تھیں اور داماد کا نمبر ڈائل کر دیا تھا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ آفس سے واپسی پر گھر آجانا۔" تیمور نے دوسری بیل پر ان کی کال ریسیو کی تھی اور سلام ہی کیا تھا کہ وہ سلام کا جواب دیئے بنا سختی سے بولی تھیں۔ تیمور تو ہمیشہ سے ہی معصومہ سہروردی کے رعب میں رہا تھا اس وقت ان کا غیر معمولی غصہ کی آنچ سے سلگتا لہجہ اسے چپ کروا گیا تھا۔ اس نے بیوی سے چاہے کچھ کہا تھا۔ ساس سے ایک لفظ کہے بنا حامی بھر لی تھی۔

"جی آنٹی، میں پانچ بجے تک پہنچ جاؤں گا۔" اس نے تھوک نگلتے ہوئے سعادتمندی سے کہا تھا۔

"تم اپنی ماما کو بتائے بنا سسرال تشریف لاؤ گے۔" وہ ہدایت دے کر رابطہ منقطع کر گئی تھیں۔

"ماما' یوں غصہ سے تو بات بگڑ جائے گی آپ کو میری ساس کا نہیں پتہ۔۔۔" وہ سوں سوں کرتی ڈرے ہوئے

انداز میں بقیہ تفصیل ماں کے گوش گزار کر گئی تھی۔

"تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ میں نمٹ لوں گی تیمور سے بھی اور اس کی ماں سے بھی۔" وہ موبائل بیڈ پر اچھالتے ہوئے بولی تھیں۔ وہ آگے سے کچھ کہنا چاہتی مگر انھوں نے موقع نہیں دیا تھا وہ ماں کے کمرے سے نکلتی چلی گئی تھی۔ وہ ٹہلتے ہوئے بہت کچھ سوچ رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆

"دیکھ تیرا کیا رنگ کر دیا ہے
خوشبو کا جھونکا تیرے سنگ کر دیا ہے"

ابرج سہروردی ٹیبل بجاتے ہوئے شوخی سے گنگنایا تھا۔

"ابر، باز آجاؤ اپنے چھچھورپن سے ورنہ میں تمھیں مار بیٹھوں گی۔" ابرج سہروردی بہت خوش تھا اور وہ اس کی خوشی میں خوش تھی لیکن اس کی آنکھوں سے جھلکتی اداسی ایسی تھی کہ وہ جان کر اسے تنگ کر رہا تھا۔ کبھی گنگنانے لگتا، کبھی ٹیبل بجانے لگتا۔ اس سب سے مقصد اس کا ایلیفیہ کا پرانا روپ ڈھونڈنا تھا۔ جبکہ وہ پبلک پلیس پر اس کا اوور ہونا برداشت نہ کر پاتے ہوئے اسے ڈپٹ گئی تھی۔ مگر وہ بھی چکنا گھڑا تھا ذرا جو اس پر اثر ہوا ہو۔

"تمھیں کیا تکلیف ہے میں تمھارے لیے نہیں گا رہا تو حسد محسوس کر رہی ہو۔۔۔ مگر سن لو آج میں صرف مکنون کے لئیے گا رہا ہوں اسے محسوس کر رہا ہوں اور خبردار میری خوشی برباد کی ہو تو۔" وہ شوخی سے کہتا ناراضگی سے ڈپٹ گیا تھا۔ ایلیفیہ نے اسے گھورتے ہوئے اپنا سر ٹیبل پر ٹکا دیا تھا۔ وہ اسے روک نہیں پا رہی تھی کہ بھلا خوشیوں کے بہتے دریا پر بھی کبھی بند باندھا گیا ہے۔

"میں مکنون سے کبھی حسد نہیں کر سکتی ابر، سایہ انسان سے بڑا ہوتا ہے مگر کبھی سایہ سے نفرت محسوس نہیں ہوتی ایک احساس تفاخر سا جنم لیتا ہے اور مکنون کو تمھارے ساتھ دیکھ کر مجھے فخر ہو گا۔ حسد نہیں کہ کبھی اپنی خوشی سے بھی حسد و جلن ہوئی ہے۔" وہ بے حد مدھم لہجہ میں بولی تھی اس کے لہجہ میں دوستی کا مان پنہاں تھا اور وہ جسے محسوس کرتا مسکرا دیا تھا اور مسکراتے ہوئے گنگنایا تھا۔

"یہ جھونکا تیرے گھر کا رستہ بنے گا
اکیلے میں تجھ سے ملا تو کہے گا
دیکھ تیرا کیا رنگ کر دیا ہے
خوشبو کا جھونکا تیرے سنگ کر دیا ہے"

ابرج کی زندگی سے بھرپور گنگناہٹ ایلیفیہ کے اندر سکون سا بھرتی چلی گئی تھی۔

"میں نہیں کم از کم تم نے تو زندگی کی خوشیوں کو۔۔۔ اپنی چاہت کو پالیا ہے اور میں تمہارے لیئے بے حد خوش ہوں۔" وہ آنکھ میں آئی نمی صاف کرتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا مکنون، تک میرے دل کی آواز جارہی ہوگی کیا میری محبت کی ہوا اسے گدگدا رہی ہوگی۔۔۔؟" وہ مدھم لہجہ میں سوال کررہا تھا۔ ایلیفیہ ہنس دی تھی۔

"تم پاگل ہوگئے ہو ابر۔۔"

"ہاں! مکنون کے پالینے کا خمار ہے میرا دل کرتا ہے ہوا کے زریعے اسے پیغام بھیجوں اس سے کہوں کہ تم میری ہو صرف میری۔۔۔" وہ سیٹ کی پشت سے آرام دہ انداز میں کمر ٹکائے ہاتھ کا تکیہ سا بنا کر سیٹ کی پشت پر سر کے ساتھ باندھ گیا تھا۔ ایلیفیہ نے اس کے حسین چہرے کو دیکھا تھا آج اس کی ابرج سہروردی پر نگاہ نہیں ٹھہر رہی تھی محبت عورت کو ہی نہیں مرد کو بھی جاذب نظر بنا دیتی ہے۔

"تجھے دیکھ کر شاخ کیسی جھکی ہے
ہوا بھی دریچوں میں جا کے رکی ہے
دیکھ تیرا کیا رنگ کر دیا ہے
خوشبو کا جھونکا تیرے سنگ کر دیا ہے"

وہ ایلیفیہ کو خود کو تکتا پا کر شرارت سے آنکھ دباتے ہوئے گنگنایا تھا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے تم مکنون کی آڑ میں مجھ سے عشق فرما رہے ہو۔" وہ کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے شوخی سے لب دبا کر بولی تھی فضا میں ابرج سہروردی کا زندگی سے بھرپور قہقہہ بکھر گیا تھا۔

"ویسے آپس کی بات ہے مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔" وہ بے فکری سے چھیڑنے والے انداز میں بولا تھا اور وہ بھی ہنس دی تھی۔

"شرم کرلو کچھ۔۔۔ اپنی نہیں تو میری ریپوٹیشن کا ہی خیال کرو۔" وہ اسے گھورنے لگی تھی وہ مستقل ہنستا جارہا تھا۔ اسے شرارت سوجھی تھی اور وہ دھیمے سے گنگنانے لگی تھی۔

"تیرے پاس یادوں کا میلہ رہے گا
تو لوگوں میں رہ کے اکیلا رہے گا
دیکھ تیرا کیا رنگ کر دیا ہے

خوشبو کا جھونکا تیرے سنگ کر دیا ہے"

ایلیفیہ کے لہجہ میں ابرج کے لیئے محبت تھی دوستی کا خلوص تھا۔ وہ خوشگوار حیرت سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ وہ اس کے کچھ کہنے سے قبل اٹھی تھی اور کافی شاپ کے وسط میں جا ٹھہری تھی۔

"Ladies and gentlemen, your attention, please!"

ٹیبلز پر بیٹھے لوگ ایلیفیہ کی جانب متوجہ ہو گئے تھے اور ابرج اپنا سر تھام گیا تھا۔ اور وہ سب کے متوجہ ہوتے ہی کہنے لگی تھی۔

"آج میرے دوست ابرج کو زندگی کی سب سے بڑی خوشی ملی ہے۔۔۔ وہ لڑکی جو ابرج کی محبت ہے وہ ابرج کی زندگی میں شامل ہونے جارہی ہے اس خوشی میں اس وقت کافی شاپ میں موجود ہر شخص کی کافی کا بل ہم ادا کریں گے۔ آپ سب جتنی چاہیں کافی پیئیں اور بل ادا کیے بنا اپنے اپنے گھر جائیں۔" ایلیفیہ کی بات کے اختتام تک تالیاں گونج اٹھی تھیں۔ ابرج مسکراتا ہوا ایلیفیہ کے برابر آن رکا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ تالیاں اب تک بج رہی تھیں۔

"کافی فلمی سا سین نہیں ہو گیا۔" وہ شرارت سے بولا تھا اور اس نے آواز جان کر بلند رکھی تھی اس کی بات پر قہقہے گونج اٹھے تھے۔

" اس سین کو کامیاب فلمی سین بنانے کے لیئے ایک گانا بھی ہو جائے۔" ایک ٹیبل سے نوعمر لڑکا اٹھتے ہوئے بولا تھا۔ ابرج گھبرا گیا تھا اور ایلیفیہ کی تالی میں وہاں موجود لوگوں کی تالیاں بھی شامل ہو گئی تھیں۔

"یہ بہت زیادہ ہو جائے گا۔" وہ ایلیفیہ کو باز رہنے کی تنبیہ کرتی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

"ابرج، کی آواز بہت اچھی ہے یہ اسکول، کالج میں بیسٹ سنگر کے کتنے ایوارڈز جیت چکا ہے اس لیئے آپ لوگ اسے بھاگنے نہ دیں۔" وہ اس نوعمر لڑکے کو دیکھنے لگی تھی اور اس کے اصرار کے ساتھ باقی سب کا اصرار بھی شامل ہو گیا تھا اور وہ اپنی ٹیبل پر جا بیٹھی تھی۔

"جس کے لیئے یہ سب اہتمام ہے وہی موجود نہیں ہے ایسے میں گانا جانے دیں آپ لوگ کافی انجوائے کریں۔"

وہ مدھم لہجہ میں کہتا اپنی ٹیبل کی طرف بڑھنے لگا تھا مگر اب لوگوں میں تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ چار بجے کا وقت تھا زیادہ لوگ نہ تھے اور سنگل ٹیبلز تو کم تھیں کپلز ہی موجود تھے کچھ بیویوں کے ساتھ موجود تھے۔ کوئی بہن کے ساتھ بیٹھا تھا اور ایک ٹیبل پر وہ اپنے فیانسی کے ساتھ بیٹھا تھا کافی شاپ کا ماحول خوبصورت قدرے رومانوی سا ہو گیا تھا اور ابرج سے پہلو بچانا مشکل ہو گیا تھا ایسے میں اس نے ناچار بچنے کی راہ نہ پاتے ہوئے گانا شروع کیا تھا۔ وہ بنا مائک، بنا میوزک کے بڑی خوبصورتی سے گا رہا تھا۔

حسن جاناں کی تعریف ممکن نہیں

چہرہ ایک پھول کی طرح شاداب ہے

چہرہ اس کا ہے یا کوئی مہتاب ہے

چہرہ جیسے کلی۔۔ چہرہ جیسے کنول

چہرہ جیسے تصور بھی تصویر بھی

چہرہ ایک خواب بھی چہرہ تعبیر بھی

چہرہ کوئی الف لیلیٰ کی داستان

چہرہ اک پل یقین۔۔ چہرہ اک پل گماں

چہرہ جیسے کہ چہرہ کہیں بھی نہیں

ماہرو ماہرو۔۔ مہ جبیں مہ جبیں۔

آفریں آفریں۔۔۔ آفریں آفریں

گانے کے اختتام پر تالیاں گونج اٹھی تھیں۔ اس نے سب کا شکریہ ادا کیا تھا اور ایلیفیہ کو آنے کا اشارہ کرتا وہ بل کاؤنٹر تک پہنچا تھا مینیجر سے بات کی تھی اور دس ہزار کی کثیر رقم جمع کرواتے ہوئے اپنا کارڈ دیا تھا اور باقی بل فارورڈ کرنے کا کہتا وہ مینیجر سے ہاتھ ملاتا باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"تیمور، تمھیں عائشہ سے کوئی شکایت ہے۔" تیمور کوئی آدھ گھنٹہ قبل آیا تھا انھوں نے داماد کی خاطر تواضع میں ہمیشہ کی طرح کوئی کمی نہ رکھی تھی۔ ریفریشمنٹ کے بعد وہ لوگ ڈائننگ ہال سے نکل کر لاؤنج تک چلے آئے تھے۔ مسکان اپنے کمرے میں جاچکی تھی اپنے بھانجے کو بھی ساتھ ہی لے گئی تھی۔

"نہیں۔۔۔ آنٹی۔" وہ دھیمے سے بولا تھا۔

"عائشہ سے گر کوئی شکایت نہیں ہے تو تم اسے ڈائیورس کیوں دے رہے ہو۔" اسے ساس سے اتنے واضع سوال کی امید نہ تھی۔ وہ بیوی کی طرف دیکھنے لگا تھا جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"مجھے جواب چاہئے تیمور، میں نے بیٹی اس لیے تمھارے نکاح میں نہیں دی تھی کہ تم اسے بے بنیاد بات پر چھوڑ دو۔" وہ تو پہلے ہی غصہ میں تھیں مصلحتاً اب تک چپ تھیں مگر بات کے آغاز کے بعد داماد کی خاموشی بری طرح کھل گئی تھی۔ ان کا لہجہ بے حد ترشی و کاٹ لیئے ہوئے تھا۔ تیمور نے لب بھینچ لیئے تھے۔ عائشہ نے بے بسی سے ماں کی طرف دیکھا

تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کی ماما، بات بنانے کی بجائے اپنی تنگ مزاجی سے بات بگاڑ دیں گی۔ معصومہ سہروردی نے بیٹی کی ملتجی، بے بس نگاہ نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

"عائشہ بدزبان ہے۔ بدکردار ہے۔ اچھی بیوی ثابت نہیں ہوئی۔ اچھی بہو ثابت نہیں ہوئی۔ کوئی ایک برائی ہو تو بتاؤ مجھے۔۔۔" وہ داماد کو دیکھ رہی تھیں۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے آنٹی۔" وہ بدقت تمام بولا تھا۔

"پھر تم بیوی کو ایسی بات کے لیے چھوڑ دینا چاہتے ہو جس میں اس کا ہاتھ تو کیا مرضی تک شامل نہ ہوگی۔" وہ داماد کو ناراض نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں جس کا سر جھک گیا تھا۔

"عائشہ اگر تمھارے حقوق کا خیال نہیں رکھتی۔ اچھی بیوی، بہتر بہو، قابل برداشت بھابھی اور بہترین ماں ثابت نہیں ہو رہی تو میں تمھیں خود کہوں گی کہ تم عائشہ کو ڈائیورس دے دو۔" تیمور بے یقینی سے ساس کو دیکھ رہا تھا۔ عائشہ کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"اگر میری بیٹی تمھاری آسودگی کا سبب ہے تمھارے سونے گھر کو ایثار و وفا کی اینٹوں سے سجا رہی ہے تو میں تمھیں اس پر یہ ظلم نہیں کرنے دوں گی تیمور۔۔۔" انھوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بیٹی کو تنبیہہ کی تھی اسے نہ رونے کی ہدایت کی تھی اور داماد کے چہرے کی طرف دیکھا تھا جہاں بے یقینی کی جگہ شرمندگی نے لے لی تھی۔

"تمھاری خاموشی کو میں کیا سمجھوں تیمور کہ میری بیٹی طلاق ڈیزرو کرتی ہے یا یہ کہ تم اس کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہو اور تمھاری غیر منصفانہ سوچ نے تمھارے لب پر قفل ڈال دیئے ہیں۔" معصومہ سہروردی کے لہجہ میں عجب کاٹ تھی۔ تیمور کے ماتھے پر شبنمی قطرے ابھرنے لگے تھے۔

"آنٹی، مجھے عائشہ سے کوئی شکایت نہیں ہے میں جو کچھ کر رہا ہوں مجبوری میں کر رہا ہوں۔" اس نے اتنی دیر میں پہلا قدرے طویل جملہ بولا تھا۔

"بیوی کو مجبوری میں مشق ستم بنا رہے ہو۔۔۔ یہ بھی خوب رہی۔" انھوں نے طنز سے ہنکارا بھرا تھا۔

"اگر مجھے عائشہ سے کوئی شکایت نہیں ہے تو عائشہ کو بھی مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوگی میں نے کبھی اس کے حقوق میں اس کا خیال رکھنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور وہ ہنس دی تھیں ہنسی کیا تھی، کاٹ تھی، طنز تھا، مضحکہ اڑانے کی کوشش تھی۔ تیمور لب بھنیچ گیا تھا۔

"عائشہ کو تم سے شکایت نہ ہوتی تو میں یہ عدالت لگائے نہ بیٹھی ہوتی۔" ہنکارا بھر کر کہا گیا تھا۔

"ماما، مجھے تیمور سے سچ میں، کوئی شکایت نہیں ہے۔" عائشہ کے میاں کی حمایت میں لب ہلے تھے مگر ماں نے یوں

گھورا تھا کہ وہ نظر چرا کر لب کچلنے لگی تھی۔

"مجھے تم صرف ایک بات کا جواب دو تیمور کہ تم نے آگے کیا سوچا ہے۔ تم کیا کرنا چاہتے ہو کہ میرے یہاں بلا کر بات کرنے سے صاف واضح ہو گیا ہو گا تم پر کہ میں عائلہ کو بہو نہیں بنانا چاہتی۔" وہ بیٹی کو گھور کر واپس داماد کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔ جو ان کے رعب کے زیر اثر غصہ سے کھولنے کے باوجود چپ تھا۔ ان کا احترام اسے بدتمیزی کرنے سے روکے ہوئے تھا ورنہ ان کا طنزیہ لہجہ اسے پیچ و تاب کھانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اسے کچھ کہنے کو اکسا رہا تھا۔

"عائلہ مجھے عائشہ کی مانند ہی عزیز ہے تیمور کہ بیٹیوں کی ماں ہوں اور بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ مجھے عائلہ کو بہو بنانے پر اعتراض ہے تو صرف اس لیئے کہ میں وٹّہ سٹّہ نہیں چاہتی ورنہ اس بچی کے اخلاق و کردار کی تو میں خود گواہ ہوں۔" وہ اب کے عجیب نرمی سے بولی تھیں اور اب تک کے کاٹ دار جملوں اور لہجہ کا گویا ازالہ ہو گیا تھا۔ تیمور کے چہرے پر خجالت کی سرخی چھاگئی تھی۔

"مما، کی آرزو ہے یہ آنٹی کہ عائلہ ۔۔۔ ابرج کو پسند کرتی ہے۔" وہ شرمندگی سے زمین میں گڑتے ہوئے نظر چرا کر بے ربط جملہ بولا تھا۔ اس کی مرضی نہیں تھی کہ وہ اس قدر جھک کر بہن کا رشتہ کرے مگر بہن ابرج کے لیے پاگل ہو رہی تھی اور اس کی مما بیٹی کو سمجھانے کی بجائے بیٹے پر زور ڈال رہی تھی اور وہ کب اپنا گھر خراب کرنا چاہتا تھا کہ عائشہ جیسی خوبصورت، نیک سیرت اور اعلیٰ کردار بیوی تو بخت سے ملتی ہے اور وہ ماں و بہن کے فرض کی ادائیگی میں بیوی کے ساتھ ناانصافی کر رہا تھا کہ معاشرہ ہی اسی روایت کی آبیاری کر رہا تھا کہ ماں کے حقوق ادا ہوں چاہے بیوی کا حق مارا جائے۔ وہ ماں کی مان رہا تھا تو بیوی و ساس کے سامنے شرمندہ ہو رہا تھا۔ بیوی کا خیال کرتا تو جورو کا غلام، زن مرید کہلاتا۔ اس کی ماں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ یوں جھک کر بہن کا رشتہ کرنے پر بے غیرت کہلائے گا۔ اس کی بہن کو اپنی پڑی تھی اور وہ ماں کے احترام میں ساس سے زلیل ہو رہا تھا۔

"بہن کی پسند کے حصول کے لیئے میری بیٹی پر ظلم کر رہے ہو۔ مگر یہ مت بھولو پسند کی ہر شے حاصل کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔" وہ داماد کی شرمندگی بھانپ کر بھی کڑے لہجہ میں بولی تھیں۔

"میں اس سب میں بہت مجبور ہوں آنٹی کہ میں وہی کروں گا جو مما چاہیں گی اور مما اپنا فیصلہ عائشہ کو سنا چکی ہیں اور میں مما کے ہر فیصلہ میں ان کے ساتھ ہوں۔" وہ ہاتھ جھاڑ کر مجبوری کا چولا پہنے ایک بے غیرت روپ میں ان کے سامنے تھا اور وہ اپنا بلڈ پریشر ہائی ہوتا محسوس کرنے لگی تھیں۔

" ماں کے غلط فیصلہ میں ان کے ہمنوا بن تو گئے ہو تیمور اور پسند کی بات کرتے ہو تو میری بیٹی کو تو چاند پسند ہے لا کر رکھو اس کی ہتھیلی پر۔۔" وہ کھا جانے والی نظروں سے داماد کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کا لہجہ ترش و حقارت آمیز تھا۔

"بیوی کی پسند کا خیال رکھنا لاگو نہیں ہوتا تم پر۔۔۔ یا صرف تم بہن کی پسند پر لبیک کہہ کر اس کے لیے چاند لانے نکل پڑے ہو غیرت و حمیت کا سودا کر کے۔" تیمور یکدم ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"آنٹی میں آپ کے احترام میں چپ ہوں تو یہ مطلب نہیں کہ آپ میری کھلے لفظوں میں توہین کریں۔" تیمور کا چہرہ بے حد سرخ تھا۔ عائشہ ڈر کر شوہر کو دیکھتی کھڑی ہوگئی تھی جبکہ وہ بڑے پُر سکون انداز میں صوفہ پر براجمان تھیں ۔ انھیں اپنے رویے اور الفاظ پر کوئی شرمندگی نہ تھی۔

"میں توہین کرنا نہیں چاہتی مگر مجبور پا رہی ہوں خود کو کیونکہ مجھے تماری مما یا بہن سے کوئی شکایت نہیں ہے گلہ تم سے ہے تیمور کہ میں نے تم پر بھروسہ کر کے اپنی بیٹی تمھارے نکاح میں دی اور تم بلا جواز اسے اذیت دے رہے ہو۔ طلاق کا مطلب سمجھتے ہو تم، بہن کا گھر بسانے کے لیئے بیوی اور بیٹے کو دربدر کر رہے ہو۔ یہ مت بھولو کہ تم پر ماں اور بہن کا ہی نہیں بیوی اور بیٹے کا بھی حق ہے۔ انھیں کس بات کی سزا دے رہے ہو تم۔۔۔" وہ چلتی ہوئیں عین داماد کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھیں۔

"یاد رکھنا کہ عائلہ کی ایک دن بہت اچھے انسان سے شادی ہو جائے گی مگر بہن کی ضد کو رکھتے، خواہش کے پیچھے دوڑتے تم اپنا گھر خراب مت کرلینا۔" وہ داماد کی آنکھوں میں دیکھتیں اب کے ناصحانہ انداز میں بول رہی تھیں

"تمھیں بہت سی عائشہ، بیوی کے روپ میں مل جائیں گی میری بیٹی کو بھی رشتوں کی کوئی کمی نہ ہوگی مگر اس سب میں صرف تم دونوں کا بیٹا رل جائے گا کہ بیوی مل جاتی ہے تمھیں بھی مل جائے گی۔ ماں نہیں ملتی دانی کو بھی نہیں ملے گی اور تم بہن کے لیے بیوی کے ساتھ ہی نہیں بیٹے کے ساتھ بھی ناانصافی کر رہے ہو۔" تیمور کو وہ نئے پہلو سے آشنا کروا گئی تھیں کہ اس نے ماں کی مانتے اپنے بیٹے کا تو سوچا ہی نہ تھا۔

"تم یہ نہ سمجھنا کہ میں عائلہ کو ضد میں اپنی بہو نہیں بنا رہی میں بھی مجبور ہوں کہ بیٹی کا گھر بچانے کو بیٹے کی خوشیاں داؤ پر نہیں لگا سکتی کہ ابرج، عائلہ سے نہیں کسی اور سے شادی کرنا چاہتا ہے اور میں بیٹے سے اس کی واحد اکلوتی خوشی بہن کے گھر بچانے کے عوض خرید نہیں سکتی۔" وہ بے حد نرم متاثر کن لہجہ میں بولتی جا رہی تھیں۔

" تم بیوی کو چھوڑ دو گے تب بھی عائلہ، ابرج کی بیوی نہیں بن سکتی اس لیئے میں بہت سختی سے تمھارے ساتھ پیش آئی ہوں کہ میری نرمی تمھیں سوچنے پر مجبور نہ کرتی کہ اثر تو کڑوی دوا ہی کیا کرتی ہے۔" وہ اب کے مسکرائی تھیں اس کا سر جھک گیا تھا۔

"عائلہ، بہت اچھی لڑکی ہے تیمور اور تم اپنی بہن کی خوشیوں کو اس کی قسمت کو آزاد چھوڑ دو اپنی بہن کی آسودگی کو، میری بیٹی کی خوشیوں سے مشروط نہ کرو۔" معصومہ سہروردی اپنے وقت میں بہترین مقرر تھیں۔ قائل کرنے کے فن

سے مالا مال۔۔ خوبصورتی کا ہی نہیں ذہانت و سمجھداری کا چلتا پھرتا شاہکار تھیں اور عائشہ جسے لگ رہا تھا کہ اس کی ماں غصہ سے بات بگاڑے گی لیکن انھوں نے غصہ کی لہر میں غوطہ لگاتے ہوئے بات کو یوں تیرایا تھا کہ وہ ماں کی فہم و فراست کی قائل ہو گئی تھی۔

"انسان جو چاہے وہ ملا نہیں کرتا اور ابرج، عائلہ کا نہیں درمکنون کا نصیب ہے اور میں جانتی ہوں کہ ایک بھائی اپنی بہن کی خوشی کے لیئے سب کچھ کر سکتا ہے تم بھی کر رہے ہو کرو گے لیکن درمکنون کا نصیب تم نہیں چرا سکتے۔۔۔ تم درمکنون کا نصیب ابرج سہروردی بہن کی جھولی میں نہیں ڈال سکتے۔ اس لیے اپنی زندگی کو مشکلات و آزمائش کی نذر نہ کرو کہ آج کا غلط فیصلہ تمھارے بیٹے کے ہی نہیں آنے والی اولاد کے لیے بھی کانٹوں بھرا راستہ ثابت ہوگا۔" معصومہ سہروردی نے اپنے باوقار انداز میں مسکرا کر داماد کو دیکھا تھا۔

"تم پر اعتبار کیا تم ہر لحاظ سے بیٹی کے قابل لگے اس لیئے تمھیں بیٹی نکاح کے تین بولوں کے ساتھ سونپ دی اور میں آج بھی اپنے فیصلہ پر بہت مطمئن ہوں کہ تم ایک اچھے بھائی ہو اور بس امید کروں گی کہ تم اچھے شوہر ثابت ہوئے مگر توازن قائم نہ رکھ سکے بس بہن کی محبت میں جو کمزور پڑے اس پر قابو پا کر بیوی کے لیئے تاحیات شجر سایہ دار ثابت ہوگے کہ ایک عورت کے لیئے شوہر ہی سب کچھ ہوتا ہے اور تم عائشہ کے ہمیشہ اچھے و سچے جیون ساتھی ثابت ہوگے۔" وہ داماد کو بیٹھنے کا اشارہ کرتیں خود بھی بیٹھ گئی تھیں۔ آگے بات خوشگوار ماحول میں ہونے لگی تھی وہ موضوع بدل کر داماد کے آفس وغیرہ کا پوچھنے لگی تھیں اور عائشہ ماں کو ممنون نگاہوں سے دیکھتی مطمئن سی مسکرا دی تھی۔

☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ، تم کبھی، کبھی بے سوچ سمجھے قدم اٹھا لیتی ہو۔" وہ ڈرائیونگ کے دوران اس پر خفا ہو رہا تھا۔

"کبھی کبھی حماقتیں کرنے میں حرج کوئی نہیں ہوتا۔" وہ سکون سے بولی تھی۔

"بکواس مت کرو فضول میں فلمی سچوایشن کری ایٹ کر کے بیٹھ گئی تھیں۔" موڑ لیتے ہوئے غصہ سے اسے ڈپٹا تھا۔

"شیکسپیئیر نے کہا تھا 'دنیا ایک اسٹیج ہے۔' اور آج اسٹیج پر ہم نے کچھ رنگ اپنی مرضی کے بکھیر دیئے تو کونسی قیامت آگئی کہ فلم اور ڈرامہ بنتے تو ہماری، تمھاری کہانی سے ہی ہیں۔" وہ اپنے قدم پر مطمئن تھی۔

"پاگل تمھیں سب کیسے دیکھ رہے تھے مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا یار۔" اس نے اعتراض کا پہلو اس کے سامنے رکھا تھا اور وہ بے فکری سے ہنس دی تھی۔

"تم خوش ہو، میں خوش ہوں بس یہ بات اہم ہے باقی ہر بات ثانوی ہے اس لیئے دیکھنے کی بات کو درگزر کر دو کہ

میں کسی کی آنکھیں نہیں نکال سکتی۔" وہ بات کو چٹکیوں میں اڑا گئی تھی۔ اس نے بچپن سے ہی اچھی بری، ستائشی اور حاسدانہ نگاہیں خود پر محسوس کی تھیں کہ اس کا حسن تھا ہی تو بہ شکن نظر ٹھہر ٹھہر جاتی تھی۔ اس لیئے وہ پرواہ نہیں کرتی تھی۔

"ویسے تمھارا کتنا خرچا ہو جائے گا میری دریا دلی کے ہاتھوں۔" وہ لب دبا کر پوچھ رہی تھی۔

"اس کی خیر ہے یار، سہروردی انٹرپرائزز کا اکلوتا وارث ہوں پانچ، دس ہزار سے تو مجھے فرق بھی نہیں پڑتا۔" وہ مزے سے بولا تھا۔ وہ ہنس دی تھی۔

"پھپھو باقاعدہ رشتہ لے کر کب جائیں گی۔؟" وہ موضوع ہی بدل گئی تھی۔

"ماما، آپی کو بلانے کا کہہ رہی تھیں ان کے آنے پر ہی کچھ ہوگا۔" وہ مہارت سے گاڑی چلاتا دھیمے سے بولا تھا۔

"آپی ویسے کافی دن سے آئی نہیں ہیں سب خیریت تو ہے۔" وہ دھیمے سے پوچھ گئی تھی۔

"ہاں خیریت ہے دو دن پہلے بات ہوئی تھی میری آپی سے۔۔۔ تمھیں شاید پتہ نہیں آپی کی ساس اور تیمور بھائی چاہتے ہیں کہ میری اور عائلہ کی شادی ہو جائے۔" وہ اس کے انکشاف پر متحیر رہ گئی تھی۔

"پہلے تم نے ذکر نہیں کیا اس بات کا۔۔۔" وہ بے یقینی سے بول رہی تھی۔

"کچھ ماہ قبل ماما نے ذکر کر کے میری رائے لی تھی میں نے تو صاف منع کر دیا تھا اور تب ماما نے کہا تھا کہ وہ بھی انکار کر چکی ہیں۔" وہ تفصیل کہتا چلا گیا تھا۔

"قصہ ختم ہو گیا یا آپی کے لیے مسائل ہو رہے ہیں۔؟" وہ سمجھداری سے پوچھ گئی تھی۔

"میرے سامنے تو دوبارہ ذکر تک نہیں ہوا مگر مجھے آپی سے بات کر کے لگا تھا جیسے وہ کچھ پریشان ہیں۔" وہ ایلیفیہ کے گھر کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے بولا تھا۔

"مگر آپی نے مجھے ٹال دیا بے چینی برقرار تھی اس لیے میں نے کل ماما سے ذکر کیا تھا ماما نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہے میں پریشان نہ ہوں۔" وہ تمام تفصیل بتا گیا تھا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔۔۔ اور آپی آجائیں تو مجھے بتا دینا۔" وہ اسے ہدایت دیتی گاڑی سے خدا حافظ بول کر اتر گئی تھی۔ اور وہ ایلیفیہ کے گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی گاڑی آگے بڑھا لے گیا تھا مگر ہمیشہ کی طرح اسٹریو آن کرنا نہیں بھولا تھا۔

حسن جاناں کی تعریف ممکن نہیں
آفریں آفریں۔۔۔ آفریں آفریں

تو بھی دیکھے اگر تو کہے ہم نشین

آفریں آفریں۔۔۔ آفریں آفریں

ایسا دیکھا نہیں خوبصورت کوئی

جسم جیسے ہے جنتا کی مورت کوئی

جسم نغمہ کوئی۔۔ جسم خوشبو کوئی

جسم جیسے مچلتی ہوئی راگنی

جسم جیسے مہکتی ہوئی چاندنی

جسم جیسے کہ سورج کی پہلی کرن

جسم ترشا ہوا دلکش و دلنشین

صندلیں صندلیں۔۔ مرمریں مرمریں

آفریں آفریں۔۔۔ آفریں آفریں

☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم!" اس نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے سلامتی بھیجی تھی اور تیمور کو دیکھ خوشگوار حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا تھا اور عائشہ کی جانب گھوم گیا تھا۔ وہ کافی دن بعد چکر لگانے پر بہن سے ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا۔ مطلع تو صاف ہو ہی چکا تھا۔ بات کا حل نکل آیا تھا۔ اس لیئے اس پر کسی نے ظاہر نہ کیا تھا کہ کچھ دیر قبل یہاں کونسا موضوع زیر بحث تھا۔ عائشہ ہی نہیں تیمور بھی اس سے نارملی بات کرنے لگا تھا۔ عائشہ اس سے چھپ چھپا کے لڑکی پسند کر لینے پر ڈپٹ رہی تھی اور وہ بس ہنستا جا رہا تھا اور ہنستے ہوئے اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ عائشہ کتنی ہی بار دل ہی دل میں 'ماشاللہ' کہہ چکی تھی۔

"ماما، اور آپ مل کر ڈیسائیڈ کرلیں کہ کب رشتہ لے کر جانا ہے میں کیا بولوں۔" عائشہ نے رشتہ لے جانے کے بارے میں اس کی رائے لینا چاہی تھی تب وہ دھیمے سے ہنس کر بولا تھا۔

"لڑکی پسند کرلی، سارے فیصلہ خود کر لیئے اب ہم پر چھوڑ رہے ہو تو کیا فائدہ۔۔۔ میں منع کر دوں تو کونسا تم نے منع ہو جانا ہے۔" وہ شرارت آنکھوں میں لیئے مصنوعی خفگی سے بول رہی تھی۔

"لڑکی پسند بے شک خود کرلی ہے مگر فیصلہ خود نہیں لیا فیصلہ کا کلی اختیار ماما اور آپ کے پاس ہے کیونکہ میں آپ لوگوں کے خلاف نہیں جاسکتا۔" وہ غیر معمولی سنجیدگی سے بولا تھا۔ تیمور اس کو دیکھنے لگا تھا۔ اس کے یہی نیک اطوار ہی تو

تھے جن کے سبب وہ بہن کے ہاتھوں مجبور ہو کر بات خود سے کر رہا تھا کہ اسے ابرج میں کوئی عیب نظر نہیں آتا تھا۔ اس کا رشتوں کے لیئے مخلص ہونا اس کی سب سے بڑی خوبی تھی۔ معصومہ چاہے تمام عمر اپنے لیئے جی تھیں۔ وہ ایک خود غرض و مطلبی عورت تھیں لیکن ان کے تینوں بچے عادات میں باپ پر گئے تھے جیسے معارج کے لیئے رشتے اہم تھے ان کے تینوں بچے رشتوں کی اہمیت سمجھتے تھے۔ قدر کرتے تھے۔ ان کے تینوں بچوں کی پرورش میں ان کی دادی کا ہاتھ تھا جو صوم و صلوۃ کی پابند مکمل گھریلو خاتون تھیں۔ اور بچے دادی کی تربیت و پرورش کا عکس لیئے دادی جیسے ہی تھے۔ ابرج کچھ کچھ ماں کا سا مزاج رکھتا تھا اسی لیئے انھیں بیٹا، نسبتاً بیٹیوں کے زیادہ عزیز تھا۔

"بس بس رہنے دو میاں عاشق بنے ہوئے ہو اور بات کرتے ہو ہمارے فیصلہ کو مانو گے۔" عائشہ کو اکلوتا بھائی بہت عزیز تھا وہ آج اس کی آنکھوں میں زندگی دوڑتی محسوس کر رہی تھی اور کچھ دن سے اپنی ہی الجھنوں میں الجھی تھی اس لیئے اسے تنگ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اس لیئے آج اسے مسلسل چھیڑتی تمام حساب بے باق کر رہی تھی۔ کچھ دیر قبل تیمور اجازت لے کر چلا گیا تھا۔ اس لیے بھی وہ کھل کر بھائی سے بات کرتی اسے خوب تنگ کرنے کے موڈ میں تھی کہ اس نے اپنے بابا کی وفات کے بعد یعنی ایک طویل مدت بعد بھائی کو بے حد خوش محسوس کیا تھا اور وہ اس کی خوشیوں کے لیئے دعا گو بہنوں والا حق استعمال کرتی جا رہی تھی۔

"مکنون، چاہے میری محبت ہے۔ اسے پانے کا احساس ہی بے حد خوش کن ہے مگر ماما اور آپ میرے لیئے مجھ سے زیادہ اہم ہیں آپی، اس لیئے آپ حکم کریں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" وہ بہت محبت سے بولا تھا۔ معصومہ فخر سے مسکرا رہی تھیں۔ عائشہ کی آنکھیں جھلملا گئی تھیں۔

"میں نے کیا حکم کرنا ہے ابرج، میں تو تمھاری خوشی میں خوش ہوں۔" وہ نم لہجہ میں بولی تھی۔

"آپ ایک بار کہہ کر تو دیکھیں آپ کی خاطر، آپ کی خوشیوں کے لیئے میں عائلہ سے بھی شادی کر لوں گا۔" تیمور اپنا موبائل ٹیبل پر ہی بھول گیا تھا وہی لینے پلٹ کر آیا تھا اور ابرج کی آواز پر لاؤنج کی چوکھٹ پر ہی تھم گیا تھا۔

"میرے لیے تم کیوں اپنی خوشیوں کی، اپنی محبت کی قربانی دو گے۔" بھائی کے اتنا مان دینے پر اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"مکنون کو پانے سے مجھے خوشی ہو گی مگر آپ کی زندگی کسی طوفان کی نذر ہو یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔ میرے لیے آپ کی خوشی زیادہ اہم ہے آپی۔" وہ یکدم ہی مسکرا دی تھی۔

"جتنی تمھیں اپنی آپی سے محبت ہے تیمور بھی عائلہ سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں اور اس کی محبت میں انھوں نے پرپوزل ایکسپٹ کرنے کے لیئے مجھے مجبور کیا لیکن اب سب ٹھیک ہو گیا ہے ابرج، تیمور سمجھ گئے ہیں کہ تم عائلہ کا نصیب

نہیں ہو اور تم بے فکر رہو تم عائلہ سے شادی نہیں کرو گے تو میری زندگی میں کوئی طوفان نہ آئے گا۔" وہ نم لہجہ میں یقین سے کہتی چلی گئی تھی۔

"نہیں ماما، میں عائلہ سے شادی کے لیئے تیار ہوں۔ آپ میرا پروزل لے جائیں۔" وہ حتمی انداز میں بولا تھا۔
تیمور کے اٹھتے قدم پر رک گئے تھے۔

"عائلہ سے شادی پر مجھے اعتراض نہیں رہا کبھی مگر میں عائشہ کی خوشی کو کسی کی بھی خوشی سے مشروط نہیں کرنا چاہتی۔ مجھے تیمور پر بھروسہ تھا اسی لیے میں نے اسے داماد بنایا وہ اپنی بہن کی محبت میں بیوی کے ساتھ ذرا سخت ہو گیا تھا مگر آج بات کی ہے آگے سب بہتر ہو گا اس لیئے تم اس قصہ کو جانے دو تمھیں قربانی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" خاموش سامع بنیں معصومہ نے لب کشائی کی تھی۔

"لیکن، ماما۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر انھوں نے موقع نہیں دیا تھا۔

"میرے لیے محبت کوئی معنی نہیں رکھتی مجھے محبت کی کبھی سمجھ بھی نہیں آئی جو حال ایلیفیہ کا ہے یا جس طرح مسکان پر باغی ہوئی جارہی تھی یہ سب میری جیسی عورت کے لیے ناقابل برداشت ہے کہ جسے محبت کی کبھی سمجھ نہیں آئی میں ایک پریکٹیکل مائنڈ عورت ہوں میرے لیئے فلاسفی نہیں رئیلیٹی معنی رکھتی ہے۔" وہ مدھم لہجہ میں کہہ رہی تھیں اور وہ دونوں خاموش بیٹھے تھے جبکہ تیمور سوچ بچار میں تھا کہ پلٹ جائے یا اندد داخل ہو کر اپنا سیل فون لے۔۔۔

"مسکان کے لیئے میں نے ارباز جیسے لڑکے کو اگر قبول کیا ہے تو میری مجبوری ہے اور اسی لیے میں ارباز کی مجبوری کو بھی سمجھتی ہوں۔ لیکن مجھے محبت سے مزید چڑ ہو گئی ہے کہ یہ کیسی محبت ہے کہ انسان اپنی انا ہی قربان کردے۔" ان کے لہجہ میں حقارت سی تھی ابرج سُن ہو گیا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کی ماما محبت کو ہی سرے سے نہیں مانتیں۔

"ایلیفیہ ہے اس سب کی زمہ دار اس کی حالت نے مجھے خوفزدہ کیا ہے اسی لیئے میں نے ارباز کو داماد کی حیثیت سے قبول کیا اور مکنون کو بہو بنانے جارہی ہوں اس سب میں میری مرضی شامل ضرور ہو گئی ہے مگر مجھے پسند کچھ نہیں آرہا اس لیے تم آگے کا سوچو کہ تم کیا چاہتے ہو تمھاری خوشی کس میں ہے۔" وہ بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں جو ساکت بیٹھا تھا اس نے آگے سے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"بس اتنا کہوں گی کہ حقیقتوں کو کبھی فراموش نہ کرنا کہ زندگی محبت کے سہارے نہیں گزرا کرتی اور یہ بات مسکان کو بھی بہت جلد سمجھ آئے گی کہ تم ارباز کا اسٹیٹس بدلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے اس کی سوچ اس کی فیملی کو نہیں بدل سکتے اور میں یہ مسکان کو کہہ چکی ہوں کہ میں آگے اس کے ساتھ ایسے نہ ہوں گی جیسے عائشہ کے ساتھ ہوں اور تم

عائشہ کی فکر چھوڑو تیمور پر بھروسہ کیا ہے آگے عائشہ کی قسمت۔۔۔" وہ اپنی بات کہہ کر اٹھی تھیں اور نکلتی چلی گئی تھیں ۔

"تم پریشان نہ ہو ابرج، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ بھائی کا اترا ہوا چہرہ دیکھ دکھ سے بولی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا آپی کہ ماما سب کچھ مجبوری میں کر رہی ہیں۔ مجھے تو لگا تھا ماما سب میری خوشی کے لیئے کر رہی ہیں ۔" وہ دکھ سے بولا تھا۔ اس کو ماں کا سخت رویہ ہمیشہ ہرٹ کرتا تھا مگر آج تو اس کے اندر بہت کچھ بکھر گیا تھا۔ وہ انا کو رکھتیں بیٹے کو ذہنی و قلبی اذیتوں سے دوچار کر گئی تھیں۔

"ماما' تمھاری اور مسکان کی خوشی کے لیئے ہی تو کر رہی ہیں سب۔۔۔ ورنہ ماما جتنی اسٹیٹس کانشئیس ہیں کبھی بھی ایک موٹر مکینک کو داماد بنانے کے لیئے حامی نہ بھرتیں اور جہاں تک مکنون کی بات ہے ناں ابرج۔۔" عائشہ درست تجزیہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی وہ ماں کے مزاج کو اچھے سے سمجھتی تھی۔ وہ دادی کے زیادہ قریب رہی تھی وہ بچپن سے ہی کافی ذہین تھی وہ ماں کے مزاج کی سختی کو محسوس کر گئی تھی اس کا دل کرتا تھا کہ اس کی ماما اس کی کامیابی پر اسے گلے لگائیں ۔ ماتھا چومیں۔ مگر ایسا کبھی نہ ہوا تھا یہ لاڈ اس نے دادی سے اٹھوائے تھے اور ایک دفعہ دل کی بات دادی سے کہہ دی تھی کہ کہتے ہیں کہ ماں بیٹی کی دوست ہوتی ہے۔ اور عائشہ نے یہ دوستی کا رنگ دادی کے شفیق وجود میں پایا تھا اور تب اس کی دادی نے اس سے ایک بات کہی تھی۔ جسے وہ سوچتے ہوئے بھائی کے سامنے دہراتی چلی گئی تھی۔

"معصومہ' ایک بہت پریکٹیکل عورت ہے اس کے لیئے جذبے اہمیت نہیں رکھتے کہ وہ ایک انا پسند عورت ہے وہ تم سے محبت کرتی ہے مگر کبھی مانیں گی نہیں کہ انا پسند لوگ جھکنا اپنی توہین سمجھتے ہیں اور انسان اگر جھکتا ہے تو وہ صرف محبت کے آگے اس لیئے تمھاری ماں محبت سے ہی خائف رہا کرتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ تمھیں اپنی ماں کی انا توڑنی نہیں ہے اسے سمجھنا ہے کہ تمھاری ماں ایک بری عورت نہیں ہے بس ایک خود پسند عورت ہے جس کے لیئے اپنی ذات اہم ہے بس ۔ تمھیں ماں کا رویہ ہرٹ نہیں کرے گا جب تم یہ سمجھنے لگو گی کہ تمھاری ماں جیسی بھی ہے تمھاری پرواہ کرتی ہے تمھارا خیال رکھتی ہے۔" وہ دادی کے الفاظ دہرا کر چپ بیٹھے بھائی کو دیکھنے لگی تھی۔

"دادی نے ٹھیک کہا تھا ابرج، یہ مجھے کافی دفعہ لگا مگر جب ماما نے مسکان کے لئے ارباز کو قبول کرنے کا عندیہ دیا تو مجھے دادی کی بات پر ایمان آگیا۔" وہ کہہ رہی تھی اور وہ خود کو کمپوز کر گیا تھا۔

"تم یہ نہ سمجھو کہ ماما مکنون کو مجبوری میں بہو بنا رہی ہیں کہ وہ ظاہر کچھ بھی کریں وہ یہ سب تمھاری خوشی کے لیے کر رہی ہیں کہ بعض لوگوں کو محبت جتانی نہیں آتی نہ لفظوں سے نہ ہی رویوں سے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ محبت نہیں کرتے کہ ناریل باہر سے کتنا ہی سخت ہو اندر سے بہت نرم ہوتا ہے اور انا پسند لوگ باہر سے سخت اندر سے بے حد

نرم و حساس ہوتے ہیں۔" اس نے بڑی بیٹی ہونے کا گویا حق ادا کر دیا تھا کہ پہلی اولاد سے زیادہ ماں باپ کو باقی اولادیں نہیں سمجھتیں کہ پہلا احساس ہی ہر احساس پر بھاری ہوا کرتا ہے۔۔!!

"مجھے تو ہمیشہ یہی لگا کہ میں ماما سے زیادہ قریب ہوں مگر آپ تو ماما کی سب سے سپر بیٹی ہیں۔ ماما کو کتنا سمجھتی ہیں۔" وہ جو ماں کی طرف سے بدگمان ہونے لگا تھا بہن کی اتنی خوبصورت وضاحت کے بعد اس کا ذہن صاف ہو گیا تھا کہ اس کے دل میں ماں کے لیئے بہت محبت تھی اور جب محبت ہوتی ہے تو بدگمانی زیادہ دیر ٹھہر نہیں پاتی۔ وہ بھائی کی بات پر ہنس دی تھی۔

"سارا کریڈٹ تو دادو کو جاتا ہے۔ انھوں نے ہی مجھے محبت سمجھنے و محسوس کرنے کے قابل بنایا۔ دادو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی ماما کی سب سے سپر بیٹی بن سکتی ہوں اگر میں ان کی پسند کے لڑکے سے شادی کروں اور میں نے دادو کی بات مانی تیمور کو ماما نے پسند کیا اور آج میرا ہر مسئلہ ماما یوں دور کرتی ہیں کہ مجھے دادو پر پیار آنے لگتا ہے۔" وہ بہن کو خوشگوار حیرت سنگ سن رہا تھا کہ عائشہ ایک کم گو لڑکی تھی اور آج اسے وہ بات درست لگ رہی تھی کہ "خاموش لوگ بلا کے خطیب ہوتے ہیں۔" وہ بہن کی اچھی سوچ کا متعارف ہوتا جا رہا تھا۔

" سچ کہوں ناں ابرج تو ماما بس یہ چاہتی تھیں کہ بہو ان کی پسند کی ہو اور ایسا نہیں ہوا تو وہ کچھ ناخوش ہیں مگر ماں ہیں ناں اس لیئے تمھاری خوشی میں خوش ہو گئی ہیں۔ میں تم سے بس یہی کہوں گی کہ تم کبھی ماما کی امیدوں اور مان کو بکھرنے نہ دینا کہ ماؤں کے لیئے بیٹے بہت معنی رکھتے ہیں اور بیٹے کی فرمانبرداری و تابعداری ماؤں کو سرشار کر دیا کرتی ہے۔" وہ دھیمے سے ہنسی تھی اور وہ بھی مسکرا دیا تھا کہ یہ تو وہ بھی جانتا تھا اور وہ مانتا تھا کہ اس کی ماں نے اس کی پسند کے لیئے اپنی رضا کی قربانی دی ہے۔ وہ بھائی کو مسکراتے دیکھ مطمئن ہو گئی تھی کہ اسے ابرج سے بہت امیدیں تھیں اور یقین تھا کہ وہ اس کی امیدیں اور ماں کا مان کبھی بکھرنے نہ دے گا کہ وہ ایک اچھا بھائی اور ایک اچھا بیٹا تھا اور اب شادی کرنے جا رہا تھا تو اس کی دعا تھی کہ وہ ایک اچھا شوہر بھی ثابت ہو۔ مگر یہ بات وقت نے ثابت کرنی تھی کہ ایک محبت کرنے والا بیٹا، ایک اچھا بھائی، ایک مخلص دوست، ایک اچھا شوہر ثابت ہوتا ہے یا اس رشتہ کو نبھانے میں ناکام ہو جاتا ہے۔۔۔؟

☆☆☆☆☆☆

"تم نے آخر کیا سوچ کر مجھے مشورہ دیا کہ میں محسن سے شادی کر لوں تم کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو کہ منگنی کر لی تو شادی بھی کر بیٹھوں گی۔" وہ ارمش کو گھورتے ہوئے بولتی چلی گئی تھی اور وہ ہنس دیا تھا۔

"تمھیں عقلمند سمجھ کر پہلے منگنی اور اب شادی کا مشورہ دیا۔" وہ اس کی ہنسی پر تلملا گئی تھی جب کہ وہ پرسکون سا بولا تھا۔

”جو کہنا ہے صاف کہو یوں پہیلیاں نہ بجھواؤ۔“ وہ غصیلے انداز میں بولی تھی۔

”منگنی سے تمھیں تمھارے نتائج حاصل نہیں ہوئے صرف اتنا ہو تا رہا کہ تمھیں شادی کی ڈیٹ اور تیاریوں سے متعلقہ تفصیلات ملتی رہیں۔“ وہ کافی آرڈر کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

”ایسا ہی ہے وہ ابان میری کال ریسیو نہیں کرتا اور وہ عابیہ جس کی شکل پر میں تھوکنا پسند نہیں کرتی اس کو جانے کس بات کا غرور ہے اس نے کبھی مجھ سے ہائے ،ہیلو سے زیادہ بات نہ کی۔“ وہ نخوت سے بولی تھی۔

”تم ابان کی شادی روکنے میں ناکام ہو گئی ہو کیونکہ تمھاری ابان تک رسائی نہ تھی اور تمھاری وہ سو کالڈ نند اس سے تم نے قربتیں بڑھانے کی کوشش نہ کی۔“ وہ مسکرایا تھا۔

”کوشش مائی فٹ !وہ جانے خود کو کیا سمجھتی ہے اسے خود سے کال کی توفیق نہ ہوئی میں کتنی بار کال کرتی۔“ اس کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا۔عابیہ کے ایٹیٹیوڈ نے تو اسے مزید تلملا کر رکھا ہوا تھا۔ایسی ہڈی جسے نہ نگل پار ہی تھی نہ ہی اگلنے کی ہمت تھی۔وہ کڑوا زہر پی رہی تھی۔

”دیکھو تم نے ابان سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے اور اس کے لیئے تمھیں کوشش تو کرنی ہوگی۔منگنی کے بعد تم بہت کچھ کر سکتی تھیں مگر برا ہو تمھاری اونچی ناک کا جس نے تمھیں جھکنے ہی نہ دیا یہ یاد رکھو کہ دشمن کو مٹانے کے لیئے خود کو بھی مٹانا پڑتا ہے۔“ وہ کافی کی چسکیاں بھرتے ہوئے گہرے مدبرانہ انداز میں بولا تھا۔

”محسن سے منگنی کی ہے نا تو سمجھو خود کو مٹا بیٹھی ہوں اتنے اچھے رشتے چھوڑ کر اس کنگلے سے رشتہ جوڑ بیٹھی ہوں پرانے ساتھی ہی نہیں ابھی تک ڈیڈ بھی ناراض ہیں مجھ سے۔“ وہ تپ کر بولی تھی ارمش نے اس کے حسین چہرے کو دیکھا تھا۔

”تمھیں شادی تو کرنی ہی ہے محسن سے کر لو زندگی بہت اچھی گزرے گی۔یاد رکھنا کہ اپنی سوسائٹی کے کسی مرد سے شادی کرو گی تو وہ صرف جھکے گا نہیں جھکائے گا بھی۔محسن سے شادی کا سب سے بڑا فائدہ تمھیں ایک بے دام کا غلام مل جائے گا۔اس کی ڈور تمھارے ہاتھ ہو گی جیسے چاہو نچاؤ اور جب شوہر مٹھی میں ہو گا تو نند کی زندگی میں زہر گھولنا تمھارے لیئے دیوانے کا خواب نہ رہے گا۔“ وہ مسکرا کر بولا کیا تھا عبرو کے لیئے سوچ کے کئی در وا کر گیا تھا۔

”کیا یہ سب اتنا آسان ہو گا۔“ وہ اس کی روشن آنکھوں دیکھنے لگی تھی۔

”جو کام سیدھی انگلی سے نہ ہو انگلی ٹیڑھی سے ہو جایا کرتا ہے مگر ہر بار نہیں کہ میرا ماننا ہے جو کام میٹھی چھری بن کر ہو سکتا ہے وہ ٹیڑھی انگلی بھی نہیں کر سکتی۔“ وہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔

”میں سمجھی نہیں۔“ وہ مگ کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے بول گئی تھی۔

"تم محسن سے شادی کر لو۔ محسن کے ساتھ زندگی بھی اچھی گزرے گی اور ابان کو برباد کر کے بے عزتی کا بدلہ بھی پورا ہو جائے گا۔" وہ خالی مگ ٹیبل پر رکھتا کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گیا تھا۔

"مشورہ تو انتہائی مناسب ہے۔ مگر مجھے کرنا کیا ہو گا۔" وہ راضی نظر آنے لگی تھی۔

"تمھیں کرنا کچھ نہ ہو گا بس محسن کو مٹھی میں کر کے اس کی بہن کے ساتھ بہناپا جوڑ لینا اور اس کی اندر ہی اندر کاٹ کرتی جانا۔ حسب منشا نتائج سامنے نہ آئیں تو کہنا۔۔" وہ اس کو رضامند دیکھ مطمئن سا بولا تھا۔

"تم نے اپنا کیا سوچا ہے بدلہ تو تمھیں بھی لینا ہے۔" وہ ارمش کی بات ماننے کا دل ہی دل میں فیصلہ کرتی مدھم انداز میں پوچھ گئی تھی۔

"جو مشورہ تمھیں دیا ہے کم و بیش میں اسی پر عمل پیرا ہوں۔" وہ سوالیہ نگاہ سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"ایلیفیہ میری محبت کم میری ضد زیادہ بن گئی ہے۔ اس لیئے میں نے برا بن کر نہیں اچھا بن کر اسے حاصل کرنا ہے اور جس کے سبب میں محبت کو پا کر بھی نہیں پاسکتا اسے تو مجھے سزا دینی ہی ہے تمھارا ساتھ اس لیئے چاہتا ہوں کہ ہم دونوں کو بے عزت کرنے والا ایک ہی شخص ہے اس نے تمھیں ٹھکرا کر بے عزت کیا اور میری محبت پر قابض ہو کر مجھے بے عزت کیا ہے جس کے لیئے میں اسے بخشنے والا نہیں ہوں۔" وہ اس کے سامنے اپنا لائحہ عمل رکھ گیا تھا۔

"ڈیٹس گریٹ! ویسے کافی شاطرانہ دماغ رکھتے ہو۔" وہ خوش ہو کر آنکھیں گھماتے ہوئے تبصرہ کر گئی تھی۔

"تھینکس فار دی کامپلیمنٹ۔!" وہ گاڑی کی چابی اور موبائل اٹھاتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ابان کی شادی ہے کب؟" وہ اس کے ساتھ چلنے لگی تھی تب وہ پوچھ گیا تھا۔

"اسی ہفتہ۔ مہندی کی رسم سے قبل نکاح اور دو دن بعد رخصتی اور اگلے دن ولیمہ۔ بڑی سادگی سے ہو رہی ہے شادی۔" اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے تفصیل بتائی تھی۔

"تم اسی ہفتہ محسن کے ساتھ رخصت ہو جاؤ۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا تھا۔ جس وقت عبرود نے کال کر کے ملنے کا کہا تھا اس نے حامی بھر کر عبرود کو اس کے گھر سے پک کر لیا تھا۔ اسی لیئے گاڑی اس کے گھر کے راستے پر ڈالتے ہوئے وہ بہت مطمئن تھا۔

"اتنی جلدی۔ ڈیڈ کبھی نہیں مانیں گے وہ تو یہ سوچ بیٹھے ہیں کہ میرا دل جب محسن سے بھرے گا تو میں منگنی ہی ختم کر دوں گی۔" وہ انکاری ہوئی تھی۔

"دیکھو ابان کی شادی کو زیادہ وقت گزرے گا تو تمھاری نند اسے سمجھنے لگے گی اور بھروسہ ہو جائے گا تو اسے بدگمان کرنا مشکل ہو جائے گا اس لیئے ان کے درمیان جتنی جلدی تم غلط فہمیاں ڈالو گی یہ تمھارے لیئے ہی اچھا ہو گا۔" وہ

عجلت کی وجہ اس کے سامنے رکھ گیا تھا۔

"بھروسہ تو اب بھی ہو گیا ہو گا تقریباً تین ماہ منگنی رہی ہے اور وہ ابان سے رابطے میں بھی ہے۔" وہ ترنت بولی تھی۔

"ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔۔شادی سے پہلے خواب سب دکھا لیتے ہیں پریکٹیکل لائف میں تعبیر کوئی کوئی ہی دے پاتا ہے۔ اپنی نند کی تصویر دکھائی تھی تم نے۔۔کم عمر ہے۔کم عمر لڑکیاں جذباتی ہوتی ہیں تم اس کے جذبات پر چوٹ لگانا حسب منشا نتائج نہ نکلیں تو سر قلم کر دینا اف نہ کروں گا۔" وہ ہنسی کے درمیان بے تکلفی سے بولا تھا۔

"معمولی صورت کی بھی ہے۔۔جانے کیا پسند کیا ہے ابان نے۔۔" وہ ہنکارا بھر کر بولی تھی۔

"تم اس کے اندر احساس کمتری ڈال دینا۔ دل میں شک کا بیج بو دینا۔۔۔اس کی گہری سہیلی بنو گی تو سب کچھ ہو جائے گا بس تم اس گھر میں چلی جاؤ اور میٹھی چھری بن کر رہنا کہ وہ اپنا لہو کم از کم تمھارے ہاتھ پر تلاش نہ کر سکیں۔" وہ گاڑی شاہ مینشن کے سامنے روک گیا تھا۔

"چلو بس پھر تم دیکھتے جاؤ میں کیا کرتی ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"پہلے تو تم رخصت ہو جاؤ۔۔۔مجھ سے رابطے میں رہنا۔۔۔ہو گا وہی جو ہم چاہتے ہیں۔" وہ خوشدلی سے بولا تھا اور وہ بات کر کے بتانے کا کہتی گاڑی سے اتر گئی تھی۔

"ابان، تمھیں برباد ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ تم نے مجھ سے ایلیفیہ کو چھینا ہے میں۔ تمھارے پاس کچھ نہ رہنے دوں گا کہ ایلیفیہ تمھاری محبت میں مبتلا مجھے ٹھکراتی رہی میں اسے یوں حاصل کروں گا کہ قسمت منہ دیکھتی رہ جائے گی۔اور تم تہی دست رہ جاؤ گے کہ جسے میں نے چاہا وہ تمھیں سوچے اور مجھے اذیتوں کی بھٹی میں جھونک کر تم خوش رہو میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔" وہ موڑ کاٹتے ہوئے خود کلامی کر رہا تھا اس نے آگے کا جو لائحہ عمل تیار کیا تھا اس میں پہلا قدم ابرج تک جاتا تھا۔وہ برا بن کر نہیں آستین کا سانپ بن کر سب کو ڈسنا چاہتا تھا۔وہ اپنے پلان پر مطمئن تھا۔

☆☆☆☆☆

"میں آپ سے ایلیفیہ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔" اسے ریسیپشنسٹ نے انٹر کام کر کے ارمش چوہدری کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ ابرج سہروردی چونک اٹھا تھا اور دس منٹ کے انتظار کے بعد وہ اس کے سامنے تھا۔ ارمش نے سلام کے بعد ڈائریکٹ آنے کا مقصد کہا تھا اور اس نے ارمش کو بیٹھنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

"ایلیفیہ کے بارے میں کیا بات کرنی ہے؟" ارمش کے بیٹھ جانے کے بعد پوچھا تھا۔

" میں نے جب لاسٹ ٹائم آپ سے ایلیفیہ کے بارے میں بات کی تھی اس وقت میں اپنا منفی روپ آپ کے سامنے رکھ گیا تھا کیونکہ مجھے اپنی ذات کا زعم تھا مجھے لگتا تھا کہ میں ایلیفیہ کو قسمت سے چھین لوں گا۔" ارمش مدھم لہجہ میں بول رہا تھا اور وہ اسے خاموشی سے سن رہا تھا۔

"کیا اب تمھاری سوچ بدل گئی ہے یا جس محبت کے تم دعویدار تھے وہ محبت ہی نہیں رہی۔" وہ پیپر ویٹ پر انگلیوں کی مدد سے ایک خط سا کھینچتا بہت مدھم لہجہ میں بولا تھا اسے ابرج کا لہجہ اپنا مذاق اڑاتا ہوا لگا تھا۔

"ایلیفیہ سے بہت محبت کرتا ہوں میں اور محبت ایک بار ہو جائے تو تاعمر رہتی ہے انسان کی عمر تو گھٹتی ہے محبت کم یا ختم نہیں ہوتی۔ میری محبت وقتی کشش نہیں کہ آپ کو لگے کہ محبت ہی نہیں رہی۔ محبت تو آج بھی بے تحاشہ ہے۔" وہ ابرج کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"پھر قسمت سے ہار مان لی ہے؟" وہ ارمش کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"قسمت سے ہار مان لوں اتنا کمزور نہیں ہوں ابرج صاحب!" ارمش اس کی تمسخر اڑاتی نگاہوں میں دیکھتے ہوئے درشتگی سے بولا تھا۔

"پھر۔۔"

"میں تو ایلیفیہ کی محبت کے آگے سرنگوں ہو گیا ہوں۔ میرا دل تو آج بھی ایلیفیہ کے لیئے دھڑکتا ہے مگر ایلیفیہ کا دل سید ابان بخاری کے لیئے دھڑکتا ہے اور اس شخص کے کسی اور کے ہو جانے کے خیال سے ہی ایلیفیہ کا دل دھڑکنیں بھول گیا تھا۔ ایلیفیہ کی اتنی شدید محبت نے مجھے ہرا دیا ہے میری زات کا زعم چھین لیا ہے۔ میں قسمت سے نہیں ایلیفیہ کی شدید محبت کے ہاتھوں شکست کھا گیا ہوں۔" وہ بہت نرم لہجہ میں قدرے آزردگی سے بولتا ابرج سہروردی کو ششدر کر گیا تھا۔

"میں سمجھ نہیں پا رہا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" وہ ارمش کو حد درجہ جذباتی ہوتے دیکھ کر دھیمے سے ٹوک گیا تھا۔

"میں ایلیفیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" ارمش خود کو کمپوز کر کے بولا تھا۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایلیفیہ تم سے نہیں ابان سے محبت کرتی ہے تم ایلیفیہ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔" ابرج نے قدرے حیرت سے استفسار کیا تھا۔

"میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی ایلیفیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں اس کو زندگی برباد کرتے نہیں دیکھ سکتا۔" ارمش ترنت بولا تھا۔

"ایلیفیہ شادی کے لیئے راضی نہیں ہے وہ ابان کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔" ابرج کی

صاف گوئی اس کے دل کا خون کرنے کے مترادف تھی۔ پل بھر کو وہ خاموش ہو گیا تھا۔

"آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ محبت کے مخالفین میں سے نہیں ہیں اگر میں سچے دل سے محبت کو پانے کی کوشش کرتا تو آپ میری مدد کرتے۔ اناو ضد کا جھنڈا لہرا کر میں محبت نہیں پا سکتا آپ کی مخالفت کا مجھے سامنا کرنا پڑے گا اور میں ایلیفیہ کو انا و ضد میں نہیں محبت کے لیئے اور ایلیفیہ کی خوشیوں کے لیئے اپنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیئے مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔" اس نے اپنے ذہن و دل کی ہر بات ابرج کے سامنے رکھ دی تھی۔ وہ کچھ دیر ارمش کو حیرت سے دیکھتا رہا تھا۔

"ایلیفیہ کا دعوی ہے کہ وہ ابان سے شدید محبت کرتی ہے اور کیا تم یہ برداشت کر پاؤ گے کہ تمھاری بیوی کے دل پر کسی اور کا بسیرا ہے۔" ابرج نے صاف بات کرنے کا سوچا تھا کیونکہ ایلیفیہ شادی کی حامی بھر چکی تھی اور آسیہ آغا نے ارمش کو بیٹی کا نصیب بنانے کا ارادہ کر لیا تھا اور آج ارمش خود چل کر بات کرنے آیا تھا تو ابرج نے موقع کو غنیمت جان کر ارمش کے ارادے اور مضبوطی کو جانچ لینا چاہا تھا۔

"یہ برداشت کرنا بہت کھٹن ہے لیکن میں برداشت کر لوں گا کیونکہ میں اب ایلیفیہ کو اپنی محبت کے لیئے نہیں اس کی خوشیوں کے حصول کے لیئے پانا چاہتا ہوں۔ سر ابان اس کے نہیں ہو سکتے اور وہ ان کی محبت میں جوگ لے کر اپنی زندگی برباد کرے یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا اس لیئے میں ایلیفیہ کی خوشیوں کے لیئے اپنی خوشیاں داؤ پر لگانے کو تیار ہوں اور اسے آپ دعوی نہیں سمجھیئے گا یہ میری ایلیفیہ سے شدید محبت کا اقرار ہے میں ایلیفیہ کو بہت خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ ارمش کو دیکھ رہا تھا اس کے لفظوں کی سچائی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایلیفیہ کی محبت تھی اس کے لیئے فکر تھی۔ ابرج کو اپنے اندر سکون سا اترتا محسوس ہو رہا تھا۔

"تم اپنی ماما کو ایلیفیہ کے گھر بھیج دو اب کے انکار نہیں ہو گا۔" ابرج کی مدھم لہجہ میں کہی بات ارمش پر شادی مرگ طاری کر گئی تھی۔

"لیکن' ایلیفیہ۔۔۔" وہ حقیقتوں سے نظر چرا نہیں سکتا تھا اس لیئے بے ربط ہوا تھا۔ ابرج مسکرا دیا تھا۔

"ایلیفیہ کو میں منا لوں گا تم سے شادی کے لیئے اسے راضی کر لوں گا کیا میں یہ یقین ساتھ رکھوں کہ میں ایلیفیہ کے معاملے میں تم پر بھروسہ کر کے غلط نہیں کر رہا۔۔؟" وہ ارمش کو اقرار سونپ کر یقین مانگ رہا تھا۔

"ایلیفیہ کے لیئے میرے جذبات بہت سچے و کھرے ہیں اور میں اس کا ساتھ آخری سانس تک نبھاؤں گا یہ دعوی نہیں کر رہا وقت میرے قول کو میرے فعل سے ثابت کرے گا۔" وہ مدھم لہجہ میں بولا تھا اور ابرج نے اس پر بھروسہ کر لیا تھا یہ جانے بنا کے کچھ لوگوں کی فطرت سانپ کی سی ہوتی ہے اور وہ ڈسے بنا نہیں رہتے۔ اپنی اچھائی کو نیک تربیت کو

پس پشت ڈال کر نفس کی غلامی کرتے ہیں۔ ابرج کو مسکراتے دیکھ ارمش بھی مسکرا دیا تھا۔ ابرج اس کے ساتھ مل کر آگے کا لائحہ عمل تیار کرنے لگا تھا۔ یہ جانے بنا کے وہ جس کی بہت پرواہ کرتا ہے اس کے لیئے ارمش پر بھروسہ کر کے گویا پھانسی کا پھندا تیار کر رہا ہے۔ ارمش جس وقت اس کے آفس آیا تھا کچھ مضطرب تھا یہ سوچ کر کہ ابرج کا کیا رد عمل ہو گا وہ ساتھ دے گا بھی کہ نہیں مگر یہاں سے جاتے ہوئے وہ بے حد مطمئن اور خوش تھا۔

☆☆☆☆☆

"محسن ہمیں اسی ہفتہ شادی کرنی ہو گی۔" ارمش سے جو بات ہوئی تھی کافی سوچنے کے بعد اس نے ثمرین سے رابطہ کیا تھا اس نے ارمش کے فیصلہ کی حمایت کی تھی اور اس نے ایک حتمی نتیجے پر پہنچ کر محسن کو کال کی تھی اور اس سے ملنے کا کہا تھا۔ وہ آفس سے نکل رہا تھا عبرود کے کہنے پر وہ کافی شاپ پہنچ گیا تھا وہ ثمرین کے گھر سے اس طرف آئی تھی وہ دونوں آگے پیچھے ہی وہاں پہنچے تھے۔ عبرود نے دھیمے سے اس کے سامنے بات رکھی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔۔۔ اتنی جلدی۔" وہ بے یقین رہ گیا تھا۔

"میں تمھیں کھونا نہیں چاہتی محسن۔!" وہ چہرے پر زمانے بھر کی بے چارگی طاری کر کے بولی تھی۔

"کیا گھر میں کوئی بات ہوئی ہے۔" وہ عبرود کو پریشان ہوتے دیکھ سخت مضطرب ہو چکا تھا۔

"ڈیڈ ہماری شادی کے لیئے بہت مشکل سے میرے سوسائیڈ کر لینے کی دھمکی پر راضی ہوئے تھے اور ہماری منگنی ہو گئی تھی مگر ڈیڈ اب مجھے ملک سے باہر بھیج رہے ہیں وہ بس یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح منگنی ختم ہو جائے اور شادی رک جائے۔" وہ آتے ہوئے آنکھوں میں گلیسرین ڈال آئی تھی اس کے مصنوعی آنسو محسن کے ضبط کو آزما رہے تھے کہ وہ ان آنسوؤں کی حقیقت سے انجان دل کی آنکھ سے دیکھتا تڑپ اٹھا تھا۔

"عود! تم روؤ تو نہیں پلیز مجھے ساری بات۔"

"ساری بات کیا۔۔ محسن! بول تو رہی ہوں ہمیں اسی ہفتہ شادی کرنی ہو گی ورنہ ڈیڈ مجھے ملک سے باہر بھیج دیں گے پھر ہم کبھی ایک نہ ہو سکیں گے۔" اس کے آنسو اس کے اپنے رخساروں پر نہیں محسن کے دل پر گر رہے تھے۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا عود، ہم ایک ضرور ہوں گے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔

"یہ تب ہی ممکن ہے جب تم کچھ کرو اپنے پاپا، ماما کو بھیجو۔" وہ آنکھوں میں آنسو لیے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"اس ہفتہ تو عابیہ کی شادی ہے چار دن رہتے ہیں اس کے نکاح و مہندی میں، ایسے میں، میں اپنی شادی کی بات نہیں کر سکتا ہوں۔" وہ اس کے ہاتھ کو ہاتھ میں لیے بے چینی سے بولا تھا۔

"کیوں نہیں کر سکتے ہو تم مرد ہو جو چاہے کر سکتے ہو ہاں کرنا نہ چاہو تو الگ بات۔۔ لیکن اس سب میں ہمارے

راستے جدا ہو گئے تو یہ نہ کہنا کہ میں بے وفا تھی۔" وہ ناک چڑھا کر بولتی ہاتھ کھینچ گئی تھی۔ اور ٹشو سے آنکھیں صاف کرنے لگی تھی۔

"تم پریشان نہ ہو میں ماما سے کرتا ہوں بات۔" وہ اس کو ناراض ہوتے دیکھ بے چین ہو اٹھا تھا۔

"میں تمھیں فورس نہیں کر رہی صرف مسئلہ بتایا ہے۔ آگے ہماری قسمت۔" وہ اپنا کلچ اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں ناں کہ کچھ غلط نہیں ہو گا ہمارے ساتھ۔" وہ اس کے مقابل کھڑے ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"مگر مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے محسن' تم میرے ڈیڈ کو نہیں جانتے وہ کتنے اسٹیٹس کانشیئس ہیں۔ وہ کبھی مجھے تمھارا نہیں ہونے دیں گے۔" وہ روتے ہوئے کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ بل کی ادائیگی کے بعد پارکنگ تک پہنچا تھا اور کچھ سوچ کر اس نے اپنی گاڑی وہیں چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور عبرود سے گاڑی کی چابی لے کر اس کے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی وہ گاڑی اسٹارٹ کر گیا تھا۔

"تم پریشان نہ ہو عود' وہی ہو گا جو تم چاہتی ہو کہ ویسے بھی شادی کی تیاری تو ایک دن میں ہو جاتی ہے۔ میں آج ہی ماما سے بات کرتا ہوں۔ عابی کے نکاح کے بعد اگلا دن خالی ہے اس میں ہمارا نکاح ہو جائے گا اور عابیہ کی رخصتی کے ساتھ ہمارا ولیمہ۔" وہ سب کچھ خود ہی پلان کر گیا تھا عبرود بے یقین رہ گئی تھی کہ اسے محسن کے اتنی جلدی مان جانے کی ہی امید نہ تھی اور وہ تو آگے کا لائحہ عمل تک سوچ گیا تھا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو محسن کیا ایسا ممکن ہے؟" وہ کھسک کر اس کا بازو تھام گئی تھی اس نے مسکرا کر عود کے حسین چہرے کو دیکھا تھا وہ اس کی چالبازیوں و مکاریوں سے انجان محبت بھرا دل لیئے محبت کے لیئے اسٹینڈ لینے کو تیار تھا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں عود' اور تمھیں پانے کے لیئے کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ عزم سے مسکرایا تھا۔ اور وہ تیر نشانے پر لگ جانے پر دل ہی دل میں خوش ہوتی ہاتھ اس کے بازو سے سمیٹ کر پیچھے ہو گئی تھی۔

"میں بھی تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔" وہ بہت مدھم لہجہ میں بولی تھی اسے حلق میں کونین گھلتی محسوس ہوئی تھی۔ مگر وہ جانتی تھی کہ اسے یہ محبت و التفات کے مظاہرے بارہا کرنے ہوں گے کہ وہ جان گئی تھی کہ محسن محبت میں سچا و کھرا ہے اس سے محبت کرتا ہے اور اسے اسی محبت کا فائدہ اٹھانا تھا۔

"میری زندگی میں پہلے بھی کئی مرد آئے لیکن جو احساس میں نے تمھارے لیے محسوس کیا وہ کبھی کسی کے لیے محسوس نہیں کیا۔ تمھارے اور میرے اسٹیٹس میں بہت فرق ہے میری ہی نہیں تمھاری فیملی کو بھی کئی اشوز ہوں گے لیکن میں سچ میں تمھیں کھونا نہیں چاہتی۔" وہ بہت معصوم و وفادار بنی نرمی سے بول رہی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو

رواں تھے۔

"تم فکر مند ہونے کی بجائے اپنے گھر میں بات کرو۔ انشااللہ سب ویسے ہو گا جیسے ہم سوچ رہے ہیں۔" وہ عبرود کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں گھر میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ شادی کی جلدی میری طرف سے ہوئی ہے ڈیڈ کو ایسی کوئی بھنک بھی پڑ گئی ناں تو وہ پھر میری شادی تم سے کسی قیمت پر نہیں کریں گے۔" اس نے اب پینترا بدلا تھا کہ وہ یہ سب ڈرامہ کر رہی تھی۔ احسن شاہ شادی کے حق میں نہ تھے لیکن بیٹی کی محبت میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے تھے۔ اس نے جو کہانی بنائی تھی اس کی کامیابی کے لیئے ضروری تھا کہ یوں سب کچھ ہوتا کہ یہی لگتا کہ تمام تر عجلت محسن کی فیملی کی طرف سے ہے۔

"میں سب سنبھال لوں گا عود تم بس مجھ پر، ہماری محبت پر بھروسہ رکھو۔" وہ گاڑی "شاہ مینشن" کے سامنے روکے بے حد محبت سے بولا تھا۔

"تم پر ہی تو بھروسہ ہے جو میں اتنا کچھ کر رہی ہوں۔ بس میں یہ چاہتی ہوں کہ میری اور تمہاری فیملی کو یہ کبھی پتہ نہ لگے کہ شادی میں عجلت میرے کہنے پر ہوئی۔۔ مجھے لگتا ہے کہ ایسا ہوا تو تمہاری ماما، کی نظروں میں، میں اپنا مقام کھو دوں گی۔" اس نے نمناک لہجہ میں کہتے ہوئے محسن کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ہنس دیا تھا وہ اس کی بے وقت و بے وجہ کی ہنسی پر الجھ گئی تھی۔

"ہماری سوسائٹی میں واضح فرق ہے مجھے لگا تھا ایک پل کو کہ شاید تم جس سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہو میرے ساتھ سروائیو نہ کر پاؤ مگر میری سوچ غلط تھی تم جس بھی سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہو تمہارا طرز زندگی تمہارا پہناوا کچھ بھی ہے تمہارا دل بہت اچھا ہے اور مجھے فخر ہے کہ میں نے تم سے محبت کی تم سے شادی کرنے جا رہا ہوں۔" وہ شدت جذبات سے مغلوب ہو کر اس کے دونوں ہاتھ، ہاتھوں میں لیئے بولتا چلا گیا تھا جس سے ہنسی کا جواز بھی عیاں ہو گیا تھا۔ عبرود کچھ دیر کو سناٹے میں آ گئی تھی۔ مگر دوسرے لمحہ وہ سر جھٹک گئی تھی۔

"دل کی تو جانے دو مسٹر محسن، میرا دماغ کتنا اچھا ہے تمہیں بہت جلد اندازہ ہو جائے گا۔" اس نے محسن کے حسین چہرے کو دیکھ بظاہر مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا تھا لیکن سوچ بھٹک گئی تھی۔ محسن کچھ کہتا ہوا گاڑی سے اترا تھا پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ عبرود کا ڈرائیور محسن کی گاڑی لیئے چلا آیا تھا۔ اس نے محسن کو چابی دینے کے ساتھ ہی اپنے ڈرائیور کو فون کر دیا تھا۔ اور وہ مالکوں کے حکم کا غلام احسن شاہ کو آفس سے گھر چھوڑتے ہی جو گھر چلا جایا کرتا تھا محسن کی گاڑی لے کر آیا تھا اور اب اسے پبلک ٹرانسپورٹ سے جا کر احسن شاہ کی گاڑی شاہ مینشن چھوڑنی تھی۔ عبرود نے ڈرائیور کے ہاتھ سے گاڑی کی چابی لیتے ہوئے اسے ہدایت دی تھی اور اس کے منظر سے ہٹتے ہی وہ مسکرا کر کچھ کہتی چابی محسن کی

طرف بڑھا گئی تھی۔ وہ عبرود کو خدا حافظ کہتا اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ پورے راستے یہی سوچتا رہا تھا کہ ماما سے کیا اور کیسے بات کرے گا۔۔!

☆☆☆☆☆

ابرج آج پھر آفس سے واپسی پر ماموں کے گھر آن پہنچا تھا۔ ایلیفیہ اپنے کمرے میں تھی جسے غنیمت جان کر اس نے ارمش سے ہوئی بات کا ضروری حصہ آسیہ آغا کے سامنے رکھا تھا اور ان سے کہہ دیا تھا کہ کل اس کی والدہ رشتہ لے کر آئیں گی۔ وہ لوگ مناسب سمجھیں تو تاخیر نہ کریں شادی کی تاریخ دے دیں۔ آسیہ آغا مطمئن سی مسکراتیں شارق آغا سے بات کرنے کا کہتیں کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں اور وہ ایلیفیہ کے کمرے تک چلا آیا تھا۔ سلام دعا کے بعد وہ مدھم لہجہ میں بول پڑا تھا۔

"ارمش !میرے آفس آیا تھا۔" ایلیفیہ کے چہرے پر سائے لہرا گئے تھے۔

"تم خاموش کیوں ہوگئی ہو؟" وہ ایلیفیہ کو سوالیہ نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

"بس ویسے ہی۔۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"بس بڑی ہو جاؤ ایلفی، میں ارمش سے بات کر چکا ہوں کل اس کی ماما آئیں گی۔" وہ ڈپٹ کر سنجیدگی سے بولا تھا ۔وہ تڑپ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"مان تو گئی ہوں میں ' اب اتنی بھی جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ ابرج پر خفا ہو رہی تھی۔

"ہر کام کا اک وقت ہوتا ہے اور وقت گنوانا سب سے بڑی ناشکری ہے ایلیفیہ ' اس لیئے تم اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔" وہ اس کو روتے دیکھ بہت شائستگی سے قائل کرنے والے انداز میں بولا تھا۔

"میرا دل نہیں مانتا ابر۔۔" وہ سسکی تھی۔

"اللہ نے شرعی رشتوں میں بہت برکت و محبت رکھی ہے تمہارا جب ارمش سے نکاح ہوگا تو محبت بھی ہو جائے گی ۔دل بھی مان جائے گا۔" وہ ایلیفیہ کے لیئے مخصوص نرمی و محبت کے ساتھ بولا تھا۔ انداز میں قدرے شفقت تھی وہ ایسا ہی تو تھا کبھی اس کا دوست ' کبھی بھائی ' کبھی باپ ' اس کے دل میں ایلیفیہ کے لیئے بہت چاہت و محبت تھی وہ اس کے لیئے بہت معنی رکھتی تھی۔ وہ نہ اس کا برا چاہ سکتا تھا نہ ہی اس کی غلط رہنمائی کر سکتا تھا۔

"بات ابان کی نہیں ہے ابر ' کہ جو جگہ ابان کو دینی چاہی وہ قسمت مجھ سے چھین گئی ہے ایسے میں ابان کی جگہ کوئی بھی ہو مجھے فرق نہیں پڑتا۔ میرا دل بجھ گیا ہے زندگی روشن ہو بھی جائے تو کیا ویسے بھی قبر کو کونسا پتہ لگتا ہے کہ پھولوں کی چادر چڑھائی گئی ہے یا مٹی ہی مٹی ہوئی جا رہی ہے۔" وہ سسکتے ہوئے بولی تھی۔ وہ اس قدر سناٹے میں آیا تھا کہ آگے

سے کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا تھا کہ کچھ معاملات میں تسلی بے معنی ہو جاتی ہے

میں کھنڈروں کی زمیں پر کب سے بھٹک رہا ہوں
قدیم راتوں کی ٹوٹی قبروں پر میلے کتبے
دلوں کی ٹوٹی ہوئی صلیبیں گری پڑی ہیں
شفق کی ٹھنڈی چھاؤں سے راکھ اُڑ رہی ہے
جگہ جگہ گرز وقت کے چور ہو گئے
جگہ جگہ ڈھیر ہو گئیں ہیں عظیم صدیاں
میں کھنڈروں کی زمیں پر کب سے بھٹک رہا ہوں
یہیں مقدس ہتھیلیوں سے گری ہے مہندی
دیوں کی ٹوٹی ہوئی لویں زنگ کھا گئی ہیں
یہیں پہ ہاتھوں کی روشنی جل کے بُجھ گئی ہے
سپاٹ چہروں کے خالی پنے کھلے ہوئے ہیں
حروف آنکھوں کے مٹ چکے ہیں
میں کھنڈروں کی زمیں پر کب سے بھٹک رہا ہوں
یہیں کہیں
زندگی کے معنی گرے ہیں اور گر کے
کھو گئے ہیں

"میرا دل ارمش کے لیئے نہیں مانتا وہ جتنا بے ضرر دکھائی دیتا ہے وہ ہے نہیں۔ اس کی آنکھوں میں' میں نے شدتیں دیکھی ہیں۔۔ مجھے لگتا ہے کہ مجھے اس کی کوئی خاموش آہ لگ گئی ہے اور آگے بھی میرے ساتھ کچھ اچھا نہ ہو گا۔ چاہتوں میں شدتیں کروٹیں بدلتی ہوں تو محض چاہتیں ہی نہیں تباہیاں بھی پھیلتی ہیں ایسے میں کسی کی زندگی سنور جاتی ہے اور کسی کی بگڑ جاتی ہے۔" وہ خود کو کمپوز کر کے ابرج کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ وہ یکدم ہی خود کو کمپوز کرتا لاپرواہی سے سر جھٹک گیا تھا۔

"ارمش' ایک اچھا انسان ہے۔ تم سے محبت کرتا ہے تمہاری محبت میں مجبور ہو کر تمھیں کھونے کے ڈر سے تلخ ہو گیا تھا در حقیقت وہ برا انسان نہیں ہے تم اس کے ساتھ خوش رہو گی۔" وہ مطمئن تھا۔ یہ جانے بنا کہ اس بار وہ ایلیفیہ

کی نہ مان کر غلط کر رہا ہے اس بار ایلیفیہ کے نہیں اس کے محسوسات غلط سمت کا تعین کر رہے ہیں کہ جب قسمت آزمانے پر آتی ہے تو بری چیز اچھی اور اچھی چیز بری لگنے لگتی ہے انسان وہ محسوس نہیں کر پاتا جو اسے تباہی سے روک لے کہ سب کے محسوسات اسے درست محسوس کروادیں تو کبھی کسی کے ساتھ کچھ غلط نہ ہو کہ جب اللہ کچھ کرنے کا سوچ لیتا ہے تو کبھی انسان کی آنکھوں سے پردہ ہٹا دیتا ہے، تو کبھی پردہ ڈال دیتا ہے۔! ایلیفیہ نے اسے دیکھا تھا وہ کتنا پر سکون لگ رہا تھا وہ آگے سے چپ کر گئی تھی۔

"تم کل اپنا سب سے بہترین سوٹ پہن لینا میں چاہتا ہوں جب میری پیاری سی دوست زندگی کے سفر میں آگے بڑھے تو بہت اچھی لگے۔۔۔ اتنی پیاری کہ سب سے پیاری۔۔" وہ شرارت پر آمادہ ہوا تھا وہ ابرج کو خوش دیکھ دھیمے سے مسکرادی تھی کہ وہ اپنے لیئے پریشان ہوتے ابرج کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس کو دل سے مسکرانے کی دعا دیتا۔ اجازت لے کر کل آنے کا کہہ کر چلا گیا تھا۔

"تم سب میرا گھر بسانا چاہتے ہو کوئی یہ نہیں سوچتا کہ میرا دل کا دیا ہی بجھ گیا ہے میں تاریک دل کے ساتھ گھر کیسے بساؤں گی مجھے منافقت بھری زندگی کی طرف دھکیلتے جا رہے ہو۔ مجھ میں حوصلہ نہیں ہے اپنے غموں سے نپٹنے کا' مجھے خوشیاں دینے کی چاہ میں تم سب میری آزمائش بن گئے ہو۔" وہ آنسو بہاتے ہوئے تکلیف سے سوچ رہی تھی۔

دِل میں ایسے ٹھہر گئے ہیں غم
جیسے جنگل میں شام کے سائے
جاتے جاتے سہم کے رُک جائیں
مڑ کے دیکھیں اُداس راہوں پر
کیسے بجھتے ہوئے اُجالوں میں
دُور دھُول دھُول اُڑتی ہے

☆☆☆☆☆

"ماما' آپ سے بات کرنی ہے۔" وہ ڈنر کے بعد ماں کے کمرے میں آگیا تھا۔ حسب توقع حیدر نعمانی موجود نہ تھے۔ مگر اس نے یہ سوچ کر بات کا آغاز کر لیا تھا کہ وہ کچھ دیر تک آہی جائیں گے۔

"ہاں' کہو۔" وہ بیٹے کو دیکھ مسکرائی تھیں۔

"ماما' میں عبرود سے اسی ہفتہ شادی کرنا چاہتا ہوں۔" بیٹے کی بات نے زبیدہ نعمانی کو بے یقین کر ڈالا تھا اور کمرے سے ملحق اسٹڈی سے کتاب ہاتھ میں لیئے کمرے میں داخل ہوتے حیدر نعمانی بھی بے طرح چونک اٹھے تھے۔

"یہ کیا نیا شوشہ چھوڑ بیٹھے ہو تم۔" وہ تو اس قدر بے یقین ہوئی تھیں کہ کچھ کہہ ہی نہ پائی تھیں۔ حیدر نعمانی ہی بول پڑے تھے۔

"پاپا' شوشہ نہیں چھوڑا ہے میں حقیقتاً ایسا ہی چاہتا ہوں۔" وہ باپ کو دیکھنے لگا تھا۔

"اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ سال بھر بعد دیکھیں گے۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولی تھیں۔

"ماما' شادی تو ہونی ہی ہے ناں تو اسی ہفتہ ہو جانے میں کیا حرج ہے۔" وہ ماں کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا اور ان کے چہرے کے زاویے مزید بگڑ گئے تھے۔

"شادی تو ہونی ہے تو پھر آج ہی ہو جانے میں کیا حرج ہے بلکہ ابھی اسی وقت نکاح پڑھوا دیتے ہیں تمھارا حرج تو اس میں بھی نہیں کہ گھنٹہ کا بھی انتظار کیا جائے بس فورا کر دیا جائے۔" وہ ناگواری سے بیٹے کو دیکھتیں چاہ کر بھی لہجہ نرم نہیں رکھ پائی تھیں۔ ماں کے گہرے طنز پر وہ شرمندہ ہو کر نگاہ چرا گیا تھا۔

"محسن یوں اچانک فیصلہ کی کوئی خاص وجہ۔۔۔؟" وہ بیوی کو برہم ہوتے دیکھ نرمی کا مظاہرہ کرتے دھیمے سے پوچھ گئے تھے۔

"عبرود کے ڈیڈ اس رشتہ سے خوش نہیں ہیں اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔ محبت کرتا ہوں اور اس سے شادی کی خواہش ہے مجھے ڈر ہے کہ وقت زیادہ گزرے گا تو وہ کہیں اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو جائیں۔" وہ صاف انداز میں کہہ گیا تھا۔

"جب وہ راضی ہی نہیں ہیں تو اتنی جلدی پر کیسے مان جائیں گے؟" وہ خاموش رہی تھیں جبکہ انھوں نے مدھم لہجہ میں پوچھا تھا۔

"عبرود اور ہمارے اسٹیٹس میں فرق ہے۔ میں جانتا ہوں کہ صرف عبرود کے والدین ہی نہیں آپ لوگ بھی ہمارے رشتہ سے خوش نہیں جیسے عبرود کی فیملی اس کی وجہ سے مجبور ہے آپ لوگ بھی مجبوری میں رشتہ جوڑ گئے ہیں اور جب میری خوشی کے لیئے سال بھر بعد شادی کرنی ہی ہے تو ایک ہفتہ بعد کیوں نہیں؟" وہ باپ کو دیکھتے ہوئے کہتا جملہ کے اختتام پر ماں کو دیکھنے لگا تھا۔ وہ نظر چرا گئی تھیں۔

"تم پہلے کہتے تو ہم احسن شاہ سے بات کر لیتے اب اتنی جلدی کرنا کچھ مناسب نہیں لگتا۔" وہ ان دونوں ماں بیٹے کو دیکھتے ہوئے بول گئے تھے۔

"ماما' آپ کے لیئے آپکی خوشی کے لیئے عبرود کو چھوڑ سکتا ہوں۔" اس نے گویا باپ کی بات نہیں سنی تھی اس کی نظر میں تو ماں کا برہم چہرہ اور چھبتی ہوئی خاموشی تھی۔ اس لیئے وہ جذباتی ہوا تھا۔

"میں کسی مجبوری میں نہیں تمھاری خوشی کے لئیے رشتہ باندھ بیٹھی ہوں۔ تمھاری ماں اتنی کمظرف نہیں ہے محسن کہ اپنے بیٹے کی خوشیاں از خود چھین لے۔" وہ مسکرا کر بولی تھیں کچھ دیر قبل والی برہمی و ناراضگی کا شائبہ تک نہ تھا۔

"ماما' عبرود میری زندگی کی وہ خواہش ہے جو پوری ہو گئی تو میں تاحیات مسرور رہوں گا۔ اسے کھونے کے خیال سے ہی میری جان جاتی ہے۔" وہ ماں کے ہاتھ تھام گیا تھا۔ اور وہ بیٹے کی بات پر تڑپ اٹھی تھیں۔

"فضول بکواس کی تو ایک لگاؤں گی۔۔۔" برہم ہوتے ہوئے اس کا کان کھینچا تھا۔

"یہ تم ایک ہفتہ میں شادی کے لئیے ہمیں منانے آئے ہو یا بلیک میل کرنے آئے ہو۔" انھوں نے ماں بیٹے کو لاڈ کرتے دیکھ قدرے ناگواری سے کہا تھا اور وہ دونوں چونک کر حیدر نعمانی کو دیکھنے لگے تھے۔

"مجھے لگتا ہے کہ کچھ وقت گزرا تو میں عبرود کو کھو دوں گا۔ بس اس لئیے منت کرنے آیا ہوں کہ آپ لوگ ہی کچھ کرسکتے ہیں۔" وہ بے حد اداس و مضطرب نظر آنے لگا تھا۔

"عبرود نے کچھ کہا ہے تم سے؟" وہ سوالیہ نگاہ بیٹے کے مضمحل چہرے پر ٹکا گئی تھیں۔

"نہیں بس وہ بھی میری طرح خوفزدہ ہے اس لیے مجھے یہی مناسب لگا کہ میں آپ لوگوں سے شادی کی بات کروں۔" وہ مدھم لہجہ میں عبرود کے خدشات و تحفظات کو خود سے منسوب کیے اپنے والدین کے سامنے رکھ گیا تھا۔

"تمھاری بات اپنی جگہ درست ہے لیکن اتنی جلدی کچھ ممکن نہیں ہے عابیہ کی شادی ہو لینے دو۔۔۔اس کے بعد دیکھتے ہیں۔" انھوں نے سمجھانے والے انداز میں کہا تھا وہ فوراً شوہر کی حمایت کر گئی تھیں۔

"تمھارے پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں محسن۔۔۔" وہ ماں کے ہاتھ پھر سے تھام گیا تھا۔

"ماما' ابھی ہی تو سب کچھ ممکن ہے۔ عابیہ کی شادی کی تقریبات کے دوران میری شادی بھی نمٹ جائے گی اور عجلت کی معقول وجہ بھی ہو گی کہ بیٹی کو رخصت کر رہے ہے تو بہو لانا چاہ رہے۔" اس نے قدرے جوش سے لائحہ عمل سامنے رکھا تھا وہ شوہر کو دیکھنے لگی تھیں۔

"مشورہ تو کافی مناسب ہے۔" وہ بیوی کو دیکھ بولے تھے اور وہ شش و پنج کا شکار نظر آنے لگی تھیں۔

"تو کوئی یہ نہیں کہے گا کہ بیٹی رخصت کر کے بہو لانے کا خیال پہلے کیوں نہ آیا۔" وہ الجھن زدہ انداز میں بولی تھیں
۔

"زبیدہ ہمیں تو صرف اپنے بیٹے کی خوشی عزیز ہے ہم ایک بار صرف اپنے بیٹے کی خوشی کے خیال سے کوشش کر لیتے ہیں یہ تو مانتی ہوناں کہ ہو گا وہی جو قسمت میں لکھا ہے۔" وہ مسکرا کر بیوی کو دیکھنے لگے تھے۔ وہ باپ کو رضامند ہوتے دیکھ کھل اٹھا تھا۔

"لیکن۔۔!" وہ الجھی ہوئی تھیں۔

"بس ایک بار بیٹے کے روشن چہرے کو دیکھو اور بتاؤ کہ تمھیں اس کی خوشی چاہئیے یا نہیں۔" وہ بیٹے کے ٹیوب لائٹ کی طرح روشن ہو جانے والے چہرے کو دیکھتے ہوئے بیوی سے بولے تھے۔ وہ بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں۔ وہ جب کمرے میں آیا تھا مضطرب تھا بات کے دوران چہرہ پر مایوسی و اضمحلال کی لکیریں تھیں۔ اور اب کیسے کھلا کھلا لگ رہا تھا۔ وہ 'ماشااللہ' کہہ کر نظر ہٹا گئی تھیں کہ مبادا ان کے بیٹے کو ان کی نظر ہی نہ لگ جائے۔

"ہم کل ہی شاہ مینشن جائیں گے اور میرے بیٹے کی خوشی اس کی چاہت سرخ چنریا اوڑھے اسی ہفتہ میری بہو بن کر میرے گھر کو سنوارنے چلی آئے گی۔" وہ بیٹے کے ہاتھ کو چومتے ہوئے ممتا سے چور لہجہ میں بولی تھیں۔

"انشااللہ۔۔!" وہ باپ بیٹا کورس میں بولے تھے۔

"بدتمیز۔" انھوں نے بیٹے کا کان پکڑ لیا تھا۔

"دیکھیں ذرا بیٹے کو کتنی جلدی ہے دلہن لانے کی کیسے انشااللہ بول رہا معصوم بن کر۔" وہ بیٹے کو مصنوعی خفگی سے دیکھتیں شوہر کو مخاطب کیے ہوئے تھیں۔

"ماما' انشااللہ تو پاپا نے بھی کہا ہے اس کا مطلب تو یہی ہوا ناں کہ پاپا کو بھی بہو لانے کی بہت جلدی ہے۔" وہ کان چھڑاتے ہوئے شریر ہوا تھا اور وہ دونوں میاں بیوی بھی ہنس دیئے تھے۔

"جلدی تو بیٹا جی اب بہو لانے کی آپ کی ماما کو ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بیوی کو چھیڑ گئے تھے۔

"ماں جی' ہم لوگ کل ہی چلتے ہیں بات کرنے پھر آگے جو اللہ کو منظور تدبیر کر لیتے ہیں تقدیر خود سنور جائے گی۔" وہ بیٹے کے خوش باش انداز ملاحظہ کرتیں خوش دلی سے بولی تھیں۔

لال چنریا والی کوئی گھر میرے بھی لاؤ

میں کنوارا کب تک بیٹھوں بینڈ میرا بجواؤ

ارے جیسے بھی چلتا ہے چکر چلاؤ

میری شادی کرواؤ' میری شادی کرواؤ

احسن کی زوردار انٹری ہوئی تھی وہ سب پہلے حیران ہوئے تھے اور زبیدہ نعمانی حیرت سے نکل کر بیڈ سے اٹھتیں بیٹے کے سر پر جا کھڑی ہوئی تھیں۔

"بی مینڈکی کو بھی زکام ہوا۔۔ کرواؤں' تمھاری شادی۔۔؟" وہ بیٹے کو خشمگیں نگاہوں سے گھورتیں کان کھینچتے ہوئے بولی تھیں۔

"اف ' ماما مر گیا۔۔۔کان چھوڑیں۔ میں تو بھیا کی طرف سے گا رہا تھا۔اب یہ بے چارے خود سے شادی کے فرمائشی گانے تو نہیں گا سکتے ناں میں تو بس بھیا کے دل کی آواز آپ سب کے گوش گزار کر رہا تھا۔" احسن کا اپنا ہی کھلنڈرا انداز تھا۔کمرے میں قہقہہ بکھر گئے تھے۔

"میں نوٹ کر رہی ہوں کچھ عرصہ سے بڑے گانے گا رہے ہو۔ کتابوں کو چھوڑ کر کیا ہر وقت گانے سنتے رہتے ہو۔" وہ بیٹے کے انداز پر ہنس دی تھیں اور اس کا کان چھوڑتے ہوئے اسے آڑے ہاتھوں لینا چاہا تھا۔

"ماما' میری اسٹڈی اے ون چل رہی ہے میرا رزلٹ ہمیشہ کی طرح بیسٹ آئے گا ڈونٹ وری یہ گانے شانے تو میں پہلے آپی کے لیئے سن رہا تھا اور اب بھیا بھی اسی لسٹ میں شامل ہو گئے ہیں۔" وہ کسی سمجھدار بیٹے کی طرح ماں کی تسلی کرواتا بے فکرے انداز میں بات کا اختتام کرتا بھائی کو شرارت سے دیکھنے لگا تھا۔احسن کی شرارتوں نے کمرے کے ماحول کو بے حد اچھا کر دیا تھا۔حیدر نعمانی کو فوراً ہی بیٹی کی کمی محسوس ہوئی تھی۔ جس کا اظہار بھی ہوا تھا۔

"آپی تو سو گئی ہیں۔" اسے کچھ پیسوں کی ضرورت تھی اور بلا ضرورت پیسے تو اسے عابیہ سے ہی ملتے تھے وہ سو گئی تھی اس لیئے وہ ماں کے کمرے میں آیا تھا اور ان لوگوں کی باتیں سن لینے پر شوخ سی انٹری دی تھی۔احسن کو ماں سے پیسوں کے لیئے ضد کرتا دیکھ محسن ان کے کمرے سے نکل گیا تھا اور عبرود کو خوشخبری سنانے کے لیئے بے چین اس کا نمبر ملا گیا تھا۔اس کے لب خوشی سے گنگنا رہے تھے۔

ارے دیوانے کو اور نہ دیوانہ بناؤ

میری شادی کرواؤ' میری شادی کرواؤ

☆☆☆☆☆

"ماما' آپ اس فرائیڈے کو ایلیفیہ کے گھر چلنے کا پروگرام بنالیں۔" وہ ابرج سہروردی سے بات کر کے مطمئن سا گھر آیا تھا اور ماں سے کہا تھا۔وہ خوشگوار حیرت سے بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں۔

"کیا ایلیفیہ' مان گئی ہے؟" وہ خوشی سے پوچھ رہی تھیں۔

"جی ماما' آپ کے بیٹے کی قسمت اس پر مہربان ہو گئی ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"شکر الحمد للہ! میں بہت خوش ہوں بیٹا۔" وہ بیٹے کے روشن چہرے کو دیکھ مسرور سی بولی تھیں۔وہ ابرج سے ہوئی بات ماں کے سامنے رکھ گیا تھا۔ساتھ ہی اس نے اسی جمعہ کو جانے کی بات کر دی تھی۔

"تمہیں یقین ہے کہ اب انکار نہیں ہو گا۔" وہ حیرت زدہ سی بولی تھیں۔

"ماما' اتنا پر یقین کہ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ منگنی کی تیاری کے ساتھ چلیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"یوں جانا مجھے مناسب نہیں لگ رہا کہ ایلیفیہ کی فیملی کی طرف سے اقرار نہیں ہوا۔ میں تمھاری محبت میں پہلے ہی کئی بار سوالی بن کر جا چکی ہیں مگر بار بار ذلیل ہونے کا حوصلہ نہیں ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی تھیں۔

"ماما' ابرج آج ہی ایلیفیہ کے پیرنٹس سے بات کرلے گا۔ آپ پریشان نہ ہوں اس بار انکار نہیں ہو گا' شادی کی تاریخ مل جائے گی۔" وہ بھی سنجیدگی سے بولا تھا۔

"اس لڑکے کا جواب آلینے دو۔ ایک بار وہ ایلیفیہ کے والدین سے بات کرلے پھر میں رشتہ لے جاؤں گی اس سے پہلے نہیں کہ پہلے ہی بہت عزت ہو چکی ہے۔" وہ ناگواری سے کہتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"ماما' جائیں گے تب ہی جب ابرج کی طرف سے کوئی مثبت جواب آئے گا بس میں تو آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ منگنی کی تیاری کرلیں۔" وہ ماں کے سامنے آگیا تھا۔

"جواب آلینے دو' پھر کرلوں گی تیاری۔۔۔ زیادہ عجلت مچانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بیٹے کو جلد بازی کرنے سے ٹوک گئی تھیں۔

"ماما' میں بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ وہاں پوری تیاری سے جائیں۔ ایلیفیہ کے ہاتھ میں میرے نام کی انگوٹھی سجا دیں اور اسی ماہ کی یا بہت سے بہت تین ماہ کے اندر کی شادی کی تاریخ لے لیں۔" وہ جیسے سارے پروگرام پہلے سے از خود ترتیب دے چکا تھا۔ وہ کچھ کہنے کی چاہ میں ایک لفظ نہ کہہ پائی تھیں۔ جب بیٹا ان سے سارے اختیارات چھین ہی گیا تھا تو وہ اپنی طرف سے کچھ کہہ کر شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھیں۔ وہ بس محض ایک نظر بیٹے کو دیکھتیں لاؤنج سے نکل گئی تھیں۔

"جس بیٹے کے لیئے زندگی وقف کردی وہ اپنی زندگی کا اہم فیصلہ بالا ہی بالا لے گیا ہے۔" کمرے میں آتے ہی وہ بیڈ پر بیٹھیں روتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ ماں کے جذبات کو زک پہنچا کر بھی وہ انجان تھا۔ وہ تو ابرج سے بات کرنے کے بعد بے حد مطمئن سا آگے کا سوچ رہا تھا۔ اس کی نظر بہت آگے کی جانب سفر کررہی تھی۔ اور اس کی سوچ اندر ہی اندر پستی کی جانب محو سفر تھی۔

☆☆☆☆☆

"عود! ماما' پاپا شادی کے لیئے مان گئے ہیں۔" محسن نے عبرود کے 'ہیلو' بولتے ہی گرمجوشی سے قدرے بے تابانہ انداز میں کہا تھا۔

"محسن' تم سچ کہہ رہے ہو۔۔۔ تمھارے پیرنٹس اسی ہفتہ شادی کے لیئے مان گئے ہیں۔۔۔ او مائی گاڈ آئی کانٹ بلیو اٹ یار۔!" وہ بے ربط ہوگئی تھی۔ اس نے ارمش کی باتوں میں آکر کہنے کو تو اس سے جلدی شادی کا کہہ دیا تھا مگر

اسے امید نہ تھی کہ اس کے پیرنٹس راضی ہوں گے۔ جبکہ اس نے تو چوبیس گھنٹہ بھی نہ گزرے تھے کہ اسے کامیابی کی نوید سنا دی تھی۔

"ڈئیر' دیکھ لو میری ویلیو۔۔۔" وہ عبرود کی حیرت انجوائے کرتا ہنسا تھا۔

"مان گئے جناب۔" وہ سرشاری سے بولی۔

"اب تمھاری باری ہے۔۔۔اپنے پیرنٹس کو منانے کی۔" وہ ہنستے ہوئے اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

"میں صبح ہی ڈیڈ سے بات کرتی ہوں۔" وہ پرسوچ انداز میں بولی تھی اور اس سے پوچھ گئی تھی کہ اس نے کیا کہہ کر منایا؟

"کچھ زیادہ نہ کہانہ ضرورت پڑی۔۔۔ماما' مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں۔ جذباتی بلیک میلنگ ہی کام کر گئی۔" اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے تمام تفصیل سے اسے آگاہ کر دیا تھا۔

"تمھارے پیرنٹس شادی کی بات کرنے کب آئیں گے؟" وہ گہری سوچ میں تھی کہ اسے اندازہ تھا کہ اس کے ڈیڈ اتنی آسانی سے نہیں مانیں گے۔

"کل ہی آجائیں گے۔۔۔بس تم اپنے ڈیڈ کو منالو۔" وہ ترنت بولا۔

"کیا تم مجھے ایک فیور دو گے؟" وہ ایک آسان حل نکالتی بہت ہی لگاوٹ بھرے لہجہ میں کچھ یوں بولی کہ وہ فیور دینے کا فوراً ہی حامی بھر گیا مگر بات سنتے ہی اس کے ہوش اڑ گئے تھے۔

"اللہ نہ کرے کہ میری ماما کو کچھ ہو۔" وہ تڑپ کر بولا تھا۔وہ لب بھینچ گئی تھی۔ اس نے محسن سے کہا تھا کہ وہ ڈیڈ سے کہہ دے گی کہ محسن کی والدہ بیمار ہیں اس لیئے وہ بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونے کے ساتھ بیٹے کا فرض بھی ادا کر لینا چاہتی ہیں۔وہ صاف منکر ہو گیا تھا۔

"جذباتی نہ ہو محسن' ڈیڈ کو منانے کے لیئے بس ایک بہانہ ہی تو کرنا ہو گا۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولی تھی۔اس کے سخت رد عمل نے اسے طیش دلایا تھا مگر وہ فی الوقت ظاہر کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔

"یہ مجھے مناسب نہیں لگ رہا۔۔۔" وہ ناگواری سے بولا تھا۔

"کیوں مناسب نہیں لگ رہا۔۔۔" وہ ترنت پوچھ گئی تھی۔

"نہیں عبرود میں ایسا بہانہ ہرگز نہیں کر سکتا جس سے میری ماما کو قلبی تکلیف ہو۔۔۔ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔" وہ اسے منانے کو لگاوٹ کا مظاہرہ کر رہی تھی مگر اس نے بھی صاف انکار کر دیا تھا۔

"تم خوامخواہ میں جذباتی ہو رہے ہو۔" وہ ضبط کے کڑے مرحلے سے گزر رہی تھی۔

"میں جذباتی نہیں ہو رہا عبرود' میرے لیئے میری ماما بہت اہمیت رکھتی ہیں انھوں نے صرف میری محبت میں تم سے میری منگنی کی اور ارجنٹ نوٹس پر شادی کے لیئے بھی راضی ہو گئیں اور میں اپنی ماما کی محبت کا یہ صلہ دوں کہ ان کی محبت کا مذاق بناؤں اپنے فائدے کے لیئے ان کی بیماری کا بہانہ کروں تو سوری ۔۔۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔" وہ صفا چٹ جواب دے گیا تھا اس نے لب بھینچ لیئے تھے۔

"ٹھیک ہے پھر اگر ڈیڈ شادی سے انکار کر دیں تو مجھے الزام نہ دینا۔" وہ اپنا لہجہ نرم و لگاوٹ بھرا نہیں رکھ پائی تھی۔

"ٹھیک ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا کیونکہ میں اپنی ماما کو تکلیف پہنچا کر تم تک رسائی نہیں چاہتا۔" وہ بلکل مدھم نہیں پڑا تھا۔

"تمھارے لیئے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی؟" وہ غصہ سے پیچ و تاب کھاتی بظاہر نارمل لہجہ میں بولی تھی۔

"تمھاری اہمیت اپنی جگہ سالم ہے مگر میں اپنی ماما کو تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مائیں اولاد کی ڈھال ہوتی ہیں عبرود اور میں اس ڈھال کو محبت و شفقت کے ساتھ اپنے اوپر حصار کیئیے محسوس کرنا چاہتا ہوں اپنی ماما کے جذبات کو ٹھیس پہنچا کر انھیں اپنے کسی بھی فائدے کے لیئے ڈھال نہیں بنانا چاہتا۔ کیونکہ ڈھال ہونے اور بنانے میں مثبت و منفی کا فرق واضح ہے اور میں کچھ ایسا کبھی نہیں کر سکتا جس سے میری ماما کو قلبی اذیت کا سامنا کرنا پڑے۔" وہ ماں کے لیئے محبت و احترام کے جذبے سے مغلوب لہجہ میں بولتا چلا گیا تھا۔ آگے سے عبرود نے کچھ نہیں کہا تھا کہ اس نے محبت و رشتوں کو یوں کبھی اہمیت دی ہی نہ تھی وہ رابطہ منقطع کرنے کا سوچ رہی تھی۔ جب محسن کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔

"تم میری محبت ہو اور ماما میری زندگی اور میں زندگی داؤ پر لگا کر محبت حاصل نہیں کر سکتا۔ تم سے محبت ہے تمھارے لیئے سب کچھ کروں گا مگر اپنی ماں کو اذیت دے کر نہیں۔ تم اپنے گھر میں بات کرو تمھارے ڈیڈ مان گئے تو ٹھیک ورنہ تم وہ کرنا جو تمھارے ڈیڈ چاہیں۔" وہ آگے بھی عبرود سے بہت کچھ کہہ رہا تھا اور بیٹے کے لیئے ہر شب کی مانند دودھ کا گلاس لے کر آئیں زبیدہ نعمانی بھیگی آنکھیں لیئے دروازے سے ہی پلٹ گئی تھیں۔ محسن اس بات سے انجان کے اس کی ماں نے اس کی باتیں و جذبات سن و محسوس کر لیئے ہیں۔ وہ عبرود سے بہت کچھ کہتا جا رہا تھا جس نے آخر میں اتنا ہی کہا تھا کہ وہ بات کر لے گی، وہ اپنے پیرنٹس کو بھیج دے اور رابطہ منقطع کر گئی تھی اس نے بوجھل ذہن و گداز ہوتے دل کے ساتھ سیل فون بیڈ پر اچھالا اور آنکھیں بند کر لیں۔ یہ جانے بغیر کے اس کی ماما اس کی راہ کا ہر کانٹا چن لیں گی۔ زبیدہ نعمانی شوہر کے ساتھ اگلے دن شاہ مینشن پہنچ گئی تھیں۔ احسن شاہ کو ناشتہ کی ٹیبل پر عبرود بتا گئی تھی کہ شام میں محسن کے پیرنٹس آئیں گے وہ جلدی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ڈیڈ سے ریکوئسٹ کی تھی کہ انکار نہ کیا جائے۔ احسن شاہ کچھ

کھے بنا ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئے تھے اس نے ماں کی سپورٹ کے لیئے ان سے بھی ریکوئسٹ کی تھی مگر وہ شوہر کی ہمنوا تھیں اسے یہی لگا تھا کہ شادی نہیں ہو سکتی۔ مگر جس وقت محسن کے پیرنٹس بات کرنے آئے انھوں نے اس قدر طریقے سے بات سامنے رکھی کہ احسن شاہ کے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔ زبیدہ نعمانی نے ان سے کہا تھا:

"بھائی صاحب اتنی جلدی کے لیئے معذرت خواہ ہیں۔ لیکن میری کچھ عرصہ سے طبعیت ٹھیک نہیں رہتی اس لیئے ایک عرض لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں عبرود کو اسی ہفتہ رخصت کر دیں ہم شکر گزار رہیں گے آپ کے اب تو بس صحت کو دیکھتے ہوئے یہی خواہش ہے کہ بیٹی رخصت ہو اور بہو گھر آجائے۔" انھوں نے کچھ سوچ کر حامی بھرلی تھی کہ اکلوتی بیٹی راضی تھی اور وہ بیٹی کی خوشی کے لیئے راضی ہو گئے تھے۔ جو پروگرام محسن نے سوچا تھا وہی طے پا گیا تھا۔ عابیہ کے نکاح سے ایک دن قبل محسن کا نکاح اور مہندی اور عابیہ کے نکاح کے اگلے دن محسن اور عبرود کی شادی اور شادی کے اگلے دن عابیہ کی رخصتی کے ساتھ ان کا ولیمہ۔۔۔ سب کچھ محسن کی سوچ سے زیادہ عمدہ طے پا گیا تھا۔ وہ مسرور تھا اور عبرود کے ارداوں سے ناواقف وہ اسے جیون ساتھی بنانے جا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

"ماما جان، معصومہ سہروردی کی کال آئی تھی وہ باقاعدہ رشتہ لے کر آنا چاہتی ہیں۔" اس نے آفس سے واپسی پر چائے کے درمیان بات کرنا چاہی تھی لیکن مکنون کی موجودگی میں اس نے موضوع نہیں چھیڑا تھا۔ درشہوار نے اس سے کہا تھا کہ وہ کل جلدی آف کر کے آجائے تاکہ عابیہ کا شادی کا جوڑا اور تیار کردہ بری اس کے گھر پہنچائی جا سکے۔ درمکنون تو سن کر بہت پرجوش ہو گئی تھی۔ وہ مطمئن سی بیٹی کا چہرہ دیکھ رہی تھیں اور وہ کل عابیہ کے گھر کونسا ڈریس پہن کر جائے پوچھنے لگی تھی انھوں نے بیٹی کی مدد کی تھی اور وہ ماں کا ڈیسائیڈ کیا سوٹ لینے دوڑ گئی تھی۔ درمکنون کی منظر سے ہٹتے ہی اس نے ماں سے بات کا آغاز کیا تھا۔ وہ جو کل سے بے حد مضطرب تھیں۔ رات سو نہیں سکی تھیں۔ بے حد' بے چین ہو گئی تھیں۔

"تم انھیں فی الحال منع کر دو میں تمھاری شادی تک مکنون کا مسئلہ اٹھانا نہیں چاہتی۔" وہ گہری سانس کھینچ کر بولی تھیں۔

"جیسے آپ بہتر سمجھیں۔" وہ ادب سے بولا تھا۔

"میں' ابرج سے ملنا چاہتی ہوں جتنی جلدی ممکن ہو اس سے میری ملاقات کرواؤ۔" وہ بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں۔ وہ چونک اٹھا تھا۔

"جیسے آپ کہیں۔۔۔ اور شادی میں تو وہ آئے گا ہی تب آپ مل لیجیئیے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"تم' ابرج کی فیملی کو انوائیٹ کر چکے ہو؟" وہ سوال کر رہی تھیں۔

"بزنس ٹرمز ہیں وہ اچھا انسان ہے اسی لیئے اسے درکی منگنی میں بلایا تھا۔ میری منگنی تو سادگی سے ہوئی تھی لیکن اب ولیمہ میں بلانے کا ارادہ ہے آپ کو پہلے ہی انفارم کر دیا تھا۔ کارڈ دیا نہیں ہے۔ کل انشااللہ۔۔۔" وہ مفصل انداز میں بولا تھا۔

"کارڈ دینے کی بات لسٹ بناتے ہوئے کی گئی تھی اور یہ معصومہ سہروردی کے رشتہ لے کر آنے سے پہلے کی بات تھی۔ اب میں سمجھتی ہوں فی الحال انھیں انوائیٹ نہ کیا جائے جب تک میں ابرج کی جانب سے مطمئن نہیں ہو جاتی ان لوگوں سے نزدیکیاں بڑھانے کا فائدہ نہیں ہے۔" وہ گہری سنجیدگی کے زیر اثر تھیں۔

"آپ کی بات اپنی جگہ بے حد مناسب ہے۔۔۔ لیکن' ابرج جو ہے وہ محسن کا بہت اچھا دوست ہے۔ محسن کی منگنی میں ابرج اپنی ماما کے ساتھ شریک ہوا تھا۔ وہ لوگ شادی میں بھی انوائیٹڈ ہوں گے۔" محسن کی منگنی میں وہ شریک نہ ہوئی تھیں۔ اس لیئے سامنے سے بچ گئی تھیں ورنہ برسوں بعد معصومہ سہروردی سے سر محفل سامنا ہو جانا تھا۔ وہ بیٹے کی بتائی تفصیل سن کر سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"تم کل ابرج کو گھر پر بلالو' پھر ہی میں کوئی فیصلہ کروں گی۔" وہ دھیمے سے بولی تھیں اسی وقت درمکنون چلی آئی تھی اس کے ہاتھ بہت سارے ہینگرز تھے۔ انھوں نے بیٹے کی شادی کے لیئے بیٹی کو بہت سارے سوٹس دلوائے تھے وہ سارے سوٹ ٹیبل پر ڈھیر کر چکی تھی۔

"ماماجان' یہ سب تو شادی کے لحاظ سے کچھ بھاری ہیں۔ کل کے لیئے تو سادہ سا سوٹ ہونا چاہئیے۔" وہ کبھی ماں کو تو کبھی سوٹوں کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ ٹی پنک سوٹ پہن لینا۔" انھوں نے شفون جارجٹ کا بے حد نفیس کام کا سوٹ اٹھا کر بیٹی کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ نہیں پہن سکتی ماما جان' بھیا نے مجھے اس کے ساتھ میچنگ ائیر رنگز ہی نہیں دلائے تھے۔" لاسٹ شاپنگ کوئی انھوں نے تین دن پہلے کی تھی آفس سے واپسی پر وہ اسے لے گیا تھا۔ عابیہ کے لیئے بہت کچھ خریدا تھا اور درمکنون نے اپنی ہی نہیں درشہوار کی بھی شاپنگ کی تھی چار گھنٹہ گزر گئے تھے اور اس کا مزید ارادہ تھا اس لیئے وہ جو بہت تھک چکا تھا اس نے واپسی کے لیئے قدم اٹھا دیئے تھے اور وہ جیولری لینے کا سوچ کر ہی رہ گئی تھی اور دل مسوس کر اس کے ساتھ گھر آ گئی تھی۔ وہ ناراض نظروں سے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔

"میں تمھیں ابھی دلا لاتا ہوں۔" وہ کہاں بہن کی ناراضگی برداشت کر سکتا تھا۔ تھکن بھلائے نرمی سے بولا تھا۔ وہ خوش ہو گئی تھی۔

"میرے پاس چاندی کی جھمکیاں ہیں۔ میں وہ تمھیں دے دوں گی وہ اس سوٹ کے ساتھ سوٹ کریں گی۔" وہ کچھ سوچ کر بولی تھیں۔ وہ چپ کر گئی تھی۔

"ماماجان' کل بری لے کر آپ بھی ساتھ جائیں گی؟" وہ چونک کر بیٹی کو دیکھنے لگی تھیں۔

"میں تو نہیں جاپاؤں گی تم اور ابان ہی جاؤ گے اور میں نوراں سے کہہ دوں گی وہ اور اس کی بیٹی ساتھ جائیں گے۔" وہ مدھم لہجہ میں بولی تھیں۔

"اماجان' نوراں اور اس کی بیٹی کیوں۔۔۔ میں اور بھیا ہی چلے جائیں گے۔" وہ کپڑے سمیٹتے ہوئے لاپرواہی سے بولی تھی۔ ابان' ماں کا جواب سننے کو رکا ہوا تھا۔

"ہمارے خونی رشتہ دار ہیں نہیں۔۔۔ ملنے ملانے والے بھی کم ہیں۔۔۔ ہمارے دکھ' سکھ میں ہمارے ملازم ہی ہمارے ساتھ ہوتے ہیں اس لیئے میں چاہتی ہوں کہ ہماری خوشی میں ہمارے ملازم ہمارے اپنوں کی طرح شریک ہوں اس لیئے نوراں اور اس کی بیٹی کل تمھارے ساتھ جائیں گی۔" وہ بہت مدھم لہجہ میں بولی تھیں اور جواب طلب نگاہ سے بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں۔

"آپ کا فیصلہ بلکل مناسب ہے۔" وہ نرمی سے بولا تھا۔ اس نے بچپن سے اپنے والدین کا گھر کے ملازموں سے نرم' دوستانہ اپنائیت سے لبریز رویہ دیکھا تھا۔ ایسے میں اعتراض کی یا منہ بنانے کی نہ گنجائش تھی نہ ہی تربیت تھی۔ درمکنون بھی مسکرادی تھی۔

"ماماجان' میں یہ والی ڈریس بوا کی بیٹی کو دے دوں گی۔" اس نے ایک کاہی گرین کلر کی سوٹ ماں کی آنکھوں کے قریب کی تھی۔ اور وہ مسکرادی تھیں۔

"تم یہ ڈریس اپنی طرف سے دے دینا البتہ میں نے نوراں کی فیملی کے کپڑے بنادیئے ہیں۔" وہ نرمی سے بولی تھیں۔ اور درمکنون کو حیران چھوڑ کر وہ اپنی وئیل چئیر کھسکاتیں وہاں سے نکل گئی تھیں۔ ابان جب کہ مسکرادیا تھا کیونکہ وہ ماں کی عادت سے واقف تھا وہ ملازمین کی مدد بڑی خاموشی سے کرتی تھیں۔ مگر معذوری کے بعد سے وہ بیٹے کو اس مدد میں شامل کرگئی تھیں جبکہ درمکنون انجان ہی تھی۔ وہ بہن کو مسکراکر دیکھتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ کچھ ثانیہ حیرت سے کھڑے رہنے کے بعد وہ بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

"کیا ہوا بیہ' موڈ آف کیوں ہے؟" وہ کچھ دیر کی بات کے درمیان ہی اس کا مزاج بھانپ گیا تھا۔

"لگ جائے گا پتہ آپ کو' میں فون رکھ رہی ہوں۔ اس وقت میرا دل نہیں ہے بات کا۔" وہ سابقہ انداز میں بولی

تھی۔

"مجھے تو تم سے پوچھنا ہے کہ ایسا کیا ہوا ہے جو میری بیہ جو کل رات تک بڑے خوشگوار موڈ میں کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ اب مرچیں چبا رہی ہے۔" وہ بہت بے تکلفی سے بولا تھا اور وہ جھینپ گئی تھی۔ اس کی خاموشی طول پکڑ رہی تھی اور وہ اصرار کرنے لگا تھا۔

"محسن بھیا کی شادی ہو رہی ہے۔" اس نے نہایت دکھ سے خبر دی تھی وہ چونک اٹھا تھا۔

"تم پاگل ہو بیہ 'خوشی کی خبر بھلا کوئی ایسے دیتے ہیں۔" وہ اسے ڈپٹ رہا تھا۔

"آپ کو اگر نصیحتیں کرنی ہیں تو میں فون رکھ دیتی ہوں۔" وہ تلخی سے بولی تھی۔

"تم اتنی ناخوش کیوں ہو؟ کیا تمھیں محسن کی شادی کی کوئی خوشی نہیں ہے؟" وہ پریشانی سے سوال کر گیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے ابان۔۔۔" وہ بے دلی سے بولی تھی۔

"پھر کیسی بات ہے بیہ۔۔۔؟" وہ نرمی سے پوچھ گیا تھا۔

"ہر بہن کی طرح میرے بھی کتنے ارمان تھے کہ بھیا کی شادی میں یہ کرنا ہے۔۔۔ وہ کرنا ہے۔۔۔ یوں میری شادی کی تقریبات کے دوران بھیا کی شادی بھی فکس ہو گئی ہے تو اب میں ان کی شادی انجوائے نہیں کر پاؤں گی۔" وہ نروٹھے انداز میں بولتی آخر تک رونے لگی تھی۔ اسے آج صبح ہی تو محسن کے تحفظات اور شادی کی خواہش کا پتہ لگا تھا اس نے پرزور احتجاج کیا تھا لیکن زبیدہ نعمانی بیٹی کے کسی اعتراض کو کسی خاطر میں ہی نہ لائی تھیں۔ وہ لوگ شاہ مینشن گئے تھے اور اقرار کے ساتھ ایک باقاعدہ طے شدہ پروگرام کے شیڈیول کے ساتھ لوٹے تھے اس نے بہت رونا دھونا مچایا تھا مگر پھر خاموش ہونا پڑا تھا۔ اس نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ وہ بھائی کے نکاح کے ایک دن پہلے اور اپنے نکاح کے اگلے دن بھائی کی شادی میں شریک ہو گی یہ نہ کہا جائے کہ ابان سے پردہ کرے اور گھر بیٹھے۔ ان میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ لڑ جھگڑ کر کمرے میں آئی تھی تو کچھ ہی دیر بعد ابان کی کال آنے لگی تھی اور تفصیل سن کر وہ ہنس دیا تھا۔

"میں اگر سامنے آ بھی جایا کروں

لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو

اپنی شادی کے دن اب نہیں دور ہیں

میں بھی تڑپا کروں تم بھی تڑپا کرو"

وہ عابیہ کا جاری کردہ اعلان اس کے منہ سے سن کر شوخی سے گنگنایا تھا وہ بری طرح جھینپ گئی تھی۔ وہ تو حسب عادت نان اسٹاپ شروع ہوئی تھی مگر ابان کی شوخی نے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ فی الوقت غلط جگہ نان اسٹاپ بول گئی

ہے۔

"تم' محسن کی شادی میں جب شریک ہو گی تو تم میرے نکاح میں۔۔۔ میرے حوالے کے ساتھ ہو گی کتنا اچھا لگے گا ناں بیہ۔۔۔" وہ ذو معنی لہجہ میں بولا تھا وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی۔

"محسن کے نکاح کے لیئے تم کوئی سبز رنگ کا سوٹ لے لینا۔۔۔ سبز رنگ میرا پسندیدہ ہے۔۔۔ مجھے امید ہے تم اچھی لگو گی۔" وہ اس کی خاموشی محسوس کر کے بہت محبت سے فرمائش کر گیا تھا۔

"آپ سبز ٹائی لگائیں گے تو میں سبز سوٹ پہنوں گی ورنہ انکار ہے میری طرف سے۔" وہ بہت مدھم لہجہ میں بولی تھی۔ ابان دل کشی سے ہنس دیا تھا۔

"ماما' کہہ رہی تھیں کہ اب مجھے آپ سے بات نہیں کرنی چاہیئے۔" وہ اس کے ذو معنی جملہ پر سرخ پڑتی مدھم سی منمنائی تھی۔

"تم نے کیا کہا۔۔۔ کہ تمھیں' مجھ سے بات کرنے سے نہ روکا جائے۔۔۔ تم مجھ سے بات کیئے بنا نہیں رہ سکتیں۔" وہ شوخی سے چھیڑ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر حیا کی سرخی تیز ہو گئی تھی۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا ورنہ ماما نے مجھے جان سے مار دینا تھا۔" وہ اس کے لہجہ میں گریز محسوس کرتا ہنسا تھا۔

"میری جان بیہ کو کوئی کچھ کہہ کر تو دکھائے۔" اس کے لہجہ میں حیا اور ابان کے لہجہ میں شوخیاں بول رہی تھیں ۔گزشتہ رات کی مانند آج بھی کئی گھنٹہ ان کی بات ہوئی تھی۔ لائن ڈراپ کرتے ہوئے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب ابان سے بات نہیں کرے گی اپنی ماما کی بات مانے گی کہ گزشتہ رات اور آج جس طرح ابان شوخ ہوا تھا جس طرح ذو معنی گفتگو کی تھی وہ اسے پر حجاب سی حیا کے زیر اثر لے گئی تھی۔ اس لئے اب شادی تک بات نہ کرنے کا فیصلہ ہی درست تھا ۔مگر اسے شرارت سوجھی تھی اس نے ابان نے کچھ دیر قبل جو سونگ جذبوں کا گواہ بنا کر گنگنایا تھا اس کے چند مصرعے ابان کے نمبر پر سینڈ کر دیئے تھے۔

"بڑی مشکل ہے یہ میرا دل ہے
تم ہی کہو کیسے میں چپ رہوں
تم اگر سامنے آ بھی جایا کرو
لازمی ہے کہ میں تم سے پردہ کروں
اپنی شادی کے دن اب نہیں دور ہیں
میں بھی تڑپا کروں تم بھی تڑپا کرو"

ابان جو مسکراتا ہوا سیل فون رکھ کر اٹھا تھا اور نائٹ گاؤن پہن کر جب بستر پر دراز ہوا تھا اسی لمحہ میسیج ٹیون ہوئی تھی۔ عابیہ کا میسیج پڑھ وہ دل سے ہنستا چلا گیا تھا۔ اور خوشی سے سرشار اس نے عابیہ کی شرارت کو آگے بڑھایا تھا۔

ستانے کے منانے کے یہ دن ہیں آزمانے کے
ذرا سمجھا کرو دلبر تمھیں میری قسم
یہی میری ہے مجبوری' سہی جائے نہ اب دوری
میرا کیا حال ہے کیسے بتاؤں میں صنم
زمین ہو گی گنگن ہو گا' تیرا میرا ملن ہو گا
میں اگر تم سے نظریں ملایا کروں
لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو

ابان کا میسیج اس کے لبوں پر حیا آمیز مسکان کھلا گیا تھا آگے سے رپلائی کی اس کی ہمت نہ ہوئی تھی نہ ہی اس نے ضرورت محسوس کی تھی۔ دس منٹ کے وقفہ سے ابان کا ایک اور میسیج حاضر تھا۔

"آئی لو یو' بیہ!" اس نے زیر لب' آئی لو یو ٹو ابان' کہنے پر اکتفا کیا تھا اس کو رپلائی نہیں دیا تھا۔ دوسرے منٹ ایک اور آخری میسیج حاضر تھا۔

"شب بخیر' ڈیئر بیہ!" اس نے مسکرا کر میسیج پڑھا سیل فون رکھا اور لائٹ آف کر کے لیمپ آن کیا اور سونے کے لئیے لیٹ گئی۔ ابان کو پتہ تھا وہ اب جواب نہ دے گی اس لئیے اس نے اپنا محبت بھرا پیغام ڈیلیور کرنے کے بعد سیل فون بائیں طرف پڑے تکیہ کے پاس رکھا تھا کہ وہ بیڈ کی داہنی طرف یا وسط میں سونے کا عادی تھا اور لیمپ آف کر کے اس نے آنکھیں موندلی تھیں۔ اسے لگا تھا جیسے عابیہ نے دھیرے سے سرگوشی کی ہے۔

"شب بخیر' ابان۔۔۔!" سرگوشی سن ابان کے لب نیند میں بھی مسکرا دیئے تھے۔ عابیہ کو لگا تھا نیند کی دیوی مہربان ہوئی ہے اور پلکوں کی دہلیز پر خواب چمکنے لگے ہیں۔ دل کا دیا بہت روشن تھا اور اس میں ابان کا عکس تیرتا اسے اپنی قسمت پر نازاں کر گیا تھا۔

سب کی براتیں آئیں' ڈولی تو بھی لانا
دلہن بنا کے ہم کو راجہ جی لے جانا
باندھ کے سہرا ہم سے مل کے
نکلیں گے سارے ارماں دل کے

آنکھوں میں تارے ناچیں
گھونگھٹ یوں اٹھانا
پھر ہم کو ہولے ہولے بانہوں میں چھپانا

اپنوں سے جدا میں ہوتی ہوئی
کچھ ہنستی ہوئی' کچھ روتی ہوئی
جب چھوڑوں گی بابل کی گلی
تمھارے انگنا آؤں گی چلی
جب تن من سے تیری بنوں گی
گوری بیاّ میری دھرنا ہولے سے
مہندی والے ہاتھوں کی
چوڑی کھنکانا' پھر ہولے ہولے مجھ کو بانہوں میں چھپانا

پھر بندیا کی سب چاندنیا
اور پایل کی سب راگنیا
تیرے گھر آنگن میں لٹادے گی
دلہے راجہ تیری دلہنیا
پہلے تم کھیلنا' میرے رنگ روپ سے
پھر چن ڈالنا' انگ انگ کی کلیاں
کورے تن کے پھولوں سے سیجیا سجانا
پھر ہولے ہولے ہم کو بانہوں میں چھپانا
سب کی براتیں آئیں' ڈولی تو بھی لانا
دلہن بناکے ہم کو راجہ جی لے جانا

☆☆☆☆☆

"بھیّا' جلدی اٹھیں۔۔۔ دیکھیں۔ ماما جان' کو کیا ہو گیا ہے۔" ابان گہری میں نیند میں تھا جب بری طرح اس کے

کمرے کے دروازہ کو بجایا گیا تھا۔ رات عابیہ سے بات کرتے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ اس لیئے آج اس کی معمول کی طرح فجر کے ساتھ آنکھ نہیں کھلی تھی اس کا ذہن اب بھی نیند کے خمار میں تھا جب دستک کے ساتھ اسے درمکنون کی بے حد خوفزدہ آواز آتی محسوس ہوئی تھی وہ اٹھ بیٹھا تھا، لائٹس آن کر کے بیڈ کے ساتھ پڑی قینچی چپل پاؤں میں ڈالتے ہوئے اس نے گھڑی پر نظر ڈالی تھی۔ سوا چار بج رہے تھے وہ جو یہ سوچ رہا تھا کہ آج وہ نماز کے لیئے نہیں جاگ سکا اس کی سوچ باطل ہو گئی تھی کہ ابھی فجر ہونے میں کچھ وقت باقی تھا۔ اس نے دروازہ کھولا تھا۔ درمکنون آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر ہراس لیئے اس کے سامنے تھی۔

"ماما جان، کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔" وہ سسکی تھی اور وہ ماں کے کمرے کی طرف دوڑ گیا تھا۔ درمکنون بھائی کے پیچھے لپکی تھی۔ رات اسے نیند نہیں آرہی تھی اور ایسا جب بھی ہوتا تھا۔ وہ ماں کے کمرے میں چپکے سے جا کر ماں کے پہلو میں دراز ہو کر آنکھیں موند لیتی تھی۔ رات کے کوئی ساڑھے تین بجے کے قریب وہ ماں کے کمرے میں پہنچی تھی اور دبے پاؤں چلتی بیڈ کی بائیں جانب ماں کے برابر لیٹ گئی تھی۔ مگر آج اسے نیند اب بھی نہ آئی تھی اس نے مدھم لیمپ کی روشنی میں ماں کے چہرے کو دیکھا تھا جو کافی زرد لگا تھا۔

"ماما جان، میری وجہ سے ہر وقت پریشان رہتی ہیں۔" اس کا دل تو پہلے ہی بوجھل تھا آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ درشہوار کی نیند نہ خراب ہو اس لیئے وہ دبے پاؤں آہستگی سے نا محسوس انداز میں بیڈ پر لیٹی تھی۔ اور نیند کا خیال کرتے ہوئے ہی اس نے دھیرے سے ماں کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا لیا تھا۔

"بابا، ہمیں چھوڑ کر نہ جاتے تو آج سب کچھ کتنا اچھا اور مکمل ہوتا۔ ماما جان، کو کوئی دکھ نہ ہوتا وہ اپنی فکر بابا سے کہہ کر پُر سکون ہو جاتیں لیکن بابا کے جانے سے سب کچھ کتنا ادھورا رہ گیا ہے۔" وہ ماں کے آنسوؤں کے گواہ چہرے کو دیکھ سوچ رہی تھی۔ اس کے لب سے سسکی آزاد ہوئی تھی اور درشہوار کی نیند کا تسلسل بکھر گیا تھا۔ درمکنون کو دیکھ وہ مسکرائی تھیں۔

"سوتے میں ڈر گئی تھیں۔" انھوں نے بیٹی کی طرف دیکھا تھا اور وہ ماں کے بازو پر سر رکھ گئی تھی۔

"نیند نہیں آرہی تھی ماما جان، اس لیئے آپ کے کمرے میں چلی آئی اور آپ کی نیند خراب کر دی۔" وہ بچوں کی طرح بولی تھی اور وہ دھیمے سے مسکرا دی تھیں۔

"کوئی بات نہیں چندا کچھ دیر تک تو ویسے بھی نماز کے لیئے جاگنا ہی تھا۔" وہ بیٹی کی عادت سے واقف تھیں اس لیئے نرمی سے بولی تھیں اور اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔ درشہوار جو ماضی و حال میں الجھیں بمشکل سوئی تھیں ان کی نیند اڑ گئی تھی ان کی سوچ پھر بھٹکنے لگی تھی۔

"میں نے جانے صحیح فیصلہ لیا ہے کہ غلط۔۔۔ معصومہ کی انا پسندی اس کی خود غرضی تو صاف عیاں رہی ہے اگر اس کا بیٹا بھی اس کے جیسا ہوا تو۔۔" انھوں نے بیٹی کے معصوم چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے تکلیف و اذیت سے سوچا تھا۔

"اگر اس کی نظر میں بھی پیسہ جذبات سے زیادہ وقعت کا حامل ہوا۔" وہ بے چین ہو گئی تھیں۔

"جذبات اہمیت نہ رکھتے ہوتے تو جس طرح کا معصومہ کا مزاج ہے وہ کبھی رشتہ لے کر نہ آتی۔" انھوں نے پہلی سوچ کی تردید کی تھی۔

"میں ابان سے کہوں گی کہ وہ معصومہ کے بیٹے کو گھر بلا لے میں اپنی بیٹی کے ساتھ کچھ غلط نہیں ہونے دوں گی معصومہ کا بیٹا جانے کیسا ہو میں اس سے ملے بنا کوئی فیصلہ نہیں کروں گی میرے لیئے میری دُر کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔" انھوں نے بیٹی کی پیشانی چومی تھی جو ماں کے بازو پر سر رکھے بڑی میٹھی نیند میں تھی ماؤں کا وجود بھی کیسی چھایا ہوتا ہے۔ ہر دکھ کہیں سو جاتا ہے۔ ہر فکر کہیں گم ہو جاتی ہے۔ وہ مسکرائی تھیں کہ یکدم انھیں اپنے سینے میں بائیں جانب درد کی لہر سی اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔ ان کا حد درجہ سوچنا، مضطرب ہونا رنگ لا رہا تھا۔ ان کے لب سے کراہ آزاد ہوئی تھی۔ مکنون کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ ماں کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ پریشان ہوتی بھائی کے کمرے کی طرف دوڑ گئی تھی۔ ابان نے ماں کے نیم بے ہوش وجود کو بازوؤں میں اٹھا لیا تھا۔ لوگ اگر بیٹے کی خواہش کرتے ہیں تو کیسی سچی خواہش ہوتی ہے کہ بیٹا ہی تو بڑھاپے میں والدین کا سہارا ہوا کرتا ہے۔ ابان، ماں کو لیئے کمرے سے نکلا تھا۔ بڑی احتیاط سے انھیں پچھلی سیٹ پر لٹایا تھا۔ روتی ہوئی دُرمکنون ماں پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی اور اس نے ماں کا سر گود میں رکھ لیا تھا۔ ملازمہ جیسے ہی والٹ اور موبائل لے کر آئی تھی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔ ڈرائیونگ کی دوران اس نے بہن کو نہ رونے کی ہدایت کرتے ہوئے تسلّی دی تھی اور ہاسپٹل پہنچ گیا تھا جہاں دُرشہوار کا ٹریٹمنٹ اسٹارٹ ہوا تھا۔ وہ بہت مضطرب تھا مگر بہن کو بازو کے حصار میں لیئے دھیرے دھیرے اس کا سر تھپکتا ہوا اسے پریشان نہ ہونے کا کہتا اس کا سہارہ بنا ہوا تھا۔

"ماما جان، کو کچھ ہو گیا تو میں بھی مر جاؤں گی۔" وہ سسکی تھی۔

"صبر کرو دُر، مایوسی کی باتیں کرنے کے بجائے دعا کرو کہ ماما جان ٹھیک ہو جائیں۔" وہ بہن کی ذہنی حالت سمجھ رہا تھا اس لیئے نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا تھا۔

"ماما جان، کی اس حالت کی صرف میں ذمہ دار صرف میں ہوں۔ جب سے میری منگنی ختم ہوئی ہے ماما جان تب سے ہی بہت پریشان ہیں۔" اس کے رونے میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ ابان نے اسے نرمی سے ڈپٹا تھا اور بھرپور انداز میں تسلّی دی تھی اسی وقت آئی سی یو کا دروازہ کھلا تھا۔ ڈاکٹر کے پیشہ ورانہ انداز میں بھی اطلاع دے کر آگے بڑھ جانے پر وہ دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔ دُرشہوار کو انجائنا کا اٹیک آیا تھا مگر اب ان کی طبعیت کافی بہتر تھی اور یہ بات ان

دونوں کے لیئے سکون آمیز تھی۔ ابان کو کب کا رکا ہوا سانس بحال ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"اب بلکل نہیں رونا ورنہ ماما جان پریشان ہوں گی۔" اس نے بہن کا نرمی سے گال تھپتھپایا تھا۔ وہ اچھے بچوں کی طرح سر اثبات میں ہلا گئی تھی۔ ابان نے موبائل کلاک میں ٹائم دیکھا تھا ساڑھے نو ہو رہے تھے اس نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا تھا اور وہ دونوں در شہوار کا روم میں شفٹ ہو جانے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

☆☆☆☆☆

"ماما مجھے محسن بھیا کے نکاح میں پہننے کے لیئے ڈریس لینا ہے۔" اس کی آنکھ معمول سے کچھ دیر بعد کھلی تھی۔ آج اس کا ٹیسٹ تھا۔ اور لاسٹ ڈے بھی کہ کل سے اس نے پندرہ دن کا آف لیا تھا۔ اس لیئے آج چھٹی نہیں کر سکتی تھی جبکہ نیند کا غلبہ اتنا تھا کہ جانے کا دل نہیں تھا۔ دل کر رہا تھا لمبی تان کر سو جائے۔ لیکن ناچار وہ تیار ہو کر ڈائننگ ہال میں پہنچی تھی۔ زبیدہ نعمانی روزانہ کی طرح اس کا ناشتہ تیار کیئیے اخبار کے مطالعہ میں مصروف تھیں اس نے سلام کیا تھا اور جھک کر ماں سے دعائیں لی تھیں۔ سلائس دانتوں سے کترتے ہوئے ابان کی فرمائش کا خیال گزرا تھا اور وہ بول گئی تھی۔

"تمھارے لیئے اتنے جو ڈریس لیئے ہیں ان میں سے ہی کوئی پہن لینا ابھی تو مجھے عبرود کی بری تیار کرنی ہے۔ اور تم جتنی چوزی ہو میں تمھیں ساتھ نہیں لے جا سکتی کہ مجھے دو دن میں تیاری کرنی ہے اور تمھیں لے گئی تو دو ہفتہ بھی کم پڑ جائیں گے۔" وہ اخبار سائیڈ میں کرتے ہوئے صاف گوئی کی انتہا پر تھیں اور اس کا منہ بن گیا تھا۔

"مجھے بھیا کے نکاح کے لیئے سبز رنگ کا ڈریس لینا ہے اور اس رنگ کا میرا ایک سوٹ بھی نہیں ہے۔" وہ جو احتجاج کے طور پر آدھا کھایا سلائس واپس رکھ گئی تھی۔ ماں کے گھوری ڈالنے پر چپ چاپ واپس اٹھاتی منمنائی تھی۔

"سبز رنگ تمھیں سخت ناپسند ہے اسی لیئے تمھارے لیئے اس رنگ کا ایک بھی جوڑا نہیں لیا۔" وہ بیٹی کی پسند ناپسند سے واقف الجھ کر بول گئی تھیں۔

"ماما بس مجھے گرین کلر کا ہی سوٹ لینا ہے۔" وہ جھنجلائی تھی وہ بیٹی کو دیکھنے لگی تھیں۔ جس کا سانولا چہرہ حیا کی لالی چھلکا رہا تھا۔

"تمھیں تو گرین کلر بلکل پسند نہیں ہے تو اب نکاح میں پہننے کے لیئے سبز رنگ کا ہی جوڑا کیوں لینا ہے؟" وہ متحیر سی پوچھ رہی تھیں مائنڈ میں کچھ کلک بھی کر رہا تھا مگر بولیں نہیں تھیں۔

"ماما مجھے پسند نہیں ہے۔۔۔۔ وہ 'ابان۔!" وہ لب کچلنے لگی تھی اور وہ ہنس دی تھیں۔

"میری بیٹی پر محبت اثر کرنے لگی ہے۔" وہ بیٹی کو چھیڑ گئی تھیں۔ وہ سر جھکا گئی تھی۔

"میری بیٹی جو اپنی پسند' اپنی بات کو ویلیو دیتی ہے۔ وہ اپنی ناپسندیدگی کو بھلائے ابان کی پسند کو ویلیو دینے کا سوچ

رہی ہے۔ یہ تبدیلی مجھے بے حد اچھی لگی ہے۔ میری دعا ہے کہ تم ابان کے ساتھ بے حد خوش رہو۔" وہ کرسی کھسکا کر بیٹی تک پہنچی تھیں اور محبت سے بول کر اس کے سر پر لب رکھ گئی تھیں۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی تھی۔

"تم آنلائن پسند کر لو ڈریس' محسن سے منگوا دوں گی۔" وہ دھیمے سے بولی تھیں کہ وہ اسے بازار لے جانے کے حق میں نہ تھیں۔ اسے ماں کا مشورہ مناسب لگا تھا اور وہ یونی میں درمکنون کے ساتھ مل کر ڈریس سرچ کرنے کا سوچتی ماں کو خدا حافظ کہتی نکل گئی تھی۔ یہ جانے بغیر کے آج درمکنون یونیورسٹی آئے گی ہی نہیں۔۔۔!اسے ڈریس خود ہی سلیکٹ کرنا پڑے گا۔

☆☆☆☆☆

"آنٹی کی طبعیت کیسی ہے؟" عابیہ نے نرمی سے استفسار کیا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ اب کافی بہتر ہیں۔ پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔" ابان نے دھیمے سے تفصیل بتائی تھی ۔

"شکر الحمدللہ۔۔۔" عابیہ نے تشکر آمیز لہجہ میں نرمی سے کہا تھا۔

"تمھیں ماما جان کا کس نے بتایا۔" ابان نے دھیمے سے پوچھا تھا۔

"مکنون یونی نہیں آئی تھی تو اسے کال کر رہی تھی۔" عابیہ نے تفصیل بتانی شروع کی تھی۔

"مکنون کا سیل فون تو گھر پر ہے۔ اس سے تمھاری بات کیسے ہوئی۔" وہ ہاسپٹل کا بل پے کرتا ہوا کینٹین کی طرف بڑھتے ہوئے بولا تھا۔

"مکنون نے کال ریسیو نہیں کی تو میں نے بخاری ولاز کے لینڈ لائن نمبر پر کال کی تھی اور ملازمہ کے زریعے آنٹی کی طبعیت کا پتہ چلا تب ہی میں نے آپ کو کال کی ہے۔" وہ دھیمے لہجہ میں تمام بات من و عن بتا گئی تھی۔

"آج تم نے مارننگ میسیج نہیں کیا ورنہ میں خود بتا دیتا۔" وہ لہجہ میں شرارت سمو کر بولا تھا۔ کیونکہ رات جس طرح وہ گھبرا کر رابطہ منقطع کر گئی تھی اسے اندازہ تھا کہ اب عابیہ کی طرف سے رابطہ نہیں ہو گا اسے ہی کرنا ہو گا۔ توقع کے عین مطابق اس کا میسیج تو نہیں آیا تھا مگر اس کی توقع کے برخلاف اس کی کال آگئی تھی جسے وہ ریسیو کر گیا تھا۔ اس کی نرم سی شرارت پر وہ جھینپ گئی تھی۔ رات کی سرگوشیاں مہک اٹھی تھیں۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور اس نے رات کی مانند بڑی خاموشی سے رابطہ منقطع کرنا چاہا تھا کہ وہ اسے پکار گیا تھا۔

"عابیہ، ماما جان کو دیکھنے ہاسپٹل آؤ گی؟" وہ سنجیدہ ہو چکا تھا اور وہ خود کو سنبھال گئی تھی۔

"میں تو یونی میں ہوں۔ ماما، کو آنٹی کی طبعیت کا بتا دیا ہے۔ ماما اور پاپا ہی آئیں گے۔" وہ دھیمے سے بول گئی تھی

۔ابان نے جس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" وہ اس کی خاموشی پر سوال کر گئی تھی۔

"در مکنون میرے ساتھ رات سے ہاسپٹل میں پریشان ہو رہی ہے۔ سوچا تھا تم آؤ گی تو اسے واپسی پر ڈراپ کر دو گی۔" وہ وجہ بتا گیا تھا۔ آج کل ڈرائیور چھٹی پر تھا اس لیے مکنون کو یونیورسٹی لانے لے جانے کی ذمہ داری اس پر آگئی تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں ماما، پاپا کچھ دیر تک ہاسپٹل پہنچ جائیں گے اور واپسی پر مکنون کو بخاری ولاز ڈراپ کر دیں گے۔" اس نے نرمی سے اس کے مسئلہ کا حل نکالا تھا اور وہ اس کا ممنون ہوتا شکریہ کہہ کر خدا حافظ کے ساتھ رابطہ منقطع کر گیا تھا۔ اس نے بینچ پر بیٹھی بہن کو سینڈوچ اور چائے کی ٹرے پکڑائی تھی اور اس سے زبردستی سینڈوچ اور چائے ختم کروائی تھی۔ ساتھ ہی وہ اسے ہدایت بھی دیتا جا رہا تھا۔

"کچھ دیر تک عابیہ کے پیرنٹس ماماجان کو دیکھنے آئیں گے۔ میں انکل کو کہہ دوں گا وہ تمھیں گھر ڈراپ کر دیں گے۔" وہ چائے کے سپ لیتے ہوئے بول رہا تھا۔ وہ فوراً ہی نفی میں گردن ہلا گئی تھی۔

"میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے ماماجان کے پاس ہی ٹھہرنا ہے۔" وہ رونے کو بے تاب ہونے لگی تھی۔

"ہر وقت موقع، بے موقع بچوں کی طرح ضد کرنا اچھی بات نہیں ہے نہ ہی یہ بات اچھی عادتوں میں شمار ہوگی۔" وہ مکنون کے لیئے دو سینڈوچز لایا تھا۔ اس نے ایک ہی بمشکل کھایا تھا دوسرا اٹھا کر وہ کھاتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا تھا اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"ماماجان کو ڈاکٹرز آج ڈسچارج نہیں کر رہے اور میں ہوں یہاں، اور میں نہیں چاہتا کہ میرے ہوتے میری بہن پریشان ہو۔ ہاسپٹل کے دھکے کھائے۔" وہ بہن کا ہاتھ تھام گیا تھا اور شفقت سے اس کا ہاتھ تھپکتے ہوئے بہت نرمی سے بولتا چلا گیا تھا۔

"میں گھر جا کر ماماجان کے لیئے پریشان رہوں گی اس لیئے پلیز، مجھے ماماجان کے پاس رہنے دیں۔" وہ آنکھوں میں آنسو لیئے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔

"ماماجان، اب ٹھیک ہیں چندا، تم بھیّا پر اعتبار رکھو اور ماماجان کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔" وہ بہن کے آنسو صاف کرتے ہوئے نہایت شفیق لہجہ میں بولا تھا۔

"مجھے گھر پر ماماجان کے بنا اچھا نہیں لگے گا۔۔۔ ڈر بھی لگے گا۔ مجھے ماماجان کو بابا کی طرح کھونے سے ڈر لگتا ہے۔" وہ بھائی کے بازو پر سر رکھے بلکنے لگی تھی۔

"زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ہر جی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ہم اس میں بے اختیار ہیں، جو رب کی رضا ہو۔" وہ بہت مدھم لہجہ میں بول رہا تھا مگر اس کے لفظوں میں عجب تاثیر تھی درمکنون کے آنسو تھمنے لگے تھے۔

" ہم ماماجان کے طویل ساتھ کے لیئے اپنی آخری سانس تک دعا کریں گے باقی جو رب کو منظور ہو۔ اس لیئے تم حوصلہ نہ ہارو بس دعا کرو۔ اللہ ہماری ماماجان کو شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے ان کی عمر دراز ہو۔" اس نے بہن کی طرف دیکھا تھا اور وہ مسکرا کر "آمین" کہتی اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھلا گئی تھی۔

"گڈ گرل۔۔" اس نے بہن کا رخسار نرمی و شفقت سے تھپکا تھا۔

"بابا، ہمیشہ کہتے تھے کہ وہ اگر کبھی کہیں گئے تو تب بھی میں کبھی اکیلے نہیں پڑوں گی۔" وہ چونک گیا تھا اور سوالیہ نگاہ احترام سے بہن کے متورم چہرے پر ٹھہر گئی تھی۔

"میرے پاس آپ ہوں گے۔ آپ مجھے بابا کی کمی محسوس نہ ہونے دیں گے۔ جب بابا یہ کہتے تھے تب میں بابا سے بہت لڑتی تھی بھیّا۔۔" وہ دھیمے سے مسکرائی تھی بھیگی سی ہنسی اور بھائی کا مان بھرا ساتھ اسے بہت مکمل ظاہر کر رہا تھا۔

"میں بابا سے کہتی تھی کہ بابا تو بابا ہیں بابا کی جگہ بھیّا نہیں لے سکتے اس لیئے بابا مجھ سے کبھی دور نہ ہوں مجھے ان کی کمی محسوس ہو گی۔" وہ بہت غور سے بہن کو سن رہا تھا۔ وہ بچپن سے ہی جانتا تھا کہ وہ بابا سے بہت اٹیچڈ ہے۔ مگر وہ بابا کی باتیں بہت ہی کم کرتی تھی کیونکہ اسے بابا کی بات کرنے سے تکلیف ہوتی تھی۔ ان کی کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ وہ جو بابا کی زندگی تک بہت ہی زیادہ باتونی تھی۔ بابا کی موت کے بعد کم گو ہو گئی تھی۔ بابا کی درمکنون تو کہیں کھو گئی تھی، ان کے ساتھ ہی شاید مر گئی تھی۔۔۔۔ جو اسے آج زندہ ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اسے ٹوکے بنا غور سے سن رہا تھا۔

" ایسے میں بابا کہتے تھے کہ انھیں اپنے بیٹے پر پورا مان ہے ان کا لاڈلا بیٹا ان کا مان نہیں توڑے گا۔ وہ ان کی بیٹی کا، اپنی بہن کا بے حد خیال رکھے گا۔" وہ کھوئی کھوئی سی کیفیت میں بول رہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی بھی اپنے بابا کو سن رہی ہے۔

"بابا ٹھیک کہتے تھے کہ میں اپنے بھیّا کے ہوتے کبھی اکیلی نہیں ہو سکتی۔ بابا نہیں رہے مگر بابا کا دوسرا روپ میرے بھیّا ہیں ناں میرے پاس۔۔۔ اور بابا کے لاڈلے بیٹے کے ہوتے، بھیّا کی دُر کبھی اکیلی نہیں ہو سکتی۔ بابا کی لاڈلی کبھی اکیلی نہیں پڑ سکتی۔" وہ بات کے اختتام تک بھائی کے کاندھے سے لگتی بری طرح بلکنے لگی تھی۔ ابان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے تھے۔

"بابا کہتے تھے مجھ سے کہ میں ان کی دُر کا ہمیشہ خیال رکھوں اب میرا دل نہیں بھی چاہے تو بھی مجھے خیال رکھنا پڑتا ہے کیونکہ میں بابا کی بلّی کو روتا نہیں دیکھ سکتا۔" وہ خود کو کمپوز کر کے لہجہ میں شرارت سمو کر بولا تھا اور وہ بھائی کی نرم سی

شرارت پر ہنس دی تھی۔ سید سبحان بخاری نے تمام عمر جن رشتوں کی آبیاری کی تھی آج وہ رشتے اپنائیت، خلوص و چاہت سے منور تھے۔ ابان کو لگا تھا جیسے اس کے آس پاس سے معطر ہوا یہ کہتے گزری ہے کہ اس کے بابا کی روح سرشار ہے۔ رشتوں کے اخلاص کی بو کو محسوس کرتی خوش ہے۔ ہوا کی پہیلی کو بوجھتا وہ اپنے اندر اطمینان سا اترتا محسوس کر رہا تھا کہ اسے کانوں میں اپنے بابا کی آواز آتی محسوس ہوئی تھی اسے لگا تھا جیسے اس کو وہ تسلی دے رہے ہیں۔ ابان نے آنکھیں موند کر باپ کو پیٹھ تھپکتے محسوس کیا تھا اسے لگا تھا اس کی تھکن اتر گئی ہے۔ وہ بند پلکوں تلے باپ کا پرسکون چہرہ اترتا محسوس کرتا۔ مدھم سا مسکرا دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"میں ابرج، سے ملنا چاہتی ہوں۔" وہ متحیر نگاہوں سے ماں کو دیکھنے لگا تھا اسے کم از کم اس وقت ان سے ایسی بات کی توقع نہ تھی۔ تقریباً چار گھنٹوں قبل وہ در مکنون کو عابیہ کے پیرنٹس کے ساتھ گھر روانہ کر چکا تھا۔ تب سے وہ خود ہاسپٹل میں ہی تھا اس نے لنچ بھی نہیں کیا تھا بس بہن کے ساتھ ایک سینڈوچ لیا تھا۔ اسے بھوک نہیں تھی۔ ڈاکٹرز در شہوار کی طرف سے مطمئن تھے بس احتیاطاً آج ڈسچارج نہیں کر رہے تھے۔ ابان کو بھی یہی مناسب لگا تھا اس نے عصر کی نماز ہاسپٹل میں قائم مسجد میں ادا کی تھی اور ماں کے پاس آیا تھا اور وہ مکنون کا پوچھتیں اس کی جانب سے مطمئن ہونے کے بعد بیٹے کو پریشان نہ ہونے کی ہدایت کیساتھ غیر متوقع بات کہہ گئی تھیں۔

"ماما جان، ٹینشن آپ کی صحت کی دشمن ہے پلیز، آپ پریشان نہ ہوں مکنون کے حق میں سب اچھا ہو گا بس اللہ پر بھروسہ رکھیں۔" وہ پشت پر تکیہ سیٹ کر کے ان کو بیٹھنے میں مدد دیتے ہوئے بولا تھا۔

"اس رب کائنات پر بھروسہ ہے ابان، مگر رحمن کے بندے رحیمی کے وصف سے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ مجھے معصومہ سے اچھی امید نہیں ہے اس لیئے مجھے دُر کے نصیب سے بہت خوف آتا ہے میں اپنی دُر کو کسی آزمائش کی نذر ہوتے نہیں دیکھ پاؤں گی۔" ان کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔

"ماما جان، اگر یہ رشتہ آپ کو وہمات میں ڈال رہا ہے تو اسے آپ نہ جوڑیں۔" وہ ماں کے ہاتھ، ہاتھوں میں دبائے انھیں اپنے ساتھ کا یقین بخش رہا تھا۔

"میں نے ایسا کیا تو میں کم ظرف ثابت ہو جاؤں گی مگر میں محض اپنی اعلی ظرفی کے ثبوت کے لیئے بیٹی کی زندگی کسی بھنور کی نذر نہیں کرنا چاہتی۔ اس لیئے میں ابرج، سے مل لینا چاہتی ہوں۔ اپنی تسلّی کر لینا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں اس لڑکے کے ساتھ ناانصافی نہیں چاہتی ابان۔۔۔" وہ جو ماں کی کیفیت کو سمجھ کر ہاسپٹل میں بھی بات کر رہا تھا اس نے ماں کی بے چینی محسوس کر کے یہ نہیں کہا تھا کہ جگہ نامناسب ہے۔ گھر جا کر بات کریں گے۔ ماں کے آخری جملہ پر چونک اٹھا

تھا۔

"معصومہ اگر خود چل کر میری دہلیز تک پہنچی ہے تو پیچھے ضرور وجہ ہے۔ یقیناً وہ بیٹے کے ہاتھوں مجبور ہو گئی ہے۔ اور میں اس کے بیٹے پر بھروسہ نہیں کر سکتی اسی لیئے اس کے بیٹے کے جذبوں کو اس کی اچھائی کو پرکھنا چاہتی ہوں۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی تھیں۔ وہ ماں کی عظمت پر ایک فخر محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس عظیم عورت کا بیٹا تھا جس نے ماضی میں محبت اور رشتوں کا خیال رکھا اور اب جذبوں اور انسانیت کے لیئے اعلی ظرفی دکھانے کو تیار تھیں۔ وہ چاہتیں تو معصومہ سہروردی کے سابقہ رویوں اور خود غرض فطرت کے پیش نظر اس کے بیٹے کو ٹھکرا سکتی تھیں مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ معصومہ نے کہا تھا کہ ان کا بیٹا، مکنون سے محبت کرتا ہے اور وہ عورت جس نے تمام عمر محبت میں بسر کی تھی۔ وہ محبت کا نقصان ہو جانے دیتی یہ اسے گوارا نہ تھا اس لیئے اقرار لبوں سے نکل گیا تھا۔ مگر ماں کا دل بیٹی کے لیئے مضطرب تھا اس لیئے وہ اپنی ماما کی تسلی کو ابرج سے ملنا چاہتی تھیں۔

"ماما جان، میں اس سے ملا ہوں۔ وہ اچھا لڑکا ہے اور سب سے بڑی بات وہ ہماری مکنون کے ساتھ مخلص ہے اس سے محبت کرتا ہے۔" اس نے ابرج سے ملوا دینے کا کہتے ہوئے اس کے حق میں سچ بات کہی تھی۔

"بعض لوگوں کو جاننے، سمجھنے کے لیئے ایک عمر بھی کم پڑ جاتی ہے۔ معصومہ کو میں بھی تو طویل عرصہ سے جانتی تھی مگر ہر ملاقات میں اس کا نیا روپ ہی سامنے آیا اور میں ڈرتی ہوں کہ کہیں ابرج، اپنی ماں کی طرح ہوا تو میں کیا کروں گی۔ اپنا دکھ تو سہہ لیا مگر بیٹی کا غم نہ سہار پاؤں گی۔" ابان کچھ کہہ رہا تھا اور وہ آزردگی سے سوچ رہی تھیں۔

"ماما جان! میں، ابرج کو گھر بلواتا ہوں۔ آپ مل لیجئیے گا۔ آپ پوری طرح مطمئن ہوں گی تب ہی شادی ہو گی ورنہ ہم انکار کر دیں گے۔ البتہ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک اچھا جیون ساتھی ثابت ہو گا۔" وہ ماں کو بھرپور انداز میں تسلی دلانے کے ساتھ ساتھ اپنی رائے بھی دے گیا تھا۔ اسے ابرج بہن کے لیئے نہایت موزوں لگتا تھا۔ وہ سوچ سے نکل کر بیٹے کی جانب متوجہ ہوئی تھیں اور کچھ کہے بنا اثبات میں گردن ہلا گئی تھیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں سب انشااللہ بہت اچھا ہو گا۔" وہ دھیمے سے مسکرایا تھا اور وہ 'آمین' کہتیں موضوع بدل گئی تھیں۔

"ڈاکٹرز سے بات کی، میں کب تک گھر جا سکتی ہوں۔" وہ بیٹے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

"کل صبح۔۔۔" وہ بتانے لگا تھا۔

"ہرگز نہیں، تم جا کر ڈاکٹر سے بات کرو۔ مکنون گھر پر اکیلی ہے میں رات بھر کم از کم یہاں ہاسپٹل میں قیام نہیں کر سکتی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی تھیں۔ اس نے ماں کو سمجھانا چاہا تھا مگر وہ قائل نہ ہوئی تھیں اور ناچار اس نے ڈاکٹرز

سے بات کر کے ڈسچارج پر میشن لی تھی اور ہاسپٹل کے ڈیوز کلئیر کر کے وہ شام کے سات بجے تک ماں کو لیئے گھر پہنچ گیا تھا اور ماں کو دیکھ مکنون یوں کھل اٹھی تھی جیسے جانے کتنی مدتوں کے بعد ماں کو دیکھا ہو۔ در شہوار کی غیر موجودگی میں اسے گھر کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ ماں کو گھر میں دیکھ اسے گھر، گھر محسوس ہونے لگا تھا کہ گھروں کی رونق تو ماؤں کے دم سے آباد ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

"آنٹی کی اب طبعیت کیسی ہے؟" محسن نے کھانے کے درمیان خیال آنے پر ماں سے پوچھا تھا۔

"اب بہتر ہیں کافی ۔۔۔ گھر آگئی ہیں۔" انھوں نے مدھم لہجہ میں بتایا تھا کچھ دیر قبل ہی تو انھوں نے ابان سے بات کی تھی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے ورنہ میں تو ڈر ہی گیا تھا کہ کہیں شادی آگے نہ بڑھانی پڑ جائے۔" محسن نے روٹی کا نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیسی فضول بات کر رہے ہو محسن یوں بے لاگ تبصرہ کرتے دس بار سوچنا چاہئے۔ شادی سے زیادہ ابان کی والدہ کی صحت ہے۔" حیدر نعمانی نے بیٹے کو گھورا تھا۔

"پاپا' میں بھی تو یہی بول رہا ہوں۔" وہ حیرت سے باپ کو دیکھنے لگا تھا۔ اسے اپنی بات اتنی غلط نہیں لگی تھی۔

"تم نے کچھ غلط نہیں کہا لیکن مناسب انداز اختیار نہیں کیا اور انسان کو دوسرے کی تکلیف کو سچے دل سے محسوس کرنا چاہیئے۔" انھوں نے بیٹے کی غلطی کی نشاندہی کی تھی اس کی بات غلط نہ تھی مگر انداز نامناسب تھا یوں لگا تھا جیسے اس نے در شہوار کی صحت یابی سے زیادہ شادی ملتوی نہ ہونے پر سکھ و سکون محسوس کیا تھا۔ باپ کے احساس دلانے پر محسن شرمندہ ہو کر معذرت کر گیا تھا۔ عابیہ وہاں ایسے موجود تھی جیسے نہ ہو کہ وہ کھانا چھوڑ کر جا نہیں سکتی تھی اور کوئی تبصرہ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی کہ ماں کی بات پر دھک سے رہ گئی تھی۔

"شادی میں بس یہی ہفتہ تو رہ گیا ہے اس لیئے میں سمجھتی ہوں کہ مسز شہوار کی طبعیت کو دیکھتے ہوئے شادی آگے بڑھا دینا ہی مناسب ہو گا۔" وہ احسن کی پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی تھیں۔

"کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہو گا ہم کل مسز شہوار کو دیکھنے جائیں گے تب ان سے بات کر لیں گے۔ تم پریشان نہ ہو۔" انھوں نے بیوی کو بھرپور انداز میں تسلی دی تھی۔

"پریشان نہیں ہو رہی مگر مسز شہوار کی بیماری میں شادی ہونا کچھ عجیب ہی ہے ہمیں خود آگے بڑھ کر شادی ملتوی کی بات کرنی چاہیئے۔" زبیدہ نعمانی کا بے حد نرم انداز تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھیں جو دوسرے کی تکلیف کو بھی اپنی

تکلیف سمجھا کرتی تھیں۔ اور بات ساری ایک دوسرے کے احساس کی ہی ہوتی ہے۔ اچھا و برا وقت گزر جاتا ہے برے وقت میں جو ساتھ کھڑا ہو وہی صحیح معنوں میں اپنا ہوتا ہے اور وہ جس عورت کے بیٹے کو اپنی بیٹی دینے جا رہی تھیں اس کی تکلیف سے خود کو دور نہیں رکھ سکتی تھیں ان کے اندر کی اچھائی ایسا کرنے نہیں دے رہی تھی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ شادی ملتوی کرنے کی ضرورت پڑے گی کیونکہ مسز شہوار پہلے ہی کہہ چکی ہیں کہ شادی کی تقریب میں چند ایک لوگ ہی ہوں گے۔ سادگی سے شادی ہو رہی ہے ایسے میں ملتوی کی نوبت میں نہیں سمجھتا کہ آئے گی۔" وہ لوگ مزید شادی کے حوالے سے بات کر رہے تھے وہ کرسی کھسکا کر اٹھی تھی اور کسی کے کچھ سمجھنے و روکنے سے قبل ہی ڈائننگ ہال سے نکلتی چلی گئی تھی۔

"اگر ضرورت پڑی تو ہم مل کر دیکھ لیں گے۔" انھوں نے بات ہی ختم کر دی تھی۔ زبیدہ نعمانی آگے سے کچھ نہیں بولی تھیں۔ عابیہ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی اور بے قراری سے کمرے میں چکرانے لگی تھی۔ رات کے سوا نو بج رہے تھے۔ اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ابان کو کال کرے مگر دل اسے بے حد مجبور کر رہا تھا۔ اس نے دل کے آگے ہتھیار ڈالے تھے اور ابان کو میسیج کر دیا تھا۔ اس نے درشہوار کی طبعیت پوچھی تھی اور ٹیکسٹ ڈیلیور ہوئے دس منٹ ہو گئے تھے اس نے کتنی ہی بار سیل فون اٹھا کر چیک کیا تھا۔ بے قراری' غصہ میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے بیس منٹ کے جان لیوا انتظار کے بعد سیل فون غصہ سے بیڈ پر ڈالا تھا اور لائٹ آف کر کے دوپٹہ تکیہ کی بائیں جانب ڈالتی بستر پر دراز ہو گئی تھی۔

"جانے خود کو کیا سمجھتے ہیں۔ ایک ٹیکسٹ کا جواب دینے کی جناب کو فرصت نہیں ہوتی اب آئے ٹیکسٹ جواب دیتی ہے میری جوتی۔" اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں ارادہ سو جانے کا تھا مگر مسئلہ غصہ کا تھا کہ غصہ میں نیند تو اس کے قریب بھی نہ آتی تھی۔ اس لیئے بے چینی سے کروٹ بدلتے ہوئے اس نے منتقمانہ انداز میں سوچا تھا۔ اور دوسری سوچ ذہن کی دیواروں پر دستک دینے کو تھی کہ اس کے سیل فون پر میسیج ٹیون ہوئی تھی۔ اس کا دل دھڑک اٹھا تھا۔ مگر غصہ تھا۔ اپنی ناقدری کا ملال تھا۔ اس نے کان لپیٹ لیئے تھے۔ مگر دل کو کیسے تھپکی دے کر سلاتی جو بجتے موبائل کی طرف ہمک رہا تھا۔ بے بسی کے احساس سے اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ وہ اٹھی تھی لیمپ آن کیا تھا اور ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھایا تھا۔ موبائل کی اسکرین پر "ابان" بلنک ہو رہا تھا۔ اس کا دل اسے جھکاتا کہ اس نے دماغ کی سنی تھی اور موبائل دیوار پر مارتی لیٹ کر لیمپ آف کر گئی تھی۔ موبائل کی دھڑکن تو اس کا غصہ چپ کروا گیا تھا لیکن اس کی اپنی دھڑکنیں اس کے اختیار سے باہر ہوئی جا رہی تھیں۔ کمرے میں اس کی سسکیاں گونجنے لگی تھیں۔

جو اتر کے زینۂ شام سے تیری چشمِ خوش میں سما گئے

وہی جلتے بجھتے سے مہر و ماہ میرے بام و در کو سجا گئے

یہ عجیب کھیل ہے عشق کا میں نے آپ دیکھا یہ معجزہ
وہ جو لفظ میرے گماں میں تھے وہ تیری زبان پر آ گئے

وہ جو گیت تم نے سنا نہیں میری عمر بھر کا ریاض تھا
میرے درد کی تھی داستاں جسے تم ہنسی میں اڑا گئے

وہ چراغِ جاں کبھی جس کی لو نہ کسی ہوا سے نگوں ہوئی
تیری بیوفائی کے وسوسے اسے چپکے چپکے بجھا گئے

وہ تھا چاند شامِ وصال کا کہ تھا روپ تیرے جمال کا
میری روح سے میری آنکھ تک کسی روشنی میں نہا گئے

یہ جو بندگانِ نیاز ہے یہ تمام ہیں وہ لشکری
جنہیں زندگی نے اماں نہ دی تو تیرے حضور میں آ گئے

تیری بے رخی کے دیار میں میں ہوا کے ساتھ ہَوا ہوا
تیرے آئینے کی تلاش میں میرے خواب چہرہ گنوا گئے

تیرے وسوسوں کے فشار میں تیرا شرارِ رنگ اجڑ گیا
میری خواہشوں کے غبار میں میرے ماہ و سالِ وفا گئے

وہ عجیب پھول سے لفظ تھے تیرے ہونٹ جن سے مہک اٹھے
میرے دشتِ خواب میں دور تک کوئی باغ جیسے لگا گئے

میری عمر سے نہ سمٹ سکے میرے دل میں اتنے سوال تھے
تیرے پاس جتنے جواب تھے تیری اک نگاہ میں آ گئے

☆☆☆☆☆

"آپ لوگ پریشان نہ ہوں میں بلکل ٹھیک ہوں اور شادی طے شدہ پرگرام پر ہی ہو گی ۔ ردوبدل کی بلکل گنجائش نہیں ہے ۔" عابیہ کے پیرنٹس کچھ دیر قبل ہی بخاری ولاز آئے تھے ۔ خیر خیریت کے سلسلے کے بعد زبیدہ نعمانی نے نرمی سے شادی آگے بڑھانے کی تجویز پیش کی تھی جسے در شہوار مسکرا کر ماننے سے انکاری ہو گئی تھیں ۔

"ماماجان، آپ اچھی ہو جائیں گی تب کرلوں گا نہ شادی ابھی فی الحال ملتوی کر دینا ہی مناسب ہے ۔" ابان کو اس تکلیف کی گھڑی میں عابیہ کے والدین کی مورل سپورٹ سے بہت سہارا ہوا تھا ۔ اس نے عابیہ کی ماما کی بات کی حمایت کی تھی کہ وہ تو کل ہی ماں کو ایسا بول گیا تھا مگر در شہوار کل کی طرح آج بھی بیٹے کی بات ماننے کو تیار نہ ہوئی تھیں ۔

"تین دن بعد نکاح اور مہندی کی تقریب ہے اور کچھ بھی ملتوی نہیں ہو گا میں ٹھیک ہوں اور جو طبعیت ناساز بھی ہے تو تم بچوں کی خوشیاں دیکھوں گی تو بلکل ٹھیک ہو جاؤں گی ۔" انھوں نے مسکرا کر بیٹے کو تسلی دی تھی ۔ د شہوار کو ہنگامہ خاص پسند نہ تھے وہ تو سادہ سی تقریب کر کے بہو گھر لے آنا چاہتی تھیں مگر در مکنون بضد ہو گئی تھی کہ مہندی ضرور ہو گی اور وہ بیٹی کی بات نہیں ٹال سکتی تھیں وہ کمبائن مہندی کے لیئے راضی ہو گئی تھیں مگر ساتھ ہی کہہ دیا تھا کہ مہندی کی شام پہلے نکاح ہو گا اور پھر نکاح کے بعد مہندی کی رسم ہو گی ۔ عابیہ کی فیملی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا ۔

"آپ کے علم میں تو ہے کہ ہم نے محسن کی شادی بھی فکس کر دی ہے ۔" زبیدہ نعمانی کی بات پر وہ مسکرادی تھیں ۔ انھوں نے کال کر کے در شہوار کو بتایا تھا اور انھیں بہت خوشی ہوئی تھی ۔ جس کا در شہوار نے پھر اظہار کیا تھا ۔ زبیدہ نعمانی محسن کی شادی کے فنکشنز کی تفصیل سے در شہوار کو آگاہ کر رہی تھیں ۔

"عابیہ کے نکاح سے ایک دن پہلے محسن کا نکاح ہے اور عابیہ کے نکاح کے اگلے دن محسن کی شادی ہے ۔ عابیہ اگر بھائی کی شادی کی رسومات میں شریک ہو تو آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا ؟" وہ تفصیل بتانے کے ساتھ در شہوار کی مرضی بھی پوچھ گئی تھیں ۔ ابان بے طرح چونک گیا تھا ۔ اسے عابیہ کی مرضی و خواہش پتہ تھی اور ماما جان کی فطرت سے بھی واقف تھا اس لیئے یکدم ہی بے چین ہو گیا تھا ۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ ماما جان منع کر دیں گی ۔

"نکاح سے پہلے والی رسم میں شرکت کچھ عجیب لگے گی مگر نکاح کے بعد والی میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔" وہ صاف گوئی سے کہہ گئی تھیں ۔

"عابیہ، شریک نہیں ہو گی ۔" وہ کہنے لگی تھیں کہ در شہوار ٹوک گئی تھیں ۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ۔" در شہوار مسکرائی تھیں ۔

"جیسے آپ کو مناسب لگے ۔" زبیدہ نعمانی بھی مسکرا دی تھیں کہ انھیں صاف گو دل کی سادہ در شہوار بے حد اچھی لگی تھیں وہ بیٹی کو خوش نصیب سمجھتی تھیں جو ایسی ساس ملنے جا رہی تھی ۔

"آپ نے میری بہو کو اس کی پسند کی ہر چیز تو دلا دی ہے ناں میں نہیں چاہتی کہ میری بہو کو کسی چیز کی کمی ہو یا اس کی کوئی آرزو تشنہ رہ جائے۔" درشہوار نے بیٹے کو محبت سے دیکھتے ہوئے موضوع بدلا تھا کہ انھوں نے معذوری کی وجہ سے صرف برات وولیمہ کا سوٹ بیٹے اور اپنی ملی جلی پسند کے ساتھ لیا تھا باقی چند ایک سوٹ ابان اپنی پسند کے لے ایا تھا وگرنہ تو انھوں نے رشتہ طے ہونے کے بعد ہی ایک کثیر رقم زبیدہ نعمانی کو دے دی تھی یہ کہہ کر کہ وہ سن کی بہو کی پسند کی بری تیار کرلیں۔ کافی کچھ سامان چند ایک ضرورت کی چیزیں سوٹس، سینڈلز، جیولری، بیگزاور کاسمیٹکس کی اشیاء درمکنون بھی بے حد شوق و پیار سے اکلوتی بھابھی کے لیئے لائی تھی۔ سونے کے کنگن اور دو جیولری سیٹ خاندانی تھے جو ان کی ساس نے دیئے تھے وہ، وہی بہو کو چڑھانے والی تھیں اور دو سیٹ انھوں نے خود جدید طرز کے فیشن کے عین مطابق بنوائے تھے۔ اور بیٹے کو فری ہینڈ دیا تھا کہ وہ جو چاہے عابیہ کے لیئے خرید لے۔ ابان نے اپنے طور پر کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی کہ عابیہ من چاہی بیوی بن کر آرہی تھی وہ اس کے قدموں تلے آسمان بچھادے تاتو بھی کم تھا۔ درشہوار تو بیٹے کو مسرور دیکھ مطمئن تھیں۔

"اپنی سی کوشش تو کی ہے بس سب کچھ آپ کو پسند آجائے۔" زبیدہ نعمانی مدھم، نرم لہجہ میں بولی تھیں۔

"عابیہ کی پسند کی اہمیت ہے اسے پسند ہے تو مجھے بھی پسند ہے کہ ہم ماؤں کو اپنی پسند سے زیادہ بچوں کی پسند اچھی لگتی ہے کہ بچوں کی پسند میں ان کی خوشی پنہاں ہوتی ہے اور بچے خوش تو ہم مائیں خوش۔۔۔" درشہوار بیٹے کو دیکھتے ہوئے بہت حلیم پر شفقت لہجہ میں بولی تھیں۔ ابان جھینپ کر سر جھکا گیا تھا۔ درشہوار کی بات نے ان دونوں میاں بیوی کے دل اطمینان سے بھر دیئے تھے۔ وہ دونوں بیٹی کی قسمت پر رشک کرتے دل ہی دل میں 'ماشااللہ' کہہ گئے تھے۔ وہ عابیہ کے والدین کے جانے کے بعد کمرے میں آیا تھا شام کے سوا چھ بج رہے تھے۔ گزشتہ رات عابیہ کا میسیج آیا تھا۔

"آنٹی کی طبعیت کیسی ہے؟" اس وقت وہ پچھلی رات اور دن بھر کا تھکا ہارا چائے پی کر کچھ دیر کے لیئے لیٹا تھا اس کا ارادہ تھا کہ وہ ڈنر سے پہلے شاور لے گا لیکن تھکن نے اسے نیند نے آلیا تھا اسی لیئے اسے عابیہ کے میسیج کا بھی پتہ نہیں چلا تھا۔ اس کی آنکھ لگے تقریباً تیس منٹ گزر گئے تھے تب اس کی آنکھ دروازے پر ہونے والی دستک پر کھلی تھی۔ ملازمہ درمکنون کے پیغام کے ساتھ آئی تھی اور اس نے دکھتے سر پر انگلیوں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے دس منٹ تک آنے کا کہا تھا اور بستر چھوڑتے ہوئے اس کی نظر بے خیالی میں موبائل پر پڑی تھی اس نے کچھ سوچ کر اٹھایا تھا۔ عابیہ کا ایک میسیج آیا ہوا تھا۔ جس کا اس نے میسیج آنے کے ٹھیک پچیس منٹ بعد ریپلائی دیا تھا۔

"ماماجان کی طبعیت اب بہتر ہے۔ تم پریشان نہ ہو۔" وہ آنسر سینڈ کر کے واش روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اسے شاور لینے میں پندرہ منٹ لگے تھے اس نے تولیہ کی مدد سے بال خشک کرتے ہوئے سیل فون اٹھایا تھا۔ عابیہ کا ریپلائی نہیں

آیا تھا اس کو تشویش ہوئی تھی کہ عابیہ ٹیکسٹ کرنے کے بعد سکون سے کبھی نہیں بیٹھتی تھی۔ اسے خیال گزرا تھا کہ لیٹ ریپلائی کی وجہ سے وہ ناراض نہ ہو گئی ہو اس لیئے اس نے کال کی تھی مگر بیل جا رہی تھی جواب ندارد اور کچھ دیر کی کوشش کے بعد عابیہ کا نمبر ہی آف آ رہا تھا وہ لب بھینچ گیا تھا کہ یہی تو ہوتا تھا کہ یہاں کچھ عابیہ کے مزاج کے خلاف ہوا وہیں اس نے اپنا سیل آف کر دیا۔ وہ اپنا سیل فون بیڈ پر اچھالتا کمرے سے نکل گیا تھا کہ اس کی بہن کھانے پر اس کی منتظر تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ ماں کے کمرے میں چلا گیا تھا کچھ دیر ان سے بات کی تھی شادی آگے بڑھانے کی تجویز ماں کے سامنے رکھی تھی اور رد ہو جانے پر ماں کو میڈیسن دیتا وہ درمکنون کو ماں کا خیال رکھنے کی ہدایت دیتا تقریباً گھنٹہ بعد کمرے میں آیا تھا۔ کچھ سوچ کر سیل فون چیک کیا تھا موبائل اسکرین ساکت تھی عابیہ کا کوئی میسیج نہ کوئی کال آئی تھی۔ وہ دل سے مجبور اسے کال ملا گیا تھا مگر اس کا نمبر ہنوز آف تھا۔ وہ سو گیا تھا۔ صبح مارننگ میسیج بھی ندارد اسے فکر ہوئی تھی اس نے عابیہ کا نمبر پھر ٹرائے کیا تھا نمبر اب بھی بند تھا۔

"بھاڑ میں جاؤ، اس لڑکی کے نخرے ہی نہیں ملتے۔ میری اپنی پریشانیاں کم ہیں جو یہ عابیہ میرے لیئے دردِ سر بنی رہتی ہے۔" وہ غصہ سے سوچتا آفس چلا گیا تھا۔ دن بھر وہ عابیہ کی کال کا منتظر رہا تھا کئی بار کال بھی ٹرائے کی تھی مگر نمبر بند تھا۔ شام چار بجے اس کی آفس سے واپسی ہوئی تھی۔ سوا چار بجے کے قریب ملازمہ نے عابیہ کے پیرنٹس کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ وہ ان سے ہمیشہ کی طرح نرمی سے باادب انداز میں ملا تھا اور ان کے جانے کے بعد کمرے میں آیا تھا اور کچھ سوچ کر اس نے عابیہ کا نمبر پھر ڈائل کیا تھا لیکن ہنوز نمبر بند تھا اسے صحیح معنوں میں تشویش نے آ گھیرا تھا۔

"پتہ نہیں کیوں عابیہ کا نمبر مستقل بند آ رہا ہے اللہ خیر کرے۔" موبائل ٹیبل پر رکھا تھا اور پانی کا جگ اٹھا کر گلاس بھرا تھا اور گھونٹ گھونٹ پانی پینے کے بعد وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔ اس کی شرٹ پر پانی کے چند قطرے گر گئے تھے اور اس نے شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے فکر سے سوچا تھا۔

"میری فکر شاید بے معنی ہے کیونکہ عابیہ کی طبعیت خراب ہوتی یا کوئی اور بات ہوتی تو اس کے پیرنٹس ماما جان سے ذکر تو ضرور ہی کرتے۔" اس نے شرٹ ہینگر کرتے ہوئے دوسری شرٹ نکالنی چاہی تھی مگر ذہن الجھا ہوا تھا اس نے شرٹ کی جگہ نائٹ گاؤن نکالا تھا مگر کچھ ہی دیر میں جیسے ہی احساس ہوا تھا اس نے جھنجھلا کر ہاتھ میں پکڑے گاؤن کو استری اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنی فکر کو نئے معنی دیئے تھے۔

"عابیہ کا دماغ خراب ہے بلکہ اس کے پاس دماغ تو شاید ہے ہی نہیں میں نے رات آنسر نہیں دیا تو بس غصہ میں سیل ہی آف کر دیا ہو گا وہ ہمیشہ یہی تو کرتی ہے۔" وہ عابیہ کے مزاج کو سوچتا فکر کو غصہ میں ڈھلتا محسوس کرنے لگا تھا۔ کچھ دیر قبل وہ عابیہ کے پیرنٹس کے ساتھ چائے پی کر آیا تھا لیکن عابیہ کے رویے کو سوچ کر اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔

اس نے دوسری کوئی شرٹ نہیں نکالی تھی او سفید بنیان میں اس کا کسرتی جسم نمایاں تھا۔ کمرے سے نکلا تھا ریلنگ پر جھک کر اس نے ملازمہ کو آواز لگائی تھی اور چائے کا کہہ کر کمرے میں غائب ہو گیا تھا۔

"عابیہ سے شادی کا فیصلہ غلط تو نہیں ہے کہ وہ ایک کم عمر احمقانہ حد تک جذباتی لڑکی ہے اور میرے اس گھر کو ایک بردبار و سمجھدار لڑکی کی ضرورت ہے جو اس گھر کو جوڑ کر رکھ سکے ماماجان کا خیال رکھے۔" وہ دکھتے سر کو انگلیوں کی مدد سے ہلکے ہلکے دباتا بستر پر دراز سوچ رہا تھا۔

"عابیہ مل جل کر رہنے والی لڑکی تو ہے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ گھر کو جوڑ کر نہیں رکھے گی کہ اس کی تربیت گاہ اس کی ماما ایک نہایت مثالی خاتون ہیں۔" اس نے اپنی سوچ کی نفی کی تھی۔

"مگر عابیہ کی جذباتیت کا کیا کروں وہ کرتی پہلے سوچتی بعد میں ہے کبھی عقل سے سوچنے کی زحمت نہیں کرتی۔ ماماجان بیمار ہیں اسے یہی سوچ کر عقل سے کام لینا تھا لیکن وہ تو بیس، پچیس منٹ کی تاخیر کو قیامت کا انتظار گردانتی روٹھ کر بیٹھ گئی ہے اور یوں پل پل روٹھنے والی، دل سے سوچنے والی لڑکی کیا اچھی بیوی ثابت ہو گی؟" وہ مضطرب سا سوچ رہا تھا کہ عابیہ کا جس طرح کا رویہ اس کے سامنے تھا اسے شادی کا فیصلہ سراسر حماقت لگ رہا تھا۔

"مگر بات تو ساری میرے دل کی ہے ایک پوری دنیا دیکھ کر دل ایک احمق پر آگیا ہے تو اب کیا کروں کہ دل کا فیصلہ ہے اور دل اپنے فیصلہ پر تو پچھتانے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔" اس نے گہری سانس خارج کر کے سوچا تھا کہ عابیہ اس کی سوچ پر پوری تو کیا آدھی بھی نہیں اتر رہی تھی اس نے تو ایک میچیور پریکٹیکل لڑکی کو زندگی میں بحیثیت بیوی شامل کرنے کا سوچ رکھا تھا مگر عابیہ میں جانے کونسا سحر تھا کہ اس پر نظر اٹھی تھی اور دل سینہ کی دیوار پھلانگ کر عابیہ کا ہو چلا تھا اور جس سے محبت تھی اس کی ہر ادا ہی اچھی لگتی تھی وہ عابیہ کو بے حد مارجن دے رہا تھا اس کے نخرے برداشت کرتا تھا اس کی جذباتیت کو سہہ رہا تھا مگر آگے کی زندگی کا سوچ کر اس کو ہول اٹھنے لگے تھے کہ عابیہ کا جو ابھی رویہ و انداز تھا یہی شادی کے بعد رہا تو اس کی زندگی گلزار تو ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"یوں سوچ کر اپنے فیصلہ کو غلط گردان کر تو میں عابیہ کے وہمات کو سچ کر رہا ہوں۔" اس نے بے قراری سے پہلو بدلا تھا۔

"شادی کے بعد کچھ کہوں گا تو عابیہ کو میں غلط لگوں گا وہ یہی کہے گی کہ وہ ٹھیک کہتی تھی کہ مجھے اس سے شادی کے فیصلہ پر ایک دن پچھتاوا ہو گا اور مجھے پچھتاوا ہو رہا ہے۔" اس کے دماغ نے سائرن بجایا تھا اور وہ مزید بے چین ہو چلا تھا۔

"مجھے شادی سے پہلے عابیہ سے بات کرنی چاہئیے اسے سمجھانا چاہئیے کہ یوں ہر چھوٹی بات کو پکڑ کر بال کی کھال

اتارنا درست و دانشمندانہ فعل ہر گز نہیں ہے۔یوں تو ہماری زندگی بے رنگ ہو جائے گی۔" اس نے اپنی سوچ سے گھبرا کر سیل فون اٹھایا تھا کہ وہ لڑکی جو سینے میں دل بن کر دھڑکتی تھی جس کے خیال سے اس کا دل دیا روشن تھا وہ اسے بدگمان نہ کرنا چاہتا تھا نہ ہی اسے بدگمان ہوتے دیکھ سکتا تھا۔اس نے عابیہ کا نمبر ٹرائی کیا تھا جو تا حال بند تھا۔لب بھینچے وہ بستر سے نکل آیا تھا۔

"مجھے درمکنون کی مدد لینی چاہئیے۔" اس نے ارادہ کیا ہی تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی تھی اور اجازت ملنے پر درمکنون چائے کی ٹرے لیئے کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔اس کی بھائی پر نظر پڑی تھی وہ کچھ جھجک گئی تھی جبکہ وہ درمکنون کو ایکسپیکٹ نہیں کر رہا تھا وہ بہن کو دیکھ شرمندہ ہو کر وارڈروب کی جانب بڑھا تھا جو شرٹ ہاتھ لگی تھی نکال کر پہننے لگا تھا ۔درشہوار نے اس کی تربیت بہت اچھے خطوط پر کی تھی ورنہ بنیان میں پھرنا تو مرد اپنی شان سمجھتے ہیں لیکن درشہوار نے بیٹے کو حیا و شرم کے معنی سمجھا کر اسے پروان چڑھایا تھا۔وہ کبھی گھر تو کیا کمرے میں بھی صرف بنیان کے ساتھ نہیں پھرا کرتا تھا اور آج پہلی بار کی بے احتیاطی اسے شرمندہ کر گئی تھی۔

"تم نے کیوں زحمت کی بوا کہاں ہیں۔" شرٹ کے بٹن لگاتے ہوئے وہ بہن تک آیا تھا اور چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی اس لیئے میں چلی آئی۔" درمکنون مدھم لہجہ میں بولی تھی۔

"کیا بات۔؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے بہن کو دیکھنے لگا تھا۔

"تین دن بعد تو شادی کے فنکشن اسٹارٹ ہو جائیں گے اور میں نے ابھی تک عابیہ کے لیئے کوئی گفٹ نہیں لیا۔" بہن کی بات پر وہ ایک گہری سانس کھینچ کر رہ گیا تھا۔

"ہم اتنی بار تو گئے شاپنگ پر تم نے عابیہ کے لیئے کافی کچھ لیا تو ہے اب مزید کیا لینا ہے۔" وہ چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ تو میں نے اپنی بھابھی کے لیئے لیا تھا بھیا! عابیہ میری دوست بھی تو ہے اور مجھے اس کی شادی پر اسے کوئی بہت اچھا سا تحفہ تو دینا ہی چاہئیے۔" وہ مسکرائی تھی اور ابان نے کل لے جانے کی حامی بھر لی تھی۔

"آفس سے آکر لے جاؤں گا۔" وہ بہن کو مسکراتے دیکھ مطمئن سا مسکرایا تھا۔

"تمھاری عابیہ سے کوئی بات ہوئی۔؟" اس نے سنبھل کر پوچھا تھا۔

"دن میں ہاسپٹل سے واپسی کے بعد ہوئی تھی، وہ ماما جان کے لئے پریشان ہو رہی تھی اور اس نے کہا تھا کہ میں ماما جان کے ڈسچارج ہونے کا اسے بتا دوں۔" وہ مدھم انداز میں کہہ رہی تھی کہ اس نے ٹکڑا لگایا تھا۔

"پھر تم نے ماما جان کی طبعیت اور ڈسچارج کا بتادیا تھا۔؟" وہ خود کو لاپرواہ ظاہر کر رہا تھا۔ وہ چلتا ہوا رائٹنگ ٹیبل کے پاس جا ٹھہرا تھا اور بے مقصد فائل کھول لی تھی۔

"ماما جان کے آنے کے بعد تو میں ان کے ساتھ ہی مصروف رہی تو ذہن سے ہی نکل گیا کہ عابیہ کو بتادوں مگر رات سونے سے پہلے جیسے ہی خیال آیا اسے بتانا چاہا تھا لیکن اس کا سیل آف تھا اور کل سے عابیہ کا نمبر مستقل آف ہی آرہا ہے۔"

اس کا اضطراب بڑھ گیا تھا وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ مکنون کی مدد بھی نہیں لے سکتا اسی وقت وہ مزید بولی تھی۔

"آنٹی سے پوچھا تھا جب وہ آئی تھیں تو انھوں نے بتایا کہ عابیہ کا سیل فون ٹوٹ گیا ہے۔" درمکنون سادگی سے بول رہی تھی اور اس کا اضطراب بڑھ گیا تھا۔

"پتہ نہیں ٹوٹ گیا ہے یا توڑ دیا ہے۔" اس نے بے چینی سے سوچا تھا۔

"مجھے عابیہ سے بات کرنی ہے تم لینڈ لائن پر کال کر کے اس سے رابطہ کرو۔" وہ پر سوچ انداز سے نکل کر بہن کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"لینڈ لائن سے کروں یا اپنے موبائل سے۔۔۔" وہ دھیمے سے پوچھ گئی تھی۔ اسے بہن کی یہی عادت پسند تھی وہ حجت نہیں کرتی تھی۔ نہ ہی آگے سے سوال کرتی تھی۔ اس نے کچھ کہے بنا عابیہ کا لینڈ لائن نمبر ڈائل کر کے اپنا سیل فون بہن کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"مکنون جتنی نرم دھیمے مزاج کی ہے اس کی دوست اتنی ہی شعلہ صفت۔۔۔ جانے میری معصوم بہن سے اس پٹاخہ کی کیسے دوستی ہوگئی۔" وہ کان سے سیل فون لگائے ریسیو کیئے جانے کی منتظر تھی اور وہ بہن کے بھولے بھالے چہرے کو شفقت سے دیکھتا محبت سے سوچ رہا تھا اور عابیہ کے لیئے 'پٹاخہ 'صفت سوچتا وہ اتنی ٹینشن کے باوجود زیر لب مسکرا دیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔" احسن کی آواز لاؤڈ اسپیکر آن ہونے کی وجہ سے کمرے میں پھیل گئی تھی۔

"اسلام علیکم! میں مکنون بات کر رہی ہوں۔" کال ریسیو ہوتے ہی وہ اپنے مخصوص نرم انداز میں بولی تھی۔

"وعلیکم اسلام! کیسی ہیں آپ مکنون آپی؟" احسن نے نرمی سے محترم لہجہ میں استفسار کیا تھا۔

"میں بلکل ٹھیک۔۔۔ آپ کیسے ہو احسن۔۔؟" اس نے نرمی سے فارمیلیٹی نبھائی تھی۔

"میں بھی ٹھیک۔۔۔" وہ ترنت بولا تھا۔

"احسن! میری 'عابیہ سے بات کروادیں۔" وہ جلدی سے بولی تھی۔

"آپی تو گھر پر نہیں ہیں۔" احسن کے جواب نے ان دونوں کو ہی مضطرب کیا تھا۔

"عابیہ کہاں گئی ہوئی ہے؟" اس نے سوال کیا تھا۔

"آپی کو بہت تیز بخار تھا ماما' پاپا تو آپ کے گھر گئے ہوئے تھے۔ محسن بھیا' آپی کو ڈاکٹر کے ہاں لے گئے ہیں۔" وہ دونوں ہی پریشان ہو گئے تھے مگر ابان کی فکر دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"عابیہ جیسے ہی کلینک سے آئے مجھے بتا دینا آپ احسن کہ اس کا سیل آف ہے ناں تو میری اس سے بات نہیں ہو پا رہی۔" اس نے کہہ کر احسن کا جواب سنا تھا اور 'اللہ حافظ' کہہ دیا تھا۔ وہ بھائی کا سیل اس کی طرف بڑھا گئی تھی اسپیکر آن تھا اس لیئے کچھ بتانے کی ضرورت تو نہ تھی۔

"عابیہ' سے بات ہو جائے تو مجھے بتا دینا اب تم جا کر آرام کر لو۔" وہ کچھ کہنے کی چاہ میں تھی کہ ابان کی بات سن کر وہ کہنے کا ارادہ ملتوی کرتی اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

"اتنی جذباتی۔۔۔ اتنی حساس لڑکی سے کیسے نباہ کروں گا۔" وہ مضطرب ہوا جا رہا تھا مگر فی الحال کوئی حل نہ تھا اس کے پاس کہ یہ موبائل بھی فی زمانہ کتنی بڑی نعمت تھی۔ کل تک وہ لڑکی جو اس سے بہت دور تھی مگر ایک کال اسے کیسے سیکنڈوں میں قریب کر دیا کرتی تھی اور اب یوں محسوس ہو رہا تھا کہ درمیان میں صدیوں کے فاصلے در آئے ہیں۔

کل، ترانامہ
جو ملتا تھا ہمیں
اس کے الفاظ تلے
مدتیں، معنی کی تشریحوں میں
لطف کا سیل رواں رہتا تھا
راتیں بستر پہ
نشہ خواب کا رکھ دیتی تھیں
عطر میں ڈوبی ہوئی دھوپ کی پیمائش پر
چاندنی، نیند کو لوری کی تھپک دیتی تھی
ذہن میں صبح و مسا
اک عجب فرحت نورستہ سفر کرتی تھی
لیکن اب۔۔۔ قربتیں ہیں بہم
ساعت کو۔۔۔ مگر۔۔
فون کی گھنٹی کو سننے کو ترستی خواہش

منقطع رابطہ پانے کے لیے کوشاں ہے

انگلیاں رہتی ہیں

ایک ایک بٹن پر رقصاں

یہی معمول ہے مدت سے

مگر، ٹیلیفون

ایک خاموش صدا دیتا ہے

سلسلہ لمحوں کا

صدیوں سا بنا دیتا ہے

☆☆☆☆☆

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے عابیہ، کیا بکواس کیے جا رہی ہو۔" بخاری ولاز سے واپسی پر انھیں احسن سے پتہ چلا تھا کہ محسن بہن کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا ہے۔ انھیں صبح سے ہی عابیہ کچھ ڈاؤن لگ رہی تھی اور جب تک وہ دونوں کلینک سے آنہیں گئے تھے وہ پریشان ہی رہی تھیں اور بیٹی کو دیکھ خیریت پوچھی تھی۔ محسن نے ماں کو مطمئن کر دیا تھا عابیہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی وہ کچھ دیر میں بیٹی کے لئیے سوپ لئیے اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں اور اسے زبردستی سوپ پلایا تھا کہ ان کی لاڈلی بیٹی کے نخرے عام دنوں میں ہی کچھ کم نہ ہوتے تھے اور بیماری میں تو وہ صحیح معنوں میں ماں کو ناکوں چنے چبوا دیتی تھی۔ اس نے بمشکل سوپ کا آدھا پیالہ خالی کیا تھا اور انھوں نے بیٹی کو میڈیسن دینے کے لئیے پانی کا گلاس بھرا تھا جب وہ بہت مدھم لہجہ میں جو کہہ گئی تھی وہ زبیدہ نعمانی کے ہوش اڑانے کے لئیے کافی تھا۔ وہ بیٹی کو ڈپٹنے لگی تھیں اور وہ بضد ہو گئی تھی۔ جس پر ان کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا۔ وہ گلاس ٹیبل پر پٹختیں اس پر غصہ ہو رہی تھیں۔ وہ ضبط کئیے بیٹھی تھی۔ یکدم ہی چیخ اٹھی تھی۔

"ہاں ہو گیا ہے میرا دماغ خراب۔ مگر آپ سن لیں کہ مجھے نہیں کرنی ہے ابان سے شادی۔۔۔" وہ چیخی تھی کہ ان کا ہاتھ اٹھ گیا تھا۔

"اب ایسی کوئی بات منہ سے نکالی تو میں تمھارا منہ توڑ دوں گی۔" وہ غصہ سے کف اڑا رہی تھیں۔ وہ بری طرح سسکنے لگی تھی اسے نہیں یاد تھا کہ اس کی بیس سالہ زندگی میں اس کی ماں نے اس پر کبھی ہاتھ اٹھایا ہو۔ وہ رخسار پر ہاتھ رکھے ماں کو بے یقینی سے دیکھتی سسک رہی تھی۔

"آپ میرا منہ توڑیں کہ مجھے جان سے ماردیں لیکن میں ابان سے کسی قیمت پر شادی نہیں کروں گی۔" وہ بلکتے

ہوئے بولی تھی اور ان کے کچھ سمجھنے یا رد عمل ظاہر کرنے سے قبل اٹھی تھی اور دوڑ کر واش روم میں بند ہو گئی تھی۔ وہ ہکا بکا رہ گئی تھیں۔ جیسے ہی حواس کچھ لوٹے تھے وہ دروازہ بجانے لگی تھیں۔

"عابی! ماما کی جان' باہر آؤ۔ ماما سے بات کرو۔ بتاؤ ماما کو کیا ہوا ہے۔" وہ مستقل دروازہ بجاتے ہوئے باہر آنے پر اصرار کر رہی تھیں مگر وہ کان لپیٹے واش بیسن کے سامنے کھڑی بس روئے جا رہی تھی۔ اس کو دروازہ نہ کھولتے دیکھ اب کے وہ بہت محبت و نرمی سے بولی تھیں اور کچھ دیر میں اس نے دروازہ کھولا تھا۔ بیٹی کے متورم سرخ چہرے کو دیکھ ان کا دل مٹھی میں آ گیا تھا۔ وہ ماں کے گلے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر روتی چلی گئی تھی۔ ان کا دل بیٹھنے لگا تھا۔

"عابی' کیا ہوا ہے کیوں کر رہی ہو ایسا۔ کیا ابان نے کچھ کہا ہے؟ لڑائی ہوئی ہے تمھاری ابان سے۔۔۔؟" وہ بخار میں بری طرح تپتی بیٹی کو خود سے الگ کرتیں بیڈ پر بٹھاتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر بہت نرمی سے استفسار کر رہی تھیں۔

"نہیں لڑائی نہیں ہوئی۔ مجھے ان سے شادی ہی نہیں کرنی۔" وہ سسکیاں بھرتے ہوئے بولی تھی۔

"جب تک تم مجھے کوئی بات نہیں بتاؤ گی میں کوئی سخت رد عمل ظاہر کرنے سے قاصر رہوں گی۔ بہتر ہو گا اپنے فیصلہ کی وجہ سے تم مجھے آگاہ کرو تا کہ مجھے فیصلہ لینے میں آسانی ہو۔" وہ بیٹی کی جذباتی طبعیت سے واقف تھیں لہٰذا خود کو سنبھال کر بولی تھیں۔

"ابان' مجھ سے محبت نہیں کرتے۔۔ انھیں میری پرواہ ہی نہیں ہے۔" وہ سسکی تھی۔

"کیا کہا ہے ابان نے تم سے؟" وہ دھیمے سے پوچھ گئی تھیں۔

"کچھ بھی نہیں ماما۔۔" اس نے آنسو رگڑے تھے۔

"پھر تمھیں ایسا کیوں لگا کہ ابان کو محبت نہیں ہے۔ وہ خیال نہیں کرتا تمھارا۔؟" وہ بضد ہوئی تھیں۔

"ابان' میری کال ریسیو نہیں کرتے ماما' وہ گھنٹوں میرے ٹیکسٹ کا رپلائی نہیں دیتے۔ ابھی وہ مجھے اتنا نظر انداز کرتے ہیں شادی کے بعد تو مجھے پوچھیں گے بھی نہیں گھر کی مرغی دال برابر۔۔ وہ مجھے کسی کونے میں ڈال کر بھول جائیں گے کہ ویسے بھی میں ان کے قابل ہی نہیں ہوں وہ اپنے فیصلہ پر پچھتا رہے ہیں مجھے اگنور کر کے مجھے بتا رہے ہیں کہ میں ان کے لیئے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی۔" وہ ایک ہی سانس میں ذہن و دل کا ہر مثبت و منفی پہلو ماں کے سامنے عیاں کر گئی تھی۔ انھوں نے بیٹی کی تمام بات بڑے تحمل سے سنی تھی۔

"کال ریسیو نہ کرنے یا ٹیکسٹ کا جواب نہ دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے فیصلہ پر پچھتا رہا ہے۔" وہ بیٹی کا موقف سننے کے بعد بولی تھیں۔

"تمھارے علم میں ہے کہ ابان کی ماما جان کی طبعیت ناساز ہے تو ظاہر ہے وہ مصروف ہو گا۔ ایسے میں جب

تمھیں اس کی ڈھارس بندھانی چاہئیے تم اس سے روٹھ کر بیٹھ گئی ہو تو یہ تمھاری غلطی ہے سراسر اور آگے سے تم شادی نہیں کرنے کی ضد باندھ بیٹھی ہو۔" وہ کچھ کہنے کو تھی مگر وہ اسے چپ رہنے کا اشارہ دے کر تفصیل سے بولی تھیں۔ وہ ماں کی باتوں پر چپ کی چپ رہ گئی تھی۔

"ہم نے ابان سے تمھارا رشتہ کچھ سوچ کر ہی طے کیا ہے تم، ہم پر بھاری نہیں ہو کہ ہر کسی کے پلّے باندھ دیں گے۔ ابان ہر لحاظ سے تمہارے لیئے پرفیکٹ لگا ہے تب ہی رشتہ جوڑا ہے۔" وہ اب بیٹی کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

"ماما وہ جان کر میری کال اگنور کرتے ہیں۔۔۔" وہ روتے ہوئے منمنائی تھی۔

"ابان' ایک پریکٹیکل مائنڈڈ ذمہ داریوں میں الجھا شخص ہے اس سے تم چوبیس گھنٹہ ٹیکسٹ اور کال ایکسپیکٹ کرکے غلطی پر ہو۔" انھوں نے بیٹی کو گھر کا تھا۔ وہ لب کچلنے لگی تھی۔

"ساری غلطی میری ہی ہے میں ان کے لائق ہی نہیں ہوں۔۔ آپ رشتہ ختم کردیں۔۔ مجھے ابان سے شادی نہیں کرنی۔" وہ سوں سوں کرتی بولی تھی ان کا دل کیا تھا اس کے ایک جھانپڑ اور لگائیں مگر اب کہ وہ خود پر کنٹرول کر گئی تھیں۔

"یہ سوچ کہ تم ابان کے قابل نہیں ہو احساس کمتری ہے تمھارا۔ جب کہ گورا رنگ خوبصورتی اور سیاہ رنگ بدصورتی کی علامت ہرگز نہیں ہے۔۔ تم یوں احساس کمتری کا شکار ہو کر، منفی سوچ کر ابان کی محبت، اس کے خلوص کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہی ہو اور یہ یاد رکھنا کہ شک رشتوں کا دشمن ہوا کرتا ہے۔۔ شک سے تو ہنستے بستے گھر اجڑ جاتے ہیں تم نے ابان کے خلوص محبت پر یوں ہی شک کرنا ہے تو تمھارا فیصلہ مجھے منظور ہے ہم یہ شادی کینسل کر دیتے ہیں۔" وہ مدھم ناصحانہ انداز میں کہتیں پینترا ہی بدل گئی تھیں۔ عابیہ کو لگا تھا اس کی جان نکلنے لگی ہے۔ اس نے بہت تڑپ کر ماں کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے گرم سیال مادہ بہہ نکلا تھا۔

"میں محسوس کر سکتی ہوں کہ ابان ہی نہیں تم بھی ابان سے محبت کرتی ہو۔ مگر فضول کی منفی سوچیں تمھیں گمراہ کر رہی ہیں۔۔ تمھارا دل شکوک وشبہات میں مبتلا ہو کر محبت سے منکر ہوتا محبت کی توہین کر رہا ہے۔ شک دل کو دیمک لگا جاتا ہے اور دیمک زدہ دل میں محبت پروان نہیں چڑھتی اندر ہی اندر گھل کر فنا ہو جاتی ہے۔ فیصلہ کر لو تم کہ تم نے ابان پر بھروسہ کرنا ہے یا اس کے سچے جذبات پر شک کر کے اپنی اور اس کی زندگی اجیرن کرنی ہے۔" وہ بیٹی کے بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"ماما میں ابان سے سچ میں بہت محبت کرتی ہوں لیکن۔۔۔!" وہ سکتے کی کیفیت سے نکل کر سسکتے ہوئے بولنے ہی

لگی تھی کہ وہ اس کو بات مکمل کرنے کا موقع دیئے بنا بول پڑی تھیں۔

"لیکن، ویکن کو جانے دو۔۔ شک کا کیڑا ذہن سے نکال نہیں سکتیں تو بعد کے رونے سے بہتر ابھی رو لو رشتہ جڑ کر ٹوٹے اس سے بہتر کہ رشتہ جوڑا ہی نہ جائے۔ میں رشتہ ختم کرنے کا اعلان کر دیتی ہوں۔" وہ بیڈ سے کچھ فاصلہ پر ٹھہریں بیٹی کے متورم ہراساں چہرے کو دیکھتیں سنگدلی کی انتہاؤں پر تھیں۔

"ماما' ابان کے بنا تو میں مر ہی جاؤں گی۔۔۔" اس کے رونے میں شدت در آئی تھی۔

"جس طرح تمھاری سوچ بھٹک رہی ہے مجھے لگتا ہے کہ تم رشتہ نہیں نبھا پاؤ گی کیونکہ رشتہ بھروسہ کے دھاگے سے بندھ کر مضبوط ہوتا ہے شک کی سوئی بھروسہ کے دھاگہ میں گھس جائے تو رشتوں کو ادھیڑتی چلی جاتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ تم شک کی سوئی تھامے رشتوں کی رفوگری نہیں کر پاؤ گی۔ تم رشتوں کو کچے دھاگوں کی مانند توڑنے کا سبب بنو گی۔ خود بھی روؤ گی ہمیں بھی آٹھ، آٹھ آنسو رلاؤ گی۔" بیٹی کی نازک مزاجیاں انھیں ہراساں کیئے ہوئے تھیں۔ آج اس کا جذباتی فیصلہ انھیں اندر تک ہلا گیا تھا اور وہ بحیثیت ماں اس کے ساتھ اس وقت لاڈ کر کے اس کے لیئے خسارہ نہیں چن سکتی تھیں۔ وہ بے حد سختی سے کام لے گئی تھیں۔ ماں کا صاف، منہ پھٹ انداز اسے انگشت بدنداں کر گیا تھا۔ اس کی آنکھیں جو برسات کا منظر پیش کر رہی تھیں، یکدم صحرا کی عکاس بن گئی تھیں۔ وہ ساکت، پھٹی پھٹی نگاہوں سے ماں کو دیکھ رہی تھی کہ اسے ماں سے اتنی بے رحمی کی حد تک صاف گوئی کی امید نہ تھی۔

"ماما' آپ ایسے کیسے سوچ سکتی ہیں۔ آپ کو کیوں لگتا ہے کہ میں۔۔ میں رشتہ نبھا نہیں پاؤں گی۔" اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹک گیا تھا وہ بمشکل بولی تھی۔

"پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں۔" وہ اب بھی نرم نہ پڑی تھیں۔ اس کے رونے میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"تم میری بیٹی ہو بھروسہ ہے مجھے تم پر، اپنی تربیت پر لیکن تمھاری نازک مزاجیاں مجھے خوفزدہ کر دیتی ہیں کیونکہ رشتے جھک کر سمجھوتہ کی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں اور تم جھکنا پسند نہیں کرتیں۔۔ تم ہر چیز کو اپنی نظر، اپنے زاویہ نظر سے دیکھنے کی عادی ہو تمھاری جلد باز فطرت بات کو بگاڑ دیتی ہے ایسے ہی چلا تو رشتہ میں دراڑ آجائے گی۔۔ رشتہ کمزور ہو جائے گا اور میں چاہتی ہوں کہ میری بیٹی انا و ضد میں سے ہمیشہ محبت و رشتہ کو چن لے۔۔۔ جذباتیت کی جگہ سمجھداری کا ثبوت دے کہ جلد بازی و شک اچھے بھلے رشتوں کو مشکوک بنا کر بدگمان کر دیتے ہیں۔" وہ بیٹی کو روتے دیکھ اس کے پاس عین سامنے بستر پر آبیٹھی تھیں۔ اور بیٹی کا ہاتھ تھام کر اب کے ناصحانہ، محبت بھرے انداز میں بولی تھیں۔

"ماما، آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔ آپ میری بات کا غلط مطلب لے گئی ہیں ابان کا رویہ میری دل آزاری کا باعث

بنتا ہے بس اس لیئے میں ایسا فیصلہ لے گئی ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں سمجھوتہ سے گھبرا رہی ہوں۔" وہ آنسو رگڑتے ہوئے اپنی صفائی میں بولی تھی۔

"ذمہ داری سے بھاگنا نہیں چاہتی میں لیکن ابان!" وہ لحظہ بھر کو رکی تھی۔

"ابان اور مجھے اپنا کوئی جوڑ نہیں لگتا۔۔۔" وہ لب چبا کر بولی تھی۔

"جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں۔۔تم یوں سوچ کر ابان کے جذبات کی توہین کی مرتکب ہو رہی ہو۔" وہ پر سوچ انداز میں بولی تھیں۔ وہ بیٹی کی سوچ و فکر کو اچھے سے سمجھ رہی تھیں وہ کچھ زیادہ ہی اسے سنا گئی تھیں مگر ایسا کرنا انھیں ناگزیر لگا تھا۔

"خیر میں نے جو کہا ہے اسے سوچنا ضرور کہ شادی کے بعد کوئی بھی مسئلہ ہوا تو اس کی تم ذمہ دار ہو گی۔ اس لیئے کل کے رونے سے اچھا کہ بروقت فیصلہ کرلو اور چاہو تو ذہن و دل کی ہر الجھن تم ابان سے مل کر کلئیر کرلو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" وہ بیٹی کے سامنے سے اٹھ گئی تھیں۔

"میڈیسن لے لینا اور صبح تک مجھے اپنا فیصلہ سنا دینا۔" وہ مدھم لہجہ میں فیصلہ کا کلی اختیار بیٹی کو سونپ گئی تھیں۔

اسی وقت دروازہ پر دستک دیتا احسن کارڈلیس لیئے چلا آیا تھا۔

"مکنون آپی' آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔" اس نے کارڈلیس فون بہن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔" وہ ترنت بولی تھی۔ احسن جہاں حیران ہوا تھا وہیں وہ بیٹی کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھنے لگی تھیں۔ احسن کے ہاتھ سے کارڈلیس لیتے ہوئے بیٹی کے سامنے رکھا تھا۔

"بات کرلو۔۔۔" وہ احسن کو چلنے کا اشارہ کر گئی تھیں وہ حیران ساماں کے پیچھے ہی چل پڑا تھا۔

"ہیلو۔۔!" ان دونوں نے ہی احسن کی ہی نہیں عابیہ کی بات بھی بخوبی سنی تھی اور یہی لگا تھا کہ وہ فون پر نہیں آئے گی۔ درمکنون متحیر جبکہ وہ لب بھینچے کھڑا تھا جب ہی عابیہ کا نم لہجہ ائیر پیس سے گونجا تھا۔

"عابی، کیسی ہو۔۔؟" دھیمے لہجہ میں درمکنون نے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ سرد لہجہ میں بولی تھی۔

"احسن نے مجھے تمھارے فیور کا بتایا تھا۔۔" وہ مدھم لہجہ میں کہنے لگی تھی کہ عابیہ نے اس کی بات ہی کاٹ دی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں اور مجھے ابھی تم سے بات نہیں کرنی۔ اللہ حافظ۔!" وہ سرد لہجہ میں کہتی لائن کاٹ گئی تھی۔ وہ لب چباتے ہوئے بھائی کو دیکھنے لگی تھی جو کچھ دیر پہلے ہی اس کے پاس آیا تھا اور اپنا سیل فون اس کی طرف بڑی خاموشی

کے ساتھ بڑھا دیا تھا۔ درمکنون نے کچھ کہے بنا عابیہ کا لینڈ لائن ڈائل کیا تھا۔ سوئے اتفاق کال پھر احسن نے ریسیو کی تھی اور عابیہ سے بات کروانے کا کہہ کر وہ بہن کے کمرے میں کارڈلیس لیئے پہنچ گیا تھا۔ درمکنون کو عابیہ سے اتنی سرد مہری کی توقع نہ تھی۔ ابان جو لب بھینچے کھڑا تھا اس نے بہن کے سامنے ہاتھ بڑھایا تھا وہ ڈرتے ڈرتے سیل ابان کو پکڑا گئی تھی کچھ کہتی کہ وہ بڑی تیزی میں بہن کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

"شاید عابیہ اور بھیا کی لڑائی ہو گئی ہے۔" اس نے ابان کے کال کے لیئے پریشان ہونے اور عابیہ کے بے حد سرد انداز پر مضطرب ہو کر سوچا تھا۔

ابان نے بہن کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے تک جاتے ہوئے کال ملائی تھی۔ عابیہ نے پہلی، دوسری، تیسری کال نظر انداز کر دی تھی مگر چوتھی بیل پر کال ریسیو کی تھی۔

"مکنون! پلیز' مجھے پریشان نہ کرو مجھے بات نہیں کرنی ہے اور مجھے ابان سے شادی نہیں کرنی تم بتا دو انھیں کہ عابیہ نے ان سے شادی نہیں کرنی۔۔۔ اس نے انکار کر دیا ہے۔۔۔" وہ کال ریسیو کر چکی تھی اس نے نمبر چیک نہیں کیا تھا اس کو یہی لگا تھا کہ درمکنون ہو گی اس لیئے وہ کال ریسیو کرتے ساتھ ہی بولتی چلی گئی تھی۔ ابان کو لگا تھا کوئی آسمان سر پر آ گرا ہے۔

"تم پاگل ہو گئی ہو یہ کیا بکواس کر رہی ہو۔۔" وہ جو مکنون سمجھ کر کہتی چلی گئی تھی ابان کی آواز سن کر دھک سے رہ گئی تھی۔

"جواب دو عابی یہ کیا بکواس کی ہے تم نے۔۔؟" وہ غصہ سے چیخا تھا کارڈلیس فون اس کے ہاتھ میں لرز کر رہ گیا تھا۔

"وہی جو سنی آپ نے کہ مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔" وہ خود کو کمپوز کرتی چیخی تھی۔

"وجہ۔۔؟" وہ عابیہ کے چیخنے پر اپنے اعصاب کو چٹختا محسوس کرتا بہت ضبط سے بولا تھا۔

"مجھے نہیں کرنی آپ سے شادی اور میرے انکار کو کسی وجہ کی ضرورت نہیں۔ میری مرضی جو چاہوں۔۔ جیسے چاہوں۔۔ جب چاہوں کروں۔" وہ روتے ہوئے بولی تھی۔ ابان سے غصہ ضبط کرنا محال ہو گیا تھا۔

"کرو من مانی۔ کرو اپنی مرضیاں۔ مگر یاد رکھنا کہ تمھارے اس فیصلہ سے کچھ غلط ہوا۔۔۔ اس فیصلہ کا اثر میری ماما جان پر ہوا تو میں تمھیں جان سے مار دوں گا۔" وہ بولا نہیں تھا کسی سوئے ہوئے شیر کی مانند غرایا تھا۔ عابیہ پوری جان سے لرز گئی تھی۔۔ مختصر سے ٹیلیفونک رابطہ میں وہ کہاں اس طرح مخاطب ہوا تھا اس کی اونچی آواز میں جو غراہٹ تھی وہ عابیہ کے چودہ طبق روشن کر گئی تھی۔

"تم نے مجھے فیڈر پیتا بچہ سمجھا ہے کہ جو تم چاہو گی وہ بلا چوں چرا مانتا جاؤں گا۔" اس کا بد تمیز لہجہ اور کاٹ دار انکار ایسا تھا کہ اس کی انا پر کاری ضرب لگا گیا تھا۔ اس لیئے وہ تمام نرمیاں، تمام تر محبت بالائے طاق رکھ کر بولا تھا۔ عابیہ سے محبت تھی۔ اس کی محبت میں اس کے نخرے برداشت کر رہا تھا تو یہ مطلب نہیں تھا کہ اس چھٹانک بھر کی لڑکی سے ذلیل بھی ہوتا۔ اس نے دل دیا تھا دل کا سودا نہیں کیا تھا کہ وہ عابیہ کا زر خرید غلام بن جاتا۔

"تم کیا مجھے بچہ سمجھتی ہو کہ محبت کا لولی پاپ منہ میں دیا میں تمھارا اور یہاں مزاج یار زرا بگڑا منہ پر تھپڑ لگایا اور لولی پاپ چھین لیا میں جاؤں بھاڑ میں جب دل چاہا شادی کی حامی بھری جب دل کچھ بھر گیا تو شادی سے انکار کر دیا۔ تم خود کو کچھ سمجھتی ہو تو بھی میری ایک بات یاد رکھو کہ محبت میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں اپنی توہین نہیں اور تم نے بلا جواز شادی سے انکار کر کے میرے جذبات کا مذاق اڑایا ہے۔ میری مردانگی پر طمانچہ لگایا ہے اور میں اس کے لیئے تمھیں بخشنے والا نہیں ہوں۔" وہ سرد لہجہ میں کہتا جا رہا تھا اور وہ سانس لینا ہی بھول گئی تھی اسے ابان سے کہاں اتنے غصہ کی امید تھی اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں بلند ہونے لگی تھیں۔

"اپنی نام نہاد انا سے نکلو اور دماغ کھول کر سن لو تمھارے انکار کو وجہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہ ہی انکار میری طرف سے ہو تو تم اور تمھاری فیملی کے لیئے لوگوں کو اس انکار کے جواز بتانے کو بھی ہزار داستانیں رقم کرنی ہوں گی۔" وہ تابوت میں آخری کیل ٹھونکتا رابطہ ہی منقطع کر گیا تھا۔ وہ پوری جان سے لرزتی سانس کو رکتا محسوس کرنے لگی تھی۔ کمرے کی خاموش فضا میں اس کی ہچکیاں بلند ہو رہی تھیں۔ ابان نے سیل فون بیڈ پر اچھال دیا تھا۔ اس کے ماتھے پر سبز رگیں ابھریں ہوئی تھیں۔ وہ اشتعال کو پل پل بڑھتا محسوس کرتا کمرے میں چکرا رہا تھا۔!

☆☆☆☆☆

"اف! جانے میں نے عابیہ پر غصہ کر کے ٹھیک کیا ہے یا نہیں۔" وہ عابیہ کا انکار سن کر مشتعل ہو گیا تھا مگر رابطہ منقطع کرنے کے بعد سے بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

"جتنی وہ جذباتی لڑکی ہے میرے غصہ کو الٹا ہی نہ لے جائے۔" اس نے ٹھہر کر سوچا تھا۔

"غصہ آنا تو فطری تھا اس نے بات ہی ایسی کی تھی مگر اشتعال انگیزی میں زیادہ ہی بول گیا تو یہ سوچ کر کہ وہ محسوس کر سکے کہ اس نے کتنی غلط بات کہی لیکن اس کی جذباتی فطرت کچھ اور ہی رنگ نہ دکھا دے۔" وہ احمق سی جذباتی لڑکی یوں من میں اتری تھی کہ وہ اس کی فکر کرنے پر خود کو مجبور پا رہا تھا۔

"شادی سے انکار کی اسے سوجھی کیا۔۔ مجھے عابیہ کی ماما سے بات کرنی چاہیئے۔ کچھ غلط ہو گیا۔ عابیہ کچھ کر بیٹھی تو جانے کیا ہو۔" اس نے مضطرب نگاہ گھڑی پر ڈالی تھی رات کے دس بج رہے تھے۔

"یہ وقت تو کال کے لیئے مناسب نہیں ہے۔ میں آنٹی سے صبح بات کروں گا۔" اس نے وقت دیکھ کر عابیہ کی والدہ سے بات کا ارادہ فی الحال ترک کر دیا تھا۔

"لیکن عابیہ کچھ کر بیٹھی تو۔ نہیں' نہیں۔ مجھے آنٹی سے ابھی بات کر لینی چاہئیے۔" اس نے کال کا ترک ارادہ پھر سے تشکیل دیا تھا اور کال ملائی تھی۔ تیسری بیل پر کال سوئے اتفاق زبیدہ نعمانی نے ہی ریسیو کی تھی۔ وہ ابان کی آواز سن کر ٹھٹکی تھیں اور اس کے تعارف کروانے پر مضطرب ہو گئی تھیں۔

ابان نے دھیمے شائستہ انداز میں تمام بات عابیہ کی ماما کے گوش گزار کر دی تھی۔ وہ سرخ چہرے کے ساتھ لب بھینچے کھڑی تھیں۔ ان کی بیٹی کی جذباتیت انھیں ابان کے سامنے شرمندہ کر گئی تھی۔ انھوں نے فی الوقت تو ابان کے کال پر ہونے پر شکر محسوس کیا تھا۔

"مجھے اندازہ ہے عابیہ کی حماقتوں کا اس لیئے میں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں۔" وہ مدھم شرمندہ لہجہ میں بولی تھیں۔

"آنٹی' آپ ایسا کچھ نہ کہیں کہ مجھے شرمندگی ہو۔ میرا مقصد آپ کی دل آزاری نہیں ہے بس عابیہ کا انکار کیسی قیامت لا سکتا ہے اسی کے خوف نے مجھے آپ سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔" وہ شرمندہ ہوتا' بے حد مدھم، احترام دیتے لہجہ میں بولا تھا۔

"عابیہ کی جذباتیت سے تو میں بھی پریشان ہوں۔ مگر آپ یقین رکھیں عابی کچھ غلط نہیں کرے گی۔ آپ کو اس سے شکایت نہ ہوگی۔" ابان کا محترم' عزت دیتا لہجہ زبیدہ نعمانی کے اندر طمانیت کی لہر دوڑا گیا تھا۔ اس لیئے وہ نرمی سے بولی تھیں۔

"آنٹی یہ رشتہ میں نے دل کی خوشی سے باندھا ہے۔ عابیہ میرے لیئے بہت قابل احترام ہے۔ محبت کرتا ہوں اس کی جذباتیت، تمام تر حماقتیں مجھے قبول ہیں۔ لیکن پتہ نہیں کیوں عابیہ اتنے شکوک و شبہات کا شکار ہے۔" وہ بہت نرم انداز میں اظہار کے ساتھ اپنی صداقت کا یقین سونپتا آخر میں بے بس ہوا تھا۔

"اس کے کچھ تحفظات ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ شادی کے بعد سب سیٹ ہو جائے گا۔" وہ صاف کہہ نہیں سکتی تھیں کہ ان کی بیٹی محبت تو کرتی ہے مگر احساس کمتری میں مبتلا ہو کر محبت محسوس کر کے بھی نہیں کر پا رہی۔ اس لیئے قدرے سنبھل کر بولی تھیں۔

"مجھے عابیہ کی عام صورت سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے کہ محبت نے میرے لیئے عابیہ کو ہی سب سے حسین' سب سے مکمل بنا دیا ہے۔ میں کبھی عابیہ کو اس بات کے لیئے ٹارچر نہیں کروں گا۔ وہ یہ وہم ذہن و دل سے نکال دے کہ میں

شادی کے فیصلے پر پچھتاؤں گا کہ محبت کبھی پچھتاوا نہیں بنتی ۔۔۔" وہ ان کے بن کہے بھی سمجھتا بات آگے بڑھا گیا تھا ۔انھوں نے یکدم ہی ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"عابیہ نے اس طرح کبھی سوچا نہیں ہے ابان کہ ہم نے کبھی اسے صورت و دولت کی اہمیت نہیں سمجھائی ہم نے اسے سیرت و انسانیت کا درس دیا ہے بس وہ جو آپ سے محبت ہے نا وہ اسے کمزور کر رہی ہے کیونکہ وہ آپ کو کھونے سے ڈرتی ہے۔" وہ مصلحت و حیا کا دامن تھامے بیٹی کے جذبات اس کے گوش گزار کر گئی تھیں کہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ابان ان کی بیٹی سے بدگمان ہو۔ اس لیئے بیٹی کے جذبات اس تک پہچانا ضروری ہو گیا تھا۔

"آنٹی میں عابیہ کے جذبات نہ صرف سمجھتا ہوں قدر بھی کرتا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔ میری جانب سے عابیہ کے ساتھ کبھی کوئی زیادتی نہ ہو گی کہ محبت اور رشتے میرے لیئے بہت معنی رکھتے ہیں۔" وہ مدھم لہجہ میں بولا تھا وہ اطمینان سے مسکرادی تھیں۔

"ہمیں تم پر بھروسہ ہے ابان ایسے ہی اپنی لاڈلی تمھارے نکاح میں نہیں دے رہے۔" وہ قدرے بے تکلف انداز میں بولی تھیں۔

"عابیہ کو لگتا ہے کہ میں اسے جان کر نظر انداز کرتا ہوں جبکہ میری جتنی بزی لائف ہے میرے لیئے اپنے لیئے وقت نکالنا ناممکن ہو جاتا ہے وہ میری مجبوری کو سمجھے کہ وہ جس طرح ابھی ردعمل ظاہر کرتی ہے یونہی چلا تو شادی کے بعد زندگی دشوار ہو جائے گی اور میں عابیہ کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنا چاہتا ہوں اس لیئے میں ابھی بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ عابیہ کو سمجھائیں۔" وہ ان کے انداز پر جھینپ کر کچھ دیر کے لیئے خاموش ہو گیا تھا پھر خود کو کمپوز کر کے بولا تھا۔

"ابان بیٹا! آپ پریشان نہ ہو میں عابیہ کو سمجھاؤں گی۔" وہ اسے تسلی دے کر رابطہ منقطع کر گئی تھیں۔

"میں جو تمھاری بے وقوفیاں برداشت کر رہا ہوں آگے کرنے کا مصمم ارادہ کیئے ہوئے ہوں تو اسی یقین پر کہ تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔ میرے لیئے تم معنی رکھتی ہو۔ تمھاری خوشی معنی رکھتی ہے۔" وہ عابیہ کی ماما سے بات کر کے سکون سا محسوس کرتے ہوئے سوچ رہا تھا اور اپنی سوچ پر خود ہی مسکرا دیا تھا۔

حرفِ زبان سے "رکوع" تک
آنکھوں کے نیل سے "سجود" تک
میرا "عشق" تیرے گرد ہے
فریاد سے "کُن فیکون" تک۔۔

☆☆☆☆☆

"عابی' تم نے ابان سے کیا بکواس کی ہے۔" وہ بے حد ڈر کر ماں کو دیکھنے لگی تھی۔ رات وہ ابان سے بات ہونے کے بعد ہی بیٹی سے بات کرنا چاہتی تھیں لیکن اس کی بیماری کے خیال سے وہ چپ کر کے صبح ہونے کا انتظار کرنے لگی تھیں۔ بارہ بجے دن کے وہ ملازمہ کے جگانے پر جاگ کر لاؤنج میں آئی تھی۔ ملازمہ نے اس کے سامنے ناشتہ لا کر رکھ دیا تھا وہ اتنی دیر تک بیٹی کا جائزہ لیتیں ملازمہ کو ہدایت دیتی جارہی تھیں کہ آج چار بجے تک اسلام آباد سے مہمان آجانے تھے اس لیئے وہ شوہر و بیٹے کے آفس جانے کے بعد جو ایک گھنٹہ سو جاتی تھیں آج ناغہ کر گئی تھیں کہ انھیں بہت سے انتظامات دیکھنے تھے۔ اس نے ناشتہ مکمل کیا تھا ملازمہ ٹرے اٹھائے نکل گئی تھی۔ وہ چائے کی چسکیاں لیتی کسی گہری سوچ میں تھی کہ وہ ایک دم ہی بول پڑی تھیں۔

"کچھ پوچھا ہے میں نے عابی۔۔!" وہ بیٹی کے چپ رہنے پر مزید درشتگی سے سوال کر گئی تھیں۔

"آپ کی ان سے کوئی بات ہوئی ہے۔" وہ خالی مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے چور لہجہ میں پوچھ گئی تھی۔

"ہاں! رات ابان کا فون آیا تھا وہ بتا رہا تھا کہ تم نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔" وہ اس کے لٹھے کی مانند سپید پڑتے چہرے کو دیکھ سرد لہجہ میں بولی تھیں اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"جب میں نے رات تمھیں سمجھایا تھا تو تم نے ابان سے بکواس کیوں کی۔؟ رشتوں کو تم نے مذاق سمجھا ہے۔۔ جب دل چاہا جوڑا، جب دل چاہا توڑا۔" وہ ہرگز بھی نرم نہ پڑی تھیں وہ ان ماؤں میں سے نہیں تھیں کہ بیٹی کی بے جا حمایت کرتیں۔

"ماما' مجھے نہیں آیا کچھ بھی سمجھ۔۔ میں اتنی دلبرداشتہ ہوئی کہ غصہ میں ابان سے بدتمیزی کر گئی۔ کہہ دیا کہ نہیں کرنی شادی۔" وہ رونے لگی تھی۔ وہ لب بھینچ گئی تھیں۔

"تم نے تو کہنے کو کہہ دیا مگر آگے کی نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔ کچھ گھنٹوں تک مہمان آنا شروع ہو جائیں گے تمھاری جذباتیت ہمارے سروں پر خاک مل دے گی تمھارے پاپا جس نے ہمیشہ تمھیں عزت و مان دیا محبت کا شجر سایہ دار ثابت ہوئے وہ تناور درخت آج ایک تمھارے جذباتی فیصلہ کے باعث گر جائے گا، ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔" وہ تلخ ہوئی تھیں، ان کا لہجہ آنچ دیتا ہوا تھا اور وہ تڑپ کر صوفہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ماما' ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ میں 'ابان سے اپنے رویئے کی معذرت کر لوں گی۔۔ وہ شادی سے انکار نہیں کر سکتے۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اضطراب سے آپس میں مسل رہی تھی۔

"شادی سے انکار تم نے کیا ہے وہ بھلا مانس تو اس سب کی وجہ سے بڑا ہی پریشان ہے۔" وہ بیٹی کے پریشان ہونے

سے متاثر ہوئے بنا خفگی سے بولی تھیں۔

"جب میں نے ابان سے کہا کہ مجھے ان سے شادی نہیں کرنی تو وہ بہت خفا ہوئے انھوں نے کہا تھا کہ وہ شادی سے انکار کر دیں گے۔" وہ متحیر رہ گئی تھیں کہ ان کی جب ابان سے بات ہوئی وہ غصہ میں نہیں تھا نہ ہی اس نے شادی ختم کرنے کی بات کی تھی۔

وہ ماں کو ابان سے ہوئی تمام بات اس کے اشتعال تک بتا گئی تھی۔ جسے سن انھیں سمجھنے میں دیر نہ لگی تھی کہ ابان نے عابیہ سے جو کہا تھا اس کا دماغ درست کرنے کو کہا تھا۔ انھیں بیٹی پر غصہ آنے کے ساتھ اس کی قسمت پر رشک آنے لگا تھا کہ ابان نے مردانگی و انا کا پرچار کرنے کی بجائے محبت اور صلح جو انداز اپنایا تھا۔ ان کے دل میں ابان کے لیئے قدر و احترام مزید بڑھ گیا تھا۔

"وہ شادی سے انکار کر سکتا تھا عابیہ، مگر اس نے ایسا نہیں کیا اس نے مجھے فون شادی روکنے کے لیئے نہیں تمھیں سمجھانے کا کہنے کے لیئے کیا تھا۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے اسے تمھاری پرواہ ہے اور تم جانے کن شکوک و شبہات میں الجھی ہو کہ تمھیں ابان کی آئینہ کی مانند شفاف محبت نظر ہی نہیں آرہی۔" وہ ابان سے ہوئی بات اس کو بتاتیں گہری یاسیت سے بولی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں ماما!" وہ سوں سوں کرتی ماں کے قریب صوفہ پر بلکل ان کے ساتھ آ بیٹھی تھی۔

"معافی تو تمھیں ابان سے مانگنی چاہیئے۔ تم نے اسے تکلیف پہنچائی ہے۔" وہ بیٹی کے متورم چہرے کو دیکھتے ہوئے معدوم ہوتی ناراضگی کے ساتھ بولی تھیں۔

"میں ابان سے سوری کر لوں گی ماما۔۔!" وہ نظر چرا کر منمنائی تھی۔

"میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ اگر ایک ہی غلطی بار بار دہرائی جائے تو وہ عادت بن جاتی ہے اور تم نے اپنی کسی بھی جذباتی حرکت کو ہر گز بھی دہرا کر اسے عادت نہیں بنانا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر نہایت شفقت سے ناصحانہ انداز میں سمجھا رہی تھیں۔ وہ سوں سوں کرتی اثبات میں گردن ہلا گئی تھی گویا اقرار کیا تھا کہ آئندہ ایسا کچھ نہیں کرے گی۔

"یہ کبھی مت بھولنا کہ بیٹی کی غلطی ماں معاف کر کے بھول سکتی ہے، باپ معاف کر کے بھی نہیں بھولتا اور شوہر وہ معاف کر دے تو بھولتا نہیں ہے اور بھول جائے تو معاف نہیں کرتا۔" وہ ماں کو حیرت سے دیکھ رہی تھی کم عمر تھی زندگی کو اتنا برتا نہیں تھا اس لیئے انجان تھی مگر اس کی ماں دنیا کو، زندگی کو برت چکی تھی وہ سب جو وہ اپنی ماں سے سیکھ کر آئی تھیں وہ آج بیٹی کے پلو سے باندھ رہی تھیں کہ نسل در نسل اچھائی و نیکی ہی نہیں تربیت اور روایات بھی چلتی ہیں

اور وہ آج اپنی بیٹی کو اپنی تربیت کا امین بنا گئی تھیں کہ وہ جب تک میکے میں تھی تربیت کے مرحلے میں تھی سسرال جا رہی تھی یعنی تربیت کو ثابت کرنے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ اور دنیا کی کوئی ماں یہ نہیں چاہتی کہ اس کی بیٹی سسرال جا کر ناک کٹوا دے کہ ایک ماں کو اپنی تربیت پر فخر تب ہی محسوس ہوتا ہے جب اس کی بیٹی ایک اچھی بہو، ایک اچھی بیوی ثابت ہوتی ہے۔ مگر ایک عورت اچھی بہو، بہترین بیوی یوں ہی نہیں بن جاتی اس کے لئیے اپنی 'میں' 'اپنی' 'انا' مارنی پڑتی ہے اسی لئیے وہ بیٹی کو جھک کر، قربانی دے کر رشتوں کو بچانے کا گر سکھا رہی تھیں۔ وہ تو اپنا فرض ادا کر رہی تھیں۔ باقی عابیہ پر تھا کہ وہ ماں کی تربیت کی لاج رکھتی ہے یا مان توڑ دیتی ہے کہ ماں کی تربیت کی کسوٹی پر ہر بیٹی نہیں اترا کرتی۔۔۔!

"عابیہ میری اس بات کو یاد رکھنا اور کبھی ایسی نوبت نہ آنے دینا کہ تمھارا مقام تمھارے شوہر کے دل میں کم ہو جائے کہ نگاہ سے اتری عورت تو ایک نہ ایک دن اپنا مقام بحال کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے لیکن دل سے اتری عورت لاکھ سر پٹخے، جھکے، مرد کے لئیے مٹی ہو جائے۔ مرد کے دل سے ایک بار اتر گئی۔۔ تو بس اتر گئی۔ اور تم نے کچھ ایسا کبھی نہیں کرنا کہ تم شوہر کے دل سے اتر جاؤ کہ مرد کے دل تک واپس جانے کی سیڑھی بنی ہی نہیں ہے جو نکلا بس ہمیشہ کے لئیے گیا۔" وہ اسے بہت کچھ باور کرواتیں، اونچ' نیچ سمجھاتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور وہ خاموش بیٹھی رہ گئی تھی۔

"میں نے تو اپنے دل پر پاؤں رکھ کر شادی سے انکار کا ڈرامہ اس لئیے کیا تا کہ اگر ابان اپنے فیصلہ پر پچھتا رہے ہوں تو ابھی ہی کوئی فیصلہ کر لیں مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ابان یوں غصہ ہو جائیں گے۔" وہ وہیں بیٹھی سوچ رہی تھی۔

"پتہ نہیں ابان کا غصہ اتر گیا ہے یا وہ ابھی بھی غصہ میں ہیں۔" وہ کچھ سوچ کر ماں کے کمرے کی طرف بڑھتی خود کلامی کر رہی تھی۔

"ابان کو غصہ ہوتا تو وہ ماما کو کال کر کے مجھے سمجھانے کا نہ کہتے۔" اس نے خود کو تسلی دی تھی ماں کے سیل فون میں اپنی سم ایکٹو کی تھی اور ابان کا نمبر ڈائل کیا تھا مگر کال ریسیو نہیں کی گئی تھی۔

"ابان شاید مجھ پر بہت غصہ ہیں جب ہی میری کال ریسیو نہیں کر رہے۔" وہ بڑبڑائی تھی۔ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

"آئی ایم سوری ابان۔۔" اس نے میسیج سینڈ کیا تھا۔ مگر جواب ندارد۔

"میں جو ابان کے ساتھ کر چکی ہوں جس طرح شادی سے انکار کر کے ان کی انا کو جو ٹھیس پہنچا چکی ہوں ایسے میں وہ اتنی آرام سے تو میری کال ریسیو نہیں کریں گے۔" وہ بیڈ پر گرتی رونے لگی تھی۔ وقفہ وقفہ سے وہ کال ملا رہی تھی مگر بیل جا رہی تھی مگر ابان نے کال ریسیو نہ کی تھی۔ اور آج اسے اپنی غلطی کا احساس تھا اس لئیے وہ ابان سے بدگمان نہیں ہو رہی تھی وہ یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ ابان اس کی کال کیوں ریسیو نہیں کر رہا کہ اسے یقین تھا کہ وہ ایسا جان کر کر رہا ہے

اور وہ اسے حق بجانب سمجھتی احساس ندامت میں گھری کال بار بار ملاتی بس روئے جا رہی تھی۔ کچھ میسیج بھی کیئے تھے جس میں سوری ہی کی تھی لیکن دوسری جانب مکمل خاموشی تھی اس نے ظہر کی نماز ادا کی تھی سوا دو بجے کا وقت تھا جب اس کے موبائل پر میسیج ٹیون ہوئی تھی۔ اس نے بڑی بے قراری سے موبائل اٹھایا تھا میسیج ابان کی ہی طرف سے موصول ہوا تھا۔ اس نے کچھ نہیں کہا تھا اور سب کچھ کہہ دیا تھا شاعری پر نظر پھسل رہی تھی آنسو گرتے جا رہے تھے۔

"یعنی یہ طے ہوا کہ میں ابان کے دل سے اتر گئی ہوں۔ میں نے جو ہمیشہ واویلا کیا ایک منٹ کی تاخیر پر بھی۔۔ آج وہ صاف کہہ چکے کہ وہ مصروف ہیں۔ ان کے پاس میرے لیئے وقت نہیں اگر میں شادی سے انکار کر کے ان کی بے عزتی کر سکتی ہوں تو وہ مجھ سے محبت کا ہر تعلق ختم کر سکتے ہیں تو کیا میں ابان کو ان کی محبت کو آزماتی ان کی نظر سے گرتی دل سے بے دخل ہوتی محض مجبوری بن گئی ہوں۔ گلے پڑا وہ ڈھول جسے وہ رشتوں کے لیئے بجاتے جائیں گے۔ محبت وانا میں سے ابان انا چن چکے یعنی میرے لیئے آگے زندگی میں محض خسارے درج ہیں۔" وہ روتی جا رہی تھی سوچتی جا رہی تھی نگاہ موبائل اسکرین پر لگی تھی جہاں وصی شاہ کی غزل "لاسٹ کال" ابان کی بے مروتی کی گواہ بنی اس کی امیدوں کے مینار تاراج کر گئی تھی۔

کل ہمیشہ کی طرح اس نے کہا یہ فون پر
میں بہت مصروف ہوں مجھ کو بہت سے کام ہیں
اس لیے تم آؤ ملنے میں تو آ سکتی نہیں
ہر روایت توڑ کر اس بار میں نے کہہ دیا
تم جو ہو مصروف میں بھی بہت مصروف ہوں
تم جو ہو مشہور تو میں بھی بہت معروف ہوں
تم اگر غمگین ہو میں بھی بہت رنجور ہوں
تم تھکن سے چور تو میں بھی تھکن سے چور ہوں
جان من ہے وقت میرا بھی بہت ہی قیمتی
کچھ پُرانے دوستوں نے ملنے آنا ہے ابھی
میں بھی اب فارغ نہیں مجھ کو بھی لاکھوں کام ہیں
ورنہ کہنے کو تو سب لمحے تمھارے نام ہیں
میری آنکھیں بھی بہت بوجھل ہیں سونا ہے مجھے

رتجگوں کے بعد اب نیندوں میں کھونا ہے مجھے

میں لہو اپنی اناؤں کا بہا سکتا نہیں

تم نہیں آتی تو ملنے میں بھی آ سکتا نہیں

اس کو یہ کہہ کر وصی میں نے ریسیور رکھ دیا

اور پھر اپنی انا کے پاؤں پے سر رکھ دیا

☆☆☆☆☆

ابان میٹنگ میں تھا واپسی پر اس نے سیل فون چیک کیا تھا تقریباً ڈھائی گھنٹوں میں عابیہ کی اڑتیس مس کالز اور بیس کے لگ بھگ میسیجز تھے۔

وہ کہتی ھے اپنا بہت خیال رکھوں

سوچتا ھوں

خیالوں میں خیال اسی کے ھیں

کبھی الجھے ھیں گزری راتوں میں

کبھی کھوئے ھیں تیری باتوں میں

کبھی خیال ھے تیرے حال کا

کبھی خیال ھے تیری مس کال کا

اپنا خیال کیسے رکھوں

"عابیہ بھی حد کرتی ہے یا تو ایک دم اتنی اجنبی کہ بات کرتے بھی ڈر لگے اور ایک دم ہی اتنی آشنا و مہربان کے خود پر رشک آنے لگے۔" اس نے سیل فون ٹیبل پر ڈالتے ہوئے دلگرفتگی سے سوچا تھا۔

"لیکن خیر جو بھی ہے محسوس یہی ہوتا ہے کہ محترمہ کا غصہ اتر گیا ہے اور اب شرمندہ سی رابطہ کی کوشش میں ہے۔" اس نے ایک گہری سانس کھینچی تھی۔

"عابیہ کا دماغ درست کرنے کے لیئے اسے ایک بار تو بے مروتی و سنگدلی کی مار مارنی ہی ہو گی۔ ایسا نہ کیا تو محترمہ کے دماغ کا پھر اللہ ہی حافظ۔۔" دل نے کہا تھا کہ اسے کال بیک کرے مگر دماغ سمجھداری کا علم اٹھائے سامنے آ گیا تھا۔ کافی دیر کی سوچ بچار کے بعد اس نے سیل فون اٹھایا تھا اور ناراضگی سے بھری، انا سے مزین، بدلے کے سارے رنگوں سے سجی، محبت کو انا کا لبادہ پہناتی غزل سینڈ کر گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ عابیہ کی طرف سے جواب کا منتظر رہا تھا مگر دوسری

جانب مکمل خاموشی تھی وہ سر جھٹک کر کام میں مصروف ہو گیا۔

جنونِ عشق کی رسمِ عجیب، کیا کہنا!

میں اُن سے دور، وہ میرے قریب، کیا کہنا!

یہ تیرگی مسلسل میں ایک وقفہ نور

یہ زندگی کا طلسمِ عجیب، کیا کہنا!

جو تم ہو برقِ نشیمن، تو میں نشیمنِ برق

الجھ پڑے ہیں ہمارے نصیب، کیا کہنا!

ہجوم رنگ فراواں سہی، مگر پھر بھی

بہار، نوحہ صد عندلیب، کیا کہنا!

ہزار قافلہ زندگی کی تیرہ شبی

یہ روشنی سی افق کے قریب، کیا کہنا!

لرز گئی تری لو میرے ڈگمگانے سے

چراغِ گوشہ کوئے حبیب، کیا کہنا!

☆☆☆☆☆

"کب سے آئے تیرے دلہا راجہ

اب دیر نہ کر جلدی آجا"

لائبہ کی گنگناہٹ پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تمھارے ہونے والے دلہا صاحب تشریف لائے ہیں۔" لائبہ کی بات پر وہ دھک سے رہ گئی تھی۔ اور متحیر سی اسے دیکھنے لگی تھی۔ جو گنگنا رہی تھی۔

"ساجن جی گھر آئے 'ساجن جی گھر آئے

دلہن کیوں شرمائے 'ساجن جی گھر آئے"

اس کی خالہ کی فیملی اسلام آباد سے دن تین بجے آگئی تھی۔ لائبہ سے اس کی کافی دوستی تھی وہ جب سے آئی تھی

اسے تنگ ہی کر رہی تھی اس پر مستزاد ابان کی آمد وہ اس کی جان کو آگئی تھی۔ درشہوار کی بیماری کے باعث ان کا پروگرام ملتوی ہو گیا تھا مگر آج وہ لوگ بری لے کر آگئے تھے۔ درمکنون اور ابان کے علاوہ نوراں تھی اس کی بیٹی نہیں آ سکی تھی۔

"چل نہ عابی، بس ایک نظر دیدار کر لے سچ میں تیرے ہونے والے وہ بھی کب سے تجھے ہی نظروں ہی نظروں میں تلاش رہے ہیں۔" لائبہ نے آنکھیں مٹکا کر شرارت سے کہا تھا۔

"میں نہیں جا سکتی۔ مجھے اگر ڈرائنگ روم تک جانا ہوتا تو ماما مجھے اب تک ڈرائنگ روم میں بلا چکی ہوتیں۔" وہ دھیمے سے بولی تھی کہ وہ تو یہ ہی سوچ کر حیران تھی کہ ان لوگوں نے آنا تھا تو اسے ماما نے بتایا کیوں نہیں تھا۔ جبکہ وہ خود بھی انجان تھیں کوئی ایک گھنٹہ قبل درشہوار کی کال آئی تھی کہ وہ لوگ آرہے ہیں اور وہ کچھ کر پاتیں یا بیٹی کو ہی بتاتیں کہ وہ لوگ آ گئے تھے۔ مگر وہ مطمئن اس لیئے تھیں کہ عابیہ نے ان لوگوں کے سامنے تو آنا ہی نہ تھا۔ کچھ دیر میں درمکنون خود اس کی کمرے میں آگئی تھی وہ لائبہ کو جانتی تھی دونوں میں بے تکلفی بھی تھی اور اب وہ دونوں مل کر عابیہ کو تنگ کر رہی تھیں۔ وہ دونوں کورس میں گنگنا رہی تھیں۔

اب تو پیا کے دیس میں سارا جیون مجھے بتانا ہے
مجھے ساجن کے گھر جانا ہے، مجھے ساجن کے گھر جانا ہے

عابیہ چپ تھی وہ درمکنون سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن لائبہ کی موجودگی میں نہیں پوچھ سکتی تھی۔ لائبہ کو اسی وقت ملازمہ بلانے چلی آئی تھی اس کے جاتے ہی وہ درمکنون سے پوچھ گئی تھی۔

"ابان، کیا بہت غصہ میں ہیں؟" وہ دوست کو دیکھنے لگی تھی جو بہت مضطرب نظر آرہی تھی۔ جس وقت عابیہ نے فون پر کہا تھا کہ وہ ابان سے شادی نہیں کرے گی اسے دکھ بھی ہوا تھا غصہ بھی آیا تھا۔ وہ اس سے جواب طلبی بھی کرتی مگر ابان نے اسے چپ رہنے اور ماما جان سے بلکل بھی زکر نہ کرنے کی تائید کر دی تھی۔ اس لیئے وہ چپ رہی تھی۔

"بھیا، غصہ میں ہیں یا نہیں یہ مجھے اندازہ نہیں ہے کہ وہ بہت نارمل نظر آرہے ہیں مگر مجھے تمھاری حرکت بہت بری لگی ہے۔ بھیا کا نہیں پتہ مگر مجھے تم پر بہت غصہ ہے۔" درمکنون صاف گوئی سے قدرے ناراضگی سے بول گئی تھی۔ عابیہ کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ اس نے ذہن و دل کی ہر بات اپنی حرکت کے تمام اسباب درمکنون کے سامنے رکھ دیئے تھے۔ وہ تاسف میں مبتلا ہو گئی تھی۔

"بھیا، تم سے محبت کرتے ہیں عابی اور تم جانے کن وہمات میں پڑی رہتی ہو۔" وہ وجہ جان کر مدھم پڑ گئی تھی کہ عابیہ نے سب کچھ صرف ابان کی محبت جج کرنے کو کیا تھا اس کی حماقت پر درمکنون بس جھنجلا کر رہ گئی تھی۔

"مگر اب ابان' مجھ سے بہت ناراض ہو گئے ہیں۔ صبح سے میں کال کر رہی ہوں مگر انھوں نے کال بیک نہیں کی۔ ان سے کہنا مکنون کہ میں ان سے بہت محبت کرتی ہوں انھیں کھونا نہیں چاہتی جو کیا صرف خدشوں و وہمات کے سبب کیا ۔" وہ باقاعدہ رو رہی تھی۔

"اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔۔۔ تم پریشان نہ ہو۔۔۔ بھیا تم سے بات کر لیں گے۔" وہ عابیہ کو روتا نہیں دیکھ پائی تھی بہت محبت سے یقین سونپا تھا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" وہ سوں سوں کرتی ترنت بولی تھی اور در مکنون ہنس دی تھی۔

"ابھی تو ممکن نہیں ہے مگر شام میں محسن بھیا کے نکاح و مہندی کی تقریب میں اچھے سے تیار ہو کر آنا بھیا تمھیں دیکھ کر ہی۔۔۔" وہ شرارت سے کہتی بات ادھوری چھوڑ کر معنی خیزی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ اسے یکدم ابان کی فرمائش یاد آئی تھی اور اسے اپنے غصہ و فضول پلاننگ پر غصہ آنے لگا تھا۔ اسے گم صم دیکھ در مکنون نے پوچھ لیا تھا اور وہ اسے بتا گئی تھی۔ جس پر در مکنون کھلکھلا دی تھی۔

"یہاں میری جان پر بنی ہے اور تمھیں ہنسی آرہی ہے تم تو ابھی سے میری نند بن گئی ہو۔" اس نے در مکنون کو تاسف سے دیکھا تھا۔

"تمھاری بری کے جوڑوں میں کئی سوٹ سبز رنگ کے ہیں اس میں سے کوئی بھی پہن لینا بھیا کا لیا ہوا ان کے من پسند رنگ کا جوڑا پہن کر ان کے سامنے جاؤ گی تو وہ ناراضگی بھول جائیں گے۔" وہ ہنستے ہوئے بے تکلف سا مشورہ دے گئی تھی۔ عابیہ شرماتے ہوئے چہرہ جھکا گئی تھی اسی وقت لائبہ چلی آئی تھی اور پھر وہ دونوں مل کر اسے چھیڑنے لگی تھیں۔ وہ عابیہ کو دائیں' بائیں سے گھیرے ہوئے تھیں اور کورس میں گنگنا رہی تھیں۔

میری بنو کی آئے گی بارات کے ڈھول بجاؤ جی
میری لاڈو کی آئے گی برات کے ڈھول بجاؤ جی
سجنا کے گھر تو جائے گی' یاد ہمیں تیری آئے گی
جا کے پیا کے دیس میں ہمیں نہ بھلانا
اب رہے گی یہ سیاں جی کے ساتھ' کے ڈھول بجاؤ جی

لائبہ نے عابیہ کے کاسنی دوپٹہ کو اس کے سر پر ڈال دیا تھا۔ جس پر عابیہ کا چہرہ حیا سے سرخ پڑ گیا تھا۔ وہ دونوں کھلکھلائی تھیں اور وہ حیا سے سرخ پڑتی ان دونوں سے بچنے کو واش روم میں بند ہو گئی تھی ان دونوں کی ہنسی نے اور

گنگناہٹ نے عابیہ کا تعاقب کیا تھا۔

مہندی لگا کے رکھنا' ڈولی سجا کے رکھنا

لینے تجھے او گوری آئیں گے تیرے سجنا

☆☆☆☆☆

"آپا' آپ کو ابان کیسا لگا۔" وہ سب لوگ لاؤنج میں جمع تھے۔ ابان کے گھر سے آئی بری دیکھ رہے تھے۔ ایک ایک چیز بڑی ہی شاندار تھی۔ وہ سب سامان کو سراہتے عابیہ کی قسمت پر رشک کرتے اس کے لیئے دعا گو تھے۔ لائبہ اسے زبردستی سب کے درمیان لے آئی تھی اور وہ چہرہ جھکائے بیٹھی تھی۔ زبیدہ نعمانی نے ملازمہ کو سامان سمیٹ کر عابیہ کے کمرے میں پہنچانے کا کہا تھا اور دھیمے سے بہن سے پوچھا تھا۔

"بہت اچھا لگا۔ اللہ' عابی کے نصیب اچھے کرے۔" وہ دل سے بولی تھیں اور لائبہ نے ماں کی بات سن عابیہ کے کہنی مار کر آنکھیں گھمائی تھی وہ لائبہ کو ایک نظر دیکھ کر نظر جھکا گئی تھی۔

"محسن کے سسرال کب تک جانا ہے؟" لائبہ کے بھائی ولید نے پوچھا تھا۔

"ابھی تو چھ بج رہے ہیں۔۔۔ تقریباً نو بجے تک جائیں گے۔" زبیدہ نعمانی نے بھانجے کو جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں کچھ دیر تک آتا ہوں۔" وہ کسی ضروری کام کا کہہ کر چلا گیا تھا۔ زبیدہ نعمانی نے ارجنٹلی جو کچھ بہو کے لیئے بنایا تھا وہ ان سب کو دکھانے لگی تھیں۔ پیکنگ ان لوگوں نے پروفیشنلز سے کروائی تھی ہر چیز خوبصورت پیکنگ کے ساتھ بہت ہی اچھی لگ رہی تھی۔

"آج نکاح ہے اور ابھی تک نکاح کا جوڑا بھیجا ہی نہیں ہے۔" وہ بہن کو حیرت سے دیکھنے لگی تھیں۔

"میں نے تو یہی سوچا جب جائیں گے تب لے جائیں گے۔" زبیدہ نعمانی نے جواب دیا تھا۔

"بری پہلے ہی جاتی ہے یہی دنیا کی رسم ہے۔ اب عابیہ کی ساس کو ہی دیکھ لو بیمار ہیں مگر دنیاوی رسومات کی ادائیگی اچھے سے کی ہے اور ایک تم ہو بس سوچ بیٹھی ہو۔" انھوں نے بڑی بہنوں والا حق استعمال کرتے ہوئے زبیدہ نعمانی کو ڈپٹا تھا۔

"اچھا آپا' آپ ناراض نہ ہوں میں بری بھیجنے کا انتظام کرتی ہوں۔" وہ بہن کی بات کا برا منائے بنا دھیمے سے کہہ گئی تھیں۔ کچھ دیر بعد شاہ مینشن کال کی تھی اور بری لے کر آنے کا بتایا تھا کہ عبرود کی ماما نے کہہ دیا تھا کہ وہ زحمت نہ کریں اور تقریب میں آتے ہوئے لے آئیں۔ وہ چپ کر گئی تھیں اور بہن کو بیٹے کی ساس کا جواب بتا دیا تھا۔

"جیسے ان لوگوں کی مرضی مگر کل دن میں ہی ابان کی بری پہنچا دینا۔" وہ اثبات میں گردن ہلا گئی تھیں۔ وہ دونوں

اٹھ کر عابیہ کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گئی تھیں۔

"تم آج کونسا ڈریس پہنو گی؟" ولید کی بیوی ماہرہ نے عابیہ سے پوچھا تھا۔ اس نے سبز رنگ کی گھیر دار فراک ان کے سامنے کر دی تھی جس پر گولڈن کام تھا۔ چوڑی دار پاجامہ گولڈن رنگ کا تھا۔

"آجکل تو بیل باٹم اور ٹراؤزر کا فیشن ہے چوڑی دار تو آوٹ آف فیشن ہی سمجھو۔" ماہرہ کی بات پر اس کا چہرہ بجھ گیا تھا۔

"بھابھی، چوڑی دار پاجامہ کا فیشن کبھی آوٹ نہیں ہوتا۔" وہ عابیہ کے چہرے کو تاریک ہوتے دیکھ دھیمے سے بولی تھی۔ ماہرہ کو نند کی بات سے اتفاق تو تھا مگر ظاہر نہ کیا تھا۔ ماہرہ کی عادت تھی بے جا تنقید کی۔ مگر لائبہ کا جواب اسے برا لگا تھا وہ کچھ کہے بنا کمرے سے نکل گئی تھی۔

"شاید بھابھی ناراض ہو گئی ہیں۔" عابیہ کو فکر ہوئی تھی۔

"تم بھابھی کو رہنے دو اور تم یہی ڈریس پہنو۔ بہت خوبصورت سوٹ ہے۔ ابان بھائی تو نگاہ نہیں ہٹا پائیں گے۔" لائبہ اپنی بھابھی کی فطرت سے واقف تھی اس لیئے موضوع بدل گئی تھی جبکہ وہ بری طرح جھینپ گئی تھی۔ لائبہ نے اسلام آباد کے بہت بڑے بیوٹی پالر سے بیوٹیشن کا کورس کیا تھا اس نے ہی عابیہ کا میک اپ کیا تھا ڈریس کلر ڈارک تھا اس لیئے سوفٹ لک رکھی تھی۔ لپ اسٹک کا کلر بھی بہت لائٹ سلیکٹ کیا تھا اور اس کے لمبے بالوں میں بل ڈال کر پوری چوٹی پر گولڈن بیٹس سجادی تھیں۔ اس نے آئینہ میں خود کو دیکھا تھا رنگت سانولی مگر نین نقش پیارے تھے جو لائٹ میک اپ میں مزید پرومیننٹ ہوتے دلکش لگ رہے تھے وہ اپنی تیاری سے مطمئن تھی۔ گولڈن رنگ کی جھمکیاں کانوں میں پہنی تھیں جس کے آخر میں اوول شیپ کا سبز نگ لٹک رہا تھا۔ لاکٹ جھمکی سے قدرے ملتا ہوا تھا۔ فراک کی آستین آدھی تھی اس نے دونوں ہاتھوں میں سبز اور گولڈن چوڑیاں پہن لی تھیں۔ تب اس کی تعریف کرتے ہوئے لائبہ نے بندیا کی کمی کا رونا رویا تھا لیکن وہ سر جھٹک گئی تھی کہ در مکنون نے اسے بتایا تھا کہ یہ ڈریس اور اس کے ساتھ میچنگ جیولری ابان کی پسند کی ہے اور اس کے لیئے یہی بات اضافی تھی ایسے میں کچھ کمی کم از کم اسے نہیں لگ سکتی تھی اس کے لب اپنی سوچ پر مسکرائے تھے۔ لائبہ نے سینڈل اس کی طرف بڑھائی تھی ہلکی سی ہیل کی گولڈن سینڈل تھی جس پر گولڈن اور سبز نگوں کا کام تھا۔ وہ بھائی کے نکاح میں جانے کے لیئے بلکل تیار تھی لائبہ نے اپنی تیاری مکمل کی تھی اس نے گرے رنگ کی فراک پہنی تھی۔

وہ دونوں کمرے سے نکل آئی تھیں بیٹی کو دیکھ زبیدہ نعمانی نے ماشاءاللہ کہہ کر نظر ہٹالی تھی۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں پہلی دفعہ سبز رنگ کا سوٹ زیب تن کیا تھا اور یہ ابان کی پسند کا کمال تھا یا پہلی دفعہ پہننے نے رنگ دکھایا تھا وہ

نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ زبیدہ نعمانی نے کچھ سوچ کر اسے دوپٹہ سر پر لینے کی ہدایت کی تھی اور لائبہ نے خالہ کے کہنے پر اس کا دوپٹہ سیٹ کر دیا تھا۔

"وہاں ابان بھائی' بھی ہوں گے اس لیئے حد بندی لگائی گئی ہے۔" وہ پن لگاتے ہوئے شریر ہوئی تھی عابیہ کے چہرہ گلرنگ ہو گیا تھا۔

"ذکر پر چہرہ کھل گیا ہے سامنے پر تو حشر بپا ہو گا۔" وہ عابیہ کے رنگ بکھیرتے چہرے کو دیکھ شوخ ہوئی تھی۔

"بکواس بند کرلو۔" وہ اس کے مکا جڑ گئی تھی جس پر وہ لاپرواہی سے ہنس دی تھی۔ عابیہ کے لبوں پر حیا آمیز مسکان مچل گئی تھی۔

وہ لوگ شیر ٹن پہنچے تھے اور ان لوگوں کے پہنچنے کے تقریباً بیس منٹ بعد ابرج اور اس کی ماما پہنچ گئے تھے۔ ایلیفیہ ڈسٹرب نہ ہو اس لیئے ابرج نے اسے عابیہ کی شادی سے لاعلم رکھا تھا اور انویٹیشن کو چھپا گیا تھا اور ایلیفیہ نئے سرے سے تکلیف کا شکار ہو اس سے بچنے کو اس نے محسن کی شادی کا بھی اسے نہیں بتایا تھا۔ مزید دس منٹ گزرے تھے اور ابان بہن کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔ ابرج سے وہ اچھے سے ملا تھا معصومہ سہروردی نے بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا ابان سے ہی نہیں درمکنون سے بھی اچھے طریقے سے بات کی تھی۔

ابرج نے اسے دیکھا تھا پیچ کلر کے پیپلم (گھیر دار چھوٹی فراک) کے ساتھ بیل باٹم پہنے وہ ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ وہ ایکسکیوز کر کے آگے بڑھ گئی تھی کہ ابرج کی کچھ بولتیں آنکھیں اسے ہمیشہ ڈسٹرب کر دیتی تھیں۔ محسن کے ساتھ بات کرتے ہوئے ابان کی نگاہ متلاشی تھی انھیں آئے بیس منٹ گزر گئے تھے مگر اس نے ابھی تک عابیہ کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ معصومہ سہروردی کے مخاطب کرنے پر ان کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

"شہوار نہیں آئی؟" ابان کے متوجہ ہوتے ہی پوچھا تھا۔

"ماما' کو انجائنا کا اٹیک ہوا تھا طبیعت بہتر نہیں ہے اس لیئے نہ آ سکیں۔" وہ نرمی سے بتا گیا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو چپ رہ گئی تھیں۔

اس نے معصومہ سہروردی کو کال کر کے کہہ دیا تھا کہ شادی کے بعد رشتہ میں پیش رفت کا سوچیں گے اور وہ چپ کر گئی تھیں۔ در شہوار تو فوراً ہی ابرج سے ملنا چاہتی تھیں لیکن ابان نے ماں سے کہا تھا کہ وہ شادی کی تقریبات میں پہلے اسے پرکھ لیں پھر کوئی فیصلہ کریں انھیں بیٹے کی بات مناسب لگی تھی اس لیئے ملنے کا فیصلہ ترک کر گئی تھیں۔ وہ معصومہ سہروردی سے بات کر رہا تھا جب ہی کوئی اس کے قریب سے گزرا تھا۔ بڑی جانی مانی سی خوشبو تھی وہ چونک گیا تھا۔

وہ عابیہ تھی جو لائبہ کے ساتھ آگے بڑھتی ایک دم ہی اسے دیکھ ساکت ہو گئی تھی اور ابان کی نگاہ تو بے اختیاری

سمیٹ لائی تھی۔ آنکھوں میں سبز رنگ ٹھنڈک سی بکھیر گیا تھا۔

یہ کس کی ہے آہٹ' یہ کس کا ہے سایہ
ہوئی دل میں دستک' یہاں کون آیا
ہم پہ یہ کس نے ہرا رنگ ڈالا
خوشی نے ہماری ہمیں' مار ڈالا

عابیہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی جو خود ساکت تھا لائبہ نے اسے کہنی ماری تھی اور وہ خود کو سنبھال گئی تھی۔ وہ آگے بڑھ جانا چاہتی تھی لیکن معصومہ سہروردی کو دیکھ لینے کے بعد وہ سلام دعا کیئیے بنا نہیں جاسکتی تھی وہ انھیں سلام کر گئی تھی انہوں نے اسے دیکھتے ہوئے اس کی تعریف کی تھی وہ کافی طویل عرصہ سے عابیہ کو دیکھ رہی تھیں وہ جتنی حسن پرست تھیں انھوں نے عابیہ پر توجہ ہی نہ دی تھی کبھی لیکن آج وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ وہ خود ہی ان کی توجہ کھینچ گئی تھی۔اور وہ بے اختیار اس کی تعریف کر گئی تھیں وہ بلش کر گئی تھی ابان اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا وہ اس کے من پسند رنگ کے من پسند سوٹ میں دل میں گھسی جا رہی تھی۔ وہ معصومہ سہروردی کا شکریہ ادا کرتی آگے بڑھی تھی مگر اسے رکنا پڑا تھا وہ گھبرا کر پلٹی تھی اس کا سبز آنچل اس کی گھڑی میں اٹک گیا تھا وہ روہانسی ہوگئی تھی کوئی متوجہ نہ ہو اس لئیے اس نے فاصلہ کم کر دیا تھا۔ ابان نے اس کے گھبرائے چہرے کو دیکھا تھا اور گھڑی کی گرفت سے اس کا آنچل نکالنے لگا تھا۔ معصومہ سہروردی مسکرا کر آگے بڑھ گئی تھیں۔ لائبہ کے مستقل دانت نکل رہے تھے۔ اس نے گھڑی کی گرفت سے عابیہ کا دوپٹہ نکالا تھا اور ایک محتاط نگاہ محفل پر ڈالی تھی اور فاصلہ مزید کم کیا تھا سبز چنری اس کی انگلیوں کی گرفت میں تھی وہ سر جھکائے لب چباتی کھڑی تھی۔

"سبز چُنری میں باندھنا مجھ کو
میں محبت کا سرخ وعدہ ہوں"

اس نے سرگوشی کی تھی وہ پوری جان سے لرز گئی تھی اور نگاہ اس پر اٹھی تھی جو سبز چنری کو انگلیوں کی گرفت سے آزاد کرتا دلکشی سے مسکرایا تھا۔دونوں کی نگاہ ٹکرائی تھی اس کی نگاہ میں محبت محو رقص تھی اور وہ گریز کی چادر اوڑھے نظر جھکا گئی تھی۔ ابان اسے مشکل سے نکالنے کو آگے بڑھ گیا تھا۔

مہندی کی رات آئی' مہندی کی رات
دیکھے کوئی کسی لڑکی کے ہاتھ
خوشیوں بھرے' ارمانوں بھرے

مہندی تلے کئی سپنوں کو سب سے چھپائے ہوئے

سب چھپائے ہوئے' شرمائے ہوئے

"اف! تم تو کہاں سامنے سے ڈرتیں چھپتی پھر رہی تھیں اور قدرت نے کیا منظر بنا دیا۔" لائبہ اسے چھیڑ رہی تھی اور وہ نظر نہیں اٹھا پائی تھی۔ درمکنون چلی آئی تھی اور لائبہ اسے ہنس ہنس کر بتانے لگی تھی۔

"یہ اتنی ہی تیز ہے لائبہ' میرے بھیا کو کب اپنا دیوانہ بنایا مجھے پتہ بھی نہیں لگا۔" درمکنون شوخ ہوئی تھی۔ ان دونوں کو آج ہی تو موقع ملا تھا اس کو تنگ کرنے کا اور وہ خوب خوب اسے تنگ کر رہی تھیں۔

"تم دونوں چپ کر جاؤ' ورنہ میں اب مار بیٹھوں گی۔" وہ کافی دیر بعد منمنائی تھی۔

"ویسے اس شیرنی کو بکری کے روپ میں دیکھنا کتنا دلچسپ ہے ناں۔۔" لائبہ بولی تھی اور درمکنون بے اختیار ہنس دی تھی۔

"تم دونوں کو تو میں دیکھ لوں گی۔" وہ سرخ پڑتی ناراض ہوئی تھی اور وہ دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس دی تھیں۔

نکاح کا فریضہ بخوبی انجام پا گیا تھا محسن اپنی محبت کو اس کے تمام تر حقوق کے ساتھ حاصل کر لینے پر بے حد خوش تھا نکاح کے بعد سبز اور زرد رنگ کے بے حد اسٹائلش غرارہ سوٹ میں عبرود اسٹیج پر آئی تھی اور رسم کا آغاز ہوا تھا جس وقت عابیہ رسم کے لیئے پہنچی عبرود اسے دیکھتی رہ گئی تھی جس لڑکی کو کہا تھا کہ وہ اس کی نوکرانی بننے کے لائق نہیں وہ آج کیسی انوکھی چھب لیئے اس کے سامنے تھی۔ اس کے اندر حسد کی آگ جل اٹھی تھی اس نے نگاہ عابیہ سے ہٹائی تھی اور اسٹیج پر بائیں طرف نگاہ کی تھی سامنے ہی تو ابان کھڑا تھا اس نے سیاہ رنگ کا شلوار قمیض پہنا ہوا تھا اور گلے میں سبز رنگ کا پٹکا ڈالا ہوا تھا۔ پاؤں میں سیاہ کولاپوری چپل تھی۔ سیاہ رنگ اس کی سپید رنگت پر خوب ہی اپنی بہار دکھا رہا تھا۔ عبرود کی نگاہ وہ عابیہ پر محسوس کر گیا تھا اور اب خود کو تکتا پا کر وہ مسکرایا تھا کیسی طنزیہ مسکان تھی وہ جل کر راکھ ہو گئی تھی۔

ہم بھی گئے اک محفل میں' رنگوں بھری اس محفل میں

خوشبو تھی ہاتھوں میں' جادو تھا چہروں پہ

آنکھوں میں تھا اک نشہ

ہم نے تو ایسا نظارہ' کبھی کہیں دیکھا نہ تھا

کبھی سوچا نہ تھا

"تم ابھی اڑ لو ہواؤں میں' بہت جلد زمین پر آ گرو گے۔" وہ ابان کو دیکھ سوچتی نگاہ ہٹا گئی تھی۔ عابیہ نے مہندی اور ابٹن لگا کر رسم ادا کی تھی اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسٹیج سے اترنے کی بجائے اسٹیج کی بائیں طرف کھڑی ہو گئی تھی

کچھ ہی فاصلے پر ابان کھڑا تھا۔ جسے زبیدہ نعمانی نے رسم کے لیئے آگے آنے کو کہا تھا۔ وہ بڑی سہولت سے پہلو بچا گیا تھا اور درمکنون کو آگے کر دیا تھا۔ ان دونوں کے درمیان اب مختصر سا فاصلہ رہ گیا تھا جسے عابیہ نے بڑی سہولت سے مزید مختصر کیا تھا۔

ہم بھی ملے اک خوشبو سے' باتیں ہوئیں اک جادو سے

باتوں میں بات بڑھی' جانے کب رات ڈھلی

ہم دونوں مہکنے لگے' دونوں مہکنے لگے

ڈھولک کا شور رہا' سرگوشیوں کو دبائے ہوئے

سب چھپائے ہوئے

"آئی ایم سوری۔۔" وہ مدھم سے مگر نم لہجہ میں بولی تھی وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ بے فکر ہو کر زندگی کے سب سے حسین وقت کا لطف اٹھاؤ۔" وہ مسکرا کر بولا تھا۔

"تھینک یو۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔" وہ عابیہ سے محبت کرتا تھا اس لیئے اس نے عابیہ کی حماقت کا پہاڑ بنانے کی بجائے نظر انداز کر دیا تھا۔

"آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں۔" مدھم سے لہجہ میں بول کر جس نامحسوس انداز میں فاصلہ کم کیا تھا اسی طرح فاصلہ پر چلی گئی تھی۔ وہ مطمئن سا مسکرا دیا تھا۔

سارے منظر ایک پس منظر میں گم ہوتے ہوئے

سبز لمحوں کا سنہرا کارواں جلتا ہوا

جسم سے باہر سنہرے موسموں کا سبز لمس

روح کے اندر کوئی آتش فشاں جلتا ہوا

وہ ابان کی موجودگی سے خائف اس کی طواف کرتی نگاہوں سے خائف اس سے کترائی پھر رہی تھی مگر دلہا کی بہن تھی ایک جگہ ٹک کر بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی اوپر سے وہ اسے تنگ کرنے کو اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اسٹیج پر بھی وہ پہنچ گیا تھا اور عبرود پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں منفی سازش نے سر اٹھایا تھا۔ تقریب اپنے عروج پر تھی۔ ہنسی تھی۔ قہقہے تھے۔ وہ اسٹیج سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ کھانا چل رہا تھا۔ وہ چلتی ہوئی عابیہ کے پاس آن رکی تھی اور اس کی

تعریف کرنے لگی تھی وہ مسکرادی تھی۔ ابان جو کھانا کھاتے ہوئے عابیہ کی جانب متوجہ تھا محض اسے تنگ کرنے کو کہ ہمیشہ پٹر پٹر بولتی عابیہ کی بولتی بند تھی۔ اور چہرے پر پر حجاب سی مسکان اسے اتنی جاذب نظر بنارہی تھی کہ وہ احتیاط کا دامن تھامے اسے تنگ کررہا تھا۔ عبرود کو عابیہ سے بات کرتے دیکھ چونک گیا تھا۔ عبرود نے اس سے کہا تھا کہ غرارہ کی وجہ سے اسے چلنے میں دشواری کا سامنا ہے وہ اسے پانی لادے۔ عابیہ مسکرا کر آگے بڑھی تھی۔ ابان اسی کی طرف متوجہ تھا۔ عبرود نے جھک کر نیچے کچھ ڈالا تھا فاصلہ پر ہونے کے باعث وہ اس چیز کو دیکھنے سے قاصر رہا تھا مگر اس کی چھٹی حس کچھ غلط کا اشارہ دے گئی تھی اس نے ہاتھ میں موجود پلیٹ ٹیبل پر رکھی اور تیزی سے اس طرف بڑھا۔ عابیہ پانی کا گلاس لیئے عبرود کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ اسے آواز دے گیا تھا۔

"عابیہ۔۔" وہ اپنے نام کی پکار پر پلٹی اور اسے سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگی۔ جس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے لیا تھا۔

"تمھیں آنٹی بلارہی ہیں۔" وہ ابھی تک حیران سی کھڑی تھی۔ اور اس نے بات دہرائی تھی وہ ایک نظر کچھ دور کھڑی عبرود پر ڈالتی پلٹ گئی تھی اس نے پانی کا گلاس خالی کرتے گزرتے ہوئے ویٹر کو آواز دی تھی۔

"میڈم کی موتیوں کی مالا ٹوٹ کر بکھر گئی ہے آپ کسی سے کہہ کر اسے اٹھوالیں ورنہ کسی کے گرنے کا خدشہ ہے۔" وہ گلاس تھماتے ہوئے بولا تو ویٹر سے تھا مگر نگاہ عبرود پر تھی جس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی۔ وہ خدشہ کی بنیاد پر وہاں آیا تھا مگر ہال کی تیز روشنیوں میں اسے پرل کے سپید موتی ریڈ کارپٹ پر بکھرے صاف نظر آگئے تھے جو یقیناً عابیہ کو دکھائی نہ دیتے اور عبرود اپنے پلان میں کامیاب ہوتی اسے گرا کر اپنی بلکتی انا کو کچھ تسکین دے لیتی مگر ابان کی مداخلت اسے اپنے آپ میں چور کرتی جھنجلانے پر مجبور کرگئی تھی۔

"عابیہ' میری محبت ہے۔۔۔ میرے لیئے مجھ سے زیادہ اہم ہے۔۔۔ اس پر میری محبت کا سایہ محافظ ہے اور میں جب تک ہوں تم کبھی بھی عابیہ کو نقصان نہ پہنچاپاؤ گی۔" وہ عبرود کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرد مہری سے بولا تھا۔ وہ ایک تیز نظر اس پر ڈالتی منظر سے ہٹ گئی تھی۔ اس نے رب کا شکر ادا کیا تھا کہ اس نے بروقت دیکھ لیا تھا ورنہ جانے کیا ہو جاتا۔ دل ہی دل میں شکر ادا کررہا تھا اور نگاہ اٹھی تھی وہ درمکنون اور لائبہ کے درمیان کھڑی کسی بات پر ہنس رہی تھی اس کا چہرہ بے حد سرخ تھا۔ اس کے سنہری جھمکے کی روشنی اس کے رخساروں پر پڑرہی تھی۔ وہ اسے دیکھتا مسکرادیا تھا۔ وہ اپنے انتخاب پر مطمئن تھا۔ وہ بہت خوش بھی تھا۔ وہ خود پر نظریں محسوس کرتی نگاہ اٹھا گئی تھی اس نے ادھر ادھر نظر گھمائی تھی اس کے شک کی تصدیق نہ ہوپائی تھی اسے ابان کہیں نظر نہ آیا تھا اور وہ نگاہ جھکا گئی تھی اور اسی پل وہ اس کے عین سامنے آگیا تھا۔ اس نے درمکنون کو چلنے کا کہا تھا وہ زبیدہ نعمانی کو جانے کا بتانے کے لیئے آگے بڑھ گئی تھی اور وہ جو

اسے ڈھونڈ رہی تھی اسے سامنے پا کر کنفیوژ ہو گئی تھی۔ لائبہ کے دانت نکلنے لگے تھے۔وہ تیزی میں وہاں سے نکلی تھی اور کچھ فاصلہ پر جا کر اسے مڑ کر دیکھا تھا اور اس کے مسکرانے پر خود بھی مسکرا دی تھی۔

جانم دیکھ لو مٹ گئیں دوریاں

میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں

کیسی سرحدیں کیسی مجبوریاں

میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں

تم چھپا نہ سکو گی میں وہ راز ہوں

تم بھلا نہ سکو گی وہ انداز ہوں

گونجتا ہوں جو دل میں تو حیراں ہو کیوں

میں تمھارے ہی دل کی تو آواز ہوں

سن سکو تو سنو دھڑکنوں کی زبان

میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں

میں ہی میں اب تمہارے' خیالوں میں ہوں

میں جوابوں میں ہوں' میں سوالوں میں ہوں

میں تمھارے ہر ایک خواب میں ہوں بسا

میں تمھاری نظر کے اجالوں میں ہوں

دیکھتی ہو مجھے دیکھتی ہو جہاں

میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں

☆☆☆☆☆

"تمہیں ہو کیا گیا ہے صبح سے روئے جا رہی ہو۔۔۔ ایسے تو تمہاری طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔" گھر بھر میں صبح سے ہی سوگوار سی ہلچل مچی ہوئی تھی کل اس گھر کے بیٹے کا نکاح تھا سب بے حد خوش تھے تقریب بھی شاندار طریقے سے بہ خوبی انجام پا گئی تھی۔ مگر آج خوشی کے ساتھ ایک اداسی بھی تھی جس نے سب کو اپنے شکنجہ میں لیا ہوا تھا اس گھر کی بیٹی اب بہو بننے جا رہی تھی۔ نکاح کے دو بولوں سے کسی کی بیوی بن کر ان سب کے لیئے پرائی ہونے جا رہی تھی۔ زبیدہ نعمانی چپکے چپکے رو رہی تھیں۔۔۔۔ اداس تو آج احسن بھی بہت تھا۔ عابیہ کی تو خیر حالت ہی عجیب تھی وہ وقفہ وقفہ سے رو رہی

تھی۔ زبیدہ نعمانی نے اسے کتنی ہی نصیحتیں کر ڈالی تھیں وہ خاموشی سے سنتی بس روتی رہی تھی۔ حیدر نعمانی کو بھی اس نے رلا دیا تھا۔ لائبہ اپنے بھائی بھابھی کے ساتھ ابان کی بری لے کر گئے تھے اور جب وہ گئی تھی تب بھی عابیہ رو رہی تھی واپسی ہوئی تھی تو عابیہ کو روتا ہی پایا تھا اس لیئے لائبہ اسے ڈپٹنے لگی تھی۔

"آج سب بہت برا لگ رہا ہے لائبہ' ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنے رشتوں سے بہت دور جانے والی ہوں۔" وہ لائبہ کے کاندھے سے لگی بلکنے لگی تھی۔

"فضول باتیں نہ کرو۔۔۔ دور کیوں ہوں گے بھلا۔۔۔ خوامخواہ میں خود کو ہلکان نہ کرو۔۔۔" اس نے عابیہ کو چپ کروا کے پانی پلایا تھا وہ گلاس لائبہ کو دیتے ہوئے سوں سوں کر رہی تھی۔

"بس تم تو میٹھے میٹھے خواب دیکھو۔۔۔ آج آنسہ عابیہ حیدر نعمانی۔۔۔ مسز عابیہ سید ابان بخاری بن جائے گی۔" گلاس ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے لائبہ شوخ ہوئی تھی اس کا چہرہ سرخ پڑتا جھک گیا تھا۔

"تم ویسے بہت خوش نصیب ہو۔۔۔ ابان بھائی اور ان کی فیملی بہت اچھی ہے۔ تم ابان بھائی کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔" لائبہ خالہ کی ہدایت کے مطابق عابیہ کا نکاح اور رسم حنا کا جوڑا نکالتے ہوئے بولی تھی۔ عابیہ سرخ چہرے کے ساتھ مسکرا دی تھی۔

"تم نے نکاح کا الگ جوڑا کیوں نہیں بنوایا؟" وہ ڈل گولڈن کلر کا قیمتی غرارہ سوٹ بیڈ پر رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ابان' کی ماما کی یہی مرضی تھی کہ رسم حنا اور نکاح کا ایک ہی جوڑا ہو جبکہ ماما نے کہا بھی تھا کہ ہمارے یاں مایوں کی رسم کے لیئے زرد جوڑا میکے کا ہوتا ہے مگر جب آنٹی نے کہا کہ نکاح کا جوڑا ان کی طرف سے ہو گا تو ماما چپ کر گئیں کہ ماما کا کہنا تھا کہ رسومات کے فرق میں الجھنے سے بہتر افہام و تفہیم سے متفقہ طور پر رسومات کی ادائیگی ہو جائے۔" عابیہ نے مدھم انداز میں لائبہ کو تفصیل بتائی تھی اور لائبہ سر ہلاتی اس کے نکاح کے جوڑے کو سراہنے لگی تھی اور جوڑے کو دیکھتے ہوئے عابیہ کی آنکھوں میں کتنے ہی ننھے ننھے خواب جگمگانے لگے تھے۔

"پارلر سات بجے تک جانا ہے اس لیئے آنٹی کہہ رہی ہیں عابیہ کا سارا سامان ایک جگہ کر لو تا کہ بعد میں کسی چیز کے لیئے پریشان نہ ہونا پڑے۔" لائبہ کی بھابھی نے عابیہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے لائبہ سے کہا تھا۔ عابیہ نے گھڑی میں ٹائم دیکھا تھا چھ بج رہے تھے۔

"جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے میرا دل حلق میں آتا جا رہا ہے۔۔۔ جانے ابان کیا سوچ رہے ہوں گے۔" وہ بھابھی مائرہ کے ذریعے ملے اپنی ماں کے پیغام پر شاور لینے کے ارادے سے بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ احساسات تو ابان کے بھی کچھ ایسے ہی تھے لیکن جیسے عابیہ کو ابان کو پانے کی خوشی کے ساتھ بابل کا گھر چھوڑنے کا دکھ بھی تھا، ایسا کوئی دھڑکا

یاد کھ ابان کی جان کو نہیں لگا تھا وہ خوش تھا۔۔۔۔ بہت خوش۔۔۔!

☆☆☆☆☆

کل مہندی کی رسم رات گئے تک چلی تھی وہ کوئی دن کے دو بجے جاگی تھی وہ بھی مستقل بجتے فون کی وجہ سے اس نے مندی مندی آنکھوں سے موبائل اسکرین کو دیکھا تھا ارمش کا نمبر دیکھ اس نے کال ریسیو کرلی تھی اور ارمش نے تقریب کا احول پوچھا تھا۔ عبرود نے تقریب کی روداد سنانے کے ساتھ اپنے کارنامہ بھی کہہ سنایا تھا کہ اس نے کیسے اپنی پرل کے موتیوں کی مالا توڑ کر روش پر بکھیر دی تھی اسے یقین تھا کہ عابیہ یوں بے دھیانی میں چل کر آتی پاؤں تلے کسی موتی کے آنے کے سبب گر جائے گی اور شادی ملتوی ہو جائے گی مگر برا ہو ابان کا جس نے خدشہ کی بنیاد پر عبرود تک کا فاصلہ طے کیا تھا اور شک کی تصدیق ہوئی تھی اور وہ عابیہ کو عبرود کی مکروہ سازش کا شکار ہونے سے بچا گیا تھا۔

"میں نے اچھا بھلا شادی رکوانے کا انتظام کر دیا تھا مگر کمبخت ابان نے ساری پلاننگ برباد کرڈالی۔" وہ تاسف سے بولی تھی اور ارمش کا دل کیا تھا کہ فون میں گھس کر عبرود کے ایک لگائے کہ وہ دور کی پلاننگ کر رہا تھا اور وہ آغاز میں ہی اس کا مہرہ پیٹ دینا چاہتی تھی۔

"تمھارا دماغ خراب ہے عبرود، تمھیں کیا ضرورت تھی فضول کی پلاننگ کرنے کی۔" وہ اس پر غصہ ہو رہا تھا۔

"فضول کی پلاننگ بول سکتے ہو کیونکہ ناکام جو ہوگئی ہے اگر میں عابیہ کو گرانے میں کامیاب ہو جاتی تو پوچھتی کہ پلاننگ کیسی تھی۔" وہ چبا چبا کر بولی تھی اسے غرض نے ارمش سے یوں جوڑا تھا کہ وہ اکثر ارمش کا غصہ میں آکر کچھ کہنا نظر انداز کر جاتی تھی۔

"تمھیں ایسا کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے سمجھا چکا ہوں کہ برا بن کر نہیں اچھا بن کر وار کرنا ہے اور تمھاری یہ اوٹی بونگی سازشیں تمھیں سب کی خاص ابان کی نظر میں مشکوک بنا دیں گی جبکہ تم نے منفی کی چھاپ ہٹا کر ابان کے سامنے اپنا مثبت رویہ رکھنا ہے۔" وہ اسے نئے سرے سے سمجھا رہا تھا۔

"آج ان دونوں کا نکاح ہے اور میں خود پر ضبط کے پہرے بٹھانے میں ناکامیاب ہو رہی ہوں میرا بس چلے تو سب شروع ہونے سے پہلے ختم کر دوں اور تم مجھے صبر کے گھونٹ پینے کی تلقین کر رہے ہو۔ خود گزرو ناں میرے جیسے حالات وکیفیات سے تو پوچھوں گی کہ کتنے صبر کے گھونٹ بھر پاتے ہو۔" وہ ہنکارا بھر کر بولی تھی۔

"صبر کے گھونٹ میں بھی پی رہا ہوں جو میری خوشیوں کا قاتل ہے وہ اپنی من چاہی خوشی حاصل کرنے جا رہا ہے اور مجھے میری خوشی کسی خیرات کی مانند' ابان کی اترن کی صورت ملنے جا رہی ہے۔ میں تم سے زیادہ انگاروں پر لوٹ رہا ہوں۔" ارمش کا لہجہ چٹختا ہوا تھا آج جمعہ تھا اور ابرج سے طے کردہ پروگرام کے مطابق آج اس نے ایلیفیہ کے گھر جانا

تھا اس نے آج کا دن منتخب ہی اسی لیئے کیا تھا کہ جس لمحہ ابان کسی اور کا ہو رہا تھا اس نے عین اسی لمحہ ایلیفیہ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا تھا۔ وہ ابان کو جیتنے نہیں دینا چاہتا تھا وہ یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ ایلیفیہ یکطرفہ چاہت میں مبتلا تھا اگر اسے ابان سے محبت تھی تو اس میں ابان کا کیا قصور تھا کہ وہ اس کے لیئے برا سوچ رہا تھا اس کے ساتھ برا کرنا چاہتا تھا وہ تو بس یہ سوچ بیٹھا تھا کہ اگر ایلیفیہ کو ابان سے محبت نہ ہوتی تو ایلیفیہ اس کی تھی ابان کیوں اس کے درمیان میں آیا جبکہ ارمش سوچ نہیں پا رہا تھا کہ ابان درمیان میں کبھی تھا ہی نہیں اس نے ایلیفیہ سے نہیں عابیہ سے محبت کی تھی جب اس کے دل میں ایلیفیہ کے لیئے کوئی جذبہ تھا ہی نہیں جب اس نے ایلیفیہ کے جذبوں کو پزیرائی دی ہی نہ تھی تو ارمش اس کو کس بات کی سزا دینا چاہتا تھا وہ ایلیفیہ کے دل میں اپنی محبت جگانے کے بجائے ابان کی محبت اس کے دل سے کیوں نکال دینا چاہتا تھا وہ اپنے مثبت جذبوں کو خوامخواہ میں حسد کی بھٹی میں جلا کر منفیت کا تاج دے رہا تھا یہ جانے بنا کہ وہ کچھ بھی کر لے یہاں تک ابان کو برباد کرنے میں کامیاب بھی ہو جائے پھر بھی وہ ایلیفیہ کے دل سے ابان کی محبت کو نکال نہیں پائے گا یوں وہ بس اپنی اچھائی اور محبت سے دور ہو جائے گا مگر یہ بات ارمش کو ابھی سمجھ نہیں آنی تھی۔۔۔ ابھی سمجھ آ ہی نہیں سکتی تھی۔ ارمش بہت کچھ کہہ رہا تھا۔ عبرود کو سمجھا رہا تھا اور اس نے آگے سے کچھ کہنے کی بجائے لائن ڈراپ کر گئی تھی۔ ارمش موبائل ٹیبل پر ڈالتا ایلیفیہ کے گھر منگنی کی تیاری کے ساتھ جانے کا سوچنے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆

مہندی ہے رچنے والی' ہاتھوں میں گہری لالی

کہیں سکھیاں اب کلیاں ہاتھوں میں کھلنے والی ہیں

تیرے من کو' جیون کو' نئی خوشیاں ملنے والی ہیں

او ہریالی بنو

لے جانے تجھ کو گُیّا آنے والے ہیں سیاں

تھامیں گے آ کے بیّاں گونجے گی شہنائی' انگنائی انگنائی

حیدر ولاز آج بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ آخر کو اس گھر کی اکلوتی بیٹی کا نکاح اور مہندی تھی۔ لان میں رنگ و بو کی محفل سجی تھی۔ ڈھولک کی تھاپ تھی۔ ہنسی اور قہقہے تھے۔ عابیہ کو پارلر سے محسن لے آیا تھا۔ یکدم پہلے سے مچی ہلچل میں قدرے اضافہ ہو گیا تھا۔ سید ابان بخاری اپنی ماں' بہن اور چند قریبی جاننے والوں کے ساتھ عابیہ کے تمام حقوق اپنے نام کروانے آن پہنچا تھا۔ سفید رنگ کے شلوار قمیض میں براؤن اور بلیک پرنٹ کی واسکٹ پہنے وہ کسی سلطنت کا شہزادہ معلوم ہو رہا تھا۔ مہمانوں کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا تھا۔ مایوں کی مناسبت سے اسٹیج کی تھیم سبز و زرد رکھی گئی تھی۔ زرد پھول

روش سے لے کر پورے اسٹیج تک جابجا بکھرے ہوئے تھے۔ در مکنون نے سبز کرتی اور پیلا ٹراؤزر اور دورنگی چنری زیب تن کی ہوئی تھی۔ کانوں میں پھولوں کا زیور تھا اور میک اپ نہایت سلیقہ سے بہت ہلکا کیا گیا تھا اس نے ہاتھوں میں سبز و زرد کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ در شہوار لیمن کلر کے بریزے چکن کے سوٹ میں سادگی و پروقار شخصیت کے ساتھ موجود تھیں۔ قاضی صاحب کی آمد کے ساتھ ہی زبیدہ نعمانی نے در شہوار سے مشاورت کی تھی اور لائبہ کو اشارہ کیا تھا۔ وہ اور ماہرہ دائیں' بائیں سے تھامے عابیہ کو لیئے پنڈال تک چلی آئی تھیں۔ ابان اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کی نگاہ عابیہ پر اٹھی تھی ڈل گولڈن غرارہ سوٹ میں وہ سہج سہج قدم اٹھاتی اسٹیج پر چلی آرہی تھی۔ نیٹ کا گھونگھٹ اس کے چہرے کی زیبائش کو ظاہر بھی کر رہا تھا اور پوشیدہ بھی رکھے ہوئے تھا اس وقت وہ صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں کی عملی تفسیر بنی ابان کا دل دھڑکا گئی تھی۔ وہ لیفٹ سائیڈ پر تھا لائبہ نے عابیہ کو دائیں طرف بٹھا دیا تھا اور لائبہ اسے شرارتی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی جس پر وہ محض مسکرا کر ماں کی طرف دیکھنے لگا تھا اور در شہوار کی طرف سے مثبت اشارہ پا کر وہ عابیہ کے برابر بیٹھ گیا تھا وہ جو پہلے ہی گھبراہٹ کا شکار تھی اس کی گھبراہٹ بڑھ گئی تھی ماتھے پر شبنمی قطرے چمکنے لگے تھے اس نے ابان کی موجودگی کو محسوس کیا تھا مگر اس کی طرف نگاہ نہ اٹھائی تھی اب اسے اپنے بہت قریب پا کر وہ اپنے آپ میں سمٹ سی گئی تھی۔ اسٹیج کی بائیں طرف ابان کے اہل و احباب تھے اور دائیں جانب عابیہ کے رشتے اس کے ساتھ کھڑے تھے۔ محسن کے ایک اشارے پر موسیقی بند کر دی گئی تھی۔ حیدر نعمانی کی ہمرائی میں قاضی صاحب اسٹیج پر چڑھے تھے اور عین ابان کے برابر ٹک گئے تھے اور نکاح کی ضروری کاروائی کا لڑکی کے سرپرست کی اجازت کے ساتھ آغاز کر دیا تھا۔

بابا کی رانی ہوں، آنکھوں کا پانی ہوں۔
بہہ جانا ہے جسے، دو پل کا پانی ہوں۔
اماں کی بٹیا ہوں، آنگن کی مٹیا ہوں۔
ٹک ٹک نہارے جو پردیسی چٹھیاں ہوں۔

"عابیہ ولد حیدر نعمانی آپ کو سید ابان بخاری ولد سبحان بخاری سے نکاح قبول ہے۔۔۔؟" وہ مبارک گھڑی آن پہنچی تھی قاضی صاحب نے ایجاب و قبول کا مرحلہ شروع کیا تھا اور عابیہ کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔۔۔ وجود پر لرزہ طاری ہو گیا تھا۔۔۔ آنکھوں کے سامنے بابل کے گھر بیتے لمحات کی فلم سی چلنے لگی تھی۔

ممتا کہ آنچل میں جو گیت گائے ہیں
بابل نے جھٹ پٹ جو سپنے سجائے ہیں

وہ یاد آئیں گے گپ چھپ رلائیں گے

ڈولی کے ساتھ میرے جب ساتھ جائیں گے

اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حیدر نعمانی کا ہاتھ بیٹی کے سر پر آن ٹھہرا تھا۔ اس کے لب کپکپائے تھے وہ اپنے پاپا سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ پائی تھی۔

بابا کی رانی ہوں، آنکھوں کا پانی ہوں۔

بہہ جانا ہے جسے، دو پل کا پانی ہوں۔

کھل کھل کر ہنسنا ہے سکھیوں کی باتوں پہ۔

اس کی نظر ماں کے چہرے پر اٹھی تھی اور انھوں نے بیٹی کو نم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے 'ہاں' بولنے کی طرف مائل کیا تھا۔ اس کے لبوں سے سرسراتا ہوا نکلا تھا۔

"قبول ہے۔" قاضی صاحب نے تین دفعہ اس سے ہی نہیں ابان سے بھی اقرار لیا تھا۔ نکاح نامے پر سنہری قلم سے دستخط کرتے ہوئے عابیہ کو لگا تھا جیسے جان نکل گئی ہو۔۔ کیسا پر کیف لمحہ تھا جس میں درد کی چھبن تھی۔ اپنا حوالہ تبدیل کرنے کا عمل اتنا آسان نہیں ہوتا یہ آج اسے شدت سے احساس ہوا تھا۔ وہ دستخط کے ساتھ اپنا آپ ایک اجنبی انجان کے حوالے کر گئی تھی۔ اسے سب کچھ کیسا تغیر پزیر لگ رہا تھا۔ اپنا آپ ہی کتنا پرایا لگ رہا تھا۔

نکاح کی کاروائی مکمل ہونے تک اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ کیفیت تو ابان کی بھی نافہم تھی۔ ایک لڑکی جو انجان تھی وہ اسے اپنا سب کچھ مان گیا تھا نکاح نامے پر دستخط کر کے اس نے عابیہ کے حقوق ہی حاصل نہیں کیئیے تھے اپنا سب کچھ اس کے نام لکھ دیا تھا۔ کیسا پر کیف لمحہ تھا دو دل ایک اقرار کر رہے تھے اور جسے شرع نے ہر حق تفویض کر دیا تھا ابان کا دل رب کی اس نعمت کے نوازے جانے پر سجدہ ریز ہوا تھا۔ دل سے شکر کا کلمہ ادا ہوا تھا۔ وہ خود کو بہت مطمئن پا رہا تھا اور عابیہ کے احساسات خود اس کے لیئے الجھی پہیلی بن گئے تھے مس سے مسز کے سفر کا پہلا و حتمی لمحہ اس کے ذہن و دل کی دنیا بدل گئے تھے۔ اس نے زندگی میں کئی بار کئی جگہ دستخط کئے تھے مگر آج کا دستخط کیسا تھا کہ اس کی انگلیوں میں اب تک ارتعاش ہلکورے لے رہا تھا۔ آج وہ خود اپنے لیئے پرائی ہو گئی تھی۔ وہ بچوں کی طرح بلک رہی تھی زبیدہ نعمانی کے لیئے بیٹی کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ ابان مضطرب ہوا جا رہا تھا۔ قاضی صاحب محسن کی ہمرائی میں اسٹیج کو خیر باد کہہ گئے تھے۔ عابیہ کے بے تحاشہ رونے سے گھبرا کر ابان اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ زبیدہ نعمانی بیٹی کے ساتھ آ بیٹھی تھیں اور وہ ماں کے گلے لگی بس روئے جا رہی تھی۔

انجانے ناموں کی مہندی یہ ہاتھوں پے۔

جب رنگ لائے گی رم جھم گرائے گی۔
آنکھیں گھٹاؤں سے بوندیں گرائے گی۔
بابا کی رانی ہوں آنکھوں کا پانی ہوں۔
بہہ جانا ہے جس کو دو پل کہانی ہوں۔
اماں کی بٹیا ہوں آنگن کی مٹیا ہوں۔
ٹک ٹک نہارے جو پردیسی چٹھیاں ہوں۔

ایجاب و قبول کے کامیاب مرحلہ کے بعد جو مبارک سلامت کا شور اٹھا تھا وہ دب کر رہ گیا تھا۔ لائبہ کی ماما نے سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے بہو اور بیٹی کو اسے اندر لے جانے کا اشارہ کیا تھا اور وہ ہچکیاں بھرتی اسٹیج سے اترتی لان عبور کر گئی تھی۔ زبیدہ نعمانی آنسو رگڑتیں درشہوار کی طرف رخ موڑ گئی تھیں۔ جو خود بھی آنسو ٹشو میں جذب کر رہی تھیں کہ عورت تھیں جانتی تھیں کسی بھی لڑکی کے لیئے یہ لمحہ زندگی کے ہر لمحہ پر بھاری ہوا کرتا ہے اور انھوں نے خود کو کمپوز کر کے زبیدہ نعمانی کا ہاتھ تسلی آمیز انداز میں تھپکا تھا۔

"عابیہ کو بیٹی بنا کر لے جا رہی ہوں اس کی آنکھوں میں ایک آنسو نہ آنے دوں گی یہ ایک ماں کا وعدہ ہے۔" درشہوار اپنے باوقار انداز میں نرمی سے بولی تھیں۔ زبیدہ نعمانی کے ڈوبتے دل کو سہارا ہو گیا تھا۔ وہ مسکرا دی تھیں۔ ابان جو عابیہ کے رونے پر مضطرب تھا اس کی نظر بہن پر پڑی تھی اور وہ درمکنون کو روتا دیکھ اس تک پہنچا تھا اور وہ بھائی کے کاندھے سے لگی رونے لگی تھی۔

"مکنون چندا' ایسے نہ رو پلیز۔۔۔" وہ بہن کے رونے سے پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے ویٹر کو اشارہ کیا تھا اور اس کو پانی لانے کا کہا تھا۔

"پاگل ایسے روتے ہیں کیا' ماما جان پریشان ہو جائیں گی۔ شاباش' رونا بند کرو۔" اس نے بہن کا سر تھپکتے ہوئے نرمی سے کہا تھا وہ سوں سوں کر رہی تھی۔ ویٹر پانی لیئے حاضر ہو گیا تھا اس نے چند گھونٹ پیئے تھے۔ ابان نے ویٹر کی طرف گلاس بڑھا دیا تھا اور بہن کے آنسو صاف کئے تھے اور اسے مسکرانے کا کہا تھا وہ بدقت تمام مسکراتی ماں کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"میری ڈُر کیوں رونے لگی تھی۔" وہ زبیدہ نعمانی کے برابر بیٹھ گئی تھی اور انھیں مسکرا کر مبارکباد دی تھی جس پر انھوں نے مسکراتے ہوئے درمکنون کے سر پر ہاتھ رکھا تھا اور درشہوار سے ایکسکیوز کرتیں وہ مہمانوں کی جانب بڑھ گئی تھیں۔ اور وہ بیٹی کی سرخ ناک اور پھیلے کاجل کو دیکھ نرمی سے ہاتھ تھام کر شرارت سے ہو چھ گئی تھیں مقصد درمکنون کو

ریلکس کرنا تھا۔

"عابی' کو روتے دیکھ رہا ہی نہیں گیا۔" وہ معصومیت سے بولی تھی اور وہ دھیمے سے ہنس دی تھیں۔

"تم دونوں دوستیں ہی پاگل ہو۔" انھوں نے بیٹی کے سر پر چپت لگائی تھی اور وہ جھینپ کر ہنس دی تھی اور اسی وقت ابان وہاں چلا آیا تھا وہ ماں کی وہیل چیئر کے پاس دوزانو آن بیٹھا تھا کہ عابیہ کے رونے نے ماحول کو یوں کثیف کیا تھا کہ وہ ماں سے جھک کر دعا تک نہیں لے سکا تھا۔ انھوں نے بیٹے کو دیکھا تھا وہ آج بہت مطمئن لگا تھا۔ وہ بیٹے کے ہاتھ تھام گئی تھیں۔

"میری دعا ہے تم ہمیشہ بہت زیادہ خوش رہو۔" نم لہجہ میں دعا دیتے ہوئے انھوں نے بیٹے کی پیشانی پر شفقت سے بوسہ دیا تھا۔

"آج، بابا ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔" وہ ماں سے دعائیں لیتا باپ کی کمی کو شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ وہ بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں وہ جانتی تھیں کہ ان کا بیٹا اپنے بابا کی کمی کو محسوس کرتا ہے مگر یوں اس نے اظہار سید سبحان بخاری کی وفات کے بعد پہلی دفعہ کیا تھا۔ ان کے ہاتھ کی گرفت بیٹے کے ہاتھ پر بڑھ گئی تھی۔

"تمھارے بابا' آج افق پر جنت کی کسی کھڑکی سے تمھیں دیکھتے تمھاری خوشی پر بے حد مسرور ہوں گے۔" وہ نم لہجہ میں بولی تھیں وہ ماں کی بات پر یقین کرتا دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔ اسے باپ کی کمی کا احساس تھا وہ نکاح کے لیئے آنے سے قبل قبرستان گیا تھا۔ اپنے بابا کی قبر پر فاتحہ خوانی کی تھی ان سے ذہن و دل کی ہر بات اپنی خوشی کہہ آیا تھا اور ماں کے یقین پر یقین کرتے اسے لگا تھا جیسے ایک معطر ہوا کا جھونکا اسے چھو کر گزرا ہے۔

"بابا' پاس نہیں ہیں مگر وہ میرے ساتھ ہیں۔" وہ کندھے پر تھپکی محسوس کرتا پر سوچ انداز میں خود کلامی کرتا ماں کو مسکرا کر دیکھتا۔ بہن کو رونے کے لیئے پر تولتے دیکھ اس کی ناک کھینچ کر اسے نہ رونے کی ہدایت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ تینوں اسٹیج پر یوں موجود تھے جیسے وہاں اور کوئی نہ ہو مگر ان تینوں کے لیئے چاہے کسی کی موجودگی معنی رکھتی ہو یا نہیں جس جس نگاہ نے بیٹے کا مودب و فرمانبردارانہ روپ دیکھا تھا وہ نگاہ توصیف سمیٹ لائی تھی۔ زبیدہ نعمانی نے بھی وہ منظر دیکھا تھا اور شوہر کی طرف دیکھتیں اطمینان سے مسکرا دی تھیں۔ بے حد مطمئن توحید رنعمانی بھی خود کو پا رہے تھے کہ رشتوں کو اہمیت دیتا یہ گھرانہ ان کی بیٹی کو سکھ کی چھایا میں رکھنے والا تھا یہ اطمینان ان کی روح تک سرشار کر گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"دولہے راجہ آئیں گے سہیلی کو لے جائیں گے

دل تو ہمارا بھی ڈولے گا، ڈولے گا

جب ڈولی لے کے جائیں گے"

ارمش اپنی والدہ کے ساتھ آگیا تھا۔ رشتہ کی باقاعدہ بات چلی تھی۔ شارق آغا نے کچھ شرائط رکھی تھیں جو ایک باپ کی تسلی کا محض ذریعہ تھیں۔ صائقہ بیگم نے کسی بات سے انکار نہیں کیا تھا بس وہ شادی جلد از جلد کرنا چاہتی تھیں۔ شارق آغا نے بہن کی طرف دیکھا تھا۔ معصومہ سہروردی نے اثبات میں گردن ہلائی تھی یعنی انھیں جلدی شادی پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اور شارق آغا نے سب کے فیصلہ و خوشی کو مدنظر رکھ کر تین ماہ بعد شادی کی حامی بھرلی تھی۔ صائقہ بیگم نے بیٹے کے کھلتے چہرے کو دیکھ آج ہی ایلیفیہ کے ہاتھ میں بیٹے کے نام کی انگوٹھی ڈالنے کی بات کی تھی فیصلہ تو ہوچکا تھا اس لیئے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ وہ لوگ تقریباً چھ بجے آئے تھے اور اب ساڑھے سات ہو رہے تھے ابھی تک ایلیفیہ فارمیلیٹی کے طور پر بھی ڈرائنگ روم میں نہیں آئی تھی۔ منگنی کا جیسے ہی طے پایا تھا ابرج' ایلیفیہ کے کمرے میں آگیا تھا۔ مسکان وہیں موجود تھی اسے آسیہ آغا کا پیغام دیا تھا اور مسکان کے جاتے ہی وہ ایلیفیہ کو تنگ کرنے لگا تھا۔

"اب گیت ملن کے گانا ہے

مجھے ساجن کے گھر جانا ہے"

ابرج کے شرارت سے گنگنانے پر اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"باز آجاؤ اپنی ان حرکتوں سے تمھیں دیکھ ہم لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے ایلیفیہ۔۔" وہ گنگنانا ترک کرگیا تھا اور اس کو ڈپٹتے ہوئے آزردگی سے بولا تھا۔

"شادی کے لیئے مان گئی تھی ناں میں تو اس طرح عجلت سے سب کام کیوں لے رہے ہیں یہ ڈر ہے کہ میں انکار نہ کردوں۔" وہ سسکی تھی۔

"تمھارے انکار کا ڈر نہیں ہے ایلفی' بس تمھیں مزید دکھی نہیں دیکھ سکتے اپنوں کی خوشی کے لیئے فیصلہ لیا ہے ناں تو بس ہم لوگوں کی خوشی کو رو رو کر برباد نہ کرو۔" وہ بہت محبت سے نرمی کے ساتھ بولا تھا۔ مسکان چلی آئی تھی اس نے ایلیفیہ کا ایک فینسی سوٹ نکالا تھا جسے لیئے وہ واش روم میں گھس گئی تھی۔ وہ مسکان کو ایلیفیہ کو جلدی تیار کرنے کی ہدایت کرتا ایلیفیہ کے روم سے نکل گیا تھا۔

مسکان نے کچھ سوچ کر عائشہ کو کال کی تھی اور اس نے کہا تھا وہ لوگ اس کا انتظار کریں وہ ایلیفیہ کی زندگی کا ایک اہم ایونٹ مس نہیں کرنا چاہتی وہ تیمور کے ساتھ ایک گھنٹہ تک پہنچ رہی ہے۔ ایلیفیہ ان سب کے لیئے اتنی ہی اہمیت رکھتی تھی جب مسکان نے آپی کی بات من و عن ایلیفیہ کو بتائی تھی تو وہ مطمئن سی مسکرادی تھی۔

"یعنی سودا برا نہیں ہے۔ میرا دل نہیں بس سکتا مگر میرا گھر بسنے سے کتنے لوگ خوش ہو جائیں گے۔" اس نے اپنے

اقرار کے فیصلہ کو درست محسوس کیا تھا۔ اسی وقت ابرج چلا آیا تھا۔

"تم تیاری میں کتنا وقت لگاؤ گی۔" وہ بولتا ہوا آیا تھا اور ایلیفیہ کو دیکھ ٹھٹک گیا تھا۔ ٹی پنک کلر کے اسٹائلش سوٹ میں سلیقہ سے ہوئے میک اپ اور جیولری پہنے وہ آنکھوں کو خیرہ کر گئی تھی۔

"میری دعا ہے میری پیاری دوست جو میرے لیئے چھوٹی بہن کی مانند ہے ہمیشہ خوش رہے میرے حصہ کی ہر خوشی تمھیں مل جائے کبھی تمھاری آنکھ میں آنسو نہ آئے۔" وہ خود کو کمپوز کرتا اس کے سامنے رکتے ہوئے بولا تھا۔ اس کی آنکھیں جھلملانے لگی تھیں۔

"آج آپ ایلیفیہ کو بار بار بہن کو کیوں بول رہے ہیں اس لیئے کہ اس کی شادی ہو رہی ہے۔" مسکان آنکھیں گھما کر شرارت سے بولی تھی۔ ابرج نے ہمیشہ اس کا ایک چھوٹی بہن کی طرح خیال رکھا تھا لیکن وہ کہتا اسے دوست ہی تھا وہ تو اسے اکثر کزن ماننے سے بھی انکار کر دیتا تھا کہ اس کے لیئے ایلیفیہ اس کی دوست تھی۔

"آج مجھے شدت سے احساس ہوا ہے کہ ایلیفیہ میری دوست ضرور ہے مگر میری بہن بھی تو ہے جسے میں رخصت کرنے جا رہا ہوں نیا بندھن جو یہ باندھنے جا رہی ہے وہ بندھن مجھے احساس دلا رہا ہے کہ ایلیفیہ میری دوست سے زیادہ بہن ہے دوستوں کو رخصت نہیں کرنا پڑتا اور بہنوں کو رخصت کرنا ہی پڑتا ہے جیسے عائشہ آپی کو کیا اور تم دونوں لائن لگا کر جانے کی تیاری میں ہو۔" وہ دکھ سے بولتا مسکان کی ناک کھینچ کر شرارتی ہوا تھا اور مسکان جھینپ کر نظر جھکا گئی تھی۔

اس نے باری باری ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"مجھے صرف تمھارا ساتھ چاہیئے ابر، اب یہ تم پر منحصر ہے کہ وہ ساتھ ایک دوست کی حیثیت میں ہو کہ بھائی کی حیثیت سے کہ رشتہ کوئی بھی ہو احترام کا جذبہ غالب رہے گا اور جس رشتہ میں احترام جڑا ہو اس کو نام کی ضرورت نہیں ہوتی۔" وہ نم لہجہ میں بولی تھی۔ ابرج اس کے لیئے بہت معنی رکھتا تھا اس نے ایک کزن کے روپ میں دوست نما بھائی کو پایا تھا۔ ابرج اس کے لیئے ہمیشہ سے بہت بڑا سہارا ثابت ہوا تھا۔

"تم لوگ تو یوں رونے دھونے کا سین بنائے کھڑے ہو جیسے ایلیفیہ کی آج منگنی نہیں رخصتی ہو رہی ہے۔" عائشہ نے ہنستے مسکراتے ہوئے انٹری دی تھی۔ وہ تینوں ہی عائشہ کی بات پر ہنس دیئے تھے۔

"آپی' آپ کو نہیں پتہ اس ایلیفیہ کا ایک بار منگنی ہو تو جانے دیں پھر اسے ہم میں سے کوئی نہیں نظر آئے گا بس ہر وقت ارمش۔ ارمش۔ اور صرف ارمش نظر آئے گا۔" مسکان نے ہنستے ہوئے ایلیفیہ کو چھیڑا تھا وہ سرخ پڑتی نظر ہی چرا گئی تھی۔ وہ تینوں اسے تنگ کرتے ڈرائنگ روم میں لے آئے تھے۔ صائقہ بیگم نے اسے گلے لگا کر پیار کیا تھا۔

ارمش کی نظر تو اس پر ٹھہر گئی تھی۔

"یہ خوبصورت لڑکی آج میری ہونے جا رہی ہے۔" ارمش کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ عائشہ نے اسے صوفہ پر بیٹھنے میں مدد دی تھی اور شارق آغا کی اجازت کے ساتھ صائقہ بیگم نے احتیاطا ساتھ لائی انگوٹھی اللہ کا نام لے کر ایلیفیہ کے ہاتھ میں پہنا دی تھی۔ شارق آغا نے داماد کو وہی انگوٹھی پہنائی تھی جو آج سے برسوں قبل آسیہ سے منگنی کے وقت آسیہ کے ابو نے انھیں پہنائی تھی۔ مبارک سلامت کا شور اٹھا تھا۔ ارمش کو ابرج نے گلے لگا کر مبارکباد دی تھی۔ ارباز جس کو ارمش نے فون کر کے بلا لیا تھا اور وہ سب کام چھوڑ کر دوست کی خوشی میں آن شریک ہوا تھا اس نے ارمش کو مبارکباد دی تھی وہ ارمش کے جذبوں سے واقف ارمش کے لیئے بہت خوش تھا۔ ارباز سے ارمش کے دوست کی حیثیت سے مل کر ان سب کو ہی اچھا لگا تھا۔ صائقہ بیگم نے تو مسکان کو گلے سے لگا کر خوشی کا باقاعدہ اظہار بھی کیا تھا۔ انگوٹھی پہنائی کی رسم کے بعد ایلیفیہ کا وہاں ٹھہرنے کا جواز ختم ہو گیا تھا۔ معصومہ سہروردی کے اشارے پر مسکان اسے لیئے وہاں سے نکل گئی تھی۔ ایلیفیہ نے ہاتھ میں جگمگاتی بیش قیمت انگوٹھی کو دیکھا تھا اور اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"الوداع محبت۔۔ الوداع ابان۔!" دل سے آہ نکلی تھی اور دل کا دیا بجھ گیا تھا۔ کراہ دل کی دیواروں کے ساتھ ٹکراتی چپ اوڑھ گئی تھی۔ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ آج ابان بھی کسی اور کا ہو گیا ہے اس کا اور عابیہ کا آج نکاح تھا وہ جان لیتی تو شاید رہی سہی کسر پوری ہو جاتی اور وہ۔۔ مر جاتی۔! جبکہ مر تو وہ ابھی بھی گئی تھی مگر محبت کی اور جذبوں کی موت ہوئی تھی۔ زندگی رواں دواں تھی اور محبت کی لاش کو چار کاندھوں کی ضرورت نہیں پڑا کرتی۔

کیسے چُپ چاپ ہی مر جاتے ہیں کچھ لوگ یہاں
جسم کی ٹھنڈی سی
تاریک سیہ قبر کے اندر
نہ کسی سانس کی آواز، نہ سسکی کوئی
نہ کوئی آہ، نہ جنبش، نہ ہی آہٹ کوئی
ایسے چُپ چاپ ہی مر جاتے ہیں کچھ لوگ یہاں
اُن کو دفنانے کی زحمت بھی اُٹھانا نہیں پڑتی!

اس کی ہچکیاں بندھنے لگی تھیں۔ آنکھوں کے سامنے کتنے ہی منظر گڈمڈ ہو رہے تھے۔ بدلتی رت۔۔۔ پیار کا موسم ۔۔۔ ابان سے پہلی ملاقات۔۔۔ محبت کا جلتا دیا۔۔۔ ابان سے سامنا۔۔۔ دل کا ٹھہر ٹھہر جانا۔۔۔ محبت کے دیا کی بڑھتی لو ۔۔۔ ابان کا روشن ہوتا عکس۔۔۔ وہ ملن کے خواب۔۔۔ یکدم بدلتی رت۔۔۔ بکھرتے لمحے۔۔۔ ٹوٹتیں آرزوئیں۔۔۔

تشنہ خواب۔۔۔ دور ہوتا' پرایا ہوتا ابان۔۔۔ بجھتا دل دیا۔۔۔رنگ بدلتی زندگی۔۔۔ آنکھوں میں خواب ابان کے ۔۔۔ہاتھ میں سجی ارمش کے نام کی انگوٹھی۔۔۔شادی کے سپنے ابان سے وابستہ۔۔۔ڈولی لانے کو ارمش کی قسمت مہربان۔۔۔دل کا مکین ابان۔۔۔ بندھن میں بندھی ارمش کے۔۔۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔ ابان کا عکس مدھم ہوا جارہا تھا۔۔۔ہاتھ میں موجود انگوٹھی کا چمکتا ہیرا اسے اپنے آپ میں اجنبی کئیے دے رہا تھا۔۔۔منہ سے سسکی نکلی تھی۔۔۔دل سے آہ آزاد ہوئی تھی اور دل دیا لاکھ چاہا بچانا مگر بجھ گیا تھا۔۔!

سب کی براتیں آئیں' ڈولی تو بھی لانا

دلہن بنا کے ہم کو راجہ جی لے جانا

چاہا تھا میں نے' سوچا تھا میں نے

کیا کیا تھے ارماں دل ناداں کے

آنکھوں میں آنسو آئے پر کوئی نہ آیا

اب تو کسی کو بھی اپنا کے ہے بلانا

☆☆☆☆☆

مہندی رچے گی تیرے ہاتھ ڈھولک بجے گی ساری رات

جا کے تم ساجن کے ساتھ بھول نہ جانا یہ دن رات

لائبہ نے عابیہ کا بگڑ جانے والا میک اپ مہارت سے درست کیا تھا اور مہندی کی رسم کے لیئے اسے پنڈال تک لے آئی تھی اور عابیہ کو ابان کے پہلو میں بٹھا دیا تھا اور اس منظر کو دیکھ عبرود کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئی تھیں اس نے نکاح کے دوران کیسے خود کو کمپوز رکھا تھا یہ وہی جانتی تھی اوپر سے عابیہ کے رونے پر ابان کا اضطراب میں مبتلا ہونا وہ انگاروں پر لوٹ رہی تھی چونکی تو تب جب محسن اس کے پاس آن رکا۔ محسن بہت خوبصورت عبرود کو دیکھ رہا تھا۔ کتنا حسین احساس تھا کہ یہ لڑکی اس کے نکاح میں تھی وہ اس کی تعریف کر رہا تھا اور وہ خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ حاسد دوسرے کی خوشی سے جلتا اپنی خوشیاں اسی حسد کی آگ میں بھسم کرتا جاتا ہے وہ بھی یہی کر رہی تھی وہ عابیہ سے حسد کرتی محسن کی سچی محبت کو سمجھنے سے قاصر' زندگی کا اہم فیصلہ انتقام کی راہ کی نظر کر گئی تھی اور جو رشتہ عابیہ اور ابان کو برباد کرنے کے لیئے جوڑا تھا وہ اسے فی الحال کوئی خوشی دینے سے قاصر تھا۔ محسن کی تعریف اس نے سن کر بھی نہ سنی تھی اس کی پیار بھری سرگوشیاں اس کے دل پر اثر نہیں کر رہی تھیں کہ اس کے دل و دماغ تو اسٹیج کی جانب لگے تھے جہاں مہندی کی رسم ہو رہی تھی۔ ابان کا قابل رشک اطمینان اس کے اطمینان کا دشمن بنا ہوا تھا۔

تجھ کو دیس پیا کا بھائے تیرا پیا تیرے گن گائے

آئے خوشیوں کی بارات لے کے رنگوں کی برسات

لائبہ نے مہندی لگائی کی رسم کی تھی اور ابان سے کافی نیگ بٹورا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی محسن کے ساتھ اسٹیج تک چلی آئی تھی وہ عابیہ کی اکلوتی بھابھی تھی محسن اور اس نے رسم کی تھی رسم بھی عبرود نے جس دل سے کی تھی بس اسے ہی علم تھا۔ ابان بے حد سنجیدہ سا بیٹھا تھا عابیہ کی گھبراہٹ اور مرتعش وجود کا اسے اچھے سے احساس تھا اور اس نے عابیہ کی گھبراہٹ کو محسوس کرتے ہی بہت دل کے مجبور کرنے پر بھی کوئی سرگوشی نہ کی تھی جبکہ لائبہ اور اس کی بھابھی مستقل چھیڑتیں اسے اکسا رہی تھیں اور وہ محض مسکرانے پر اکتفا کیئیے بیٹھا تھا۔

کنگنا بانہوں میں جب کھنکے 'کھولے بھید یہ تیرے مَن کے

چاہے کرو نہ کوئی بات 'سب نے جان لیئے جذبات

عبرود کا دل کر رہا تھا کہ وہ ابان کی مسکان نوچ پھینکے مگر وہ ایسا کر نہیں سکتی تھی۔ اس نے رسماً مسکراتے ہوئے رسم ادا کی تھی اور عابیہ کے برابر سے اٹھ گئی تھی۔ ڈل گولڈن قیمتی غرارہ سوٹ میں عابیہ مرکز نگاہ تھی اور وہ نفرت سے عابیہ کی خوشیاں چھین لینے کی پلاننگ کر رہی تھی۔ درمکنون نے عابیہ کو مٹھائی بہت تنگ کرنے کے بعد کھلائی تھی۔ بہن کو خوش دیکھ کر ابان کی خوشی دوچند ہو گئی تھی اس کی محبت اس کی ماں اور بہن کی پسند تھی یہ بات اس کے سکون کے لیئے کافی تھی ۔ درمکنون اسے چھیڑ رہی تھی اور عابیہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

تیرا گھونگھٹ جو اٹھائے 'روپ تیرا سہہ نہ پائے

چاند کو وہ بھول جائے 'دیکھے تیرا سنگھار

ابان بہن کی شرارتوں پر دھیمے باوقار انداز میں مسکرا رہا تھا۔ عبرود کی نگاہ اسٹیج پر ہی جمی تھی۔ وہ نٹ کھٹ سی لڑکی جو عابیہ کی ہی ہم عمر تھی جو عابیہ کے کان میں گھس کر جانے کیا کہہ رہی تھی مگر اس کے بے حد حسین اور معصوم چہرے پر شرارت رقصاں تھی۔ وہ درمکنون کو دیکھے جا رہی تھی جو دوست کے برابر سے اٹھی تھی اور ٹیبل پر دھری ابٹن کی پلیٹ سے انگلیوں کو ابٹن سے بھرا تھا اور ابان کے چہرے پر لگا گئی تھی ۔ ابان چونکا تھا اس نے بہن کو دیکھا تھا اور وہ کھلکھلا دی تھی ۔ ابان کے چہرے پر جو خوشی کی لہر دوڑی تھی وہ عبرود کے لیئے سوچ کے کئی در وا کر گئی تھی اور اس کی نگاہ کے سامنے کچھ دیر پہلے کا منظر گھوم گیا تھا جب ابان 'بہن کو چپ کروا رہا تھا۔

"یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہ گزرا' ابان کو برباد کرنے کے لیئے ضروری تو نہیں ابان کی خوشیاں چھینی جائیں ۔۔۔ اگر

اس کی بہن کی خوشیاں مصلوب کرلی جائیں تو ابان نے تو یوں بھی برباد ہو جانا ہے۔" اسٹیج پر نظر آتا محبت بھرا منظر اس کا شاطر دماغ اسے نئی راہ سجھا گیا تھا۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ اسٹیج کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔ درمکنون کو ابان خشمگیں نگاہوں سے دیکھ رہا تھا مگر اس کے چہرے پر کیسا نرم سا تاثر تھا جو یہ بتانے کو کافی تھا کہ غصہ مصنوعی تھا محبت اور رشتوں کا احساس حقیقی تھا۔

"میرے ہاتھ اب ترپ کا پتہ لگ گیا ہے سید ابان بخاری' تمھاری بربادی تو طے ہے تمھیں عابیہ کی طرف سے توڑ کر درمکنون کی طرف سے ایسا زخم لگاؤں گی کہ تمھاری روح تک بلبلا اٹھے گی۔" وہ ابان کے پر سکون چہرے کو دیکھتے ہوئے خود کلامی کر رہی تھی اور اس کے لبوں پر شاطرانہ مسکان مچل گئی تھی۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا ارمش جو میں محسن کی فیملی کا حصہ بن کر جان سکوں گی وہ دور رہ کر نہیں۔۔۔ محسن تم نے مجھے بیوی ہی نہیں بنایا اپنے خاندان کی بربادی کے لیئے چن لیا ہے۔" اس نے ساتھ کھڑے محسن پر نگاہ ڈالی تھی اور مکروہ انداز میں سوچتی بظاہر محسن کے متوجہ ہوتے ہی مسکرا دی تھی۔ اسٹیج پر درمکنون اور لائبہ کی شرارتیں عروج پر تھیں درمکنون کے بہت کہنے پر اس کے اکسانے پر بھی عابیہ نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا نہ ہی نظر زرا سی ترچھی کر کے اس نے ابان کو دیکھا تھا جبکہ ابان کتنی ہی بار چوری چوری اسے دیکھ چکا تھا اور ماہرہ و لائبہ تو لگتا تھا جیسے طاق میں لگی ہوئی تھیں جیسے ہی ابان کی نظر عابیہ پر اٹھتی تھی وہ شور مچا دیتی تھیں۔

تیرے ماتھے کا یہ جھومر' بولے پیا کے من کو چھو کر

ساجن سن لو میری بات' جیون بھر کا ہے ساتھ

بزرگ اور بڑے سب لوگ اپنی اپنی نشستوں پر براجمان اپنی باتوں میں مشغول ہونے کے ساتھ ان بچیوں کی شرارتوں کو بھی انجوائے کر رہے تھے۔ محفل اپنے عروج پر تھی اور ڈی جے نے اس پر رونق محفل کو مہندی کی مناسبت سے گانے لگا کر چار چاند لگائے ہوئے تھے۔ وہ سب عبرود کے مکروہ عزائم اور قسمت کے پھیر سے انجان بے حد خوش و مطمئن لمحہ لمحہ سے خوشیاں کشید کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

گاجے' باجے باراتی، گھوڑا گاڑی اور ہاتھی کو

لائیں گے ساجن تیرے آنگن' ہریالی بنی

تیری مہندی وہ دیکھیں گے تو اپنا دل رکھ دیں گے

وہ پیروں میں تیرے چپکے سے ہریالی بنی

مہندی روپ سنوارے، مہندی رنگ نکھارے

ہریالی بنی کے آنچل میں اتریں گے تارے

عبرود کی آج برات تھی گو کہ احسن شاہ نے بہت ہی سلیکٹڈ لوگوں کو مدعو کیا تھا مگر انھوں نے کسی قسم کی کسر نہ چھوڑی تھی کہ آخر کو ان کی اکلوتی بیٹی کی شادی تھی وہ شادی سے ناخوش تھے لیکن بیٹی کی ضد کے آگے چپ ہو گئے تھے تو ایک ہفتہ میں بھی قابل رشک انتظام کیا تھا بیٹی کو جہیز بڑا ہی شاندار دیا تھا پراپرٹی الگ دی تھی محسن اور اس کی فیملی نے تو اپنے طور پر منع کر دیا تھا مگر احسن شاہ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی تھی کہ عبرود ان کی اکلوتی بیٹی ہے ان کا سب کچھ عبرو کا ہے وہ جو کچھ دے رہے ہیں بیٹی کو دے رہے ہیں اور محسن کی فیملی چپ کر گئی تھی کیونکہ کہنے کو تو ابان اور اس کی ماما نے بھی کہہ دیا تھا کہ انھیں کچھ نہیں چاہیئے مگر حیدر نعمانی نے بیٹی کو جو دے سکتے تھے وہ دیا تھا عابیہ نے جو فرنیچر پسند کیا تھا اس کی قیمت گیارہ لاکھ تھی وہ شادی میں جتنا خرچ کر چکے تھے آؤٹ آف بجٹ ہو گیا تھا مگر انھوں نے اکلوتی بیٹی کی پسند کا خیال رکھا تھا اسے وہی فرنیچر دیا تھا جو اس نے پسند کیا تھا ہر وہ چیز دی تھی جو ان کی بیٹی کو چاہیئے تھی یا جو اسے پسند تھی ایسے میں انھوں نے احسن شاہ کو بھی کسی بھی معاملے میں باؤنڈ نہ کیا تھا۔

رنگ و بو کا سماں تھا محفل اپنے عروج پر تھی۔ ابرج سہروردی کب سے درمکنون کو ادھر سے ادھر تتلی کی مانند اڑتے دیکھ رہا تھا اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جسے دیکھ دیکھ وہ اس سے بات کا کوئی بہانہ چاہ رہا تھا وہ یکدم خود ہی اس سے آن ٹکرائے گی۔ ابرج کو لگا تھا کوئی پھولوں سی بھری لچکیلی ڈال اس پر سایہ فگن ہو گئی ہے۔ڈارک براؤن میکسی میں وہ آسمان سے اتری کوئی اپسرا الگ رہی تھی وہ اس کو گرنے سے بچانے کو اس کا بازو تھام گیا تھا اور اب تک وہ اس کے حصار میں تھی۔ درمکنون کو جیسے ہی اپنی آکورڈ پوزیشن کا فہم ہوا تھا وہ اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتی فاصلہ پر جاتی مدھم سے لہجہ میں معذرت کر گئی تھی۔

"آئی ایم سوری۔۔!" ابرج سہروردی بھی خود کو سنبھال گیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ مکنون۔۔۔" وہ آگے بڑھتی کہ وہ نرمی سے پوچھ گیا تھا وہ بے طرح چونک اٹھی تھی۔ کئی بار اس سے سامنا ہوا تھا اور پرسوں محسن کے نکاح میں بھی سامنا رہا تھا مگر اس نے سلام دعا تک نہ کی تھی اور آج یوں مہربان ہوا تھا۔اسے میٹھی جذبے لٹاتیں نگاہوں سے دیکھتا اس کا حال دریافت کر رہا تھا۔

"آئی ایم فائن۔۔۔" وہ مروتاً رسمی جملہ بول گئی تھی۔

"میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔" وہ درمکنون کا جواب سن فوراً بولا تھا اس کی دلکش ساگر سی آنکھوں میں حیرت کی لہریں اٹھنے لگی تھیں۔

"مجھ سے کیا بات کرنی ہے۔" اس نے تھوک نگلتے ہوئے سوچا تھا اور اطراف میں نگاہ دوڑائی تھی۔ وہ ہال کے نیم تاریک گوشہ میں کھڑے تھے۔ کل ہی تو ابان اور عابیہ کا نکاح ہوا تھا اور آج وہ دونوں ہی محسن کی شادی کی محفل میں شریک تھے۔ لائبہ اور اس نے عابیہ کو چھیڑ چھیڑ کر زچ کیا ہوا تھا۔ عابیہ ان کی شرارتوں پر خفا ہو گئی تھی اور سب سے الگ تھلگ ہال کے سب سے پرسکون و قدرے نیم تاریک ماحول میں چلی آئی تھی اور درمکنون اس کو تلاش کرتی ابرج سے ٹکرا گئی تھی۔

"مکنون' آپ مجھے بے حد اچھی لگتی ہیں۔۔۔" وہ الجھی کھڑی تھی کہ اس کے کانوں میں ابرج کا ٹھہرا ہوا لہجہ گونجا تھا۔ اس کی حیرت دوچند ہو گئی تھی۔

"میں آپ سے محبت کرتا ہوں مکنون!" وہ اس کی متحیر نگاہوں میں دیکھتا آج بلآخر اظہار محبت کر گیا تھا۔ مکنون کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا وہ نظر چرا گئی تھی۔ دل پوری رفتار سے سینے میں ہلچل مچا گیا تھا۔ وہ شخص جو ہر بار اسے چونکا دیتا تھا۔ جس کی بولتی آنکھیں اسے ہر سامنے پر اپنی اور کھینچتی تھیں وہ شخص آج اس سے اپنے دل کی بات کہہ رہا تھا۔ یہ درمکنون کی زندگی کا پہلا موقع تھا جو کسی مرد نے اس سے اظہار محبت کیا تھا ورنہ تو اس کی زندگی ماں اور بھائی کے ارد گرد گھومتی تھی۔ وہ ہر جگہ اپنے بھائی کے ساتھ جاتی تھی اس لیئے کبھی کسی قسم کی کوئی بات ہو ہی نہیں پائی تھی اور وہ بھی ایسے مزاج کی لڑکی نہ تھی منگنی گو کہ زیادہ عرصہ نہ رہی تھی لیکن اس نے کبھی احمر سے بات تک نہ کی تھی۔ کہنے کو اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد اس کا منگیتر تھا مگر اس سے بات نہ ہوئی تھی کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی اس لیئے اس کے لیئے کوئی جذبہ ذہن و دل میں سر نہ اٹھا سکا تھا اور آج ابرج سہروردی اس کے ذہن و دل پر چوٹ لگا گیا تھا۔۔۔ پہلی ضرب۔۔۔ پہلا اقرار۔۔۔ وہ سرخ چہرے کے ساتھ نظر جھکائے کھڑی لب کچل رہی تھی اسے سمجھ نہ آیا تھا کہ وہ ابرج کی بات کا اسے کیا جواب دے؟ ایسے میں اسے فرار کی راہ بے حد مناسب لگی تھی۔ ابرج گو کہ مکنون کو زیادہ نہیں جانتا تھا مگر اس نے چند ایک بار کے سامنے کے بعد اسے بہت کم گو' قدرے شرارتی اور معصوم پایا تھا ایسے میں اسے درمکنون سے جواب کی توقع نہیں تھا اسے اندازہ تھا کہ وہ مکنون سے کچھ کہے گا تو وہ جواب دہ نہیں پائے گی اور اسے فرار ہوتے دیکھ اس کے ذہن کی بات سچ ہو گئی تھی۔

"جواب دیئے بنا جا رہی ہیں۔۔۔ محبت کرتا ہوں آپ سے۔۔۔ شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ کوئی امید کا دیا جلا نہیں سکتیں تو۔۔۔ کوئی ایسی بات ہی کہتی جائیں جو آس کا دیا بجھا دے۔" وہ اس کے راستے میں یوں کھڑا ہو گیا تھا کہ وہ فرار ہونے کا سوچ تو سکتی تھی فرار ہو نہیں سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیوں۔۔۔ جانے کس احساس سے موتی چمکنے لگے تھے۔

"پلیز' میرے راستے سے ہٹیں۔۔۔ کسی نے یوں دیکھ لیا تو برا ہو جائے گا۔۔۔" وہ نم لہجہ میں منمنائی تھی۔

"کیا برا ہو جائے گا مکنون؟" اس نے مکنون کے گھبرائے چہرے کو بہت محبت سے دیکھتے ہوئے قدرے بے تکلفی سے استفسار کیا تھا۔

"برا ایسے کہ لوگ یوں لڑکا و لڑکی کو ساتھ دیکھ باتیں بناتے ہیں اور ماما جان کہتی ہیں لڑکیوں کو غیر لڑکوں سے بات نہیں کرنی چاہیئے تاکہ کسی کو باتیں بنانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔" اس نے ذرا کی ذرا پلکیں اٹھائی تھیں اور بے پناہ معصومیت کے ساتھ اپنی ماما جان کا فرمان اس کے گوش گزار کر گئی تھی۔ ابرج نے بمشکل اپنے امڈتے قہقہہ کو روکا تھا اور مسکرا کر سائیڈ پر ہو گیا تھا۔

"چلیں پھر میں آپ سے تب بات کروں گا جب میں غیر نہیں رہوں گا۔" وہ مسکرا کر قدرے ذو معنی انداز میں بولا تھا اس نے بس ایک نظر اسکے چہرے پر ڈالی تھی وہ زیر لب مسکراتا اسی کو دیکھ رہا تھا وہ نظر جھکاتی بڑی تیزی میں وہاں سے نکل گئی تھی۔ ایسا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ کسی لڑکی سے محبت کا اظہار کر کے شادی کی خواہش کہے گا اور وہ لڑکی اس کے کسی جذبہ کو محسوس کیئیے بنا اس کی بات کو یکسر نظر انداز کر کے چلی جائے گی اور وہ پھر بھی کسی قسم کا غصہ محسوس نہیں کرے گا بلکہ دل کی دنیا اطمینان سے بھر جائے گی۔ وہ کیوں نہ مطمئن ہوتا کہ مرد کے لیئے سب سے زیادہ جو بات معنی رکھتی ہے وہ ہے کہ جو عورت اس کو بھا جائے' جس سے محبت کرے۔۔۔ جسے بیوی بنانا چاہے اس عورت کے ذہن و دل سے کسی دوسرے مرد کا خیال بھی نہ ہو کر گزرا ہو اور در مکنون کی معصومیت اس کے اعلی کردار اس کی شفاف سوچ کی امین بن گئی تھی۔ ابرج سہروردی دل کشی سے مسکرا دیا تھا۔

"مجھے اپنی پسند پر فخر ہے اور تم ہی میری بیوی بنو گی۔" اس نے در مکنون کی پشت پر نگاہ جمائے سوچا تھا اور دل کا دیا جو مکنون کو روشن ہوا تھا آج اس دیا کی روشنی دوچند ہو گئی تھی۔

اٹھا لے جاؤں گا' تجھے میں ڈولی میں
دیکھتی رہ جائیں گی' سکھیاں تمہاری

☆☆☆☆☆

سید ابان بخاری کو محفل کا حصہ بنے کوئی گھنٹہ ہو گیا تھا۔ عبرو و محسن کا نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ فوٹو سیشن کے ساتھ شادی کی تمام رسومات ایک ایک کر کے طے پا رہی تھیں۔ کل عابیہ کے رونے دھونے کے سیشن کی وجہ سے وہ کوئی بات نہیں کر پایا تھا اور آج وہ اس سے چھپتی پھرتی رہی تھی۔ دونوں یوں آمنے سامنے ہی نہ آ پائے تھے کہ وہ اس سے کچھ بات کر پاتا وہ تو اسے دور سے دیکھ آہیں بھرنے پر مجبور تھا۔ رائل بلو کلر کی فرشی میکسی میں وہ لگ بھی تو کتنی پیاری رہی

تھی اس کا دل بات کو مچل رہا تھا اور وہ موقع نہیں دے رہی تھی۔ کبھی اسٹیج پر رشتہ داروں کے درمیان گھری۔ تو کبھی لائبہ اور درمکنون کے نرغہ میں پھنسی تھی اس کا پل پل رنگ بدلتا چہرہ ابان کے دل کی دنیا زیر وزبر کیے دے رہا تھا اور اس سے بات کی خواہش زور پکڑنے لگی تھی۔ وہ بلکل مایوس ہی ہو چلا تھا اسے عابیہ پر غصہ بھی آنے لگا تھا کہ وہ اسے ہال کی پچھلی نشست پر بیٹھی نظر آگئی تھی اور وہ ایک محتاط نظر حاضرین محفل پر ڈالتا ٹیبل پر عابیہ کے سامنے آن رکا تھا۔

"لوگ تو پہچاننے کے بھی روادار معلوم نہیں ہو رہے۔" وہ سرگوشی نما آواز پر چونکی تھی اور ابان کو دیکھ اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا وہ سیٹ سے کسی اسپرنگ کی طرح اچھل کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اور اس کے بے حد گھبرائے انداز پر ابان ہنس دیا تھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو مسز ابان!" وہ اس کے بے حد سرخ چہرے کو دیکھ شوخ ہوا تھا۔ وہ لب کچلنے لگی تھی۔ وہ کچھ یوں اس کے سامنے کھڑا تھا کہ وہ پہلو بچا کر جا تک نہیں سکتی تھی۔

"ابان۔۔۔" اس کے لب کپکپائے تھے۔

"بولو جان ابان۔۔" کل اس نے جتنا اس کی گھبراہٹ کی وجہ سے خود کو کسی شرارت' کسی سرگوشی سے دور رکھا تھا لگتا تھا وہ آج اس سے بدلہ لینے کے موڈ میں تھا۔ وہ اس کے طرز تخاطب پر ہی نہ سنبھلی تھی کہ وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔ یہ پہلا لمس تھا وہ پوری جان سے لرز گئی تھی۔ اس کی اتنی ہمت نہ ہوئی تھی کہ ابان کی طرف دیکھتی جو اس کی کلائی میں سونے کا بریسلٹ پہنا رہا تھا جس پر ڈائمنڈز لگے تھے۔

"منہ دکھائی سمجھ لو کہ نکاح کے بعد چاند چہرہ اب دیکھا ہے تحفہ تو بنتا ہے۔" وہ اپنی شرارت پر متبسم تھا۔

"ابان' ہاتھ چھوڑیں۔۔۔ کوئی دیکھ لے گا۔" وہ حیا سے لرز رہی تھی کچھ خوف بھی دامن گیر تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ بہت محتاط ابان جیسے ساری احتیاطیں گھر ہی چھوڑ آیا تھا۔

"کوئی دیکھتا ہے تو دیکھے۔ اپنی بیوی سے رومینس کر رہا ہوں کوئی روک کر تو دکھائے۔" وہ عابیہ کا من موہنا' شرمایا لجایا روپ آنکھوں کے راستے دل میں اتارتا شوخ ہوا جا رہا تھا اور اس نے صاف دھونس پر ابان کی طرف دیکھا تھا اور وہ عابیہ کی آنکھوں میں دیکھ مسکراتا۔ اس کے ہاتھ پر لب رکھ گیا تھا۔

"ابان' اب مجھ سے بات مت کیجئیے گا آپ۔" وہ حیا سے سرخ پڑتی ہاتھ کھینچ کر دور ہوئی تھی اور ناراضگی سے پر حجاب لہجہ میں منمنائی تھی۔

"خفا کیوں ہوتی ہو یار۔ میں تو بس تمھیں تنگ کر رہا تھا۔" وہ اس کو رونے کو پر تولتے دیکھ کر معصوم بن گیا تھا۔

"آپ بہت خراب ہیں۔ اب نہیں کروں گی بات۔۔ سامنے سے ہٹیں میرے۔" وہ آنکھوں میں خفگی اور آنسو

لئیے اسے دیکھتی اس کی سائیڈ سے نکل جانا چاہتی تھی۔ مگر وہ اس کی مہندی و چوڑیوں سے سجی کلائی تھام گیا تھا۔

"ناراض نہ ہوا کرو۔ میرا دل بند ہونے لگتا ہے۔" وہ بہت محبت سے بولا تھا اور عابیہ کا دل دھڑک اٹھا تھا۔

"ایک بار گلے لگ کر یہ ہی کہہ دو ظالما کہ خفا نہیں ہو۔" وہ ہاتھ چھڑا کر بھاگنے کو تھی کہ وہ اس کے عین سامنے آن رکا تھا۔ اس نے بس ایک نظر ابان کے یکسر نئے روپ پر ڈالی تھی اگر وہ خود رائل بلو میکسی میں تھی تو ابان نے بلیک ڈنر سوٹ پر بلو ٹائی لگائی تھی اور یہ اتفاق نہیں تھا درمکنون کی مدد سے ممکن ہوا تھا۔ اسی وقت ہال کی لائٹس آف ہو گئی تھیں ڈیجیٹل کیمرے سے مووی بن رہی تھی۔ رنگ برنگی روشنیاں اور موسیقی کی آواز ابان کے جذبات کو ہوا دے گئی تھی۔ وہ کوئی شوخ جسارت کرتا کہ عابیہ میکسی سنبھالے آگے بڑھ گئی تھی اور وہ اسے روکنے کا ارادہ ترک کرتا مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

اک میرا یارا، اک اودی یاری

یہی ارداس ہے میری

وہی میرا سچ ہے، وہی میری ضد بھی

دِل وچ سانس ہے میری۔

روٹھے نوں منانا آندا نئی وے

کدی وی نہ روٹھنا تو مجھ سے۔

آپاں بس سکھیا یاری نبھانا

جب سے جڑی ہے جان تجھ سے۔

او یارا میرے

خیر منگدا میں تیری ربا سے یارا

خیر منگدا میں تیری،

یار بن جینا سکھا دے او ربا میرے

مہر منگدا میں تیری، خیر منگدا میں تیری ربا سے یارا

تینوں بلاوے یارا وے من میرا

یاری دا احساس ہمیشہ دل وچ زندہ رہے گا

تیرے ور گاں یار کہیں نہ مجھ کو اور ملے گا

بھولے سے بھی کوئی بھول ہوئی ہو تو

یار ادے اسے بھلا کہ تو

اک واری گلے لگ جانے دے نہ

اک واری گلے لگ جانے دے یارا مجھے

مہر منگدا میں تیری

خیر منگدا میں تیری ربّا سے یارا

خیر منگدا میں تیری۔۔!

☆☆☆☆☆

"آنٹی نظر نہیں آرہیں؟" وہ ابرج کو دیکھ عابیہ کے پیچھے جانے کا ارادا ترک کرتا چلتا ہوا ابرج کے پاس آرکا تھا اس نے معصومہ سہروردی کے نہ آنے کا پوچھا تھا اور ابرج نے نہ آنے کا عذر مصروفیت بتایا تھا اور آگے سے درشہوار کا پوچھ لیا تھا۔

"ماماجان کی طبعیت ٹھیک نہیں رہتی کل رات ہی اتنا تھک گئی تھیں پھر کل کا فنکشن بھی ہے اس لیئے ماماجان نہیں آئیں۔" ابان نے ذرا تفصیلی جواب دیا تھا۔ ابرج نے مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

"انشااللہ کل آنٹی سے ملاقات ہوگی۔" ابرج نرمی سے بولا تھا۔

"ماماجان' بھی تم سے ملنا چاہتی ہیں۔" ابان کی بات پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"مسز سہروردی نے تمھارا پرپوزل دیا ہے اسی سلسلے میں ملاقات سمجھ لو۔" ابان نے ابرج کی حیرت پر وضاحت کی تھی۔ جس پر آگے سے ابرج کچھ کہہ نہیں پایا تھا۔

"پرپوزل مسز سہروردی کی خوشی ہے یا تمھاری بھی مرضی شامل ہے؟" بات نکل ہی گئی تھی تو ابان نے لگے ہاتھ پوچھ بھی لیا تھا۔

"ماما نے پرپوزل میری خوشی کو مدنظر رکھ کر آپ لوگوں تک پہنچایا ہے کیونکہ میں درمکنون کو پسند کرتا ہوں۔" ابان نے اگر پوچھ ہی لیا تھا تو اس نے بھی عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دل کی بات ابان تک پہنچا دی تھی۔ ابان کو قلبی سکون محسوس ہوا تھا کہ اس نے محض اپنے محسوسات کی روشنی میں عابیہ کے زریعے مکنون کی منگنی ختم ہونے کا فیصلہ ابرج تک پہنچایا تھا اور ابرج نے اپنا پرپوزل بھیج کر اس کے شک کو یقین تو سونپ ہی دیا تھا اور آج رہی سہی کسر بھی پوری ہوگئی

تھی۔

"اگر ہماری طرف سے انکار ہو جائے۔۔۔؟" ابان خود کو سنبھال کر بولتا ابرج کو بے چین کر گیا تھا۔ ابان کی بات ادھوری تھی لیکن کس قدر کٹیلی تھی ابرج کو اپنا دل کٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"انکار کا آپ لوگوں کو حق حاصل ہے آپ انکار کر سکتے ہیں میرے پاس ایسا کوئی اختیار نہیں ہے کہ میں آپ لوگوں کے انکار کو اقرار میں بدل سکوں ہاں مگر ایک بار آپ لوگوں سے ریکوئسٹ ضرور کروں گا۔" ابرج نے خود کو کمپوز کر کے دھیمے لہجہ میں کہا تھا۔ ابان اسے دیکھ رہا تھا کچھ دیر قبل تک مسکراتا ہشاش بشاش چہرہ کیسے خزاں کا منظر پیش کرنے لگا تھا۔

"ریکوئسٹ۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔۔۔؟" وہ ابرج کے اترے ہوئے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے بولا تھا۔

"اگر آپ لوگوں کی طرف سے انکار ہو جائے تو میں وجہ ضرور پوچھوں گا اور ریکوئسٹ کروں گا کہ انکار کو اقرار میں بدل لیں کہ میرے ذہن و دل میں درمکنون کے لیئے بہت سچے جذبات ہیں۔ محبت کرتا ہوں درمکنون کو خوش رکھوں گا اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کروں گا کامیاب ہو گیا تو درمکنون میری۔۔۔ ناکام ہو گیا تو جو اللہ کی رضا۔۔۔" وہ بہت مدھم لہجہ میں کہتا ابان کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا تھا کہ وہ ابرج کو زیادہ تو نہیں جانتا تھا مگر جتنا جان پایا تھا وہ اسے اتنا صابر و قسمت پر شاکر قناعت پسند ہر گز نہیں لگا تھا۔ وہ یکدم ہی سوچ میں پڑ گیا تھا کہ کیا ابرج کوئی ڈرامہ کر رہا ہے؟ درمکنون سے شادی کرنے کے لیئے اچھے پن کا کوئی ڈرامہ۔۔۔ یا ابرج اتنا ہی اچھا صابر شاکر ٹائپ انسان ہے۔۔۔؟ ابان بری طرح الجھ گیا تھا۔

"میں جس سوسائٹی سے خاص جس فیملی سے تعلق رکھتا ہوں ایسے میں ریکوئسٹ کرنا اور اللہ کی رضا کہہ کر بات ختم کر دینا اگر آپ کو حیرت میں مبتلا کر رہا ہے تو آپ ٹھیک حیرت کی زد میں ہیں۔" ابرج دھیمے سے ہنس کر بولا تھا ابان نے خود کو کمپوز کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں سرخی کی مدھم سی لکیر ابھر رہی تھی۔

"میں قسمت پر شاکر ہو جانے والوں میں سے نہیں آخری حد تک اسٹرگل کرنے والوں میں سے ہوں میں نے جو چاہا اپنی محنت سے حاصل کیا لیکن میری سوچ اب کچھ بدل گئی ہے کیونکہ انسان سب کچھ محنت و جدوجہد سے حاصل کر سکتا ہے سوائے محبت کے۔۔۔" ابان جو اسے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں سرخی کی لکیروں کو آنکھ کے پانی میں بہتا محسوس کرتا اپنے آپ میں چور بنتا جا رہا تھا۔

"ایلیفیہ میرے لیئے خود مجھ سے زیادہ اہم ہے وہ میری وہ دوست ہے جس کو میں نے خوش دیکھنا چاہا جس کے لیئے میں ہمیشہ لڑا جس کی ہمیشہ ڈھال بن گیا ماموں کو اس کے باہر جا کر پڑھنے اور میرے آفس میں جاب کرنے کے لیئے راضی

کیا میں نے ہمیشہ اس کا ساتھ دیا تا کہ وہ خوش رہے لیکن میں اسے محبت نہیں دے سکتا میں اسے سید ابان بخاری نہیں دے سکتا اور یہیں آ کر مجھے احساس ہوا کہ قسمت ہی سب کچھ ہوتی ہے۔" ابرج کی آنکھوں کی سرخی بڑھ گئی تھی اور ابان اپنے آپ میں چور ہو کر رہ گیا تھا۔

"میرے ذہن و دل میں ایلیفیہ کا خیال دور دور تک نہیں ہے میں نے صرف عابیہ سے محبت کی ہے اسی لیئے میں نے کبھی ایلیفیہ کے جذبوں کی پزیرائی نہیں کی۔ باجود اس کہ میں خود کو ایلیفیہ کا مجرم پاتا ہوں۔ میں اس کے لیئے کچھ کر نہیں سکتا اس لیئے اپنے آپ میں شرمندہ رہتا ہوں۔ ہو سکے تو تم اور ایلیفیہ مجھے معاف کر دینا۔" ابان بہت آہستگی سے بولتا چلا گیا تھا۔ ایلیفیہ کو اس سے محبت تھی اور اتنی شدید کے زندگی اور موت کی کشمکش سے لڑ کر آئی تھی ایسے میں وہ بے قصور ہو کر بھی خود کو زیر ندامت محسوس کرتا تھا کیونکہ وہ خود محبت کا مسافر تھا اور اس سفر کی بے قراریوں وصعوبتوں سے واقف تھا ایسے میں وہ ایلیفیہ کو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا کہ جانتا تھا محبت کب کس سے ہو جائے یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔

"آپ کیوں معافی مانگ کر شرمندہ کر رہے ہیں ایلیفیہ کی چاہت یکطرفہ ہے اور یکطرفہ چاہتیں اکثر ضائع ہی ہو جاتی ہیں ایلیفیہ کی چاہت بھی ضائع ہوتی، ناکام ہو گئی ہے۔" ابرج اس کے سرخ چہرے کو دیکھ زبردستی مسکرایا تھا۔ ابان آگے سے کچھ کہہ نہیں پایا تھا کہ ہر بات کا جواب نہیں ہوا کرتا کہ زندگی کبھی ایسے سوال دیتی ہے کہ انسان لاجواب ہو جایا کرتا ہے۔

"ابھی ایلیفیہ آپ کی شادی سے انجان ہے میں جانتا ہوں کہ یہ بات زیادہ عرصہ اس سے چھپی نہیں رہے گی لیکن میں جب تک چھپ سکتی ہے چھپانا چاہتا ہوں تا کہ ایلیفیہ دکھ سے بچی رہے۔" ابرج نے اس کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے گہری سانس کھینچ کر کہا تھا۔ ابان نے لب بھینچ لیئے تھے۔ اسی وقت اس کا سیل فون بج اٹھا تھا اس مداخلت کو ابان نے غنیمت جانا تھا۔ جیب سے موبائل نکالا تھا اسکرین پر در مکنون روشن تھا اس نے نظر اٹھائی تھی در مکنون اسٹیج پر عابیہ کے ساتھ کھڑی تھی۔ ابان نے لائن ڈسکنیکٹ کی تھی اور در مکنون کے آنے کے اشارے پر اشارتاً آنے کا کہتا ابرج کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"اب اجازت۔۔۔ انشاللہ کل ملاقات ہو گی۔" ابان مصافحہ کرتے ہوئے شائستگی سے بولا تھا۔ ابرج نے مسکرا کر خدا حافظ کہنے کے بجائے ایک الگ ہی بات کہی تھی۔ ابان اسے دیکھنے لگا تھا۔

"ایلیفیہ کی ارمش سے منگنی ہو گئی ہے بس اب تو یہی دعا ہے کہ وہ اپنے دل سے آپ کی محبت نکال کر ارمش کو اس کی محبت کو قبول کر لے۔" ابرج نے کچھ سوچ کر اسے ایلیفیہ اور ارمش کی منگنی کا بتا دیا تھا ابان کو خوشگوار حیرت

ہوئی تھی۔ وہ ابرج کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ انشااللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ابان یکدم ہی خود کو بہت پر سکون محسوس کرنے لگا تھا کہ اس کے اندر کی اچھائی اسے بے سکون رکھے ہوئے تھی یہ خیال کہ اس کی وجہ سے کوئی تکلیف میں ہے اس کی بے چینی کا سبب تھا مگر اب اسے ایک امید مل گئی تھی۔ ابرج مسکرا دیا تھا۔ وہ اسے خداحافظ کہتا اسٹیج کی جانب بڑھنے لگا تھا جہاں رخصتی کی رسومات عروج پر تھیں۔ عابیہ اس سے بہت فاصلے پر تھی وہ دور سے ہی اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ چکا تھا مگر فاصلہ اور پوزیشن کا خیال ایسا تھا کہ وہ چپ سادھے کھڑا تھا۔ عبرود کو دولہا کی گاڑی میں لائبہ اور اس کی بھابھی مائرہ نے سوار کروایا تھا۔ عابیہ سجی ہوئی کار کی طرف بڑھنے سے قبل، درمکنون تک آئی تھی۔ دوست کو خداحافظ کہا تھا اور آگے بڑھ گئی تھی اس نے درمکنون کے ساتھ کھڑے ابان کی طرف نگاہ اٹھائی تک نہ تھی ابان نے اس کے بے حد سرخ چہرے اور پھیلے کاجل کو دیکھا تھا مگر بہن کی موجودگی اسے سرگوشی سے روک گئی تھی عابیہ کے کار میں بیٹھتے ہی اس نے درمکنون کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہا تھا اور خود محسن کی طرف بڑھا تھا محسن سے ہاتھ ملا کر اس نے عابیہ کے پیرنٹس سے اجازت طلب کی اور گاڑی میں آبیٹھا رخصتی کی رسومات میں بیس منٹ لگے تھے اور عبرود، محسن کے ساتھ رخصت ہو گئی تھی۔

عبرود کا حیدر ولاز میں شاندار استقبال ہوا تھا۔ کئی ایک رسومات کے بعد اسے محسن کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ "گیٹ رکائی" کی رسم کے نیگ کے طور پر محسن نے عابیہ اور لائبہ کو سونے کا بریسلیٹ دیا تھا۔ محسن بے حد خوش تھا اپنی محبت کو پانے کا خمار اسے مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لیئے ہوئے تھا۔ اس نے عبرود کو منہ دکھائی میں ڈائمنڈز سیٹ دیا تھا عبرود نے کسی طرح کی گرمجوشی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا وہ اس شادی سے خوش نہیں تھی لیکن اس نے محسن پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ محسن کی بے قراریوں کو قرار دیتی انگاروں پر لوٹ رہی تھی کہ اس نے صرف سید ابان بخاری کو تباہ کرنے کے لیئے ان چاہی زندگی اور جیون ساتھی چن لیا تھا۔ محسن اس کی مکروہ سوچ اور عزائم سے ناواقف محبت پانے کا جشن مناتا عبرود کو تسخیر کر رہا تھا۔ اس کے جسم و جان پر حق کی بساط بچھاتا وہ زندگی کو اپنی گرفت میں محسوس کر رہا تھا۔

ابھی سانس لینے کی فرصت نہیں ہے کہ تم میری بانہوں میں ہو
کہ کچھ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے تم ہی تم نگاہوں میں ہو

حال دل تم سے کیا کہوں، اتنی بے چینی کیسے سہوں
تم نے ایسا جادو کیا کیا، بے تابی سے دھڑکے ہے جیا

میرے پہلو میں رہنا، ایک پل بھی دور نہ جانا

کسی اور کی دل کو حسرت نہیں ہے کہ تم میری بانہوں میں ہو

میں تو ہوں دیوانہ بے خبر، پل پل دیکھے تم کو ہی نظر
کہتا ہے یہ چاہت کا موسم، اتنا بھی تو چاہو نہ صنم

صرف مجھے چاہت ہے تیری، میں سب سے بیگانہ
مجھے پیار کرنے سے فرصت نہیں ہے کہ تم میری بانہوں میں ہو

☆☆☆☆☆

"تالیہ کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ رات ٹھہر جائیں۔" عالیہ نے چھوٹے بھائی کو دیکھا تھا اور اثبات میں سرہلاتی کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اس نے بہن کے لیئے سوپ بنایا تھا اور کمرے میں آگئی تھی۔

"آپی میرا بالکل دل نہیں کررہا۔" تالیہ نقاہت سے بولی تھی۔

"دل نہیں کررہا زبردستی چند چمچ حلق سے اتار لو کیونکہ تمھیں میڈیسن بھی لینی ہے۔" عالیہ نے نرمی سے کہہ کر ٹرے بہن کے سامنے رکھی تھی۔ تالیہ خاموشی سے سوپ پینے لگی تھی۔ اتنی دیر میں عالیہ نے چھوٹی بہن کا کمرہ سمیٹ دیا تھا۔ کل رات سے تالیہ بہت بے چین تھی رات بھر سو بھی نہیں پائی تھی بس روتی رہی تھی۔ رات بھر جاگنے اور رونے کا نتیجہ بخار کی صورت نکلا تھا۔ ارباز کو صبح اس وقت تالیہ کی بیاری کس پتہ چلا تھا جب وہ معمول کے مطابق شوروم جانے کے لیئے آٹھ بجے کمرے سے نکل کر کچن تک آیا تھا۔ رات کے برتن یونہی پڑے تھے ناشتہ کا کوئی اہتمام بھی ندارد تھا۔ اس نے مضطرب ہوکر بہن کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔ جواب کا وقفہ طویل ہوتا جارہا تھا اس نے دروازے پر زوردار اور مستقل دستک دی تھی۔ تالیہ جو بخار کی شدت سے نیم غنودگی میں تھی دروازے پر ہونے والی دستک پر بمشکل دروازہ کھول پائی تھی۔ ارباز اسے دیکھ کر ہی پریشان ہوگیا تھا کہ چہرہ بے حد سرخ ہورہا تھا اس نے بخار چیک کیا تھا۔ تالیہ کو 103 بخار تھا۔ اس نے عالیہ کو فون کردیا تھا۔ تیس منٹ میں عالیہ وہاں چلی آئی تھی کہ اس کا شوہر آفس کے لیئے نکل ہی رہا تھا اسے چھوڑ کر باہر کے باہر ہی آفس روانہ ہوگیا تھا۔ عالیہ کے آنے تک ارباز نے اپنے لیئے چائے بنالی تھی اور بہن کے لیئے دودھ گرم کرکے گلاس میں نکال کر ٹرے میں رکھا تھا ساتھ ہی دو سلائس بھی رکھے تھے۔ عالیہ نے ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھی تھیں بخار کچھ کم ہوا تھا اور اسے دودھ کے ساتھ زبردستی ایک سلائس کھلایا تھا اور میڈیسن دی تھی۔ ارباز ناشتہ باہر کرنے کا کہتا چلا گیا تھا۔ پورا دن عالیہ بہن کے ساتھ رہی تھی۔ اس کا خیال رکھا تھا۔ اس نے بھائی کے لیئے کھانا بھی بنالیا تھا ساڑھے سات بجے اس کی واپسی ہوئی تھی اور کھانے کے دوران اس نے عالیہ کو رات ٹھہرنے کا کہا تھا جسے عالیہ

مان گئی تھی کہ وہ خود یہی فیصلہ کر گئی تھی۔ اس نے ارباز کے آنے سے پہلے ہی شوہر کو فون کر کے اجازت لے لی تھی اور اب بہن کا کمرہ سمیٹتی وہ ٹرے اٹھا کر باہر نکل گئی تھی۔ تالیہ کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔ کچن سمیٹ کر تالیہ کے لیئے دودھ لے کر آئی عالیہ اسے روتا دیکھ مضطرب ہو گئی تھی۔

"تالیہ 'کیا ہوا ہے۔۔۔ رو کیوں رہی ہو۔" وہ جو رونے میں مشغول تھی بہن کی آواز پر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ عالیہ اس کے زرد چہرے کو دیکھتی بیڈ پر اس کے عین سامنے ٹکتی اس کا ہاتھ تھام گئی تھی۔ کچھ کہتی کہ تالیہ بہن کے گلے لگتی بری طرح روتی عالیہ کو پریشان کر گئی تھی۔

"تالیہ رونا بند کر دو مجھے فکر ہو رہی ہے آخر اتنا کیوں رو رہی ہو۔" عالیہ نے پریشانی سے کہتے ہوئے اسے خود سے دور کیا تھا وہ جو بے اختیار ہو گئی تھی اب گڑبڑائی سی بیٹھی تھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اپنے رونے کا کیا جواز پیش کرے جبکہ عالیہ کے لیئے اس کی خاموشی معمہ بن گئی تھی اور پریشانی تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔

"تالیہ 'بتاؤ مجھے کیوں روئے جا رہی ہو۔" عالیہ نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بہت نرمی سے استفسار کیا تھا۔

"امی 'یاد آ رہی ہیں۔" تالیہ کو بروقت نہایت مناسب بہانہ سوجھا تھا جو اس نے سوں سوں کرتے ہوئے بڑی بہن کے گوش گزار کر دیا تھا۔

"پاگل ہو بلکل 'مجھے ڈرا ہی دیا۔" وہ تالیہ کے ہاتھ سے گلاس لے کر ٹیبل پر رکھتی اس کے سر پر چپت لگا گئی تھی ۔تالیہ نے نظر جھکا کر باقی آنسو اپنے دل میں اتار لیئے تھے۔

"مجھے اندازہ ہے کہ امی کی کمی ہم سب بہن بھائیوں میں سب سے زیادہ تمھیں محسوس ہوتی ہے۔ امی کے جانے کے بعد تم اکیلی بھی تو پڑ گئی ہو۔" عالیہ نے بہن کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ اس کے آنسو پھر رخسار بھگونے لگے تھے۔

"آپی 'امی کیوں ہمیں چھوڑ گئیں۔" تالیہ سسکنے لگی تھی۔

"اس کیوں کا میرے پاس جواب نہیں ہے تالیہ 'اللہ کی چیز تھی اللہ نے واپس لے لی، موت برحق ہے ایک دن ہم سب نے ہی رخصت ہونا ہے۔ تم امی کی مغفرت کی دعا کیا کرو یوں رونے سے امی لوٹ کر نہیں آئیں گی۔" عالیہ کے بھی آنسو گرنے لگے تھے وہ بہن کو بہت شفقت سے سمجھا رہی تھی۔

"جانتی ہوں آپی کہ امی اب لوٹ کر نہیں آئیں گی لیکن ہر آہٹ پر لگتا ہے جیسے امی آ گئی ہیں۔" تالیہ بچوں کی طرح رو رہی تھی اسے عالیہ نے چپ کروایا تھا دودھ کے ساتھ میڈیسن دی تھی اور اپنے کمرے میں جانے کی بجائے تالیہ کے ساتھ ہی لیٹ گئی تھی۔ اور کچھ دیر بعد بولنے لگی تھی۔

"رخسانہ آپا نے اپنے دیور کے لیئے تمھارا رشتہ ڈالا ہے۔" وہ جو غم سے پہلے ہی نڈھال تھی عالیہ کی بات پر ساکت رہ گئی تھی۔ عالیہ نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

"مدثر کو تم نے میری شادی میں دیکھا ہو گا۔ دبئی میں ہوتا ہے۔ شادی کے بعد بیوی کو بھی ساتھ لے جائے گا۔" عالیہ رشتہ کی تفصیل بتا رہی تھی۔ رخسانہ اس کی بڑی نند تھی۔ رخسانہ نے رشتہ اپنے دیور مدثر کی پسند کو مد نظر رکھ کر ساس کی ایما پر ڈالا تھا کہ جب شادی کے لیئے مدثر نے تالیہ کا نام لیا تھا سب کو ہی حیرت ہوئی تھی۔ مدثر نے تقریباً پانچ سال پہلے تالیہ کو دیکھا تھا اس وقت وہ میٹرک میں تھی۔ مدثر نے ماں سے کہہ دیا تھا کہ اس نے تالیہ کو بہت سال پہلے رخسانہ بھابھی کے بھائی کی شادی میں دیکھا تھا بعد میں وہ کسی نہ کسی تصویر میں اس کی جھلک دیکھ پایا تھا مگر اس نے پانچ سال قبل ہی سوچ لیا تھا کہ شادی کرے گا تو تالیہ سے اور اب وہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اچھی جاب کر رہا ہے ہر طرح سے اسٹیبلش ہے تو اس نے اپنی پسند بتا دی ہے۔ مدثر کی امی نے تالیہ کو دیکھ رکھا تھا۔ انھیں بیٹے کی پسند پر کوئی اعتراض نہ ہوا تھا اور ساس کے کہنے پر رخسانہ نے اپنی بھابھی عالیہ سے رشتہ کی بات کر دی تھی۔ عالیہ کو رشتہ بہت اچھا لگا تھا کہ مدثر ہر لحاظ سے تالیہ کے لیئے موزوں تھا۔ اس نے کھانے کے دوران ارباز کو تمام تفصیل بتا دی تھی۔ ارباز کو بھی رشتہ بے حد مناسب لگا تھا کیونکہ رخسانہ کے شوہر سے بہن کے گھر کئی دفعہ سامنا ہوا تھا۔ وہ کافی سلجھا ہوا انسان تھا۔ عالیہ کو بھی کبھی نند کی طرف سے پریشانی نہیں ہوئی تھی اس نے ہمیشہ نند و نندوئی کی تعریف ہی کی تھی۔ ایسے انسان کے بھائی کا رشتہ آنا مناسب ہی لگ رہا تھا۔ ارباز نے تفصیل سننے کے بعد عالیہ سے کہا تھا کہ وہ تالیہ کی مرضی معلوم کر لے اسے کوئی اعتراض نہیں ہو گا تو وہ ضروری چھان بین کر لے گا۔ عالیہ نے بہن کو مدثر کی پسند کا بھی بتا دیا تھا جبکہ وہ یہ بات رخسانہ کے زریعے جاننے کے باجود بھائی کے سامنے حذف کر گئی تھی۔ تمام تفصیل نے تالیہ کو ششدر کر دیا تھا وہ زندگی کے جس دوراہے پر آن کھڑی ہوئی تھی اس کی سوچ بھی حیران تھی وہ کل سے اس لیئے رو رہی تھی کہ اس نے کچی عمر سے ہر ایک دعا میں جسے مانگا تھا وہ کسی اور کے ہاتھ میں اپنے نام کی انگوٹھی سجا گیا تھا۔ کل جب ارباز نے گھر آ کر دیر ہو جانے اور کھانا کھا کر آنے کی جو وجہ بتائی تھی وہ اس کا دل لے ڈوبی تھی۔ وہ شخص جو کبھی اپنا نہیں لگا تھا وہ کسی اور سے ایک بندھن میں بندھ گیا تھا۔ ارمش چوہدری اس کی پہلی محبت جو کل رات اس سے بچھڑ گئی تھی۔ کل سے وہ ہجر کے زرد موسم سے لپٹی اپنے دل دیا کو اپنے ہی آنسوؤں سے بجھا رہی تھی۔ آج اس کی بہن اسے بتا رہی تھی کہ وہ کسی کا خواب ہے، کسی کی محبت۔۔۔! وہ اپنی محبت بچھڑنے کا ماتم کرتی کہ کسی کی محبت ہونے پر خوش ہوتی یہ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا اور عالیہ اسے مدثر کی فیملی کی اچھائیاں گنواتی اسے رشتہ کی طرف مائل کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ عالیہ کا یہی کہنا تھا کہ وہ مدثر کے ساتھ بہت خوش رہے گی۔ کیونکہ مدثر نے بہت محبت سے اس کا ساتھ مانگا ہے۔ تالیہ کے آنسو گرنے لگے تھے جنھیں چھپانے کو اس نے

لیمپ آف کر دیا تھا۔ عالیہ بہن کی کیفیت سے انجان اس کی اس حرکت کو شرم سمجھ کر مسکراتی مدثر کی وہ خوبیاں بتانے لگی تھی جو رخسانہ نے اسے بتائی تھیں۔

"محبت سے تو میں نے بھی ارمش کو مانگا تھا اور دنیا سے نہیں اللہ سے ہر ایک دعا میں۔۔ لیکن۔۔! میں اتنی بخت آور نہیں کہ میری دعا قبول ہوتی اور مجھے میری محبت مل جاتی۔۔۔ کل ارمش نے میرے ہاتھ میں انگوٹھی پہنائی ہوتی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا میری محبت مجھ سے بچھڑ گئی ہے۔۔۔" تالیہ نے سسکی کو لب پر آنے نہیں دیا تھا۔ جس طرح محبت کا دیا سب سے چھپا کر رکھا تھا۔ ناکام محبت کی قبر اپنے ہی وجود میں بنا ڈالی تھی۔ یکطرفہ محبت خاموشی سے شروع ہوتی کسی راز کی صورت دل میں دفن ہو گئی تھی۔ اسے دل میں بڑھتے اندھیرے بے کل کرنے لگے تھے۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں رگڑی تھیں۔

"آپ اور بھیا میرے لیئے مناسب سمجھیں۔۔۔ فیصلہ کر لیں۔ مجھے آپ لوگوں کا ہر فیصلہ منظور ہو گا۔" عالیہ اس سے جواب مانگ رہی تھی اس نے اچھی بہن اور مشرقی بیٹی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی زندگی کے ہر فیصلہ کا حق اپنے سرپرستوں کو دے دیا تھا۔ عالیہ کا بہن کی بات سن کر دل باغ باغ ہو گیا تھا اس نے بے حد مسرور ہو کر بے ساختہ کسی ماں کی طرح چھوٹی بہن کو کتنی ہی دعائیں دے ڈالی تھیں۔ تالیہ کو لگا تھا کہ آگے کے کھٹن سفر میں ماں جیسی بہن کی دعائیں ہی کام آئیں گی اسے اپنا فیصلہ یکدم ہی درست لگا تھا۔ لیکن دل سے ہوک اٹھی تھی جو رگ و جاں کو چیر گئی تھی۔ جسے چاہا تھا وہ کسی اور کا ہو گیا تھا اور آنے والے دنوں میں ان چاہے انسان کی رفاقت مقدر ہونے کو تھی۔ تالیہ اپنے فیصلہ پر مطمئن تھی کیونکہ ارمش کی منگنی ہو گئی تھی اور اس کے پاس انتظار کا جواز نہیں رہا تھا مگر ابھی صبر آنے میں وقت لگنا تھا اس کے آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔

دریا کی لہروں سے عشق نہ ہارا
موج ہی کیا جو ڈھونڈے کنارا
عشق میں سوہنیوں کے بہہ گئے گھڑے
خوش وہ رہے۔۔۔
جئیے وہ سدا چاہے دل وہ دکھائے
پردے میں رہے چاہے سامنے آئے
مجھ سے وہ روٹھے چاہے مجھ سے لڑے

خوش وہ رہے ---

☆☆☆☆☆

"عود' کیا ہوا ہے یہاں ایسے کیوں کھڑی ہو۔" محسن جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا اس کی نگاہ کھڑکی سے باہر جھانکتی عبرود پر پڑی تھی اور وہ اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے بہت محبت سے پوچھ گیا تھا۔ عبرود سخت بدمزہ ہو کر رہ گئی تھی۔ دل میں آئی تھی کہ وہ محسن کے ہاتھ جھٹک دے لیکن اچھا بننے کا ڈرامہ کرنا اتنا آسان تو نہ تھا وہ ضبط کا گھونٹ پی گئی تھی۔

"ویسے ہی محسن' بس نئی جگہ ہے تو دل نہیں لگ رہا۔" اس نے فاصلہ قائم کرتے ہوئے قدرے بے چارگی سے کہا تھا کہ وجہ یہ تھی ضرور مگر اس وقت وجہ یہ ہو کر بھی نہ تھی کہ وہ تو حسد کی آگ میں جل رہی تھی کہ آج اس کی نعمانی ولاز میں پہلا دن تھا۔ ناشتہ لے کر کوئی دس بجے کے قریب اس کے کزنز اور ثمرین چلے آئے تھے اور وہ ان لوگوں کے ساتھ ہی اپنے گھر چلی گئی تھی لنچ ٹائم میں محسن شاہ مینشن پہنچا تھا لنچ عبرود کے پیرنٹس کے ساتھ کیا تھا اور عبرود کو لے کر آ گیا تھا اور جب سے وہ آئی تھی وہ اپنی ساس اور میاں کو عابیہ کی نخرے ہی اٹھاتے دیکھ رہی تھی۔ ایک ایک کو عابیہ کی فکر تھی اور روتی ہوئی عابیہ سب کو اپنے ساتھ لگائے ہوئے تھی اور اسے صاف عابیہ کی اہمیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کبھی ماں کے ہاتھ سے کھانا کھاتی' کبھی باپ اور بھائی سے ناز اٹھواتی عابیہ کو منظر سے غائب کر دے لیکن ایسا اس کے اختیار سے باہر تھا۔

"دھیرے دھیرے عادت پڑ جائے گی تم باہر چلو سب کے ساتھ بیٹھو تمھیں اچھا لگے گا۔" محسن اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کچھ دیر پہلے ہی کمرے میں آئی ہوں۔ سر میں درد ہو رہا تھا۔" اس نے رونی صورت بنا کر کہا تھا اور وہ عبرود کی اداکاریوں سے انجان اس کے لیئے پریشان ہو گیا تھا۔

"نندجی' ابھی سب کو تو میں تم سے دور نہیں کر سکتی جسے کر سکتی ہوں اسے کر دیا ہے۔" وہ محسن کی چوڑی ہتھیلی پر رکھی سر درد کی گولی اٹھاتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ باہر محسن کی ضرورت تھی آج اس کی اکلوتی بہن کی شادی ہے ایسے میں کئی کام کرنے والے تھے مگر وہ بیوی کا ہو کر رہ گیا تھا۔ محسن کو بہن کے ناز اٹھاتے دیکھ حسد محسوس کرتی عبرود اس سے ناز اٹھواتی آنے والے دنوں میں اپنی پلاننگ کو کامیاب ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر حاسدانہ مسکان تھی جو عابیہ سے اس کی خوشیاں چھین کر ہی چہرے سے غائب ہونے والی تھی۔

"تم بہت اچھے ہو محسن' تمھیں پا کر تو مجھے اپنی قسمت پر رشک آنے لگا ہے۔" وہ جو بیوی کا سر دبا رہا تھا بیوی کی

نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ کھو کھلے لفظوں پر کھل گیا تھا۔

"خوش نصیب تو میں ہوں کہ میری محبت میری دسترس میں ہے۔" وہ محبت سے لبریز شوخی سے کہتا اس کی پیشانی چوم گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"میں تم سے ناراض ہوں۔" مکنون کو اسے دیکھ خوشگوار حیرت ہوئی تھی اور وہ ابان کے ساتھ اندر داخل ہونے والی لڑکی کو دیکھ کر بولی تھی۔ جس نے گھبرا کر مکنون کو دیکھا تھا مگر اس کے چہرے پر نو لفٹ کا بورڈ تھا وہ ابان کو دیکھنے لگی تھی۔

"آپ کی دوست ہے' آپ ہی سنبھالیں۔" ابان نے ہری جھنڈی دکھائی تھی۔ مکنون اس کو اب تک کے فنکشنز میں نہ آنے پر ڈپنے لگی تھی۔ وہ خاموش کھڑی تھی کہ اسے اندازہ تھا کہ وہ سب ناراض ہوں گے لیکن وہ یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔

"یہ محترمہ آج بھی نہ آتیں اگر میں خود ہاسٹل لینے نہ پہنچ جاتا تو۔۔" ابان نے ٹکڑا لگایا تھا۔ مکنون اور خفا ہونے لگی تھی۔ اسی وقت ملازمہ نوراں وہاں چلی آئی تھی۔ وہ بے حد خوبصورت لڑکی نوراں کی طرف بڑھی تھی۔

"اسلام علیکم' اماں۔۔" اس نے ماں کو سلام کیا تھا۔ نوراں نے دعائیں دیتے ہوئے بیٹی کو گلے سے لگا لیا تھا۔

"بوا' آپ اس بے وفا لڑکی کو بالکل بھی گلے نہ لگائیں۔ غضب خدا کا گھر میں شادی چل رہی ہے اور محترمہ غیروں کی طرح آج برات میں آئی شرکت کو آئی ہیں وہ بھی بھیا کے جا کر لانے پر ورنہ یہ تو بہانہ ہی کرتی رہتی۔" مکنون اسے بخشنے کو بلکل تیار نہ تھی۔ نوراں مسکرا دی تھی۔

"مکنون' آپ نے تو میری کلاس بہت دیر تک لینی ہے اس لیئے میں بڑی بیگم صاحبہ سے مل آتی ہوں۔" اس کے پاس اپنی صفائی میں کچھ کہنے کو تھا نہیں اس لیئے منظر سے بھاگ جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔ مکنون یکدم ہی ہنس دی تھی۔

"ماما جان' سے مل کر میرے کمرے میں آجانا میں تمھیں بھیا کی شادی میں پہننے والا ڈریس دکھاؤں گی۔" وہ مکنون کی بات پر اثبات میں گردن ہلاتی درشہوار کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

نوراں ان کے گھر میں بہت برسوں سے کام کر رہی تھی نوراں سے پہلے اس کی ماں ان کے گھر ملازمت کیا کرتی تھی ماں کی بیماری کی وجہ سے جواں سالہ نوراں کو آنا پڑا تھا اور یہ بات سید سبحان بخاری کی حساس طبعیت پر گراں گزری تھی انھوں نے اپنے ڈرائیور سے نوراں کی شادی کر دی تھی مگر شادی کے چھ سال بعد ہی وہ بیوہ ہو گئی تھی اسے جس وقت

سید سبحان بخاری نے اپنے گھر دوبارہ ملازمہ رکھا اس کی بیوگی کا پہلا سال تھا اور گود میں چھ ماہ کی کشمالہ تھی۔ سید سبحان بخاری ملازمین کے ساتھ نہایت اچھا سلوک روا رکھتے تھے انھوں نے نوراں اور اس کی بیٹی کا خصوصی خیال رکھا ہمیشہ اور درشہوار نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ کشمالہ کو پڑھنے کا شوق تھا۔ درشہوار نے اس کا اسکول میں ایڈمیشن کروا دیا تھا۔ کشمالہ میٹرک میں تھی جب نوراں کے جاننے والوں میں سے اس کا پہلا رشتہ آیا تھا اور کشمالہ ماں کو منانے میں ناکام ہوتی درشہوار سے اپنی خواہش کہہ گئی تھی کہ اسے شادی نہیں کرنی آگے پڑھنا ہے اور درشہوار نے نوراں سے بات کی تھی اور نوراں کے خدشات اور فکروں کو درشہوار کسی خاطر میں نہ لائی تھیں اور کشمالہ کو ہاسٹل میں شفٹ کر کے میڈیکل کالج میں داخل کر دیا تھا۔ کشمالہ کا میڈیکل کا لاسٹ ائیر چل رہا تھا۔ گھر کے باقی ملازمین کو بھی بہت سہولیات حاصل تھیں مگر کشمالہ کی حیثیت سب میں معتبر تھی اس کی ماں بے شک ان کے گھر میں ملازمہ تھی لیکن کشمالہ کو کبھی ملازمہ نہیں سمجھا گیا تھا۔ وہ ماں بیٹی اس سب کے لئے ان لوگوں کی احسان مند تھیں۔

درشہوار نے کال کر کے کہدیا تھا کہ وہ ابان کی شادی کے ہر فنکشن میں شریک ہو گی مگر وہ ایسا نہیں کر پائی تھی اس نے امتحان نزدیک ہیں اور ٹیسٹ چل رہے کا بہانہ کر کے خود کو ہر فنکشن سے دور رکھا تھا لیکن آج جب ابان خود اسے لینے ہاسٹل پہنچا تو وہ انکار کرنے ہی ہمت نہیں کر سکی تھی خاموشی سے اس کے ساتھ چلی آئی تھی۔ وہ کئی سالوں سے ہاسٹل میں مقیم تھی جب بھی چھٹیوں میں آتی تھی تو ڈرائیور ہی لے کر آتا تھا یہ پہلی دفعہ تھا جو وہ ابان کے ساتھ آئی تھی۔ اسے دیکھ کر درشہوار نے بہت محبت کا اظہار کیا تھا اور اسے پتہ لگا تھا کہ ابان' ماں کے کہنے پر ہی اسے خود لے کر آیا تھا۔

"میں نے مکنون کے ساتھ ساتھ تمھارے لیئے بھی ہر تقریب کے لیئے جوڑا لیا تھا مگر تم نے آنے کی زحمت ہی نہیں کی۔" درشہوار اس کے لیئے کی گئی شاپنگ اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولی تھیں اور وہ شرمندگی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ ان سے کیا کہتی کہ وہ یہاں کیوں نہیں آنا چاہتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔ مگر اس نے خود کو سنبھالا تھا وہی بہانے جو فون پر کہتی رہی تھی دوہراتی چلی گئی تھی۔

"کبھی کبھی زندگی کس دوراہے پر لے آتی ہے۔" وہ درشہوار کے کمرے سے اپنے گفٹس لے کر نکلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ لاؤنج سے گزرتے ہوئے سامنے نظر اٹھی تھی۔ ابان، نوراں سے کوئی بات کر رہا تھا۔ اس نے بس ایک نظر اس آسمان کے چاند پر ڈالی تھی اور خود کو زمین پا کر نظر جھکا لی تھی۔ اور اپنی ماں اور اپنے لیئے مخصوص کمرے میں چلی آئی تھی۔

"زندگی میں کچھ لوگوں سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا مگر وہ ہمارے لیئے بہت خاص ہوتے ہیں اور سید صاحب بھی میرے لیئے اتنے ہی خاص ہیں۔" اس نے ہاتھ میں موجود سامان بستر پر ڈالا تھا اور خود بھی بیڈ پر گر سی گئی تھی۔

"وہ لوگ تو بہت ہی خاص ہوتے ہیں جن سے صرف جذبۂ محبت ہی نہیں جذبۂ عقیدت بھی جڑا ہوتا ہے کہ جن سے محبت ہو وہ کبھی کسی ایک کمزور لمحہ میں برے لگ سکتے ہیں مگر جن سے عقیدت ہو وہ ہر حال میں، ہر انداز میں، خوبی و خامی کے ہر رنگ میں بھی اچھے لگتے ہیں کہ عقیدت کا رنگ اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اس کے آگے پھر ہر رنگ بے رنگ ہو جاتا ہے۔" وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو رہی تھی۔

"اور میری محبت کا رنگ میرے دل میں موجود عقیدت نے پھیکا کر ڈالا ہے اور میں محبت ہونے کے باوجود سید صاحب کے احترام میں، ان کی خوشی کے خیال سے مہر بہ لب ہو گئی ہوں نہیں کہا کبھی کہ محبت ہے نہیں کہہ سکتی کبھی کہ آپ بن میری ذات کچھ نہیں۔" اس کی سسکیاں بلند ہونے لگی تھیں۔ اس نے زندگی میں کسی سے محبت کی تھی تو وہ تھا سید ابان بخاری اور وہ جانتی تھی کہ وہ آسمان ہے وہ خود زمین ملن مقدر نہیں لیکن سید ابان بخاری کی شادی کی خبر نے اسے توڑ دیا تھا کہ دل جن سے جڑا ہو ان سے دوری کا خیال ہی روح میں شگاف ڈال دیتا ہے۔ اور وہ اس ٹوٹنے بکھرنے کے عمل سے بچنے کو شادی میں شرکت نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن جب ابان خود لینے گیا تو محبت لاکھ پھڑ پھڑائی وہ عقیدت کی چادر اوڑھے چلی آئی کہ وہ ابان کو خالی ہاتھ نامراد نہیں لوٹا سکتی تھی۔ اس لیئے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے محبوب کو کسی اور کا ہوتے دیکھنے چلی آئی تھی۔

"میرے دل میں جو آپ کے لئے عقیدت ہے وہ آپ کا برا چاہنے ہی نہیں دے رہی آرزو ہے تو بس یہی کہ خود جل کر آپ کے لیئے روشنی کی کرن بن جاؤں۔" اس نے آنسو رگڑے تھے اور تیار ہونے چل دی تھی۔

اقرار گئے انکار گئے ہم ہار گئے
آنکھوں سے سب آثار گئے ہم ہار گئے
کچھ یادیں اُس کی بیچ سمندر ڈوب گئیں
کچھ سپنے رہ اس پار گئے ہم ہار گئے
یوں الجھے دنیا کے دکھ میں بے سدھ ہو کر
سب جھوٹے سچے پیار گئے ہم ہار گئے
پہلے تو پریت میں اپنے آپ سے دور ہوئے
پھر یار گئے دلدار گئے ہم ہار گئے
اک عمر رہے ہیں جیت سے بے پرواہ لیکن
جب جیتنا چاہا ہار گئے ہم ہار گئے

☆☆☆☆☆

عابیہ نے آئینہ سے جھانکتے اپنے عکس کو دیکھا تھا۔ سرخ رنگ کے شرارے سوٹ میں وہ سولہ سنگھار کیئے اپنے آپ میں اجنبی لگی تھی کہ وہ تقاریب میں ہلکی پھلکی تیاری کے ساتھ جایا کرتی تھی آج تو اس کی چھب ہی نرالی تھی اتنا بناؤ سنگھار، سرخی، غازہ، پایل، جھمکے وہ بلکل بھی پہچانی نہیں جارہی تھی۔ وہ اپنے روپ کو نہارتی حیا سے سرخ پڑنے لگی تھی کہ کان میں سرگوشی جاگ اٹھی تھی۔

"بیہ' میں چاہتا ہوں جب تم عروسی جوڑے میں سولہ سنگھار کیئے میرے لیئے پور پور سجو تو تمھارے حسین روپ کو پہلی دفعہ میں ہی دیکھوں کوئی اور نہیں۔۔۔" کل رات ہی تو محسن کی شادی کی رسومات کے درمیان سب سے نظر بچا کے ابان نے یہ سرگوشی کی تھی۔ اس وقت وہ حیا کے زیر اثر اثبات میں گردن تک ہلا نہیں پائی تھی اور اب ابان کی فرمائش یاد آئی تھی۔ اس نے پالر کے خوبصورت روم پر نظر ڈالی تھی بیوٹیشن اور اس کی ہیلپر لڑکی آپس میں کوئی بات کر رہی تھیں۔ اس نے کچھ سوچ کر اپنی ایک سیلفی بنائی تھی اور سید ابان بخاری کے نمبر پر واٹس ایپ کر دی تھی اور مسکرا کر موبائل پرس میں ڈالتے ہوئے وہ بیوٹیشن کو مخاطب کر گئی تھی۔ بیوٹیشن سے اس نے جو کچھ کہا تھا وہ سن کر وہ بہت حیران ہوئی تھی۔

"لیکن میم' گھونگھٹ کا تو آج کل فیشن بالکل آؤٹ ہے۔ اتنی تیاری کا کیا فائدہ جب فوٹو شوٹ ہی نہیں ہوگا۔" بیوٹیشن دھیمے سے قائل کرنے والے انداز میں بولی تھی۔

"اتنی تیاری جس کے لیئے ہے بس وہی دیکھ لے گا تو بھی بہت ہوگا۔" عابیہ نے مدھم سے انداز میں کہا تھا۔ بیوٹیشن آگے سے کچھ کہے بنا اس کا دوپٹہ دوبارہ سے سیٹ کرنے لگی تھی۔

"یہ گھونگھٹ کیوں نکال کر بیٹھ گئی ہو تم۔۔۔" لائبہ جو کال کرنے گئی تھی واپسی پر عابیہ کو دیکھتے ہی بولی تھی۔ عابیہ چپ رہی تھی۔

"تمھارا تو نکاح بھی ہو گیا ہے ایسے میں اس سب جھنجھٹ کی کیا ضرورت ہے۔ کل محسن بھیا اور بھابھی کی انٹری دیکھی تھی ناں ویسے ہی تمھاری اور ابان بھائی کی ساتھ انٹری ہوگی۔ مووی بنے گی اور تم انیس سو پینسٹھ کی دلہن بن کے بیٹھ گئی ہو۔" عابیہ کو وہ دوپٹہ کی اوٹ سے جھانکتے ہوئے بولی تھی اور عابیہ کی خاموشی پر اس نے بیوٹیشن کو گھونگھٹ ہٹا کر نارمل دوپٹہ سیٹ کرنے کا کہا تھا۔ بیوٹیشن نے عابیہ کو کہی اپنی تمام گفتگو دوہرا دی تھی۔ جس کی لائبہ نے ہاں میں ہاں ملائی تھی اور عابیہ نے لائبہ کا ہاتھ پکڑا تھا اور گھونگھٹ نکالنے کی ساری وجہ بتا دی تھی۔ لائبہ پل بھر کو شاکڈ رہ گئی تھی پھر ایک دم ہی ہنستی چلی گئی تھی۔

"اوئے ہوئے۔۔۔ یہ ابان بھائی بھی ہمیشہ کوئی نئی ہی لاتے ہیں۔" اس نے ہنسی کے درمیان شوخی سے عابیہ کے بازو پر چٹکی کاٹی تھی

"بکواس بند کرلو۔" عابیہ منمنائی تھی۔

"تم انھیں اپنی پکس واٹس ایپ کردو۔ ان کی فرمائش بھی پوری ہو جائے گی اور مووی و تصویریں بھی قدیم زمانہ کا منظر پیش نہیں کریں گی۔" لائبہ آنکھیں گھما کر بولی تھی۔ بیوٹیشن بھی ہنس رہی تھی۔

"پکس واٹس ایپ کی ہیں لیکن ابان نے کہا ہے کہ میں گھونگھٹ کروں۔ وہ لائیو مجھے سب سے پہلے دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ان سے پہلے کسی اور کی مجھ پر نظر بھی پڑے۔" اس نے جیسے ہی واٹس ایپ پر سیلفیز سینڈ کی تھیں۔ کچھ دیر بعد ہی پکس سین ہوگئی تھیں اور ابان کی نئی فرمائش ٹیکسٹ سے بیان ہو گئی تھی۔ عابیہ کے بتانے پر کمرے میں قہقہے بکھر گئے تھے۔

"بلّے بھئی بلّے ابان بھائی تو بڑے ہی رومینٹک ہیں تم تو گئیں کام سے۔۔۔" بیوٹیشن اور اس کی ہیلپر کے ساتھ ہنستے ہوئے لائبہ سرگوشی میں بولی تھی۔ عابیہ بے تحاشہ سرخ پڑ گئی تھی۔

"آپ ان کے ہزبینڈ کو یہی بلالیں۔" ہیلپر لڑکی ہنسی کے درمیان بولی تھی اور عابیہ' لائبہ کی بات کے اثر سے نکلتی اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تم کہنا کیا چاہ رہی ہو۔" لائبہ نے پوچھا تھا۔

"ان کے ہزبینڈ یہاں آکر ان کو دیکھ لیں ان کی فرمائش پوری ہو جائے گی اس طرح گھونگھٹ کی ضرورت نہیں رہے گی اور انٹری جیسے آپ چاہتی ہیں ویسے ہوگی۔" اس لڑکی نے اپنی بات سمجھائی تھی۔ لائبہ کو جو بہت پسند آئی تھی لیکن عابیہ صاف انکاری ہوگئی تھی مگر لائبہ نے عابیہ کے انکار کو اہمیت دیئے بنا عابیہ کا پرس اٹھا کر اس کا سیل فون نکالا تھا اور عابیہ کے روکنے کی پرواہ کیئے بنا ابان کو کال ملادی تھی اور اسے پروگرام سے آگاہ کیا تھا۔ لائبہ کے شوخ قدرے شرارتی انداز پر ابان مسکراتا ہوا اس کے پروگرام کو منسوخ کر گیا تھا کہ بارات تیار تھی وہ لوگ نکلنے ہی والے تھے ایسے میں وہ پالر نہیں جاسکتا تھا۔ لائبہ نے ہال کے ڈریسنگ روم میں ملاقات کا آئیڈیا دیا تھا جو ابان کو مناسب لگا تھا اس کے اقرار پر لائبہ نے سارا پروگرام بتایا تھا اور ابان نے مسکراتے ہوئے کال ڈسکنیکٹ کردی تھی۔

ابان جیسے سنجیدہ مزاج انسان کے لیئے یہ سب سوچنا بھی بہت مشکل تھا لیکن ہر انسان کی زندگی میں ایک دور ایسا آتا ہے جب وہ "لوگ کیا کہیں گے" کہ گرداب سے خود کو نکال لیتا ہے اور من چاہی خوشی من چاہے انداز سے حاصل کرلیتا ہے لیکن جو اس گرداب میں الجھا رہتا ہے اس کے اندر تشنگی پلنے لگتی ہے ابان نے باپ کی وفات کے بعد خود پر ذمہ

داریوں کا چولا کچھ یوں چڑھایا تھا کہ وہ زندگی کو اس کے حقیقی رنگ کے ساتھ جی نہیں پایا تھا لیکن اب اس نے زندگی کے اس دور کو اپنی خوشی کے ساتھ جینا تھا اور اس کے لیئے کچھ شرارت ہو جاتی یا کچھ غیر سنجیدگی تو حرج کوئی نہیں تھا۔ ابان نے مسکراتے ہوئے سیل فون سیاہ رنگ کی شیروانی کی جیب میں ڈالا تھا اور اپنی کار کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جس کی آج چھب ہی نرالی تھی تازہ گلاب کے پھولوں سے سجی کار ابان کی سپنوں کی رانی کو رخصت کرلانے کو تیار تھی۔ درمکنون نے آج گولڈن کلر کا اسٹائلش شرارہ پہنا تھا اور آج دوسری بار پالر سے تیار ہوئی تھی۔ (پہلی بار تو اپنی منگنی پر پالر سے تیار ہوئی تھی۔ اس دن وہ کتنی خوش تھی مگر یہ خوشی وقتی تھی منگنی ٹوٹ گئی تھی۔) لائٹ سے میک اپ میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ درشہوار نے بیٹے اور بیٹی کا صدقہ دیا تھا۔ وہ شوہر کی کمی محسوس کرنے کے باجود خود کو بہت مطمئن پارہی تھیں کیونکہ ان کا بیٹا بہت خوش تھا۔ اور وہ بیٹے کی خوشی میں خوش، اس کی دائمی خوشیوں کے لیئے رب سے دعا کرنے لگی تھیں۔

☆☆☆☆☆

"بیبہ' میں اپنا وعدہ پورا کرنے آرہا ہوں۔ تمھیں اپنا نام دے کر تمھیں اپنا بنانے آرہا ہوں۔" کار ابان کا اکلوتا دوست جمال عرف جمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ ابان نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی سوچا تھا۔ بیک سیٹ پر درمکنون اور کشمالہ بیٹھی تھی جبکہ درشہوار اپنی گاڑی میں سوسر تھیں جو ان کا ڈرائیور چلارہا تھا۔ فرنٹ سیٹ پر گھر کا چوکیدار بیٹھا تھا جبکہ پچھلی سیٹ پر درشہوار اور نوراں بیٹھی تھیں۔ بارات ان ہی چند لوگوں، کچھ پڑوسیوں، جمال کی فیملی اور آفس کے ملازمین پر مشتمل تھی۔

"بھیّا' آج کتنے اچھے لگ رہے ہیں ناں۔۔۔" درمکنون نے کشمالہ سے بولا تھا۔ کشمالہ نے اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر اتارا تھا اور مسکرا کر اثبات میں گردن ہلا گئی تھی۔

"خوبصورت لوگ ہمیشہ ہی اچھے لگتے ہیں۔" کشمالہ نے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ یہ شرارت بھرا جملہ ابان کی طرف سے اچھالا گیا تھا۔ کشمالہ نے گردن موڑ کے پچھلی نشت کی جانب دیکھتے ابان کے روشن چہرے کو بس ایک لحہ کو دیکھا تھا اور 'ماشاللہ' کہہ کر نظر جھکالی تھی۔ درمکنون ہنس دی تھی۔

"بھیا' اتنی بھی خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔" وہ بھائی کو دیکھتے ہوئے شرارت سے بولی تھی۔

"جناب عالیہ' ہماری خوبصورتی کے تو چرچے عام ہیں آپ کی دوست ایسے ہی تو مابدولت سے شادی کرنے نہیں جارہی۔ کچھ تو ہے بات ہے ناں جو وہ مغرور لڑکی شادی کو مان گئی ہے۔" ابان نے بہت دل سے مطمئن انداز میں قدرے شرارت سے بہن کی شرارت کو آگے بڑھایا تھا کہ بہن تو رازدار ہی تھی اور جمال سے کچھ چھپا ہوا نہ تھا۔ کشمالہ بھی کافی کچھ جانتی تھی اس لیئے ابان بلاجھجک مذاق میں دل کی بات کہہ گیا تھا۔

"بھیا' یہ تو آپ نے بالکل ہی ٹھیک کہا ورنہ عابیہ جتنی نخریلی اور موڈی ہے مجھے تو ڈر تھا کہ وہ منع ہی نہ کر دے۔"
در مکنون ہنسی کے درمیان بولی تھی۔ ابان بھی مسکراتا ہوا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔
"بھابھی اگر اتنی ہی تیکھا مزاج رکھتی ہیں تو عین وقت پر ہی نہ کہدیں یہ شادی نہیں ہو سکتی۔" جمال نے دوست کو معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے ٹکڑا لگایا تھا۔
"یہی ڈر تو تھا جب ہی تو پہلے ہی نکاح کر لیا۔" ابان نے دوست کے مذاق کا بے تکلف سا جواب دیا تھا۔ در مکنون ہنسنے لگی تھی جبکہ کشمالہ سر جھکائے خاموشی سے بیٹھی تھی کہ اپنے من میت کو کسی اور کا جیون ساتھی بنتے دیکھنا اتنا آسان نہیں ہوتا اسے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ دو دھاری تلوار پر ننگے پاؤں چلی جا رہی ہو۔
"میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں۔ جتنی محبت اور مان سے آپ اس لڑکی کو بیوی بنا کر اپنے جیون میں لا رہے ہیں اس سے زیادہ چاہت و مان کے ساتھ وہ آپ کے ساتھ رہے آپ کی ہر امید پر پوری اترے آپ کا جیون خوشیوں سے بھر دے۔" کشمالہ نے بے صبرے آنسو کو انگلی کی پور پر سمیٹا تھا اور دل ہی دل میں ابان کی خوشیوں کے لیئے دعا گو ہو گئی تھی۔

مبارک ہو تم کو یہ شادی تمھاری
سدا خوش رہو تم دعا ہے ہماری
تمھارے قدم چومے یہ دنیا ساری
سدا خوش رہو تم دعا ہے ہماری
تمھارے لیئے ہے بہاروں کے موسم
نہ آئے زندگی میں کوئی غم
ہمارا کیا ہے یار ہم ہیں دیوانے
ہماری تڑپ تو کوئی بھی نہ جانے
ملے نہ تمھیں عشق میں بے قراری
سدا خوش رہو تم یہ دعا ہے ہماری

اس نے کار سے اتر کر ابان کے مسرور چہرے کو دیکھا تھا دل سے مسرتوں کے قائم رہنے کی دعا نکلی تھی اور وہ خود کو ابان کے ساتھ اس کی شریک سفر کو دیکھنے کے لیئے تیار کرنے لگی تھی دل سے ہوک نکلی تھی اور آنسو پلکوں کی باڑ

پھلانگ آئے تھے۔

جا میں نے بھی پیار کیا ہے
ہاں میں نے بھی پیار کیا ہے

☆☆☆☆☆

"بنورانی کے دلہے راجہ بارات لے آئے ہیں۔" جیسے ہی بارات آنے کا شور اٹھا تھا۔ لائبہ جو ڈریسنگ روم میں عابیہ کے ساتھ تھی شرارت سے بولتی باہر بھاگی تھی۔

"آج خود کو کتنا معتبر محسوس کر رہی ہوں۔ آج آپ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے ابان۔۔۔ مجھے اپنانے، دلہن بنا کر لے جانے کا۔" اس کی آنکھوں میں خوشی کے احساس نے آنسو بھر دیئے تھے۔ وہ ابان کی باتیں سوچتی اس سے دل ہی دل میں محو کلام تھی۔ ابان کا محبت کا اظہار کرنا، اپنی محبت کا یقین دلانا اور آج اس کے ہر کہے لفظ کو عمل کی روشنی مل گئی تھی۔ عابیہ کے ارد گرد محبت کا دیا روشن تھا۔ وہ قول کے پکے شخص کی ہمرائی پر بہت مطمئن تھی۔ آج اسے اپنا سانولا رنگ، کم حیثیتی کچھ بھی تو احساس کمتری میں مبتلا نہیں کر رہا تھا کہ آج ابان نے اپنے قول کو سچ کر دکھایا تھا۔ عابیہ نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا تھا۔ کچھ دیر بعد لائبہ کے ساتھ درمکنون بھی چلی آئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک نیا چہرہ تھا جس کا درمکنون نے دوست کہہ کر تعارف کروایا تھا۔ وہ کشمالہ نام سن کر مطمئن ہوگئی تھی کہ عابیہ اس سے مل آج پہلی دفعہ رہی تھی۔ لیکن درمکنون اس کا ذکر کرتی تھی اس لیئے وہ نام سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ کشمالہ ان کی ملازمہ نوراں کی بیٹی ہے لیکن وہ کشمالہ سے مسکرا کر ملی تھی کہ اس کی نظر میں بھی رتبہ و مقام کی نہیں انسان، انسانیت اور رشتوں کی اہمیت تھی۔

کشمالہ نے اسے خوشدلی سے مبارکباد دی تھی لیکن اس کا دل جس کرب سے گزر رہا تھا یہ وہی جانتی تھی کہ آج قسمت اسے اس لڑکی کے سامنے لے آئی تھی کہ جو قسمت کی اتنی دھنی تھی کہ ابان کی ہوگئی تھی۔

"کاش! میں اتنی خوش قسمت ہوتی کہ یہ سنگار، یہ ملن کی گھڑیاں میرا مقدر بنتیں۔۔۔ لیکن میرے دل پر لکھا نام، میرے ہاتھ کی لکیروں میں نہیں لکھا۔۔۔ سید صاحب جس کے مقدر کا ستارہ ہیں وہ انھیں پانے جا رہی ہے۔ دعا ہے تو بس اتنی کہ یہ لڑکی سید صاحب کی زندگی کو گل گلزار بنا دے۔" وہ عابیہ کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں رب سے شکوہ کناں بھی تھی اور ابان و عابیہ کی خوشیوں کے لیئے دعا گو بھی۔۔۔ کہ وہ ایک اچھے دل کی لڑکی تھی۔ قسمت پر شاکر ہوگئی تھی۔ درمکنون اور لائبہ اسے تنگ کر رہی تھیں۔ ابان کا نام لے کر چھیڑ رہی تھیں۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اسی وقت

محسن کے پیغام کے ساتھ احسن چلا آیا تھا۔ فوٹو سیشن کے لیئے کیمرہ مین آرہا ہے۔ یہ سن کر لائبہ نے آنکھیں گھمائی تھیں۔ عابیہ اس کی پلاننگ سے انجان تھی جبکہ وہ درمکنون کو بھی اپنے پروگرام کا حصہ بنا چکی تھی۔ لائبہ کے اشارے پر مکنون اپنے ساتھ کشمالہ کو لیئیے باہر نکل گئی تھی جبکہ لائبہ نے پلاننگ کے مطابق کیمرہ مین کو باہر ہی روک لیا تھا اور مکنون کے ساتھ آیا ابان ڈریسنگ روم میں داخل ہو گیا تھا۔ فوٹو سیشن ساتھ ہونا تھا مگر لائبہ کے پروگرام کے مطابق پہلے ابان اپنی دلہن کا دیدار کرتا اس کے بعد مووی میکر فوٹو شوٹ کے لیئے آتا۔

ابان نے نگاہ اٹھائی تھی۔ عابیہ صوفہ پر گھونگھٹ ڈالے بیٹھی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا صوفہ سے زرا فاصلے پر آن رکا تھا۔ اسی وقت گانا بجنے لگا تھا۔

گھونگھٹ کی آڑ سے دلبر کا دیدار ادھورا رہتا ہے
جب تک نہ پڑے عاشق کی نظر سنگار ادھورا رہتا ہے

یہ شرارت بھی لائبہ کی تھی جس نے اپنے موبائل میں یہ گانا ڈاؤنلوڈ کیا تھا اور ابان کے آگے بڑھتے ہی پیچھے سے دبے قدموں آکر ایک سائیڈ پر گانا پلے کر کے اپنا موبائل رکھ دیا تھا۔ عابیہ نے عجیب سے احساس پر گھونگھٹ الٹا تھا اور سامنے ہی کھڑے ابان سے نظریں ٹکرا گئی تھیں۔

گھونگھٹ کی آڑ سے دلبر کا دیدار ادھورا رہتا ہے
جب تک نہ ملے نظروں سے نظر اقرار ادھورا رہتا ہے

وہ اسپرنگ کی طرح اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ دونوں چپ تھے لائبہ کا منتخب کردہ سونگ چل رہا تھا۔ گانے کی آواز نے ابان کو چونکایا تھا جبکہ عابیہ کا اس طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا کہ وہ ابان کو سامنے دیکھ کر بری طرح سٹپٹا گئی تھی۔

"آپ۔۔۔ یہاں۔۔" وہ بے ربط ہوئی تھی اور ابان دلکشی سے مسکرا دیا تھا۔

"آپ کو دیکھنے کی چاہ میں یہاں زمانے کی پرواہ کیئیے بنا چلے آئے ہیں۔" اس نے عابیہ کا ہاتھ تھاما تھا اور شرارت سے کہا تھا۔ وہ سرخ پڑتی نگاہ جھکا گئی تھی۔ اسے لمحہ بھر میں ساری کہانی سمجھ آگئی تھی کہ لائبہ نے اس کے روکنے کے باجود ابان کو پالر بلانے کے لیئیے کال کی تھی اور بات کرتے ہوئے میک اپ روم سے نکل گئی تھی اور کچھ دیر بعد آکر اس نے بجھے چہرے کے ساتھ اطلاع دی تھی کہ ابان پالر نہیں آرہا۔ لائبہ نے اس کے لیئے سرپرائز رکھا تھا اور خود ساری پلاننگ کرلی

تھی۔

گورے مکھڑے سے گھونگھٹا ہٹانے دے
گھڑی اپنے ملن کی تو آنے دے
میرے دل پہ نہیں میرا قابو ہے
کچھ نہیں یہ تو چاہت کا جادو ہے
بڑھتی ہی جاتی ہے صنم پیار کی یہ بے خودی
دو پریمیوں کے نہ ملنے سے سنسار ادھورا رہتا ہے
جب تک نہ پڑے دلبر کی نظر سنگار ادھورا رہتا ہے

ابان نے مدھم لہجہ میں لائبہ کی پلاننگ بتاتے ہوئے اس کی تعریف کی تھی۔ وہ سرخ چہرے کے ساتھ کھڑی اس کے من میں اتری جا رہی تھی۔

"آج یوں اپنی بیوی سے ملا ہوں۔ اسے دیکھ رہا ہوں تو منہ دکھائی تو ابھی ہی بنتی ہے۔۔۔" وہ جتنی شرمائی ہوئی گھبرائی ہوئی سی تھی۔ ابان کو اتنی ہی شوخیاں سوجھ رہی تھیں۔ وہ لب کچلتی عابیہ کو نظر کے راستے دل میں اتارتا جا رہا تھا۔

"میری طرف سے یہی۔۔۔ مہر محبت۔۔۔ تمہاری منہ دکھائی ہے۔۔۔" اس نے بہت محبت سے کہتے ہوئے۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔ وہ پوری جان سے لرز گئی تھی۔

"دولہا بنے دیکھا تھا تم نے بھی ابھی ہی ہے تو لاؤ میری منہ دکھائی۔" وہ ذومعنی لہجہ میں بولا تھا۔ عابیہ سے نظر اٹھائی ہی نہیں گئی تھی۔ ابان نے اس کے جھکے چہرے کو دیکھتے ہوئے شیروانی کی جیب میں سے دو جڑاؤ کنگن نکالے تھے اور عابیہ کی دائیں کلائی میں پہنا دیئے تھے اس کا ہاتھ جو مہندی اور چوڑیوں سے سجا تھا مزید سج اٹھا تھا۔

"تم مجھے بہت مہنگی پڑی ہو۔ اف جب سے منگنی ہوئی ہے بس تحفہ ہی دیئے جا رہا ہوں اور تم ہو کہ اتنی کنجوس کہ کوئی مہنگا تحفہ دینا تو دور پیار سے دیکھتی تک نہیں ہو۔" وہ عابیہ کی خاموشی و جھکی نظر کو محسوس کرتا شوخ ہوا تھا۔ وہ اب بھی کچھ کہہ نہیں پائی تھی یہاں تک کہ نظر اٹھا کر اسے دیکھنے تک کی ہمت بھی نہیں کر پائی تھی۔ ابان مزید پھیلتا کہ دروازہ پر آہٹ سی محسوس ہوئی تھی۔ ابان نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے عابیہ کا ہاتھ چھوڑا تھا اور گھوم کر باہر کی جانب دیکھا تھا اس کا شک درست تھا لائبہ اندر آ رہی تھی جس نے جھک کر پہلے اپنا موبائل اٹھایا تھا اور پھر ابان کو وکٹری کا نشان دکھایا تھا۔ ابان نے اسے مسکرا کر دیکھا تھا جس پر اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ کہا تھا اور ابان کی طرف سے گرین سگنل ملتے

ہی اس نے کیمرہ مین کو اندر بلالیا تھا۔ فوٹو سیشن کے درمیان وہ جتنا پر اعتماد تھا وہ اتنی ہی نروس تھی مگر یہ مرحلہ بھی بہ خوبی انجام پاگیا تھا۔ ابان باہر جاتا کہ لائبہ اسے روک گئی تھی۔

"گانا کیسا تھا۔۔؟" اس نے شرارت سے ابان کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میری یہ بہن تو بہت ہی شریر ہے۔" ابان نے نرمی سے لائبہ کے سر پر ایک چپت لگائی تھی۔

"سالی تو میں ہوں ہی آپ کی اور سالیوں والے سارے نیگ بھی لوں گی لیکن اب بہن بنا رہے ہیں تو بہنوں والا ہر نیگ بھی مجھے چاہئے ہو گا۔" لائبہ شوخی سے ترنت بولی تھی۔

"بالکل مکنون کے جیسی ہو۔۔۔ نٹ کھٹ اور معصوم۔۔۔" ابان بہت محبت سے بولا تھا کہ اسے سادہ پر خلوص لائبہ بہت اچھی لگی تھی۔ ابان کے محبت بھرے انداز پر لائبہ تو کھل اٹھی تھی کہ اسے پہلی ہی ملاقات میں اپنی کزن اور دوست کا جیون ساتھی بہت اچھا لگا تھا۔

"شکریہ ابان بھائی۔۔۔" وہ مسکرا کر بولی تھی۔ ابان ڈریسنگ روم سے باہر نکل گیا تھا اور لائبہ اس کے سر پر پہنچ گئی تھی۔

"تم بہت بد تمیز ہو لائبہ۔۔۔ کیا ضرورت تھی اس سب کی۔۔۔" اس نے لائبہ کے کچھ کہنے کے بجائے بے وجہ کھانسنے پر اس کے بازو پر چٹکی لیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہم تو بے ضرر معصوم لوگ ہیں۔۔۔ دو پریمیوں کی بس ایک یادگار ملاقات کروانا چاہتے تھے۔۔۔ تاکہ یادگار تصاویر بن سکیں ورنہ تو تم انیس سو پینسٹھ کی دلہن کی طرح گھونگھٹ ڈالے بیٹھی رہتیں۔" لائبہ نے آنکھ دبائی تھی۔ عابیہ نظر ہی چرا گئی تھی اور عابیہ کا نظر چرانا لائبہ کو مزید اکسا گیا تھا۔

"ویسے تمہارے انھوں نے کہا کیا۔۔۔؟" وہ ذو معنی انداز میں پوچھ رہی تھی۔ عابیہ نے منہ سے تو کچھ نہیں کہا تھا بس دایاں ہاتھ لائبہ کی طرف کر دیا تھا۔ جس کی نگاہ میں ستائش ابھر آئی تھی۔

"واہ واہ۔۔۔ ہر سامنے پر ایک گفٹ۔۔۔ تم پہلی دلہن ہو گی جسے تین بار منہ دکھائی ملے گی۔۔۔ ایک دفعہ بریسلٹ۔۔۔ دوسری دفعہ کنگن۔۔۔ تیسری دفعہ میں کیا دیں گے۔۔۔؟" لائبہ معنی خیزی سے بولی تھی۔ اس نے کئی ایک تکے بھی لگائے تھے کہ ابان اسے اب کیا دے گا۔ انگوٹھی۔۔۔ چوڑیاں۔۔۔۔ پازیب۔۔۔۔ جیولری سیٹ۔۔۔۔ عابیہ محض مسکرا دی تھی اس نے لائبہ پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ اس کا ہر تکا غلط ہے اور اسے خوب اندازہ ہے کہ اصل منہ دکھائی کے طور پر ابان کیا دے گا۔

"ویسے جو بھی دیں گے اچھا ہی دیں گے جب ٹریلر اچھا ہے تو۔۔۔ خاص الخاص گفٹ کیسے اچھا نہیں ہو گا۔" لائبہ پر

امید تھی اور عابیہ ابان جیسا مخلص اور بے انتہا محبت کرنے والا ہمسفر پا کر بے حد خوش اور مطمئن تھی۔ ان دونوں کی ساتھ انٹری ہوئی تھی۔ روش پر پھول بکھرے تھے اور ہال میں جا بجا دیے جگمگا رہے تھے۔ ہلکی ہلکی موسیقی کا شور تھا اوپر سے گلاب کی پتیاں نچھاور کی جا رہی تھیں۔ وہ دونوں ساتھ چلتے بہت بھلے معلوم ہو رہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے تخلیق ہی ایک دوجے کے لیئے کیئیے گئے ہوں۔ وہ دونوں ساتھ بہت مکمل لگ رہے تھے۔

میں خوش نصیبی ہوں تیری مجھے بھی راس ہے تو
تیر الباس ہوں میں اور میر الباس ہے تو

عجیب شے ہے محبت کہ ہم کہیں جائیں
تیرے قریب ہوں میں میرے آس پاس ہے تو

کب یہ ممکن ہے کوئی ہم کو جدا کر جائے
میں ہوں ناخن تو میری جان میرا ماس ہے تو

بند ہونٹوں پہ میرے ریت جمی جاتی ہے
تو میرے پاس ہے اور پھر بھی میری پیاس ہے تو

میں نے خود کو بھی فراموش کیا تیرے لیے
عام ہے سارا جہاں میرے لیے خاص ہے تو

☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم آنٹی۔۔" درشہوار کو اس نے ادب سے سلام کیا تھا۔ وہ سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کا جائزہ لینے لگی تھیں۔ وہ ظاہری طور پر تو بہت شاندار تھا۔ خوبصورت وجیہہ چہرہ' مغرور کھڑی ناک' ساگر سی گہری، رات سی کالی آنکھیں۔۔۔ وہ اسے دیکھ کر تو اوکے کر سکتی تھیں کہ اسے رد کرنے کی ظاہری وجہ کوئی ہے ہی نہیں۔۔۔ مگر وہ ظاہر دیکھ کر بیٹی اسے نہیں سونپ سکتی تھیں۔ اس لیئے اس سے کئی ایک سوال کر گئی تھیں کہ ان کے شوہر سید سبحان بخاری کہا کرتے تھے کہ انسان کو پرکھنے کے لیئے اس سے گفتگو کی جائے۔ گفتگو انسان کے کئی پہلوؤں کو آشکارا کر دیتی ہے۔ وہ اپنی کسی بات پر اس کے جواب پر مسکرا دی تھیں۔ وہ کافی حاضر جواب اور بذلہ سنج تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں اعتماد کی لالی سے

ذرا پرے اپنی ذات کا زعم اور احساس برتری جو تھا وہ اسے معصومہ سہروردی کا بیٹا ظاہر کر رہا تھا۔ انھیں وہ اچھا لگا تھا لیکن یہ بات انھیں سوچنے پر بھی مجبور کر رہی تھی۔ اسی پل معصومہ سہروردی وہاں آن ٹھہری تھیں۔ وہ بیٹے کے ساتھ نہیں کچھ دیر پہلے اپنی بیٹی مسکان کے ساتھ پہنچی تھیں اور محسن کے پیرنٹس سے ملتیں درشہوار تک چلی آئی تھیں۔ انھوں نے بہت طریقہ سے دوبارہ رشتہ کی بات کی تھی۔

"معصومہ ' مجھے اس رشتہ پر اعتراض نہیں ہے لیکن میں ڈرتی ہوں کہ اگر تمھارا بیٹا تمھارے جیسا ہوا۔۔۔ تمھارے جتنا خود پسند اور خود غرض تو میں کیا کروں گی۔ میری بیٹی بہت معصوم ہے۔ اسے میں نے زمانے کے سرد و گرم سے بچا کر رکھا ہے۔ میں اپنی بیٹی کو کسی آزمائش میں مبتلا نہیں دیکھ پاؤں گی۔" ماں کو درشہوار سے بات کرتے دیکھ ابرج وہاں سے غیر محسوس انداز میں ہٹ گیا تھا۔ معصومہ سہروردی کا اصرار بڑھنے لگا تھا۔ تب درشہوار آہستگی سے بولتی چلی گئی تھیں۔ معصومہ سہروردی ان کی اتنی صاف گوئی پر لمحہ بھر کو چپ رہ گئی تھیں۔ پھر کچھ دیر بعد خود کو کمپوز کر کے بولی تھیں۔

"عورت اکثر اپنے مفاد کے لیئے تو کبھی اپنی خواہشات کے لیئے خود غرض ہو جاتی ہے لیکن ماں کے لئے صرف اولاد کی خوشی معنی رکھتی ہے۔ خود دو بیٹیوں کی ماں ہوں اس لیئے تمھاری فکر سمجھتی ہوں۔ دعوی نہیں کروں گی نہ کوئی وعدہ ۔۔۔ بس اتنا کہوں گی کہ تمھاری بیٹی کے لئے ایک ماں ہی ثابت ہوں گی۔" معصومہ سہروردی کی آنکھوں میں ہلکی سی ندامت کی لہر تھی۔ جسے درشہوار نے دیکھا' محسوس کیا مطمئن ہو گئیں۔

" جب مناسب سمجھو گھر آکر بات کر لینا مجھے رشتہ منظور ہے۔" فوٹو شوٹ چل رہا تھا اور وہ دونوں ہنگامہ سے ذرا ہٹ کر بیٹھیں بات کر رہی تھیں۔ درشہوار کی بات پر معصومہ سہروردی پر شادی مرگ طاری ہو گیا۔

"میں منگنی نہیں کروں گی۔ شادی بھی مکنون کے گریجویشن سے پہلے نہیں کرنی۔ آپس میں بات طے ہو جائے گی اتنا تو تم جانتی ہو نا مجھے کہ زبان دے کر پھرنا میری فطرت ہی نہیں۔" وہ معصومہ سہروردی کی خوشی محسوس کرتے ہوئے دھیمے سے بول گئیں۔ معصومہ سہروردی مسکرا کر اثبات میں گردن ہلا گئیں۔

"تمھاری بیٹی کو نہیں جانتی۔ بیٹے کی پسند نے رشتہ ڈالنے پر مجبور کیا مگر تم مکنون کی ماں ہو یہ میرے اطمینان کے لئے کافی ہے کہ تم خود جتنی اچھی ہو تم نے بیٹی کی تربیت بھی اچھی کی ہو گی۔" معصومہ سہروردی اپنی بات کے اظہار میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتی تھیں۔ ان کی صاف گوئی درشہوار کے لئے اطمینان کا باعث بن گئی تھی۔ مکنون کو اپنی طرف آتے دیکھ درشہوار نے بات سمیٹ دی۔ معصومہ سہروردی اس کے سلام کا جواب دیتیں۔ آگے بڑھ گئی تھیں جبکہ وہ ماں کی وہیل چیئر گھسیٹ کر اسٹیج کی جانب بڑھنے لگی تھی۔

☆☆☆☆☆

"تمھارا موڈ آف کیوں ہے؟" ثمرین نے گرین اور فون کلر کے اسٹائلش غرارہ سوٹ میں اپنے بے تحاشہ حسن کے ساتھ سولہ سنگھار کیے نظر لگ جانے کی حد تک دلکش لگتی عبرود سے پوچھا وہ تو جلی بیٹھی تھی اپنی دوست و ہمراز سے دل کی ہر بات، حسد کا جلاپا سب کہہ گئی:

"عابیہ کی بارات ہے تو میرا ابھی تو ولیمہ ہے اور میں عابیہ سے زیادہ حسین لگ رہی ہوں۔ سب اس منحوس شکل عابیہ کے ایسے صدقہ واری جا رہے ہیں جیسے یہ کوئی پرستان کی پری ہو جبکہ میرے آگے تو یہ خاک بھی نہیں ہے پھر بھی سب اسے ویلیو دے رہے ہیں۔" عبرود اپنے مغرور لہجہ میں بولی۔

"یہ تو تم غلط بول رہی ہو عابیہ آج جتنی حسین لگ رہی ہے اتنا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کبھی گمان بھی نہیں گزرا تھا کہ عام سی شکل و صورت کی عابیہ اپنی شادی پر اس قدر پیاری لگے گی۔" ثمرین صاف گوئی سے بولی تھی عبرود کا پارہ مزید چڑھ گیا تھا۔

"وہ محض حسین لگ رہی ہے سب میک اپ کا کمال ہے ابھی منہ دھل جائے تو سارے خیراتی حسن پر پانی پھر جائے گا۔" عبرود دانت کچکچا کر بولی۔

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو حسین ہے نہیں صرف لگ رہی ہے اور سچ کہوں تو یہ میک اپ کا نہیں ابان کی محبت کا کمال ہے۔ جس چاہت سے ابان اس کو رخصت کر کے لے جا رہا ہے یہ حسن اسی چاہتوں کا اعجاز ہے۔" ثمرین نے اسٹیج پر نظر ڈالی تھی جہاں ابان اور عابیہ ساتھ بیٹھے بہت مکمل لگ رہے تھے۔ ابان کے مقابلے میں عابیہ کچھ بھی نہ تھی لیکن ابان کی محبت، اس کی ہر اٹھنے والی نظر نے عابیہ کو دنیا کی سب سے حسین لڑکی بنا دیا تھا کہ حسن رنگت سے تعلق نہیں رکھتا مگر یہ بات سپید رنگ کو حسن کی وجہ سمجھنے والی عبرود کو نہیں سمجھائی جا سکتی تھی۔

"تم بکواس بند کر لو میں پہلے ہی یہاں انگاروں پر لوٹ رہی ہوں اور تم میرے اندر جلتے شعلوں کو ہوا دے رہی ہو۔" عبرود محفل کا خیال کیے بہت ضبط کے ساتھ چٹختے لہجہ میں بولی۔

"تم عابیہ سے حسد نہ کرو اور نہ ہی ابان سے انتقام کے لیئے عابیہ کی بربادی کی پلاننگ کرو کہ تم خود بہت خوش قسمت ہو جو محسن جیسا جیون ساتھی ملا ہے۔" ثمرین مدھم سے لہجہ میں ناصحانہ انداز میں بولی۔ عبرود آگے سے چپ رہی تھ۔ عابیہ کی بارات کے ساتھ محسن اور عبرود کا ولیمہ تھا۔ ان دونوں کا فوٹو سیشن کمپلیٹ ہو گیا تھا اسی لیے محسن اسٹیج سے اتر گیا جب ہی وہ ثمرین سے بات کر رہی تھی کہ سب دوسرے اسٹیج کی جانب متوجہ تھے جہاں فوٹو سیشن آخری مراحل میں تھا اور دودھ پلائی کی رسم چل رہی تھی جس کے بعد رخصتی ہونی تھی۔

"تم مجھے بارات سے زیادہ آج ولیمہ پر اچھی لگی ہو۔ تم مانو گی نہیں کہ محسن بھائی نے تمھیں بہت چاہت و مان دیا ہے یہ اور بات ہے کہ محسن بھائی کی محبت کے رنگ تمھارے انگ انگ سے پھوٹ رہے ہیں۔" ثمرین نے عبرود کی خاموشی محسوس کرنے کے باوجود بہت دھیمے سے اپنی بات جاری رکھی ت۔ وہ ثمرین کو دیکھنے لگی کہ وہ دوست کی بات جھٹلا نہیں سکتی تھی کہ یہ بہت بڑی حقیقت تھی کہ محسن نے ہمیشہ بہت محبت کا ثبوت دیا تھا مگر کل رات سے اب تک جتنے ناز اٹھائے تھے جس طرح واری صدقہ جارہا تھا عبرود کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو خوشی سے بے حال ہو جاتی لیکن عبرود ایک ناشکری، رشتوں اور جذبوں کو سمجھنے سے عاری لڑکی تھی اسی لیئے وہ اپنی خوشی کے لمحات کو حسد اور انتقام کی بھینٹ چڑھارہی تھی۔ یہ جانے بغیر کے حسد کی راکھ سے خود اس کا نصیب بھی کالا ہو رہا ہے۔ دوسروں کو برا چاہنے والے کے ساتھ بھی اچھا نہیں ہوا کرتا اور برائی کو برائی کا صلہ مل کر رہتا ہے۔

اس سے پہلے کہ عبرود کچھ کہتی کہ محسن چلا آیا، ثمرین اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔ محسن نے عبرود کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور عبرود کے تھامتے ہی وہ اسے اسٹیج تک لے آیا جہاں عابیہ کی پوری فیملی کا فوٹو بنا تھا جس کے بعد رخصتی کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ بھائیوں اور اپنے ماما، پاپا سے ملتے ہوئے عابیہ بہت، بے تحاشہ روئی تھی۔ اسے سنبھالنا مشکل ہوا جارہا تھا ۔ ابان کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا مگر وہ کچھ کرنے سے قاصر تھا جب ہی اس کی نظر روتی ہوئی بہن پر پڑی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر بہن کو کاندھے سے لگا گیا تھا۔ ابرج جو فاصلہ پر کھڑا درمکنون کو روتے دیکھ دل ڈوبتا محسوس کر رہا تھا اس کے چپ ہونے پر سکھ کا سانس لیا تھا۔ بہت روتی ہوئی عابیہ کو کار میں بٹھایا گیا تھا اس کی نظریں ماں کے روتے چہرے پر اٹک گئی تھیں۔ کیسا دل کو بھینچ لینے والا لمحہ تھا وہ لوگ چھوٹ رہے تھے جنھوں نے پیدا کیا، پالا پوسا، زندگی کا ہر لمحہ جن کے ساتھ گزارا۔ اس کی نظر بھائیوں پر تھی جن کے ساتھ مل کر کتنی ہی شرارتیں کی تھیں۔ اس کی سسکیاں بندھنے لگی تھیں۔ اپنے پاپا پر جیسے ہی نظر اٹھی تھی دل چیخ اٹھا تھا۔ آنسو رخساروں پر بہتے جارہے تھے۔ کشمالہ نے اسے اندر ہونے کا کہا تھا اور وہ سوں سوں کرتی سیٹ کے وسط میں ہو گئی تھی۔ دائیں طرف کشمالہ بیٹھ گئی تھی۔

"جن سے محبت ہو ان کو روتا نہیں دیکھا جاسکتا۔ یہ احساس آج شدت سے ہوا ہے۔" درمکنون جیسے ہی عابیہ کی ماما سے مل کر آگے بڑھی ابرج بہت مدھم لہجہ میں بول گیا۔ درمکنون نے بس ایک نظر اس خوش شکل شخص کو دیکھا اور گاڑی میں عابیہ کی بائیں طرف بیٹھ گئی۔ مگر دل کی دھڑکن معمول سے ہٹ کر تھی۔ ابان سب سے مل کر ماں کو گاڑی میں سوار کروا کر گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔ گاڑی جیسے ہی آگے بڑھی زبیدہ نعمانی اپنے بڑے بیٹے محسن کے کاندھے سے لگ کر بری طرح رونے لگی تھیں کہ آج نازو پلی بیٹی کو رخصت کر دیا تھا۔ ان کا روم روم بیٹی کی خوشیوں کے لیئے دعا گو تھا۔ دوسری جانب عابیہ جو اب بھی رو رہی تھی کہ وہ پیچھے بہت کچھ چھوڑ آئی تھی۔ اپنا بچپن، لڑکپن، جوانی، اپنے سپنے، شرارتیں، اپنی گڑیا،

اپنے رشتے۔۔۔ نئے رشتے بنانے کے لئیے اس نے بہت کچھ پیچھے چھوڑ دیا تھا کہ یہی زمانے کی ریت ہے۔۔۔۔!

بابل میریاں گڈیاں تیرے گھر رہ گیاں،
لکھیاں نصیباں دیاں جھولی دے وچ پے گیاں،
ہائے بابل میریاں گڈیاں تیرے گھر رہ گیاں۔۔
جُگ جُگ جیوے شالا میرے سوھنے ویر پیارے،
تتی وانہ لگے میری ماں دے راج دُولارے،
مامے ماسیاں بھوا چھڈ کے ڈولی دے وچ بے گیاں،
بابل میریاں گڈیاں تیرے گھر رہ گیاں۔۔۔
ہائے بابل میریاں گڈیاں تیرے گھر رہ گیاں۔۔۔
بسے او ترنجن بابل جیتھے چرخہ ڈاھندی ساں،
نال سہلیاں رل مل کے میں گیت تیاں دے گاندی ساں،
بسے تیرا محل وے بابل جا کے ہارے بے گئی ہاں،
بابل میریاں گڈیاں تیرے گھر رہ گیاں،
ہائے بابل میریاں گڈیاں تیرے گھر رہ گیاں۔۔۔۔
نال سہلیاں کھوہ توں بابل چک کے گھڑا میں پانی دا،
اج پردیسن ھو گئی ہاں میں مان ٹوٹا مرجانی دا،
جیون بھتیجے بھبھیاں شالا، جاندی واری کہہ گئی ہاں،
بابل میریاں گڈیاں تیرے گھر رہ گیاں،
ہائے بابل میریاں گڈیاں تیرے گھر رہ گیاں۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

بخاری ولاز بقعہ نور بنا ہوا تھا اکلوتے بیٹے کی دلہن کا شاندار استقبال ہوا تھا۔ کئی ایک رسومات کے بعد درشہوار نے بہو کا گھر کے ملازمین سے تعارف کروایا تھا۔

"یہ تمام ملازمین ہماری فیملی کا حصہ ہیں۔ امید کروں گی کہ تم ان سب کو عزت واحترام دو گی کہ دنیا میں سب سے

بڑا رشتہ انسانیت کا ہوتا ہے۔" درشہوار نے بہت شائستگی سے بہو سے کہا۔ عابیہ نے اثبات میں گردن ہلائی اور سب کو سلام کیا تھا نوراں اور مالی بابا کے سامنے جھکی تھی انھوں نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دعاؤں سے نوازا تھا۔ درشہوار کے کہنے پر درمکنون اور کشمالہ اسے ابان کے کمرے تک لے آئی۔ کشمالہ نے آج کئی برس بعد اس کمرے میں قدم رکھا تھا۔ سجا ہوا کمرہ اس کے ارمانوں کا خون کر رہا تھا۔ درمکنون نے اس سے پوچھا تھا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں عابیہ نے نفی میں گردن ہلائی تھی اور وہ دونوں کمرے سے نکل گئی تھیں۔ عابیہ نے کمرے پر طائرانہ نظر ڈالی تھی کمرے کا ماحول بڑا ہی خوابناک تھا۔ کمرے کی ڈیکوریشن کے لیئے تازہ پھول اور کینڈلز کا استعمال کیا گیا تھا۔ اس فسوں پرور ماحول میں عابیہ کو اپنی پیشانی عرق آلود ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔ تب ہی دروازہ کھلنے کی آواز پیدا ہوئی تھی عابیہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ ابان چلتا ہوا بیڈ کے کنارے پر آن بیٹھا۔ عابیہ کے وجود پر کپکپی سی طاری ہونے لگی تھی۔ ابان نے بے حد گھبرائی ہوئی عابیہ کو ایک نظر دیکھا۔

اس کی گھنیری پلکیں محو رقص تھیں۔ جھکتیں، لرزتیں پلکیں، مرتعش لب، گھٹنہ پر دھرے ہاتھ بھی سکوت سے نابلد تھے۔ ابان نے ہلکے سے کھنکارا۔

"محبت آج خود چل کر میرے کمرے تک آ گئی ہے۔۔۔ لیکن کچھ خوفزدہ سی ہے۔۔۔" ابان کے لب ہلے اور ہاتھ عابیہ کے گھٹنوں پر دھرے مہندی و چوڑیوں سے سجے ہاتھوں پر آن ٹھہرا۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔۔۔ اور تمھاری یہ خاموشی اف کیا بتاؤں تم سے بھی زیادہ حسین ہے۔" اس نے تھوڑی پر انگلی ٹکا کر چہرہ اوپر کرتے ہوئے قدرے چھیڑنے والے انداز میں کہا وہ لب چبانے لگی، بولنا تو دور اس نے اب تک ابان کی طرف دیکھا تک نہ تھا۔

"مجھے گفٹ دو تم اچھا۔۔۔ ورنہ میں بھی بار بار دیکھے ہوئے منہ کی ہرگز بھی منہ دکھائی نہیں دینے والا۔" اس نے عابیہ کو بولنے پر اکسانے کے لیئے چھیڑا تھا۔

"میں نے تو کوئی گفٹ لیا ہی نہیں۔۔۔" اس نے لب کشائی کی تھی۔

"ارے وہ کیوں۔۔۔ کیا گفٹ صرف خواتین کا حق ہوتا ہے۔ میں بھی تو اتنا تیار ہوا ہوں۔ زبردست سی شیروانی پہنی ہوئی ہے اور تم کنجوس گفٹ لیا نہیں دیکھ رہی نہیں ہو۔ تمھاری اس درجے بے رخی پر ناراض بھی ہو سکتا ہوں۔" وہ اس کی چوڑیاں اتارتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں بولتا جا رہا تھا۔ مقصد اس کی گھبراہٹ دور کر کے پرسکون دوستانہ ماحول فراہم کرنا تھا۔

"سب نے کہا کہ منہ دکھائی تو ہسبینڈ ہی دیتا ہے۔ اس لیئے تو میں نے کوئی گفٹ لیا ہی نہیں۔" وہ منمنائی۔ ابان

بے اختیار ہنس دیا۔ وہ ابان کو یکھنے لگی کیسی زندگی سے بھرپور ہنسی تھی۔ وہ ہنستا ہوا کتنا اچھا لگا تھا وہ اسے دیکھتی چلی گئی۔ اس کی نظریں خود پر محسوس کرنے کے باوجود وہ چاہ کر بھی کوئی شرارت نہیں کر پایا تھا کہ کہیں وہ پھر سے مزید نروس نہ ہو جائے۔

"قسم سے تم مجھے لاکھوں کی پڑی ہو۔ اتنے گفٹ دیئے جا رہا ہوں آگے سے کوئی ریٹرن گفٹ ہی نہیں ہے۔" ابان کے اشارے پر اس نے جیولری سیٹ اتارا اور اس نے عابیہ کی صراحی دار گردن میں سونے کی چین اور اپنے نام کا لاکٹ پہنا دیا۔

"کیسا لگا۔۔۔ آرڈر پر بنوایا ہے۔" اس نے پیار سے پوچھا۔

"بہت اچھا۔۔۔" وہ جو لاکٹ کے ایلفابیٹس پر انگلیاں پھیر رہی تھی دھیمے سے بولی۔

"اب مجھے بھی بہت اچھا سا گفٹ چاہیے۔" وہ شیروانی کے بٹن کھولتے ہوئے بولا۔

"آپ کا گفٹ تو میں خود ہوں۔۔۔ اب خود کو آپ کے نام کر دیا ہے۔۔۔ آپ کو سونپ دیا ہے۔۔ اور کیا گفٹ چاہیئے۔۔۔ آپ کے لئیے بھلا مجھ سے اچھا کوئی گفٹ ہو سکتا ہے۔" کمرے کے خوابناک ماحول میں عابیہ کا بہت مدھم، نہایت ٹھہرا ہوا لہجہ گونجا۔ وہ عابیہ کو دیکھنے لگا تھا جس کا چہرہ اور پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ مگر اس کے رنگ بکھیرتے چہرے پر سب سے گہرا رنگ اس کی محبت کا تھا۔

"تم نے تو آج کی محفل ہی لوٹ لی ہے۔" وہ ہنسی کے درمیان مخمور لہجہ میں بولا تھا۔

"جناب ہم محفل لوٹتے نہیں ہیں محفل کو اپنا بنا لیتے ہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پہلا جملہ بولی۔ وہ اس کی حاضر جوابی کا جہاں قائل ہوا تھا اس کی ساحر آنکھوں میں دوڑتے اپنے عکس کو دیکھ مطمئن سا اسے خود سے قریب کر گیا۔

"مسز اب تو محفل بھی آپ کی ہے۔۔۔ میں بھی آپ کا ہوں اور میری تمام چاہتیں بھی صرف تمھارے لئیے ہیں۔ تم زندگی ہو۔۔۔ مجھے اپنے ساتھ ہمیشہ مخلص پاؤ گی۔ بس مجھ پر 'میری چاہتوں پر یقین رکھنا۔" وہ محبت سے مخمور لہجے میں بولا تھا اور عابیہ کو اس کے ہر قول پر ایمان کی حد تک یقین تھا۔ وہ اس کے کان میں سرگوشیاں کر رہا تھا اور وہ بس اسے محسوس کر رہی تھی۔

میں یوں ملوں تجھے تیرا لباس ہو جاؤں
بنا کے تجھ کو سمندر میں پیاس ہو جاؤں

جو دے دے مجھ کو اجازت تو میری جان مجھے
بنا کے چاند محبت کے آسماں کا تجھے

کرن کرن میں تیرے آس پاس ہو جاؤں
بنا کے تجھ کو سمندر میں پیاس ہو جاؤں

ہوئی قبول جو بن مانگے وہ دعا تو ہے
جو ٹوٹ کر بھی نہ ٹوٹے وہ سلسلہ تو ہے

رہے ادھوری نہ جو میں وہ آس ہو جاؤں
بنا کے تجھ کو سمندر میں پیاس ہو جاؤں

میں یوں ملوں تجھے تیرا لباس ہو جاؤں
بنا کے تجھ کو سمندر میں پیاس ہو جاؤں

☆☆☆☆☆

"ابر' پلیز گھر آ جاؤ۔۔۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" ابرج سہروردی تقریب کے اختتام پر محسن سے مل کر گاڑی میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ اس کے نمبر پر ایلیفیہ کی کال آنے لگی تھی۔ اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کال ریسیو کی تھی اور ایلیفیہ کی بھاری آواز کانوں میں گونج اُٹھی۔ وہ کچھ سمجھ پاتا' آگے سے کوئی سوال کر پاتا کہ ایلیفیہ نے لائن ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔ وہ گاڑی دوڑاتا ہوا ماموں کے گھر پہنچا۔ لان میں بے چینی سے ٹہلتی ہوئی ایلیفیہ اسے دیکھ لپکی اور اس کا ہاتھ تھام گئی۔

"ایلیفیہ' کیا ہوا ہے۔۔۔ اتنی پریشان کیوں ہو۔" وہ اس کے زرد متورم چہرے کو دیکھ مضطرب سا پوچھ گیا۔

"میرا دل ڈوب رہا ہے ابر۔۔۔ میری سانس گھٹ رہی ہے۔۔۔ میرا دم میرے ہی سینے میں گھٹا جا رہا ہے۔۔۔ میں مر رہی ہوں۔" وہ نمناک لہجہ میں بولتی ابرج کو ہولا گئی۔

"کیسی پاگلوں جیسی بکواس کیئیے جا رہی ہو۔" اس نے ڈپٹا تھا اور وہ سسک اٹھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی ابر' مجھے کیوں بے چینی ہو رہی ہے۔" وہ اس کے کاندھے پر سر رکھ کر روتی چلی گئی۔

"کہیں ایلیفیہ کو ابان کی شادی کا پتہ تو نہیں لگ گیا۔" اس کے ذہن میں سوچ سر سرائی ت۔

"مجھے لگ رہا ہے جیسے میری کوئی بہت قیمتی شے مجھ سے چھن گئی ہے۔" وہ مستقل رو رہی تھی۔

"تمھاری طبعیت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ ہم ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" اس نے ایلیفیہ کا سر اپنے کاندھے سے ہٹایا تھا۔ وہ کچھ کہے بنا اس کے ساتھ چل پڑی کہ سینے میں بائیں جانب درد کی شکایت اسے اپنی منگنی کی شام سے ہو رہی تھی جس پل اس نے ارمش کے ہاتھ سے انگوٹھی پہنی تھی اس کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا مگر ٹھیک آدھے گھنٹہ بعد اسے لگا تھا جیسے کوئی اس کی متاع اس کے ہاتھ سے چھین لے گیا ہو۔ وہ اپنی ہی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی اور ناچار اس نے خود کو کمپوز رکھا تھا۔ رات بھر نیند بھی نہ آئی تھی اسے لگا تھا کہ یہ ساری کیفیت ابان سے محبت ہونے کے باجود منگنی کر لینے کی وجہ سے ہے وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کیفیت کے پیچھے اصل عوامل کیا ہیں۔ وہ شخص جو اس کی محبت ہے کسی اور سے نکاح کا بندھن باندھ گیا ہے اسی لیے اس کے من کو بے چینی لاحق ہو گئی ہے اور آج صبح سے ہی عجیب کیفیت تھی۔ اور شام سے تو سینے میں درد کی لہر سے اٹھ رہی تھی لیکن اس نے آسیہ آغا سے زکر تک نہ کیا تھا۔ درد بڑھتا ہوا محسوس ہوا تو وہ ابرج سہروردی کو کال ملا گئی تھی۔ اور اس کا زرد چہرہ دیکھ کر ابرج بے حد پریشان ہو گیا تھا اور اسے ہاسپٹل لے جانے کا فیصلہ کر گیا تھا۔

"تم سے کسی نے کچھ کہا ہے۔ گھر میں کوئی بات ہوئی ہے۔" وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔ میری جو بھی حالت ہے اس سب کی وجہ تم ہو۔" وہ درد برداشت کرتے ہوئے لب پر لب جما کر بمشکل بولی۔

"میں۔۔۔ میں نے کیا کیا ہے۔" وہ متحیر رہ گیا۔

"تم نے مجھے منگنی کے لیئے مجبور کیا جب سے ہی میرا دل میرے اختیار میں نہیں ہے۔ ہر سانس آزار بن گیا ہے۔" اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"ابان کی شادی سے لاعلم ہے تو یہ حالت ہے جانے علم میں آئے گا سب کچھ تب کیا کرے گی یہ لڑکی۔۔۔ اتنی شدید محبت کیونکر ہو گئی اسے ابان سے۔۔۔" گاڑی ہاسپٹل کے سامنے روکتے ہوئے اس نے ایلیفیہ کے سپید پڑتے چہرے کو دیکھ آزردگی سے سوچا۔ ایلیفیہ کو مائنر اٹیک ہوا تھا بروقت ہاسپٹل آنے اور ٹریٹمنٹ مل جانے کے سبب وہ اب کافی بہتر حالت میں تھی۔ اسے ہاسپٹل آئے دو گھنٹہ ہو گئے تھے اس نے راستے میں ہی شارق آغا کو میسیج کر دیا تھا اور وہ بھی بیوی کے ساتھ ہاسپٹل میں موجود تھے۔

"مجھے تو یہ لڑکی کچھ بتاتی ہی نہیں ہے۔ صبح سے پوچھ پوچھ کر تھک گئی۔" آسیہ آغا دواؤں کے زیر اثر سوتی بیٹی کو

دیکھ کر رو رہی تھیں۔

"آج ابان کی شادی تھی۔ ایلیفیہ یہ برداشت نہیں کر پائے گی اس لئے میں نے اسے لاعلم رکھا مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ شخص ایلیفیہ کے لیئے اتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے میرے سب کچھ چھپا لینے پر ایلیفیہ کی چھٹی حس اسے بے چین کر دے گی اور یہ ہاسپٹل چلی آئے گی۔" وہ بہت آزردگی سے کہہ رہا تھا نیم بے ہوشی کی حالت میں اس کی سماعتیں چونکی ہوئی تھیں۔ اس کے وجود نے ایک جھٹکا کھایا تھا اور اس کی سانس اکھڑنے لگی تھی وہ تینوں ترنت اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔ شارق آغا چلائے تھے۔

"ڈاکٹر۔۔۔" کچھ دیر میں ہاسپٹل کا عملہ مستعد ہو گیا تھا۔ وہ تینوں آئی سی یو کے باہر کھڑے ایک بار پھر ایلیفیہ کی زندگی کے لیئے دعا گو ہو گئے تھے۔

"کاش! میں اس شخص کو تمہارا نصیب بنا سکتا۔ لیکن میں بہت مجبور ہوں ایلیفیہ' وہ کسی اور کا ہو گیا ہے تمہارا نہیں ہو سکتا اب کبھی بھی اس لیئے ہم سب کو یوں تو نہ ستاؤ۔۔۔ ہمیں کس بات کی سزا دے رہی ہو۔" ابرج نم آنکھوں سے سوچ رہا تھا۔ تین گھنٹہ بعد فجر کی اذانوں کے ساتھ ڈاکٹر نے ایلیفیہ کے خطرے سے باہر ہونے کی اطلاع دی۔ ان تینوں نے سکھ کا سانس لیا اسے جیسے ہی پرائیوٹ روم میں شفٹ کیا گیا تھا وہ دونوں لپک کر روم میں پہنچ گئے لیکن ابرج کوئی گھنٹہ بعد اس کے پاس آیا اور وہ اسے دیکھتے ہی رو پڑی۔

"ابر' ابان۔۔۔" ابرج نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیوں سراب کے پیچھے اپنی زندگی برباد کر رہی ہو۔ جو چیز قسمت میں نہ ہو وہ یوں تڑپنے' گڑگڑانے سے بھی حاصل نہیں ہوا کرتی۔" وہ اسے تڑپتے دیکھ خود بھی تڑپ رہا تھا۔ مگر اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم نے مجھ سے کیوں چھپایا کہ ابان کی شادی ہو رہی ہے۔" وہ سسک رہی تھی۔

"تم سے کس نے کہا یہ سب۔۔۔" وہ مضطرب نگاہوں سے اس کے زرد چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"میرے وجدان نے۔۔۔ میرے دل میں موجود محبت نے کہ ابان میرے نہیں رہے موہوم سی امید بھی دم توڑ گئی ہے۔۔۔" وہ نحیف لہجہ میں بول رہی تھی۔ ابرج نے تمام تفصیل کہہ دی تھی۔

"رات عالم بے ہوشی میں لگا تھا جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ ابان کی شادی ہو گئی ہے میں وہم سمجھتی رہی لیکن۔۔۔ حقیقت کا اژدھا مجھے نگلنے آن پہنچا ہے۔" وہ تفصیل سن خود پر ضبط نہیں کر پا رہی تھی۔ اس کا بلکنا ابرج کے حواس معطل کرنے لگا تھا۔ ابھی اس کی کنڈیشن ایسی نہ تھی کہ اسے صدمہ برداشت ہو جاتا۔

"ایلیفیہ' پلیز سنبھالو خود کو جو تمہارا نہیں ہے۔۔۔ جو کسی اور کا ہو چکا ہے اس کے لیئے خود کو نہ دو تکلیف۔۔۔"

وہ ایک ہاتھ میں اس کا ہاتھ پکڑے دوسرا ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے ہوئے دکھی لہجہ میں بول رہا تھا۔

"کاش! سب میرے اختیار میں ہوتا۔ ابان کو دل سے نکالنا۔ تکلیف سے چھٹکارہ پانا۔" وہ رو رہی تھی، ابرج کی برداشت جواب دے گئی اور وہ باہر نکل گیا۔

شام غم کی سحر نہیں ہوتی
یا ہمیں کو خبر نہیں ہوتی

ہم نے سب سکھ جہاں کے دیکھے ہیں
بے کلی اس قدر نہیں ہوتی

نالہ یوں نارسا نہیں رہتا
آہ یوں بے اثر نہیں ہوتی

چاند ہے کہکشاں ہیں تارے ہیں
کوئی شے نامہ بر نہیں ہوتی

دوستو عشق ہے خطا لیکن
کیا خطا در گزر نہیں ہوتی

رات آ کر گزر بھی جاتی ہے
اک ہماری سحر نہیں ہوتی

☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم آنٹی۔۔" دروازہ پر دستک دے کر جو اندر آیا تھا اس کو دیکھ درشہوار کو بہت اچھا لگا تھا۔ عابیہ نے جھک کر ان سے دعائیں لی تھیں۔

"اتنی جلدی جاگ گئی ہو۔" وہ بہو کے کھلے کھلے تروتازہ چہرے کو دیکھ کر نرمی سے پوچھ گئیں۔ ہلکے سبز رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں وہ پیاری لگ رہی تھی۔

"فجر کی نماز پڑھنے کے لیئے جاگی تھی اور مکنون نے ایک بار بتایا تھا آپ فجر کے وقت جاگ جاتی ہیں اس لیئے آپ

کو سلام کرنے آ گئی۔" عابیہ نے سر جھکا کر تفصیل کہی۔

"بہت اچھا لگا۔۔۔ ہمیشہ خوش رہو۔۔۔ سدا سہاگن رہو۔" انھوں نے نئی نویلی بہو کی پیشانی چومتے ہوئے دعا دی تھی۔ اور نوراں کو آواز لگائی تھی۔ نوراں کے آتے ہی اسے کچھ کہا تھا وہ فوراً دراز سے کچھ باکس نکال کر لے آئی۔

"یہ ہمارے خاندانی زیورات ہیں میری ساس نے مجھے دیئے تھے اور جو میں اپنی بہو کو دے رہی ہوں۔" انھوں نے تمام باکسز بہو کے سامنے رکھ دیئے تھے۔ ساتھ ہی ایک انگوٹھی اس کی طرف بڑھائی ی۔

"یہ میری بہو کے لیئے میری طرف سے سلامی کا تحفہ ہے۔" عابیہ شکریہ کے ساتھ انگوٹھی ساس کے ہاتھ سے لے گئی ت۔

"یہ لڑکی تو بس تحفے لیئے ہی جا رہی ہے۔ دینے کا نام تک نہیں لے رہی۔" ابان بولتے ہوئے ماں کے کمرے میں داخل ہوا۔ عابیہ گڑبڑا گئی کہ وہ تو جاگ کر نماز کی ادائیگی کے بعد اسے اٹھانے کی ہمت خود میں نہ پاتے ہوئے اپنے سیل فون پر الارم لگا کر درشہوار کے روم میں آ گئی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ابان یہاں آ جائے گا۔ ابان نے ماں پر سلامتی بھیجتے ہوئے جھک کر دعائیں لی تھیں۔

"تحفہ لینا لڑکیوں کا پیدائشی حق ہے۔" درشہوار مسکرا کر بولیں۔

"ماما جان' یہ میرے ساتھ ظلم ہے۔ میں نے آپ کی بہو کو منہ دکھائی میں اتنا مہنگا تحفہ دیا ہے اور آپ کی بہو نے صاف ٹھینگا دکھا دیا ہے۔" وہ عابیہ کے حیا سے جھکے چہرے کو دیکھتے ہوئے ماں سے بولا۔ درشہوار ہنس دیں۔ خوشگوار ماحول میں چائے پی گئی تھی۔ اور وہ دونوں اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔

"آپ کو آنٹی کے سامنے وہ سب نہیں بولنا چاہیے تھا۔" وہ نظر جھکا کر بولی۔

"ماما جان' میری بیسٹ فرینڈ ہیں اس لیئے تم ٹینشن نہ لو مجھے پتہ ہے ماما جان سے ادب ملحوظ رکھ کر کیا بات کرنی ہے کیا نہیں۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔ وہ اسے دیکھنے لگی سفید شلوار قمیض میں وہ بہت فریش لگ رہا تھا۔

"ابان' آپ اس شادی سے خوش ہیں۔؟" اس کو دیکھتے ہوئے عابیہ کے منہ سے اچانک ہی پھسل گیا۔ ابان نے اس کے سادہ چہرے کو دیکھا تھا۔

"الحمدللہ! بہت خوش ہوں۔" وہ اس کا رخسار نرمی سے تھپکتا بستر کی جانب بڑھ گیا۔

"میں کچھ دیر آرام کروں گا۔ تم بھی آ جاؤ۔۔۔ کچھ دیر سو جاؤ۔" قمیض اتار کر اس نے خاموش کھڑی عابیہ کی طرف بڑھائی اور تکیہ برابر کرتے ہوئے لیٹ گیا۔

"نہیں میری عادت نہیں ہے فجر میں جاگنے کے بعد یونی سے آ کر ہی سوتی تھی۔ ابھی تو مجھے نیند ہی نہیں آئے گی

۔""وہ قمیض ہینگر کرتے ہوئے دھیمے لہجہ میں بولی ی۔

"میری عادت ہے نماز کے بعد دو گھنٹہ کے لیے سو جاتا ہوں۔ نو بجے آفس جانا ہوتا ہے آٹھ بجے جاگ کر ناشتہ کر کے آفس چلا جاتا ہوں۔ دوپہر میں سونے کا ٹائم نہیں ملتا۔" وہ اس کو پاس آنے کا اشارہ کر گیا تھا وہ دھیمی چال چلتی بیڈ کے دائیں طرف ٹک گئی۔ اس نے دھیمے لہجہ میں اپنی روٹین بتائی۔

"آپ آج بھی آفس جائیں گے۔" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔" وہ بولنے لگا تھا کہ وہ کھڑی ہو گئی۔

"آپ سو جائیے۔" وہ آگے بڑھی تھی کہ وہ ہاتھ تھام گیا۔

"مجبوری ہے یار' بابا کی وفات کے بعد ساری ذمہ داری مجھ پر آ گئی ہے۔ میں ایک دن کی بھی چھٹی نہیں کر سکتا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"میں کچھ کہہ تو نہیں رہی۔ جانے سے منع بھی نہیں کیا۔" وہ بڑی سہولت سے ہاتھ چھڑاتی ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔

"تم منہ سے کچھ نہیں بولیں مگر تمہارا چہرہ تو صاف بتا رہا ہے کہ تمھیں برا لگا ہے اور تم ناراض ہو گئی ہو۔" وہ آئینہ سے نظر آتے اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بے چارگی سے بولا۔

"میں ناراض نہیں ہوں۔ آپ آرام کیجئیے۔" اس نے سر پر لیا ہوا دوپٹہ کاندھے پر ڈالا اور گیلے بالوں میں برش کرنے لگی تھی۔

"بیہ۔۔" وہ اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"پلیز ابان' مجھے ابھی کوئی بات نہیں کرنی۔" اس کی آواز بھیگ گئی۔

"یار' تم کیا بچوں جیسا بیہیو کر رہی ہو۔ آفس تو مجھے جانا ہی ہو گا۔" وہ اس کو رونے کو پر تولتے دیکھ مضطرب ہو گیا ا۔

"میں نے تو آج تک نہیں سنا کہ شادی کے پہلے دن میاں صاحب آفس گئے ہوں۔" وہ اس کو شانوں سے تھام گیا مگر وہ اس کے ہاتھ ہٹاتی دور ہوتی منہ بنا کر بولی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ شادی کے پہلے دن آفس جانے کا سن کر ہی اس کی بیوی ناراض ہو جائے گی اور اسے شادی کی پہلی صبح ہی بیوی سے بحث کرنی پڑے گی۔ اسے اپنی مجبوریوں' ذمہ داریوں کی تفصیل وضاحتی انداز میں پیش کرنی ہو گی۔ مگر وہ یہ بھول کیسے گیا تھا کہ ذرا دیر سے میسج کا رپلائی کرنے، تاخیر سے کال بیک کرنے پر رائی کا پہاڑ بنانے والی عابیہ اتنی بڑی بات پر چپ رہے گی۔

"دیکھو بیہ' میں ذمہ داریوں میں گھرا ایک پریکٹیکل شخص ہوں۔ مجھے گھر، بزنس ہمہ وقت دیکھنے ہوں گے۔ تم ان باتوں کو سمجھو۔" اسے غصہ تو بہت آیا تھا لیکن وہ ضبط کرتے ہوئے مدھم لہجہ میں سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"آپ کا آفس جانا مجھ سے بھی زیادہ اہم ہے تو ٹھیک ہے آپ جایئے۔ میں بھی یونیورسٹی چلی جاتی ہوں۔ بیوقوف تھی جو ہفتہ بھر سے چھٹیاں لے کر گھر بیٹھی ہوئی ہوں۔ آفس' بزنس اہم ہے تو ایجوکیشن بھی تو اہمیت کی حامل ہے۔" وہ باقاعدہ رونے لگی ت۔ اس نے یکدم پوائنٹ ایسا اٹھایا کہ ابان کی بولتی ہی بند ہوگئی۔

"اف بیہ' تمھاری یہ حاضر جوابی تو میرے لیئے مشکلات کھڑی کردے گی۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"آپ میری بات کو مذاق میں مت ٹالیں اچھا۔۔۔" وہ سوں سوں کرتی بولی۔

"میری یہ مجال کہ ملکہ عالیہ کی بات کو مذاق میں ٹالوں۔ سر تسلیم خم ہے ملکہ عالیہ آپ کہیں گی تو آفس جاؤں گا۔ اب اجازت ہو تو کچھ دیر آرام کرلوں۔" وہ اس کی طرف پانی کا گلاس بڑھاتے ہوئے مسکین سی شکل بنا کر بولا۔ وہ روتے سے مسکراتی گلاس تھام کر لبوں سے لگا گئی۔ ابان نے گلاس لے کر ٹیبل پر رکھا تھا اور لیٹ گیا تھا کہ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس وقت سونے کا عادی تھا اور معمول سے ہٹ کر کوئی بات ہو تو پہلا اثر صحت پر ہی پڑتا ہے۔ عابیہ اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آن رکی تھی بالوں میں برش کر کے اس نے دوپٹہ سر پر لیا تھا اور قرآن کی تلاوت کرنے لگی تھی۔ ابان نے لیٹے لیٹے کن اکھیوں سے صوفہ پر بیٹھی قرآن پاک کی تلاوت کرتی عابیہ کو دیکھا۔

"عابیہ اچھی عادات اور نیک اطوار کی حامل لڑکی ہے۔ کم عمر ہے گھر بھر میں لاڈلی تھی۔ میں نرمی سے سمجھاؤں گا تو دھیرے دھیرے زندگی کی حقیقتوں اور ضرورتوں کو سمجھنے لگے گی۔" اس نے سوچا اور آنکھوں پر تکیہ رکھ لیا کہ وہ اندھیرے میں سونے کا عادی تھا۔ بیوی قرآن کی تلاوت کر رہی تھی ایسے میں وہ لائٹ آف کرنے کا نہیں کہہ سکتا تھا۔

"یہ لڑکی تو لگتا ہے تگنی کا ناچ نچانے والی ہے اور محبت کے چکر میں مجھے برداشت بھی کرنا پڑے گا۔" اس نے سوچتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔

☆☆☆☆☆

ضروری تو نہیں ہر درد

کا جاناں مداوا ہو

ضروری تو نہیں ہر بار

ہی قاتل پشیماں ہو

کچھ ایسے زخم ھوتے ہیں

جنہیں مرھم نہیں ملتے

بدل کر بھیس پھولوں کا

دل مضطر کے آنگن میں

مہکتے رھتے ھیں شب بھر

کبھی دھیمے کبھی مدھم۔

کبھی واضح کبھی مبہم

دل برباد کی رونق

ھے سب تیری عطا ھمدم۔

کبھی فرصت ملے تم کو

تو آ کے دیکھ جانا تم

ھماری شب کا ہر منظر

حسیں بزم نگاراں ھے

ھمارے دل کے آنگن میں

سدا جشن بہاراں ھے۔

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو۔" ابرج نے اس کے زرد چہرے کو دیکھ پوچھا۔

"زندگی محسوس نہیں ہوتی ابر' موت کی آہٹ سننا چاہتی ہوں۔" اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"موت کو قریب سے دیکھنے کا تو مجھے بھی بہت اشتیاق ہے مگر کمبخت آ کر ہی نہیں دے رہی۔ آجائے تو جان چھوٹے اس زندگی سے۔" وہ بڑے سکون سے بولا۔

"ابر' بکواس مت کرو۔" وہ ڈپٹ گئی۔

"واہ' تم کہو تو خواہش۔۔۔ میں کہوں تو بکواس۔۔۔ تم اگر موت کی آہٹ سننا چاہتی ہو اور یہ غلط بھی نہیں ہے تو میں موت کا آرزو مند ہوں تو تم مجھے غلط کیسے گردان سکتی ہو۔" وہ ایلیفیہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم ہجر آشنا نہیں ہو۔۔۔ میری اذیتوں کو سمجھ نہیں سکتے تم۔۔۔" وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے سسک اٹھی۔

آخری ہچکیاں ہیں۔اور پھر

تیرے ہجر کا ماتم تمام شد۔۔۔۔۔!

"زندگی اللہ کی دی ہوئی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جس کی تم ناشکری کر رہی ہو۔ بھول جاؤ اسے جو تمھارا نہیں ہے ۔" وہ اس کے ہاتھ تھام گیا۔

"ابر' میں ارمش سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ روتے ہوئے ایک غیر متوقع بات کہہ گئیں۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم۔۔۔ ارمش سے تمھاری منگنی ہو گئی ہے تین ماہ بعد تمھاری شادی ہے۔" وہ اس کے ہاتھ چھوڑتے ہوئے ناگواری سے بولا۔

"ابر' میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ ارمش کو میں کچھ نہیں دے سکتی۔ مجھے اس کا مجرم نہ بناؤ۔" وہ چیخ اٹھی۔

"تمھاری حماقتیں' خود اذیتی بڑھتی جا رہی ہے۔ میں ماموں جان سے بات کرتا ہوں۔ تمھاری اور ارمش کی شادی اسی ہفتہ ہو گی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" وہ اسٹول سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لات مار کر اس نے اسٹول کو ایک ٹھوکر لگائی جو اس کے غصہ کی غماز تھی۔

"تمھارا آخری فیصلہ۔۔۔ میری زندگی کا فیصلہ میں خود کروں گی۔ تم نہیں ابرج' آیا سمجھ۔۔۔" وہ غصہ سے چیخی ۔ ان دونوں نے ہی یکسر فراموش کیا ہوا تھا کہ وہ ہاسپٹل کے پرائیوٹ روم میں موجود ہیں۔ آواز باہر جا سکتی ہے۔۔۔ جا رہی ہے۔ ارمش جو اس کی بیماری کا سن کر آیا تھا۔ تماشہ دیکھ' سن رہا تھا۔

"زندگی کا فیصلہ۔۔ تم جو موت کے انتظار میں زندگی کے دن کاٹ رہی ہو۔۔۔ تم کرو گی اپنی زندگی کا فیصلہ۔۔۔ یا یوں گھٹ گھٹ کر ناکام و یکطرفہ محبت کے لیئے جان دے دو گی۔ یہی ہو گا تمھارا فیصلہ۔۔۔" ابرج شدید غصہ سے پھنکارا۔

"میں جو بھی فیصلہ لوں۔۔۔ گھٹ گھٹ کر مروں یا سسک سسک کر جیوں۔۔۔ تم اپنے فیصلے مجھ پر مسلط نہ کرو ۔" وہ بے مروتی سے بولی۔

"میں تم پر اپنا فیصلہ مسلط کروں گا۔ تمھیں یوں مرنے نہیں دوں گا۔ بہت ہو گیا ناکام محبت کا ماتم، بہت کاٹ لیا تم نے ہجر۔۔۔ انسان کی بچی بن جاؤ اب بس۔۔۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ اسے گھورتے ہوئے سخت مشتعل انداز میں بولتا کمرے سے نکل گیا۔ ارمش کے ذہن و دل میں جو جنگ چھڑ گئی تھی اس کے سبب وہ ایلیفیہ سے ملے بنا ہی ہاسپٹل سے نکل گیا۔

"ایلیفیہ' میں نے تم سے سچ میں محبت کی لیکن تم ابان کی محبت کا راگ الاپتیں میرے لیئے ایک چیلنج بن گئی ہو۔" وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچتا چلا گیا۔

"میں تمھارے ذہن و دل سے ابان کا نام و خیال ایسے مٹادوں گا جیسے کورا کاغذ ہوتا ہے۔" موڑ کاٹتے ہوئے اس

نے ایلیفیہ کو باآواز بلند مخاطب کیا۔

"مجھے کچھ ایسا کرنا ہو گا کہ ایلیفیہ کو ابان سے نفرت ہو جائے۔ اتنی نفرت کہ مجھ سے محبت کرنے کے سوا کوئی دوسری راہ نہ بچے۔۔۔" وہ ابان کا منفی اور اپنا مثبت امیج بنانے کی پلاننگ کرنے لگا۔ ابرج اس کے عزائم سے انجان جلدی شادی کی بات کر گیا تھا۔ شارق آغا کو اس کی بات غیر مناسب لگی تھی جبکہ آسیہ آغا اس کی حمایتی بن گئی تھیں۔ ابرج نے ارمش سے بات کی تھی اور اس نے جلدی شادی سے منع کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ایلیفیہ کو سنبھلنے کا موقع دینا چاہتا ہے جبکہ اندر ہی اندر وہ کچھ اور ہی پلان کر رہا تھا۔

"میں تمھیں پا نہیں سکوں گا تو تمھیں ابان سے محبت کا حق بھی نہیں دوں گا کیونکہ تم میری محبت ہو اور میری محبت کسی اور سے محبت کرے، کسی اور کو سوچے یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تمھارے دل و دماغ سے ابان کا خیال تک نوچ پھینکوں گا۔" اس نے ابرج کی کال ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے سوچا اور عبرود کو کال ملادی۔

"کیسی رہی تمھاری نند کی شادی۔؟" ارمش کے پوچھنے پر وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگی۔

"صرف حسد سے کام نہیں چلے گا۔ تم نے فاصلے پیدا کرنے ہیں۔" وہ عبرود کو ٹوک گیا۔

"دو دن میں تو میں کچھ کر نہیں سکتی۔ ویسے بھی خود ہی کہا تھا میں جلد بازی نہ دکھاؤں۔" عبرود ترنت منہ بنا کر بولی ۔

"ہاں مگر چیونٹی کی چال بھی نہ چلو اب۔۔۔" ارمش گہری سانس کھینچ کر بولا۔

"ویسے ڈئیر ارمش میرے ہاتھ ایک ترپ کا پتہ لگ گیا ہے۔" عبرود کی بات پر اس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"مطلب کیا ہے تمھاری بات کا؟" ارمش نے بے قراری سے پوچھا۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا کہ جو بات میں محسن کی فیملی کا حصہ بن کر جان سکتی ہوں۔ وہ اور کہیں سے مجھے پتہ نہیں لگ سکتیں۔" عبرود اس کی بیقراری محسوس کرتی تجسس کو بڑھانے والے انداز میں بولی۔

"ذرا صاف انداز میں بات کرو۔" وہ دل ہی دل میں عبرود کو کوستا بظاہر دھیمے سے پر تجسس انداز میں بولا۔

"ابان کی جان اس کی بہن میں بستی ہے۔ اور میں سوچ رہی ہوں کہ ابان کو توڑنے کے لئے اس کی بہن کو نقصان پہنچایا جائے۔ یوں سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔" عبرود نے تجسس کا پردہ چاک کیا اور تمام مناظر کو لفظوں میں ڈھال کر ارمش کے گوش گزار کر دیا جسے سن کر ارمش ایک دم ہی ولیمہ میں جانے کا ارادہ کر بیٹھا۔

"ابان سے اب مجھے بھی قریب سے ملنا پڑے گا تاکہ لگے پتہ کہ عبرود کی باتوں میں کتنی سچائی ہے اور ابان کی کوئی کمزوری ہاتھ لگے پھر جیسے اس نے میرا دل اجاڑ کر مجھے برباد کیا ہے۔ میں بھی اسے برباد کر سکوں۔" اس نے دل ہی دل

میں گٹھ جوڑ کیا اور عبرود کو اپنے ولیمہ میں آنے کا بتا دیا۔ ابان نے بہت پرانے ورکرز کو بارات اور ولیمہ پر انوائیٹ کیا تھا اور کچھ نیا جو اسٹاف تھا اس میں سے چند ایک کو ولیمہ پر انوائیٹ کیا تھا جس میں ارمش بھی شامل تھا جس کا جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن اب وہ جانے کا مصمم فیصلہ کر چکا تھا۔

"سید ابان بخاری میں تم سے خوش رہنے کا حق چھین لوں گا کیونکہ وہ لڑکی جو میری آنکھ کا خواب ہے وہ تمھارے سپنے دیکھتی ہے اور میں تمھارا چہرہ اتنا مسخ کر دوں گا کہ وہ لڑکی تمھارے خواب دیکھنے کے خیال سے بھی خوف ذدہ ہو جائے گی۔ دشمنی تم سے نہیں ہے بس یہ جنگ تو محبت اور انا کی جنگ ہے اور میں اس میں تمھیں جیتنے نہیں دوں گا۔۔"

وہ پیپر ویٹ کو انگلی سے گھماتا ایلیفیہ کو اپنے اشاروں پر نچانے کی پلاننگ کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

"ابان' آپ آئے نہیں' لنچ پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔" وہ میٹنگ ختم کر کے جیسے ہی کمرے میں پہنچا اس نے لپک کر بجتا ہوا موبائل اٹھایا اور محسن کی کال اس نے یس کی تھی سلام دعا کے بعد جو محسن نے کہا اس پر ابان کے ہوش اڑ گئے تھے۔

"اوہ شٹ' میں تو بھول ہی گیا تھا کہ مجھے عابیہ کو لینے میکہ جانا ہے۔" اس نے گھڑی پر نظر دوڑائی جو ڈھائی بجا رہی تھی۔

"ایک ارجنٹ کام پڑ گیا تھا۔ دس سے پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔" اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا اور لائن ڈراپ کر کے سیکریٹری کو انٹر کام کر کے بلایا اور کرسی کی پشت پر لٹکا اپنا کوٹ اٹھا کر پہننے لگا۔ سیکریٹری کو اپنے جانے کا بتایا اور جلدی میں آفس سے نکل کر وہ گیراج کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عابیہ خفا ہو رہی تھی اس لئیے اسے ٹالنے کو کہہ دیا تھا کہ آفس نہیں جائے گا مگر یہ بات محض عابیہ کی تسلی کو ہی کہی تھی۔ معمول کے مطابق آٹھ بجے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ عابیہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ وہ فریش ہو کر آفس جانے کے لئیے نک سک سے تیار کمرے سے نکلا تو ساڑھے آٹھ ہو رہے تھے۔ لاؤنج میں پہنچا تو وہاں نئی نویلی دلہن ماں اور بہن کے ساتھ بیٹھی نظر آئی۔ اس نے نوراں کو ناشتہ لگانے کا کہا تب ہی در شہوار نے بتایا کہ عابیہ کے میکے والے ناشتہ لے کر آ رہے ہیں۔

"ماما جان' میں آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں۔" اس نے گزرتے وقت کا احساس دلانا چاہا تھا۔ جس پر در شہوار نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آج کم از کم آفس نہیں جائے گا وہ ماں سے کوئی بحث نہیں کر پایا تھا۔ صوفہ پر بیٹھتے ہوئے نظر عابیہ پر پڑی تھی۔ جس نے پیچ کلر کا شفون کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور سلیقہ سے کیے بے حد لائٹ میک اپ میں وہ کافی اچھی لگ رہی تھی مگر وہ چونک گیا تھا کہ اسے عابیہ کا منہ اترا ہوا لگا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو۔" اس نے دھیمے سے پوچھ لیا۔

"آپ نے تو کہا تھا کہ آپ' آج آفس نہیں جائیں گے۔" اس نے یکدم موڈ آف ہونے کی وجہ کہی تھی۔

"ہاں' تمھارے کہنے پر جانا کینسل کر دیا تھا۔ مگر آفس سے کال آئی ہے تو جانا پڑے گا۔" وہ مسکرایا۔ عابیہ' در شہوار کی موجودگی میں جھجک محسوس کرتی اس سے کچھ کہہ نہیں پائی ی۔ ابان نے بھی چپ رہنے میں عافیت جانی اور اسی وقت مہمان چلے آئے تھے۔ محسن' عبرود' لائبہ اور اس کی بھابھی یہ چار افراد ناشتہ لے کر آئے تھے۔ ناشتہ موشگوار ماحول میں کیا گیا تھا۔ عبرود ہر ایک چیز کا باریک بینی سے جائزہ لے رہی تھی۔ کشمالہ ملازمہ کی بیٹی ہے جان کر اسے بہت عجیب لگا تھا کہ وہ اسٹیٹس کا نشئیس تھی اور ملازموں کو ایک فاصلہ پر رکھتی تھی۔ ناشتہ کے بعد محسن کی وجہ سے ابان ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا تھا جبکہ وہ سب عابیہ کے کمرے میں پہنچ گئی تھیں اور اسے چھیڑ رہی تھیں۔ بیش قیمت لاکٹ سیٹ کی ان سب نے ہی تعریف کی تھی۔ عبرود نے دوستانہ انداز میں دو ایک باتیں ایسی کہہ دی تھیں کہ عابیہ الجھ گئی تھی مگر بولی کچھ نہ تھی۔ در شہوار سے لائبہ کی بھابھی نے عابیہ کو ساتھ لے جانے کی اجازت طلب کی تھی اور انھیں کیا اعتراض ہونا تھا وہ ساس کی اجازت ملتے ہی جلدی سے ہینڈ بیگ لینے دوڑی تھی۔

"میں اپنے گھر جا رہی ہوں۔" وہ اندر آتے ابان کو دیکھ بولی۔

"تمھارا گھر تو یہی ہے۔" وہ اس کے روشن چہرے کو دیکھ شریر ہوا۔ وہ حیا کے زیر اثر جاتی چپ رہی۔

"مجھے آفس جانے سے روک کر خود میکے جا رہی ہو۔ ناٹ فیئر۔۔۔" وہ اس کو تنگ کر رہا تھا۔

"تو آپ کونسا رک رہے تھے۔۔۔ جانے کو تیار کھڑے تھے۔" وہ پرس کاندھے پر ڈالتے ہوئے مصروف سے انداز میں بول گئی۔

"واپسی کب اور کیسے ہو گی۔" وہ بحث میں الجھے بنا' عابیہ کی بات کا جواب دیئے بغیر اس کے چہرے کو دیکھ کر پوچھ گیا۔

"یہ تو مجھے نہیں پتہ۔۔۔ آپ آنٹی سے پوچھ لیں پھر جیسا آنٹی کہیں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہہ گئی وہ دونوں کمرے سے نکل آئے۔ در شہوار کو اس نے خدا حافظ کہا تھا۔ ابان کچھ پوچھتا کہ وہ خود بول پڑیں۔

"ابان لنچ ٹائم میں تمھیں لینے آئے گا تیار رہنا کہ شام چھ بجے پالر جانا ہو گا۔" در شہوار کی بات پر وہ اثبات میں گردن ہلاتی۔ سب کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔ عابیہ کے جانے کے بعد وہ ماں کو مناتا دس بجے آفس پہنچ گیا تھا۔ بارہ بجے کے قریب در مکنون نے فون کر کے ماں کا پیغام دیا تھا کہ وہ جا کر عابیہ کو لے آئے۔ ہر گز بھی بھولے نہیں۔ ابان نے سوچا تھا کہ وہ ایک بجے کے بعد چلا جائے گا مگر وہ کام میں ایسا مصروف ہوا تھا کہ سب کچھ ذہن سے نکل گیا تھا۔ موبائل آفس

کی ٹیبل پر رکھا تھا اور وہ خود میٹنگ روم میں تھا۔ اس لئیے عابیہ کے گھر سے آنے والی اور محسن کال سے انجان رہا تھا۔ اسے یہ حیرت بھی تھی کہ عابیہ کی کوئی کال یا میسیج کیوں نہیں آیا۔؟

وہ فاسٹ ڈرائیونگ کرتا سسرال پہنچا تھا اس سے سب ہی پر تپاک انداز میں ملے تھے۔ عابیہ کی ہی نہیں لائبہ کی امی نے بھی بہت محبت و شفقت سے اسے کتنی ہی دعائیں دی تھیں۔ اسے آئے کوئی بیس منٹ گزر گئے تھے مگر اب تک عابیہ نظر نہیں آئی تھی۔

"تمھیں لگا ہو گا کہ تمہاری بیوی تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔ مگر وہ محترمہ تو آرام فرما رہی ہیں۔" گھر کی خواتین تو لنچ کی تیاری میں لگ گئی تھیں۔ مرد حضرات بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ لائبہ نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی اور وہ ہاتھ دھونے کے ارادے سے آگے بڑھا تھا کہ عبرود اس کے سامنے آگئی تھی اور چبا چبا کر بولی۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔ عابیہ فریش ہو جائے گی تو ولیمہ کی تقریب میں تھکی تھکی سی محسوس نہیں ہو گی۔" وہ عبرود کے طنز کو نظر انداز کر کے دھیمے سے بولا اور آگے بڑھتا کہ اسے رکنا پڑا۔

"نئی شادی ہے ناں تو بری عادتیں بھی اچھی معلوم ہوں گی ورنہ یہ تو تم بھی مانو گے کہ اصولی طور پر عابیہ کو تمہارا ویلکم کرنا چاہیے تھا۔ آفٹر آل شادی کے بعد تم پہلی دفعہ سسرال آئے ہو مگر تمھاری بیوی کو فکر ہی نہیں ہے اور میری ساس صاحبہ کی تو آپ کی بیگم منہ چڑھی ہیں۔ لائبہ کی ماما نے جگانے کا کہا بھی تو ٹال گئیں۔ تمہاری بیوی کا یہی انداز رہا تو تمھاری تو یہاں سسرال میں دو کوڑی کی عزت نہ ہو گی۔" وہ گہرے طنز سے مذاق اڑانے والے انداز میں بولتی جا رہی تھی کہ لائبہ کو آتے دیکھ چپ کر گئی اور وہ عبرود کو کچھ کہے بنا آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ سب ڈائننگ ہال میں جمع تھے۔ سب سے آخر میں جو چہرہ نمودار ہوا وہ عابیہ کا ہی تھا۔ جو سب پر سلامتی بھیجتی اپنی مخصوص چئیر کی جانب بڑھی تھی جس پر عبرود بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے لب بھینچ گئے۔ آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

"کیا ایک رات میں، میں اس گھر کے لیے اتنی پرائی ہو گئی ہوں کہ میری جگہ بھی کسی اور نے لے لی ہے۔" اس نے دلگرفتگی سے سوچا۔

"پاپا کی جان، پاپا کے پاس بیٹھے گی۔" حیدر نعمانی بیٹی کا ٹھٹھک کر رکنا محسوس کرتے دھیمے سے بول گئے کہ جس وقت ان کی بہو، ان کی بیٹی کی جگہ پر بیٹھی تھی دل کو برا لگا تھا مگر وہ چپ رہے تھے لیکن بیٹی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ بے چین ہوئے تھے اور اپنی کرسی دھکیل کر اٹھتے ہوئے بیٹی کا ہاتھ تھاما اور اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھالیا جو عابیہ کی ماما جان کے لئیے مخصوص تھی۔ زبیدہ نعمانی بیٹی کو مسکرا کر دیکھتیں احسن کے برابر خالی کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔ ابان جسے محسن نے اپنی جگہ پر بٹھایا تھا یوں عابیہ عین اس کے سامنے آ بیٹھی تھی۔ عابیہ ماں کے برابر والی کرسی پر بیٹھتی تھی عبرود اس کی جگہ

پر بیٹھی تھی یوں عبرود اس کے برابر بیٹھی تھی۔

"تمھاری جگہ تو میں لے کر ہی رہوں گی۔" عبرود نے عابیہ کی غیر معمولی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے حقارت سے سوچا۔ سب کھانا کھانے لگے۔ عبرود نے کن اکھیوں سے ابان کا جائزہ لیا۔ جو گہری سنجیدگی سے کھانا کھا رہا تھا۔

"بندہ شاندار ہے اور اسی بات کا غرور بھی ہے لیکن میں بھی اس کے سارے کس بل نکال کر ہی دم لوں گی۔" وہ کھا کم رہی تھی سوچ زیادہ رہی تھی۔ اس کے باجود کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وی آئی پی پروٹوکول تو ابان کو دیا جا رہا تھا۔ کھانے کے بعد وہ سب لاؤنج میں آ گئے تھے۔ چائے کا دور چلا تھا اور تقریباً چار بجے وہ دونوں سب کی دعائیں لیتے وہاں سے نکلے تھے۔

"تمھارا موڈ کیوں آف ہے؟" اس نے بے حد خاموش عابیہ سے استفسار کیا۔ وہ جو ماں اور باپ سے مل کر روتی ہوئی گاڑی میں بیٹھی تھی مزید رونے لگی۔

"کیا ایک دن میں' میں اپنے ہی گھر کے لیے پرائی ہو گئی ہوں کہ میری جگہ کسی اور نے لے لی۔" وہ روتے ہوئے بولی ابان مضطرب ہوتا اسے دھیمے سے سمجھانے لگا۔

"تمھاری اس گھر میں حیثیت و اہمیت کبھی نہ بدلے گی' نہ کم ہو گی۔ وقتی طور پر چینج آنا حالات کی ضرورت ہوا کرتا ہے۔" اس نے ٹشو بڑھاتے ہوئے نرمی سے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"بھابھی کو پتہ تھا وہ میری جگہ ہے تو پھر وہ کیوں میری جگہ پر بیٹھیں۔ مجھے کتنا دکھ پہنچا۔ میں اپنے ہی گھر میں اجنبی ہو گئی تھی۔" وہ ہنوز سوں سوں کر رہی تھی۔

"ایسے کوئی اجنبی نہیں ہوا کرتا تمھاری اہمیت پر جگہ بدلنے سے کبھی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اگر تمھاری بھابھی تمھاری جگہ پر بیٹھی تھیں تو میں بھی تو محسن کی جگہ پر بیٹھا تھا۔ لیکن اس طرح جگہ بدلنے سے نہ میں محسن بن گیا نہ ہی تمھاری بھابھی عابیہ بن گئیں۔ بیٹی' بہو' بیٹا' داماد کا فرق تھا اور رہے گا۔" ابان نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا وہ بھی یکدم مسکرا دی جو اس بات کا ثبوت تھی کہ اسے ابان کی بات سمجھ آ گئی ہے۔

"میں چاہوں گا کہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر ری ایکٹ کرنے کے بجائے چیزوں اور حالات کو سمجھو کہ انسان کو زندگی میں بہت کچھ نہ صرف برداشت کرنا پڑتا ہے کمپرومائز بھی کرنا ہوتا ہے۔" ابان اسے مسکراتے دیکھ مطمئن ہو گیا۔

"ایک دن میں تو میں' میری سوچ نہیں بدل سکتی۔" وہ ٹشو سے آنکھیں اور ناک رگڑتے ہوئے بول گئی جس پر ابان نے قہقہہ لگایا تھا۔

"ایک دن میں محترمہ آپ بدل تو گئی ہیں مس سے مسز کا سفر کر لیا اور کہتی ہیں بدل نہیں سکتی۔۔۔ آپ کو اور

کیسا و کتنا بدلاؤ چاہیئے۔" ابان کا انداز بڑا ذو معنویت لئے ہوئے تھا۔ وہ سرخ پڑ گئی تھی۔ ابان اسے تنگ کر رہا تھا وہ آگے سے چپ تھی۔

"آپ اتنی دیر سے کیوں پہنچے تھے۔؟" ابان کو پھیلتا دیکھ وہ یکدم موضوع بدلنے کو پوچھ گئی۔

"آفس میں بزی ہو گیا تھا وہ تو محسن کی کال آئی تو میں بھاگم بھاگ پہنچا کہ انتظار کرنے کے سبب ملکہ عالیہ کا مزاج برہم ہو گا لیکن پہنچا تو لگا پتہ کہ بھئی بیگم صاحبہ تو میاں جی کو فراموش کیئیے پڑی سو رہی ہیں۔" ابان کا لہجہ شوخ تھا۔ وہ ہنس دی۔

"میں تو گھر پہنچنے کے کچھ دیر بعد ہی سو گئی تھی مجھے تو پتہ بھی نہیں تھا کہ آپ کب آئے' دیر سے آئے کہ جلدی ۔۔۔ وہ تو بھابھی نے بتایا تھا کہ آپ کو اتنی کالز کی گئیں تب آپ آئے۔" وہ صاف گوئی سے بول گئی۔ ابان نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا کہ اسے عبرود کا رویہ سمجھ نہیں آیا تھا۔ وہ اس سے عابیہ کے خلاف بول رہی تھی اور عابیہ سے ابان کی مخالفت میں ۔۔۔ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے فی الحال وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"عبرود مجھے لگتا ہے کسی گہری سازش کی پلاننگ میں ہے۔ نہ صرف مجھے اس پر نظر رکھنی ہو گی۔ عابیہ کو اس سے دور رکھنا ہو گا۔" وہ گاڑی گیراج میں کھڑی کرتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

"ابر' کب تک موڈ آف رکھنا ہے؟" ایلیفیہ گھنٹہ بھر پہلے ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر گھر آ گئی تھی۔ ابرج سہروردی غیر معمولی سنجیدگی طاری کیئیے ہوئے تھا تب وہ بول پڑی۔

"مس ایلیفیہ' میری مرضی کہ آپ کی زندگی کا فیصلہ لینے کا حق نہیں رکھتا مگر اپنے فیصلہ لینے میں' میں آزاد ہوں ۔ موڈ خراب و بحال رکھنا میرا ذاتی فیصلہ ہے آپ مداخلت کی زحمت نہ کریں۔" وہ غیریت کی انتہا کر گیا۔

"اب ایسے بھی نہ بولو کہ جانتے ہو مجبور ہوں میں ۔۔۔" اس کے آنسو گرنے لگے۔

"تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آرام کرو۔" وہ اسے روتا دیکھ دھیما پڑ گیا۔

"تم چاہتے ہو ناں اسی ہفتہ ارمش سے شادی کر لوں۔ تو کر لوں گی بس تم ناراض نہ ہو کہ مجھ سے تو میری خوشیاں ہی روٹھ گئی ہیں اب اپنوں کو روٹھتا نہیں دیکھ پاؤں گی۔" وہ بلک اٹھی۔

"نہ میں تم سے ناراض ہوں نہ ہی تمھاری خوشیاں روٹھی ہیں۔ بس تم خود کو تھوڑا مضبوط کر لو۔ تمھیں تمھارے نصیب کی خوشیاں مل جائیں گی۔" وہ اس کی طرف ٹشو بڑھاتے ہوئے نرمی سے بولا۔ اس کے خود کو کمپوز کر لینے پر ابان نے تفصیل بتادی تھی کہ وہ ہاسپٹل سے سیدھا آغا ہاؤس آیا تھا اور جلدی شادی کی بات کی تھی۔ آسیہ آغا کی حمایت پر اس

نے ارمش کو کال کی تھی۔ ارمش کا جواب سن کر ایلیفیہ کو گونا گو سکون ملا تھا۔

"ارمش کو تم سے محبت ہے اور تم اپنی محبت نہیں پاسکتیں اس لیئے ارمش کی محبت کو محسوس کرنا شروع کر دو کہ محبت کی ناقدری نہیں کرنی چاہیے۔" وہ تمام تفصیل بتا کر ناصحانہ انداز میں سمجھاتا چلا گیا۔

"یاد رکھنا چاہنے سے چاہے جانے کا احساس زیادہ دلکش ہوتا ہے۔" وہ ابان کے پر خلوص انداز میں سمجھانے پر مسکرا دی۔

"شادی میں درمکنون سے کوئی بات ہوئی؟" ایلیفیہ نے موضوع بدلا تھا۔ ابرج نے جو درمکنون سے محبت کا اظہار کیا تھا اور درشہوار سے اس کی اور معصومہ سہروردی کی جو بھی بات ہوئی تھی سب وہ ایلیفیہ کو بتا گیا تھا۔

"آنٹی نے پرپوزل ایکسپٹ کر لیا ہے لیکن شادی کے لیئے ڈیڑھ سال انتظار کرنا ہو گا۔ مکنون کے بی ایس کے فسٹ ائیر کا لاسٹ سمیسٹر ہے اس لئے گریجوایشن کے بعد شادی ہو گی جبکہ آنٹی منگنی تک کے لیئے راضی نہیں ہیں۔" ابرج مسکینیت طاری کر کے بولا۔ ایلیفیہ ہنس دی۔

"منگنی اور شادی نہ سہی نکاح تو ہو ہی سکتا ہے۔" ایلیفیہ نے آنکھیں گھمائیں۔

"گڈ آئیڈیا۔۔۔ یہ مشورہ تم ماما کو دو گی' آیا سمجھ۔۔۔" وہ ایلیفیہ کے آئیڈیا کو اوکے کرتا مزے سے بولا۔ اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا فوراً ہی مان گئی۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔ سر میں درد ہو رہا ہے گھر جا کر آرام کروں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جاتا کہ ایلیفیہ نے غیر متوقع بات پوچھ لی۔

"ولیمہ کب ہے۔۔۔" اس نے جان کر یہ نہیں کہا تھا کہ ابان کا ولیمہ کب ہے اور وہ عام سے انداز میں پوچھ کر خود کو لاپرواہ ظاہر کر رہی تھی۔

"آج۔۔۔" وہ اس کے زرد ہوتے چہرے سے نگاہ ہٹا گیا لیکن اس کی اگلی بات پر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ وہ ولیمہ کی تقریب میں جانے کی بات کر رہی تھی۔

"تم۔۔۔ تم کیسے جاسکتی ہو۔ تم ابان کو کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر پاؤ گی اس لئے وہاں جانے کا خیال ذہن میں بھی نہ لاؤ۔" وہ خود کو حیرت سے نکالتا۔ صاف گوئی سے کہہ گیا۔

"ہاں' برداشت نہیں کر پاؤں گی لیکن یہ حقیقت مٹنے والی نہیں ہے کہ ابان کسی اور کے ہو گئے ہیں اور آگے جا کر تمھاری شادی کی تقریبات میں بھی تو برداشت سے گزرنا ہو گا تو یہ آغاز اس محفل سے ہی کیوں نہ ہو جس میں وہ ہمیشہ کے لیئے شجر ممنوعہ ہو گئے ہیں۔" وہ نم لہجہ میں بول گئی۔ ابرج آگے سے کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں رہا۔

"تم جاتے ہوئے مجھے پک کر لینا میں تیار ہو جاؤں گی کہ آخر کب تک کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے حقیقت جھٹلانے کی سعی کروں گی۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بول رہی تھی وہ اس کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ اس کے کمرے سے نکل گیا تھا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو دی تھی۔ دل ڈانواں ڈول ہو رہا تھا مگر وہ شام ڈھلے جانے کی تیاری کرنے لگی تھی۔ اس نے سبز رنگ کی میکسی پہنی 'لائٹ سا میک اپ کیا اور ابرج سہروردی کو کال کر دی۔ ابرج جو سمجھا تھا کہ وہ ارادہ بدل دے گی اسے اپنے ارادے پر قائم دیکھ اسے لینے پہنچ گیا۔ وہ دونوں جس وقت شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں پہنچے پہلا سامنا ابان سے ہی ہوا۔ جہاں ابان اسے دیکھ متحیر ہوا وہیں ایلیفیہ کا اپنا دل اس کہ مٹھی میں آ گیا تھا۔ لیکن اس نے بہت ضبط سے گزرتے ہوئے اسے مسکرا کر مبارکباد دی تھی۔ ابان خود کو سنبھال کر اس کا شکریہ ادا کر گیا۔ وہ دونوں اندر بڑھ گئے۔ عابیہ اس سے مل کر خوش ہوئی تھی جبکہ ایلیفیہ محض اپنا ضبط آزما رہی تھی۔ محفل عروج پر تھی۔ ارمش بھی چلا آیا تھا۔ ایلیفیہ کو دیکھ بے یقین رہ گیا تھا مگر اظہار نہیں کیا تھا۔ ایلیفیہ کی آنکھوں کے گوشے بھیگے بھیگے تھے جنھیں دیکھ ارمش کے ارادے مضبوط ہوتے جا رہے تھے۔ ارمش کھڑا ابرج سہروردی سے بات کر رہا تھا اس کی نگاہ اسٹیج کی جانب لگی تھی جہاں ایلیفیہ' درمکنون کے ساتھ کھڑی تھی۔ درمکنون کے ساتھ ایک لڑکی اور تھی جس کی نگاہ ابان پر حسرت سے اٹھتی تھی اور نم ہوتی جھک جاتی تھی۔ ارمش کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔ اس نے عبرود کو میسیج کیا تھا کہ وہ اس لڑکی کا پتہ کرے۔ عبرود کا کچھ دیر بعد ہی رپلائی آ گیا۔ ارمش کو یہ جان کر کہ وہ لڑکی جس کا نام کشمالہ ہے وہ ابان کی ملازمہ کی بیٹی ہے۔ اس نے کشمالہ کا جائزہ لیا تھا۔ وہ کافی خوش شکل لڑکی تھی لیکن کافی اداس لگ رہی تھی۔ اس نے عبرود کو ایک اور میسیج کیا تھا۔ جس میں اس نے اس شک کا اظہار کیا تھا کہ کشمالہ' ابان میں انٹرسٹڈ ہے۔ عبرود جو خود اسی شک کا شکار تھی اس نے ترنت رپلائی میں اپنی فیلنگز کہہ ڈالیں۔ ارمش نے کشمالہ کو مہرہ بنانے کا فیصلہ کرتے ہوئے عبرود کو میسیج کیا تھا جسے پڑھ کر اس نے ڈن کر دیا تھا۔ عبرود کچھ دیر بعد ہی کشمالہ کے پاس جا پہنچی تھی۔ بہت محبت سے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ سادہ مزاج چالاکیوں سے نابلد کشمالہ اسے اچھا سمجھتی اسے اپنے بارے میں بتا گئی تھی۔ عبرود نے جان کر اس سے ابان کے بارے میں چند ایک باتیں کہی تھیں اور اس کے چہرے پر لہراتے سائے عبرود جیسی زیرک نگاہ چالاک لڑکی سے چھپے نہیں رہے تھے اسے اپنا شک یقین میں ڈھلتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ اس نے کشمالہ سے ملنے والی تفصیل جو فی الحال کام کی نہ ہو کر آگے بہت کام آنے والی تفصیل ارمش کو سینڈ کر دی تھی۔ ارمش کا یہاں آنا ضائع نہیں گیا تھا۔ وہ ایک چال ترتیب دے گیا تھا اس نے مہرہ بھی چن لیا تھا۔ بساط بچھانے کا فیصلہ بھی ہو گیا تھا بس اسے مناسب وقت کا انتظار کرنا تھا۔ وہ فیصلہ پر پہنچنے کے بعد ایلیفیہ پر التفات جتانے لگا تھا۔ ایلیفیہ جو بہت دکھی تھی اس کی سازشوں سے انجان اس کے مخلص انداز پر اپنے اندر کچھ سکون محسوس کرنے لگی تھی۔ یہ جانے

بغیر کے یہ سکون وقتی ہو گا کہ ارمش خود اپنے ساتھ مخلص نہیں ہے اس کے ساتھ کہاں اخلاص کا رشتہ نبھا پائے گا کہ کچھ لوگوں کی فطرت سانپ سی ہوتی ہے ڈسے بنا نہیں رہتی۔ ارمش کی کسی بات پر ہنستے ہوئے ایلیفیہ کی نظر اٹھی تھی اور اسٹیج پر موجود ابان اور عابیہ پر رک گئی تھی۔ گرے کلر کی فرشی میکسی میں عابیہ کتنی اچھی لگ رہی تھی اور اس کے ساتھ کھڑا ابان بلیک ڈنر سوٹ میں کس قدر ہینڈسم لگ رہا تھا۔ وہ دونوں ساتھ کھڑے مسکرا رہے تھے۔ ایلیفیہ کا دل سکڑنے لگا تھا۔ ایلیفیہ کی ابان پر ٹھہری نگاہ ارمش کو ضبط آزمانے پر مجبور کر گئی تھی۔ جبکہ وہ ابان کو دیکھے گئی تھی۔ آنکھ نم ہوتی جا رہی تھی۔ دل خسارہ سے سلگتا جا رہا تھا مگر وہ نم آنکھوں سے بے حد خوش و مطمئن ابان کو بس تکتی جا رہی تھی کہ دل نے ابھی راہ نہیں بدلی تھی۔۔!

جیسے بھوکے پھٹے پرانے کپڑوں والے بچے
اپنی خالی جیبوں کا احساس لئے
ہاتھ نہ آنے والی مہنگی چیزیں
کسی دکان کے بند شیشوں سے
پہروں لگ کر تکتے ہیں نا
میں بھی تم کو اکثر محسن
یونہی تکتا رہتا ہوں

☆☆☆☆☆

ولیمہ کی تقریب بھی بخیر و عافیت گزر گئی۔ ان کی شادی کو ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔ سب کچھ ایک روٹین کے ساتھ چل رہا تھا۔ ابان صبح نو بجے آفس جاتا تھا۔ شام پانچ بجے واپسی ہوتی تھی۔ اس کے بعد وہ کہیں نہ کہیں چلے جاتے تھے۔ دعوتوں کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ کچھ دیر قبل ہی اس کی آفس سے واپسی ہوئی تھی۔ اسے عابیہ کہیں نظر نہیں آئی تھی ورنہ گزشتہ ہر دن وہ اسے لاؤنج میں ہی ماں اور بہن کے ساتھ مل گئی تھی۔ اس نے ماں پر سلامتی بھیجی۔ اور کمرے میں جانے کے بجائے کشمالہ کو ہاسٹل چھوڑنے چلا گیا۔ واپسی ہوئی تو لاؤنج خالی تھا وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا کہ نوراں نے اسے درشہوار کا پیغام دیا تھا اور وہ ماں کے کمرے میں پہنچ گیا۔

"ماما جان' آپ نے مجھے بلایا تھا۔؟" وہ ماں کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ انھوں نے بیٹے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولیں۔

"تمھاری شادی کی شب معصومہ سے بات ہوئی تھی۔" وہ معصومہ سے ہوئی بات اور اپنا اقرار بیٹے کے گوش گزار

کر گئی تھیں۔

"معصومہ کا فون آیا تھا وہ کل باقاعدہ رشتہ لے کر آ رہی ہے۔" ابان کو بے حد اچھا لگا تھا۔

"میں نے معصومہ کو صاف کہہ دیا تھا کہ شادی مکنون کے گریجوایشن کے بعد ہو گی۔ وہ لیکن نکاح کی بات کر رہی ہے۔" وہ خوش کے ساتھ حیران بھی ہوا تھا۔

"پھر آپ نے کیا کہا؟" وہ پوچھ گیا۔

"فی الحال کوئی جواب نہیں دیا۔" وہ دھیمے سے بولیں۔

"آپ مناسب سمجھیں تو نکاح کرنے میں حرج کوئی نہیں ہے۔" وہ فیصلہ کا اختیار ماں کو سونپ کر اپنی مرضی بھی کہہ گیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم عابیہ سے بات کرو تاکہ وہ مکنون کی مرضی معلوم کر لے۔ مجھ سے اور تم سے جھجک اور احترام میں مکنون ذہن و دل کی بات کہہ نہیں پاتی۔ عابیہ اس کی بیسٹ فرینڈ ہے میری نسبت مکنون اسے زیادہ بہتر طریقہ سے بلا جھجک ذہن و دل کی بات بتا دے گی۔" ماں کی بات ابان کے دل کو لگی تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں عابیہ سے بات کرتا ہوں۔ وہ مکنون کی مرضی معلوم کر لے گی۔" وہ مسکرا کر ماں کو تسلی دے گیا۔

"تم اپنی زندگی سے خوش ہو۔" وہ بیٹے سے سوال کر گئی تھیں۔

"الحمدللہ! ماما جان۔۔" بیٹے کا رنگ بکھیرتا چہرہ درشہوار کو مطمئن کر گیا۔

"عابیہ کچھ چپ چپ لگتی ہے کوئی بات ہوئی ہے۔؟" ماں کے سوال پر وہ چونک گیا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے ماما جان!" وہ جانے کے لیئے کھڑا ہو گیا۔

"پھر کیسی بات ہے بیٹھ کر بتاؤ۔" درشہوار کے سنجیدگی سے بولنے پر وہ واپس بیٹھ گیا۔

"ماما جان، سچ میں کوئی بھی بات نہیں ہے۔ بس عابیہ موڈی بہت ہے اور گھر والوں کو مس کرتی ہے۔" اس نے دھیمے سے تفصیل کہی۔

"عابیہ میں بچپنا ہے۔ وہ لاابالی سی لڑکی ہے کہ جس عمر میں ہے اس عمر کی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ وقت اور عمر کے ساتھ ذمہ داریوں کو، رشتوں کو سمجھنے لگے گی۔" وہ ماں کی بات پر آگے سے کچھ نہیں بولا۔

"عابیہ اگر گھومنے جانا چاہتی ہے تو اس کی فرمائش ہرگز بھی غلط نہیں ہے تمہارا فرض ہے کہ تم اپنی ذمہ داریوں سے قطع نظر ہو کر اس کی خواہشات کا مان رکھو کہ یہی وقت ہے جب تم دونوں وقت ایک ساتھ گزار کر زندگی کی خوشیاں

کشید کر سکتے ہو۔" وہ ماں کی بات پر چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

"آپ سے عابیہ نے کچھ کہا ہے۔؟" وہ ماں سے پوچھ گیا۔

"نہیں' عابی نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔" وہ دھیمے سے بولیں اور آگے جو تفصیل کہی اسے سن کر ابان نے ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ عابیہ نے درمکنون سے کہا تھا کہ اس کی بڑی آرزو ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت ابان کے ساتھ گزارے۔ گھومے پھرے لیکن ابان کو فرصت ہی نہیں ہے۔ ایک دن آفس سے چھٹی تو کر نہیں سکتے ہفتہ' پندرہ کے لئے اسے آؤٹنگ پر کہاں لے جائیں گے۔ درمکنون نے عابیہ کا پیغام بھائی تک ڈائیریکٹ پہنچانے کے بجائے ماں کا سہارا لیا تھا۔ تفصیل سن ابان چپ کا چپ رہ گیا۔

"میں چاہتی ہوں تم اور عابیہ آؤٹنگ پر چلے جاؤ۔" وہ بیٹے کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے حتمی انداز میں بولی تھیں۔

"ماماجان' میں نہیں جاسکتا ہوں۔ آفس کی کتنی ہی ذمہ داریاں ہیں میں آفس کس کے حوالے کرکے جاؤں گا۔" وہ صاف انکار کر گیا۔

"غم زندگی و غم کاروبار کے جھگڑے تمام عمر چلتے رہیں گے۔ گیا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس لئے تم جانے کی تیاری کرو۔ میں اپنی بہو کو اداس نہیں دیکھ سکتی ہوں۔" وہ ناصحانہ انداز میں کہتیں اپنا فیصلہ سنا گئی تھیں۔ اس نے فی الوقت ماں سے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ آنے والے پندرہ دن بہت مصروف ہے۔ دو دن بعد امریکن ڈیلی گیشن آرہا ہے اور وہ میٹنگز کینسل کرکے کہیں نہیں جاسکتا۔ وہ ماں پر کچھ ظاہر کیے بنا خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

"اسلام علیکم۔۔۔" اس نے ابان کو دیکھ کر ان دیکھا کر دیا تھا۔ ابان نے موبائل پر گیم کھیلتی بیوی پر سلامتی بھیجی اور وہ سنے کو ان سنا کر گئی۔

"سلام کر نہیں سکتیں تو کم از کم سلام کا جواب ہی دے دو۔" وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا گلے سے کھینچ کر نکالتا عابیہ کی طرف اچھالتے ہوئے بولا اور کوٹ اتار کر اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔

"وعلیکم اسلام۔۔۔" لامحالہ منہ بنا کر جواب دیتی وہ گود میں پڑی ٹائی سائیڈ پر ڈالتی بستر سے اتر گئی۔

"انسان گھر آتا ہے اس امید پر کہ بیوی منتظر ہوگی اور اچھے موڈ کے ساتھ استقبال کرے گی۔ اور ایک میری بیوی ہے جس کے نخرے ہی ختم نہیں ہوتے۔ مزاج ہی نہیں ملتا۔" وہ شرٹ ہینگر کرتے ہوئے بولا۔

"آپ کو پرواہ ہے میری۔۔۔ میرے انتظار کی۔۔۔ ایک ہفتہ ہوا نہیں ہے شادی کو اور آپ شادی کرکے مجھے بھول ہی گئے ہیں۔" وہ رونا شروع ہوگئی۔

"ہوا کیا ہے مجھے بتاؤ گی؟" وہ خود کو کنٹرول کرتا پوچھ گیا۔

"آپ آفس سے پانچ بجے آئے تھے اور مجھ سے ملے بنا ہی کشمالہ کو چھوڑنے چلے گئے۔ مجھ سے زیادہ اہم تو کشمالہ تھی جسے آپ تھکن بھلائے آپ ہاسٹل چھوڑ آئے۔" وہ سوں سوں کر رہی تھی۔

"بیہ تم کیا کیا سوچ لیتی ہو۔ کشمالہ اور تمھارا کیا مقابلہ ہے۔ تمھارے آگے تو اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ وہ صرف ایک ذمہ داری ہے اور تم میری بیوی ہو۔" وہ اس کو کاندھوں سے تھام گیا۔

"آپ کا میں روز لاؤنج میں انتظار کرتی ہوں۔ آج بھابھی کی کال آگئی تو ذرا مصروف ہو گئی اور آپ مجھے بالکل ہی بھول گئے۔ بھابھی ٹھیک کہتی ہیں کہ آپ کے لئے سب اہم ہیں ایک میرے سوا۔" وہ روتے ہوئے کہتی جا رہی تھی اس نے لب بھینچ لیے۔ بھابھی کے ذکر پر اسے ایک سیکنڈ لگا تھا یہ سمجھنے میں کہ عابیہ اتناری ایکٹ کیوں کر گئی ہے۔

"تمھاری بھابھی بالکل غلط کہتی ہیں میری نظر میں تمھاری بہت اہمیت ہے محبت کرتا ہوں تم سے، تمھاری جگہ کبھی کوئی نہیں لے سکتا تم کسی کی بات پر دھیان نہ دیا کرو بس مجھ پر میری محبت پر بھروسہ رکھو اور رونا بند کر دو۔ تمھارے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔" وہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے اسے خود سے لگا گیا۔ وہ اور زور و شور سے روتی عبرود کی کہی باتیں دہراتی چلی گئی ت ابان نے لب بھینچ لیے۔

"مجھے عبرود سے بات کرنی پڑے گی یہ آخر چاہتی کیا ہے کیوں عابیہ کو میرے خلاف کرنے پر تلی ہے۔ اور یہ عابیہ احمقانہ حد تک معصوم ہے ہر کسی کی باتوں پر یقین کر کے موڈ خراب کر کے بیٹھ جاتی ہے۔ ابھی تو ایک ہی ہفتہ ہوا ہے اور معاملات بگڑ رہے ہیں یوں ہی چلا تو ہماری زندگی تو مسائل کا شکار ہو جائے گی۔" وہ عابیہ کو چپ کرواتا اسے فریش ہونے بھیج کر خود بستر پر گر سا گیا۔ دس منٹ بعد وہ منہ دھو کر نکلی اور آتے ہی اس سے سوری کر گئی۔

"آئی ایم سوری ابان' آپ آفس سے تھکے ہوئے آئے ہیں اور میں نے آپ کو پریشان کر دیا۔" وہ اس کے سامنے آتی کان پکڑ گئی۔

"بیہ میں آج پہلی اور آخری بار تمھیں بتا رہا ہوں، سمجھا رہا ہوں کہ جب آفس سے آیا کروں تو مسکرا کر استقبال نہیں کر سکتیں تو پلیز یوں ناراضگی کا اظہار کر کے منہ بنا کر بھی نہ ملا کرو۔ دن بھر کی تھکن تمھاری ایک مسکراہٹ دور کر دیتی ہے اور تمھارے منہ کے بگڑے ہوئے زاویے تھکن بڑھا دیتے ہیں۔" وہ عابیہ کے مقابل کھڑا ہوتا ہوا اس کے ہاتھ تھام کر گہری سنجیدگی سے بول گیا۔

"جی بہت بہتر۔۔۔ پکا والا پرامس آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" وہ اچھے بچوں کی طرح وعدہ کر گئی۔

"گڈ گرل۔۔۔" وہ اس کا رخسار تھپکتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے عبرود سے بات کرنے کا مصمم ارادہ باندھ لیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"مکنون۔۔۔" عابیہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پکارا۔

"اوہوں۔۔۔" اس نے نوٹس پر جھکے جھکے مصروفیت کے عالم میں اس کی آمد سے واقف ہو جانے کا اشارہ دیا۔

"کیا کر رہی ہو۔؟" وہ مکنون کے بیڈ پر ٹکتے ہوئے پوچھ گئی۔

"کل سے یونیورسٹی جانا ہے تو جو نوٹس رہ گئے تھے وہ مکمل کر رہی ہوں۔" وہ نوٹ بک پر تیزی سے قلم چلاتے ہوئے بولی۔

"میرا تو دل ہی نہیں کر رہا جانے کا۔" عابیہ کی بات پر وہ اسے دیکھنے لگی اور عابیہ کو دیکھ ہنس دی۔

"تمھارا دل بھیا سے جو لگ گیا ہے۔" مکنون شریر ہوئی تو وہ سرخ پڑ گئی۔

"بکواس مت کرو۔ اب ایسی بھی بات نہیں۔" عابیہ خجل ہو کر بولی۔

"پھر کیسی بات ہے۔" مکنون نے آنکھیں گھمائیں۔

"وہ تو پندرہ دن سے یونی گئی نہیں اور کتابیں تک کھول کر نہیں دیکھیں۔ ایسے میں دل اچاٹ ہو گیا ہے۔" عابیہ خود کو کمپوز کرتی صاف گوئی سے کہہ گئی۔ جس پر مکنون ہنستی چلی گئی۔

"بھابھی جان' آپ تو گئیں کام سے۔" مکنون نے فائل اس کے شانے پر مارتے ہوئے شریر انداز اپنایا۔

"میری تو خیر ہے کہ میری نیّا تو پار لگ گئی ہے اب تم اپنی خیر مناؤ، بنو رانی کی شادی بھی دور نہیں ہے۔" وہ ہاتھ کا تکیہ بناتی کمر کے بل لیٹ گئی اور مکنون کو شرارت سے دیکھنے لگی جس کا حیرت سے منہ کھل گیا۔

"عابی' یہ کیا بکواس ہے۔" اس کی آواز اتنی مدھم تھی جیسے گہری کھائی سے بر آمد ہوئی ہو۔

"تمھیں ابرج سہروردی کیسے لگتے ہیں۔" اس نے مکنون کی حیرت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پچھلی بات کی وضاحت کیے بنا نیا سوال پوچھا۔ مکنون کا چہرہ یکدم ہی سرخ پڑتا جھکتا چلا گیا۔

"یہ کیسا سوال ہے۔؟" وہ خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی۔ عابیہ نے ابان کی کہی بات اور تفصیل کی روشنی میں مناسب تفصیل اس کے سامنے رکھ دی۔

"ابرج سہروردی کا تمھارے لیے رشتہ آیا ہے۔" درمکنون کو وہ بغور دیکھ رہی تھی اس کے چہرے کی رنگت تمتمانے لگی تھی۔ ہاتھوں میں بھی باقاعدہ لرزش تھی۔ عابیہ کو اپنا وقت یاد آ گیا جب زبیدہ نعمانی نے سید ابان بخاری کے

پرپوزل کا بتایا تھا کم و بیش اس کی بھی یہی حالت تھی جو اس وقت درمکنون کی ہو رہی تھی۔ ابان نے اس سے کہا تھا کہ وہ مکنون کی مرضی معلوم کرلے اور وہ اس سے اتنی آرام سے مرضی معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ اس نے تو مکنون سے گن گن کر بدلے لینے تھے کہ مکنون نے لائبہ کے ساتھ مل کر اُس کو کیسے کیسے نہیں ستایا تھا اب وہ اُس سے حساب بے باق کرنے کے موڈ میں تھی۔

"تمھیں ابرج بھائی کیسے لگتے ہیں بتادو کہ ابان کو یہ رشتہ کچھ خاص پسند نہیں آیا۔" وہ چونک کر عابیہ کو دیکھنے لگی۔

"کیوں' کیوں پسند نہیں آیا۔؟" اس کے لب میکانکی انداز میں ہلے۔ عابیہ کو شک سا گزرا کہ مکنون بھی ابرج میں انٹرسٹڈ ہے۔

"ابان' نے وجہ بتائی ہی نہیں۔" وہ خود پر سنجیدگی طاری کر کے بے چارگی سے بولی۔

"ماما جان' وہ کیا بولیں۔؟" درمکنون کے لب ہلے۔

"آنٹی تو اس رشتہ سے خوش ہیں کیونکہ ابرج بھائی کی ماما' آنٹی کی کالج فیلو ہیں۔" اس نے تفصیل مکنون کو بتائی جس کا لب لباب یہی تھا کہ اس رشتہ سے صرف ابان کو انکار ہے باقی سب راضی ہیں۔

"مجھے تو ماما جان' نے بتایا ہی نہیں۔" وہ دھیمے سے بولی اس کا اشارہ کالج فیلو کی طرف تھا۔

"مجھے بھی ابان نے بتایا تا کہ تمھاری مرضی معلوم کی جاسکے۔" وہ مکنون کے یکدم بجھ جانے والے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"میری کوئی مرضی نہیں ہے۔ میرے لیئے ماما جان اور بھیا جو چاہے فیصلہ کرسکتے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ عابیہ کو اس کی آنکھوں میں اس کے لفظوں کی سچائی صاف نظر آرہی تھی۔

"تم مجھ سے اپنی پسند یا دل کی بات نہیں کہہ سکتیں مکنون' کیا میں تم سے اپنی ہر بات' ابان کے لیئے اپنی تمام تر فیلنگز تم سے شئیر نہیں کرتی رہی۔" عابیہ فوراً جذباتی ہوگئی۔

"جب میری کوئی پسند ہے ہی نہیں تو میں تم سے کیا شئیر کروں۔ اول و آخر بھیا اور ماما جان نے ہی میری زندگی کا فیصلہ کرنا ہے اور مجھے یقین ہے بھیا میرے لیے کوئی غلط فیصلہ نہیں لیں گے اگر انھیں اس رشتہ پر اعتراض ہے تو ضرور کوئی وجہ ہوگی۔ اور میں بھیا کے ہر فیصلہ کا احترام کروں گی۔" درمکنون مسکرا کر اسے دیکھتی گہری سنجیدگی سے اپنا موقف عابیہ کے سامنے رکھ گئی۔

"اگر میں یہ کہوں کہ ابان' ماما جان سے بھی زیادہ اس رشتہ پر راضی ہیں تب تمھارا کیا جواب ہو گا۔؟" وہ ڈرامائی انداز میں بولی۔ درمکنون اچھنبے میں گھرتی حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم یہ کیا گول مول سی باتیں کر رہی ہو۔ صاف بات کیوں نہیں کرتیں۔" مکنون حیرت سے نکلتی چڑ کر بولی۔

"صاف بات یہی ہے تمھارا پرپوزل آیا ہے۔ ماما جان اور ابان کو تمھاری خوشی اور مرضی زیادہ عزیز ہے اس لیئے مجھے کہا گیا کہ میں تم سے تمھارے دل کی خوشی سے جڑا جواب لے کر ان تک پہنچادوں مگر مجھے تم سے بات کر کے اندازہ ہوا کہ تم مجھ سے اپنے دل کی بات کرنا نہیں چاہتیں اس لیئے تمھارا جو مشرقی بیٹی والا' سر جھکانے والا جواب ہے وہ میں ماما جان تک پہنچادوں گی۔" عابیہ اٹھ کھڑی ہوئی اور گہری سنجیدگی اور قدرے ناراضگی سے بولتی جانے کو قدم بڑھا گئی۔

"عابی' کیا ہوا ہے۔ ناراض کیوں ہوگئی ہو۔؟" وہ لپک کر عابیہ کی راہ میں آگئی۔

"ماما جان' کو لگا کہ تم ان سے جھجک میں شاید اپنی پسند اپنی مرضی نہ کہہ پاؤ اس لیے مجھے چنا گیا کیونکہ میں تمھاری بیسٹ فرینڈ ہوں۔ مگر ماما جان کو تو کیا مجھے بھی پتہ ہی نہیں تھا کہ دوست ہوں تو کیا ہوا اس قابل تو نہیں ہوں کہ اعتبار کیا جائے کوئی بات مجھ سے شئیر کی جائے۔" عابیہ کی آنکھوں میں موتی چمکنے لگے تھے۔

"عابی' سچ میں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے جو میں تم سے شیئر کروں۔ تم کیوں اتنی جذباتی ہو رہی ہو۔" در مکنون گڑبڑا کر بولتی چلی گئی۔

"اچھا کوئی بات نہیں ہے تو کھاؤ میرے سر کی قسم اور بولو کہ تم مجھ سے کچھ چھپا نہیں رہیں۔" وہ جذباتیت کی انتہا کرتی مکنون کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھ گئی۔

"تم پہلے آدھی پاگل تھیں۔ بھیا نے تمھارے نخرے اٹھا اٹھا کر تمھیں پورا پاگل کر دیا ہے۔" مکنون جھنجھلا کر ہاتھ کھینچ گئی۔

"تمھارے بھیا اتنے ہی میرے نخرے اٹھا رہے ہوتے نا تو میں ابھی تم سے مغز ماری نہ کر رہی ہوتی۔ جھیل سیف الملوک کے نظارے یا مانسہرہ کی خوبصورتی دیکھ رہی ہوتی۔" وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے منہ بنا کر بولی۔ مکنون کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی۔

"جناب کو تفریح کا زیادہ ہی شوق نہیں چڑھا۔؟" مکنون ہنسی کے درمیان بولی۔

"تمھیں پتہ ہے میرا میں ہمیشہ سے جتنی حقیقت پسند ہوں اتنا ہی خواب بھی سرہانے رکھتی ہوں۔" وہ دھم سے بیڈ پر گرتے ہوئے بولی۔

"تم تو جانتی ہو مکنون' مجھے خواب' شاعری' تتلی' پھول' رنگ' بارش سب چیزیں کتنی لبھاتی ہیں اور ایک تمھارے بھیا ہیں۔ دو اور دو چار سے باہر نہیں آتے۔ گھومنے جانے کا نام لو تو صبح آفس جانا یاد آجاتا ہے۔ گاڑی میں کوئی سونگ لگا دو تو وہ ڈسٹرب ہو جاتے کہ ڈرائیونگ نہیں ہوتی۔ ایک کھڑوس انسان سے شادی کر لی ہے جو اتنے حسین دن آفس کے

نام پر برباد کیے جا رہے ہیں۔" عابیہ نان اسٹاپ شروع ہو چکی تھی۔ وہ مکنون سے اب بھی پہلے کی طرح ہی باتیں کرتی تھی۔ اس نے کچھ کہتے یہ نہیں سوچا تھا کہ مکنون اب اس کی نند ہے۔ جبکہ مکنون کچھ کہتے جھجک جاتی تھی۔ ورنہ تو وہ عابیہ سے کہہ جاتی جو دل میں تھا۔

"محترمہ آپ تو کافی رومان پرور ہیں۔" اس نے عابیہ کو چھیڑا۔

"تتلی' چاند' پھول' بارش' باتیں' لفظ جنھیں پسند ہوتے ہیں عموماً لوگ ایسے لوگوں کو رومینٹک سمجھتے ہیں لیکن تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ایسا ہوتا نہیں ہے کیونکہ یہ سب چیزیں فطرت کا حسن ہیں اور ان چیزوں کو پسند کرنا فطرت سے محبت کا اظہار ہے جب ہر اچھی چیز اچھی لگے تو اس کا مطلب رومینٹک ہونا نہیں ہوتا۔ لوگوں کو بڑی غلط فہمی رہتی ہے تم بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہو۔ ہم جیسے لوگوں کو جب قریب سے جانا' سمجھا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ۔۔۔" عابیہ بلا تکان بولے گئی۔ مکنون نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"بس کر دو پلیز' مجھے آگئی سمجھ کہ تم فطرت کے حسن کی دیوانی ہو۔ تمھیں محبت ہے لیکن تم رومینٹک نہیں ہو۔" مکنون ہاتھ جوڑے زچ ہونے والے انداز میں بولی۔

"مجھے فطری حسن سے محبت ہے اور محبت کا مطلب رومینس نہیں ہوتا۔" عابیہ اس کے چڑنے پر منہ بنا کر بولی۔

"اچھا نا مان لیا۔ اب بخش بھی دو۔" مکنون نے اسے کشن دے مارا۔

"ایسے میں ناراض بھی ہو سکتی ہوں۔" عابیہ نے کشن کیچ کر کے گود میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ضرورت نہیں ہے۔ اب بھیا تمھاری نہیں سنتے تو بھیا کا بدلہ مجھ سے نہ لو۔" درمکنون بھی شریر ہوئی۔ وہ جھینپ گئی۔

"تمھارے بھیا کو تو میں سیدھا کر ہی لوں گی۔ دو آنسو تمھارے بھیا کو لائن پر لانے کو کافی ہیں۔" عابیہ کا بڑا ہی بے فکرا انداز تھا۔

"اف' تم کتنی بدتمیز ہو میرے بھیا کو اموشنل بلیک میل کرتی ہو۔" درمکنون نے مصنوعی خفگی دکھائی جس پر عابیہ بے اختیار ہنستی چلی گئی۔ کیسی زندگی سے بھرپور ہنسی تھی۔ درمکنون دل ہی دل میں "ماشاءاللہ" کہتی نظر اس کے رنگ بکھیرتے چہرے سے ہٹا گئی۔ محبت انسان کو کتنا مکمل کر کے جاذب نظر کر دیتی ہے اسے عابیہ کو دیکھ کر شدت سے احساس ہوا۔

"ابھی تو تمھارے بھیا کو میں نے کوئی اموشنل بلیک میل نہیں کیا۔ جب کروں گی نا تو صاف فرق نظر آئے گا۔" عابیہ کی بے فکری پر چنداں فرق نہ پڑا۔ مکنون اسے سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگی۔

"ایک بزنس مین کو بس عاشق بنانا ہے وہ کیا کہتے ہیں رانجھا رانجھا کر دی میں آپے رانجھا ہوئی۔ تمھارے بھیا کو اس درجہ تک لے جانا ہے۔" عابیہ کی بات پر مکنون کا منہ کھل گیا۔

"تم کتنی چالاک ہو۔" مکنون کے لب سے پھسلا۔

"یہ میں اپنے لیے نہیں ابان کے لیئے کروں گی کہ زندگی پر زندگی کی رنگینیوں پر ابان کا بھی حق ہے۔ ذمہ داریاں اپنی جگہ لیکن ابان کا حق ہے کہ وہ بھی زندگی کو زندگی کی طرح جئیں، ایسے نہیں جیسے جی رہے ایک روبوٹ کی مانند۔۔۔"

عابیہ یکدم سنجیدہ ہو گئی۔ اسے زندگی سے محبت تھی اور وہ زندگی کے ہر لمحہ سے محبت کشید کرنا چاہتی تھی۔ اسے ابان کی لگی بندھی روٹین بلکل پسند نہیں آئی تھی۔ اسی لیئے وہ روٹین ہی نہیں ابان کو بھی تبدیل کرنے کا مصمم ارادہ باندھ چکی تھی۔

"تم بہت اچھی ہو عابی' بھیا کے لیئے ایک پرفیکٹ میچ۔۔۔ میری دعا ہے تم بھیا کے ساتھ ہمیشہ خوش رہو۔"

در مکنون نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ وہ فرضی کالر کھڑے کرتی مکنون کو دیکھنے لگی تو وہ دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس دیں۔

"میں نے تمھیں بتا دیا ہے کہ تمھارے بھیا مجھے بہت اچھے لگتے ہیں اور اب شرافت سے تم بھی بتاؤ کہ ابرج بھائی تمھیں کیسے لگتے ہیں۔" عابیہ کو موضوع سے ہٹانا دنیا کا مشکل ترین کام تھا وہ دس ہزار باتیں کر لینے کے بعد بھی یاد رکھتی تھی کہ کون سی بات ادھوری رہ گئی تھی اسے پھر سے شروع کرنا ہے۔ در مکنون نے اس سے کچھ نہیں چھپایا۔ پہلے اس نے محسن کی بارات کی شام ابرج کا محبت کا اظہار کرنا بتایا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ اسے ابرج کا محبت کا اظہار کرنا اچھا لگا تھا وہ اسے برا نہیں لگتا۔

"نند جی بھی محبت کرتی ہیں مگر بتلاتے ہوئے شرم محسوس کر رہی ہیں۔" عابیہ اس کو چھیڑنے لگی۔

"بکواس نہیں اچھا۔۔۔" در مکنون سرخ پڑ گئی۔

"کھل کے بتاؤ نا پھر کہ کتنی محبت ہے۔" عابیہ کو اسے تنگ کرنے کا موقع ملا تھا وہ ایسے ہی گنوا نہیں سکتی تھی۔

"عابی' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم فضول کے مفروضات قائم نہ کرو۔ وہ تو جب انھوں نے مجھے کہا کہ میں انھیں اچھی لگتی ہوں اور شادی کرنا چاہتے ہیں تو مجھے ان کا یہ سب کہنا برا نہیں لگا۔" در مکنون ٹھہرے لہجہ میں بولتی گئی۔

"اوئے ہوئے' برا نہیں لگا یعنی اچھا لگا دل کے تار بج اٹھے۔" عابیہ نے اسے گدگدایا۔

"برا نہیں لگا تو یہ مطلب نہیں ہے کہ محبت ہے۔ محبت محسوس نہیں کی۔ بس کچھ تو بات تھی جو بس اچھی لگی۔"

در مکنون اس کے ہاتھ دور کرتی گہری سنجیدگی سے بولی۔

"محبت نہیں ہے تو ہو جائے گی انشااللہ۔۔۔" عابیہ اب بھی غیر سنجیدہ ہی تھی۔ مکنون نے اسے گھورا تو وہ مسکرا کر

بولی۔

"اس رشتہ سے ابان بہت مطمئن ہیں۔ میں اور ماما جان بھی بہت خوش و مطمئن ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ ابرج بھائی کو تم سے بہت محبت ہے اور یقین ہے کہ وہ تمھیں خوش رکھیں گے۔" عابیہ کی بات پر وہ چہرہ جھکا گئی۔

"میں ابان سے جا کر کہہ دیتی ہوں کہ تم اس رشتہ کے لیے بہت دل سے راضی ہو اور تم چاہتی ہو کل کی ہوتی شادی آج ہو جائے۔" وہ مکنون کے رخسار پر چٹکی لیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عابی' کی بچی میں نے ایسا کب کہا خبر دار جو تم نے بھیا سے کوئی بکواس کی تو۔۔۔" مکنون کنفیوز ہوتے ہوئے چیخی۔

"تمھارے بھیا اب میرے سیّاں جی ہیں۔۔۔ اب میں ان سے کچھ بھی کہوں تم روک تو نہیں سکتیں نند جی۔۔" عابیہ آنکھ دبا کر شرارت سے کہتی در مکنون کو حیرت زدہ چھوڑ کر ہنستے ہوئے اس کے کمرے سے نکل گئی۔

"عابی' تم بھیا سے کچھ نہیں کہو گی۔" در مکنون حیرت سے نکل کر اس کے پیچھے آئی اور اس کا بازو پکڑ کر بولی۔

"جب محبت ہے ہی نہیں تو تم اتنا کنفیوژ کیوں ہو رہی ہو۔" عابیہ لب کا کونا دانتوں تلے دبا کر اسے معنی خیزی سے دیکھ رہی تھی۔ ان دونوں کو آمنے سامنے کھڑے دیکھ ابان ٹھٹھک کر رک گیا۔

"بس نا تم بھیا سے کچھ بھی کہہ دینا کہ مجھے رشتہ منظور ہے کوئی اعتراض نہیں ہے مگر وہ سب بکواس مت کہنا، پلیز۔۔۔" وہ ملتجی ہوئی۔

"پاگل مذاق کر رہی تھی۔ تم میرے لیئے مجھ سے زیادہ اہم ہو اور تمھارا وقار کم ہو یہ میں کبھی نہیں چاہوں گی۔ اس لیئے بے فکر رہنا جو بات تم سے بحیثیت دوست ہو گی وہ میں کسی سے نہیں کروں گی۔ ابان سے بھی نہیں۔" عابیہ یکدم سنجیدہ ہوتی اسے پر سکون کر گئی۔ اسے مسکراتا دیکھ عابیہ بھی مسکرا دی کہ یہ بات اسے اس کی ماما نے سمجھائی تھی۔ زبیدہ نعمانی نے بیٹی سے کہا تھا:

"عابی' یہ جو اپنے ہوتے ہیں نا اعتبار تک اپنے ہوتے ہیں۔ یہ ٹوٹا اعتبار۔۔۔۔ یہ چھوٹا ساتھ۔۔۔ اس لیے ہمیشہ اعتبار کی حفاظت کرنا رشتے خود محفوظ ہو جائیں گے کہ رشتوں کی مضبوطی کے لیئے اعتبار زندگی کے لیے سانس کی مانند جیسا ہوتا ہے۔" ماں کی بات اس نے پلّو سے باندھ لی تھی۔

"تھینک یو عابی' تم بہت اچھی ہو میری بیسٹ فرینڈ آئی لو یو۔" در مکنون اس کے گلے لگ گئی۔

"آئی لو یو ٹو۔۔۔" عابیہ کے لب ہلے تھے اسی وقت لاؤنج میں گلا کھنکھارنے کی آواز گونجی دونوں نے بیک وقت گردن موڑ کر دیکھا اور ابان کو دیکھ کر دونوں ہی جھینپ گئیں۔

"کیا بات ہے بھئی دونوں دوستوں کو آج ایک دوسرے پر بہت پیار آرہا ہے۔" ابان کے انداز میں نرم سی

شرارت تھی۔ درمکنون الٹے قدموں اپنے کمرے کی جانب دوڑ گئی تو ابان اسے سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگا۔

"مکنون' کو رشتہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ اور ماما جان جو چاہے فیصلہ کرلیں۔" عابیہ نے مسکرا کر بتایا۔ عابیہ کے چہرے پر جو اطمینان اور خوشی تھی اسے دیکھ ابان پُر سکون ہو گیا کہ عابیہ کا چہرہ یہ بتانے کو کافی تھا کہ مکنون اس رشتہ سے خوش ہے۔

"اب میں آپ سے ایک فرمائش پوری کرواؤنگی آفٹر آل میں نے اتنی اچھی خبر دی ہے آپ کو۔" وہ ابان کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ اتوار تھا اس لئیے ابان گھر پر ہی تھا مگر ناشتہ کے بعد اسے کام میں مصروف ہوتا دیکھ وہ درمکنون کے کمرے میں بات کرنے چلی گئی تھی کہ مہمان آج شام کو ہی آنے والے تھے۔ اس لیے درمکنون کی رضامندی لینا ضروری تھا۔

"اللہ کو مانو بیہ! فرمائشوں کی بھی حد ہوتی ہے۔" ابان نے اسے گھورا کہ ابان نے جب کہا کہ وہ درمکنون سے بات کرے اس کی مرضی معلوم کرے تو وہ اس شرط پر مانی تھی کہ وہ آج لنچ باہر کریں گے۔ ابان نے بھی بلا چوں چرا اس کی بات مان لی تھی کہ چھٹی کا ایک ہی دن ملتا ہے۔ مگر وہ ایک اور فرمائش بتانے کو تھی یا شرط منوانے کو۔۔۔ ایسے میں ابان کی ناراضگی بنتی ہی تھی۔

"پلیز نا۔۔۔ بہت چھوٹی سی فرمائش ہے۔" وہ چہرے پر زمانے بھر کی معصومیت طاری کر کے بولی۔

"اوہوں' بولو۔" وہ اپنی ناراضگی کو ملتوی ہوتا محسوس کرتا مدھم سے لہجہ میں فرمائش بتانے کی اجازت دے گیا۔

"ابھی نہیں رات میں بتاؤں گی مہمانوں کے جانے کے بعد۔۔۔" وہ بیڈ پر بکھری فائلز سمیٹتے ہوئے مصروف سے انداز میں اسے گویا ٹال گئی۔

"ابھی بتاؤ ورنہ میں کوئی فرمائش پوری نہیں کروں گا۔" اس نے لیپ ٹاپ سائیڈ میں کرتے ہوئے بیڈ پر بیٹھنے کے بعد کہا۔

"آپ مجھے آئسکریم کھلانے لے کر جائیں گے۔" اس نے لیپ ٹاپ ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہنے لگا مگر عابیہ نے موقع ہی کب دیا۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں آپ نے وعدہ کیا تھا اب مکر نہیں سکتے۔۔۔" وہ عین اس کے سامنے ٹک گئی۔

"ارے ارے اتنا جھوٹ' میں نے کب وعدہ کیا۔؟" اس نے عابیہ کو گھورا۔

"وعدہ نہیں کیا مگر کرنے تو والے تھے نا اب میں اگر یہ نہ کہتی کہ مہمانوں کے جانے کے بعد بتاؤں گی تو آپ نے وعدہ ہی کرنا تھا کہ مہمانوں کے جانے کے بعد لے جائیں گے۔" اس نے شرارت سے کہتے ہوئے پلکیں اٹھائیں۔

"بہت ہی کوئی چالاک بیوی ملی ہے۔" اس نے عابیہ کی شرارت کو انجوائے کرتے ہوئے ہوا سے اڑتی ماتھے پر جھولتی شریر لٹ کو کھینچتے ہوئے کہا۔

""اب تو مل گئی ہے نا تو بس گزارا کیجئیے۔" وہ بے فکری سے ہنسی۔ ابان مسکراتا ہوا بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔

"بیہ' میں سوچ رہا ہوں کہ آج گھر میں مہمان آئیں گے تو کسی چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے کوئی کام ہو سکتا ہے۔ ایسے میں ہم لوگ لنچ کے لئے باہر چلے جائیں گے تو ماما جان کو پریشانی ہو گی۔ اگر ہم آج نہ جائیں۔ کل ڈنر پر چلیں واپسی پر آئسکریم بھی کھاتے آئیں یہ زیادہ بہتر رہے گا۔" ابان کے اشارے پر عابیہ اس کے نزدیک ہوتی کاندھے پر سر رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔ تب وہ بہت نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولا۔ اس کا انداز' اس کے الفاظ بہت نرم' محبت بھرے تھے۔

"مجھے تو یہ خیال ہی نہیں آیا۔ آپ ٹھیک بول رہے ہیں ہم کل ڈنر پر چلے جائیں گے۔" وہ مسکرائی تو ابان نے سکھ کا سانس لیا کہ جیسا اس کا مزاج تھا ابان کو ڈر تھا کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔

"بات سمجھنے کے لئیے شکریہ' مائی لو۔" ابان نے محبت سے کہتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ وہ حیا کے زیر اثر جاتی۔ بیڈ سے ہی اتر گئی۔

"کہاں چلیں۔" ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے پوچھا۔

"ماما جان' کے پاس جا رہی ہوں۔ پوچھ لوں کہ کوئی کام تو نہیں۔ ساتھ شام میں مجھے کیا پہننا چاہئیے مشورہ بھی کر لوں گی۔" وہ کہتے ساتھ ہی جھپاک سے کمرے سے نکل گئی۔ ابان نے مسکرا کر آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆☆☆

"ابان! یہ سرخ گلاب میں آپکے لئے لائی ہوں۔" عابیہ نے کچھ دیر قبل گملے سے توڑا سرخ گلاب ہتھیلی پر رکھا ہوا تھا اور ہتھیلی سید ابان بخاری کے سامنے پھیلی تھی۔

"پھول کو کیا ضرورت تھی پھول توڑ لانے کی۔۔۔" اس نے بس ایک نظر عابیہ کی اٹھتی' جھکتی پلکوں میں جھانکا۔ فضا جو گلاب کی خوشبو سے معطر تھی محبت کی مہک سے **کھلکھلانے** لگی۔

"ایک پھول نے سوچا کیوں نا ایک انسان جو گفٹ لینے کی حسرت میں جی رہا ہے اسے گلاب گفٹ کر کے خوش کیا جائے۔" عابیہ کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ ابان نے اس کی ہتھیلی پر دھرا پھول اٹھالیا۔ اور ناک کے قریب کر کے سونگھتے ہوئے گلاب کی مہک کو سانسوں میں اتارا۔

"کیا بات ہے آج صبح صبح بیگم صاحبہ بڑے شاہانہ موڈ میں ہیں۔" اس نے پھول ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے شرارت سے استفسار کیا۔

"میرا موڈ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے بس آپ کو سمجھ دیر سے آتی ہے۔" وہ پھول اٹھا کر کوٹ کی جیب میں اٹکاتے ہوئے مسکائی۔

"اف! اللہ' اس خوش اخلاقی پر بندہ قتل ہی نہ ہو جائے۔" ابان خطرہ کی گھنٹی محسوس کرتا شوخ ہوا۔

"جایئے جایئے آپ تو ناحق میری نیت پر شک کرتے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے اس پر اسپرے کرنے لگی۔

"تم یونی کیوں نہیں گئیں؟ دو دن پہلے جانا شروع کیا آج چھٹی کر کے بیٹھ گئی ہو۔" وہ بریف کیس میں فائلز رکھتے ہوئے پوچھ گیا۔

"آج میرا دل نہیں کر رہا تھا اس لیئے ٹُلا مار لیا ہے۔" وہ ہنسی تھی۔ ابان اسے ناگواری سے دیکھنے لگا۔

"یہ اس طرح کی فضول لینگویج تم یوز کیسے کر لیتی ہو؟" وہ اسے ڈپٹ رہا تھا۔

"کبھی کبھی تو فرینکنیس میں چلتا ہی ہے نا ابان۔۔۔" وہ شرمندگی زائل کرنے کو بولی لیکن ابان کے گھورنے پر کان پکڑ گئی۔

"اچھا نا سوری' آئندہ آپ سے فرینک نہیں ہوں گی۔" وہ کان پکڑے زیر لب مسکراتی ابان کے دل کی دنیا ڈانواڈول کر گئی۔

"فرینک ہونے سے کون منع کر رہا ہے بیگم صاحبہ۔۔۔" وہ اس کے ہاتھ تھام گیا تو وہ جھینپ کر نظر جھکا گئی۔

"صبح صبح پھول دے کر جو مکھن لگایا تھا اب اس کی وجہ بتانی ہے یا میں جاؤں۔ مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔؟" اس کی ناک کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو تو مجھ سے محبت ہی نہیں ہے نہ میری خوشی کا خیال ہے آفس زیادہ عزیز ہے ناں لیکن بھیا کے لیے بھابھی کی خوشی بہت معنی رکھتی ہے۔ بھائی اور بھابھی ہنی مون پر جا رہے ہیں۔" عابیہ منہ بنا کر شروع ہوئی اور ابان کا خوشگوار موڈ غصہ میں بدلنے لگا۔

"بھائی کی فلائیٹ دس بجے کی ہے۔ وہ لوگ پورے بیس دن کے لیے جا رہے ہیں۔" وہ ابان کے بدلتے موڈ سے انجان بولتی چلی گئی۔

"دوسرے کی خوشی میں خوش ہونا سیکھو عابیہ' حسد سے بچا کرو۔" بریف کیس اٹھاتے ہوئے بول گیا۔

"میں کوئی حسد نہیں کر رہی یہ میری فطرت میں ہی نہیں ہے۔ آپ میری خوشی و ضد کو غلط رنگ نہ دیں۔" وہ برا مان کر ناراضگی سے بولی۔

"مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے باقی ڈسکشن واپسی پر کریں گے۔" وہ جانے کو آگے بڑھ گیا۔

"مجھے اپنے گھر جانا ہے۔ آپ مجھے آفس جاتے ہوئے گھر چھوڑ دیں۔" وہ بولی تو وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ جس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ابان کو ضبط سے گزرنا پڑا۔

"تمھیں جانا تھا تو پہلے بتاتیں۔ میں آل ریڈی لیٹ ہو چکا ہوں۔ تم تیار ہو گی۔ ماما جان سے اجازت لو گی تو مجھے بہت دیر ہو جائے گی۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"ماما جان' سے تو میں نے فجر کے بعد ہی اجازت لے لی تھی۔ آپ سے ذکر نہیں کیا سوچا سرپرائز رہے گا لیکن آپ کو تو میری ہر بات پر فوراً ہی اعتراض ہو جاتا ہے۔ میری خوشی معنی رکھتی ہی نہیں ہے۔ آفس' آفس سن کر میرے کان پک گئے ہیں۔ آفس اتنا ہی عزیز تھا تو نہ کرتے مجھ سے شادی اپنے کام سے ہی بیاہ رچا لیتے۔" وہ بدتمیزی سے بولتی چلی گئی۔ ابان نے لب بھینچ لیئے۔ اسے آفس جاتے ہوئے اور واپسی کے فوراً بعد کوئی کچھ کچھ نہیں چاہیے ہوتی تھی۔ عابیہ نافہم تھی یا ابھی تک اسے سمجھ نہیں پائی تھی جب ہی کبھی آفس جاتے ہوئے بحث لے بیٹھتی تو کبھی اس کے گھر میں آتے ہی شروع ہو جاتی تھی۔ ایسے میں وہ جیسے اپنا غصہ کنٹرول کرتا تھا بس وہی جانتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنا ضبط آزماتا اسے آنے کا کہتا کمرے سے نکل گیا۔

"بھابھی' ٹھیک کہتی ہیں۔ ابان مجھ سے شادی پر پچھتا رہے ہیں۔" اس نے دکھتے دل سے سوچا اور پرس اٹھاتی باہر نکل آئی۔

"اب منہ کے زاویے درست کر لو۔ یا زمانے کو خبر کرنی ہے کہ میں ایک ظالم شوہر ہوں۔ تمھارا بالکل خیال نہیں رکھتا۔" وہ غصہ کنٹرول کیے ڈرائیونگ کر رہا تھا مگر نعمانی ولاز قریب آنے لگا تو رہا نہیں گیا۔

"کسی کو مجھے بتانے کی یا جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیال رکھا جائے گا تو نظر بھی آ جائے گا۔" وہ جو آنسو روکے بیٹھی تھی یکدم رونے لگی۔

"اب میں کیا تمھارا خیال ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر کروں؟" ابان سے ضبط رکھنا مشکل ہونے لگا۔

"اچھا' بیوی کو ہنی مون پر لے جانا ڈھنڈورا پیٹنا ہوتا ہے مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا لیکن یہ ضرور پتہ لگ گیا ہے کہ بھیا ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر بھابھی کا خیال رکھتے ہیں۔" وہ طنز سے بولی۔

"خدا کے لیے بیبہ' طنز کے تیر چلانا بند کر دو۔" اس کا دل کر رہا تھا کہ گاڑی کسی دیوار پر دے مارے۔

"میں کوئی طنز نہیں کر رہی ہوں۔ میری ہر بات آپ کو غلط لگتی ہے۔ بھابھی ٹھیک کہتی ہیں آپ نے مجھ سے شادی تو کر لی مگر مجھ سے شادی کر کے خوش بالکل نہیں ہیں۔" وہ چونک اٹھا۔ بھابھی کے ذکر پر ابان کے لب بھینچ گئے تھے۔ اسے خیال گزرا کہ عابیہ بہت اچھی بیوی ثابت ہو رہی تھی لیکن ایک دم پٹری سے اتر جاتی اور ایسا وہ یقیناً عبرود کی باتوں میں آ کر کرتی تھی۔

"تمھاری خوشی اگر اس میں ہے کہ ہم لوگ ہنی مون پر جائیں تو میں درمکنون کے نکاح کے بعد کسی بھی دن کی سیٹس کنفرم کروا لوں گا۔ بس تم یہ رونا دھونا بند کر دو۔" ابان نے خیال کے آتے ہی خود کو کمپوز کیا اور دھیمے سے بول گیا۔ عابیہ کا چہرہ یکدم ہی

کھل گیا۔

"ابان' آپ سچ بول رہے ہیں۔؟" وہ اس کا بازو تھام گئی، اس کا چہرہ کیسے روشن ہو گیا تھا۔

"یعنی میرا شک درست ہے۔ عابیہ جو بھی کرتی ہے وہ کسی اور کی برین واشنگ کے سبب کرتی ہے۔ ابھی تو جانے دو عبرود کو واپس آئے گی تو میں اس سے دوٹوک بات کروں گا۔" اس نے عابیہ کے ہاتھ پر مسکرا کر ہاتھ رکھتے ہوئے سوچا۔

"تھینک یو ابان' آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی اس نے جو گاڑی کی اسپیڈ بہت کم کر دی تھی۔ رفتار بڑھاتے ہوئے مسکرایا۔

"اب میں بھابھی کو بتاؤں گی کہ آپ کے لیے صرف میری اہمیت ہے میری خوشی معنی رکھتی ہے جیسے بھیا ان کو گھمانے لے جانے کے لئیے آفس سے آف لے سکتے ہیں آپ بھی آف کر کے مجھے گھمانے لے جاسکتے ہیں۔" وہ ہنسی کے درمیان بولتی ابان کے ذہن میں اٹھتے شکوک و شبہات کو مزید پختہ کر گئی۔

"آئی لو یو' ابان!" گاڑی نعمانی ہاؤس کے گیٹ پر رکی۔ اس نے مسکراتی آنکھوں سے ابان کو دیکھا۔ جواباً وہ بھی مسکرایا۔ عابیہ شرارت سے بولی اور اس کا جواب سنے بنا گاڑی سے اتر گئی۔

"عابیہ جس قدر معصوم ہے اس کے ساتھ زندگی کتنی اچھی، کس قدر خوشگوار گزر سکتی ہے اگر یہ عبرود نہ ہو۔" ابان نے گاڑی آفس کے راستے پر ڈالتے ہوئے سوچا۔

☆☆☆☆☆

"ماما' کیا میں اندر آجاؤں۔" معصومہ سہروردی نے بیٹی کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

"عائشہ' جاگی نہیں ابھی؟" مسکان کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپی' کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے انھوں نے دانی کو میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ انھیں سونے دیا جائے۔" مسکان نے بھانجے کو اس کی نانی کے پاس بٹھاتے ہوئے بتایا۔

"اوہوں' عائشہ پہلے سے کافی کمزور لگ رہی ہے میں سوچ رہی ہوں کہ تیمور سے بات کروں کہ وہ عائشہ کو ڈیلیوری تک یہاں چھوڑ دے۔ اس کی ڈیلیوری میں تین ماہ باقی ہیں۔ اسے بہت زیادہ نگہداشت کی ضرورت ہے۔" وہ نواسے کو پیار کرتے ہوئے پر سوچ انداز میں بولیں۔

"مجھے نہیں لگتا کہ تیمور بھائی اتنے عرصہ کے لیے آپی کو یہاں چھوڑیں گے۔" مسکان نے دھیمے سے کہا۔

"شیور تو میں خود بھی نہیں۔ لیکن بات تو ضرور کروں گی کہ دانی کے وقت میں حالات کچھ اور تھے اب تو جب سے عائلہ سے شادی سے انکار کیا ہے تب سے عائشہ کے ساتھ ان لوگوں کا رویہ کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔ میں اگر مصلحتاً چپ ہوں تو یہ مطلب

ہر گز نہیں ہے کہ میں انھیں عائشہ کے ساتھ برا سلوک کرنے کی کھلی چھوٹ دے چکی ہوں۔" معصومہ سہر وردی ہنکارا بھر کر بولیں ۔مسکان آگے سے چپ رہی۔ کل وہ لوگ باقاعدہ ابرج کا رشتہ لے کر گئے تھے۔ معصومہ سہر وردی ان کے تینوں بچے (عائشہ ' مسکان ' ابرج) داماد اور بھائی کی فیملی۔۔۔اگلے اتوار کی تاریخ نکاح کے لیے مقرر کر دی گئی تھی۔ وہ بیٹے کو خوش دیکھ مطمئن تھیں لیکن عائشہ کا زرد چہرہ انھیں پریشان کر گیا تھا۔ انھوں نے داماد سے کہا تھا کہ وہ عائشہ کو کچھ دن کے لئیے میکہ چھوڑ جائے۔ تیمور نے بلا حجت ان کی بات مانی اور بخاری ولاز سے کھانا وغیرہ کھا کر وہ اکیلا ہی گھر چلا گیا۔ وہ سسرال موقع پر ہی آتا تھا کہ وہ تو ساس کا موقف سمجھتا غیرت کے سبب چپ کر گیا تھا لیکن اس کی جب سے ہی اپنی ماں اور بہن سے چپقلش چل رہی تھی۔ ماں سے بد تمیزی کر نہیں سکتا تھا اس لئیے سسرال آنا جانا کم کر دیا تھا۔

"آپی' مجھے پریشان بھی لگ رہی تھیں۔" مسکان دھیمے سے بولی۔

"عائشہ سے تو میں بات کر لوں گی تم کہو کوئی بات کرنی تھی۔؟" وہ نواسے کو گدگداتے ہوئے بولیں۔

"ماما' ارباز کی بہن کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔ اسی ہفتہ نکاح اور مہینہ کے اینڈ تک شادی ہے۔" مسکان بولی۔

"اتنی ارجنٹ شادی کی کوئی خاص وجہ ہے۔؟" وہ سوالیہ نگاہ سے بیٹی کو دیکھنے لگیں۔

"تالیہ کی جس لڑکے سے شادی فکس ہوئی ہے وہ عالیہ آپی کی نند کا دیور ہے اور باہر ہوتا ہے۔ وہ تالیہ کو ساتھ لے جائے گا اس لئیے اتنی جلدی کی ڈیٹ فکس ہوئی ہے۔" اس نے ماں کو تمام تفصیل بتائی۔

"چلو یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ بہن بیٹیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائیں مناسب ہوتا ہے۔" معصومہ سہر وردی اطمینان بخش تفصیل سن کر دھیمے سے کہہ گئیں۔

"وہ ماما' ارباز کہہ رہے تھے کہ ہماری شادی بھی اگر تالیہ کی شادی کے ساتھ ہی ہو جائے۔۔" وہ بہت ڈر ڈر کر اٹکتے لہجہ میں اصل بات کہہ ہی گئی۔

"اس میں بھی حرج نہیں ہے۔ میں ابرج سے بات کروں گی۔" وہ حیرت سے ماں کو دیکھنے لگی کہ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ مانیں گی۔ وہ تو بات بھی نہیں کرنا چاہ رہی تھی بس ارباز کے اصرار پر ڈرتے ہوئے ماں کے سامنے ارباز کی خواہش رکھ دی تھی جسے خلاف توقع بڑی آسانی سے مان لیا گیا۔ وہ خوشی خوشی ماں کے کمرے سے نکلی۔ ابرج جیسے ہی آفس سے آیا پہلی بات انھوں نے اس سے یہی کی تھی۔

"شادی کی تیاریوں کے لئیے ایک ہفتہ بھی بہت ہوتا ہے۔" ابرج نے اتنی جلدی پر اعتراض اٹھایا تو وہ بولیں۔

"آپ کی بات بھی درست ہے جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" اس نے فوراً ہی ہتھیار ڈالتے ہوئے تمام فیصلوں کا اختیار ماں کو سونپ دیا۔ ارباز کی بہنیں باقاعدہ ڈیٹ فکس کرنے چلی آئی تھیں۔ انھوں نے ڈیٹ فائنل کر کے ابرج کے نکاح اور مسکان کی

شادی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ ابرج کے نکاح کے اگلے ہفتہ کی ڈیٹ فائنل ہوئی تھی۔ مسکان بے حد خوش تھی وہ خواب جو سراب لگتا تھا وہ اس خواب کی تعبیر پانے جا رہی تھی اس نے ماں اور بھائی سے اپنے گزشتہ ہر رویے اور بدتمیزی کی معافی مانگی تھی۔ معصومہ سہروردی نے بیٹی کو معاف کر دیا تھا۔ ابرج بہن کی خوشی میں خوش تھا۔ اسے یہ اطمینان حاصل تھا کہ وہ اپنے ڈیڈ کی وفات کے بعد اپنی ماں اور بہنوں کی خوشی کا خیال رکھنے میں کامیاب رہا ہے۔ اس کی چھوٹی بہن بہت خوش تھی اور عائشہ آپی کی زندگی میں اس کے فیصلہ کی وجہ سے جو مشکلات آئی ہیں اسے امید تھیں کہ دور ہو جائیں گی۔ وہ اپنے نکاح کی تقریب کو لے کر بہت ایکسائیٹڈ تھا۔ اس نے ماں کے ساتھ جا کر درمکنون کے لئیے نکاح کا رسٹ اور گولڈن کلر کا شرارہ سوٹ لیا تھا۔ دوسری جانب بھی نکاح کی تیاریاں چل رہی تھیں عابیہ کی شرارتیں' مکنون کو چھیڑنا۔ ابان سے فرمائشیں منوانا سب کچھ عروج پر تھا۔ زندگی ہر طرح سے مسکرا رہی تھی۔ عابیہ اپنی زندگی سے خوش تھی اور درمکنون آنے والی زندگی سے مطمئن تھی۔ لیکن کیا یہ خوشی اور اطمینان ہمیشہ رہنے والے تھے۔۔۔۔؟ ہمیشہ۔۔۔ ہمیشہ تو کچھ بھی نہیں رہتا۔۔ نہ سکھ۔۔۔ اور۔۔۔ نہ ہی دکھ۔۔۔!

☆☆☆☆☆

"ابان! آپ مجھے بیوقوف نہ سمجھا کریں۔" وہ اس کے بہت نزدیک کھڑی ٹائی باندھتے ہوئے منہ بنا کر بولی۔ انداز میں کسی قدر ناگواری و تنبیہ عیاں تھی۔

"پھر کیا سمجھا کروں۔۔۔ احمق۔۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شریر ہوا۔

""اپنے جیسا سمجھنے کی تو بالکل ضرورت نہیں ہے۔" اس کے خفگی سے کہنے پہ ابان کے لبوں پہ مسکان مچل اٹھی۔

"جان ابان! میرے احمق ہونے پہ تو کوئی شبہ رہا ہی نہیں۔۔۔ شادی جو کر بیٹھا ہوں۔۔۔" وہ اصل موضوع سے اس کا دھیان ہٹانے کو فضول ہانک رہا تھا۔

"میں اگر آپکی ٹائی میں گرہ لگا سکتی ہوں تو اسے آپ کے گلے کا پھندا بھی بنا سکتی ہوں۔۔ مائنڈاٹ۔۔!" وہ ٹائی کی ناٹ لگاتے ہوئے ذو معنی انداز میں بولتی اس کی شرٹ کا کالر درست کرنے لگی جبکہ وہ بے اختیار قہقہہ لگا گیا۔

"تم تو بڑی ہی ظالم بیوی ہو۔ میں خوامخواہ تمھیں معصوم سمجھتا رہا۔" وہ شرٹ کا کالر درست کرتا ہاتھ 'ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔

"ابان' پلیز' بی سیریس۔۔" وہ ٹھنکی۔ وہ زیر لب مسکرا دیا۔

"مجھے یاد ہے کہ پرسوں لنچ کا اور کل ڈنر کا پروگرام کینسل ہو گیا تھا۔ اس لیے اب آپ کو آج ہر حال میں ڈنر پر جانا ہے تو ٹھیک ہے نا تم تیار ہو جانا۔ ہم آج چلیں گے۔" وہ اس کے بال بگاڑتے ہوئے پچکارنے والے انداز میں کہہ گیا۔

"میں کچھ اور بول رہی تھی آپ اصل موضوع پر کیوں نہیں آ رہے۔" وہ کمر پر ہاتھ جمائے اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھ

رہی تھی۔

"باپ رے باپ کیا لڑاکا بیویوں کی طرح کھڑی گھور رہی ہو۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا اور وہ غصہ سے گھورتی غصہ کے اظہار کو واک آؤٹ کر گئی۔

"ماما جان' یہ ابان میرا بالکل بھی خیال نہیں رکھتے۔" وہ بریف کیس اٹھائے لاؤنج میں آیا تو عابیہ کی آواز پر ٹھٹکا اور اس کے الفاظ سن تو اسے اپنے چودہ طبق روشن ہوتے محسوس ہوئے۔ قدم بڑھاتے ہوئے آواز کے تعاقب میں نگاہ گھمائی تو عابیہ کی پشت پر نظر پڑی لیکن در شہوار اسے کہیں نظر نہ آئیں۔

"عابیہ۔۔۔" اس نے بیوی کو پکارا تو وہ پلٹی اور ابان پر نظر پڑتے ہی ہنسنے لگی۔

"یہ کیا شرارت تھی۔ بھلا ایسے مذاق کرتے ہیں۔" اس نے ہنستی ہوئی عابیہ کا کان پکڑ کر کھینچا۔

"ابھی صرف ٹریلر دکھایا ہے۔ اگر جو میری نہیں مانی تو میں سچ میں ماما جان سے شکایت لگادوں گی اور میں جتنی اچھی ہوں مجھے یقین ہے کہ ماما جان آپ کی نہیں میری ہی سائیڈ لیں گی۔" وہ آنکھیں گھما کر بولی۔

"اچھی اور تم۔۔۔ یہ کس احمق نے کہا ہے؟" وہ مصنوعی ناراضگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ گیا۔

"اب آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ آپ احمق ہیں میں نے تو کچھ نہیں کہا ہاں البتہ مجھے اچھا ہونے کا سرٹیفیکیٹ تو آپ جناب ۔۔۔ احمق صاحب نے ہی دیا تھا۔" وہ کھلکھلائی تھی اور وہ اپنی بات کہہ کر پھنس گیا تھا۔ مگر عابیہ بے فکری سے ہنستے ہوئے اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ وہ بھی مسکرا دیا۔

"تم سے شادی کر کے ہی احمق ثابت ہو گیا تھا۔" اس نے خجالت مٹانے کو کہا لیکن وہ بدستور ہنستی رہی۔

"تم ہنستی رہو' میں آفس جا رہا ہوں۔" وہ چڑ کر آگے بڑھا وہ راہ میں آگئی۔

"میری بات کا جواب تو دیتے جائیں سرکار۔۔" وہ شرارت سے پوچھ رہی تھی۔ ابان نے اسے دیکھا بے تحاشہ ہنسنے کے سبب اس کی آنکھوں کی دہلیز نم ہو گئی تھی۔

"دیکھو بیہ' میں نہیں چاہتا کہ تم اپنی ماما کے گھر رات رکو اس لیے میں تمھیں کل آفس سے واپسی پر گھر لے آیا تھا۔ اب تمھیں یونیورسٹی سے ماما کے گھر جانا ہے بے شک جاؤ لیکن ٹھہرو گی نہیں۔ یہی میری خوشی ہے مگر میں فورس نہیں کر رہا تمھاری خوشی رکنے میں ہے تو تم ماما جان کو بتا کر رکنے کے لیے چلی جانا۔" اس نے اصل موضوع پر بلا آخر بات کر ہی لی۔ اسے اپنے دل کی بات' اپنی مرضی بتائی اور خدا حافظ کہتا نکلتا چلا گیا۔ اسے لگا تھا جب وہ آفس سے آئے گا تو عابیہ گھر پر نہیں ہو گی لیکن وہ روز کی طرح مسکراتے ہوئے ملی تھی۔

"تم گئیں نہیں۔" چائے کے سپ لیتے ہوئے پوچھا۔

"میرے لیئے آپ کی خوشی زیادہ معنی رکھتی ہے۔" وہ مسکرائی۔

"تم ڈنر پر چلنے کی تیاری کرو جا کر' میں ماما جان سے اجازت لے لوں۔" وہ اس کو مسکراتے دیکھ خود بھی مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆

"تم اس رشتہ سے خوش ہو؟" ارباز نے دل کی تسلی کو ڈائیریکٹ بہن سے پوچھ لیا کہ وہ آجکل بہت اداس اور چپ لگ رہی تھی۔

"جی' بھیا۔۔" وہ دھیمے سے جواب دے کر برتن سمیٹنے لگی۔

"لیکن' تم مجھے خوش نہیں لگ رہی ہو تالیہ' اگر تمھیں اس رشتہ پر اعتراض ہے تو بتادو مجھے تمھاری خوشی زیادہ عزیز ہے۔" وہ بھائی کو دیکھنے لگی۔ اس کا دل کیا کہ وہ بول دے کہ وہ اس رشتہ سے خوش نہیں ہے اس کی خوشی تو ارمش چوہدری ہے جس سے اس نے محبت کی ہے لیکن وہ چپ تھی جانتی تھی کہ ارمش کی منگنی ہو گئی ہے۔ وہ قسمت سے لڑ نہیں سکتی اس لیئے صبر کو اوڑھنا بچھونا بنانے کا فیصلہ کر گئی تھی۔

"میں آپ کے فیصلہ سے مطمئن ہوں بھائی' بس امی بہت یاد آرہی ہیں۔" وہ رونے لگی تو ارباز بے چین ہو گیا۔

"جب آپا اور بجو کی شادی ہوئی تو اماں زندہ تھیں گھر میں کیسی رونق لگی رہتی تھی اور میں اتنی بدقسمت کہ مجھے رخصت کرنے کو اماں زندہ ہی نہیں رہیں۔" تالیہ شدتوں سے رو رہی تھی۔

"ایسے نہیں بولتے تالیہ' اماں نہیں رہیں یہ مشیت ایزدی ہے لیکن میں تمھارا بھائی تو ہوں نا' میں اپنی بہن کو محبت اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کروں گا۔" ارباز نے نم لہجہ میں اپنے ساتھ کا یقین دلاتے ہوئے بہن کے سر پر ہاتھ رکھا۔ تالیہ روتے سے مسکرا دی۔ ارباز نے بہن سے کہا کہ شام کو عالیہ آپا آئیں گی تو وہ لوگ شاپنگ پر جائیں گے جس پر تالیہ کچھ کہے بنا ناشتہ کے برتن اٹھاتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ ارباز اپنے کمرے میں چلا گیا اور تیار ہو کر اسے خدا حافظ کہتا چلا گیا۔

"میں نہیں جانتی کہ زندگی کس طور گزرے گی بس میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ میں نے زندگی سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ میں ارمش کو بھلا کر اس شخص کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی بسر کروں گی جسے میرے اللہ نے میرا مقدر کیا ہے۔" اس نے ڈور لاک کرتے ہوئے سوچا اور مطمئن سی گھر کے کام نبٹانے لگی۔

☆☆☆☆☆

"سنیں۔۔" نرم آواز پر فائل سے سر اٹھایا۔

"اوہوں! کہو، سن رہا ہوں۔" قلم کی مدد سے فائل پر ایک حاشیہ کھینچ کر مارک لگاتے ہوئے بولنے کا اجازت نامہ دیا۔

"آپ کو پتہ ہے ناں! آج میں بہت خوش ہوں۔" اس نے فائل اچک کر دور اچھالی۔ کمرے میں ادھر ادھر صفحات بکھر

گئے۔ ابان نے اسے ناگواری سے دیکھا۔

"یہ کیا حرکت ہے بیبہ، میں کتنا اہم کام کر رہا ہوں اور تمھیں مذاق سوجھ رہا ہے۔" اس نے عابیہ کو گھور کر ہوا سے اڑتے اپنے قیمتی صفحوں کو دیکھا۔

"حرکتیں تو آپ کی قابل گرفت ہیں۔ بیوی بات کرنے کو ترس رہی ہے اور آپ آفس اٹھا کر گھر لے آئے ہیں۔" اس نے ابان کی تنبیہہ نظر انداز کرتے ہوئے بیڈ پر بکھری فائلز اٹھا کر رائٹنگ ٹیبل پر پٹخ دیں۔ آج عابیہ کا سیمسٹر رزلٹ آؤٹ ہوا تھا جس میں اس نے جماعت میں دوم پوزیشن لی تھی (اول پوزیشن پر ہمیشہ کی طرح در مکنون بڑی تمکنت سے براجمان تھی۔) اس لیئے وہ بہت خوش تھی ان لوگوں نے خوشی کو اچھے سے سیلیبریٹ کیا تھا۔ در شہوار نے دونوں کو پانچ' پانچ ہزار روپے دیے تھے اور کہا تھا کہ وہ دونوں اپنی مرضی کا گفٹ لے لیں۔

"آپ جناب خوش ہیں' پتہ ہے۔ آپ کو مبارکباد بھی دے چکا ہوں گفٹ کا وعدہ بھی کر لیا ہے اب اور کیا کروں۔" وہ عابیہ کی بچگانہ حرکتوں سے اکثر عاجز آجاتا تھا۔

"کچھ بھی مانگ لیں سچ ابان انکار نہیں کروں گی۔" وہ اس کے ہاتھ سے قلم چھین کر دانتوں تلے دبا کر اسے شریر نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"زندگی کو زندگی سے مانگ لوں۔؟" وہ عابیہ کا من موہنا روپ دل میں اتارتے ہوئے معنی خیز لہجہ میں بولا۔ عابیہ نے اس کا موڈ یکسر بدل ڈالا تھا۔

"زندگی تو ہے ہی آپ کی۔۔۔ آپ کو فائلوں سے فرصت ملے تو محسوس کریں ناں۔" وہ ہنسی اور ابان کو لگا تھا جیسے زندگی کھلکھلائی ہو۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ زندگی میری ہے۔" وہ یکلخت کام کو بھول چکا تھا اور اسے دیکھتے ہوئے شریر ہوا جو سبز رنگ کے اسٹائلش سوٹ میں تروتازہ لگ رہی تھی۔

"کیا میرا آپ کے ہونے پر آپ کو شک ہے جو نہیں پتہ کہ زندگی آپ کی ہے۔" وہ اس کے بہت نزدیک ہوتے ہوئے ذو معنی لہجہ میں بولی۔ وہ عابیہ کے اس روپ پر حیران ہوا تھا کہ شادی کے مختصر عرصہ میں پہلی بار تھا کہ وہ کافی موڈ میں لگ رہی تھی۔ اس کے قریب از خود چلی آئی تھی۔

سانس میں تیری سانس ملی تو
مجھے سانس آئی مجھے سانس آئی
روح نے چھو لی جسم کی خوشبو

توجو پاس آئی توجو پاس آئی

"ارے جناب زندگی کی سانس کو سانس میں گھلتا محسوس کر کے بھی بھلا کوئی کہہ سکتا ہے کہ زندگی کو زندگی کا نہیں پتہ ۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا مخمور لہجہ میں بولا وہ بے ساختہ ہی ہنستی چلی گئی۔

"باتیں کرنا تو کوئی آپ جناب سے سیکھے۔" وہ اس کے سینے پر ایک مکا مارتی فاصلہ قائم کر گئی۔ اٹھ کر جاتی کہ اس نے ہاتھ تھام کر اسے اپنی اور کھینچ لیا۔

"اور ادائیں تو آپ محترمہ پر ختم ہیں۔" وہ سر گوشی کر تا کان کی لو چوم گیا۔

"مسٹر شوہر ابھی میں نے ادائیں دکھائی کہاں ہیں۔" وہ چھوئی موئی سی ہوتی منمنائی۔ ابان کا بے باک لہجہ کمرے کی خوابناکی کو عجب ہی سحر عطا کر گیا۔

جو تیری خاطر تڑپے پہلے سے ہی

کیا اُسے تڑپانا۔۔۔ او ظالما۔۔۔ او ظالما

جو تیرے عِشق میں بہکا پہلے سے ہی

کیا اُسے بہکانہ۔۔۔ او ظالما۔۔۔ او ظالما

آنکھیں مرحبا۔۔۔ باتیں مرحبا

میں سو مرتبہ دیوانہ ہُوا

میرا نہ رہا جب سے دل میرا

تیرے حُسن کا نشانہ ہُوا

جِس کی ہر دھڑکن تُو ہو

ایسے دِل کو کیا دھڑکانا

او ظالما۔۔۔ او ظالما۔۔۔

"ہائے، ظالما جان لیوا ہیں آپ کی یہ ذومعنی باتیں۔۔۔" وہ محبت سے بولا۔

"ابان، ساحل پر چلیں۔" وہ اس کی گرم سانسوں کی تپش چہرے پر محسوس کرتی اپنے حواس بمشکل بحال رکھے ہوئے تھی۔

"یار' رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔ کل آفس سے واپسی پر لے جاؤں گا۔" وہ اس کی بے وقت کی راگنی سے بدمزہ ہوا اور وہ اس کی گرفت کمزور پا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے رات کے وقت ہی ساحل پر جانا اچھا لگتا ہے۔ چاند کی روشنی میں نیلا پانی کتنا سحر انگیز لگتا ہے آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔" اس نے زرا فاصلے پر کھڑی عابیہ کو دیکھا اس کی آنکھوں میں کیسی روشنی لپک رہی تھی۔ وہ عجیب امتحان میں گرفتار ہو گیا تھا کہ اسے منع کرتا تو اس کا موڈ آف ہو جاتا اور مانتا تو کیسے کہ وہ ماما جان کی اجازت کے بغیر تو جا نہیں سکتا تھا اور آدھی رات کو ماں سے اجازت لینے جانا اسے بلکل بھی مناسب عمل نہیں لگ رہا تھا۔ اس لیئے اس نے بہت دھیمے لہجہ میں بہت محبت سے اسے نہ جانے کی وجہ سے آگاہ کیا۔

"ماما جان' سے میں اجازت لے کر آتی ہوں۔ آپ جب تک چلنے کی تیاری کریں۔" وہ ابان کا جواب سنے بغیر باہر کی طرف لپکی۔ ابان نے ایک گہری سانس کھینچتے ہوئے اپنے پاس پڑے اس کے سبز دوپٹہ کو آواز دے کر اس کی طرف اچھالا جسے وہ کاندھے پر برابر کرتی در شہوار کے کمرے میں چلی آئی۔ در شہوار کو سوتا پا کر عابیہ کا چہرہ یکدم ہی بجھ گیا۔ وہ لب کچلتی مایوسی سے پلٹی کہ اس کے دماغ میں کوندا سا لپکا اور وہ دبے پاؤں بیڈ کی سائیڈ ٹیبل تک آئی دراز کھولی پیڈ اور قلم نکالا جلدی جلدی چند سطور گھسیٹیں اور ایک نظر در شہوار پر ڈالتے ہوئے اس نے پیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور قلم پیڈ پر رکھتی وہ دبے پاؤں کمرے سے نکل آئی۔

"ماما جان' جاگ رہی تھیں؟" وہ گیراج کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھ گیا۔ اس نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"کتنی دیر کا بول کر آئی ہو؟" گاڑی سی ویو کے راستے پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ایک سے دو گھنٹہ تک۔" اس نے دھیمے سے بتایا۔ ڈرائیونگ کے دوران ابان کو گفتگو کرنا بلکل پسند نہ تھا اور نہ ہی وہ موسیقی سے لطف اٹھانے والوں میں سے تھا۔ اس کے ساتھ سفر کے دوران عابیہ اس کی 'ہوں ہاں' کے باوجود بولتی ہی رہتی تھی لیکن اس وقت جو جھوٹ بولا تھا اس کی وجہ سے ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ کچھ سوچ کر اس نے اسٹریو آن کر دیا۔ ابان جیسے خشک زاہد انسان کی گاڑی میں کوئی سی ڈی تو ظاہر ہے نہ تھی۔ اس نے ایف ایم لگایا تھا۔ ابان نے اسے قدرے خفگی سے دیکھا۔

اے میرے دل مبارک ہو

یہی تو پیار ہے۔۔۔!

"آج خود نہیں بول رہیں تو یہ گانے لگا کر بیٹھ گئی ہو جانتی بھی ہو مجھے عادت نہیں ہے میں کنسنٹریشن نہیں کر پاتا۔" ابان نے اسٹریو آف کر دیا۔

"اب آپ کے ساتھ میں ہوں آپ کو کہیں اور کنسنٹریٹ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔" وہ ہنسی اور ابان نے لب بھینچ

لیئے۔

"تم پوری پاگل ہو بیہ۔۔۔" قدرے چڑ کر بولا۔ اسے عابیہ سے محبت تھی اور وہ خوب اس کی محبت و نرمی کا فائدہ اٹھا رہی تھی۔

"اپنے حساب' پسند سے زندگی گزار لی اب میری پسند' میرے حساب سے زندگی جی کر دیکھیں۔ زندگی سے پیار ہو جائے گا۔" وہ شوخی سے بولتی **کھلکھلائی**۔ اس نے ایک نظر اس کے جگمگاتے روپ پر ڈالی اور تمام تر توجہ ڈرائیونگ پر لگا دی اس نے اسٹریو آن کر دیا۔ ابان نے اسٹریو آف کرنے کے بجائے اسپیڈ کم کر دی۔

سانسوں میں تیری نزدیکیوں کا
اِطر تُو گھول دے۔۔۔ گھول دے
مَیں ہی کیوں عِشق ظاہِر کروں
تُو بھی کبھی بول دے۔۔۔ بول دے

لے کے جان ہی جائے گا میری
قاتِل ہر تیرا بہانہ ہُوا
تُجھ سے ہی شُروع
تُجھ پہ ہی ختم
میرے پیار کا فسانہ ہُوا

تُو شَمع ہے تو یاد رکھنا
مَیں بھی ہُوں پروانہ
او ظالما۔۔۔ او ظالما
جو تیری خاطر تڑپے پہلے سے ہی
کیا اُسے تڑپانا۔۔۔ او ظالما۔۔۔ او ظالما

"یہ کیا کر رہی ہو؟ سینڈل واپس پہنو۔ پاؤں گندے ہو جائیں گے۔" پونے بارہ بج رہے تھے جب وہ سی ویو پہنچے۔ ابان نے گاڑی پارک کی اور وہ دونوں ہمقدم ہو گئے اور عابیہ نے ساحل کے کنارے پر پہنچتے ہی اپنی سینڈل اتار کر اسٹریپس سے پکڑ کر ہاتھ

میں لٹکایا تو ابان جیسے نفیس طبعیت انسان پر اس کی یہ حرکت گراں گزری وہ اسے ناگواری سے ٹوک گیا۔

"ساحل کی نم ریت پر جوتے پہن کر احمق ہی چلتے ہیں میں تو ساحل کی نم ریت کو قدموں تلے محسوس کرنا چاہتی ہوں۔" وہ سینڈل والا ہاتھ ہوا میں لہراتی مزے سے بولی۔ ابان نے صرف اسے گھورنے پر اکتفا کیا۔

"آپ بھی اپنے سلیپرز اتار لیں ابان' آپ کو بھی بہت اچھا لگے گا۔" وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے اس نے سبز رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا جبکہ ابان گرے ٹراؤزر اور فان کلر کی شرٹ کے کف فولڈ کیئے ساتھ قینچی چپل پہنے ہوئے تھا اور اس کیسول ڈریسنگ میں بھی وہ بہت شاندار لگ رہا تھا۔

"میں احمق ہی ٹھیک ہوں۔" وہ منہ بنا کر بولا اور وہ بے ساختہ ہی ہنستی چلی گئی وہ اسے یک ٹک دیکھتا چلا گیا۔ عابیہ بہت عام سی لڑکی تھی لیکن اس کی ہنسی بہت خاص تھی۔ زندگی سے بھرپور' رعنائیوں کا پتہ دیتی' کسی مندر میں بجتی گھنٹیوں کی مانند۔۔۔! وہ اس کو بے اختیار سا دیکھے گیا۔

ہوئے بے چین پہلی بار۔۔ ہم نے راز یہ جانا
محبت میں کوئی عاشق۔۔ کیوں بن جاتا ہے دیوانہ
اگر اقرار ہو جائے کسی سے پیار ہو جائے
بڑا مشکل ہوتا ہے دل کو سمجھانا۔۔۔!

"سب کچھ کتنا حسین اور کتنا مکمل ہے نا۔۔۔" وہ اس کے قدم سے قدم ملا کر چلتی خوابناک لہجہ میں بولی۔ وہ مسکرا دیا۔

"ہاں' جب تم ساتھ ہوتی ہو تو زندگی مکمل ہو جاتی ہے۔" اس نے اپنی قینچی چپل اتاری اور ننگے پاؤں ساحل کی ریت پر چلنے لگا ساتھ ہی اس نے عابیہ کے ہاتھ سے سینڈل لے کر دور اچھالی اور اس کی حیرت پر ہنستے ہوئے اپنے پیروں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ابان کے چپل کی قید سے آزاد ننگے پاؤں دیکھتی ہنسی اور وہ دونوں ہاتھ تھامے' ڈھیروں باتیں کرتے ننگے پاؤں ساحل پر چلنے لگے۔ عابیہ بے حد خوش تھی اور ابان وہ بہت سرشار تھا۔ عابیہ کی شرارتوں میں ساتھ دیتا وہ زندگی کو محسوس کر رہا تھا۔ عابیہ نے اس پر پانی اچھالا جواباً وہ بھی ہتھیلی میں پانی بھر بھر کر اس پر ڈالنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھ تھامے کافی دور تک چلے گئے۔ چاند کی نرم روشنی میں ان دونوں کا عکس پانی کی شفاف سطح پر بکھرا ہوا تھا۔ وہ تھک کر ایک اونچے پتھر پر آ بیٹھے تھے۔ عابیہ کو اونچائی سے ڈر لگتا تھا۔ اس نے ابان کا ہاتھ مضبوطی سے جکڑ لیا تھا۔

"میں ساتھ ہوں تو ڈر کیسا۔۔۔ یقین رکھو گرنے نہیں دوں گا۔" وہ اس کا ڈر محسوس کرتا ہوا بولا اور اس کی پشت پر ہاتھ باندھتے ہوئے نگاہ سمندر پر جما دی۔ انھیں وقت گزرنے کا بلکل احساس نہیں ہوا تھا۔

"آپ کی محبت پر یقین کے سہارے تو آپ تک چلی آئی ہوں۔ آپ کو زندگی سونپ کر آپ کو اپنا بنالیا ہے۔" اس کا لہجہ چاہت کے احساس سے بھیگا ہوا تھا اور وہ اس کے سینے پر سر ٹکا گئی تھی۔ وہ دونوں زمانہ سے بیگانہ ہوئے محبت کو محسوس کر رہے تھے ۔۔۔ زندگی کے سب سے حسین وقت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

میں یوں ملوں تجھے تیرا لباس بن جاؤں
تجھے بنا کے سمندر میں پیاس بن جاؤں

اپنے پہلو میں ہمیں آج بکھر جانے دو
دل کی گہرائیوں تک ہم کو اتر جانے دو

ایسے عالم میں آرہا ہے صرف یہ ہی نظر
عشق طوفان میری جان' اور تم ہو لہر

عشق ساحل ہے میرا میں تو روز ٹکراؤں
تجھے بنا کے سمندر میں پیاس بن جاؤں

دل تو چاہت کے موتیوں کی بس تلاش میں ہے
ایسا لگتا ہے سمندر بھی میرے ہاتھ میں ہے

اس سمندر کو میری جان آج پی لو تم
جیسے جی چاہے میری جان آج جی لو تم

تجھے چھپالوں کہیں یا میں تجھ میں چھپ جاؤں
تجھے بنا کے سمندر میں پیاس بن جاؤں

☆☆☆☆☆

"تیمور' میں چاہتی ہوں کہ تم عائشہ کی ڈیلیوری تک اسے میرے پاس چھوڑ دو۔" کھانے کے بعد وہ داماد سے بولیں۔ تیمور

حیرت سے انھیں دیکھنے لگا۔

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں عائشہ کا خیال نہیں رکھ رہا؟" وہ ہاتھ میں موجود چائے کا کپ ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے ایسا بلکل نہیں لگتا کہ عائشہ تمھاری بیوی ہے اور میں ماں ہو کر بھی تم سے زیادہ چاہوں بھی تو میں اب عائشہ خیال نہیں رکھ سکتی۔" معصومہ سہروردی کا لہجہ بہت شیریں تھا۔ انھیں میٹھا بن کر کام نکلوانے کا ہنر بہ خوبی آتا تھا اور ان کا ماننا تھا کہ جب تک گھی سیدھی انگلی سے نکلتا رہے انگلی ٹیڑھی کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ ساس کی بات پر تیمور کے چہرے کے رونق بحال ہو گئی

۔

"ابرج کی منگنی پھر مسکان کی شادی ان سب کی تیاریوں کے لیئے مجھے عائشہ کی مشاورت کی اس کے ساتھ کی ضرورت رہے گی آفٹر آل عائشہ اس گھر کی بڑی بیٹی ہے۔" انھوں نے داماد کو دیکھتے ہوئے ساتھ بیٹھی بیٹی کا ہاتھ تھام لیا۔

"بس اس لیئے میں چاہتی ہوں کہ تم اسے میرے پاس چھوڑ دو کہ اب اس کی کنڈیشن ایسی نہیں کہ آنا جانا کرے لیکن تمھیں مناسب نہیں لگ رہا تو کوئی بات نہیں میں فون پر عائشہ سے رابطہ میں رہوں گی۔" وہ اتنی محبت و حلاوت سے بول رہی تھیں کہ تیمور کے پاس انکار کا جواز ہی نہیں رہا وہ عائشہ کو میکے چھوڑ کر چلا گیا۔ عائشہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔ عائشہ نے ماں کا دھیمے سے شکریہ ادا کیا کہ ابرج نے جب سے عائلہ سے شادی سے انکار کیا تھا اس کی ساس اور نند اس کی دشمن بن گئی تھیں۔

"خوش رہا کرو بس۔۔۔" معصومہ سہروردی بیٹی کا گال تھپتھپاتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ انھوں نے ملازمہ کو عائشہ کی خدمت پر معمور کر دیا تھا۔ وہ چاہے مزاجاً کتنی ہی سخت کیوں نہ تھیں انھیں اپنی تینوں اولادیں جان سے زیادہ عزیز تھیں۔

☆☆☆☆☆

"رات تم لوگ کہاں گئے تھے؟" ابان فجر پڑھ کر ماں کے کمرے میں آیا تو معمول کی طرح عابیہ پہلے سے وہاں موجود تھی۔

درشہوار نے بیٹے کے سلام کا جواب دے کر دعائیں دیتے ہوئے پوچھا تو وہ بیوی کو دیکھنے لگا جو ایک دم ہی گڑبڑا گئی تھی۔

"عابی' کو کیا دیکھ رہے ہو میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔" درشہوار نے بیٹے کا چونکنا اور بہو کا گڑبڑانا محسوس کرتے ہوئے بیٹے کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"ماما جان' ہم لوگ بس لانگ ڈرائیو پر نکل گئے تھے۔" ابان کے بولنے سے قبل وہ مرے مرے لہجہ میں بولی۔ اس کے الفاظ ابان کو بری طرح متحیر کر گئے۔

"عابیہ تم نے تو رات کہا تھا کہ تم نے ماما جان سے اجازت لے لی ہے۔" وہ غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ لب کچلنے لگی۔

"میں جب ماما جان کے کمرے میں آئی تو ماما جان سو گئی تھیں۔" وہ شرمندگی سے بولی ابان نے غصہ سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"ماماجان سو رہی تھیں' اجازت لی نہیں تم نے اور مجھ سے جھوٹ بول دیا کہ تم ماماجان سے اجازت لے چکی ہو۔" وہ خود کو بمشکل چیخنے سے روکے ہوئے تھا۔ مگر اس کا لہجہ اتنا درشت تھا کہ عابیہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔

"ابان۔۔۔" درشہوار نے بیٹے کا غصہ محسوس کرتے ہوئے اسے پکارا وہ بیڈ پر ماں کے سامنے ٹکتے ہوئے ان کے ہاتھ تھام گیا۔

"رات جو کچھ ہوا اس کی میں معافی چاہتا ہوں ماماجان' اور وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسا کبھی نہیں ہو گا کہ میں آپ کے علم میں لائے بنا کہیں چلا جاؤں۔" وہ بہت شرمندگی سے بول رہا تھا کہ ماں کے ہنسنے پر حیرت سے انھیں دیکھنے لگا۔

"یہ جو میری شرارتی بلی جیسی بہو ہے نا، اس نے مجھ سے اجازت لے لی تھی' میں تو بس اپنے بیٹے سے یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ میرا معصوم بیٹا بیوی کی شرارت سے واقف بھی ہے کہ نہیں۔" درشہوار ہنستے ہوئے بولی تھیں۔ اب حیران ہونے کی عابیہ کی باری تھی۔ درشہوار نے عابیہ کا کارنامہ بیٹے کے حوالے کیا تھا۔

"یہ کیا حماقت ہے عابیہ۔۔" وہ تحریر پڑھ لینے کے بعد اس سے پوچھنے لگا جو حیران کھڑی تھی۔ ابان کے سوال پر لب کچلنے لگی۔ درشہوار پھر ہنسنے لگیں۔

"میں نے تو جب سے یہ رقعہ پڑھا ہے میری تو ہنسی ہی نہیں تھم رہی۔" ابان بے یقین سا ماں کو دیکھنے لگا کہ اس نے ماں کو اس طرح ہنستے بہت ہی کم یا شاید باپ کی زندگی تک ہی دیکھا تھا۔

وہ خود کو کمپوز کرتیں عابیہ کی تحریر پڑھنے لگیں۔

"ماماجان' میں باہر جانے کے لیئے آپ کی اجازت لینے آئی تھی مگر آپ سو رہی ہیں تو مجھے اچھا نہیں لگا کہ آپ کو جگاؤں اور میں یہ بھی جانتی ہوں آپ جانے سے منع نہیں کریں گی اس لیئے پلیز پلیز صبح جاگ کر آپ بلکل بھی ناراض مت ہوئیے گا ہاں اگر برا لگے یوں اجازت لینا تو کان کھینچ کر بس ڈانٹ دیجئیے گا پھر پکا پرامس آئندہ کہیں جانا ہوا اور آپ سو رہی ہوئیں تو جانا کینسل کر دیں گے۔ میں یوں خط لکھ کر اجازت نہیں لوں گی۔ میں ابان کو نہیں بتاؤں گی وہ غصہ ہوں گے بس آپ میرا ساتھ دیجئیے گا نا میری اچھی ماماجان ہیں نا آپ تو آئی لو یو۔۔۔" انھوں نے عابیہ کا اجازت نامہ پڑھ لینے کے بعد نگاہ اٹھائی عابیہ سر جھکائے شرمندہ سی کھڑی تھی جبکہ ابان کے چہرے سے ہی غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔

"عابی نے یہ اجازت نامہ 11 بج کر 10 منٹ پر لکھا تھا۔ تم بیٹھ جاؤ پھر میں واپس آنے کے بعد کی تحریر بھی سناتی ہوں۔" انھوں نے بیٹے کا ہاتھ تھام کر اسے بٹھاتے ہوئے بہت پرسکون قدرے بے تکلف لہجہ میں کہا اور عابیہ کو بھی پاس بلا کر بٹھا لیا۔

"ماماجان' آپ ہنس ہنس کر عابیہ کی غلطی پر پردہ مت ڈالیں پلیز' یہ کوئی طریقہ نہیں ہے بڑوں سے اجازت لینے کا' آپ سو رہی تھیں تو خط لکھ کر مجھ سے جھوٹ بول کر آؤٹنگ کو چلی گئی جانا اتنا ضروری نہیں تھا۔ مجھے یہ سب بلکل بھی اچھا نہیں لگا ہے۔"

ابان ماں کے احترام میں نرم لہجہ میں بولا وگرنہ اس وقت اسے غصہ بہت آ رہا تھا۔ انھوں نے بیٹے کے غصہ کو نظر انداز کر کے واپسی پر لکھی گئی تحریر پڑھنا شروع کر دی جو رات 2:30 بجے لکھی گئی تھی۔

"ماما جان، ہم لوگ واپس آ گئے ہیں۔ آپ مجھے پتہ ہے ناراض نہیں ہوں گی۔ آپ ہیں ہی بہت اچھی، اور آج تو ابان بھی بہت اچھے لگے اپنی نفاست پسندی کو سائیڈ پر کر کے ننگے پاؤں ریت پر چلے اور گھر ننگے پاؤں آئے کہ پتہ نہیں ابان کی سیلیپر اور میری سینڈل کہاں چلی گئی تھی۔ مگر مزہ بہت آیا آپ اجازت نہ دیتیں تو بلکل بھی مزہ نہ آتا آپ بہت اچھی ہیں۔ بلکل ماما کی طرح، آئی لو یو۔" انھوں نے تحریر ختم کرنے کے بعد پیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور شرمندہ بیٹھی عابیہ کو خود سے لگا لیا۔

"ماما جان، آپ ناراض ہونے کے بجائے، مجھے ڈانٹنے کے بجائے۔۔۔" عابیہ رونے لگی تھی۔

"میں اپنی بیٹی سے ناراض نہیں ہوں۔ مجھے برا بھی نہیں لگا۔ مجھے تو بہت اچھا لگا، اپنائیت اور محبت کا احساس ہوا اور محبت کے انداز پر کوئی احمق ہی ناراض ہو سکتا ہے۔" در شہوار بہو کو خود سے لگائے محبت سے بولیں۔

"آپ، سچ میں ناراض نہیں ہیں؟" وہ ان سے الگ ہوتی سوں سوں کرتی حیرت سے پوچھ گئی۔ انھوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ابان بیٹا، میرا مقصد تمھیں شرمندہ کرنا یا عابی کی شکایت کرنا ہرگز نہیں تھا۔ عابی، کی بچگانہ محبت بھری حرکت اس پر متضاد اس کی تحریر نے مجھے اتنا خاص احساس دلایا کہ مجھے بہت اچھا لگا اور میں بس اپنے احساسات تم دونوں سے بانٹنا چاہتی تھی۔" انھوں نے بہو کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت خاموش بیٹھے قدرے شرمندہ بیٹے کا ہاتھ تھام کر بہت حلاوت سے کہنا شروع کیا۔

"کچھ رشتے بہت پیچیدہ ہوتے ہیں لیکن عابی نے مجھے ساس نہیں ماں سمجھا اور یہ بات مجھے بہت اچھی لگی اس لیئے میں عابی سے ناراض نہیں ہوں کہ مائیں بیٹیوں کی حماقتوں پر ناراض نہیں ہوتیں۔" انھوں نے بیٹے کا گال تھپتھپا کر بہو کی ناک کھینچی تھی۔

"مجھے پتہ تھا نا آپ ہیں اتنی اچھی اسی لیئے تو میں ایسا کر گئی مجھے آپ ماما جیسی نہ لگتیں کوئی ڈراؤنی سی ساس ہوتیں تو میں ایسا کبھی نہ کر پاتی۔" عابیہ یکدم پرجوش ہوئی۔ در شہوار مسکرا دیں۔ اس کی نظر ابان پر پڑی تو وہ اس کے سرد تاثرات محسوس کرتی لب کچلنے لگی۔

"مجھے ساس بننے کا کوئی شوق نہیں ہے میری تو اپنی ساس کبھی ساس نہ بنیں ایک ماں کی طرح ہی پیش آئیں میں خالہ (ساس) کے جیسی تو اچھی نہیں بن سکتی ہاں کوشش ضرور کر سکتی ہوں۔" وہ مدھم لہجہ میں بولتیں اسے دعائیں دینے لگیں اور وہ دونوں آگے پیچھے چلتے کمرے میں داخل ہو گئے۔

"ابان۔۔۔" وہ کچھ کہتی کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے کچھ بھی کہنے سے منع کیا اور بستر پر لیٹ کر کمبل خود پر پھیلاتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔

"آپ' ایسے کیوں کر رہے ہیں۔" وہ بیڈ کے کنارے پر ٹکتی اس کا بازو تھام کر روہانسے انداز میں پوچھ گئی۔ اس نے آگے سے کچھ نہیں کہا۔

"ماما جان' ناراض نہیں ہیں' انھیں برا نہیں لگا اور آپ خوامخواہ میں ناراض ہو رہے ہیں۔" وہ اس کا بازو تھامے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی وہ اس کا ہاتھ جھٹکتا اٹھ بیٹھا۔

"ماما جان' نے اگر تمھیں بیٹی سمجھ کر اپنی نرم فطرت کے باعث بات کا بتنگڑ نہیں بنایا تو اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ تمھاری حرکت قابل گرفت نہیں ہے۔" وہ دھاڑا اور وہ تو لرز ہی گئی کہ اس نے کہاں اب تک اس انداز میں بات کی تھی۔

"میں نے کچھ بھی ماما جان کو ہرٹ کرنے کے لیئے نہیں کیا تھا ابان۔۔۔" وہ کمبل ہٹاتا بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"میں ایسا سمجھ بھی نہیں رہا' میں جانتا ہوں تم نے جو کچھ کیا مذاق میں ماما جان کی نرمی و محبت پر یقین رکھتے ہوئے کیا لیکن جو کیا مانو کہ غلط تھا۔" وہ اس کے رونے پر بھی غصہ ضبط نہیں کر پا رہا تھا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" وہ بری طرح رو رہی تھی۔

"مجھے اپنی زندگی کا کوئی ایک پل یاد نہیں ہے جب میں ماما جان سے اجازت لیئے بنا کہیں گیا ہوں۔ کل پہلی دفعہ صرف تمھاری خوشی کے لیئے میں نے تمھیں اجازت لینے بھیجا اور تم نے کیا کیا' ماما جان سے اجازت کا جو طریقہ ڈھونڈا وہ ایک طرف' مجھ سے جھوٹ بولا۔ کیا بھروسہ کا یہ انجام ہوتا ہے؟" وہ دکھ سے بولتا' درشتگی سے پوچھ رہا تھا۔

"میں مانتی ہوں میں نے آپ سے غلط بیانی کی۔۔۔۔ مجھے معاف کر دیں آپ پلیز۔۔۔۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں۔" وہ اس کے عین سامنے رکی اور روتے ہوئے بولتی کان پکڑ گئی تھی۔ ابان نے اس کا چہرہ دیکھا جو آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں بس تمھاری حرکت سخت ناگوار لگی ہے لہذا آئندہ ایسی کوئی حماقت نہیں کرنا۔" وہ اس کو حد درجے شرمندہ پا کر قدرے نرم پڑ گیا اور اس کے ہاتھ تھام لیئے۔

"تھینک یو ابان' میں آئندہ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گی جس پر ماما جان یا آپ ہرٹ ہوں' غصہ آئے۔" وہ اس کے کاندھے پر سر ٹکاتے ہوئے نمناک لہجہ میں بولی۔

"میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا عابیہ' کہ خوشی پل بھر کی ہوتی ہے اور رویے دائمی ہوتے ہیں۔ خوشی کا پل گزر جاتا ہے اور رویے کی کسک زندگی بھر یاد رہتی ہے۔" ابان کا لہجہ اب کے گہری سنجیدگی لیئے ہوئے تھا۔

"میں آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" اس کا لہجہ نم تھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"تم فریش ہو جاؤ' میں تمھیں نعمانی ولاز چھوڑ دوں گا۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا وہ اثبات میں گردن ہلاتی

واش روم کی طرف بڑھ گئی جبکہ ابان نے لیپ ٹاپ آن کرتے ہوئے فائل کھول لی کہ رات جو کام رہ گیا تھا وہ مکمل کیا جانا ضروری تھا ۔اس نے عابیہ کی خوشی کا خیال رکھ کر کام ادھورا چھوڑا تھا اور اب نیند قربان کر کے وہ کام مکمل کر رہا تھا۔ اسے عابیہ سے شدید محبت تھی اسے اندازہ تھا کہ عابیہ نے جو کیا بچگانہ پن میں کیا نہ کہ کسی چالاکی میں، لیکن اسے پہلے ہی موڑ پر یہ سمجھانا ضروری تھا کہ اس نے غلط کیا اس لیئے وہ اس سے سختی سے پیش آیا تا کہ وہ آئندہ محتاط رہے۔ آفس جاتے ہوئے اس نے عابیہ کو میکے چھوڑ دیا تھا اور راستے میں اس سے کہا تھا کہ وہ ناراض نہیں ہے وہ بھی سب بھول جائے۔ عابیہ مسکرائی تو وہ شام میں پک کرنے جا کہتا، مطمئن سا اسے ڈراپ کرتا آفس پہنچ گیا۔

☆☆☆☆☆

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ تمھیں محسن سے اتنی محبت کب ہوئی جو تم یہاں سب ادھورا چھوڑ کر ہنی مون پر چلی گئی ہو۔" رابطہ ہوتے ہی ارمش نے کہا۔

"محبت میں کچھ نہیں کیا اعتماد حاصل کرنے اور عابیہ کو بہکانے کے لیئے کیا ہے جو بھی کیا ہے۔" عبرود اس وقت اسلام آباد کے مہنگے ہوٹل میں موجود تھی۔ انھیں یہاں سے آج آگے جانا تھا اس لیئے محسن کلئیرنس کروانے گیا ہوا تھا اس موقع کو غنیمت جان کر عبرود نے ارمش کی کال ریسیو کر لی اور ہنستے ہوئے بولی۔

"تمھیں نہیں لگتا کہ جب تک تم محسن کا اعتبار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گی۔ ابان بھی اپنی بیوی کو اپنی محبت' وفا اور اچھائی کا یقین دلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔؟" ارمش کا انداز بہت چڑا ہوا تھا۔ اسے عبرود کا ہنی مون پر جانے کا فیصلہ سراسر حماقت لگا تھا۔

وہ اسے فیصلہ کی وجوہات سے آگاہ کرنے لگی۔ عبرود کا کہنا تھا:

عابی کا جس فیملی سے تعلق ہے وہاں لڑکیوں کو بہت آزادی نہیں دی جاتی اور لڑکیاں کوئی خواہش کریں تو شادی کے بعد جو جی چاہے کرنے کا سبق ملتا ہے ایسے میں شادی کے بعد ان لڑکیوں کی سوئی حسرتیں جاگ اٹھتی ہیں اور عابیہ رنگوں کی دلدادہ خوابوں میں رہنے والی لڑکی شادی کے بعد اس کے اپنے ہی ارمان ہیں۔ اپنی ہی خواہشات ہیں جبکہ ابان ذمہ داریوں میں گھرا ایک پریکٹیکل مائنڈڈ بندہ ہے۔ وہ عابیہ کے سارے خواب' تمام خواہشیں پوری نہیں کر سکتا۔ وہ ذمہ داریوں میں گھرا شخص اپنی اپاہج ماں اور جوان بہن کو چھوڑ کر بیوی کی خوشی کے لیئے ہنی مون پر نہیں جا سکتا۔ جب عبرود کو پتہ لگا کہ عابیہ جانا چاہتی ہے اور ابان لے جانے کی پوزیشن میں نہیں ہے اسی لیئے جب محسن نے ہنی مون کا پروگرام بنایا تو وہ ترنت مان گئی کہ اس طرح وہ محسن کے حواسوں پر سوار ہو سکتی تھی اور اس کا اعتبار جیت سکتی تھی اور دوسری جانب عابیہ کو احساس کمتری میں مبتلا کر کے وہ اسے ابان سے متنفر بھی کر سکتی تھی۔

ساری تفصیل سن کر ارمش کو اطمینان ہوا تھا۔

"بے فکر رہو میں عابی سے موبائل کے ذریعے کنکیٹ ہوں۔ اسے بھڑکاتی رہوں گی۔" وہ ارمش کے سراہنے پر قدرے جوش سے بولی۔

"کشمالہ' کے حوالے سے بھی اس کی برین واشنگ کرو۔" ارمش نے کہا۔

"ہاں 'کشمالہ کے حوالے سے بھی کوشاں ہوں تم پر امید رہو جیسا ہم چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔" عبرود مطمئن تھی۔ محسن کو آتے دیکھ پھر بات کرنے کا کہتی رابطہ منقطع کر گئی۔

"کس سے بات ہو رہی تھی؟" محسن نے مسکرا کر پوچھا۔

"عابی' سے بات کر رہی تھی۔ وہ کچھ اداس لگ رہی تھی مجھے۔۔۔" عبرود موبائل ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولتی اسے چونکا گئی۔

"اداس کیوں' سب خیر ہے؟" عابیہ جتنی اسے عزیز تھی وہ اسی لحاظ سے بے چین ہوا۔

"خیر ہے سب۔۔۔ بس ابان کو آفس سے فرصت نہیں اور عابیہ بور ہوتی رہتی ہے۔" عبرود نے بڑھا چڑھا کر تفصیل کہی۔

"عابی' گھر میں لاڈلی تھی نا تو اسے ایڈجسٹ ہونے میں کچھ ٹائم لگے گا۔" محسن دھیمے سے بولا۔

"ویسے آپ لوگوں نے عابی کی شادی بڑی جلدی کر دی ہے۔" وہ بیوی کو دیکھنے لگا۔ گویا اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھا تھا اور جاننا چاہتا تھا کہ وہ ایسا کیوں کہہ گئی ہے۔

"عابی امیچیور ہے اور ابان ذمہ داریوں میں گھرا عابی سے عمر میں بھی زیادہ ہے۔ اسی لیئے ایڈجسٹمنٹ پرابلم ہو رہی ہے۔ عابی' کم عمر ہے ابھی اس کی تعلیم بھی ادھوری ہے۔ کم از کم گریجوایشن مکمل ہو جاتا پھر کر دیتے شادی۔۔۔ تو زیادہ مناسب رہتا۔" وہ محسن کا کوٹ اتارتے ہوئے مدھم لہجہ میں یوں بول رہی تھی جیسے اسے عابیہ کی بہت پرواہ ہو۔

"جس وقت ابان کا رشتہ آیا یہی سب میں نے بھی کہا تھا لیکن آنٹی نے اتنی محبت سے اصرار کیا کہ ماما' پاپا راضی ہو گئے۔ مگر تم پریشان نہ ہو وقت کے ساتھ عابی ایڈجسٹ کر لے گی۔" وہ مسکرا کر بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔

"وقت کے ساتھ تو سمجھوتے ہوا کرتے ہیں۔" عبرود نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھی بات ہے ناں کیونکہ سمجھوتہ رشتہ کو مضبوط کر دیتا ہے۔" وہ ہنوز مسکراتے ہوئے بولا۔

"تم سمجھ نہیں رہے محسن' اب میں اور تم بھی تو ہیں۔ ہم دونوں ہم عمر بھی ہیں اور ذہنی مطابقت بھی ہے۔ اس لیئے ہم ایک ساتھ کتنے خوش ہیں۔ اگر عابی کی شادی بھی ہم عمر' ہم مزاج شخص سے ہوتی تو حالات مختلف ہوتے۔ وہ یوں بوکھلائی سی' اداس سی نہ ہوتی لائف انجوائے کر رہی ہوتی۔ جیسے ہم کر رہے ہیں۔" وہ اس کے بہت نزدیک بیٹھتی اس کی شرٹ کے اوپری بٹن سے کھیلتے ہوئے بولی۔

"تمھاری بات اپنی جگہ درست ہے لیکن ابان کو عابیہ سے محبت ہے اور مجھے پورا یقین ہے وقت کے ساتھ جب وہ ایک دوسرے کو'ایک دوسرے کی پسند'ناپسند کو سمجھنے لگیں گے تو ذہنی مطابقت بھی ہو جائے گی اور عابیہ کی اداسی بھی باقی نہ رہے گی۔" محسن اپنے مخصوص سادہ انداز میں بولا۔ عبرود نے آگے سے کچھ نہ کہا اور لب بھینچ لیئے۔

"ایسا تو میں ہونے نہیں دوں گی۔ ذہنی مطابقت اور اعتبار کی فضا کبھی قائم نہیں ہو پائے گی۔" اس نے کلستے ہوئے سوچا اور اس سے قبل کے محسن کی مہربانیاں بڑھتیں وہ اٹھ گئی۔

"میں زرا اپنا سامان سمیٹ لوں۔" عبرود کا لہجہ سوچ کے برعکس نارمل تھا۔ محسن نے آدھ گھنٹہ تک نکلنے کا بتا کر آنکھیں موندلیں۔

☆☆☆☆☆

"ابان'تم عابی کے ساتھ جا کر کچھ ڈریس لے آنا۔" درشہوار کھانے سے فراغت کے بعد بولیں۔

"اماجان'ڈریس کس کے لیئے؟" وہ ماں کو دیکھنے لگا۔

"رسم ہوتی ہے۔ لڑکے کی فیملی کو گفٹ دیئے جاتے ہیں۔ اس لیئے کپڑوں کا اور ساتھ گولڈ کی انگوٹھی کا سوچا ہے۔" وہ مدھم لہجہ میں بولیں۔

"جیسے آپ کہیں۔ میں کل ہی عابیہ کے ساتھ شاپنگ کے لیئے چلا جاؤں گا۔" وہ سعادتمندی سے بولا۔

"عابی'کہے تو اسے بھی شاپنگ کروا دینا۔" انھوں نے خاموش بیٹھی بہو کو مسکرا کر دیکھا۔

"عابیہ'کو شاپنگ کی کیا ضرورت ہے ماماجان'ابھی شادی کے ہی کتنے سوٹ رکھے ہیں۔" ابان حیرت سے ماں کو دیکھنے لگا۔

"کہہ ٹھیک رہے ہو کہ بری اور جہیز کے کافی سوٹ ہیں لیکن خوشی کے مواقع کونسا روز روز آتے ہیں۔ میری بہو جو پسند کرے اسے لے دینا اور عابی بری و جہیز میں سے کوئی جوڑا پہننا چاہے تو جیسے اس کی خوشی۔۔۔" وہ گہری سنجیدگی سے بول گئیں۔

"میں مکنون کی انگیجمنٹ پر ساڑھی پہنوں گی۔" وہ ترنت بولی۔ ابان کے چہرے کے زاویے یکدم ہی بگڑ گئے۔

"بری کی تو ایک بھی ساڑھی نہیں ہے البتہ جہیز کی پوری دس ساڑھیاں ہیں اور ابھی تک میں نے ایک بھی نہیں پہنی سوچ رہی ہوں کوئی سب سے اچھی ساڑھی پہن لوں۔" وہ ساس کو دیکھتے ہوئے بولتی چلی گئی۔

"ماماجان'صبح بات ہو گی۔ مجھے آفس کا کچھ کام کرنا ہے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ عابیہ کا منہ بن گیا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے پوری دنیا ان کی محنت سے ہی چل رہی ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ درشہوار نے بہو کو دیکھا اور مسکرا کر بولیں:

"دل نہ جلایا کرو بیٹا'برسوں سے ایک لگی بندھی روٹین ہے جسے اب یکسر تو تبدیل نہیں کر سکتا یہ الگ بات کہ میرا بیٹا

تمھارے لئیے، تمھاری خوشی کے لئیے خود کو بدل رہا ہے۔" وہ انھیں دیکھنے لگی۔ ان کے مسکرانے پر سر جھکا گئی۔

"میں آپ کو آپ کے روم تک چھوڑ دیتی ہوں۔" وہ بولتے ہوئے اٹھی اور انھیں ان کے کمرے تک لے گئی۔ ملازمہ نوراں کی مدد سے انھیں بستر پر بٹھایا اور انھیں دوائیں دیتی اور ان سے دعائیں لیتی کمرے میں آگئی۔ ابان بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں کوئی فائل تھی جس کا وہ مطالعہ کر رہا تھا۔ سائیڈ پر لیپ ٹاپ رکھا تھا۔ اس نے ابان سے کچھ کہے بنا وارڈروب کھولی اور نائٹی لے کر واش روم میں چلی گئی۔ واپسی ہوئی تو وہ لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا۔

"آپ کا کتنا کام رہ گیا ہے؟" وہ نائیٹ کریم کا چہرے پر مساج کرتی مصروف سے انداز میں پوچھ گئی۔

"بس دو تین میلز چیک کر لوں۔" وہ بھی مصروف رہتے ہوئے ایک جملہ بول گیا۔

"کیا سونے کا ارادہ نہیں ہے؟" وہ ہئیر برش ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے بیڈ تک چلی آئی۔

"بہت ضروری میلز ہیں۔ مجھے ٹائم لگے گا۔ تمھیں نیند آرہی ہے تو سو جاؤ۔" اس نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر عابیہ کی جانب دیکھا اور دوسرے ہی پل وہ میلز ریڈ کرنے لگا۔

"کیا ناراض ہو گئے ہیں؟" وہ لیپ ٹاپ سائیڈ پر کرتے ہوئے بولی۔ وہ اسے ناگواری سے دیکھنے لگا۔

"پلیز' بیبہ مجھے میلز چیک کر لینے دو۔ صبح میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔" ابان نے لیپ ٹاپ اٹھانے کے لئیے ہاتھ بڑھایا تو وہ لیپ ٹاپ کو مزید پیچھے دھکیل کر ابان کو کوفت زدہ کر گئی۔

"میلز آپ آفس جا کر چیک کیجئیے گا۔" اسنے ابان کے روکنے کے پرواہ کئیے بنا لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کیا اور ٹیبل پر منتقل کرتی اس کے سامنے آبیٹھی۔

"یہ کیا بچپنا ہے بیبہ' جانتی بھی ہو بہت ہی ضروری کام ہو تب ہی رات گئے تک کرتا ہوں ورنہ مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے آفس میں سر کھپانے کے بعد آرام کا وقت بھی کام کی نذر کر دوں۔" اس نے بیوی کو غصہ سے دیکھا۔

"کیا میں آپ کو اچھی نہیں لگتی؟" وہ اس کے سوال پر لب بھینچ گیا۔

"اب میں نے تمھاری شان میں کون سی گستاخی کر دی ہے جو عدالت لگانے کو مچل رہی ہو۔" وہ سخت بدمزہ ہو کر اسے دیکھ رہا تھا جو گلابی نائٹی میں کافی دیدہ زیب لگ رہی تھی۔ اس پر میلز اور میٹنگ کی ٹینشن سوار نہ ہوتی تو رات کے آدھی پہر اسے یوں دیکھنے کے بعد وہ ضبط کا مرحلہ ہرگز بھی طے نہ کر پاتا۔

"ماماجان' سے اچھے بھلے موڈ میں بات کر رہے تھے جیسے ہی میں بولی بہانہ کر کے کمرے میں آگئے اور میلز اتنی اہم ہیں کہ مجھے لفٹ ہی نہیں کروا رہے۔" وہ اس کی ناگواری کو کسی خاطر میں ہی نہ لائی۔

"کام واقعی ضروری ہے اور رہی بات ایکدم کمرے میں آجانے کی تو وجہ سے تم واقف ہو اب انجان بنو تو تمھاری مرضی

۔۔۔" وہ اس کے پر کشش روپ سے نگاہ چراتا سابقہ چڑے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"میرے ساڑھی پہننے پر آپ کو آخر اعتراض کیا ہے۔؟" وہ اس کو ناراضگی سے دیکھنے لگی۔

"مجھے اعتراض ہے کیونکہ مجھے یہ واہیات لباس بلکل بھی پسند نہیں ہے اور میں ایک ہی بات کو صبح و شام نہیں بتاؤں گا۔ اس بات کو ذہن میں بٹھالو اور مجھے لیپ ٹاپ اٹھادو تا کہ میں کام مکمل کرلوں۔" اس کا انداز دوٹوک فیصلہ کن تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھی اور لیپ ٹاپ اس کے سامنے رکھ گئی۔

"کہاں جارہی ہو؟" اسے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ پوچھا۔

"بے فکر رہیں' ماماجان سے آپ کی شکایت لگانے نہیں جارہی کہ ویسے بھی ماماجان سے شکایت لگانے کا فائدہ کونسا ہوتا ہے ۔ماماجان کے سامنے تو آپ بیبے بچے بن جاتے ہیں اور مجھے صرف آرڈر سناتے ہیں۔" وہ لیپ ٹاپ آن کرنے کے لیئے پاور بٹن پریس کرتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا جو رونے کو بے تاب نظر آرہی تھی۔

"اب میں تمھیں اتنا چغلی خور بھی نہیں سمجھتا کہ باہر جاتے دیکھ یہ سمجھوں کہ تم میری شکایت کرنے جارہی ہو۔" وہ لب دبا کر مسکرایا۔ تھی تو بڑی غیر اخلاقی حرکت کہ وہ رونے کو مچل رہی تھی اور وہ مسکراہٹ روک نہیں پارہا تھا۔

"پھر پیچھے سے آواز دے کر روکنے کا کیا مطلب نکلتا ہے؟" اس نے لفظوں کو چبا چبا کر ادا کرتے ہوئے ابان کو گھورا جو مسکراتے ہوئے اس وقت زہر سے بھی زیادہ برا لگا۔

"میں تو بس اتنا کہہ رہا تھا کہ باہر اس حالت میں جاؤ گی تو اچھا امپریشن تو نہیں پڑے گا جا ہی رہی ہو تو اوپر سے شال ہی لے لو ۔" وہ اس کو استحقاق بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی عجلت پر چوٹ کرتا اسے نظریں جھکانے بلکہ چرانے پر مجبور کر گیا۔ عابیہ کو یکدم ہی اپنی عجلت اور غصہ پر غصہ آنے لگا کہ وہ غصہ سے واک آؤٹ کرنے کے چکر میں نائٹی میں ہی باہر کی برف بڑھی تھی عین وقت پر ابان آواز دے کر نہ روکتا تو کتنی شرمندگی اٹھانا پڑتی۔ وہ اسے لب کچلتے دیکھ بے ساختہ ہی ہنستا چلا گیا۔

"بدھو' اسی لیئے کہتا ہوں کہ ہر وقت غصہ میں سوچے سمجھے بنا نہ چل دیا کرو۔ کبھی غلطی سے ہی عقل کا بھی استعمال کر لیا کرو ۔" وہ ہنستے ہوئے بولا وہ خود کو کمپوز کرتی بیڈ کی داہنی طرف آن بیٹھی۔

"ایک تو پہلے غصہ دلاتے ہیں پھر ہنس ہنس کر مذاق بھی بناتے ہیں۔" وہ رودینے کو تھی۔

"غصہ تو تم مجھے دلاتی ہو بس میں بے چارہ ضبط کر جاتا ہوں۔" وہ اس کی لانبی ستواں ناک کھینچتے ہوئے شریر ہوا۔

"ضبط اور آپ۔۔۔ ناگواری ظاہر کرتے روم میں آگئے اور فیصلہ صادر کر دیا اور آگے سے ضبط کا دعوی۔۔۔ اونہہ۔۔۔" وہ منہ پیچھے کرتی' ناک سہلاتے ہوئے ناگوار لہجہ میں بولی۔

"میں ضبط کروں یا محض ضبط کا دعوی کروں۔ تمھاری طرح تو منہ اٹھا کر نہیں چل پڑتا۔" اس کا لہجہ صاف مذاق اڑانے والا

تھا۔

"اب آپ میر امذاق بنارہے ہیں۔" اس نے میلز چیک کرتے ابان کو گھورا۔

"تم موقع ہی نہ دیا کرو نہ مجھے کہ میں مذاق بناؤں۔" اس نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا
۔

"ابان' ساڑھی میں آخر برائی کیا ہے۔ میں کیوں نہیں پہن سکتی؟" وہ اسے دیکھ رہی تھی جو اس سے بات بھی کر رہا تھا ساتھ ہی میلز فارورڈ بھی کرتا جارہا تھا۔

"ساڑھی میں جسم کے نشیب و فراز صاف عیاں ہوتے ہیں جب ہی مجھے یہ واہیات پہناوا کبھی پسند نہیں رہا اس لیئے میں نے تمھیں پہننے سے منع کر دیا ہے۔" اس نے آخری میل سینڈ کی اور لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کر دیا۔

"مجھے ساڑھی اتنی پسند ہے ابان' شادی سے پہلے تو ماما نہیں پہننے دیتی تھیں اور شادی کے بعد آپ ولن بن رہے ہیں۔" وہ لیپ ٹاپ اور فائلز ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا اس کی رونی صورت دیکھ کر ابان کو ہنسی آنے لگی۔

"تمھیں ساڑھی پہننی ہے نا تو جاؤ ابھی پہن لو۔" وہ اس کے ہنسنے پر ناراض ہوتی کہ اس کی بات پر متحیر رہ گئی۔

"تم صبح و شام' سوتے و جاگتے ساڑھی پہنو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کسی محفل میں نہیں کہ مجھے نہیں پسند۔۔ اور امید کروں گا کہ تم اپنی پسند کا خیال رکھتے ہوئے میری مرضی کا بھی خیال رکھو گی۔" وہ بیڈ کی بائیں طرف نیم دراز ہوتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"کیا آپ سچ بول رہے میں ساڑھی پہن سکتی ہوں۔؟" وہ خوش ہوتی جوش سے بولی۔

"ہاں' صرف گھر میں۔۔۔" وہ گھر پر زور دے کر بولا اور وہ ہنس دی۔

"تھینک یو ابان۔۔۔" وہ اسے دیکھنے لگا مرجھایا چہرہ کیسے روشن ہو گیا تھا۔

"تمھیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ تم صرف گھر پر پہن سکتی ہو باہر جاتے ہوئے نہیں۔" جیسی اس کی فطرت تھی ہر بات پر الجھنے کی اس وجہ سے اسے عابیہ کی خوشی حیرت میں ڈال گئی۔

"بلکل بھی نہیں ابان۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"مجھے پتہ ہوتا کہ تم اس بات پر اتنی آسانی سے مان جاؤ گی تو اسی دن اجازت دے دیتا جب پہلی دفعہ بحث ہوئی تھی۔" وہ اس کے کھلے کھلے چہرے کو دیکھ شوخ ہوا۔

"یہی میں بولنے والی تھی کہ اتنی بار بحث کی یہ آپشن آپ پہلے دے دیتے۔" وہ کمبل خود پر ڈال کر اس پر پھیلاتے ہوئے مستقل مسکرا رہی تھی۔

"مجھے تو تمھاری سمجھ ہی نہیں آتی کب کس بات کو بلا چوں چرا مان لو کس بات پر طوفان کھڑا کر دو۔" اس نے عابیہ کو خود سے نزدیک کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بات طوفان کھڑا کرنے والی ہے ہی نہیں۔ ماما' نے شادی سے پہلے ساڑھی پہننے نہیں دی وہ کہتی تھیں شادی کے بعد پہننا اس لیئے میں نے بہت چاہت سے ایک ایک ساڑھی لی۔ مگر آپ نے کہا آپ کو یہ پہناوا زہر لگتا ہے تو میرا دل ہی ٹوٹ گیا۔۔۔" وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گئی تھی اور سانس لینے کو رکی۔

"گھر میں پہننے کی اجازت سے دل جڑ گیا؟" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے شریر ہوا۔

"ہاں نا' ماما کہتی ہیں کہ عورت کا سنگھار تو اس کے شوہر کے لیئے ہوتا ہے۔ محفل میں' میں اپنا من پسند لباس نہیں پہن سکتی تو کیا ہوا کہ میں اہل محفل کے لیئے تھوڑی نا تیار ہوں گی۔ میری تیاری تو آپ کے لیئے ہو گی اب آپ کو میں جس حال میں اچھی لگوں ۔" وہ ہنستے ہوئے بولتی اسے بہت پیاری اور نہایت سمجھدار لگی۔

"تم بہت اچھی ہو بیہ' میرا موقف سمجھ لیتی ہو۔ میری بات کا مان رکھتی ہو۔ آئی لو یو۔" وہ اس کی تعریف کرتا اس پر مہربان ہونے لگا تو وہ مطمئن سی خود کو اس کے سپرد کر گئی۔

☆☆☆☆☆

درمکنون اور ابرج سہروردی کے نکاح کی تقریب عروج پر تھی جس میں درشہوار کی طرف سے بس کچھ خاص مہمان ہی مدعو تھے البتہ معصومہ سہروردی نے کسی قسم کی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی وہ بیٹے کی من پسند لڑکی کو دل سے بہو بنانے جا رہی تھیں۔ بہو کے لیئے ایک ایک چیز بہت قیمتی لائی تھیں اور ہر جاننے والے کو مدعو کیا تھا پانچ سو سے زائد افراد کی محفل تھی۔ نکاح کا فریضہ سر انجام دیا گیا تھا اور فوٹو شوٹ کے لیئے عابیہ اور کشمالہ' درمکنون کو اسٹیج پر لے آئی تھیں۔ گرے کلر کے قیمتی غرارہ سوٹ میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔ ابرج سہروردی جو بہت خوش تھا اس نے درمکنون پر استحقاق بھری نگاہ ڈالی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔" درمکنون سرگوشی پر حیا سے سرخ پڑ گئی۔

"سوچا ہی نہ تھا کہ ایک دن اچانک سے ٹکراؤ ہو گا' دل سینے سے نکل کر تمہارا ہو جائے گا اور میں تمھیں پا لوں گا۔" وہ بڑے محتاط انداز میں سرگوشی کر رہا تھا۔ وہ آگے سے چپ تھی۔ عابیہ نے اسے بولتے محسوس کیا اور اسٹیج پر چڑھ آئی اور ابرج کو تنگ کرنے لگی۔

"آپ میری نند کو کنفیوژ کر رہے ہیں۔" وہ درمکنون کے برابر بیٹھتے ہوئے مسکرائی۔

"حق رکھتا ہوں۔ آپ کون ہوتی ہیں اعتراض کرنے والیں۔۔۔؟" وہ محسن کا دوست تھا اسے بہن کہتا تھا اسی لحاظ سے بے تکلفی تھی۔ وہ مزے سے چڑانے والے انداز میں بول گیا۔

"ابھی صرف نکاح ہوا ہے زیادہ حق نہ جتائیں۔" مکنون بے حد کنفیوژ ہو چکی تھی۔ عابیہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ جس پر ابرج نے بھی مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔

"اور میں کون ہوتی ہوں بولنے کی گستاخی تو بلکل نہ کریں۔ میں مکنون کو یہاں سے لے جاؤں گی اور آپ آہیں بھرتے رہ جائیں گے۔" ابرج کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گویا عابیہ نے چیلنج دیا۔

"ڈیئر' میں آپ کی دوست و نند کو اٹھا کے بھی لے جاسکتا ہوں۔ آپ روک بھی نہیں پائیں گی آفٹر آل میرے پاس اب اتھارٹی ہے نکاح کو ہر گز بھی معمولی نہ سمجھیں۔" ابرج سہروردی نے چیلنج کا جواب چیلنج سے دیا۔ عابیہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی جبکہ در مکنون کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"باپ رے باپ' آپ سے تو محتاط رہنا پڑے گا۔" عابیہ ہنستے ہوئے بولی وہ بھی اس کے ساتھ ہنس دیا۔ عابیہ کی ہنستے ہوئے در مکنون کے بدحواس چہرے پر پڑی۔

"تم کیوں اتنا گھبرا گئی ہو۔ ابرج بھائی بس مذاق کر رہے ہیں۔" اس نے در مکنون کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ اسے گردن موڑ کر دیکھنے لگا۔ گرے غرارہ سوٹ میں سولہ سنگار کئے، گھبرائی ہوئی کتنی اچھی لگ رہی تھی دل میں خواہش نے سر اٹھایا کہ وہ اپنی مذاق میں کہی بات پوری کر دے اور در مکنون کو آج' ابھی اسی وقت رخصت کرا کے لے جائے لیکن وہ فی الحال دل مسوس کر رہ گیا کہ جانتا تھا کہ بات منہ سے نکالے گا تو پوری نہیں ہو گی کہ معصومہ سہروردی نے شادی پر راضی ہونا ہوتا تو آج نکاح نہ ہوتا البتہ یہ فی الحال معصومہ سہروردی کی نہیں در شہوار کی مرضی تھی۔ عابیہ اسے ریلیکس رہنے کا کہتی اٹھی اور اس کی نظر ابان پر ٹھہر گئی وہ کشمالہ سے کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ وہ نظر انداز نہیں کر پائی تھی وہ ابان کی طرف بڑھتی کہ اس کی ماما اس کے پاس آن رکی تھیں۔ ماں سے بات کرتے اس کا دھیان ابان کی طرف ہی رہا تھا۔

"کیا بھابھی ٹھیک کہتی ہیں کہ کشمالہ' ابان سے محبت کرتی ہے۔" وہ اس بارے سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی لیکن سوچ رہی تھی کہ آج صبح ہی تو اس سے عبرو دنے کہا تھا کہ وہ کشمالہ پر نظر رکھے اسے کشمالہ کے ارادے اچھے نہیں لگتے۔ عبرودنے بہت کچھ کہا تھا۔ عابیہ نے ایسا کچھ نہیں ہے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ آج مصروف بھی رہی تھی اس لیئے بھول گئی تھی کہ عبرودنے کیا کہا تھا۔ لیکن جب شام میں کشمالہ ڈرائیور کے ساتھ چلی آئی تو وہ چونک گئی تھی۔ اس کے بعد وہ کشمالہ پر نہ چاہتے ہوئے بھی نظر رکھے ہوئے تھی اور اب ابان سے باتیں کرتے دیکھ اسے برا لگا تھا۔

وہ کشمالہ کا جائزہ لے رہی تھی۔ مسٹرڈ کلر کے اسٹائلش سوٹ میں وہ بہت لائٹ سے میک اپ میں کتنی اچھی لگ رہی تھی ۔ کشمالہ کی نگاہ ابان پر تھی اور عابیہ کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔

"چاہے کشمالہ کو ابان سے محبت ہو۔۔۔ چاہے نہ ہو۔۔۔ ابان کو صرف مجھ سے محبت ہے اور ابان صرف میرے ہیں کوئی

کشمالہ کبھی مجھ سے ابان کو چھین نہیں سکتی۔" وہ بلیک سفاری سوٹ میں بے حد اسمارٹ ابان کو دیکھتے ہوئے نم ہوتی پلکوں سے سوچ رہی تھی۔

"ماما، میں آتی ہوں۔" وہ ماں کا جواب سنے بنا تیزی سے وہاں سے نکلتی ڈریسنگ روم میں آگئی۔ اس نے احتیاط سے اپنے آنسو ٹشو میں جذب کیئیے اور خود کو کمپوز کر کے باہر آئی تو کھانا کھل چکا تھا۔ کھانے کے دوران وہ خود کو بے حد مصروف ظاہر کر رہی تھی۔ ایک دو بار ابان اس کے پاس آیا مگر وہ خود کو مصروف ظاہر کرتی ادھر ادھر ہو گئی تھی کہ کشمالہ نے اسے ابان کا پیغام دیا وہ اسے اسٹیج پر بلا رہا ہے۔

"تم جاؤ، مجھے جانا ہوا تو چلی جاؤں گی۔" وہ بد تمیزی سے بولی۔ کشمالہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی کہ اس نے ایسے تو اب تک بات نہیں کی تھی۔

"تم، اتنی دیر سے کھڑیں ابان سے کیا بات کر رہی تھیں؟" وہ پہلے ہی جھٹکے سے نہیں سنبھلی تھی کہ عابیہ کے سوال نے اسے مضطرب کر دیا۔

"میں، آپ کی بات سمجھی نہیں۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"اتنی معصوم ہو نہیں، جتنی بن رہی ہو۔ مگر میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ ابان صرف میرے ہیں، تم انھیں مجھ سے چھین نہیں سکتی ہو۔ تمھاری بے تحاشہ خوبصورتی بھی تمھیں کامیاب نہیں ہونے دے گی۔" وہ بول بہت غصہ میں رہی تھی لیکن شدت جذبات سے اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔ کشمالہ جواب میں کچھ کہتی کہ اس کی نظر ابان پر پڑی جو آنکھوں میں اشتعال لیئے عابیہ کو دیکھ رہا تھا۔ کشمالہ بھیگی آنکھیں لیئے بہت خامشی سے وہاں سے نکل گئی۔ عابیہ اسے دیکھ چونکی، کچھ کہتی کہ اس نے عابیہ پر ایک غصیلی نگاہ ڈالی اور تیزی میں وہاں سے نکل گیا۔ ان دونوں کی در مکنون کے ساتھ ایک بھی تصویر نہیں بنی تھی جبکہ در مکنون نے کشمالہ سے عابیہ کو بلانے کا کہا تھا مگر وہ اب کے عابیہ تک نہیں گئی تھی۔ در مکنون دوبارہ کہتی کہ ایلیفیہ اسٹیج پر چڑھ آئی تھی اور مسکان کے ساتھ مل کر ایلیفیہ، ابرج اور مکنون کو تنگ کر رہی تھی گو کہ یہ محفل ایلیفیہ کے ضبط کا امتحان تھی لیکن وہ اپنے حوصلے کو آزما رہی تھی۔ اس نے ابان سے ہی نہیں عابیہ سے بھی بڑے نارمل انداز میں بات کی تھی یہ الگ بات تھی کہ دل کی دھڑکنیں دھمال ڈالتیں تھک کر تھم جانے کو تھیں۔

چھپائے دل میں غموں کا جہان بیٹھے ہیں

تمھاری بزم میں ہم بے زبان بیٹھے ہیں

یہ اور بات کہ منزل پہ ہم پہنچ نہ سکے

مگر یہ کم ہے کہ راہوں کو چھان بیٹھے ہیں

فغاں ہے، درد ہے، سوزو فراق و داغ والم
ابھی تو گھر میں بہت مہربان بیٹھے ہیں

اب اور گردشِ تقدیر کیا ستائے گی
لٹا کے عشق میں نام و نشان بیٹھے ہیں

وہ ایک لفظ محبت ہی دل کا دشمن ہے
جسے شریعتِ احساس مان بیٹھے ہیں

ہے میکدے کی بہاروں سے دوستی ساغرؔ
ورائے حدِ یقین و گمان بیٹھے ہیں

ابرج کی کسی بات پر ایلیفیہ ہنسی تھی لیکن آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔ ارمش چوہدری اپنی ماما صائقہ بیگم کے ساتھ محفل کا حصہ تھا اور وہ ایلیفیہ کی بذلہ سنجی سے متاثر ہونے کے ساتھ اس کی تڑپ بھی محسوس کر رہا تھا۔ ابان پر اٹھنے والی ایلیفیہ کی ہر نگاہ بے اختیار اور بے بس تھی اور ارمش کو اپنا خون کھولتا محسوس ہو رہا تھا وہ ابان کا جائزہ لینے لگا وہ یہ سوچ رہا تھا کہ آخر ابان میں ایسا کیا ہے جو ایلیفیہ اس کی اتنی دیوانی ہو گئی ہے مگر وہ خود محبت کرنے کے باوجود یہ نہیں جان سکتا تھا کہ ایلیفیہ کی محبت سچی کسی غرض سے پاک تھی جبکہ وہ خود اب محبت سے زیادہ احساس ذلت کو مٹانے کے لیئے ایلیفیہ کی طرف بڑھتا تھا۔ ایلیفیہ کے دل میں اپنی محبت جگانے کے بجائے وہ ابان کی محبت نکالنے کے لیئے کوشاں تھا۔ کسی کا برا چاہنے سے پہلے خود کے ساتھ برا ہوتا ہے یہی وجہ تھی جو منگنی کے بعد بھی ایلیفیہ اس کے لیئے اپنے دل میں محبت تو دور کوئی سوفٹ کارنر تک محسوس کرنے سے قاصر تھی۔ اس نے ایلیفیہ کے بے حد حسین چہرے سے نگاہ ہٹائی اور وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے اسٹیج پر بیٹھے ابرج اور مکنون کو دیکھنے لگا وہ لڑکی اسے بے حد معصوم اور حیسن لگی اور ابرج آج کافی خوش محسوس ہوا۔ وہ کچھ سوچنے لگا تھا کہ اس کو جاتی ہوئی کشمالہ نظر آئی۔ وہ اسے آواز دے گیا۔

"ایکسکیوزمی' مس کشمالہ۔۔۔" اپنے نام کی پکار پر کشمالہ کے قدم رکے اور اس کے متوجہ ہوتے ہی ارمش مسکرا دیا۔

"وہاں سر ابان کی والدہ کے ساتھ جو خاتون بیٹھی ہیں۔ وہ میری ماما ہیں مجھے ایک ضروری کام آگیا ہے جانا پڑے گا۔۔۔ کیا

آپ میری ماما کو بلا دیں گی۔" وہ اس کی بات پر حیرانگی کو سائیڈ پر کرتی اثبات میں گردن ہلاتی۔ درشہوار کی طرف بڑھنے لگی۔

"آج تو میں چاہ کر بھی اس لڑکی سے کچھ کہہ نہیں پایا مگر میں اس کو مہرہ بنا کر اپنی شکست کو فتح میں ضرور بدلوں گا۔" وہ کشمالہ کی پشت پر نگاہ جمائے سوچتا چلا گیا۔ جس وقت کشمالہ وہاں پہنچی اسی وقت عابیہ بھی درشہوار کے پاس کچھ کہنے کے لیئے آئی تھی اسے غصیلی نگاہ سے دیکھا کشمالہ نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے صائقہ بیگم کو ارمش کا پیغام دیا اور آگے بڑھ گئی۔

"تم 'کیا سمجھتی ہو۔ ابان' کو مجھ سے دور کر دو گی۔" وہ ارمش کو اس کی ماما کے آنے کا بتا کر پلٹی تو زرا فاصلے پر کھڑی عابیہ دبے دبے لہجہ میں بولی۔

"آپ 'کیوں ایسی باتیں کر رہی ہیں۔ میں کیوں ایسا چاہوں گی۔ آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" کشمالہ کا لہجہ بہت دھیما تھا۔ فاصلہ پر کھڑا ارمش ان دونوں کو ساتھ دیکھ چونکا کہ عابیہ کے تیور انتہائی خطرناک لگ رہے تھے۔ وہ غیر محسوس انداز میں فاصلہ سمیٹ کر ان کی باتیں سننے لگا۔

"غلط فہمی مجھے نہیں ہے تم خوش فہمی میں ہو مگر یاد رکھنا ابان کو مجھ سے محبت ہے اور تم اپنی اچھی صورت کا کم از کم ابان پر جادو نہیں چلا پاؤ گی۔" عابیہ اسے گھورتے ہوئے غرائی اور اس کی سنے بغیر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ آنسو ٹشو میں جذب کرتے ہوئے اس کی نگاہ ارمش پر پڑی۔ وہ شرمندگی سے زمین میں گڑنے کو تھی کہ فاصلہ سمیٹ کر ارمش اس تک چلا آیا۔

"سر ابان' سے آپ محبت کرتی ہیں؟" وہ اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ وہ مسکرا دیا۔ کشمالہ کو اس کی مسکراہٹ اپنی تذلیل کرتی محسوس ہوئی۔

"جب میں نے آپ کو پہلی دفعہ سر ابان کے ریسیپشن پر دیکھا تو سر ابان پر آپ کی حسرت سے اٹھتی نم نگاہ مجھے بہت کچھ سمجھا گئی تھی کہ میں خود محبت کا مسافر ہوں اور کہتے ہیں عشق و مشک چھپائے نہیں چھپتے۔" کچھ دیر قبل وہ اسے بے اختیار سا بے سوچے سمجھے پکار گیا تھا اور بروقت عذر تراش کر اس نے کشمالہ کو پکارنے کا جواز بھی پیش کر دیا تھا لیکن چاہ کر بھی کوئی اور بات نہ کہہ پایا تھا مگر اب وہ لگی لپٹی رکھے بنا یوں دوستانہ انداز میں بول رہا تھا جیسے دونوں کے درمیان گہرے دوستانہ روابط ہوں۔

"آپ 'اپنے کام سے کام رکھیں خوامخواہ میں آپ کو فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ خود کو کمپوز کرتی ناگواری سے بولی اور وہ ہنس دیا۔

"میں آپ سے ہرگز بھی فری نہیں ہو رہا مجھے تو بس سر ابان کی قریب کی نگاہ خراب ہونے کا خدشہ لاحق ہو گیا ہے۔" کشمالہ لب بھینچے اسے گھور رہی تھی اور وہ گل افشانیاں کرتا ہی جا رہا تھا۔

"سامنے اتنی حسین لڑکی تھی اور شادی کر لی ایک بے حد عام سی لڑکی سے مگر کوئی کیا کر سکتا ہے سب قسمت کے کھیل ہیں۔" وہ قدرے رازداری سے بولا وہ جانے کو بڑھی۔

"ویسے اگر تم چاہو تو قسمت کا پھیر بدل بھی سکتا ہے۔" وہ رک کر اسے دیکھنے لگی جو بے حد حسین تھا لیکن کافی ہوشیار معلوم ہو رہا تھا۔

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھی۔۔۔" وہ اس کے شاطر چہرے سے کچھ اخذ نہ کرپاتے ہوئے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوتی رک کر پوچھ ہی گئی۔

"مطلب تو صاف ہے' سر کی وائف جس شک کی آگ کو جلا بیٹھی ہیں۔ تم اس آگ کو ہوا دو اور چنگاری لگا کر سر کی وائف کو ان کی لائف سے کک آؤٹ کر کے خود سارے حق حاصل کر لو۔" ارمش چوہدری کا لہجہ بہکانے والا تھا۔ کشمالہ نے بس ایک نظر اسے دیکھا۔

"بے شک میں نے سید صاحب سے بے حد محبت کی ہے۔۔۔ لیکن میں نے انھیں کبھی پانا نہیں چاہا کیونکہ سید صاحب آسمان ہیں اور میں زمین کی خاک۔۔۔ سید صاحب اور میرا کوئی جوڑ ہی نہیں ہے اور جس شخص کو پانا ہی نہیں چاہا اس کے گھر کو برباد کر کے اس کی محبت اس سے چھین لوں تو میں اتنی احسان فراموش اور خود غرض نہیں ہوں میرے نزدیک محبت پانے کا نام نہیں ہے میری خوشی سید صاحب کی خوشی سے جڑی ہے۔ لہٰذا بہتر ہو گا آپ اپنے مشورے اپنے پاس رکھیں۔" کشمالہ مضبوط لہجہ میں کہتی اس پر ایک غصیلی نگاہ ڈالتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

"بڑے ہی خوش بخت ہو ابان' کہ دو دنیا کی سب سے حسین لڑکیاں تم پر مرتی ہیں اور تمھیں خوش دیکھنا چاہتی ہیں مگر میں نے بھی تمھیں مر مر کے جینے اور خوشیوں کے لیئے ترسنے کے لیئے نہ چھوڑ دیا تو میرا بھی نام ارمش چوہدری نہیں۔۔۔!" اس نے قدرے فاصلہ پر کھڑے ابان کو دیکھ کر سوچا اور ماں کو اپنی جانب آتا دیکھ ان کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے قد کاٹھ نکالا ہے زمانے میں بہت
وہ مگر سوچ کا بونا ہے یہی رونا ہے۔۔!!

☆☆☆☆☆

"ابر' یہ عابیہ کچھ اداس' قدرے روئی روئی سی لگ رہی ہے۔ ابان کے ساتھ اسٹیج پر بھی نہیں آئی۔ کیا دونوں میں کوئی لڑائی ہو گئی ہے۔؟" ایلیفیہ' ابان کے لیئے جس قدر محبت رکھتی تھی۔ جس قدر حساس تھی وہ اس کی خاموشی محسوس کر گئی تھی اور اس کے لیئے عابیہ بھی بہت معنی رکھتی تھی کہ وہ اس کی محبت کی محبت تھی اور جسے ابان عزیز رکھتا تھا وہ نہ اس کا برا چاہ سکتی تھی اور نہ اسے دکھی دیکھ سکتی تھی یہ اس کی محبت کس منزل کی مسافر تھی وہ خود نہیں جانتی تھی لیکن وہ عابیہ کو چپ چپ پا کر مضطرب ہوئی تھی اور ابرج سے کہے بنا رہ نہیں پائی تھی۔

"تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔ ہو گا دونوں کا کوئی نجی مسئلہ۔۔۔ مل کر ٹھیک کر لیں گے۔" اس نے ایلیفیہ کو ان کے

معاملات سے دور رہنے کو کہا۔

"میں ابان کو کبھی ناخوش نہیں دیکھنا چاہوں گی اور آج مجھے ابان خوش نہیں لگ رہے اور عابیہ۔۔۔" وہ بول رہی تھی کہ ابرج بول پڑا۔

"ابان' سے تمھارا کوئی لینا دینا نہیں ہے تم اس کے معاملات سے دور رہو کیوں اپنا سکون برباد کرتی ہو تم۔۔۔" وہ ناگواری سے بولا اور اس کے آنسو گرنے لگے۔

"جس شخص کو میں نے بے حد و بے حساب چاہا ہے اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی ہوں میں۔۔۔" وہ نم لہجہ میں بولی اس نے اپنے لب بھینچ لیئے کہ وہ محفل کا خیال کیئے بنا رو رہی تھی کوئی یوں اسے روتا دیکھتا تو جانے کیا فسانہ بنتا۔ ابرج نے اسے خود پر کنٹرول رکھنے کی ہدایت کی۔ اور بات کو سمیٹنے کے لیئے اس نے ایلیفیہ کی بات کا جواب دے دیا۔

"یہ بات تو مجھے بھی حیران کر رہی ہے کہ کچھ دیر پہلے تک تو عابیہ بہت چہک رہی تھی مگر ایک دم ایسا کیا ہوا کہ اسے چپ لگ گئی اور ابان بھی غیر معمولی سنجیدہ نظر آرہا ہے۔" ابرج نے کچھ دور کھڑے ارمش چوہدری سے بات کرتے ابان کو دیکھ کر ایلیفیہ کی بات کو آگے بڑھایا۔

"لیکن' ایلفی تم ٹینشن نہ لو سب ٹھیک ہو گا۔" وہ اسے لب کھولتے دیکھ بولا اور وہ چپ چاپ کھانا زہر مار کرنے لگی۔

"ایلیفیہ' آپ تو کچھ لے ہی نہیں رہیں۔" عابیہ جو میزبانی کے فرائض سر انجام دیتی ایک ایک سے تکلف نہ کرنے کا کہتی ان دونوں تک چلی آئی تھی۔ ایلیفیہ کی خالی پلیٹ دیکھ کر بولی۔ ایلیفیہ اسے دیکھنے لگی وہ بہت عام سی تھی لیکن کسی کی نظر نے اسے خاص بنا دیا تھا۔

"یہ چہرہ عام ہو کر بھی کتنا خاص ہے کہ ابان کی محبت اس چہرہ پر بوسہ دیتی ہے اور جس چہرے کو خود محبت بوسہ دے وہ عام کیسے ہو سکتا ہے۔" ایلیفیہ سوچتے ہوئے اسے یک ٹک دیکھے گئی۔ اولیو گرین کلر کی بے حد قیمتی میکسی میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس کی عابیہ پر ٹھہری نگاہ ابرج کو مضطرب کر گئی کہ وہ اتنی ہی چاہت و بے خودی کے عالم میں ابان کو دیکھا کرتی تھی جتنی محبت سے عابیہ کو دیکھ رہی تھی یعنی وہ محبوب کے محبوب سے حسد و نفرت نہیں محبت کر رہی تھی۔ یہ محبت کا کونسا مقام تھا یہ ابرج سمجھ نہ پایا ایلیفیہ کی نگاہ عابیہ کو بے چین کرنے لگی تو وہ ایلیفیہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھتا اس کی محویت توڑ گیا۔

"میں لے چکی ہوں' آپ پریشان نہ ہوں۔" ایلیفیہ بدقت تمام مسکراتی بول گئی۔

"آپ تو آج خوشی کے مارے زیادہ کھالیں۔" وہ سر جھٹکتی ابرج کی طرف متوجہ ہوئی جو عابیہ کی بات پر ہنس دیا۔

"آپ بے فکر ہو کر اپنے باقی گیسٹس کو دیکھیں ہم بے تکلف لوگ ہیں تکلف سے زرا دور ہی رہتے ہیں۔" ابرج کا انداز قدرے دوستانہ تھا۔ عابیہ بے اختیار ہنسی لیکن اس کی آنکھوں میں بن بلائے مہمان کی مانند چلی آئی نمی ایلیفیہ کو بے چین کر گئی۔

"عابیہ 'کیا کوئی بات ہے کچھ ڈسٹرب لگ رہی ہو؟" ایلیفیہ کے سوال پر عابیہ چونکی جبکہ اس کے گڑبڑانے پر ابرج کا دل چاہا ایلیفیہ کو کہیں غائب کر دے جو خوامخواہ میں عابیہ کی فکر میں دبلی ہوئی جا رہی تھی۔

"نہیں تو۔۔۔ بس سر میں کچھ درد ہے۔ آپ کھانا کھائیں میں باقی مہمانوں کو بھی دیکھ لوں زرا۔۔۔ ایکسکیوزمی۔۔۔" وہ گڑابڑا کر بولتی خود کو کمپوز کر کے مسکراتی بہ عجلت وہاں سے ہٹ گئی۔

"تمھارا دماغ خراب ہے بھلا کوئی یوں ڈائیریکٹ پوچھتے ہیں وہ بھی اس سے جس سے زیادہ بے تکلفی بھی نہ ہو۔" وہ اسے ڈپٹ گیا۔

"تم نہ مانو بھلے میری بات 'لیکن عابیہ جس طرح گڑبڑائی اور فرار ہو گئی صاف ظاہر کرتا ہے کوئی بات ضرور ہے۔" وہ پلیٹ سائیڈ پر موجود ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"زیادہ ہی تمھارا پھیپھڑا پھڑک رہا ہے تو اب جا کر ابان سے پوچھ لو لیکن دوسروں کے مسئلوں میں ' مجھے الجھا کر میری خوشی کافور نہ کرو۔" وہ ہاتھ میں موجود پلیٹ ٹیبل پر رکھتا غصہ سے کہتا واک آؤٹ کر گیا۔ ایلیفیہ خود کو کمپوز بھی نہ کر پائی تھی کہ ارمش اس کے پاس آ کر وہ تو اچھا یہ ہوا کہ وہ خدا حافظ کہنے آیا تھا اس نے بمشکل مسکرا کر اسے دیکھا اور اللہ حافظ کہتی صائقہ بیگم کی جانب بڑھ گئی۔ انھیں باہر تک چھوڑ کر آئی اور ابرج کو دیکھنے کے لیئے نظر دوڑائی وہ ابان کے ساتھ کھڑا محو گفتگو تھا وہ اس کا موڈ درست کرنے کا سوچتی ڈی جے کی طرف بڑھی اور ان سے مائیک لے کر سب کو اٹینشن کیا اور اناؤنس کر دیا کہ ابرج سب کو گانا سنائے گا۔ ابرج اسے ناگواری سے گھورنے لگا اور مدد طلب نگاہ سے معصومہ سہروردی کی جانب دیکھا تو وہ بھتیجی کی ہمنوا نکلیں۔ اور انھوں نے درشہوار سے پوچھ لیا کہ انھیں کوئی اعتراض نہ ہو تو ابرج گانا سنائے۔ انھیں یہ عجیب تو لگا مگر وہ مسکرا کر اجازت دے گئیں۔

"تم پاگل ہو ایلیفیہ' ہر جگہ مجھے پھنسا کر شرمندہ کر دیتی ہو۔" وہ ابان کے مسکرا کر دیکھنے پر ایلیفیہ کی طرف بڑھا اور اس کے ہاتھ سے مائیک لیتے ہوئے دبے دبے غصہ سے بولا۔

"تم ناراض ہو گئے تھے تو مجھے تمھیں منانے کا یہی طریقہ سمجھ آیا اور اب مجھے گھورنا بند کرو اور کوئی ایسا گیت گاؤ جو مکنون کے لیئے تمھارے جذبات کا عکاس بن جائے۔" ایلیفیہ لبوں پر چڑانے والی مسکان سجا کر بولی۔

"تم سے تو بعد میں نپٹوں گا مجھے کشور کمار کا چیلا ہی سمجھ لیا ہے حد ہو گئی ہے۔" اسے گھور کر وہ حاضرین محفل کی جانب رخ موڑ گیا۔ جبکہ ایلیفیہ اس کی بات پر بے ساختہ مسکرا دی۔ اس نے ایک نظر محفل پر ڈالی۔

"کالج اور یونیورسٹی میں بیسٹ سنگر ایوارڈ لیتا رہا ہوں لیکن جانتا ہوں کہ میں اتنا اچھا پھر بھی نہیں گاتا کہ اپنے نکاح کی تقریب میں سُر بکھیروں لیکن یہ میری کزن محترمہ انھیں لگتا ہے کہ کشور کمار کی روح مجھ میں حلول کر گئی ہے اس لیئے جگہ دیکھتی ہیں نہ مقام اور یہ محترمہ مائیک میرے حوالے کر دیتی ہیں۔" اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کے لیئے گانا اسٹارٹ کرنے سے قبل

لفاظی سے کام چلایا اس کی بات پر محفل زعفران زار بن گئی۔ ابان نے آگے سے شرارت سے لبریز جملہ اچھالا اور وہ مسکرایا اس کی نگاہ اسٹیج تک گئی۔ درمکنون کی نگاہ سے نگاہ ٹکرائی وہ نظر جھکا گئی اور ابرج نے گانا اسٹارٹ کر دیا۔

اے ہمنوا مجھے اپنا بنا لے

سوکھی پڑی دل کی اس زمیں کو بھگا دے

ہوں اکیلا ذرا ہاتھ بڑھا دے

سوکھی پڑی دل کی اس زمیں کو بھگا دے

کب سے میں در در پھر رہا

مسافر دل کو پناہ دے

تو آوارگی کو میری آج ٹھہرا دے

ہو سکے تو تھوڑا پیار جتا دے

سوکھی پڑی دل کی اس زمیں کو بھگا دے

ڈی جے کے لائٹ میوزک کے ساتھ ابرج سہروردی کی آواز رقص کرتی حاضرین محفل پر سرور و سحر طاری کر گئی۔ درمکنون کا چہرہ بے حد سرخ ہو گیا تھا۔ لرزتی لانبی پلکیں کانپتے لب اس کی کیفیت ظاہر کر رہے تھے لیکن کوئی اس کی جانب متوجہ نہ تھا کہ سب تو سانس روکے ابرج سہروردی کو سن رہے تھے کہ جس وقت ایلیفیہ نے اناؤنسمنٹ کی تھی کسی کو بھی کہاں اندازہ تھا کہ ابرج اس قدر سُر میں گائے گا۔

مرجھائی سی شاخ پہ دل کی پھول کھلتے ہیں کیوں

بات گلوں کی ذکر مہک کا اچھا لگتا ہے کیوں

ان رنگوں سے تو نے ملایا

جن سے کبھی میں مل نہ پایا

دل کرتا ہے تیرا شکریہ

پھر سے بہاریں تو لا دے

دل کا سونا بنجر مہکا دے

سوکھی پڑی دل کی اس زمیں کو بھگا دے

ہوں اکیلا ذرا ہاتھ بڑھا دے

سوکھی پڑی دل کی اس زمیں کو بھگا دے

ابرج سہروردی نے گاتے ہوئے کن اکھیوں سے اسٹیج کی جانب دیکھا اسے اپنے جذبات کا عکس درمکنون کے چہرے پر نظر آیا وہ درمکنون کے نظر چرانے پر مسکرایا اور مرتعش پلکوں کو دیکھ پہلے سے زیادہ لگن وشدت جذبات سے گانے لگا جبکہ درمکنون کو اپنے آس پاس محبت کے ننھے ننھے دیے جلتے محسوس ہونے لگے۔ یہ کچھ گھنٹہ قبل ہوئے نکاح کا کمال تھا یا ابرج کے سُر میں بہتے جذبات تھے جو درمکنون کی سماعت سے گزرتے دل میں اترتے جا رہے تھے۔ دل سے دل کا دیا جل اٹھا تھا۔

ویسے تو موسم گزرے ہیں زندگی میں کئی

پر اب نجانے کیوں مجھے وہ لگ رہے ہیں حسیں

تیرے آنے پر جانا میں نے

کہیں نہ کہیں زندہ ہوں میں

جینے لگا ہوں میں

اب یہ فضائیں چہرے کو چھوتی ہوائیں۔

ان کی طرح دو قدم تو بڑھا لے

سوکھی پڑی دل کی اس زمیں کو بھگا دے

ہوں اکیلا ذرا ہاتھ بڑھا دے

سوکھی پڑی دل کی اس زمیں کو بھگا دے

☆☆☆☆☆

"کشمالہ' درمکنون اور ابان بیٹے کو چائے ان کے کمرے میں دے آؤ اور پھر تم بھی آرام کر لو۔" نوراں کی آواز پر وہ چونکی اس کا دل کیا کہ وہ ماں کو منع کر دے کہہ دے کہ وہ خود سید صاحب کے کمرے میں چائے لے جائیں مگر نوراں نے اتنا موقع ہی کہاں دیا وہ درشہوار کے لیئے چائے مگ میں نکالتیں نکلتی چلی گئیں۔ کشمالہ نے پہلے درمکنون کو چائے دی اس کا کمرہ سمیٹنے میں اس کی مدد کی اور تقریباً بیس منٹ بعد اس نے ابان کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"کون۔۔۔" ابان کی بھاری آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"میں ہوں سید صاحب' چائے لے کر آئی ہوں۔" اس نے مدھم لہجہ میں کہا۔

"اندر' آجائیے۔۔۔ کشمالہ۔۔" ابان کے اجازت دیتے ہی وہ خود کو کمپوز کرتی اندر چلی آئی دروازہ بظاہر بند تھا لیکن لاک نہیں لگا تھا اس کے ہینڈل گھماتے ہی کھلتا چلا گیا۔

"آپ نے کیوں زحمت کی۔" وہ اس کے ہاتھ سے ٹرے لیتے ہوئے مروتاً بولا جبکہ اس نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔

"یہ دو مگ کس کے لیئے ہیں؟" وہ پلٹتی کہ ابان نے ٹرے پکڑتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔

"چائے آپ کے اور عابیہ جی کے لیئے ہے۔" اس نے اب کے دھیمے سے جواب دیا۔

"عابیہ' صرف ناشتہ میں چائے پیتی ہے اس کے علاوہ نہیں۔ آپ دوسرا کپ لے جائیں۔" ابان نے ٹرے میں سے ایک کپ اٹھا کر ٹیبل پر رکھا اور ٹرے اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے ابان کی گہری سنجیدگی میں کہنے پر کچھ نہ کہا اور چپ چاپ ٹرے پکڑلی جاتی کہ عابیہ جو ڈریسنگ روم میں تھی چلی آئی اور کشمالہ کو اپنے کمرے میں دیکھ اس کا دماغ ہی گھوم گیا۔

"تم' تمھاری ہمت بھی کیسے ہوئی میرے کمرے میں آنے کی۔" عابیہ تیر کی تیزی سے اس تک پہنچی اور اس کو گھورتے ہوئے غرائی۔

"عابیہ۔۔۔" ابان کو اس کا لہجہ نہایت برا لگا وہ اسے ٹوک گیا۔ اس نے ابان کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں اس قدر غصہ تھا کہ وہ لب بھینچ گئی۔

"آپ جائیے کشمالہ' اور صبح آٹھ بجے تک تیار رہیئے گا میں آپ کو ہاسٹل چھوڑ آؤں گا۔" ابان کا لہجہ نہایت متوازن تھا وہ خاموشی سے کمرے سے نکل گئی لیکن اس کی آنکھوں میں بے بسی اور اہانت کے احساس کے گواہ بنے آنسو ابان کے غصہ کو کئی گنا بڑھا گئے۔

"تم تقریب میں کشمالہ سے کیا بکواس کر رہی تھیں اور ابھی اتنی بدتمیزی کی اس سب کی کیا وجہ ہے آخر۔۔" وہ روم لاک کر کے اس کے سامنے آٹھہرا۔ اس نے بس چند سیکنڈز ابان کی جانب دیکھا اور خاموشی سے پلٹ گئی۔

"عابیہ' میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔۔ جواب دو مجھے تمھارا' دماغ خراب ہو گیا ہے جو تم نے کشمالہ سے اس قدر بدتمیزی کی۔" وہ اس کی خاموشی پر اشتعال میں آتا اس کا بازو جکڑ کر پوچھ گیا۔ عابیہ اب بھی خاموش رہی۔

"نوراں بوا کو کبھی گھر کا ملازم نہیں سمجھا گیا اور کشمالہ کو تو گھر کے فرد کی سی حیثیت حاصل ہے اور تم اس سے اتنی بدتمیزی سے پیش آچکی ہو۔" وہ غصہ سے بولتا جا رہا تھا۔ وہ چپ تھی جیسے ابان اس سے نہیں دیواروں سے مخاطب ہو۔

"تم نے آج مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ تم کشمالہ کے بارے میں ایسی سوچ رکھتی ہو جان کر مجھے بہت دکھ پہنچا ہے اور سوچا ہے

تم نے تمھاری حرکت کا ماما جان کو پتہ لگا تو وہ کس قدر دکھی ہوں گی۔" وہ اس کے دھلے ہوئے شفاف چہرے کو دیکھ غصہ و دکھ کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ بولتا چلا گیا۔

"آپ کو اپنی اور باقی سب کی بھی پرواہ ہے۔۔۔ آپ کو افسوس ہوا ہے۔۔۔ کشمالہ کو برا لگا ہو گا۔۔۔ ماما جان کو دکھ ہو گا ۔۔۔ میرا کیا ابان۔۔۔" وہ کافی دیر کی خاموشی کے بعد بولی۔

"عابیہ۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔

"کیا میں تکلیف سے نہیں گزری جب آپ پوری محفل میں کترا کر۔۔۔ مجھے نظر انداز کر کے گزرتے رہے۔۔" اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

"یہ مت بھولو عابیہ کہ میں نے اگر تمھیں نظر انداز کیا تھا تو کیوں کیا تھا۔۔۔ اگر تمھیں لگتا ہے کہ تم کسی سے بھی کچھ بھی بکواس کرو گی اور میں خاموش رہوں گا۔۔۔ کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہ کروں گا تو تمھیں غلط لگتا ہے۔" وہ اس کے رونے پر ہرگز بھی جذباتی نہ ہوا۔ وہ نمناک نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ جو آج کیسا پرایا لگ رہا تھا۔

"اگر آپ کو یہ لگتا ہے کہ میں یہ جان کر کے کشمالہ آپ میں انٹرسٹڈ ہے چپ رہوں گی تو آپ کو غلط لگتا ہے۔۔۔" وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن زار و قطار رو رہی تھی۔

"مجھے ایسا کبھی نہیں لگا کہ کشمالہ مجھ میں انٹرسٹڈ ہے۔" ابان اس کے بے تحاشہ رونے پر خود کو کمپوز نہیں رکھ پا رہا تھا کہ اس احمق لڑکی سے اسے شدید محبت تھی اس کے آنسو دل پر گرتے محسوس ہو رہے تھے۔

"تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔" اس کے رونے میں اضافہ ہوا۔

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہی ہو لیکن یہ بھی تو سوچو کہ کشمالہ اگر مجھ انٹرسٹڈ ہے تو اس کے احساسات یکطرفہ ہیں۔ میرا اس سب سے کیا لینا دینا۔" وہ اس کو مستقل روتے دیکھ بے بسی سے بولا۔

"یہ جان کر کے کشمالہ آپ کو مجھ سے چھین لینا چاہتی ہے۔۔۔ میں چپ نہیں رہوں گی اسے اس گھر سے نکال باہر پھینکوں گی۔" وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ابان نے لب بھینچ لیئے۔

"تمیز سے بات کرو عابیہ' میں رشتوں میں احترام کا قائل ہوں میں تمھیں اس درجہ بدتمیزی کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا ۔ تمھیں کشمالہ سے کوئی پرابلم ہے بھی تو اخلاق اور انسانیت کا دامن مت چھوڑو۔" وہ اسے ناگواری سے دیکھتا بیڈ کی طرف بڑھا اور چاہے کا مگ اٹھاتا سپ لینے لگا گو کہ چائے ٹھنڈی اور کافی بدمزہ ہو چکی تھی لیکن وہ سپ لیتا رہا۔

"آپ کشمالہ کی سائیڈ لے کر مجھے بے عزت کر رہے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ میں تمیز سے پیش آؤں۔۔۔ تو بتائیے کیسے ابان' وہ لڑکی جو میرے حق پر قابض ہونا چاہتی ہے میں اس سے اخلاق کا مظاہرہ کیسے کروں؟" عابیہ غصہ میں اس کی طرف بڑھی

اور اس کے کچھ بھی سمجھنے سے قبل وہ اس کے ہاتھ سے کپ چھین کر دیوار پر مار گئی۔ ابان کا تو دماغ ہی گھوم گیا کہ اسے عابیہ سے اس درجے بدتمیزی کی ہرگز بھی توقع نہ تھی۔

"تم۔۔۔" ابان نے بس ایک نظر اس کے غصہ کی شدت سے پڑے سرخ چہرے کو دیکھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتا لاک لگا گیا۔ وہ وہیں کارپٹ پر گرتی روتی چلی گئی۔ ابان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو عابیہ کی اس درجے بدتمیزی پر خود کو کنٹرول نہ کر پاتا اور تھپڑ اسے رسید کرتا لیکن ابان نے خود پر ضبط کرتے ہوئے منظر سے ہٹ جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔ عابیہ کو روتے جانے کتنی دیر گزری تھی کہ اس کا سیل بجنے لگا اس نے نظر انداز کیا لیکن مستقل ہوتی رنگ پر اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے موبائل اٹھایا عبرود کی کال تھی اس نے کال ریسیو کر لی عبرود کو اس وقت کال کرنے کا ارمش نے کہا تھا تاکہ گرم لوہے پر چوٹ لگائی جاسکے اور عابیہ کے بھیگے لہجہ پر اسے محسوس ہوا کہ لوہا گرم ہی ہے لہذا وہ ہمدردی جتانے لگی۔

"کیا ہوا' کیوں رو رہی ہو؟" عبرود کے محبت سے پوچھنے پر وہ شدتوں سے رونے لگی۔

"بھابی' آپ نے ٹھیک کہا تھا کشمالہ' ابان سے محبت کرتی ہے وہ ابان کو مجھ سے چھین لے گی۔" وہ بچوں کی طرح روتی بولی اسے اندازہ نہیں ہوا کب ڈریسنگ روم کا ڈور کھلا اور ابان اس کی گفتگو سننے لگا۔ ابان کو مستقل ہوتی رنگ ٹون نے باہر آنے پر مجبور کیا تھا اور وہ لب بھینچے اسے سن رہا تھا۔ اسے یہ اندازہ لگانے میں بلکل دشواری نہ ہوئی کہ عابیہ اس وقت عبرود سے بات کر رہی ہے۔

عبرود نے اس سے جواب میں کیا کہا وہ لاعلم رہا لیکن وہ عابیہ کو بغور سن رہا تھا۔

"نہیں نہیں بھابی' مجھے ابان پر پورا بھروسہ ہے وہ ایسے نہیں ہیں اگر وہ بھی کشمالہ میں انٹرسٹڈ ہوتے تو وہ اس سے شادی کر لیتے مجھ سے نہ کرتے شادی لیکن ابان سچ میں مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ وہ میرا بہت خیال بھی رکھتے ہیں۔ بس یہ کشمالہ پتہ نہیں کہاں سے ہمارے درمیان آگئی ہے۔" عبرود نے اس سے ابان کے خلاف بکواس کی تو وہ تڑپ کر بولی۔ ابان اسے دیکھنے لگا جس نے کتنی شدت سے ابان پر بھروسہ ہونے کا کہا تھا۔ اسے عابیہ پر جتنا غصہ تھا وہ یکدم ہی زائل ہوتا چلا گیا۔ عابیہ کی بات نے ابان کو سکون عطا کیا جبکہ عبرود غصہ سے دانت کچکچا کر رہ گئی اور جیسے ہی عابیہ کی تقریر ختم ہوئی اس نے پینترا بدل لیا۔

"ابان' تو بہت اچھے ہیں تمہارے ساتھ سینسئیر ہیں لیکن یہ جو کشمالہ ٹائپ کی لوئر کلاس لڑکیاں ہوتی ہیں یہ مردوں کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا لیتی ہیں۔ اب چاہے ابان ایسے نہیں ہیں لیکن ہے تو مرد ہی نا اگر کشمالہ کے حسن کا جادو چل گیا تو تم تو گئیں کہ کشمالہ کے آگے تو تم دس فیصد بھی حسین نہیں ہو۔" عبرود کا لہجہ سلگتا ہوا سا تھا مگر عابیہ جیسی احمق لڑکی کہاں سمجھی تھی وہ تو اس کے لفظوں کے گرداب میں الجھ گئی تھی۔

"میں کم صورت ہوں' کشمالہ کی طرح حسین نہیں ہوں تو میرا کیا قصور۔۔۔ آپ ہی بتائیے میں کشمالہ کو ابان سے کیسے دور رکھ سکتی ہوں۔"

تھا یہ سمجھنے میں کہ عبرو دنے عابیہ سے کیا بکواس کی ہے وہ کیسے اس کی کمزوری کو ہتھیار بنا کر استعمال کر رہی ہے کیسے اس کی حماقتوں اور معصومیت کا فائدہ اٹھا رہی ہے۔وہ شاید اب عابیہ کو پٹیاں پڑھا رہی تھی کیونکہ اب عابیہ صرف ہوں ہاں میں جواب دیتی بس'جی ،جی'کی گردان کرتی جا رہی تھی۔کچھ دیر بعد اس نے سیل فون ٹیبل پر ڈالا اور اٹھتے ہوئے نگاہ ابان پر پڑی وہ بڑی تیزی میں بیڈ سے اتر کر اس تک پہنچی اور اس کے سینے سے لگ کر بری طرح رونے لگی۔ابان تو گھبرا ہی گیا۔

"ابان'میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں'کشمالہ سے بھی زیادہ کیا ہوا جو میں اس جیسی حسین نہیں مگر آپ سے محبت بہت کرتی ہوں۔آپ پلیز کبھی اس کی باتوں میں مت آنا وہ۔۔۔"عابیہ اس کے سینے سے لگی بری طرح رو رہی تھی لفظ ٹوٹے ہوئے بے ربط تھے۔ابان نے اس کی پشت پر بازو پھیلا دیئے۔

"میرے لیئے جو میری بیہ ہے وہ کوئی نہیں ہو سکتی کہ میرے لیئے حسن باعث کشش نہیں ہے میرے نزدیک صرف عابیہ اہم ہے میری بیہ باعث کشش ہے۔"وہ اس کی پیٹھ دلاسہ دینے والے انداز میں تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

"آپ'سچ کہہ رہے ہیں نا۔۔۔"وہ اس کے سینے سے سر اٹھاتی آس بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"تم جانتی ہو بیہ'میں جھوٹ نہیں بولتا اور کیا تمھیں میری محبت میرے خلوص پر کوئی شک ہے؟ کبھی لگا کہ میں تم سے سینئیر نہیں۔"وہ اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے پوچھ گیا۔اس نے ترنت نفی میں گردن ہلا دی۔

"مجھے آپ پر بھروسہ ہے ابان لیکن۔۔۔"اس کے آنسو گرنے لگے۔

"بیہ'یہ لیکن جو ہے نا'یہ بھروسہ کے کامل ہونے کا اشارہ نہیں ہے بھروسہ اگر کامل ہو تو یہ لیکن'اگر'مگر کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"وہ نرمی سے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام گیا۔

"مجھے آپ پر بھروسہ ہے لیکن اپنی قسمت پر بھروسہ نہیں رہا مجھے آپ کو کھونے سے ڈر لگتا ہے۔بھابھی کہتی ہیں آپ کو مجھ سے کشمالہ چھین لے گی۔اور ایسا ہوا تو میں۔۔۔میں مر جاؤں گی ابان۔۔۔"وہ سسکتے ہوئے بولی۔

"تمھاری بھابھی کون ہوتی ہیں یہ پیشن گوئی کرنے والیں'تم ان سے ہماری بات ہی کیوں کرتی ہو کیوں دے رہی ہو اتنا موقع کے وہ ہمارے نجی معاملے میں مداخلت کریں۔"وہ اس کی طرف پانی کا گلاس بڑھاتے ہوئے ترش لہجہ میں استفسار کر رہا تھا۔وہ آگے سے کچھ کہہ نہیں پائی اس نے اگلا سوال داغا۔

"کشمالہ مجھ سے محبت کرتی ہے یہ تم سے کس نے کہا تمھاری بھابھی نے؟"وہ گلاس ٹیبل پر رکھتی اثبات میں سر ہلا گئی۔

"کشمالہ محبت مجھ سے کرتی ہے یہ میں کبھی اتنے سالوں بھی نہیں جان سکا اور تمھاری بھابی صرف دو ملاقاتوں میں یہ جان گئیں کہ کس کو مجھ سے محبت ہے کس کو نہیں اور کس کے کیا ارادے ہیں کون تم سے مجھے چھین لینا چاہتا ہے۔"ابان کا انداز بہت سخت تھا وہ رونا بھول کر اسے دیکھ رہی تھی جس کے ماتھے کی سبز رگ ابھر آئی تھی جو اس کے غصہ کی گواہ تھی۔

"بتاؤ مجھے کیا تمھاری بھابھی کو وحی آتی ہے جو وہ یہ سب جان گئیں اور تم اتنی احمق تم سے اتنا نہ ہوا کہ مجھ سے تصدیق تو دور مجھ سے زکر ہی کر دیتیں۔" اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے اس سب سے کیسے نمٹنا ہے پہلے اسے سہارا دیا اب اس کی کلاس لے رہا تھا ۔وہ بری طرح گڑبڑا گئی۔

"وہ بھابھی نے آج صبح ہی تو کہا کہ انھیں کشمالہ پر شک ہے کیونکہ انھوں نے کشمالہ کو فون پر بات کرتے سنا تھا جس میں وہ آپ سے محبت کا اظہار کرتی مجھ سے دور کرنے کی پلاننگ کر رہی تھی۔" عابیہ ڈرتے ڈرتے بولی۔ عبرود نے جبکہ جھوٹ کہا تھا وہ اور ارمش تو بس شک کی بنیاد پر ہوا میں تیر چلا رہے تھے بس یہ ان کی خوش نصیبی تھی کہ تیر نشانے پر جا لگا تھا۔

"تمھاری بھابھی نے کچھ سنا، تم سے کہا تو کیا تمھارا فرض نہیں بنتا تھا کہ تم مجھے بتاتیں۔" وہ غصیلی نگاہ سے اس کا متورم چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"مجھے موقع ہی نہیں ملا، آپ آفس میں تھے بعد میں ایونٹ کی تیاری میں لگے رہے۔۔۔" وہ لب کچلنے لگی۔

"تم ایک دن کا بھی صبر نہ کر سکیں کہ مجھ سے بات ہو جاتی پھر کشمالہ کو کچھ کہتیں لیکن تم تو اتنی سمجھدار ہو کہ بھری محفل میں کشمالہ سے الجھ پڑیں اس کی تو کیا میری عزت کا بھی خیال نہیں کیا کہ ایک لڑکی کا نام میرے نام کے ساتھ آئے گا تو بدنامی تو میری بھی ہو گی۔" ابان کا انداز سخت، لہجہ کڑوا تھا۔ عابیہ کو یکدم ہی اپنی عجلت پر غصہ آنے لگا۔ ابان ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا کہ اگر عبرود کے زریعے اس کے علم میں کوئی بات آ ہی گئی تھی تو اسے ابان سے ڈسکس کرنے سے پہلے کشمالہ سے کم از کم کچھ نہیں کہنا چاہئیے تھا۔

"یہ میری غلطی ہے ابان، لیکن میں کشمالہ کو دیکھ خود پر قابو نہیں رکھ پائی۔" وہ شرمندگی سے دونوں ہاتھ آپس میں مسل رہی تھی۔

"تمھیں اتنی بار سمجھایا ہے کہ ہر وقت، ہر بات میں عجلت پسندی سے کام لینا اچھی بات نہیں ہے لیکن تم، میری کوئی بات سمجھو تب نا۔۔۔" وہ اس کے شرمندہ چہرے پر فقط ایک ملامتی نگاہ ڈالتا تکیہ برابر کرتا اپنی سائیڈ کا لیمپ آف کر کے لیٹ گیا۔ اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ آفس اور منگنی کی ارینجمنٹس کے بعد فنکشن بھگتانا آسان نہیں تھا اور اوپر سے پوری محفل میں ذہنی ٹینشن اور اب آرام کا وقت بھی چخ چخ کی نذر ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اس کے سونے کے لئیے لیٹ جانے پر روتے ہوئے عبرود سے ہوئی ایک ایک بات بتاتی چلی گئی۔

"میں یہ مان سکتا ہوں کہ کشمالہ کو مجھ سے محبت ہے کیونکہ محبت کسی کو بھی کسی سے بھی ہو سکتی ہے لیکن میں یہ نہیں مان سکتا کہ وہ ایسی کوئی پلاننگ کر سکتی ہے جیسی کہ تمھاری بھابھی صاحبہ بتا رہی ہیں۔" عابیہ نے صبح اور کچھ دیر پہلے ہوئی گفتگو حرف بہ حرف ابان کے گوش گزار کر دی وہ اس وقت صرف عابیہ کو سن رہا تھا وہ اب عبرود کی باتوں سے بھی واقف ہو گیا تھا اسے عبرود کی

بیمار ذہنیت پر صرف افسوس ہوا تھا اور وہ اٹھ کر بیٹھتا گہری سنجیدگی سے اپنا موقف عابیہ کے سامنے رکھ گیا۔

"آپ کے نہ ماننے سے حقیقت بدلے گی نہیں کہ کشمالہ ہمیں الگ کرنے کی کوئی سازش کر رہی ہے۔" عابیہ کی آواز مستقل رونے سے بھاری ہو رہی تھی۔

"میں بچپن سے کشمالہ کو جانتا ہوں وہ میری بہت عزت کرتی ہے۔ اور وہ اعلیٰ اخلاق اور مضبوط کردار کی لڑکی ہے اسے ادائیں دکھا کر ہی مجھے پٹانا ہوتا تو اس وقت تم نہیں وہ یہاں میری خواب گاہ میں موجود ہوتی۔" وہ تڑپ کر ابان کو دیکھنے لگی اس کا حسین چہرہ سرخی مائل ہو رہا تھا جو اس کے ضبط کا گواہ تھا۔

"کشمالہ کوئی غلط پلاننگ کر رہی ہے تو اس میں یقین نہ کرنے والی کونسی بات ہے۔؟ ویسے بھی جس لوئر سوسائٹی سے کشمالہ کا تعلق ہے وہ کسی بھی حد تک گر سکتی ہے۔ وہ خود کو آپ کے سامنے پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کرے گی۔" عابیہ کے جملہ کی تلخی و ترشی صاف کہہ رہی تھی کہ یہ الفاظ عابیہ کے نہیں عبرود کے ہیں۔

"تم خود کو کشمالہ کی جگہ رکھ کر بتاؤ اگر وہ مجھے پالیتی اور تمھاری محبت وصل کی گرمی سے دور رہ جاتی تو تم اپنی محبت کے حصول کے لیئے کس حد تک جا کر پلاننگ کر سکتی تھیں۔۔۔" ابان اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نہایت سرد لہجہ میں پوچھ گیا۔ کیسی انجان اور بیگانی سی نظر تھی ابان کی، عابیہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنی سی دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔

"بتاؤ نا عابیہ، مجھے حاصل کرنے کے لیئے، مجھ پر اداؤں کے تیر چلاتیں یا میرے آگے بچھ، بچھ جاتیں۔۔۔" وہ نا محسوس انداز میں اس کے بازو پر گرفت کر گیا۔ عابیہ نے اس کے بے تاثر چہرے کو دیکھا اور اس کے لمس کو محسوس کرنا چاہا لیکن آج اس کے لمس میں محبت اور اپنائیت کی گرمی نہ تھی کیسا احساس تھا جو عابیہ کو اپنے جسم میں چیونٹیاں سی رینگتیں محسوس ہوئی تھیں۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹا دینا چاہتی تھی لیکن اس نے گرفت مزید سخت کر دی۔

"میں، ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں ابان، جو محبت کے لیئے اپنی عزت نفس اور پندار کو ٹھوکر پر رکھ چھوڑتی ہیں۔ میرے نزدیک عزت، محبت سے زیادہ معنی رکھتی ہے میں عزت کے لیئے محبت تو چھوڑ سکتی ہوں لیکن عزت سے ہاتھ چھڑا کر محبت کا دامن نہیں تھام سکتی۔" عابیہ کی آنکھ سے دو موتی گرے اور اس نے ابان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بہت اعتماد کے ساتھ بات مکمل کر دی۔

"جو کام تم خود نہیں کر سکتیں اس کی توقع کسی اور سے کیسے رکھ سکتی ہو؟ تمھیں یہ کیوں لگتا ہے کہ صرف تم عزت کو اہمیت دیتی ہو باقی لڑکیاں نہیں۔۔۔" وہ اس کی پر اعتماد مگر بے حد سرخ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس سے بھی زیادہ اعتماد کے ساتھ بولا لیکن وہ بلکل بھی گڑبڑائی نہیں۔

"

لڑکیاں کم و بیش یہی سوچ رکھتی ہیں۔" اس کی بات مکمل ہوئی اور کمرے کی خاموش فضا میں ابان کا قہقہہ گونج اٹھا وہ اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی کہ اسے ابان کی ہنسی بے موقع لگی تھی۔

"ایک وقت میں دو مختلف باتیں تم کیسے کر سکتی ہو؟" ابان کا انداز استہزائیہ تھا۔

"میں آپ کی بات کا مطلب بلکل نہیں سمجھی۔" وہ اس کی گرفت کمزور پا کر اپنے بازو سے اس کا ہاتھ ہٹا گئی۔

"میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا دوسرے سے برائی کی توقع وہی رکھتے ہیں جو خود برائی میں مبتلا ہوں۔۔۔ کیونکہ اچھے انسان کو پوری دنیا اچھی اور برے کو سب برے ہی نظر آتے ہیں۔" اس نے عابیہ کو دیکھا جو اپنا بازو سہلا رہی تھی تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں میں آنسو تھے لمحہ بھر کو ابان کو شرمندگی نے گھیرا مگر وہ خود کو کمپوز رکھے بولتا چلا گیا۔

"تم جو کام نہیں کر سکتیں تم اس کی توقع کشمالہ سے رکھ کر کشمالہ کو نہیں خود کو کمزور ظاہر کر کے مجھے تکلیف دے رہی ہو۔" وہ نم آنکھوں میں حیرت لیئے چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کبھی بھی سنی سنائی بات پر یقین مت کرنا' جب تک تمھارا دل گواہی نہ دے۔ کشمالہ کے بارے میں جو کچھ کہا وہ تمھاری بھابھی کی نظر ان کی سوچ ہے اور تم ان کی کہی بات پر یقین کر کے کشمالہ کو کٹہرے میں کھڑا کر کے غلط سمت کی جانب رواں ہو اور یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام گیا جس جانب اس کی توجہ نہیں تھی بہت نرمی سے وہ اسے اس پہلو سے روشناس کراتا چلا گیا۔

"ابان' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں' آئندہ میں خیال رکھوں گی اور کشمالہ سے اپنے رویے و تلخ کلامی کے لیئے معذرت بھی کرلوں گی۔" عابیہ کی بات پر ابان نے سکون کی سانس لی اسے عابیہ کی یہ بات سب سے زیادہ اچھی لگتی تھی کہ وہ اپنی غلطی پر اڑ کر نہیں بیٹھ جاتی تھی وہ اپنی غلطی مان کر سدھار کی بھی کوشش کرتی تھی۔ ابان نے مسکرا کر اس کا رخسار تھپکا۔

"زندگی بہت حسین ہے بیبہ' اگر ہم دوسرے کے معاملات میں دخل نہ دیں۔۔۔ اور نہ کسی کو اپنے معاملات میں بولنے دیں۔۔۔ دوسرے کے دماغ سے نہ سوچیں۔۔۔ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔۔۔ زندگی کی رعنائی رشتوں کی پاکیزگی صاف عیاں ہونے لگتی ہے۔" وہ دھیمے سے بولتا اپنی جانب کا لیمپ آف کر کے لیٹ گیا۔ عابیہ کو اندھیرے میں نیند نہیں آتی اس لیئے اس نے اپنی طرف کا لیمپ آن کیا اور لیٹ گئی۔

"آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ میں بھابھی سے اپنی ہر بات شئیر کرنا چھوڑ دوں۔۔۔ ان سے مشورہ کرنا بند کر دوں تو آپ بے فکر رہیں ایسا ہی ہو گا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کمرے کے سناٹے میں عابیہ کا بوجھل لہجہ گونجا وہ خلاف توقع بات پر گردن موڑ کر عابیہ کو دیکھنے لگا۔ لیمپ کی مدھم روشنی میں اس کا چہرہ قدرے زرد اور کافی سنجیدہ لگا۔

"نہیں میں نے ایسا نہ کچھ کہا نہ ایسا کچھ چاہتا ہوں۔ تمھاری اپنی بھابھی سے انڈرسٹینڈنگ ہو گئی ہے یہ بہت اچھی بات ہے

لیکن کچھ معاملات میں، کسی تیسرے کی انٹرفیئرنس مجھے بلکل پسند نہیں ہے اس لیئے محتاط رہنے کو کہا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں شئیرنگ سے روک رہا ہوں۔" وہ اسے اپنے قریب کرتے ہوئے مدھم لہجہ میں بولا کہ جانتا تھا کہ وہ حساس ہے اسے ہر بات فیل ہوتی ہے اس لیئے وہ نرمی سے ہی پیش آتا تھا اور عبرو دوالے معاملے میں تو وہ بہت محتاط تھا کہ اسے اندازہ تھا کہ عابیہ جتنی معصوم ہے عبرو دا تنی ہی چالاک۔۔۔اس لیئے وہ عبرو د پر کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ اس کی چال سمجھ جاتا ہے اور اسے ناکام بنادیتا ہے کہ ایسا عبرود کو اندازہ ہو جاتا تو وہ طریقہ واردات بدل دیتی اور اسی لیئے وہ اسے مزید چالاک بننے کی مہلت دینا ہی نہیں چاہتا تھا۔ عابیہ نے اسے دیکھنے یا کچھ کہنے کے بجائے آنکھیں موند لیں۔

کمرے میں گہری خاموشی تھی بائیں طرف کا لیمپ ہی نہیں عابیہ کا دل بھی جل رہا تھا۔ وہ آج بہت رو چکی تھی لیکن آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے مکھ موڑے اپنی اپنی سوچ میں تھے نیند دونوں کی آنکھوں سے دور تھی مگر پیش رفت کسی ایک جانب سے بھی نہیں ہوئی تھی۔

مجھے اپنے سرھانے پے تھوڑی سی جگہ دے دو
مجھے نیند نہ آنے کی کوئی توجہ دے دو
ہواہوں میں لپٹنے دو
میرے قاتل مجھے جینے کا حق تو دو

"بیہ۔۔۔" گہری خاموشی میں ابان کی بوجھل سرگوشی عابیہ کے کان تک پہنچی اس نے آنسو رگڑے۔

"جی۔۔۔" ابان کی طرف کروٹ لیتے ہوئے بولی۔ مدھم روشنی میں عابیہ کا زرد چہرہ روشن ہوا اور وہ لب بھینچ کر اسے بازو سے تھام کر اپنے نزدیک کر گیا۔

"بیہ، آئی ایم سوری، میں کچھ زیادہ ہی تلخ اور سخت ہو گیا تھا۔" جو دل میں بستے ہوں ان کو تکلیف میں دیکھ پانا آسان نہیں ہوتا ابان ہر بات بھلائے یوں بولا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

مجھ کو برسات بنالو، ایک لمبی رات بنالو
اپنے جذبات بنالو جاناں
مجھ کو الفاظ بنالو، دل کی آواز بنالو
گہرا اسارا زبنالو جاناں
نشہ ہوں میں بہکنے دو

میرے قاتل مجھے جینے کا حق تو دو

عابیہ رو رہی تھی اور وہ اسے سب بھول جانے کی تلقین کرتا اس پر محبت نچھاور کرنے لگا۔ وہ عابیہ کا موڈ اچھا کرنے اور عبرود کی باتوں میں آنے سے بچانے کو بہت محبت سے اس کے ساتھ پیش آ رہا تھا۔

"میں تمہارے لیئے اس قدر پوزیسو ہوں کہ جو ہوا تمھیں چھو کر گزرتی ہے وہ بھی مجھے بری لگتی ہے۔۔۔" ابان کا لہجہ محبت کی چاشنی اور خمار لیئے ہوئے تھا عابیہ کے لبوں پر مسکان چٹکی۔ ابان نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ عابیہ جو کہیں نہ کہیں اس کے سخت انداز کی وجہ سے اس سے ناراض تھی اس کی اتنی محبت پر اس کی ہر ناراضگی' تمام تر گلے دور ہوتے چلے گئے۔ وہ ابان کی سرگوشی پر حیا سے ہنسی اور ابان کو لگا محبت کا ہر رنگ' ہر روپ اس کی بانہوں میں سمٹ آیا ہے۔ وہ بھی ہنس دیا۔

تیرے سنگ گزر جائے یہ عمر جو باقی ہے

ہنس دو نہ زرا کھل کے کاہے کی اداسی ہے

صبح ہوں میں آنے دو

میرے قاتل مجھے جینے کا حق تو دو

☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ' اب تم ہنسیں تو میں تمھارے دانت توڑ دوں گا۔" ابرج نے فائل میز پر پٹختے ہوئے اسے گھورا جو بلا مبالغہ ایک گھنٹہ سے وقفہ وقفہ سے ہنسے جا رہی تھی۔ اس وقت بھی اس کے غصہ کو محسوس کر لینے کے باوجود اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔" وہ غصہ سے کھولتا سیٹ سے اٹھتا' دھاڑا۔

"قسم سے ابر' تم اتنے کیوٹ لگ رہے ہو کہ میرا دل کر رہا ہے۔ بس تمھیں یونہی تنگ کرتی رہوں۔" وہ اور ابرج کی بات کا برا مان جائے ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے بولی۔

"ایلیفیہ' پلیز بی سیریئس یار' یہاں میری جان پر بنی ہے اور تم مذاق کیئے جا رہی ہو۔" ابرج کو اسے بہت عرصہ بعد بہت دل سے ہنستے دیکھ بہت اچھا لگ رہا تھا مگر اب اس کا مطلب یہ بھی تو نہ تھا کہ وہ گھنٹہ بھر بعد بھی اس کی طرف سے کسی حل کے بجائے اس کی بکواس اور ہنسی ہی سنتا جاتا۔

"تمھاری جان پر بنی ہے یہی بات تو بس قابل غور ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے آنکھ دبائی۔ ابرج نے لب بھینچ لیئے۔

"ویسے ایسے تو لڑکیاں بھی آہیں نہیں بھرتیں۔۔۔ ملنے کو نہیں تڑپتیں۔۔۔ جس قدر آپ موصوف بے قرار

ہیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

گلشن بھی اب تو ویرانہ لگتا ہے
ہر اپنا ہم کو بیگانہ لگتا ہے
ہم تیری یادوں میں کھوئے رہتے ہیں
لوگ ہمیں پاگل دیوانہ کہتے ہیں
تیرے بنا' ناممکن ہے زندگی کا گزارا صنم
تیرے نام ہم نے کیا ہے جیون اپنا سارا صنم

ابرج شوخی سے گنگنایا۔ ایلیفیہ نے اسے دیکھا وہ کس قدر خوش لگتا تھا۔ اس کا حسین چہرہ کیسے بہار کا مژدہ سنا رہا تھا۔ محبت پالینے کا خمار اس کی آنکھوں سے چھلک رہا تھا۔ وہ 'ماشاءاللہ' کہتی اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا گئی۔

"تم تو واقعی پاگل ہو گئے ہو۔" وہ اس کے ساتھ بڑھتے ہوئے بولی۔

"تم نے بات کی ماما سے۔۔" اس نے ایلیفیہ کی بات نظر انداز کی اور مطلب کی بات پوچھی۔

"پھپھو کو کی تھی کال' لیکن وہ مسکان کے ساتھ شاپنگ پر نکلی ہوئی ہیں تو بات نہیں ہو پائی۔" وہ دونوں ساتھ چلتے بات کر رہے تھے۔ ابرج یکدم ہی رک گیا اور اسے گھورنے لگا جو اس کی گھوری کو کسی خاطر میں ہی نہ لائی اور تمام ایمپلائز کو اٹینشن کیا۔

"تم کرواتی رہو اٹینشن اور اب کے گانا بھی تم گا لینا۔۔۔ میں جا رہا ہوں۔" ابرج نے اسے پہلے سے زیادہ غصہ سے گھورتے ہوئے تقریباً کان میں گھس کر کہا کہ صحیح معنوں میں وہ ایلیفیہ کے "اٹینشن پلیز۔۔" سے ڈرنے لگا تھا۔ وہ تیزی میں بڑھا تھا کہ وہ اس کو روکنے کو اس کی شرٹ پشت سے دبوچ کر اسے اپنی اور کھینچ گئی۔ بہت ممکن تھا کہ وہ گرتا تو ایلیفیہ بھی زمین بوس ہوتی مگر ابرج خود کو سنبھال گیا تھا اس نے ایلیفیہ کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا اور وہ لاپرواہی سے کاندھے اچکاتی مسکرا دی۔ ابرج کو اپنا چہرہ سرخ ہوتا محسوس ہوا کہ تمام ایمپلائز انھیں دیکھ رہے تھے۔ مجبوری یہ تھی کہ وہ اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا جس نے اپنا رخ ایمپلائز کی جانب موڑا اور کہنا شروع کیا۔

"جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہی ہیں آپ کے باس اور اس بزنس کے کرتا دھرتا ابرج سہروردی کا حال ہی میں (دو دن قبل) نکاح ہوا ہے۔" ایلیفیہ کی آواز گونجی۔ جس کے ساتھ ہی مبارکباد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابرج کو خود کو کمپوز کرنا پڑا۔ اس نے چہرے پر فہمائشی مسکراہٹ سجالی۔

"اس خوشی میں ابرج نے آپ سب کی سیلری میں اضافہ کرنے کا سوچا ہے۔" ایلیفیہ کی بات کے اختتام پر تالیہ

بجنے لگیں ابرج نے اسے دیکھا آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے باز رہنے کا کہا مگر ایلیفیہ اور سن لے۔ یہ اس صدی کی بات تو ہونے سے رہی۔

"ابرج یہ اعلان خود کرتا مگر آپ کے باس بھی ٹھہرے مشرقی لڑکے اس لئیے اپنے نکاح کی نیوز آپ سب سے شئیر کرتے شرما رہے ہیں اس لئیے آج میں یہ خوشخبری آپ سب کے ساتھ بانٹنے چلی آئی ہوں۔" ایلیفیہ کے ہنستے ہوئے کہنے پر ہال میں دبی دبی ہنسی سر اٹھانے لگی۔ ابرج کو اس سے اس درجے بکواس کی امید نہ تھی۔ اس نے اسے گھورنا چاہا مگر وہ اس کے دیکھنے کو نظر انداز کرتی اپنے اعلان کو جاری رکھے ہوئی تھی۔

"میں ایلیفیہ آغا آپ کے باس ابرج سہروردی کے نکاح کی خوشی میں آپ سب کی سیلری میں دس فیصد اضافہ کا اعلان کرتی ہوں۔" تمام ورکرز میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تالیوں کی گونج میں مسرت کی لہر سفر کر رہی تھی۔ اس نے ابرج کی جانب دیکھا اس کی آنکھوں میں مسرت تھی۔ ابرج نے ایک گہری سانس خارج کی اور مسکرا دیا۔

"اتنا تو حق رکھتی ہوں نا۔۔۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتا اس کا ہاتھ تھام گیا۔

"تم اس سے بھی زیادہ حق رکھتی ہو۔" وہ ایلیفیہ کے فیصلہ سے مطمئن تھا۔ اس نے ورکرز کی جانب دیکھا اسے لگا کہ سب ایلیفیہ کی کہی بات کی تصدیق چاہتے ہیں۔

"ایلیفیہ نے کہہ دیا سمجھیں آپ سب کی سیلری میں اضافہ ہو گیا۔" ایلیفیہ کی اہمیت سے سب ہی واقف تھے مگر اس کے اعلان پر ایک خدشہ تھا جو ابرج نے دور کر دیا۔ اب کے تالیوں میں پہلے سے زیادہ شدت تھی۔ وہ دونوں باہر کی طرف بڑھ گئے۔

"یقین رکھو اس قدم سے تمھیں اتنی دعائیں ملیں گی کہ تم مکنون کے ساتھ بے حد خوش رہو گے۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر بولی۔

"انشاللہ۔۔" ابرج نے مسکرا کر چابی اس کی طرف بڑھا دی جس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"لیکن ایلفی، تمھاری حماقتیں بہت بڑھ رہی ہیں پلیز کنٹرول او کے؟" اس نے آنکھیں دکھائیں۔ وہ ہنس دی۔

"میری زندگی کی ہر خوشی روٹھ گئی ہے بس اب میں تمھارے جیون کی ایک ایک خوشی جینا چاہتی ہوں۔۔۔ تمھیں مکنون کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارتے دیکھنا چاہتی ہوں۔" اس نے سوچتے ہوئے آنکھ میں آئی نمی پونچھی۔

"ماما، پتہ نہیں اس سب کو کیسے لیں گی، کہیں ناراض ہی نہ ہو جائیں کہ بزنس چلا میں رہا ہوں مگر ہر بڑا فیصلہ ماما کی ایما پر ہی لیا جاتا ہے یہ پہلا فیصلہ ہے جو لے لیا گیا ہے اور ماما لا علم ہیں وہ غصہ سے میرا سر ہی قلم نہ کر دیں۔" اس نے ایلیفیہ کا چپ ہو جانا محسوس کیا اور اس کی جانب دیکھنے پر وہ اس کے آنسو دیکھ گیا اور گاڑی میں بن بلائے چلے آنے والے

بوجھل پن کو دور کرنے کو ایک سنجیدہ مسئلہ قدرے شوخی سے اس کے سامنے رکھ گیا۔

"میں نے پھپھو کی اجازت سے ہی اعلان کیا ہے تم بے فکر رہو۔" ایلیفیہ کی بات پر وہ چونکا اور اسے گھورنے لگا۔

"میری بات کرنے کا موقع نہیں ملا تمھیں' اپنی ساری باتیں ہو گئیں۔" وہ اس کے غصہ ہونے پر چپ رہی۔

"میں آئندہ تم سے کوئی مدد نہیں مانگوں گا۔" ناراض ہوتا بولا وہ اب بھی چپ رہی اور خاموشی سے ڈرائیونگ کرتی رہی۔ ابرج اسے لعنت ملامت کرنے لگا وہ مسکراتی رہی۔ گاڑی بخاری ولاز کے سامنے رکی وہ چونکا اور اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ جو اس کے سوالوں کو نظر انداز کرتی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کا کہتی گاڑی سے اتری۔ ابرج بھی فرنٹ ڈور اوپن کرتا باہر آ گیا۔ دو منٹ بعد بخاری ولاز کا مین ڈور کھلا اور درِ مکنون کا چہرہ نمودار ہوا اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں۔ درِ مکنون جو بے حد کنفیوژ تھی اسے منمناتے انداز میں سلام کر گئی۔ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ اور وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ گئے۔

"یہ مجھ پر ظلم ہے۔۔۔ مجھے ڈرائیور ہی بنا دیا ہے۔ کوئی ایک تو فرنٹ سیٹ پر آ جاؤ۔" ان دونوں کو بیک سیٹ پر بیٹھے دیکھ اس نے شوخ سی شکایت کی۔

"دیکھ لو مکنون' تمھارے عشق میں یہ بندہ اتنا ہی باؤلا ہوا جا رہا ہے۔" ایلیفیہ کی بات پر اس کا سر جھک گیا۔ جبکہ وہ درِ مکنون کی گھبراہٹ محسوس کرتی اسے ابرج کی بے قراریوں کی داستان سنانے لگی۔ لنچ آورز میں اس نے ایلیفیہ سے کال کر کے کہا تھا کہ وہ کچھ ایسا کرے کہ وہ درِ مکنون سے مل سکے۔ ایلیفیہ نے اس سے کہا کہ وہ ڈنر کا پروگرام رکھ لے جس پر وہ دل مسوس کر رہ گیا اور معصومہ سہروردی کا فیصلہ اسے سنا دیا جنھوں نے کہا تھا کہ وہ رخصتی تک درِ مکنون سے ملنا تو دور فون پر رابطہ کا بھی نہ سوچے اور یہ فیصلہ نکاح سے پہلے ہوا تھا جسے وہ ناچار مان بھی گیا تھا مگر اب دل کا کیا کرتا جو درِ مکنون سے ملنے کو بے چین تھا اس لیئے ابرج کے کہنے پر ایلیفیہ نے معصومہ سہروردی سے بات کی تھی اور کہا تھا کہ وہ ابرج کے نکاح کی خوشی میں ابرج اور درِ مکنون کو پارٹی دینا چاہتی ہے وہ منع کر گئی تھیں لیکن ایلیفیہ نے انھیں منت کر کے ضد سے منا لیا تھا اور انھوں نے درِ شہوار سے بات کی تھی نکاح تو ہو گیا تھا اس لیئے درِ شہوار نے اپنے اصولوں میں لچک لاتے ہوئے اجازت دے دی تھی کہ ان کے اطمینان کے لیئے تو نکاح کا بندھن ہی کافی تھا اور یہ بات بھی پر سکون کر گئی تھی کہ ابرج اکیلا نہ ہو گا ڈنر اس کی کزن کی طرف سے ہے اور وہ ہی پک کر کے ڈراپ بھی کرے گی۔ ایلیفیہ نے دونوں کو ہی تفصیل سے آگاہ کیا اور وہ لوگ کراچی کے مہنگے ہوٹل چلے آئے۔ ایلیفیہ نے گاڑی کی چابی مانگی تو ابرج اسے سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگا۔

"مجھے کباب میں ہڈی بننے کا بالکل شوق نہیں۔۔۔ جب واپسی کا ارادہ ہو کال کرنا میں آ جاؤں گی۔" ایلیفیہ کی بات

پر درمکنون مضطرب ہو گئی۔

"ماما جان' سے آنٹی نے کہا تھا کہ آپ ڈنر دے رہی ہیں۔۔۔ آپ چلی جائیں گی تو یہ دھوکہ دینے کے مترادف ہو گا اور ماما جان کے علم میں آئے گی یہ بات تو ان کو بہت برا لگے گا۔" درمکنون نے بہت دھیمے لہجہ میں کہا۔

"محبت اور جنگ میں سب جائز ہوا کرتا ہے۔۔۔ اس لیئے تم اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ کسی کو پتہ لگے گا اور دکھ ہو گا وغیرہ کیونکہ یہ راز' راز ہی رہے گا۔" وہ ابرج کے ہاتھ سے چابی لیتی۔ درمکنون کا گال تھپتھپاتی گاڑی میں بیٹھ گئی اور وہ لب کچلتی ناچار اس کے ساتھ اندر چلی آئی۔

تیری بارشیں بُھگائیں مُجھے،
تیری ہوائیں بہائیں مُجھے،
پاؤں تلے میرے زمینیں چل پڑیں
ایسا تو کبھی' ہوا ہی نہیں،
اے میرے دل مبارک ہو' یہی تو پیار ہے۔۔۔!

"تم اس رشتہ سے خوش ہو مکنون؟" ایلیفیہ کی ریزرو کروائی ٹیبل پر وہ آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ابرج نے وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ کے ساتھ بلیک سیلف پرنٹ ٹائی لگائی ہوئی تھی اس کا کوٹ اس کی چیئر کی بیک پر ہینگ ہوا رہ گیا تھا کہ وہ تو ایلیفیہ کے ہنسنے پر چڑ کر باہر کو بڑھا تھا۔ اسے پتہ ہوتا کہ درمکنون سے ملاقات ہے تو وہ شاید بہت اچھے سے تیار ہو کر آتا مگر وہ اس وقت کسی خاص تیاری کے بنا بھی دلکش لگ رہا تھا چہرے پر چھائی مسرت کہیں سے بھی صبح سے شام تک کی محنت اور تھکن کو ظاہر نہیں کر رہی تھی۔

"ماما جان' مطمئن ہیں تو میں بھی رشتہ سے مطمئن ہوں۔" وہ مدھم لہجہ میں بولی۔ وہ رائل بلیو کلر کے اسٹائلش ٹراؤزر سوٹ میں ہمرنگ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے بہت لائٹ سے میک اپ میں قدرے گھبرائی ہوئی۔ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"میں نے آنٹی کے اطمینان و خوشی کا تو پوچھا ہی نہیں ہے میں تو تمہاری خوشی' تمہاری مرضی کی بات کر رہا ہوں۔" وہ بے تکلفی سے بولتا ٹیبل پر دھرے اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ گیا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی جو پر اعتماد انداز میں مسکرایا اور درمکنون کا سارا اعتماد پانی ہوتا چلا گیا۔ وہ لب کچلنے لگی۔

"میں نے کہا نا کہ بھیا اور ماما جان اس رشتہ سے خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں میرے لیئے میری اپنی خوشی تو تب

معنی رکھتی جب مجھے کوئی پسند ہو تا جب مجھے کرنی ہی ماما جان کے پسند سے لڑکے سے شادی تھی تو میں اس شادی سے مطمئن ہوں۔" اس کا جواب کے لیئے اصرار بڑھا اور وہ مدھم لہجہ میں بولتی چلی گئی۔ اس کا جواب ابرج کو بے حد اچھا لگا تھا کہ وہ خود بھی اتنا ہی خالص تھا وہ بات کو توڑ موڑ کر پیش کرنے کا قائل نہ تھا۔ اسے درمکنون کی سچائی اور کسی حد تک صاف گوئی نے کافی متاثر کیا۔

"بات اگر سچ سے شروع ہو کر سچ پر ختم ہوتی ہے تو میں بھی صرف سچ کہوں گا سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔" وہ اس کی حسین آنکھوں میں جھانکتے ہوئے شریر لہجہ میں بولا۔ اس کی پلکیں لرزتے ہوئے عارضوں کو چھونے لگیں۔

ایسا لگتا ہے کیوں، تیری آنکھیں جیسے آنکھوں میں میری رہ گئیں،
کبھی پہلے میں نے، نہ سُنی جو ایسی باتیں کہہ گئیں،
تُو ہی تُو ہے جو ہر طرف میرے،
تو تُجھ سے پرے میں جاؤں کہاں،
اے میرے دل مبارک ہو' یہی تو پیار ہے۔۔۔!

"اس گھڑی کے لیئے میں نے کتنے ماہ بے چینی سے انتظار کیا۔ اس شام سے جب تمھیں پہلی بار دیکھا تھا۔۔۔ لفٹ دی تھی۔۔۔ راستہ بھر میں تمھارے حسین مکھڑے کے نقش' نقش کو حفظ کیا تھا۔۔" ابرج کی نگاہیں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ اور جس سے پہلی نگاہ کی محبت کی تھی' وہ اب اس کی منکوحہ تھی اور وہ بلا جھجک اس سے اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا اس پر اپنی بے قراریاں عیاں کر رہا تھا۔ اور وہ سانس روکے سن رہی تھی ابرج کے لفظ سماعتوں میں رس گھولتے دل کی سرزمین کو مہکا رہے تھے۔ محبت کے دیے جل اٹھے تھے۔

جہاں پہلے پہل تو آ ملا تھا ٹھہرا ہوں وہی میں بھی
تیرا دل وہ شہر ہے جس شہر سے جا کے لوٹا نہ میں کبھی
لاپتہ سا مل جاؤں کہیں تو مجھ سے بھی مجھے ملادے زرا
اے میرے دل مبارک ہو' یہی تو پیار ہے۔۔۔!

ابرج نے کھانا آرڈر کیا اور باتوں کے دوران وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا کہ ابرج اس سے بے تکلفی سے بات کر رہا تھا اس کا انداز بہت دوستانہ تھا۔ درمکنون کے لیئے یہ سب بہت نیا' بہت انوکھا تھا وہ گھبراہٹ سے زیادہ حیا کے زیر

اثر تھی لیکن اس کی باتوں میں اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ کھانا بہت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ وہ دونوں پہلی ملاقات میں ایک دوسرے کے بارے میں کافی کچھ جان گئے تھے۔ پسند' ناپسند۔۔۔ وہ اس سے گانے کا پوچھنے لگا تھا کہ اسے کیسا لگا تھا اس کی پلکیں یکبارگی لرزیں۔ وہ چپ رہی بول نہیں پائی کہ وہ دو دن سے اس کی آواز کو چلتے پھرتے محسوس کرتی خواب میں سن رہی ہے کہ اس کی محبت بھری آواز ہی تو اس کے دل کے ساز بجا گئی تھی پہلی دفعہ اس نے ابرج کے لیئے محبت محسوس کی تھی۔

ابرج نے اس کا بے حد حسین چہرہ دیکھا جو قوس و قزح کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اسے اس کا جواب مل گیا۔ وہ دلکشی سے ہنس دیا۔ وہ مزید جھینپ گئی۔ اس نے ہاتھ سامنے کرنے کا کہا۔ درمکنون نے جھجکتے ہوئے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور ابرج نے مسکراتے ہوئے اس کی مخملی کلائی میں بریسلیٹ پہنا دیا۔

ہاں ہنسی بن گئے، ہاں نمی بن گئے
تم میرے آسماں، میری زمیں بن گئے
ہاں ہم بدلنے لگے، گرنے سنبھلنے لگے
جب سے ہے جاناں تمہیں، تیری اُور چلنے لگے

کوئی دو گھنٹہ بعد وہ لوگ باہر نکلے گاڑی پارکنگ میں کھڑی تھی۔ لیکن ایلیفیہ کہیں نظر نہ آئی۔ ابرج نے ایلیفیہ کو کال ملائی۔ اس نے کہا وہ بس آرہی ہے وہ کہے کے مطابق اگلے پانچ منٹوں میں ان کے سامنے تھی وہ الجھ گیا مگر ایلیفیہ نے بعد میں بتانے کا اشارہ کیا اور گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھادی۔ راستے میں اسے ایلیفیہ غیر معمولی خاموش لگی مگر وہ وجہ سمجھ نہ پایا۔ واپسی میں باتوں کے دوران اس نے درمکنون کی طرف ایک گفٹ پیک بڑھایا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" درمکنون لینے سے انکاری ہوئی۔

"آج کا ڈنر میری طرف سے تھا تو گفٹ تو بنتا ہی ہے لے لو یہ تمھارا حق ہے۔" وہ مسکرائی درمکنون شکریہ کے ساتھ گفٹ پیک تھام گئی۔ ابرج نے درمکنون کو جو بریسلیٹ دیا تھا وہ بھی ایلیفیہ نے ہی ابرج کو دیا تھا۔ گاڑی بخاری ولاز کے سامنے رکی اس نے اخلاقاً انھیں اندر آنے کی آفر کی لیکن وہ دونوں سہولت سے انکار کر گئے۔

"بہت جلد آؤں گا' تمھارے ہاتھ کی کافی پینے۔۔" ابرج نے اس پر آج کی آخری نظر ڈالتے ہوئے شرارت و بے تکلفی سے کہا۔ درمکنون کے لبوں پر مسکان چٹکی' چہرے پر حیا کے رنگ بکھرے اور وہ تیزی میں وہاں سے نکلتی بخاری ولاز کے کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوگئی اور وہ مطمئن سا بے حد مسرور' گاڑی میں آبیٹھا۔

حسرتیں اب میری تم سے ہیں
تم دعا اب میری آخری بن گئے
ہاں ہنسی بن گئے، ہاں نمی بن گئے
تم میرے آسماں، میری زمیں بن گئے

☆☆☆☆☆☆

"کشمالہ 'کچھ پریشان لگ رہی ہو؟" کشمالہ اپنی روم میٹ سدرہ کی آواز پر چونک کر اسے دیکھتی نفی میں گردن ہلا گئی۔

"نہیں 'کوئی پریشانی نہیں ہے۔" وہ سدرہ کے اصرار پر مسکرا کر بول گئی اور اس کے مزید سوالوں سے بچنے کے لیئے وارڈروب کی جانب بڑھی اور صبح کے لیئے کپڑے استری کرنے لگی۔ کشمالہ بے حد کم گو اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی۔ وہ نہ کسی کے معاملات میں پڑتی تھی اور نہ ہی کسی کو اپنے معاملات میں بولنے کی اجازت دیتی تھی۔ ہاسٹل میں کئی لڑکیاں تھیں 'کئی کلاس فیلوز تھیں لیکن وہ اپنے دل کی بات کسی سے بھی شئیر نہیں کرتی تھی یہی وجہ تھی کہ اس کی سب لڑکیوں سے صرف سلام دعا تھی دوستی کچھ خاص نہ تھی۔ سدرہ کیساتھ زیادہ وقت گزرتا تھا کہ وہ اس کی کلاس فیلو اور روم میٹ تھی اسی لیئے وہ دونوں ایک دوسرے کا خیال کر لیتی تھیں۔ سدرہ بھی ایک کم گو لڑکی تھی اس کا مقصد صرف ڈاکٹر بننا تھا اس لیئے وہ دوستیاں پال کر اپنے مقصد سے ہٹنا نہیں چاہتی تھی کہ اسے اپنی فیملی کی طرف سے بھی یہی آرڈرز تھے کہ وہ دوستیاں و رشتہ داریاں بنانے کے بجائے صرف اپنی تعلیم پر توجہ دے۔ وہ پاکستان کے ایک پسماندہ گاؤں کی رہائشی تھی اور باپ کی منت سماجت کر کے خاندان بھر کی مخالفت مول لے کر تعلیم حاصل کر رہی تھی اس لیئے وہ اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔

کشمالہ نے کپڑے استری کر کے ہینگر کیئیے اور الماری میں لٹکا کر پلٹی تو سدرہ سو چکی تھی۔

"تمھیں کیا بتاؤں سدرہ کہ میں کس پریشانی میں مبتلا ہوں۔۔۔ جس شخص کی محبت کو سینے میں دفن کر کے رکھا اس محبت کی بو وہ شخص تو کبھی نہ پاسکا لیکن اس کی بیوی پا گئی اور مجھے میری نظروں میں ہی گرا گئی۔" وہ ایک نظر سدرہ پر ڈالتی لائٹ آف کر کے لیٹی 'سوچتی چلی گئی۔

"عابیہ 'نے جو کچھ مجھ سے کہا بعد میں بھلے معافی مانگ لی لیکن میں سید صاحب سے نظر ملانے کے بھی قابل نہیں رہی۔۔۔ ان کے لئے میرے جذبات بہت خاص ہیں لیکن وہ میرا نصیب نہیں بن سکتے اس لیئے میں نے اپنے جذبات کو

چھپا کر رکھا لیکن سب ختم ہو گیا۔" رات قطرہ قطرہ بھیگ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں بھی موتی چمکنے لگے تھے۔

"مجھے بس یہ سمجھ نہیں آتی کہ جو راز میں نے خود سے بھی چھپا کر رکھا اس تک عابیہ کی رسائی کس طرح ہو گئی ۔۔۔؟" وہ بے چینی سے اٹھ بیٹھی۔

"عابیہ اتنی سمجھدار نہیں ہیں اگر وہ دل کا حال جاننے میں اتنا ہی ملکہ رکھتی ہوتیں ۔۔۔ چہرے پڑھنے کے فن میں اتنی ماہر ہوتیں تو ایلیفیہ آغا سے ہر گز بھی نارملی بات نہ کر رہی ہوتیں ۔۔۔" وہ کھڑکی میں آن کھڑی ہوئی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کو اپنے حصار میں لینے لگے اور وہ تانے بانے بنتی بے حد مضطرب تھی۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ عابیہ اس کا راز کیسے جان گئی؟ نہ صرف جان گئی اسے جتا بھی گئی اگر وہ اتنی ہی چہرہ شناس تھی تو اس سے ایلیفیہ کی محبت کیونکر چھپی رہی کہ ایلیفیہ کی جب جب ابان پر نظر اٹھی اسے اپنا دل رکتا محسوس ہوا تھا وہ لڑکی اسے حیران کر گئی تھی کہ ایلیفیہ کی آنکھوں سے اس قدر چاہت' اتنی شدید محبت اور اس سے بڑھکر عقیدت کی شعاعیں نکل رہی تھیں کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب معلوم ہو رہا تھا حسد' جلن اور رقابت کی جگہ محبوب کے محبوب سے عشق کا منظر کشمالہ کو متحیر کرنے کے ساتھ ابان کی قسمت پر رشک پر بھی اکسا گیا تھا۔

کشمالہ یہ سوچ رہی تھی کہ اگر عابیہ اتنی ہی چہرہ شناس تھی تو وہ ابان کے لیئے ایلیفیہ کے جذبات سے کیوں لاعلم تھی ۔۔۔؟ وہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھ رہی تھی کہ یکدم ذہن میں کوندا سا لپکا۔

"او مائی گاڈ' یہ یقیناً اسی شخص کی کارستانی ہے لیکن وہ کیسے میرے دل کا حال جان گیا اور اس کی سید صاحب سے ایسی کیا دشمنی ہے جو وہ مجھے اکسا رہا تھا کہ میں سید صاحب اور عابیہ کو الگ کر دوں؟ وہ کیوں ایسا چاہتا ہے؟ میں تو یہ تک نہیں جانتی کہ وہ ہے کون؟" وہ ارمش کی باتیں سوچتی اضطراب کو بڑھتا محسوس کر رہی تھی۔ ذہن میں ابھرنے والا ہر نیا سوال اسے نئے سرے سے الجھا رہا تھا۔

"مجھے سید صاحب سے ملنا ہو گا ۔۔۔ مجھے ان سے بات کرنی ہو گی ۔۔۔ مجھے اس شخص کے ارادوں کا سید صاحب کو بتانا ہو گا ۔۔۔" وہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھ رہی تھی کہ اس نے ابان سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ گھڑی میں ٹائم دیکھا ساڑھے نو ہو رہے تھے گو کہ اتنی رات نہیں ہوئی تھی لیکن اسے اس وقت کال تو دور ایک ٹیکسٹ کرنا بھی نامناسب ہی لگا اس لیئے اس نے فجر میں ٹیکسٹ کرنے کا سوچا اور سونے کے لیئے لیٹ گئی۔ اس کی نیند گزشتہ راتوں سے زیادہ آج ڈسٹرب تھی وہ بہت چاہ کر بھی پوری رات سو نہیں پائی تھی۔

مغنّیوں کو بلاؤ کہ نیند آ جائے

کہو وہ گیت سناؤ کہ نیند آ جائے

چلے بھی آؤ مرے جیتے جی اب اتنا بھی
نہ انتظار بڑھاؤ کہ نیند آ جائے

چراغ عمر گذشتہ بجھا دیا کس نے
وہی چراغ جلاؤ کہ نیند آ جائے

حقیقتوں نے تو کھل کھل کے نیند اڑا دی ہے
نئے طلسم بناؤ کہ نیند آ جائے

سکوں نصیبو ادھر آؤ اور کوئی تدبیر
ذرا ہمیں بھی بتاؤ کہ نیند آ جائے

بڑی طویل ہے محشرؔ کسی کے ہجر کی بات
کوئی غزل ہی سناؤ کہ نیند آ جائے

☆☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ 'کیا ہوا ہے اتنی چپ چپ کیوں ہو؟" اس نے گنگناہٹ کا سلسلہ موقوف کرتے ہوئے اسے دیکھا جو بیک سیٹ پر زرد چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"بس سر میں درد ہے۔ تم مجھے زرا جلدی گھر ڈراپ کر دو۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولی لیکن اس کا بھیگا لہجہ ابرج کی پریشانی بڑھا گیا۔

"تم تو گھر جا رہی تھیں مجھے تمھیں آغا ہاؤس سے پک کرنا تھا تو پھر تم پانچ منٹ میں کہاں سے آ گئی تھیں۔۔۔ تم مجھے بتاتی کیوں نہیں ہو؟" اس نے بیک مرر سے اس کو روتے دیکھا اور گاڑی روک کر اس کو فرنٹ سیٹ پر آنے کا کہا ایلیفیہ ناچار گاڑی سے اتری اور ٹشو سے ناک رگڑنے لگی۔ ابرج نے بس ایک نظر دیکھا اور تفصیل جاننے کو استفسار کر گیا۔

"میں گھر جاتی کہ ارمش آ گیا۔۔۔ اور اس نے مجھے ڈنر ساتھ کرنے کی آفر کی میں نے بہت منع کیا لیکن وہ میرا

ہاتھ تھامے ہوٹل میں لے گیا۔" وہ روتے ہوئے اسے تفصیل بتاتی چلی گئی۔

"اس میں رونے یا پریشان ہونے والی کیا بات ہے ارمش تمھارا منگیتر ہے اگر اس کے محبت سے اصرار کرنے پر تم نے اس کے ساتھ ڈنر کر لیا تو کیا حرج ہے یہ تو اچھی ہی بات ہے یوں تم دونوں کے درمیان انڈرسٹینڈنگ ہو جائے گی ۔" وہ بدقت تمام مسکرا کر بول گیا۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو پڑی تو وہ پریشان ہو گیا۔

"کیا ارمش نے کچھ غلط کہا یا کوئی غلط حرکت کی۔۔۔ جو تم یوں ڈسٹرب ہو بتاؤ مجھے ایلیفیہ۔۔۔؟" وہ جو ہاتھ پکڑ کر لے گیا تھا والی بات پر ناگواری محسوس کرنے کے باوجود نظر انداز کر گیا تھا اس کے رونے پر یہی نتیجہ اخذ کر پایا کہ ارمش شاید اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش میں ایلیفیہ کو پریشان کر گیا ہے تب ہی اس جیسی خود اعتماد اور ویل کمپوزڈ لڑکی بھی خود پر ضبط نہیں کر پائی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ابر۔۔" اس نے ٹشو سے آنکھیں رگڑتے ہوئے اس کی سوچ کی نفی کی۔

"پھر کیا بات ہے۔۔۔ بتا بھی دو' میں بہت ٹینشن میں آگیا ہوں۔" وہ گاڑی کی اسپیڈ مزید کم کرتے ہوئے بولا۔

"میں ارمش سے شادی نہیں کر سکتی ابر۔۔۔" وہ اسٹیئرنگ پر رکھے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"کیوں ؟" وہ اسے دیکھنے لگا۔

"میرا دل نہیں مانتا' میں ارمش کی محبت کا جواب محبت سے نہیں دے پاتی۔۔۔ آج وہ خوش تھا مجھ سے میری پسند پوچھ کر اس نے کھانا آرڈر کیا وہ مجھ سے لگاوٹ کا مظاہرہ کر رہا تھا اور میرے دل میں سناٹے اتر رہے تھے لب پر جامد خاموشی تھی۔۔۔ میں چاہ کر بھی بہت کوشش کے باوجود بھی ارمش کے ساتھ ہنس نہیں سکی' اس کی شگفتہ مزاجی کا ساتھ نہ دے سکی۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ ابرج ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"میں منافقت بھری زندگی سے بچنا چاہتی تھی اسی لیئے میں نے شادی سے انکار کیا مگر تم سب لوگوں نے مجھے بندھن میں باندھ دیا لیکن کیا کروں میں ابر' میرے دل تک ارمش کی محبت سفر نہیں کرتی۔۔۔ میری سماعت میں اس کی چاہتوں سے لبریز سرگوشیاں نہیں اترتیں۔۔۔۔ میری آنکھوں میں اس کا چہرہ نہیں سماتا۔۔۔ میں آج بھی ابان کی محبت کے لمحہ سے لپٹی ہوں۔۔۔ مجھے مت مجبور کرو میری سانس گھٹ جائے گی۔۔۔ میں ارمش کے ساتھ بے روح کی جسمانی زندگی نہیں جینا چاہتی پلیز ابر' اس سفر میں مجھے بڑھنے سے قبل روک لو جو صرف میری موت ہے۔" وہ بول بول کر تھک گئی اس کے آنسو مگر اب بھی بہہ رہے تھے۔ ابرج کچھ نہیں بولا کہ اب بولنے کو کچھ بچا ہی نہ تھا آج دو گھنٹہ ارمش کے ساتھ گزارے تو اس کی حالت مرنے والوں سی تھی اگر زندگی گزارنی پڑ جائے تو اس نے تو بیچ میں مر جانا تھا۔

"تم ابھی ماموں اور مامی سے کچھ مت کہنا صرف مسکان کی شادی تک صبر کر لو پھر تم جو چاہو گی وہی ہو گا۔" گاڑی

آغا ہاؤس کے سامنے رکی اور وہ بوجھل لہجہ میں بولا اور وہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہم نے تمھیں بندھن میں اس لیئے باندھا تاکہ تم ابان کی محبت بھلا کر نئے رشتے کو محسوس کرو' زندگی کے رنگوں کو محسوس کرو لیکن ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا اس لیئے وہی ہو گا جس میں تمھاری خوشی۔۔۔ میں ہمیشہ تمھارے ساتھ ہوں۔" وہ اسے اپنے ساتھ کا یقین دلا رہا تھا اور وہ روتے سے مسکرا دی۔

"شکریہ ابر۔۔۔" وہ گاڑی سے اتر گئی اور وہ بوجھل دل کے ساتھ گاڑی بھگا لے گیا۔ ایلیفیہ بڑی تیزی میں کمرے میں پہنچی تاکہ آسیہ آغا اس کو روتے دیکھ پریشان نہ ہوں۔ وہ چینج کیئے بنا بستر پر دراز ہو گئی آنسو گال بھگونے لگے۔

"پوری کائنات لوگوں سے بھری پڑی ہے لیکن ایک شخص کے نہ ملنے سے کائنات خالی خالی معلوم ہوتی ہے اپنا آپ بھیڑ میں بھی اکیلا لگتا ہے۔" وہ سسک رہی تھی کمرہ سسکیوں سے گونجتا کمرے کے مکین کی اداسی کو اپنے اندر سموئے بہت خاموش تھا۔۔۔!

"جس شخص کو جیون کی کرن مانا۔۔۔ جسے محبت کا دیپ مانا۔۔۔ جس کے خیال سے دل دیا کو جلتا ہوا محسوس کیا۔۔۔ اس کے کسی اور کے ہو جانے پر تڑپی۔۔۔ مگر تڑپ کر رہ گئی۔۔۔ اسے کسی اور کے ساتھ دیکھتی ہوں تو اس کی خوشی کا خیال منظر حسین کر دیتا ہے۔" اس کی آنکھوں کے سامنے ابان کے ولیمہ اور ابرج کی منگنی کی شام کے مناظر چلنے لگے۔

"اب خود کسی اور کی ہونے جا رہی ہوں تو تڑپ کا سلسلہ بڑھ رہا ہے۔۔۔ اپنا آپ کسی اور کے ساتھ کس قدر عجیب' کتنا ادھورا لگتا ہے۔۔۔۔" اس کی آنکھ کے سامنے آج کا منظر تازہ ہو گیا۔ وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے ارمش کے چہرے سے مسرت عیاں تھی اور وہ خود۔۔۔۔ وہ اٹھ کر بیٹھتی آنسو رگڑ گئی۔

"ارمش میری جیسی ادھوری لڑکی ڈیزرو نہیں کرتا' جس کا دل اس کا نہیں ہے۔۔۔ جس شخص سے دل کا تعلق جڑ نہیں سکتا اس سے تن کا تعلق جوڑنا چہ معنی وارد۔۔۔۔ میں ارمش سے شادی نہیں کروں گی۔۔۔۔" وہ روتے ہوئے ایک فیصلہ پر پہنچ گئی۔ رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی

اور ایلیفیہ کی زندگی کے اندھیرے سوا ہو رہے تھے۔

"میں جانتی ہوں دیا اور باتی ایک دوسرے کے بنا نامکمل ہیں۔۔۔ مجھے اپنی موت تو قبول ہے لیکن کسی کی بھی ہمرائی قبول نہیں ہے۔۔۔ میں زندگی یونہی اکیلے گزار دوں گی۔۔۔" اس نے خود سے کہا اور بستر پر لیٹ گئی' سر تکیہ پر ڈال کر کچھ دیر گہری سانسیں لیں اور آنکھیں موند لیں۔

میں تو جلا ایسا جیون بھر' کیا کوئی دیپ جلا ہو گا

نہ میری صبحیں 'نہ میری شامیں

میرے جیسا اس دنیا میں کوئی اکیلا کیا ہو گا

جتنی اُمنگیں تھیں دل میں ساتھ میرا سب چھوڑ گئیں

میری جاگتی راتوں سے روشنیاں منہ موڑ گئیں

ماندھے میرا اک اک سپنا' آشاؤں کے چاند نے اپنا

مکھڑا ڈھانپ لیا ہو گا

میں تو جلا ایسا جیون بھر' کیا کوئی دیپ جلا ہو گا

روگ مجھے سب پیارے ہیں' بچھڑے ہوئے اک ساتھی کے

دیپ مگر کوئی دیر تلک جلتا نہیں۔۔۔بن باتی کے

چاروں طرف ہے گھور اندھیرا' جان سکے گا حال وہ میرا

جس نے پیار کیا ہو گا

میں تو جلا ایسا جیون بھر' کیا کوئی دیپ جلا ہو گا

"آج تم دونوں یونیورسٹی سے چھٹی کرلو۔" وہ دونوں (درمکنون اور عابیہ) ناسمجھ آنے والے انداز میں انھیں دیکھنے لگیں۔ابان ناشتہ کرتا رہا۔

"عابیہ' آج کھیر پکائے گی۔" وہ عابیہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"واؤ' عابیہ کھیر بنائے گی ماماجان'۔" درمکنون پرجوش ہوتی چھٹی کا اعلان کرگئی۔ ابان نے عابیہ کے ہوائیاں اڑاتے چہرے کو دیکھا اور زیر لب مسکرادیا۔

"اپنی بہو سے تو پوچھ لیں ماماجان' کھیر بنانی بھی آتی ہے کہ صرف کھانی ہی آتی ہے۔" ابان جو اس کے نادر خیالات سے واقف ہونے کے ساتھ یہ جانتا تھا کہ کوکنگ کا اسے بالکل بھی شوق نہیں ہے نہ ہی اسے کوکنگ آتی ہے مزے سے بولا۔

"کھیر بنانی آتی ہے؟" وہ بہو کو دیکھتے ہوئے سوال کرگئیں اور وہ شرمندگی سے نفی میں سر ہلاگئی۔

"لیکن۔۔۔" عابیہ نے لب کھولنے چاہے۔

"لیکن، کیا کھیر کی ریسیپی تو تم نیٹ سے بھی سرچ کر سکتی ہو۔" درمکنون جو دوست کی رگ رگ سے واقف تھی اس کی رونی صورت دیکھ کر ہنستے ہوئے بولی۔ ابان ہنسی بمشکل روکے ہوئے تھا۔

"آج کا لنچ میری بہو بنائے گی، بریانی، قورمہ اور ساتھ میں کھیر۔۔۔" وہ مسکرائی تھیں عابیہ مسکرا تک نہ سکی۔

"آنٹی، کھیر بنانی تو بہت مشکل ہے میں نے ماما کو بناتے دیکھا ہوا ہے۔۔۔۔ بہت محنت لگتی ہے۔۔۔ میں کسٹرڈ بنالوں؟" وہ رونی صورت بنا کر ملتجی ہوئی۔

"عابی، تم پریشان نہ ہو مجھے بریانی، قورمہ، کھیر سب کچھ بنانا آتا ہے میں تمھاری ہیلپ کروں گی۔" درمکنون نے بہت محبت و خلوص سے آفر کی۔

"مکنون یا گھر کا کوئی بھی ملازم عابیہ کی، کوئی مدد نہیں کرے گا۔" درشہوار کا انداز بے لچک تھا۔

"آنٹی مجھے تو کھانا بنانا ہی نہیں آتا اور یہ تو مجھ پر ظلم ہے کہ مجھے سب اکیلے کرنا ہو گا میری کوئی مدد ہی نہیں کرے گا۔" اس کی آنکھوں میں آنسو مچلنے لگے۔

"بس میں آج سے ظالم ساس ہوں۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بظاہر گہری سنجیدگی سے بولیں۔ عابیہ کے آنسو گرنے لگے۔ درمکنون ماں کو حیرانگی سے دیکھ رہی تھی جبکہ ابان کے لب مسکرا رہے تھے۔

"ماماجان۔۔۔" درمکنون کچھ کہنے لگی کہ انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ درمکنون لب بھینچ گئی۔

"لنچ ایک بجے تیار ہو جانا چاہئیے تمھاری ہیلپ کوئی نہیں کرے گا البتہ تم چاہو تو ابان کی خدمات حاصل کر سکتی ہو۔" اب چونکنے کی باری ابان کی تھی۔ اس کی ہنسی سمٹ گئی وہ ماں کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

"بھیا، عابیہ کی کیا ہیلپ کریں گے ماماجان، بھیا کو کونسی کوکنگ آتی ہے۔" درمکنون ہنستے ہوئے بولی۔

"عابیہ کو کوکنگ نہیں آتی۔۔۔ ابان کو بھی نہیں آتی کوئی اور ہیلپ کرے گا نہیں۔۔۔ اب یہ دونوں میاں بیوی ہی مل کر ڈیسائیڈ کریں کہ ہمیں بھوکا مارنا ہے یا الٹا سیدھا ہی سہی پکا کر ہمیں کھلانا ہے۔" وہ بہو کے ساتھ ساتھ بیٹے کے بھی تاثرات سے محظوظ ہوتیں مسکراہٹ دبا کر بظاہر گہری سنجیدگی سے بولیں۔

"ماماجان، آپ بوا کو کہہ دیں نا وہ عابیہ کی مدد کریں مجھے کہاں خالص گھریلو کاموں میں پھنسا رہی ہیں۔" بیٹے کی فریاد پر درشہوار چہرہ ہی جھکا گئیں تاکہ مسکراہٹ چھپا سکیں۔

"فیصلہ سنا دیا ہے جس میں ردوبدل نہ ہو گی۔" وہ اٹل لہجہ میں کہتیں۔ بیٹی کو اٹھنے کا اشارہ کر گئیں۔

"نوراں، تم میرے کمرے میں آؤ کچھ کام ہے۔" درمکنون نے ماں کی ویل چئیر آگے بڑھائی تب وہ حیران کھڑی

نوراں کو ساتھ آنے کا کہہ گئیں۔ ڈائننگ ہال میں وہ دونوں ہی بیٹھے رہ گئے۔ اسے ماں سے فجر کے بعد ہوئی گفتگو یاد آنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆

"آج آفس سے جلدی آجانا۔" ابان چونک کر ماں کو دیکھنے لگا۔

"آج میں عابیہ کا کھیر میں ہاتھ ڈلوانے کا سوچ رہی ہوں۔" درشہوار دھیمے سے بولیں۔ وہ ماں کو اچنبھے سے دیکھنے لگا۔

"ہمارے یاں رسم ہوتی ہے کہ نئی نویلی بہو کو گھر داری سونپنے کے لیئے کھیر پکوائی جاتی ہے۔ میٹھے سے شروعات ہوتی ہے تو اللہ رشتوں میں مٹھاس اور برکت ڈال دیتا ہے۔" درشہوار نے بیٹے کی حیرت کو بھانپتے ہوئے تفصیل کہی۔

"لیکن ماماجان' عابیہ کو تو کوکنگ آتی ہی نہیں ہے اور کھیر اس نے مجھے نہیں لگتا کبھی بنائی ہوگی۔" وہ تفصیل سن کر دھیمے سے بولا۔

"زبیدہ بہن نے بتایا تھا کہ عابیہ 'کو کوکنگ نہیں آتی اور مجھے اس بات سے فرق بھی نہیں پڑتا وقت کے ساتھ آجائے گی۔" درشہوار کا لہجہ بہت نارمل تھا وہ لیکن اب بھی مضطرب تھا۔

"آپ کی رسم کا کیا ہوگا؟ جب عابیہ کو کوکنگ آتی ہی نہیں تو وہ کیسے کھیر بنائے گی؟" اس کے لہجہ سے پریشانی عیاں تھی۔ وہ بیٹے کی فکر پر مسکرادیں۔

"تم پریشان نہ ہو آج ہی کھیر پکائی کی رسم ہوگی۔ کھیر نوراں پکائے گی بس عابیہ فارمیلیٹی کے طور پر چمچہ چلادے گی۔" انھوں نے سادہ سا حل بیٹے کے سامنے رکھا۔ وہ مطمئن ہوگیا اور ماں کے کمرے سے جاتا کہ اس کے ذہن میں ایک بات چلی آئی وہ واپس ماں کے پاس پہنچ کر انھیں پکار گیا۔

"ماماجان۔۔" وہ کہتے کہتے جھجکا اور وہ مسکرادیں۔

"ہاں بھئی جانتی ہوں میرے بیٹے کو بیوی کی بڑی فکر ہے اور تم پر سکون رہو کہ تمھاری لاڈلی بیگم صاحبہ سے میں کوئی گھر داری نہیں کروارہی۔" وہ بیٹے کی جھجک محسوس کر کے شریر ہوئیں۔ ابان شرمندہ سا ہو کر رہ گیا۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے ماماجان۔۔۔" خجالت مٹانے کو منمنایا۔

"پھر کیسی بات ہے بیٹا جان۔۔۔" درشہوار کو بیٹے کے خوبرو چہرے پر خجالت کی سرخی بڑی بھلی لگی وہ ہنوز شرارت سے بولیں۔

"میں بس یہ کہہ رہا تھا کہ آپ عابیہ سے کھیر بنانے کا کہہ کر اس کا جواب سنے بنا یہ نہ کہیں کہ بوا کھیر بنائیں گی۔"

وہ جھجکتے سے انداز میں دل میں آئی شرارت ماں سے کہہ گیا اور ان کی خاموشی محسوس کر کے ایک محتاط نگاہ ان کے چہرے پر ڈالی جو مسکرا رہی تھیں۔ ماں کے چہرے پر پھیلی مسکان ابان کو پرسکون کر گئی۔

"یعنی تم عابیہ کو تنگ کرنا چاہتے ہو۔" سنجیدہ بیٹے کو شرارت پر مائل ہوتے دیکھ قلبی سکون پہنچا تھا۔

"آپ کی بہو بھی تو مجھے تنگ کرنے کو نت نئے طریقے لاتی رہتی ہے۔" وہ ماں کو دیکھتا مسکرا کر بولا وہ بے ساختہ ہنس دیں۔

"جس طرح کوکنگ سے اسے چڑ ہے نا ماما جان' آپ کھیر بنانے کا بولیں گی تو اس کی بولتی بند ہو جائے گی۔ اتنا مزہ آئے گا اس کی حالت دیکھ کر۔۔" اس کی ہمیشہ سے ماں کے ساتھ اچھی انڈرسٹینڈنگ تھی۔ عابیہ کی بات کرتے وہ جھجک جاتا تھا کہ ماں کا احترام اور مقام آڑے آتا تھا مگر ماں کو مسکراتا پا کر وہ ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان سے ذہن و دل کی بات کہہ گیا اور در شہوار کے لیئے اپنے بچوں کی خوشی سے بڑھ کر کبھی کچھ نہ رہا تھا۔ وہ بیٹے کا ساتھ دینے کا وعدہ کرتیں اس کے کمرے سے نکلنے تک اس کی خوشیوں کے لیئے دعا گو ہو گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

"ماما جان' اتنی ظالم کیسے ہو سکتی ہیں ابان' مجھے تو کچھ بھی بنانا نہیں آتا میں سب اکیلے کیسے کروں گی۔" وہ جو گزشتہ باتوں کو سوچ رہا تھا عابیہ کی بھرائی ہوئی آواز پر چونک کر اسے دیکھنے لگا اس کی مسمی سی صورت دیکھ اسے عابیہ کی بجائے خود پر ترس آنے لگا۔ وہ عابیہ کو تنگ کرنا چاہتا تھا اور در شہوار نے بیٹے کو ہی تنگ کرنے کا پلان بنا لیا تھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔۔۔ ماما جان کا حکم ہے اور تمھیں ماما جان کی ہر بات کو ماننا ہو گا بلا چوں چرا۔۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"ابان' ایک بار بات تو کریں ماما جان سے۔۔۔" وہ لپک کر اس کا بازو جکڑ گئی۔

"ماما جان' سے بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"میں تو صرف بات کرنے۔۔۔" اس نے ایک گھوری ڈالی اور عابیہ لب بھینچ گئی۔

"مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔۔۔ گیارہ بجے میٹنگ ہے۔۔۔ تم نیٹ سے ریسیپی سرچ کر کے کھانا بنانے کی ٹرائے کر لینا۔۔۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" وہ اس کو روتے دیکھ نرم پڑ گیا اور اس کو خود سے لگاتے ہوئے بہت نرمی سے بولا۔

"آپ مت جائیں نا پلیز۔۔۔ ماما جان' نے آپ کی مدد لینے سے تو منع نہیں کیا ہے۔" وہ اس کو نرمی سے خود سے الگ کر کے بریف کیس اٹھا کر مڑا تو وہ آنکھوں میں آنسو بھرے پھر اس کے سامنے آ گئی۔

"بیہ' میں نے کبھی ٹیبل سے ایک گلاس اٹھا کر کچن میں نہیں رکھا تو میں تمھاری مدد کیا کروں گا۔" وہ قدرے بے بس ہو کر بولا کہ وہ در شہوار کے فیصلہ پر حیران تھا اور وہ اس حیرت سے ہی نہیں نکل پا رہا تھا کہ عابیہ رونی صورت بنائے اس کی آزمائش بن رہی تھی۔

"ابان' میں نے کبھی انڈہ تک فرائی نہیں کیا کبھی گھر کے برتن تک نہیں دھوئے۔۔۔ میں اتنے لوگوں کا کھانا' اتنی ڈشز کیسے بنا سکتی ہوں۔۔۔ وہ بھی اکیلے۔۔۔" وہ رونے لگی۔

"یہ ہی تو تمھاری غلطی ہے۔۔۔ تم کیسی لڑکی ہو جسے کھیر بنانی نہیں آتی جو جانتی ہی نہیں کھانا کیسے پکتا ہے۔۔۔۔ تھوڑا بہت ہی سیکھ لیتیں۔۔۔" وہ غصہ سے بولا اور وہ حیرت و دکھ سے رونا بھول کر اسے دیکھنے لگی۔۔۔ اس کے چہرے پر کس قدر بے زاری اور غصہ پھیلا تھا۔

"آپ کو تو میں اپنی ہر خامی کے ساتھ قبول تھی ابان' اور کہاں آپ پہلے ہی قدم پر مجھے اکیلا کر کے طنز فرما رہے ہیں۔" وہ شدت غم سے پھٹتے دل کے ساتھ بولی وہ لب بھینچ گیا اسے یکدم ہوا احساس کہ وہ غصہ میں کچھ غلط بول گیا ہے۔

"طنز نہیں کر رہا بیہ' نہ تم پر غصہ ہو رہا ہوں میں خود بہت پریشان ہوں پلیز' میری کسی بات کو تم منفی مت لو۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر گہری سنجیدگی سے بولا۔

"آپ کو شادی سے پہلے ہی پتہ تھا مجھے کوکنگ نہیں آتی۔۔۔ میں تو گھر بھر کی اتنی لاڈلی تھی کبھی ہل کر پانی تک نہیں پیا۔۔۔ اور یہ بات شادی سے پہلے چھپائی تو نہیں تھی آپ کو اور ماما جان کو بتا دی تھی۔۔۔ پھر ماما جان اتنا سخت فیصلہ کیسے لے سکتی ہیں۔۔۔ اور آپ۔۔۔" وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ ابان نے اس کے لبوں پر نرمی سے ہتھیلی جما دی۔

"چپ کر جاؤ پلیز۔۔۔" لہجہ میں کسی قدر منت تھی۔ کچھ پل خامشی کی نذر ہو گئے۔ وہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔ اس کے لبوں پر ابان کا ہاتھ رکھا تھا۔ آنکھوں میں التجا' لب پر منت تھی۔

"ماما جان نے کہا ہے نا میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔۔۔ تو' میں ہوں نا تمھارے ساتھ۔۔۔ بس تم یہ نہ سوچو کہ ماما جان' نے کوئی غلط فیصلہ لیا ہے۔۔۔ میری ماما جان کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتیں ان کا فیصلہ درست ہے۔۔۔ ہم مل کر کھانا بنائیں گے۔" کافی دیر کی خاموشی کے بعد ابان اس کے لبوں سے اپنا ہاتھ ہٹاتے ہوئے بہت دھیمے سے بولا۔ عابیہ اسے دیکھنے لگی اس کے انداز سے ماں کی محبت اور عقیدت جھلک رہی تھی۔ وہ اس کی طرف پانی کا گلاس بڑھا رہا تھا وہ اس کے ہاتھ سے گلاس تھام گئی۔ وہ جتنا محبت کرنے والا بیٹا لگا تھا اتنا ہی ایک خیال کرنے والا شوہر بھی تو لگا۔ وہ اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی تشکر سے اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔

"تم نیٹ آن کرو' ماما جان کی بتائیں ڈشز کی ریسیپیز سرچ کرو میں آفس کال کر کے اپنے نہ آنے کا بتا آؤں۔۔۔

پھر مل کر کھانا بنا کر' ماما جان کو خوش کریں گے ۔۔۔" وہ اس کی کیفیت سے انجان پلاننگ کرتا اسے ہدایت کر گیا۔

"ابان' آپ کتنے اچھے ہیں اور میں ۔۔۔۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"تم میری جان ہو۔۔۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے محبت سے بولا۔

"بیہ تم' مجھے ہر سکھ کی گھڑی میں اپنے دل کے پاس پاؤ گی' ہر مشکل کی گھڑی میں مجھے روح سے قریب تر محسوس کرو گی ۔۔۔ یہ کبھی مت سوچنا کہ میں تمھارے ساتھ نہیں ہوں۔" وہ محبت سے چور لہجہ میں کہتا اس کی پیشانی چوم گیا۔

وہ اس کے کاندھے پر سر رکھتی پہلے سے زیادہ شدت سے رونے لگی۔

"رونے دھونے میں وقت ضائع نہ کرو' ماما جان کو ٹھیک دو بجے میڈیسن لینی ہوتی ہیں ہمیں وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھنا ہو گا۔" وہ اس کا رخسار تھپکتے ہوئے بعجلت بولا اور اپنا موبائل لیئے کمرے سے نکل گیا اور وہ اس کے کہے کے مطابق ریسیپیز چیک کرنے لگی اس نے ابان کی ہدایت کے مطابق جو ڈشز بنانی تھیں ان میں استعمال ہونے والی اشیاء کی لسٹ بنالی جتنی دیر میں ابان کال کر کے آیا وہ لسٹ فائنل کر چکی تھی۔ ابان نے لسٹ لی اور در شہوار کے کمرے میں چلا آیا ۔

"ماما جان' میں سودا سلف لینے بازار تک جارہا ہوں' آپ نے کچھ منگوانا ہے تو بتادیجئیے۔" انھوں نے بیٹے کو دیکھا اور نفی میں گردن ہلادی۔

"ناراض تو نہیں ہو؟" باہر کی طرف اٹھتے قدم رکے وہ ماں تک چلا آیا۔

"بالکل بھی نہیں ماما جان' آپ کا حکم سر آنکھوں پر' آپ کی محبت پر شک کرنے کی جرات نہیں ہے مجھ میں ۔۔۔" وہ ماں کے سامنے بیڈ پر ٹکتے ہوئے ان کے ہاتھ تھام کر احترام سے بولتا عقیدت سے ماں کے ہاتھ آنکھوں سے لگا گیا۔

"ہمیشہ خوش رہو ۔۔۔" بیٹے کو دل کی گہرائیوں سے دعا دی۔ وہ مسکرا دیا۔

"میں نے نوراں اور در مکنون سے کہہ دیا ہے وہ عابیہ کی ہیلپ کریں گی۔" ابان نے جانے کی اجازت طلب کی۔

وہ مسکرائیں اور بیٹے کی پیشانی چومتے ہوئے بولیں۔

"میں چاہتا ہوں ماما جان کے آپ کی شرارت کو آگے بڑھاتے ہوئے' میں' عابیہ کے ساتھ کوکنگ میں مدد کروں اگر آپ کی اجازت ہو تو ۔۔۔" وہ بیٹے کو دیکھنے لگیں جو ان کے مذاق کو سمجھ کر بھی تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ باندھ بیٹھا تھا ۔

"تم سے نہیں ہو گا' تم آفس جاؤ کہ جو کام تمھارا نہیں ہے وہ تمھیں کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" وہ انکاری ہوئیں۔

"ماماجان' آپ کی بہو چاہتی ہے کہ میں روبوٹ بن کر نہ رہوں' زندگی کو محسوس کروں۔۔۔ آپ کی اس شرارت سے اگر زندگی محسوس ہوتی ہے تو کوئی برائی تو نہیں ہے۔ کھانا اچھا نہیں بنا تو ہم لنچ کرنے باہر چلیں گے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولتا بضد ہوا اور انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"ماں کی فرمانبرداری کی آڑ میں بیوی کو خوش کرنا مقصود ہے۔" انھوں نے بیٹے کا کان کھینچا۔

"ماں کی فرمانبرداری سے جنت مل جائے اور بیوی کو خوشی دینے سے گھر جنت بن جائے اس سے اچھی کیا بات ہو گی۔" وہ لب دبا کر غیر سنجیدگی سے بولا وہ بے ساختہ ہنس دیں۔

"اپنے بیٹے کو زندگی محسوس کرتے دیکھ۔۔۔ ایک اچھی خوشگوار ازدواجی زندگی جیتے دیکھ میں بہت خوش ہوں ۔۔۔ اللہ ہر آفت اور نظر بد سے تمھیں محفوظ رکھے۔" وہ نم لہجہ میں بولیں اور وہ ماں کے ہاتھ چومتا کمرے سے نکل گیا۔

ابان نے بازار سے سامان لانا تھا اور اس کے آنے تک عابیہ نے جو ریسیپیز سرچ کی تھیں اس میں سے ہر ایک ترکیب چیک کر کے لکھ کر رکھنی تھی تا کہ کھانا بناتے ہوئے بار بار نیٹ آن نہ کرنا پڑے۔ عابیہ یہ سب کرتے پرجوش تھی اور وہ دل ہی دل میں ارادہ باندھ گئی تھی کہ وہ آج کے بعد دل سے کوکنگ سیکھے گی۔

یہ محبت بھی کیسی کیسی کرامات دکھاتی ہے وہ عابیہ کی محبت میں کوکنگ کرنے کو تیار تھا اور وہ ابان کی محبت میں کوکنگ سیکھنے کا فیصلہ کر گئی تھی۔

چوری چوری دل نوں تیرا روگ لایا

رسوا ہو گئی میں دنیا نوں بھلایا

"میں تم سے محبت کرتا ہوں ایلیفیہ تم بھی اقرار کرو مجھ سے محبت ہے؟" ارمش چوہدری کی سرگوشی سانپ کی پھنکار کی طرح سماعتوں میں اتری وہ وحشت زدہ ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"مم۔۔۔ مجھے' آپ سے محبت نہیں ہے ارمش۔۔۔" اس کے لب کانپے۔

"اگر تم نے نہیں کہا کہ مجھ سے محبت ہے تو میں تمھارا خون پی جاؤں گا۔۔۔ بولو' اقرار کرو مجھ سے محبت ہے۔" وہ اس کا بازو جکڑے سرد لہجہ میں بولا۔

"جب محبت نہیں ہے تو اقرار کیسے کروں۔۔۔" وہ سسکی۔

"مجھ سے نہیں ہے محبت تو پھر اس ابان سے محبت ہے۔۔۔ لیکن میں تمھاری آنکھوں میں ابان کا عکس دیکھ لینے

کے باوجود تمھارے منہ سے اپنے لیئے محبت کا اقرار سننا چاہتا ہوں۔" اس نے مٹھی میں اس کے ریشمی بال جکڑ لیئے۔ وہ درد سے کراہی۔

"تم آخر سمجھتے کیوں نہیں ہو ارمش چوہدری تم سے محبت نہیں ہے اور ابان سے محبت نہیں۔۔۔ عشق ہے۔" ایلیفیہ زاروقطار روتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی۔

"تڑاخ۔۔۔! اب تم نے ابان کا نام بھی زبان سے نکالا تو میں تمھاری زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔" ارمش چوہدری غرایا۔

"تم میری زبان تو گدی سے کھینچ سکتے ہو لیکن میرے دل سے ابان کا نام نہیں مٹا سکتے۔۔۔ تم اس خواہش میں فنا ہو جاؤ گے مگر کامیاب نہیں ہو پاؤ گے۔" وہ اپنی گردن اس کی وحشی گرفت سے نکالنے کو مچلتی' تڑپتے لہجہ میں بولی۔ لمحہ بھر کو ارمش چوہدری کی گرفت کمزور پڑی۔ وہ نیچے گرتی چلی گئی۔

"ابان۔۔۔" ایک زوردار تھپڑ اس کے نرم رخسار پر پڑا۔ اور وہ نتائج کی پرواہ کیئے بنا اسے پکار گئی جس کے سبب وہ اس ظلم کا شکار ہو رہی تھی۔ نام لب سے آزاد ہوا اور ارمش چوہدری انسانیت کے درجے سے بہت نیچے آگیا۔ اس نے جنون اور عالم وحشت میں اسے بری طرح روئی کی طرح دُھنک کے رکھ دیا۔

ہزار بار نتائج سے ہو کے بے پرواہ
اُسی کا نام لیا جس کا نام لینا تھا

ایلیفیہ کی سسکیاں کمرے کی خاموشی میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔ ارمش چوہدری کے وحشی پن کو سکون میسر آچکا تھا اور اب وہ وہاں موجود ہو کر بھی غیر حاضر تھا جبکہ وہ دکھتے جسم کے ساتھ اٹھنے کی ناکام کوشش کرتی سر تکیہ پر پٹخنے لگی۔

"ایلیفیہ' چندا آنکھیں کھولو۔" آسیہ آغا جو بیٹی کو جگانے آئی تھیں وہ تڑپ کر اس تک پہنچیں اور اس کی پیشانی چھوتے ہوئے بولیں۔ اس نے ماں کی آواز پر بمشکل آنکھیں کھولیں۔ ماں کا مضطرب چہرہ دھندلی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"ایلیفیہ۔۔۔" وہ کچھ کہنے کو تھیں۔ وہ ماں کے سینے میں سما گئی۔

"ماما' مجھے بچا لیں۔۔۔۔ مجھے بچا لیں ماما۔۔۔" وہ ہراساں سی بولتی چلی گئی۔

"ایلیفیہ' کیا برا خواب دیکھا ہے۔۔۔؟" وہ بیٹی کو خود سے الگ کرتے ہوئے پانی پلاتے ہوئے بولیں اور ایلیفیہ

کے حواس بیدار ہونے لگے۔ ذہن کی اسکرین پر دھندلے سے نقش ابھرے اور وہ بے ساختہ ماں کے ہاتھ تھام گئی۔

"بہت برا' بہت بھیانک خواب تھا ماما۔۔" وہ اب تک ڈر کے حصار میں تھی۔ اور روتے ہوئے انھیں اپنا خواب سناتی چلی گئی۔ جو سنتے ہی سکتہ کی سی کیفیت میں چلی گئیں۔

"ماما' میں اسی لیئے کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔" وہ ماں کے ہاتھ تھامے سسکی ان کا سکتہ ٹوٹ گیا۔

"تم فضول میں پریشان ہو رہی ہو اللہ سب بہتر کرے گا مجھے پوری امید ہے ارمش اچھا جیون ساتھی ثابت ہو گا تم جو اتنی ٹینشن میں ہو بس اسی لیئے ایسا خواب آگیا۔۔" وہ اسے خود سے لگاتے ہوئے دھیرے دھیرے اس کی پیٹ تھپکتے ہوئے نرمی سے بولیں۔

"ماما' کوئی مرد اتنا اعلی ظرف ہوتا ہے کہ وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس کی بیوی کسی اور مرد کی محبت میں گرفتار ہے صبر و حوصلہ سے کام لے اس بات کو نظر انداز کر دے؟" وہ سوں سوں کرتی پوچھ گئی وہ لمحہ بھر کو چپ کی چپ رہ گئیں کہ جانتی تھیں کہ اتنا اعلی ظرف مرد نہیں ہوتا۔

"پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں ایلیفیہ' ارمش ایک اچھا انسان ہے وہ یہ جانتے ہوئے کہ تم اس سے محبت نہیں کرتیں شادی کر رہا ہے تو یہ اس کی اعلی ظرفی ہی ہے۔" انھوں نے بیٹی کو سمجھانا چاہا۔

"ماما' بے شک ارمش اچھا و اعلی ظرف انسان ہے لیکن میں اسے ڈیزرو نہیں کرتی میرے دل میں اس کے لیئے کوئی فیلنگز نہیں ہیں اس لیئے میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ آنسو رگڑتے ہوئے بولی وہ بیٹی کو ناگواری سے دیکھنے لگیں۔

"ایلیفیہ۔۔۔"

"پلیز' ماما' سمجھنے کی کوشش کریں۔" وہ ملتجی ہوئی۔

"تم۔۔۔"

"میں نے آپ کی بات مانی' ارمش سے منگنی کی لیکن میں اس رشتہ سے مطمئن نہیں ہوں۔۔۔۔ مجھے مجبور نہ کریں ماما' میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ آپ رشتہ ختم کر دیں۔" وہ ماں کے پاؤں جکڑے سسک اٹھی۔ آسیہ آغا بیٹی کو دیکھ تڑپ اٹھیں۔

"خواب دیکھ کر ڈر گئی ہو لیکن پریشان نہ ہو میں مفتی صاحب سے خواب کی تعبیر پتہ کرتی ہوں اللہ سب بہتر کرے گا ایک دم اتنا بڑا فیصلہ نہ لو۔" وہ بیٹی کے ہاتھ تھامے دلگرفتگی سے بولیں اور وہ منگنی سے لے کر اب تک کے اپنے محسوسات ماں کے سامنے رکھ گئی۔

"ماما' آپ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہیں نا تو میں خوش رہوں گی بس مجھے شادی پر مجبور نہ کریں۔۔۔" اس نے تفصیل کہہ کر التجا کی۔

"تم ابھی ان باتوں کو چھوڑو اور جا کر فریش ہو جاؤ میں تمہارے پاپا سے کروں گی بات۔۔۔" وہ اس کے چہرے سے بال ہٹاتیں نرمی سے بول کر مسکرائیں اور اس نے ابرج سے ہوئی بات اور اس کا جواب بھی کہہ سنایا۔

"ابرج نے بالکل ٹھیک کہا ہے تم مسکان کی شادی تک چپ رہو۔۔۔۔۔ ارمش کو ٹائم دو۔۔۔ اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔۔۔۔بس اتنا یاد رکھنا کہ مجھے تمہاری خوشی عزیز ہے۔" وہ بیٹی کی پیشانی چوم گئیں۔

"ماما' آئی لو یو۔۔۔" وہ ماں کے سینے سے لگی نم لہجہ میں بولی۔

"لو یو ٹو مائی چائلڈ۔۔۔" وہ بھیگے لہجہ میں کہتیں بیٹی کا سر چوم گئیں۔

☆☆☆☆☆☆

"تمہاری طبعیت ٹھیک ہے ؟" رات بھر جاگی تھی جانے کب آنکھ لگی کہ فجر میں بھی آنکھ نہ کھلی سدرہ نے ہی اسے بے سدھ سوتا پا کر آواز دی اور اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر پوچھ گئی۔ وہ سدرہ کو دیکھ نفی میں گردن ہلا گئی۔

"رات سو نہیں سکی' اب سر میں درد ہو رہا ہے۔ آج کلاسز نہیں لوں گی' میڈیسن لے کر سونے کا ارادہ ہے۔" وہ دھیمے سے بولی سدرہ اسے اپنا خیال رکھنے کی ہدایت کرتی چلی گئی۔ کشمالہ نے روم لاک کیا اور گھڑی میں ٹائم دیکھا جو نو بجا رہی تھی۔

"سید صاحب تو آفس چلے گئے ہوں گے ٹیکسٹ کرنے کے بجائے کال کر لیتی ہوں۔" اس نے ٹیکسٹ کا عابیہ کی وجہ سے سوچا تھا کہ وہ جانے اتنی صبح اس کی کال پر کیا سوچے۔ اس نے موبائل اٹھا کر ابان کا نمبر ملایا۔ ابان جو خریدا ہوا سامان بیک سیٹ پر رکھ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا اس نے بجتے ہوئے سیل کو جیب سے نکالا کشمالہ کا نمبر دیکھ اسے پریشانی نے آگھیرا۔ اس نے تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی۔

"میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں' کیا آپ' آج ہاسٹل آسکتے ہیں ؟" کشمالہ سلام دعا کے بعد بولی۔

"آج میرا ہاسٹل آنا تو بہت مشکل ہو گا کہ آج ماما جان' عابیہ سے کھیر پکوا رہی ہیں۔ میں ڈرائیور کو بھیج دیتا ہوں' آپ گھر آجائیں بات بھی ہو جائے گی اور آپ کھیر پکائی کی رسم میں بھی شریک ہو جائیں گی۔" ابان کا اپنا ہی مخصوص نرم انداز تھا۔

"آپ' کل آجائیں میں کلاسز نہیں چھوڑ سکتی۔ امتحان نزدیک ہیں۔" وہ نہ عابیہ کا سامنا کرنے کی ہمت خود میں پاتی

تھی نہ ہی وہ عابیہ کے آس پاس ہونے پر بات کر سکتی تھی۔ اس لیئے ترنت بہانہ بنا گئی۔

"چلیں ٹھیک ہے آپ جیسے مناسب سمجھیں۔" وہ کشمالہ کی لڑکھڑاتی آواز سے ہی اس کا صاف پہلو بچانا محسوس کرتا بضد نہ ہوا۔

"آپ پھر کب آئیں گے؟" اس نے پوچھا۔

"بے فکر رہیں میں کل ٹھیک تین بجے ہاسٹل پہنچ جاؤں گا۔۔۔ اللہ حافظ!" وہ ٹائم سیٹ کرتا لائن منقطع کر گیا۔

"کشمالہ' کو ایسی کیا بات کرنی ہے؟ جو وہ فون پر نہیں کر سکتیں؟" وہ سیل فون ڈیش بورڈ پر ڈالتے ہوئے سوچتا۔ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے سر جھٹک گیا۔

کشمالہ نے سیل فون سائیڈ پر ڈالا اور آنسو پونچھتے ہوئے لیٹ گئی۔

اسے بخار محسوس ہو رہا تھا مگر اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اٹھ کر چائے کے ساتھ میڈیسن لے لے' رات کی طرح یونہی لیٹے لیٹے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی جو دروازے پر ہوتی مستقل دستک پر کھلی۔ اس نے بمشکل اٹھتے ہوئے دروازہ کھولا۔

"آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔ میڈم آپ کو اپنے روم میں بلا رہی ہیں۔" بوا کہہ کر پلٹ گئیں اور وہ باہر کی طرف بڑھتی کچھ سوچ کر قدم اندر کی طرف موڑ گئی اس نے واش روم میں جا کر منہ دھویا اور میڈم کے کمرے کی طرف یہ سوچتے ہوئے بڑھنے لگی کہ سید ابان بخاری آج آنے کا منع کرتا۔۔۔ بنا اطلاع کیونکر آ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

"آسیہ' کچھ پریشان لگ رہی ہو۔" وہ شوہر کی آواز پر چونک کر انھیں دیکھنے لگیں۔

"ایلیفیہ' کو لے کر پریشان ہوں' وہ ارمش سے منگنی پر خوش نہیں ہے عجب وہمات میں پڑی ہوئی ہے۔" وہ کچھ دیر قبل ہوئی بیٹی سے بات اس کے خواب اور ڈر سے لے کے اس کے فیصلہ اور اپنی حمایت تک کی تفصیل شوہر کے گوش گزار کرتیں چلی گئیں۔

"میں نے تمھیں پہلے ہی سمجھانا چاہا تھا کہ ابھی ایلیفیہ کی شادی سے زیادہ اس کا سنبھلنا' دل کو سمجھا لینا ضروری ہے لیکن تم نہیں مانیں' منگنی کر دی تو اسے یونہی وہم ستائیں گے کہ وہ اس رشتہ سے خوش نہیں ہے۔" شارق آغا ایک گہری سانس بھرتے ہوئے بولے۔

"میں نے ایلیفیہ سے کہہ دیا ہے وہ بس مسکان کی شادی تک چپ رہے اس کے بعد میں ارمش کی ماما کو انگوٹھی واپس کر دوں گی۔" انھوں نے آنسو دوپٹہ میں جذب کرتے ہوئے کہا۔

"رشتہ ختم کرنا آسان ہے لیکن معاملات کس قدر خراب ہو سکتے ہیں تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ صائقہ بیگم نے ہمارے گھر کے کتنے چکر لگائے پہلے انکار کیا اسی پر قائم رہتے تو ٹھیک تھا اب انھیں امید دے کر رشتہ ختم کرنا ان کی بے عزتی کے مترادف ہو گا اور ارمش اس سب پر کیسا ردعمل ظاہر کرے ہمیں نہیں معلوم، مگر وہ چپ نہیں رہے گا یہ اچھے سے اندازہ ہے۔" وہ گہری یاسیت سے بولے۔ چند ملاقاتوں میں وہ ارمش کی خود سر طبعیت سے واقف ہو گئے تھے اور اسی کو مدنظر رکھ کر بولتے بیوی کو مضطرب کر گئے تھے۔

"ایلیفیہ' کی خوشی سے بڑھ کر میرے لیئے کچھ نہیں ہے۔۔۔ وہ اس رشتہ سے خوش نہیں ہے میں رشتہ ختم کردوں گی۔۔۔ کسی کی ناراضگی کے ڈر سے ہم اپنی بیٹی کی خوشیاں تو داؤ پر نہیں لگا سکتے۔" وہ مدھم لیکن فیصلہ کن انداز میں بولیں۔ شارق آغا چپ رہے کہ ان کے نزدیک بھی ان کی بیٹی ہی سب سے زیادہ اہم تھی۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ ہم لوگ لاہور شفٹ ہو جاتے ہیں۔" وہ جو کسی گہری سوچ میں تھے چونک کر بیوی کو دیکھنے لگے۔

"ماحول بدلے گا تو ایلیفیہ کی صحت اور مزاج پر مثبت اثر پڑے گا کہ یہاں تو اس شخص کے (ابان) سامنے پر ہی وہ ٹوٹ جاتی ہے۔۔۔ بکھر کے رہ جاتی ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ نفسیاتی مریض نہ بن جائے اس لیئے کچھ عرصہ کے لیئے اس جگہ سے دور چلے جانا ہی ایلیفیہ کے لیئے بہتر ہو گا جہاں اس شخص کی یادیں ہیں' جہاں اس سے ٹکراؤ ہونا لازم ہے۔" وہ اپنے فیصلہ کی وجوہات سے انھیں آگاہ کر رہی تھیں جو پہلے سے زیادہ مضطرب دکھائی دینے لگے تھے۔

"راہ فرار اس مسئلہ کا حل نہیں ہے ایلیفیہ کو سمجھنا چاہیئے کہ قسمت سے وہ لڑ نہیں سکتی قسمت پر قانع ہو جائے راحت مل جائے گی اس کے لیئے دربدری ضروری نہیں ہے۔" شارق آغا کا لہجہ قدرے ٹھہرا ہوا تھا۔

"راہ فرار بہت ضروری ہو گیا ہے شارق۔۔۔ کچھ چیزیں وقت کے ساتھ ہی سمجھ لگتی ہیں۔۔۔ صبر آتے ہی آتا ہے۔۔۔" ان کے آنسو بہنے لگے انھوں نے اپنی لاڈلی کو تڑپتے دیکھا تھا وہ تڑپ اٹھی تھیں اور اب حل چاہتی تھیں۔

"جس انسان کو فراموش کرنا ہو وہ احساس زیاں بن کر نگاہ کے سامنے رہے تو وہ بھولتا نہیں ہے مزید رگ رگ میں اتر جاتا ہے۔" آسیہ آغا کی آواز کانپ رہی تھی انھوں نے بیوی کے ہاتھ تھام لیئے۔

"کسی کو بھلانے کے لیئے اس جگہ سے دور ہونا بھی ضروری ہو جاتا ہے جہاں یاد من میں اترتی ہے۔ ایلیفیہ قریب رہ کے تو اسے بھول نہیں سکی شاید دور رہ کر اس کے دل کو صبر آ جائے۔" وہ شوہر کے ہاتھوں پر سر رکھے روتی چلی گئیں۔

"تم پریشان نہ ہو میں ابرج سے بات کروں گا انشاءاللہ کوئی راستہ نکل آئے گا۔" انھوں نے بیوی کے آنسو صاف

کرتے ہوئے کہا۔

"ابرج، بھی ایلیفیہ کو لے کر پریشان ہے وہ بے چارہ تو ایلیفیہ کی پریشانیوں میں الجھ کر اپنی خوشیاں ٹھیک سے محسوس نہیں کرپارہا اس لیئے ابرج کی خوشیوں کے لیئے بھی ضروری ہے کہ ایلیفیہ اپنے دکھوں کے ساتھ پس منظر میں چلی جائے۔۔۔" آسیہ آغا جو فیصلہ اتنے عرصہ میں نہ کرپائی تھیں وہ اک دن میں کرگئی تھیں۔

"آپ بس یہاں سے کسی بھی شہر، کسی بھی ملک جہاں آپ آسانی سے شفٹ ہوسکتے ہیں، چلنے کا انتظام کرلیں۔۔۔ مسکان کے ولیمہ کے اگلے دن ہی ہمیں یہ شہر چھوڑ دینا ہے اور آپ ابرج سے اس بارے میں بات نہیں کریں گے ہماری بیٹی کی خوشیوں کے لیئے اب سارے فیصلے ہمارے ہوں گے۔" وہ شوہر کے پریشان چہرے کو دیکھ فیصلہ کن انداز میں بولیں اور وہ پرسوچ انداز میں بیٹھے وہاں سے اٹھنے تک بیوی کے فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کا مصمم ارادہ کر بیٹھے تھے۔ یہ ان کی زندگی کا پہلا فیصلہ ایسا تھا جس سے وہ اپنی بہن معصومہ سہروردی اور بھانجے ابرج سہروردی کو لاعلم رکھتے ہوئے بالا ہی بالا انتظامات کرنے کا سوچ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

مجھ کو احساس ہے پر میں کہتا نہیں
محبت ہے یہ جی حضوری نہیں
پاس پہلے کے جتنا میں رہتا نہیں
محبت ہے یہ جی حضوری نہیں
یہ تقاضا ہے میرے حالات کا
لینا دینا ہے نہیں کچھ بھی جذبات کا
یہ سچ بات تجھ سے میں کہہ رہا
نہ آئی ہے ان میں ذرا بھی کجی
محبت ہے یہ جی حضوری نہیں

"بیہ، تم پیاز کاٹو جب تک میں کھیر کے لیئے دودھ ابالنے کو رکھ رہا ہوں۔" وہ دونوں کچن میں آگئے۔ ابان نے چولہا جلاتے ہوئے اسے ہدایت دی۔

"پیاز، مجھے تو کاٹنی ہی نہیں آتی۔۔۔" اولپرز دودھ کا پیکٹ اٹھاتے ابان کے ہاتھ تھم گئے اس نے عابیہ کو دیکھا۔

"آپ کاٹ لیں پیاز میں دودھ ابال لیتی ہوں۔" اس نے مسمی سی صورت بنا کر جلدی سے کہا وہ اسے کھیر کے لیئے چاول بھگونے کا کہتا۔ چھری اٹھا کر پیاز کاٹنے لگا اس نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے دیگچی چولہے پر رکھی اور دودھ کے پانچ پیکٹس دیگچی میں ڈال کر آنچ تیز کر دی۔ ساتھ ہی ایک پیالی چاول بھی بھگو دیے۔

"فارغ کھڑی نہ رہو بریانی میں ڈالنے کے لیئے ٹماٹر کاٹنا شروع کرو۔۔۔ اب یہ مت کہنا کہ تمھیں ٹماٹر بھی کاٹنے نہیں آتے۔" ابان نے ہدایت کے ساتھ ہی تنبیہہ کی تو وہ اچھے بچوں کی طرح ٹماٹر کاٹنے لگی۔

"میں نے کبھی ٹماٹر بھی نہیں کاٹے۔۔۔" اس نے ابان کے بے حد سرخ چہرے کو دیکھ کر کہا اور وہ چونک اٹھی ابان کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔

"ابان' آپ رو کیوں رہے ہیں۔۔۔؟" وہ چھری صلیب پر ڈالتی ابان کے پاس چلی آئی۔

"میں رو نہیں رہا تمھاری محبت میں پیاز جو کاٹ رہا ہوں وہی مجھے رلا رہی ہے۔" وہ جو زندگی میں پہلی بار پیاز کاٹتے ہوئے سخت جھنجلاہٹ کا شکار تھا لیکن اسے بے چین ہو کر اپنے پاس کھڑا دیکھ مسکرا کر بولا۔

"آپ ہٹیں' میں پیاز کاٹتی ہوں۔۔۔ آپ۔۔۔" اس نے ابان کے ہاتھ سے چھری لینی چاہی۔

"آپ محترمہ جتنی نازک مزاج ہیں' پیاز کاٹنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے یہاں میری ہی حالت بری ہے تم نے تو پورا گھر سر پر اٹھا لینا ہے۔" ابان نے بہت محبت سے اسے دیکھتے ہوئے شریر لہجہ میں کہا وہ جھینپ کر سر جھکا گئی۔

ہم کو محبت ڈھونڈ رہی تھی
نام پتا سب پوچھ رہی تھی
تیری قسم۔۔۔_ہم' پکڑے گئے ہیں
ہتھکڑیوں میں جکڑے گئے ہیں
ہم کو قیامت ڈھونڈ رہی تھی
نام پتا سب پوچھ رہی تھی

"دھیان سے چھری چلانا بیبہ' کہیں اپنی انگلی مت کاٹ بیٹھنا۔" وہ تیزی سے پیاز کاٹتا اسے ہدایت دینا نہیں بھولا۔عابیہ آگے سے چپ رہی۔ ابان نے جس چولہے پر دودھ رکھا تھا آنچ دھیمی کرتے ہوئے دوسرا چولہا جلایا دیگچی رکھی اور اس میں تیل ڈال دیا جیسے ہی تیل کچھ گرم ہوا اس نے کٹی ہوئی پیاز ڈال دی اور فرائی ہونے پر اس میں سے تھوڑی سی پیاز نکال کر عابیہ کو کہا کہ وہ قورمہ کے لیئے فرائی پیاز دہی کے ساتھ گرینڈ کر لے اور خود اس نے بقیہ پیاز میں

گوشت ڈالا اور ٹماٹر اور باقی مصالحہ جات ڈال کر چمچ چلانے لگا۔

"مجھے نہیں تھا اندازہ کہ آپ سب اتنے اچھے سے سنبھال لیں گے۔" اس نے دھیمے لہجے میں ابان سے کہا جو اب بریانی کے ساتھ ساتھ قورمہ بنانے کی تیاریوں میں تھا۔

"اندازہ تو مجھے بھی نہیں تھا کہ تم اتنی نکمی ہو کہ مدد کرنے کے بجائے ہاتھ باندھ کر باتیں بگھارو گی۔" بریانی کا مصالحہ درمیانی آنچ پر چھوڑتے ہوئے وہ ہاتھ باندھے کھڑی عابیہ سے بولا۔

"اچھا نا' میرے لیئے اتنا سا بھی نہیں کر سکتے ہیں جو نکمی بول کر شرمندہ کیئے جا رہے۔۔۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"تمھاری محبت میں ہی بزنس مین سے شیف بن گیا ہوں پھر بھی محترمہ کا منہ ٹیڑھا ہی ہے۔۔۔ اللہ کی بندی کبھی تو خوش ہو جایا کرو۔" اس نے عابیہ کو دیکھا جس کی لانبی چوٹی داہنے کاندھے پر پڑی تھی اور منہ کے زاویے ناراضگی کا تاثر لیئے ہوئے تھے اس نے عابیہ کی چوٹی پکڑ کر کھینچتے ہوئے قدرے ناراضگی دکھائی تھی۔

"میں نے بھی آپ کی محبت میں ہی ٹماٹر کاٹے۔۔۔ دودھ ابالنے کو رکھا۔۔۔ مگر آپ تو یوں بول رہے جیسے میں کچھ کر ہی نہیں رہی جبکہ کھڑے کھڑے تو میرے پاؤں ہی دکھنے لگے ہیں۔۔۔" اس نے چوٹی چھڑاتے ہوئے خفگی دکھائی۔

چوری سے یہ چپکے سے آئی
تیرے میرے دل میں سمائی
محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت

پہلے دل کا چین چرایا
پھر آنکھوں سے نیند چرائی
محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت

سات سمندر بجھا سکے نہ ایسی آگ لگائی
ایسا لگا بس جان نکل گئی سامنے جب تو آئی

"ملکہ عالیہ آپ ایسا کریں بیٹھ جائیں یہ خادم اکیلے ہی سب دیکھ لے گا۔" عابیہ کی آنکھوں میں آنسو اسے برداشت نہ ہوتے تھے وہ ناراضگی بھلائے اس پر مہربان ہوا۔

"اکیلے کیوں' میں ہوں نا ساتھ مدد کروانے کو۔۔۔" وہ ابان کی محبت پر پگھلتی کھکھلا کر بولی۔

"ملکہ عالیہ' یہ مت بھولیں کہ کھیر پکائی کی رسم آپ کی ہے میری نہیں۔۔۔" اس نے عابیہ کی ناک کھینچی۔

"ہم دونوں ایک ہیں تو رسم کس کی ہے کیا فرق پڑتا ہے کہ تیرے' میرے کی گنجائش ہی نہیں نکلتی۔" اس نے بہت رف حلیہ میں ایپرن باندھے ابان کو بہت محبت سے دیکھتے ہوئے چاہتوں سے گندھے لہجہ میں کہا۔ ابان نے مسکرا کر اس کا رخسار چوما اور واپس کام میں مصروف ہو گیا۔

تیز ہوا کا بن کے جھونکا
اس نے ہم کو راہ میں روکا
محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت

بولی آؤ تم کو سکھاؤں
آنکھ مچولی کھیل دلوں کا
محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت

تیرے میرے نین ملے تو اس کو مل گیا موقع
کیا کرتے' کیا کر سکتے تھے دل بھی دے گیا دھوکا

"بریانی اور قورمہ کا مصالحہ تیار ہو رہا ہے۔۔۔ تم بریانی کے لیئے چاول بھگو دو۔" چاول سے کنکر چنتے ہوئے وہ دھیمے مگر شوخ لہجہ میں بولا وہ خود کو سنبھالتی اس کے ہاتھ سے چاولوں کی تھالی پکڑ گئی۔

آج اگر ہم ساتھ نہ آتے
شاید اس کے ہاتھ نہ آتے
محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت

آج نہیں تو کل ہو جاتا
تیری گلی میں دل کھو جاتا
محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت

کچھ بھی ہو ہم دونوں میں کوئی تو ہو گی خوبی
ہر کوئی عاشق نہیں بنتا او جانِ محبوبی

"کیا ہوا ہے۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا شوخی سے ہنستا اس کے لب پر انگلی پھیرنے لگا۔

"ابان' کوئی آ بھی سکتا ہے آپ کھانا بنانے پر توجہ دیں مجھے تنگ نہ کریں۔۔۔" وہ تیزی سے مڑتی سنک کے پاس جالھڑی ہوئی اور نل کھولتے ہوئے منمنائی۔ جس پر ابان کا قہقہہ بلند ہوا۔ وہ بڑی بڑی آنکھوں میں حیرت کا دیپ جلائے اسے دیکھنے لگی۔

"واہ بہت خوب۔۔۔ میں تمھارے بدلے کھانا بنا رہا ہوں تو تمھیں فکر نہیں ہوئی کہ کوئی دیکھ لے گا۔۔۔ کھانا بناتے زرا سا رومینس کا تڑکہ لگا دیا تو تمھیں کسی کے دیکھنے کی فکر ہو گئی۔۔۔ حد ہی ہو گئی ہے دوغلے پن کی۔۔۔" وہ اس کی حیرت زدہ ساحر آنکھوں میں پورے استحقاق سے دیکھتے ہوئے کچھ یوں بولا کہ وہ بری طرح گڑبڑاتی' جزبز ہو کر رہ گئی۔

وہ اس کو نظر چرا کر سنک کی جانب رخ موڑ لینے پر فاصلہ کم کرتا اسے پیچھے سے جکڑ کر کان کی لو چومتا شوخی سے گنگناتا کام میں یوں مصروف ہو گیا جیسے اس نے کوئی بے باکی کی حد تک شرارت کی ہی نہ ہو۔

کتنے دور۔۔۔ کتنے پاس
دور دور۔۔۔ پاس پاس

"تم' یا تو برتن دھو لو یا پھر کھیر میں ڈالنے کے لئیے بادام' پستہ کاٹ لو۔" ابان نے اس کی خاموشی انجوائے کرتے ہوئے کھیر کے دیگچے میں چمچہ چلاتے ہوئے کہا۔ اس نے کچھ کہے بنا کام کے دوران گندے ہوئے تمام برتن سمیٹ کر سنک میں رکھے اور دھونے لگی۔

"ایک ہی بیوی ہے وہ بھی اتنی نکمی۔۔۔ سوچ رہا ہوں ایک اور شادی کر لوں قدرے سگھڑ لڑکی سے۔۔۔" ابان کسی ماہر شیف کی طرح کھانا بنانے میں مصروف تھا۔ کبھی کھیر میں چمچ چلاتا تو کبھی بریانی کا مصالحہ بھوننے لگتا۔ عابیہ کی غیر معمولی خاموشی محسوس کر کے اس نے شرارت سے کہا اور بریانی کے مصالحہ کی دیگچی اتار کر چاول ابالنے کے لئیے پانی چڑھا دیا۔ اس نے ابان کی بات سنی' ہاتھ میں موجود چھری سنک میں پھینکی اور قورمہ کا مصالحہ بھونتے ابان کو گھورنے لگی۔

"کیا کہہ رہے تھے زرا دوبارہ تو فرمائیے۔" اس نے کڑے تیوروں سے گھورتی عابیہ کو دیکھا اور زیر لب مسکراتا خود کو مصروف ظاہر کرنے لگا۔

"کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے
ایک کے بجائے دو چار بیویاں ہوں میری۔"

ابان نے دیگچی کا ڈھکن بند کیا اور چولہا بجھاتے ہوئے گنگنایا۔

"ابان۔۔۔" وہ اس کی گنگناہٹ پر سیخ پا ہوتی اسے پکار گئی۔

"جی' جانِ ابان۔۔۔" اس نے باچھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"آپ فضول بات مت کریں ورنہ میں آپ کو جان سے مار دوں گی۔" وہ شعلہ جوالہ بنی عابیہ کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"اب تم میری جان ہو یار' تو اس میں فضول کیا ہے۔۔۔ جان کو جان نہ کہوں تو کیا کہوں گا میں بے چارہ۔۔۔" وہ ہنسا اور وہ بھڑک اٹھی۔

"کبھی کبھی جو آپ کے دل میں خیال آتا ہے میں اس فضول ارادے کا پوچھ رہی ہوں۔" وہ کھیر میں کفگیر چلاتے ابان کے ہاتھ سے کفگیر چھین کر صلیب پر پٹختے ہوئے اسے خونخوار نظروں سے دیکھتی استفسار کرنے لگی۔

"کبھی کبھی کیوں میرے دل میں تو ہر وقت خیال آتا ہے کہ جیسے تم کو بنایا گیا ہے میرے لئیے۔۔۔" اس نے عابیہ کے تیور دیکھتے ہوئے چولہا بند کر دیا تاکہ کھیر لگنے سے محفوظ رہے اور مزے سے کہتا آخر تک گنگنانے لگا۔

"جھوٹ مت بولیں۔۔۔ ابھی جو کہہ رہے تھے کہ دو چار بیویاں ہوں اس بارے میں پوچھ رہی ہوں۔۔۔ ایسا سوچا بھی تو میں نے آپ کی اور اپنی جان ایک کر دینی ہے۔" وہ اس کی شرٹ گریبان سے جکڑتی مارنے' مرنے والے انداز میں بولتی ابان کو ہمیشہ سے زیادہ اپنی' اپنی لگی۔

"میں تو ایک شادی کر کے ہی پچھتا رہا ہوں دوسری کا سوچتے ہی خوف سے جھرجھری آجاتی ہے۔" وہ اس کے ہاتھ گرفت میں لیتا بے چارگی سے بولا۔

"ابان۔۔۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"پاگل تنگ کر رہا تھا ورنہ میرے دل میں صرف تم ہو اور خیالوں پر بھی تم ہی قابض ہو۔۔۔ تمہارے ہوتے مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔۔۔" اس کو رونے کو پر تولتے دیکھ وہ مذاق کا ارادہ ملتوی کر گیا۔

"آپ' سچ کہہ رہے ہیں نا' میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔" اس نے آنکھوں میں آنسو بھرے معصومیت سے کہا۔

ابان مسکرا دیا۔

"تم زندگی ہو یار' تمھارے علاوہ کہاں جاؤں گا۔۔۔ یقین رکھا کرو۔" وہ محبت سے اسے دیکھتا اس کے مسکرانے پر مطمئن ہو کر اسے بادام' پستہ کاٹنے کا کہتا۔ خود ابلتے ہوئے پانی میں بھیگے ہوئے چاول ڈالنے لگا۔ اسی وقت ابان کا سیل گنگنا اٹھا۔

"بیہ' میں کال اٹینڈ کر کے آتا ہوں' بریانی کو دم لگا دیا ہے تم کھیر میں مستقل چمچہ چلاتی رہنا ورنہ لگ جائے گی۔۔۔ خیال رہے کھیر لگ گئی تو ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔" اس نے صلیب پر سے اپنا سیل فون اٹھایا اور ارمش کا نمبر دیکھ کر عابیہ کو ہدایت دیتا کچن سے باہر نکل گیا۔ کوئی دس منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔ وہ بولتے ہوئے کچن میں داخل ہوا۔

"ارمش کی کال تھی ایک فائل پر میرے سائن ریکوائرڈ ہیں وہ کچھ دیر میں فائل لے کر آ رہا ہے میں نے اس سے نان بھی منگوا لیئے ہیں۔" اس نے بولتے ہوئے چولہے کے سامنے کھڑی عابیہ کو دیکھا جس کا چہرہ بے حد سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ اس کی ٹھوڑی پر انگلی جماتا اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں پوچھنے لگا کہ اسے کیا ہوا۔

"کھیر میں چمچہ چلاتے میرا تو ہاتھ ہی درد کرنے لگا ہے۔" وہ تو جیسے جلی بیٹھی تھی تپ کر بولی وہ ہنس دیا۔

"تم دنیا کی نرالی عورت ہو جو اپنی کھیر پکائی کی رسم میں میاں سے سارے کام کروا کر بھی اتنا سا چمچہ چلانے پر رو رہی ہو۔" اس نے عابیہ کے رخسار پر چٹکی لیتے ہوئے کھیر چیک کی اور چولہا بند کر دیا۔

"میں ایسی ہی ہوں' شادی سے پہلے ہی بتا دیا تھا۔" وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے منہ بنا کر بولی۔

"لیکن اب کل سے تم کھانا بنانا سیکھو گی۔۔۔ مجھ سے امید مت رکھنا کہ میں روز روز آفس کی چھٹی کر کے شیف بنوں گا۔" ابان نے گہری سنجیدگی سے اٹل انداز میں کہا۔

"میں سیکھ لوں گی پکا وعدہ۔۔۔ اور اب میں بہت تھک گئی ہوں فریش ہونے جا رہی ہوں۔" وہ فریج سے پانی کی بوتل نکال کر گلاس میں پانی نکال کر پینے کے بعد بوتل واپس رکھتے ہوئے بولی۔

"او' محترمہ سارے کام میں نے کیئے۔۔۔ تھک تم گئی ہو۔۔۔ یہ بھی خوب رہی۔۔۔" کھیر پیالوں میں نکالتے ہوئے ابان نے خفگی دکھائی۔

"میں آپ کو کام کرتے دیکھ تھک گئی ہوں۔" وہ بے فکری سے کھکھلائی۔

"اف' میری بیوی کی یہ نازک مزاجیاں۔۔۔" وہ اس کو ہنستے دیکھ زندگی کو مہکتا محسوس کرتا مصروف سے انداز میں شرارت سے بولا۔

"میں کمرے میں جاؤں ابان' پلیز۔۔۔" وہ منمنائی۔

"برتن تو کم از کم تم ٹیبل پر لگا دو اب اتنی بھی غیر ذمہ دار نہ بنو۔" کھیر کے باؤل پر بادام' پستہ اور چاندی کے ورق لگاتے ہوئے بولا۔

اسے برا لگا تھا کہ وہ ہی صبح سے کام کر رہا تھا اس نے تو واویلے مچانے کے سوا کوئی کام کیا ہی نہ تھا اور کھانا لگانے کے بجائے فریش ہونے جا رہی تھی۔

"آپ کھانا فائنل کریں جب تک میں فریش ہو کر آتی ہوں پھر آپ جب تک فریش ہوں گے میں کھانا ٹیبل پر لگا کر ماما جان کو بلا لوں گی۔" وہ اس کے نزدیک پہنچ کر بولی اس نے محض ہنکارا بھرنے پر اکتفا کیا۔

"آپ نے میری خاطر جو کیا وہ میں مرتے دم تک یاد رکھوں گی۔۔۔ میں' آپ کی محبت اور اتنی محنت کی دل سے قدر کرتی ہوں۔۔۔ جتنا آپ نے میرے لئیے کیا کوئی نہیں کر سکتا۔۔۔ آپ دنیا کے سب سے اچھے شوہر ہیں۔۔۔" اس میں بچپنا تھا' فطرت میں لاپرواہی تھی لیکن جس طرح ابان نے آج اس کے نخرے برداشت کرتے ہوئے اس کے بدلے کے کام کئیے تھے۔ وہ ابان کی محبت اس کی نرمی و اچھائی کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کرتی اس کے آگے اپنے دل کو جھکتا محسوس کر رہی تھی۔ ابان نے اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں محبت کا دیا روشن تھا وہ اس کی محبت میں ڈوبی اس کی شکر گزار نظر آ رہی تھی۔

"اب زیادہ ڈائیلاگ نہ مارو' جا کر فریش ہو جاؤ۔" وہ اس کی ناک کھینچتے ہوئے بظاہر لاپروائی سے بولا جبکہ وہ اندر ہی اندر خود کو بہت پر سکون محسوس کر رہا تھا کہ اس نے جس کی محبت میں اتنی محنت کی تھی اسے احساس تھا اور یہی بات ابان کے لئیے بہت تھی۔ محبت میں محبوب کی خوشی سے بڑھ کر کچھ ہوا ہی نہیں کرتا۔

"ابان' آئی لو یو۔۔۔" وہ ابان کے گال کو چومتی اس کے سمجھنے تک کچن سے دوڑ لگا گئی۔ ابان دل ہی دل میں' آئی لو یو ٹو' بولتا ہنس دیا۔

کیسے خوش تجھے رکھوں نہیں پتا
پر چاہتا ہوں تیرے لبوں پر ہنسی
محبت ہے یہ جی حضوری نہیں
میری ہر خوشی میں ہو تیری خوشی
محبت میں ایسا ضروری نہیں
محبت ہے یہ جی حضوری نہیں

☆☆☆☆☆☆

"کشمالہ' آپ انھیں جانتی ہیں؟" وہ جو اس کو دیکھ حیرت کی زیادتی سے جم کر رہ گئی تھی وارڈن کی آواز پر چونکی
۔

"جی میڈم۔۔۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے جاننے کا اقرار کر گئی۔ وارڈن کو اس نے سید ابان بخاری کا حوالہ دیا تو وہ مطمئن ہوتیں بات کرنے کی اجازت دے گئیں۔

"مجھے آپ کے یہاں آنے کی وجہ سمجھ نہیں آرہی؟" وہ ناگواری چھپا نہیں پائی تھی۔

"مجھے سید ابان بخاری نے آپ کو لینے کے لیئے بھیجا ہے۔" وہ دھیمے شائستہ لہجہ میں بولا۔

"سید صاحب نے آپ کو مجھے لینے کے لیئے کیوں بھیجا ہے میں نے تو سید صاحب سے آج آنے کا منع کر دیا تھا۔" وہ حیرت سے بولی۔ وہ لمحہ بھر کو گڑبڑایا لیکن اسے بھی چالبازی میں گویا عبور حاصل تھا۔ وہ لمحہ کے ہزارویں حصہ میں خود کو سنبھال گیا۔

"یہ تو آپ سر سے ہی پوچھ لیں کہ آپ کے منع کرنے کے بعد مجھے اپنی گاڑی دے کر لینے کیوں بھیجا۔" وہ جو الجھن کا شکار تھی اس کی بات کے آخری حصہ پر چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کو میرے ساتھ جانے پر اعتراض ہے تو آپ بے شک سر کو کال کر لیں۔ میں باہر آپ کا انتظار کر لیتا ہوں ۔" اس نے بات میں وزن ڈالنے کو کال کا کہا اور آگے بڑھا۔

"آپ چلیں میں وارڈن کو جانے کا بتا کر آتی ہوں۔" وہ بولی۔

"آپ سر کو کال۔۔۔"

"سید صاحب' کی گاڑی میں لینے آئے ہیں کیا اب شک کی کوئی گنجائش نکلتی ہے؟" وہ خود کو کمپوز کرتی مسکرائی اور وہ فوراً پلٹ گیا تاکہ اپنی مکروہ مسکراہٹ چھپا سکے۔

"تم لڑکیاں کتنی احمق ہوتی ہو اعتبار کرنے کے لیئے بے قرار۔۔۔ تصدیق کر لیتیں تو نہ تم خود کنویں میں گرتیں نہ ہی تمھارے سید صاحب۔۔۔" وہ سید ابان بخاری کی قیمتی گاڑی سے ٹیک لگائے سوچ رہا تھا۔ کشمالہ کا انتظار کرتے اس کی سوچ بھٹکنے لگی۔

آج جب وہ آفس پہنچا تو اسے پتہ چلا کہ آج سید ابان بخاری آفس نہیں آئے گا اسے حیرت ہوئی تھی کیونکہ جو شخص اپنی شادی کی پہلی صبح آفس میں موجود تھا اس کی چھٹی کی خبر حیران کن ہی تھی۔

وہ حیرت میں ہی تھا کہ سید ابان بخاری نے اس سے بات کی تھی اور کہا تھا کہ آج کی میٹنگ وہ اکیلا ہینڈل کر لے یہ

پراجیکٹ سید ابان بخاری کے ساتھ وہی ہینڈل کر رہا تھا اس لیئے سید ابان بخاری نے میٹنگ کینسل کرنے کے بجائے تمام زمہ داری اس پر ڈال دی تھی یہ ارمش چوہدری کی صلاحیت و قابلیت جانچنے و پرکھنے کا بہترین موقع تھا سید ابان بخاری نے اسے چند ہدایات دی تھیں اور میٹنگ کا ایجنڈا اور اپنے مائنڈ میں موجود پوائنٹس اس سے شئیر کیئیے تھے تاکہ وہ میٹنگ کو کامیابی سے اٹینڈ کر سکے۔ ارمش نے اپنے حساب سے کلائنٹس کو مطمئن کر دیا تھا اسے میٹنگ کی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ وہ میٹنگ کے خاتمہ کے بعد آفس میں بیٹھا تھا جب اس کا دھیان سید ابان بخاری سے ہوتا کشمالہ کی طرف چلا گیا۔ وہ یہی سب سوچ رہا تھا کہ عبرود کی کال آگئی تھی۔

”مل گئی ہنی مون سے فرصت۔۔۔ آج مجھے کیسے یاد کر لیا؟“ وہ گہرے طنز سے بولا۔

”رات واپس آگئی ہوں اب فرصت ہی فرصت ہے۔۔۔“ وہ اس کا طنز نظر انداز کر کے بولی۔

”کیا سوچا ہے پھر۔۔۔ اب کیا کرنا ہے؟“ وہ پوچھ گیا۔

”عابیہ کی برین واشنگ تو کرتی رہی ہوں لیکن فائدہ نہیں ہوا وہ ابان سے لڑ کر پھر ایک ہو گئی اس لیئے میں ایسا کچھ چاہتی ہوں کہ ان کے درمیان غلط فہمی جڑ پکڑ لے‘ وہ پھر ایک نہ ہو سکیں۔۔۔ ان کے دل میں ایسا بال آجائے کہ ان کے درمیان بھلے فاصلے نہ ہوں مگر قربتیں ان چاہی ہو کر رہ جائیں۔“ عبرود کا لہجہ آنچ دیتا ہوا تھا۔ اس نے کوئی دو گھنٹہ پہلے ہی تو عابیہ کو کال کی تھی اس کا مقصد تھا کہ وہ عابیہ کو ہنی مون کی باتیں بتائے گی اور اسے خوب جلائے گی لیکن عابیہ نے تو آج بات ہی نہ کی کہہ دیا کہ وہ آج کھیر پکا رہی ہے اس لیئے بعد میں بات کرے گی بات یہاں تک ہوتی تو وہ صبر کر جاتی لیکن عابیہ کا یہ کہنا کہ سید ابان بخاری آفس سے چھٹی کر کے کچن میں اس کا ہاتھ بٹا رہا ہے اسے جلتے توے پر بٹھا گیا تھا وہ جب سے یہ سوچ رہی تھی کہ سانولی سی‘ بہت عام سی عابیہ میں ایسا کیا ہے جو ابان اس کے لیئے اتنا کچھ کر رہا ہے؟ یہ اسے کون سمجھاتا کہ محبت رنگ و روپ سے نہیں ہوتی محبت وہ ہوتی ہے جو رنگ و روپ نکھار دیتی ہے۔

”یہ تمھاری باتیں‘ خالی خولی مشورے تو میں کئی ماہ سے سن رہا ہوں۔۔۔ تمھارے دعوے بھی رنگ نہ لائے۔۔۔ باتوں سے نکل کر عمل تک کچھ لانا ہے یا میں اکیلے ہی سب کچھ کروں؟“ ارمش چوہدری کا لہجہ اہانت سے لبریز تھا وہ خون کا گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

”ابھی تک تم بھی محض باتیں ہی بناتے رہے ہو اس لیئے بہتر ہو گا مجھ پر طنز فرمانے کے بجائے۔۔۔ بس اب کچھ کر ڈالو۔۔۔ مجھ سے بھی انتظار نہیں ہو رہا۔۔۔ میرے سینے میں جو آگ جل رہی ہے وہ سید ابان بخاری کی بجھی خوشی دیکھ کر ہی سرد پڑے گی۔“ عبرود کا لہجہ انگاروں کے مشابہ تھا۔

”حال تو یہاں بھی یہی کچھ ہے۔۔۔ تم تو خیر وصل و قربت کی لطافت کو محسوس کر رہی ہو۔۔ میں تو ہجر کا ناگ

اپنے اندر بڑھتا محسوس کر رہا ہوں۔۔۔ جسے چاہتا ہوں اس سے چاہت کا احساس نہیں پا سکتا۔۔۔ میرے ہاتھ کیسے وقت کی زنجیر سے بندھے ہیں تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" وہ تلخی سے یوں بولا جیسے اختیار میں ہو تو سب تہس نہس کر ڈالے۔

"ابرج سہروردی کی بہن کی شادی ہے جس میں تم بھی انوائیٹ ہو گے اور میں بھی۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ کچھ ایسا ہو کشمالہ بھی آجائے اور سید ابان بخاری کے ساتھ اس کی چند تصاویر بنا کر عابیہ کو سینڈ کر دی جائیں۔۔۔ عابیہ عین تقریب میں ہنگامہ کر دے۔۔۔ ابان اور عابیہ کے درمیان بدگمانی پیدا ہو جائے گی اور اس کا اثر ابان کی بہن پر بھی پڑے گا۔۔۔ وہ اپنے سسرالی رشتہ داروں میں شرمندہ ہو گی۔۔۔ باقی معاملات ہم مل کر سنبھال لیں گے بس تم کسی طرح کشمالہ کو شادی پر لے آؤ۔" عبرود نے تمام سوچی ہوئی سازش ارمش چوہدری کے گوش گزار کر دی۔

"آئیڈیا تو اچھا ہے۔۔۔ فل پروف پلاننگ کے لیئے کل ملتے ہیں باقی بات ملاقات پر ہو گی۔۔۔" ارمش کو اس کی پلاننگ بس ٹھیک لگی تھی اس لیئے اس نے بات ملاقات پر ٹال دی اور فون رکھ کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ چونکا تو جب' جب سید ابان بخاری کی سیکریٹری چلی آئی اس نے بتایا جو فائل کلائنٹ کو میل کرنی ہے اس پر سید ابان بخاری کے سائن نہیں ہیں۔ ارمش کی تمام سازشیں بھک سے اڑ گئیں کہ اتنی بڑی غلطی اس نے دیکھی ہی نہیں تھی اس نے فائل لے کر چیک کی اور ایک گہری سانس کھینچتے ہوئے سید ابان بخاری کا موبائل نمبر ڈائل کیا۔ اس نے کہا وہ کل پر ڈال دے جس پر ارمش نے کہا آج ہی فائنل کرنا ضروری ہے جس پر سید ابان بخاری نے کہا وہ بخاری ولاز فائل لے کر آجائے اور آکر سائن کروالے اور ساتھ ہی نان لانے کے لیئے بھی کہا اسے سید ابان بخاری کی فرمائش پر بے ساختہ ہنسی آگئی۔ وہ آفس سے نکلا۔

"میں اگر عبرود کی پلاننگ پر سوچوں تو مجھے کشمالہ سے ایک بار ہاسٹل جا کر ملنا ہو گا۔۔۔ وہ اس دن میری بات کو ٹھکرا چکی ہے مگر میں اگر اسے کوئی آفر کروں تو شاید کشمالہ کو مہرہ نہ بنانا پڑے وہ عبرود کی طرح میری سازشوں کی ساتھی بن جائے۔۔۔ اور ایسا ہوا تو زیادہ بہتر رہے گا۔" ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔ اس کا دماغ کہتا کہ کشمالہ کو سازشوں میں کچھ لے دے کر شامل کر لیا جائے کبھی اس کا دماغ کہتا کہ اسے شامل نہ کر کے محض مہرہ بنانا درست رہے گا

۔

وہ ان ہی خیالوں میں بخاری ولاز پہنچ گیا اس نے سید ابان بخاری کے فائل پر سائن لیئے اور واپسی کے لیئے گاڑی تک آیا تو گاڑی کا ٹائر پنکچر تھا وہ سخت کوفت زدہ ہوا تب ہی سید ابان بخاری نے ملازم سے اپنی گاڑی کی چابی منگوا کر یہ کہتے ہوئے اس کے حوالے کر دی کہ کچھ گھنٹوں تک اس کا ڈرائیور ارمش کی گاڑی کا ٹائر چینج کر کے آفس پہنچا کر اس کی گاڑی

راستے پر ڈال گیا۔ کچھ دور جا کر اس کا دماغ شیطانی چال سوچنے لگا۔ اس نے عبرود کو کال کی اسے اپنی پلاننگ سے آگاہ کیا اور جتنی جلدی ہو سکے پہنچنے کا کہتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی فائل سید ابان بخاری کی سیکریٹری کو دی اور آفس سے نکل کر گاڑی تک آیا اور کشمالہ کے ہاسٹل کے راستے پر ڈال دی۔ کشمالہ کو یہی لگا کہ اسے سید ابان بخاری نے بھیجا ہے۔ وہ کسی تصدیق کے بنا سید ابان بخاری کی گاڑی کو ہی ثبوت سمجھتی ارمش کے ساتھ چل پڑی۔ اپنی تباہی کے راستے پر۔۔۔ سید ابان بخاری کی بدنامی کے راستے۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆

"واؤ سو ٹیسٹی۔۔۔" درمکنون نے بریانی کا پہلا چمچہ کھاتے ہی کہا۔ وہ دونوں مسکرائے اور در شہوار کی طرف دیکھنے لگے۔ در شہوار نے حسب عادت پہلے سالن روٹی لیا تھا کہ وہ تھوڑے سے چاول ہمیشہ روٹی کے بعد ہی لیتی تھیں۔

"کمال ہی کر دیا۔۔۔ لگ ہی نہیں رہا پہلی دفعہ بنایا ہے۔" وہ عابیہ کی طرف محبت سے دیکھتے ہوئے بولیں۔ وہ مسکرائی، اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ابان پلیٹ میں بریانی نکالتے ہوئے اسے دیکھنے لگا وہ رائل بلیو کلر کی فینسی ساڑھی میں نہایت جاذب نظر و دلکش لگ رہی تھی۔

آج اس نے پہلی دفعہ ساڑھی پہنی تھی جو اس کے دراز قد پر بہت اٹھ رہی تھی۔

"عابی، تم میں تو مجھے مستقبل کی بہت بڑی کک نظر آ رہی ہے۔" درمکنون نے اسے چھیڑا جس کے چہرے پر ندامت جھلکی۔ اسے عجیب لگ رہا تھا کہ محنت تو ابان کی تعریفیں وہ وصول رہی ہے۔ اس کے چہرے پر سرخی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ سب نے کھانا بے حد تعریفیں کرتے ہوئے کھایا۔ کھیر اس نے ابان کے اشارے پر پیالی میں نکال کر در شہوار کے سامنے رکھی۔ وہ میٹھا کم لیتی تھیں مگر اس وقت انھوں نے تعریفیں کرتے ہوئے پیالی خالی کی اور عابیہ کی طرف ایک جیولری بوکس بڑھایا۔

"ماما جان، یہ میں نہیں لے سکتی۔" وہ شرمندگی سے نظر جھکا کر بہت مدھم لہجہ میں انکاری ہوئی۔

"عابی، یہ ہمارا خاندانی سیٹ ہے جب میں نے پہلی دفعہ کچن کے کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کھیر بنائی تھی تب میری ساس نے مجھے دیا تھا۔ جواب میں تمھیں دے رہی ہوں۔" وہ محبت سے زرا تفصیل سے بولیں۔

"میں اسے ڈیزرو نہیں کرتی ماما جان۔۔۔" اس نے در شہوار کے بے ریا سادہ چہرے کو دیکھا اور اس کے آنسو گرنے لگے۔ در شہوار مضطرب سی ابان کی طرف دیکھنے لگیں کہ شاید وہ بتا سکے عابیہ کیوں ایسی باتیں کرتی رو رہی ہے۔ مگر ابان تو خود سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ بہت خوش، کھلی کھلی عابیہ ایک دم سے اتنی چپ کیوں ہو گئی ہے۔

"عابیہ، یہ کیا بول رہی ہو۔ ماما جان اتنی محبت سے گفٹ دے رہی ہیں۔۔۔ لے لو۔" وہ دھیمے سے بولا۔

"میں یہ گفٹ نہیں لوں گی۔ اس گفٹ کو میں ڈیزرو کرتی ہی نہیں ہوں۔" وہ اور زور و شور سے رونے لگی۔

"کیوں بیٹا' کیا بات ہے بتاؤ مجھے۔۔۔" در شہوار نے عابیہ کا ہاتھ تھام کر نرمی سے پوچھا۔

"سب کھانا تو ابان نے بنایا ہے۔۔۔ بریانی' قورمہ اور کھیر بھی۔۔۔ میں نے تو صرف ٹماٹر کاٹے' اور کھیر کی گارنشنگ کے لیئے بادام پستہ اور تھوڑی سی دیر کھیر میں چمچ چلایا اور کچھ بھی نہیں کیا سارا کام تو ابان نے کیا۔۔۔ ساری محنت تو ان کی ہے تو میں گفٹ کی حقدار کیسے ہوئی۔" وہ سوں سوں کرتے ہوئے بولی۔ تفصیل سن کر درمکنون کی ہنسی نکل گئی۔ وہ بھائی کو بڑی شرارتی نظروں سے دیکھنے لگی۔ در شہوار بھی مسکرانے لگیں۔

"کہہ تو ٹھیک رہی ہو جب محنت ابان کی ہے تو گفٹ بھی ابان کو ہی ملنا چاہیئے۔" در شہوار مسکرا کر بولتیں بیٹے کو دیکھنے لگیں جو ماں کے دیکھنے پر جھینپ گیا۔

"واؤ' عابی تم نے تو بھائی کو شیف بنا دیا۔" اس نے ہنستے ہوئے عابیہ کو مخاطب کیا مگر دیکھ بھائی کو رہی تھی۔ ابان نے بہن کو آنکھیں دکھائیں مگر وہ اثر لیئے بنا ہنستی رہی۔

"ماما جان' آپ کی بہو کے لیئے کیا میں نے تو سب۔۔۔ اس کو روتے جو نہیں دیکھ سکتا۔" ابان نے ماں کے مسکراتے چہرے کو دیکھ منمناتے ہوئے کہا۔ جس پر وہ بے ساختہ ہنس دیں۔

"ابان' نے اگر صرف تمھاری مدد کرنے کے بجائے پورا کھانا بنایا تو بھی' تمھیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں یہ تو تم دونوں میاں بیوی کی آپسی محبت اور انڈرسٹینڈنگ ہے کہ تمھیں نہیں آتا تھا تو ابان نے کیا۔۔۔ گفٹ تم ہی ڈیزرو کرتی ہو۔۔۔" وہ بیٹے کے مطمئن چہرے کو دیکھ بہو کا ہاتھ تھام کر محبت سے بولیں۔ انھوں نے سب کو عابیہ کی مدد سے روک کر بیٹے کو اجازت اسی لیئے دی تھی کہ وہ چاہتی تھیں کہ ان کا بیٹا' بہو کے ساتھ وقت گزارے تاکہ ان کی بہو جو کبھی ہنی مون پر نہ لے جانے کا شکوہ لے کر اداس ہوتی ہے تو کبھی ابان کے آفس سے آف نہ کرنے پر غصہ کرتی ہے کچھ شکوے دور ہو سکیں وہ یہ سمجھ سکے کہ اس کا شوہر اس سے محبت کرتا ہے اس کا خیال رکھتا ہے اگر ہنی مون پر نہیں جا رہا تو اس کی مجبوری ہے ورنہ اس کے لیئے اس کی بیوی کی خوشی بہت معنی رکھتی ہے۔ وہ عابیہ کو بس یہ بتانا' سمجھانا چاہتی تھیں کہ کوئی بھی بات یا چیز خوشی کی ضمانت نہیں ہوتی اور ایک بات کو پکڑ کر زندگی کو مشکل بنانے کے بجائے ہر اس بات سے خوشی کشید کرنی چاہیئے جو انسان کی دسترس میں ہو۔

"یہ گفٹ ماما جان بھیا کو دے بھی دیں تو بھیا کے تو کسی کام کا نہیں بھیا تمھیں ہی دے دیں گے۔ اس لیئے تم ڈائیریکٹ ہی ماما جان سے لے لو تو کیا حرج ہے۔" درمکنون اس سب کو بہت انجوائے کرتی ہوئی مسکرا کر عابیہ کو چھیڑ گئی۔ جس پر اس کا چہرہ سرخ ہو کر جھک گیا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ عابیہ کی ابان نے ہیلپ کی ہے تو عابیہ اپنی طرف سے کوئی گفٹ ابان کو دے دے۔" انھوں نے شرارت سے کہتے ہوئے بہو کا رخسار تھپکا۔

"آپ کی بہو گفٹ دے گی ایسا اس صدی میں تو ممکن نہیں۔۔۔ ماما جان' آپ کی بہو انتہائی کنجوس لڑکی ہے۔" ابان ترنت بولا کہ اسے اب تک اس بات کا قلق تھا کہ عابیہ نے اسے شادی سے پہلے یا بعد میں تو دور' یہاں تک کے منہ دکھائی کے نام پر بھی کوئی گفٹ نہیں دیا تھا۔

"ماما جان' کنجوسی کی بات تو کوئی نہیں ہے۔ ابان کے لیئے جب میں خود ہی ایک بہت بڑا گفٹ ہوں اللہ کا دیا ہوا انعام ہوں تو اس کے بعد کسی گفٹ کی کیا ضرورت ہے یہ بات ابان کو سمجھ ہی نہیں آتی۔۔۔" وہ بھی ترنت بولی۔ انھوں نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ چھپالی۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا یہ تو بھیا بھی بول سکتے ہیں کہ بس وہ خود ہی تمھارا گفٹ ہیں۔" درمکنون کی بات پر عابیہ کا منہ کھل گیا جبکہ وہ دونوں ماں' بیٹا مسکرا دیئے۔

"گفٹ خواتین کا حق ہوتا ہے ماما جان نے کہا تھا۔" وہ درمکنون کی بات پر گڑبڑا کر پینترا بدل گئی۔

"دیکھ لو مکنون تمھاری دوست کتنی ظالم ہے یہ میرے لیئے انعام ہے اور میں اس کے لیئے جیسے کچھ نہیں۔۔۔ یہ بذات خود ایک تحفہ ہے میرے لیئے اور مجھ پر لازم ہے کہ میں گفٹ دیتا رہوں کہ میں محترمہ کے لیئے انعام' تحفہ نہیں ہوں۔" ابان نے مسکراتے ہوئے بشاش لہجہ میں کہا۔

"آپ تو میرے لیئے سب کچھ ہیں۔ ماما کہتی ہیں نیک اور خیال رکھنے والا شوہر رحمت خداوندی کی سب سے بڑی نشانی ہے۔" عابیہ حسب عادت جذباتی ہو گئی۔ وہ جو ماں اور بہن کی موجودگی میں بیوی کا ڈائیلاگ سن جزبز ہوا تھا اس کی بات کے اختتام تک مطمئن سا مسکرا دیا۔

"تمھاری ماما ٹھیک کہتی ہیں بیٹا' اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔" وہ محبت سے دعا دیتیں بہو کی طرف پھر سے جیولری بوکس بڑھا گئیں جسے اب عابیہ نے شکریہ کے ساتھ تھام لیا۔

"دیکھیں ابان' یہ کتنا پیارا ہے۔" اس نے سونے کا سیٹ جس پر سرخ رنگ کے موتی جڑے تھے ابان کو دکھایا۔ وہ مسکرا دیا۔

"میں یہ پہن کر دیکھوں؟" وہ بچوں کے سے جوش سے بولی۔ درشہوار نے بہو کے کھلے چہرے کو دیکھ مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی۔ عابیہ نے ساڑھی کی میچنگ کے صرف ائیر رنگز پہنے تھے گلے میں اس کے ہمہ وقت رہنے والا چین لاکٹ تھا۔ وہ سیٹ پہننے لگی۔ ہک لگانے کی کوشش کی تو لگا نہیں وہ اپنی کرسی دھکیل کر اٹھی۔ ابان گھبرا گیا اسے یہی لگا کہ

جیسے وہ اس تک آرہی ہے مگر وہ درمکنون کے پاس جار کی اس نے ہک لگا دیا وہ درشہوار کو دکھانے لگی۔ وہ مسکرا کر یہ سوچنے لگا کہ عابیہ کو جتنا احمق و جلد باز سمجھتا ہے وہ اتنی ہے نہیں۔

"یہ سیٹ تو سب سے پیارا لگا ہے مجھے۔۔۔اچھا ہے نا مکنون؟" وہ بہت خوش تھی درمکنون نے بھی سیٹ کی تعریف کی۔ ابان کو بیوی کو خوش دیکھ کر لگا جو محنت کی رائیگاں نہ گئی۔ یہی سب درشہوار بھی سوچ رہی تھیں۔

"تم بھی اب ابان کو ایک گفٹ تو دے ہی دو ورنہ یہ تمھیں یونہی کنجوس کہتا رہے گا۔" درشہوار کی بات پر وہ سب ہی چونکے۔ عابیہ انھیں دیکھنے لگی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا ابان سے پیسے لے کر ان ہی کے پیسوں کا انھیں کیا گفٹ دوں۔" وہ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"مرد کماتا ہے اس لیئے بیوی کے اخراجات پورے کرنا شوہر کا فرض ہے اور رشتہ کو پائیدار کرنے کرنے کے لیئے اسے گفٹ دینا بھی احسن عمل ہے کہ گفٹ لینے دینے سے محبت بڑھتی ہے۔۔۔" وہ ابان کو کھیر نکال کر دیتی توجہ سے ساس کی بات سن رہی تھی۔

"بیوی کماتی نہیں ہے اس کے ہاتھ میں شوہر کا ہی پیسہ ہوتا ہے اس لیئے اکثر بیویاں شوہر کو گفٹ نہیں دیتیں جبکہ شوہر کا بھی دل کرتا ہے اس کی بیوی اسے تحفہ دے۔" وہ بہت مدھم لہجہ میں بول رہی تھیں۔ وہ تینوں انھیں سن رہے تھے۔

"مگر میں سمجھتی ہوں تحفہ صرف وہ نہیں ہوتا جو پیسے کے عوض بازار سے خرید کر لایا جائے۔۔۔۔ مرد نے اگر عورت کو سونے کا سیٹ تحفہ میں دیا ہے تو بیوی اسے پرفیوم لے کر دے یہ ضروری نہیں کہ عورت چاہے تو شوہر کو اپنی سچی رفاقت 'بے لوث محبت' کا تحفہ دے کر مرد کی زندگی اور اپنا ازدواجی رشتہ مہکا سکتی ہے اس کے لیئے کسی پرفیوم کی نہیں' ایثار کی ایک مسکراہٹ کی ضرورت ہے۔۔۔ شوہر کی ضروریات اس کی مجبوریوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔۔۔" ان کے ہر ایک لفظ سے ان کی زندگی کا نچوڑ بیان ہو رہا تھا۔ انھوں نے تمام عمر یہی تو کیا تھا ان کا شوہر تو ان کا تھا ہی نہیں کہ جو مرد کسی دوسری عورت کی زلف کا اسیر ہو اسے بیوی صرف ایک شے 'صرف ایک جسم لگتی ہے لیکن انھوں نے اپنے ایثار' صبر' حوصلہ اور برداشت سے شوہر کا دل جیتا تھا۔ اس مرد کا دل جو کسی اور کی محبت کا دم بھرتا تھا انھوں نے اسی دل میں اپنے لیئے جگہ بنائی تھی۔ ان کا شوہر تو کبھی ان کے لیئے تحفہ کے نام پر ایک انگوٹھی تک نہیں لایا تھا مگر وہ اسے مسکرا کر پرسکون زندگی کا تحفہ دے کر اس کی زندگی کا لازمی جز بن گئی تھیں۔ سید سبحان بخاری اگر اپنی پہلی محبت بھلا نہیں سکا تھا تو وہ درشہوار کے بنا خود کو نامکمل محسوس کرتا تھا اور یہی ان کی جیت تھی۔

"مرد تو مہینہ میں دو سے تین تحفہ دے گا عورت چاہے تو شوہر کو سمجھ کر اسے صبح و شام تحفہ دے سکتی ہے اور جب عورت ایسا کرنے لگتی ہے تو مرد کے تحفہ بھی بڑھ جاتے ہیں۔ عورت کا وجود اور حسن نکھر آتا ہے اور عورت کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اب اسے انگوٹھی نہیں صرف ایک مسکراہٹ چاہیئے۔ بہترین سوٹ نہیں محبت بھری نظر چاہیئے جو عام سوٹ میں بھی عورت کو بہت حسین محسوس کرلے۔ ہر مادی چیز کا نعم البدل ہے لیکن سچے جذبوں اور محبت کا کوئی نعم البدل نہیں۔ تم چاہو تو ابان کو روز تحفہ دو پھر مجال ہے ہے جو یہ تمھیں کنجوس کہہ دے۔" وہ بات کے اختتام تک مسکرائیں اور عابیہ کو دیکھنے لگیں۔

"میں آئندہ پوری کوشش کروں گی کہ ابان کو میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہو اور میں کنجوس نہ کہلاؤں۔"

عابیہ ان کو دیکھتے ہوئے نرمی سے بولتی آخر تک مسکرائی جس پر وہ تینوں ہی ہنس دیئے۔

"گفٹ کی تو رہنے دو۔۔۔ کنجوس تو میں مذاق میں کہتا ہوں۔۔۔ بس میں تو یہ چاہتا کہ تم میری روٹین کو سمجھو اور دوسرے کی دیکھا دیکھی مجھ سے ایسی فرمائش نہ کرو جو میں پوری نہ کرسکوں تو ضد بنے اور ہمارے درمیان فضول ضد لڑائی اور بحث کا موجب بنے۔" ابان پانی کا گلاس ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے بولا۔

"ماماجان کے سامنے وعدہ کیا ہے بے فکر رہیں پورا کروں گی وعدہ خلاف نہیں ہوں میں۔۔۔ کہ میں اچھے سے سمجھ گئی ہوں کہ ہنی مون پر جانا ضروری نہیں ہے ایک دوسرے کی کمزوری و مجبوری کو سمجھ کر برداشت و حوصلہ سے کام لینا ضروری ہے۔" وہ بے فکری سے مسکراتے ہوئے بولی۔ در شہوار نے بیٹے کو دیکھا جو بیوی کی بات پر حیران تھا مگر وہ مطمئن تھیں کہ آج انھوں نے جس سوچ سے بیٹے کو بہو کا مددگار بنایا تھا اس کا نتیجہ ان کے سامنے تھا۔ وہ دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کرتیں۔ بیٹی کو اشارہ کرگئیں اور در مکنون ماں کی وہیل چیئر چلاتی انھیں ان کے کمرے میں چھوڑنے چلی گئی۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا اتنی سمجھداری کی بات تم نے کہی ہے۔" وہ حیرت زدہ سا بولا۔

"جب میں ہنی مون پر جانے کی ضد نہیں کروں گی تو یقین آجائے گا۔" وہ ابان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی اور نوراں کو ٹیبل صاف کرنے کا کہتی نکلتی چلی گئی۔

"ماماجان' ٹھیک کہتی ہیں جب ہم کسی اپنے کے لیئے بہت محبت سے کچھ کرتے ہیں تو وہ محنت رنگ ضرور لاتی ہے۔۔۔ محبت رنگ ضرور جماتی ہے۔" ابان نے مسکراتے ہوئے سوچا اور کمرے کی طرف قدم بڑھادیئے۔

☆☆☆☆☆☆

"یہ راستہ بخاری ولاز کو تو نہیں جاتا۔۔۔ آپ کہاں جارہے ہیں۔؟" وہ جس وقت گاڑی میں پیچھے بیٹھنے لگی تھی۔ ارمش اس کے لیئے فرنٹ ڈور یہ کہتے ہوئے کہ وہ اس کا ڈرائیور نہیں ہے کھول گیا تھا اور وہ کسی قسم کی بحث کے بنا فرنٹ

سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ انجانے راستے دیکھ کر بول گئی جس پر وہ ہنس دیا۔

"موسم حسین ہے سوچ رہا ہوں ایک کپ کافی ہو جائے۔ مجھے پورا یقین ہے۔ آپ جیسی خوبصورت لڑکی کی کمپنی میں کافی بڑی مزیدار لگے گی۔" مہارت سے ڈرائیو کرتا ارمش اس کی بات سن کر یوں بولا جیسے ان کے درمیان گہرے مراسم ہوں۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہیں آپ۔۔۔"کشمالہ کے چہرے پر ناگواری سی پھیل گئی۔

"اگر کافی کی آفر کرنا آپ کے نزدیک بکواس ہے تو ہم ساتھ چائے پی لیں گے۔" اس کا سکون دیدنی تھا۔

"سید صاحب نے آپ پر بھروسہ کر کے مجھے لینے آپ کو بھیج ہی دیا ہے تو آپ اپنی حد میں رہیں۔" وہ بے سکون ہوتی چلی گئی۔ اس کو گھورتے ہوئے ناگواری سے بولی۔

"آپ کے سید صاحب کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ میں آپ کو لانگ ڈرائیو پر لے جا رہا ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ کشمالہ کو اپنے اوسان خطا ہوتے محسوس ہونے لگے۔

"میں ابھی سید صاحب کو کال کرتی ہوں کہ کیسے آپ جھوٹ بول کر مجھے اپنے ساتھ لے آئے ہیں۔۔۔ اور جانے کہاں لے جا رہے ہیں۔" وہ ہینڈ بیگ سے سیل فون نکالتے ہوئے بولی وہ کال کر پاتی کہ ارمش نے موبائل اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"جھوٹ بول کر نہیں تمہاری کم عقلی سے فائدہ اٹھا کر تمہیں لایا ہوں۔۔۔ تم جو گاڑی کو سید صاحب کے بھیجنے کی دلیل سمجھی تھیں یہ گاڑی تو بائے چانس میرے ہاتھ لگی ہے۔ تم عقلمندی کا ثبوت دے کر کال کر لیتیں مگر تم نے ایسا نہیں کیا اور جب میں اپنی پلاننگ میں کامیابی کی طرف پہلا قدم اٹھا چکا ہوں تو تمہیں کال کرنے دوں گا۔۔۔ میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔" وہ کشمالہ کا موبائل آف کرتے ہوئے تفصیلاً بولا۔

"اس سب سے آپ کا مقصد کیا ہے۔۔۔ مجھ سے چاہتے کیا ہیں آپ؟" وہ اپنی عقل کو کوستی ہراساں سی پوچھ گئی۔

"تمہیں، مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے فکر رہو میں، تمہاری عزت پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔" وہ پرسکون انداز میں ڈرائیونگ کرتا ایک اچٹتی ہوئی نظر اس پر ڈال کر اس کے ہراس کو محسوس کر کے بولا۔

"جہاں تک مقصد کی بات ہے میری زندگی کا صرف ایک مقصد ہے۔۔۔ سید ابان بخاری کی بربادی۔۔۔" وہ گاڑی سائیڈ میں روک کر اسے دیکھنے لگا جو بہت بے چین نظر آنے لگی تھی۔ اس نے اپنا پلان اس کے سامنے رکھ دیا۔

"میں، ایسا کچھ نہیں کروں گی۔" وہ صاف انکار کر گئی۔

"تمہیں ایسا کرنا ہو گا ڈیئر۔۔۔" وہ اس کا بازو دبوچ گیا۔

"تم' میرا ساتھ دوگی تو اپنی محبت کو پالو گی۔۔۔ میرا ساتھ نہیں دوگی تو عزت سے جی نہیں سکو گی۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ مجھ سے چاہتے کیا ہیں؟" وہ ہراساں سی بولی۔

"تمام تر تفصیل تمھارے سامنے رکھ چکا ہوں۔۔۔ وقت ضائع نہ کرو۔۔۔ یہ یاد رکھنا اب تم بچ نہیں سکتیں۔۔۔ یہ سمجھ لو آگے کنواں۔۔۔ پیچھے کھائی۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا اور سیل فون اٹھا کر عبرود کا نمبر ڈائل کیا اور اس کے پانچ منٹ میں پہنچنے کا سن مطمئن ہو گیا۔

"آپ کی آخر سید صاحب سے دشمنی کیا ہے؟" وہ بے بسی سے پوچھ گئی۔

"اس نے میری محبت مجھ سے چھین کر میری خوشیوں پر شب خون مارا ہے۔۔۔ میں بھی اس سے اس کی محبت' اس کی خوشیاں چھین لینا چاہتا ہوں۔" وہ کہتا چلا گیا۔

"سید صاحب کی محبت عابیہ ہے۔ آپ کی محبت ایلیفیہ اگر سید صاحب کی محبت میں گرفتار ہے تو یہ تمھاری کم نصیبی ہے سید صاحب کو اپنی بدنصیبی کی سزا دینا چاہتے ہو۔۔۔ ان سے تم اگر سب کچھ چھین بھی لوگے تو محبت کو تو نہیں پاسکو گے اس لیئے مت چنو یہ راستہ۔۔۔" وہ تفصیل سن کر بولتی جارہی تھی کہ ارمش نے اس کا بازو دبوچ لیا۔

"لیکچر نہیں سننا چاہتا۔۔۔ میں جو چاہتا ہوں حاصل کر کے رہوں گا۔" وہ غضب ناک لہجہ میں بولا۔ اس نے ہراساں ہو کر بازو آزاد کروانا چاہا مگر ناکام رہی کیونکہ عبرود پہنچ چکی تھی اور وہ ان کی تصاویر کچھ ایسے اینگل سے بنا رہی تھی کہ کشمالہ کا چہرہ صاف نظر آئے اور ارمش کی صرف پشت اور سائیڈ نظر آئے تاکہ اسے جج نہ کیا جاسکے۔ ارمش نے چند ایک نازیبا حرکات بھی کی تھیں جو کیمرہ میں محفوظ ہو گئی تھیں۔

"تم کچھ بھی کرلو۔۔۔ کسی بھی حد تک چلے جاؤ۔۔۔ لیکن میں تمھارے گھٹیا ارادوں میں تمھیں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔۔۔ میں سید صاحب کو تمھاری اصلیت بتادوں گی۔" وہ جو اپنا آپ اس سے چھڑاتی اس کے منہ پر طمانچہ مار گئی تھی ایک سیکنڈ میں ارمش ہوش میں آتا تھپڑ پر بھڑک کر اس کا منہ طمانچوں سے لال کر گیا تھا جس پر وہ شدتوں سے روتی ہوئی بولی۔ ارمش چوہدری ہنستا چلا گیا۔

"تمھاری اور تمھارے سید صاحب کی اصلیت تو میں سب کے سامنے کچھ ایسے لاؤں گا کہ تم پچھتاؤ گی اس لمحہ پر جب تم نے میرا ساتھ دینے سے انکار کیا تھا۔" وہ نفرت سے پھنکارا اور عبرود سے کیمرہ لے لیا۔ عبرود اس کے کہنے پر چلی تو آئی تھی لیکن اس نے خود کو کشمالہ پر ظاہر ہونے نہ دیا تھا وہ اس وقت قیمتی سوٹ کا دوپٹہ حجاب کی طرح چہرہ پر لیئے ہوئے خود کو شناخت کے مرحلے سے دور کر گئی تھی۔

"ابان کو آج جو ہوا بتانا چاہو تو شوق سے بتانا کہ تم نہیں بھی بتاؤ گی تو میں خود ہی بتادوں گا۔" اس نے ڈیجیٹل کیمرہ کی اسکرین اس کے سامنے کی اسے دن میں اپنی آنکھوں کے سامنے تارے ناچتے محسوس ہوئے۔

"تم تو میرے اندازے سے بھی زیادہ گھٹیا انسان نکلے ہو۔" وہ کیمرہ جھپٹنے میں ناکام ہوتی بے بسی کی انتہاؤں پر تھی۔

"فیصلہ اب بھی تمھارے ہاتھ میں ہے اگر تم میرا ساتھ دو تو یہ تصاویر میں کبھی یوز نہیں کروں گا۔۔۔ہاں اگر تم میرا ساتھ نہیں دو گی تو میں ان تصاویر کے زریعے تمھیں کچھ یوں بدنام کروں گا کہ تمھیں اپنے ہونے پر شرمندگی ہو گی۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے سنگین نتائج کی دھمکی دے گیا۔

"تم ان تصاویر کو چاہو تو میڈیا اور نیٹ پر وائرل کر دو۔۔۔ میں اپنی بدنامی کے ڈر سے اپنے محسن کے ساتھ دھوکا نہیں کروں گی۔۔۔ میں مر تو سکتی ہوں سید صاحب کی زندگی تباہ نہیں کر سکتی۔" وہ دوٹوک انداز میں بولی اس کا انداز اس قدر بے لچک تھا کہ ارمش کو اپنی چال ناکام ہوتی محسوس ہوئی تھی کہ اس نے تو یہی سوچا تھا کہ وہ کشمالہ کے ساتھ چند تصاویر بنا کر اسے باآسانی بلیک میل کر لے گا مگر اسے بدنامی کا ڈر نہ تھا اسے خیال تھا تو صرف ابان کا وہ نمک حرامی نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے محسن کی پیٹھ میں چھرا نہیں گھونپ سکتی تھی۔ وہ اس کی ہر دھمکی کو نظرانداز کرتی اسے گویا چیلنج دے رہی تھی۔

"یہ مت بھولو کشمالہ کہ تم میرے رحم و کرم پر ہو۔۔۔ جو کچھ تصاویر بنانے کو کیا۔۔۔ وہ حقیقت میں کر کے تمھاری تقدیر بھی بنا سکتا ہوں پھر تم کسی کو تو کیا خود کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گی۔" ارمش خود کو کمپوز کر کے پھنکارا۔

"میری زندگی سید صاحب کے خاندان کی مقروض ہے۔۔۔ میری رگوں میں خون نہیں نمک حلالی دوڑ رہی ہے۔۔۔ میرے جسم سے خون نچوڑ لو۔۔۔ میرے جسم سے لباس چھین لو۔۔۔ میرے جسم سے روح کھینچ ڈالو۔۔۔ تم جس حد تک جاسکتے ہو جاؤ۔۔۔ میں سب کچھ قربان کر سکتی ہوں بس نمک حرامی نہیں کر سکتی۔۔۔ اپنی عزت کے لیئے 'عزت دینے والے پر کیچڑ نہیں اچھال سکتی۔۔۔ مٹ تو سکتی ہوں۔۔۔ تمھارے ہاتھ کی کٹھ پتلی نہیں بن سکتی۔" کشمالہ کے لہجہ میں ایسا اٹل پن تھا کہ وہ آگے سے کچھ نہ بولا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھا کر اسے ہاسٹل کے گیٹ پر اتارا اور یہ جا وہ جا۔

☆☆☆☆☆☆

"آپ کے پاؤں دبا دوں؟" وہ چونک کر عابیہ کو دیکھنے لگا وہ بیڈ سے کچھ فاصلہ پر کھڑی تھی اس کے دیکھنے پر مسکرا دی۔

"میں نے جو کیا تمہارے لیئے۔۔۔ تمہاری محبت میں کیا۔۔۔ تمھیں احسان مند ہونے یا میرے کیئیے کا بدل دینے کو وہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو تم نے کیا نہیں یا جو تمہارے مزاج سے میل نہیں کھاتا۔" وہ اس کے پاس آکر بیٹھ جانے پر دھیمے سے محبت بھرے لہجہ میں بولا۔

"آپ تھک گئے ہوں گے بس اس لیئے۔۔۔" وہ بے ربط ہوئی۔

"تھک تو روز آفس میں جاتا ہوں آج تو تھکن کا احساس ہی نہیں ہے بھلا کوئی محبت کرنے' محبت نبھانے سے بھی تھک سکتا ہے؟" وہ اس کے ہاتھ تھامے مسکرایا۔

"آپ نے میرے لیئے اتنا کچھ کیا' تو کیا میں اتنا سا بھی نہیں کر سکتی؟" وہ اس کے حسین چہرے کو محبت سے دیکھنے لگی۔

"تم میرے لیئے جو کرتی ہو وہی کافی ہے۔۔۔۔۔۔ مجھے تمہاری لاپراہی کے قالب میں ڈھلی محبت بھری پرواہ ہی بھاتی ہے۔۔۔ تم مجھے جیسی ہو قبول ہو۔۔۔ میں تمھیں بدلنا نہیں چاہتا۔۔۔ تم جیسی ہو ویسی ہی اچھی ہو۔" وہ مسکرا کر بولا۔ عابیہ اس کا خیال بڑے نامحسوس انداز میں رکھتی تھی اسے محبت جتانی نہیں آتی تھی وہ تو لڑ کر اپنا حق لیا کرتی تھی اور جب اس کے من کی چاہ پوری ہو جاتی تھی تو وہ نامحسوس انداز میں ابان کی ہر چھوٹی چھوٹی بات کا اس کی ہر چاہ کا خیال رکھتی تھی۔ جس بات کے لیئے گھنٹوں بحث کرتی تھی اس سے یوں دستبردار ہو جاتی تھی کہ ابان بھی حیران ہو جاتا تھا کہ کچھ دیر پہلے جو اس قدر اہم تھا وہ ایکدم غیر اہم کیسے ہو گیا مگر وہ دھیرے دھیرے سمجھنے لگا تھا کہ اسے چیزوں کی نہیں ابان کی چاہ تھی اس کے ساتھ کی چاہ تھی وہ تو لڑتی اس لیئے نہیں تھی کہ وہ کوئی لڑاکا ٹائپ یا فسادی لڑکی تھی بس وہ تو ابان سے بہت ساری باتیں کرنے کو' اسے بولنے کو اکسانے کو کبھی شرارت کرتی تو کبھی بحث لے کر بیٹھ جاتی تھی۔ اسے یاد تھا کہ اس نے دو دن قبل ہی تو کہا تھا کہ بول بول کر وہ اس کے سر میں درد کر گئی ہے لہذا وہ اس کا سر دبائے اور وہ کیسے ناک چڑھا کر صاف انکاری ہو گئی تھی کہ اس نے کبھی کسی کی خدمتیں نہیں کیں۔ وہ سر نہیں دبائے گی وغیرہ۔۔۔ ابان کو اس کا یوں منہ بنا کر صاف انکار کر کے سو جانا بہت برا لگا تھا۔۔۔ مگر اس نے کچھ نہ کہا تھا۔۔۔ اس کو اس قدر برا لگا تھا عابیہ کا انداز کہ اس نے عابیہ پر یہ ظاہر کرنا بھی اپنی انسلٹ محسوس کیا تھا کہ وہ اس بات پر ہرٹ ہوا ہے۔۔۔ ناراض ہے۔۔۔ وہ یوں بھول گیا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو مگر دل میں ایک چبھن سی تھی۔۔۔ اس کے رویے کی ایک تکلیف دہ پھانس تھی جو آج نکل گئی تھی۔۔۔ جس نے سر دبانے پر صاف انکار کیا تھا محبت کا جواب محبت' پرواہ کا جواب پرواہ سے دینے کو پاؤں دبانے کا کہہ کر اس کے دل میں مزید اپنا مقام بلند کر گئی تھی۔

"میں جانتی ہوں ابان' پرسوں رات آپ کو برا لگا تھا۔۔۔ لیکن میں اس وقت اپنی رو میں انکار کرنے کے بعد آپ

کی چپ سمجھ نہیں سکی تھی ۔۔۔ لیکن جب آپ کو بے حد خاموش پایا تو یہ احساس ہوا کہ میں غلط کر گئی تھی ۔۔۔ آپ کی خدمت مجھ پر فرض ہے اور آج میں احسان کا بدلہ نہیں اتار رہی کہ آپ کی محبت میرا حق ہے اور میں بس حق وصولنے کے بعد فرض ادا کرنا چاہتی ہوں۔" وہ اس کے بے ریا چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے بولتی چلی گئی۔ ابان کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"تمھیں' میں ایسے ہی جان نہیں کہتا۔۔۔" وہ شوخی سے کہتا اس کے گال پر چٹکی کاٹ گیا۔ وہ جھینپ کر نظر چرا گئی۔ کچھ بولتی کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس نے ساڑھی کا پلو ٹھیک کیا اور دروازہ کھول دیا۔

"خیر ہے سب ۔۔۔ ماماجان تو ٹھیک ہیں؟" وہ درمکنون کو دیکھ متفکر ہوئی تھی کہ ان کی شادی کے بعد یہ پہلی دفعہ تھا کہ وہ ان کے کمرے تک آئی تھی۔ رشتوں میں احترام کی قائل درشہوار ہر چھوٹی بڑی بات کا بے حد خیال رکھتی تھیں ۔

"سب خیر ہے۔ بس' ماماجان' بھیا کو اپنے کمرے میں بلا رہی ہیں۔" درمکنون دھیمے سے کہہ کر پلٹ گئی۔ اس نے ابان تک درشہوار کا پیغام پہنچایا وہ لمحہ کے ہزارویں حصہ میں بستر سے اترا اور پاؤں میں قینچی چپل پہنتا' باہر کی طرف بڑھا ۔

"معصومہ اور ابرج ایک گھنٹہ تک مسکان کی شادی کا کارڈ دینے کے لیئے آ رہے ہیں۔ تم نوراں سے پوچھ لو کسی چیز کی ضرورت ہو تو جا کر لے آؤ۔ نکاح کے بعد ابرج پہلی دفعہ گھر آ رہا ہے۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہونی چاہیئے۔" درشہوار نے بیٹے کو بلانے کا سبب کہہ سنایا۔

"جی' بہت بہتر' ماماجان' آپ بے فکر رہیں سب ہو جائے گا۔" وہ مسکرا کر دھیمے سے بولا۔

"" عابیہ کو بتا دو اور کہنا وہ مکنون کی تیاری میں مدد کر دے۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتا جس وقت کمرے میں پہنچا ۔ عابیہ کو دیکھ لپک کر اس تک پہنچا۔

"کیا ہوا ہے ۔۔۔؟ تم ٹھیک ہو بیہ ۔۔۔؟" وہ اس کو ڈولتے دیکھ بروقت اسے سہارہ دیتا نرمی سے پوچھ گیا۔

"پتہ نہیں ۔۔۔ عجیب طبعیت ہو رہی ہے ۔۔۔" وہ اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھا گیا تھا ۔ وہ گلاس پکڑتے ہوئے بمشکل منمنائی اور گلاس منہ سے لگایا۔ ایک گھونٹ بھری اور دل متلانے لگا وہ گلاس ہاتھ سے چھوڑتی واش روم کی جانب دوڑ گئی۔ ابان پریشان ہوتا دبیز قالین سے شیشے کا گلاس اٹھا کر ٹیبل پر منتقل کرتا۔ واش روم کی جانب بڑھا ہی تھا کہ وہ زرد چہرے کے ساتھ واش روم سے نکل آئی۔

"مجھے تمھاری طبعیت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔ میں ابھی ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔" وہ اسے بازو سے تھام کر متفکر

سا بولا۔

"ڈاکٹر کو کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔" وہ ساڑھی کے پلو سے گیلا چہرہ صاف کرتے ہوئے بول گئی اور بیڈ پر بیٹھتی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"چہرہ زرد ہو رہا ہے اور بول رہی ہو ٹھیک ہو۔۔۔ میں ڈاکٹر کو کال کر رہا ہوں۔" وہ عابیہ کو نڈھال سا پاتا سیل فون اٹھا گیا۔

"عادت نہیں ہے نا مجھے کام کی۔۔۔ اور کافی گھنٹہ کچن میں رہی تو شاید اس لیئے گرمی لگ گئی ہے تب ہی مجھے چکر آ رہے ہیں۔ کچھ دیر تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔ پلیز' آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ نقاہت زدہ لہجے میں بولی۔

"اور وومیٹنگ جو ہو رہی ہے۔۔۔ وہ بھی گرمی لگ گئی ہے؟" وہ اس کی طرف پھر پانی بڑھاتے ہوئے بولا۔

"ابان' مجھے کیا پتہ کیوں ہو رہی ہے طبعیت خراب۔۔۔۔ بس' پلیز' آپ' ڈاکٹر کو مت بلائیں ریسٹ کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔" وہ ایک گھونٹ بھر کر گلاس ٹیبل پر منتقل کرتی منمنائی۔

"میں ڈاکٹر کو بلا رہا ہوں۔" اس نے کہتے ہوئے نمبر سرچ کیا ڈائل کرتا کہ وہ بول پڑی۔

"ڈاکٹر کی مجھے ضرورت نہیں ہے ابان' میں میڈیسن لیتی ہی نہیں ہوں۔ کچھ دیر میں خود ہی طبعیت ٹھیک ہو جائے گی۔ یو ڈونٹ وری۔۔۔" سدا کی دوا سے بھاگنے والی عابیہ جھنجلا کر بولی۔

"بیمار انسان کو تو دوا لینی ہی پڑتی ہے تم دنیا سے نرالی ہو کہ ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔۔۔ دوا کھاؤ گی نہیں اور آرام کرنے سے ہی ٹھیک ہو جاؤ گی۔" وہ اس کی 'نہ، نہ' کی تکرار سے چڑ کر بولا۔

"ماما جان' نے کیوں بلایا تھا؟" وہ میڈیسن سے بچنے کو ڈاکٹر کا موضوع ہی بند کرتی نیا موضوع چھیڑ گئی جبکہ اسے اس وقت بھی متلی سی ہو رہی تھی۔

"ابرج اپنی ماما کے ساتھ گھر آ رہا ہے۔" دھیمے سے بتاتے ہوئے ماں کا پیغام بھی دہرا دیا۔

"آپ سامان لے آئیں جا کر' میں کچھ دیر تک درمکنون کے پاس چلی جاؤں گی۔" وہ بدقت تمام بولی۔

"تمھاری طبعیت مجھے اچھی نہیں لگ رہی بیہ۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں ابان' آپ مہمانوں کے آنے کی تیاری کریں۔ مجھے محسوس ہو گا کہ میری طبعیت نہیں ٹھیک تو آپ کو بتا دوں گی۔" اس نے دھیمے سے کہہ کر آنکھیں موند لیں وہ کچھ سیکنڈز اس کے زرد چہرے کو دیکھتا باہر نکل گیا جبکہ اسے یوں چھوڑ کر جانا اسے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا مگر مجبوری تھی ابھی اسے مہمانوں کے آنے کا انتظام بھی کرنا تھا۔ اس نے عابیہ کی طبعیت کے پیش نظر درمکنون کو خود مہمانوں کے آنے کا بتا کر تیار ہو جانے کا کہہ دیا۔

"عابیہ' کی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لیئے وہ تمھارے پاس نہیں آئی فی الحال لیکن کچھ دیر تک تمھارے پاس آجائے گی کسی بھی چیز کی ضرورت ہو' مدد درکار ہو تو اپنی بھابھی کو بتادینا۔" وہ ابرج کے نام پر بہن کے رنگ بکھیرتے چہرے کو دیکھتا نرمی سے بولا۔ وہ عابیہ کی طرف سے متفکر ہوگئی مگر وہ اسے مطمئن کرتا نوراں کے پاس چلا آیا۔ مہمانوں کے ریفرشمنٹ کے لیئے اس نے مینیو سیٹ کیا اور نوراں کے کہنے پر کہ کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ اپنے کمرے میں آگیا ۔عابیہ سوگئی تھی۔ وہ اسے ڈسٹرب کیئیے بنا کمرے سے نکل کر ماں کے پاس چلا آیا۔

"عابیہ کو اس وقت آپ کے' در مکنون کے پاس ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ سو رہی ہے۔ اس کی طبعیت نہیں ٹھیک اس لیئے میں نے جگانا مناسب خیال نہیں کیا۔ اس کے لیئے بہت معذرت ماما جان۔۔۔" وہ نوراں سے ہوئی بات کی تفصیل در شہوار کو بتا کر قدرے شرمندگی سے بولا وہ چونک کر بیٹے کو دیکھتیں عابیہ کی طبعیت کا پوچھنے لگیں تفصیل ایسی تھی کہ انھیں اپنے اندر خوشی کی لہر دوڑتی محسوس ہوئی مگر وہ اپنے ذہن میں آنے والی بات بیٹے سے کہنے سے خود کو روک گئیں اور بولیں تو فقط اتنا کہ وہ مہمانوں کے جانے کے بعد عابیہ کو ڈاکٹر کے پاس لے جائے۔ وہ اثبات میں گردن ہلا گیا۔ کچھ ہی دیر میں مہمان آگئے۔ عابیہ ہنوز سو رہی تھی۔ در مکنون لائٹ پرپل کلر کے ڈریس میں لائٹ میک اپ کے ساتھ مہمانوں کے سامنے چلی آئی تھی۔ ابرج سہر وردی نے گلاب سی لڑکی کو محبت سے دیکھا تھا۔ چائے کے دوران معصومہ سہر وردی نے در شہوار سے ان کی بہو کی بابت استفسار کیا وہ کچھ کہتیں کہ عابیہ چلی آئی تھی اس نے سلام کرتے ہوئے معذرت کی تھی اور سب کے درمیان بیٹھ گئی تھی۔ معصومہ سہر وردی کو عابیہ کی غیر موجودگی بہت کھلی تھی مگر وہ چپ رہی تھیں کہ عابیہ ان کی بہو نہ تھی ورنہ وہ اس بات پر بہو کی اچھے سے خبر لیتیں۔

در شہوار نے بہو کی زرد شکل دیکھ کر اپنے شک کو مضبوط ہوتا محسوس کیا تھا۔ ابان' بظاہر ابرج کیساتھ باتوں میں مشغول تھا مگر اسے عابیہ کی فکر ہو رہی تھی۔ معصومہ سہر وردی نے مسکان کی شادی کا کارڈ دیتے ہوئے آنے پر اصرار کیا تھا اور ساتھ ہی ایسی بات کہہ دی کہ در شہوار' ناگواری سی محسوس کرتیں الجھن آمیز نظروں سے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

"تمھاری نیچر جانتی ہوں' اندازہ ہے تمھیں میری بات نامناسب لگی ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ابرج اور در مکنون ایک شرعی رشتہ سے منسلک ہیں ایسے میں اگر در مکنون شادی کے تمام فنکشنز اٹینڈ کرتی ہے یا آج ابرج کے ساتھ جاکر کچھ شاپنگ کر لیتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" معصومہ سہر وردی نے اپنے مخصوص دوٹوک انداز میں کہا تھا ۔ابان کو ان کا بے لچک انداز خاص بھایا نہیں' برا تو در شہوار کو بھی لگا مگر وہ مصلحتاً خاموش ہی رہیں۔

"مکنون' اپنا پرس لے کر آجاؤ۔" وہ جو ساس کی بات پر ہی گڑبڑائی ہوئی تھی ماں کے حکم پر مضطرب ہوتی عابیہ کو دیکھنے لگی مگر وہ اسے کہاں دیکھ رہی تھی کہ وہ تو وہاں بمشکل ہی بیٹھی تھی۔

معصومہ سہروردی کو درشہوار کا بلاحجت مان جانا حیرت میں ڈال گیا وہ ماں کے دیکھنے پر چپ چاپ ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

"مسکان کی شادی تک میں اجازت دے رہی ہوں اس کے بعد رخصتی سے پہلے میں کسی بھی وجہ سے ابرج اور مکنون کا ملنا' ملانا پسند نہیں کروں گی۔۔۔ اس سب سے بہتر' رخصتی کر دینا زیادہ مناسب سمجھوں گی۔" درشہوار ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولیں۔ معصومہ سہروردی کو کچھ برا لگا بھی تو وہ ظاہر کیئیے بنا بلاحجت درشہوار کی بات مان گئیں ۔درمکنون کے آتے ہی وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابان' ان لوگوں کو باہر تک چھوڑنے گیا۔عابیہ نے بھی قدم بڑھانے چاہے تھے مگر ہمت نہ ہوئی تو وہ واپس بیٹھ گئی۔ معصومہ سہروردی کو یہ بات بھی بری لگی کہ درشہوار تو خیر مجبوری تھی جو باہر تک ساتھ نہیں جاسکتی تھیں مگر ان کی بہو نے بھی زحمت نہ کی۔

"درشہوار' نے بہو کو تو کافی کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے۔۔۔ درمکنون اپنی بھابھی کے جو رنگ ڈھنگ دیکھ کر آئے گی وہی سب میرے گھر میں دہرائے گی۔۔۔ مجھے پہلے ہی باور کرانا ہو گا مجھے بہو کے یہ طور طریقے نہیں پسند کہ مہمانوں کے آنے کا پتہ ہو پھر بھی مہارانی صاحبہ سوئی پڑی رہیں اور منہ بنائے آکر دو گھڑی کو بیٹھ جائیں۔" معصومہ سہروردی نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے سوچا۔ اور درمکنون پر نظر ڈالی پرپل کلر کے ڈریس میں وہ کافی اچھی مگر قدرے گھبرائی ہوئی لگی۔وہ درمکنون کو دیکھ مطمئن ہو گئیں کہ انھیں درمکنون کو دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے انڈر کنٹرول رکھنا اتنا مشکل نہ ہو گا۔

"مجھے عابیہ کی طبعیت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے تم ایسا کرو اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔" وہ بیٹے کو دیکھ بولیں۔ عابیہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر درشہوار کو منع کرنے کی ہمت نہ ہوئی وہ اٹھی' ایک قدم بھی نہیں بڑھایا تھا کہ اس زور کا چکر آیا کہ وہ لہرا کر کارپٹ پر گرتی چلی گئی۔ ابان لپک کر اس تک پہنچا۔

"نوراں۔۔۔ نوراں۔۔۔" درشہوار نے ملازمہ کو آواز لگائی۔ اگلے سیکنڈ ملازمہ ان کے سامنے موجود تھی۔

"ڈاکٹر امبرین' کو کال کرو اور جلد پہنچنے کی تاکید کردو۔" نوراں جو عابیہ کو دیکھ گھبرائی تھی۔ درشہوار کی ہدایت پر لینڈ لائن سیٹ کی طرف بڑی تیزی میں بڑھ گئی۔

"عابیہ' آنکھیں کھولو۔" وہ اس کا سر زانو پر رکھے گال تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ پریشانی اس کے لہجے سے مترشح تھی۔

"عابیہ' کو اٹھا کر میرے کمرے تک لے چلو۔۔۔" وہ ٹیبل پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں منتقل کرتے ہوئے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتا ہوا۔ ماں کی آواز پر چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

"ماماجان' میں عابیہ کو ہاسپٹل لے جاتا ہوں۔" وہ اس کے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہ پاتے ہوئے بولا مگر وہ منع کر گئیں۔

"ڈاکٹر امبرین' کچھ دیر تک آجائیں گی۔" وہ ماں کی ہدایت کے عین مطابق عابیہ کو ماں کے کمرے میں لے آیا۔ اسے بستر پر لٹا کر سیدھا ہوا اسی وقت نوراں وئیل چئیر گھسیٹ کر درشہوار کو ان کے کمرے میں لے آئی تھی۔ عابیہ ہنوز بے ہوش تھی۔ پانچ منٹ مزید گزرے اور ڈاکٹر امبرین چلی آئیں۔ انھوں نے چیک اپ کے بعد درشہوار کے شک کی تصدیق کر دی۔

"مبارک ہو مسز درشہوار' آپ دادی بننے والی ہیں۔" ڈاکٹر امبرین کی بات پر ان کے لبوں سے بے ساختہ "شکر الحمدللہ" نکلا۔ ڈاکٹر امبرین مزید تصدیق کو کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیتیں اور کلینک پر آکر چیک اپ کروانے کا کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔

"عابیہ' ٹھیک ہے ؟ ڈاکٹر امبرین۔۔۔" ابان جسے درشہوار نے کمرے سے باہر بھیج دیا تھا وہ لاؤنج میں ٹہلتا لپک کر ڈاکٹر امبرین تک پہنچ کر متفکر سا پوچھ گیا۔ وہ مسکرائیں اور اس پر شادی مرگ طاری کرتیں یہ جاوہ جا ہو گئیں۔ ابان اب تک ساکت کھڑا تھا کانوں میں صرف ایک ہی گونج تھی۔

"مسٹر بخاری' آپ کی وائف امید سے ہیں۔۔۔ آپ 'پاپا بننے والے ہیں۔" خبر کیا تھی' زندگی کی نوید تھی۔ اس کے کانوں میں خبر کی گونج تھی اور دل سے ایک ہی صدا نکل رہی تھی۔

"اور تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔" اس کا دل سجدہ ریز ہونے لگا۔ لب شکر کا کلمہ پڑھنے لگے۔ وہ ماں کے کمرے تک چلا آیا۔

کمرے کا منظر دلفریب تھا۔ عابیہ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اس سے ذرا فاصلے پر درشہوار بیٹھی تھیں۔ جن کے چہرے پر خوشی و طمانیت کے رنگ تھے انھوں نے بہو کی پیشانی چومی تھی۔

"بہت مبارک ہو بیٹا۔۔۔ اللہ تمھاری خوشی کی عمر دراز کرے۔" انھوں نے بیٹے کو پاس بلا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے مبارکباد دی تھی۔

"بہت شکریہ' ماماجان" اس کے لب ہلے۔ عابیہ سے نظر ٹکرائی اس کا زرد چہرہ کیسے بہار کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ درشہوار نے ڈاکٹر امبرین کی ہدایت کے ساتھ چند ایک نصیحتیں ان دونوں کے ہمراہ کیں۔ وہ دونوں کمرے میں چلے آئے۔

"کیسا محسوس کر رہی ہو ؟" محبت سے پوچھا۔

"خود کو ایک دم ہی بہت مکمل محسوس کر رہی ہوں۔" کلی سے چٹکی۔

"مجھے مکمل کرنے کا شکریہ' بیہ۔۔۔" پیشانی پر لب رکھے۔

"میری تکمیل تو آپ سے ہے ابان 'کتنا خوش کن احساس ہے۔۔۔ میں 'ماں بننے والی ہوں۔۔۔ ہم دو سے تین ہو جائیں گے۔۔۔ ہمارے گھر میں قلقاریاں گونجیں گی۔۔۔۔ زندگی کا آنگن مہک اٹھے گا۔" وہ خواب کی سی کیفیت میں بولتی چلی گئی۔

"میں نے سنا تھا۔۔۔ باپ بننے کی خوشی انگ انگ کو معطر کر دیتی ہے اور آج میں اس خوشی کو محسوس کرتا خود کو کتنا خوش بخت محسوس کر رہا ہوں۔۔۔ یوں لگ رہا ہے جیسے ہفت اقلیم کی دولت ہاتھ لگ گئی ہے۔۔۔" ابان کے لفظ لفظ سے زندگی پھوٹ رہی تھی۔

"دولت ہی تو ملنے والی ہے۔۔۔۔ اولاد کی دولت۔۔۔۔" اس کے لب ہلے۔

"خبر پر یہ حال ہے اور جب خبر جیتا جاگتا وجود بن کر بازوؤں میں اترے گی تو تب سب کچھ کتنا حسین اور مکمل ہو گا۔" ابان کا لہجہ خوشی سے بھیگ گیا تھا۔ اس نے پر حجاب نگاہ ابان کے مسرت لٹاتے چہرے پر ڈالی۔ وہ زندگی کو محسوس کر رہے تھے 'گزرتی خوشی کو جیتے' آنے والی خوشی کے لیئے پلاننگ کر رہے تھے یہ جانے بنا کہ آگے زندگی اتنی حسین و مکمل نہ تھی جتنی اس لمحہ محسوس ہو رہی ہے۔۔۔۔!

☆☆☆☆☆

"یہ ڈریس دیکھو مکنون' یہ کلر تم پر بہت سوٹ کرے گا۔" ابرج کی سرگوشی پر وہ اسے دیکھنے لگی۔ اس کے مسکرانے پر وہ سوٹ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اورنج کلر کا ڈریس واقعی زبردست لگ رہا تھا اسے بھی کافی اچھا لگا اس نے دھیمے سے کہہ دیا۔ ابرج اسے ایک کے بعد ایک شاپ پر لے جاتا رہا اس نے ہر فنکشن پر پہننے کو بہت مہنگا ڈریس اور ساتھ آرٹیفیشل جیولری اور سینڈلز اسے دلائی تھیں۔ پسند ابرج سہروردی کی تھی وہ تو جھجک کی وجہ سے کچھ کہہ ہی نہیں پا رہی تھی۔

"ہمیں اب چلنا چاہئیے۔۔۔ ہم دو گھنٹہ سے شاپنگ کر رہے ہیں۔۔۔ میں تھک بھی گئی ہوں۔" وہ اسے جیولر کی شاپ کی طرف بڑھتے دیکھ منمنائی۔

"پہلی لڑکی دیکھی ہے جو بول رہی ہے شاپنگ سے تھک گئی ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے شرارت سے مسکرایا۔ وہ جھینپ کر نظر چرا گئی۔ یہ نہ بول سکی کہ اسے شاپنگ سے تو واقعی آج تک کبھی تھکن نہ ہوئی تھی وہ تو آج اس کی ہمرائی پر کچھ گھبراہٹ کا شکار تھی اور واپسی کے لیئے بہانہ بنایا تھا۔

"اب آئے ہیں تو تمھیں اپنی طرف سے کوئی گفٹ بھی دلا دوں۔" وہ بہت مطمئن تھا اسے در مکنون کے ساتھ

شاپنگ کرنا' اسے اپنی من پسند چیزیں خرید کر دینا بے حد اچھا لگ رہا تھا۔

"اتنا سب کچھ تو آپ نے مجھے دلا دیا ہے یہ سب آپ کی طرف سے گفٹ ہی تو ہیں۔" وہ اس کی بات پر متحیر سی بولی
۔

"یہ ڈریس اور اس کی میچنگ کی اشیاء تو تم ایک دو بار ہی آؤٹ آف فیشن ہونے تک ہی پہنو گی۔۔۔ پتہ ہے مجھے تم لڑکیوں کا سوٹ کتنا ہی قیمتی ہو پہنتی ایک ہی بار ہو ہر تقریب کے لیئے تم لوگوں کو نیا سوٹ چاہیئے ہوتا ہے۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے یوں بولا جیسے اس نے لڑکیوں کی سوچ اور مزاج پر پی ایچ ڈی کر رکھی ہو۔

"خیر میں صرف ایک بار تو نہیں پہنتی بس یہ کنفرم کر کے پہنتی ہوں کہ جس محفل میں جارہی ہوں وہاں کسی نے سوٹ دیکھا ہوا تو نہیں ہے۔" وہ اس سے بے حد دوستانہ اور قدرے بے تکلف انداز میں بات کر تا رہا تھا اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ لب کا کونا دانتوں تلے دباتی دھیمے مگر غیر سنجیدہ لہجہ میں اپنی عادت کہہ گئی تھی جس پر ابرج نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔

"مجھے پتہ ہے وہ ایلیفیہ بھی یہی سب کرتی ہے۔ مہینہ میں دو سے چار سوٹ تو لازمی بناتی ہے پھر بھی ہر وقت روتی رہتی ہے اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ تم لڑکیوں کا کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ ہنسی کے درمیان بولا۔

"آپ' ایلیفیہ کو بھی ساتھ لے آتے وہ اس دن بھی ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔

"میری دوست بہت سمجھدار ہے اسے کباب میں ہڈی بننے کا بالکل بھی شوق نہیں ہے اس لیئے وہ اس دن رکی نہیں اور آج آفر کرنے پر بھی ساتھ نہیں آئی۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے ذو معنی لہجہ میں بولا۔ وہ لوگ باتیں کرتے ہوئے جیولر کی شاپ تک پہنچ گئے تھے۔

"منگنی پر انگوٹھی ماما کی پسند کی تھی اس دن جو گفٹ دیا وہ ایلیفیہ کی پسند کا تھا اس لیئے آج میں اپنی پسند سے جیولری دلاؤں گا جو تمھارے پاس ہمیشہ محفوظ رہے گا۔" وہ دھیمے سے کہتا جیولری شاپ میں داخل ہو گیا۔

"بتادو چین کیساتھ لاکٹ لینا ہے یا پھر انگوٹھی و بریسلیٹ میں سے کچھ لینا ہے۔" معصومہ سہر وردی اسی جیولر سے گولڈ اور ڈائمنڈز کی خریداری کرتی تھیں۔ وہ جیولر کو الرٹ ہوتے دیکھ درمکنون سے بولا جس نے جو اس کی مرضی کہہ کر بات ہی ختم کر دی تھی۔ ابرج نے انگوٹھیاں دکھانے کا کہا۔ اسے دو انگوٹھیاں پسند آئی تھیں اور ایک انگوٹھی تو کافی اچھی لگی تھی۔ اس نے درمکنون سے اس کی مرضی پوچھی وہ باقی خریداری کی طرح یہاں بھی اثبات میں گردن ہلا گئی۔

"مسٹر سہر وردی' انگوٹھی بھابھی کو پہنا کر دیکھیں تو زیادہ بہتر پتہ چلے گا کہ کونسی اچھی لگ رہی ہے۔" جیولر نے ابرج کا دونوں پر جھکاؤ بھانپتے ہوئے کہا۔

"پاریکھ صاحب 'پہنا کر دیکھیں گے تو سب ہی لینا پڑیں گی کہ ابھی یہ بھلے حسین نہ ہوں ۔۔۔ ہماری مسز کے ہاتھ میں سج کر حسین ہو جائیں گی ۔" ابرج سہروردی برجستگی سے کہہ گیا ۔ درمکنون کا چہرہ دہکنے لگا ۔ دونوں کی نظر پل بھر کو ٹکرائی وہ ابرج سہروردی کی جذبے لٹاتی نگاہوں سے گریزاں ہوتی نظر جھکا گئی ۔ ابرج سہروردی نے دونوں رنگز پیک کرنے کا کہہ دیا ۔ پاریکھ صاحب نے سائز چیک کرنے کا کہا مگر وہ ان سنا کر گیا ۔ جیولر شاپ سے نکل کر وہ درمکنون کو لیئے پزاہٹ چلا آیا ۔ ابرج سہروردی کے ساتھ میں جھجک محسوس کرتی وہ اس کے بے تکلف انداز کے ساتھ قدرے تکلف کے ساتھ باتیں کرتی رہی تھی ۔ اسے زندگی کا یہ دور بہت حسین لگ رہا تھا ۔ اسے ابرج سہروردی کا ساتھ اچھا لگ رہا تھا ۔ ابرج نے اسے دونوں رنگز پہنا دی تھیں محبت بھری ہدایت کیساتھ کہ وہ انھیں پہنے رہا کرے گی ۔ وہ مسکرا دی تھی ۔ وہ ابرج سہروردی کی ہمراہی میں خود کو خوش نصیب سمجھنے لگی تھی ۔ معصوم سی درمکنون کا ساتھ تو ابرج سہروردی کو بھی ہواؤں میں اڑانے کو کافی تھا ۔ وہ محبت کو پالینے کے خمار میں مسرور تھا ۔ وہ ابرج سہروردی کی محبت کو محسوس کرتی بہت زیادہ خوش تھی ۔ دونوں کے دل ایک تال پر دھڑکتے محبت کی نئی داستان رقم کرنے جا رہے تھے ۔

آج کل فقط عشق کر رہا ہوں
یعنی بے کار ہو گیا ہوں میں

☆☆☆☆☆☆

"ماننا پڑے گا معصومہ تمھاری چوائس ہمیشہ بہترین ہوتی ہے ۔ بہو بھی تم نے پرفیکٹ ڈھونڈی ہے ۔۔۔ کم عمر 'حسین 'معصوم ۔۔۔ مانو تمھاری تو لاٹری نکل گئی ہے ۔" درمکنون کو دیکھ معصومہ سہروردی کی قدرے بے تکلف دوست نے تبصرہ کیا جس پر سب ہی ہنسنے لگیں ۔ درمکنون کا چہرہ بے حد سرخ پڑ گیا ۔ وہ معصومہ سہروردی کو دیکھنے لگی ۔ انھوں نے ابرو کے اشارے سے اسے وہاں سے جانے کا اشارہ کیا وہ "ایکسکیوز می" کہتی وہاں سے نکل گئی ۔ وہاں سے ہٹتے ہوئے اس کے کان میں ایک اور تبصرہ پڑا ۔

""لیکن ! کچھ بھی ہے معصومہ 'داماد 'کی چوائس میں مات کھا گئی ہے ۔" ابرج سہروردی کو داماد بنانے کی آرزومند مسز گردیزی درمکنون کو دیکھ تو کوئی فضول تبصرہ کرنے سے قاصر رہی تھیں لیکن جلاپا کہیں تو نکالنا ہی تھا اس لیئے داماد کو نشانہ بنایا تھا ۔

درمکنون نے سنا مگر جسے وہ نظرانداز کرتی آگے بڑھ گئی اس بات سے انجان کے معصومہ سہروردی نے کیا جواب دیا یا کیسا ردعمل ظاہر کیا ۔

"میرے نزدیک ہمیشہ پیسہ سے بڑھ کر انسان کی اہمیت رہی ہے۔ ارباز ہم سے حیثیت میں کم ہے لیکن خوبرو ہے تعلیم یافتہ ہے۔ اب تو اپنا شوروم چلا رہا ہے اس لیئے میں یہ نہیں کہوں گی کہ داماد کے انتخاب میں' میں مار کھا گئی ہوں۔" معصومہ سہروردی کو بال اپنے کورٹ میں کرنے میں ملکہ حاصل تھا۔ وہ کچھ اس سادگی سے بولیں کہ تنقید کی جگہ توصیف نے لے لی اور وہ فخر سے گردن اکڑائے مہمانوں کو اٹینڈ کرنے لگیں۔ مسکان کی آج مہندی ہے جس میں شہر کی کریم مدعو ہے۔ ارباز کو شوروم سیٹ کر کے دینے سے وہ اس کی غریبی مٹا کر حیثیت تو بدل گئی تھیں لیکن وہ اس بات کو پوشیدہ رکھنے میں ناکام رہی تھیں اس لیئے وہ کم حیثیت داماد کا طعنہ سننے پر مجبور تھیں مگر جس کا حل انھوں نے اس خوبی سے نکالا کہ دل میں کوئی کچھ سوچے' پیٹھ پیچھے چاہے بکواس کرے کم از کم ان کے سامنے محتاط رہے گا اور ان کے سکون کے لیئے فی الحال یہی بات کافی تھی۔

درمکنون اپنی جونک میں چلتی کسی سے ٹکرا گئی۔ تھامنے والے سے نگاہ ٹکرائی تو وہ خجل ہوتی سیدھی ہو گئی۔

دھوپ سے نکل کے
چھاؤں سے پھسل کے
ہم ملے جہاں پر لمحہ تھم گیا
آسماں پگھل کے
شیشے میں ڈھل کے
جم گیا تو تیرا، چہرہ بن گیا
دنیا بھلا کے تم سے ملا ہوں
نکلی ہے دل سے یہ دعا
رنگ دے تو موہے گیروا
رانجھے کی دل سے ہے دعا
رنگ دے تو موہے گیروا

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔" سفید کلف لگے شلوار قمیض میں پیلا پٹکا گلے میں ڈالے خوبرو ابرج سہروردی نے مہندی گرین شفون جارجٹ کے فینسی سوٹ میں پیاری سی درمکنون کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

"تھینک یو۔" وہ حیا سے لال ولال ہوتی منمنائی۔

"ویلکم' جانِ من ۔۔۔" ابرج سہروردی نے شوخی دکھائی۔ اس طرز تخاطب پر درمکنون کو اپنے کانوں سے

دھواں نکلتا محسوس ہوا۔ وہ اس کی کیفیت سمجھتا ایک اور سرگوشی کرتا دلکشی سے ہنس دیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ ارے۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔" ایلیفیہ ان دونوں کے درمیان میں رکتی شرارت سے گنگنائی

۔

"کچھ نہیں، کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔ پیار ہو رہا ہے۔" ابرج مزید شوخ ہوا۔ درمکنون کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ پلکیں لرزنے لگیں۔ ماتھے پر شبنمی قطرے چمکنے لگے۔

"بکواس بند کرلو ذرا اپنی، بے چاری میری بھابھی کو کنفیوژ کر دیا ہے۔" وہ درمکنون کا حسین چہرہ دلچسپی سے دیکھتے ہوئے۔ ابرج کو ایک مکا جڑ گئی۔

"تمھیں کباب میں ہڈی بننے کی ضرورت ہی کیا تھی۔۔۔ بس میں اظہار محبت کرنے ہی لگا تھا کہ تم بن بلائی آفت کی مانند ٹپک گئی ہو۔" ابرج سہروردی کی نگاہ درمکنون کے چہرے کا طواف کر رہی تھی اور وہ ایلیفیہ کو لعنت ملامت بھی کرتا جا رہا تھا۔

تم سے شروع تم پہ فنا

ہے صوفیانہ یہ داستان

میں کارواں منزل ہو تم

جاتا جہاں کو ہر راستہ

تم سے جڑا جو دل زرا سنبھل کے

درد کا وہ سارا کہرا چھن گیا

"اظہار محبت تو تم اب تک دس ہزار دفعہ کر چکے ہو گے۔۔۔ ڈنر ساتھ ہو گیا۔۔۔ چار گھنٹہ ساتھ شاپنگ کر لی۔۔۔ اظہار محبت نہ ہوا۔۔۔ مسٹر، الو کسی اور کو بنانا۔۔۔" وہ اسے گھورنے لگی جس نے یکدم ہی قہقہہ لگایا تھا۔

"قسم لے لو اگر ایک بار بھی آئی لو یو کہا ہو۔۔۔" وہ ایلیفیہ کو دیکھتے ہوئے، آنکھ دباتے ہوئے بولا۔ درمکنون کی حالت ان دونوں کو ہی لطف دے رہی تھی۔

"بس بس رہنے دو پتہ ہے تم کتنے شریف ہو۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"مجھ پر یقین نہیں تو مکنون کھڑی ہے پوچھ لو۔۔۔ میں نے کتنی بار لو یو کہا ہے۔" وہ ہنوز شرارت کے موڈ میں تھا ۔ درمکنون اسے دیکھنے لگی۔ کیسا زندگی سے بھرپور انسان تھا اسے اپنی قسمت پر رشک آیا۔ ایلیفیہ کے گلا کھنکارنے پر وہ

خجل ہوتی نظر جھکا گئی۔

"مکنون' بتانا تو زرا اس گدھے نے تمھیں کتنی بار آئی لو یو کہا ہے۔" وہ شرارت سے اپنے داہنے ہاتھ کی کونی سے درمکنون کو ٹھوکا مارتے ہوئے ذو معنی انداز میں پوچھ گئی۔

"ایک بار بھی نہیں۔۔۔" درمکنون کے لبوں سے پھسلا۔ ابرج کا بے ساختہ قہقہہ فضا میں بلند ہوا۔ ایلیفیہ سے بھی ہنسی روکنا محال ہو گیا۔ جب کہ وہ خود ساکت رہ گئی تھی۔ نظر اٹھائی نہ گئی۔ لب بھینچ لیئے۔

"میں جا رہی ہوں' تم اظہار محبت کر لو۔" وہ ابرج کے کاندھے پر مکا مارتی' بے حد کنفیوژ درمکنون کا رخسار شرارت سے تھپھکتی۔ نکلتی چلی گئی۔

"مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ کوئی لو یو سننے کا منتظر ہے۔" وہ شریر ہوا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ' تو بس۔۔۔ جانے کیسے منہ سے پھسل گیا۔" وہ خائف سے لہجہ میں منمنائی اور اس کے روکنے کی پرواہ کیئیے بنا وہاں سے نکل گئی۔ وہ زیر لب مسکرا دیا۔

ویران تھا دل کا جہاں
جس دن سے تو داخل ہوا
ایک جسم سے ایک جان کا
درجہ مجھے حاصل ہوا
پھیکے ہیں سارے ناطے جہاں کے
تیرے ساتھ رشتہ گہرا بن گیا

☆☆☆☆☆☆

"ابان' کیا کوئی بات ہے۔ میں نوٹ کر رہی ہوں آپ پچھلے ایک' دو دن سے کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔" عابیہ اس کے سامنے بھاپ اڑاتا کافی کا مگ رکھتے ہوئے بولی۔

"آفس کی کچھ پرابلمز ہیں۔ تم پریشان نہ ہو۔" وہ دھیمے سے بولتا کافی کا مگ اٹھا گیا۔

"ایسی بھی کیا بات ہے۔ ہر وقت آپ سوچوں میں گھرے رہتے ہیں۔ کل سے آپ نے مجھ سے بات تک نہیں کی۔" وہ ابان کو دیکھتے ہوئے بولی وہ کافی کا مگ ٹیبل پر پٹختا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمھارا پرابلم کیا ہے عابیہ' کیا میں سکون سے بیٹھ کر کچھ کھا پی بھی نہیں سکتا ہوں۔" وہ اتنی زور سے چیخا کہ عابیہ

پوری جان سے لرز گئی کہ اب تک اس نے کہا ایسے بات کی تھی۔ کہاں یوں چیزیں پٹخیں تھیں۔

"میں تو بس آپ کی پریشانی کی وجہ جاننا چاہ رہی تھی۔۔۔" وہ لب کچلتی منمنائی۔

"وجہ بتا تو دی ہے کہ آفس کا پرابلم ہے اور تم بیوی ہو بیوی بن کر رہو میری باس نہ بنو کہ وہ کیوں کیا۔۔۔ یہ کیوں نہیں ہوا۔۔۔ وہ کیسے کیا۔۔۔ یہ کیسے ہوا۔۔۔ وہ غلط تھا۔۔۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ میں روز روز کی چخ چخ اور تمھاری عدالت سے تنگ آگیا ہوں۔۔۔ نہیں کی بات تو کونسی قیامت آگئی ہے۔" وہ جاہل مردوں کی طرح بری طرح چیختا کافی کا مگ اٹھا کر دیوار پر مارتا کمرے سے نکلتا چلا گیا اور وہ ساکت جہاں کی تہاں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

"میں تمھیں کیا بتاؤں بیبہ' زندگی مجھے ایک عجب دوراہے پر لے آئی ہے۔ ایک طرف تم ہو میری زندگی اور دوسری طرف میرا فرض' میری زمہ داری۔۔۔ اور میں' ایک بھی چننے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" سید ابان بخاری کمرے سے نکل کر ٹیرس پر آن کھڑا ہوا تھا اس کی آنکھوں میں کرب کی لکیر تھی۔ ذہن دو دن پہلے کشمالہ اور ارمش سے ہوئی بات دہرانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

"کیا بات ہے کشمالہ' آپ مجھے پریشان کر رہی ہیں۔" ابان وعدے کے مطابق اگلے دن لنچ ٹائم میں ہاسٹل پہنچ گیا تھا۔ وہ اس کے سامنے سے گریزاں نظر چرائے' شرمندہ سی اس کی گاڑی میں آن بیٹھی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اک ہوک سی اٹھی تھی کہ وہ کل کیسے صرف گاڑی دیکھ دھوکے میں آگئی تھی۔ ابان نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس سے کہا تھا کہ وہ بات کرے جو کرنے کو بلایا ہے۔ وہ چپ رہی اسے پتہ بھی نہیں چلا اس کے آنسو گرنے لگے۔ سید ابان بخاری مضطرب ہوتا کہہ گیا۔ اس نے اپنے آنسو رگڑے اور اپنے شک سے بات کا آغاز کرتے ہوئے کل کی ارمش چوہدری کی حرکت تک کی تفصیل سید ابان بخاری کے گوش گزار کر دی۔ جسے سن ابان کو اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"آپ ایسے کیسے کسی کے بھی ساتھ جا سکتی ہیں۔۔۔ کسی پر بھی بھروسہ کر سکتی ہیں۔" وہ بے یقین بھی تھا اور خود کو کسی شکنجہ میں بھی محسوس کر رہا تھا کافی دیر کی خاموشی کے بعد اسے ڈپٹنے لگا۔

"مجھے معاف کر دیں سید صاحب۔۔۔ آپ کی گاڑی دیکھ میں یہی سمجھی کہ آپ نے ہی انھیں بھیجا ہے۔" وہ بے تحاشہ رو رہی تھی۔

"آپ میری زمہ داری ہیں کشمالہ' میں ایسے کسی کو بھی آپ کو لینے بھیج سکتا ہوں آپ نے سوچا بھی کیسے۔۔۔ ایک کال کر کے تصدیق کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔" اس کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

"میری بد بختی کہ پہلی بار بھروسہ کیا اور پہلی ہی بار منہ کی کھائی ہے۔۔۔ اور اپنی حماقت و جلد بازی کے عوض خود اپنے لیئے ہی نہیں آپ کے لیئے بھی مشکلات کا پہاڑ خرید لیا ہے۔" اس نے ارمش چوہدری کی آفر سے لیکر تصاویر اور دھمکی تک کی تفصیل بھی کہہ دی۔ سید ابان بخاری کو اپنا آپ ہوا میں معلق ہوتا محسوس ہوا۔ اسے تمام تفصیل وارمش کی حرکت بے یقین کر گئی تھی۔ اسے ارمش اتنا گرا ہوا انسان کبھی نہیں لگا تھا۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ارمش چوہدری جو ہے وہ ایلیفیہ آغا سے محبت کرتا ہے لیکن ایلیفیہ کے اپنے لیئے جذبات اس سے پوشیدہ نہ تھے اور یہ بات بھی اس کے علم میں تھی کہ ایلیفیہ کی ارمش سے منگنی ہوگئی ہے اس لیئے کشمالہ کے منہ سے تفصیل سن اسے جانے کیوں نہ زیادہ حیرانگی ہوئی تھی اور نہ ہی اسے کشمالہ جھوٹی لگی تھی۔

"وہ عورت کون تھی جس نے تصاویر کھینچیں۔۔۔ کیا آپ اسے جانتیں' پہچانتی ہیں۔؟" اس نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ میں اس وقت اتنا ڈری ہوئی تھی کہ میں غور کرنے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھی۔۔۔ میں نے اسے دیکھا ہی نہیں۔۔۔ بس کار کی پچھلی سیٹ پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔۔۔۔ میں اسے دیکھ نہیں پائی۔۔۔ چہرہ۔۔۔ اس کے چہرے پر نقاب تھا۔۔۔ ہاں وہ نقاب میں تھی۔" وہ سوچ سوچ کر' بہت ذہن پر زور ڈال ڈال کر بولتی گئی۔

"میں آپ کو ہاسٹل واپس چھوڑ رہا ہوں۔۔۔ میں معاملات کی تحقیق کروں گا۔۔۔ آپ محتاط رہیئے گا۔۔" وہ اسے ہاسٹل کے گیٹ پر اتار کر واپس آفس آگیا۔ اس کا سر بری طرح درد کر رہا تھا۔ وہ یقین و بے یقینی کی کیفیت میں تھا۔ اس نے ارمش چوہدری کو آفس میں بلا لیا کہ اسے معاملات کی تہہ تک پہنچنا تھا۔

"ارمش' آپ کل میری گاڑی لے کر اپنے کسی پرسنل کام سے بھی گئے تھے؟" سید ابان بخاری نے جس وقت اسے آفس میں طلب کیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ابان نے تفصیل جاننے کو بلایا ہے۔

"کشمالہ' نے لگتا ہے اپنا کہا پورا کر دیا ہے۔۔۔ اس نے ابان کو تمام تفصیل سے آگاہ کر دیا ہے۔" اس نے سوچا۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں مسٹر ارمش۔۔۔" سید ابان بخاری نے قدرے غصہ سے کہا۔

"آپ اگر ابھی کشمالہ سے مل کر آرہے ہیں تو میں بس یہی کہوں گا کہ اس نے آپ سے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔" وہ سید ابان بخاری کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے خوفی سے بولا۔ سید ابان بخاری کو کہاں امید تھی کہ اگر کشمالہ سچی ہے تو ارمش چوہدری اتنی جلدی اپنی برائی کا اعتراف کر لے گا۔

"آپ کو شرم آنی چاہیئے ارمش' میں نے آپ پر بھروسہ کیا اور آپ۔۔۔" وہ قدرے دکھ سے بولنے لگا۔

"شرم آنی تو چاہیئے مگر مجھے شرم کی جھے بھی نہیں آتی۔۔۔۔ مجھے نہیں پتہ شرم کس کھیت کی مولی ہے۔۔۔ شرم

کس چڑیا کا نام ہے۔۔۔" وہ پرسکون انداز میں سید ابان بخاری کی بات کاٹ کر بولتا چلا گیا۔

"کیوں کررہے ہو یہ سب۔۔۔" سید ابان بخاری اس کی ڈھٹائی محسوس کر کے تاسف سے بولا۔

"کشمالہ نے آپ کو بتاتو دیا ہے۔" وہ ہنوز پرسکون تھا۔

"میں سب تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ ارمش چوہدری سب کہتا چلا گیا۔ اس کے چپ ہوتے ہی کمرے میں موت کا سا سناٹا چھا گیا۔

"میں تم سے یہ نہیں کہوں گا کہ جو کررہے ہو مت کرو۔۔۔ تم اگر حقیقت سے نظریں چرا کر لاحاصل کی طرف دوڑنا چاہتے ہو تو میں روکوں گا نہیں۔۔۔" ابان دھیمے سے کافی دیر کی خاموشی کے بعد بولا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ارمش جس راہ پر چل نکلا تھا اسے سمجھانا یا روکنا بہت مشکل ہو گا۔ اس لیئے وہ لاحاصل بحث میں پڑے بنا صرف ایک مناسب حل نکال لینا چاہتا تھا۔ وہ چونک کر سید ابان بخاری کو دیکھنے لگا۔

"لیکن، کچھ بھی کرنے سے پہلے یہ ضرور سمجھ لو۔۔۔۔ ایلیفیہ میرے لیئے کچھ نہیں ہے۔۔۔ وہ میرے لیئے کوئی معنی ہی نہیں رکھتی۔۔۔ اس کا ہونا نہ ہونا میرے لیئے ایک برابر ہے۔۔۔ وہ میرے لیئے زندگی میں ملنے والے ننیانوے لوگوں کی طرح ہے جو ملتے ہیں۔۔۔ ٹھہرتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔۔۔ نہ ان کے آنے سے زندگی پر فرق پڑتا ہے۔۔۔ نہ ان کے جانے سے زندگی متاثر ہوتی ہے۔" سید ابان بخاری کا اپنا ہی مخصوص دھیما لہجہ تھا جو ارمش کے سکون میں دراڑ ڈال گیا۔

"جو لڑکی تمہیں بے حد و بے حساب چاہتی ہے۔۔۔ اس کے ہونے نہ ہونے سے تمہیں فرق نہیں پڑتا۔" ارمش کی فطرت میں ہی بدلحاظی تھی وہ ایک سیکنڈ کی تاخیر کیئے بنا اپنی فطرت کے اصل رنگ میں سامنے آچکا تھا۔

"جو لڑکی میری کچھ نہیں لگتی۔۔۔ جس سے مجھے محبت بھی نہیں ہے۔۔۔ اس کے ہونے نہ ہونے سے مجھے کیا فرق پڑے گا؟" ابان اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھ گیا۔

"لیکن مجھے فرق پڑتا ہے۔۔۔ جو لڑکی میری پہلی چاہت ہے وہ تمہاری محبت میں گرفتار ہے۔۔۔ وہ تمہاری محبت کا کچھ یوں دم بھرتی ہے۔۔۔۔ اسے میں اور میری محبت نظر ہی نہیں آتی۔۔۔" ارمش آنکھوں میں چنگاریاں لیئے غصہ سے پھنکارا۔

"محبت نظر آنے والی شے ہے ہی نہیں ارمش۔۔۔ محبت تو احساس ہے۔۔۔ جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی۔۔۔ پھر بھی دل سے محسوس ہو جاتی ہے۔" ابان پرسکون انداز میں بولا۔ محبت کے نام پر جو چہرہ آنکھوں کی پتلیوں پر ٹھہرا وہ عابیہ کا تھا۔۔۔ محبت کے ذکر پر جو شبیہ دل پر اتری وہ عابیہ کی تھی۔

"بکواس بند کرلو تم یہ فلسفہ اس لیئے بگھار رہے ہو کہ تم اپنی محبت پا چکے ہو۔۔۔" ارمش ٹیبل پر غصہ سے ہاتھ مارتا کھڑا ہو گیا۔

"تمھارا مسئلہ ایلیفیہ کا میری محبت میں گرفتار ہونا نہیں ہے تمھارا مسئلہ انا اور ضد کا ہے تم ایلیفیہ کو اس لیئے نہیں ہار جاؤ گے کہ وہ میری محبت کا دم بھرتی ہے تم ایلیفیہ کو اس لیئے نہیں جیت پاؤ گے کہ تم اس سے محبت کرتے ہی نہیں ہو صرف انا کی خاطر اسے حاصل کرنا چاہتے ہو۔

اگر تمھیں اس سے محبت ہو تو تم اس کے دل میں اپنی محبت جگانے کی سہی کرو۔۔۔ تمھارا نصب العین میری بربادی نہیں۔۔۔ ایلیفیہ کی محبت کا حصول ہو۔۔۔" ارمش کے غصہ کرنے کے باوجود وہ بہت پر سکون تھا۔

"ایلیفیہ پہلی لڑکی ہے جسے میں نے چاہا' اپنانے کا سوچا۔۔۔ مگر اسے تمھارے آگے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔۔۔ وہ تم سے اتنی شدید محبت کرتی ہے کہ اسے میری محبت محسوس ہی نہیں ہوتی۔" وہ ابان کی بات سمجھے بنا اپنی ہی بات بولے گیا۔

"تمھیں لگتا ہے کہ ایلیفیہ تمھاری محبت اس لیئے محسوس نہیں کر پاتی کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔۔۔ نہیں ارمش' وہ تمھاری محبت اس لیئے محسوس نہیں کر پاتی کہ تم اس سے محبت کرتے ہی نہیں ہو۔ تم اس کی بے حد حسین صورت کے دیوانے ہو۔۔۔ اسے اپنی طرف مائل نہ کر پانے کا غصہ ہے تمھیں۔۔۔" سید ابان بخاری کا لہجہ بے حد ہموار تھا۔

"تم اگر کسی کم صورت عورت کے عشق میں گرفتار ہو کے اسے اپنا چکے ہو تو کیا سمجھتے ہو باقی سب ہوس کے پجاری ہیں۔۔۔ اچھی صورت پر مرنے والے ہیں۔۔۔ مجھے ایلیفیہ کی خوبصورتی نے متاثر کیا ہے۔۔۔ میں حسن کی کشش کو محبت کا نام دے رہا ہوں۔۔۔" وہ سید ابان بخاری کی بات سن کر ٹیمپر اس قدر لوز کر گیا کہ اس نے راکنگ چئیر پر بیٹھے سید ابان بخاری کا گریبان جکڑ کر اول فول بکنا شروع کر دیا۔

""میں کس کے عشق میں گرفتار ہوں اس زکر کو جانے دو ارمش چوہدری اور بس یہ یاد رکھو' یکطرفہ چاہت کتنی ہی منہ زور ہو اسے بے لوث محبت اور کسی کی چاہت ہونے کا احساس مدھم کر دیتا ہے اور باخدا جس دن تم محبت کے ساتھ ایلیفیہ کی طرف بڑھو گے وہ مجھے بھول نہیں جائے گی لیکن تمھیں بھی محسوس کرنے لگے گی۔ اور ایک دن آئے گا جب وہ مجھے فراموش کر دے گی۔۔۔ محبت کو محبت سے جیتا جاتا ہے۔۔۔ محبت کو انا کے لیئے' ضد کی خاطر۔۔۔ جنگ کر کے نہیں حاصل کیا جاتا۔" وہ بڑی سہولت سے اس کے ہاتھوں سے گریبان آزاد کرواتے ہوئے نہایت دھیمے لہجہ میں بولا۔

"تم اپنی بکواس فلاسفی اپنے پاس رکھو' میں بس یہ جانتا ہوں کہ ایلیفیہ پر جس دن تمھاری برائی ثابت ہو گئی وہ

تمھیں بھول جائے گی اور مجھ سے محبت کرنے لگے گی۔" وہ سید ابان بخاری کو گھورتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے تم یہ بھی کر دیکھو مگر یہ تم جانتے ہی نہیں ہو جن سے محبت ہو ان کی برائی نظر نہیں آتی۔۔۔ کوئی کمی 'کمی نہیں لگتی۔۔۔ ایسا نہ ہو مجھے برا ثابت کرتے تم اچھے نہ رہو۔۔۔ اس لیئے میں تو یہی کہوں گا کہ تم مجھے ایلیفیہ کی نظروں میں گرانے کی چاہ دل سے نکال دو۔۔۔ تم ایلیفیہ کی نظروں میں اٹھنے کے لیئے کچھ کرو۔۔۔" سید ابان بخاری نے اب کے ناصحانہ انداز اپنایا لیکن ارمش سمجھنے کی حدود سے ہی نکل چکا تھا۔

"میں نے جو پلاننگ کی ہے نا ابان صاحب' وہ تمھیں ایلیفیہ کی نظروں سے گرادے گی۔۔۔ ایلیفیہ تم سے نفرت کرے گی۔" وہ اپنی بات پر ڈٹا تھا۔ اس نے اپنا موبائل نکالا اور گیلری اوپن کر کے سیل فون سید ابان بخاری کی جانب بڑھادیا۔ جیسے جیسے وہ تصاویر دیکھتا گیا اس کا چہرہ مارے غصہ و غیرت کے سرخ ہوتا گیا۔ ارمش نے نہایت کمال کیساتھ تصاویر میں ردوبدل کی تھی ارمش کی جگہ ہر تصویر میں سید ابان بخاری تھا جو کسی تصویر میں کشمالہ کو محبت سے دیکھ رہا تھا تو کسی تصویر میں اس پر جھکا ہوا تھا۔ نہایت بہترین انداز میں تصاویر کو ایڈٹ کیا گیا تھا۔ اس نے سید ابان بخاری کی تصاویر عبرود کے زریعے حاصل کی تھیں اس نے سید ابان بخاری کی شادی کا البم اس کے حوالے کر دیا تھا اور اس نے ولیمہ کی تصاویر کو اچھے سے اپنے مقصد کے حصول کے لیئے استعمال کیا تھا۔

"میں ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر وائرل کر دوں تو تم دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔۔۔ تمھاری بیوی تمھیں چھوڑ کر چلی جائے گی۔۔۔ ایلیفیہ تم سے نفرت کرے گی۔۔۔" ارمش اس کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھ نفرت سے بولا۔

"تم پہلے فیصلہ کرلو کہ مجھے دنیا کی نظروں سے گرانا ہے؟ میری بیوی کو مجھ سے بد ظن کرنا ہے؟ یا صرف ایلیفیہ کو نفرت پر مجبور کرنا ہے؟" وہ سیل فون ٹیبل پر رکھ گیا اور خود کو کمپوز کرتے ہوئے ارمش کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

"دنیا کی نظروں سے گرو یا اٹھو مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔۔ مجھے اس بات سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تمھاری بیوی کون ہے کیسی ہے تم سے محبت کرے یا بد ظن ہو جائے۔۔۔ میں بس تمھیں ایلیفیہ کی نظروں میں نہیں رہنے دینا چاہتا۔۔۔" ارمش اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے صاف گوئی سے بولا۔

"جب جب اس کی آنکھوں میں تمھارا عکس لہراتا ہے دل کرتا ہے اسے اندھا کر دوں۔۔۔ جب جب وہ تمھارا نام لیتی ہے جی میں آتا ہے اس کی زبان کھینچ لوں۔۔۔ جب جب اس کا دل تمھارے لیئے دھڑکتا ہے دل کرتا ہے اس کی دھڑکنیں ساکت کر دوں۔۔۔ تمھیں فنا کر ڈالوں۔۔۔ تمھیں اتنا بد صورت کر دوں کہ وہ تمھیں دیکھنے کی آرزو پر ہی

کانپ جائے۔۔۔ تمھیں اتنا بھیانک روپ دے دوں کہ تمھارے نام پر اس کی روح فنا ہو جائے۔۔۔ دل کی تو کیا اوقات ہے پھر۔۔۔ دھڑک جائے گا نا ممکن۔۔۔ دھڑکن نہ بھول جائے تو کہنا۔۔۔" ارمش نفرت و عداوت کی آگ میں جل رہا تھا۔ سید ابان بخاری کو اسے دیکھتے ہوئے ایسا لگا جیسے وہ کوئی ایسا بچہ ہو جو اپنی من پسند چیز نہ ملنے پر طوفان کھڑا کر دے اور چیز حاصل ہو جائے تو وہ اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دے اور حاصل نہ ہو تو کسی کے لائق بھی نہ چھوڑے۔

"تمھارا مقصد صرف یہی ہے نا کہ تم مجھے ایلیفیہ کی نظروں سے گرا دو تو تمھیں اس کے لیئے جو کرنا ہے تم کرو ۔۔۔ میں نہیں روکوں گا ارمش، بس تم کشمالہ کو پریشان نہ کرو۔۔۔ اس لڑکی کی عزت کو نیلام نہ کرو۔۔۔ تمھیں مجھے بدنام کرنا ہے کرو مگر کشمالہ کو انوالو نہ کرو۔۔۔ تم مجھے بھرے بازار میں زلیل کر لو لیکن کشمالہ کی یہ تصویریں ضائع کر دو ۔" سید ابان بخاری کو اس کی باتوں نے 'اس کے انداز نے ہراساں کر دیا تھا۔ وہ اسے دیکھتا منت بھرے انداز میں بولا۔

"کشمالہ کو میں نے صرف مہرہ بنایا ہے ان تصویروں کو جب میں سوشل میڈیا پر اپلوڈ کروں گا۔۔۔ خبر یہی پھیلے گی کہ سید ابان بخاری کے اپنی ملازمہ کی بیٹی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔۔۔" ارمش اس کی منت کو نظر انداز کرتا پر اسرار لہجہ میں بولنے لگا۔

"ارمش۔۔۔" اس نے غصہ سے بے قابو ہوتے ہوئے ارمش کا گریبان پکڑ لیا۔

"یہ خبر جب ایلیفیہ تک پہنچے گی وہ تمھاری صورت پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرے گی۔" وہ اسے غصہ دلانے میں بلآخر کامیاب ہو گیا اور اس کی شعلہ بار نگاہوں میں دیکھتے ہوئے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے ذو معنی لہجہ میں بولا۔

"ارمش، تم میرے ضبط کا امتحان نہ لو۔۔۔ کشمالہ کو اس سب سے دور رکھو۔۔۔ غصہ مجھ پر ہے تو کچھ ایسا سوچو کہ صرف میرا نقصان ہو۔۔۔ میری وجہ سے کشمالہ سے عزت سے جینے کا حق نہ چھینو۔" وہ ارمش کی مکروہ صورت عیاں ہونے پر اس لمحہ پر پچھتا رہا تھا جب اس کی قابلیت دیکھتے ہوئے اسے اپنے آفس میں جاب دی تھی۔ اس پر بھروسہ کیا تھا۔ اسے اپنے گھر تک فیملی کے درمیان لے گیا تھا۔ اسے اپنی گاڑی دی تھی جس کا اس نے کس خوبی سے اپنے گندے ارادوں کے لیئے استعمال کیا تھا اس کا اندازہ تصاویر دیکھ کر بہ خوبی ہو رہا تھا۔

"کشمالہ سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن تم سے دشمنی نبھاتے مجھے تمھارے کئی قریبی رشتوں اور لوگوں کو گزند پہنچانی پڑی، اپنے مقصد کے حصول کے لیئے مہرہ بنا کر استعمال کرنا پڑا تو میں کروں گا۔" وہ سید ابان بخاری کو بے سکون کر کے خود کر بہت پر سکون محسوس کر رہا تھا۔

"میں تمھیں ایسا کرنے نہیں دوں گا ابھی تمھیں میری طاقت اور اپروچ کا اندازہ نہیں ہے تم جو اتنے بڑے بڑے دعوے کر رہے ہو میں چاہوں تو ابھی ایک سیکنڈ میں تمھیں حوالات کی سیر کروا سکتا ہوں۔" سید ابان بخاری نے اسے حد

سے بڑھتے دیکھ دھمکی لگائی۔ وہ ہنسنے لگا۔

"آپ کی اپروچ کا بھی پتہ ہے آپ کی طاقت سے بھی واقف ہوں لیکن آپ بھی تو سوشل میڈیا کی طاقت سے انجان تو نہیں ہیں۔۔۔ ایک تصویر بھی وائرل ہو گئی تو سالوں کی بنی ساکھ 'نام' شان شوکت 'عزت' ملیامیٹ ہو جائے گی۔" وہ سید ابان بخاری کو چیلنجنگ انداز میں دیکھتے ہوئے ابرو چڑھا کر خبیث مسکراہٹ کیساتھ بولا۔

"تمھاری مکروہ حرکتوں میں تمھارا ساتھ کون دے رہا ہے؟" وہ سید ابان بخاری کے سوال پر چونک اٹھا۔

"آپ کافی ذہین ہیں لیکن میں بھی تو دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں کہ سارے راز ہی کھول دوں۔۔۔" ارمش اس کی ذہانت کا قائل ہوتا ناک پر سے مکھی اڑانے والے انداز میں بولا۔ سید ابان بخاری نے لب بھینچ لیئے۔ اس کا شک عبرود کی طرف جا رہا تھا لیکن اگر ارمش کو اس کا نام بتاتے ہوئے ڈر تھا 'کسی قسم کے تحفظات تھے تو وہ ارمش کے منہ پر عبرود کا نام لے کر اسے اور عبرود کو چونکنا نہیں کر سکتا تھا۔

"دیر سے ہی سہی تمھارے ساتھی کا نام بھی پتہ لگ ہی جائے گا۔۔۔ تم اب جا سکتے ہو۔" سید ابان بخاری نے مدھم لہجہ میں کہا اور اپنی سیٹ پر آن بیٹھا۔

"تم اس بات کو بہت ہلکا لے رہے ہو۔۔۔ بہت معمولی سمجھ رہے ہو۔۔۔ مگر میں نے جو کہا ہے وہی کروں گا۔۔۔ اور آج ہی کروں گا۔۔۔ یہ تمام تصاویر سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دوں گا۔۔۔ اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ ان تصاویر کو تم فیک ثابت کر دو گے تو یہ مت بھولو کہ جب تک تم یہ کر پاؤ گے۔۔۔" ارمش اس کو سکون سے سیٹ پر بیٹھے دیکھ اندر تک جل کر خاکستر ہوتا قہر برسانے لگا۔

"ایلیفیہ کو مجھ سے نفرت ہو جائے گی۔۔۔" وہ ارمش کی بات اچک کر درمیان سے یوں بولا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

"کشمالہ بدنام ہو جائے گی وہ لڑکی جو نمک حلالی کرتی اپنی عزت کی پرواہ کیئیے بنا تمھیں میری سچائی بتا گئی۔۔۔ اس کے کردار پر کیچڑ اڑے گی۔۔۔ تمھاری محبت سینے سے لگائے وہ احسان کا قرض چکاتی رسوا ہو جائے گی۔" وہ چلتا ہوا ٹیبل کے پاس آر کا اور دونوں ہاتھ ٹیبل پر جماتے ہوئے ابان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے باور کراتے لہجہ میں بولا۔

"تم جاؤ پکچرز اپلوڈ کرو جا کر۔۔۔ ایلیفیہ کی محبت کو نفرت میں ڈھلتا دیکھو۔۔۔ کشمالہ کی رسوائی 'میری بدنامی تمھارا درد سر نہیں ہونا چاہیئیے۔۔۔" وہ ہنوز پر سکون تھا۔

"تم کشمالہ اور اپنے لیئے کچھ نہیں کرو گے؟" سید ابان بخاری کا حد درجے سکون ارمش چوہدری کو خطرے کا الارم بجاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"میں اپنے بچاؤ کے لیئے یا کشمالہ کی عزت رکھنے کے لیئے کیا کروں گا اس سے تمھیں سروکار نہیں ہونا چاہیئے ۔۔۔" سید ابان بخاری چبا چبا کر بولا اور اسے جانے کا کہہ دیا۔ وہ ذہن و دل میں ہزار الجھنیں لیئے وہاں سے نکلتا چلا گیا اور سید ابان بخاری نے سر ہاتھوں میں گرالیا۔ وہ آنے والے وقت کا سوچ کر ہی ہراساں تھا۔ لیکن اسے فی الحال اپنی نہیں کشمالہ کی زیادہ فکر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ خود تو ایک دن ارمش کے بچھائے جال سے نکل آئے گا کہ وہ مرد ہے لیکن ایک بار کشمالہ 'مہرہ بن گئی تو وہ مر کر بھی اس داغ کو اپنے دامن سے مٹا نہیں پائے گی کیونکہ وہ عورت ہے۔ وہ جتنا سوچ رہا تھا اتنا ہی مضطرب ہوا جا رہا تھا۔

"میرے مالک 'تو جانتا ہے میں نے کبھی کشمالہ پر بری نظر نہیں ڈالی۔۔۔ وہ لڑکی میری ذمہ داری ہے تو بس اس کی عزت رکھ لینا۔۔۔ مجھے رسوائی سے بچالینا۔" اس نے دکھتے سر کے ساتھ آنکھوں کو بھیگتا محسوس کیا اور رب سے التجا کرنے لگا۔ کیا سید ابان بخاری کی مناجات قبول ہو جائیں گی؟ یہ فیصلہ وقت آنے پر ہی ہونا تھا۔۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆

"شرارتی بلّی 'میرے کمرے میں کب آئی۔" ان کی معمول کے مطابق آنکھ کھلی تو نظر ساتھ سوئی بیٹی پر پڑی۔ انھوں نے جھک کر اس کی پیشانی چومی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔

"آپ بھول گئیں ماما جان 'کہ رات مہندی سے فنکشن سے آکر میں آپ کے ساتھ باتیں کرتی ہوئے ہی سو گئی تھی ۔" وہ اٹھ کر بیٹھتی مدھم لہجہ میں بولی اور ماں کے سرہلانے پر نوراں کی مدد سے انھیں وئیل چئیر پر بٹھاتے ہوئے واش روم لے گئی۔ وضو کر کے دونوں نے نماز پڑھی۔ درمکنون اپنے کمرے میں جانے کی بجائے واپس ماں کے بستر پر لیٹ گئی۔ درشہوار جبکہ معمول کے وظائف میں مصروف ہو گئی تھیں۔

"آج 'یونیورسٹی جانے کا ارادہ نہیں ہے؟" دس منٹ بعد بیٹی پر پھونک مار کر دم کرتے ہوئے پوچھا۔

"عابیہ 'کے بغیر مجھے مزہ ہی نہیں آتا۔۔۔ اور آج تو بالکل دل نہیں کر رہا رات مہندی کا فنکشن اٹینڈ کر کے تھک گئی ہوں۔" وہ اٹھ کر بیٹھتی۔ سستی سے بولی۔

"کل مہندی کا فنکشن کیسا رہا؟" وہ اسے مسکان کی شادی تک چھٹی کرنے کا کہتیں رات کے فنکشن کی تفصیل پوچھنے لگیں۔ وہ خود بارات میں جانے کا ارادہ رکھتی تھیں اور انھوں نے معصومہ سہروردی کو بھی کہہ دیا تھا۔ عابیہ رات کو ان کے ساتھ نہیں گئی تھی کیونکہ اس کی طبعیت ٹھیک نہیں تھی۔ ابان بھی کچھ دیر رک کر ہی واپس آگیا تھا۔ درمکنون کو ابرج سہروردی گھر چھوڑ گیا تھا۔

"بہت اچھا رہا 'ماما جان۔" وہ مسکرائی۔ وہ بیٹی کی مسکراہٹ دیکھ طمانیت محسوس کرنے لگیں۔

"آج بھی کوئی پروگرام ہے؟" در شہوار نے بیٹی کے کھلے کھلے چہرے کو دیکھ دل ہی دل میں 'ماشاءاللہ' کہتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں تو ماما جان۔۔۔ لیکن۔۔۔" وہ کہتے کہتے رکی۔

"لیکن کیا۔۔۔ بتاؤ۔۔۔" وہ بیٹی کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔

"'ایلیفیہ' بول رہی تھیں کہ آج رت جگا ہو گا۔۔۔ مہندی لگائیں گے۔۔۔ گانے اور شور و غل ہو گا۔۔۔ میں بھی ان لوگوں کو ضرور جوائن کروں۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

"تم نے کیا جواب دیا؟" پر سوچ انداز میں پوچھا۔

"یہی کہ آپ نے اجازت دی تو۔۔۔" وہ ماں کو دیکھنے لگی۔

"تمھارا دل کیا کہتا ہے؟" وہ بیٹی کے بے ریا چہرہ کو محبت سے دیکھنے لگیں۔

"جو آپ کو مناسب لگے ماما جان۔۔۔" وہ ماں کی گود میں سر رکھتی منمنائی۔

"میری بیٹی کی جس میں خوشی وہی میری مرضی۔۔۔" وہ بیٹی کے بالوں میں محبت سے انگلیاں چلاتے ہوئے بولیں۔

ابرج سہروردی سے جب سے نکاح ہوا تھا انھیں اپنی بیٹی کے چہرے پر بہاریں اور قوس و قزح کے تمام رنگ بکھرے نظر آتے تھے۔ وہ جب پہلی دفعہ ایلیفیہ کی طرف سے دی گئی دعوت پر ابرج سہروردی کے ساتھ وقت گزار کر آئی تھی انھیں بیٹی بہت خوش لگی تھی۔ ابرج سہروردی کے ساتھ شاپنگ سے آنے کے بعد سے انھوں نے بیٹی کو بہت مسرور محسوس کیا تھا۔ رات وہ اپنی تیاری کے لیئے کسی قدر کانشس لگی تھی ورنہ تو بھائی کی شادی میں بھی اس نے تیاری کی تھی مگر رات کی تیاری میں کچھ خاص تھا۔ اچھا' بہت اچھا نظر آنے کی خواہش سر اٹھا رہی تھی۔ وہ کئی بار ان سے پوچھ گئی تھی میں کیسی لگ رہی ہوں؟ اچھی تو لگ رہی ہوں؟ وہ بیٹی کی اداؤں پر مسکرادی تھیں۔ جب سے اس کی واپسی ہوئی تھی۔ مسکراہٹ اس کے لبوں سے چپکی ہوئی تھی۔ ابھی ایلیفیہ کی بات بتاتے ڈر کا شکار تھی مگر آج بھی وہاں جانے کی تمنا آنکھوں میں صاف محسوس ہو رہی تھی۔ در شہوار کے دل کو طمانیت سی ملی۔ ان کی بیٹی اپنے نکاح سے خوش تھی اس رشتہ کو محسوس کر رہی تھی یہ بات خوش آئند تھی۔

"کیا' میں جا سکتی ہوں ماما جان۔۔۔؟" وہ ماں کی بات پر بے یقینی سے سر اٹھاتی دبے دبے جوش سے پوچھ گئی۔

"بالکل۔۔۔ جا سکتی ہو۔" انھوں نے بیٹی کی ناک کھینچی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔۔۔ ماما جان' تھینک یو۔۔۔" اس نے بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے ماں کا رخسار چوم لیا۔

"تم اس رشتہ سے خوش ہو دُر۔۔۔؟" انھوں نے بیٹی کی خوشی محسوس کرتے ہوئے بھی پوچھا کہ ماں تھیں۔ بیٹی کو اس سے بھی زیادہ' بہت زیادہ خوش دیکھنے کی متمنی تھیں۔

"بہت زیادہ' ماما جان۔۔۔" وہ دھیمے سے بولتی تیزی میں وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

"یااللہ! میری بیٹی کی خوشیوں کو سلامت رکھنا۔ آمین۔" انھوں نے دل سے دعا مانگی۔

"نوراں' جا کر دیکھو تو یہ عابیہ کیوں نہیں جاگی ابھی تک؟" انھوں نے چائے کا مگ پکڑتے ہوئے کہا۔ شادی کی پہلی صبح سے وہ فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد ان کے کمرے میں صبح کا سلام کرنے کو موجود ہوتی تھی اور آج ایک گھنٹہ گزر گیا تھا نہ وہ آئی تھی نہ ہی اس کے آنے کے آثار تھے آج تو بیٹے نے بھی اب تک شکل نہ دکھائی تھی وگرنہ وہ مسجد سے سیدھا ان کے کمرے میں ہی آتا تھا۔ نوراں جاتی کہ ابان چلا آیا۔

"وعلیکم اسلام' یہ عابیہ کہاں ہے' آئی نہیں میرے پاس' طبعیت ٹھیک ہے اس کی؟" وہ بیٹے کے سلام کا جواب دیتیں بہو کا پوچھ گئیں۔

"عابیہ' آج جاگی نہیں' طبعیت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ مدھم لہجہ میں بولا۔

"ابان' کوئی پریشانی ہے؟" وہ چونک کر ماں کو دیکھنے لگا۔ ماں کے پرنور چہرے کو دیکھ اس کا دل چاہا کہ وہ ان کی آغوش میں سر رکھ کر ہر پریشانی کہہ دے۔ لیکن اس نے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجالی۔

"آج کل آفس میں کچھ زیادہ مصروف ہوں۔ کام کا لوڈ زیادہ ہے۔ پریشانی کوئی نہیں ہے۔" وہ مدھم لہجہ میں بولا۔

"تم جانتے ہو نا' عابیہ کس قدر حساس لڑکی ہے۔ اور آجکل تخلیق کے مرحلے سے گزرتی مزید حساس ہو گئی ہے۔"

کہاں ممکن تھا کہ ان کا بیٹا پریشان ہو اور زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر سب ٹھیک ہے کا سگنل دے اور وہ بیٹے کی پریشانی محسوس کرتے ہوئے بھی اس کی نمائشی مسکراہٹ پر یقین کر کے سب ٹھیک ہے مان لیں۔ انھوں نے بیٹے کا گریز بھانپ کر استفسار کی بجائے مدھم لہجہ میں اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کروائی۔ وہ ماں کی بات پر محض اثبات میں سر ہلا گیا۔

"ڈاکٹر نے اسے ٹینشن فری رکھنے کو کہا ہے۔ تمھیں اب اس کا پہلے سے کہیں زیادہ خیال رکھنا ہے۔ کسی بھی قسم کی ٹینشن عابیہ اور تمھارے بچے کے لیئے نقصان دہ ہو گی۔" درشہوار کا لہجہ ہموار اور سادہ تھا۔

"ماما جان' میں عابیہ کا خیال رکھتا ہوں۔ مزید رکھوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔" وہ دھیمے سے بول گیا۔

"تمھاری پریشانی اسے ڈسٹرب کر رہی ہے ابان' اگر کوئی مسئلہ ہے جو تم بیوی اور ماں سے شئیر نہیں کر سکتے تو بیوی پر اپنی پریشانی ظاہر بھی نہ کرو اس سے اکھڑے اکھڑے نہ رہو یہ بات عابیہ کے لیئے مضر ہے۔" وہ بیٹے کو محبت سے دیکھتے

ہوئے ناصحانہ انداز میں بولیں۔

"آپ سے عابیہ نے کچھ کہا ہے؟" وہ الجھن آمیز نگاہوں سے ماں کو دیکھنے لگا۔

"ہر بات کہنے والی نہیں ہوتی ابان' جب میں تمھاری پریشانی محسوس کر سکتی ہوں تو عابیہ سے کچھ پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ وہ تمھاری بیوی ہے۔ تم سے محبت کرتی ہے۔ پرواہ کرتی ہے تمھاری' تم پریشان ہو وہ مضطرب ہے۔ تم اس سے پرابلم شئیر کرو ورنہ آفس کا مسئلہ آفس چھوڑ کر آؤ۔" وہ مدھم لہجہ میں کہتیں دوٹوک انداز میں فیصلہ سنا گئیں۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ عابیہ نے کچھ نہیں کہا ہے انھوں نے خود محسوس کیا اور کل رات اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا اس نے پوری رات ٹیرس پر گزاری تھی۔ ان کے کمرے میں ایک دروازہ تھا جو ٹیرس پر کھلتا تھا۔ ابان نے غور نہیں کیا تھا کہ دروازہ کھلا ہے۔ یہ بات انھوں نے بیٹے سے کہی نہیں۔ مگر جو کہہ سکتی تھیں کہہ کر اسے سمجھداری سے رہنے کی تلقین کر دی تھی۔ وہ ماں کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ عابیہ سو رہی تھی۔ رات آنکھوں میں کٹی تھی اس لیئے صبح فجر کے لیئے بھی آنکھ نہیں کھلی۔ وہ چند سیکنڈز اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔

"میں جس مشکل میں گرفتار ہوں اگر تمھارے سخت ردعمل کا ڈر نہ ہوتا تو میں تمھیں سب بتا دیتا لیکن میں تمھاری جذباتیت سے واقف' شدتوں کا امین' کچھ بھی کہتے ڈر سا جاتا ہوں۔" وہ آزردگی سے سوچتا جھک کر اس کی صبیح پیشانی پر ہونٹ رکھ گیا۔

"مجھ پر ہمیشہ یقین رکھنا بیہ' میں صرف تمھارا ہوں۔۔۔ میری چاہتیں تمھارے لیئے وقف ہیں۔۔۔ تم سے بے وفائی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" وہ اس پر بلینکٹ درست کرتا واش روم میں گھس گیا۔

☆☆☆☆☆☆

گاڑی کا ہارن بجا اور اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے ماں کو جانے کا بتایا اور باہر چلی آئی۔ ابرج سہروردی اسے دیکھ کر مسکرایا۔ آسمانی رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں کنفیوژ سی درمکنون اس کے سامنے تھی۔

"اب تو ملنا ملانا ہو ہی رہا ہے یوں ہر ملاقات پر گڑبڑانا' گھبرانا' شرمانا کیا ضروری ہے۔۔۔" گاڑی چلاتے ہوئے معنی خیز چپ کو توڑا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"آپ مجھے کنفیوژ کر دیتے ہیں۔۔۔" وہ منمنائی۔ اس نے قہقہہ لگایا۔

"تم گھبرائی' شرمائی سی اچھی ہی اتنی لگتی ہو دل کرتا ہے میں تنگ کرتا رہوں تم حیا سے سرخ پڑتی رہو۔" وہ ذومعنی لہجہ میں بولا۔ درمکنون کی پلکیں لرزنے لگیں۔

"آنٹی' نے کوئی اعتراض تو نہیں کیا؟" وہ اس کی طرف سے جواب کی کوئی امید نہ رکھتے ہوئے بات بدل گیا۔

"نہیں ۔۔۔ لیکن ماما جان' نے یہ چھوٹ صرف مسکان آپی کی شادی تک دی ہے ۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولی۔ مسکان اس سے عمر میں بڑی اور رشتہ میں چھوٹی تھی۔ اسے نام لینا مناسب نہیں لگا تھا۔ وہ مسکان کو آپی اور اسے مسکان بھابھی کہتی ہے۔

"بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی مجھے تو ابھی بھی اپنی خوش دامن صاحبہ کے ماننے کی امید نہ تھی لیکن انھوں نے مان کر میرے دل کی خوشی رکھ لی ہے ۔" وہ بہت شرارت سے بول رہا تھا۔ باتوں باتوں میں ہی وہ سہروردی ہاؤس پہنچ گئے ۔ ایلیفیہ اپنی دوست سلوی اور چند رشتہ داروں اور پڑوس کی لڑکیوں کیساتھ گانوں کی محفل سجائے بیٹھی تھی۔ درمکنون ان سب کے ساتھ آن بیٹھی اور ایلیفیہ کا ناچار ساتھ دینے لگی جبکہ اسے گانے نہیں آتے تھے کہ اس کا شاعرانہ ذوق صفر اور موویز اور سونگز میں انٹرسٹ بھی بالکل نہ تھا اسے صرف ڈرامہ دیکھنے میں مزہ آتا تھا۔ ایلیفیہ نے اس کی بے زاری اور ابرج کی بے قراری کو مدنظر رکھ کر گھنٹہ بھر میں ہی محفل برخاست کر دی۔ ریفریشمنٹ سے فیض یاب ہو کر سب چل دیں صرف سلوی اور درمکنون رہ گئیں۔ مہندی ایکسپرٹ کے آجانے پر وہ لوگ مسکان کے کمرے میں چلی آئیں ۔ درمکنون نے تو بہت منع کیا مگر وہ اس کی نہ مانتے ہوئے سلوی کو اسے مہندی لگوانے کا کہتی خود کمرے سے نکل گئی۔

"کیا مصیبت ہے تمھیں ۔۔۔ کیوں بار بار ۔۔۔ میسیج کیئے جا رہے ہو ۔" وہ اس کے کمرے کا دروازہ دھکیلتی اندر داخل ہوئی اور بیڈ پر نیم دراز ابرج سہروردی کو دیکھتے ہوئے غصہ سے بولی۔

"ایک منٹ کی تاخیر کے بنا میرے کمرے سے دفع ہو جاؤ۔" وہ تکیہ اس کی طرف اچھالتے ہوئے بولا۔

"میں بھی کوئی تمھاری سڑی صورت کا دیدار کرنے نہیں آئی ۔۔۔ بس یہ بتانے آئی تھی کہ پھپھو آس پاس ہی تھیں اور خاندان کی خواتین بھی موجود تھیں اس لیئے میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی کہ مکنون کچھ دیر کو تمھارے کمرے میں آجاتی ۔۔۔" وہ غرائی۔ اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

"اب تو سارے مہمان جا چکے ہیں ۔۔۔ تو اب اسے ساتھ ہی لے آتیں ۔" وہ اس تک پہنچ کر بے قراری سے بولا۔

"زیادہ مجنوں کا ماموں بننے کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ سلوی ابھی مکنون کے مہندی لگا رہی ہے ۔۔۔ تب تک پھپھو نے بھی سو جانا ہے ۔۔۔ میں یہاں آتے ہوئے انھیں نیند کی گولیاں دے کر آئی ہوں ۔۔۔ تھک گئی ہیں بہت ریسٹ کریں گی ۔۔۔ مہندی سے فراغت کے بعد میں مکنون کو تمھارے کمرے میں بھیج دوں گی کر لینا باتیں ۔۔۔" وہ تفصیل سے بولتی اس کی سنے بغیر کمرے سے نکل گئی اور وہ ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد دروازہ پر آہٹ ہوئی اور اس کے سمجھنے تک وہ اندر داخل ہو گئی ۔ نظر ابرج پر پڑی تو ساکت رہ گئی۔

"آئی ایم سوری' مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ آپ کا روم ہے۔۔۔" وہ شرمندگی سے منمنائی کہ وہ تو بے دھڑک کمرے میں گھس گئی تھی کیونکہ ایلیفیہ نے اس سے کہا تھا کہ یہ اس کا کمرہ ہے۔ مکنون حیران ہوئی تھی تو وہ بولی تھی کہ وہ اکثر پھپھو کے گھر رکتی ہے اس لیئے معصومہ سہروردی نے اس کے لیئے ایک کمرہ مختص کر دیا ہے یہ بات درست تھی لیکن وہ یہ کمرہ نہیں تھا یہ تو ابرج سہروردی کا کمرہ تھا جہاں ایلیفیہ نے ابرج کی خاطر درمکنون کو مہندی کی کون لانے کے بہانے بھیجا تھا۔

"ایلیفیہ' میری بہت اچھی دوست ہے اس نے میری خاطر بہانہ بہایا۔" وہ اسے دیکھ گڑبڑا کر یہاں آنے کا مقصد کہہ گئی تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"یہ بہت غلط ہے ابرج' کسی نے یہاں مجھے دیکھا تو وہ جانے کیا سوچے گا۔" وہ قدرے ناگواری سے بولی وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ اس کے سامنے گھبرا جانے والی درمکنون اس وقت گھبرائی ہوئی نہیں غصہ میں لگی۔

"تو کیا ہوا۔۔۔ تم اس کمرے کی مالکن ہو۔۔۔۔ اس کمرے کے مالک کے دل کی ملکہ۔۔۔" وہ محبت سے بولتا اس کا ہاتھ تھام گیا لیکن جسے وہ بڑی سہولت سے چھڑا گئی۔

"اعتبار قائم کرنے کے لیئے ایک عمر درکار ہوتی ہے لیکن وہی اعتبار سیکنڈوں میں ختم ہو جاتا ہے صرف ایک قدم کی بدولت۔۔۔۔ اور میں اس گھر کے ہر ایک فرد اور ملازمین کی نظروں میں گر کر اس گھر میں نہیں آنا چاہتی۔۔۔ میں چاہتی ہوں جب میں رخصت ہو کر اس گھر میں آؤں تو ہر آنکھ میں میرے لیئے اعتبار اور عزت ہو۔۔۔۔" وہ بہت اعتماد سے بولی اس نے ثابت کیا تھا کہ وہ درشہوار کی بیٹی ہے جس نے ہمیشہ عزت اور وقار کو دنیا کی ہر شے سے بلند تر رکھا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔" اسے مکنون کی سوچ پر فخر ہوا تھا لیکن کہیں نہ کہیں اسے برا بھی لگا تھا کہ اس کے اس طرح سے بولنے سے اس کی 'میں' اور خودی متاثر ہوئی تھی۔

"کیا آپ کو میری کوئی بات بری لگی ہے۔" وہ جو مطمئن تھی اس کچھ کہے بنا پلٹنے پر بے چین ہوئی۔

"نہیں۔۔۔ تم جاؤ کسی نے دیکھ لیا تو تم بدنام ہو جاؤ گی۔۔۔" وہ گہرے طنز سے بولا۔ انا پرست انسان کی سب سے بڑی کمزوری یا خامی یہی تو ہوتی ہے کہ وہ اگلے کی بات سمجھ بھی جائے' موقف کو درست بھی مان لے تو ڈٹا اپنی ہی بات پر رہتا ہے اور ابرج جیسا خود پسند شخص درمکنون کو صحیح تو مان رہا تھا مگر اسے اپنی بے عزتی بھی تو محسوس ہو رہی تھی جب ہی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ ہو گیا۔ درمکنون نے اسے دیکھا وہ شخص گزشتہ چند دنوں میں جتنا اپنا نہیں لگا تھا اس پل اتنا ہی پرایا سا لگا۔ اس کے دل کو ٹھیس سی لگی کہ جو بات اسے خود سے سوچنی چاہیئے تھی خود تو سوچی نہیں اور اس کے بولنے پر ناراض ہو گیا۔

"میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔۔۔" اس کی آنکھوں میں آنسو در آئے۔

"میری فیملی اتنی کنزرویٹو نہیں ہے مس درمکنون' کہ میری منکوحہ کو میرے کمرے میں دیکھ کر مفروضہ قائم کرلے۔۔۔۔ تم نے مجھ پر بے اعتباری دکھائی ہے۔۔۔ تمھیں اپنی پارسائی اتنی ہی عزیز ہے تو نہ آتیں میرے ساتھ' میرے گھر۔۔۔۔" وہ آنکھوں میں شعلوں کی سی لپک لیئے غرایا۔

"وہ۔۔۔ میں۔۔۔" اس کے آنسو گرنے لگے وہ کچھ کہہ نہ پائی۔

"میرے ساتھ گاڑی میں اکیلے آتے تو تمھیں نہیں لگا کہ کوئی دیکھے گا تو کیا سوچے گا۔۔۔۔ میرے کمرے میں آتے ہی تمھیں پارسائی کے سارے نغمے یاد آگئے۔۔۔۔" وہ اس پر برس رہا تھا۔ اس کے اس فعل کے لیئے طعنہ مار رہا تھا جو اس نے بحالت مجبوری سرانجام دیا تھا۔ اس کی تو ماں کی بھی مرضی نہ تھی کہ وہ رخصتی سے پہلے ابرج سے ملے یا ابرج کے گھر آئے لیکن معصومہ سہروردی کے دوٹوک انداز پر وہ بیٹی کی ماں تھیں اس لیئے چپ کر گئیں کہ انھوں نے بیٹی کی منگنی بھی اسی جواز کی بنا پر ختم کی تھی اب نکاح ختم نہیں کر سکتی تھیں اس لیئے رویے میں لچک لے آئی تھیں اور بیٹی کو اجازت دے دی تھی۔ آج شادی سے پہلے سسرال آنے پر بھی انھیں تحفظات تھے لیکن معصومہ سہروردی نے کال کر کے کہا کہ شام چھ بجے ابرج' درمکنون کو لینے آئے گا تو وہ پھر مصلحتاً چپ کر گئیں۔ مگر درمکنون پہلے ہی موڑ پر جیسے ہار گئی تھی۔ اس نے طعنہ دیتے مرد کو دیکھا جس کی آنکھوں میں اپنائیت کا ایک رنگ نہ تھا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔

"میرا مقصد آپ کی توہین یا دل آزاری ہرگز نہ تھا۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔" اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے' ڈوبتے دل کے ساتھ معافی طلب کرلی۔ اس کی انا کو ضرب تو لگی لیکن سمجھوتہ اس کی مجبوری تھا۔

"یہ مت بھولو کہ تم میرے نکاح میں ہو۔۔۔ کوئی تمھاری یہاں موجودگی پر سوال نہیں اٹھا سکتا اور اٹھائے گا تو میں ہوں جواب دینے کے لیئے۔۔۔۔ زیادہ خود کو پارسا ثابت کر کے مجھے یہ نہ جتاؤ کہ میں کوئی کمزور کردار کا۔۔۔ رشتوں کے احترام سے عاری شخص ہوں۔" وہ اس کے سوری کر لینے کے باوجود دھیما نہیں پڑا اس نے معذرت دہرائی۔ ابرج کی انا کو تسکین سی ملی۔

"اٹس اوکے۔۔۔ بٹ' آئندہ خیال رکھنا۔۔۔" وہ اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھ کر بولا۔ وہ چپ رہی۔ ابرج یکدم ہی نارمل ہو گیا اور اس سے کمرے کی سیٹنگ کے بارے میں پوچھنے لگا۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ کمرے کی کلر اسکیم اس کی پسند کے مطابق رکھے گا اور وہ مسکرا تک نہ سکی۔ جو جذبات کا خیال نہیں رکھ سکا تھا اس کی پسند کا خیال رکھنے کا دعوی کرتا اسے خوشی کے بجائے دکھ سے ہمکنار کر گیا۔ وہ بے رخی بھول گیا تھا جبکہ درمکنون کو اس کا یہ روپ سہما گیا تھا وہ آگے کا سوچتی ابرج کا آج کا رویہ چاہ کر بھی بھول نہیں سکتی تھی۔

ہم نے تیری چاہت کو دل میں ایسے بویا تھا
دھڑکنوں میں رکھا تھا اشک میں پرویا تھا
صرف تم کو چاہا تھا تم ہی دوش دے بیٹھے
دوست بھی نہ رہ پائے ایسے ہوش کھو بیٹھے
فاصلے ہیں یادیں ہیں وقت کے تقاضے ہیں
وقت کے ہوا میں ہیں ہم تیرے نکاح میں ہیں

☆☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم۔۔۔!" کشمالہ کے نمبر سے پچھلے بیس منٹ سے مستقل کال آرہی تھی۔ پہلی دفعہ تھا کہ اس نے کشمالہ کی فون کال اگنور کی تھی اور نہ چاہتے ہوئے کال ریسیو کرکے حسب عادت سلامتی بھیج گیا تھا۔

"میں سدرہ بات کررہی ہوں۔۔ کشمالہ کی دوست۔۔۔ آپ سید صاحب بات کررہے ہیں؟" سلام کے جواب کی جگہ ایک اجنبی آواز نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے تصدیق چاہی۔ سید ابان بخاری ایک دم مضطرب ہوا۔

"آپ نے فون کیا خیریت ہے۔۔۔ کشمالہ کہاں ہیں؟" وہ سدرہ سے کبھی ملا تو نہیں تھا لیکن نام سے واقف تھا اس لیئے حیرت کے اظہار کی بجائے مطلب کی بات پوچھی۔

"کشمالہ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔" سدرہ روتے ہوئے بولی۔ سید ابان بخاری کو اضطراب اور پریشانی نے اپنے احاطہ میں لے لیا۔ اس نے ہاسپٹل کی تفصیل پوچھی اور ریش ڈرائیونگ کرتا مطلوبہ ہاسپٹل پہنچ گیا۔

وہاں تیمور اور ابرج سہروردی کو دیکھ سید ابان بخاری کو جھٹکا لگا تھا۔ اور یہ بات اس کے اضطراب کو بڑھا گئی کہ کشمالہ کا ایکسیڈنٹ تیمور کی گاڑی سے ہوا تھا۔ ابرج سہروردی نے ہاسپٹل پہنچ کر اپنے اثر رسوخ کے زریعے کشمالہ کا ٹریٹمنٹ شروع کروادیا تھا ورنہ تو ڈاکٹرز ایکسیڈنٹ کیس کہہ کر پیشنٹ کو ہاتھ لگانے کے بھی روادار نہ تھے۔ اور اس سب میں کشمالہ کا خون بہت بہہ گیا تھا وہ زندگی و موت کے درمیان ڈول رہی تھی ڈاکٹرز اپنی سی کوشش کررہے تھے۔

"آپ یقین کریں ابان' اس ایکسیڈنٹ میں میری کوئی غلطی نہیں ہے۔" ابرج سہروردی اور تیمور کو بھی اسے وہاں دیکھ شاک لگا۔ تفصیل بتاتے ہوئے تیمور نے مضطرب سے انداز میں کہا تھا۔ سید ابان بخاری کے لیئے تمام صورتحال بہت تکلیف دہ اور پریشان کن تھی۔

"آپ لوگ گھر چلے جائیں' میں یہاں ہوں۔۔۔ آپ کو یہاں کی صورتحال کے بارے میں اپڈیٹ کرتا رہوں گا

۔" سید ابان بخاری مدھم لہجہ میں بولا۔

"اس لڑکی کو جب تک ہوش نہیں آجاتا' ہم یہیں ہیں۔" ابرج سہروردی نے کہا۔

"آج آپ کی سسٹر کی شادی ہے۔۔۔ کئی ایک کام ہوں گے۔ آپ چلے جائیں۔۔۔ میں اکیلا ہی سب مینیج کرلوں گا۔" سید ابان بخاری نے ان کی توجہ دوسری جانب دلائی۔ ابرج سہروردی نے وہاں نہ ٹھہرنا ہی مناسب سمجھا کہ جس وقت تیمور نے فون کیا وہ ہوٹل کا وزٹ کر رہا تھا۔ اسے وینیو پر پہنچ کر ہر ایک چیز کا جائزہ لینے کا معصومہ سہروردی نے کہا تھا اور وہ ہاسپٹل میں یہی سوچ کر نہیں رکا تھا کہ معصومہ سہروردی کے علم میں یہ بات نہ آجائے۔ ان لوگوں کے جانے کے ایک گھنٹہ بعد ٹھیک پانچ بجے ڈاکٹر نے کشمالہ کے خطرے سے باہر ہونے کی اطلاع دی تھی۔

"کشمالہ اب پہلے سے بہتر ہیں کچھ گھنٹوں تک انھیں آئی سی یو سے پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا جائے گا۔ آپ ہاسٹل چلی جائیں۔ آپ کو میرا ڈرائیور چھوڑ دے گا۔" سید ابان بخاری نے بینچ پر سرخ چہرہ اور نم آنکھیں لیئے بیٹھی سدرہ سے کہا۔

"وہ شخص جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔۔۔ ایکسیڈنٹ اس شخص کی غلطی سے نہیں ہوا تھا بلکہ کشمالہ خود اس گاڑی سے جا ٹکرائی تھی۔" کب سے خاموش بیٹھی کشمالہ کی زندگی کی دعائیں کرتی سدرہ نے اس کی جانب سے مطمئن ہوتے ہوئے جانے سے قبل سید ابان بخاری کو تمام تر حقائق سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھا تھا۔ سید ابان بخاری کو سدرہ کی بات نے جھٹکا لگایا تھا۔

"پچھلے کچھ دنوں سے کشمالہ بے حد پریشان رہتی ہے اور کل سے تو وہ بہت زیادہ پریشان تھی۔ وقفہ وقفہ سے روتی رہی' میں نے اس سے وجہ پوچھی مگر اس نے نہیں بتایا آج بہت امپورٹنٹ کلاس بھی اس نے مس کر دی۔" سید ابان بخاری لب بھینچے بغور سدرہ کو سن رہا تھا۔

"آج میری برتھ ڈے ہے۔ کشمالہ کا موڈ اچھا کرنے کے خیال سے میں نے ہاسٹل کی وارڈن سے باہر جانے کی اجازت لی۔ کشمالہ بالکل راضی نہ تھی میں اس کو زبردستی ہاسٹل کے قریبی پزاہٹ میں لے گئی۔ واپسی پر روڈ کراس کرتے ہوئے ہم لوگ آتی' جاتیں گاڑیوں کو دیکھ رک گئے تھے کہ کشمالہ میرے کچھ سمجھنے تک دوڑ کر تیزی سے آتی گاڑی کے سامنے آگئی۔" سدرہ کے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔

"میں سمجھ نہیں پا رہی کہ کشمالہ نے ایسا کیوں کیا۔۔۔ کیا بات اسے پریشان کر رہی تھی جو وہ یہ حرکت کر گئی۔" اس نے آنسو رگڑتے ہوئے ذہن و دل کی الجھن بھی کہہ دی۔

"یہ سب تو اب کشمالہ ہی بتا سکتی ہیں۔۔۔ میں بات کروں گا۔۔۔ وجہ پوچھوں گا۔۔۔ آپ سے بس اتنی سی

گزارش ہے کہ آپ یہ سب کسی کے بھی سامنے مت کہیئیے گا۔۔۔" سید ابان بخاری نے منت کی تھی اور وہ کسی کو کچھ نہ بتانے کا وعدہ کرتی ہاسٹل روانہ ہو گئی تھی۔

سید ابان بخاری نے گھر کال کر کے دیر سے آنے کا بتا دیا تھا اور کشمالہ کے پرائیوٹ روم میں شفٹ ہو جانے پر وہ اس سے ملنے چلا آیا۔اس کے سر پر پٹی بندھی تھی۔ شکر یہ تھا کہ اسے معمولی چوٹیں آئی تھیں۔ اسے ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ سید ابان بخاری کو دیکھ اس کے آنسو گرنے لگے۔

"یہ کیا حرکت کی ہے آپ نے کشمالہ' زندگی میں آزمائشیں و مشکلات آ ہی جاتی ہیں۔ یوں بزدلوں کی طرح ہمت تو نہیں ہارا کرتے۔" وہ مدھم لہجہ میں بولنے لگا۔

"میں بالکل بھی بہادر نہیں ہوں اور مجھے ایسی زندگی نہیں چاہیئیے جو آپ کی زندگی متاثر کرے۔۔۔ عمر بھر کی نیک نامی کو سیاہ کر دے۔۔۔" وہ نحیف لہجہ میں اٹک اٹک کر بولی۔ اس کے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔۔۔" وہ بے ربط ہوا۔

"اس گھٹیا انسان نے میری بیوقوفی کا فائدہ اٹھا کر جو تصاویر بنائی تھیں انھیں ایڈٹ کر دیا ہے۔۔۔ خود کو آپ کی تصاویر سے ریپلیس کر دیا ہے۔۔۔ اور وہ تمام تصویریں سوشل میڈیا پر وائرل کر دے گا۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اور یوں رونے سے اس کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔ کل سے اسے ایک پل کو چین نہ تھا۔ ارمش چوہدری نے تصاویر اسے کوریئر کر دی تھیں اور وہ سوچ سوچ کر پاگل ہوتی آج یہ انتہائی قدم اٹھا گئی تھی۔

"آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں کشمالہ' میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔۔۔ میرے ہوتے آپ کی عزت کو کوئی یوں سرِعام نیلام نہیں کر سکتا۔۔۔ بھروسہ رکھیں مجھ پر میں ان تصاویر کو وائرل نہیں ہونے دوں گا۔" سید ابان بخاری نے مدھم لہجے میں کہا اور ڈاکٹر کو آوازیں دینے لگا۔ ڈاکٹر نے اسے سکون آور انجیکشن لگا دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ بے سدھ ہو گئی۔

اس نے ڈاکٹرز سے بات کی اور انھوں نے کچھ گھنٹوں تک ڈسچارج کر دینے کا کہہ دیا جس پر مطمئن ہو کر وہ ہاسٹل کے ڈیوز کلیئر کرنے چلا گیا۔ وہ ہاسپٹل تقریباً ساڑھے تین بجے آیا تھا اور جس وقت وہ کشمالہ کو لیئے گھر پہنچا رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ نوراں تو بیٹی کو دیکھ ہی رونے لگی تھیں آخر کو اکلوتی بیٹی تکلیف میں تھی۔

"بوا' کشمالہ اب ٹھیک ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" اس نے بہت روتی ہوئی نوراں کو کسی بیٹے کی طرح سہارا دیا۔ درِ مکنون سے کہا وہ اسے کمرے میں لے جائے۔ درِ شہوار بھی بہت پریشان ہو گئی تھیں انھوں نے اسی وقت کشمالہ کا صدقہ

اپنے پیروں پر لمس محسوس ہوا تھا۔ عابیہ اس کے پاؤں جوتوں کی قید سے آزاد کر رہی تھی وہ اٹھ بیٹھا اور خود جوتے' موزے اتارنے لگا۔

"آپ ہاتھ لے لیں' جب تک میں آپ کے لئیے چائے بنالاتی ہوں۔" وہ اس کے موزے' جوتوں میں رکھ کر جوتے ریک میں رکھتی پلٹ کر مدھم لہجہ میں بولی۔ سید ابان بخاری نے کچھ کہے بنا اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ اس کے اشارے پر بیڈ پر بیٹھ گئی وہ اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"سر دبا دو بیہ' بہت درد کر رہا ہے۔" وہ اس کے ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھتے ہوئے بوجھل لہجہ میں بولا۔ وہ اس کا تھکن سے چور لہجہ محسوس کرتی گزشتہ رات کی تمام تر ناراضگی بھول کر اس کا سر دبانے لگی۔ اسے بے حد سکون کا احساس ہوا اور اسے پتہ بھی نہیں چلا کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ عابیہ نے اس کی نیند گہری ہو جانے پر اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھا' چادر اوڑھائی اور لائٹ آف کر کے اپنے کمرے سے نکل کر ساس کے کمرے میں چلی آئی۔

"9 بج گئے ہیں' آج مسکان کی بارات ہے۔ جانا اچھا نہیں لگ رہا، مگر جانا بھی ضروری ہے۔ اس لئیے میں سوچ رہی ہوں کہ مکنون' تم اور ابان چلے جاؤ۔ میں اپنی طرف سے معصومہ سے معذرت کر لیتی ہوں۔" وہ بہو کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"ابان' کئی گھنٹہ ہاسپٹل میں اکیلے پریشان ہوتے رہے۔ اس لئیے آتے ہی سو گئے ہیں۔ انھیں ٹمپریچر ہے اس لئیے اٹھانا مناسب بھی نہیں رہے گا۔" عابیہ مدھم لہجے میں بتاتی چلی گئی۔

"میں' معصومہ کو صورتحال بتا کر معذرت کر لیتی ہوں۔" انھیں بیٹے کو ڈسٹرب نہ کرنا ہی بہتر لگا۔

"میں اور مکنون چلے جاتے ہیں۔" وہ حیرت سے بہو کو دیکھنے لگیں۔

"مکنون' بتا رہی تھی کہ معصومہ آنٹی نے مہندی کی شام میرے شرکت نہ کرنے پر برا منایا ہے ایسے میں آج ہماری طرف سے کوئی نہ جائے تو یہ مناسب نہیں ہو گا۔ آپ نہیں جا سکتیں تو میں' درمکنون کیساتھ چلی جاتی ہوں۔ معصومہ آنٹی کے کچھ تو گلے دور ہو جائیں گے۔ وہ مکنون کی ساس ہیں انھیں ناراض کرنا اچھا نہیں رہے گا۔" وہ بہو کی سمجھداری پر دھیمے سے مسکرا دیں۔ وہ درمکنون کو تیار ہونے کا کہتی خود تیار ہونے چلی آئی۔ کشمالہ سے درمکنون کی اچھی انڈرسٹینڈنگ تھی اسے تکلیف میں چھوڑ کر اسے شادی میں جانا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ (اوپر سے کل ابرج جس طرح اجنبی ہوا تھا اس کا دل ہی نہیں تھا کہ وہ ابرج کا سامنا کرے) لیکن ماں کے سمجھانے پر چپ چاپ تیار ہو گئی تھی۔ عابیہ اپنی تیاری مکمل کر کے کمرے سے نکلی اور درمکنون کے کمرے میں چلی آئی۔ اورنج اسٹائلش سوٹ میں ہلکا پھلکا میک اپ کئیے وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ عابیہ نے اس کے کھلے دراز بال دیکھے اور سلیقہ سے اسٹائل بنا دیا۔ فرنچ ناٹ اس کے کتابی چہرے پر بہت

سوٹ کر رہی تھی۔ وہ دونوں در شہوار کو خدا حافظ کہنے چلی آئیں۔

در شہوار نے دونوں کی باری باری پیشانی چومتے ہوئے دعائیں دیں اور عابیہ کو چند ایک نصیحتیں کیں جس پر وہ سرخ پڑتی اثبات میں گردن ہلاتی در مکنون کے پیچھے گیراج تک چلی آئی۔ گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑے سید ابان بخاری کو دیکھ اسے جھٹکا لگا۔ وہ تو سو رہا تھا۔ اسے اندھیرے میں سونے کی عادت تھی اس لیئے اس نے کپڑے 'میچنگ جیولری اور سینڈل موبائل ٹارچ کی روشنی میں نکالے تھے اور بقیہ تمام تیاری ڈریسنگ روم میں کی تھی اور آہٹ کیے بنا روم سے نکل گئی تھی اور وہ نک سک سے تیار اس سے پہلے ہی گیراج میں موجود گرے ڈنر سوٹ میں اپنی تمام تر وجاہتوں کیساتھ اس کے سامنے تھا۔ ان دونوں کی نظر ٹکرائی۔

"آپ 'تو سو رہے تھے۔۔۔" وہ اس کی نگاہوں سے کنفیوژ ہوتی بولی۔

سبز کلر کے انگرکھا اسٹائل ٹراؤزر سوٹ میں اسے عابیہ ہمیشہ سے زیادہ پیاری لگی۔ اس نے عابیہ کی حیرت بھانپتے ہوئے مسکرا کر اس کی تعریف کی۔

"تمہارے بنا آفس میں وقت نہیں کٹتا' تم جاؤ شادی پر اور میں گھر پر انتظار کروں تو ایسا مجھ سے کہاں ہو گا۔" وہ اس کا چہرہ بلش ہوتے دیکھ شوخی و شرارت سے بولا۔ وہ لب چباتی فرنٹ سیٹ پر آن بیٹھی جبکہ در مکنون پچھلی نشست پر بیٹھی تھی۔

"میں نے ماما جان کو بتا دیا تھا آپ کو ٹمپریچر ہے۔۔۔ آپ آرام کرتے فضول میں ساتھ آ گئے ہیں۔۔۔" وہ مدھم لہجہ میں کافی دیر کی خاموشی کے بعد بولی۔

"بیہ 'رشتے نبھانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ مکنون کی نند کی شادی ہے ہماری شرکت لازمی ہے انسان کو بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے آرام کا کیا ہے واپس آ کر کر لوں گا۔۔۔ میری نازک اہلیہ میں اتنا بھی نازک نہیں جتنا آپ سمجھ کر پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ ڈرائیونگ کے دوران ایک محتاط نظر اس پر ڈال کر توجہ سے ڈرائیونگ کرنے لگا اور وہ چپ کر گئی ۔جانتی تھی سید ابان بخاری کے لیئے خود سے جڑا ہر ایک رشتہ بہت اہم ہے جب وہ ملازمہ کی بیٹی کے لیئے گھنٹوں خوار ہو سکتا ہے تو اپنی بہن جس سے اسے شدید محبت تھی اس کی خوشی اور مان کے لیئے کیا بخار کی پرواہ کیئے بنا اس کی نند کی شادی اٹینڈ نہیں کر سکتا۔

"آپ 'بہت اچھے ہیں ابان ' آئی لو یو۔۔۔۔" ہوٹل کے سامنے گاڑی رکی۔ در مکنون کے اترتے ہی وہ مدھم لہجہ میں بولی۔ سید ابان بخاری کو اپنی تمام تھکن اور بیماری بھولتی لگی۔ اس کے لبوں پر بڑی دلکش مسکان آن ٹھہری۔

"لو یو ٹو۔۔۔" اس کا ہاتھ تھام کر گرمجوشی سے دباتے ہوئے وہ بہت پر سکون تھا۔ عابیہ مسکراتی ہوئی گاڑی سے اتر

گئی۔

ان کا استقبال وی آئی پیز میں ہوا تھا۔ سید ابان بخاری کو دیکھ ایلیفیہ کے دل کی دھڑکن تھم سی گئی اور اسے غصہ آنے لگا دل کیا اسے کہیں غائب کردے کہ اس کی یکطرفہ چاہت اس کی عزت و غیرت کا جنازہ نکالنے کے در پہ تھی۔ ایلیفیہ کے سلام کا جواب بھی دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا یہ تھی تو غیر اخلاقی حرکت لیکن وہ بھی مجبور تھا کہ کشمالہ کی آج جو بھی حالت تھی اس کا سبب ایلیفیہ کی ذات تھی اور اسی لیئے وہ بے رخی دکھا گیا۔

ابرج سہروردی نے بہت پیاری درمکنون کو آنکھوں کے راستے دل میں اتارتے ہوئے اس کی تعریف کی تھی۔ وہ شرماتے ہوئے شکریہ کہتی آگے بڑھ گئی۔

تقریب اپنے عروج پر تھی۔ نکاح کے بعد فوٹو سیشن اسٹارٹ ہو گیا۔ ریفریشمنٹ کا سلسلہ بھی ساتھ ہی چل رہا تھا۔

عبرود نے نظر لگ جانے کی حد تک اچھی لگتی عابیہ کو حسد و غصہ سے دیکھا۔ وہ یہ سوچ رہی تھی بہت عام عابیہ کیسے دن بہ دن نکھرتی ہی جارہی ہے۔ اسے خوش دیکھ کر وہ اس قدر جلاپے کا شکار ہوئی کہ اس نے ارمش سے کیا عہد توڑ ڈالا اور ڈریسنگ روم میں چلی آئی اور کسی ایسے ہی وقت کے لیئے لی گئی سم اپنے موبائل پر ایکٹو کی اپنا واٹس ایپ کا نمبر نیو سم کے نمبر سے رپلیس کیا اور عابیہ کو تمام تصاویر واٹس ایپ کرکے کمینی مسکراہٹ کیساتھ اس نے سم نکال کر واٹس ایپ پر واپس اپنا نمبر ایکٹو کر دیا۔ اس سارے کام میں اسے دس منٹ لگے اور وہ ڈریسنگ روم سے نکل آئی۔ اسے عابیہ ' درمکنون کیساتھ اسٹیج پر کھڑی نظر آگئی اس کا پرسکون چہرہ اس بات کا گواہ تھا کہ اس نے ابھی پکچرز دیکھی نہیں ہیں۔

"تمھارا سکون ' تمھارے چہرے پر بکھری لالی میں نے اڑا نہ دی تو کہنا۔" وہ نفرت سے سوچتی۔ محسن کی جانب بڑھ گئی۔

"آج تو آپ نے میری مسز پر قبضہ ہی کر لیا ہے۔" ابرج سہروردی کی بات پر عابیہ ہنسی جبکہ درمکنون جھینپ گئی۔

"بھئی ہمارا قبضہ تو عارضی ہی ہے۔۔۔ آپ مالک ہیں۔۔۔ تمام حقوق جو آپ کے نام لکھے ہیں۔" عابیہ بے تکلفی سے مسکرا کر بولی۔ ابرج سہروردی ہنس دیا۔ عابیہ ان دونوں کو بات کرنے کا موقع فراہم کرنے کی نیت سے بہانہ بناتی وہاں سے ہٹ گئی۔

"سوچ رہا ہوں ' ماما سے اپنی شادی کی بھی بات کرلوں۔۔۔ سالوں کا انتظار مجھ سے نہ ہو گا۔" وہ درمکنون کے رنگوں سے مزین چہرے کو محبت سے دیکھتا ' شرارت سے بولا۔

"سنا ہے اہمیت تو نکاح کی ہوتی ہے۔۔۔" ابرج سہروردی کی محبت نے درمکنون کو اتنا حوصلہ بخشا تھا کہ وہ

شرارت کا جواب شرارت سے دے گئی۔

کاغذوں کے پنوں پر

دل کے نقش لکھ بیٹھے

جو بھی کچھ ہمارا تھا

تیرے نام لکھ بیٹھے

ہم تیرے نکاح میں ہیں

"نکاح کی اہمیت سے کس کافر کو انکار ہے۔۔۔۔بس معاشرہ کی یہ رسومات زہر قاتل بنی ہوئی ہیں۔۔۔رخصتی ہو تو منکوحہ سے بیوی کا سفر شروع ہو۔کچھ میرے بھی خواب نکھر جائیں۔۔۔کچھ میری بھی حسرتیں تمام ہو جائیں۔۔۔کہ نکاح میں ہو پھر بھی تمھیں چھو نہیں سکتا۔۔۔" مرد تو پھر بھی مرد ہی ہوتا ہے۔ابرج سہروردی بھی بے باکی کی حد تک ذو معنی گفتگو کرتا۔درمکنون کے ماتھے پر شبنمی قطروں کے چمکنے کا سبب بن گیا۔درمکنون سے نظر نہ اٹھائی گئی۔

"اس حسن کے سچے موتی کو جسے دیکھ سکیں پر چھو نہ سکیں

جسے دیکھ سکیں پر چھو نہ سکیں وہ دولت کیا خزانہ کیا"

وہ درمکنون کی غیر ہوتی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے 'زیر لب مسکراتا شعر پڑھ گیا۔اس کی سیاہ پلکیں لرزنے لگیں 'لب کپکپانے لگے۔وہ ہنس دیا۔

"اس سے پہلے کہ تم میرے ڈائیلگز و رومانوی موڈ و شاعری کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو جاؤ۔۔۔میرے سامنے سے ہٹ کر ایلیفیہ' کے پاس چلی جاؤ۔" اس نے ایک محتاط نظر حاضرین محفل پر ڈالی اور اس کا رخسار تھپکتے ہوئے کچھ شرارت 'کچھ محبت اور کچھ چھیڑنے والے ذو معنی لہجہ میں کہہ گیا اور اس نے ابرج سہروردی کی جانب دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے اسٹیج کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ابرج سہروردی اس کی پشت پر لہراتے سیاہ گھنیرے بالوں پر نظر جمائے مسکراتا رہا۔درمکنون چلتی ہوئی عابیہ اور ایلیفیہ کے پاس آن رکی۔عابیہ نے اسے دیکھ سیلفی بنانے کی آفر کی۔وہ تینوں ساتھ کھڑی ہو گئیں اور کھٹا کھٹ سیلفیاں بننے لگیں۔عبرود نے بھی کچھ سوچ کر ان لوگوں کو جوائن کر لیا۔چند ایک سیلفیاں عبرود کے ساتھ بھی بنیں۔

"عابیہ 'کیا یہ پکس مجھے واٹس ایپ کر دو گی ؟" عبرود نے پوچھا اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور ڈیٹا کنیکشن

آن کیا۔ واٹس ایپ ایپلیکیشن اوپن کی تو اننون نمبر سے کوئی پچیس مسیجز شو ہوئے اس نے حیران ہوتے انبوکس اوپن کرنا چاہا اسی پل وہاں سید ابان بخاری پہنچ گیا وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ہم لوگوں کو اب چلنا چاہیئے۔" سید ابان بخاری کی کچھ دیر قبل ارمش چوہدری سے بات ہوئی تھی اس کے بعد سے اسے اپنا سر پھوڑے کی مانند دکھتا ہوا محسوس ہوا بخار کی شدت میں بھی اضافہ محسوس ہوا اس لیئے وہ واپسی کا ارادہ کرتا بیوی کے پاس آن رکا۔

"میں نے تو ابھی کھانا بھی نہیں کھایا۔" وہ معصومیت سے بولی۔ اس کی بات پر سید ابان بخاری اور وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ جبکہ عبرود غصہ سے لب بھینچے کھڑی تھی کہ وہ عابیہ کے ساتھ ہی کھڑی تھی اس نے دیکھ لیا تھا کہ اگر سید ابان بخاری ایک سیکنڈ بعد آتا تو عابیہ تصاویر دیکھ چکی ہوتی۔

"کھانا' گھر جا کر کھالینا۔۔۔ ابھی ہمیں گھر چلنا چاہیئے۔" وہ مدھم سے لہجہ میں بولا۔

"آپ گاڑی نکالیں' میں بھابھی کو پکچرز واٹس ایپ کر کے آتی ہوں۔۔۔" وہ دھیمے سے بولی۔ عبرود کو اپنی چال کامیاب ہوتی لگی تو من ہی من مسکرانے لگی۔

"تصویریں میں سینڈ کر دیتا ہوں تم جا کر معصومہ آنٹی کو خدا حافظ کہہ آؤ۔" وہ اس کے ہاتھ سے بڑی سہولت سے سیل فون لیتے ہوئے بولا۔ وہ آگے بڑھ گئی۔ عبرود کا منہ بن گیا۔

"آپ لوگ کھانا کھائے بنا جائیں یہ تو ہمیں بہت برا لگے گا۔" ایلیفیہ مدھم لہجہ میں بولی۔

"میں کھانا کھا چکا ہوں۔۔۔ عابیہ کی خیر ہے کیونکہ آج کل ویسے بھی وہ کھانے پینے میں احتیاط کر رہی ہے۔" وہ مدھم لہجہ میں بول کر واپسی کے لیئے قدم بڑھا گیا۔ اس نے ایلیفیہ کی آنکھوں میں اترتی پریشانی کو بھی نہ دیکھا۔ عابیہ ان لوگوں کو خدا حافظ کہتی سید ابان بخاری کے پیچھے بڑھنے لگی۔ وہ لوگ رخصتی سے پہلے جا رہے تھے ابرج تو تمام حالات سے واقف تھا اس لیئے اس نے انھیں روکنے کی کوشش نہ کی تھی۔ معصومہ سہروردی کی ناراضگی محسوس کرتے ہوئے سید ابان بخاری نے مکنون کو وہیں چھوڑ دیا تھا جسے ابرج سہروردی نے مسکان کی رخصتی کے بعد بخاری ولاز ڈراپ کر دینا تھا۔ ایلیفیہ 'سوالیہ نگاہ سے درمکنون کو دیکھنے لگی۔

"میں' پھپھو بننے والی ہوں۔" درمکنون مسکرا کر بولی۔ ایلیفیہ کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ اسے سید ابان بخاری خود سے دور' بہت دور ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے پلکوں کو بھیگتے محسوس کیا لیکن خود پر ضبط کے پہرے بٹھاتی مسکرائی۔

"بہت مبارک ہو۔" درمکنون کو دیکھ مبارک دی اور وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ عبرود نے اس بات پر سکون کا سانس لیا تھا کہ عابیہ کا سیل فون لینے کے بعد بھی اس نے واٹس ایپ آن نہیں کیا تھا اور وہ دل ہی دل میں دعا کرنے لگی تھی کہ

سید ابان بخاری واٹس ایپ چیک نہ کرے تا کہ جو طوفان اس نے عابیہ کو ارسال کیا تھا اس سے عابیہ ہی محظوظ ہو سکے۔

وہ دونوں گاڑی میں آ بیٹھے۔ کار اسٹارٹ کرنے سے قبل عابیہ کی طرف اس نے سیل فون بڑھا دیا۔

"آپ نے بھابھی کو پکچرز سینڈ کر دیں؟" اس نے سیل فون پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"تمھاری بھابھی کوئی آج رات مریخ کوچ نہیں کر جائیں گی کہ میں سیکنڈز کی تاخیر کے بنا پکچرز سینڈ کر دیتا۔" وہ گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہوئے بولا۔ اس کا منہ بن گیا۔

"اونہہ۔۔۔" وہ ناراضگی سے ہنکارا بھرتی واٹس ایپ آن کر گئی۔

"یوں آنا تھا تو جانے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ میں نے کھانا تک نہیں کھایا۔۔۔ اتنی کوئی بھوک لگ رہی ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے عبرود کو پکچرز سینڈ کرتی چلی گئی۔

"تم بھی بعض دفعہ حد کر دیتی ہو۔۔۔ کھانا نہیں کھایا' سب کے سامنے بولنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ نہ وقت دیکھتی ہو نہ جگہ بحث کرنے لگتی ہو۔" وہ خفگی سے بولا۔

"ایسا کوئی غلط نہیں بولی تھی۔۔۔ لیکن' آپ کو برا لگا ہے تو آئندہ خیال رکھوں گی۔" وہ دھیمے سے کہہ گئی اور پکچرز سینڈ ہو جانے پر چیٹ بوکس بیک کر گئی۔ تب ہی اس کی نظر پھر انون نمبر پر پڑی۔

"سر میں درد ہونے لگا تھا اور بخار بھی بڑھتا محسوس ہوا اس لیئے واپسی کا کہا ویسے بھی جانا فار میلیٹی تھی جو پوری ہو گئی تھی ایسے میں تقریب کے اختتام تک رکنا لازمی نہ تھا۔" وہ عابیہ کے بحث کے بنا مان جانے پر دھیمے سے آنے کی وجہ کہہ گیا۔ اس کے چپ ہوتے ہی گاڑی میں خاموشی چھا گئی اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ خاموشی بڑھی تو سید ابان بخاری متحیر ہوتا عابیہ کو دیکھنے لگا جس کی آنکھیں بے یقینی سے موبائل کی اسکرین پر جمی تھیں اور انگلیاں موبائل اسکرین کو ٹچ کر رہی تھیں۔

"بیہ۔۔۔" اس نے پکارا۔ وہ چونکی اور سید ابان بخاری کو خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ایوری تھنگ از اوکے؟" وہ کسی انہونی کے خیال سے ڈرا اور ڈرتے ہوئے بولا۔

"آئی ہیٹ یو ابان۔۔۔" وہ سسکی۔ اسٹرئیرنگ پر اس کی گرفت کمزور پڑ گئی کوئی حادثہ پیش آتا کہ اس نے گاڑی کو کمال مہارت سے کنٹرول کر لیا۔

"ہوا کیا ہے؟" وہ پوچھ گیا اس نے کار اسٹاپ نہیں کی تھی کہ گھر صرف پانچ منٹ کی دوری پر رہ گیا تھا۔ وہ کچھ نہ بولی بس روتی رہی اور 'آئی ہیٹ یو ابان' بڑبڑاتی رہی اس کی نگاہ اب بھی موبائل کی اسکرین پر جمی تھی۔ گاڑی بخاری ولاز میں داخل ہوئی۔

"بیہ' بتاؤ کیا ہوا ہے ؟" اس نے پورچ میں گاڑی کھڑی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"میں' آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولتی موبائل اس کی گود میں پھیکنتی گاڑی سے اتری اور دوڑتی چلی گئی۔ سید ابان بخاری نے منتشر ہوتے اعصاب کیساتھ موبائل کی اسکرین پر نظر ڈالی اسے پیروں تلے سے زمین نکلتی محسوس ہوئی۔

اس کی نظروں کے سامنے وہ تصاویر تھیں جو ارمش چوہدری نے اسے دکھائی تھیں۔اس نے لب بھینچ لیئے۔کچھ دیر قبل ہی تو اس کی ارمش چوہدری سے بات ہوئی تھی اس نے اعتراف کیا تھا کہ اس نے تمام تصاویر کی ایک کاپی کشمالہ کو بھیج دی تھی۔ جس پر سید ابان بخاری نے اس سے کہا تھا کہ وہ یہ تمام حرکتیں بند کر دے اور کل اسے ملے' وہ مل کر کوئی اس سب کا حل نکال لیں گے۔ اس نے ایگری بھی کر لیا تھا تو پھر اس نے عابیہ کو تصویریں کیوں سینڈ کر دی تھیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا تھا۔ وہ بس یہ سوچ رہا تھا کہ عابیہ کس قدر خطرناک ردعمل ظاہر کرے گی۔ کشمالہ بھی بخاری ولاز میں ہے وہ اس کے سامنے کوئی ہنگامہ برپانہ کر دے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ مزید مضطرب ہوا اس نے تمام تصاویر اپنے نمبر پر فارورڈ کیں اور عابیہ کی فون گیلری سے ڈیلیٹ کر کے' چیٹ بھی ڈیلیٹ کرتے ہوئے نمبر بلاک کیا۔ بلاک سے قبل وہ اپنے موبائل میں نمبر فیڈ کرنا بھولا نہیں تھا۔ وہ اس کام سے فارغ ہو کر گاڑی سے نکلا۔ لاؤنج میں ٹکراؤ نوراں بوا سے ہو گیا۔

"کشمالہ' اب پہلے سے بہتر ہے۔۔۔ سو رہی ہے۔۔۔ بیگم صاحبہ' آپ لوگوں کے آنے کے انتظار میں جاگ رہی ہیں۔" وہ اپنی پریشانی کے باوجود ماں اور کشمالہ کے بارے میں پوچھ گیا اور خود کو کمپوز کر کے ماں کے کمرے میں پہنچا' انھیں اپنے آجانے کی اطلاع دی اور اپنے کمرے تک پہنچا۔ دروازہ لاکڈ تھا۔

"عابیہ' پلیز دروازہ کھولو۔۔۔ ایک بار میری بات سنو۔۔۔" اس نے دستک دیتے ہوئے پکارا لیکن گہری چپ تھی جو اس کے اعصاب کو چیر رہی تھی۔ وہ موہوم سی امید کے تحت کمرے کی ڈپلیکیٹ چابی لے آیا۔ چابی گھماتے دل وسوسوں کا شکار تھا کہ کہیں عابیہ نے لاک کرنے کے ساتھ چٹخنی بھی نہ لگائی ہو لیکن لاک کھل گیا اور وہ کچھ سکون محسوس کرتا کمرے میں داخل ہوا اور لاک لگا دیا۔ اندھیرے میں عابیہ اسے کمرے میں کہیں نظر نہ آئی اس نے لائٹس آن کیں تو وہ اسے کمرے کی دائیں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھی' نظر آئی۔ وہ اس تک پہنچا۔

"بیہ۔۔۔" اس کو پکارا۔

"چلے جائیں' ابان! میں آپ کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔ آواز نہیں سننا چاہتی۔۔۔ آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے۔۔۔ نفرت ہو رہی ہے مجھے خود سے۔۔۔" وہ گھٹنوں میں دیئے سر کو اٹھاتے ہوئے دھاڑی۔

"تم صرف ایک بار مجھے کچھ کہنے کا موقع تو دو بیہ۔۔۔ کیا بس' مجھ پر اتنا ہی اعتبار تھا۔" اسے عابیہ کا رویہ' اس کے الفاظ تکلیف دے رہے تھے لیکن کم تکلیف تو اسے روتے دیکھ بھی نہ ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"اعتبار' تو آپ نے توڑ ڈالا ہے ابان۔۔" وہ اس کا گریبان مٹھیوں میں قید کیئے' ہچکیوں سے رونے لگی۔

"اتنا کچا تھا اعتبار کہ چند تصاویر نے توڑ ڈالا؟" وہ اس کی نمناک آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"ابان' سچائی سامنے ہو تو مضبوط سے مضبوط تر اعتبار بھی ٹوٹ سکتا ہے۔۔۔۔ٹوٹ جاتا ہے۔" وہ اس کے گریبان سے ہاتھ کھینچتے ہوئے بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تمھیں اگر میری محبت پر' میرے کردار کی سچائی پر اعتبار نہیں ہے۔۔۔ صرف آنکھوں دیکھی پر اعتبار ہے تو میں تمھیں اپنی محبت و کردار کی پختگی کا یقین دلانے کی کوشش نہیں کروں گا۔۔۔ بس یہ یاد رکھنا کہ کچھ چیزیں دیکھنے کی نہیں' محسوس کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔۔۔۔۔" وہ اس کے عین سامنے آتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا۔ کچھ ساعتیں خاموشی سے گزر گئیں۔

"جو دیکھا وہ محسوس نہیں ہوا ابان' لیکن۔۔۔ لیکن میں اس سب کو جھٹلا بھی تو نہیں پا رہی۔۔۔ وہ آپ ہی تو ہیں۔۔۔ کیا میں آپ کو پہچاننے میں غلطی کر سکتی ہوں؟ کیا اپنی گاڑی کو نہیں پہچان سکتی؟ کیا کشمالہ کو نہیں پہچانتی؟ جو دیکھے کو ان دیکھا کر دوں؟" وہ رو رہی تھی' بہت شدتوں سے' ہچکیوں سے۔۔۔ اس کی تو جیسے متاع ہی لٹ گئی تھی۔

"تم مجھے پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتیں بھرم تھا مجھے لیکن جو آج ٹوٹ گیا ہے کیونکہ تم تو مجھے پہچانتی ہی نہیں ہو تم نے تو صرف میرا چہرہ دیکھا ہے میری روح میں اتر کر نہیں دیکھا۔۔۔ تم نے چہرے سے روح کا سفر کیا ہوتا تو تم ان تصویروں کو جھٹلا دیتیں۔۔۔ ان دیکھا کر دیتیں۔۔۔" وہ ہارے ہوئے انداز میں بیڈ پر گرا۔ اس کا لہجہ اذیت سے بھرا' تھکن سے چور تھا۔

"تم مجھے پہچانتی ہوتیں تو کہتیں کہ چہرہ سید ابان بخاری کا ہو سکتا ہے لیکن یہ میرا ابان نہیں ہے۔۔۔ میرے ابان تو ایسے ہیں ہی نہیں۔۔۔ میرے ابان صرف میرے ہیں وہ بیوفائی نہیں کر سکتے۔۔۔ یہ میرے ابان نہیں ہیں کہ میں جانتی ہوں میرے ابان کا کردار آئینہ کی طرح صاف' پانی کی طرح شفاف ہے۔۔۔" وہ خود اذیتی سے بولتا جا رہا تھا اور عابیہ بے چین ہو چلی تھی۔ وہ کارپٹ پر دوزانو بیٹھتی اس کی گود میں سر رکھ گئی۔

"میں سب جانتی ہوں۔۔۔ مانتی ہوں۔۔۔ میرا دل اقرار کرتا ہے وہ تصویر سچ نہیں ہے۔۔۔ میری روح کی اک ہی صدا ہے کہ وہ تصویر جھوٹ ہے۔۔۔ مگر آپ کے لیئے میں' میرا دل اس قدر پوزیسو ہے کہ یقین نہ کروں تو بھی اعتبار ٹوٹتا سا لگتا ہے۔" وہ اس کی گود میں چہرہ چھپائے سسک رہی تھی۔ اس نے عابیہ سے کچھ نہ چھپایا۔ وہ ہر ایک بات' ارمش

چوہدری کی سازش سب کہتا چلا گیا۔ بس اس نے مصلحت کے تحت اور ایلیفیہ کا مان و بھرم سلامت رکھنے کو اس کا نام حذف کر دیا تھا۔ ارمش کی سازش کا سبب اسے ایلیفیہ سے محبت کی بجائے دولت کا حصول بتایا تھا کہ ارمش چوہدری نے بزنس میں ہیر پھیر کی ہے اور جواب طلبی کی صورت میں اس نے یہ سازش ترتیب دی۔

"تم ان تصاویر کو غور سے دیکھو گی تو تمھیں پتہ چلے گا کہ میں نے یہ سوٹ ہمارے ولیمہ پر پہنا تھا۔۔۔ تم جائزہ لو گی تو تمھیں اندازہ ہو گا کہ ہماری شادی کی البم میں کئی پوز ان تصاویر میں نمایاں ہیں۔۔۔ تم اگر دھیان لگاؤ گی تو لاعلم نہ رہوں گی کہ دو مختلف اوقات کی پکچرز کو مہارت سے مکس کر کے ان فوٹوز کو تشکیل دیا گیا ہے۔۔۔ تم توجہ دو تو جان سکو گی کہ میں نے۔۔۔۔۔" وہ تمام حقیقت اس کے گوش گزار کرنے کے بعد ان تصاویر کے فیک ہونے کے ثبوت اسے فراہم کرتا جا رہا تھا۔ اس نے یکدم ہی ابان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"میں کچھ دن سے اسی سب کو لے کر پریشان تھا۔۔۔ تمھاری جذباتیت اور صحت کا سوچ کر ہمت نہ ہوئی۔۔۔" وہ اس کے ہاتھ ہاتھوں میں جکڑتا۔ گہری اذیت سے بولا۔

"آپ' مجھ سے کہہ دیتے ابان' اتنا تو آپ پر بھروسہ ہے کہ آپ کہتے تو میں یقین کر لیتی اور آج بدگمان نہ ہوتی۔۔۔" اس نے آنسو رگڑتے ہوئے تاسف و ملال سے کہا۔ وہ آگے سے کچھ نہ بولا کہ وہ اس لمحہ کو فراموش کر دینا چاہتا تھا جب وہ بدگمان ہوئی تھی اس لیئے وہ یہ تک نہ بولا کہ محبت تھی۔۔۔ اعتبار بھی تھا تو بدگمانی کیونکر جگہ بنا گئی؟ وہ دونوں چپ تھے آواز تھی تو گھڑی کی ٹک ٹک کی' اور ہر گزرتے پل کے ساتھ خاموشی گہری اور آنے والے وقت کا خوف بڑھ رہا تھا۔

"اس سب کا حل کیا ہے اس شخص نے آج تصویریں مجھے سینڈ کی ہیں کل کو ماما جان اور درمکنون کو بھی سینڈ کر سکتا ہے۔۔۔ اور کہے کے مطابق سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دیں تو آپ کی جو رسوائی ہو گی وہ الگ داستان لیکن کشمالہ' وہ تو عزت سے جینے کے لائق ہی نہیں رہے گی۔۔۔ اس کا کیریئر' خوشیاں سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔" وہ ابان کی چپ سے ڈر کر بولنے لگی۔ اس وقت ابان کو وہ اپنے سے زیادہ' کشمالہ کے لیئے پریشان لگی۔

"کشمالہ' بھی اس سب کو لے کر بہت ڈسٹرب ہے اور اس کی ذہنی حالت کا اندازہ اس کی حرکت سے خود لگا لو کہ آج اس کا ایکسیڈنٹ نہیں ہوا تھا اس نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔۔۔" سید ابان بخاری نے جو تفصیل رہ گئی تھی وہ بھی کہہ دی جسے سن وہ ساکت رہ گئی۔

"لڑکیوں کے پاس عزت و وقار' نسوانی انا و پندار کے سوا ہوتا ہی کیا ہے اگر معاشرہ میں عزت سے جینے کا کوئی حق ہی چھین لے تو ایسی زندگی سے تو موت ہی بہتر۔۔۔ اللہ نہ کرے اگر میں بھی کشمالہ کی جگہ ہوتی تو یہی سب کرتی

۔۔۔" وہ اسے دیکھنے لگا اس کی آنکھوں میں اذیت اور کہے لفظوں کی سچائی تیر رہی تھی۔ اس نے عابیہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم پریشان نہ ہو بیہ' میں نے ارمش سے بات کی ہے' اسے سمجھایا ہے وہ تصویریں اپلوڈ نہیں کرے گا۔۔۔ میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔" وہ دھیمے سے بولا کہ اس نے سوچ لیا تھا اب ارمش کا کچھ نہ کچھ بندوبست تو کرنا ہی پڑے گا۔

"تصویریں اپلوڈ ہونے سے پہلے ہی آپ انھیں فیک پروف کر دیں۔۔۔" وہ بولی۔

"تصویریں فیک نہیں ہیں بیہ' ان تصویروں میں میری موجودگی فیک ہے اور میں یہ پروف کرکے ارمش کے ارادوں پر تو پانی پھیر سکتا ہوں لیکن کشمالہ کی عزت اور بھرم قائم نہیں رکھ سکتا۔" وہ گہری سانس بھرتے ہوئے پر اذیت لہجہ میں بولا۔ کچھ دیر کی رگوں کو چیرتی خاموشی کے بعد عابیہ نے جو کچھ کہا اسے سن کر سید ابان بخاری بے یقین رہ گیا اسے لگا گردش ماہ و سال تھم گئے ہیں۔۔۔ الٹی گنگا بہنے لگی ہے۔ وہ اسے غیر یقینی سے دیکھتا چلا گیا۔ اس نے ابان کا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ کے کردار پر انگلی اٹھے۔۔۔ کوئی یہ کہے کہ آپ نے سہارا دینے کی آڑ میں نفس کی تسکین کا ساماں کیا۔۔۔ اس الزام سے بہتر یہی ہے کہ میں قربانی دوں۔۔۔ میں آپ کے لیئے اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔۔۔ یہاں تک کہ آپ کی عزت و غیرت کے لیئے سوکن بھی۔۔۔ برداشت کر سکتی ہوں۔۔۔" اس نے تو جذباتیت کی انتہا کر ڈالی۔

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا گویا اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو چلا ہو۔

"میرے لیئے صرف آپ اہم نہیں ہیں۔۔۔ آپ کی عزت و غیرت بھی معنی رکھتی ہے۔۔۔ میرے ایک ایثار سے آپ کا بھرم اور وقار قائم رہ سکتا ہے۔۔۔ تو میں ہر طرح سے قربان ہو جانے کو تیار ہوں۔۔۔" وہ مسکرائی۔۔۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ جن میں اس کے لفظوں کی سچائی ہلکورے لے رہی تھی۔

"بیہ' اس سب کا یہ حل ہرگز نہیں ہے کہ میں' کشمالہ سے شا۔۔۔ د۔۔۔ ی۔۔۔ کر لوں۔" وہ بات جو عابیہ نے بڑے سکون و ظرف کیساتھ صرف اس کے بھرم کے لیئے کہہ دی تھی وہی بات ادا کرنا ابان کے لیئے مشکل ہو گیا تھا کہ اس نے اپنی پوری زندگی میں اگر کسی لڑکی کو سوچا' کسی کو چاہا' جس کے حصول کے لیئے دعا مانگی۔۔۔ جسے تمام تر محبتوں اور مان کیساتھ زندگی میں شامل کیا وہ عابیہ نعمانی تھی۔۔۔ اس کے علاوہ نہ کسی کو چاہا' نہ ہی وہ کسی اور کو زندگی میں شامل کر سکتا ہے۔

"بس ایک یہی حل ہے ابان' کشمالہ سے نکاح کر لیں۔۔۔ نکاح سے اس شخص کی ہر سازش از خود ناکام ہو جائے گی۔۔۔" وہ اپنی کہی بات پر ڈٹی تھی۔

"بکواس بند کر لو یار' یہ سب بہت مشکل ہے۔۔۔ میں نہیں کر سکتا ہوں۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹکتا' غم و غصہ سے چلاتا کھڑا ہو گیا۔

"یاد رکھئیے گا ابان ' فیصلہ وہی درست ہوتا ہے جو بروقت لیا جائے۔۔۔ آپ ظرف بڑا کریں۔۔۔ عقل سے سوچیں۔۔۔ یہ وقت گزر گیا تو سب خاک ہو جائے گا۔۔۔ خاندانی عظمت۔۔۔ آپ کا وقار۔۔۔ کشمالہ کی حرمت۔۔۔" وہ اس کے عین سامنے مانند چٹان کھڑی تھی۔ وہ لڑکی جو بات بے بات مارنے مرنے کو تیار ہو جاتی تھی۔۔۔ جس کے لیئے ابان کو ہوا کا چھو جانا بھی باعث تکلیف تھا۔۔۔ وہ کتنی آرام سے اسے دوسری شادی کا مشورہ دے گئی تھی۔۔۔ آج اسے احساس ہو رہا تھا کہ چھوٹی چھوٹی بات پر الجھنے والے ' ہر چھوٹی سی بات کو اہمیت دے کر لڑنے والے دراصل سکون تباہ نہیں کر رہے ہوتے۔۔۔ چھوٹی بات کو بڑا بنا کر بڑی بات کو برداشت کرنے کا حوصلہ جمع کر رہے ہوتے ہیں۔۔۔ وہ تو ہمیشہ ہی حیران کرتی تھی اسے کہ گھنٹوں جس بات کے لیئے لڑتی تھی سیکنڈوں میں ختم کر دیتی تھی اور جس بات کے لیئے وہ پریشان تھا۔۔۔ جس بات کے ہو جانے کے ڈر سے کشمالہ نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔۔۔ اس بات کا اس نے کتنی آسانی سے حل پیش کر دیا تھا۔ جس نے اپنی جگہ پر اپنی بھابھی کو بیٹھا دیکھ تکلیف محسوس کی تھی ' گھنٹوں روئی تھی جس کا ملال آج تک اس کے دل سے نہ گیا تھا وہی آج شوہر کی بقا کے لیئے ' ایک لڑکی کی حرمت کے لیئے ' شوہر کو دوسری شادی کا کہہ رہی تھی۔

"بیہ ' یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو۔۔۔ اور تم برداشت نہیں کر پاؤ گی۔۔۔" وہ اس کے نم چہرے کو آزردگی سے دیکھتا اسے خود سے لگا گیا۔ دھیرے دھیرے تھپکی دینے والے انداز میں پیٹھ سہلانے لگا۔ مقصد اپنی ٹینشن دور کر کے اسے سہارا دینا تھا۔

"میں ہر بات ہر ستم برداشت کر لوں گی بس یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا کہ کوئی آپ کو غلط کہے۔۔۔ آپ پر انگلی اٹھائے۔۔۔" اس نے ابان کے کاندھے سے سر اٹھایا اور روتے ہوئے بولی۔

"میں ' سب دیکھ لوں گا کہ کیا ' کیسے کرنا ہے تم خود کو ہلکان نہ کرو۔" اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ وہ آگے سے کچھ کہنے لگی تو اسے ٹوک کر موضوع ہی بدل ڈالا۔

"تم جا کر فریش ہو جاؤ ' میں تمہارے لیئے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔۔۔ زیادہ دیر بھوکا رہنا تمہارے اور ہمارے بچے کے لیئے اچھا نہیں ہے۔۔۔" محبت سے کہہ کر نرمی سے گال تھپکا۔

"آپ کو ہمارے بچے کی قسم ہے ابان ' آپ کشمالہ سے شادی کر لیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام گئی۔

"بولا ہے نا ' میں ہینڈل کر لوں گا۔۔۔ تم پریشان نہ ہو۔۔۔ اور یہ یاد رکھو دنیا میرے بارے میں چاہے کچھ سوچے ' کچھ کہے مجھے تب تک فرق نہیں پڑتا۔۔۔ جب تک تمہاری آنکھوں میں میرے لیئے اعتبار ہے۔۔۔ جب تک تمہارا دل میری سچائی اور محبت کی گواہی دیتا رہے گا۔۔۔ میں بڑی سے بڑی سازش۔۔۔ ناکام بنا سکتا ہوں۔۔۔ تم کوئی قربانی نہیں

دو۔۔۔ تم بس مجھ پر بھروسہ رکھو۔۔۔ تمھارا بھروسہ' میرے لیئے آکسیجن کی مانند ہے۔۔۔ تمھارے ساتھ کا روشن دیا میری مشکلات کی راہ میں زاد راہ بنے گا۔۔۔ بس تم ساتھ رہو۔۔۔" وہ اسے منہ کھولتے دیکھ' اس کے لب پر انگلی ٹکا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ دیتا۔ کہتا چلا گیا۔ وہ اب کے چپ رہی' اس نے سید ابان بخاری کے مطمئن چہرے کو دیکھا کچھ دیر پہلے کی پریشانی کے آثار تک نہ تھے۔ اسے اپنے فیصلہ پر فخر محسوس ہوا۔ اس نے ابان کی پیشانی پر لب رکھ دیئے۔ اس کے ہاتھ کو ہاتھ میں لیئے وہ مسکرائی اور وہ مطمئن ہو گیا۔ وہ ابان کے اطمینان کو دل میں اترتا محسوس کرتی اس کے گرمجوشی سے ہاتھ دبانے پر وہ اس کا ہاتھ لبوں تک لے جاتے ہوئے چوم گئی۔ ابان کو زندگی اس وقت بہت پیاری اور ہر شے سے قیمتی لگی۔

گواہی کیسے ٹوٹتی معاملہ خدا کا تھا

مرا اور اس کا رابطہ تو ہاتھ اور دعا کا تھا

لہو چشیدہ ہاتھ اس نے چوم کر دکھا دیا

جزا وہاں ملی جہاں کہ مرحلہ سزا کا تھا

☆☆☆☆☆☆

"خیر تو ہے' جلے پیر کی بلّی کی مانند کیوں چکراتی پھر رہی ہو۔" تقریب سے واپسی کے بعد جب وہ اپنے آجانے کی اطلاع ماں کو پہنچا کر روم میں آیا عبرو دپنڈولم کی مانند ادھر سے ادھر ہو رہی تھی اس کی تشویش پر وہ اسے گھورنے لگی۔

"تمھیں کیا' تمھاری بلا سے۔۔۔" وہ موبائل بیڈ پر اچھالتے ہوئے واش روم میں گھس گئی۔ اسے پہلے غصہ تھا کہ عابیہ نے پکچرز سینڈ نہیں کیں پھر پکچرز ریسیو ہو گئیں تو اس نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سم دوبارہ ایکٹو کی کہ طوفان آیا کہ نہیں۔۔۔ سم ایکٹو کر کے واٹس ایپ انسٹال کیا اور اس خجل خواری کے بعد میسیج سین کی دو بلو ٹکس دیکھ اسے کمینی سی خوشی ہوئی۔۔۔ ریپلائی کوئی نہیں تھا اس لیئے اس کو شک گزرا کہ پکچرز دیکھی بھی ہیں کہ نہیں اس لیئے اس نے پکچرز دوبارہ سینڈ کرنے کا سوچا اور جب سینڈ پر کلک کیا تو اسے پتہ چلا کہ یہ نمبر بلاک کیا جا چکا ہے۔۔۔ تب سے وہ غصہ سے چکراتی پھر رہی تھی کیونکہ خاموشی سے نمبر بلاک ہو جانے پر اسے یہی لگا تھا کہ عابیہ نے پکچرز نہیں دیکھیں اور ابان نے دیکھ کر نمبر بلاک کر دیا۔ اس کا آدھا شک درست تھا۔

"مجھے تمھارا کوئی انتظام کرنا ہی ہو گا۔۔۔ سید ابان بخاری' میں تو یہاں جلوں حسد کی آگ میں اور تم آگ لگا کر ہاتھ سینکو۔۔۔ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ ارمش کے چکر میں' میں ویسے ہی سب بہت لٹکا چکی۔۔۔ لیکن' اب مجھے تین دن کے

اندر اندر اس محبت کی کہانی کو انجام دے کر۔۔۔ دل دیا بجھانا ہی ہو گا۔۔۔ تم دیکھتی جاؤ عابیہ' میں کیا کرتی ہوں۔۔۔"
اس نے منہ پر پانی کے چھینٹے ڈالتے ہوئے سوچا اور باہر آ گئی۔
"کس بات پر موڈ آف ہو گیا ہے؟" وہ تو جیسے اس کی واپسی کا منتظر تھا۔ اس کا ہاتھ تھام کر بے قراری سے پوچھ گیا
۔
"آج' تمھاری بہن نے میری کتنی بے عزتی کی ہے۔ میں اپنا عالی شان گھر' کروڑوں کی جائیداد' اپنا رہن سہن سب کچھ تمھاری خاطر چھوڑ کر آئی۔۔۔ اور تمھارے یاں' میری یہ عزت ہو رہی ہے کہ بھری محفل میں مجھے زلیل کیا جاتا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر چنگاڑی۔
"مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ عابی' نے کیا کہا ہے تم سے۔۔۔" وہ اس کے غصہ پر پریشان ہو گیا کہ شادی کے گزشتہ مہینوں میں اس نے عبرود کا بہت کومل روپ دیکھا تھا۔ اس وقت وہ شعلہ جوالہ بنی اسے مضطرب ہی تو کر گئی۔
"میں نے عابیہ سے صرف اتنا سا بول دیا کہ تم ہر وقت کیا صرف سبز کلر پہنتی رہتی ہو۔۔۔ تمھارے پاس جہیز اور بری کے سوٹوں میں کئی خوبصورت مختلف رنگوں کے سوٹ ہیں انھیں بھی پہنو' ہر دوسری تقریب میں سبز رنگ کا ہی جوڑا پہن کر آ جاتی ہو۔۔۔۔ یہ کہنا غضب ہو گیا اس نے آس پاس کھڑے لوگوں کا بھی خیال نہیں رکھا اور مجھے سنانے لگی۔۔۔ اس کی مرضی جو چاہے پہنے۔۔۔ جس کلر کا چاہے ڈریس پہنے۔۔۔ میں کون ہوتی ہوں کچھ کہنے والی۔۔۔اور بھی پتہ نہیں کیا کیا بول گئی وہ مجھے۔۔۔ تم بتاؤ کیا میں اس کی کچھ نہیں لگتی۔۔۔" وہ تفصیل سے کہتی یکدم رونے لگی۔ تمام تفصیل اس کے لئیے حیرانی کا باعث تھی کہ وہ بہن کے مزاج اور عادت سے بہ خوبی واقف تھا اسے یقین ہی نہیں آیا کہ اتنی بدتمیزی وہ بھی بھری محفل میں اس کی بہن کر سکتی ہے لیکن بیوی کے آنسوؤں نے اسے ابہام سے نکال دیا۔
"تم پلیز رونا بند کر دو میں عابیہ کو سمجھاؤں گا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئیے تھا۔" وہ اس کو چپ کرواتے ہوئے بولا
۔
"میری جو تذلیل ہونی تھی ہو گئی اب تم کونسا ان بیسیوں لوگوں کو جمع کر کے اپنی بہن سے معافی منگوا لو گے۔۔۔ میرا تو تماشہ بن گیا۔۔۔" وہ آنسو پونچھنے کو اس کے بڑھتے ہاتھ کو نظر انداز کرتی غصہ سے بولی اور تکیہ درست کر کے لیٹ گئی۔
"عابی' کی بدتمیزی کرنے کی سزا مجھے کیوں۔۔۔ مجھ سے تو نارملی بات کرو کہہ تو رہا ہوں عابی کو ڈانٹوں گا وہ آئندہ خیال رکھے گی۔" وہ اس کے برابر لیٹا اور اس نے کروٹ بدل لی۔ وہ بے چارگی سے بول پڑا۔
"تمھاری بہن نے کی ہے بدتمیزی میں آگے سے کچھ کہہ دیتی تو افسانہ بن جاتا۔۔۔اور سزا تو مجھے مل رہی ہے کیا

کچھ چھوڑا تمھاری خاطر۔۔۔ اور تمھارے گھر والے۔۔۔۔" وہ اٹھ کر بیٹھتی جذباتی انداز میں کہتی سوں سوں کرنے لگی ۔وہ سچ جھوٹ سے انجان بیوی کی سنتا' اسی پر یقین کرتا اس کی دلجوئی میں لگا تھا۔عابیہ آج سبز ڈریس میں اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ وہ جلن میں آتی اسے کہہ گئی تھی کہ کیا وہ ہر وقت یہی کلر پہنی رہتی ہے۔وہ مسکرا کر یہی بولی تھی کہ ابان کو پسند ہے اس لیئے کوئی اور کلر اب اسے اچھا نہیں لگتا۔اور کہاں اس نے بات کو کس غلط رخ سے محسن کے سامنے رکھا تھا ۔وہ سونے سے پہلے محسن کو اس بات کے لیئے منا چکی تھی کہ وہ اس بات کا زکر کسی سے نہیں کرے گا یہاں تک کہ عابیہ سے جواب طلبی بھی نہیں کرے گا۔اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ محسن کے دل میں بہن کی طرف سے بدگمانی اور برائی ڈال دے گی۔ محسن اس کی چالوں سے انجان اس کے ساتھ میں راحت محسوس کر رہا تھا وہ احمق یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ آستین میں سانپ پال رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

"جب میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تم سے بات کروں گا۔۔۔ہم مل کر اس سارے مسئلہ کا حل نکال لیں گے۔۔۔ تو تم نے میری بیوی کو تمام تصاویر کیوں سینڈ کیں۔" اس نے آفس پہنچتے ہی ارمش چوہدری کو آفس میں طلب کر لیا اور اس کے آتے ہی ناگواری سے بولتا چلا گیا۔

"میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔" ارمش چوہدری حیرانی کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔

"بکواس بند کر لو۔۔۔بے ایمانی کے بھی کچھ اداب ہوتے ہیں ارمش چوہدری' اور جب تم نے کہا تھا کہ تم صرف مجھے ایلیفیہ کی نظروں سے گرانا چاہتے ہو تو تم نے تصویریں میری بیوی کو کیوں بھیجیں۔۔۔۔اس سب سے تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے تو یہ تمھاری بھول ہے۔۔۔اب تم جاسکتے ہو۔۔۔" وہ ارمش کو بولنے کا موقع دیئے بنا کہتا چلا گیا۔

"میں نے آپ کی وائف کو پکچرز سینڈ نہیں کیں۔۔۔مجھے ایسا کرنا ہوتا تو اسی دن کر دیتا۔۔۔" وہ حیرانی سے نکلتا' اپنی صفائی میں بولنے لگا مگر وہ ٹوک کر اسے جانے کا کہہ گیا۔

"تمھارے کسی جھوٹ پر اب میں یقین نہیں کروں گا۔۔۔ تمھاری ایمانداری پر بھروسہ کیا۔۔۔تم بے ایمان ثابت ہو گئے۔۔۔ تمھاری بے ایمانی پر بھروسہ کیا۔۔۔۔ تم دغا باز ثابت ہو گئے۔۔۔وفا تمھاری فطرت میں ہی نہیں ۔۔۔" ابان بولا نہیں پھنکارا۔

"جب میں بول رہا ہوں کہ میں نے پکچرز سینڈ نہیں کیں تو تم یقین کیوں نہیں کر لیتے۔۔۔۔؟ مجھے تمھیں' تمھاری بیوی کی نظروں سے گرا کر کچھ حاصل نہیں ہو گا تو میں کیوں کروں گا یہ حرکت۔۔۔" وہ بھی غصہ میں آ گیا۔

"آواز نیچی رکھ کر بات کرو ارمش چوہدری' ورنہ تمھیں یہاں سے اٹھا کر باہر پھنکوا دوں گا۔۔۔تم نے ابھی میرا

غصہ ' میری طاقت ' میری نفرت دیکھی نہیں ہے ۔۔۔" سید ابان بخاری نے اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھتے ہوئے وارننگ دی۔ اس نے لب بھینچ لیئے۔

"تمھیں جو کرنا ہے کرلو۔۔۔ پکچرز میری بیوی کو تو سینڈ کر ہی چکے ہو سوشل میڈیا پر وائرل بھی کردو۔۔۔ مگر تم اپنے مقصد کو اب نہیں پاسکتے یہ میرا تم سے وعدہ ہے ۔۔۔۔" وہ ارمش کو آفس سے جانے کا کہہ گیا۔ وہ جاتا کہ اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔

"عبرود' میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"تم' جاتے ہو کہ میں گارڈز بلاؤں ؟" اس نے ارمش کو ٹلتا نہ پاکر پیپر ویٹ گھماتے ہوئے گہرے طنز سے پوچھا۔

"مجھے صرف دو منٹ دو۔۔۔ یہ حرکت میں نے نہیں کی۔۔۔ جس نے کی ہے۔۔۔ اس کا چہرہ تمھارے سامنے بے نقاب کردوں پھر چلا جاؤں گا۔" اس نے ابان کو گہری سنجیدگی سے دیکھا اور اس کا جواب سنے بنا جیب سے سیل فون نکالا اور کرسی کھسکا کر اس پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک نمبر ملایا' اسپیکر آن کیا اور ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اس وقت کال کیوں کی ہے ؟" نسوانی آواز اسپیکر سے گزر کر ان کے کانوں تک پہنچی۔

"تم جانتی ہو مسز محسن کہ کال کیوں کی ہے ؟" ارمش سیل فون پر جھک کر بولا۔

"مطلب کی بات کرو۔۔۔ خوا مخواہ میں نیند خراب کردی ہے۔" وہ بستر پر کسلمندی سے پڑی' نیند سے مخمور لہجہ میں بولی۔

"تم نے مسز عابیہ کو تصویریں کیوں سینڈ کی ہیں ؟" وہ غرایا۔ اس کی نیند اڑ گئی۔ وہ گڑبڑائی کوئی وضاحت نہیں کرپارہی تھی کہ اس نے سختی سے ان دونوں کے درمیان ہوئی ڈیل کینسل کردی اور کہا کہ اگر ان تصاویر کا اس نے اب اپنی من مرضی کا استعمال کیا تو وہ اس کی حقیقت دنیا کے سامنے کھول دے گا' محسن کے سامنے اس کا مکروہ چہرہ بے نقاب کردے گا۔ وہ ہیلو ہیلو کہتی رہ گئی اور ارمش چوہدری نے لائن ڈراپ کردی۔

"تمام حقیقت تمھارے سامنے ہے۔۔۔" وہ لب بھینچے بیٹھے سید ابان بخاری کو مخاطب کرگیا۔

"تم اور عبرود' دونوں مل کر میری بربادی کی سازش کررہے ہو۔۔۔۔ لیکن کیوں ؟ عبرود سے کیونکر مل گئے تم ۔۔۔۔" وہ شک کے یقین میں بدل جانے پر متحیر تھا۔

"کہتے ہیں دشمن کا دشمن' دوست ہوتا ہے اس لیئے میں نے تمھاری دشمن عبرود سے ہاتھ ملالیا۔۔۔" وہ دھیمے سے کہتا تمام تربات بتاتا چلا گیا۔

"جسے تم میری بربادی کے لیئے ہتھیار بنا کر استعمال کررہے ہو۔۔۔ وہ عورت تمھارے ساتھ کتنی وفادار ہے۔۔۔

تمھیں' پتہ تو لگ ہی گیا ہے۔۔۔" وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"اسے تو میں ہینڈل کر لوں گا۔۔۔ اسے میرے ساتھ غداری بہت مہنگی پڑے گی۔" ارمش مٹھیاں بھینچتا' دانت کچکچا کر بولا۔

"تم میرے ساتھ ڈبل گیم کرنا چاہتے تھے۔۔۔۔ خیر' تمھیں جو کرنا ہے کرو۔۔۔ تم یا تمھاری وہ پارٹنر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی کچھ غلط نہیں کر پاؤ گے۔۔۔ مجھے نقصان پہنچانے کی آرزو میں جل جل مرو گے لیکن کامیابی سے دور رہو گے۔" سید ابان بخاری کا لہجہ بڑا مستحکم اور پر یقین تھا۔

"کیسا ڈبل گیم۔۔۔" وہ اچھنبے سے ابان کو دیکھنے لگا۔

""عبرود کے ذریعے میرے خاندان کی بربادی' میری بیوی کو مجھ سے بدگمان کرنے کی سازش۔۔۔۔ تصاویر اپلوڈ کر کے میرے کردار پر کیچڑ اچھالنے' میری ساکھ برباد کرنے کی سازش۔۔۔۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ تم نے اسپیکر آن کر کے عبرود کو سنائیں تو میں تم پر یقین کر لوں گا۔۔۔ تم میرا بھروسہ جیت چکے کہ میری بیوی تک تصاویر بھیجنے سے تمھارا کوئی تعلق نہیں۔۔۔۔ رتی بھر بھروسہ نہیں تم پر۔۔۔ ایک گیم تم کھیل چکے اب دوسری کھیلو۔۔۔ پہلی گیم تمھاری ناکام ہوگئی ۔۔۔ دوسری اس وقت ہو جائے گی جب میں کشمالہ سے نکاح کروں گا۔" سید ابان بخاری بڑے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں تفصیلاً بولا۔ وہ جو ابان کے لفظ لفظ پر لب بھینچتا جا رہا تھا اس کے آخری جملہ پر اسے اپنی سماعتوں پر شک گزرا وہ منہ کھولے ' آنکھیں پھاڑے ابان کو دیکھنے لگا۔ وہ ارمش کی حیرت انجوائے کرتا' مسکرانے لگا۔

"ہاہا۔۔۔ مذاق اچھا کر لیتے ہو۔۔۔" وہ خود کو کمپوز کرتا تمسخر سے بولا۔

"ماں کی تربیت کی لاج رکھنے۔۔۔ خاندانی عظمت اور وقار کے لیئے۔۔۔ معاشرے میں اپنا مقام بنائے رکھنے کو میں کچھ نہیں کروں گا تو تم غلطی پر ہو۔۔۔ میں اپنے اور کشمالہ کے وقار کے لیئے ہر اس حد سے گزر جاؤں گا جو تمھارے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گی۔۔۔" وہ ارمش کی بے یقینی پر چوٹ کرتا ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"مجھے تو اندازہ نہیں تھا کہ تم تو مجھ سے بھی بڑے پلان میکر ہو۔۔۔ پکچرز کو ناکارہ بنانے کا بہت اچھا طریقہ نکالا ہے ۔۔۔ ویسے' جعلی نکاح نامہ کتنے میں بنوا رہے ہو؟" ارمش کو اس کی نکاح کی بات حیرت میں ڈال گئی تھی لیکن حیرت کے چھٹتے ہی وہ اسے ابان کی ایک سازش لگی تھی۔

"میں تمھارے جتنا گرا ہوا نہیں ہوں ارمش چوہدری' سازش کرنا تمھیں مبارک۔۔۔ میں تمھاری سازش ناکام بنانے کو کشمالہ سے نکاح کروں گا۔۔۔ تمھیں نکاح جعلی نہ لگے اس کے لیئے چاہو تو گواہان میں شامل ہو جانا۔۔۔" وہ ارمش کو بلآخر بے سکون کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

"ویسے آپس کی بات ہے۔۔۔ کتنے دن کے لئیے نکاح کرو گے۔۔۔ ایک رات کے لئیے۔۔۔ ویسے وہ کشمالہ ہے بہت توبہ شکن حسن کی مالک۔۔۔" اس کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا خوب آتا تھا ایک سیکنڈ پہلے والی پریشانی اور حیرت کا چہرے پر نشان تک نہ تھا۔ وہ آنکھ دبا کر کچھ یوں بولا کہ ابان جیسے کول مائنڈڈ انسان کا بھی دماغ گھوم گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور ارمش کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔

"اپنی بکواس بند رکھو۔۔۔ اپنی سوچ کی غلاظت اور فطرت کی گندگی ظاہر مت کرو۔۔" ابان نے گریبان جکڑ کر بولتے ہوئے ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا۔

"بڑے پاکباز بن رہے ہو۔۔" وہ اہانت کے احساس سے سلگتے ہوئے بولا۔

"دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔" ابان نے اسے گھورتے ہوئے باہر کا راستہ دکھایا۔

"نکاح رات بھر کے لئیے کرو۔۔۔ یا عمر بھر کے لئیے۔۔۔ بس یہ یاد رکھنا کہ تم میرے ایک منصوبہ کو ناکام بنا سکتے ہو ۔۔۔ مگر میرے ہر منصوبہ کو نہیں۔۔۔ تم نکاح کر کے تصاویر کو فیک پروف کر دو پھر میں رئیل پکچرز کو اپلوڈ کروں گا ۔۔۔ وہ تمام تصاویر جن میں کشمالہ میری سانسوں سے بھی قریب تر تھی۔۔۔" وہ ابان کو چیلنج دے رہا تھا اس نے پھر ارمش کا گریبان اپنی گرفت میں لے لیا۔

"کشمالہ' سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے وہ صرف مہرہ ہے جسے نکاح کر کے تم پیٹ دینا چاہتے ہو تو میں تمھاری چال کو تم پر ہی پلٹ کر تمھیں کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑوں گا۔۔۔" وہ ایک جھٹکے سے اپنا گریبان آزاد کرواتے ہوئے سانپ کی سی پھنکار لیئے اسے گھورنے لگا۔

"میں اپنی ازدواجی زندگی سے بہت خوش و مطمئن ہوں۔۔۔ کشمالہ سے نکاح کا فیصلہ میری کسی خواہش کا نتیجہ ہرگز نہیں ہے۔۔۔ میں صرف اس لڑکی کو تحفظ دینا چاہتا ہوں جسے تم میری بربادی کے لئیے استعمال کر رہے ہو۔۔۔ تم نے اسے جب تصاویر بھیجیں تو اس نے خودکشی کی کوشش کی وہ تصاویر وائرل ہو گئیں تو وہ مر جائے گی۔۔۔ اور میں ایسا نہیں ہونے دے سکتا۔۔۔۔" سید ابان بخاری کے لہجہ میں دکھ اور بے بسی گھل گئی تھی۔

"تم مجھ سے ایک ڈیل کر لو۔۔۔ تو میرا تم سے وعدہ ہے تمھیں اتنی بڑی قربانی نہیں دینی پڑے گی اور نہ ہی تمھاری ازدواجی زندگی متاثر ہو گی۔" وہ اس کی بے بسی سے حظ اٹھاتا۔ کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا۔ ابان اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ارمش نے کہنا شروع کیا۔ ابان کے چہرے کے عضلات تن گئے' حساس حصہ سرخ پڑ گئے۔ کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔ لب اور مٹھیاں بھینچ کر اس نے تیز نظر ارمش پر ڈالی۔

"میں صرف تمھیں ایلیفیہ کی نظروں میں ہیرو سے زیرو ہوتا دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ تم میری بات مان لو۔۔۔

جیسا کہوں ویسا کرو۔۔۔ تو میرا تم سے وعدہ ہے کہ کشمالہ کی تصاویر ضائع کر دوں گا۔۔۔ ورنہ ان تصاویر کو میں ہر طرح سے یوز کر سکتا ہوں۔۔۔ تم نکاح کر لو گے تو تصویر میں جیسے ارمش چوہدری کی جگہ ابان کو سیٹ کیا جا سکتا ہے ویسے ہی کوئی بھی فٹ ہو سکتا ہے یہ مت بھولنا۔۔۔" ارمش نے اسے پلاننگ سے آگاہ کرتے ہوئے اسے تمام معاملات بھی سمجھائے تھے ارمش اسے کھلا چیلنج دے رہا تھا اور وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ کشمالہ کی عزت داؤ پر لگی تھی اور اس نے کشمالہ کی عزت کے لیئے' اس کے معاشرے میں سر اٹھا کر چلنے کے لیئے ارمش سے اپنی عزت و غیرت کا سودا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"میں کیسے یقین کروں کہ تم جو کہہ رہے ہو وہ میں کر گزروں تو تم میرا اور کشمالہ کا پیچھا چھوڑ دو گے۔" وہ ہارے ہوئے انداز میں بولا۔

"مجھ پر بھروسہ کرنا تمھاری مجبوری ہے۔۔۔ تم میرا کام کرو میں تمھارے لیئے مشکلات کھڑی نہیں کروں گا۔۔۔ اگر مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتے تو بس خاموشی سے تماشہ دیکھو۔۔۔" وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے پر سکون سا بیٹھا تھا۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔۔۔ مگر تم بھی یاد رکھنا اگر میں کشمالہ کے وقار کے لیئے اپنے مقام و وقار سے نیچے آنے کو تیار ہوا ہوں۔۔۔ تو میں دھوکہ دینے کی صورت میں تمھیں بخشوں گا نہیں۔۔۔ اب تم جا سکتے ہو۔۔۔ اپنی پلاننگ پر کام کرو۔۔۔ تم کشمالہ کو عزت سے جینے دو۔۔۔ میں مرنے سے پہلے تمھارے ہر پلان کو کامیاب کر دوں گا۔۔۔" ابان اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا' وہ متحیر ہوا' سر جھٹکا اور کمرے سے نکل گیا۔ ابان کو لگا جیسے وہ برا پھنس گیا ہے' اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔۔۔ سوچ کر یہ حال تھا ارمش کے کہے پر عمل کرتے جانے کیا ہونا تھا۔

"مجھے معاف کر دینا ایلیفیہ' میں بہت مجبور ہوں۔" اس نے دکھتے سر' تڑپتی روح کے ساتھ زیر لب ایلیفیہ کو مخاطب کیا اور آنکھوں کو رگڑتا بے حسی کا چولا خود پر لادے کسی مشین کی طرح کام میں مصروف ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

"کیا ہوا ہے مکنون' اتنی پریشان کیوں ہو؟" عابیہ اپنے کمرے سے نکلتی سیڑھیوں کے پاس کھڑی درمکنون کو دیکھ اس کے قریب آن رکی۔

"عابی۔۔۔" وہ اس کے گلے سے لگتی روتی چلی گئی۔ عابیہ بے حد پریشان ہو گئی۔

"مکنون' کیوں روئے جا رہی ہو' بتاؤ کچھ۔۔۔" وہ اسے خود سے الگ کرتی الجھ کر بولی۔

"عابی' میری انگوٹھی کھو گئی ہے۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"مل جائے گی اس پر اتنا رونے والی کیا بات ہے۔۔۔" عابیہ اس کو یوں روتے دیکھ بری طرح پریشان ہو گئی۔

"میں پچھلے دو گھنٹہ سے ڈھونڈ رہی ہوں۔۔۔ گھر کے کونے کونے کو چھان لیا ہے نہیں مل رہی عابی۔۔۔" اس کے

رونے میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔

"کیا منگنی کی انگوٹھی کھو گئی ہے؟" وہ اسے صوفہ پر بٹھاتے ہوئے بولی۔

"نہیں عابی' وہ دو انگوٹھیاں جو ابرج نے مجھے دلائی تھیں' اس میں سے وہ بلیک نگوں والی کھو گئی ہے۔۔۔" وہ مستقل روئے جارہی تھی۔

"اتنی بھی قیمتی نہیں تھی وہ انگوٹھی کے اس کے کھونے پر تم اپنے بہت قیمتی آنسو برباد کرو۔۔۔" اس نے ملازمہ کو آواز دے کر پانی منگوایا اور مکنون کی طرف گلاس بڑھاتے ہوئے بولی۔

"ابرج کو لگا پتہ تو وہ بہت غصہ ہوں گے عابی۔۔۔انھوں نے مجھے کہا تھا میں اتاروں نہیں۔۔۔ ان کا غصہ بہت خراب ہے۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ ایک گھونٹ پانی پی کر گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے نم لہجہ میں بولی۔

"تمھیں کیسے پتہ کہ ابرج بھیا کا غصہ خراب ہے۔" عابیہ بہت چونک کر الجھے لہجے میں پوچھ گئی۔ درمکنون گڑبڑا گئی ۔

"میں انگوٹھی ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہوں تم پلیز دعا کرو مل جائے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ عابیہ نے اس کا تھام لیا۔

"مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔۔۔ ابرج بھیا تم پر کب ہوئے غصہ۔۔۔" وہ ٹالتی رہی لیکن عابیہ بھی پیچھے پڑ گئی۔ درمکنون کو بتانا ہی پڑا وہ روتے ہوئے پرسوں کی ہر بات اسے بتاتی چلی گئی۔

"ابرج بھیا' نے بہت غلط کیا تمھیں ان سے سوری نہیں کرنی چاہئیے تھی۔" عابیہ خود کو کمپوز کرتی غصہ سے بولی۔ وہ منہ کھولے عابیہ کو دیکھنے لگی۔

"جب انسان غلطی پر نہ ہو۔۔۔ حق پر ہو۔۔۔ ایک مثبت سوچ کسی کے سامنے رکھ دے تو اس کے بعد اسے بلکل ڈرنا نہیں چاہئیے۔۔۔ تم نے جو کہا درست کہا مگر ان کے رویے سے ڈر کر تم نے غلطی پر نہ ہوتے ہوئے بھی سوری کرلی۔۔۔ میں یہ نہیں کہتی سوری کر کے غلط کیا۔۔۔ مگر ایک بار سوری کر کے تم نے ابرج بھیا کو گویا ڈھیل دے دی ہے وہ تم پر بات بے بات یوں ہی غصہ کریں گے۔۔۔ میری بس ایک بات یاد رکھنا کہ تم کمپرومائز کرنا لیکن غلط بات پر نہیں اپنے وقار کو بلند رکھنا۔۔۔ میں تمھیں شوہر سے مقابلے بازی کی تعلیم نہیں دے رہی۔۔۔ بس اپنی انا کو مجروع نہ ہونے دینا۔۔۔ کہ مرد ایک بار زلیل کرے عورت چپ کر جائے تو یہ روز کا معمول بن جاتا ہے۔۔۔ اور ماما جان نے تمھیں ایسی تربیت نہیں دی ہے۔۔۔ تم نے ماما جان کی تربیت کی لاج ہر مقام پر رکھ کر اپنے وقار کو بلند رکھنا ہے۔" عابیہ اسے ایک لمبا لیکچر دے کر اٹھ گئی۔ درمکنون پریشان سی اپنی انگوٹھی ڈھونڈتی رہی جو جانے کہاں گری تھی کہ مل کے ہی نہیں

دے رہی تھی۔

آج مسکان کا ولیمہ تھا۔ اس کا دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ تقریب میں شرکت کرے کہ ابرج کے سامنے کے خیال سے ہی اس کی جان جا رہی تھی۔ جس طرح وہ بدلحاظ ہوا تھا' اسے سخت سست سنا گیا تھا ایسے کب اسے کسی نے کچھ کہا تھا۔ اسے تو کل برات میں بھی پل پل یہی لگتا رہا کہ کہیں اسے کوئی بات بری نہ لگ جائے کہیں وہ کل کا غصہ پھر نہ ظاہر کرنے لگے۔ لیکن سب عافیت رہی تھی مگر آج نئی مصیبت آن کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بہت بے دلی سے تیار ہوئی۔ کمرے سے نکلی تو شاکنگ پنک کلر کے فینسی ڈریس میں عابیہ اس کے سامنے آگئی۔

"یہ لو تمھاری انگوٹھی۔۔۔" اس نے در مکنون کا ہاتھ تھام کر انگوٹھی اس کی ہتھیلی پر رکھ دی۔ اس پر تو جیسے شادی مرگ طاری ہو گیا۔

"یہ۔۔۔یہ۔۔۔ تمھیں۔۔۔کہاں۔۔۔ملی۔" وہ بے ربط ہوئی۔ عابیہ مسکرا دی۔

"احمق لڑکی یہ کچن میں صلیب پر ہی پڑی تھی۔۔۔" وہ اس کے کھل اٹھنے والے چہرے کو دیکھ کر بولی۔

"اف' میں نے گھر کا کونا کونا چیک کیا کچن میں چیک ہی نہیں کیا جبکہ میں کشمالہ کے لیئے سوپ بنانے گئی تھی تب ہی اتاری ہو گی۔۔۔ بہت شکریہ عابی۔۔۔" وہ کہتے ہوئے عابیہ کے گلے لگ گئی۔

"تم' ماماجان کو لے کر پورچ تک پہنچو۔۔۔ میں اور ابان بھی آ ہی رہے ہیں۔" عابیہ محبت سے اس کا رخسار تھپکتی مطمئن سی اپنے کمرے میں آ گئی۔ کشمالہ کی کل کی نسبت آج طبعیت کافی بہتر تھی اس لیئے در شہوار بھی ولیمہ کی تقریب میں جا رہی تھیں کہ ایک بھی فنکشن اٹینڈ نہیں کیا تھا۔ لیکن آج آخری تقریب میں شرکت کو یقینی بنا دیا تھا۔

"بہت' شکریہ۔۔۔" عابیہ آئینہ کے سامنے کھڑی اپنا تنقیدی جائزہ لے رہی تھی جب ہی ابان نے اس پر پیچھے سے حصار باندھتے ہوئے محبت سے سرگوشی کی۔

"شکریہ' بول کر شرمندہ نہ کریں۔۔۔ میں نے جو کچھ کیا اس پر خلوص لڑکی کے لیئے کیا جو مجھے بے حد عزیز ہے اور اس کے لیئے کچھ کرنا میرا فرض ہے کوئی احسان نہیں۔۔۔" وہ آئینہ میں نظر آتے ابان کے عکس کو دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

عابیہ نے اپنے طور پر بھی انگوٹھی سرچ کی تھی اور نہ ملنے پر اس نے ابان کو کال کر کے ساری بات بتاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ جیولر سے وہی انگوٹھی خرید کر لے آئے۔ انگوٹھی کی قیمت تین لاکھ روپے تھی مگر ابان کے لیئے بہن کی خوشی عزیز تھی۔ عابیہ نے در مکنون کو اپنی پلاننگ سے بے خبر رکھ کر انگوٹھی دے دی تھی۔ راستے میں ابان نے بہن کے چہرے کو دیکھا تھا جو کافی مطمئن لگا تھا ورنہ جس وقت وہ آفس سے آیا روئی روئی سی مکنون اسے پریشان کر گئی تھی۔

تقریب بہت اچھی رہی تھی۔ ارباز نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر تقریب آرگنائز کی تھی۔ معصومہ سہروردی بھی

کافی مطمئن تھیں۔ یہ الگ بات تھی کہ بارات پر انھوں نے جتنے لوگ بلائے تھے آج صرف اس کا دس فیصد حصہ ہی موجود تھا۔ انھوں نے درشہوار پر اپنی ناراضگی ظاہر کی تھی اور انھوں نے کشمالہ کے ایکسیڈنٹ کا بتادیا تھا۔ جس پر وہ ناک بھوں چڑھانے لگی تھیں۔

"ملازمہ کی بیٹی کے لیئے تم نے میری بیٹی کی شادی مس کر دی۔۔۔ پرانے روابط کی تو جانے دو یہ تک نہیں سوچا کہ تمھاری بیٹی کی نند کی شادی ہے۔۔۔" معصومہ سہروردی چوک جانے والوں میں سے نہ تھیں۔ صاف جتا گئیں کہ انھیں بہت برا لگا ہے۔

"میں نے تمھاری بہو کو آنے سے ایک دن بھی نہیں روکا۔۔۔ میرا بیٹا اور بہو تقریب میں شریک ہوئے اس کے بعد بھی تمھیں گلے ہیں تو میں تمھاری شکایات دور کرنے سے قاصر ہوں۔۔۔ بس یہ یاد رکھنا کہ میرے نزدیک انسانیت کی اہمیت زیادہ ہے کسی کی جان سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔۔۔ چاہے وہ جان میری بیٹی کی ہو یا میری ملازمہ کی بیٹی کی ہو۔۔۔۔" درشہوار بھی معصومہ کو صاف جتا گئیں۔ معصومہ نے لب بھینچ لیئے اور تیزی میں وہاں سے نکل گئیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ جیسے میں نے معصومہ کی فطرت جانتے ہوئے بھی اس پر بھروسہ کرکے کچھ غلط کیا ہے۔" وہ معصومہ سہروردی کو دور جاتا دیکھتیں آزردگی سے سوچنے لگیں۔

یوں ہی جانے کتنی دیر گزری تھی کہ درمکنون ان کے پاس چلی آئی۔ وہ بیٹی کو دیکھنے لگیں۔ چہرہ گلنار تھا۔۔۔ آنکھوں میں کئی رنگین تتلیاں ٹہل رہی تھیں۔ انھوں نے بیٹی کی خوشیوں کے لیئے دعا کرتے ہوئے اس کو مسکرا کر دیکھا۔ وہ کچھ کہتی' آنے کا مقصد بتاتی کہ ابرج سہروردی چلا آیا۔ ان کی خیریت دریافت کرتا' دھیمے لہجے میں بات کرتا' گاہے بگاہے مکنون پر پیار بھری نظر ڈالتا' قدرے تکلف اور احترام سے بات کرتا وہ انھیں بیٹی کے لیئے بہترین انتخاب لگا۔ کچھ دیر پہلے کی کلفت مٹتی سی لگی۔

انسان بھی کس قدر خوش فہم و جلد باز ہوتا ہے ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ لیتا ہے اور کسی کو جانے بنا اس کے بارے میں رائے قائم کرلیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

"بھیا' آپ نے اتنا بڑا فیصلہ کرلیا اور مجھ سے مشورہ کرنا تو دور مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔" معصومہ سہروردی قدرے ناراضگی سے بولیں۔

"تم اور ابرج' مسکان کی شادی میں مصروف تھے اس لیئے۔۔۔ میں نے ذکر تک نہیں کیا۔۔۔" وہ ہارے ہوئے انداز میں بولے۔

"لیکن 'ماموں جان آپ کو شہر چھوڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے ؟"کب سے خاموش تماشائی بنا ابرج سہروردی بول پڑا۔

"تم توسب جانتے ہو بیٹا۔۔۔"شارق آغا کی جگہ آسیہ بول پڑیں۔ابرج انھیں سوالیہ نگاہ سے دیکھنے لگا اور انھوں نے تمام تفصیل کہہ دی۔

"مامی 'ایلیفیہ کی حماقتوں میں خدارا اس کا ساتھ نہ دیں۔۔۔زندگی میں اس کا آگے بڑھنا بہت ضروری ہے۔"وہ روتی ہوئی آسیہ آغا کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

"اسے میں اب وقت دینا چاہتی ہوں 'سنبھلنے کا' گئے وقت کو بھولنے کا اور آنے والے وقت کا استقبال کرنے کا۔۔۔یہ فیصلہ ہم لوگوں نے بہت مشکل سے لیا ہے ہماری ہمت مت توڑو ابرج 'ہمارا اس شہر سے چلے جانا ہی ایلیفیہ کے حق میں ٹھیک رہے گا۔"آسیہ آغا نڈھال سی بولیں۔اس نے لب بھینچ لیئے۔

"کب کی فلائیٹ ہے ؟"معصومہ سہروردی نے اداسی سے پوچھا۔

"آج رات آٹھ بجے کی۔۔۔"شارق آغا دلگرفتگی سے بولے۔انھوں نے گزشتہ ہفتہ میں اپنے لاہور شفٹ ہونے کی پوری تیاری کرلی تھی۔وہ کسی کو بھی اطلاع دیئے بنا مسکان کی مہندی سے ایک دن قبل لاہور کا چکر لگا آئے تھے۔انھوں نے اپنا گھر کرائے پر دے دیا تھا اور ایلیفیہ کی شادی کے لیئے کی جمع پونجی لگا کر لاہور میں تین کمروں کا اپارٹمنٹ خرید لیا تھا۔انھوں نے سوچا تھا جب سب بحال ہو گا تو وہ اپارٹمنٹ بیچ کر بیٹی کی شادی کر دیں گے۔ریٹائر تو ہو گئے تھے کام کی بھی کوئی ٹینشن نہ تھی۔ساری تفصیل ابرج کے لیئے زیادہ تکلیف دہ تھی وہ اٹھ کر ایلیفیہ کے کمرے میں آگیا۔

"تم نے بھی مجھے پرایا کر دیا؟"وہ اس کا بازو جکڑے دکھ سے بولا۔

"تم مسکان کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔۔۔آفس اور گھر میں گھن چکر بنے ہوئے تھے۔۔۔اوپر سے تیمور بھائی سے جو ایکسیڈنٹ ہوا اس سب کے چکر میں پولیس اسٹیشن کے چکر لگا رہے تھے۔۔۔ایسے میں 'میں تم سے اپنا وہ مسئلہ کیسے کہتی ابر 'جس میں میری خود کی مرضی نہیں شامل۔۔۔"وہ اس کے کاندھے پر سر رکھ کر روتی چلی گئی۔انسان جو بات چھپانا چاہے وہ سامنے جلد آتی ہے۔معصومہ سہروردی بھی ہر بات سے واقف ہو گئی تھیں۔اس نے ماں اور بہن کو لیکن مطمئن کر دیا تھا۔اور ساری بات ابان کے ساتھ مل کر سنبھال لی تھی۔

"تم مجھ سے کہتیں تو سہی۔میں 'ماموں جان کو منا لیتا۔"وہ اسے چپ کرواتے ہوئے بولا۔

"میں یہ شہر چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی جہاں تم ہو۔۔۔جہاں میری محبت ہے لیکن ابر 'میں ماما 'پاپا کو اب اور تکلیف نہیں دے سکتی اس لیئے میں نے خود کو قسمت کے حوالے کر دیا ہے۔"وہ سوں سوں کرتے ہوئے بولی۔

"ارمش کا کیا ہو گا؟ماموں جان نے کیا منگنی ختم کر دی ہے ؟"وہ اختلاف کرنا چاہتا تھا لیکن موضوع ہی بدل گیا۔

"کل ملے تھے اس سے پاپا' اسے جانے کا بتادیا اور کہا کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔اس لیئے منگنی ختم کر دینا چاہتے ہیں ۔۔۔وہ پاپا کے سامنے تو کچھ نہیں بولا۔۔۔ آج صبح اس کی کال آئی تھی۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"کیا کہا ارمش' نے۔۔۔۔" وہ اسے دیکھنے لگا۔

"ارمش نے کہا کہ میں منگنی ختم نہ کروں۔۔۔میں جب تک شادی کے لیئے تیار نہیں ہو جاتی وہ میرا انتظار کرے گا۔۔۔" وہ دھیمے سے بولی۔

"ارمش' تمھارے ساتھ مخلص ہے ایلفی' محبت کرتا ہے تم سے' تم دربدر بھٹکنے کی بجائے ایک جگہ ٹھہر جاؤ۔۔۔ ارمش کو اپنالو۔۔۔شادی ہو گی تو تمھیں بھی اس سے محبت ہو جائے گی۔۔۔۔" وہ ہمیشہ کی طرح بہت اچھے مخلص دوستوں کی طرح اسے مشورہ دے گیا۔

"میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی ابرج لیکن پھر بھی مجھے ماما کا فیصلہ کہیں نہ کہیں درست لگ رہا ہے۔۔۔۔ یہاں سے کچھ وقت کے لیئے چلے جانا ہی میرے لیئے ٹھیک رہے گا۔" ایلیفیہ اٹھ کر اپنی پیکنگ مکمل کرتے ہوئے مصروف سے انداز میں بولی۔

"چلو جیسا تمھیں ٹھیک لگے۔۔۔میں تم سے رابطہ میں رہوں گا۔" وہ کچھ سوچ کر چپ کر گیا۔

"تم میرے لیئے پریشان نہ ہو ابر' میں نے ارمش سے بھی کہہ دیا ہے کہ اسے کوئی اچھی لڑکی ملے تو وہ زندگی میں آگے بڑھ جائے اور اگر وہ میرا انتظار کرے گا تو میں نے جب بھی شادی کا سوچا تو اس سے ہی رابطہ کروں گی۔" وہ بیگ کی زپ لگاتے ہوئے سیدھی ہوئی اور حیران کھڑے ابرج کو دیکھ اس تک آ کر اس کا ہاتھ تھام گئی۔

"میری فکر چھوڑ دو' بس اپنا خیال رکھو اور مکنون کا بھی خیال رکھنا وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔۔۔ تم سے محبت کرنے لگی ہے ۔۔۔اسے کبھی کوئی دکھ مت دینا۔۔۔ اس پر عزت وچاہت کا سایہ کیئے رکھنا۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر کہتی رونے لگی۔

"تم اب بھی ابان کے لیئے سوچ رہی ہو۔۔۔" وہ اس کے درست اندازے پر روتے سے ہنس دی۔

"ابان' اپنی بہن سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔۔ مکنون کو کوئی دکھ پہنچا تو وہ تکلیف محسوس کریں گے۔۔۔ اور ابان کو اگر تکلیف پہنچی تو میں سکون سے نہیں رہ پاؤں گی اس لیئے تم اپنے لیئے' اپنی خوشیوں کے لیئے مکنون کو خوش رکھنے کی کوشش کرو گے تو بس اس وقت یہ بھی یاد رکھنا کہ مکنون کو ملنے والی خوشی ابان کے ساتھ مجھے بھی خوش رکھے گی اور مکنون کو ملنے والا دکھ ابان کیساتھ ساتھ مجھے بھی دکھ دے گا۔۔۔ وہ شخص میرے لیئے اتنا ہی اہم ہے ابرج۔۔۔" ابرج کو وہ چہرے پر ابان کی محبت کا احساس لیئے کوئی ماورائی مخلوق لگی۔

"میں مکنون کو اپنے لیئے ہی نہیں تمھارے لیئے بھی خوش رکھوں گا۔۔۔بس دعا کرو کہ وقت جلدی سے گزر جائے اور ہماری رخصتی عمل میں آجائے۔" وہ دھیمے سے بولتا بات کے اختتام تک شریر ہوا۔

"تم ہو نا بیوقوف نکاح کی جب بات چلی تب ہی شادی کی بات کرتے۔۔۔" اس نے ہینڈ بیگ میں کاسمیٹکس کی اشیاڈالتے ہوئے کہا۔

"بات تو کی تھی آنٹی مانی ہی نہیں۔۔۔ مکنون کی تعلیم ادھوری ہے بول کر وقت لے لیا۔۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"تمھیں بات منوانی نہیں آئی ورنہ مکنون کی دوست اس کی کلاس فیلو عابیہ کی بھی تو شادی ہوئی ہے اور وہ شادی کے بعد بھی اپنی ایجوکیشن جاری رکھے ہوئے ہے۔۔۔ مکنون بھی ایسا ہی کر لیتی۔" ایلیفیہ قدرے چڑ کر بولی کہ اس وقت بھی اس کی یہی مرضی تھی کہ ڈائیریکٹ شادی ہو جائے۔

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو بس ماما ہی نہیں مانیں اوپر سے مکنون کی ماما جان نے بھی ہری جھنڈی دکھادی تو میں دن رات آہیں بھر رہا ہوں۔۔۔" وہ اس کی شکل دیکھ کر ہنس دی۔

"ہنسو نہیں ایک تو نکاح کے بعد پہلے ہی صبر نہیں ہو رہا تھا اوپر سے مسکان کی شادی میں جو مکنون سے سامنا رہا تو دل اور بے صبرا ہو گیا ہے۔۔" وہ بے چارگی سے بولا۔ وہ ہنستی رہی۔

"صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔۔۔ کیئیے جاؤ صبر۔۔۔ بے صبرے نہ بنو۔۔" اس نے ہنستے ہوئے آنکھ دبائی اور وہ اسے گھورتا ہوا۔ اس کے کمرے سے نکل گیا۔

"مجھے پتہ ہوتا کہ تم اس قدر بے قرار ہو تو مسکان کی شادی میں تمھاری شادی نمٹانے کی پھپھو سے بات کر لیتی لیکن اب فی الحال کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔ اس لیئے دل جلانے کی بجائے زندگی کے اس پیریڈ کو بھی انجوائے کرو۔۔۔ بیوی سے رومانس الگ ہوتا ہے اور منکوحہ کو سبز باغ دکھانے کا بھی اپنا ہی مزہ ہے۔" وہ اس کے ہمقدم ہوتی شوخی سے بولی۔ اور اس کے دیکھنے پر آنکھ دبائی تو ابرج بھی ہنس دیا۔

"تمھیں بڑا پتہ ہے۔۔" وہ اس کو شرارتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"جناب ہر بات کا پتہ ہونا ضروری نہیں ہوتا۔۔۔ اندازہ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔۔۔ ڈراموں اور فلموں میں بھی یہی سب دیکھا ہے۔۔۔ رشتہ طے ہونے کے بعد جتنے رومانوی گانے آتے ہیں۔۔۔ شادی کے بعد تو ایک فیصد بھی نہیں آتے۔۔۔" وہ بے فکری سے بولی۔ وہ قہقہہ لگا گیا۔ اس نے موضوع ہی بدل دیا۔

"اپنا خیال رکھنا ایلفی، تم میرے لیئے بہت قیمتی ہو اور بڑی آرزو ہے تمھیں زندگی کو بے فکری سے ہنستے ہوئے جیتا دیکھوں۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے بولا۔ وہ مسکرا دی۔

"بس دعا کرنا ہجرت مجھے کچھ یوں راس آئے کہ محبت بھی ہجرت کر جائے۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ گیا۔

"میری دعائیں ہمیشہ تمھارے ساتھ ہیں۔۔۔ اور مجھے امید ہے کہ روشن دن، پرنور بہاریں تمھاری منتظر ہیں۔۔۔" وہ

مسکرایا۔ وہ چپ رہی۔ اور کچھ دیر بعد جو بولی اسے سن ابرج نے لب بھینچ لیئے۔

"یہ مت بھولو یہ دربدری تم نے اس شخص کو بھلانے کے لیئے چنی ہے۔" وہ اسے ناگواری سے دیکھ رہا تھا۔ ایلیفیہ نے اس کا بازو تھام لیا۔

"وہ شخص میرے لیئے سانس کی مانند ہے۔۔۔ نہیں جانتی اس سے دور جا کر سانس لے بھی پاؤں گی کہ نہیں کہ وہ ابھی پاس نہ تھا لیکن فضا میں بکھری اس کی سانسوں کی مہک مجھے زندہ رکھے ہوئے تھی۔۔۔۔ اب جا رہی ہوں اس شہر کو چھوڑ کر تو ایک آخری بار دیکھ لینا چاہتی ہوں۔۔۔۔" وہ ملتجی ہوئی اور وہ صاف منکر ہو گیا۔

"میری خاطر مان جاؤ' انکار نہ کرو ابر۔۔۔۔ پھر تو میں نے چلے جانا ہے۔۔۔" وہ سسکی تھی۔

"کیوں خود کو اتنی اذیت دے رہی ہو۔۔۔" وہ اس کو تڑپتے دیکھ بے بس ہوا جا رہا تھا۔

"یہ خود اذیتی جینے کا سہارہ ہے۔۔۔ اس شخص کا چہرہ آنکھوں میں لے کر جانا چاہتی ہوں۔۔۔ جس دن اس کا عکس آنکھوں میں دھندلا پڑا میں لوٹ آؤں گی۔۔۔ تمھاری دنیا میں' ارمش کی زندگی میں۔۔۔۔ بس جانے سے پہلے کچھ پل کے لیئے اس کی ہمرائی مل جانے دو۔۔۔۔ خواب۔۔۔ سراب ہوا۔۔۔ بس دھندلی لکیروں کو ہتھیلی میں قید کر لینے دو۔۔۔۔" وہ اس کے کاندھے سے لگی بری طرح بلک رہی تھی۔ ابرج سہروردی نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے اور بخاری ولاز کے لینڈ لائن پر کال کر کے اپنے آنے کا کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

"اسے دیکھ کر مر گئیں نا۔۔۔۔ تو تمھیں معاف نہیں کروں گا۔" وہ اسے گھورتا آگے بڑھ گیا۔

"اسے دیکھ کر تو نئی زندگی ملے گی۔۔۔ مروں گی نہیں۔" سوچتے ہوئے پلٹی اور کمرے میں آ گئی سارا سامان گاڑی میں رکھوایا اور جس وقت ائیر پورٹ جانے کا وقت نزدیک آیا وہ ایلیفیہ کے ساتھ یہ کہہ کر باہر نکل گیا کہ وہ لوگ ماما کے ساتھ ائیر پورٹ پہنچیں وہ آدھے گھنٹہ تک ایلیفیہ کو لیئے ائیر پورٹ پہنچ جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆

وہ دونوں جس وقت بخاری ولاز پہنچے۔ ابان گھر پر نہیں تھا وہ کشمالہ کو چھوڑنے ہاسٹل گیا ہوا تھا۔

"میں اس قدر بدقسمت ہوں کہ اسے پانے کی تمنا تو رہی لاحاصل اس کے دیدار کی خواہش بھی حسرت بن گئی ہے۔" اس نے ڈوبتے دل کے ساتھ سوچا اور بیس منٹ بعد ہی جانے کے لیئے کھڑی ہو گئی۔

"آنٹی زندگی رہی تو پھر کبھی آؤں گی آج تو اتنی ارجنٹلی صرف مکنون سے ملنے چلی آئی کہ شہر سے جاتے ہوئے سوچا خدا حافظ ہی کہہ دوں۔" وہ درشہوار کے رکنے کے اصرار پر مدھم لہجے میں کہتی ان کے سامنے جھکی انھوں نے اسے دعاؤں سے نوازا۔ وہ سیدھی ہوگئی نظر عابیہ پر پڑی۔۔۔۔ ٹھہر گئی۔۔۔۔ آنکھیں اس کا دیدار کرتے سیر اب نہ ہو رہی تھیں۔

"یہ چہرہ بھی تو ابان کا عکس لیئے ہوئے ہے۔۔۔مجھے اس گھر کے ہر کونے۔۔۔ہر شے میں ابان نظر آ رہے ہیں لیکن عابیہ کی آنکھوں میں ابان کا چہرہ کس قدر مکمل ہے۔" وہ عابیہ کے چہرے کو دیکھتی' آنکھوں میں ٹھہرتی سوچ گئی۔۔۔اس کی محویت عابیہ کو ڈسٹرب کرنے لگی اور ابرج نے ایلیفیہ کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"چلیں۔۔۔ایلیفیہ۔۔۔" وہ چونکی۔ایک نظر ابرج پر ڈالی۔

"ہاں چلو۔۔۔میری نگاہ تو سیراب ہو گئی ہے۔۔۔۔زندگی مجسم ہو کر نہیں ملی تو کیا۔۔۔محبوب کا عکس۔۔۔محبوب کے محبوب کی آنکھوں کے جلتے دیا میں مل گیا۔۔۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔ابرج سمجھنے سے قاصر رہا اس نے چند قدم آگے بڑھائے۔

"اچھا' عابیہ چلتی ہوں۔۔۔۔دعاؤں میں یاد رکھنا۔" وہ عابیہ کا ہاتھ تھام کر بولی۔عابیہ جواب تک حیرت زدہ تھی بدقت تمام مسکرائی۔عابیہ کے سمجھنے تک اس نے عابیہ کی صبیح پیشانی چومی اور تیزی میں باہر کی طرف بڑھ گئی۔عابیہ ششدر سی کھڑی رہ گئی۔ایلیفیہ کی حرکت نے ڈرائنگ روم میں موجود ہر نفس کو عابیہ سمیت ساکت کر ڈالا تھا۔

لمحے سرکنے لگے۔۔۔ابرج حال میں لوٹا۔۔۔خود کو کمپوز کیا اور درشہوار کے سامنے جھکا۔۔۔سر پر ہاتھ آن ٹھہرا۔۔۔وہ دعائیں لیتا باہر نکل گیا۔

لان کا منظر دل دبوچ لینے والا تھا۔

وہ دیوانی ابان کے سامنے کھڑی اسے یک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔۔۔وہ دنیا سے بے خبر۔۔۔۔رسوائی سے بالاتر۔۔۔اسے دیکھتی۔۔۔آنکھ کے راستے دل میں اتار رہی تھی۔

ابان بھی تو مسمرائز سا کھڑا تھا۔اس دیوانی کی دیوانگی دل پر اثر کر رہی تھی۔وہ کچھ بول نہیں رہی تھی۔۔۔ابان کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہ تھا۔اس نے چپ کی زبان میں آج ابان سے وہ سب کہہ دیا جو شاید بولتی زبان بھی نہ کہہ پاتی۔۔۔۔!

اک خواب نیند کا تھا سبب، جو نہیں رہا
اس کا قلق ہے ایسا کہ میں سو نہیں رہا
وہ ہو رہا ہے جو میں نہیں چاہتا کہ ہو
اور جو میں چاہتا ہوں وہی ہو نہیں رہا
نم دیدہ ہوں، کہ تیری خوشی پر ہوں خوش بہت
چل چھوڑ، تجھ سے کہہ جو دیا، رو نہیں رہا
یہ زخم جس کو وقت کا مرہم بھی کچھ نہیں

یہ داغ، سیل گریہ جسے دھو نہیں رہا

اب بھی ہے رنج، رنج بھی خاصا شدید ہے

وہ دل کو چیرتا ہوا غم گو نہیں رہا

آباد مجھ میں تیرے سوا اور کون ہے؟

تجھ سے بچھڑ رہا ہوں تجھے کھو نہیں رہا

کیا بے حسی کا دور ہے لوگو کہ اب خیال

اپنے سوا کسی کا کسی کو نہیں رہا

وقت بے رحم سا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ ابرج نے گلا کھنکارا۔۔۔ ابان کو دیکھتی ایلیفیہ آنکھیں بند کر گئی۔۔۔۔ عکس پتلیوں پر لہرایا۔۔۔ وہ پلٹ کر آنکھیں کھول گئی۔۔۔ جو منظر قید کرنا تھا کر لیا تھا۔ اب اسے زندگی سے کوئی شکوہ نہ تھا۔۔۔۔!

ابان سے ہاتھ ملا کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا۔ اس نے گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ایلیفیہ کے چہرے پر نظر ڈالی وہ کافی پر سکون لگی۔

"تم نے عابیہ کا ماتھا کیوں چوما؟" وہ پوچھے بنا رہ نہ سکا۔

"محبت میں دیوانی ہو گئی ہوں لیکن زمانے کے رسم و رواج۔۔۔ شریعت کے تقاضے میری راہ روکے ہوئے ہیں۔۔۔ ابان کا لمس میرے لیئے نہیں ہے۔۔۔ جیسے ابان کی محبت میرا مقدر نہیں ہے۔۔۔۔ مقدر سے جو ابان کو' ابان کی محبت اور لمس کو پا گئی اس کے ہاتھ سے ابان کی خوشبو۔۔۔ اس کی پیشانی سے ابان کا لمس چرا لائی ہوں۔۔۔۔ آگے زندگی بہت مکمل ہو گی۔" وہ بے خودی کے عالم میں کہتی۔۔۔۔ ہنسی۔ ابرج نے لب بھینچ لیئے۔

آنکھیں تو آنکھیں ہیں ان کو سپنے نہ دو

دل تو ہے دل آخر پر دھڑکنے نہ دو

دل نے دکھایا جو سپنا مجھے

میری آنکھوں میں چمکا نہیں

گر کے وہ پلکوں کے آکاش سے

خاک میں مل گیا

زندگی بن کے ٹھہرا نہیں

سپنا میرا آنکھوں سے کچھ ایسے گرا
ساتھ ہی مجھ کو بھی لے گرا
پر میں گرا ہوں کہاں کیا خبر
لوٹ کے جاؤں پھر یا نہیں
دامن سے کانٹا جو الجھا کبھی
یاد کا تو میں واپس کبھی آسکوں گا نہیں

لمحے سارے ہاتھوں سے نکلتے رہے
ہم خالی ہاتھ ہی رہ گئے
بس کچھ لکیریں بچی ہیں جنھیں
میں نے اب تک مٹایا نہیں
دو چار خوشیاں ہی راس آئی تھیں
میں نے ان کو بھی ہنس کر گلے سے لگایا نہیں

وہ تینوں ماں، بیٹی اور باپ لاہور روانہ ہو گئے۔ کون جانے یہ سفر ایلیفیہ کو راس آنا تھا یا اسے برباد ہو جانا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ، آج کتنی دکھی لگ رہی تھی نا۔۔۔" وہ ابرج کی گاڑی کے منظر سے ہٹتے ہی اندر آیا اور مکنون کی آواز پر تھم گیا۔

"ہاں۔۔۔ اور مجھے کیسے دیکھ رہی تھی۔۔۔" عابیہ ابھی تک حیران تھی۔

"ہمم۔۔۔ اس کی آنکھوں سے تو مجھے خوف آرہا تھا۔۔۔ تمھیں پتہ نہیں کیوں ایسے دیکھ رہی تھی وہ۔۔۔" مکنون بھی اب تک ششدر تھی۔

"مجھے ڈر نہیں لگا بس ایک عجیب سا احساس ہوا۔۔۔ جسے میں کوئی نام نہیں دے پا رہی۔۔۔" عابیہ الجھی، الجھی سی بولی۔

"ایلیفیہ، ہے کتنی پیاری نا اور آج جو اداسی اس کے وجود سے لپٹی تھی اس نے ایلیفیہ کے حسن کو کس قدر بڑھا دیا تھا۔۔۔ وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے عابی، لیکن اسے میں نے ہمیشہ اداس ہی دیکھا ہے۔۔۔ وہ ابرج کے ساتھ قہقہے بھی لگا رہی ہو تو بھی اس کی آنکھوں میں نمی سی رہتی ہے۔۔۔ اور یہ کیوں، کس وجہ سے ہے میں سمجھ ہی نہیں پا رہی۔" مکنون آزردہ ہو گئی تھی۔ ابان اب تلک

لب بھینچے دروازے کی اوٹ میں کھڑا تھا۔

"سمجھنے سے تو میں بھی قاصر ہوں۔۔۔ اور مجھے حیرانگی و پریشانی کا سامنا اس لیئے بھی ہے کہ میں نے ایلیفیہ کا ہنس مکھ 'لبوں سے ہنسنے اور آنکھوں سے چھکنے کا انداز بھی دیکھا ہے۔۔۔" عابیہ نے کھل کر اظہار کیا۔

"شاید ایلیفیہ کو کوئی پریشانی ہو۔" وہ عابیہ کو دیکھنے لگی۔

"ابرج بھیا کے ہوتے مجھے نہیں لگتا کہ ان کی بیسٹ فرینڈ' بہنوں سی کزن بہت دن تک پریشان رہے اور وہ خاموشی سے تماشہ دیکھتے رہیں۔" اس نے مکنون کی بات کی نفی کی۔

"یا پھر کہیں ایلیفیہ کسی سے محبت تو نہیں کرتی؟" در مکنون دور کی کوڑی لائی۔ ابان مضطرب ہو گیا۔

"ہاں یہ ممکن ہے لیکن اتنی پیاری لڑکی کو مجھے نہیں لگتا کوئی محبت میں دغا بھی دے سکتا ہے۔" عابیہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

ابان کو وحشت سی ہونے لگی۔

"حسین ہونا محبت کی شرط اور خوش بخت ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہوتا عابی' اور جنھیں دغا دینا ہو وہ صورت دیکھ کر دغا نہیں کرتے۔۔۔ محبت کے نام پر تو دل کا قافلہ لٹ جاتا ہے اور جن کی قسمت ساتھ نہ دے ان کی صورت بھی کوئی کام نہیں آتی۔"

در مکنون کا لہجہ جانے کیوں بھیگ گیا تھا وہ عابیہ پر ٹہری ایلیفیہ کی نظریں بھلا ہی نہیں پا رہی تھی۔

"تم بلکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔ میں نے اپنی کم صورتی کو کبھی عیب نہیں جانا تھا لیکن جس وقت ابان نے مجھے پرپوز کیا مجھے اپنی کم صورتی کچھ یوں عیب لگی کہ میں احساس کمتری میں مبتلا ہونے لگی لیکن ابان نے بے پناہ چاہتیں مجھ پر نچھاور کر کے مجھے بتایا کہ محبت شکل سے نہیں ہوتی۔۔۔" عابیہ کسی خواب کی سی کیفیت میں گھری بولتی چلی گئی۔

"تمھاری خوش بختی کہ تم محبت کو پا گئیں لیکن مجھے لگتا ہے ایلیفیہ اتنی خوش بخت نہیں جب ہی جنون کی حد کو چھوتی اس کی محبت بھی ناکام و ادھوری رہ گئی۔" در مکنون اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے لگتا تھا کہ ایلیفیہ کی محبت کوئی اور نہیں اس کے بھیا سید ابان بخاری ہیں لیکن وہ اس شک کو عابیہ کے سامنے زبان نہیں دے سکتی تھی۔

"کیا تمھیں پتہ ہے اسے کس سے محبت ہے؟" عابیہ کی آواز پر اس کے قدم رک گئے۔

"نہیں۔۔۔" فقط ایک لفظی جواب دے کر وہ چپ کر گئی۔

"مگر وہ مجھے کیوں بے بسی' حسرت' محبت اور آزردہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی یہ سوال مجھے بے چین کر رہا ہے اور اس نے جو میری پیشانی چومی اس کی بھی وجہ سمجھ نہیں پا رہی۔۔۔" وہ بھی اٹھتے ہوئے بولی۔ عابیہ کی بات کا آخری جملہ ابان کو بھی متحیر کر گیا۔

"کچھ لوگ ہمیں بے وجہ ہی اچھے لگنے لگتے ہیں شاید ایلیفیہ کو تم اچھی لگتی ہو اس لیئے اس نے ایسا کیا۔۔۔ جیسے آتے ہی مجھے لپٹا کر میری پیشانی چومی تھی۔۔۔" ایلیفیہ کی اسی حرکت نے تو در مکنون کے شک کو تقویت دی تھی کہ وہ ابان سے محبت کرتی

ہے اور یہ بات عابیہ سے کہنے کی جرات و حوصلہ نہ تھا اس لیئے اس نے بات بناتے ہوئے' عابیہ کو الجھن سے نکالنے کے لیئے جھوٹ کا سہارہ لیا تھا۔

درمکنون کا آخری جملہ عابیہ کو پرسکون کر گیا۔ وہ مسکرائی۔

"میں تب سے یہی سوچ رہی تھی بھابھی تم ہو مجھ پر کیوں وہ محبتیں نچھاور کر رہی تھی۔۔۔" درمکنون کے ایک جھوٹ نے عابیہ کے ابہام دور کر ڈالے' ہر الجھن مٹا ڈالی۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ درمکنون مسکراتے ہوئے نکلتی چلی گئی۔ ابان نے ایک گہری سانس لی اور چل پڑا۔ عابیہ اس کے جھوٹ کو نہیں بھانپ سکی تھی لیکن ابان نے اس کی آواز کی لڑکھڑاہٹ کے ساتھ چہرے کا بدلتا رنگ بھی دیکھا تھا اور بہت کچھ سمجھ بھی لیا تھا۔

"جو لڑکی میری محبت میں میری محبت کو مان و پیار دے رہی ہے مجھے اسی لڑکی کے ساتھ۔۔۔۔ میں وہ سب کیسے کر پاؤں گا ۔۔۔ کیسے اتنا گر پاؤں گا۔۔۔" اس نے بے بسی سے سوچا۔

"ارمش چوہدری نے مجھے کچھ یوں پھنسایا ہے کہ میں کشمالہ کے مستقبل کا سوچتے ہوئے اس قدر بے بس ہو گیا ہوں کہ نہ میں اپنے بارے میں سوچ سکتا ہوں نہ ہی ایلیفیہ کو دکھ و اذیت سے بچا سکتا ہوں۔۔۔ مجھے کشمالہ کے مستقبل کے لیئے ایلیفیہ کے معاملے میں بے حس و سنگدل بننا ہی پڑے گا لیکن اس سے پہلے مجھے کشمالہ کو محفوظ ہاتھوں میں سونپنا پڑے گا۔" اس نے دکھ سے سوچتے ہوئے' فیصلہ لیا۔ جس پر اسے صبح ہی عمل درآمد کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"ماماجان' میری نظر میں ایک بہت اچھا لڑکا ہے۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کشمالہ کی جلد از جلد شادی کر دی جائے۔" وہ معمول کے مطابق فجر کے بعد ماں کے کمرے میں تھا اور ایک اہم مسئلہ پر بات کرنے لگا۔

کل رات ہی تو وہ کشمالہ کو ہاسٹل چھوڑ آیا تھا اس کے زخم کافی حد تک ٹھیک ہو گئے تھے اس نے کشمالہ سے کہا تھا کہ زندگی بہت بڑی نعمت ہے وہ آزمائش اور پریشانی سے ڈر کر اس نعمت کی ناقدری نہ کرے۔ کڑا وقت بھی گزر جائے گا۔ کشمالہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اب ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گی۔ ابان مطمئن تو ہو گیا تھا مگر ارمش چوہدری کے ارادے اسے معلوم نہ تھے اس لیئے وہ کشمالہ کے فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا تھا۔

"کشمالہ کی شادی ابھی کہاں ممکن ہے۔۔۔ اس کا میڈیکل کا یہ لاسٹ ائیر ہے۔۔۔ اسے سکون سے تعلیم مکمل کر لینے دو۔" درشہوار کو اس بات کی ایک فیصد بھی امید نہ تھی وہ چونکیں اور خود کو کمپوز کر کے بولتی چلی گئیں۔

"ماماجان' لڑکیوں کی شادی میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ تعلیم تو شادی کے بعد بھی مکمل کی جا سکتی ہے۔" وہ مدھم لہجے میں بولا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو ابان، جبکہ عابیہ یونیورسٹی چھوڑ چکی ہے۔" وہ بیٹے کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

"ماما جان، عابیہ نے یونیورسٹی نہیں چھوڑی ہے بس یہ سمیسٹر ڈراپ کر دیا ہے جو وہ نیکسٹ ائیر کمپلیٹ کر لے گی۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

"کیا کوئی بات ہے جو تم کشمالہ کی شادی کے حق میں دلائل دے رہے ہو۔" وہ بیٹے سے استفسار کرنے لگیں اور ابان نے ماں کے سامنے ارمش چوہدری کی بلیک میلنگ کا صرف وہ حصہ جو کشمالہ سے تعلق رکھتا تھا کہہ سنایا اس سب کا سبب وہی دولت کا حصول بتایا جو عابیہ کو بتایا تھا۔

"تم لڑکے کی تصویر اور ڈیٹیلز سے مجھے آگاہ کر دو، میں نوراں سے بات کر لوں گی۔" وہ کافی دیر کی خاموشی کے بعد لرزتے لہجے میں بولیں۔

"میں بہت شرمندہ ہوں ماما جان کہ میری وجہ سے کشمالہ کو اتنی تکلیف اور بے عزتی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔" ابان کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئیں۔ وہ نہایت شرمندگی سے بولا۔

"اللہ سب بہتر کر دے گا، تم پریشان نہ ہو بس اپنا عمل اور نیت نیک رکھو۔" انھوں نے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ ماں سے دعائیں لیتا اپنے کمرے میں چلا آیا۔

"نماز نہیں پڑھی؟" وہ عابیہ کو بستر پر دیکھ بولا۔

"پڑھ لی ہے۔" وہ بوجھل لہجے میں بولی۔

"طبعیت ٹھیک ہے؟" پیشانی چھوتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہی۔۔۔ کیا آپ مجھے ماما کی طرف چھوڑ دیں گے؟" وہ بھرائے ہوئے لہجہ میں بولی۔

"تم تیاری کر لو۔۔۔ آفس جاتے ہوئے چھوڑ دوں گا۔۔۔" وہ کرتا ہینگ کرتا بستر پر آن لیٹا۔

"میں نے ماما جان، کو تمام تفصیل بتا کر کشمالہ کی شادی کی بات کر لی ہے۔" وہ مدھم لہجے میں بولتا گیا۔

"ماما جان، تو بہت پریشان ہو گئی ہوں گی۔" وہ مضطرب سی اٹھ بیٹھی۔

"پریشان تو ہو گئی ہیں لیکن میں زیادہ دن ماما جان سے چھپا نہیں سکتا تھا وہ بھی اس صورت میں کہ میں کشمالہ کی شادی کا فیصلہ کر چکا ہوں۔" اس نے کہتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"پرپوزل ہے کوئی آپ کی نظر میں۔۔۔؟" وہ پوچھے بنا رہ نہ سکی۔

"میرے مینیجر وقار اپنے سالے کے لیئے لڑکی دیکھ رہے ہیں۔۔۔ میں نے ان سے بات کی تھی انھوں نے اپنی اہلیہ سے بات کی اور ان لوگوں کو شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں تفصیل بتاتا چلا گیا۔ اس نے کشمالہ کی تصویر واٹس ایپ

کر دی تھی اور وہاں سے مثبت جواب ملنے کی صورت میں وہ خود لڑکے اور اس کی فیملی سے ملا تھا انھیں کشمالہ کے بیک گراؤنڈ کی تفصیل کہہ دی تھی وہ کسی کو دھوکہ میں نہیں رکھنا چاہتا تھا اس نے لڑکے کو ارمش کی سازش تک کہہ دی تھی اس نے اس بات پر کمپرومائز کر لیا تھا کہ ساجد احمد کی سوچ تھی کہ ابان اگر چھپا لیتا تو وہ کیا کر لیتا ساجد کو ابان کی سچائی نے جیت لیا تھا۔ اگلی شام ابان ہاسٹل سے کشمالہ کو گھر لے آیا تھا اور لڑکے کی فیملی سے بات چیت ہوئی تھی اور رشتہ طے ہو گیا تھا۔ ساجد نے انگریزی ادب میں ماسٹرز کیا تھا اور ایک گورنمنٹ اسکول میں انگریزی کا استاد تھا۔ والد صاحب وفات پا گئے تھے۔ بڑا بھائی شادی شدہ تھا۔ اور جاب کی وجہ سے شہر کراچی میں رہائش پذیر تھا۔ ایک بہن شادی شدہ اور ایک کنواری تھی۔ والدہ اور بہن ساجد کے ساتھ ہی رہتی تھیں۔ ان کی رہائش حیدر آباد میں تھی۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ ہوا تھا اور ایک ہفتہ میں کشمالہ رخصت ہو کر حیدر آباد چلی گئی تھی۔

شادی سادگی سے ہوئی تھی لیکن ابان نے جہیز کے نام پر اسے وہ سب دیا تھا جو وہ در مکنون کو دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے کشمالہ کے لیئے 120 گز کا گھر بھی لیا تھا جو حیدر آباد میں تھا۔ اس نے جہیز میں مہران کار بھی دی تھی۔ ساجد احمد کو اعتراض ہوا تھا۔ اتنے جہیز، کار اور گھر پر لیکن اس نے ساجد کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا تھا کہ:

"ساجد' میں یہ سب نوراں بوا کے لیئے کر رہا ہوں انھیں میرے بابا نے بہن بنایا تھا اور کشمالہ کو بیٹی کا درجہ دیا تھا۔۔۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے بابا کے وعدوں کی لاج رکھنے۔۔۔ ان کی روح کی تسکین کے لیئے کر رہا ہوں۔۔۔ کشمالہ میرے لیئے میری مکنون کی طرح ہے اور بہنوں کے لیئے جتنا کیا جائے کم ہے۔۔۔ تم کبھی میری نیت پر شک نہ کرنا کہ رشتے صرف خون کے نہیں خلوص کے بھی ہوتے ہیں۔" ابان کے لفظ لفظ کی سچائی اس کی آنکھوں سے عیاں تھی۔ ساجد چپ کر گیا تھا کہ اسے چہرہ شناسی کا دعوی تو نہیں تھا لیکن وہ اتنی تو پہچان رکھتا تھا کہ خلوص اور بدنیتی کو سمجھ سکے۔

کشمالہ کو عزت سے رخصت کر کے ابان بے حد مطمئن تھا۔ اس نے شکرانے کے نوافل ادا کیئے تھے اور بیوی کو خود کو تکتا پا کر اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"بس دعا کرنا عابی' کہ کشمالہ کی زندگی اب کسی طوفان کی نظر نہ ہو۔۔۔ ساجد نے جس خلوص و اعتبار کے ساتھ کشمالہ کا ہاتھ تھاما ہے تمام عمر اس رشتے کا حق ادا کرے۔" وہ دھیمے دھیمے بولا۔

"اللہ پر یقین رکھیں ابان' اللہ آگے سب اچھا کرے گا۔" وہ ابان کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلاتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"انشاء اللہ۔۔۔ آمین!" اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

"کشمالہ کو تو عزت سے رخصت کر چکے ہو۔۔۔ میرے پلان کو کب پایہ تکمیل کو پہنچا رہے ہو؟" ارمش چوہدری سے اس کا

آج پورے دو ہفتہ بعد سامنا ہوا تھا۔ ابان نے اس کی اصلیت سامنے آجانے کے باوجود اسے نوکری سے نہیں نکالا تھا ارمش خود نوکری چھوڑ گیا تھا۔ اس نے ایک پرائیوٹ کمپنی جوائن کرلی تھی۔ لنچ آورز میں وہ سید ابان بخاری سے ملنے چلا آیا تھا۔

"اپنی غرض کے لیئے محبت بھرا دل نہ توڑو ارمش' کہ کچھ دل ٹوٹ جائیں تو کسی سہارے پر اپنی نئی بنیاد رکھتے ہیں لیکن کچھ دل اگر ایک بار ٹوٹ جائیں تو کوئی سہارہ انھیں جوڑ نہیں پاتا۔۔۔" وہ ارمش کو بیٹھنے کا کہتا بہت رسانیت سے بولا۔

"تم کشمالہ کو رخصت کرکے اگر مجھے دھوکا دینے کا سوچ رہے ہو تو یہ یاد رکھنا وہ تصویریں ضائع نہیں کیں۔۔۔" وہ اس کے سمجھانے کا اثر لیئے بنا گہرے طنز سے بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں مجبور ہوں اور مجبور انسان ڈبل گیم نہیں کھیلا کرتے۔۔۔ میں ڈیل سے پیچھے نہیں ہٹ رہا بس سمجھا رہا ہوں۔۔۔ کہیں ایلیفیہ کی نظروں سے مجھے گراتے تم اسے ہمیشہ کے لیئے نہ کھو دو۔۔" وہ جس شدت کی محبت اسے محسوس کروا گئی تھی اسے ڈر تھا کہ ارمش کے پلان میں ایلیفیہ کا ناقابل تلافی نقصان نہ ہو جائے۔

"جسے کبھی پایا نہیں اسے کھونا کیسا؟"" وہ احساس کمتری میں گھر کر بولا۔

"اسے پانے کی امید تو ہے کہیں وہ بھی بجھ نہ جائے۔۔۔" وہ ارمش کی آنکھوں میں دیکھتا اسے سمجھانے لگا۔

"میری امیدیں اس دن رنگ لے آئیں گی جس دن ایلیفیہ کو تم سے نفرت ہو جائے گی؟" وہ خودسری سے بولا۔

"اسے پھر بھی نفرت نہ ہوئی تو؟" وہ پوچھ گیا۔

"تو مجھے لگے گا کہ تم نے پلان کو کامیاب بنانے کی بجائے ناکام بنانے کے لیئے جدوجہد کی ہے۔" وہ غرایا۔ ابان کے ماتھے کی سبز رگ ابھر آئی۔

"تم سے میری کامیابی و ناکامی سے بالاتر ہو کر ڈیل ہوئی ہے۔۔۔ میں ڈیل کے تحت صرف ایلیفیہ کو خود سے نفرت کے لیئے مجبور کروں گا تمھارے منصوبے کو کامیاب بنانا میرا کام نہیں ہے یاد رکھنا۔" وہ سخت لہجہ میں باور کروا گیا۔ ارمش نے لب بھینچ لیئے۔

"تم کب پلان پر عمل کرو گے بس یہ بتاؤ۔" ارمش اسے گھورتے ہوئے پوچھ گیا۔

"ایلیفیہ 'تو لاہور شفٹ ہو گئی ہے۔۔۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر ارمش کو دیکھنے لگا۔

"پلان پر عمل درآمد لاہور میں ہو گا۔۔۔ تم اپنی سیٹنگ بتاؤ کہ کب لاہور جانا ممکن ہے باقی معاملات اسی کے بعد طے ہوں گے۔" ارمش نے کہا اور ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھ گیا۔

"اسی ہفتہ کا کوئی بھی دن رکھ لیں گے۔۔۔ تم اپنی پلاننگ کو حتمی شکل دے لو۔" ابان اذیت سی روح میں اترتی محسوس کرتا ۔ کڑے ضبط کے ساتھ بولا۔ ارمش کچھ کہتا کہ گھر کے لینڈ لائن سے کال آنے لگی۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔" اس نے بول کر کال ریس کر دی کہ وہ سیل فون سے آئی کال تو مصروفیت کے باعث نظر انداز کر دیتا تھا مگر گھر کے نمبر سے آتی کال کبھی اگنور نہیں کرتا تھا کہ گھر کے نمبر سے کال ہمیشہ کسی ارجنٹ یا ایمر جنسی کی صورت میں ہی آتی تھی ۔

"ہیلو۔۔۔" عابیہ سسکی۔

"کیا ہوا ہے عابیہ بولو۔۔۔" وہ مضطرب سا بولا۔

"آپ پلیز جلدی گھر آجائیں' ماما جان کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔" عابیہ روتے ہوئے بولتی اسے پریشان کر گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ماما جان' کی طبعیت کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔۔۔ صبح تک تو وہ بلکل ٹھیک تھیں۔" وہ گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"بلڈ پریشر بہت زیادہ ہائی ہے اور ہارٹ بیٹ بھی نارمل نہیں ہے۔" وہ جلدی جلدی بولی۔ اس نے گھر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"تم لوگ پریشان نہ ہو میں ایمبولینس بھیج رہا ہوں۔۔۔ تم اور مکنون ماما جان کو ہاسپٹل لے جاؤ میں بھی ہاسپٹل پہنچ رہا ہوں ۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا اور عابیہ کو کچھ ہدایات دے کر لائن کاٹ دی اور ایمبولینس کے لیئے کال کرتا بھاگم بھاگ ہاسپٹل پہنچا۔ اور بے بسی سے ہاسپٹل کی کاروائی دیکھتا رہا۔

"ابھی ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔۔۔ ہم اپنی سی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔ آپ لوگ دعا کریں۔" وہ روتی ہوئی بہن کو کاندھے سے لگائے کھڑا تھا۔ جب آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور سرجن کو دیکھ وہ لپکا۔

"ابا جان' کو ہوا کیا ہے؟" وہ تو چپ تھا۔ در مکنون روتے ہوئے پوچھ گئی۔

"آپ کی ماما کو ہارٹ اٹیک آیا ہے۔۔۔" ڈاکٹر بول کر آگے بڑھ گیا وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

"بچوں کی طرح بی ہیو نہیں کرو۔۔۔ ماما جان کی صحت یابی کے لیئے دعا کرو۔" وہ ماں کو لے کر پریشان تھا اوپر سے بہن کا رونا وہ اسے ڈپٹ گیا۔

"عابیہ کے پاس جا کر بیٹھو۔۔۔ ماما جان جلد صحت یاب ہو جائیں گی۔" در مکنون کی مزید ہچکیاں بندھنے لگیں تو وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔ وہ چلتی ہوئی روتی ہوئی عابیہ کے پاس بینچ پر جا بیٹھی۔

ہر گزرتا لمحہ ان تینوں پر بہت بھاری تھا۔ دو گھنٹہ گزر گئے تھے کوئی حوصلہ افزا جملہ کانوں میں نہیں گونجا تھا۔ عصر کی اذان ہونے لگی اس نے ان دونوں کو کہا کہ وہ جا کر نماز ادا کریں اور ماما جان کے لیئے دعا کریں۔ وہ دونوں بنا حجت اٹھ گئیں ان دونوں کو

گئے کوئی پانچ منٹ گزرے تھے کہ آئی سی یو کا دروازہ کھلا۔

"آپ ابان ہیں؟" نرس نے پوچھا وہ اثبات میں گردن ہلا گیا۔

"اپنی ماما سے مل لیں جا کر۔۔۔" وہ نرس کے کہنے پر آئی سی یو میں داخل ہو گیا۔

"ا۔۔۔با۔۔۔ن' میں۔۔۔۔را۔۔۔۔وق۔۔۔۔ت۔۔۔پو۔۔۔۔را۔۔۔ہو۔۔۔گیا۔۔۔۔ہے۔" وہ بیٹے کو دیکھ کانپتے ہاتھوں سے آکسیجن ماسک ہٹاتے ہوئے بمشکل بولیں۔

"ماماجان' آپ کو کچھ نہیں ہو گا' آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔" ماں کی حالت دیکھ اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔ وہ ماں کا ہاتھ تھامتے ہوئے بے چینی سے' بہت تڑپ کر بولا۔

"میرے بعد دُر کا۔۔۔عابیہ کا۔۔۔میرے پوتے کا۔۔۔اور۔۔۔۔" جلدی میں کہہ دینے کی چاہ میں ان کی سانس اکھڑنے لگی۔ ڈاکٹرز الرٹ ہو گئے۔ آکسیجن ماسک سیٹ کرتے کہ انھوں نے روک دیا۔

"اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔" وہ بولیں اور وہ رونے لگا۔ وہ لانبا چوڑا مرد جس کو خود پر اپنے اعصاب پر کنٹرول حاصل تھا۔ ماں کو حالت نزع میں دیکھ بچوں کی طرح رو دیا۔ اسی وقت آئی سی کا دروازہ دھکیلتی دُرمکنون اور اس کے پیچھے عابیہ اندر داخل ہوئیں۔ دُرشہوار کی نظروں کے سامنے ان تینوں کے چہرے گڈمڈ ہونے لگے۔

"ابان' دُر کو اسی ماہ رخصت کر دینا جب یہ خوش ہو گی تو میری روح کو تسکین ملے گی اور اپنا خیال رکھنا۔" ان کے لب کانپے۔ دُرمکنون اور عابیہ بائیں طرف آن کھڑی ہوئیں۔ ابان دائیں طرف تھا۔ دُرشہوار کی زندگی ختم ہو رہی تھی اور انھیں آج بیٹی سے زیادہ بیٹے کی فکر تھی انھیں بیٹے پر مان تھا کہ وہ بہن کا خیال رکھے گا اس لیئے بیٹی کی طرف سے اطمینان تھا۔ انھوں نے اپنے ہاتھ میں بیٹی کا ہاتھ محسوس کیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر لب ساتھ دینے سے قاصر رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے زندگی نے موت کا پیرہن اوڑھ لیا۔ دُرمکنون کی چیخوں سے ہسپتال کے در و دیوار لرز اٹھے۔۔۔ عابیہ کی سسکیاں گونجنے لگیں اور وہ بہن کے رونے سے انجان' بیوی کے رونے سے بے خبر ماں کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے بچوں کی طرح بلک بلک کر روتا رہا۔

چھٹی نہ کوئی سندیس ___ جانے وہ کون سا دیس

جہاں تم چلے گئے

اس دل پہ لگا کر ٹھیس ___ جانے وہ کون سا دیس

جہاں تم چلے گئے

اک آہ بھری ہو گی ___ ہم نے نہ سنی ہو گی

جاتے جاتے تم نے آواز تو دی ہو گی

ہر وقت یہی ہے غم ____ اس وقت کہاں تھے ہم

کہاں تم چلے گئے

ہر چیز پہ اشکوں سے لکھا ہے تمھارا نام

یہ رستے گھر گلیاں تمہیں کر نہ سکے سلام

ہائے دل میں رہ گئی بات ___ جلدی سے چھڑا کے ہاتھ

کہاں تم چلے گئے

اب یادوں کے کانٹے اس دل میں چبھتے ہیں

نہ درد ٹھہرتا ہے نہ آنسو رکتے ہیں

تمہیں ڈھونڈ رہا ہے پیار ہم کیسے کریں اقرار

کہاں تم چلے گئے

☆☆☆☆☆☆

"کھانا لے آؤں؟" وہ ابان کا کوٹ اتار کر ہینگ کرتے ہوئے اسے پانی کا گلاس پکڑا گئی اور دھیمے سے پوچھا۔

"نہیں، بھوک نہیں ہے۔۔۔" وہ جوتے اتارتے ہوئے بولا۔

"ماماجان کو ہم سے بچھڑے تین ماہ ہو گئے ہیں۔۔۔ آپ کب تک یوں زندگی گزاریں گے۔۔۔ یاد نہیں ہے آپکو ماماجان کے آخری جملے انھوں نے آپ کو اپنا خیال رکھنے کی ہدایت کی تھی۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر دلگرفتگی سے بولی۔

"میرا کچھ دل نہیں کرتا بیہ، ماماجان کی یاد مجھے چین نہیں لینے دیتی۔" اس کے آنسو گرنے لگے۔ وہ آفس جاتے اور آفس سے واپسی پر روز یوں ہی مضطرب ہو جاتا تھا کہ جاتے ہوئے ماں کا چہرہ آنکھوں کے سامنے ہوتا تھا اور واپس آ کر ماں کے کمرے میں بیٹھ کر دن بھر کی روٹین کہتا تھا اور در شہوار کے چالیسویں کے بعد سے اس نے ان کے کمرے میں قدم تک نہ رکھا تھا ایک ماہ بیس دن گزر گئے تھے۔

"میں جانتی ہوں ماماجان آپ کے لیئے کس قدر اہم تھیں۔۔۔ ماماجان کی یادوں نے تو میرے گرد حصار باندھا ہوا ہے آپ تو پھر ان کے بیٹے ہیں۔" وہ بھی آزردہ ہو گئی کہ تین ماہ سے گھر کا ماحول ہی عجیب ہوا پڑا تھا زندگی سانس لیتی ہوئی محسوس ہی نہ ہوتی

تھی۔ ہر سو سناٹوں کا راج تھا۔ درمکنون الگ چپ چپ رہتی تھی۔ یونیورسٹی سے آکر اپنے کمرے میں بند ہو جاتی تھی۔ چالیسویں تک تو عابیہ اس کے کمرے میں سو رہی تھی کہ وہ ڈر کر بیٹھ جاتی تھی چیخنے لگتی تھی۔ ماں کی دائمی جدائی، بہن کی حالت، ابان پہلے سے زیادہ خاموش ہو گیا تھا۔

"بیہ، ابھی تو بابا کا غم ہی ہرا تھا کہ ماما جان بھی دکھ دے گئیں۔۔۔ اتنی جلدی کیوں تھی ماما جان کو جانے کی۔۔۔ انھوں نے میرا، مکنون کا، تمھارا اور اپنے آنے والے پوتے کا بھی خیال نہیں کیا۔۔۔ جب ہمارا بیٹا دنیا میں آئے گا اس کو دعا دینے کو نہ دادی ہوں گی۔۔۔ نہ شفقت کے لیئے دادا ہوں گے۔" ابان کے لہجے میں کرب تھا۔ درشہوار کو اس نے دادی بننے کی خبر پر بہت مسرور پایا تھا اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اسے ملال گھیر رہے تھے کہ جب اس کے گھر خوشی آئے گی اس کی ماں اس کی خوشی میں شامل نہ ہو گی۔ عابیہ نے اس کے ہاتھ پر دباؤ ڈالا۔ وہ اسے دیکھنے لگا۔ عابیہ کا ساتواں مہینہ چل رہا تھا۔ عابیہ کو پیار اور توجہ کی ضرورت تھی جو وہ اسے دے نہیں پا رہا تھا۔

"اللہ کی جو مرضی ابان" وہ مدھم لہجہ میں بولی۔ وہ چپ رہا۔

"آپ خود کو سنبھالیں کہ مکنون کی حالت بھی آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔۔۔" وہ ابان کی توجہ اس جانب دلا گئی جہاں اس کی توجہ تو تھی وہ بہن کو خوش رکھنے کی کوشش بھی کر رہا تھا لیکن ماں کھوئی تھی صبر آتے ہی آنا تھا۔

"مکنون کو تم زیادہ سے زیادہ ٹائم دیا کرو۔۔۔ اسی کے کمرے میں سو جایا کرو۔" وہ مدھم لہجہ میں بولا۔

"میری مانیں تو آپ معصومہ آنٹی سے رخصتی کی بات کر لیں۔" وہ چونک کر بیوی کو دیکھنے لگا۔

"ابھی یہ سب کیسے ممکن ہے۔۔۔ مکنون کا لاسٹ سمیسٹر چل رہا ہے۔" وہ پرسوچ انداز میں بولا۔

"ماما جان، کی وفات کے بعد سے مکنون یونیورسٹی جا تو رہی ہے مگر اس کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ وہ سیمیسٹر کلئیر کر پائے گی۔۔۔ شادی ہو جائے گی تو روٹین چینج ہو گی۔ ذہن بٹے گا اور دل بہل جائے گا۔ سیمیسٹر ایگزامز وہ شادی کے بعد دے دے گی یہی زیادہ مناسب ہے۔" وہ ذرا تفصیل سے بولی۔

"تم کہہ تو ٹھیک رہی ہو میں کرتا ہوں معصومہ آنٹی سے بات تم یہ بات مکنون کے کان میں ڈال دینا۔" وہ گہری سانس خارج کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

درمکنون کے واویلے کہ اس نے نہیں کرنی شادی، وہ ماما جان کا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی وغیرہ وغیرہ لیکن ابان نے اس کی ایک نہ سنی اور معصومہ سہروردی سے رخصتی کی بات کی۔ انھوں نے بھی ابان کی بات رکھ لی اور ایک ہی ہفتہ میں نہایت سادگی سے شادی مقرر ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ' تم میری شادی میں آ رہی ہو ورنہ میں سب کینسل کر دوں گا۔" تاریخ فائنل ہوتے ہی اس نے ایلیفیہ کو کال کی تھی کہ وہ آج ہی کراچی چلی آئے اور وہ آنے سے صاف انکاری ہوئی تو اس نے دھمکی لگائی۔

"تم کیوں جذباتی ہو رہے ہو میرے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ غصہ ہوئی۔

"بکواس مت کرو مجھے تمھارے نہ ہونے سے بہت فرق پڑتا ہے۔۔۔ میری شادی ہے یار اور میری دوست میری خوشی میں شریک نہ ہو کیا مجھے فرق نہیں پڑنا چاہیئے بولو۔۔۔۔؟" وہ بہت جذباتی لہجے میں بولا تھا کہ جس سے اپنی ہر چھوٹی چھوٹی بات شئیر کرتا تھا وہ چار ماہ سے نظر سے دور تھی۔ اس نے کتنی بار اسے ویڈیو کال کی لیکن اس نے کبھی ریسیو نہیں کی کہ وہ تو آڈیو کال ہی کم اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ زندگی میں کچھ آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ اس لیئے وہ اسے اکیلا چھوڑ دے اسے بھی یہی مناسب لگا تھا۔ اس لیئے نہ چاہتے ہوئے بھی راضی ہو گیا تھا البتہ آسیہ آغا سے وہ رابطے میں تھا ان سے روز بات ہوتی تھی۔

"فرق پڑنا چاہیئے لیکن تم یہ بھی تو سوچو جس شخص سے بچ کر یہاں آ پڑی ہوں۔۔۔ چار ماہ سے جسے بھلانے کو اذیتیں جھیل رہی ہوں تمھاری شادی میں شریک ہو کر ایک لمحے میں اپنی محنت ضائع کر دوں۔۔۔ اپنی اذیتوں کے منہ از خود ہرے کر لوں۔۔۔" وہ روتے ہوئے چیخی ابرج نے لب بھینچ لیئے کہ وہ کچھ غلط تو نہ کہہ رہی تھی۔

"میں شادی کینسل کر رہا ہوں۔۔۔" وہ کافی دیر کی اذیت ناک خاموشی کے بعد بولا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔۔۔" وہ آنسو رگڑتے ہوئے بولی۔

"میں ایسا ہی کروں گا یہ شادی تب ہی ہو گی جب تم شریک ہو گی۔" وہ اپنی بات پر اڑ گیا۔

"میری مجبوری جانتے ہو ابر' پھر کیوں ضد کر رہے ہو۔۔" وہ سسکی۔

"میں بھی مجبور ہوں کہ مجھے تمھاری فکر ہے۔۔ میں شادی کرنے جا رہا ہوں تو دوست کو بھول جاؤں اتنا خود غرض نہیں ہوں۔۔۔" وہ قدرے دھیما پڑ گیا۔

"تم جانتے ہو وہ میرا دشمن جان تمھاری جان حیات کا بھائی ہے اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی میری چار ماہ کی ریاضت کو اکارت نہ کرو۔ دل ابھی سنبھلا نہیں ہے۔۔۔ اس کے تڑپنے کا ساماں نہ کرو۔۔۔ میرا دل تو مجھ پر رحم نہیں کھاتا کم از کم تم ہی میرے ضبط کا امتحان نہ لو۔۔۔ رحم کرو مجھ پر۔۔۔۔۔" وہ ہچکیوں سے روتی سیل فون بیڈ پر اچھالتی خود زمین پر گھٹنوں کے بل گرتی روتی چلی گئی۔ ابرج ہیلو ہیلو بولتا مضطرب ہوا جا رہا تھا کہ اس کے رونے کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ اس نے لائن کاٹی اور اسے پھر کال کرنے لگا جو وہ ریسیو نہیں کر رہی تھی۔ لیکن اس نے بھی ہمت نہ ہارنے کا فیصلہ کر لیا تھا پندرہ منٹ کی مسلسل کوشش کے بعد وہ بلا آخر ایلیفیہ کی آواز سننے میں کامیاب ہو گیا۔

"مت کرو مجھے کال میں اپنی دنیا میں بہت خوش ہوں ابر میرے ضبط کو نہ آزماؤ۔۔۔" وہ کال یس کرتے ہی بھاری لہجے میں

بولی۔

"تمھاری آزمائشیں تمام ہوئیں۔۔۔۔ سارا رونا تمھارا ہی نصیب کیوں بنے وہ شخص بھی تو کچھ تکالیف جھیلے۔۔۔۔" وہ سرد لہجے میں بولا کہ وہ پندرہ منٹ میں وہ سب سوچ گیا تھا جو اس نے گزشتہ طویل عرصہ میں بھی نہ سوچا تھا۔

"وہ شخص کیوں جھیلے تکلیف' اس نے کہا تھا مجھے کہ میں اس سے محبت کروں۔۔۔۔ اس کی محبت میں آہیں بھروں۔۔۔۔ یکطرفہ چاہتوں کا یہی انجام ہوا کرتا ہے ابرج۔۔۔۔ اس لیئے مجھے میرے نصیب کی سیاہی کو اکیلے ہی مٹا لینے دو۔" وہ فوراً ہی جذباتی ہوئی۔ ابرج نے لب بھینچ لیئے۔

"اپنی بکواس بند رکھو تم' تمھارے لیئے بہت صبر و برداشت سے کام لیا ہے میں نے لیکن اب مزید نہیں کہ اگر تمھارا دشمن جان میری جان حیات کا بھائی ہے تو اس کے لیئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم راہ فرار اختیار کر کے شادی میں شریک نہ ہو اس کے لیئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابان میری شادی میں شریک نہ ہو۔" وہ بہت غصہ سے بولا۔ موبائل اس کے ہاتھ میں لرز اٹھا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ تم۔۔۔" وہ بے ربط ہوئی کہ ابرج نے بہت بڑی بات کہہ دی تھی۔

"تم میری شادی میں شریک ہو گی اور وہ ابان نہیں آئے گا۔" وہ دوٹوک انداز میں بولا۔

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے تم ایسا بول بھی کیسے سکتے ہو۔۔۔۔؟ ابان' مکنون کے بھائی ہیں اور ایک بھائی بہن کی شادی میں شریک نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔" وہ اب تک حیران تھی۔

"یہ ٹھیک ویسے ہی ممکن ہے جیسے میری بہن کا شریک نہ ہونا ممکن ہے۔" وہ پرسکون سا بولا۔

"میرے نصیب کی سزا تم کسی اور کا نصیب نہ بناؤ ابر' کہ آج میں جس بھی حال میں ہوں اس میں ابان اور مکنون کا ہاتھ نہیں ہے۔۔۔۔ میرا مجرم تو خود میرا دل ہے اور میں اپنے دل کو سینے سے نکال کر نہیں پھینک سکتی۔" حیرت کے بادل چھٹے اور آنکھیں بن بادل برسنے لگیں۔

"ابان تمھارا مجرم نہیں ہے لیکن تمھارے ان حالوں کا سبب تو وہی ہے۔۔۔ میں نے تمھیں تڑپتے دیکھ کر بھی اسے نہ کبھی برا کہا نہ اس کا برا چاہا لیکن میرا بھی ضبط جواب دے گیا ہے ایلفی' میں تمھیں مس کرتا ہوں۔۔۔ ماما' ماموں جان کو یاد کرتی ہیں۔۔۔ یہ فاصلے ابان کے ہی پیدا کردہ ہیں وہ شخص ہماری خوشیوں کے لیئے روگ بن گیا ہے۔۔۔۔ اور میں اب اسے خوش نہیں رہنے دوں گا ۔۔۔" وہ ہارے ہوئے انداز میں صوفہ پر گرتا چلا گیا۔

"ایسا سوچنا بھی مت ابر' ابان کی خوشی ہی میری زندگی کی آخری خوشی ہے۔۔۔۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"آجاؤ دیوانے پن سے باہر۔۔۔ اس کی خوشی تمھارے من کا روگ ہے۔۔۔ محبت ہی تو کی ہے تم نے اور اس کی اتنی سزا کے سسک سسک کر جی رہی ہو اور وہ شخص زندگی کے ہر پل سے خوشیاں کشید رہا ہے۔" وہ غصہ سے دھاڑا۔

"ابان' خوش ہے یہ سوچ کر مجھے اپنے غم بھولنے لگتے ہیں لیکن تم مجھے زندہ مارنا چاہتے ہو تو جو چاہے کرو۔۔۔" وہ اس کے چیخنے کی پرواہ کیئے بنا چلائی۔

"اچھا' تم زندہ ہو یہ خبر میرے لیئے بہت نئی ہے۔۔۔ ارے تم تو اسی شب مر گئیں تھیں جب تمھیں پتہ لگا تھا کہ تمھاری محبت ابان' کسی اور سے محبت کرتا ہے۔۔۔ تمھاری راکھ دفنانا باقی رہ گئی تھی۔۔۔" وہ گہرے دکھ و طنز سے بولا۔

"کچھ بھی کہو اگر میری راکھ دفنانے کے مرحلے سے بچنا ہے تو بس میری مان لو۔۔۔ تمھیں میری قسم ہے تم ایسی کوئی بات نہیں کرو گے کہ مکنون دکھی ہو' ابان کو تکلیف پہنچے۔۔۔ شادی کر لو۔۔۔ ولیمہ کے اگلے روز مکنون کو لے کر لاہور آنا میں تمھارا انتظار کروں گی۔۔۔" وہ منت اور حق کے ملے جلے اثرات لیئے بولی اور ابرج کی سنے بنا لائن کاٹ دی۔

ابرج سہر وردی کے پاس اس کی ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ درشہوار کی وفات کو زیادہ وقت نہ گزرا تھا اس لیئے در مکنون ہنگاموں کے لیئے راضی نہ تھی اور ابرج کو اپنی خوشی ایلیفیہ کے بنا کاٹنے کو دوڑ رہی تھی اس لیئے اس نے بھی مہندی وغیرہ جیسی ہنگامہ خیز رسومات کے لیئے صاف منع کر دیا تھا۔ سادگی سے رخصت ہو کر در مکنون کو سہر وردی ہاؤس آنا تھا اور اگلے دن ولیمہ ہو جانا تھا۔ شادی کے نام پر جیسے وہ دونوں ہی فارمیلیٹی نبھا رہے تھے ایک کو مری ہوئی ماں کا دکھ تھا اور دوسرا زندہ دوست کا غم منا رہا تھا۔
ایلیفیہ کے لیئے یہ سب بہت تکلیف دہ تھا لیکن وہ اس سب سے اکیلے ہی نبرد آزما تھی۔

بے ارادہ آج پھر دل کو تیرا خیال آیا
موسم نے رنگ بدلا تو تیرا خیال آیا

تیرے لب پہ آج شاید میرا نام آیا ہے
دل نے تجھے پاس پایا تو تیرا خیال آیا

میرا نام لے مجھے کس نے پکارا
دل میں یہ سوال آیا تو تیرا خیال آیا

آج پھر اس گھر میں کوئی آنا چاہتا ہے
دل پہ دستک ہوئی تو مجھ کو تیرا خیال آیا

راستے میں چلتے چلتے عظمٰی شام ہو گئی

دل نے پھر سے دیا جلایا تو تیرا خیال آیا

☆☆☆☆☆☆

"میں کچھ نہیں جانتا ابان، تمھیں میرا کام آج کل میں ہی کرنا ہو گا ورنہ نتائج کے خود ذمہ دار ہو گے۔" سید ابان بخاری جو ماں کی موت کے صدمہ میں سب کچھ بھول چکا تھا ارمش چوہدری اسے سب یاد دلانے آن دھمکا۔

"میں منع کب کر رہا ہوں۔۔۔ تم جانتے ہو میں زندگی کے کس فیز سے گزر رہا ہوں۔۔۔۔ مجھے ابھی اپنا ہی ہوش نہیں ہے تم سے کیسے عہد کیسے پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔" وہ آزردگی سے بولا۔ ارمش اسے دیکھنے لگا وہ پہلے کی نسبت تھوڑا کمزور لگ رہا تھا' آنکھوں کے گرد حلقے تھے جو اس کی شب بیداریوں و گریہ زاری کی گواہی دے رہے تھے۔

"جانتا ہوں سب اسی لیئے تمھیں میں نے گزشتہ مہینوں میں ڈسٹرب نہیں کیا لیکن اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتا۔۔۔ تمھیں میرے کام کو پرسوں ہی پایہ انجام تک پہنچانا ہے۔" ارمش سر جھٹک کر گہری سنجیدگی سے بولا۔ ابان واقعی اس کا مشکور تھا کہ اس نے پچھلے مہینوں میں اس سے ایک بار بھی رابطہ نہیں کیا تھا لیکن آج اس کی پرسوں والی بات اسے چونکا گئی۔

"پرسوں۔۔۔ پرسوں کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔۔۔ پرسوں تو میری بہن کی شادی ہے۔۔۔" ابان نہایت مضطرب سا بولا

۔

"بہن کی شادی ہے تو کیا ہوا۔۔۔ پرسوں ہی کرنا ہے سب۔۔۔" ارمش اس کے انکار کے باوجود ڈٹ گیا۔

"ارمش وہ بات نہ کرو جو نا ممکن ہے۔۔۔ میں اپنی بہن کی شادی چھوڑ کر آوارگی کے لیئے نکل جاؤں تو ابھی میرا اتنا برا وقت بھی نہیں آیا۔۔۔ اگر میں نرمی سے پیش آرہا ہوں تو یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ تم شیر بنتے جاؤ۔" وہ غصہ سے غرایا۔

"تمھارا برا وقت تو کب کا آچکا ہے بس تم میرا کام کرو اور برے وقت سے چھٹکارا پالو۔۔۔ یہ یاد رکھنا کہ تمھیں جو کرنا ہے پرسوں ہی کرنا ہے ورنہ۔۔۔" وہ ارمش کی آنکھوں میں دیکھ تمسخر سے مسکرایا۔

"ورنہ کیا ہاں' کیا کرو گے۔۔۔ کشمالہ کو رسوا کرو گے۔۔۔ مجھے ذلیل کرو گے۔۔۔ جاؤ جو کر سکتے ہو کرو۔۔۔" وہ چلایا۔

ارمش ہنستا چلا گیا۔

"نہیں وہ تو ترپ کا پتہ ہے زرا سنبھل کے استعمال کروں گا۔۔۔ البتہ تم نے میرے پلان کو پرسوں ہی انجام نہیں دیا تو تمھاری بہن کی شادی میں کسی بھی قسم کی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔۔۔" وہ بہت سکون سے بولا۔ ابان ششدر سا اسے دیکھنے لگا۔

"نکاح ہو چکا ہے جانتا ہوں اور رخصتی سے پہلے ہی طلاق ہو سکتی ہے یا یہ بھی تو ممکن ہے کہ شادی کی پہلی رات بخیر و عافیت گزرے اور پہلی صبح طلاق کا ٹیکہ لگ جائے۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے بڑے معنی خیز لہجے میں بولا۔ ابان تو فریز ہو گیا تھا

اس کی آنکھوں میں اس قدر بے یقینی اور حیرت تھی کہ ارمش کو سکون سا ملا۔

"تم کیا سمجھتے ہو میں بے مقصد ہی اتنے ماہ سے چپ سادھے ہوئے تھا میں فل پروف پلاننگ کا عادی ہوں۔۔۔ سوچ کر مجھے جواب دینا چلتا ہوں۔" ارمش نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور ہنستے ہوئے جانے کے لیئے مڑ گیا۔ بت بن جانے والے ابان میں حرکت ہوئی وہ لپک کر اس کی راہ میں آ گیا۔

"تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے ارمش' صرف یہ طے ہوا تھا کہ میں خود کو ایلیفیہ کی نظروں سے گراؤں گا۔۔۔ میری بہن کو اس سب میں مت گھسیٹو۔" وہ بے بسی سے بولا۔ ارمش نے قہقہہ لگایا۔

"تمھاری بہن کو چاہتا تو پہلے ہی مہرہ بنا لیتا کہ تم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ابرج کے لیئے ایلیفیہ کیا معنی رکھتی ہے۔۔۔ ایک چنگاری تمھاری بہن کو برباد کر سکتی ہے لیکن میں نے تم سے یہ جھوٹ نہیں کہا تھا کہ میری تم سے یا تمھاری فیملی سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے۔۔۔ میں تمھاری بہن کی بربادی نہیں چاہتا لیکن تم اگر میرے پلان کو اب مزید لٹکاؤ گے تو میں ہر حد کراس کر جاؤں گا۔۔" وہ صاف گوئی کی انتہا کرتا اسے دھمکی دے رہا تھا۔

"میری بہن کی شادی ہو جانے دو میرا تم سے وعدہ ہے ولیمہ کے اگلے دن سب تمھاری پلاننگ کے عین مطابق ہو گا۔" وہ جیسے منت کر رہا تھا۔

"پرسوں۔۔۔ جو ہو گا وہ پرسوں ہو گا۔۔۔ میری یہ بات دماغ میں بٹھا لو۔" وہ سخت انداز میں غرایا۔

"میں اپنی فیملی کا واحد مرد ہوں میں اپنی بیوی اور بہن کو اکیلے چھوڑ کر لاہور نہیں جا سکتا وہ بھی عین بہن کی شادی کے دن ۔۔۔ تم معاملات کی نازکی کو سمجھو۔۔۔ فضول کی ضد نہ لگاؤ۔" وہ غصیلے انداز میں خود کو گھورتے ارمش کی گویا منت کر رہا تھا۔

"ایلیفیہ کے پیرنٹس پرسوں صبح آٹھ بجے کراچی پہنچ جائیں گے۔۔۔ ایلیفیہ وہاں لاہور میں اکیلی ہو گی۔۔۔ اور یہ بات میرے پلان کے حق میں جاتی ہے اس لیئے میں پرسوں پر زور دے رہا ہوں۔۔۔ رہی تمھاری بہن کی شادی تو وہ رات میں ہو گی۔ تم میرے پلان کو دن میں انجام دو۔۔۔ آفس ٹائم میں ہی سب ہو جائے گا تمھیں زیادہ مشقت نہیں کرنی صرف تین سے چار گھنٹہ لگیں گے اس کے بعد تمھارے اور میرے راستے الگ۔۔۔۔۔" وہ کھل کر بولا۔ ابان چپ رہا۔ ارمش نے اپنی تمام پلاننگ تفصیل کے ساتھ ابان کے سامنے رکھ دی۔

"مجھے دھوکا نہیں دینا ارمش کہ میں جو بھی کرنے جا رہا ہوں صرف کشمالہ اور اپنی بہن کے لیئے کرنے جا رہا ہوں۔۔۔ اور ہر حد سے گزرنے' اپنے مقام سے گرنے کے بعد میں تمھارے ہاتھوں بلیک میل ہرگز نہیں ہو نگا۔۔۔ میری بہن کی زندگی میں کوئی طوفان آیا تو یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ چین سے ایک سانس بھی بھر نہیں پاؤ گے۔۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سختی سے بولا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا اپنی سیٹ پر آن بیٹھا اس نے ارمش سے بات کر کے سارا پروگرام سیٹ کیا اور اس

کے جاتے ہی ابان نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

"مجھے میری خود غرضی کے لیئے معاف کر دینا ایلیفیہ' میں بہت مجبور ہوں۔۔۔ کشمالہ کی عزت۔۔۔ بہن کی محبت۔۔۔ کے لیئے میں تمھارے ساتھ ناانصافی کرنے جا رہا ہوں۔۔۔ یہ اذیت میری سانسوں میں تحلیل ہو کر مجھے عمر بھر پچھتاووں میں گھیرے رکھے گی۔۔۔ میرا ضمیر۔۔۔ ماں کی تربیت سب مجھ پر انگلی اٹھا کر مجھے کچوکے لگائیں گے پھر بھی میں سب کروں گا کیونکہ میں نے تمھاری نظروں سے گرنا ہے۔۔۔ کشمالہ کی نظریں اٹھی رہیں اس لیئے مجھے تمھاری نظروں سے گرنا ہو گا۔۔۔" اس کی سوچیں بھٹک رہی تھیں' دل ڈوب رہا تھا' ذہن کشمکش کا شکار تھا' آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆

"ماما' آپ پریشان نہ ہوں صرف دو دن کی تو بات ہے اب میں بچی تو نہیں ہوں اکیلے رہ لوں گی۔" آسیہ آغا اسے اکیلے چھوڑ کر جانے کو بلکل راضی نہ تھیں لیکن بیٹی بھی تو ضد پر اڑی ہوئی تھی۔

"کبھی تمھیں دو گھڑی کے لیئے بھی تو اکیلے نہیں چھوڑا اور یہاں رہتے تو زیادہ عرصہ بھی تو نہیں گزرا۔۔۔ میرا دل نہیں مان رہا۔" وہ رونے لگیں۔

"آپ کو بہت تنگ کرتی ہوں نا اس بار مان لیں پھر یہ سلسلہ بس اب ٹھہرنے کو ہے آپ کراچی جا رہی ہیں نا تو ارمش کی ماما سے شادی کی ڈیٹ فکس کر آیئے گا۔" وہ بیٹی کو بہت حیرانگی سے دیکھنے لگیں۔ اس نے ماں کے ہاتھ تھام لیئے۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟" وہ بے یقینی سے بولیں۔ وہ مسکرا دی۔

"آپ کی قسم بلکل سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔ بس آپ ارمش کی ماما سے بات کیجئیے گا کہ میں شادی کے بعد کراچی میں نہیں یہیں لاہور میں رہنا چاہتی ہوں۔۔۔ وہ اگر مان جائیں تو اگلے مہینہ کی ڈیٹ فکس کر دیجئیے گا۔" وہ کافی ماہ بعد انھیں بے حد پر سکون لگی تھی۔

"اور اگر نہ مانیں تو۔۔۔؟" اگر پر آسیہ آغا الجھن کا شکار ہوتیں پوچھ گئیں۔

"ارمش نے یہاں آنے سے پہلے مجھے کہا تھا کہ منگنی ختم نہ کروں وہ میرا انتظار کرے گا۔۔۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے لیئے' میری خوشی کے لیئے ہر حد سے گزر جائے گا۔۔۔ سمجھ لیں کہ یہ اس کی محبت کی آزمائش ہے وہ میرے لیئے شہر چھوڑ دے۔۔۔ میں اپنی محبت کو کہیں دفن کر کے زندگی کے سفر میں آگے بڑھ جاؤں گی۔" وہ بہت مدھم لہجے میں بولی۔

"وہ اگر ایسا نہ کر پائے تو۔۔۔ کیا تم شادی نہیں کرو گی۔" کچھ پل پہلے کی خوشی خدشات نے نگل لی تھی۔ آسیہ آغا کے چہرے پر فکروں کا جال تھا۔

"ارمش' میری چوائس نہیں ہے ماما' آپ کا اور پاپا کی رضا ہے۔۔۔ وہ اگر میرے لیئے قربانی نہ دینا چاہے تو میں اسے مجبور

نہیں کروں گی۔۔۔" وہ جیسے ہر بات سوچ کر فیصلہ کر گئی تھی۔

"ارمش، تم سے محبت کرتا ہے بس یہی بات کافی ہے۔ اسے آزماؤ نہیں کہ آزمائش پر سب ہی کھرے نہیں اترتے اور شرائط کی بنیاد پر رشتے کبھی پائیدار نہیں ہوتے۔" وہ ناصحانہ انداز میں بولیں۔

"ماما کیا دنیا میں محبت کا کوئی نعم البدل ہوتا ہے۔۔۔؟" وہ بیٹی کو حیرت سے دیکھتیں اس کی نگاہ سوالیہ انداز میں خود پر جمے دیکھ اثبات میں گردن ہلا گئیں۔

"محبت کا نعم البدل خود محبت ہے اور محبت تو رشتوں کے قالب میں ڈھلی زندگی کے سفر میں ہر گام پر ملتی ہے۔ محبت تو وہ احساس ہے جس کا کوئی انت نہیں۔۔۔" وہ بیٹی کے خوبصورت چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئی بولیں۔

"ماما کیا دنیا میں محبوب کا کوئی نعم البدل ہوتا ہے؟" اس نے ماں کی بات سنی دماغ میں بٹھائی اور اگلا سوال کیا۔

"یہ تم اچھی بھلی باتیں کرتیں کیا سوالاً جواباً کھیلنے لگی ہو۔" وہ بیٹی کو اس کی سابقہ کیفیت میں جاتا محسوس کرتیں ناگواری سے بولیں۔

"ماما، بتایئے نا پلیز۔۔۔" وہ ماں کے ہاتھ تھام کر ملتجی ہوئی۔

"کسی بھی انسان کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا کہ ہر انسان اپنی ذات میں انجمن ہوتا ہے اور اس کی اپنی ہی ایک اہمیت ہوتی ہے۔" وہ ناچار اسے جواب دے گئیں۔

"ابان بھی میرے لیئے اتنے ہی اہم ہیں۔۔۔ جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔۔۔ ابان ہو تو ایک انجمن کیا پوری کائنات میری۔۔۔ ابان نہ ہو تو کائنات بھی بہت خالی، بہت ادھوری ہے میرے لیئے۔۔۔۔ میری خالی زندگی کو ابان کی ذات بھرے تو زندگی مکمل لیکن ابان بھر نہ سکیں تو زندگی کا خالی پن دور نہیں ہو سکتا۔۔۔۔" وہ جیسے وجد کی کیفیت میں بولتی چلی گئی۔

"پرانی باتیں کیوں لے بیٹھی ہو ایلیفیہ، تم نے تو خالی زندگی کو کچھ رنگ دینے کا فیصلہ کیا ہے اور میں تمہارے اس فیصلہ سے بہت خوش ہوں بیٹا۔۔۔" وہ بیٹی کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیئے روتے ہوئے بولیں۔

"میری زندگی کا خالی پن ارمش بھرے یا کوئی اور کیا فرق پڑے گا ماما۔۔۔؟" وہ ماں کے ہاتھ تھام کر بولتی انھیں عجب الجھن میں ڈال گئی کہ وہ اس کی بات بلکل بھی نہیں سمجھی تھیں۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔؟" میکانکی انداز میں لب ہلے۔

"مجھے محبوب کی کمی ہے، اس شخص کی کمی جو میرا عشق ہے لیکن مردوں کی کمی تو نہیں ہے ارمش کوئی آخری مرد تو نہیں ہے نا جس سے میں شادی کروں لاہور میں کوئی لڑکا دیکھ لیجیئے گا۔" انھوں نے ایک گہری سانس کھینچی کہ اس نے عام بات کو کیسے الجھا کر تمہید باندھی تھی۔

"ارمش کے حق میں میرا ووٹ اس لئیے تھا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے لیکن تمھاری بات بھی اپنی جگہ درست ہے۔ میں ارمش کی ماما سے کروں گی بات، تم ٹینشن نہ لو۔" انھوں نے بیٹی کا گال تھپتھپایا۔

"میں اپنی بیٹی کی شادی بہت دھوم دھام سے کروں گی۔۔۔" وہ بیٹی کا ماتھا چوم کر اسے دعائیں دینے لگیں۔ وہ آگے سے کچھ کہے بنا مسکرا دی۔ وہ مطمئن سی بیٹی کے کمرے سے نکل گئیں۔

"میرے دل سے ابان آج بھی نہیں نکلے پھر بھی میں نے شادی کا فیصلہ کر لیا ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی میری وجہ سے ابان یا ان کی فیملی کے لئیے پریشانیاں اکھٹی ہوں۔۔۔۔" وہ ماں کے کمرے سے جانے کے بعد تکیہ برابر کرتی لیٹ گئی اور شادی کا فیصلہ کیونکر لے لیا سوچنے لگی۔

"ابان کی بہن، ابرج کی بیوی ہے ابر میری محبت میں مکنون کے ساتھ کوئی ناانصافی کرے اس سے بہتر یہی ہے کہ میں ابرج کو ایسا کوئی موقع ہی نہ دوں۔" تکیہ آنسوؤں سے بھیگنے لگا اس کی تنہائی اس پر رو رہی تھی اور وہ خود کلامی میں مبتلا تھی۔

"ابان میرے دکھ کا سبب ہر گز نہیں ہیں۔۔۔ یہ دکھ میرے دل نے چنا ہے۔۔۔ یہ دکھ میری محبت کی دین ہے لیکن ابرج کو میں یہ سمجھا نہیں پا رہی۔" رات دھیرے دھیرے بھیگ رہی تھی اور نمی اس کے وجود میں اترنے لگی تھی۔

"اس سے قبل کے ابرج میرے دکھ کا سبب ابان کو ٹھہرائے اور وہ کچھ الٹا سیدھا سوچتا کچھ غلط کر بیٹھے۔۔۔۔ اس سے پہلے ہی میں زندگی میں اس شخص کا ہاتھ تھام لوں گی جو ابرج کی نظر میں میری خوشی کا سبب بنے گا۔۔۔" سسکی کمرے کی خاموش فضا میں بکھری۔ تنہائی نے سر اٹھایا۔ درد کا شکنجہ مضبوط تر ہو گیا۔

"ابان پر سے الزام ہٹانے کو مجھے میری ذات مٹی کرنے پڑی تو میں کر جاؤں گی لیکن اس شخص پر کوئی چھینٹ نہ آنے دوں گی۔ خود مٹ کر، فنا ہو کر ابان کی خوشیوں کا خراج دوں گی۔" کمرے میں اندھیرا بڑھ گیا تھا۔ اسے اپنا دل بھی تاریک ہوتا محسوس ہوا۔ دھیرے دھیرے خود کلامی کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔ کمرے کے ہولناک سناٹے میں جامد خاموشی تھی جسے وقتاً فوقتاً ایلیفیہ کی سسکیاں چیر رہی تھیں۔

میں وہ دنیا ہوں جہاں تیری کمی ہے سائیاں
میری آنکھوں میں جدائی کی نمی ہے سائیاں

میرے زخموں کی دوا تیرے سوا کوئی نہیں
میری تنہائی میری جاں پہ بنی ہے سائیاں

اپنے ٹوٹے ہوئے خوابوں کو سنبھالوں کیسے

خود کو دنیا کی نگاہوں سے چھپالوں کیسے

اپنے ہاتھوں سے دیا دل کا بجھالوں کیسے

میری تنہائی میری جاں پہ بنی ہے سائیاں

میری آنکھوں میں جدائی کی نمی ہے سائیاں

میری ہستی کو ہرا کر دے خزاں ہوں مولا

دے مجھے میرا پتہ کوئی ___ کہاں ہوں مولا

اک بجھے گھر کے چراغوں کا دھواں ہوں مولا

میری آواز میرے دل میں دبی ہے سائیاں

میری آنکھوں میں جدائی کی نمی ہے سائیاں

☆☆☆☆☆☆

"بیہ' آفس میں بہت اہم میٹنگ ہے آج تم مجھے کال نہیں کرنا اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو آنٹی اور احسن آجائیں گے ان سے کہہ دینا۔" وہ آفس جانے کے لیئے تیار ہوتے ہوئے مصروف سے انداز میں بولا۔

"آج تو آپ آف کر لیتے یا میٹنگ ہی کینسل کر دیتے۔" وہ نقاہت زدہ لہجے میں بولی۔ اس کی پریگنینسی کو ساتواں ماہ چل رہا تھا۔ درشہوار کی وفات کے بعد پرسے کے لیئے آنے والوں سے میل ملاقات' گھر کا افسردہ ماحول اور اب درمکنون کی شادی کی تیاری گو کہ درشہوار نے بیٹی کا جہیز تقریباً تیار کیا ہوا تھا لیکن شادی والے گھر میں ہزار کام ہوتے ہیں وہ بھی ان سب میں الجھی تھکن محسوس کر رہی تھی۔ درشہوار کے ہوتے اسے کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا کہ سب وہ ہی دیکھتی تھیں اور اب گھر کی واحد بہو ہونے کے ناطے سب اس کی ہی ذمہ داری تھی جسے وہ اچھے سے اٹھائے ہوئے تھی۔ گزشتہ مہینوں میں اس نے ابان کو بلکل تنگ نہیں کیا تھا بلکہ وہ اس کا سہارا بنی ہوئی تھی۔ عبرود نے اس کی ماں کو تگنی کا ناچ نچایا ہوا تھا وہ اس کے بھی کان بھرتی رہتی تھی لیکن وہ اب عبرود کی باتوں پر دھیان دینے کی بجائے اپنی ماں کی بات پر زیادہ عمل کرتی تھی۔

یا یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ عبرود کی پڑھائی پٹی پر جب بھی وہ گڑبڑ کرتی موڈ خراب کرتی تھی ابان اسے ہینڈل کر لیتا تھا کہ اس سے عبرود کی چالیں چھپی ہوئی نہ تھیں اسی لیئے بات بگڑنے سے پہلے ہی وہ سنبھال لیتا تھا۔

"شیڈیول میٹنگ کو کینسل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔۔۔ تم پریشان نہ ہو میں لنچ ٹائم میں گھر آجاؤں گا۔" اس نے بیوی کو خود سے لگا کر تسلی دی۔

"ابان' جاتے ہوئے مکنون سے مل کر جائیں رات سے بس روئے جا رہی ہے۔" وہ نم لہجے میں بولی۔ در مکنون کو تو دو روگ لگے تھے ماں کی دائمی جدائی کا روگ اور اپنے گھر کو ہمیشہ کے لئیے چھوڑنے کا روگ' چاہے وہ شادی ہو کر نئی دنیا بسانے جا رہی تھی لیکن گھر چھوڑنے کا درد ایسا تھا کہ اس کو اپنی روح کھنچتی محسوس ہو رہی تھی۔

"ابھی تو زرا جلدی میں ہوں واپس آ کر بات کروں گا۔۔۔ تم اپنی ماما سے کہنا وہ مکنون کی دلجوئی کریں اسے ایک ماں کی طرح سمجھائیں۔۔۔" وہ بریف کیس لئیے باہر نکل گیا۔ آفس پہنچے اسے دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ ارمش کی کال آنے لگی۔

"تم اپنی فلائیٹ کینسل کر دو۔" ارمش کی بات پر وہ حیران ہوا کہ اس کی آج دس بجے کی فلائیٹ تھی۔ اس نے وجہ نہیں پوچھی کہ جانتا تھا کہ ارمش از خود وجہ بتائے گا۔

"ایلیفیہ کی ماما کی فجر کے وقت اچانک ہی طبعیت خراب ہو گئی تھی اس لئیے فلائیٹ مس کر دی وہ لوگ کراچی نہیں آئے۔" ارمش کی بتائی تفصیل سن اس نے شکر کا سانس بھرا۔ آسیہ آغا کا بلڈ پریشر بہت ہائی تھا اس لئیے شارق آغا نے صبح کی سیٹیں کینسل کر کے شام چھ بجے کی سیٹ بک کر لی تھی۔

"آج کا دن اب گزرنے دو اور کل رات 12 بجے کے بعد کی سیٹ بک کر لو۔۔۔ کیونکہ ایلیفیہ کے پیرنٹس آج جمعہ کی شام کو کراچی پہنچیں گے اور ان کی واپسی ابرج اور اس کی فیملی (مکنون اور معصومہ سہروردی) کے ساتھ اتوار کی صبح گیارہ بجے ہو گی۔" وہ ابان کی خاموشی محسوس کرتا نیا شیڈیول بتا گیا۔ ابرج نے ایلیفیہ سے یہی وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی شرکت کے بنا بارات اور ولیمہ کا فنکشن ہونے دے گا اور ولیمہ کے بعد کی صبح وہ شارق آغا کے ساتھ مکنون کو لئیے لاہور پہنچ جائے گا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔" وہ مختصر سا جواب دے کر رابطہ منقطع کر گیا۔ اسے یہ خیال گزرا تھا کہ ارمش کو پل پل کی خبریں کون دے رہا ہے لیکن اس نے یہ سوال ارمش سے کیا نہیں۔

ارمش کو اپنا پروگرام کینسل ہونے پر شدید غصہ تھا لیکن اسے یہ بھی یقین تھا کہ اس کا پلان انجام تک ضرور پہنچے گا۔ اس نے عبرود کو فون کر کے نئے پلان سے آگاہ کیا اور رابطہ میں رہنے کیساتھ ساتھ آج ابرج سہروردی کی شادی پر چوکنا رہنے کی بھی ہدایت کر دی۔

"کیوں تم خود نہیں آ رہے کیا؟ ابان کی دیوانی منگیتر ہے تمھاری آنا بنتا تو ہے۔" عبرود کی شوخی اسے ایک آنکھ نہ بھائی۔

"آؤں گا اور رہی ابان کی دیوانی تو اس کا انتظام کر دیا ہے ابھی ابان ابان کرتی ہے بس کل کی رات گزر جائے پھر ابان سے نفرت کرتی۔۔۔"

"ارمش ارمش کرے گی۔۔۔" وہ ارمش کی بات اچک کر بولی۔ ارمش کا قہقہہ بلند ہوا۔

"کافی سمجھدار ہو گئی ہو۔" ارمش کی بات پر وہ ہنستی لائن ڈراپ کر گئی۔

"ایلیفیہ وہ وقت اب دور نہیں ہے جب میں تم سے اپنے ٹھکرائے جانے کی ذلت کا حساب برابر کروں گا۔" اس نے سیل فون پر ایلیفیہ کی تصویر اوپن کی اور اس کے حسین چہرے کو دیکھتے ہوئے خود کلامی کی۔

"تمہارا یہ بے داغ حسن جس پر تمہیں قدرے ناز بھی رہا تم نے میری محبت کی پذیرائی نہ کی تمہارا یہ چاند کو مات دیتا حسن چاند کے مشابہ داغی نہ کر دیا تو میرا بھی نام ارمش چوہدری نہیں۔۔۔ میں اپنی ذلت نہ بھولتا ہوں نہ بھولنے دیتا ہوں۔" وہ اس کے نقش نقش پر غلاظت بھری نگاہ ڈال رہا تھا۔ اس کی تصویر پر انگلیاں پھیرتا وہ کبھی ہونٹ چھو رہا تھا، کبھی آنکھیں، رخسار کا تل، پلکوں کی جنبش، سینے کا ابھار، کلائی کی نرمی وہ پوروں سے چن رہا تھا۔ وہ انسانیت کے درجے سے تو بہت پہلے ہی گر چکا تھا اور آج اخلاقیات اور کردار کو بھی اس نے وقتی لذت اور انتقام کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہوس کے شرارے تھے اور لبوں پر غرور و تکبر کے ترانے، اپنی انا کی سربلندی کے لیئے وہ اپنے مقام سے بہت نیچے آ گیا تھا۔ کسی کا غرور توڑنے کو فرعون وقت بن گیا تھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ فرعونیت کتنی ہی تقویت پا لے بالآخر انجام کو پہنچتی ہے۔ وہ شوخی سے گنگناتا بے حد مسرور تھا۔

کب تک رہو گے آخر یوں دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا تم کو ایک دن ضرور ہم سے

ہم چھین لیں گے تم سے یہ شان بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے

ہم چھوڑ دیں گے تم سے یوں بات چیت کرنا
تم پوچھتے پھرو گے اپنا قصور ہم سے

☆☆☆☆☆☆

تاروں کا چمکتا گہنا ہو
پھولوں کی مہکتی وادی ہو

اس گھر میں خوشحالی آئے

جس گھر میں تمہاری شادی ہو

درمکنون کی شادی کا دن اپنے جلو میں کئی ہنگامے اور کئی اداسیاں لیئے چلا آیا۔ ابان نے زیادہ لوگوں کو مدعو نہیں کیا تھا۔ چند ایک پڑوسیوں کے علاوہ اس کے دوست جمال کی فیملی تھی اور کشمالہ کے سسرالی تھے اس کے علاوہ اس نے اب آفس کے کسی ایمپلائی کو نہیں بلایا تھا کہ پہلی ٹھوکر ہی کافی تھی۔ معصومہ سہروردی نے بھی بہت سلیکٹڈ لوگوں کو مدعو کیا تھا۔ تقریب کا اہتمام بخاری ولاز کے لان میں کیا گیا تھا۔ بارات آچکی تھی۔ زبیدہ نعمانی اس کے ساتھ خود پالر گئی تھیں۔ کچھ دیر قبل ہی واپسی ہوئی تھی۔ درشہوار کی وفات کے بعد سے زبیدہ نعمانی نے بہت ساتھ دیا تھا وہ بہت اپنوں سے بڑھ کر اپنی ثابت ہوئی تھیں۔ کشمالہ کل رات کو چلی آئی تھی وہ اپنے گھر میں خوش تھی۔ ساجد ایک اچھا جیون ساتھی ثابت ہو رہا تھا۔ اسے خوش دیکھ کر ابان کا قلب اطمینان سے بھر گیا تھا۔ وہ اگر قربانی دینے جا رہا تھا تو وہ اپنی زندگی میں خوش تھی اور یہ بات اطمینان بخش تھی۔ کشمالہ نے آتے ہی ماں کے ساتھ مل کر کتنے ہی کام سنبھال لیئے تھے۔

بارات آنے کے دس منٹ بعد ابان نے عابیہ سے کہا تھا کہ وہ درمکنون کو اسٹیج پر لے آئے کہ نکاح تو ہو چکا تھا۔ فوٹو سیشن کے ساتھ چند ایک رسومات ہونی تھیں اور اس کے بعد رخصتی کا فریضہ انجام دینا تھا۔

وہ درشہوار کے کمرے میں آگئی کہ پالر سے آنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں جانے کی بجائے ماں کے کمرے میں چلی آئی تھی اور اسے بہت روتے دیکھ عابیہ مضطرب سی اسے خود سے لگا گئی تھی۔

"مکنون، پلیز مت رو۔۔۔ سارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔" وہ بھیگتے لہجے میں بولی۔

"ماما جان کو اس دن کا کتنا انتظار تھا۔۔۔ وہ مجھ سے اکثر کہتی تھیں کہ جب میری بیٹی کی شادی ہو گی تو۔۔۔" اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں۔

"مکنون، ماما جان کو تمھارے رونے سے تکلیف ہوتی تھی۔۔۔ آج تمھاری شادی کے دن ان کی روح بہت مسرور ہو گی تم رو رو کر انھیں تکلیف نہ دو۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"ماما جان، کیوں چلی گئیں۔۔۔" وہ عابیہ کا ہاتھ تھامے سسکی۔

"میں ہوں نا، بڑی بھابھی بھی تو ماں کے برابر ہوتی ہے تم آج اس گھر سے رخصت ہو کر جا رہی ہو میں ماما جان کی کمی تو پوری نہیں کر سکتی مکنون لیکن تم یہ مت سمجھو کہ ماں کی دعائیں تمھارے ساتھ نہیں ہیں کہ میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں جب تک میں اور تمھارے بھیا زندہ ہیں ہم ماں باپ کا ہر فرض ادا کریں گے تمھارا میکہ تمھارے بھیا کے دم سے ہمیشہ آباد رہے گا تمھارے بھیا تمھارے بابا کے برابر ہیں اور مجھ میں تم ایک بھابھی سے زیادہ ایک ماں کو پاؤ گی۔" وہ درمکنون کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی

۔جو محبت اور مان چند مہینوں میں درشہوار نے اسے دیا تھا اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ آج اپنی نند کی دلجوئی کرتی اس کا مان بڑھاتی اسے اپنے ہونے کا احساس بخش گئی تھی۔ابان آنسو رگڑتا کمرے میں داخل ہو گیا۔کشمالہ نے اس سے کہا تھا کہ درمکنون رو رہی ہے اور اسٹیج پر آنے کو تیار نہیں اس لیئے وہ خود آیا تھا اور عابیہ کی آواز سن کر رکا تھا اور اس کا دل اطمینان سے بھر گیا تھا۔اس کی ماما جان نے اس سے کہا تھا کہ عابیہ میں بچپنا ہے لیکن اس کی تربیت نیک ہاتھوں میں ہوئی ہے وہ عابیہ کو مان و عزت دے وقت پڑنے پر وہ دوگنا کر کے لٹائے گی اور عابیہ کو اپنی بہن کے لیئے بہت مخلص محسوس کر کے اسے ماں کی ہر بات سچ ہوتی محسوس ہوئی تھی۔اچھی بیوی اللہ کا انعام ہوتی ہے۔وہ رب کا شکر ادا کرتا ان کے درمیان آن ٹھہرا۔درمکنون بھائی کو دیکھتے ہی بیڈ سے اٹھی اور سینے سے لگتی بچوں کی طرح روتی چلی گئی۔

"رونا بند کر دو۔۔۔میری ماما جان کی دُر صرف ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہے۔"اس نے بہن کے آنسو پونچھتے ہوئے دلگرفتگی سے کہا۔

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں بیٹا' ہمیشہ خوش رہو' محبت اور ایثار سے سسرال والوں کا دل جیت کر شوہر کے دل پر ہمیشہ راج کرو۔"بہن کے چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے ابان نے نم لہجے میں دعائیں دیں۔وہ روتے سے مسکرائی تو ابان کو لگا جیسے جنت میں بیٹھے اس کے ماں باپ بھی مسکرائے ہیں۔اس نے شفقت سے بہن کی پیشانی چوم لی۔

خوشیوں کے محلوں میں بیٹھو
کوئی غم نا تمہارے پاس آئے

نا عمر کا پہرا ہو تم پے
میرے دل کی دعا یہ رنگ لائے
رب ہنستا ہوا رکھے تم کو
تم تو ہنسنے کی عادی ہو

اسٹیج پر کھڑے ابرج سہروردی نے نظر اٹھائی سامنے ہی دلکش منظر تھا۔لیکن جانے کس احساس نے اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر دیں۔ابان اور عابیہ اسے دائیں بائیں سے تھامے اسٹیج کی طرف بڑھ رہے تھے۔درمکنون کو اپنے بھائی کے ساتھ دیکھ اسے اپنا پہلو بہت ویران لگا۔اس کے ارد گرد بہت سے لوگ تھے لیکن اس کی جان سے عزیز دوست جسے کزن سے بڑھ کر بہن مانا تھا وہ کہیں نہ تھی اس کا دل اذیت سی محسوس کرنے لگا۔دماغ میں منفی سوچیں ابھرنے لگیں۔اس کا ذہن بھٹک رہا تھا' من کر رہا تھا کہ وہ ابان کو کہیں غائب کر دے اور ایلیفیہ کہیں سے آ جائے مگر اب ایسا کہاں ممکن تھا ایلیفیہ تو اپنی تنہائیوں کے ہمراہ وہاں لاہور

میں اکیلی ہی پڑی تھی۔

ابان سے ہوتی اس کی نظر درمکنون پر گئی۔ آنکھوں میں تراوٹ سی اترنے لگی۔ منفی سوچیں زائل ہونے لگیں۔

درمکنون رسٹ اور ریڈ کنٹراسٹ شرارہ سوٹ میں سولہ سنگھار کیئیے بے حد حسین، کسی ملک کی شہزادی لگ رہی تھی۔ ابرج کو اپنا دل دھڑکتا محسوس ہوا اور اپنی دھڑکن صاف سنائی دی تو لب مسکرانے لگے۔

یہ پھول تمہارے زیور ہیں

یہ چاند تمہارا آئینہ

تم جب ایسے شرماتی ہو

دلہے کا دھڑکتا ہے سینہ

ہر آئینہ تم کو دیکھے

تم تو ایسی شہزادی ہو

اس گھر میں خوشحالی آئے

جس گھر میں تمہاری شادی ہو

"اپنی بہن کو شہزادیوں سے بڑھ کر ناز و نعم میں رکھا ہے۔۔۔ یہ سمجھو کہ آج تمھیں اپنی جان سونپ رہا ہوں، اس کی آنکھ میں نمی نہ آنے دینا۔" اسٹیج پر ابرج کے سامنے رکتے ہوئے ابان نے بہن کا ہاتھ اسے سونپتے ہوئے بھیگے لہجے میں کہا۔ ابرج اسے دیکھنے لگا آج پہلی دفعہ اسے ابان بہت ٹوٹا ہوا سا لگا۔ اس کی آنکھوں میں بہن کی محبت اور پرواہ کے جو رنگ تھے وہ ابرج کو پھر منفی سوچنے پر ابھارنے لگے۔ وہ ابرج کی طرف سے کچھ سننے کا منتظر تھا لیکن وہ تو کسی گہری سوچ میں تھا۔ ابان نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ سنبھل کر مسکرا دیا۔ کچھ نہ بولنے میں ہی اس نے عافیت جانی اور ابان بہن کے سر پر ہاتھ رکھتا اسٹیج سے اتر گیا۔

رسومات کا آغاز ہوا۔ لڑکی والوں کی طرف سے ہر رسم عابیہ نے کی تھی۔ عابیہ آج معصومہ سہروردی کو حیران کر رہی تھی لیکن وہ لب پر قفل ڈالے اسے رسومات کے ساتھ ساتھ مہمانوں کی پرواہ کرتے بھی دیکھ رہی تھیں۔ جس لڑکی کی اداؤں کو دیکھ وہ اپنی بہو کو ٹائٹ رکھنے کا سوچ چکی تھیں آج اس کی ادائیں ایسی تھیں کہ وہ غش کھا رہی تھیں کہ درشہوار کی وفات کے بعد شادی کی ہر بات ابان اور عابیہ نے ہی کی تھی۔ عابیہ کا ذمہ دار روپ ان کے لیئے حیرت کا باعث تھا لیکن وہ اس سے اتنی متاثر ہوئی تھیں کہ اس کی تعریف کر گئی تھیں۔

"یہ سب میری ماما کی تربیت اور ماما جان کی محبت کی دین ہے۔" وہ معصومہ سہروردی کی بات پر دھیمے سے اپنی ہر اچھائی کا کریڈٹ اپنی ماں اور ساس کو دیتی مسکرائی۔ معصومہ سہروردی کچھ کہے بنا مسکرا کر اس کے کاندھے پر تھپکی دیتیں آگے بڑھ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆

"ایک ایک بندہ مجھے روک روک کر مجھ سے ایلیفیہ کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔" آسیہ آغا کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"لوگوں کی پرواہ نہ کریں انھیں تو بال کی کھال نکالنے کی عادت ہوتی ہے۔" وہ مامی کو خود سے لگا کر نرمی سے بولا۔

"پرواہ کر نہیں رہی لیکن لوگوں کے سوال مجھے تھکا رہے ہیں۔" وہ نم لہجے میں بولیں۔

"آپ، ابھی سے تھک جائیں گی تو ایلیفیہ کی تھکن کون سمیٹے گا؟" ابرج سہروردی نے ان کے آنسو پونچھے۔

"ایلیفیہ نے اپنی تھکن خود سمیٹنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" انھوں نے آج جلدی آنا تھا لیکن وہ لوگ ساڑھے سات بجے کراچی پہنچے تھے اس لیئے وہ ابرج سے کوئی بات نہیں کر پائی تھیں لیکن اب محفل کا خیال کرتے ہوئے وہ مدھم لہجے میں بیٹی کا فیصلہ سنا گئی تھیں کہ وقت کم تھا اس لیئے انھیں صائقہ بیگم سے بھی آج ہی بات کرنی تھی۔ ابرج کو ایلیفیہ کا فیصلہ سن کر خوشی ہونے کی بجائے جھٹکا سا لگا۔ اس نے لب بھینچ لیئے۔

"آپ کر لیں ارمش کی ماما سے بات۔۔۔" وہ دھیمے سے کہتا آگے بڑھ گیا۔

آسیہ آغا نے ارمش کی ماما سے بات کر کے کل جواب دینے کا کہہ دیا انھوں نے ارمش کے سامنے کہا تھا جو بھی کہا تھا۔ ارمش کو بھی جھٹکا لگا تھا وہ یہ ماننے کو ہی تیار نہ تھا کہ اتنی شدید محبت کرنے کے باوجود وہ فقط چار ماہ میں ابان کو فراموش کر کے اس کا ہاتھ تھامنے کو راضی ہو جائے اسے کچھ گڑبڑ لگ رہی تھی مگر کیا گڑبڑ تھی وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ ایلیفیہ کی کل وقتی ملازمہ کو پیسے کا لالچ دے کر اس کی صبح سے شام تک کی روٹین سے تو واقف ہو سکتا تھا لیکن ایلیفیہ کے ذہن میں کیا چل رہا ہے۔ دل میں کیا ہے۔ نہیں جان سکتا تھا۔

"اگر وہ سچ میں ابان کو بھولنے میں کامیاب ہو گئی ہے تو کل رات کے بعد وہ جو رہا سہا پیار ہے وہ بھی دل سے نکل جائے گا۔"

وہ گہری سوچ میں تھا اور آخری بات جو ذہن میں سرسرائی اسے سوچتا وہ مطمئن سا مسکرا دیا۔ اسے اپنے پلان کی کامیابی کا سو فیصد یقین تھا۔ وہ یہ بھول بیٹھا تھا کہ ایک ذات اوپر بھی ہے جو اس کے پلان کو کب خاک کر دے اور کامیابی کو ناکامی کی چادر عطا کر دے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس کی رسی دراز کی جا رہی ہے اور جب کھینچی جائے گی تو منہ چھپانے کو جگہ بھی نہ ملے گی۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں تھا جب رخصتی کا شور اٹھا۔ وہ سر جھٹک کر تمام کاروائی دیکھنے لگا۔

رخصت ہوتے وقت در مکنون بہت رو رہی تھی اور بہن کو روتے دیکھ ابان کے چہرے پر جو فکر اور آنکھوں میں جو تڑپ تھی وہ ارمش کو ہی نہیں ابرج کو بھی منفی سوچنے پر ابھار رہی تھی۔

"تم نے اگر کل میرا پلان خراب کیا تو میرے پاس دوسری چال بھی ہے تمھاری بہن کو تڑپا کر میں تمھارے تڑپنے کا نظارہ دیکھوں گا اگر بہن کو تڑپتے ہوئے نہیں دیکھنا تو میرا پلان کامیاب کرنے کے لیئے ہر حد سے گزر جانا۔" ارمش نے بہن کے سر پر قرآن کا سایہ کیئے نم آنکھوں والے سید ابان بخاری کو دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں مخاطب کیا۔

"میں در مکنون کو ڈھال بنا کر ایلیفیہ کی کھوئی خوشیاں حاصل کر سکتا ہوں۔۔۔ سودا تکلیف دہ تو ہو گا میرے لیئے بھی کہ میں نے مکنون سے محبت کی ہے لیکن جب ایک بار سودا طے ہو جائے گا تو خوشیاں میری ہی نہیں ایلیفیہ کی بھی غلامی کریں گی۔" اس نے ابرج کے سامنے ٹھہر کر در مکنون کو خوش رکھنے کی گویا التجا کی تھی اور بہن کی محبت میں ڈوبا وہ عاجزی کو چھوتا ابرج کے اندر کے منفی انسان کو جگا گیا۔ ابرج بظاہر مسکرایا لیکن اس کے ذہن و دل منفی تانے بانے بن رہا تھا۔ وہ سودا کرنے کا سوچ رہا تھا یہ بھولے بنا کہ غرض کے سودے طے پا بھی جائیں تو خسارا ہی مقدر ہوتا ہے۔

در مکنون بھائی کے کاندھے سے لگی بلک رہی تھی۔

"اللہ کی امان میں۔۔۔" اس نے سرخ آنکھوں کو چھلکنے سے بمشکل روکا ہوا تھا۔ اس نے بہن کا ماتھا چوم کر دعا دی۔ بلکتی ہوئی مکنون بابل کے آنگن سے بھائی اور بھابھی کی دعاؤں میں رخصت ہو گئی۔ ابان کا روم روم بہن کی خوشیوں کے لیئے محو دعا تھا۔ دعا قبول ہونی تھی کہ رد یہ تو اوپر بیٹھا سب کی زندگیوں کا مالک تقدیروں کا خالق ہی جانتا تھا۔۔۔!

میری جان چلی دشمن کے گھر____رب خیر کرے
میری جان چلی انجانی ڈگر____رب خیر کرے

دنیا کی لگے نا بری نظر____رب خیر کرے
خوشیوں سے بھرا ہو تیرا سفر____رب خیر کرے

تیرے سر پہ رہے اللہ کی مہر____رب خیر کرے
رب خیر کرے

☆☆☆☆☆☆

"تم نے یہ اچانک شادی کا فیصلہ کیونکر لے لیا ہے؟" ایلیفیہ کچھ دیر پہلے ہی عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر ملازمہ کو کچن سمیٹنے کی ہدایت کرتی کمرے میں آئی تو اس کا سیل فون بج رہا تھا اس نے چیک کیا تو ابرج کی رات کے ساڑھے گیارہ بجے آتی کال اسے متحیر کر گئی کہ وہ اس وقت آج کم از کم اس کی کال ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھی۔ اس کے کال یس کرتے ہی ابرج نے غصہ سے پوچھا اور اس

کی حیرت دوچند ہو گئی۔

"تم نے اس وقت اس فضول سوال کے لیئے کال کی ہے؟" وہ چڑ کر بولی۔

"مجھے شرافت سے بتاؤ شادی کے لیئے کیسے راضی ہو گئی ہو۔" وہ چلایا۔

"ہم بعد میں کریں گے بات مکنون تمھارا انتظار کر رہی ہو گی فی الحال تم اپنی نئی نویلی دلہن کا خیال کرو۔" وہ دھیمے سے بولی۔

"تمھیں مکنون کا بہت خیال ہے۔" وہ لفظوں کو چبا چبا کر بولا۔

"کیا تمھاری بیوی کی مجھے پرواہ نہیں ہونی چاہیئے؟" وہ اس کے طنز کو نظر انداز کر کے پوچھ گئی۔

"تمھیں پرواہ میری بیوی کی نہیں ابان کی بہن کی ہو رہی ہے۔" وہ مدھم نہیں پڑا اس کا لہجہ زہر خند تھا۔

"ابرج کیا بچوں سا بیہیو کر رہے ہو' باتوں کے لیئے تو عمر پڑی ہے ہم کل ڈسکس کریں گے۔ ابھی تم اپنی زندگی کا سب سے گولڈن پیریڈ انجوائے کرو میری خاطر کیوں برباد کر رہے ہو اپنا قیمتی وقت۔۔۔" وہ اس کے لہجے سے ہی اس کے غصہ کی نوعیت بھانپتے ہوئے بات کو ٹال گئی۔

"تم اس ابان کے لیئے اپنی زندگی برباد کرو تو ٹھیک۔۔۔ میں تمھارے لیئے وقت برباد کروں تو بھی غلط۔۔" وہ کچھ یوں بولا کہ اگر ایلیفیہ سامنے ہوتی تو آج اس کے ہاتھوں شہید ہو جاتی۔

"نہیں کر رہی برباد زندگی۔۔۔ کر تو رہی ہوں شادی اور کیا کروں جو تمھیں لگے کہ میں ابان کے لیئے خود کو برباد نہیں کر رہی۔۔۔۔" وہ بھی چیخی۔

"شادی نہ کرنے کا فیصلہ ابان کی محبت میں تھا اور شادی کرنے کا فیصلہ بھی تم نے اس کی خوشیوں کے لیئے کیا ہے اور کہتی ہو خود کو نہیں کر رہیں برباد۔۔۔ اور کیسے کیا جاتا ہے برباد یہ تم مجھے بتا دو۔۔۔" وہ پھنکارا اور وہ دھک سے رہ گئی کہ وہ کیسے اس کے بن کہے بھی سب جان گیا تھا۔

"میں نے شادی کا فیصلہ اپنی مرضی سے اپنی خوشیوں کے لیئے کیا ہے۔۔۔ تم میری ہر بات' ہر فیصلہ کو ابان سے نتھی نہ کرو۔" وہ بری طرح گڑبڑا کر رہ گئی تھی۔ اس نے لہجہ کو بہت قابو کر کے کہا تھا لیکن اس کے لہجے کی لڑکھڑاہٹ ابرج نے صاف محسوس کی تھی۔

"تم کب سے اپنی خوشیوں کی بابت سوچنے لگیں؟" وہ طنز سے استفسار کر گیا۔

"میں فون رکھ رہی ہوں۔۔۔ تمھیں جو بھی بکواس کرنی ہے صبح کرنا۔۔۔ میں سو رہی ہوں۔" وہ کوئی جواب دیئے بنا دھیمے سے بولتی لائن ڈراپ کر گئی۔ ابرج نے موبائل گھورتے ہوئے دوبارہ کال ملائی اور جب یہ یقین ہو گیا کہ وہ کال ریسیو نہیں کرے گی تو اس نے ایک میسیج سینڈ کیا اور ٹیرس کی وال سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا کہ اسے یقین تھا کہ وہ میسیج ضرور پڑھے گی اور جیسے

ہی پڑھے گی تڑپ کر خود کال بیک کرے گی۔ اس کا یقین پانچ منٹ بعد ہی جیت گیا۔ ایلیفیہ مسلسل کال کر رہی تھی اور اب وہ کال یس نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت اس کا ذہن جس طرح منفیت کا شکار تھا اسے یہ بھی فکر نہ تھی کہ معصومہ سہروردی یا گھر کے کسی ملازم نے نے اسے ٹیرس پر دیکھا تو کیا ہو گا۔۔۔ اسے یہ بھی احساس نہ تھا کہ اس کی محبت اس کی بیوی عجلہ عروسی میں اس کی منتظر ہے۔ ایلیفیہ کے میسیج آنے لگے اس نے کال بیک کر دی۔

"ابر' تم تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔" وہ کال یس ہوتے ہی گڑ گڑائی۔

"مجھے جو کرنا ہے وہی کروں گا۔" وہ سکون سے بولا۔

"تم میری قسمت و بد بختی کا بدلہ مکنون سے کیوں لو گے؟" اس کا لہجہ کانپ رہا تھا۔

"تم مجھے بتادو کہ تمھارے ذہن میں کیا چل رہا ہے پھر شاید نہ لوں بدلہ۔۔۔" اس کے سکون میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ ایک ہی سانس میں کہتی چلی گئی۔

"ابان' کو میں آج بھی نہیں بھلا پائی۔۔۔ مگر میں ارمش سے شادی کے لیئے تیار ہوں میں نہیں چاہتی تم ابان کو میری بربادی کا ذمہ درار ٹھراؤ۔۔۔ انھیں تکلیف دو یا مکنون کے ساتھ کچھ غلط کرو۔۔۔" وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بول رہی تھی۔ وہ لب بھینچے اسے سن رہا تھا۔

"میری محبت بہت پاکیزہ' ہر غرض سے پاک ہے۔۔۔ تم مکنون کو میری خوشیوں کا سوچ کر مشق ستم نہ بناؤ۔۔۔ میری محبت کو دوسرے کے گلے کا طوق نہ بناؤ۔۔۔ تمھیں میری قسم ابر۔۔۔ تم مکنون کو ہرٹ مت کرنا۔۔۔ اسے آئندہ طلاق دینے کی بات نہ کرنا ورنہ اس سے پہلے میں مر جاؤں گی۔۔۔" اس کی ہچکیاں ہر لمحے کے ساتھ بڑھ رہی تھیں۔ ابرج ضبط کیئے کھڑا تھا۔ ایلیفیہ کے کال ریسیو نہ کرنے پر اس نے جو ٹیکسٹ کیا تھا اس میں صاف لکھا تھا کہ وہ مکنون کو طلاق دے دے گا اور وہ بے چین ہوتی اسے کال ملا گئی تھی۔

"تمھیں جتنی شدید محبت اس شخص سے ہے اتنی ہی محبت مجھے تم سے ہے ایلیفیہ' میں تمھیں یوں سسک سسک کر جینے کے لیئے نہیں چھوڑوں گا۔ تمھاری محبت میں اگر مجھے اپنی محبت کی قربانی دینی پڑی تو میں دوں گا۔ میں مکنون کو چھوڑ دوں گا۔۔۔" وہ بول تو گیا مگر اسے لگا جیسے کسی نے اس کی جان مٹھی میں لے کر مسل ڈالی ہے۔

"تم مکنون کو چھوڑو گے تو کیا ابان میرے ہو جائیں گے؟" وہ سوال کر گئی اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

"میں تدبیر سے تمھاری تقدیر بدل دوں گا۔۔۔" وہ گھرے سکون سے بولا۔

"تم مکنون کو طلاق دے دو گے تو بھی ابان میرے نہیں ہو سکتے' ابان کو مجھ سے قسمت نے چھینا ہے۔۔۔ تم اپنی زندگی مشکل بنا کر' اپنی محبت کو رسوا کر کے بھی میری محبت مجھے نہیں دلا سکتے۔۔۔" وہ اسے سمجھانا چاہتی تھی مگر آج اس نے قائل نہ

ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"میں ابان کو اب تک تم سے شادی کا کہہ تک نہیں پایا لیکن اب میں مکنون کے ذریعے اسے مجبور کروں گا وہ خود تم سے شادی کرے گا۔" وہ نہایت کمظرف مرد ثابت ہو رہا تھا۔ ایلیفیہ کو وہ دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنا الو سیدھا کرنے والا ایک خود غرض شخص لگا۔

"ابر' مجھے ابان کی نظروں سے کبھی مت گرانا ابھی ان کی آنکھوں میں میرے لیئے محبت نہیں ہے مگر مکنون کے ساتھ کچھ غلط کر بیٹھے تو وہ مجھ سے نفرت کریں گے اور میں ابان کی آنکھوں میں اپنے لیئے نفرت دیکھ مر جاؤں گی۔۔۔۔ مجھے ابان اور مکنون کا مجرم نہ بناؤ۔۔۔۔۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ کر اپنی زندگی جیو' مکنون کے ساتھ ناانصافی نہ کرو۔۔۔۔ میری زندگی کے اندھیروں سے اپنے ہاتھ کالے نہ کرو۔۔۔۔" وہ روتے ہوئے کہتی لائن ڈراپ کر گئی۔ وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ دل تو تھا کہ وہ اڑ کر اپنے کمرے میں جائے لیکن دماغ میں فتنہ در آیا تھا وقت گزرتا چلا گیا۔

درمکنون اس کی سیج سجائے اس کے انتظار میں رات کاٹ گئی تھی۔ آنکھوں میں بے بسی و ذلت کے احساس نے آنسو منجمد کر دیئے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ نکاح کے بعد سے جو شخص الفت کے مظاہرے کر رہا تھا وہ اتنی اہم رات کیسے منظر سے غائب ہو گیا تھا۔ ایک عورت کی اس سے زیادہ کیا توہین ہو سکتی ہے کہ اس کا شوہر اسے پہلی رات ٹھکرا دے۔

قطرہ قطرہ رات بھیگ رہی تھی درمکنون کی آنکھوں سے قطرہ قطرہ لہو رسنے لگا۔ وہ سسکتے ہوئے زیورات نوچ نوچ کر پھینکنے لگی۔

"آئی ہیٹ یو ابرج۔۔۔" وہ زرتار آنچل دور اچھالتی ہچکیوں سے رو دی۔

لاگی رے توسے لاگی ______ نجر سیاں لاگی
کاسے کہوں برہا کی بتیاں ____ سی بن ناگن کالی کالی رتیاں
سونی سجریا پہ جاگی __________ نجر سیاں لاگی
لاگی رے توسے لاگی _____ نجر سیاں لاگی

"آئی لو یو مکنون۔۔۔۔" اس نے کسی ہارے ہوئے جواری کی مانند زمین پر گرتے ہوئے تڑپتے دل سے کہا اور آنکھیں رگڑیں جو لہو چھلکا رہی تھیں۔ جس لڑکی کو بہت چاہا تھا آج اسے ان چاہا احساس سونپ کر اس کی روح میں شگاف پڑ گئے تھے لیکن وہ دل دیا اپنے ہاتھ سے بجھا کر وصل کی رات کو ہجر کی لوریاں سنا رہا تھا۔ تڑپا کر تڑپنے کا مزہ لوٹ رہا تھا۔

بجھ گیا تھا کیوں دیا___؟

زیادہ ہی بچایا تھا

ملن کی رات میں نے جاگ کر

اس لیئے 'وہ بجھ گیا۔۔۔وہ بجھ گیا

"آئی ہیٹ یو۔۔۔۔۔۔" وہ روتی جا رہی تھی اور ایک ہی جملہ شدتوں سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے آرائش کے لیئے ٹمٹماتے دیئے پھونکیں مار مار کے بجھا ڈالے تھے۔ یہ کرتے اس کی سانس پھول گئی تھی۔۔۔ ہچکیاں بندھ گئی تھیں مگر وہ عالم وحشت میں سارے دیئے ایک ایک کر کے بجھا گئی تھی۔ ہر بجھتا دیا اس کی روح کو اندھیرے دیتا گیا مگر وہ رکی نہیں وہ سارے دیئے بجھا کر سیج پر لٹکیں تازہ گلابوں کی لڑیاں بے دردی سے کھینچنے لگی' پھول پتی پتی ہو کر بکھر گئے۔ اس کی ذات اور مان کی طرح۔۔۔ اس نے بیڈ شیٹ دور اچھال دی پھول اپنی ناقدری پر سسک اٹھے مگر وہ انھیں پیروں تلے مسلتی کمرے کی آرائش تہس نہس کرتی جا رہی تھی۔

مرجھا گیا پھول کیوں___؟

پیار کی بے چینیوں میں

اس کو سینے میں دبا رکھا تھا میں نے

اس لیئے مرجھا گیا۔۔۔ مرجھا گیا

"آئی ہیٹ یو ابرج۔۔۔" کمرے کا حلیہ بگاڑتی وہ گھٹنوں کے بل کارپٹ پر گری اور بلک اٹھی۔

ٹیرس کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ابرج کو اپنے دل پر نمی سی محسوس ہوئی' وہ دیوانوں کی طرح نظریں ادھر ادھر گھماتا بے چینی کے عالم میں اپنے کمرے کی طرف دوڑا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔۔۔!

پرواہ کا ساون گزر گیا تھا۔۔۔۔۔

پیار کی ندی سوکھ گئی تھی۔۔۔

پھول سی لڑکی ہجر کی آہٹ پا کر ہی بجھ گئی تھی' انتظار کرتے سوکھ گئی تھی۔۔۔ اب تو محض غرض کی راکھ اڑ رہی تھی۔

کس لیئے سوکھی ندی___؟

باندھ باندھا تھا ضرورت کے لیئے اُس پر
ہمیشہ کے لیئے رکھ لوں ____ اس لیئے سوکھی ندی

وہ لرزتے قدم بمشکل گھسیٹ کر کارپٹ پر بیٹھی درمکنون تک پہنچا۔

"مکنون۔۔۔" اسے دل نے پکارا مگر لب خاموش رہے۔

مکنون نے نظر اٹھائی' دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔

مکنون اسے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

ابرج کے دل پر کاری ضرب لگی۔

اس نے درمکنون کو حالت سکتہ میں پاکر اس کی کلائی پر گرفت قائم کی۔

وہ بت کسی ساز کے تار کی مانند چیخ اٹھا۔ اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔" اس کے لہجے میں روح کے چٹخنے کی سی آواز تھی۔

تار چٹخا ساز کا کیوں ____؟
اس کی حد سے زیادہ
کینچھ گیا تھا سُر لگانے میں
اس لیئے تار چٹخا ____ اس لیئے' اس لیئے

کسی کا ضرورت سے زیادہ خیال کرتا وہ کسی کے ساتھ ناانصافی کا مرتکب ہو گیا تھا۔ اس نے زندگی کے تال میل بگاڑ دیئے تھے۔ درمکنون واش روم میں بندھ ہو گئی۔ وہ لہو رنگ آنکھوں سے کمرے کی بگڑی حالت دیکھ رہا تھا۔ اس کی زندگی اس سے بھی زیادہ بگڑ چکی تھی اس نے مکا سا بنا کر زمین پر مارا۔

زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبان ہجراں دراز چوں زلف وروز وصلت چوں عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم بہ برد تسکیں

کسے پڑی ہے جو جاسناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں

چوں شمع سوزاں چوں ذرہ حیراں زمہر آں مہ بگشتم آخر

نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں نہ آپ آوے نہ بھیجے پتیاں

بحق آں مہ کہ روز محشر بداد مارا فریب خسرو

سپیت من کے دورائے راکھوں جو جائے پاؤں پیا کی کھتیاں

☆☆☆☆☆☆

"مکنون، بہت چپ چپ لگ رہی ہو۔" عابیہ کی بات پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اسے اپنے لیئے پریشان لگی۔ مکنون کا دل کیا اپنی واحد دوست و غمگسار سے اپنے دل کی ہر بات کہہ دے لیکن اپنا وقار بھی تو بلند رکھنا تھا۔ وہ دھیمے سے مسکرا دی۔

"چپ رہنا تو اچھا ہی ہوتا ہے بس یہ تم نہیں مانو گی باتونی خالہ جو ہو۔" وہ کرب کو سینے میں دبائے ہنسی۔ وہ عابیہ کو یہ کیسے بتا سکتی تھی کہ اس کے شوہر نے کاغذ کے پنوں پر تو قبول کر لیا تھا لیکن اسے اس کا حق نہیں دیا تھا۔ وہ اسے رخصت کر کے گھر لے گیا تھا اور کمرے میں اضافی شے کی مانند رکھ کر بھول گیا تھا۔ وہ یہ سب کہہ دیتی لیکن یہ سب کہنے میں اس کی توہین تھی اور وہ اپنی زلالت کی داستان اپنے منہ سے کسی اور کو تو کیا اپنی دوست سے بھی نہیں کہہ سکتی تھی کہ کچھ درد بانٹنے کے لیئے نہیں صرف سہنے کے لیئے ہوتے ہیں۔

"توبہ ہے اب میں اتنا بھی کوئی نہیں بولتی۔۔۔" وہ چڑی اور مکنون درد کے عیاں ہونے سے ہراساں ہنستی چلی گئی۔

"پاگل نے بھی بھلا کبھی مانا ہے کہ وہ پاگل ہے۔۔۔" وہ شرارت پر آمادہ تھی اور اس کے مطمئن چہرے کو دیکھ عابیہ مطمئن ہو گئی۔

"بکواس نہ کرو اور یہ بتاؤ منہ دکھائی میں کیا ملا ہے۔" وہ مکنون کے بازو پر چٹکی کاٹتے ہوئے شریر ہوئی گویا اس کے زخم ادھیڑ ڈالے۔ لمحہ بھر کو کمرے میں خاموشی کی لہر دوڑی۔ اس کی آنکھوں میں رات کی ناقدری مرچیں سی بھر گئی۔ صبح کا منظر تازہ ہو گیا۔ وہ جس وقت فجر کی نماز سے فارغ ہوئی تھی ابرج سہروردی نے اسے پہلی بار مخاطب کیا تھا۔

"رات کے لیئے میں۔۔۔" وہ شاید معافی مانگنا چاہتا تھا۔

"جانے دیجئیے۔۔۔ جو وقت آ نہیں سکتا اس کے ملال میں گھرنا کیا معنی رکھتا ہے۔۔۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ابرج نے لب بھینچ لیئے۔

"میں بس یہ کہہ رہا تھا کہ رات جو ہوا اس کا کسی سے زکر نہیں کرنا۔" وہ سوری کا ارادہ رکھتا بھی تھا تو وہ در مکنون کی بے رخی کے باعث ملتوی کر گیا۔ اور گہری سنجیدگی سے کہا وہ اس بے مہر شخص کو دیکھنے لگی جس نے محبت محبت کے راگ الاپ کر محبت کا ساز

ہی توڑ ڈالا تھا اور انداز میں ریکوئسٹ کی جگہ حکم کی لے تھی۔

"کیا اپنی بے عزتی کی داستان کسی کو سنانا آسان ہوتا ہے؟ میں زکر کروں گی یا نہیں یہ بعد پر اٹھار کھیئے زرا یہ بتایئے کہ کوئی آپ کے منہ پر طمانچہ دے مارے تو آپ کس کس کو جا کر بتائیں گے؟" وہ لب چباتے ہوئے بولتی اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بات مکمل کر گئی۔ ابرج کے پاس سوائے خون کے گھونٹ پینے کے کوئی چارہ نہ رہا۔

"یہ تمھاری منہ دکھائی ہے۔" وہ جب مصلہ رکھ کر بیڈ تک آئی تو وہ کافی دیر کی خاموشی کے بعد اس کی طرف ایک جیولری بوکس بڑھاتے ہوئے بولا۔

"جب منہ ہی دیکھنے لائق نہیں لگا آپ کو تو منہ دکھائی کی کیا ضرورت ہے۔" وہ کرب سے سوچتی جیولری بوکس تھام گئی۔

"کیا بات ہے ایک ہی رات میں سیاں جی نے جادو کر ڈالا ہے بنو بار بار خیالوں میں ڈوبی جا رہی ہے۔" وہ عابیہ کی آواز پر حال میں لوٹی۔ فہمائشی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسے منہ دکھائی میں ملنے والے سیٹ کی تفصیل بتانے لگی۔ تصویر عابیہ کو دکھاتے ہوئے دل سے آہ نکلی کہ منہ دکھائی کی جگہ اسے ٹھکرائے جانے کا تحفہ ملا ہے۔

"واؤ اٹس سو بیوٹی فل۔۔۔" عابیہ ڈائمنڈ سیٹ کو دیکھ کر بولی۔ رسم وروایات کی پاسداری کو ابان' نوراں بوا کے ساتھ ناشتہ لے گیا تھا۔ مکنون کو اندازہ تھا کہ عابیہ اس سے سب سے پہلے منہ دکھائی کے تحفہ کا پوچھے گی اس لیئے اس نے تصویر بنا لی تھی۔

"**تھینکس**۔۔۔" بدقت تمام مسکرائی۔ عابیہ اسے آرام کرنے کا کہتی اس کے کمرے سے نکل گئی۔ لنچ ٹائم میں ابرج سہروردی اسے لینے آ گیا تھا۔ ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ولیمہ کی شام سب کے لیئے کافی خوشگوار ثابت ہوئی تھی مگر جن کے دم سے یہ رونق تھی وہ دونوں اپنے اپنے دل کے ویرانوں میں ٹکریں مار رہے تھے۔

کیسے جیئے جاتے ہیں لوگ
اپنے دل کے ویرانوں میں
دل ہے دائرہ کیسے نکلے انسان
اپنا کون ہے
کس سے پوچھے انسان
یہ کیوں ہوا______؟

ہر دیکھنے والی آنکھ نے کہا تھا کہ وہ آج بارات سے زیادہ حسین لگ رہی ہے۔ کسی نے اس کے حسن کو میاں کی قربت پر معمور کیا تھا تو کوئی یہ بول رہا تھا کہ آج سہاگنوں والا روپ چڑھا ہے۔ وہ لوگوں کی باتوں' اندازوں کو مفروضہ کہہ تو سکتی تھی مگر اتنی

ہمت نہ تھی اس لئیے مسکرا مسکرا کر تعریفیں وصول رہی تھی۔ یہ تک نہ کہہ پائی تھی کہ ان کا رشتہ تو کاغذ کے پنوں پر سیاہی سے درج ہے اس کے شوہر نے وہ نظر ڈالی ہی نہیں جو اسے کلی سے پھول بنا دیتی اس نے سہاگن کا لیبل تو سجالیا تھا مگر سہاگ کی خوشبو کیا ہوتی ہے یہ وہ حرماں نصیب کہاں جانتی تھی۔ اسے لگا تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے گا' سینے میں ہی دم توڑ جائے گا۔ مگر ایک رات نے کیسا جادو کیا تھا کہ وہ اداکاری کے فن میں آپو آپ ماہر ہو گئی تھی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

قہقہے تو ابرج سہر وردی بھی لگا رہا تھا اپنی بے بسی پر' اپنے انتقام کی راہ پر' وہ کس قدر کمظرف اور گرا ہوا شخص ثابت ہو گیا تھا وہ یہ خود سے جھٹلا بھی دیتا تو درمکنون کی آنکھوں میں صاف پڑ سکتا تھا۔ وہ لڑکی جو نکاح کے بعد سے چوری چوری اسے تکا کرتی تھی اس پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کر رہی تھی۔ زندگی جانے کس طور گزرنی تھی۔۔۔۔۔!

گزر گئی جو چمن پر وہ کوئی کیا جانے

جھڑے ہوئے ہیں بہار و خزاں کے افسانے

جہاں پہ چاک گریباں بھی چاک دل بن جائے

گزر رہے ہیں اب ان منزلوں سے دیوانے

مرے لبوں کا تبسم تو سب نے دیکھ لیا

جو دل پہ بیت رہی ہے وہ کوئی کیا جانے

ترے حضور جنہیں کہہ سکی نہ گویائی

مرے سکوت نے دہرا دئیے وہ افسانے

نگاہ عشق میں دیر و حرم کی قید نہیں

کہیں بھی شمع جلے اڑ چلیں گے پروانے

تمام وسعت کونین کو ڈبو دیں گے

چھلک گئے جو کہیں اس نظر کے پیمانے

نہ اشتیاق نظارہ نہ اعتبار جمال

ٹھہر گئی ہے کہاں زندگی خدا جانے

نہ شمع بزم پہ کچھ آنچ آئے گی اقبال

خود اپنی آگ میں جلتے رہیں گے پروانے

☆☆☆☆☆☆☆

"کل صبح تو ہم لاہور جارہے ہیں میں چاہتی ہوں کراچی آنے کی بجائے تم وہیں سے ہنی مون پر نکل جاؤ۔" کچھ دیر قبل ہی وہ لوگ ولیمہ کی تقریب نمٹا کر گھر پہنچے تھے اور انھوں نے بیٹے کو کمرے میں طلب کرلیا تھا۔

"ماما' ہنی مون ٹرپ نہیں رکھ سکتا۔ میرے جانے کے بعد آفس کون دیکھے گا۔" اس نے صاف انکار کردیا۔

"تم مکنون سے ڈسکس کر کے جہاں جانا ہے پلان کرلو۔۔۔ رہا آفس تو وہ میں دیکھ لوں گی تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔" وہ اس کے انکار کا جواز ہی ختم کر گئیں۔ بیوی سے تعلقات اس نہج پر پہنچے ہی کب تھے کہ وہ ہنی مون کے چونچلوں میں پڑتا اس نے آنا کانی سے کام لینا چاہا لیکن معصومہ سہروردی جس بات کا فیصلہ کرلیں اس کے بعد بحث کی گنجائش کہاں ہوتی تھی وہ لامحالہ چپ کر گیا۔

"ٹھیک ہے ماما میں کل ہی جانے کا پلان کرتا ہوں۔" وہ دھیمے سے بولتا۔ معصومہ سہروردی کو چونکا گیا۔

"کہاں تو جا نہیں رہے تھے اور کہاں کل ہی چل پڑنے کو بے قرار ہوگئے ہو بھول گئے کل ہم سب لاہور جارہے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولیں۔

"میں اور مکنون لاہور نہیں جارہے۔" وہ ماں کی شرارت پر سرخ پڑتا دھیمے سے بولا۔

"ایک دم سارا پلان تبدیل کرنے کی کوئی خاص وجہ؟۔" معصومہ سہروردی بیٹے کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

"جب ایلیفیہ کے لیئے میں یا میری خوشی معنی نہیں رکھتی تو مجھے بھی اس کے لیئے تردد کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

"ابرج' اگر وہ غلطی پر بھی ہے تو کیا اب تم اسے سزا دو گے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ تکلیف میں ہے۔۔۔ اس کی تکلیفوں کو بڑھاؤ گے۔" وہ دلگرفتگی سے بولیں۔

"میں کون ہوتا ہوں سزا دینے والا اس کی اپنی زندگی ہے جیسے چاہے برباد کرے۔" وہ تلخ ہوا، وہ دہل کر بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

"اللہ نہ کرے کہ وہ برباد ہو کیا اول فول بکے جارہے ہو۔" بیٹے کو ڈپٹا۔ ابرج نے ماں سے کچھ نہیں چھپایا۔

"ابان کے لیئے وہ اپنی زندگی برباد کررہی ہے۔۔۔" اس کے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔

"کسی بھی وجہ سے سہی وہ شادی کے لیئے مان گئی ہے یہی کافی ہے۔" آسیہ آغا کی آواز پر وہ دونوں چونکے۔ وہ جو یہ بتانے کے لیئے نند کے کمرے میں آئی تھیں کہ ارمش کی ماما بیٹے کی خوشی کے لیئے لاہور شفٹ ہونے کے لیئے راضی ہیں وہ ان ماں بیٹے کی گفتگو سن کر بول پڑیں۔

"یہ کافی نہیں ہے مامی' اس طرح وہ زندگی میں کبھی خوش نہیں رہ پائے گی ارمش ہے تو مرد ہی کب تک یہ برداشت کرے

گا کہ اس کی بیوی کسی کو چاہتی ہے اسے سوچتی ہے۔" وہ تلخ پہلو سامنے رکھ گیا۔

"آگے جو ہو گا وہ بعد میں دیکھا جائے گا ابھی تو میں شادی ہو جانے کے خیال سے ہی خوش ہوں اور امید ہے کہ ارمش اس کا دل اپنی محبت سے جیت لے گا۔" آسیہ آغا نے کہتے ہوئے تفصیل بھی بتادی۔

"یہ تو بہت اچھی خبر سنائی ہے آپ نے بھابھی۔۔۔" معصومہ سہروردی خوشی سے بولیں۔ آسیہ آغا بھی مسکرادیں۔

"صائقہ بیگم کہہ رہی تھیں کہ اگلے مہینے کی 11 تاریخ رکھ لیں ارمش جہاں جاب کرتا ہے لاہور میں بھی اس کی ایک برانچ ہے وہ وہاں ٹرانسفر کروالے گا۔ رہائش کا مسئلہ بھی نہیں ہو گا کہ یہاں کراچی میں اسے آفس کی طرف سے گھر دیا جارہا تھا یہاں تو اس نے منع کر دیا تھا لاہور میں اس سہولت سے فائدہ اٹھائے گا اور شفٹنگ کے تمام انتظامات از خود سنبھال لے گا۔" انھوں نے تمام تر تفصیل ان دونوں کے سامنے رکھی۔

"ارمش اور اس کی ماما نے اتنی بڑی بات مان لی ہے آگے بھی ان پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔" معصومہ سہروردی تفصیل سن کر مطمئن سی بولیں۔

"میں کل سوئزرلینڈ جارہا ہوں اور میری واپسی ایلیفیہ کی شادی کے بعد ہو گی۔" اس نے آسیہ آغا کے منہ سے تمام تفصیل سن کر بھی کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا اور ماں کے خوشی کے اظہار کرنے پر مدھم لہجے میں بولتا ان دونوں کو ہی متحیر کر گیا۔

"ابرج' یہ کیسا فیصلہ ہے؟" معصومہ سہروردی نے بیٹے کو ناگواری سے دیکھا۔

"جیسا بھی فیصلہ ہے یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔۔ میں نے ہمیشہ آپ کے ہر فیصلہ کا احترام کیا ہے امید کروں گا کہ آپ میرے اس فیصلہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی تسلیم کرلیں گی۔۔۔" اس نے بہت دھیمے قدرے عاجزی بھرے انداز میں گویا منت کی تھی ۔ معصومہ سہروردی کے پاس کچھ کہنے کو جیسے رہا ہی نہیں۔

"تمھیں نہیں لگتا کہ تم غلط کر رہے ہو۔" آسیہ آغا اس کی راہ میں آگئیں۔

"غلط' صحیح میں کچھ نہیں جانتا میں نے جو فیصلہ لیا ہے میں بدلوں گا نہیں۔۔۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

"ٹھیک ہے میں حق بھی نہیں رکھتی کہ تم سے کہوں کہ فیصلہ بدل دو۔" آسیہ آغا نے بے بسی سے کہتے ہوئے اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"آپ کا حق اپنی جگہ مسلم ہے لیکن میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھے ایک ماں کی حیثیت سے جب چاہیں حکم دیں لیکن ایلیفیہ کے بارے میں کوئی بات نہ کریں۔۔۔ ایلیفیہ مر بھی رہی ہو تو مجھے ایک کال تک نہ کریں۔" وہ گہری سنجیدگی سے کہتا نکلتا چلا گیا۔ وہ دونوں ہی ساکت رہ گئیں کہ ان دونوں کی آپسی محبت اور دوستی کہاں ان سے چھپی تھی اور آج وہ کتنے آرام سے کہہ گیا تھا کہ ایلیفیہ مر بھی رہی ہو تو اسے نہ بتایا جائے۔

ایلیفیہ 'کیا محبت کی راہ پر اندھا دھند دوڑتی' مخلص دوست کھو گئی تھی۔۔۔۔۔؟

کیا ابرج وہی کرنے والا تھا جو کہہ گیا تھا۔۔۔۔؟

یا اس نے غصہ کی زد میں آ کر بس بکواس کی تھی جو غصہ سرد ہوتے ہی اس نے بھول جانی تھی۔۔۔۔؟

وہ دونوں عورتیں کچھ نئی ہی الجھنوں میں الجھ کر رہ گئی تھیں۔

ابرج سہروردی جس وقت کمرے میں آیا درمکنون ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی جیولری اتار رہی تھی۔ اس کے آنے پر نہ چونکی اور نہ متوجہ ہوئی ہنوز اپنے کام میں مصروف رہی۔ وہ اہانت کے احساس سے سلگتا تیزی سے واش روم میں گھس گیا۔ ذلت اور تنہائی کا روگ ابرج نے خود اپنا مقدر کیا تھا۔ مکنون سے شکوہ کرتا بھی تو کیسے۔۔۔۔۔؟

ایلیفیہ نے کتنا سچ کہا تھا کہ وہ اس کے جیون کے اندھیرے سے اپنے ہاتھ کالے نہ کرے اپنے جیون کی روشنی کو محسوس کرے لیکن اس پر تو ایک بھوت سا سوار ہو گیا تھا۔ ابان سے بدلہ لینے کا جنون تھا۔ جیسے اس نے ایلیفیہ کو ٹھکرایا تھا ویسے ہی اس نے درمکنون کو ٹھکرا دیا تھا۔۔۔۔ فیصلہ خود اپنا تھا تو یہ بے چینی کیسی تھی۔۔۔۔ دل تڑپ کیوں رہا تھا۔۔۔۔ وصل کی رات کو ہجر میں ڈھال کر وہ کیوں مضطرب تھا۔۔۔ تنہائی کیوں بری لگ رہی تھی۔۔۔۔ دوریاں کیوں من کا روگ ہوئی جا رہی تھیں۔۔۔۔ اپنے ہی فیصلہ کی آنچ کیوں من ہی من سلگا رہی تھی۔۔۔۔!

دور تم گئے' چاند ڈھل گیا
آنکھ بجھ گئی' خواب جل گیا
دے گیا چنگاریاں مگر
رہ گئیں تنہائیاں مگر
جیون کا سفر او جھل راہگزر
یہ کیوں ہوا____؟

وہ انچ بھر کے فاصلے پر دراز تھی اور وہ اسے چھونے کا حق رکھتے ہوئے بھی پیش رفت سے گریزاں تھا کہ کل ٹھکرایا تھا۔۔۔ آج اپنا کیسے لیتا۔۔۔۔ اسے تو درمکنون کی چپ بھی الجھا رہی تھی۔۔۔ غصہ دلا رہی تھی۔۔۔ وہ اس سے کچھ پوچھ بھی تو نہیں رہی تھی ۔۔۔۔ لب پر کوئی حرف شکایت نہ تھا تو وہ اپنے منہ سے کیسے اقرار کرتا۔۔۔۔ ہاں! وہ غلط کر گیا ہے۔۔۔۔ وہ اسے معافی مانگنے کا موقع بھی تو نہیں دے رہی تھی اس کی حد سے بڑی ناک۔۔۔ تکلیف دہ گریز وہ کیسے پہل کرتا۔۔۔۔ وہ اس سے اپنا قصور پوچھ لیتی ۔۔۔۔ وہ رٹو طوطے کی طرح شروع ہو جاتا۔۔۔۔ لیکن وہاں تو دبیز خاموشی تھی۔۔۔۔ ہاتھ کھینچا گیا۔۔۔۔ ہاتھ چھڑا لیا گیا۔۔۔

ساتھ چھوڑ دیا گیا۔۔۔ ساتھ رہتے بھی فاصلے ساتھ چلنے لگے۔۔۔ اس کا دماغ غصہ کی لپیٹ میں تھا۔۔۔ وہ اس کی ہر کیفیت سے انجان اپنی ناقدری پر روتی سوچ رہی تھی۔۔۔ رات ٹھکرایا آج وجہ بتا کر معافی مانگ لیتا۔۔۔ وہ بھول جاتی۔۔۔ لیکن وہ تو آج بھی منہ لگانے کو تیار نہ تھا۔۔۔ جب اتنی ہی نفرت تھی تو پہلے وعدے کیوں کیئے تھے۔۔۔ سہانے خواب کیوں دکھائے تھے۔۔۔ دل سے ٹیس سی اٹھی۔۔۔ آنکھ لگنے سے پہلے جو آخری سوچ تھی فقط یہی کہ:

"انسان سب کچھ کرے مرد کے وعدے پہ اعتبار نہ کرے۔" ابرج بھی سوچوں کے گرداب میں الجھا سو گیا تھا۔

تم اگر مجھے

پھر سے مل گئے

دل کے روح کے زخم سل گئے

دن مگر تم بن جو گئے

کس طرح لوٹاؤ گے مجھے

جیون کا سفر او جھل راہگزر

یہ کیوں ہوا ______؟

☆☆☆☆☆☆

"چھوٹی بی بی میری اماں بڑی بیمار ہے مجھے گھر جانا ہو گا۔ میں رات نہیں رک سکتی۔" بے دلی سے ٹی وی کے چینل بدلتی ایلیفیہ چونک کر ملازمہ کو دیکھنے لگی۔

سکینہ کی بہن زرینہ کراچی میں ان کے گھر ملازم تھی۔ زرینہ کا تعلق لاہور سے تھا وہ شادی ہو کر کراچی چلی گئی تھی۔ آسیہ آغا نے تو اس سے کہا تھا کہ وہ ان کے ساتھ چلے کہ وہ ان کی دس سال پرانی ملازمہ تھی اس پر بھروسہ تھا لیکن زرینہ نے شوہر کی ملازمت کا کہہ کر ساتھ آنے سے منع کر دیا تھا اور اپنے سے چھ سال چھوٹی بہن کا ذکر کیا تھا جو بیوہ تھی اور بوڑھی ماں کے ساتھ لاہور میں رہائش پذیر تھی۔ لاہور آمد کے کچھ گھنٹہ بعد سکینہ چلی آئی تھی آسیہ اسے تو نہ جانتی تھیں زرینہ کی ایمانداری کو دیکھتے ہوئے سکینہ پر بھروسہ کر کے اسے کام پر رکھ لیا تھا۔ وہ صبح آٹھ بجے آجاتی تھی۔ دن میں دو گھنٹہ کے لیئے گھر جاتی تھی کہ اس کا کہنا تھا اسے بیمار ماں کو کھانا اور دوائی دینی ہوتی ہے اور رات میں اس کی نو بجے واپسی ہوتی تھی۔ وہ کام صفائی اور پھرتی سے کرتی تھی آسیہ آغا اس کے کام سے مطمئن تھیں۔ کراچی جانے سے پہلے انھوں نے سکینہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ رات گھر نہ جائے ایلیفیہ کے پاس ہی رکے۔ انھوں نے تو اسے یہاں تک کہا تھا کہ وہ اپنی ماں کو بھی لے آئے لیکن سکینہ بہانہ بنا کر انکار کر گئی تھی۔ کل تو وہ رک گئی تھی لیکن

آج ارمش چوہدری سے ہوئی ڈیل کے تحت بہانہ بنا کر رخصت لینے چلی آئی تھی۔

"اچھا، تم چلی جاؤ۔" ایلیفیہ نے ناچار اسے اجازت دی کہ بات ہی ایسی تھی وہ روک بھی تو نہیں سکتی تھی۔

سکینہ نے کوئی رات کے نو بجے اس سے آکر کہا کہ اس کی ماں بہت بیمار ہے اس لیئے اسے جانا ہوگا۔ وہ ایلیفیہ کی اجازت پاتے ہی سب کام سمیٹ کر آدھے گھنٹہ تک نکل گئی۔

ایلیفیہ کی فیملی کے لاہور شفٹ ہوجانے کی وجہ سے زرمینہ کا کام چھوٹ گیا تھا۔ جانے سے پہلے آسیہ آغا نے معصومہ سہروردی سے کہا تھا کہ وہ زرمینہ کو اپنے گھر کام پر رکھ لیں۔ وہ ایک ہفتہ تک ان کے گھر آتی رہی تھی اور ان ہی دنوں محسن نے ابرج سے ذکر کیا تھا کہ اس کی بیوی عبرود کو گھر کے کام نہیں آتے اور نہ ہی اسے انٹرسٹ ہے۔ ماما اور اس میں کچھ ان بن بھی چل رہی ہے پرانی ملازمہ گاؤں گئی ہوئی ہے اس لیئے بھی پریشانی کا سامنا ہے۔ ابرج نے اسکی پریشانی کا بہترین حل پیش کر دیا تھا اور زرمینہ ان کے گھر کام کرنے لگی تھی۔ زرمینہ کے کام سے زبیدہ نعمانی مطمئن ہوگئی تھیں اور بیوی کو مسرور پا کر محسن دوست کا احسان مند ہوگیا تھا۔ عبرود کو جب پتہ لگا تھا کہ زرمینہ پہلے ایلیفیہ کے گھر ملازم تھی اور باتونی زرمینہ نے یہ بھی بتا دیا کہ اب اس کی بہن ایلیفیہ کے گھر کام کرتی ہے تو عبرود کا خرافاتی ذہن چال سوچ گیا تھا۔ اس نے زرمینہ کو اعتماد میں لے کر پیسے کا لالچ دے کر اسے خرید لیا اور زرمینہ کے ذریعے عبرود نے سکینہ سے رابطہ قائم کیا تھا اور اسے پیسے کا لالچ دے کر اس گھر میں ہونے والی ہر بات بتانے پر راضی کر لیا تھا ۔اور یوں ایلیفیہ کی لاہور شفٹ ہونے کے پندرہ دن بعد سے عبرود اور ارمش کو وہاں کی پل پل کی خبریں ملنے لگی تھیں۔ ان دونوں بہنوں نے پیسے کے لالچ میں یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اس طرح ایک لڑکی کی زندگی برباد ہوسکتی ہے لیکن وہ دونوں تو ہرے نیلے نوٹوں کی خوشبو محسوس کرتیں دوزخ کی سڑاند ہی بھول گئی تھیں۔

ایلیفیہ اپارٹمنٹ کا داخلی دروازہ لاک کر کے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ اسے عشاء کی نماز زرا تاخیر سے پڑھنا پسند تھا وہ نماز سے فارغ ہو کر تسبیحات پڑھتی ہی سو جاتی تھی۔ ابھی وہ نماز سے فارغ ہوئی تھی کہ اسے لگا تھا جیسے ڈور بیل ہوئی ہے اور وہ حیران ہوتی گیٹ تک آئی۔ ان کے یہاں نہ کوئی رشتہ دار رہتے تھے نہ پڑوسیوں سے اتنا میل ملاپ ہوا تھا کہ اپارٹمنٹ میں رہتے انسان کو اکثر یہی پتہ نہیں چلتا کہ ایک ہی بلڈنگ میں کون کون رہائش پذیر ہیں۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی جو ایک بجا رہی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کون ہے۔۔۔" اس کے پوچھنے کے اگلے منٹ جو آواز سنائی دی وہ پوری جان سے اسے لرزا گئی۔ اسے وہ آواز اپنا وہم لگا ۔وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھی کہ آواز دوبارہ ابھری۔

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے

کیا بنے بات جہاں بات بتائے نہ بنے

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل

اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے کہیں چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے

کاش یوں بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر

کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا

ہاتھ آویں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے

پردہ چھوڑا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ رہے

تم کو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے

کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ

کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

"ایلیفیہ 'دروازہ کھولئیے۔۔۔ میں ہوں سید ابان بخاری۔۔۔" اس نے میکانکی انداز میں دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ بے یقین رہ گئی۔ اس کا وہم نہیں تھا وہاں تو سچ میں سید ابان بخاری کھڑا تھا۔

"کیا' اندر آنے کو نہیں کہیں گی۔؟" اس نے شائستگی سے پوچھا۔ وہ سائیڈ پر ہو گئی۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ پھر سے لاک کر دیا۔ وہ رات کا وقت' اپنا اکیلا ہونا' سب کچھ فراموش کر گئی تھی۔ یہ تک کہ کسی کے گھر آنے کا یہ کونسا وقت

ہے؟ آنا ہی تھا تو دن میں چلے آتے۔ اس نے کوئی سوال نہیں اٹھایا تھا۔

"آپ مجھے یہاں۔۔۔ وہ بھی اتنی رات گئے دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں گی۔۔۔۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے بولا ۔وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کی نگاہیں ابان کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"زندگی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے سوال نہیں کیا جاتا' وجہ نہیں پوچھی جاتی بس سر تسلیم خم کیا جاتا ہے اور آپ نے تو میرے گھر کی دہلیز پہلی بار پار کی ہے یہ میری خوش نصیبی ہے اب خوش نصیبی کو اندر آنے سے روک کر کیسے پوچھوں کہ کیسے آنا ہوا؟" وہ اس کے دیدار سے آنکھیں سیراب کرتی ہوئی مدھم سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

ابان اسے دیکھنے لگا۔ اپسراؤں کو مات دیتا حسن' مہتاب سا چہرہ کیسے کھل اٹھا تھا۔ اس نے نگاہ جھکاتے ہوئے۔ سر جھٹکا۔ جس چہرے پر مارے احترام کے نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی آج وہ یہاں غلط ارادوں کے ساتھ آیا تھا۔ نہ اسے اپنی نیک نامی کا خیال تھا۔ نہ اس کی پاکبازی کی ہی فکر تھی۔ اور وہ لڑکی اسے دیکھ کس قدر خوش' کتنی مطمئن تھی۔ اسے خود سے ندامت ہونے لگی۔ جو اس پر اندھا اعتماد رکھتی تھی آج اس کی آنکھیں ہی چرانے آگیا تھا۔ کیا قصور تھا اس کا صرف یہ کہ اس نے محبت کی تھی' دیوانہ وار چاہا تھا اور اپنی چاہت کا کاسہ اسکے سامنے آج تک پھیلایا نہ تھا۔ جو اپنی محبت کی سوالی نہ تھی آج اس کی آنکھوں سے محبت کا مان اس کا سب سے حسین خواب چھیننے چلا آیا تھا۔ کس بات کی سزا دے رہا تھا وہ یکطرفہ محبت کی؟ کیا اس کا جرم اتنا بڑا تھا کہ اس سے سر اٹھا کر جینے کا حق چھین لیا جاتا۔

مرا خاموش رہ کر بھی انہیں سب کچھ سنا دینا
زباں سے کچھ نہ کہنا دیکھ کر آنسو بہا دینا
نشیمن ہو نہ ہو یہ تو فلک کا مشغلہ ٹھہرا
کہ دو تنکے جہاں پر دیکھنا بجلی گرا دینا
میں اس حالت سے پہنچا حشر والے خود پکار اٹھے
کوئی فریاد والا آ رہا ہے راستہ دینا
اجازت ہو تو کہہ دوں قصۂ الفت سر محفل
مجھے کچھ تو فسانہ یاد ہے کچھ تم سنا دینا
میں مجرم ہوں مجھے اقرار ہے جرم محبت کا
مگر پہلے تو خط پر غور کر لو پھر سزا دینا
ہٹا کر رخ سے گیسو صبح کر دینا تو ممکن ہے

مگر سرکار کے بس میں نہیں تارے چھپا دینا

یہ تہذیب چمن بدلی ہے بیرونی ہواؤں نے

گریباں چاک پھولوں پر کلی کا مسکرا دینا

قمر وہ سب سے چھپ کر آ رہے ہیں فاتحہ پڑھنے

کہوں کس سے کہ میری شمع تربت کو بجھا دینا

"آپ چائے لیں گے یا کافی؟" وہ اس کے آنے کے مقصد سے انجان شائستگی سے پوچھ گئی۔

"میں جو آج لینے آیا ہوں وہ آپ دے نہیں پائیں گی۔۔۔" اس کے لب ہلے۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ کافی مضطرب لگا۔ اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

"او گاڈ' میں ایک پل میں کیسے سب بھول کر خوش فہم ہو گئی۔۔۔ کیسے سوچ لیا کہ ابان مجھ سے ملنے آئے ہیں۔" وہ ہاتھوں کو اضطراری انداز میں مسلتی سوچ رہی تھی۔ اس کا ایکدم ہی پریشان ہو جانا ابان سے مخفی نہ رہ سکا۔

"کیا ابرج نے اپنے کہے پر اتنی جلدی عمل کر لیا ہے کہ ابان بہن کا گھر بچانے کو یہاں چلے آئے ہیں۔۔۔" اس کی الجھن بڑھتی گئی۔ وہ لب کچلتی اسے دیکھنے لگی وہ بھی تو کافی پریشان لگا۔ اس نے خود کو کمپوز کیا۔

"آپ جو لینے آئے ہیں صرف ایک بار طلب کیجیئے آپ کے قدموں میں دنیا کی ہر شے نچھاور ہے۔" وہ دھیرے سے بولی۔ ابان اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا کتنی سچائی تھی۔ وہ اس کے قدموں میں ہر شے وارنے کو تیار تھی۔

"نہیں جو مجھے چاہیئے وہ آپ دیں گی نہیں۔۔۔" اس کا لہجہ اب بھی بہت دھیما اور قدرے شائستہ تھا۔

"میرا جو کچھ ہے وہ آپ کے لیئے حاضر ہے۔ جو میرے اختیار میں ہے وہ سب آپ کا بس جو میرے اختیار میں نہیں اس کے لیئے پیشگی معذرت۔۔۔" وہ کہتی ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی اور لوٹی تو ایک ٹرے میں دو گلاس رکھے تھے ایک پانی سے بھرا ہوا تھا اور دوسرے میں جوس تھا۔ اس نے پانی کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگالیا۔ چند گھونٹیں پی کر گلاس واپس ٹرے میں رکھا۔ ایلیفیہ نے ٹرے ٹیبل پر رکھ دی۔ وہ دونوں لاؤنج میں موجود تھے۔ ابان سنگل صوفہ پر بیٹھا تھا اور وہ اب تک کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ حکم کیجیئے ابان' میری جان بھی آپ کے لیئے حاضر ہے۔" وہ کسی داسی کی مانند بولی۔ وہ پھر اس کی جانب متوجہ ہوا۔ وہ کس قدر بے خوف تھی۔ اس کے ماتھے پر ایک شکن نہ تھی۔

وہ اس پر کامل بھروسہ کرتی تھی جب ہی اس کی رات گئے آمد پر مشکوک نہ ہوئی تھی۔ اس کے ادھورے جملے اسے بلکل بھی چونکا نہیں رہے تھے۔ وہ پر سکون سی اس کے سامنے ڈبل صوفے پر آن بیٹھی۔

"شاید آپ کو کہتے ہوئے برا لگ رہا ہے لیکن آپ کا یوں چل کر آنا میرے لیئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہے۔ آپ ایک کال کر دیتے تو بھی آپ کا کام ہو جاتا۔" وہ ایلیفیہ کی آواز پر خیال سے چونکا۔ حیرت سے اسے سننے لگا۔ اس کی باتیں وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"آپ بے فکر ہو کر جائیے' سمجھیں آپ کا کام ہو گیا۔" وہ مسکرائی۔ وہ اب بھی کچھ بھی سمجھنے سے قاصر یہ سوچ رہا تھا کہ ایلیفیہ کیا سمجھ رہی ہے؟ کس کام کی بات کر رہی ہے۔

"آپ کس کام کی بات کر رہی ہیں؟ کیا آپ کو علم ہے میں یہاں رات گئے کیوں آیا ہوں؟" وہ الجھن زدہ لہجے میں پوچھ گیا۔

"علم تو نہیں ہے ہاں اندازہ ضرور ہے۔۔۔ اور محبت سے بڑا کام کیا ہو سکتا ہے۔۔۔" وہ اس کو جوس لینے کا کہتی دھیمے سے بولی۔

"آپ کے نزدیک محبت کیا ہے؟" ابان کے لب سے پھسلا۔

"میرے نزدیک زندگی کی سب سے بڑی سچائی محبت ہے۔۔۔ یہ کائنات محبت کا ثبوت ہے۔۔۔ میرا یہاں بے خوفی کے عالم میں رات گئے آپ کے سامنے ہونا محبت کی دلیل ہے۔۔۔ آپ کا ہر بات سے بے فکر ہو کر میرے گھر تک چلے آنا محبت کی گواہی ہے۔" وہ پر سکون سی بولی۔ ابان لب بھینچتا کھڑا ہو گیا۔

"رب تعالی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کے اظہار کے لیئے کائنات تخلیق کی۔ معراج کا تحفہ بخشا۔ وہ اس رب کی محبت تھی جیسے چاہا اقرار کیا۔" وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ ایلیفیہ نے عقیدت سے کہا۔ وہ اسے دیکھنے لگا۔

"میں اپنی محبت کی بات نہیں کروں گی کہ میرا مذہب مجھے اجازت نہیں دیتا۔۔۔ مگر میں دل سے مجبور' نفس کی غلام محبت کا راگ الاپتی ہوں۔ اللہ اس کے لیئے مجھے معاف کر دے۔ دعا کیجئیے گا۔" اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے جس محبت کو سینے میں دبا کر رکھا تھا۔ آج اظہار بھی کر گئی تھی۔ اپنے جرم کا اعتراف بھی کر لیا تھا۔

"آپ کا یہاں چلے آنا غلط ہے لیکن محبت اور پرواہ کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔۔۔ ایک مرد کا یوں آنا معیوب ہو سکتا ہے لیکن ایک بھائی کا اپنی بہن کی محبت میں اس کی خوشیوں کے حصول کے لیئے چلے آنا ہرگز بھی غلط نہیں ہے میں آپ کے آنے کا احترام کرتی ہوں۔۔۔" وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگی جو پہلے کی نسبت مزید الجھ گیا تھا۔

"آپ بے فکر ہو کر جائیے میں ابر سے کروں گی بات وہ میری خوشیوں کے حصول کے لیئے آپ کو بلیک میل کرنا ترک کر دے گا۔" وہ اس کی آمد کا مطلب یہی سمجھی تھی کہ ابرج نے اس سے کچھ کہا ہے اسے بلیک میل کیا ہے اس لیئے وہ یہاں اس سے بات کرنے بہن کی خوشیاں مانگنے آیا ہے۔

"میں آپ کی بات سمجھ نہیں پا رہا۔۔۔" وہ ابرج اور در مکنون کے ذکر پر چونکتا لفظ بلیک میل پر بے حد مضطرب ہو چکا تھا کہ وہ تو یہاں ارمش کے بلیک میل کرنے پر غلط مقصد سے آیا تھا اور وہ جانے کون سی داستان لے بیٹھی تھی۔

"میں نے ابرج کو سمجھایا تھا کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے تو اس میں غلط کیا ہے۔ آپ کو کیوں اس جرم کی سزا دی جائے جو آپ سے سرزد نہیں ہوا کہ نہ آپ نے مجھ سے کہا کہ میں آپ سے محبت کروں نہ میں آپ کو خود سے محبت پر مجبور کر سکتی ہوں لیکن وہ ابرج میری محبت میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گیا لیکن آپ پریشان نہ ہوں وہ مکنون سے محبت کرتا ہے اسے دکھ نہیں دے گا آپ اس کی باتوں میں نہ آئیں۔" وہ دھیمے سروں میں کہتی۔ ابان کے پیروں تلے سے زمین کھینچ گئی۔

"ابان' آپ پلیز پریشان نہ ہوں' ابرج نے آپ سے جو بھی کہا غصہ میں کہا وہ جذباتی ہو گیا ہے لیکن وہ کل آ رہا ہے لاہور میں اسے سمجھالوں گی آپ کو اپنی بہن کی خاطر کوئی قربانی نہیں دینی پڑے گی۔" ابان کے چہرے تک نگاہ گئی۔ وہ اسے بے حد پریشان لگا اور وہ تڑپ اٹھی۔ اتنی دیر سے وہی بولے جا رہی تھی۔

"میرے نزدیک میری خوشی نہیں آپ کی خوشی زیادہ اہم ہے اور میں جب جانتی ہوں کہ آپ عابیہ سے محبت کرتے ہیں اس کے ساتھ بہت خوش ہیں تو میں آپ کی بہن کو ڈھال بنا کر آپ کی خوشحال زندگی کیسے تباہ کر سکتی ہوں' میں اتنی خودغرض نہیں ہوں ابان۔۔۔" وہ یہاں آنے کا مقصد کہہ نہیں پایا تھا اور وہ اس پر کیسے کیسے انکشافات کر گئی تھی۔ ایلیفیہ کے چپ ہوتے ہی کمرے میں خاموشی کا راج ہو گیا۔

"مجھے ابرج نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کہا نہ وہ مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔۔۔ میں یہاں بہن کی محبت میں نہیں آیا۔۔۔ مجھے یہاں اپنا نفس لے آیا ہے۔" رگوں کو چیرتی خاموشی کا اس نے کچھ یوں پردہ چاک کیا کہ ایلیفیہ کے قدم اکھڑ گئے وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ ایلیفیہ کے منہ سے جو کچھ سنا تھا اس کے بعد ذہن و دل تو یہی کہہ رہے تھے کہ وہ چپ چاپ یہاں سے چلا جائے لیکن ارمش کی تلوار سر پر کچھ یوں لٹک رہی تھی کہ وہ آنے کا مقصد کہہ گیا۔ اس نے کشمالہ کا سوچتے۔ بہن کا نہیں سوچا۔ اس کے مطمع نظر عزت تھی وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کشمالہ رسوا ہو گی جبکہ مکنون بے گھر اور وہ جانتا تھا رسوائی کا داغ کبھی بھی نہیں دھلے گا گھر کا کیا ہے مل جائے گا۔ محبت کو عزت کی چھت سے بچایا جا سکتا ہے لیکن عزت ہی نہ رہے تو گھر بھی انسان کے لیئے صرف دیواریں بن جاتا ہے۔

"اگر یہ مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش ہے تو آپ کے منہ سے سننے کے بعد بھی میں یقین نہیں کر سکتی۔۔۔ جس قدر آپ سے محبت کی ہے آپ کی نیت پر شک نہیں کر سکتی۔۔۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"بھروسہ تو آپ کو ہے نا مجھ پر' میں نے تو کبھی بھروسہ نہیں دلایا کبھی اپنی پاکبازی کا پرچم بلند نہیں کیا۔۔۔ مرد ہوں نفس بہک گیا پتہ تھا آپ اکیلی ہیں لہذا تسکین نفس کی تلاش میں آپ تک چلا آیا۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پر اسرار لہجے میں بولا۔ ایلیفیہ کے سکون میں دراڑ تک نہ آئی۔ وہ دھیمے سے مسکرائی۔ چند قدم آگے بڑھی اور بالشت بھر فاصلے پر عین اس کے سامنے آن ٹھہری۔

"اچھا تسکین نفس کو آئے ہیں تو چلیئے بتایئے آپ کے نفس کی قیمت کیا ہے ؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کا حد درجہ سکون' اپنی ذات پر اعتماد دیکھ ابان کے ذہن میں جھکڑ سے چلنے لگے۔

"بتاؤں۔۔۔ برداشت کر لو گی؟" اس نے ایلیفیہ کا بازو جکڑ لیا۔

"میری برداشت کی حد ابھی آپ جانتے ہی کہاں ہیں۔۔۔ سو بصد شوق بتایئے۔۔۔ آپ کا ہر ظلم سر آنکھوں پر۔۔۔"

وہ اب بھی اس سے خوفزدہ نہ تھی۔

"مجھ سے محبت کرتی ہو اور میری تسکین کو ظلم ٹھہرا رہی ہو تمھاری محبت پر یقین کروں۔۔۔ یا تمھیں بھی بس برساتی محبوب سمجھ لوں۔۔۔ برسات کی پہلی بوند کے ساتھ نمودار اور آخری بوند سنگ رخصت۔۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ ابان نے بازو سے کھینچ کر اسے دیوار سے لگایا اور دائیں بائیں ہاتھ رکھتے ہوئے راہ فرار بند کی اور اس کی دلکش آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

جان سے ہو گئے بدن خالی

جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

نالہ فریاد آہ اور زاری

آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی

ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی

درد کو قصہ مختصر دیکھا

"محبت تو آپ سے ہی کی ہے بے حد و بے حساب کی ہے اور میری محبت کی شدت آج جو محسوس کر رہی ہے اس پر یقین کروں یا آنکھوں دیکھی پر ایمان لے آوں۔۔۔۔" وہ ہراساں ہوئے بنا بولی۔

"آنکھوں دیکھی پر یقین کرو۔۔۔" اس نے سرخ آنکھیں ایلیفیہ کے بے خوف چہرے پر گاڑھ دیں۔

"آپ چاہتے ہیں میں آپ کو آپ کے لفظوں کی روشنی میں نفس پرست سمجھوں۔" وہ آنے والے وقت کی بے رحمی سے انجان سوالاً جواباً کا کھیل کھیل رہی تھی۔

"ہونے اور سمجھنے میں فرق ہوتا ہے اور جب حقیقت کا اژدھا تمھیں نگل لے گا تو فرق خود سمجھ آجائے گا۔" وہ غرایا۔

"آپ چاہتے ہیں آنکھوں سی چھلکتی بے بسی کو حقیقت نہیں جانوں۔۔۔؟ اپنے محسوسات کو جھٹلاؤں اور بے بسی کی سرخی کو ہوس کی لالی سمجھ کر آپ سے خوفزدہ ہو جاؤں اور منت کروں۔۔۔ خدا کے لیئے مجھے چھوڑ دو۔۔۔ مجھے محبت کرنے کی اتنی کڑی سزا نہ دو عزت کی چادر نہ چھینو میرے سر سے۔۔۔" وہ اس کا گریبان مٹھی میں جکڑ کر حلق کے بل چلائی۔ ابان ششدر رہ گیا۔

"نفس کی تسکین کو آئے تھے تو زرا آنکھوں میں ہوس بھی بھر لاتے۔" وہ اس کا گریبان جھنجھوڑتی۔ ہچکیوں سے روتی۔ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی

نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی

نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

کبھی سمت غیب سیں کیا ہوا کہ چمن ظہور کا جل گیا

مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہو سو ہری رہی

نظر تغافل یار کا گلہ کس زباں سیں بیاں کروں

کہ شراب صد قدح آرزو خم دل میں تھی سو بھری رہی

وو عجب گھڑی تھی میں جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا

کہ کتاب عقل کی طاق پر جوں دھری تھی تیوں ہی دھری رہی

ترے جوش حیرت حسن کا اثر اس قدر سیں یہاں ہوا

کہ نہ آئینہ میں رہی جلا نہ پری کوں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتش عشق نے دل بے نوائے سراج کوں

نہ خطر رہا نہ حذر رہا مگر ایک بے خطری رہی

☆☆☆☆☆☆

"ابرج۔۔۔!" در مکنون کی پیاس کی شدت سے آنکھ کھلی اور پانی کا گلاس خالی کرتے وہ چونک اٹھی۔ اسے کھڑکی میں ایک ہیولہ سا نظر آیا اس نے لائٹس آن کر دیں۔ ابرج سہر وردی بستر پر موجود نہ تھا۔ وہ سامنے کھڑکی میں کھڑا تھا اور لائٹس آن ہونے پر بھی چونکا تک نہیں۔ وہ ہمت کر کے اس کی طرف بڑھی اور اس کا نام پکارا۔ وہ اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کی بے حد سرخ آنکھیں دیکھ

کچھ ڈری، کچھ مضطرب ہوئی۔

"آر یو آل رائٹ؟" مدھم لہجے میں پوچھ گئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم جاؤ، جا کر سو جاؤ۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"مانا ہمارے درمیان بہت مضبوط رشتہ ہونے کے باوجود بھی سب کچھ بہت الجھا ہوا اور ادھورا سا ہے۔ ہمارے درمیان اتنے فاصلے ہیں کہ انھیں پاٹنے میں اک عمر گزر جائے گی۔ لیکن پھر بھی رشتہ تو ہے اور اسی رشتے کے ناطے آپ مجھ پر بھروسہ کر کے اپنی ہر بات مجھ سے شئیر کر سکتے ہیں۔" وہ شخص جو اسے ٹھکرا چکا تھا وہ اسے دکھی لگا تو وہ نظر انداز نہ کر سکی اور اپنی ازلی نرم فطرت کے ساتھ پوچھ گئی۔ وہ پرواہ کے احساس پر چونکا۔ اسے دیکھا چہرہ کس قدر بے ریا تھا۔ سر جھٹک کر گہری سانس کھینچی اور بستر پر دراز ہو گیا۔

"ایلیفیہ کو لے کر کچھ پریشان ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی مصیبت میں ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"آپ کال کر لیں۔" مشورہ دیا۔

"میں، اس سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا۔" سر میں درد بڑھتا محسوس ہوا۔

"آپ اور ایلیفیہ کے درمیان کوئی لڑائی ہو گئی ہے؟ وہ شادی پر بھی نہیں آئی۔" درمکنون کے لب سے پھسلا۔

"ہاں۔۔۔" اس نے فقط ایک لفظی اقرار کرتے ہوئے لیمپ آف کر دیا۔

"لڑائی ختم بھی تو کی جا سکتی ہے۔۔۔" وہ لائٹس آف کر کے اپنی طرف کا لیمپ آن کرتے ہوئے بولی۔

"ایلیفیہ نے مجھے بہت تکلیف دی ہے۔ میں اب جب تک اس سے رابطہ نہیں کروں گا جب تک وہ خود مجھے آ کر نہیں مناتی۔" وہ سختی سے کہتا۔ آنکھیں موند گیا۔

"ایلیفیہ نے شادی میں نہ آ کر اگر آپ کو دکھی کیا بھی ہے تو آپ اس سے رابطہ کر کے پہل کر لیں۔ جہاں محبت ہو، پرواہ ہو، وہاں انا رکھنا تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔" وہ بہت مدھم لہجے میں بولی۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔

"جہاں محبت اور پرواہ ہو وہاں انا کا پرچم بلند نہ کرنا ہی بہتر ہے تو تمھارے گریز کو میں کیا سمجھوں کہ محبت اور پرواہ نہیں ہے یا انا زیادہ پیاری ہے؟" وہ اس پر جھکا، اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہتا اس کے حواس ہی سلب کر گیا۔ وہ اس کی اس درجے قربت پر پسینے پسینے ہو گئی تھی۔ دل کی دھڑکن نے احتجاج کیا تھا۔ پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی۔ وہ آنکھیں میچ گئی۔ ابرج نے اس کی حالت اپنے جارحانہ انداز میں محسوس نہ کی جیسے قریب کیا تھا ویسے ہی دور کرتا۔ سیدھا ہو گیا۔

"

اپنی انا قربان کرنا ورنہ اپنا منہ بند رکھنا۔" اس کے لہجہ میں اتنی تپش تھی کہ درمکنون کے آنسو گرنے لگے۔ کچھ احساس بے بسی سے تو کچھ احساس ذلت سے۔۔۔۔ وہ کروٹ بدلتی سسکنے لگی۔ ابرج سہروردی جو ایلیفیہ کی طرف سے مضطرب تھا۔ درمکنون کی سسکیاں اس کے جلتے دل پر پھوار برسانے لگیں۔

"ابرج نے کیسے محبت کے سبز باغ دکھائے تھے مجھے لیکن محبت کا اب سوچتی ہوں نا تو لاشعور میں ایک قہقہہ گونجتا ہے جو مجھے احساس دلاتا ہے کہ محبت کے نام پر میں مذاق بنی تھی۔ ابرج' مذاق مذاق میں دل سے کھیل رہے تھے اور میں۔۔۔۔ دل لگی کو دل کی لگی سمجھ بیٹھی تھی۔" اس نے کرب سے سوچا۔

کیسا ظالم شخص تھا ٹھکرا کر امید کر رہا تھا کہ اسے سر آنکھوں پر بٹھایا جائے' اسے پوجا جائے۔ وہ پیش رفت کرتی بھی تو کس بنیاد پر شوہر نے پہلی رات دھتکار دیا تھا' آج کی شب بھی منتظر سی ڈھلتی جا رہی تھی اور چپ کی مہر لگائے وہ اس سے یہ توقع کر رہا تھا کہ وہ اسے گلے سے لگائے۔ وہ ایسا بھی کر لیتی اگر اسے کچھ ذرا سا تو مان دیا جاتا لیکن وہ ساری توقعات اس سے باندھ بیٹھا تھا کہ وہ انا سرنگوں کرے۔۔۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ انا تو اس کی رہی' ہی نہ تھی کہ جس عورت کو اس کا شوہر پہلی رات ٹھکرا دے اس کی انا کیسے کچلی جاتی ہے کوئی اس سے پوچھتا۔ وہ انا نہیں رکھ رہی تھی بس وہ تو اب نسوانی پندار بچانا چاہتی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی طرف بڑھے اپنی خودداری کو اپنے قدموں تلے روند ڈالے تو وہ یہ تو شاید مر کر بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔۔!

اتنا حیران نہ ہو میری انا پر پیارے
عشق میں بھی کئی خوددار نکل آتے ہیں

"یہ راہ انتقام خود میرے لیئے سزا سہی لیکن ایلیفیہ کے ایک آنسو کا بھی بدلہ یوں لے پایا تو مجھے یہ سزا بھی قبول ہے۔۔۔۔"
اس کی سسکیوں میں ہوتا اضافہ اسے ندامت کے زیر اثر لے جانے لگا تو اس نے دل گرفتگی سے سوچا۔

"ابان کو ایلیفیہ لاکھ بے قصور ٹھہرائے جرم سارے ابان کے ہی نکلیں گے اور ابان کے جرم کی سزا ڈائیریکٹ ابان کو ملے یا مکنون کے زریعے ان ڈائریکٹلی سزا کی تپش پہنچے۔ بات ایک نہ ہو کر بھی ایک ہی ہے۔" اس نے اس سنگدلی کے لیئے اپنے دل و دماغ کو جواز دیا اور مطمئن ہو گیا۔ یہ جانے بنا کے قسمت کا الٹا پھیر شروع ہو چکا ہے۔ درمکنون کے ساتھ کی جانے والی ناانصافی کی سزا اسے اسی دنیا میں کاٹنی ہو گی۔ اور ایلیفیہ کے لیئے ہمیشہ جھک کر اس نے اس کی حفاظت کی تھی آج پہلی دفعہ انا کا پرچم بلند کر کے وہ دوست کا محافظ ثابت نہیں ہو سکا تھا۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی اگر وہ دوستی میں انا لے کر نہ آتا تو۔۔۔۔ ایلیفیہ کو بچا سکتا تھا لیکن انا جیت گئی تھی۔ محبت اور دوستی ہار گئی تھی۔

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے

لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

گرمئ محفل فقط اک نعرۂ مستانہ ہے

اور وہ خوش ہیں کہ اس محفل سے دیوانے گئے

میں اسے شہرت کہوں یا اپنی رسوائی کہوں

مجھ سے پہلے اس گلی میں میرے افسانے گئے

وحشتیں کچھ اس طرح اپنا مقدر بن گئیں

ہم جہاں پہنچے ہمارے ساتھ ویرانے گئے

یوں تو وہ میری رگ جاں سے بھی تھے نزدیک تر

آنسوؤں کی دھند میں لیکن نہ پہچانے گئے

اب بھی ان یادوں کی خوشبو ذہن میں محفوظ ہے

بارہا ہم جن سے گلزاروں کو مہکانے گئے

کیا قیامت ہے کہ خاطر کشتۂ شب تھے بھی ہم

صبح بھی آئی تو مجرم ہم ہی گردانے گئے

☆☆☆☆☆☆

"سوری، ہم آپ کی بیوی کو نہیں بچاسکے۔" ڈاکٹر نے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ بیہ، مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی۔" وہ ڈاکٹر کی بات کی نفی کرتا آئی سی یو کی طرف دوڑا۔

دوڑتے ہوئے ٹھوکر لگی وہ زمین بوس ہو گیا۔

اسی پل اس کی آنکھ کھل گئی۔

اس کی سانس معمول سے کہیں زیادہ تیز چل رہی تھی۔

جسم پسینہ سے شرابور تھا۔

اس نے بیٹھتے ہوئے اپنے دائیں پہلو پر نگاہ کی لیمپ کی مدھم روشنی میں خالی جگہ، نمایاں تھی۔

اس نے کمرے کی لائٹس آن کر دیں۔

گھڑی سوا چھ بجا رہی تھی۔

اسے یاد آیا وہ لاہور جانے کا سوچے ہوئے تھا اس لیئے اس نے عابیہ سے کہا تھا کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ اپنے گھر چلی جائے۔

عابیہ کس قدر حیران ہوئی تھی کہ شادی کے بعد ابان نے اسے ایک رات کے لیئے بھی میکہ میں نہیں چھوڑا تھا اور جو لمبی بحثوں اور ناراضگی کے بعد نہیں مانا تھا آج اس سے خود میکہ میں ٹھہرنے کا کہہ رہا تھا۔

عابیہ کی حیرت نے اسے اندر ہی اندر مجرم بنا دیا تھا کہ وہ بیوی کو اپنے ارادوں کی بھنک بھی نہیں لگنے دینا چاہتا تھا۔ اس نے خود کو کمپوز کر کے عابیہ کی صحت کی طرف سے فکر ظاہر کی اور اسے کہا کہ وہ چند دن میکے میں رہے تا کہ زبیدہ نعمانی اس کا خیال رکھ سکیں۔

وہ چپ کر کے ماں کے ساتھ چلی گئی تھی اور وہ گھر آنے کی بجائے ائیر پورٹ کے لیئے نکل گیا تھا۔

وہ ارمش کا پلان پایہ تکمیل کو پہنچا کر کے گھر پہنچا تھا بستر پر پڑے پڑے جانے کب آنکھ لگی تھی اور بھیانک خواب سے نیند کا سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔

وہ ڈوبتے دل کے ساتھ اٹھا اور وضو کرنے چل دیا۔

سات سال کی عمر میں اس نے نماز پڑھنی شروع کی تھی اس کے بابا اسے روز مسجد لے جاتے تھے جب تک سید سبحان بخاری زندہ رہے وہ ان کے ساتھ نماز کے لیئے جاتا رہا۔

بابا کی وفات کے بعد بھی اس کی روٹین میں فرق نہیں آیا۔ اسے نہیں تھا یاد کہ اس کی کوئی نماز قضا ہوئی ہو یا اس نے مسجد میں ادا نہ کی ہو لیکن آج اس کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

"میرے اللہ تو میری نیت 'میرے عمل سے بہ خوبی واقف ہے۔ مجھے معاف کر دے ہر اس عمل کے لیئے جو میں نے بحالت مجبوری سر انجام دیا۔" وہ گھر میں فجر کی نماز پڑھتا ہچکیوں سے روتا گڑگڑا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایلیفیہ کا پر نور' بے ریا چہرہ گھوم گیا۔ اسے اپنا سکون غائب سا ہوتا محسوس ہوا۔ دعا کو اٹھے ہاتھ گرتے چلے گئے۔

"کیا' میں نے عابیہ کو ہمیشہ کے لئے کھو دیا ہے؟" سوچ کے ناگ نے سر اٹھایا اور وہ تڑپ اٹھا۔

"میں بیبہ کو بتا دوں گا میں بہت مجبور تھا۔۔۔" اس نے پانی کا گلاس منہ سے لگا لیا اور کچھ حواس بیدار ہوئے تو چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑبڑایا۔

"کسی کی زندگی برباد کرنے کے لیئے تم مجبور تھے۔ اپنے بچاؤ کے لیئے کیا خوب دلیل ہے۔" اس کے ضمیر نے ملامت بھرا ہنکارا بھرا۔ وہ تا دیر اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑا خود کو معصوم ثابت کرنے میں ناکام ہوتا دل کو کسی طور قرار نہ آتے دیکھ عابیہ کا نمبر ملا گیا۔ عابیہ کی طرف سے سب ٹھیک ہے کا سگنل پا کر بھی وہ پر سکون نہیں ہو پایا۔

اس کا عمل اس قدر قابل گرفت تھا۔۔۔؟

کیا اب اسے تا عمر یوں ہی بے سکون رہنا تھا۔۔۔۔؟

اسے اپنی سانس گھٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس نے بے دم ہو کر سر تکیہ پر ڈال دیا۔۔۔!

سینے میں جلن آنکھوں میں طوفان سا کیوں ہے

اس شہر میں ہر شخص پریشان سا کیوں ہے

دل ہے تو دھڑکنے کا بہانہ کوئی ڈھونڈے

پتھر کی طرح بے حس و بے جان سا کیوں ہے

تنہائی کی یہ کون سی منزل ہے رفیقو

تا حد نظر ایک بیابان سا کیوں ہے

ہم نے تو کوئی بات نکالی نہیں غم کی

وہ زود پشیمان پشیمان سا کیوں ہے

کیا کوئی نئی بات نظر آتی ہے ہم میں

آئینہ ہمیں دیکھ کے حیران سا کیوں ہے

☆☆☆☆☆☆

"ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا' آپ لوگ دعا کریں۔" آسیہ آغا کو لگا ان کا دل بند ہو جائے گا۔ شارق آغا نے بیوی کو گرنے سے بچایا اور بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا۔

""کیوں شارق کیوں' میری ہی بیٹی کے ساتھ یہ سب کیوں۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھیں۔

وہ دونوں میاں' بیوی صبح سات بجے لاہور پہنچے تھے اور ساڑھے سات بجے جب گھر پہنچے ان کی روح فنا ہو چکی تھی۔ بیٹی کو جس ادھ مری حالت میں پایا تھا وہ دونوں جیتے جی مر گئے تھے۔ شارق آغا زندگی کے اس موڑ پر ہار گئے تھے۔ جس عزت کو سینچ سینچ کر رکھا تھا وہ ہی نہ رہی تھی زندگی محسوس ہوتی بھی تو کیسے۔۔۔ ان کی آنکھوں سے لہو رسنے لگا۔

آسیہ آغا کی ہچکیاں سکوت کو توڑنے لگیں اور شارق آغا نے بہت ضبط سے کام لیتے ہوئے نبض چیک کی۔۔۔ سانس ابھی چل رہی تھی وہ بیٹی کو ہاسپٹل لے آئے تھے۔ بیٹی کی حالت کچھ اور ہی فسانہ کہہ رہی تھی لیکن دل ماننے کو تیار نہ تھا۔ دلی آرزو تھی کہ بیٹی کو ہوش آئے اور وہ کہہ دے کہ سب ان کی نظر کا دھوکا ہے عزت کا آبگینہ محفوظ ہے۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

"آپ لوگ مریض سے مل لیں۔۔۔" چار گھنٹہ گزر گئے تھے ڈاکٹرز نے بالکل ہی جواب دے دیا تھا۔ نرس کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ دونوں آئی سی یو میں چلے آئے۔

"ا۔۔۔با۔۔ن۔۔۔" بیٹی کا ہاتھ تھاما' اس کے لب ہلے۔ ایک لفظ بولتے ہی اس کی سانس اکھڑنے لگی۔

"ڈاکٹر' میری بیٹی۔۔۔۔" آسیہ آغا پمپنگ کرتے ڈاکٹر کو دیکھ تڑپیں۔

"آپ' لوگ باہر جائیں۔" وہ دونوں بیٹی کی حالت دیکھ تڑپ رہے تھے۔ آسیہ آغا کی ہچکیاں بندھنے لگیں تب ڈاکٹر کے اشارے پر نرس نے انھیں باہر کا راستہ دکھایا۔

"میں نہیں جاؤں گی اپنی بیٹی کو چھوڑ کر۔۔۔۔ ایلیفیہ۔۔۔۔" وہ شوہر کا حصار توڑ کر بیٹی کی طرف بڑھیں۔ اور اسے والہانہ انداز میں چومنے لگیں۔

"ماما۔۔۔۔ماما۔۔۔۔وہ۔۔۔۔" ایلیفیہ کے لب کانپے۔ انھوں نے بیٹی کے ہاتھ پر گرفت کی۔

"بولو میری جان۔۔۔۔" ہچکیوں سے روتے ہوئے بیٹی کی پیشانی چومی۔

"ا۔۔ر۔۔۔م۔۔ش۔۔۔۔" لب کانپے اور سانس اکھڑتی چلی گئی۔ وہ کچھ سمجھ نہیں پائی تھیں کبھی ابان کبھی ارمش وہ بری طرح الجھیں۔ کچھ کہتیں یا پوچھ پاتیں بیٹی کی بگڑتی حالت ان کے حواس معطل کر گئی۔ ڈاکٹرز نے ان دونوں کو باہر جانے کا کہہ کر اپنی سی کوششیں تیز کر دیں۔ وہ ماں سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی ہمت ٹوٹتی چلی گئی۔ آنکھوں کے سامنے رات کا منظر چلنے لگا۔ آنسو بہنے لگے اور اس نے بے بسی سے سر پٹخا۔ اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ اس کی حالت ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بگڑنے لگی تو اسے آئی سی یو سے سی سی یو روم میں شفٹ کر دیا گیا لیکن اس کی سانس کا تسلسل بکھر رہا تھا ڈاکٹرز نے اسے وینٹی لیٹر پر ڈال دیا۔

آسیہ آغا کی تو حالت خراب ہی تھی۔ شارق آغا بھی ہچکیوں سے رو پڑے آج ان کی اکلوتی بیٹی بستر مرگ پر پڑی تھی اسے مصنوعی تنفس دیا جا رہا تھا ایسا نہ کیا جاتا تو شاید وہ اسے دفنانے کی تیاری کر رہے ہوتے۔

"میرے اللہ تو تو تنکے میں بھی جان ڈال دیتا ہے۔۔۔ میری بیٹی کو نئی زندگی عطا کر دے۔" وہ سی سی یو کے باہر گھٹنوں کے بل گرے ہچکیوں سے روتے بیٹی کی زندگی کے لیئے دعا گو تھے لیکن اللہ کو جانے ان کی کتنی اور کب تک آزمائش مزید مطلوب تھی ۔۔۔۔؟

کوئی چارہ نہیں دعا کے سوا
کوئی سنتا نہیں خدا کے سوا
مجھ سے کیا ہو سکا وفا کے سوا
مجھ کو ملتا بھی کیا سزا کے سوا
بر سر ساحل مراد یہاں
کوئی ابھرا ہے ناخدا کے سوا
کوئی بھی تو دکھاؤ منزل پر
جس کو دیکھا ہو رہ نما کے سوا
دل سبھی کچھ زبان پر لایا
اک فقط عرض مدعا کے سوا
کوئی راضی نہ رہ سکا مجھ سے
میرے اللہ تری رضا کے سوا
بت کدے سے چلے ہو کعبے کو
کیا ملے گا تمہیں خدا کے سوا
دوستوں کے یہ مخلصانہ تیر
کچھ نہیں میری ہی خطا کے سوا
مہر و مہ سے بلند ہو کر بھی
نظر آیا نہ کچھ خلا کے سوا
اے حفیظ آہ آہ پر آخر
کیا کہیں دوست واہ وا کے سوا

☆☆☆☆☆☆

"ابرج، ہم پاکستان کب واپس جائیں گے۔" کھڑکی سے باہر کا دلکش نظارہ دیکھتا ابرج سہروردی آواز پر متوجہ ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ پچیس دنوں میں۔ وہ صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے جانے کی جان من! ہنی مون پیریڈ انجوائے کرو۔" وہ اسے بے رحمی سے گرفت میں لیئے۔ آنکھ دباتے ہوئے ترش لہجے میں بولا۔ اس کے آنسو رواں ہو گئے۔

"مجھے بھیّا اور عابی یاد آ رہے ہیں پلیز واپس چلیں۔۔۔" وہ اپنی گردن پر اس کی سانسوں کی تپش محسوس کرتی سسکی۔

"سالے صاحب یاد تو مجھے بھی بہت آ رہے ہیں لیکن ابھی جانے کا ارادہ نہیں ہے البتہ واپسی پر کئی حساب بے باک ضرور کرنے ہیں۔" وہ نفرت سے کہتا اس کی گردن پر دانت گاڑھ گیا تھا۔ درمکنون کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی وہ اس کی گرفت میں بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

"ایک بار جان سے مار دیں۔۔۔ روز رفتہ رفتہ کیوں زندگی چھین رہے ہیں۔" وہ تکلیف سے تڑپتی نمناک لہجے میں گڑگڑائی۔

وہ اسے جس غصہ و نفرت سے پہلی شب دھتکار گیا تھا اس سے کہیں زیادہ غصہ و نفرت سے اسے اپنی خلوت کا حصہ بنایا تھا۔ اس کے پیار میں کتنی سختی ہوتی تھی، مکنون کو اپنی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔۔۔ وہ گرفت جسم پر قائم کرتا تھا اور فنا روح ہونے لگتی تھی۔ اس کی قربت میں دم گھٹتا تھا اور روح پر ضرب لگتی تھی لیکن وہ چپ تھی بہت چپ، کبھی اس کے التفات جتانے پر روتی تھی تو کبھی اذیتیں بڑھانے پر ہنستی تھی اور وہ اسے مزید پہلے سے کہیں زیادہ وحشیانہ انداز میں برتتا تھا۔ اس کے اندر جو آگ لگی تھی وہ درمکنون کو جلا کر خاکستر کرنے کی متمنی اس پر زندگی تنگ کر رہی تھی۔ اور آج جیسے ہی اس کی برداشت ٹوٹی، منہ سے فریاد آزاد ہوئی، ابرج کا بھاری ہاتھ اس کے رخسار پر نشان چھوڑ گیا۔

"ابھی سے تھک گئی ہو۔" وہ اسے بیڈ پر دھکیلتا چیخا۔

"میرا قصور کیا ہے ابرج، کس بات کی سزا دے رہے ہیں؟" وہ سسکی۔ جسے ماں باپ نے لاڈ و میں پالا تھا۔ بھائی نے آنکھ میں آنسو نہ آنے دیے تھے اسے شوہر، یوں ذلیل کر رہا تھا۔ اس کا حق اسے نفرت کے لبادے میں لپیٹ کر دے رہا تھا۔ چار چوٹ کی مار مارتا اسے زندگی سے نفرت پر ابھار رہا تھا۔ خوبصورت، خوب سیرت، سلیقہ شعار، وفادار اور باکردار تھی پھر بھی وہ اس کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک کر رہا تھا جیسے اس سے نکاح نہ کیا ہو اسے خرید کر لایا ہو۔

کیا والدین انجان شخص پر بھروسہ کر کے بیٹی کو اس کے نکاح میں اس لیئے دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جائے۔

"تمہارا قصور یہ ہے کہ تم سید ابان بخاری کی بہن ہو۔" وہ اس پر جھکا اور گلے کو مٹھی کی گرفت میں لیتے ہوئے پھنکارا۔ اس کی آنکھیں اوپر کو چڑھنے لگیں۔ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔

"تمھیں یوں تڑپتے دیکھتا ہوں تو کلیجہ کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔" وہ اس کے گلے پر دباؤ بڑھاتے ہوئے بے حسی سے بولا۔ اس کی رنگت زرد پڑنے لگی۔ ابرج نے اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ ہاتھ پیچھے کیا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔

"سانسیں بحال ہو جائیں تو تیار ہو جانا' ڈنر کسی اوپن ائیر میں کریں گے۔" وہ بری طرح کھانس رہی تھی' آنسو بہہ رہے تھے اور وہ حظ اٹھاتا بولا۔ اس کے رونے میں شدت آگئی۔ وہ ٹہلنا بند کر تا بیڈ پر اس کے برابر آن بیٹھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"سیاہ لباس پہننا تم پر بہت سوٹ کرتا ہے۔" وہ اب یوں بولا جیسے دونوں کے درمیان بہت محبت ہو وہ اسے بے بسی سے نمناک نگاہوں سے دیکھنے لگی وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا مسکرایا اور گنگنانے لگا۔

دل دیاں گلاں کراں گے نال نال بہہ کے

اکھ نال اکھ نو ملا کے

دل دیاں گلاں کراں گے روز روز بہہ کے

سچیاں محبتاں نبھا کے

ستائے مینوں کیوں دیکھائے مینوں کیوں

ایویں جھوٹی موٹی رس کے رسا کے

درمکنون کا دل کیا وہ اس کو چپ کروادے' یا اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لے کہ یہی آواز تو تھی جو کانوں سے ہوتی دل میں اترتی اسے محبت کے خوش رنگ قالین پر بٹھا گئی تھی لیکن وہ چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس کا ہاتھ ابرج کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اس کی چوڑیوں کو چھیڑ رہا تھا۔ وہ اس کے التفات پر زرد پڑ گئی تھی۔

"بہت پیاری لگتی ہو جب یوں آنکھوں میں آنسو بھر کر دیکھتی ہو۔" لب ہلے اور ایک ایک کر کے چوڑیاں ٹوٹنے لگیں۔

"سید ابان بخاری کی بہن ہونا کیا اتنا بڑا جرم ہے جس کی یوں تڑپا تڑپا کر سزا دے رہے ہیں؟" وہ نظر جھکاتی' بے بسی سے پوچھ گئی وہ ہنستے ہوئے اسے اپنے سینے پر گرا گیا۔

"سید ابان بخاری سے جتنی مجھے نفرت ہے اس حساب سے تو اس کی بہن ہونا جرم ہی ہے۔" وہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولتا اس کی پشت پر ہاتھ باندھ گیا۔

"بھیا' سے نفرت کیوں کرتے ہیں آپ؟" وہ فرار کی راہ نہ پاتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے منمنائی۔ کیا وقت آیا تھا۔ جس سے گریز کرنا تھا اسی کے سینے پر بے دم سی پڑی تھی۔

"میری جان وقت آلینے دو سب بتا دوں گا۔۔۔ ابھی تو چلنے کی تیاری کرو۔" وہ گال تھپتھپا کر بولا اور اسے دور دکھیلتا اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ساکت رہ گئی لیکن جیسے ہی وقت گزرنے کا احساس ہوا وہ اٹھ کھڑی ہوئی کہ حکم عدولی کرنے کی اس کی اوقات نہ تھی۔

"حسین رفاقت کے ساتھ کی تمنا لیئے نکاح کا بندھن جوڑا اور آج زندگی کا دائرہ ہی مجھ پر تنگ ہے صرف ستائیس دن

گزرے ہیں اور لگتا ہے زندگی تمام ہوئی' آرزوئیں رخصت ہوئیں۔" وہ سیاہ رنگ کے اسٹائلش ٹراؤزر سوٹ میں آئینہ کے سامنے کھڑی چہرے پر میک اپ کی تہہ جماتی بے بسی سے سوچ گئی۔

یہ جذبۂ طلب تو مرا مر نہ جائے گا
تم بھی اگر ملو گے تو جی بھر نہ جائے گا
یہ التجا دعا یہ تمنا فضول ہے
سوکھی ندی کے پاس سمندر نہ جائے گا
جس زاویے سے چاہو مری سمت پھینک دو
مجھ سے ملے بغیر یہ پتھر نہ جائے گا
دم بھر کے واسطے ہیں بہاریں سمیٹ لو
ویرانیوں کو چھوڑ کے منظر نہ جائے گا
یوں خوش ہے اپنے گھر کی فضاؤں کو چھوڑ کر
جیسے وہ زندگی میں کبھی گھر نہ جائے گا
اس کو بلندیوں میں مسلسل اچھالیے
لیکن وہ اپنی سطح سے اوپر نہ جائے گا
شہر مراد مل بھی گیا اب تو کیا حیات
مایوسیوں کا دل سے کبھی ڈر نہ جائے گا

☆☆☆☆☆☆

ایک مہینہ گزر گیا تھا۔ کیلنڈر پر دن' مہینہ ہی نہیں سال بھی بدل چکا تھا۔ لوگوں نے 2018 کو کس قدر شان و خوشدلی سے ویلکم کیا تھا لیکن ان کے لیئے زندگی اسی لمحہ میں ٹھہر گئی تھی جب ان کی بیٹی کو وینٹی لیٹر پر ڈالا گیا تھا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے دعائیں کر رہے تھے لیکن سانس تھی کہ بحال ہو کے ہی نہ دیتی تھی۔ ان دونوں کے صبح و شام ہاسپٹل کے چکر لگ رہے تھے۔ کھا پی رہے تھے مگر ان کی زندگی بستر پر لاچار پڑی تھی۔ معصومہ سہر وردی کو شارق آغا نے اگلے دن بتایا تھا وہ محض دو گھنٹہ میں لاہور پہنچ گئی تھیں۔ آسیہ آغا کو اتنا ہوش نہ تھا کہ وہ ابرج سہر وردی کو اطلاع کرتیں۔ معصومہ سہر وردی نے اطلاع ملتے ہی بیٹے سے رابطہ کرنا چاہا تھا لیکن اس کا

نمبر آف تھا۔

انھیں یاد آیا تھا کہ بیٹے کے لاہور جانے کے انکار پر انھوں نے اپنا ٹکٹ بھی کینسل کر دیا تھا اور جس صبح ان کے بھائی بھاوج لاہور روانہ ہوئے تھے ان کا بیٹا بیوی کے ساتھ سوئزر لینڈ چلا گیا تھا اور جاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ وہاں پہنچ کر سم اشو کروا کر ان سے رابطہ کرے گا لیکن اس نے رابطہ نہیں کیا تھا پورا مہینہ گزر گیا تھا۔ وہ دسمبر کی گیارہ تاریخ کو گیا تھا اور آج جنوری کی بارہ تاریخ تھی۔ انھیں بیٹے پر غصہ تھا مگر بیٹے کی خود سری کے پیش نظر انھیں یقین تھا کہ وہ چار دن بعد اس بھرم کے ساتھ کے ایلیفیہ کی شادی ہو گئی ہے واپس آجائے گا لیکن انھیں یہ بھی بہ خوبی اندازہ تھا کہ آنے کے بعد خود کو زندگی بھر معاف نہیں کر پائے گا۔

معصومہ سہر وردی ہاسپٹل سے نکل رہی تھیں جب ان کی نگاہ ارمش پر پڑی۔ بڑھی ہوئی شیو' آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے وہ چہرے سے ہی بیمار لگا۔

"ایلیفیہ نے ایک شخص کی محبت کو خود پر اس قدر سوار کیا کہ اسے ارمش کی محبت نظر ہی نہیں آئی۔۔۔ جس شخص کے لیئے آج وہ ان حالوں کو پہنچ گئی ہے وہ اپنی دنیا میں مست ہے اور باقی لوگ کیسے مر مر کر جی رہے ہیں ایلیفیہ کو ہوش آئے تو دیکھے کہ محبت صرف اس نے نہیں کی محبت تو ارمش نے بھی اس سے کی ہے۔" وہ ارمش سے سلام دعا کر تیں گاڑی میں آبیٹھیں اور دکھ سے سوچا۔

حقیقت سے لاعلم تھیں اس لیئے سامنے جو تھا اسے ہی سچ مان گئی تھیں۔ ارمش کی دوغلی شخصیت جب عیاں ہوتی تو نفرت کرتیں اس چہرے سے جس پر رحم آرہا تھا۔

"کھانا کھالیں بھیّا۔۔۔" ایلیفیہ کو وینٹی لیٹر پر پورے اکتیس دن ہو گئے تھے۔ وہ دونوں میاں بیوی کسی معجزہ کی آس میں تھے۔ وہ تینوں ہی ہاسپٹل آتے جاتے رہتے تھے۔ ایلیفیہ وینٹی لیٹر پر تھی زندگی تو شاید ختم ہو گئی تھی کچھ باقی تھا تو وہ امید تھی اسی کے سہارے آسیہ آغا شب میں بھی بیٹی کو اکیلے چھوڑنے پر راضی نہ ہوتی تھیں جبکہ ڈاکٹرز اس سب کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے مگر بوڑھے ماں باپ کی محبت کسی ضرورت کی محتاج کہاں تھی۔ ایک آس پر وہ پیسہ پانی کی طرح بہا رہے تھے۔ معصومہ سہر وردی کا بھائی کو جذباتی سہارہ میسر تھا۔ وہ بھائی اور بھاوج کا اس برے وقت میں بہت بڑا سہارا ثابت ہوئی تھیں۔ انھوں نے مالی معاونت بھی کرنی چاہی تھی لیکن اس کے لیئے شارق آغا راضی نہ ہوئے تھے جبکہ ہاسپٹل کے اخراجات کے لیئے انھیں کثیر رقم درکار تھی اور اسی لیئے وہ معصومہ سہر وردی کے سمجھانے پر ہی وہ لوگ کراچی لوٹ آئے تھے۔ اور سہر وردی ہاؤس میں مقیم تھے۔ صبح' شام ہاسپٹل کے چکر لگ رہے تھے ایسے میں معصومہ سہر وردی نے انھیں اپنے گھر جانے نہیں دیا تھا۔

ایلیفیہ کو تقریباً تیئس دن پہلے ڈاکٹرز کی سپر ویژن میں اسپیشل ایمبولینس میں لاہور سے کراچی کے پرائیوٹ ہاسپٹل میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ شارق آغا نے لاہور والا اپارٹمنٹ فروخت کر دیا تھا۔ وہ پیسہ جو بیٹی کی شادی کے لیئے جوڑا تھا وہ اس کے علاج پر

خرچ ہو رہا تھا۔

"آپ 'اللہ پر بھروسہ رکھیں بھیا' ہماری ایلیفیہ ٹھیک ہو جائے گی۔" وہ بھائی کو کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے نہ دیکھ ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتیں تسلی بھرے انداز میں بولیں۔

"آمین۔۔۔" ان کے لب ہلے اور وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ابرج کا کچھ پتہ ہے کب آ رہا ہے؟" وہ آدھی روٹی کھا کر ہی ہاتھ کھینچ گئے۔ ڈائنگ ٹیبل سے اٹھ کر جاتے کہ خیال آنے پر پوچھ گئے۔ انھوں نے اس تکلیف اور مشکل وقت میں بھانجے کی کمی کو بہت محسوس کیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ وہ پندرہ تاریخ تک لوٹ آئے گا۔" وہ مدھم لہجے میں بولیں۔ آج بارہ تھی ابرج کے حساب سے گیارہ کو ایلیفیہ کی شادی اور آج بارہ کو ولیمہ ہے وہ یہی سوچے ہوئے تھا کہ وہ ولیمہ کے بعد لوٹے گا اور وہ بیٹے کے ارادوں کا اندازہ لگاتیں اسی امید میں تھیں کہ وہ پندرہ تک لوٹ آئے گا۔

"کیا ابرج کی بیوی بھی اپنے میکہ والوں سے رابطہ میں نہیں ہے؟" خیال آتے ہی پوچھا اور ان کے نفی میں گردن ہلانے پر وہ گہری سانس کھینچ کر بولے۔

"بیچ میں ہی رابطہ ہو جاتا تو وہ لوٹ آتا جتنا زیادہ وقت بے خبر رہ کر آئے گا اتنی ہی تکلیف سے گزرے گا۔" وہ دکھ سا محسوس کرنے لگے۔

"ایلیفیہ' سے ناراض ہو کر گیا ہے اور اس بھرم میں سارے رابطے کاٹ کر بیٹھا ہوا ہے کہ جب لوٹے گا تو ایلیفیہ اپنے گھر کی ہو جائے گی۔ اسے کیا معلوم کہ ہماری ایلیفیہ تو زندگی و موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔" وہ کہتے ہوئے رو پڑیں۔ شارق آغا بہن کے سر پے ہاتھ رکھتے شکستہ قدموں سے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

پھر مری آس بڑھا کر مجھے مایوس نہ کر
حاصلِ غم کو خدارا غمِ حاصل نہ بنا

☆☆☆☆☆☆

"ابان 'کیا بات ہے آپ کچھ زیادہ ہی چپ چپ رہنے لگے ہیں۔" عابیہ کی بات پر فائل سے سر اٹھایا۔

"ایک نیا پراجیکٹ شروع کیا ہے۔ اسی میں مصروف ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولا۔ ابان کے لیئے آج کل زندگی بہت کٹھن ہو گئی تھی۔ جب سے اسے ایلیفیہ کی بیماری کا پتہ لگا تھا۔ احساس ندامت اسے کچوکے لگاتا تھا۔ اسے ایلیفیہ کی اس حالت کی ذمہ دار اپنی ذات لگتی تھی۔ اس نے کشمالہ کو دنیا کی نگاہوں سے بچاتے 'خود کو اپنی نظروں سے گرا لیا تھا۔ ایلیفیہ کو زندگی سے نفرت پر مجبور

کر دیا تھا۔ اس کی سانس کا سلسلہ کب ٹوٹ جائے ڈاکٹرز کو بھی علم نہ تھا اور وہ روز ایلیفیہ کی زندگی کی دعائیں مانگتا۔ عابیہ کی طرف سے غافل ہوا جا رہا تھا۔ درشہوار کی وفات کے بعد اتنے مسائل پے در پے جنم لیتے چلے گئے تھے کہ ان کے رشتے میں نہ کوئی ہلچل رہی تھی اور نہ ہی وارفتگیوں کے سلسلے ہی عروج پر تھے۔ نہ عابیہ کے نخرے تھے نہ ہی وہ اس کے ناز اٹھا رہا تھا۔ صرف صبح سے شام گزارتا وہ عابیہ کے لیئے ہر گزرتے دن کے ساتھ ایک پہیلی بنتا جا رہا تھا۔

درمیاں تیرے میرے جب سے لوگ آنے لگے

میں اس کے بعد سے تنہا ہوں اور بے آس ہے تو

"کام تو کم از کم آپ آفس میں ختم کر کے آیا کریں۔۔۔ پورا دن گھر میں بولائی بولائی پھرتی ہوں۔ آپ آفس سے آ کر بھی بزی رہتے ہیں۔ میرے لیئے تو جیسے وقت ہی نہیں ہے۔" وہ اس کی پریشانی محسوس کرتی تھی اس لیئے چپ رہتی تھی اس کا لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنے خول میں بند ہونا عابیہ کو مضطرب کرنے لگا اس لیئے آج شکوہ لے بیٹھی۔

"ماما کی طرف چلی جاؤ کچھ دنوں کے لیئے۔۔۔" وہ مدھم لہجے میں بولتا اسے مضطرب کر گیا۔

"کیا میں آپ کو اتنی بری لگنے لگی ہوں۔" وہ رونے لگی تو اس کا خول کچھ چٹکا۔

"تم کیوں بری لگو گی۔" وہ دائیں پہلو میں بیٹھی عابیہ کا ہاتھ تھام گیا۔

"آپ مجھے نظر انداز کرنے لگے ہیں۔۔۔ میری ڈیلیوری میں بمشکل ایک مہینہ رہ گیا ہے اور آپ کو میری تو کیا آنے والی اولاد کی بھی جیسے پرواہ نہیں ہے۔" وہ سوں سوں کرتی بولی۔ آج جنوری کی تیرہ تاریخ تھی اور ڈاکٹر نے اسے ڈیلیوری کی فروری کے وسط کی تاریخ دی تھی۔

"مصروفیت بڑھ گئی ہے بیبہ' اور نظر انداز نہیں کرتا اور پرواہ بھی ہے۔" اس نے فائلز سائیڈ کرتے ہوئے بیوی کے پھیلے سراپے پر متشکرانہ نظر ڈالی۔

"ہم نے اپنے بچے کے لیئے ابھی تک کوئی ایک چیز تک نہیں خریدی جب کہوں شاپنگ کا آپ مصروفیت کا بہانہ کر دیتے ہیں۔" وہ ہنوز ناراض تھی۔

"جانتی تو ہو سب زندگی کس قدر مشکل ہو گئی ہے۔ ماما جان کے بعد کچھ اچھا ہی نہیں لگتا اوپر سے مکنون ایسی گئی ہے کہ کوئی اطلاع نہیں ہے اس کی طرف سے بھی پریشانی رہتی ہے۔ ایسے میں شاپنگ کا پلان کریں بھی تو کیسے۔۔۔۔" وہ دکھی لہجے میں بولا۔

ولیمہ کی صبح مکنون نے فون کر کے اپنے جانے کا بتایا تھا اور اس کے بعد سے ایک مہینہ گزر جانے کے باوجود کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔

"میری کل بھی معصومہ آنٹی سے بات ہوئی تھی وہ کہہ رہی تھیں کہ ابرج بھیا انھیں رابطہ نہ کرنے کا بتا کر گئے ہیں اور یہ بھی کہ وہ پندرہ تاریخ تک آجائیں گے۔" اس نے معصومہ سہروردی کی کہی بات دہرائی اور یہ بات وہ ابان کو کئی دس بار بتا چکی تھی۔

ابان آگے سے کچھ نہیں بولا کہ یہی جواب تو معصومہ سہروردی نے خود اسے دیا تھا اور وہ یقین تو کر گیا تھا لیکن خود کو پریشان ہونے سے روک نہیں پا رہا تھا کہ ذہن تو ایلیفیہ کی باتوں کی طرف جاتا تھا اور دل اسے گڑبڑ ہونے کا سگنل دے رہا تھا۔

اس کے محسوسات اچھے نہیں تھے اسے یہی لگتا تھا جیسے اس کی بہن کسی تکلیف میں ہے اور وہ اس کے لئیے صرف دعا کر سکتا تھا اس کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا۔ اس کے تڑپتے دل کو قرار بہن کو دیکھنے کے بعد ہی آنا تھا۔

"دو دن کی بات ہے آجائے مکنون تو ہی دل کو قرار آئے گا۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"آپ مکنون کی طرف سے مطمئن رہیں ابرج بھیا اس سے محبت کرتے ہیں مکنون ان کے ساتھ بہت خوش ہوگی۔" وہ شوہر کی تسلی کو مسکرا کر بہت یقین سے بولی۔ وہ بول سکتی تھی کہ اس نے صرف لوگوں کے ابھی اچھے روپ دیکھے تھے' محبت دیکھی تھی ۔اسے نفرت کا ابھی اندازہ ہی نہ تھا وہ جانتی ہی نہ تھی کہ برا روپ اصل میں ہوتا کیا ہے۔

"آمین۔" ابان نے بیوی کی بات کا جواب دینے کی بجائے دل ہی دل میں کہا اور لیٹ گیا۔

"بیبہ' ذہن سے ہر فضول سوچ نکال دو میں تم سے محبت کرتا ہوں پرواہ بھی کرتا ہوں۔ بس یہ کچھ مشکل کے دن ہیں انھیں صبر سے گزار لو۔" وہ اس کے بازو پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بہت مدھم لہجے میں بولا۔

"مجھے صرف آپ کا ساتھ چاہیے ابان' آپ ساتھ ہیں تو میرے لئے کوئی مشکل، مشکل نہیں اور صبر کرنا بھی نہایت آسان ہے۔۔۔" وہ نم لہجے میں بولی۔

"میں ہمیشہ تمھارے ساتھ ہوں بس تم مجھ پر بھروسہ رکھنا کہ میں کچھ غلط نہیں کر سکتا تمھیں دھوکہ نہیں دے سکتا۔" اس کا لہجہ کانپنے لگا تھا۔ عابیہ نیند میں تھی اس نے محسوس نہیں کیا۔

"آئی لو یو' ابان۔۔۔" وہ نیند میں بڑبڑائی۔

"لو یو ٹو' بیبہ۔۔۔" آنکھیں بند کرتا ہوا بڑبڑایا۔

"عابیہ کو جب حقیقت پتہ لگے گی جانے کیسا ردعمل ظاہر کرے گی۔" وہ اس کے معصوم چہرہ کو دیکھ سوچ گیا۔

دل کو تری چاہت پہ بھروسہ بھی بہت ہے
اور تجھ سے بچھڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا

☆☆☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم۔۔۔!" معصومہ سہروردی آواز پر چونک اٹھیں۔ نظر اٹھائی تو سامنے درمکنون کھڑی تھی۔ گلابی رنگ کے کاٹن کے اسٹائلش سوٹ میں وہ کسی قدر مرجھائی ہوئی لگی۔ چہرے کی رنگت بھی ماند تھی۔ انھیں ایک جھٹکا سا لگا کہ اسے دیکھ کر لگتا ہی نہ تھا کہ وہ ہنی مون سے آئی ہے۔ شوہر کی سچی رفاقت اور چاہت کا ایک رنگ بھی تو اس کے وجود سے نہیں لپٹا تھا۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ ان کا بیٹا چلا آیا۔ وہ اس کا جائزہ لینے لگیں۔ بلیک کلر کی پینٹ اور گرے شرٹ کے کف فولڈ کیئے وہ کچھ بیمار لگا۔ معصومہ سہروردی کسی انہونی کے خیال سے کانپتیں بیٹے تک پہنچیں۔ بہو اور بیٹے کی اتری صورت دیکھ وہ مہینے بھر کا غصہ و کلفت سب بھول بھال کر ان کی فکر کرنے لگیں۔ ابرج کی طرف سے اطمینان بخش جواب ملا۔ ان کا اضطراب کچھ اور بڑھا لیکن اب انھوں نے اظہار نہ کیا اور بیٹے کی لاپرواہی پر اسے ڈپٹنے لگیں۔

"یہ کونسا طریقہ ہے کہ تم سارے رابطے توڑ بیٹھے تھے یہاں میں کتنی پریشان تھی' مکنون کی فیملی کس قدر فکر مند تھی۔ فون کر کے خیریت کی اطلاع ہی دے دیتے۔" وہ بیٹے پر ناراض ہو رہی تھیں۔

"آپ ناحق پریشان ہوئیں۔ میں تو جاتے ہوئے ہی بتا گیا تھا کہ ایلیفیہ کی شادی کے بعد لوٹوں گا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ درمکنون چپ چاپ فاصلے پر کھڑی ان دونوں ماں بیٹے کو بات کرتے سن رہی تھی۔

"تمھیں اگر ایلیفیہ کی شادی کے بعد ہی لوٹنا تھا تو تم نے آکر بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔" وہ غصہ سے کہتیں۔ صوفہ پر بیٹھ گئیں۔ وہ چونکا اور سوالیہ نگاہ سے ماں کو دیکھنے لگا۔

"ماما' آپ کی بات کا کیا مطلب ہے؟" وہ جواب نہ پاکر مضطرب سا پوچھ گیا۔

"ایلیفیہ' کی شادی نہیں ہوئی۔" ان کے آنسو گرنے لگے۔

"شادی' کیوں نہیں ہوئی؟" اس کے لب ہلے۔

معصومہ سہروردی کچھ کہہ نہ پائیں اور رونے میں شدت آگئی۔ اسی پل لاؤنج میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ متوجہ ہونے پر وہ شارق آغا کو دیکھ چونک گیا۔ وہ ان کی یہاں موجودگی کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اوپر سے ان کے منہ سے نکلی بات۔۔۔ ابرج کو اپنا وجود خلا میں معلق ہوتا محسوس ہوا۔

"ایلیفیہ کے نصیب میں خوشیاں لکھی ہی کب ہیں۔۔۔" شارق آغا کی آواز میں صدیوں کی تھکن تھی۔ وہ ان تک پہنچا۔

"ماموں جان' ایسے کیوں بول رہے ہیں۔۔۔؟" وہ ماموں کو کاندھے سے تھامے۔ ڈوبتے دل سے پوچھ گیا۔

"مر رہی ہے ہماری ایلیفیہ۔۔۔" وہ بھانجے کے گلے لگتے رو پڑے۔ ایک مہینہ سے وہ ضبط کر رہے تھے۔ اپنے آنسو چھپائے۔ بیوی اور بہن کو سنبھال رہے تھے لیکن آج بھانجے کو جسے ہمیشہ بیٹا ہی سمجھا تھا اسے سامنے پاکر وہ ضبط کھو گئے۔

"ایلیفیہ کو کیا ہوا ہے۔۔۔ کہاں ہے وہ؟" وہ تڑپ کر رہ گیا۔

"اب کیوں پوچھ رہے ہو کہ کہاں ہے کیسی ہے۔۔۔؟ بول کر گئے تھے نا کہ وہ مر بھی رہی ہو تو تمھیں نہ بتایا جائے تو اب وہ جئیے 'مرے تمھاری بلا سے۔۔۔" آسیہ آغا کی سرد آواز پر وہ ماموں کو خود سے الگ کر کے ان کی طرف بڑھا۔

"مامی' مجھے بتائیے ایلیفیہ کو کیا ہوا ہے۔" وہ پل پل اپنا دل ڈوبتا محسوس کر رہا تھا۔

کمرے کا منظر در مکنون کے لیئے بھی حیرت و پریشانی کا باعث تھا۔ معصومہ سہروردی بھائی کے کاندھے سے لگیں رو رہی تھیں ۔شارق آغا کے بھی آنسو روانی سے گر رہے تھے۔ ابرج سہروردی' آسیہ آغا کے سامنے ان کے ہاتھ تھامے پوچھ رہا تھا اور وہ بلکنے لگی تھیں۔

"ہم تو یہاں تمھاری شادی پر آئے تھے صرف دو دن کے لیئے لیکن ہماری تو دنیا ہی اندھیر ہو گئی۔ لاہور واپس لوٹے تو جو دیکھا بتاتے جان سی جاتی ہے۔۔۔ خدا دشمن کو بھی وہ منظر نہ دکھائے۔" وہ ہوا میں معلق تھا اور آسیہ آغا اس کے سینے سے لگیں۔ ہچکیوں سے رو رہی تھیں۔

"ہوا کیا ہے۔۔۔ بتائیے مجھے۔۔۔" وہ پھٹتے دل سے پوچھ گیا۔ لیکن وہ تینوں ہی چپ رہے۔ ابرج نے ضبط کرتے ہوئے انھیں صوفہ پر بٹھایا اور ساکت کھڑی مکنون سے پانی لانے کو کہا۔ در مکنون فوراً کچن کی طرف بڑھی اور دوڑ کر پانی کا گلاس لے آئی، اُس نے پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھایا لیکن انھوں نے ہاتھ نہ بڑھایا اور کانپتے لہجے میں اس تکلیف دہ منظر کی تفصیل کہتی چلی گئیں۔

ابرج سہروردی لب اور مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔ تفصیل سن اس کے ماتھے کی سبز رگ پھڑکنے لگی۔

"ابرج' میری ایلیفیہ' ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔ وہ وینٹی لیٹر پر ہے۔" وہ تو تفصیل سے ہی نہیں سنبھلا تھا کہ آسیہ آغا کے ایک جملے سے اسے لگا جیسے کمرے کی چھت اس پر آن گری ہے۔ اس کے قدم کھڑے کھڑے ہی لڑکھڑا سے گئے۔ در مکنون کے ہاتھ سے گلاس چھوٹا اور اس نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

"ایلیفیہ' ہمیں چھوڑ کر جا رہی ہے اسے روک لو ابرج' ورنہ تمھاری مامی بھی مر جائے گی۔" وہ چہرہ ہاتھوں میں گرائے روتیں چلی گئیں۔

"کسی نے ایلیفیہ کی آبرو چھیننا چاہی تھی۔۔۔" کمرے میں صرف سسکیوں کی گونج تھی اور وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرا کانوں میں آسیہ آغا کے تکلیف دہ انکشافات کی بازگشت محسوس کر رہا تھا۔

"آبرو تو محفوظ رہی لیکن وہ پچھلے ایک ماہ سے زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔" بازگشت اسے اپنی اور کھینچنے لگی۔ وہ دھاڑیں مارنے لگا۔

در مکنون جو انکشافات کی دہلیز پر کھڑی تکلیف محسوس کر رہی تھی۔

ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی وہ بے رحم 'سنگدل انسان جو اس کے ساتھ وحشیوں سا سلوک کرتا رہا تھا آج کیسے تڑپ تڑپ کر رو رہا

تھا۔ اس کے اندر اتنی کوملتا اور احساس ہے اسے حیرت سی ہونے لگی وگرنہ تو وہ تو یہی سوچ بیٹھی تھی کہ نرمی اور انسانیت سے اس کا دور دور سے واسطہ نہیں۔ لیکن وہ آج پتھر کو چوٹ لگنے اور چوٹ کی شدت برداشت نہ کر پانے کا منظر آنکھوں سے دیکھتی آنسو بہا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"کیا ہو رہا ہے؟" عبرود اجازت لیتی اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھ گئی۔

"کچھ بھی نہیں۔۔۔ بور ہو رہی ہوں۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"ابان کو یاد کر رہی ہو؟" وہ شریر ہوئی۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔۔۔ بس کرنے کو ہی کچھ نہیں۔" وہ سرخ پڑتی مسکرائی۔

"تمھیں نہیں لگتا کہ تم اس سارے جھنجھٹ میں بہت جلدی ہی خود کو پھنسا بیٹھی ہو۔" وہ عابیہ کے پھیلے سراپے پر نگاہ ڈالتی' بولی۔

"میں سمجھی نہیں۔۔۔؟" وہ حیرت سے عبرود کو دیکھنے لگی۔

"یار شادی کو ایک سال بھی نہیں ہوا اور تم فیملی بڑھانے جا رہی ہو۔۔۔۔۔ لائف تو انجوائے کر لیتیں پہلے۔۔۔ اس سب کے لیئے تو عمر پڑی ہے۔" عبرود نے حسد و نفرت کی آنچ لہجے تک نہ آنے دی اور دوستانہ' قدرے بے تکلف انداز میں بولی۔

"ابان' کو بچے بہت پسند ہیں۔۔۔" وہ سرخ پڑتی' شرمیلے لہجے میں بولی۔ عبرود کی جان جل کر رہ گئی۔

"مردوں کو تو بچے پسند ہی ہوتے ہیں۔۔۔ عورت کو اپنے فگر کا خود خیال رکھنا ہوتا ہے۔۔۔ ابھی تمھاری عمر ہی کیا ہے۔۔۔ ابھی سے بچوں کے چکر میں پڑ کر تم نے اپنی اسمارٹنیس کا ستیاناس مار لینا ہے۔" وہ اب بھی لہجہ کو نارمل رکھے ہوئے تھی۔ انداز اتنا ہلکا پھلکا تھا کہ عابیہ کو برا لگ ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ شرمیلی مسکان' مسکرا دی۔

"میرے نزدیک میری اسمارٹنیس نہیں' ابان کی خوشی زیادہ اہم ہے اور جب سے یہ گڈ نیوز ملی ہے ابان بہت خوش ہیں اور میرے لیئے یہی بہت ہے۔" وہ سکون سے بولی اور عبرود کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکلنے لگیں۔ عابیہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی وگرنہ چونکتی ضرور۔۔۔

"تم تو بالکل ہندی مویز کی طرح ستی ساوتری جیسی بیوی بن گئی ہو۔" وہ خود کو کمپوز کر کے ہنستے ہوئے بولی۔ عابیہ بھی ہنس دی۔

"آپ میری چھوڑیئے اپنا بتایئے۔۔۔" اس نے موضوع بدلا۔

"میرا ابھی تو پانچ سال تک ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے اور میں نے محسن کو بھی صاف کہہ دیا ہے۔ وہ فی الحال بچوں کو صرف

خواب میں دیکھے۔" وہ ہنستے ہوئے کہتی اسے حیران چھوڑ کر نکلتی چلی گئی۔ کمرے میں آکر چکرانے لگی۔

"مجھے ابان کی خوشی برباد کرنے کے لیئے کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔" اس نے سوچا اور ایک فیصلہ پر پہنچ کر بڑبڑائی۔

"ارمش، میں تمھاری نہیں مان سکتی سوری۔۔" اس نے وارڈروب کھولی اور دراز میں چھپا کر ایسے ہی کسی وقت کے لیئے رکھی سم نکالی اور اپنی سم چینج کر کے ایک ویڈیو عابیہ کو واٹس ایپ کر دی۔ اس نے ویڈیو ابرج سہروردی کو بھی سینڈ کی اور سم نکال کر توڑ دی۔

"ابان، تمھاری خوشیاں تو ہوئیں اب دیوانے کا خواب۔۔۔" وہ بے فکری سے ہنسی اور اپنی لگائی آگ کے شعلے دیکھنے کو واپس لاؤنج میں چلی آئی۔ عابیہ اسے کہیں نظر نہ آئی۔

اسی وقت اس کا سیل فون بجنے لگا۔

"مام، آپ جا کر رپورٹس کلیکٹ کر لیں۔۔ میں روز روز ہاسپٹل کے چکر کاٹوں گی تو میری ساس کو شک کا کیڑا کاٹنے لگے گا۔ اور میں نہیں چاہتی یہاں کسی کو بھنک بھی پڑے کہ میں نے ابارشن کروالیا ہے۔" وہ کال ریسیو کر کے لان میں آتی دھیمے لہجے میں بولی۔ اس نے دھیان ہی نہیں دیا تھا کہ داہنی طرف بنی سیڑھیوں پر عابیہ بیٹھی بے آواز رو رہی ہے۔ اور اس کی آواز سن کر چونک اٹھی اور بات سن کر رونا بھول کر مکمل اس کی جانب متوجہ ہو گئی ہے۔

"آپ ٹینشن نہ لیں میں اپنا خیال رکھ رہی ہوں اور ہاں دو ایک دن تک چیک اپ کے لیئے بھی چلی جاؤں گی۔۔ یو ڈونٹ وری مام۔۔۔" وہ دبے دبے انداز میں بات کر رہی تھی لیکن وہ اس کے بالکل پیچھے بیٹھی تھی اس لیئے اسے بہ خوبی سن رہی تھی اور سناٹے میں آچکی تھی۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ اس کی بھابھی اس حد تک جا سکتی ہے۔ عبرو نے بات مکمل کر کے رابطہ منقطع کر دیا اور جیسے ہی جانے کو مڑی اس کی نظر عابیہ پر پڑی اسے اپنے ہاتھ کے طوطے اڑتے محسوس ہوئے۔

"آپ، ایسا کر بھی کیسے سکتی ہیں؟" اس کی آواز جیسے گہری کھائی سے نکلی۔ وہ عبرو کو بے یقین نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ عبرو جو اسے وہاں دیکھ سٹپٹا گئی تھی خود کو کمپوز کرتی جواب دیئے بنا جیسے ہی آگے بڑھی۔ عابیہ اٹھتے ہوئے اسے آواز دے گئی۔

"بھابھی۔۔۔" وہ ناچار رکی اور وہ دونوں آمنے سامنے ہو گئیں۔

"میں تمھیں جواب دہ ہرگز نہیں ہوں۔" وہ بھانڈا پھوٹنے کے خوف سے بدلحاظ ہوئی۔

"مجھے نہ سہی بھیا کو تو جواب دہ ہیں آپ۔۔" عابیہ کے لہجے میں اب تک بے یقینی سر سرا رہی تھی۔

اسے جب پتہ لگا تھا کہ وہ ماں بننے والی تو اسے کس قدر خوشی ہوئی تھی۔ طمانیت سی انگ انگ میں دوڑ گئی تھی اور کہاں عبرو نے اپنے بچے کو دنیا میں آنے سے قبل ہی مار ڈالا تھا۔ اس کی سفاکیت نے عابیہ کو بے یقین کر ڈالا تھا۔ عبرو جو کسی کے بھی علم میں

لائے بنا کر چکی تھی وہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"تم محسن کے سامنے کچھ نہیں کہو گی عابیہ۔۔۔" وہ غرائی۔

"میں بھیا کو بتاؤں گی آپ نے بھیا کو لاعلم رکھ کر اتنا بڑا کام کر لیا جو سراسر گناہ ہے۔" وہ کہنے ہی لگی تھی کہ عبرود اسے ٹوک گئی۔

"میرے گناہ کو چھوڑو تم اپنے میاں کے گناہوں کی فکر کرو۔" وہ بدلحاظ ہو گئی تھی۔ عابیہ کا دل ڈول گیا۔

"تمھارے میاں کے کارنامے کی ویڈیو مجھے کچھ دیر پہلے ہی ریسیو ہوئی ہے اور یہ یاد رکھنا کہ تم نے اگر کسی کو میرے ابارشن کا بتایا تو میں اس ویڈیو کو سوشل میڈیا پر اپڈیٹ کر دوں گی۔" وہ اپنے مکروہ چہرے کے ساتھ عابیہ کے سامنے آچکی تھی۔ اسے کونسا محسن کے ساتھ گھر بسانا تھا وہ تو ابان اور عابیہ کو برباد کرنے کے لیئے اس گھر میں آئی تھی اور وہ بہت دن صبر کر چکی تھی لیکن اب وہ اپنی تمام چالوں کو انجام دینا چاہتی تھی کیونکہ عابیہ کو ابارشن کے پتہ لگنے کا مطلب یہی تھا کہ اب بات پوشیدہ نہیں رہی اور محسن تک ضرور پہنچ جائے گی اس لیئے وہ اپنا کارنامہ پھیلنے سے قبل ہی عابیہ کی خوشیوں کو آگ لگا دینا چاہتی تھی۔

عابیہ اس کے منہ سے ویڈیو کی بات سن کر پوری جان سے لرز گئی کہ کچھ دیر قبل اسے ویڈیو موصول ہوئی تھی جسے دیکھ کر وہ بے یقین رہ گئی تھی۔ اسے ویڈیو فیک نہیں لگی تھی لیکن وہ پھر بھی یقین نہیں لر سکتی تھی کہ ابان اس حد تک بھی گر سکتے ہیں اسی لیئے اس نے ابان کو کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ اسے لینے آجائے۔ وہ لان میں سیڑھیوں پر آن بیٹھی تھی تاکہ ابان جیسے ہی آئے وہ گھر چلی جائے لیکن ابان سے پہلے ہی عبرود آگئی تھی اور وہ ویڈیو والے جھٹکے سے ہی نہیں سنبھلی تھی کہ عبرود کا راز کھل گیا تھا اور جس روپ میں وہ سامنے آئی تھی عابیہ جیسی معصوم لڑکی جس نے دنیا ہی پوری نہ دیکھی تھی گڑبڑا گئی تھی۔

"آپ' کس ویڈیو کی بات کر رہی ہیں؟" وہ ہکلائی۔

"اچھے سے جانتی ہو تم میں کس ویڈیو کی بات کر رہی ہوں لیکن تمھیں انجان پنے کا ڈرامہ کرنا ہے تو دیکھو میں اس ویڈیو کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے طنز سے کہتے ہوئے موبائل کا لاگ کھولا اور اسکرین اس کے سامنے کی۔ عابیہ کو اپنے وجود پر رعشہ سا طاری ہوتا محسوس ہوا۔ اس کو کھڑا رہنا دشوار لگنے لگا۔

"بھابھی آپ' پلیز' اس ویڈیو کو ڈیلیٹ کر دیں یہ فیک ویڈیو ہے۔" وہ گویا گڑگڑائی اور عبرود ہنستی چلی گئی۔

"یہ ویڈیو فیک نہیں ہے تمھارا وہ شوہر جو بہت پارسا بنتا ہے وہ فیک ہے اس ویڈیو میں اس کا نقاب اتر چکا ہے اور وہ اپنی ہوس پرستی کے ساتھ موجود ہے۔" جس وقت کا اس نے بہت بے چینی سے انتظار کیا تھا بے حد قربانیاں دی تھیں وہ لمحہ آچکا تھا ایسے میں وہ دھیمی نہیں پڑ سکتی تھی۔ وہ عابیہ کو نفرت سے دیکھتی' بولی نہیں غرائی۔

"بھابھی۔۔۔" وہ عبرود کی بکواس برداشت نہیں کر پائی چلاتے ہوئے وہ اس پر ہاتھ اٹھا گئی لیکن سامنے بھی تو عبرود تھی وہ

اس کا ہاتھ ہوا میں ہی تھام گئی۔

"اپنی اوقات میں رہو۔" بری طرح اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولی۔

"آپ بھی اپنی حد سے تجاوز نہ کریں۔" وہ بھی غصہ سے بولی۔

"حد سے تجاوز تو وہ تمھارا شوہر کر گیا ہے۔ ایلیفیہ آج صرف تمھارے شوہر کی وجہ سے زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور تم مجھے آنکھیں دکھا رہی ہو جن عورتوں کے میاں تمھارے میاں جیسے ہوس پرست ہوں ان پر اتنی اکڑ جچتی نہیں ہے۔" وہ اس کو نفرت سے دیکھتی اس کی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر غرائی۔

"آپ صرف اپنی فکر کریں۔۔۔ اپنا جرم چھپانے کے لیئے میرے شوہر کے کردار پر کیچڑ اچھالنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"تمھارے شوہر کا کیا کردار ہے ویڈیو میں صاف نظر آرہا ہے اس لیئے میرے منہ نہ لگو تم۔۔۔" وہ عابیہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے حقارت سے بولی۔ عابیہ دیوار کے سہارے کھڑی تھی ایسا نہ کرتی تو کب کی زمین بوس ہو گئی ہوتی۔

"جو تمھیں میرا جرم لگتا ہے تو یہ یاد رکھو کہ مجھے بچہ نہیں چاہیئے تھا اس لیئے میں نے ابارشن کروایا تم یہ بات اپنے تک رکھو یا پورے جہان میں ڈھنڈورا پیٹو مجھے فرق نہیں پڑتا ہے لیکن تم نے ایسا کیا تو اس ویڈیو کو میں کتنا پھیلاؤں گی تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" وہ اسے صاف دھمکی دے گئی تھی۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ یہ ویڈیو جھوٹی ہے۔ ابان کے خلاف سازش ہے۔" وہ پورے اعتماد و یقین سے بولی۔

"نہ مانو' کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے سے خطرہ ٹل تو نہ جائے گا۔۔۔" وہ تمسخر سے بولی۔

"ویڈیو سچ ہے یا جھوٹ یہ میرا اور میرے شوہر کا معاملہ ہے۔۔۔ میں یقین کروں نہ کروں آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ دوٹوک انداز میں بولی۔ عبرود اسے حیرت سے دیکھنے لگی اس نے وقتاً فوقتاً کتنی آگ لگانی چاہی تھی لیکن ان کا رشتہ کتنا مضبوط تھا یہ اسے اپنے ہر وار کو خالی جاتا دیکھ کر محسوس ہوا۔

"ہونہہ' ایک بار ویڈیو لیک ہونے دو جب ایک دنیا تماشہ دیکھے گی تو تمھیں یقین بھی آجائے گا۔" وہ چلبلا کر رہ گئی تھی۔

"دنیا کیا سوچتی ہے کیا کہتی ہے مجھے فرق نہیں پڑتا جب مجھے ابان پر ایمان کی حد تک یقین ہے تو یہ ویڈیو میرے یقین کو توڑ نہیں سکتی۔" وہ بہت پر سکون لہجے میں بولی اس کا سکون عبرود کے اندر جلتی آگ کو بھڑکا گیا۔

"یقین کتنا ہی مضبوط ہو حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا جب حقیقت کھلے گی تو یقین ٹوٹ جائے گا۔" وہ عابیہ کا بازو جکڑ کر غرائی۔

"یقین سچا ہو تو کوئی حقیقت اس میں دراڑ تک نہیں ڈال سکتی آپ ٹوٹنے کی بات کرتی ہیں۔۔۔ خیر' آپ اس ویڈیو کو

پھیلانے کی دھمکی دے کر مجھے اس سچ کو چھپانے پر مجبور نہیں کر سکتیں جو میرے بھیا پر ظلم کے مترادف ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر خود اعتمادی سے کہتی یکدم بات ہی بدل گئی۔ اس کا یقین کامل اور اس کے ارادے مضبوط تھے۔ وہ دھک سے رہ گئی اور زخمی ناگن کی طرح بل کھانے لگی۔ عابیہ نے اپنے بازو سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا لیکن اس کی گرفت سخت ہو گئی۔

"تم میرے لیئے خطرہ بنو۔۔۔ اس سے قبل۔۔۔ میں تمھیں جان سے مار دوں گی۔" عبرو داس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پھنکاری اور اس کے سمجھنے سے قبل اسے پیچھے کی طرف دھکیل کر بازو آزاد کر دیا۔

نعمانی ولاز عابیہ کی چیخوں سے گونج اٹھا۔

☆☆☆☆☆☆

"آئی ایم سوری' ایلفی۔۔۔ میں ہی اس سب کا ذمہ دار ہوں۔۔۔ معاف کر دو مجھے۔۔۔" ابرج سہر وردی ہاسپٹل چلا آیا تھا اور ایلیفیہ کو بستر پر دنیا سے بیگانہ پڑے دیکھ تڑپ اٹھا تھا۔ وہ ایلیفیہ کی اس حالت کا خود کو ذمہ دار ٹھہراتا رو رو کر معافی طلب کر رہا تھا۔

"ہوش میں آجاؤ ایلفی' خدا کے لیئے۔۔۔" اس کی گریہ وزاری بڑھنے لگی۔ معصومہ سہر وردی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور وہ لمبا چوڑا مرد ماں کے سینے میں سماتا بچوں کی طرح رونے لگا۔

"میں کیوں چلا گیا تھا۔۔۔ میں نے کیوں اپنا موبائل آف کر دیا تھا۔۔۔ میں نے کیوں نہیں رکھا آپ سب سے رابطہ ۔۔۔" اسے پچھتاوے گھیرنے لگے۔

"یہی سب اللہ کو منظور تھا۔۔۔ ہمارے لیئے تو بس یہی مقام شکر ہے کہ ایلیفیہ کی عزت محفوظ رہی اور یقین ہے اپنے رب پر کہ یہ زندگی کی طرف بھی لوٹ آئے گی انشاء اللہ تعالی۔۔۔!" وہ بیٹے کے آنسو صاف کرتے ہوئے چٹان سے حوصلے کیساتھ بولیں۔

"کچھ پتہ لگا کہ اس سب کا ذمہ دار کون ہے؟" وہ خود کو کمپوز کرتا۔ بے سدھ ایلیفیہ کو دیکھتے ہوئے کانپتے لہجے میں پوچھ گیا۔

"نہیں' حادثہ رات کے کسی وقت پیش آیا اور بھائی بھابھی صبح کے وقت پہنچے۔۔۔ ایلیفیہ کی ایسی حالت نہیں تھی کہ یہ کچھ بتا سکتی اور بات ایسی تھی نہیں کہ پولیس میں رپورٹ کرتے۔" معصومہ سہر وردی کا لہجہ دکھ کی نمی سمیٹ لایا۔

"میں لاہور جا رہا ہوں۔" وہ کہتے ہی باہر کی طرف بڑھا۔

"کیوں۔۔۔ لاہور کیوں' جا رہے ہو۔؟" وہ بیٹے کی راہ میں آگئیں۔

"سراغ لگانے۔۔۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

"وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" وہ بے بسی سے بولیں۔

"ایلیفیہ کی حالت کا جو بھی ذمہ دار ہے اسے جب تک اس کے انجام تک نہیں پہنچا دوں گا قسم ہے پیدا کرنے والے رب کی

سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔" وہ کسی زخمی شیر کی طرح بلبلا رہا تھا۔

"بھیا' نے وہ اپارٹمنٹ فروخت کر دیا ہے۔" وہ بیٹے کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہہ گئیں۔

"ماموں جان نے اتنی عجلت میں کیسے وہ اپارٹمنٹ فروخت کر دیا وہیں سے تو ایلیفیہ کے مجرم کا ثبوت مل سکتا تھا۔" وہ چلا اٹھا۔

"یہ نہ بھولو کہ ہم ہاسپٹل میں ہیں۔" وہ بیٹے کو ڈپٹتیں۔ اپارٹمنٹ فروخت کرنے کی وجوہات سے آگاہ کر گئیں۔

"ایلیفیہ 'تم مجھے اس بدبخت شخص کا نام بتائے بنا مر نہیں سکتی ہو۔۔۔۔ میں تمھیں مرنے نہیں دوں گا۔" وہ ماں کے سامنے سے ہٹتا۔ بیڈ کے سرہانے پر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"سنا تم نے 'میں تمھیں مرنے نہیں دوں گا۔" وہ بے حد جذباتی ہوتا اسے جھنجھوڑ گیا۔ کچھ ساعتیں یونہی گزر گئیں وہ بے بس سی بے حس سی پڑی رہی وہ آنسو بہاتا مڑا کہ اس کی سانس تیز ہو گئی۔ یکدم ہی ساکت وجود میں زندگی دوڑنے لگی اور ڈاکٹرز کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی حالت بگڑنے لگی۔

میں چاہتی ہوں کہ
میں مر جاؤں
ہاں۔۔۔!
میں چاہتی ہوں کہ میں مر جاؤں
اور میری موت کی خبر اس تک پہنچے تو
اسکا دل کانپ جائے
اسکی دھڑکن رُک جائے
اسکی سانسیں تھم جائیں

اور ایک دفعہ بس ایک دفعہ
اسکی آنکھیں بھی میرے لیے برسیں
میری قبر پہ تازہ گلاب رکھتے
اسکی آنکھیں بھی سرخ آب سے آشنا ہوں
وہ مجھ سے ایک ملاقات کے لیے تڑپے

اس کو بھی معلوم ہو کیسا لگتا

کسی کے لیے روز روز مرنا کیسا ہوتا

وہ بھی ترسے مجھ سے دو منٹ بات کو

اور میں دور آسمانوں کے پار

اسکے حال پہ مُسکرا دوں

لیکن۔۔۔!

میں جو چاہتی ہوں

وہ ہو نہیں سکتا

کیوں کہ

میری ہر چاہت ناممکنات میں سے ہے

کیوں کہ

میں تو اسے بھی چاہتی ہوں

اور وہ بھی میری دسترس سے باہر ہے

میں تو مرنا بھی چاہتی ہوں

مرنا بھی میری دسترس میں نہیں

مرنا میری دسترس میں نہیں

☆☆☆☆☆☆

زندگی کے اس موڑ پر اسے اپنا وجود پر نچوں میں اڑتا محسوس ہوا۔پیپر پر سائن کرتے ہوئے اسکے ہاتھ باقاعدہ لرز رہے تھے۔ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ حیدر نعمانی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اسے اپنا حوصلہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا لیکن اس نے جیسے ہی ان پر نظر ڈالی خود کو مضبوط کر لیا۔حیدر نعمانی کے چہرے پر فکروں کا جال اور آنکھوں میں کچھ کھونے کا ڈر تھا۔عابیہ اگر اس کی بیوی تھی تو ان کی تو بیٹی تھی۔ اکلوتی بیٹی' وہ ان کے درد کا بہ خوبی اندازہ لگا سکتا تھا۔اس نے پیپر پر سائن کیا اور لیبر روم کے باہر آکھڑا ہوا۔

وہ کوئی تین بجے کا وقت تھا جب عابیہ نے اسے فون کر کے کہا تھا کہ وہ آکر اسے لے جائے۔ ابان نے اس سے کہا تھا کہ وہ

آف کر کے گھر جانے کی بجائے اسے ہی لینے آئے گا وہ تیار رہے لیکن عابیہ نے کہا تھا وہ فوراً ہر کام چھوڑ کر چلا آئے۔ وہ کہتے ہوئے روپڑی تھی اور ابان اس خیال سے ہی فوراً اٹھ گیا تھا کہ کہیں عابیہ کی طبیعت نہ خراب ہو۔ وہ جس وقت پریشان سا دل میں ہزار خدشات لیئے سسرال پہنچا۔ لان کا منظر دل دہلا دینے والا تھا۔

عابیہ سبز گھاس پر پڑی تکلیف سے تڑپ رہی تھی اور اس کے دائیں بائیں عبر ودا اور زبیدہ نعمانی تھیں جو درد سے چیختی عابیہ کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ دوڑ کر ان تک پہنچا اور ان دونوں کے پیچھے ہٹتے ہی اس نے عابیہ کو گود میں اٹھالیا۔

"بیہ' میں آگیا ہوں نا تم بالکل پریشان نہ ہو۔۔۔ اللہ سب بہتر کرے گا۔" عابیہ کو درد سے کراہتے دیکھ اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا اور اس نے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بہت ضبط کے ساتھ اسے تسلی دی اور اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر احتیاط سے لٹا دیا۔ عبر ودا اور زبیدہ نعمانی کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور فل اسپیڈ میں دوڑاتا ہاسپٹل پہنچا۔

"ابان' میرے بچہ کو کچھ نہیں ہونا چاہئے۔۔۔" اسٹریچر پر بے دم سی ہوتی عابیہ نے ابان کا ہاتھ تھام کر بمشکل کانپتے لہجے میں کہا۔

"تم اللہ پر بھروسہ رکھو بیہ' ہمت نہیں ہارنا۔۔۔" اس نے عابیہ کا ہاتھ لبوں سے لگاتے ہوئے نم لہجے میں کہا اور اسے لیبر روم میں لے گئے۔

وہ جب سے باہر کھڑا بیوی اور بچے کی زندگی کے لیئے دعا گو تھا۔ محسن اور حیدر نعمانی بھی ہاسپٹل پہنچ گئے تھے۔

عابیہ جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی تکلیف کو محسوس کرتی زندگی سے ناامید ہونے لگی تھی اس کے کانوں میں دو نرسوں کی باہمی گفتگو پہنچی جس کا لب لباب اتنا ہی تھا کہ ماں اور بچے میں سے کسی ایک کی زندگی بچائی جاسکتی ہے اور اس کے شوہر نے ماں کو بچانے کا کہا ہے۔ عابیہ تو سن کر ہی بے چین ہو گئی تھی اور ڈاکٹر کے سر ہو گئی تھی کہ وہ اس کے بچے کو بچائے۔ اس کا اصرار بڑھا تو ڈاکٹر نے ان سب تک عابیہ کا فیصلہ پہنچا دیا اور وہ کسی کی بھی پرواہ کیئے بنا آپریشن تھیٹر میں داخل ہو گیا۔

"بیہ' مجھے صرف تم چاہیے ہو۔۔۔۔ تمھاری زندگی چاہیے۔۔۔۔ تم اللہ پر بھروسہ رکھو اور ہمت نہ ہارو۔۔۔۔۔ ہمارے بچہ کو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ اور اگر اللہ نے کچھ اور سوچا ہوا ہے تو ہم صبر کریں گے۔" وہ اسے کچھ بولنے کا موقع دیئے بنا نم لہجے میں بولا اور اس کی پیشانی چوم لی۔

"بیہ' میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔۔۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جانا۔۔۔ تمھارے بنا میں مر جاؤں گا بیہ' تم نے میری خاطر زندگی کی طرف لوٹنا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ ہتھیلی میں قید کیئے اس کی ہمت بندھاتا اسے موت کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ دے رہا تھا۔ وہ بمشکل مسکرائی۔

"آئی لو یو' ابان۔۔۔" اس کے لب کانپے۔

"لو یو ٹو۔۔۔" عابیہ کے ہاتھ کی پشت پر آنسو گرا اور وہ ہاتھ لبوں سے لگاتا باہر نکل گیا۔

ان سب کے دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہے تھے۔ وہ سب عابیہ اور بچے کی زندگی کی دعا کر رہے تھے اور ان سب کے درمیان موجود آستین کا سانپ عبرود بے حد مطمئن اور خوش تھی جو اس نے چاہا تھا وہ پا لیا تھا۔ ابان کو تڑپتے دیکھ اسے جو سکون ملا تھا اس کی روح تک سرشار ہو گئی تھی۔ اب تو بس وہ یہی چاہتی تھی کہ عابیہ مر جائے تاکہ ابان کا دکھ دائمی ہو جائے۔ وہ سب عابیہ کی زندگی کے طلب گار تھے اور عبرود اس کی موت کی خواہشمند۔۔۔!

وقت تیزی سے گزرا اور آپریشن تھیٹر سے ڈاکٹر برآمد ہوئی۔

"مبارک ہو۔۔۔ بیٹا ہوا ہے۔" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

"شکر الحمدللہ۔۔۔" تشکر سے ابان کے آنسو گرنے لگے۔

"میری بیوی عابیہ وہ ٹھیک ہے؟" اس نے باپ بننے کی خبر پر اللہ کا شکر ادا کیا اور بیوی کی خیریت دریافت کر گیا۔

"آپ کی اہلیہ کی کنڈیشن کے بارے میں ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ہم اپنی سی کوشش کر رہے ہیں آپ لوگ دعا کریں۔" ڈاکٹر آگے بڑھ گئی۔ خوشی پر ابھی دکھ کی آہٹوں کے سایے لپٹے تھے۔ ہر گزرتی ساعت دل دہلا رہی تھی۔ اسی پل نرس نے لائٹ بلو کمبل میں لپٹا گول مٹول بچہ اسے پکڑا دیا۔ اسے زندگی یکدم بہت حسین لگی۔ فرط جذبات سے لبریز ہو کر اس نے اپنے بیٹے کی پیشانی چوم لی۔

"اللہ عمر دراز کرے اور تمھیں ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔" اس نے بیٹے کو دنیا میں آنے کے بعد پہلی دعا دی اور اسے اس کی نانی کی گود میں دے دیا۔ نانی سے نانا اور ماموں کی گود میں جاتا وہ دعائیں سمیٹ رہا تھا۔ عبرود نے دنیاد کھاوے کو بچہ کو گود میں لیا اور اسے زندگی کی پہلی بددعا سے نوازا۔

"تمھارے باپ سے مجھے شدید نفرت ہے میری دلی آرزو ہے کہ تمھاری ماں مر جائے اور پھر تم اپنے باپ کی محبت نہیں نفرتیں سمیٹو۔" عبرود نے بہت پیار سے بچہ کو دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں اسے بددعائیں دیں۔

اسی وقت احسن وہاں چلا آیا اور اس نے محسن کے ساتھ کھڑی عبرود سے بھانجے کو لے لیا۔

"بھیا' یہ تو کتنا پیارا ہے بالکل میرے جیسا۔۔۔" احسن خوشی کے احساس سے بولا۔ احسن کے انداز میں بچپنا اور سچی خوشی کا احساس تھا کہ وہ یہاں کیا قیامت برپا تھی کہاں جانتا تھا۔ وہ کوچنگ گیا ہوا تھا گھر پہنچا تو وہ ملازمہ سے سب کے ہاسپٹل میں ہونے کا سن کر محسن سے رابطہ کر کے وہاں چلا آیا تھا۔

"ابان بھیا' میرا بھانجا میری طرح کیوٹ ہے۔" وہ ننھے بچے کو گود میں سنبھالے ساکت کھڑے ابان کے پاس آن رکا۔ احسن کے معصوم انداز پر وہ مسکرا دیا۔

"اپنے بھانجے کا نام بھی میں رکھوں گا۔۔۔ آپی کے سامنے آپ میری سائیڈ لیجیئے گا ورنہ وہ میری نہیں سنیں گی۔" اس نے بچہ کو ابان کو دیکھتے ہوئے منہ بنا کر کہا وہ چھوٹا تھا اس سے عابیہ بہت محبت کرتی تھی اس کا بے حد خیال رکھتی تھی اس پر رعب بھی کافی رکھتی تھی اسی لیئے اس نے ابان کو اپنی طرف کرنا چاہا۔

"ماماجان نے اپنی زندگی میں ہی اپنے پوتے کا نام رکھ دیا تھا۔" اس کے لب ہلے۔ احسن لمحہ بھر کو چپ ہوا اور پھر ایکسائٹمنٹ شو کرنے لگا۔

"آپ کی ماماجان نے تو بہت ہی اچھا نام رکھا ہو گا' آپ کا نام بھی تو انھوں نے کتنا پیارا رکھا تھا۔" احسن کے لہجے میں بے فکری اور جوش تھا۔

"سید عتبان بخاری۔" ابان نے اپنے بیٹے کو ماں کے دیے ہوئے نام سے پہلی بار پکارا۔ اسی پل آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور وہ لپکا۔

"آپ کی وائف کی کنڈیشن ہر گزرتے پل کے ساتھ بگڑ رہی ہے انھیں ہم آئی سی یو میں شفٹ کر رہے ہیں۔" نرس نے کہا اور اسٹریچر آگے بڑھا دیا۔ ابان کے قدم لڑکھڑا گئے۔ محسن نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ رکھنے کے لیئے ہمت بڑھائی۔

"عابیہ 'کو کچھ ہو گیا تو میں۔۔۔جی نہیں پاؤں گا۔" وہ بوجھل لہجے میں بولا۔ ننھا بچہ رونے لگا۔ ابان کا دل کیا وہ بھی دھاڑیں مار مار کر روئے لیکن خود پر ضبط کے پہرے بٹھانا اس کی مجبوری تھی۔ زبیدہ نعمانی نے داماد کی گود سے نواسے کو لے لیا اور اسے تھپکنے لگیں لیکن وہ بچہ تو ماں کی آغوش میں جانے کو مچلے جا رہا تھا۔ بھوک سے تڑپ رہا تھا۔

"یا اللہ' یہ کیسی آزمائش ہے۔" بچے کے رونے میں شدت آ رہی تھی اور ابان کو دل ڈوبتا محسوس ہونے لگا تھا۔

"میری بیوی مجھے لوٹا دے۔۔۔ میرے بچے سے اس کی ماں کو دور نہ کر میرے مولا۔" اس نے دل ہی دل میں اپنے رب کو شدتوں سے پکارا۔

"بھیا۔۔۔" وہ آواز پر چونکا۔ سامنے درمکنون اور ابرج سہروردی کھڑے تھے۔

"مکنون' بیہ۔۔۔" اس نے بہن کے ہاتھ تھام کر کہنا چاہا لیکن ہمت نہ پڑی۔ اس کے آنسو گرنے لگے۔ بھائی کی حالت دیکھ درمکنون کے دل پر گھونسا سا پڑا۔ ابرج سہروردی کو البتہ اپنے اندر جلتی آگ کی شدت کچھ کم لگی۔

وہ لوگ تو ایلیفیہ کو دیکھنے آئے تھے اور ایکدم ہی اس کی حالت بگڑ گئی تھی یہ وہی لمحہ تھا جب ابان نے ہاسپٹل کے اندر قدم رکھا تھا اس کا قدم رکھنا تھا کہ ایلیفیہ کی سانس لوٹ آئی تھی۔ پل بھر کو تو ڈاکٹرز کو لگا تھا جیسے مردہ تن میں زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ ڈاکٹرز الرٹ ہو گئے تھے۔ وہ سب دعا گو تھے اور ایلیفیہ کی سانس ایک بار پھر رک گئی تھی۔ اسے پھر سے وینٹی لیٹر پر ڈال دیا گیا تھا۔ یہ سارا عمل کوئی گھنٹہ بھر کا تھا۔ اس کی حالت خطرے سے باہر تھی زندگی کی

امید لیئے انھوں نے واپسی کا قصد کیا تھا کہ درمکنون کی نظر اسٹریچر پر پڑی تھی اور وہ عابیہ کو دیکھ چونکتی ان سب کے پاس آن رکی تھی۔ ابرج سہروردی بھی ساتھ تھا۔ زبیدہ نعمانی نے نواسے کو چپ کروانے کی کوشش کرتے ہوئے ساتھ ہی تمام تفصیل ان کے سامنے رکھی تھی۔ درمکنون کو فکر نے جبکہ ابرج سہروردی کو خوشی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ ابان سے نفرت میں اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ عابیہ کی تشویش ناک حالت کا سن اسے افسوس نہیں ہوا تھا۔ عابیہ اس کے لیئے نہ عورت تھی نہ دوست کی بہن وہ اس کے لیئے صرف دشمن کی خوشی کا زریعہ تھی جس کے چھن جانے کا احساس ہی اس کے لیئے بڑا خوش کن تھا۔

"بھیا' آپ پریشان نہ ہوں عابیہ کو کچھ نہیں ہو گا۔" وہ بھائی کے کاندھے سے لگی بولی۔

"دعا کرو مکنون' ہماری عابیہ ٹھیک ہو جائے۔ ورنہ' میں بھی مر جاؤں گا۔" اس کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔

"اللہ نہ کرے۔" وہ تڑپ کر بولی اور وہ تیزی میں وہاں سے نکل گیا۔

"کیسا لگ رہا ہے ابان' ہاتھ سے زندگی چھوٹنے کا احساس۔۔۔" وہ آئی سی یو کے باہر آن کھڑا ہوا تھا اور ابرج بھی اس کے پاس آن رکا اور بہت مدھم لہجے میں بولا۔ ابان اسے کسی قدر حیرت سے دیکھنے لگا۔

"تمھیں میں نے آئیڈلائز کیا تھا۔۔۔ تم مجھے اتنے اچھے لگتے تھے کہ شاید میں تم سے محبت بھی کرنے لگا تھا لیکن ایلیفیہ' اسے تم سے اتنی شدید محبت ہو گئی کہ میں تم سے نفرت کرنے پر مجبور ہو گیا۔" اس کی آواز نہایت مدھم تھی۔ ابان لب بھینچے اسے سنے گیا نہ اسے ٹوکا' نہ روکا' نہ مداخلت کی۔

"وہ لڑکی جو تتلی سی نازک و رنگین تھی تم سے محبت کیا ہوئی اس کے سارے رنگ اتر گئے بس ایک پیا رنگ چڑھا بیٹھی تمھاری چاہت میں وہ دیوانی دنیا سے کٹ گئی میری شادی میں نہیں آئی کہ تمھارا سامنا اسے بکھیر دے گا۔" اس کی آواز نم ہو گئی۔ ابان نے اب بھی کچھ نہ کہا۔

"وہ جو تمھارے سامنے سے بچنے کو تنہا رہ گئی تھی اس سے کسی نے اس کی عزت چھین لینی چاہی اور آج وہ نہ زندوں میں ہے نہ مردوں میں۔۔۔ وجہ صرف تم ہو اور میں تمھیں معاف نہیں کروں گا۔" اس کی آواز میں شعلوں کی سی لپک تھی ابان اسے دیکھنے لگا اسے ابرج کی آنکھوں میں اپنے لیئے صرف نفرت نظر آئی۔ لیکن وہ اب بھی چپ رہا۔

"ایلیفیہ کا ایک بھی آنسو بخشوں گا نہیں۔۔۔ اس کی ہر تکلیف کا سود سمیت حساب لوں گا تم سے۔۔۔" وہ غرایا۔

"تم درمکنون کو مشق ستم بنا کر اگر ایلیفیہ کو اس کی محبت دلا سکتے ہو۔۔۔ میر النصیب بنا سکتے ہو تو جاؤ مکنون کو سولی پر چڑھا دو۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا اور اب چپ ہونے کی ابرج سہروردی کی باری تھی۔

"تمھیں کیا لگا ابرج' کہ میں یہاں بیوی کے غم میں ڈوبا کھڑا ہوں' عابیہ کی زندگی کی دعائیں مانگتا اسے کھونے کے احساس سے ڈرتا باقی ہر احساس سے بالاتر ہو گیا ہوں تو تم غلطی پر تھے ابرج۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ابرج نے لب اور

مٹھیاں بھینچ لیں۔

"مکنون کے چہرے کی زردی' اس کی آنکھوں کی اداسی ایک سیکنڈ میں جان گیا کیونکہ وہ میری ماں جائی ہے اس کے ساتھ خوشی وپل کے ان گنت لمحے گزارے ہیں تو اس کی تکلیف سے انجان رہ سکتا ہوں تو یہ تمھاری خوش فہمی ہی ہو سکتی ہے۔۔۔" وہ درمکنون کو دیکھ ہی اذیت میں گھر گیا تھا وہ بہن کو لے کر پہلے ہی پریشان تھا۔

اسے درشہوار خواب میں اداس اور پریشان نظر آتی تھیں۔ وہ بہن کو دیکھ ہی ابرج کی نفرت کا مشق ستم کون ہے سمجھ گیا تھا۔

"تم تو دوسروں کا جینا دوبھر کرو اور یہی سب تمھارے ساتھ ہو تو مظلومیت کا پرچار کرو۔" اس نے طنز سے ہنکارا بھرا۔

"میں نے ایلیفیہ کا جینا دوبھر نہیں کیا اس کی محبت میرے گلے کا طوق بن گئی ہے اس کی یکطرفہ چاہت میرے لیئے' میرے عزیزوں کے لیئے پھانسی کا پھندا بن گئی ہے۔ ایلیفیہ' اگر مجھ سے محبت کرتی ہے تو کیا کروں میں بتاؤ۔۔۔ اس کی محبت کا دم بھروں اس سے شادی کرلوں۔۔۔" وہ گہرے دکھ سے بولتا' دبے دبے انداز میں پوچھ گیا۔ ابرج سہروردی کی بولتی بند ہو گئی۔

"اس کا دل اس کے اختیار میں نہیں ہے تو میرے اختیار میں بھی اسے خوشی دینا نہیں ہے۔۔۔ میں تو اس سے جھوٹی محبت بھی نہیں جتا سکتا۔۔۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اس دیوانی کی محبت کا جواب محبت سے دوں تو خود کہو یہ عارضی چاہت اسے کیا دائمی خوشیاں دے سکتی ہے؟" وہ تھکے ہوئے انداز میں کہتا بینچ پر آبیٹھا ابرج نے میکانکی انداز میں اس کی تقلید کی۔

"میں نے تو اسے کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا' کبھی اس کے جذبوں کو پزیرائی نہ دی پھر بھی سارے قصور میرے ہیں۔۔۔ میں ہی ایلیفیہ کی بربادی کا سبب وذمہ دار ہوں تو مجھے چوک پر کھڑا کر کے سرعام کوڑے برساؤ۔۔۔" ابان کے لہجے میں اذیت گھل گئی تھی ابرج لب بھینچے' ساکت بیٹھا تھا۔

وہ کتنا صحیح بول رہا تھا کہ جو کچھ تھا سب ایلیفیہ کی جانب سے تھا۔

اس نے تو ایلیفیہ کو خواب نہیں دکھائے تھے وہ چاہتا تو ایلیفیہ کی اس درجے محبت پر اسے جھوٹی محبت کے جال میں بھی پھنسا سکتا تھا۔ اس کی اچھائی ہی تو اس کی سب سے بڑی کمزوری بن گئی تھی۔ جس کا دل چاہ رہا تھا وہ اسے مشق ستم بنا رہا تھا۔ ایلیفیہ کی محبت کی دہائی دے کر بلیک میل کر رہا تھا۔ ابرج کو اپنا آپ زیادتی پر لگا۔ اسے اپنا ہر گزشتہ قدم ناانصافی پر مبنی لگا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"ایلیفیہ کی محبت کی تکلیف کو جواز بنا کر تم جو میری بہن کو اذیتیں دے رہے ہو میں روکوں گا نہیں تمھیں۔۔۔ میں کچھ کہوں گا بھی نہیں۔۔۔ بس وقت آلینے دو پھر پوچھوں گا ایک دن اپنا اور اپنی بہن کا قصور۔۔۔" وہ سختی سے کہہ کر چپ کر گیا۔ ان دونوں کے درمیان گہری' رگوں کو کاٹتی خاموشی سفر کرنے لگی۔ ابان نے ہاتھ آگے کر کے گھڑی پر نظر ڈالی۔ رات کے آٹھ بج

چکے تھے لیکن ابھی تک کوئی اچھی خبر اور زندگی کا پیام اس تک نہیں پہنچا تھا۔

"میری پہلی اور آخری چاہت عابیہ ہے' وہ ہے تو بھی میری محبت ہے' وہ نہ ہو گی تو بھی وہی میری محبت رہے گی' آج اسے کچھ ہو جائے' وہ مجھے چھوڑ کر ابدی سفر پر روانہ ہو جائے تو بھی ایلیفیہ میری محبت نہیں بن سکتی' پھر بھی میں اسے خوشیاں نہیں دے سکتا۔" وہ ہاتھ نیچے کرتا ہوا بولا اور ابرج کو ششدر چھوڑ کر بینچ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ چہرہ پُر یقیں ہے گر د سا ہوتے ہوئے بھی
میں سر تا پا گُماں ہوں آئینہ ہوتے ہوئے بھی
وہ اک روزن قفس کا جس میں کرنیں ناچتی تھیں
مری نظریں اُسی پر تھیں رِہا ہوتے ہوئے بھی
مرے قصے کی بے رونق فضا مجھ میں نہیں ہے
میں پُر احوال ہوں بے ماجرا ہوتے ہوئے بھی
شرف حاصل رہا ہے مجھ کو اُس کی ہمراہی کا
بہت مغرور ہوں میں خاکِ پا ہوتے ہوئے بھی
وہ چہرہ جگمگا اٹھا نشاطِ آرزو سے
وہ پلکیں اٹھ گئیں بارِ حیا ہوتے ہوئے بھی
مجھے تُو نے بدن سمجھا ہوا تھا ورنہ میں تو
تری آغوش میں اکثر نہ تھا ہوتے ہوئے بھی
چلا جاتا ہوں دل کی سمت بھی گاہے بہ گاہے
میں ان آسائشوں میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی
عجب وسعت ہے شہر عشق کی وسعت کہ مجھ کو
جنوں لگتا ہے کم بے انتہا ہوتے ہوئے بھی
اگر تیرے لیے دنیا بقا کا سلسلہ ہے
تو پھر تُو دیکھ لے مجھ کو فنا ہوتے ہوئے بھی
مسلسل قرب نے کیسا بدل ڈالا ہے تجھ کو

وہی لہجہ وہی ناز و ادا ہوتے ہوئے بھی
وہ غم جس سے کبھی میں اور تم یکجا ہوئے تھے
بس اُس جیسا ہی اک غم ہے جدا ہوتے ہوئے بھی
نہ جانے مستقل کیوں ایک ہی گردش میں گم ہوں
میں رمزِ عشق سے کم آشنا ہوتے ہوئے بھی

☆☆☆☆☆☆

جب سے ارمش چوہدری کو پتہ چلا تھا کہ ایلیفیہ ہاسپٹل میں وینٹی لیٹر پر ہے اسے اپنا وجود خلا میں محسوس ہو رہا تھا۔ کانوں میں صرف ایک بازگشت تھی اور ہر سو سناٹا تھا۔

"تمھاری یہ کوششیں تمھیں ایلیفیہ سے دور کر دیں گی۔ اسے مجھ سے نفرت پر مجبور کرنے کی چاہ میں کہیں اسے زندگی سے دور نہ کر دینا۔" اسے سید ابان بخاری کی باتیں یاد آ رہی تھیں اور وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرتا چلا گیا۔

"تم میرا جسم تو حاصل کر سکتے ہو ارمش لیکن میرا دل کیسے جیتو گے، میری روح تک کیسے جاؤ گے۔" ایلیفیہ کا نمناک لہجہ کانوں میں گونجا اور وہ دھاڑیں مارنے لگا۔

"آئی ایم سوری ایلیفیہ۔۔۔" وہ زمین پر ٹکرے مارتا بڑبڑایا۔ اسے اپنے اردگرد قہقہے گونجتے محسوس ہوئے۔

"میں اپنی شکست قبول کرتا ہوں۔۔۔ میں ہار گیا ایلیفیہ سے، اس کی بے لوث چاہت سے۔۔۔" وہ کمرے کی ایک ایک چیز کو توڑتا چلا گیا۔ ہنسی کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ اسے کمرے کی ایک ایک چیز خود پر ہنستی ہوئی محسوس ہوئی اس نے ایک ایک چیز توڑ ڈالی پھر بھی بے سکونی تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

"ابان سے ہار گیا ہوں، میں اسے ایلیفیہ کے دل سے نکالتے، ایلیفیہ کی نظروں سے گراتے، ایلیفیہ کے دل سے اتر گیا ہوں، ایلیفیہ کی نظروں سے گر گیا ہوں، اپنی لگائی آگ میں خود جل کر یوں خاکستر ہوا ہوں کہ ملال اور پچھتاوے میں آگھرا ہوں۔" وہ کمرے کو تہس نہس کرتا، اپنی شکست تسلیم کر گیا تھا۔ لیکن گیا وقت اب ہاتھ نہیں آ سکتا تھا۔ اس کی ندامت نہ تو ایلیفیہ کو واپس لا سکتی تھی اور نہ ہی اعتبار ہی لوٹ کر آ سکتا تھا۔ جب معاملات ہاتھ سے نکل گئے تھے تو اسے اندازہ ہوا تھا کہ اصل خسارہ ابان کے نہیں خود اس کے ہاتھ لگا ہے۔

خوش جو آئے تھے پشیمان گئے
اے تغافل تجھے پہچان گئے

خوب ہے صاحبِ محفل کی ادا
کوئی بولا تو برا مان گئے

کوئی دھڑکن ہے نہ آنسو نہ امنگ
وقت کے ساتھ یہ طوفان گئے

اس کو سمجھے کہ نہ سمجھے لیکن
گردشِ دہر تجھے جان گئے

تیری اک ایک ادا پہچانی
اپنی اک ایک خطا مان گئے

اس جگہ عقل نے دھوکا کھایا
جس جگہ دل ترے فرمان گئے

☆☆☆☆☆☆

"ہمیں معاف کر دو ہم عابیہ کا خیال نہیں رکھ سکے۔" وہ داماد کے سامنے ہاتھ جوڑتی رو پڑیں۔

"ماما' یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔۔۔" وہ تڑپ کر زبیدہ نعمانی کے ہاتھ تھام گیا۔

"تمھیں لگا تھا کہ عابیہ کا میں خیال رکھوں گی لیکن میں۔۔۔" وہ سسک اٹھی تھیں۔

"آپ عابیہ کی ماں ہیں۔۔۔ مجھ سے زیادہ محبت اور پرواہ کرتی ہیں ایسے بول کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔۔۔" وہ دکھ سے بولا۔

اس نے زبیدہ نعمانی کو ماں کا درجہ دیا تھا ان کی حرکت اس کے دل کو لگی تھی۔

"پرواہ تو بہت ہے۔۔۔ ہر گزرتے پل کے ساتھ دل ڈوب رہا ہے۔۔۔ لیکن مجھے بہت شرمندگی ہے کہ عابیہ کو تم نے میری ذمہ داری پر میکے چھوڑا اور میں خیال رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔" ان کے رونے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ایک تو بیٹی کی کنڈیشن ہاتھ پاؤں پھلا رہی تھی اوپر سے یہ خیال کچوکے لگا رہا تھا کہ عابیہ کے ساتھ حادثہ ان کے گھر پر پیش آیا۔

"ماما' ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ یہی حادثہ میرے گھر ہوتا تو کیا آپ اس سب کا مجھے موردِ الزام ٹھہراتیں؟ جو آپ نعمانی ولاز میں یہ سب ہونے پر ندامت محسوس کر رہی ہیں۔" وہ ان کے آنسو ایک بیٹے کی طرح صاف کرتا بہت احترام سے بولا۔

"آپ بس دعا کریں کہ آپ کی بیٹی کو کچھ نہ ہو۔۔۔ ورنہ میں بھی مر جاؤں گا۔" اس نے بے قراری سے کہا۔

"اللہ نہ کرے کہ تمھیں یا عابی' کو کچھ ہو۔ مجھے اپنے اللہ سے پوری امید ہے کہ عابیہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جائے گی۔" وہ تڑپ کر بولیں۔

"آمین۔۔" وہ انھیں ریلکس رہنے کا کہتا ان کی تسلی کو مسکرایا۔

ٹھیک دس بجے ڈاکٹر آئی سی یو سے نکلتی ان سب کے درمیان' سید ابان بخاری کے سامنے آن رکی۔

"مبارک ہو آپ کو مسٹر بخاری' آپ کی بیوی کو ہوش آگیا ہے۔" ڈاکٹر نے کئی ڈیلیوری کیس کیئے تھے۔ اس نے والدین کو اپنی اولاد کے لیئے ہی نہیں اولاد کی اولاد کے لیئے بھی تڑپتے دیکھا تھا لیکن شوہر کی اس قدر بے قراری شاذونادر ہی دیکھنے کو ملتی تھی۔ سو میں سے کوئی ایک کیس ہوتا ہے جس میں ماں کی زندگی کی فکر کی جاتی ہے۔ انھوں نے ابان کو مسکرا کر دیکھا تھا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" اس کے لب ہلے' آنکھ سے تشکر کے آنسو گرنے لگے۔

"آپ کی بیوی کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔۔۔ کچھ دیر میں پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا جائے گا۔۔۔ تب آپ مل سکیں گے۔" ڈاکٹر کی بات پر ابان کے ساتھ ساتھ وہاں موجود عابیہ کے سب اپنوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ واحد عبرود تھی جو ناخوش تھی۔ لیکن جب اتنی دعائیں شامل حال ہوں تو کسی ایک کے برا چاہنے سے برا نہیں ہوا کرتا۔

"جزاک اللہ ڈاکٹر صاحبہ۔" وہ ڈاکٹر کا مشکور ہوا۔

"آپ کو اپنی مسز کا بہت خیال رکھنا ہوگا۔۔۔ اللہ نے اپنے کرم سے انھیں دوسری زندگی عطا کی ہے۔" وہ مسکرا کر ہدایت دیتیں آگے بڑھ گئیں۔

عابیہ کے پرائیوٹ روم میں شفٹ ہوتے ہی وہ سب وہاں آن دھمکے۔

"میرا بچہ کہاں ہے۔۔۔؟" عابیہ نے ابان کو دیکھتے ہوئے نحیف لہجہ میں کہا۔ اس نے ہوش میں آنے کے بعد بھی سب سے پہلے اپنے بچے کا ہی پوچھا تھا۔

"یہ لیجیئے بھابھی صاحبہ' سنبھالیئے اپنا بیٹا۔۔۔" درمکنون نے ہنستے ہوئے کہا اور ننھے گول مٹول بچہ کو عابیہ کے پہلو میں لٹا دیا۔

عابیہ اپنے وجود کے حصہ کو بہت محبت سے دیکھتی رونے لگی۔ زبیدہ نعمانی نے آگے بڑھ کر بیٹی کے سر پے ہاتھ رکھا۔ وہ ماں کو دیکھ روتے سے مسکرائی اور بیٹے کی پیشانی چوم کر سیدھی ہوگئی۔

"محسن' دوڑ کر مٹھائی لے آؤ۔" حیدر نعمانی نے بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیتے ہوئے بیٹے کو دوڑایا۔ عابیہ کی نظر عبرود پر پڑی۔ اسے اپنی تکلیف یاد آنے لگی۔ اس نے نظر جھکا دی۔ عبرود کچھ سوچ کر محسن کے پیچھے ہی باہر نکل گئی۔

"آپی' اس پر میرا زیادہ حق ہے یہ یاد رکھیئے گا۔۔۔ مجھ پر جیسے بچپن سے رعب جماتی رہی ہیں میں بھی خوب اس پر رعب جمایا کروں گا۔" احسن بے تکلفی سے بہن کے پاؤں کے پاس بیٹھتا۔ بھانجے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ احسن کی بات پر وہ سب ہنس دیئے۔

"میرے بیٹے پر رعب جما کر تو دکھانا۔۔۔ حشر بگاڑ دوں گی۔" وہ نحیف لہجہ میں چھوٹے بھائی کو دھمکی لگا گئی۔

"زیادہ اپنے بیٹے پر حق نہ جمائیں ورنہ میں اپنے بھانجے کو لے کر بھاگ جاؤں گا۔۔۔" وہ منہ بنا کر بولا۔ زبیدہ نعمانی شوہر کو دیکھتیں اطمینان سے مسکرا دیں۔

"اے مسٹر میں تمھیں اپنے بھتیجے کو لے کر کہیں بھاگنے نہیں دوں گی۔" درمکنون نے اسے مصنوعی غصہ سے گھورا۔ لگتا تھا خوشیاں لوٹ آئی ہیں۔

"یار مکنون آپی، آپ تو ہٹلر آپی نہ بنیں۔" احسن نے فوراً منہ بنایا۔

"ہم دونوں مل کر اس چھٹکو عتبان پر خوب رعب جمایا کریں گے۔ اب خوش؟" درمکنون ہنسی اور احسن بچوں کی طرح خوش ہو گیا۔ وہ دونوں آپس میں ہی الجھے تھے۔ درمکنون کہتی تھی کہ اس کا بھتیجا اس میں ملتا ہے اور احسن اس بات پر ڈٹا تھا کہ اس کا بھانجا اس کی کاپی ہے۔ ان دونوں کو بچوں کی طرح الجھتے دیکھ وہ دونوں میاں بیوی مسرور سے ٹکڑے لگاتے جا رہے تھے۔

ابان نے عابیہ کو مسکرا کر دیکھا اور رب کا شکر ادا کرتا باہر نکل گیا۔ اس نے سب سے پہلے سجدہ شکر ادا کیا تھا اور اس کے بعد صدقہ خیرات کرتا وہ قبرستان چلا آیا تھا۔ اپنی خوشی قبر میں سوئے والدین سے بانٹ کر اسے اپنی خوشی دوگنی ہوتی محسوس ہوئی تھی اور وہ ہاسپٹل چلا آیا تھا۔ اگلے دن عابیہ کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ ابان کی مرضی تھی کہ عابیہ، نعمانی ولاز چلی جائے لیکن وہ سختی سے صاف انکاری ہو گئی تھی۔

اور بضد تھی کہ زبیدہ نعمانی اس کے ساتھ بخاری ولاز چلیں۔ انھیں یہ بات بالکل بھی مناسب نہیں لگ رہی تھی لیکن عابیہ نے رو رو کر ضد منوالی تھی۔ وہ بیٹی اور داماد کے ساتھ بخاری ولاز چلی آئی تھیں۔ بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کی رسم ادا کی گئی تھی۔ جس کے بعد زبیدہ نعمانی اپنے گھر واپس چلی گئی تھیں۔ عابیہ کی طبعیت کافی بہتر ہو گئی تھی۔ بچہ کی دیکھ بھال کے لیئے آیا رکھ لی گئی تھی اور نوراں بوا بھی کافی مددگار ثابت ہو رہی تھیں۔ درمکنون ہاسپٹل سے اپنے گھر چلی گئی تھی اور گزشتہ سات دنوں میں اس نے بخاری ولاز کے صرف دو چکر لگائے تھے۔ گھنٹہ سے زیادہ وہ ٹھہری نہیں تھی۔ اس کا یوں غیروں کی طرح گھڑی بھر کو آنا ابان کو مضطرب کر گیا تھا لیکن وہ مصلحتاً چپ سادھے ہوئے تھا۔ عابیہ نے اس شام کیا ہوا تھا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا یہاں تک کہ اس نے ابھی تک ابان سے ویڈیو کے بارے میں بھی سوال نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو زندہ دیکھ اتنی خوش تھی کہ اس نے عبرود کو معاف کر دیا تھا۔ آج کل ابان اس کا بہت خیال رکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہی بیٹے کو پا کر خوش اور بہت مطمئن تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

"میری ہر چال ناکام ہو گئی ہے۔۔۔ عابیہ کی نہ میں خوشیاں برباد کر سکی اور نہ ہی اسے موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہوئی۔۔۔" وہ ہاسپٹل سے گھر آنے کے بعد جلے پیر کی بلی کی طرح چکراتی پھر رہی تھی۔ اسے اپنی ناکامی کا قلق تھا اوپر سے یہ دھڑکا

بھی جان کو آ لگا تھا کہیں عابیہ سب کو بتا دے نہ دے کہ اسے دھکا دیا تھا اور وہ ابارشن والی بات نے اسے زیادہ پریشان کیا ہوا تھا کیونکہ وہ دھکے والی بات تو جھٹلا سکتی تھی لیکن ابارشن والی بات جھٹلانا آسان نہ تھا یہ اسے اچھے سے اندازہ تھا۔

"مجھے عابیہ سے بات کر کے اسے منہ بند رکھنے کی تلقین کرنی ہوگی اگر اس نے منہ کھول دیا تو محسن نے مجھے اس گھر سے نکال دینا ہے کیونکہ جس طرح میں نے اسے اس کی ماں اور فیملی سے کافی حد تک دور کیا ہے میرا بھانڈا پھوٹا تو اس کی سوئی محبتیں اور فیملی کے لیئے احساس جاگ اٹھے گا۔" اس نے بے قراری سے سوچا۔ اور پلاننگ کرتی وہ فریش ہونے چلی گئی۔

"مام' وہ کمبخت عابیہ بچ گئی ہے وہ اور اس کا بچہ دونوں سلامت ہیں اور اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ سب کو سچائی نہ بتا دے۔" واش روم سے نکلی تو اس کی کی مام کی کال آ رہی تھی جو ریسیو کر کے وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگی۔

"تم دفعہ کرو محسن کو لگتی ہے سچائی پتہ تو لگنے دو۔ وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یو ڈونٹ وری۔" مسز شاہ رعونت سے بولیں۔

"مام' میں جانتی ہوں۔ محسن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن میں اس کے سامنے فی الحال اچھی بنی رہنا چاہتی ہوں۔" وہ پرسوچ انداز میں بولی۔

"واٹ ربش! میں تو کہتی ہوں تم محسن سے طلاق لے لو۔ میں تمھاری اپنی سوسائٹی کے شاندار آدمی سے شادی کروادوں گی ۔مت اس فقیر کے لیئے اپنی زندگی برباد کرو۔۔۔ حسن ڈھل گیا تو کوئی شادی بھی نہیں کرے گا یاد رکھنا۔" عبرو دنے شادی سے پہلے تو ماں کو شادی کی وجوہات سے لاعلم رکھا تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے ارادے بتا دیئے تھے۔ انھیں بیٹی کی عقل پر افسوس ہوا تھا جس نے کسی کی زندگی برباد کرنے کا راستہ کس قدر غلط منتخب کیا تھا جو صرف اس کی بربادی پر ختم ہوتا تھا اس لیئے وہ اکثر بیٹی کا طلاق کا مشورہ دیتی رہتی تھیں اور عبرو دنے ابارشن بھی ماں کے کہنے پر ہی کروایا تھا۔

"مام' جس مقصد کے حصول کے لیئے میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا وہ مقصد حاصل کیئے بنا میں نہیں لوٹنے کی۔۔۔ جس دن میرا مقصد پورا ہو گیا میں محسن کو لات مار کر لوٹنے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گی۔" وہ ماں کی بات سب کر تحمل سے بولی۔

"تمھاری ہر چال الٹی پڑ رہی ہے۔ اب کرو گی بھی تو کیا۔۔؟" بیٹی کی ضدی طبعیت سے واقف مسز شاہ غصہ سے بولیں۔

"آپ' مجھے فی الحال بس یہ بتائیں کہ میں ایسا کیا کروں کہ عابیہ اگر ابارشن اور دھکا دینے کا بتائے تو محسن یقین نہ کرے۔" وہ پرسوچ انداز میں پوچھ گئی۔

"تم محسن کو کچھ ایسے مٹھی میں رکھو کہ عابیہ جب اسے سب بتائے تو وہ یقین نہ کرے اور بہن کو جھٹلا دے۔" اسے اس کی ماں نے راہ سجھائی۔ وہ اسے اور بھی بہت کچھ سمجھاتی گئیں۔ محسن کو مٹھی میں کرنے کے گر بتاتی رہیں اور اس نے غور سے سن کر کئی ایک باتوں پر عمل کا ارادہ کرتے ہوئے فون بند کر دیا۔

محسن گھر آیا تو وہ اس سے التفات کا مظاہرہ کرنے لگی۔ عابیہ کو نئی زندگی ملنے اور بیٹے کی پیدائش پر وہ خوشی کا اظہار کر رہی

تھی اور محسن اس کی مکاریوں سے انجان اس کے التفات پر خوش ہوئے جارہا تھا۔

زبیدہ نعمانی بیٹی کے گھر چلی گئی تھی اور وہ محسن کی نظروں میں معتبر ہونے اور عابیہ کو جھوٹا ثابت کرنے کو وہ محسن کے ساتھ ساتھ حیدر نعمانی اور احسن کا بھی خیال رکھ رہی تھی۔ ماں کی غیر موجودگی میں بیوی کا ذمہ دار روپ دیکھ محسن تو پھولے نہ سمارہا تھا۔ عبرودا اپنی چالوں کو تیز کرتی اس بات سے انجان تھی کہ نیلی چھتری والا جب انسان کی مکاریوں اور چالوں کو ناکام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس انسان کو منہ چھپانے کے لیئے بھی کہیں جگہ نہیں ملتی۔

☆☆☆☆☆☆

"ارمش، تم نے کیا سوچا ہے کب تک یوں اجڑے حالوں میں پھرنا ہے۔۔۔ آفس بھی نہیں جارہے یوں تو تمھاری نوکری ختم ہو جائے گی۔" اربازنے اس کی بڑھی ہوئی شیو اور آنکھوں کے گرد حلقے دیکھ یاسیت سے پوچھا۔

"میری تو زندگی ہی ختم ہو گئی ہے۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"مایوسی کی باتیں کیوں کرتے ہو ارمش، انشاءاللہ تعالیٰ ایلیفیہ صحت یاب ہو جائے گی۔" وہ دوست کی دلجوئی کرنے لگا۔

"وہ تو صحت یاب ہو جائے گی لیکن میری بیمار ذہنیت کا تو کوئی علاج ہی نہیں ہے۔۔۔ میں نے سب برباد کرڈالا ہے۔" وہ اپنے آپ سے لڑتا ہار گیا اور آج اس نے ارباز سے کچھ نہ چھپایا۔ اپنا ہر کارنامہ، تمام سازشیں اس کے سامنے کھول دیں۔ ارباز تو ساکت رہ گیا۔ اسے دوست کی خود پسندی کا اندازہ تھا مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ 'میں' کے لیئے کسی کی زندگی بھر کی نیک نامی اور خوشیوں کو آگ لگا دے گا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے بھی گر سکتے ہو۔" وہ دوست کو غصہ سے دیکھنے لگا۔

"میں جیسے غصہ و حسد میں پاگل ہو گیا تھا ارباز۔۔۔" وہ بے بسی سے ہاتھوں کی انگلیاں بالوں میں الجھائے بیٹھا تھا۔

"اپنے نفس کی گندگی کو پاگل پن کا نام نہ دو۔" ارباز غرایا۔ اس نے پوری زندگی بہت شریف لوگوں کی طرح بہت سادہ انداز میں بسر کی تھی۔ اس کی تین بہنیں تھیں اور بہن بیٹی کی حرمت کی اہمیت سے بہ خوبی واقف تھا۔ وہ ارمش کی برائیاں دوستی کی وجہ سے نظر انداز کر دیتا تھا لیکن اتنی بڑی بات، اس جیسا عزت کو اہمیت دینے والا، رکھ رکھاؤ والا شخص ہر گز بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

اربازنے دل ہی دل میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس کی معصوم بہن اس کے شر سے محفوظ رہی تھی۔ تالیہ اس سے محبت کرتی تھی یہ بات وہ جانتا تھا کہ اس نے ارمش کو دیکھ بہن کا روشن ہوتا چہرہ محسوس کیا تھا اور ارمش کی منگنی کے بعد وہ جو بیمار ہوئی تھی تب بہت کچھ اس پر ظاہر ہو گیا تھا۔ اسی لئے جب عالیہ آپی نے رشتہ بتایا تھا تو اس نے دیر نہیں کی تھی۔ وہ شوہر کے ساتھ باہر

کہیں ملال تھا کہ اس کی بہن نے جسے چاہا اُسے پا نہ سکی لیکن آج ارمش کا جو روپ سامنے آیا تھا اس کے بعد اسے سکون کا احساس ہوا تھا کہ اچھا تھا کہ محبت نہ ملی کہ کم از کم ایک اچھے محبت کرنے والے انسان کے ساتھ عزت سے تو زندگی بسر کر رہی تھی۔

"میرا انفس اتنا کمزور ہوتا تو آج میں سر اٹھا کر کھڑا نہ ہوتا ارباز' مجھے تو میری خواہشیں' میری انا' میری نفرت' میرا حسد' کچھ یوں لے ڈوبا ہے کہ میں اپنی ہی نظروں سے گر گیا ہوں۔" ارمش ہارے ہوئے انداز میں' شکستگی سے بولا۔

"کچھ بھی کہو تم نے بہت سی زندگیاں برباد کر دی ہیں۔۔۔ سید ابان بخاری اس انسان کے ساتھ تم کتنا غلط کر چکے ہو تمھیں اندازہ ہے؟ یا صرف ایلیفیہ کو بستر مرگ پر دیکھ کر تمھاری نام نہاد محبت جاگ اٹھی ہے جس کی آڑ میں تم اس قدر گر گئے۔" ارباز اس کی بے بس حالت دیکھ کر بھی مدھم نہیں پڑا۔

"سچ کہتے ہو ابان کا جو نقصان کر دیا ہے اس کا نہ احساس ہے نہ درست کرنے کی تمنا ہی سر اٹھاتی ہے۔۔۔ مجھے تو ایلیفیہ کی حالت نے توڑ دیا ہے اسے پانے کی آرزو میں اسے کھو بیٹھا ہوں۔۔۔ اپنی خوشیوں کو میں نے خود اپنے ہاتھوں سے آگ لگا دی ہے۔" وہ کہتے ہوئے بے بسی سے رو پڑا۔

"تم ایلیفیہ کو تو اب کبھی پا نہیں سکتے کیونکہ جو اسے بے عزت کرے عورت اسے کبھی بھلاتی نہیں ہے۔۔۔ نہ ہی کبھی معاف کرتی ہے۔۔۔ وہ تم سے اب شدید نفرت کرے گی' اتنی نفرت کے تمھیں اپنی رگیں کٹتی محسوس ہوں گی۔۔۔ زندگی سے نفرت محسوس ہو گی۔۔۔ تم نے ایلیفیہ کو تمام عمر کے لیئے کھو دیا ہے۔" ارباز کا انداز دو ٹوک تھا۔

"وہ مجھ سے نفرت کرے' مجھے دھتکار دے لیکن بس ایک بار ہوش میں آجائے۔۔۔ مجھے معافی مانگنے کا موقع دے دے۔" اس نے روتے ہوئے ارباز کو دیکھا۔

"ایلیفیہ کی زندگی کی دعا ہی کی جاسکتی ہے اور تم اگر سچ میں ایلیفیہ کی زندگی چاہتے ہو تو تم سب کے سامنے اعتراف کر لو اپنے ہر جرم کا تو شاید اللہ تمھاری دعا سن لے اور تمھیں سکون میسر آجائے۔" اس نے اب اچھے دوستوں کی طرح اسے مشورہ دیا۔ وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"آسانیاں چاہتے ہو تو پہلے دوسروں کو آسانیاں فراہم کرو۔۔۔ دوسروں کے گھر جلا کر اپنے گھر کو روشن کرنے والے کبھی سکھ اور سکون سے نہیں رہتے۔۔۔ ابان کی راہ میں جو کانٹے بچھائے تھے انھیں ہٹا دو۔۔۔ پھر تمھارے لیئے بھی آسانیوں کے دروازے کھل جائیں گے۔۔۔ آگ بہت بن گئے اب دیا بنو جو جلاتا نہیں ہے روشنی کر دیتا ہے۔" وہ دوست کے شانے پر ہاتھ رکھے مخلص دوست کی طرح اسے درست راہ دکھا رہا تھا۔

"انشاء اللہ تعالی۔۔۔!" ارمش دل سے کہتے ہوئے دوست کے گلے لگ گیا۔

"اللہ تمھیں اتنا حوصلہ دے کہ تم اپنے جرم کا اعتراف بھی کر سکو۔" اس نے ارمش کی ہمت بندھاتے ہوئے اسے دعا دی

-

"شکریہ' ارباز۔۔" ارمش مخلص دوست کو دیکھتا مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆☆

"بیہ' آر یو آل رائٹ؟" وہ آفس سے گھر آیا تو عابیہ معمول کے مطابق استقبال کو لاؤنج میں موجود نہ تھی۔ وہ نوراں بوا کو سلام کرتا کمرے میں آیا تو اسے روتے دیکھ مضطرب سا اس کے پاس پہنچتا' پوچھ گیا۔

"آپ دس دسمبر کی رات کہاں گئے تھے؟" سوال تھا کہ برچھی' جو ابان کو جسم کے آر پار ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ ابان کو دیکھنے لگی جو یکدم ہی بازو آزاد کرتا پیچھے ہو گیا تھا۔ عابیہ کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا۔

"بتایئے ابان۔۔۔" وہ سسکی۔

"لاہور گیا تھا۔۔" اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کی۔ وہ سناٹے میں آ گئی۔ کسی قدر بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایلیفیہ کی اس حالت کے آپ ذمہ دار ہیں؟" کئی ساعتیں چپ کی ردا اوڑھے گزر گئیں۔ خاموشی چبھنے لگی تو عابیہ نے کانپتے دل کے ساتھ اگلا سوال داغا۔

"ہاں۔۔۔۔" فقط ایک لفظی اقرار کیا گیا تھا اور عابیہ کو لگا اس کی دنیا ہی لٹ گئی ہے۔

"آپ کو وہ اچھی لگتی تھی تو آپ نکاح کر لیتے ابان' اس کی زندگی برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" وہ اس کا گریبان مٹھیوں میں جکڑے اذیت ناک لہجے میں بولتی' تکلیف سے سسکی۔

"ہر جو لڑکی اچھی لگے اس سے نکاح تو نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ سب کے ساتھ گھر تو نہیں بسایا جاتا کچھ نفس کی تسکین کے لیئے بھی تو ہوتی ہیں۔" وہ بڑی سہولت سے اپنا گریبان اس کی گرفت سے نکالتا اٹھ کھڑا ہوا۔ عابیہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ کچھ کہہ نہ پائی۔ اس نے سائیڈ پر پڑا اسیل اٹھایا اور بھائی کا نمبر ملایا۔

"بھیا' پلیز آ کر مجھے لے جائیں۔" وہ چونکا۔ کچھ کہتا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر کچھ بھی کہنے سے روک گئی۔ اس نے لب بھینچ لیئے۔ عابیہ بیڈ سے اتری اور بیگ میں اپنا اور عتبان کا سامان ٹھونستی چلی گئی۔

"تم کہیں نہیں جا رہی ہو' بیہ۔" وہ اس کی کاروائی دیکھتا رہا جیسے ہی وہ کاٹ میں سوئے بیٹے کو اٹھانے کے لیئے جھکی وہ اس کا بازو تھام کر بول گیا۔

"میرے یہاں رہنے کا اب کوئی جواز نہیں بچا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمھیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے؟" وہ گھورتے ہوئے پوچھ گیا۔

"اعتبار نہ ہوتا تو ویڈیو کو سچ مان لیتی۔۔۔ اعتبار نہ ہوتا تو بھابھی کی کہی ہر بات کو جھٹلاتی نہیں۔۔۔ اعتبار نہ ہوتا تو اتنے

دن چپ نہ رہتی۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر چیخی اور بیٹے کو گود میں اٹھائے بیگ سنبھالتی کمرے سے نکل گئی۔

"جب اعتبار ہے تو مکمل اعتبار رکھو یہ سوال کیوں پوچھتی ہو؟ شک کو کیوں جگہ دیتی ہو؟" وہ اس کے ہاتھ سے بیگ جھپٹ کر دور پھینکتے ہوئے غصہ سے بولا۔

"میں نے تصویروں کو دیکھ کر ایک لمحہ کی بے اعتباری دکھائی تھی لیکن جب مجھے احساس ہوا کہ میرے ابان ایسے نہیں ہو سکتے تو میرا بھروسہ آپ پر کچھ اور بڑھ گیا مجھے ویڈیو موصول ہوئی میں نے جھٹلا دی بھابھی کو اپنا دشمن بنالیا۔۔۔ اتنا بڑا دشمن کہ انھوں نے میری اور میرے بچے کی جان لینی چاہی پھر بھی میں نے اف نہیں کیا۔" وہ روتے ہوئے بولی۔ ابان ہی نہیں محسن کے قدم بھی اکھڑ گئے۔

"یہ کیا بول رہی ہو؟" وہ اسے بے یقین نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں اس دن گری نہیں تھی مجھے بھابھی نے دھکا دیا تھا۔" وہ سسکی۔ محسن کو لگا جیسے وہ کھڑے کھڑے ہی فنا ہو گیا ہے۔ عابیہ نے بازوؤں میں مچلتے بیٹے کو جھلاتے ہوئے۔ تمام تفصیل بہت روتے ہوئے کہہ دی۔

"اتنا سب ہو گیا بیہ' تم نے مجھے بتایا تک نہیں۔" ابان کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ چالیس چلتی عبرو داس حد تک بھی جا سکتی ہے۔

"میں بھیا سے بہت محبت کرتی ہوں ابان' نہیں چاہتی کہ ان کو سچائی پتہ چلے وہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔۔۔ بھابھی نے میرے ہی نہیں بھیا کے ساتھ بھی بہت برا کیا۔۔۔ بھابھی نے میری تو صرف جان لینی چاہی لیکن اپنے بچے کی تو جان ہی لے لی۔۔۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ بھیا کو بچے کس قدر پسند ہیں بھیا کو لاعلم رکھ کر ابارشن کروالیا۔" عابیہ کے آنسو گر رہے تھے۔ محسن کو اپنے قدموں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"تمھیں محسن سے کچھ نہیں چھپانا چاہئیے کیونکہ عبرو د بھروسہ کے لائق ہے ہی نہیں۔۔۔" وہ گہری سانس بھر کر بولا۔

"بھروسہ کے لائق تو آج کل کوئی بھی نہیں رہا جن پر اندھا اعتماد کرو وہ بالکل ہی اندھا ہی ثابت کر دیتے ہیں۔" اس نے ابان کو ناراضگی سے دیکھا۔

"تم کچھ نہیں جانتی ہو بیہ' اس لئیے ایسی باتیں نہ کرو۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"کچھ نہیں جانتی تھی اسی لئیے تو پوچھا اور آپ نے کیا خوب جواب دیا۔" اس نے طنز سے ہنکارا بھرا۔ وہ چپ رہ گیا۔ عابیہ نے بیٹے کو سنبھالا اور اسے دیکھنے لگی۔

"بھابھی نے آپ کے بارے میں بہت غلط باتیں کہیں لیکن میں نے اعتبار نہیں کیا' ویڈیو تک جھٹلا دی۔ اور آپ نے کتنے

بتائیے ابان کیسے ؟" وہ اس کو روتے ہوئے دیکھتی سیڑھیاں اترنے لگی۔ نیچے پہنچی تو نظر چوکھٹ پر کھڑے محسن پر پڑی۔ بھائی کو دیکھ اسے اپنے چودہ طبق روشن ہوتے محسوس ہوئے۔ محسن کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ ان کی باتیں سن چکا ہے۔ ابان نیچے آیا تو اس کی بھی کم و بیش عابیہ جیسی ہی حالت ہو گئی۔

"محسن 'آؤ نہ بیٹھو۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولا۔

"آپ 'دونوں مجھے معاف کر دو۔" محسن کی آنکھ سے آنسو گرا۔ ابان نے اس کے ہاتھ تھام لیئے۔

"معاف تو آپ مجھے کر دیں میں آپ کو دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی جس بات کو پوشیدہ رکھنا چاہا یوں عیاں ہو جانے پر میں بہت شرمندہ ہوں۔" عابیہ بیٹے کو ابان کے حوالے کرتی بھائی کے ہاتھ تھامے روتی سینے سے لگتی بلکنے لگی۔

"تکلیف سے بھی خود گزریں معافی بھی خود مانگ رہی ہو کیوں اپنے بھیا کو شرمندہ کرتی ہو۔" وہ بے بسی کی انتہاؤں پر تھا۔ ابان نے نوراں بوا کو بلا کر عتبان کو ان کے حوالے کیا اور وہ سب صوفوں پر آن بیٹھے۔

ابان نے ان دونوں سے کچھ نہیں چھپایا۔ عبرود کے بارے میں ایک ایک بات بتا دی۔ محسن کو اپنا آپ شرمندگی سے زمین میں گڑھتا ہوا محسوس ہوا۔ جس لڑکی کو اس نے بے پناہ چاہا تھا وہ تو اس سے محبت کرتی ہی نہیں تھی۔ ابان سے بدلہ لینے کو حسد کی آگ میں جلتی اس کی بہن کی خوشیاں برباد کرنے کے لیئے اس کی زندگی میں سوچی سمجھی سازش کے تحت شامل ہوئی تھی اسے لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔

"آپ مجھے شادی سے پہلے نہ سہی بعد میں ہی کچھ تو بتاتے۔" وہ نظریں زمین میں گاڑھے بے بسی سے کرلایا۔ جس پر بہت بھروسہ ہو وہی بھروسہ توڑ دے تو روح میں شگاف پڑ جاتے ہیں۔ وہ بھی ایسی ہی اذیت سے دوچار تھا۔

"شادی سے پہلے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ عبرود کے کیا مقاصد ہیں وہ تمھاری محبت میں نہیں میرے انتقام میں تم سے شادی کرنے جا رہی ہے۔" محسن کو بہت دکھی دیکھ 'ابان کے دل کو دھچکا لگا تھا۔ وہ بے بسی سے بولتا گیا۔

"شادی کے بعد جب اس کے مقاصد ظاہر ہونے لگے تو میں نے عابیہ کو اپنے طور پر محتاط کر دیا تھا۔۔۔ میں نے عابیہ سے بھی کبھی ذکر نہیں کیا کہ میں تمھیں تمھاری بیوی سے بدگمان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آج حقیقت یوں نہ کھلتی تو باخدا میں آج بھی چپ رہتا۔" محسن کی آزردگی اسے شرمندہ کرنے لگی۔

"لیکن بھابھی نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔۔۔ انھوں نے۔۔۔" وہ جذباتی ہونے لگی۔ ابان نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور اس کے دیکھنے پر چپ رہنے کا اشارہ کر دیا۔

"وہ عورت جب اتنی وفاؤں کے بعد میری نہ ہو سکی مجھ سے 'اپنی اولاد سے وفا نہ کر سکی تو آپ لوگوں کے ساتھ کیا وفا نبھاتی۔" وہ دکھ سے بولتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ان دونوں نے بھی اسے روکا نہیں۔ دو قدم چل کر اسے کچھ یاد آیا تو وہ پلٹ آیا۔

"ویڈیو اور تصاویر والا کیا معاملہ ہے؟" وہ واپس بیٹھتے ہوئے ابان سے پوچھ گیا۔

"بھیا' وہ سب فیک ہے ابان کے ایمپلائی کی سازش ہے۔" وہ ترنت بولی۔

"اس سب میں کیا عبرود بھی شامل ہے؟" وہ بہن کے بجائے بہنوئی سے پوچھ رہا تھا۔

"عبرود نے مجھے برباد کرنے کو ارمش چوہدری سے ہاتھ ملا لیا تھا۔ اس نے ہی ارمش کے ساتھ مل کر کشمالہ کی نازیبا تصاویر بنائیں اور وہ تصویریں عابیہ کو سینڈ کر دیں۔۔۔ گیارہ دسمبر کی رات جو بھی ہوا اس میں میری مجبوری کا ہاتھ تھا۔۔۔ مجھے ارمش نے بلیک میل کیا تھا کہ اگر میں نے اس کے پلان پر عمل نہیں کیا تو وہ کشمالہ کی تصاویر وائرل کر دے گا۔۔۔ میں نے صرف کشمالہ کی عزت رکھنی چاہی۔۔۔ اور جب مجھے کشمالہ کی عزت کا اتنا خیال تھا تو میں ایلیفیہ کی عزت پر ہاتھ کیسے ڈال سکتا تھا۔۔۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔ میری سچائی صرف میرے اللہ کو پتہ ہے اور میری گواہی صرف ایلیفیہ ہی دے سکتی ہے۔" ابان نے کشمالہ کی تصویروں سے لے کر اس ویڈیو تک کی روداد بھی کہہ ڈالی۔

"ہمیں کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ پر یقین ہے۔" محسن کی بات سن ابان کو لگا جیسے اس کا صبر اس کی اتنی قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں۔ وہ مسکرا دیا۔ عابیہ اب بالکل چپ بیٹھی تھی۔ وہ جانے کا کو کھڑا ہو گیا۔

"بھیا' آپ بھابھی سے کچھ مت کہیئے گا۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا ہے اب آپ انھیں ایک موقع دیں۔" وہ بھائی کے پاس آن رکی۔

"اللہ تمھیں دنیا جہان کی ہر خوشی و نعمت سے نوازے۔ ہمیشہ خوش رہو۔" اس نے بہن کی بات سنی مگر کسی قسم کا جواب یا ردعمل ظاہر کیئے بنا بہن کے سر پر ہاتھ رکھتا اسے دعائیں دیتا نکلتا چلا گیا۔ وہ شکستہ قدموں سے ابان کے سامنے آن بیٹھی۔

"آپ مجھ سے تو کہتے کچھ' آپ نے اس دن بھی آدھے ادھورے سچ بتائے۔۔۔ ارمش چوہدری کی نفرت کو پیسہ کا لالچ بنا کر پیش کر دیا۔" وہ ناراضگی سے بولتی گئی۔

"مجھے اچھا نہیں لگا تھا بیہ کہ میں کسی لڑکی کا تمھارے یا ماما جان کے سامنے نام لوں۔ ایلیفیہ کیا بھرم رکھنے کو میں نے ادھوری سچائی بتائی۔" وہ پاؤں سیدھے کر کے صوفہ پر نیم دراز ہو گیا۔

"آپ نے مجھ سے وہ نفس کی تسکین والی بات کیوں کہی۔" وہ اس کے برابر آن بیٹھی۔

"تم نے پوچھا تو یہی لگا کہ شاید تم مجھ پر شک کر رہی ہو بس اس لیئے۔۔۔ جاننا چاہ رہا تھا کہ میری بیہ کو مجھ پر' میری وفا پر' میرے کردار پر کتنا بھروسہ ہے۔" اس نے عابیہ کے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور آنکھیں موند لیں۔

"آپ پر شک کبھی نہیں کیا۔۔۔ بھروسہ تو خود سے زیادہ ہے۔۔۔۔ آپ بھی مجھ پر' میری وفا پر یقین رکھیں کہ میری وفا' کبھی آپ کو بے اعتبار نہیں ہونے دے گی۔" عابیہ نے محبت و یقین سے کہا اور ابان کی پیشانی پر لب رکھ دیئے۔ ابان کو اپنا ہر درد' ہر

کلفت مٹتی محسوس ہوئی۔

"ایک محاذ تو فتح کر لیا ہے بس دعا کرنا دوسرا محاذ بھی جیت جاؤں۔" وہ اس کے ہاتھ کو ہتھیلی کی قید میں لیتا مدھم لہجے میں بولا۔

"کس محاذ کی بات کر رہے ہیں؟" وہ الجھی۔

"رشتے نبھانا' ان سے نبرد آزمائی کرنا میرے لیئے تو محاذ سر کرنے کے ہی مترادف ہو گیا ہے۔۔۔ بیوی کی نگاہوں میں سرخرو ٹھہرا ہوں۔۔۔ لیکن بہن کے لیئے تو میں گالی بن گیا ہوں۔۔۔ دعا کرو بیہ' کہ اللہ مجھے میری بہن کی نگاہ میں بھی سرخرو کر دے تاکہ اس کا امتحان ختم ہو۔" ابان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"ایسے کیوں بول رہے ہیں۔۔۔ درمکنون نے آپ سے کچھ کہا ہے؟" وہ تڑپ کر پوچھ گئی۔

"وہ بے چاری کیا کہے گی وہ تو خود عذاب جھیل رہی ہے۔" ابان بے بسی سے بولتا عابیہ کی الجھنیں بڑھا گیا۔

"ہوا کیا ہے بتائیں تو سہی۔۔۔ وہ خوش تو مجھے بھی نہیں لگتی۔" وہ مضطرب سی بولی۔

"اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔۔۔ میں شکر ادا کرتا ہوں کہ ماما جان پہلے ہی ہمیں چھوڑ گئی تھیں۔۔۔ ورنہ مکنون کا دکھ انھیں جیتے جی مار دیتا۔" ابان رو رہا تھا اور عابیہ دھک سے رہ گئی تھی۔ عابیہ کو علم نہیں تھا یہاں تک کہ اندازہ بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کے پیچھے کیا کچھ ہو گیا تھا۔

"آپ کیوں میرا دل دہلا رہے ہیں۔۔۔ صاف بتاتے کیوں نہیں ہیں۔" وہ اس کی لایعنی باتوں کے بعد بڑھتی خاموشی سے گھبرا کر اس پر بگڑی۔

"بیہ' میری مکنون بہت تکلیف میں ہے۔۔۔ ایلیفیہ کی جو بھی حالت ہے ابرج کی نظر میں اس کا ذمہ دار میں ہوں اور اس کی سزا کے لیئے ابرج نے مکنون کو مشقِ ستم بنایا ہوا ہے۔" درمکنون اس سے پچھلے ایک ہفتہ میں کوئی تین بار ملی تھی اس نے اپنا منہ نہیں کھولا تھا لیکن وہ اس کی ماں جائی تھی وہ اس کے دکھ محسوس کر سکتا تھا۔ اس لیئے تڑپ رہا تھا لیکن بہن کے لیئے کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔ بیوی سے دکھ اور فکر بانٹتا وہ بچوں کی طرح رو دیا۔

"ابرج بھیا ایسا کر بھی کیسے سکتے ہیں' آپ بات کریں ان سے' مکنون کو گھر بلا لیں جب ان کا دماغ درست ہو جائے تب بھیجیں مکنون کو۔۔۔" وہ دکھ سے کٹتی' قدرے غصہ سے بولی۔

"حالات ایسے نہیں ہیں بیہ' اور پچھلا ہفتہ کس قدر ٹینشن سے بھرا گزرا ہے۔۔۔ میں ابرج سے بات کرتا بھی تو کیا۔" وہ کنپٹیاں مسلتے ہوئے مدھم لہجے میں بولا۔

"ہم ایسا کرتے ہیں مکنون کی طرف چلتے ہیں۔" وہ حیرت سے بیوی کو دیکھنے لگا۔

"مکنون' نے آپ سے کچھ کہا نہیں ہے سب آپ کی فکر ہے اور آپ فکر کی بنیاد پر تو ابرج بھیا سے بات کر نہیں سکتے اس لیئے ہم اچانک ان کی طرف جائیں گے تا کہ کچھ حقیقت عیاں ہو سکے۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجہ میں بولی۔ عابیہ کا مشورہ اس کے دل پر لگا لیکن سات بجاتی گھڑی اسے شش و پنج میں ڈال گئی۔

"ہم دس بجے تک چلیں گے اور وہاں جا کر کہہ دیں گے کہ ڈنر کرنے نکلے تھے واپسی پر سوچا ان سے مل لیں۔" وہ اس کو شش و پنج میں دیکھ بولی۔ ابان ہنس دیا۔

"مجھے پتہ نہیں تھا کہ میری بیوی اتنی کوئی چالاک ہے؟" وہ بُرا مانے بنا مسکرا دی۔

"آپ کے ساتھ رہتے ہو گئی ہوں چالاک۔۔۔" وہ شرارت سے اسے دیکھتی' اس کے بال بگاڑتی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم' بھیا۔۔۔!" در مکنون نے بھائی کو دیکھ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے سلامتی بھیجی۔ عابیہ تیار ہو رہی تھی جب زبیدہ نعمانی کی کال آ گئی تھی اور اس نے ماں کو ڈنر پر جانے کا بتایا تھا۔ انھوں نے بیٹی سے کہا تھا کہ وہ ابھی گھر سے نکلتے ہوئے احتیاط کرے کیونکہ بچہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔ اس نے ابان کو بتایا تھا اور اس نے جانا کینسل کر دیا تھا لیکن عابیہ خود تو رک گئی تھی لیکن اسے زبردستی بھیج دیا تھا۔

"تمھاری یاد آ رہی تھی۔ اس لیئے ملنے چلا آیا۔" سر پے ہاتھ رکھتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور مسکرا کر اچانک آنے کی وجہ کہی۔ در مکنون نے مسکرا کر اسے بیٹھنے کا کہا۔

"ابرج اور آنٹی کہاں ہیں؟ کوئی نظر ہی نہیں آ رہا۔" وہ بیٹھتے ہوئے پوچھ گیا۔

"ایلیفیہ ہاسپٹل میں ہے بس اس لیئے سب کا آنا جانا تو لگا ہی رہتا ہے۔ مامی کا بلڈ پریشر ہائی تھا اس لیئے ابرج انھیں ہاسپٹل لے گئے ہیں۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔

"تم اپنی شادی شدہ زندگی سے خوش ہو مکنون؟" اس نے بہن کو دیکھتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

"بہت خوش ہوں بھیا' ابرج میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔" وہ نظر جھکا کر بولی۔

"جھوٹ مت بولو مکنون' تم مجھے بالکل بھی خوش نہیں لگتی ہو۔" اس نے صاف بات کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"جھوٹ کیوں بولوں گی بھیا' میں سچ میں بہت خوش ہوں۔" وہ اپنے آنسو اپنے اندر اتارتی بھائی کو دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

"اگر تم اپنا بھرم قائم رکھنا چاہتی ہو تو میں تم سے اب سوال نہیں کروں گا لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھنا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تم مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہو۔" وہ کچھ دیر خاموش رہ کر کھڑا ہوا اور بہن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہتا جانے کے لیئے مڑ گیا۔ مڑتے

ہی اس کی نظر ابرج سہروردی پہ پڑی۔

"سالے صاحب تشریف لائے ہیں۔" وہ جو ابان کے پیچھے ہی گھر میں داخل ہوا تھا اور ان کی گفتگو سننے کو رک گیا تھا مگر جیسے ہی ابان کی نظر خود پر پڑی وہ بولتا ہوا اندر چلا آیا۔ ابان نے اس سے سلام دعا کی اور وہ صوفہ پر بیٹھا تو کچھ سوچ کر ابان بھی بیٹھ گیا۔

"مکنون، میرے لیئے ایک گلاس پانی لے آؤ۔" وہ تیزی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"اچانک کیسے چلے آئے؟" اس نے در مکنون کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے اکھڑ لہجہ میں پوچھا۔

"کیا بہن سے ملنے نہیں آسکتا؟" وہ اس کا ترش لہجہ نظر انداز کر کے دھیمے سے پوچھ گیا۔

"آ تو سکتے ہو لیکن نہ آیا کرو تو بہتر ہے۔" وہ پانی کا گلاس واپس کرتے ہوئے بولا۔ در مکنون دھک سے رہ گئی اور بے یقینی سے ابرج کو دیکھنے لگی جبکہ ابان کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑ گیا۔

"میں در مکنون کا شوہر ہوں یہ وہی کرے گی جو میں چاہوں گا اور میں نہیں چاہتا کہ مکنون اپنے میکہ والوں سے رابطہ میں رہے۔" وہ ابان کی خاموشی محسوس کرتا گہرے سنجیدگی سے سرد لہجہ میں بولا۔ در مکنون ضبط سے گزرتی لب کچل رہی تھی۔

"تم مجھے یہاں آنے سے تو روک سکتے ہو کہ یہ تمھارا گھر ہے لیکن در مکنون کو اپنے باپ کے گھر آنے سے نہیں روک سکتے۔" وہ کھڑا ہو کر سرد لہجہ میں بولا۔

"میں روک سکتا ہوں اور تم کچھ نہیں کر سکتے بہتر ہو گا کہ تم چلے جاؤ اور آئندہ یہاں کبھی مت آنا۔" وہ ابان کے مقابل آتا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ یہ بھیا سے کیسے بات کر رہے ہیں۔" در مکنون سے بھائی کا سرخ ہو کر پھیکا پڑتا چہرہ اور شوہر کا بد تمیز لہجہ برداشت نہ ہوا تو بے بسی سے بول پڑی۔

"تراخ۔۔۔اب تم مجھے بتاؤ گی کس سے کیسے بات کرنی ہے۔" وہ پلٹا اور الٹے ہاتھ کا طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر دور جا گری۔

"ابرج۔۔۔" ابان غصہ سے بے قابو ہوتے ہوئے چلایا۔

"آواز نیچی رکھو سید ابان بخاری یہ تمھارے باپ کا گھر نہیں ہے یہ ابرج سہروردی کا گھر ہے اور میں تمھیں یہاں سے دھکے مار کر نکال سکتا ہوں۔" وہ انگلی اٹھا کر وارننگ دینے والے انداز میں بولا نہیں غرایا۔

"تمھیں یہ زحمت نہیں کرنی پڑے گی، میں اپنی بہن کو لے کر جا رہا ہوں۔" ابان نے بہن کو شانوں سے تھام کر اپنے برابر کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

"تمھاری بہن، یہ میری بیوی ہے سید ابان بخاری اور میری مرضی کے بنا یہ سانس نہیں لے سکتی اس گھر سے جانا تو بہت دور

کی بات ہے۔" وہ پہلے سے زیادہ بگڑے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"بھیا' آپ پلیز جائیں۔" اس نے روتے ہوئے بھائی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"میں یہاں سے تمھیں لیئے بناہر گز نہیں جاؤں گا۔" وہ بہن کو روتے دیکھ تڑپ کر بولا۔

"ادھر آؤ مکنون اور میرے جوتے اتارو۔" ابرج نے ان دونوں کے مکالمے نظر انداز کیئے اور صوفہ پر براجمان ہو کر درمکنون کو آواز دی اور اس کا مطالبہ سن کر جہاں درمکنون کو جھٹکا لگا وہیں ابان کا ضبط جواب دے گیا۔

"اپنی حد میں رہو ابرج سہروردی اپنے مقام سے گر کر رشتوں کی توہین نہ کرو۔" وہ ابرج کی طرف بڑھتی کہ ابان نے بازو تھام کر روکا اور صوفہ پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھے ابرج کو دیکھتے ہوئے غصہ و ناگواری سے کہا۔

"مقام سے گرنا اور حد سے گزرنا تو میں نے تم سے ہی سیکھا ہے سالے صاحب۔۔۔" وہ ابان کو گھورتے ہوئے گہرے طنز سے کہتا درمکنون کو آنے کا اشارہ کر گیا۔ اس نے بھائی کا ہاتھ بازو سے ہٹایا اور ابرج کی طرف بڑھ گئی۔

"میں نے تم پر بھروسہ کر کے اپنی بہن تمھارے نکاح میں اس لیئے نہیں دی تھی کہ تم اسے یوں زلیل کرو۔" وہ بہن کی راہ میں آتا ابرج سے بولا۔

"زلیل کرنے کا ٹھیکہ صرف تم نے تھوڑی نہ لیا ہے اگر تم دوسرے کی بہن بیٹیوں کو زلیل کرتے ہو تو یہ کیسے سوچ سکتے ہو کہ تمھاری بہن کو سر آنکھوں پر بٹھایا جائے گا۔" وہ صوفہ سے اٹھ کر ابان کے مقابل آن کھڑا ہوا۔

"یہ تم بھی جانتے ہو کہ میں نے کسی کو زلیل نہیں کیا۔۔۔ ایلیفیہ کے جذبوں کو پزیرائی نہ دی تو یہ میرا اتنا بڑا جرم ہو گیا ہے کہ تم میری بہن کے ساتھ ایسا سلوک کرو۔" وہ اس کی خونخوار نگاہوں میں دیکھتا' قدرے ناگوار لہجہ میں بولا۔

"چٹاخ۔۔۔ بکواس بند کر لو اپنی ابان" وہ غصہ سے کف اڑاتا ابان کے منہ پر تھپڑ مار گیا۔ ابان ہی نہیں درمکنون بھی ساکت رہ گئی۔ ابرج نے اس کے ساتھ کیسا بھی سلوک کیا تھا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اس کے بھائی کے ساتھ بھی اس قدر بدتمیزی کرے گا۔ اس کے منہ پر طمانچہ دے مارے گا۔

"تم کتنے پارسا ہو جانتا ہوں۔۔۔ ایلیفیہ کی عزت پر ہاتھ ڈال کر اس کو اس حال میں پہنچا کر اپنی عزت اور پارسائی کا ڈھونگ نہ رچاؤ۔" ابان نے بہن کا منہ دیکھ کر اپنی اتنی بے عزتی پر بھی ضبط سے کام لیا تھا ورنہ پلٹ کر جوابی تھپڑ مارنا اس کے لیئے ہر گز بھی مشکل نہ تھا۔ وہ خون کے گھونٹ پی رہا تھا کہ ابرج اس کا گریبان پکڑ کر پھنکارا۔

"اپنی بکواس بند کر لو ابرج سہروردی میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے مجھ پر الزام لگانے کی کوشش بھی کی تو میں بھول جاؤں گا کہ تم سے میرا رشتہ کیا ہے۔" وہ اس کی گرفت سے اپنا گریبان آزاد کرتا' غرایا۔

"رشتوں کی دہائی نہ دو مجھے۔۔۔ تم اتنے ہی رشتوں کا خیال رکھنے والے ہوتے تو عین اپنی بہن کے ولیمہ کی رات نفس کی

آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئیے ایک اکیلی و بے بس لڑکی کے اکیلے پن کا فائدہ اٹھانے کو کراچی سے لاہور ہر گز نہ جاتے۔" وہ مدھم نہ پڑا اور ابان کو کمرے کی چھت خود پر گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ در مکنون بھی تو ساکت ہوئی اور بے یقینی سے رونا بھول کر ان دونوں کو دیکھنے لگی۔

"تم کچھ نہیں جانتے ابرج' اس لئیے آدھی ادھوری سچائی کے ساتھ مجھ پر الزام نہ لگاؤ۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولا۔

"میں کوئی ہوا میں تیر نہیں چلا رہا۔۔۔ میرے پاس سارے ثبوت ہیں۔" اس نے درشتگی سے کہہ کر ٹیبل پر پڑا سیل اٹھا کر ابان کے سامنے ویڈیو کھول دی۔

"یہ ادھوری سچائی ہے ابرج۔۔۔" وہ اب تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

"ڈرامہ بند کر کے دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اور اپنی عزت کے دن گننا شروع کر دو۔۔۔ بہت جلد کورٹ میں ملاقات ہو گی۔" وہ بے لچک لہجہ میں بولتا۔ در مکنون کو جوتے اتارنے کا اشارہ کرتا صوفہ پر بیٹھ گیا۔

"تم کورٹ تک جانے کی غلطی نہ کرنا ابرج۔۔۔" وہ تڑپ کر بولا۔

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔" وہ ترشی سے غرایا۔

"میں نے دھمکی نہیں دی ہے ابرج سہروردی بس تمھیں سمجھایا ہے اور اگر تم اپنے غرور میں میری بات نہ سمجھو تو نقصان میرا نہیں ایلیفیہ کا ہو گا۔۔۔" کہتے ہوئے سامنے نظر کی تو جو منظر آنکھوں نے دیکھا وہ ابان کا دل لہو کرنے کو کافی تھا۔ در مکنون اس کے قدموں میں بیٹھی۔ اس کے جوتے اتار رہی تھی۔ ماضی کا جھونکا ذہن میں گردش کرنے لگا۔

"ماما جان' میں بابا سے بہت ناراض ہوں۔" گیارہ سالہ ابان نے ماں سے کہا تھا۔

"بابا سے کیوں ناراض ہے میرا بیٹا؟" در شہوار نے اسے پاس بٹھاتے ہوئے بہت نرمی سے پوچھا تھا۔

"بابا ہمیشہ اپنے جوتے مجھ سے ہی اٹھواتے ہیں کبھی بلی سے تو نہیں کہتے کہ وہ ان کے جوتے کمرے میں رکھ دے۔" اسے باپ سے کئی شکوے تھے۔ در شہوار مسکرا دی تھیں۔

"بیٹا' بیٹیاں گھر کی عزت ہوتی ہیں اور بیٹیوں سے جوتے نہیں اٹھوائے جاتے۔ تم میرے بیٹے ہو میرے جوتے اٹھاتے ہو تو مجھے فخر ہوتا ہے کہ میرا بیٹا اس قابل ہو گیا ہے کہ میرا خیال رکھ سکے۔ مکنون میری بیٹی ہے وہ میرے جوتے اٹھائے یہ مجھے برا لگے گا۔" جواب در شہوار کی جگہ اندر آتے سید سبحان بخاری نے دیا تھا۔ اس نے باپ کی بات سن کر ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھے گا۔ اس نے یہ بات بھی نوٹ کی تھی کہ اس کے بابا اس کی ماما جان سے بھی کبھی اپنے جوتے نہیں اٹھواتے اور اس نے بچپن میں سیکھی بات پر ہمیشہ عمل کیا تھا۔ وہ اپنے جوتے خود اٹھا کر جگہ پر رکھتا تھا تاکہ اس کی بہن یا ماں کو اس کے جوتے نہ اٹھانا

ہمیشہ اتنا خیال رکھا تھا اسے اس کا شوہر 'یوں زلیل کر رہا تھا۔ ابان کے آنسو گرنے لگے۔

"ایلیفیہ کا نام بھی لب سے ادا نہ کرو ابان۔" وہ اشتعال کی حدوں کو چھوتا انسانیت کی حد سے نکل چکا تھا۔ ابان نے لب بھینچے 'آنسوؤں سے تر چہرہ رگڑا۔ درمکنون اس تزلیل پر رو رہی تھی اسے لگا تھا کہ وہ اب بھائی سے کبھی نظر نہیں ملا سکے گی۔ وہ جو بھائی کو باپ کے جوتے اٹھا کر دیکھتی۔ باپ کو خوش کرنے کے لیئے ایک بار ان کے جوتے اٹھالائی تھی۔ تب اس کے بابا کتنے خفا ہوئے تھے اور آج اس کے شوہر نے اس سے اس کے بھائی کے سامنے جوتے اتروائے تھے یہ سب اس کے لیئے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ اس کا شوہر اس سے جوتے اٹھواتا' اپنے جوتے اترواتا اسے فرق نہ پڑتا لیکن اس کے شوہر نے تو اس کے بھائی کو دکھانے کے لیئے کہ یہ ہے اس کی اوقات' جان کر یہ حرکت کی تھی۔ وہ احساس ذلت سے مری جا رہی تھی کہ اسے بھائی کی بے بسی کا خوب اندازہ تھا۔ اسے یہ سب بھائی کا سوچ کر ہی بہت برا لگ رہا تھا۔ اس کے آنسو اس بے حس شخص کے پاؤں پر گرتے چلے گئے۔

"دیکھو تم ابان جیسے تم نے ایلیفیہ کو زلیل کیا آج تمھاری غیرت وعزت تمھاری بہن میرے قدموں کی دھول ہوئی پڑی ہے۔" وہ بیوی کی عزت نفس مجروح کرتا غرور کے زیر اثر تھا۔ اس بھرم میں کہ وہ ابان کی بہن کو زلیل کر کے اپنی دوست کی زلالت کا بدلہ لے رہا ہے۔

ابان نے ایک بار پھر نظر اس منظر پر ڈالی۔ ابرج سہر وردی ٹیبل پر جوتوں کی قید سے آزاد پاؤں پھیلائے صوفہ پر نیم دراز تھا ۔ چہرے پر سکون تھا ایسا سکون جو کسی کو بے سکون کرنے کے بعد ہی ملتا ہے۔ ابرج سے ہوتی نگاہ درمکنون تک گئی۔ وہ اسکے موزے جوتوں میں رکھتی جوتے اٹھائے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی اور اس کے مڑتے ہی اس کا بے بس آنسوؤں سے تر چہرہ نگاہ سے ٹکرایا تو دل سکڑنے لگا۔

"میری بہن کو تم جو اتنی ازیتیں دے رہے ہو اسے زلیل کر رہے ہو نا تو میری ایک بات یاد رکھنا ابرج سہروردی جب حقیقت تم پر عیاں ہو گی تو تم اس سے نظر ملانے کے بھی قابل نہیں رہو گے اور میں تمھیں اس سب کے لیئے کبھی معاف نہیں کروں گا۔" وہ بہن کے بے بس چہرے سے نگاہ ہٹا کر اسے غصہ و ناگواری سے دیکھتے ہوئے بولا اور نکلتا چلا گیا۔

"تمہارا بھائی وہ شیطان ہے جو گناہ کر کے نادم نہیں ہوتا الٹا اپنے کیئے پر فخر میں مبتلا رہتا ہے۔" وہ بے بسی کی حد پر کھڑی بھائی کو جاتے دیکھتی آنسو بہا رہی تھی جب اس کے کانوں میں ابرج سہروردی کا سرد لہجہ گونجا۔

"میرے بھیّا ایسے نہیں ہیں۔" آنسو رگڑتے ہوئے سنجیدگی سے کہہ گئی۔

"تمہارا بھائی ایسا ہی ہے۔" اس نے کہتے ہوئے اس کا بازو جکڑ کر جھٹکا دیا اور اسے ویڈیو دکھائی۔ یہ ویڈیو اس نے پاکستان آنے کے بعد رات دس بجے کے قریب ہاسپٹل سے واپسی پر دیکھی تھی اس کا دل تو کیا تھا کہ وہ اسی وقت جا کر ابان کو زلیل کرے اور اسے حوالات میں بند کروا دے لیکن اس نے ہوش پے جوش کو حاوی نہ ہونے دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس ویڈیو کے زریعے ابان کو

مجرم ثابت نہیں کر سکتا اس لیئے وہ چپ کر گیا تھا اور اس نے ثبوت اکھٹے کرنے تک چپ ہی رہنا تھا۔

"میں نہیں مان سکتی، میرے بھیا ایسے نہیں ہیں۔" وہ بے یقینی سے ویڈیو پر نظریں دوڑاتے ہوئے منمنائی۔

"تمھارا وہ بھائی ایسا ہی ہے اور میں اس سے ایک دن سب اگلوالوں گا اور اسے اس سب کی اتنی کڑی سزا دوں گا کہ اس کی آنے والی سات نسلیں بھی عورت پر بری نظر ڈالنے کا سوچ کر ہی کانپ اٹھیں گی۔" وہ اس کا بازو دبوچے، غرایا۔

"آپ کچھ بھی کہیں میں اس ویڈیو کو نہیں مانتی۔" وہ درد سے کراہی۔

"جب تمھارا بھائی اپنے جرم کا اعتراف کر کے جیل کی ہوا کھائے گا تو تم بھی سب مان لوں گی۔" وہ اسے غصہ سے دور دھکیل گیا۔

"مجھے تم سے تمھارے خاندان سے نفرت ہے جو پارسائی کی آڑ میں لوگوں کی عزتوں سے کھیلتے ہیں۔" وہ کف اڑا رہا تھا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ابرج، آپ کچھ بھی کہنے سے پہلے، سوچ لیں۔" وہ تڑپ کر اس کے مقابل آن کھڑی ہوئی۔

"بس ایک بار مجھے تمام ثبوت اکھٹے کر لینے دو پھر تمھارے بھائی کی پارسائی کا ڈرامہ فلاپ ہو جائے گا اور اس دن میں تمھیں اپنے نام نہاد رشتے سے آزاد کروں گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے حقارت سے بولا۔

"لیکن اس سب میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔ مجھے کس بات کی سزا دے رہے ہیں۔" درمکنون کو اپنے پیروں تلے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"جب میں تمھیں طلاق دے دوں گا تو اپنے سارے قصور اپنے بھائی سے پوچھنا جا کر۔۔۔" وہ بے رحمی سے کہتا، اسے ہاتھ سے سائیڈ پر دھکیلتا، لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا۔ درمکنون گھٹنوں کے بل زمین پر گرتی، روتی چلی گئی اور تادیر رونے کے بعد وہ ایک فیصلہ کرتی۔ اپنے آنسو رگڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اپنی تنہائی مرے نام پہ آباد کرے
کون ہو گا جو مجھے اس کی طرح یاد کرے
دل عجب شہر کہ جس پر بھی کھلا در اس کا
وہ مسافر اسے ہر سمت سے برباد کرے
اپنے قاتل کی ذہانت سے پریشان ہوں میں
روز اک موت نئے طرز کی ایجاد کرے
اتنا حیراں ہو مری بے طلبی کے آگے
وا قفس میں کوئی در خود مرا صیاد کرے

سلب بینائی کے احکام ملے ہیں جو کبھی
روشنی چھونے کی خواہش کوئی شب زاد کرے
سوچ رکھنا بھی جرائم میں ہے شامل اب تو
وہی معصوم ہے ہر بات پہ جو صاد کرے
جب لہو بول پڑے اس کے گواہوں کے خلاف
قاضئ شہر کچھ اس باب میں ارشاد کرے
اس کی مٹھی میں بہت روز رہا میرا وجود
میرے ساحر سے کہو اب مجھے آزاد کرے

☆☆☆☆☆☆

"محسن' اتنی جلدی میں کہاں چلے گئے تھے؟" جس وقت اسے عابیہ کی کال آئی وہ لاؤنج میں تھا فوراً ہی کسی کو بھی کچھ بھی بتائے نکل گیا تھا اور دو گھنٹہ بعد واپسی ہوئی تو وہ دشمن جاں جس کا وہ سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے قریب آرکی تھی اور کتنی محبت سے پوچھا تھا۔

"ساری محبتیں' تمام التفات سب ڈھکوسلا ہے۔" اس نے عبرود کے حسین چہرے کو دیکھ کرب سے سوچا اور اس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹاتا بیڈ پر دراز ہو گیا۔

"اتنے چپ کیوں ہو محسن' بتاؤ بھی کہاں گئے تھے؟" وہ حیرت میں ڈوبی بیڈ پر اس سے فاصلے پر آن بیٹھی۔

"حقیقتوں کے جزیرے تک گیا تھا اور اپنا سب کچھ لٹا کر بلکل تہی دست لوٹ آیا ہوں۔" محسن کا لہجہ بہت بھاری' اپنے اندر غم کا طوفان سمیٹے ہوئے تھا۔

"کیا ہو گیا ہے؟ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ ہنس دیا۔ ہنسی کیا تھی اس کے دل کا نوحہ تھا جو عبرود جیسی خود غرض لڑکی کی فہم سے بالاتر تھا۔

"سو جاؤ' مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔" وہ لب بھینچ کر ہنسی کا گلا گھونٹتا۔ خود کو کمپوز کر کے بولا اور کروٹ لے لی۔

"مجھے پریشان کر کے تم کیسے سو سکتے ہو محسن، مجھے ہول اٹھ رہے ہیں تمھاری بارہ بجاتی صورت دیکھ کر، مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟" آجکل وہ محسن شادی کے اولین دنوں سے زیادہ مہربان تھی۔ اس کا التفات محسن کو اچھا لگتا تھا لیکن آج اس کا التفات جتانا محسن کے اندر آگ بھڑکا گیا۔

"میرے سامنے سے چلی جاؤ۔ میں تمھاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔" وہ خود پر جھکی عبرود کو سائیڈ پر دھکیلتا اٹھتے ہوئے

دھاڑا۔ عبرود مارے اہانت کے سرخ پڑ گئی۔

"بی ہیو محسن۔" وہ سلگتے لہجے میں بولی۔

"تم جس ڈرامے کو مہینوں بہ خوبی کسی ماہر اداکارہ کی طرح چلاتی رہیں میں اس ڈرامے میں ایک دن بھی اداکاری نہیں کر سکتا عبرود' میں سچا کھرا انسان ہوں مجھ سے نہ ڈرامہ ہو سکتا ہے نہ ہی جھوٹے التفات جتائے جا سکتے ہیں۔" وہ نم لہجے میں بولا۔ عبرود انہونی کے احساس سے ہی کانپ اٹھی۔

"تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو محسن۔" وہ اٹھ کر اس تک آئی۔ شانے پر ہاتھ رکھتی کہ وہ پیچھے ہو گیا۔

"نشہ میں تو اب تک رہا ہوں مگر اب مجھے ہوش آ گیا ہے۔۔۔ مت کرو جھوٹی محبت کی اداکاری' مت جتاؤ جھوٹے التفات ۔۔۔" وہ لب بھینچے کھڑی عبرود کو سرخ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم میری توہین کر رہے ہو محسن۔۔۔" وہ ضبط کرتے کرتے بھی چلائی۔

"میں توہین کر رہا ہوں یا تم مجھے جھوٹی محبت کا لولی پاپ دے کر اپنے اشاروں پر نچاتیں میرے جذبات و احساسات سے کھیلتیں میری محبت کی تذلیل کرتی رہی ہو۔" وہ اس کا بازو جارحانہ انداز میں اپنی گرفت میں لیتا غصہ و دکھ کے ملے جلے اثرات کے ساتھ بولا۔ عبرود دھک سے رہ گئی۔ اس نے کہاں سوچا تھا کہ محسن اتنی جلدی سب حقیقتوں سے واقف ہو جائے گا۔

"م۔۔ح۔۔س۔۔ن۔۔" وہ بری طرح گڑبڑائی اور گڑبڑاہٹ میں وہ اس کا نام تک ٹھیک سے نہ لے پائی۔ بری طرح ہکلا کر رہ گئی۔

"میں نے کتنا بھروسہ کیا تم پر عبرود' کتنی محبت سے تم سے شادی کی اور تم نے مجھ سے شادی صرف میری بہن کا گھر اجاڑنے کے لیے کی۔۔۔ صرف اس لیے تاکہ تم میرے گھر میں گھس کر میری جڑیں کھوکھلی کر سکو۔۔۔ محبت نہیں تھی تو کیوں کیا محبت کا ڈرامہ۔۔۔ کیوں کی شادی۔۔۔ نفرت اور انتقام کے لیئے کیا میرے جذبات سے کھیلنا ضروری تھا۔؟" وہ ہارے ہوئے انداز میں بیڈ پر گرا دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بولا نہیں تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ جس لڑکی کو بے پناہ چاہا۔ جس کی خاطر ماں کو نظر انداز تک کر گیا۔ ماں اور بیوی کی لڑائی میں ہمیشہ اس کا ساتھ دیا اور وہ اس کے ساتھ تو کبھی تھی ہی نہیں۔ محسن کا دل کر رہا تھا کہ خود کو شوٹ کر لے۔

"ہاں' نہیں کرتی میں تم سے محبت' میں نے شادی صرف ابان کی خوشیاں چھیننے کے لیئے کی۔۔۔" وہ جب سب جان گیا تھا تو اب اسے اچھا بنے رہنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی اس لیئے وہ اپنے اصل چہرے کے ساتھ سامنے آ گئی۔ اس کی ڈھٹائی محسن کی بچی کچی امید بھی بہا کر لے گئی۔ اس نے اپنے آنسو رگڑے اور چلتا ہوا عبرود کے عین سامنے آن رکا جو اپنے منہ سے اپنی ہر سازش کا اعتراف کرتی اسے خود سے نفرت پر ابھار گئی تھی کہ جن سے بہت امیدیں ہوں' جن پر بہت بھروسہ کیا ہو جب ان کا اصل چہرہ

سامنے آتا ہے تو نفرت ان سے نہیں خود سے ہوتی ہے۔اپنی عقل پر ماتم کرنے کا دل کرتا ہے۔

"تم نے محبت کا ڈرامہ کر کے شادی اگر اپنے مقاصد کے حصول کے لیئے کر بھی لی تھی تو کم از کم ہمارے بچے کو تو نہ مارتیں ۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے بسی سے بولا۔

"میں یہاں تمھارے بچے پیدا کرنے نہیں آئی تھی محسن۔۔۔" وہ بے حسی سے بولی۔

"تم جانتی تھیں عبرود کہ میں تمہارے ساتھ کس قدر مخلص ہوں اور تم نے ہمارے بچے کی جان لیتے ایک پل کو بھی میری وفاؤں کا نہیں سوچا۔۔۔یہ تک نہیں سوچا کہ مجھے بچے کتنے پسند ہیں۔۔۔تم نے مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا ہے عبرود۔۔۔وہ بچہ جسے تم نے دنیا میں آنے سے پہلے ہی مار دیا اس کے لیئے تمھاری ممتا نہیں جاگی تو کم از کم یہی سوچ لیتیں کہ اس بچے پر میرا بھی حق ہے جسے تم نے مار دیا۔" عبرود کی بات پر اس کے چہرے پر سایے لہرا گئے۔دل میں آئی کہ اس عورت کا منہ نوچ لے 'زبان گدی سے کھینچ لے۔لیکن وہ ضبط کا کڑوا گھونٹ پی گیا کہ یہی تو چہرہ تھا جسے دیکھ کر وہ جیتا تھا اور جس چہرے کو محبت سے چومتا رہا تھا اس کی سیاہی عیاں ہونے پر بھی وہ اس چہرے پر تھوک نہیں سکتا تھا کہ وہ سنگدل ہو سکتی تھی مگر وہ نہیں۔۔۔وہ اسے نفرت سے دھتکار نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ اس کی پہلی چاہت تھی۔

"مجھے بچہ نہیں چاہیے تھا میں نے ابارشن کروا لیا اب اس لکیر کو پیٹنا ہے تو شوق سے پیٹو بس تم 'مجھے اٹھارہویں صدی کی ستی ساوتری ٹائپ بیوی سمجھنا چھوڑ دو کیونکہ میں 'بیوقوف عورتوں کی طرح بیٹھ کر تمھارے بچے پیدا کروں گی تو یہ تمھاری بہت بڑی بھول ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے صاف گوئی اور قدرے بے باکی سے بولتی اس کے سامنے سے ہٹ گئی اور وارڈروب سے کپڑے نکالنے لگی۔محسن لب بھینچے ساکت کھڑا رہ گیا اور چونکا تو تب جب وہ وارڈروب سے سارے کپڑے نکال کر بیڈ پر ڈھیر کرتی چلی گئی۔

"یہ 'یہ۔۔۔یہ کیا کر رہی ہو تم۔۔۔" وہ اسے سوٹ کیس تیار کرتے دیکھ بے بسی سے بولا۔

"تمھیں کیا لگتا ہے کہ میں سب تم پر عیاں ہو جانے کے بعد یہاں رہوں گی تو تم اپنی خوش فہمی کے مینار از خود گرا دو کہ میں گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں مجھے طلاق بھیج دینا ورنہ میرے پاس خلع کا آپشن موجود ہے۔" وہ سوٹ کیس بند کرتے ہوئے اس کی طرف گھومی اور محسن کو لگا اس کی روح کھینچ لی گئی ہے۔کس قدر بے رحم اور ڈھیٹ لڑکی تھی جو فیصلہ اسے لینا چاہئیے تھا۔وہ اس کی محبت میں اب بھی چپ رہا تھا اور وہ اس کے سامنے شرمندہ ہونے کے بجائے الٹا ڈھٹائی سے اسے دھمکی دے رہی تھی۔محسن کے دماغ نے کہا اسے جانے دے اس جیسی لڑکی سے کچھ کہنا ہی عبث ہے لیکن دل کے بھی اپنے ہی واویلے تھے۔وہ اس کی محبت تھی وہ اسے یوں نہیں جانے دے سکتا تھا وہ آگے بڑھتی عبرود کا بازو تھام گیا۔

"عبرود 'تم نے جس بھی مقصد کے لیئے شادی کی، چاہے ہمارے بچے کی جان تک لے لی پھر بھی میں اس سب کو بھیانک

خواب سمجھ کر بھول جانا چاہتا ہوں۔ تم بھی بھول جاؤ ہم نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کریں گے۔" وہ یوں بولا جیسے عبرود نے اس کی اور اس کی بہن کی خوشیاں تباہ نہ کی ہوں ان کی زندگی سے نہ کھیلا ہو۔

"اوہ' تو مسٹر محسن نعمانی اعلی ظرفی کا مظاہرہ کر کے مجھ پر احسان چڑھانا چاہتے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے طنز سے بولی۔ اس نے لب بھینچ لیئے۔ وہ اپنا بازو چھڑا گئی۔

"مجھے تمھارے احسان کی یا معافی کی ضرورت نہیں ہے کہ میں نے تم سے شادی تمھاری محبت میں نہیں کی تھی تم میرے لیئے صرف ایک مہرہ تھے جس کی مجھے اب ضرورت نہیں رہی۔" وہ اس کی سرخ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے حقارت سے بولی۔

"زندگی' رشتے تمھارے لیئے مذاق ہوں گے میں نے دل کی رضا سے اللہ کو گواہ بنا کر تم سے نکاح کیا ایک بندھن جوڑا جس کی تمھارے نزدیک چاہے کوئی وقعت نہ ہو میرے نزدیک اس رشتہ کی بہت اہمیت ہے اسی لیئے میں سب بھول جانا چاہتا ہوں اور اسے تم میری کمزوری نہ سمجھو کہ میں ہمارے مستقبل کے لیئے اک درمیانی راہ نکال رہا ہوں۔" وہ عبرود کے کاٹ دار جملے اور طنزیہ لہجے کو نظر انداز کر کے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ وہ اس کی باتوں کو محض فلاسفی سمجھتی۔ ہنس دی۔

"مت نکالو کوئی درمیانی راہ کے مجھے تمھارے ساتھ رہنا ہی نہیں ہے۔" وہ اکھڑ لہجے میں' قدرے بدتمیزی سے بولی۔

"ٹھیک ہے' تم جانا چاہتی ہو۔ چلی جاؤ' میں روکوں گا نہیں۔۔۔ لیکن میں تمھیں طلاق نہیں دوں گا اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔۔" وہ اب کے سخت اور اٹل لہجے میں بولا۔

"تم' انڈسٹریلسٹ احسن شاہ کی بیٹی کو دھمکی دے رہے ہو۔" وہ غرائی۔

"میں' انڈسٹریلسٹ احسن شاہ کی بیٹی کو کیوں دینے لگا دھمکی؟ میں تو اپنی بیوی عبرود محسن نعمانی کو بتا رہا ہوں' باور کروا رہا ہوں کہ میری مصلحتوں کو' رشتہ بچانے کی محبت بھری آرزو کو میری کمزوری نہ سمجھے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نہایت سکون سے بولا۔ وہ ہنکارا بھر کر رہ گئی۔

"کمزور تو تم' مجھے مت سمجھنا ورنہ میرے لیئے تمھارے حلق سے طلاق نکلوانا اتنا مشکل نہیں ہے میرے ڈیڈ کے ایک اشارے پر کیا سے کیا ہو سکتا ہے یہ تمھیں اندازہ بھی نہیں ہے اور میں چاہوں گی کہ تم میرے باپ کی طاقت کا مظاہرہ دیکھنے سے قبل مجھے طلاق بجھوا دو۔۔۔" وہ نہایت گھمنڈ کے ساتھ باپ کی طاقت کے نشہ میں چور حقارت سے تنبیہہ کرتی۔ سوٹ کیس اٹھائے نکلتی چلی گئی۔ پیچھے ہزاروں پچھتاووں کے ساتھ محسن رہ گیا کہ کیسی عورت پر سچی وفائیں لٹاتا رہا۔

میری زندگی کو ایک تماشہ بنا دیا اس نے
بھری محفل میں تنہا بٹھا دیا اس نے،

ایسی کیا تھی نفرت اس کو اس معصوم دل سے
خوشیاں چرا کر غم تھما دیا اس نے،

بہت ناز تھا اس کی وفا پہ کبھی ہم کو
مجھ کو ہی میری نظروں میں گرا دیا اس نے،

خود بے وفا تھا میری وفا کی کیا قدر کرتا
انمول تھا میں خاک میں ملا دیا اس نے!

کسی کو یاد کرنا تو اس کی فطرت میں شامل نہیں
ہوا کا جھونکا سمجھ کر بھلا دیا اس نے۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆

سرخ کشمیری چادر سے وجود اور چہرہ ڈھانپے وہ تیزی سے چلتی جا رہی تھی۔یوں کہیں اکیلے جانے کا پہلا اتفاق تھا۔اس کی سیاہ آنکھوں میں بے حد حیرانی تھی'یوں اکیلے دنیا کو دیکھنے کی حیرانی۔۔۔خود پر اٹھنے والی آنکھوں سے اس کے اندر پل پل اضطراب بڑھ رہا تھا۔۔۔آنکھوں میں حیرانی کے ساتھ ہر اس کی لہریں جگہ بنانے لگی تھیں۔وہ گوگل سے لوکیشن فالو کرتی اپنے مطلوبہ مقام کی طرف بڑھ رہی تھی۔اس نے مطلوبہ جگہ پر پہنچ کر خوف سے سوکھتے گلے کو تھوک سے تر کرنے کی کوشش کی۔اسے سمجھ نہ آئی کسی سے کچھ کیسے پوچھے۔اس نے بینچ پر بیٹھے لوگوں کو دیکھا اور ایک نوعمر لڑکی کو مخاطب کیا۔

"حیدر آباد' جانے والی بس کہاں سے ملے گی؟"اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا اس نے لرزاہٹ پر کوشش پانے کی کوشش کی تھی مگر جس میں ناکام ہوئی تھی۔اس لڑکی نے ہی نہیں اس کے ساتھ والی بینچ پر بیٹھے آدمی نے بھی نظر اٹھائی۔

چادر میں اس کا وجود چھپا ہوا تھا لیکن قیمتی سلیپر میں سے جھانکتے کبوتر سے سفید پاؤں اس لڑکی کے بے حد حسین ہونے کی واضع دلیل تھے۔وہ پاؤں سے ہوتا چہرے کو دیکھنے لگا جس پر سرخ چادر پھیلی تھی جس کی وجہ سے خوبصورتی چھپ سی گئی تھی۔حسن اگر چھپ جائے تو اور حسین ہو جاتا ہے۔۔۔دل کو ٹھہرا دیتا ہے وقت کو تھم جانے پہ مجبور کر دیتا ہے۔وہ آدمی اسے دیکھے گیا۔جس پر وہ بہت گھبرا گئی'اس کی پلکیں لرزنے لگیں۔اس نے بے اختیار دو قدم پیچھے لیئے۔اسی پل وہ لڑکی کھڑی ہو گئی اور اسے بس کی تفصیل بتانے لگی۔اس نے یہ بھی کہا کہ وہ بھی حیدر آباد جا رہی ہے۔جس پر اسے کچھ سہارا سا محسوس ہوا اور وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی اور بس کا انتظار کرنے لگی۔وہاں بیٹھے کوئی بیس منٹ گزر گئے تھے۔اسے وہاں ارد گرد موجود مردوں کی نظریں بوکھلا رہی

تھیں۔ وہ کانپتے دل کے ساتھ جلد بس آنے کی دعا کرنے لگی تھی۔ بس کے آتے ہی وہ اس لڑکی کے ساتھ سوار ہو گئی۔ جو اپنی اماں کے ساتھ تھی۔ اس عورت کو دیکھ اسے اپنی ماں بے طرح یاد آئی۔

"آج 'میری ماں بھی زندہ ہوتی تو شاید یہ دربدری میرا نصیب نہ بنتی۔" اس نے سیٹ پر بیٹھتے ہوئے سوچا۔ دو موتی آنکھوں سے رخسار تک چلے آئے۔ اس نے بس کے چلتے ہی گھڑی پر نظر ڈالی۔ پونے چھ بج رہے تھے۔ اس نے اپنا موبائل نکالا۔ گھر سے نکلنے سے قبل ٹائپ کیا ہوا میسیج ایک بار پڑھا اور کاپی کر کے پیسٹ کیا اور اس نے کانپتی انگلی سے میسیج سینڈ کر دیا۔ اس کے آنسو گرنے لگے۔ اس نے ارد گرد بیٹھے لوگوں کا خیال کرتے ہوئے آنکھیں چادر کے پلو سے رگڑیں اور سیل فون اپنے پرس میں ڈال دیا۔ ڈھائی سے تین گھنٹہ کے سفر میں وہ گاہے بگاہے اپنا سیل فون اس امید پر چیک کرتی رہی تھی کہ شاید اس دشمن جاں کا رپلائی آیا ہو لیکن بے وفا سے وفا کی امید لگائی تھی اس لیئے صرف ناامیدی نے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا تھا۔ وہ ہارے ہوئے انداز میں مطلوبہ اسٹاپ پر اتری۔ اور اس نے اپنا موبائل نکال کر ہاسٹل کی لوکیشن چیک کی اور پیدل ہی چل پڑی کہ یکدم کوئی اس سے ٹکرایا اس کے ہاتھ سے سیل فون گر گیا۔ اس نے نظر اٹھائی وہ جو کوئی بھی تھا بڑی خباثت بھری مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ ٹکرا انجانے میں نہیں جان کر کی گئی تھی۔ اس کا خون کھول اٹھا مگر اکیلے ہونے کا احساس اس قدر قوی تھا کہ وہ لب بھینچے اپنا سیل اٹھا گئی۔ جس کی ایل سی ڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ اپنا بیگ سنبھالتی بے بسی سے اپنے ٹوٹے موبائل کو دیکھنے لگی۔ وہ لڑکا اب بھی اس کی جانب متوجہ تھا لیکن وہ اسے نظر انداز کیئے اپنا فون آن کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ کافی دیر سے تنہا وہاں اس کی موجودگی اسے مشکوک بنا رہی ہے لیکن وہ ایک بلکل نئی جگہ پر بنا ایڈرس کے نہیں جاسکتی تھی اس لیئے وہ اس لڑکے کی نگاہیں خود پر محسوس کرتی اندر ہی اندر خوفزدہ ہوتی۔ سیل آن کرنے میں لگی ہوئی تھی البتہ عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے لیئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا جس کے سامنے ایک پان شاپ تھی۔ وہ اس پان کے کھوکے سے قریبی بینچ پر بیٹھ گئی تھی تاکہ بھیڑ کے باعث کوئی بدتمیزی کی ہمت نہ کر سکے۔ وقت بھی صبح کا تھا اس لیئے بھی اسے قدرے سکون تھا۔ لیکن آتے جاتے لوگوں کی نظریں اس پر اٹھ رہی تھیں اور اسے بے چینی ہو رہی تھی۔ مگر وہ ایک قدم اٹھانے کے بعد واپسی کا بھی نہیں سوچ سکتی تھی اور نہ ہی یوں ایک دم سے وہ واپس اپنی محفوظ پناہ گاہ میں جاسکتی تھی۔ کوئی تیس منٹ کی کوششوں کے بعد وہ سیل فون کو آن کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا اور گوگل سے لوکیشن والا پیج اوپن کر لیا۔ اسکرین ٹوٹ جانے کے باعث لوکیشن سمجھ نہ پاتے ہوئے کچھ سوچ کر ہاسٹل کے نمبر پر کال کی اور ہاسٹل کا ایڈرس سمجھنے لگی۔ وہ کہاں موجود ہے پوچھے جانے پر اس نے جہاں وہ موجود تھی اس جگہ کی تفصیل بتائی۔ اسے ایڈرس بتا کر لائن ڈراپ کر دی گئی اور وہ اٹھ کھڑی۔ وہ چلتے ہوئے تھوڑی دیر میں اپنے موبائل میں ایڈرس چیک کر رہی تھی۔ لیکن وہ اب قدم تیزی سے بڑھا رہی تھی کیونکہ وہ وہاں ٹھہر کر اپنی مشکلات کو بڑھا نہیں سکتی تھی۔ یکدم کسی نے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو جھپٹا اور ساتھ ہی کاندھے پر لٹکا اس کا پرس بھی کھینچتا' بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ اس سب

کے لئیے بالکل تیار نہ تھی منہ کے بل سڑک پر گری۔

"اللہ۔۔۔" وہ درد سے چلائی اور اٹھتے ہوئے وہ بدحواسی میں اس چور کی طرف دوڑی جو سامنے ہی بھاگا جارہا تھا۔ اس کا بیگ وہیں رہ گیا اور وہ جتنی دیر میں اپنا موبائل اور پرس واپس حاصل کرنے میں ناکام ہوتی وہاں واپس پلٹی اس کا بیگ بھی غائب ہوچکا تھا۔

"یااللہ' میرا بیگ کہاں چلا گیا۔" وہ پریشانی سے ادھر ادھر نظر دوڑاتی بڑبڑائی۔ اس کے آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔ اس نے وہاں کھڑے چند ایک لوگوں سے پوچھا مگر سب نے لاعلمی ظاہر کر کے اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی۔ اس کا دل کیا وہ ہمیشہ کی طرح بچوں کی مانند پھوٹ پھوٹ کر روئے لیکن وہ گزرے ماہ میں اتنی مضبوط ضرور ہو گئی تھی کہ اس نے اپنے حواس قابو میں کئیے اور لوگوں سے پوچھتی بلاخر ہاسٹل پہنچ گئی۔ اسے گھر سے نکلے تقریباً سات گھنٹہ ہو گئے تھے اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے اور وارڈن سے ایک کمرہ لینے کے لئیے منتیں کر رہی تھی۔ وہ وارڈن کو سمجھانے میں ناکام ہو رہی تھی کہ ان کا کہنا تھا کہ وہ ایسے ہر کسی لڑکی کو ہاسٹل میں کمرہ نہیں دیتیں ان کے ہاسٹل کی ریپوٹیشن کا سوال ہے۔ وہ وارڈن کو یہ کہتے کہ اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ زندوں کو مردہ کہتی وہ خود اندر سے مر سی گئی تھی۔

وارڈن اس بے حد خوبصورت لڑکی کو دیکھنے لگی تھیں جو اپنے لباس سے اور بات کرنے کے انداز سے ہی کسی اچھے گھرانے کی لڑکی لگ رہی تھی اور اوپر سے اس کا یوں بلک بلک کر رونا وہ نرم پڑ گئی تھیں اسے ہاسٹل کے سخت قوانین سے ڈراتیں وہ اس سے ہاسٹل کی فیس کا مطالبہ کر گئی تھیں۔ اسے یکدم فکر نے آ گھیرا اور اس نے روتے ہوئے تفصیل کہہ دی کہ اس کا موبائل' پرس جس میں کافی زیادہ رقم تھی اور بیگ جس میں اس کی ضرورت کی چیزیں اور کپڑے تھے سب راستے میں چوری ہو گیا۔ وارڈن جو نرم پڑی تھی واپس اپنے اصولوں کے خول میں بند ہو گئی کہ بنا چارجز تو وہ اس لڑکی کو ہاسٹل میں جگہ نہیں دے سکتی تھی۔ وہ کچھ دیر پھر منت سماجت کرتی رہی مگر وارڈن کے صاف ہری جھنڈی دکھانے پر اس نے کانوں میں پہنیں بالیاں (جو اس کی ماں کی نشانی تھیں) اتار کر وارڈن کے سامنے رکھ دیں۔

"آپ نے ہاسٹل کے چارجز کی مد میں تیس ہزار جمع کروانے کو کہا ہے اور یہ پورے ایک تولہ کی بالیاں ہیں۔ فیس کی جگہ رکھ لیں بس مجھے اس ہاسٹل میں رہائش دے دیں۔" وہ اب کے مضبوط لہجے میں بولی۔ وارڈن نے چپ کر کے وہ بالیاں اپنی تحویل میں لیں اور اس کو فارم بھرنے کے لئیے دے دیا لیکن وارڈن کی نظر اب بھی اس پر جمی تھیں۔ اس کے گلے میں پڑی چین دور سے ہی اسے کافی وزنی لگی اور چین کے ساتھ بڑا لاکٹ بھی ایک تولہ سے کم کا نہیں لگ رہا تھا اس کی رال ٹپکنے لگی تھی۔ چین سے ہوتی اس کی نظر انگوٹھی پر ٹھہر گئی تھی۔

"کافی موٹی اسامی لگتی ہے۔۔۔" وہ اس کی جیولری اور قیمتی چادر کو دیکھ سوچنے لگی۔

"کہیں کسی لڑکے کے چکر میں تو گھر سے نہیں بھاگ آئی اور اس کا یار اس کا سارا سامان لے کر رفو چکر ہو گیا اور یہ گھر کس

منہ سے جائے سوچ کر ہاسٹل چلی آئی ہے۔" وارڈن فارم بھرتی لڑکی کو دیکھ سوچ گئی۔

"لیکن یہ شکل سے ایسی لگ تو نہیں رہی کہ کسی لڑکے کے چکر میں گھر کی دہلیز عبور کرے۔" وارڈن نے اپنی سوچ کی نفی کی اسی پل وہ لڑکی فارم ان کے سامنے رکھ گئی۔ وارڈن نے بیل بجائی اور بوا کے آتے ہی اس لڑکی کو کئی ایک نصیحتوں کے ساتھ بوا کے ہمراہ اسے اس کے کمرے میں روانہ کر دیا۔

وہ کمرے میں آئی' کمرہ کیا تھا کوئی دڑبہ تھا جس میں تین سنگل بیڈ لگے تھے جو فی الحال خالی تھے۔

"بوا' مجھے بہت پیاس لگی ہے کیا آپ مجھے ایک گلاس پانی لا دیں گی۔" وہ کمرے کا جائزہ لیتی ہوئی بولی۔ بوا نے کچھ دیر میں اسے پانی لا دیا۔ ایک گھونٹ بھرتے ہوئے اسے ابکائی سی آ گئی کیونکہ وہ تو منرل واٹر پینے کی عادی تھی اور کہاں یہ بورنگ کا کھارا(کنوئیں کا نمکین) پانی۔۔۔

"بوا' کیا میٹھا پانی نہیں مل سکتا؟" وہ آنکھ میں آنسو لیئے بے بسی سے بولی بوا ہنستے ہوئے نفی میں گردن ہلاتی نکلتی چلی گئی۔ وہ پیاسی تھی' اسے بھوک بھی لگی تھی لیکن وہ دل مسوستی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"جانے زندگی کس طور گزرے گی۔" اس نے گھٹنوں میں سر دیتے ہوئے بے بسی سے سوچا۔ اچھے دنوں کی یاد اسے تڑپانے لگی لیکن برے دنوں کی یادوں نے اسے خود کو مضبوط بننے پر ابھارا اور وہ بھٹکتی سوچوں کے ساتھ ساکت بیٹھی رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں ابرج کہ در مکنون کہاں ہے؟" معصومہ سہروردی غصہ سے چیخیں۔

"بتایا تو تھا آپ کو وہ میکے گئی ہے۔" وہ ماں کا لہجہ صبح کی نسبت بدلا ہوا محسوس کر کے بھی اپنی بات پر قائم رہا۔

"میں جھوٹ سننے کے بالکل بھی موڈ میں نہیں ہوں بہتر ہو گا کہ تم مجھے سچائی سے آگاہ کرو۔" وہ بیٹے کو گھورنے لگیں۔

"میں کیوں جھوٹ بولوں گا۔ مکنون بخاری ولاز ہی گئی ہوئی ہے۔" وہ قدرے گڑبڑا گیا تھا لیکن اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر لہجہ کو ہموار رکھتے ہوئے قدرے ناگواری سے کہا۔

"مجھے گھنٹہ پہلے عابیہ کی کال آئی تھی اگر مکنون بخاری ولاز میں ہے تو اس کی بھابھی کیوں اس کا پوچھ رہی تھی۔؟" وہ بیٹے کو ناگواری سے دیکھتیں لفظوں کو چبا چبا کر بولیں۔ ابرج کو اپنے ہاتھ کے طوطے اڑتے محسوس ہوئے۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔۔" وہ خود کو لاعلم ظاہر کرتا کہ معصومہ سہروردی کا دماغ گھوم گیا۔

"چٹاخ۔۔!" ابرج متحیر رہ گیا۔ معصومہ سہروردی غصہ کی تیز تھیں مگر انھوں نے اس پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

"بکواس بند کر کے مجھے سیدھی طرح بتاؤ آخر وہ ہے کہاں۔؟" وہ غصہ سے بے قابو ہو رہی تھیں۔

"وہ، گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ لیکن مجھے خود اندازہ نہیں تھا کہ وہ بخاری ولاز کی بجائے کہیں اور بھی جا سکتی ہے یا چلی گئی ہے۔" وہ خود کو کمپوز کر کے جواباً سکون سے بولا۔

"کیوں؟" وہ حیرت سے گنگ رہ گئیں۔

ابرج نے معصومہ سہروردی سے کچھ نہ چھپایا۔ وہ ہر ایک بات ان سے کہتا چلا گیا۔

ایلیفیہ سے غصہ میں کہی بات اور ایلیفیہ کا ردعمل۔۔۔

اس کا اپنا غصہ اور غصہ میں لیا گیا فیصلہ۔۔۔

درمکنون کے ساتھ روا رکھے جانے والا سلوک۔۔۔

ابان کا ان کے گھر آنا۔۔۔۔

اس کا ابان کو ذلیل کر کے نکالنا۔۔۔

ایلیفیہ اور ابان کی ویڈیو کی تفصیل۔۔۔

درمکنون کا اپنے بھائی کو بے قصور ماننا۔۔۔۔

اس کا درمکنون کو طلاق کی دھمکی دینا۔۔۔

رات کے کسی پہر یا صبح کے کسی لمحے میں درمکنون کا صرف ایک میسیج چھوڑ کر گھر سے چلے جانا۔۔۔

معصومہ سہروردی انکشافات کی زد پر تھیں اور خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھیں۔ ابرج بول بول کر تھک گیا تو چپ کر گیا۔ کمرے میں موت کا سا سناٹا چھا گیا۔

"میں نہیں مان سکتی کہ ابان ایسی گھٹیا حرکت کر سکتا ہے۔" ان کے لب ہلے۔ ابرج نے ہنکارا بھر کے ویڈیو ماں کے سامنے کر دی۔

"میں اس ویڈیو کو بھی سچ نہیں مان سکتی۔۔" وہ اپنی بات پر قائم رہیں۔

"آپ ایلیفیہ کی حالت دیکھنے کے بعد اس ویڈیو کو کیسے جھوٹ کہہ سکتی ہیں؟ ابان کو معصوم کیسے مان سکتی ہیں؟" وہ چیخ پڑا کہ اس نے ماں سے کچھ پوشیدہ نہیں رکھا تھا اور ثبوت کے طور پر ویڈیو بھی دکھادی تھی اور وہ پھر بھی ابان کے ہی حق میں بولی تھیں ایسے میں ابرج سے اپنا غصہ کنٹرول کرنا دشوار ہو گیا تھا۔

"جن ہاتھوں میں اس کی تربیت و پرورش ہوئی ہے، میں ان کی عظمت سے بہ خوبی واقف ہوں اس لیئے میں آنکھ بند کر کے ایمان کی حد تک یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ ابان ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتا۔" وہ بیٹے کی آنکھوں میں دیکھتیں پر تیقن لہجہ میں بولتیں بیٹے کو ساکت کر گئیں۔ جس یقین کے ساتھ وہ ابان کی حمایت میں بولی تھیں اس کے بعد کچھ کہنے کی

گنجائش ہی نہیں نکلتی تھی لیکن سامنے ابرج سہروردی تھا جس نے ابان کو مجرم مان لیا تھا ایسے میں ماں کا یقین اس کے شک میں دراڑ ڈالنے کی بجائے اسے زخمی شیر بنا گیا۔

"جس شخص پر آپ کو اس قدر یقین ہے کہ آپ اپنے بیٹے کو جھٹلا رہی ہیں آنکھوں دیکھی حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں وہ شخص ہرگز بھی اس قدر اعتبار کے لائق نہیں ہے۔" وہ ماں کو ناراض نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے اس شخص پر نہیں اس شخص کے پیدا کرنے و پالنے والوں پر اعتبار ہے اور میں اسی لیئے حقیقت جھٹلا سکتی ہوں اور تم سے بھی یہی کہوں گی کہ ہر بار آنکھوں دیکھی بات ہی حقیقت نہیں ہوتی تم ایک بار ابان سے بات کرو وہ اس حد تک نہیں گر سکتا۔" معصومہ سہروردی کے لہجے میں انجانی سی تپش تھی۔ وہ ابان کو اس کے باپ کے کردار کی روشنی میں پرکھتیں اس کو برا ماننا تو دور اس سے بدگمان تک ہونے کو تیار نہ تھیں۔

"کیا پوچھوں میں ابان سے؟" وہ ٹیبل کو ٹھوکر لگاتا کھڑا ہو گیا۔

"بی ہیو ابرج۔۔۔" بیٹے کو گھورتیں اس کے مقابل آن کھڑی ہوئیں۔

"میں ابان سے جا کر یہ پوچھوں کہ اس نے ایلیفیہ کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے؟ یا یہ پوچھوں کہ وہ ایلیفیہ کو اس حال تک پہنچا کر خود کس قدر خوش و مطمئن ہے؟" وہ ماں کی آنکھوں میں سرخ آنکھیں ڈالے کرب سے بولا۔

"تم کیوں اس سب کو سچ مان بیٹھے ہو ابرج' یہ جھوٹ بھی تو ہو سکتا ہے اس نہج پر جا کر کیوں نہیں سوچتے؟" وہ بیٹے کے خطرناک تیور دیکھ اپنی فطرت سے مختلف انداز میں دھیمی پڑی ہوئی تھیں۔

"یہ سب جھوٹ نہیں ہے اس لیئے مجھے کسی دوسرے پہلو کو جانچنے کی ہرگز بھی ضرورت نہیں ہے۔" وہ غرایا۔ اس کے سامنے معصومہ سہروردی تھیں کوئی اور ہوتا تو وہ ابان کی حمایت کرنے پر غصہ میں آ کر جانے کیا کر گزرتا۔

"اور اگر یہ سب جھوٹ نکل آیا تو تم ابان کو فیز کر لو گے بتاؤ؟" وہ بپھرے ہوئے بیٹے کا بازو تھام کر نرمی سے پوچھ گئیں۔ ابرج نے لب بھینچ لیئے۔

"میرا یقین ٹوٹا تو شاید اتنی تباہی نہیں پھیلے گی ابرج لیکن جو تم سچ مان چکے وہ جھوٹ نکل آیا تو سوچو کس قدر تباہی پھیلے گی۔" وہ بازو چھڑا کر تیزی میں آگے بڑھا تھا کہ اس کے قدم معصومہ سہروردی کے اگلے جملے نے جکڑ لیئے وہ پلٹ کر ماں کو دیکھنے لگا۔

"تم نے ابان پر شک کی بنیاد پر ابان کو مجرم ٹھہرا دیا ہے وہ مجرم نہ ہوا تو بتاؤ سامنا کر لو گے ابان کا؟" وہ بیٹے کو چونکا گئیں۔ سوچنے پر ابھار گئیں۔

"ابان کو چھوڑو' تم جو ابان کو سزا دینے کی چاہ میں در مکنون کو مشق ستم بنا چکے ہو ابان کی بے گناہی ثابت ہو جائے

تب کیا کرو گے؟ جو کچھ مکنون کے ساتھ کر چکے کیا اس کے بعد اس سے آنکھ ملا سکو گے؟" وہ گویا بیٹے کی نبض پر ہاتھ رکھ گئی تھیں وہ ٹکر ٹکر ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی کہ تم ابان پر اعتبار کرو میں صرف یہ سمجھا رہی ہوں کہ حالات کو سمجھو اس سے بات کرو جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے اسے یا اس کی بہن کو مشق ستم نہ بناؤ۔" وہ بیٹے کے کاندھے پر ہاتھ رکھ گئیں۔

"آپ ابان کو غلط ماننے کو نہیں تیار ایسے میں آپکو کہوں تو کیا۔۔۔ کیسے سمجھاؤں کہ یہ ویڈیو جھوٹ نہیں ہے ولیمہ کی رات ابان کراچی میں نہیں تھا میں ساری تفتیش کر چکا ہوں۔" وہ شکستگی سے بولا۔

"اگر ابان مجرم بھی ہے تب بھی مکنون وہ سب ڈیزرو نہیں کرتی جو تم اس کے ساتھ کرتے رہے ہو۔" بیٹے کی تفتیش کی تفصیل انھیں بے یقین کر گئی تھی لیکن انھوں نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔

"مکنون، آج صبح سے گھر نہیں ہے اور تم اس قدر سکون سے بیٹھے ہو یہ مت بھولو کہ وہ تمھارے نکاح میں ہے اور وہ بخاری ولاز میں نہیں ہے تو کہاں گئی یہ جاننے کی کوشش کرو کہ اپنی عزت کی تمھیں خود حفاظت کرنی ہے کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کیا کرو گے بتاؤ۔؟" وہ ابان والے معاملے پر خود ریسرچ کا فیصلہ کرتیں بیٹے کی توجہ دوسری جانب دلا گئیں۔ اس سے یہ بھی نہ چھپایا کہ وہ در مکنون کے ساتھ روا رکھے اس کے سلوک سے واقف تھیں۔ جب وہ لوگ ہنی مون سے لوٹے تھے۔

در مکنون کا زرد چہرہ انھیں چونکا گیا تھا اور اس کے بعد وہ ان دونوں پر نظر رکھ رہی تھیں انھوں نے ملازمہ کو بھی اعتماد میں لے لیا تھا اور اس نے ہی کل شب ابان کا آنا اور ابرج نے جس طرح کا سلوک اس کے اور مکنون کے ساتھ کیا تھا صبح ہی ساری تفصیل سے انھیں آگاہ کر دیا تھا اور وہ جو یہ سمجھ رہی تھیں کہ مکنون بخاری ولاز میں ہے یہ بھرم عابیہ کی کال سے ٹوٹ گیا تھا اس لیئے وہ بیٹے کو کٹہرے میں کھڑا کر گئی تھیں۔

"جس لڑکی کے بھائی کا کوئی کردار نہیں ہے میں اسے اپنے نکاح میں ہی نہیں رکھنا چاہتا جس دن میں ابان کو حوالات میں بند کروانے میں کامیاب ہو گیا اسی دن اس کی بہن کو طلاق بھی دے دوں گا اور جب تک وہ کہاں رہتی ہے کیا کرتی ہے مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے جس عورت پر بھروسہ نہیں اس کے بارے میں جانکاری رکھ کر میں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہتا۔" وہ ترشی سے کہتا ماں کے روکنے کی پرواہ کیئیے بنا نکلتا چلا گیا۔

"بہت پچھتاؤ گے ابرج، ہیرا جیسی لڑکی کو پتھروں کے مول تول کر تم اچھا نہیں کر رہے۔" وہ صوفہ پر گر سی گئیں۔

"مجھے معاف کر دینا شہوار، میرا بیٹا مجھ سا ہی کمظرف اور خود غرض نکلا ہے۔ اسے محبت کرنا نہ آئی۔ اپنی خودی

کے زعم میں تمھاری موتیوں سی شفاف بیٹی کو رول گیا ہے۔" ان کے آنسو روانی سے گر رہے تھے۔

"روز محشر میں تمھارا اور سبحان کا سامنا کیسے کر پاؤں گی؟ تم نے شہوار' میری ہر برائی و خود غرضی کو بھلا کر اپنی بیٹی میرے بیٹے کے نکاح میں دی اور میرا بیٹا اچھائی کو سمجھ نہ سکا' محبت کا دعویدار محبت نبھا نہ سکا۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھیں ۔ وقت کے ساتھ انھیں پچھتاوے نے آ گھیرا تھا کہ انھوں نے اپنی خودی کے زعم اور دولت کی لالچ میں سید سبحان بخاری کے ساتھ اچھا نہیں کیا تھا اور وہ جو پہلے ہی ان میاں بیوی کی مجرم تھیں آج ان کے بیٹے نے بھی انھیں پچھتاوے کی اندھی کھائی میں دھکیل دیا تھا۔ وہ تو اب تک اپنے جرم کی ہی سزا کاٹ رہی تھیں شاید باقی ماندہ زندگی بیٹے کے جرم کے احساس کے ساتھ بسر ہونا تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"عابیہ! تمہارا دھیان کہاں ہے۔ ابھی گرم چائے عتبان پر گر جاتی۔ کم از کم آنکھیں تو کھلی رکھو۔" ابان آج جب سے آفس سے گھر آیا تھا وہ عابیہ کی غائب دماغی محسوس کر رہا تھا۔ اس نے پریشانی کی وجہ بھی دریافت کی تھی لیکن وہ بڑی سہولت سے اسے ٹال گئی تھی۔ وہ دونوں کھانے سے فارغ ہوئے تھے اور حسب معمول لاؤنج میں موجود تھے۔ عابیہ کاؤچ پر بیٹھی تھی اور اس کے ساتھ ہی کاٹ میں ان کا بیٹا سو رہا تھا جبکہ ابان صوفہ پر نیم دراز حالت میں ٹی وی پر کوئی ٹاک شو دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر قبل ہی نوراں بوا چائے رکھ کر چلی گئی تھیں۔ عابیہ نے چائے کا مگ اس کی طرف بڑھایا تھا وہ کر کچھ رہی تھی اور سوچ کی پرواز کہیں اور تھی ابان نے مگ پکڑا ابھی نہ تھا کہ اس نے کپ ہاتھ سے چھوڑ دیا تھا۔ چائے کارپٹ پر گر گئی تھی۔ پاس ہی تو عتبان کا کاٹ تھا صد شکر کے چائے کا مگ انچ بھر کے فاصلے پر گرا تھا اور اس نے بیٹے کو محفوظ دیکھ بیوی کو ڈپٹا جبکہ وہ بے خیالی سے ابان کو دیکھتی رہی۔ ابان کو فکر سی ہوئی مگر وہ اب بیوی سے کچھ نہ بولا اور اس نے نوراں بوا کو آواز لگائی۔

"بوا' آپ عتبان کو کمرے میں لے جائیں اور صفائی کر دیں اور فرصت کے بعد آپ زحمت محسوس نہ کریں تو مجھے چائے بنا دیجئیے گا۔" اس نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں ادب سے کہا اور نوراں بوا اثبات میں سر ہلاتیں عتبان کو لئیے ابان کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

"بیہ' آر یو آل رائٹ۔۔۔" اس نے بیوی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور اس کے دیکھتے ہی نرمی سے پوچھا۔ وہ ابان کو دیکھ بے خیالی میں مسکراتی اثبات میں گردن ہلا گئی۔

"کوئی بات ہے تو کہو نا مجھ سے بیہ' کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو؟" وہ ہاتھ کھینچنے لگی تھی کہ وہ گرفت مضبوط کرتے ہوئے بولا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔" وہ نظر چرا گئی۔

"بات تو ضرور کوئی ہے تمھاری کھوئی کھوئی کیفیت تو میں پچھلے دو گھنٹوں سے نوٹ کر رہا ہوں تمھاری بے دھیانی ابھی کتنا بڑا نقصان کر سکتی تھی تمھیں اندازہ بھی نہیں ہے۔" وہ دھیمے سے تفصیلاً بولا۔ وہ جیسے کسی گہرے خواب سے جاگی۔

"عتبان' بالکل ٹھیک ہے بوا کمرے میں لے گئی ہیں تم بھی اٹھو کمرے میں چلو۔" وہ بیٹے کے لیئے متفکر ہونے لگی تو ابان نے نرمی سے تسلی دی۔

"آپ چلیں کمرے میں' میں یہاں سے صفائی کر کے آتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی اور ٹوٹے مگ کے کانچ سمیٹنے کو جیسے ہی جھکی اس نے عابیہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تمھیں ہو کیا گیا ہے بیہ' تم نے آج سے پہلے کبھی یہ سب کیا ہے جو اب کرو گی۔" وہ ناگواری سے بولا۔ وہ آگے سے چپ رہی وہ اس کا ہاتھ تھامے کمرے تک چلا آیا۔

"اب مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟" وہ کمرے میں آتے ہی بیٹے کی طرف لپکی اس کی طرف سے اطمینان کر کے جیسے ہی پلٹی وہ اس کے سامنے آن رکا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ بس سر میں بہت درد ہے۔ اس لیئے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" وہ اسے ٹالنے کو دھیمے سے بولتی وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

"کیا بات ہو سکتی ہے جو بیہ کو اس قدر پریشان کر رہی ہے؟" وہ اپنی نائٹی لیئے واش روم میں گھس گئی اور وہ سوچتا ہوا بیڈ پر لیٹ گیا۔ اس کے لیئے یہ سب پریشانی کا باعث اس لیئے تھا کیونکہ شادی کے گزشتہ وقت میں اس نے عابیہ کو اس طرح غائب دماغ اور کھویا کھویا بالکل بھی محسوس نہ کیا تھا اور خلاف توقع بات انسان کو بے چین کر دیتی ہے اور وہ بھی اس وقت خود کو بہت مضطرب محسوس کر رہا تھا۔ کیا بات ہو سکتی ہے کی ادھیڑ بن میں تھا کہ عابیہ چلی آئی۔ ابان ڈریسنگ کے سامنے کھڑی برش کرتی اپنی اسمارٹ بیوی کو دیکھنے لگا۔ ابان کو وہ پرپل کلر کی فینسی نائٹی میں ہمیشہ کی طرح دلکش ہی لگی تھی۔ اس کے لب مسکرائے تھے اور وہ بیڈ سے اٹھ کر عابیہ تک پہنچا۔ پیچھے سے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے دلکشی سے بول گیا۔

"پیاری لگ رہی ہو۔ مجھے تو لگتا ہے میں ہر گزرتے دن کے ساتھ تمھارے عشق میں مبتلا ہو رہا ہوں۔" دونوں کی نگاہیں آئینہ کی سطح پر ٹکرائیں وہ شوخ ہوا اور وہ حیا کے زیر اثر چلی گئی۔

"محبوبہ سے ہر گزرتے دن کے ساتھ عشق بڑھے تو خیر ہوتی ہے لیکن بیوی سے ہر گزرتے دن کے ساتھ عشق کا

بڑھنا مجھے کسی خطرہ کی علامت معلوم ہو رہا ہے۔" وہ اسے چپ کی ردا میں چھپتا محسوس کرتا مزید شوخ ہوا۔

"ابان' مجھے نیند آرہی ہے۔ میں سونا چاہتی ہوں۔" وہ اس کی محبت بھری شوخی کا جواب بے رخی سے دیتی اس کا حصار توڑ کر لائٹس آف کر کے بستر پر لیٹ کر لیمپ آن کر گئی۔

"تمھیں مجھے بتانا ہے کہ کیا مسئلہ ہے یا یوں ہی پریشان رہ کر مجھے پریشان کرنا ہے۔؟" وہ لائٹس آن کر کے اس پر سے بلیکنٹ کھینچ کر ناگواری سے بولا۔

"سچ میں کوئی بات نہیں ہے۔ آج دن بھر عتبان نے مجھے تنگ کیا ہے جس کی وجہ سے میرے سر میں درد ہو گیا ہے ۔اس لیئے اب بس سونا چاہتی ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"تمہارا نفس آشنا ہوں۔ تمہارے یہ کہہ دینے سے کہ کوئی بات نہیں ہے میری تشفی نہیں ہو سکتی اس لیئے شاباش بتاؤ مجھے 'میری بیہ کو کس بات نے اتنا پریشان کیا ہوا ہے؟" وہ بیڈ پر عین اس کے سامنے آن بیٹھا تو وہ پیر سمیٹتی لب کچلنے لگی ۔

"بیہ۔۔۔" ہاتھ تھام کے محض اسے بہت محبت سے پکارا۔ اس کے آنسو گرنے لگے۔

"میں صبح سے مکنون کو کال کر رہی ہوں وہ میری کال ریسیو نہیں کر رہی۔" اس کا لہجہ نم تھا۔

"تم بھی نا بیہ پوری پاگل ہو اتنی سی بات کے لیئے اتنا پریشان ہو گئی ہو۔ کال ریسیو نہیں کی تو مجھے کہتیں میں تمھیں مکنون کے پاس لے جاتا۔ لیکن تم پریشان نہ ہو میں ابھی کرواتا ہوں تمھاری دوست سے تمھاری بات۔" وہ اس کی بات سن کر کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق ہنس کر بولا اور اس نے ٹیبل پر سے موبائل اٹھا کر بہن کا نمبر ملایا۔

"مکنون کا تو نمبر آف ہے؟" وہ عابیہ کو دیکھنے لگا۔

"صبح جب میں نے بار بار اس کا نمبر ٹرائے کیا تو اس نے اپنا نمبر ہی بند کر دیا تھا۔ اس لیئے میں نے پریشان ہو کر سہروردی ہاؤس کال کی تھی۔" وہ مدھم لہجے میں بولتی ابان کو چونکا گئی۔

"پھر بات ہوئی تمھاری؟" ترنت پوچھا۔ وہ نفی میں گردن ہلا گئی۔

"معصومہ آنٹی سے ہوئی تھی بات۔۔۔" اس نے تمام بات بتادی کہ اس نے مکنون سے بات کروانے کا کہا تھا اور انھوں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ ابرج سہروردی تو آج صبح ہی اسے بخاری ولاز چھوڑ کر آیا ہے۔ یہ سنتا تھا کہ عابیہ پریشان ہو گئی تھی اس نے کہا تھا کہ اگر ابرج نے اسے صبح بخاری ولاز چھوڑا تھا تو وہ شام کے پانچ بجے بھی ان کے گھر کیوں نہیں پہنچی۔ معصومہ سہروردی کو عابیہ کی بات نے متفکر کر دیا تھا لیکن وہ خود پر کنٹرول کرتیں بیٹے سے بات کرنے کے بعد اسے کال بیک کرنے کا کہہ کر رابطہ منقطع کر گئی تھیں۔

"پھر آنٹی نے کیا کہا؟ کہاں گئی ہے مکنون؟" وہ سانس لینے کو رکی اور ابان مضطرب سا پوچھ گیا۔

"آنٹی نے بتایا کہ وہ لوگ موسم اچھا دیکھ سی ویو چلے گئے تھے اور لنچ کے بعد لانگ ڈرائیو پر نکل گئے ہیں اس لیئے وہ بخاری ولاز نہیں پہنچے۔" عابیہ نے معصومہ سہروردی کی سنائی کہانی شوہر کے گوش گزار کر دی۔ معصومہ سہروردی کو عابیہ کی بات نے پریشان کر دیا تھا مگر انھوں نے وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے عابیہ سے ایک من گھڑت کہانی کہہ دی تھی کہ اصل بات تو وہ بیٹے سے ہی پوچھ سکتی تھیں اور بات کی تہہ تک پہنچنے سے قبل مکنون کے میکے والوں کو مطمئن کرنا ضروری تھا یہ الگ بات تھی کہ عابیہ کو ان کی من گھڑت کہانی پر رتی برابر یقین نہ آیا تھا اور وہ یہ سب ابان کو کہتی اسے بہت زیادہ پریشان کر گئی تھی۔

"بات کچھ اور ہے ابان' مجھے لگتا ہے مکنون کسی پریشانی میں ہے۔" وہ اب شدتوں سے رو رہی تھی۔

"تم خوامخواہ میں پریشان ہو رہی ہو۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ ڈوبتے دل کے ساتھ بولا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے تو پھر مکنون مجھے کال بیک کیوں نہیں کر رہی۔" وہ ہنوز سابقہ کیفیت میں بولی۔

"مکنون کے سیل کی بیٹری اینڈ ہو گئی ہو گی۔ کر لے گی بات۔۔" وہ جھنجھلا کر رہ گیا۔

"ابان' میں اسے صبح گیارہ بجے سے کال کر رہی ہوں اور اب رات کے نو بج رہے ہیں۔۔۔" وہ ابان کو ناگواری سے دیکھنے لگی۔

"تم کہنا کیا چاہ رہی ہو؟" وہ پریشانی چھپائے استفسار کر گیا۔

"ابان سوچنے والی بات ہے اگر وہ صبح سات بجے آؤٹنگ پر گئی تھی تو کیا اب تک گھر نہیں لوٹی؟ اور گھر پہنچ گئی ہے تو اسے موبائل چارج کرنے کا خیال نہیں آیا اب تک؟ کیا معصومہ آنٹی نے اسے میری کال کا نہیں بتایا؟ کیا وجہ ہے جو وہ اب تک رابطہ نہیں کر سکی؟" وہ اپنی ہر الجھن اسے کہتی اس کو الجھنوں میں ڈال گئی۔

"ہو سکتا ہے تھک گئی ہو تو آ کر سو گئی ہو۔ تم کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو۔" وہ اسے ڈپٹ گیا۔

"بات پریشانی والی ہے ابان' آنٹی کا کہنا کہ وہ ہمارے گھر آئی ہے پھر کہنا کہ وہ آؤٹنگ پر چلی گئی ہے۔ کئی گھنٹوں بعد بھی اس کا رابطہ نہ کرنا اور اوپر سے مکنون کا نمبر بند آنا یہ ساری باتیں مجھے بری طرح ہولا رہی ہیں کیونکہ مجھے مکنون خوش نہیں لگتی۔" وہ ابان کا ہاتھ تھامے روتے ہوئے ایک سانس میں کئی باتیں کہتی چلی گئی۔

"تم یہ سب مجھے صبح ہی بتا دیتیں۔" وہ مضطرب سا بولا۔

"میں یہی سوچتی رہی کہ سب میرا وہم ہو گا لیکن رات ہو چلی ہے مگر مکنون نے ہنوز رابطہ نہیں کیا اس لیئے میں سب بول گئی ہوں۔" وہ سوں سوں کر رہی تھی۔

"میں ابرج کو کال کرتا ہوں۔" وہ کچھ سوچ کر بولا۔

"ابرج بھیا نے بھی میری کال ریسیو نہیں کی تھی آپ کی بھی نہیں کریں گے اس لیئے آپ پلیز سہروردی ہاؤس جائیں آپ اس سے خود مل آئیں گے تب ہی میری تسلی ہو گی۔" اس کے رونے میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا اور وہ خود ہلکان ہوتی ابان کو ہولا رہی تھی۔

"تم جا کر منہ دھو کر آؤ میں کال کی ٹرائے کرتا ہوں ایک دم یوں جانا ٹھیک نہیں رہے گا۔" وہ بے بسی سے بولا کہ وہ کل کی اپنی اور اپنی بہن کی بے عزتی بھولا نہیں تھا۔ عابیہ کی باتیں اسے پریشانی کے عمیق سمندر میں اتار گئی تھیں وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کہیں کل اس کے آجانے کے بعد ان کی لڑائی نہ ہو گئی ہو۔ اسے وہم ستانے لگے تھے اور وہ ڈوبتے دل کے ساتھ ابرج سہروردی کو کال ملا گیا۔ دوسری بیل پر اس کی کال ریسیو کر لی گئی۔

"میری مکنون سے بات کروادو۔" ابان سلام دعا کے بعد ابرج کی سرد مہری محسوس کرنے کے باجود بولا کہ اس نے ابرج کو اپنا جگر گوشہ سونپا تھا اور وہ اس کی سرد مہری اور بد تمیزی کا جواب بے رخی سے نہیں دے سکتا تھا کہ اپنی جان اسے سونپ کر وہ سانس لینے کے لیئے اس کا محتاج نہ ہو کر بھی تھا کہ زمینی خدا آسمان والے اللہ کو بھلائے دوسرے کی قسمت لکھنے کی آرزو میں یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ خود نیلی چھتری والے رب ذوالجلال کے محتاج ہیں۔

"در مکنون یہاں نہیں ہے وہ آج صبح ہی یہاں سے جا چکی ہے۔" وہ اکھڑ لہجے میں کہتا چلا گیا۔ ابان اس کے پہلے جملے سے ہی نہیں سنبھلا تھا کہ رہی سہی کسر اس کے آخری فقرہ نے پوری کر دی۔

"یہ کیا بکواس ہے ابرج، تم ہوش میں تو ہو۔" وہ بمشکل بولا۔

"میں تو ہوش میں ہی ہوں جب تمھاری بہن لٹی پٹی تم تک پہنچے گی تو تمھارے نفس کا بے لگام گھوڑا بھی ہوش میں آجائے گا۔" اس نے طنز سے ہنکارا ابھرا۔ وہ جو ماں سے بات کر کے بے چین تھا۔ مکنون کے لیئے نہ چاہتے ہوئے بھی متفکر ہوتا اسے ڈھونڈنے کا سوچ رہا تھا۔ ابان کی کال پر وہ پھر بے حسی اور نفرت کی چادر میں ملفوف ہوتا ابان کے ہاتھوں کے طوطے اڑا گیا۔

"تم کچھ نہیں جانتے ہو ابرج اس لیئے ہوا میں تیر نہ چلاؤ اور میری زندگی دشوار کرنے کو مکنون کو مشق ستم نہ بناؤ۔" ابان کے لہجے میں بے بسی کا رنگ سب سے گہرا تھا۔ عابیہ اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے کیا سوچا تھا کہ تم ایلیفیہ کو تکلیف دو گے اور میں تمہاری بہن کو پلکوں پہ بٹھاؤں گا۔" وہ پھنکارا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا تھا اور میرا یقین کرو ایلیفیہ کی اس حالت کا ذمہ دار میں نہیں ہوں اس لیئے تم مکنون کو تکلیف نہ دو، اور مجھے بتاؤ وہ اس وقت کہاں ہے؟" وہ بے بسی سے بولا۔ اس کی بات عابیہ کو تڑپا گئی اور وہ اس کی آنکھوں

میں چمکتے موتی دیکھ بے چین ہو گئی۔

"میں نے تمھیں بتایا نہ کہ درمکنون میرے گھر سے جا چکی ہے۔ اور وہ کہاں گئی ہے میں نہیں جانتا اس لیئے مکنون کا جاننے کے لیئے مجھے اب فون نہ کرنا۔ بس یہ یاد رکھو بہت جلد تمھاری بہن کو طلاق کے پیپرز مل جائیں گے۔" وہ بولتے ساتھ ہی لائن کاٹ گیا۔ وہ بے بسی سے 'ہیلو' ہیلو' ہی بولتا رہ گیا۔

"ابان 'کیا ہوا ہے 'ابرج بھیا نے کیا کہا ہے ؟۔" وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ گئی۔

"میں 'سہروردی ہاؤس جا رہا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے گاڑی کی چابی اٹھا گیا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔" وہ اٹل لہجے میں بولی۔

"نہیں 'میں اکیلا جاؤں گا آج میں اس ابرج سہروردی سے دو ٹوک بات کر کے آؤں گا۔ بہن اس کے نکاح میں دی ہے اس کے ہاتھوں بیچی نہیں ہے جو وہ جو منہ میں آتا ہے بول دیتا ہے۔ اس نے میری مصلحت پسندی کو میری کمزوری ہی سمجھ لیا ہے۔" وہ غصہ سے کہتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ عابیہ اس وقت جس حلیہ میں تھی اس کے پیچھے نہیں جا سکتی تھی اور جتنا وہ غصہ میں تھا اسے روک پانا بھی اسے اپنے اختیار سے باہر لگا۔ وہ لپک کر وارڈ روب کی جانب بڑھی۔ ہینگر سے عبایا کھینچا اور پہنتی ہوئی باہر کی طرف دوڑی۔

"بوا ہم لوگ بہت ضروری کام سے جا رہے ہیں آپ عتبان کو اپنے پاس لے آئیے۔ اس کا دھیان رکھیئے گا۔" وہ عبایا کے بٹن لگاتی بوا کے کمرے تک آئی تھی اور وہ کچھ پوچھنا چاہتی تھیں کہ وہ پلٹ گئی تھی۔ بوا اس کے پیچھے آئی تھیں وہ تیزی سے باہر کی طرف بڑھتی رکی کہ عجلت میں وہ عبایا کا اسکارف ساتھ نہیں لائی تھی۔ اس کی نظر بوا پر پڑی اور ان کا ململ کا گرے دوپٹہ لیتی دوڑ پڑی۔ لان میں اندھیرا تھا اور وہ اندھا دھند بھاگی تھی عبایا میں پاؤں الجھا اور وہ اوندھے منہ گر گئی۔

"ابان۔۔۔" اس کی چیخ بڑی بے ساختہ تھی۔ ابان کی گاڑی گیٹ سے نکلنے کو تھی۔ اس کی آواز پر اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ اس کے پیچھے آنے والیں 'بوا لائٹس آن کر گئی تھیں۔ عابیہ کو یوں گرے دیکھ وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر تقریباً دوڑ کر اس تک پہنچا۔ عابیہ 'بوا کی مدد سے کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔

"پاگل ہو تم یوں اندھوں کی طرح بھاگنے کی کیا ضرورت تھی کس قدر خون بہہ رہا ہے۔" ابان نے اس کے چہرے کو دیکھ کر غصہ سے کہا۔

"میں 'تو بس آپ کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔" وہ درد محسوس کرتی روتے ہوئے منمنائی۔

"بوا 'آپ جلدی سے فرسٹ ایڈ بوکس لے آیئے۔" وہ عابیہ کے دوپٹہ سے خون روکنے کی کوشش کرتا ہوا بولا اور

اسے اندر لاؤنج میں لے آیا اس نے بہت احتیاط سے بینڈیج کی تھی لیکن ساتھ ہی وہ اس پر برستا بھی رہا تھا۔

"میں یہاں پہلے ہی پریشان ہوں' اور ایک تم ہو جو میری پریشانیوں کو طول دیتی رہتی ہو۔" وہ اس کے رونے کی پرواہ کئے بنا اس کو سنا رہا تھا۔

"مجھے آپ نے کچھ بتایا ہی نہیں اس لیئے بس ساتھ جانا چاہا تھا۔" وہ بری طرح رو رہی تھی۔

"اپنی بکواس بند کرلو' تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ میں کس قدر پریشان ہوں۔" وہ چیخا۔ اس کے رونے میں جہاں شدت آئی وہیں بوا بھی حیران و پریشان رہ گئیں کہ ابان کو یوں چیختے ہوئے پہلی دفعہ جو دیکھ رہی تھیں۔

"ابان بیٹا کیا بات ہے؟" بوا بہت نرمی سے پوچھ گئیں۔ ابان کو خود کو کنٹرول کرنا پڑا۔

"بوا' مکنون پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے اس پر ابرج کی بکواس۔۔۔ میں بہت پریشان ہوں۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"بیٹا' آپ مجھے بتائیں کیا بات ہوئی ہے۔ مکنون بٹیا' کہاں چلی گئی ہیں؟" بوا ابان کی غیر معمولی سنجیدگی محسوس کرتیں دھیمے سے پوچھ گئیں کیونکہ وہ تو مکنون پر ہی اٹک گئی تھیں۔

"میں خود نہیں جانتا بوا اسی لیئے ابرج سے بات کرنے جا رہا ہوں۔ آپ پلیز عابیہ کا خیال رکھیں کچھ دیر تک آجاؤں گا۔" وہ روتی ہوئی عابیہ پر ایک نظر ڈال کر باہر کی طرف بڑھا۔

"میں' آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ ابان۔" وہ اس کی راہ میں آکر بولی۔

"ہر وقت بچوں کی طرح ضد نہ کیا کرو عابیہ۔" وہ غصہ ضبط کرکے بولا۔

"مکنون' میری بھی کچھ لگتی ہے صبح سے اس کے لیئے پریشان ہوں مجھے ساتھ لے جا نہیں سکتے تو کم از کم یہ ہی بتا دیں کہ ابرج بھیا نے فون پر کیا کہا۔" وہ اس کا بازو تھام کر سوں سوں کرتی بولی۔ ابان اسے دیکھنے لگا۔ ماتھے پر تازی بینڈیج ہوئی تھی۔ چہرے پر خون کی لکیر سی تھی اور سیاہ رنگ کے عبایا اور سرمئی دوپٹہ پر خون کے دھبے صاف نمایاں تھے۔ اس نے دل کو کتنا محسوس کیا اور خود کو کمپوز کرکے اسے صوفہ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کے بیٹھتے ہی مختصراً ابرج کی بکواس' اس کے اور بوا کے گوش گزار کردی۔

"ابرج بھیا کا دماغ خراب ہوگیا ہے جو وہ اس طرح کی بکواس کر رہے ہیں۔ صبح سے مکنون گھر پر نہیں ہے اور انھیں کوئی فکر نہیں ہے اوپر سے وہ طلاق کی بات کر رہے ہیں۔" وہ بے یقینی و دکھ سے بولی۔

"اس کا دماغ تو میں اب درست کروں گا اس نے مجھے سمجھا کیا ہے؟ میری بہن کو اس نے کل کتنا ذلیل کیا۔ میں ' مصلحت پسندی کے ہاتھوں مجبور چپ کرکے بے عزت ہو آیا۔ بہن کو ذلیل ہوتے دیکھ آیا اور میری نرمی اور اچھائی کو ابرج نے میری کمزوری اور میرے لیئے گالی بنا دیا۔" وہ مٹھیاں بھینچے غصیلے انداز میں بولا۔ وہ چونک اٹھی کہ اس نے رات

سے ہی ابان کو بہت مضطرب محسوس کیا تھا مگر اس نے کچھ بھی اسے نہیں بتایا تھا وہ عابیہ کی طرح نہ تھا کہ ذرا سی بات پر اس کے اعصاب ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ وہ ابان کو پہلی دفعہ اتنے غصہ میں دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کل کیا ہوا تھا مگر یہ وقت ہرگز بھی مناسب نہ تھا اس لیئے وہ سوالات کو اپنے اندر دباتی خود کو کمپوز کر کے دھیمے سے اسے کول ڈاؤن رہنے کا کہہ گئی۔

"آپ پلیز' غصہ نہ کریں ابان۔۔۔" عابیہ کی آواز بہت مدھم تھی۔

"جسٹ شٹ اپ' مجھے مشورہ نہ دو کہ تم غصہ نہ کرنے کی بات کرتی ہو اگر میری بہن مجھے نہیں ملی تو میں سہر وردی ہاؤس کو آگ لگادوں گا۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے غرایا۔ وہ سہم کر چپ کر گئی کہ ابان کو اتنے خطرناک تیوروں کے ساتھ وہ پہلی دفعہ دیکھ رہی تھی اس کا ترش شیر کی غراہٹ سے مشابہ لہجہ اس کے لیئے بہت نیا تھا۔ وہ آنے والے وقت کا سوچ کر ہولتی 'لب بھینچے بیٹھی تھی۔ ابان آر یا پار کے ارادے کے ساتھ سہر وردی ہاؤس جانے کے لیئے بڑھا۔ اب کے بوا اس کے سامنے آگئیں۔

"بیٹا' ہوش پر جوش کو حاوی مت ہونے دینا۔ ابرج' مکنون بٹیا کا شوہر ہے اور شریف گھرانے' گھر کے داماد کے ساتھ تلخ کلامی سے بچتے ہیں۔" انھوں نے نرمی سے نصیحت کی تھی اور وہ بوا کو تسلی دیتا آگے بڑھ گیا لیکن دہلیز پر ہی اسے رک جانا پڑا۔ سامنے جو چہرہ نظر آیا وہ اس وقت اسے غیر متوقع طور پر اپنے گھر کی دہلیز پر پا کر متحیر رہ گیا تھا۔

اس نے آج وہ دہلیز پار کی تھی جسے کچھ عرصہ قبل بڑے غرور سے ٹھکرایا تھا لیکن آج وہ اپنی انا پہ پاؤں رکھ کر یہاں تک پہنچا تھا مگر اس کے قدم آج بھی ہزار ہا شکستوں کے بعد بھی مضبوط تھے کیونکہ اس نے یہ دہلیز اپنی انا پے ضرب لگا کر صرف اپنے رشتے کو' اپنی محبت کو بچانے کے لیئے عبور کی تھی۔ اس کی محبت کو ضرورت تھی اس کی انا کے خون کی اور اس نے اپنی انا ذبح کر ڈالی تھی۔

تیری دنیا سے رہا ____ یہ صلہ ملا ہے
خوش رہے خدائی تیری تجھ سے نہ گلہ ہے

جی لوں گا کسی بھی طرح دل کو سمجھائے
بارشوں میں رو لوں گا میں آنسو چھپائے
کوئی نہ ستائے مجھے ___ کوئی نہ ستائے

تو رنگ مولا رنگ دے نصیباں ماراہوں

یہ جگ خود غرض بڑا' میں جگ سے ہاراہوں

☆☆☆☆☆☆

"ابرج' آپ کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ ایسے۔۔۔ کس بات کی سزا دے رہے ہیں۔" اسے اپنے کمرے میں آئے کوئی پچیس منٹ گزر گئے تھے۔ وہ ماں کی باتوں اور مثبت سوچ کے زیر اثر خود کو درمکنون کا مجرم محسوس کر رہا تھا اور ہر گزرتے پل کے ساتھ احساس شدت پکڑ تا گیا اور اس کے کانوں میں درمکنون کا بے بس تکلیف کے احساس سے سلگتا لہجہ گونج اٹھا۔

"ابرج' مجھے میرا قصور تو بتا دیں؟" "ہنی مون پر گئے انھیں تیسرا دن تھا وہ لیپ ٹاپ کھولے میلز چیک کر رہا تھا۔ اسے انباکس میں ایلیفیہ کی میل نظر آئی تھی اور اسے بے بسی نے آلیا تھا۔ وہ لیپ ٹاپ سائیڈ پر کرتا بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے سگریٹ کا پیکٹ نکال گیا تھا۔ ابرج نے شادی کے بعد کی پہلی شام (جو اس کے ولیمہ کی شام بھی تھی) پہلی بار سگریٹ پی تھی اور اس کے بعد جیسے اسے یہ بری لت لگ گئی تھی وہ گھنٹہ بھر میں سگریٹ کا پورا پیکٹ پھونک دیتا تھا۔ سگریٹ نوشی کے دوران اس کی نظر واش روم سے نہا کر نکلتی درمکنون پر پڑی تھی اور بے بسی غصہ کے قالب میں ڈھل گئی تھی اس نے عالم وحشت میں جلتی سگریٹ درمکنون کی آدھی آستین کی قمیض سے جھانکتے دودھیا بازو پر داغ دی تھی۔

"آپ' ایسے تو نہ تھے ابرج" وہ سسکی تھی اور درمکنون کا بے بس لہجہ اس کے جلتے وجود پر پھوار سی برسا گیا تھا۔ مگر آج وہ سب یاد کرتے وہ از حد بے چین ہو گیا تھا۔

اسے آج صبح چھ بجے ملنے والا میسیج یاد آ گیا۔ درمکنون نے رات کے کسی پہر گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ فجر کی نماز پڑھ کر گھر سے نکل گئی تھی۔ مگر اس نے دہلیز پار کرنے سے قبل ابرج کے نمبر پر میسیج کر دیا تھا۔

"ابرج' آپ نے مجھے جس جرم کی سزا دی وہ مجھ سے سرزد نہیں ہوا اور مجھے یقین ہے کہ میرے بھیا بھی آپ کے اور ایلیفیہ کے مجرم نہیں ہیں لیکن میں کچھ ثابت نہیں کر سکتی اور آپ مجھے طلاق دینا چاہتے ہیں جبکہ میں طلاق نہیں چاہتی اس لیئے گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ آپ سے گزشتہ ماہ میں 'کچھ نہیں مانگا۔ کبھی سوائے آپ کے نام کے۔۔۔ آپ کو اللہ کا واسطہ ہے آپ مجھ سے اپنا حوالہ مت چھینیئیے گا۔ آپ کو ایلیفیہ کی قسم۔۔۔ حرماں نصیب درمکنون ابرج سہروردی ۔۔۔!" اس نے میسیج پڑھ کر ڈیلیٹ کر دیا تھا اور ماں سے کہہ دیا تھا کہ وہ درمکنون کو اس کے میکے چھوڑ آیا ہے مگر اس کا بھانڈا کچھ گھنٹوں میں ہی پھوٹ گیا تھا۔

"اللہ جانے مکنون کہاں ہو گی ؟ کس حال میں ہو گی ؟ میں نے ابان کے کئیے کی سزا اسے دیتے اپنی اور مکنون کی زندگی امتحان گاہ بنادی ہے۔ اگر مکنون کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔۔؟" سگریٹ اس نے ایش ٹرے میں بجھائی اور سوچوں کے گرداب میں الجھنے لگا۔ کبھی اسے اپنا کیا درست لگتا تو کبھی درمکنون بے قصور لگتی۔۔۔ ایلیفیہ کا خیال اسے تڑپانے لگتا اور ابان کا خیال آتے ہی دل کر رہا تھا کہ اسے آگ لگادے اور ابان کے خیال کیساتھ ہی اسے درمکنون کے ساتھ روا رکھے جانے والا اپنا سلوک سو فیصد درست معلوم ہوتا۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ابان کی کال آگئی تھی۔ اسے تو ابرج نے بری طرح زلیل کر دیا تھا لیکن سکون ایک پل کو نہ تھا۔ درمکنون اس کی بیوی تھی اور تقریباً سترہ' اٹھارہ گھنٹوں سے لاپتہ تھی ۔ایسے میں وہ سکون سے کم از کم نہیں رہ سکتا تھا۔

"مجھے 'مکنون کو ڈھونڈنا ہو گا۔۔۔ وہ میری بیوی ہے اور میری بیوی یوں در در کی ٹھوکرے کھائے یہ میری مردانگی کو گوارا نہیں ہے۔" وہ سوچتے ہوئے ایک حتمی فیصلہ پر پہنچ گیا۔ وہ بیڈ سے اٹھا اور وارڈروب کھولی اور لاکر کی چابی کے لیئے مطلوبہ جگہ پر ہاتھ مارا لیکن وہاں کچھ نہ تھا اس نے پوری الماری خالی کر دی لیکن چابی وہاں کہیں نہ تھی اس نے الماری کا دوسرا پٹ کھولا جس میں درمکنون کے کپڑے لٹکے تھے۔ اس نے پہلی دفعہ درمکنون کی وارڈروب کھولی تھی اس لیئے اندازہ نہیں ہو سکا کہ کتنے کپڑے غائب تھے البتہ مکنون اپنے ساتھ چند جوڑے ہی لے گئی تھی۔ اس نے غصہ سے سارے ہینگرز کھینچ کر باہر اچھال دیئے۔ چابی ڈھونڈتے ہوئے اس کی نظر نیلی جلد کی ڈائری پر پڑی۔

"مکنون' کی ڈائری۔۔۔" اس کے لب میکانکی انداز میں ہلے۔

"یقیناً اس کے زریعے مجھے مکنون تک پہنچنے میں کافی آسانی ہو جائے گی۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے ڈائری اٹھالی اور بیڈ پر بیٹھتے ہوئے ڈائری کھولی۔

اور وہ موتیوں سی لکھائی پر جلدی جلدی نظریں دوڑانے لگا۔

بچپن کے قصے۔۔۔ شرارتیں۔۔۔ وہ صفحے پلٹ گیا۔

بابا کی موت۔۔۔ یادیں۔۔۔ تڑپ۔۔۔ کمی۔۔۔۔ یہ صفحات بھی پلٹ دیئے۔

کالج کی زندگی۔۔۔ دوستوں کے ساتھ شرارتیں۔۔۔ یہ سب بھی اس نے حذف کر دیا۔

"پہلی دفعہ کوئی بہت اچھا لگا ہے۔" صفحات پلٹتے ہوئے' وہ رکا۔

"وہ نظر کیا تھی دل دیا جلا گئی۔ لفٹ کیا لی' دل ہی کھو گیا۔" وہ حیرت زدہ سا پڑھتا گیا۔

ایک انجان انسان کے لیئے دل جھکنے کی بے بسی۔۔۔

ایک اجنبی کے لیئے کچھ بے قراریاں۔۔۔

ایک لاتعلق سے شخص کے لیئے قدرے تڑپ۔۔۔

اس نے صفحات پلٹے۔

"ماما جان' نے مجھے بتایا میرا رشتہ آیا ہے۔۔۔ مجھے ماما جان کے فیصلے پر اعتراض نہیں لیکن بس دل ڈوب سا گیا ہے۔۔۔اور دل دیا بجھ گیا ہے۔" وہ جیسے جیسے پڑھ رہا تھا دل کو جھٹکے لگ گئے تھے۔ جو تفصیل غیر ضروری لگی وہ حذف کرتا گیا پھر یکدم چونک اٹھا۔

"منگنی ٹوٹنے کا دکھ ہے مجھے لوگوں کی متوقع باتوں سے ڈر لگتا ہے لیکن۔۔۔ دل کا دیا پھر جل اٹھا ہے۔" صفحہ پلٹتے ہوئے اس کا ہاتھ کانپ اٹھا مگر ہر نئی سطر پر جیسے نظر پڑتی گئی۔ درمکنون کی شدید محبت اس پر عیاں ہوتی چلی گئی۔

"اس شخص نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا ہے۔۔۔ جس سے میں' جانے کب سے محبت کر رہی تھی اور اب خود کو ہوا میں اڑتا محسوس کر رہی ہوں۔۔۔" ابرج نے اس صفحہ کو پڑھا' محسوس کیا تو لب مسکرا اٹھے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے صفحہ پلٹ دیا۔

رشتہ آنے پر خوشی کے جذبات کا اظہار۔۔۔

نکاح کی تیاری کے وقت کے احساسات۔۔۔

نکاح کی شام کے وقت محسوس کیئے جانے والے جذبات۔۔۔

نکاح نامہ پر سائن کرتے وقت کا لطیف احساس۔۔۔

نکاح کے بعد کی جانے والی سرگوشیوں پر قلبی کیفیت۔۔۔

نکاح کی شام گایا جانے والا گیت۔۔۔دل کالے میں آنا۔۔۔۔

کیسے دل کھول کر ڈائری میں رکھ دیا گیا تھا۔

لیکن' درمکنون کہاں ہے؟ سراغ لگانے کی عجلت اور وقت کی کمی کے باعث وہ بعد میں تفصیل سے پڑھنے کے ارادے کے ساتھ صرف نظر دوڑاتا صفحات پلٹتا گیا۔

ماما جان کی دائمی جدائی کی اذیت۔۔۔

رخصتی کا سن کر جذبات میں ہلچل کا نہ ہونا۔۔۔

ماما جان کی کمی کا محسوس کرنا۔۔۔۔

رخصتی کے وقت کی قلبی حالت۔۔۔

سیج سجانے کے خوش کن لمحات میں دل کالے پکڑنا۔۔۔۔

اس کی نظر جن الفاظ پر ٹھہری اسے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔

"جسے چاہا' دعا میں مانگا' تقدیر سے پایا۔۔۔ آج وہ من سے ہوتا تن کا بھی مالک بن جائے گا۔۔۔۔۔ آج سیج پر بیٹھ کر جانا ہے خود کو کسی کی ملکیت میں دینے کا احساس کس قدر حسین ہے۔۔۔ اپنے لیئے پرائی ہو کر۔۔۔ ابرج کے لیئے سب کچھ ہو جانے کا احساس۔۔۔ بس یہی زندگی ہے۔" یہ صفحہ درمکنون نے سیج پر بیٹھ کر لکھا تھا۔۔۔ لفظ مہکے ہوئے تھے اور ابرج کو اپنی آنکھیں جلتی محسوس ہوئی تھیں وہ آگے پڑھ نہ سکا اور صفحہ الٹ گیا۔

بجھ نہ جائے دل دیا کی کشمکش۔۔۔۔

دل دیا بجھ گیا کی اذیت۔۔۔۔

سیج سجائے منتظر رہ جانے کا ذلت بھرا احساس۔۔۔۔

ٹھکرائے جانے کی تکلیف۔۔۔۔

عزت کی آرزو میں ملنے والی ذلت کا دکھ۔۔۔۔

شادی کی رات ٹھکرا کر پھر اپنے حق کی زبردستی بساط بچھانے پر محسوس کی جانے والی تڑپ۔۔۔۔۔ توہین۔۔۔۔

زندگی کا پہلا تھپڑ کھانے کے بعد کا درد۔۔۔۔

جسم پر لگی چوٹ اور روح میں اتری اذیت کا انمٹ احساس۔۔۔۔۔

بھائی کے سامنے شوہر سے زلیل ہونے پر خود سے نظر ملاتے ہوئے شرمندگی محسوس کرنا۔۔۔۔

بھائی کو بے گناہ مانتے ہوئے بھی کہہ نہ پانے کی خاموش تکرار۔۔۔۔

طلاق کی دھمکی پر وجود کے پرخچے اڑتے محسوس ہونا۔۔۔۔۔

کیا کچھ لکھا تھا۔۔۔۔ وہ کہاں تک پڑھتا۔۔۔ ندامت شکنجہ تیز کر رہی تھی۔۔۔۔ وقت کی کمی تھی۔۔۔ وہ نظریں دوڑاتا گیا۔۔۔ آنسو گرتے گئے۔۔۔ سیاہی پھیلتی رہی۔۔۔۔ اور وہ صفحات پلٹتا رہا۔

"جس شخص کو بہت چاہا اس نے ان چاہا احساس سونپا اور آج کہہ دیا کہ وہ مجھے اپنی زندگی سے اضافی شے کی مانند نکال باہر کرے گا میں اس ستم گر سے کیسے کہوں کہ مجھے تھپڑ' اذیت' ذلت سب کچھ قبول ہے۔۔۔۔

بس! کچھ قبول نہیں ہے' تو وہ ہے' اس سے جدائی۔۔۔۔

طلاق نہیں چاہیے مجھے۔۔۔۔

اور جتنا میں ابرج کو جان پائی ہوں وہ جو کہہ گئے ہیں۔ وہ پورا کر گزریں گے اور میں انہیں روک نہیں پاؤں گی اس سے پہلے کے وہ جیسے مجھے ٹھکرا گئے۔۔۔ مجھے اپنی زندگی سے نکال باہر کریں۔۔۔

میں' ان سے بہت دور چلی جاؤں گی۔۔۔ اتنی دور کے میرے کانوں میں طلاق نہ گونجے۔۔۔

میں حوالہ' نام' رشتہ' بچانے کو گھر چھوڑ دوں گی' سب سے بہت دور چلی جاؤں گی لیکن طلاق نہیں لوں گی۔۔۔۔۔

ابرج مجھے طلاق نہیں چاہئیے۔۔۔ اپنی موت قبول ہے لیکن ہمارے رشتے کی موت قبول نہیں ہے۔۔۔۔

آپ میرے دل پر قدم بوسی کر کے طلاق دینے کا کہہ کر جاسکتے ہو لیکن میں طلاق سن کر اپنے ہی قدموں پر کھڑی نہیں رہ سکتی۔۔۔۔

آپ کے حوالے کے ساتھ رہنے کی آرزو میں آپ کو الوداع کہہ رہی ہوں۔۔۔ ہم اب کبھی نہیں ملیں گے۔۔۔۔ آپ کو میری صورت کبھی نظر نہیں آئے گی۔۔۔۔ آپ کا انتقام جیت گیا۔۔۔۔۔ میں شکست تسلیم کرتی آپ سے دور۔۔۔۔۔۔۔ بہت دور جارہی ہوں۔۔۔ الوداع۔!"

ہر سطر درد کا نوحہ تھی۔

ہر لفظ میں محبت پنہاں تھی۔

ہر جملے میں محبت کا بین رقصاں تھا۔

اور وہ رلانے والا۔۔۔ جو روتے دیکھ نرم نہیں پڑتا تھا آج اس کے لفظ پڑھتا' ہچکیوں سے رو رہا تھا۔

ڈائری سے اسے درِ مکنون کا سراغ تو نہ ملا تھا۔ مگر اس کی محبت کچھ یوں عیاں ہوئی تھی کہ وہ اپنے آپ میں چھوٹا پڑ گیا تھا۔ اسے اپنا مکروہ چہرہ کچھ یوں نظر آرہا تھا کہ اس کا دل کیا تھا کہ زمین شق ہو اور وہ اس میں سما جائے لیکن اس نے ابھی درِ مکنون کو ڈھونڈنا تھا۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں اپنے آنسو رگڑے۔ ڈائری کی آخری تحریر پر نظر ڈالی جہاں شاعری کی زبان میں کچھ کہنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور وہ ڈائری کے ہمراہ بخاری ولاز چل پڑا تھا۔

کسی کو الوداع کہنا

بہت تکلیف دیتا ہے

امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں

یقیں پہ بے یقینی کا کہر کچھ ایسا چڑھتا ہے

دکھائی کچھ نہیں دیتا، سجھائی کچھ نہیں دیتا

دعا کے لفظ ہونٹوں پر مسلسل کپکپاتے ہیں

کسی خواہش کے اندیشے

ذہن میں دوڑ جاتے ہیں

گماں کچھ ایسے ہوتا ہے

کہ جیسے مل نہ پائیں گے

یہ گہرے زخم فرقت کے کسی سے سل نہ پائیں گے

کبھی ایسا بھی ہو یارب

دعائیں مان لیتا ہے

تو کوئی معجزہ کر دے تو ایسا کر بھی سکتا ہے

مرے ہاتھوں کی جانب دیکھ انہیں تو بھر بھی سکتا ہے

جدائی کی یہ تیکھی دھار دلوں کا خون کرتی ہے

جدائی کی اذیت سے

میرا دل اب بھی ڈرتا ہے

جدائی دو گھڑی کی ہو تو کوئی دل کو سمجھائے

جدائی چار پل کی ہو تو کوئی دل کو بہلائے

جدائی عمر بھر کی ہو

تو کیا چارہ کرے کوئی

کہ اک ملنے کی حسرت میں بھلا کب تک جیئے کوئی

مرے مولا کرم کر دے تو ایسا کر بھی سکتا ہے

میرے ہاتھوں کی جانب دیکھ،

انہیں تو بھر بھی سکتا ہے

☆☆☆☆☆☆

اپنی قیمتی آراء کامنٹ باکس میں ضرور دیں۔۔